

کتابستہ مضامین (جلد دوم)

مرزا قادیان و مبنی خلیجان	رائے محمد کمال (ایڈوکیٹ)
---------------------------	--------------------------

چھٹا باب (تعاقبات و محاکمات)

نمبر شمار	موضوع	تعارف	صفحہ نمبر
۱	داسن کو ذرا دیکھ	محمد اختر رضا القادری	
۲	مرزائیوں سے دو سوال	پروفیسر قازی احمد	
۳	قادیانی سوالات کا عالمانہ محاسبہ	پیر سائیں علامہ مفتی غلام رسول قاسمی	
۴	قادیانی حضرات سے چند سوالات	قاضی محمد حفیظ اللہ	
۵	اجرائے نبوت پر قادیانی دلائل کا محاکمہ	پروفیسر محمد الیاس اعظمی	
۶	معرکہ بہاولپور	پیر زادہ علامہ اقبال احمد فاروقی	
۷	قادیانیوں سے منظرے اور مبالغے	جلال الدین ڈیروی	
۸	سونے والوں جیسے رہو چوروں کی رکھوالی ہے	مولانا خادم حسین رضوی	
۹	وہابیت، دیوبندیت، مرزائیت	ظلیل احمد رانا	
۱۰	اعتقادی الغرضیں	مولانا محمد بخش مسلم	
۱۱	ایک مسئلہ خیر دعویٰ اور اسکی تردید	مولانا ابوالنور محمد بشیر کٹلوی	
۱۲	مرزائیوں کے لیے لوہہ لکریہ	غلام مرتضیٰ ساقی مجددی	
۱۳	کذاب قادیان	صادق علی زاہد	
۱۴	مرزا قادیانی کا طبی محاسبہ	صادق علی زاہد	

۱۵	باطل اپنے آپ سے میں	علامہ محمد صدیق ملتانی
۱۶	قادیانوں کے خلاف مناظرے اور تحریری خدمات (نورانی)	أسامہ رضا قادری
۱۷	ختم نبوت اور قادیانوں جیسے کچھ اور گروہ	ابو أسامہ ظفر القادری بکھروی

ساتواں باب (تحریکات و شخصیات)

نمبر شمار	موضوع	نکاح	صفحہ نمبر
۱	ختم نبوت کے پاسان	علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری	
۲	رومرزائیت میں پیر کرم شاہ اور ان کے خاندان کی خدمات	پروفیسر حافظ احمد بخش	
۳	سات ستمبریہ ختم نبوت	محمد احسن قادری	
۴	تحفظ عقیدہ ختم نبوت اور اکابرین اہل سنت	سر دار محمد اکرم بکر	
۵	تحفظ ختم نبوت اور علامہ غلام رسول سعیدی	محمد اکرم ساجد	
۶	تحریک ختم نبوت ۱۹۷۷ء میں علامہ شاہ احمد نورانی اور عوامی رابطہ مہم	محمد اس رضا	
۷	تحریک ختم نبوت اور شیخ القرآن علامہ عبدالغفور ہزاروی	پروفیسر ڈاکٹر محمد آصف ہزاروی	
۸	۱۰۰ سالہ تحریک ختم نبوت پاکستان کا کردار	محمد عطا الرحمن قادری رضوی	
۹	مشائخ چودہ شریف اور نقاب قادیانیت	صاحبزادہ پیر محمد بدیع الدینی فاروقی	
۱۰	تحریک ختم نبوت اور چندی علماء و مشائخ	غلام مصطفیٰ قادری	
۱۱	تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء میں علماء و مشائخ کا کردار	پروفیسر ڈاکٹر محمد اسحاق قریشی	
۱۲	تحریک ختم نبوت 1974ء کا لازوال کردار	خالد محمود قادری	
۱۳	تذکرہ مجاہدین تحریک ختم نبوت (قاضی فضل احمد لدھیانوی)	خلیل احمد رانا	
۱۴	تحریک ختم نبوت کا ایک قلمی مجاہد (پروفیسر محمد الیاس برنی)	خلیل احمد رانا	
۱۵	لحمہ بلخستان (انٹرویو مولانا سید ظیل احمد قادری)	شفقت عثمانی - خلیل احمد رانا	
۱۶	تحریک تحفظ ختم نبوت ۱۹۵۳ء اور علامہ شاہ احمد نورانی	محمد احمد تریزی	
۱۷	تحریک تحفظ ختم نبوت ۱۹۷۷ء اور علامہ شاہ احمد نورانی	محمد احمد تریزی	
۱۸	تحریک ختم نبوت اور پیر محمد امین الاحسان شاہ	حافظ محمد مسعود رضوی	
۱۹	تحریک ختم نبوت اور علامہ شاہ احمد نورانی	حافظ محمد مسعود رضوی	
۲۰	تحریک ختم نبوت اور جنس پیر محمد کرم شاہ الازہری	حافظ محمد مسعود رضوی	
۲۱	قاریہ ربوہ کا مکتب اسلامیہ علامہ الشاہ احمد نورانی صدیقی	صاحبزادہ ابوالخیر ڈاکٹر محمد زبیر	
۲۲	تحریک ختم نبوت اور حضرت فقیہ اعظم	صاحبزادہ محمد محبت اللہ نوری	

۲۳	عقیدہ ختم نبوت اور حضرت علامہ میاں عبدالحق فورخشوی	سید منور علی شاہ بخاری قادری
۲۴	حضرت خواجہ غلام مرتضیٰ بیروہی اور ردّ قادیانیت	پروفیسر محمد نصر اللہ معنی
۲۵	تحریک ختم نبوت اور حضرت صاحبزادہ سید فیض الحسن شاہ	علامہ محمد نوید اقبال مجددی
۲۶	تحفظ عقیدہ ختم نبوت اور علامہ پروفیسر محمد حسین آسی نقشبندی	سید صابر حسین شاہ بخاری
۲۷	شمید ختم نبوت محمد مالک شمیمید	صادق علی ڈاہ
۲۸	ختم نبوت اور حضرت غزالی زماں علامہ سید احمد سعید کاکھی	صادق علی ڈاہ
۲۹	حضرت مولانا عنایت اللہ چشتی اور ردّ قادیانیت	صادق علی ڈاہ
۳۰	امیر ملت اور تحریک ختم نبوت	محمد صادق قصوری
۳۱	مجاہد ملت اور تحریک ختم نبوت	محمد صادق قصوری
۳۲	تحریک ختم نبوت اور حضرت خواجہ محمد ضیاء الدین سیالوی	ابوالبال محمد سیف علی سیالوی
۳۳	۷ ستمبر قادیانوں کی کھلست کا دن	مولانا محمد شہزاد قادری ترائی
۳۴	اولیائے امت اور قادیانیت کا بھیا نک چہرہ	مولانا محمد شہزاد قادری ترائی
۳۵	ناچدار گولڑہ اور معرکہ قادیانیت	محمد طارق قر
۳۶	تحریک ختم نبوت اور جامعہ رضویہ ضیاء العلوم راولپنڈی	مولانا سید ذاکر حسین شاہ سیالوی
۳۷	قاطع مرزا نیت، گنجینہ علم علامہ محمد عالم آسی امرتسری	میاں ضمیر احمد آسی
۳۸	الحاج پیر نظیر احمد موہڑوی اور ردّ قادیانیت	صوفی میاں محمد رشید
۳۹	تحریک ختم نبوت اور علمائے اہل سنت کشمیر	سید زاہد حسین ضعی
۴۰	پیر سائیں محمد اسلم اویسی کی تحریک ختم نبوت میں خدمات	علامہ پیر تبسم بشیر اویسی

آٹھواں باب (اقبالیات)

نمبر شمار	موضوع	تکاش	صفحہ نمبر
۱	عقیدہ ختم نبوت اور گرامر اقبال	پروفیسر محمد الیاس اعظمی	
۲	اسلام اور قادیانیت	ڈاکٹر محمد اقبال (مترجم محمد روز خان)	
۳	کلام اقبال میں ذکر ختم نبوت و ردّ قادیانیت	پروفیسر محمد یوسف صابر	
۴	عقیدہ ختم نبوت اور علامہ اقبال	ڈاکٹر محمد ظفر اقبال ٹوری	

نوواں باب (سنی تنظیمات)

نمبر شمار	موضوع	تکاش	صفحہ نمبر
-----------	-------	------	-----------

۱	دعوتِ اسلامی کی بہاریں اور قادیانیوں کی توبہ	محمد حنیف امجد
۲	جدو جہد کا سفر (انجمن طلباء اسلام)	سید محمد جواد الحسن کاکلی
۳	تحریکِ ختمِ نبوت میں انجمن طلباء اسلام کا کردار	تصور روجی

دسواں باب (قبول حق)

نمبر شمار	موضوع	نکارش	صفحہ نمبر
۱	شیخ مرزا رحیل احمد کا قبولِ اسلام	امانت علی چودھری	
۲	مہر کی آبِ ہیتی	علامہ مفتی غلام رسول قاسمی	
۳	میرا قبولِ اسلام اور قادیانیت کی تردید	عرقان محمود برقی	
۴	میں مسلمان کیوں ہوا؟	علی عرقان ڈوگر	

گیارہواں باب (فتاویٰ جات)

نمبر شمار	موضوع	نکارش	صفحہ نمبر
۱	مرزائی کے کفر میں تاثر؟	مفتی عبدالوہاب قادری	
۲	دقاتِ صلی علیہ السلام / قادیانیوں کی کتاب بچوں کو پڑھانا	علامہ مفتی محمد امجد علی اعظمی	
۳	نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ختمِ نبوت کا منکر کا فر ہے	مولانا سید دینار علی شاہ ایلوری	
۴	قادیانیوں کی مدد یا حفاظت کرنا	علامہ مفتی جلال الدین احمد امجدی	
۵	قادیانی اور لاہوری مرزائی مسلمان یا کافر؟	پیر سید جماعت علی شاہ علی پوری	
۶	اگر قادیانی متنی بن کر کسی سے نکاح کرے تو کیا نکاح ہوگا؟	علامہ مفتی محمد ظیل خان برکاتی	
۷	فرقہ بیہایہ کے غلط استدلال کی تردید	پیر سید عمر علی شاہ چشتی مولودی	
۸	قادیانی و بیہائی کے ساتھ شیعہ کے نکاح کا حکم	علامہ مفتی سید محمد فصیح الدین مراد آبادی	
۹	مرزا غلام احمد قادیانی کو اگر جہدِ دین مانا جائے؟	مفتی محمد نظام الدین ملتانوی	
۱۰	مرزائی کافر ہیں ان کے ساتھ میل جول رکھنا جائز نہیں	علامہ مفتی محمد ریاض الدین قادری	
۱۱	نبوتِ قارم پر دستخط اور مرزائیوں کے پیچھے نمازیں	مولانا محمد سردار احمد چشتی قادری	
۱۲	قادیانیوں کے یہاں ملازمت کا حکم	علامہ مفتی محمد قار الدین قادری	

بارہواں باب (متفرقات)

نمبر شمار	موضوع	نکارش	صفحہ نمبر
-----------	-------	-------	-----------

۱	فلسفہ ختم نبوت	علامہ مفتی احمد میاں برکاتی
۲	ختم نبوت سے تحفظ ناموس رسالت تک اہمیت اور تقاضے	پروفیسر محمد اکرم رضا
۳	تحفظ ختم نبوت وقت کی اہم ضرورت	محمد اختر الاسلام علی
۴	نبوت، شعور نبوت اور ختم نبوت	پروفیسر محمد عارف خان
۵	عجبان اہل بیت کہاں ہیں؟	مولانا حافظ غلام حسین کلایوی
۶	قادیا نیت اور تحصیل گوجر خان	حسن نواز شاہ
۷	عقیدہ ختم نبوت کی ضرورت اور اہمیت	محمد احمد ترازوی
۸	فتنہ لکار ختم نبوت اور اس کا منطقی انجام	ملک محبوب الرسول قادری
۹	تحفظ عقیدہ ختم نبوت	حافظ محمد مسعود رضوی
۱۰	محبت سب سے نفرت کسی سے نہیں	محمد متین خالد ایڈوکیٹ
۱۱	کاش ہم بھی بیدار ہوں	علامہ پروفیسر محمد حسین آسی نقشبندی
۱۲	ختم نبوت پر انبیاء علیہ السلام کی مستند شہادتیں	سید منور علی شاہ بخاری
۱۳	چور بچائے شور	علامہ نسیم احمد صدیقی نوری
۱۴	عقیدہ ختم نبوت اور سامنے پاک	علامہ نسیم احمد صدیقی نوری
۱۵	نبوت کے جھوٹے دعویدار اور ان کا انجام	پروفیسر ڈاکٹر مفتی ناصر الدین قادری
۱۶	نبوت امامت اور قادیانیت	راجا رشید محمود
۱۷	فتنہ قادیانیت کے خلاف مملکت خدا واد کا تاریخ ساز فیصلہ	سید صابر حسین شاہ بخاری
۱۸	نعت اور عقیدہ ختم نبوت	سید صابر حسین شاہ بخاری
۱۹	عقیدہ ختم نبوت کے نفسیاتی اثرات	پروفیسر شہباز احمد چشتی ایڈوکیٹ
۲۰	قادیا نازینین	شیر ابو طالب
۲۱	ختم نبوت تاریخی جہروکوں سے	شیر حسین
۲۲	میاں خود اپنے دام میں	شہزاد احمد نقشبندی
۲۳	علامات ظہور امام مہدی	سید محمد زین العابدین شاہ راشدی

تیرہواں باب (کتابیات)

نمبر شمار	موضوع	نگارش	صفحہ نمبر
۱	تحفظ ختم نبوت میں علامہ فیض احمد ایسی کی تہنیتات	محمد احمد حسن قادری	
۲	تعارف رسائل ختم نبوت	محمد احمد حسن قادری	

۳	ایک مرحوم روزنامے کا نادر و نایاب قادیان خبر	محمد عالم حق
۴	رؤ قادیانیت میں اہل سنت کا عقیم قلمی جہاد	صادق علی ہد

چودھواں باب (منظومات و قطعات)

نمبر شمار	موضوع	تکاش	صفحہ نمبر
۱	ہمارے دین کی بنیاد محکم تعالیٰ اللہ (قطعہ تاریخ)	محمد عبدالقیوم طارق سلطان پوری	
۲	ہلاکتِ عدوئے تغیر برحق (قطعہ)	محمد عبدالقیوم طارق سلطان پوری	
۳	بروقتِ تدارک و بائے باطل (قطعہ)	محمد عبدالقیوم طارق سلطان پوری	
۴	شہریں، نور ایمان، زینتِ ختم رسالت ہیں	پروفیسر محمد اکرم رضا	
۵	حفظ ناموس مقامِ مصطفیٰ	سید عارف محمود مجبور رضوی	
۶	اللہ اللہ دین حق کی آبرو	سید عارف محمود مجبور رضوی	
۷	اہل سنت کا سواقر ہے جریدہ الحقیقت	صاحبزادہ فیض الامین قاروقی	
۸	کوئی انکے بعد نمی ہوا؟	محمد حنیف الاسعد	
۹	نظامِ ختم نبوت پر جان بھی قربان	میر حسان الخیدری سہروردی	
۱۰	تحویل در صنعتِ محسن	سید احتساب علی کمال شاہ	
۱۱	ہیں صیبِ خدا خاتم الانبیاء ﷺ	علامہ مولانا محمد نشاطا بخش قصوری	
۱۲	آپ کی ہر ادا میں کرم ہے بہا	ڈاکٹر محمد شرف حسین انجم	
۱۳	قادیانی دہر میں ناشاد ہو جانے لگے	غلام مصطفیٰ جھدوی	
۱۴	توحید ہے پھر ختم نبوت کا عقیدہ	علامہ سید بخش بخش توشی	
۱۵	ہے ہر اک اہل سنت پاساں ختم نبوت کا	محمد صلاح الدین سعیدی	





مرزا قادیان ذہنی خلبان ۹

رائے محمد کمال (ایڈوکیٹ)

مرزا غلام احمد قادیانی کو برصغیر پاک و ہند میں ملت اسلامیہ کے عہد زوال کا ایک علامتی مرتفع کہا جائے تو بے جا نہ ہو گا، جو تاریخ کے اذ حد نازک سیاسی موڑ پر مذہبی قباؤڑھ کے نمودار ہوا تھا، تاہم حیران بلکہ پریشان کن امر یہ ہے کہ ان کی شخصیت کا غیر جانب دارانہ، محققانہ اور حقیقت پسندانہ تجزیہ کبھی نہیں کیا گیا۔ مرزا صاحب اُس دور میں اُبھرے جب ہندوستان میں فتوؤں اور دعوؤں کی بہار آچکی تھی ایک سے ایک بڑھ کر نئی وضع کا فتویٰ اور جدید سے جدید انداز میں قدیم سے قدیم دعویٰ!

ہندوستان میں مرزا قادیانی کی داستان سے قبل خطہ عرب میں محمد بن عبدالوہاب کے جارحانہ و تشددانہ مذہبی افکار کی یلغار نے ایک حلقہ کے اذہان کو بھگان میں مبتلا کر دیا ہوا تھا۔ ایران میں محمد علی باب اور پھر بہاء اللہ کی جدت یا بدعت بھی اپنا رنگ دکھایا جا چکی تھی۔ مہدی سوڈانی سے بھی مہدویت کا دعویٰ منسوب ہوا۔ کسی نے اُن سے پوچھا: کیا آپ واقعی اس مرتبہ کے دعویدار ہیں؟ مہدی تو بڑی بات ہے انہوں نے کہا تھا ”سامراج کو سوڈان سے نکالنے کی خاطر مجھے شیطان بھی کھلوانا پڑے تو عذروا اعتراض نہ ہوگا۔“ بانی دہبائی اہل تشیع کی صف سے اُٹھے تھے جبہ محمد بن عبدالوہاب، مہدی سوڈانی اور مرزا غلام احمد حنابلہ سے نکلے۔ گمراہی کے تمام سلاسل روافض کی منطقی صدائے بازگشت ہیں یا پھر خوارج کا آواگونی عکس! عرب و عجم اور ہند میں یہی کچھ ہوا۔ رافض کا بخار چڑھا تو باب اور بہاؤار جیت کا مروڑ اُٹھا تو دہبائی اور قادیانی صحیح یا غلط عوام کی سوچ کا زنداز بہر حال یہی ہے۔

مرزا غلام احمد قادیانی کا کسی بھی شعبہ میں پورا مطالعہ نہیں تھا۔ نا پختہ اور ادھورا۔ حقیقی علم سے تو اُن کا کبھی کوئی علاقہ نہیں رہا۔ انہوں نے آنکھ کھولی تو ہندوستان میں بکثرت سطھی مذہبی لڑ پڑ تخلیق ہو چکا تھا۔ غیر سمجیدگی و خام فکری کا شاہکار! عامیانہ و غلامانہ!! سید احمد شہید رائے بریلی اور ان کے مرید خاص شاہ اسماعیل دہلوی کے صراطِ مستقیم، تقویۃ الایمان اور یک روزی ایسے رسائل کو ادبیات عالیہ میں سے گردانا یا مانا جانا بجائے خود کج فکری، کم نظری، بے ذوقی بلکہ بد ذوقی کے مترادف ہوگا۔ مرزا صاحب نے ان ”شاہپاروں“ کو گویا گھونٹ کے پی رکھا تھا۔ انہوں نے اپنے تمام دعوئی کا خیر ”امکان الطیر“ طرز کے رسالوں ہی سے تو گوندھا۔

شیخ محمد بن عبدالوہاب نے اپنے افکار کا خلاصہ ”کتاب التوحید“ کے نام سے پیش کیا تو شاہ اسماعیل دہلوی نے اُسے ”تقویۃ الایمان“ میں کشید کر کے رکھ دیا، اور بس! عربی سے اردو ترجمہ!! کتاب التوحید کے مضمون کو سمیٹ لیا جائے تو تقویۃ الایمان، اور اگر تقویۃ الایمان کو پھیلا دیں تو کتاب التوحید! حق اور حقیقت یہ ہے کہ اسی نوع کا سالہ مرزا صاحب کے کام آیا اور انہوں نے اسے اپنی ”عمارت“ میں جی بھر کے لگایا۔ ایک شخص توحید کی آڑ میں رسالت کا منصب گھٹا اور رسول کا مقام و مرتبہ بڑے بھائی یا گاؤں کے ایک چودھری کے برابر بتا رہا تھا۔ مطلب؟ مطلب یہ کہ نبوت عرش کی نہیں فرش کی کوئی شے ہے اور اسے زمین پر سے بھی تلاش کیا جاسکتا ہے۔ آسان، بلندی کا استعارہ تھا، زمین پستی کی علامت! ماحول سازگار پاکر دوسرا شخص آگے بڑھا اور دعویٰ داغ دیا، میں بھی وہی کچھ ہوں جو کچھ مسلمان تاجدار مدینہ (ﷺ) کو جانتے اور مانتے ہیں۔ (نا اعموذ باللہ) اپنے تئیں تکلفاً ظلی اور بروزی کہہ لیا ظلی نبوت و بروزی رسالت!

اٹھارہویں صدی کے رنج آخر میں عیسائی مبلغوں اور آریہ سماجیوں نے مسلمانان ہند کے خلاف ایک طوفان اٹھا رکھا تھا۔ طوفان بدتمیزی! ناپاک قلم و غلیظ زبان!! عیسائی مشنریوں سے قطع نظر شرمی اور گھٹن تحریکیں بھی برطانوی سازش کا حصہ تھیں۔ انگریز کی شہ پر ہندو کا اہیاء ہندو نیتاؤں کا مطمع نظریہ ٹھہرا کہ یا تو کلمہ گوؤں کو رام رام کی مالا جپ کرام کر لیا جائے، نہیں تو بغل سے چھری نکال کے ان کا کام ہی تمام کر دیں۔ رام رام کا مطلب شدہ اور گھٹن کا ترجمہ چھری! عیسائی اور ہندو مبلغ غلیظ زبان و بیان کے ہتھیاروں سے مسلح تھے جبکہ مسلم ادیب و خطیب عموماً تہذیب و شائستگی کے پھندوں میں گرفتار! اس عہد میں مرزا صاحب سیالکوٹ کچہری میں اہلہد ہوتے تھے۔ مولویانہ و مناظرانہ لٹریچر کا انہیں چمکا لگ چکا تھا۔ جہان اور جب موقع ملتا وہ عیسائی پادریوں اور آریہ سماجیوں سے اُلجھ پڑتے۔ اینٹ کا جواب پتھر سے دیا جاتا۔ یہی جارحانہ لب و لہجہ اور طرزِ مختصات و مناقشت اُن کی ابتدائی وجہ شہرت بنا! یہ ان کے مد مقابل میدان میں اُترتے تو ان ہی کا سا طور و طریق اپنالیا۔ گالیوں کے جواب میں صاف شفاف گالیاں، دشنام طرازی کے بدلہ میں ”تعلیق“ جملہ بازی! نتیجتاً کہا جاتا ہے کہ ہندو عیسائی اپنا سامنہ لے بلکہ چھپا کے رہ گئے۔ مہاتما گاندھی، تاریخ کے بیچ وٹم میں البتہ ایک اور موقف رکھتے ہیں۔ انکے نقطہ نظر کے مطابق ”قادیانی طبقہ کے قابل اعتراض رویہ ہی کے سبب تحریک شامتیت رسول وجود میں آئی تھی۔ خواہ کچھ بھی ہو واقعہ یہ ہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی کا طرزِ زبان و بیان عوام میں بطور خاص مقبول ہوا، لہذا اس پس منظر میں ان کی تحریر و تقریر کا سلسلہ چل نکلا۔

تاریخ گواہ ہے کہ آغاز کار میں مرزا قادیانی کی لُن ترانی نے غیر مقلدین ہی میں راہ پائی۔ آخر کیوں؟ میں اکثر و بیشتر سوچا کرتا ہوں۔ شاید اس لیے کہ اہل حدیث مکتبہ فکر کا عمومی تصور رسالت حقیقی اہل سنت کے تصور ولایت سے بھی کمتر درجہ رکھتا ہے۔ صحیح یا غلط، سنیوں کے نزدیک پوری کائنات کو اپنی قہقہی کے مانند دیکھنا قیامت تک کی خبر رکھنا اور مردوں کو زندہ کر دینا

بھی اولیاء کا روز مرہ ہے۔ ایک بالکل معمولی معمول! ایک ولی کی یہ شان و شوکت ہے تو پھر نبی کی عظمت و طاقت کا کیا بیان؟ اور مولائے انبیاء علیہ السلام کی ذات و صفات کی نسبت حسن تصور اور تصور حسن کا کیا کہنا! رسول کا تو بڑا مقام و عالی مرتبہ ہے، اتنا بڑا کہ ذہن میں آ اور گمان میں سام بھی نہیں سکتا۔ ان کے عقیدہ کی رو سے کسی صحابی کا ہم پایہ، امام کا ہم سایہ تابعی کا ہم پلہ اور تبع تابعی کا ہم درجہ کوئی بھی نہیں آ سکتا۔ حضور و اس کا منج بخش علی جویری علیہ الرحمہ اور خواجہ معین الدین چشتی اجیری علیہ الرحمہ کا بھی کوئی ہم مثل پیدا نہیں ہوگا۔ اس کے باوجود کہ موخر الذکر عقیدت و ارادت کی بنیاد میں کوئی شرعی حجت قائم ہے نہ قرآنی نص موجود۔

وہ لوگ جو اپنے سو فی بزرگوں کے برابر بھی کسی کی آمد کو جاننے یا ماننے کے لیے تیار نہ ہوں بھلا ان کے دل میں جدید نبی کا تصور بٹھالینا کیونکر ممکن ہوگا! ”یہ کاروبار“ وہاں چل سکتا ہے جہاں ایسا امر و عمل از قبیل ممکنات میں سے ہو۔ بایں سبب اہل سنت والجماعت کو ان کے لامحدود غیر مشروط حسن عقیدت نے مرزا قادیانی کے استدراج سے بچا لیا، جبکہ غیر مقلدین (دہابیوں) کو اس کی شعبہ بازیاں اس لیے ڈستی رہیں کہ ان کے عقیدہ کی رو سے خاص بھی عام ہوتے ہیں۔ بے بس ولا چار الہدشی نقطہ نظر سے ولی تو ولی کوئی نبی بھی قدرت و طاقت نہیں رکھتا۔ معجزات خاص مقاصد کے لیے خاص مواقع پر عطا ہوتے ہیں۔ مقاصد؟ ایک پیغمبر کی اہمیت جتنا نے اور توجہ دلانے کے لیے عوام کی خاطر خصوصی نشانات!! مرزا صاحب ہمیشہ اپنے نشانات کی رٹ لگاتے اور پیش گوئیوں کا پتہ پھینک دیا کرتے تھے۔ خدا پر جموٹ باندھنے والوں کا ابلیس بہر حال مددگار ٹھہرتا ہے اور قرآن مجید فرقان حمید میں یہ واضح اعلان پایا گیا ہے کہ کبھی کاذب خود کو صادق جان لیا کرتے ہیں۔ اس کا مفہوم صاف اور واضح ہے کہ رخن کے الہام کا دھوکہ دے کر چیلوں کی زبان پر شیطان اپنا کلام بھی جاری کر دیا کرتا ہے۔ رذیل کیا انجیل سے دلیل نہیں لاسکتا؟ لہذا بزرگوں سے سوء ظن رکھنے والے لوگوں کو جب کوئی مغربی معرکہ ابلیسی کا رنامہ استدراجی حوالہ یا پیش گوئی نہ نتیجہ نظر آ تو وہ جموٹ پکارا ٹھے کہ یہ ضرور کوئی خاص بات ہے خارق عادت و ماورائے عقل! مرزا صاحب کی تنگ بندیوں اور قیافہ شناسیوں نے بالخصوص الہدیت مکتبہ فکر ہی میں فروغ پایا تو آخر کیوں؟ یہ ایک سوال کا سوال ہے اور جواب کا جواب! اذہان پر دستک دیتا ہوا تلخ تاریخی سوال! روح میں چھپتا ہوا گہرا حقیقی جواب!!

مرزا صاحب کے بارے میں کئی اور توجہ طلب تلخ سوال بھی اٹھائے جاسکتے ہیں جو عموماً اب تک نہیں اٹھائے گئے ایک یہ کہ خدائے وحدہ لا شریک پر اعتقاد رکھنے والا کوئی انسان اس کی جانب سے کسی منصب و عہدہ پر فائز ہونے کا دعویٰ کر رہا ہو سکتا ہے، جو اسے عطا ہی نہ کیا گیا ہو؟ ”نہیں! ہرگز نہیں!“ ایک قطعی و آخری جواب!! اپنے افکار و کردار میں کوئی بھی سچا شخص اس نوعیت کا دعویٰ نہیں کر سکتا، اور اگر کوئی کرتا ہے تو یہ ناقابل تردید ثبوت بہر طور بہم پہنچتا ہے کہ اس کا کوئی عقیدہ ہی نہیں، ہم نے ماحول کے جبر یا کسی دنیوی غرض سے ایسے ویسے ادنیٰ کو بھی مذہب کی چادر سے لپٹے دیکھا ہے کہ جو اپنی فطرت میں مکمل

لامذہب ہوا کرتے ہیں۔ بے دینی ہی جن کا دین ٹھہرا۔ چونکہ یہ بزدل ہوتے ہیں، اور معاشرتی دباؤ کی وجہ سے مذہبی چولا اتار نہیں پھینک سکتے، یا پھر ان کی مادی خواہشات ان کی تکمیل و تسکین کا سامان حلقہ مذہب سے باہر ممکن نہیں ہو پاتا۔ ان کے اقرار میں بھی برہنائے روزگاری الواقع انکار کے ذائقے موجود ہیں، وابستگی میں بھی ناوابستگی!

شیطانی دوسوں اور ہنکنڈوں سے قطع نظر، جموٹے مدعیان نبوت و امامت کے ذہنی رجحان و میلان کا بیچ در بیچ مطالعہ بھی تحقیقی زاویوں میں بے حد مفید و ناگزیر ہے، فکری و نظری پس منظر، نسل تواریث، معاشی کیفیت و نوعیت اور خاندان کی جدید و قدیم معاشرتی حیثیت بھی اس امر و عمل میں خاص اہمیت رکھتے ہیں۔ ہر علت کا ایک اپنا معلول ہے۔ گرہ در گرہ علت و معلول! بعض افراد کی حد سے بڑھتی ہوئی احساس کتری، برتری کے گوشوں میں پناہ ڈھونڈتی ہے۔ آدمی جتنا چھوٹا ہو، دعویٰ اتنا بڑا۔ کیا مرزا صاحب کو کوئی نفسیاتی مرض لاحق تھا یا پھر طبی عارضہ؟ شاید بیک وقت دونوں عوارض وارد ہوئے تھے اس صورت میں ذہنی و دماغی تجزیہ درکار تھا، لیکن بیماری کی جانچ پرکھ اور علاج معالجہ کے بجائے بالعموم مریض کو دھریا گیا۔ نفرت بیماری سے ہونا چاہیے نہ کہ بیمار سے! بیمار کو تو کہیں ہمدردی ہی کا مستحق گردانا گیا ہے۔ اگر مرزا صاحب نفسیاتی عوارض میں گرفتار و مبتلا تھے جیسا کہ قرآن سے بھی ناقابل تردید شواہد ہاتھ لگتے ہیں۔ تو امر واقعی کے اعتبار سے یہ ایک ماہر نفسیات کا کیس بنتا ہے۔ اے کاش کسی نے ان کے شعور، لاشعور اور تحت الشعور میں جھانک لیا ہوتا! کہا جاسکتا ہے کہ ایسا کوئی دلچسپ مریض فرائڈ کے ہاتھ لگ جاتا تو نفسی پہلوؤں کے اعتبار سے ایک معرکے کی چیز ٹھہرتی! کئی نئے مطالعاتی باب واہوتے۔ میرے ایک حکیم دوست کا جو شعبہ طب میں کافی سے زیادہ دسترس اور اپنے دل میں مرزا صاحب کے لیے مخصوص نرم گوشہ رکھتے ہیں کہنا ہے کہ ان میں ولادت ہی کے دن سے رطوبت کی کمی واقع آگئی ہوئی تھی۔ طبی تاریخ میں سے ایک مسئلہ حقیقت کے طور پر جانا اور مانا گیا ہے کہ توام بچوں میں، جو بعد میں جنم لے، اسے لازماً خشکی کی شکایت پیدا ہو جایا کرتی ہے۔ ”خشکی“ دراصل ام الامراض ہے۔ مزاج متواتر خشک رہے تو دماغ گویا جل جاتا ہے۔ دماغی مریض ہوا میں اڑتا اور عجیب انداز سے سوچتا ہے۔ کئی خواب حقیقت کا روپ دھار کر سامنے آتے اور اپنے ساتھ کہیں دور واہموں کے جزیرہ میں لے جاتے ہیں۔ مرض دائمی ہو تو واہام، الہام بنا کرتے ہیں۔

مرزا قادیانی نے بھی اپنی جڑواں بہن کے ساتھ بعد میں جنم لیا، اور اس طرح ان کے ایک پیدا کنشی نقص در آیا تھا۔ وہ زندگی بھر خشکی رفع کرنے کو دواد منگواتے اور کھاتے رہے، لیکن جوں جوں ان کی عمر گزرتی چلی گئی تو ان میں یہ مرض بڑھتا گیا۔ مرزا صاحب خود بھی طبابت میں درک و شغف رکھتے تھے، اور ان کے خلیفہ، اول حکیم نور الدین بھیرودی کا تو ”حکمت“ میں ویسے ہی بڑا نام ہے۔ مگر صد حیف کہ ان کا اپنا مرض قابو میں آنا تھا، نہ آیا، خشک مزاجی تھی کہ روز بروز بڑھتی چلی گئی۔ بس پھر کیا تھا؟ نئی وضع کے خواب و خیال؟ ایک سے بڑھ کے ایک دعویٰ! احمد، مہدی موعود، مسیح موعود، غلطی نبی، بروزی

رسول! پھر ”ایک غلطی کا ازالہ“ سامنے آیا۔ غلام احمد سے پہلے ”احمد اور پھر، نقل کفر کفر نباشد، عین محمد ہوئے!

اگر مرزا صاحب کو ذہنی و نفسیاتی مریض کے تناظر میں دیکھا جائے تو انہیں بلند و بانگ دعوؤں میں مبتلا ضائع انصاف، رعایت ملتی چاہیے! مرض کی شدت کے مطابق فرض قضا ہو جاتے ہیں، معذور کے لیے دستور کیا؟ دنیا کی طبی و نفسی تاریخ میں ایسے متعدد امراض اور مریض مذکور ہیں۔ چند ایک سنجیدہ مقامی مریضوں کا تذکرہ ماقبل آزادی کے مشہور صحافی و ادیب دیوان سنگھ مفتون نے ”ناقابل فراموش“ میں بھی قلمبند کر رکھا ہے۔ بصورت دیگر مدعی کے قد کاٹھ، علم و شعور، نظریہ و فلسفہ اور اثرات و ثمرات کا جائزہ لازمی و لاہدی ہوگا۔ کیا مرزا قادیانی کے دعویٰ نبوت و امامت کو سنجیدگی سے لیا جانا روا و بجا ہے؟ میرے خیال میں یہ ایک فاش غلطی ہوگی، جس کا ارتکاب ہم ابتدا ہی سے کرتے چلے آئے ہیں۔

مرزا غلام احمد صاحب عیسائی مشنریوں اور آریہ سماجی مبلغوں کے رد عمل کی پیداوار ہیں۔ لہذا قادیانی اور جذباتی اظہار! وہ زیادہ سے زیادہ معلومات کے رسیا تھے، کچی پکی معلومات! علم روحانی اعتبار سے زیادہ معلومات کا نام نہیں بلکہ یہ ایک نور ہے جو اللہ تعالیٰ اپنے پسندیدہ قلوب میں ڈال دیتا ہے۔ بالفاظ دیگر علم، نظام فکر و فکری نظام کی کائنات و وسوعات ٹھہری۔ حقیقی علم و نظام فکر میں تضاد قطعاً نہیں ہوتا، بلکہ ربط فکر و نظری کا دوسرا نام ”علم“ ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اس جہت سے مرزا صاحب کا کوئی قدر ہی نہیں۔ محض ایک ہونا آدمی! عصری تقاضوں اور انسانی مسائل کا شعور انہیں چھو کر بھی نہیں گزرا تھا۔ نظریہ و فلسفہ؟! نظریہ و فلسفہ تو بڑی بات ہے۔ انہیں زبان و بیان ہی کا حلقہ حاصل نہ ہوا۔ ان کی زبان دانی کی قلعی ”حرف عمرمانہ“ سے کھل جاتی ہے۔ ڈاکٹر غلام جیلانی برق نے موصوف کو علمی اعتبار سے عیاں نہیں بلکہ عریاں کر کے رکھ دیا ہوا ہے۔ اگر کوئی شخص مرزا صاحب کو فکری و نظری انتشار کا شاہکار قرار دیدے تو بھی ناروا ہے جانہ ہوگا۔ ان کے یکسر متضاد موقف اور دعوؤں سے متعلق لاتعداد حوالے پروفیسر محمد الیاس برنی (جامعہ عثمانیہ) نے ”قادیانی مذہب کا علمی محاسبہ“ میں گنوا دیئے ہیں۔ حالانکہ فکر و نظر کے زاویے اس قدر تضاد کے متحمل ہی نہ ہو سکتے ہیں۔ احمدیت کا شجر اپنی فطرت ہی میں بے ثمر تھا۔ اعلیٰ اثرات و نتائج سے بالکل عاری! متین علمی انداز سے رسالت و نبوت کے موضوع پر غلام احمد پرویز نے بھی قلم اٹھایا تھا، اور گویا قلم توڑ ہی کے رکھ دیا۔ اس کے سوال و استفسار کا آج تک کسی سے کوئی جواب نہیں بن پایا! ایک عجب گورکھ دھندہ جو دین نہ دنیا کے کام کا۔

مرزا غلام احمد قادیانی کے پیروکاران و پرستاران میں دو گروہ نمایاں ہوئے۔ قادیانی اور لاہوری گروپ۔ حکیم نور الدین بھیروی (مرزائیت کے خلیفہ اول) کے بعد قادیانی ٹولہ کی سیادت مرزا صاحب کے لخت جگر بشیر الدین محمود احمد کے ہاتھ آئی، جبکہ لاہوری شاخ پر مولوی محمد علی صاحب نے اپنا فکری گھونسل بنایا۔ اول الذکر شخصیت پرستی کے خاص ماحول میں پلا بڑھا، اور اکثریتی کھلویا۔ موخر الذکر بزم خود حقیقت پسندی کا دعویدار تھا لیکن اقلیتی گننا گیا۔ قادیانی طبقہ مرزا صاحب کے ظل و بروز کی آڑ میں ان کو مستقل بالذات نبی و رسول مانتا ہے، بلکہ اس سے بھی کچھ زائد! جبکہ لاہوری گروہ ان کے دعویٰ نبوت سے

انکار کے باوجود کھوج دوران مہدی زماں گردانتا ہے۔ مہدی صادق!! حق حق!! یہ فقط مرزا صاحب کے عقیدت مندوں کی رنگ آمیزی ہے؟ بنیادی سوال یہ ہے یا خود مرزا صاحب ہی کو بہت دور کی سوچھی تھی؟ یہ بات بہت ہی کم لوگ جان پائے ہیں کہ بانی جماعت احمدیہ نہ صرف مسیح موعود، مہدی معبود اور ظلی و بروزی نبوت ہی کا اعلان نہیں کیا تھا بلکہ اس سے بھی کئی قدم آگے بڑھ کر انہوں نے نہ صرف مستقل بالذات نبی ہونے کا دعویٰ کیا بلکہ فی الواقع خود ہی کو حقیقی خاتم النبیین جتلا یا اور بتلایا! بالواسطہ نہیں بلا واسطہ۔

مرزا صاحب نے کہا تو یہ کہ میں کوئی مستقل نبی یا رسول ہرگز نہیں، محض رسول اکرم ﷺ کا جلوہ و عکس ہوں، ظل و بروز! بقول انکے عکس، اگرچہ اصل وجود نہیں ہوتا مگر یہ اصل وجود سے جدا بھی تو نہیں ہوتا۔ امیر قادیان اپنی ”شان“ کے بیان میں قولاً ہمیشہ عشق رسول (ﷺ) کو ہی بطور سند پیش کیا کرتے تھے۔ بتاتے ہیں کہ میں انکی یاد اور ذات و صفات میں اس طرح گم ہو چکا ہوں کہ دوئی باقی نہیں رہ گئی ہوئی۔ میں، فتانی الرسول کے اس درجہ و مرتبہ اور مقام و منزل پر فائز ہوں کہ جہاں تصور غیریت بھی محال ہے۔ مرزا صاحب، نقل کرف کفر نباشد کے مصداق کہا کرتے، جو کچھ محبوب خدا (ﷺ) تھے، وہی کچھ میں ہو گیا ہوں۔ میرا مقام اُن کا ہی مقام ہے۔ میں نبی آخر الزماں (ﷺ) کے رتبہ و منزل کی تجدید و تصدیق ہوں۔ بالفرض محال ایک لمحہ کو اُن کی اس تک بندی و محکومہ کو مان لیا جائے تو سوال یہ ہے کہ مرزا صاحب جس ہستی (ﷺ) کے عشق و وارفتگی میں یہ بلند مقام پاسکتے ہیں، اُن (ﷺ) کی یاد میں اپنا دل آباد کر کے کوئی اور فرد نجات بھی کیوں نہیں پاسکتا۔ نجات؟ ہاں! مرزا صاحب کا یہ کھلم کھلا اعلان تھا کہ اب ہر ایک شخص کی نجات مجھ پر ایمان لانے ہی سے مشروط ہے۔ مطلب یہ کہ گویا خداوند کریم نے بنی نوع آدم کی بخشش و مغفرت کا سارا سامان بابائے قادیان کی گرہ سے باندھ دیا ہوا ہے۔ اس طرح صداقت کا قطعی معیار اور حقدار کا دار و معیار صرف اور صرف مرزا صاحب کی شخصیت ٹھہر جاتی ہے۔ اگر اس باریک کتہ سے صرف نظر کر لیں تو بھی کئی اشکال و سوال باقی رہتے ہیں۔

مرزا صاحب نے اپنے عداوتی کو معتبر و مؤقر ٹھہرانے کیلئے کئی ایک فرضی و طبع زاد ”دلائل“ تراش رکھے تھے، مگر جب کبھی ”براہین“ کی تشریح و توضیح کے گول چکر میں پڑتے تو ذاتی و مفروضہ اصولی کی بھی برطانی کی دیا کرتے۔ مرزا صاحب اپنے سوا کسی اور کا یہ حق نہیں جانتے اور مانتے کہ عشق رسول کی راہ پر چل کے مہدویت، مسیحیت کا یہ اعلیٰ مقام حاصل کر سکے! پہلے وہ بھی ظلی و بروزی نبوت کی گنجائش نکالتے اور پھر عملاً اپنی ہی ذات کے لیے مخصوص کر لیتے ہیں۔ اُن کی خاتم النبیین کی تفسیر و تعبیر کا بھی یہی ماحصل قرار پایا۔ اس پہلو سے ان کی مراد یہ ہے کہ بہت سے نبی آسکتے ہیں، اور شاید آئے بھی، مگر اب انکے بعد کبھی کوئی اور نبی نہیں آئے گا۔ بالفاظ دیگر بابائے قادیان یہ کہہ گئے ہیں کہ حضرت محمد مصطفیٰ (ﷺ) کے بعد ظلی و بروزی نبوت کا دروازہ کھلا ہوا تھا، جو اب خود ان کی آمد کے ساتھ بند ہو چکا ہے۔ اس کا مطلب بالکل واضح ہوا کہ آخری نبی محمد عربی

ﷺ کے بجائے غلام احمد قادیانی ہے۔

متغیر قادیان و پیر و کاران کے مشرب و مسلک میں بھی ”تقیہ“ کئی رنگ سے پایا گیا ہے۔ مرزا صاحب موقع بر موقع، وقتاً فوقتاً اپنا روپ بہرہ ور کیا کرتے تھے۔ یہی وطیرہ قادیانی اُمت کا ہے۔ یہ حسب ضرورت غیر از جماعت عوام میں پرچار و تکرار کرتے نہیں جھکتے کہ مرزا صاحب نے کبھی نبوت کا دعویٰ کیا تھا اور نہ ہم انہیں ایسا سمجھتے ہیں۔ ان کی نسبت ہمارا عقیدہ ایک باطن صفا اور بے ریا یزیدِ رگ کا سا ہے۔ ماضی قریب کے شاندار مبلغ اسلام اور منفرد و باوقار مجدد! مجددِ وقت!! اپنے مقتدا و پیشوا کی مانند ان کا بھی یہ دعویٰ متصادف ہے بنیاد ہے۔

قادیانی طبقہ مرزا صاحب کو ایک ایسے منصب و مقام کا حامل انسان مانتا ہے جو رسول اللہ ﷺ کے بعد ان کی علاوہ آج تک کسی کو عطا ہوا ہے اور نہ ہوگا۔ ان کا درجہ و مرتبہ قیامت تک کسی اور کو نہیں ملے والا! جماعت احمدیہ کا ایک ایک فرد مرزا غلام احمد قادیانی کو جملہ اصحاب رسول، شہدائے بدر و حنین، اہل بیت اطہار و ائمہ کبار، تابعین، تبع تابعین، فقہان اسلام اور صوفیاء و ذی اشتہام سے افضل و برتر اور کم از کم محبوبِ خدا (ﷺ) کے برابر مانتا ہے۔ لاہوری گروپ نے بھی کبھی یہ سوال نہیں اٹھایا کہ وہ درجہ نبوت سے کسی کمتر مقام کے آدمی ہیں، بلکہ ان کا طرز استدلال محض یہ ہے کہ مرزا صاحب سے دعویٰ نبوت غلط طور پر منسوب کر لیا گیا ہوا ہے، جبکہ حقیقی معنوں میں انہوں نے کبھی ایسا نہیں کیا! الٹی ترتیب سے لاہوری گروہ پر ایک جامع و معقول اعتراض یہ وارد ہوتا ہے کہ اگر قادیانی متغیر کا باطل دعویٰ پایہ نبوت کو پہنچ جائے تو کیا اس صورت میں وہ اقرار کر لیں گے؟ ہاں ان کا انکار بھی درحقیقت ہم معنی اقرار ہے۔ جمہور مسلمین کے جذبات و احساسات سے قطع نظر، حق اور حقیقت یہ ہے کہ اساسی طور پر ملت اسلامیہ میں حضور نبی کریم ﷺ کے سوا کسی کو حجت (اتھارٹی) تسلیم نہیں جاتا، عزت و احترام اپنی جگہ لیکن آئمہ کے لال (ﷺ) ہی کو آخری اتھارٹی مانتے ہیں، بلکہ ایک مسلمان کی آخری قطعی تعریف بھی یہی ہے کہ جو انسان ماسوائے قرآن اور صاحب قرآن (ﷺ) کے کسی کو حجت نہ جانتا اور مانتا ہو۔ ایک حقیقی مومن کی غیر مشروط محبت اور لامحدود و وقاداری صرف حضور خاتم المرسلین (ﷺ) ہی سے وابستہ ہوتی ہے۔ یہی تو تصور ختم نبوت ہے۔ حلقہ اسلام میں سرکارِ مدینہ (ﷺ) کی اطاعت و متابعت ہی کو مدارِ ایمان قرار دیا کرتے ہیں، لیکن جماعت احمدیہ اصل اصول کو معیار نہیں ٹھہراتی! ان کے نقطہ نظر سے مرزا غلام احمد کی غلامی کا پٹہ پہنچنے بغیر اسلام کے تقاضے پورے نہیں ہوتے۔ گویا قادیانی عقیدے میں ایمان، مرزا صاحب سے ”بیعت“ کے پیمان کا نام ہے۔ مرزائی غلام احمد صاحب کو واجب الطاعات اور معصوم عن الخطا خیال کرتے ہیں۔ بالکل ایسے کہ جیسے فرزندِ ان اسلام کا خیر الامام (ﷺ) سے متعلق عقیدہ ہے۔ مرزا صاحب کی عقیدت و اطاعت کا دم بھرتا مرزائیوں کے ہاں ایمان و اسلام کی شرط اول ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ بشمول لاہوری گروپ قادیانی طبقہ مرزا صاحب سے کسی غلطی یا خطا کا احتمال بھی بعد از خیال، خیال کرتا ہے۔ ان عقیدتوں کا مرکز احمد ﷺ نہیں غلام احمد

ہے۔ قادیانیوں کی آنکھوں میں ذکر مدینہ سے پسینہ نہیں آتا۔ ان کے دھیان میں ہمیشہ قادیان کے پھیرے ہوتے ہیں، اور مرکز ایمان، عرب کی بجائے ہندوستان۔

اسلام میں انتشار و فرقہ واریت اور گمراہی و تباہی کی اصل وجہ شرک بالوحید ہرگز نہیں، جیسا کہ ہم عموماً سمجھتے چلے آئے ہیں، بلکہ اسلامیوں کو یہ بیماری شرک فی النبوت کی بناء پر لاحق ہوئی ہے۔ جب رسول خدا (ﷺ) کے سوا کسی کو حجت سمجھ لیا گیا تو گویا ہم نے نبی (ﷺ) کی ذات، صفات اور اختیارات میں دوسروں کو شریک ٹھہرا دیا۔ بس! یہی وہ قبیح فعل ہے جس کا لازمی نتیجہ رذالت و ضلالت ہوا۔ جو کوئی شخص بھی اپنے تئیں مرکز ہدایت و مدار نجات کہتا یا کہلاتا ہے اس نے درحقیقت دین کی آڑ میں ایک جدید بے دین فرقہ کی بنیاد رکھ دی! جو تفریق کی راہ چلا وہ بالآخر تفریق ہی ہوا۔

دین چند رسومات کا مجموعہ نہیں، بلکہ اعتقادات، عبادات، اخلاقیات اور معاملات کے ایک حسین گلدستے کا نام ہے۔ مخصوص تہذیب و شائستگی، اختصائی امتیازات و اعزازات، لاپرواہی القاب و آداب اور غیر متبدل تریکب و اصطلاحات کا عملی نمونہ! صحابی، اُم المؤمنین، حدیث اور وحی وغیرہ کے القاب حضور آقا نامدار (ﷺ) کے وفادار ساتھیوں، ازواج مطہرات، فرامین نبوی (ﷺ) اور اللہ تعالیٰ کے کلام و پیغام کے علاوہ کسی اور حوالے کے لیے قطعی طور پر استعمال میں نہ لا سکتے ہیں، بصورت دیگر اسلام نام کو بھی باقی نہیں رہ جائے گا۔ مرزا صاحب کا وطیرہ مزاج اسلامی سے کسی طور مطابقت نہیں رکھتا، انکے خامہ و خام زبان سے وقتاً فوقتاً خود اپنے لیے ایسی تراکیب چمک پڑتی تھیں جنہیں نرم سے نرم الفاظ میں بھی شرک فی النبوت ہی تو کہا جاسکتا ہے۔ اس لحاظ سے وہ مہیاس النبوت میں مشرک ہوئے۔ قادیانی فرہنگ میں مرزا کے ساتھی (ناعوذ باللہ) اصحاب رسول کے مقام و مرتبہ پر فائز ہیں۔ ان کی بیویاں (نقل کفر کفر نباشد) ازواج مطہرات کی ہم پایہ اور ان کے ملفوظات و مکالمات وحی و حدیث کی ہم مثل! مرزا صاحب کا دعویٰ کیا تھا؟ ان کا دعویٰ کیا نہیں ہے؟ جس مذہب یا گروہ میں جو عقیدہ یا نظریہ پایا جاتا ہے اسی کی تعبیر و تفسیر! کرشن، گورد، مہاتما، محمد، مہدی، مسیح!!! امام، نبی، رسول!!! اُن کے دعاوی از حد دلچسپ، قابل غور اور استہزایہ ہیں۔ تقاضا میں تسخیر!!! اپنی نوع کا ذہنی مرض و مریض؟

مرزا صاحب کو مامور من اللہ بتلاتے اور حجت جتلاتے تھے، وہ کسی ایسے عہدہ و مقام کے دعویدار ہرگز نہ تھے جس کے انکار یا اقرار سے کچھ فرق نہیں پڑتا۔ اگر دعویٰ محض روایتی غوث، ابدال یا اودا وغیرہ کا ہوتا جو دراصل دعویٰ کی چیز ہی نہیں تو بات اس قدر آگے نہ جاتی اور ان کی حمایت و مخالفت کا دائرہ کار انفرادی سطح تک ہی محدود رہتا، مگر یہ منجانب اللہ ایک ایسے بنیادی منصب کے مدعی تھے جس کے تصور ہی سے اسلام کی بنیاد مل جاتی ہے۔ امر واقعی یہ ہے کہ مرزا قادیانی اپنے طور پر رسول عربی (ﷺ) کا مظہر بن بیٹھا اور کہا: میرا ماننا اُن (ﷺ) کا ماننا اور میرا انکار درحقیقت اُن (ﷺ) کا انکار ہے۔ نتیجتاً اس جہت سے پیغمبر آخر الزماں (ﷺ) کو اپنا مجاہد و ولی تسلیم کر لیے جانے کے باوجود ایک انسان کو حقیقی مسلمان قرار نہیں دے سکتے

جب تک کہ مرزا صاحب کی مہر تصدیق ثبت نہ ہو، بالفاظ دیگر مرزا غلام احمد قادیانی کی تصدیق و توثیق کے بغیر اب کسی بھی مسلمان کا دین و ایمان قابل قبول نہیں رہ گیا حالانکہ تاریخ اسلام میں یہ منصب و قیام مسئلہ نفوس قدسیہ کو بھی حاصل نہیں، جس کے دعویدار مرزا صاحب ہیں۔

تاریخ مسلم میں بعض لوگ توحید کی عظمت کے اظہار و بیان کا سخت غیر محتاط و ناقص اسلوب اپنا گئے ہوئے ہیں جو مقام رسالت و نبوت کی رعایت سے بہر حال کسر شان تھا۔ مسلمان نے اپنی شامت اعمال سے کہا اللہ کی تو یہ شان ہے کہ اگر چاہے تو ایک حرف گن کہہ کر لاکھوں محمدؐ کے برابر پیدا کر ڈالے! یہ ”بیبت ناک مسلمان“ خود بھی ایسا نہیں سوچتا تھا کہ سرکار مدینہ (ﷺ) کی مثل آنے والا ہے یا کبھی کوئی آئے گا۔ وہ تو فقط توحید کے باب میں اللہ تعالیٰ کے ہر شے پر قادر ہونے کی صفت کو اپنے الفاظ کا جامہ پہن رہا تھا۔ ایک ایسی صفت کی بے بصیر منطق جس کا اس نے خود اپنے اوپر امتناع لازم ٹھہرایا ہوا ہے۔ اس ”بیبت ناک مسلمان“ کے پیروکاران و عقیدت مند ان بھی عملاً کبھی ختم نبوت کے منکر نہیں رہے، لیکن بے ادبانہ طرز فکر و نظر سے ان کے قلوب و اذہان میں رسول خدا (ﷺ) کے ساتھ وابستگی کا والہانہ انداز بھی محو ہوتا چلا گیا، یہاں تک کہ مرزا غلام احمد قادیانی ایسے عام آدمی نے خاص دعوئی کر ڈالا۔

بعض لوگوں کے پیہا کا نہ و گستاخانہ زاویوں سے محبوب خدا (ﷺ) کا مقام و احترام مجروح ہوا، اور پھر نازک موضوعات پر اس طرح سے سوچا جانے لگا جس طرح کسی طور بھی سوچا نہیں جاسکتا تھا۔ مرزا غلام احمد قادیانی نے مکاشفات و مخاطبات اور مکالمات و وادعات کا ڈول کیا ڈالا ان کے دیکھا دیکھی ہر ایرے غیرے کے منہ میں پانی آ گیا۔ مرزا صاحب کے ”متاثرین“ میں مدعیان نبوت و امامت کا ایک میلہ سا لگا ہوا ہے۔ ”الکادیب علی الغادیہ“ (چودھویں صدی ہجری کے مدعیان نبوت) میں عالم بے بدل مولانا محمد عالم آسی امرتسری نے ان کا کچھ حال قلمبند کیا ہے۔

☆ چراغ دین جنونی کے بارے میں مرزا صاحب غلام احمد قادیانی نے رسالہ ”دافع البلاء“ میں خود لکھا ہے کہ وہ میری تائید کیلئے مبعوث ہوا تھا، مگر میں نے اس کو منظور نہیں کیا، کیونکہ خشک مجاہدہ سے اس کا دماغ خراب ہو چکا تھا۔ اس کے الہامات شیطانی ہیں۔

☆ الہی بخش ملتانی: مرزا صاحب کا مرید خاص تھا۔ گورو عیسیٰ بنا تو چیلانگر کے موئی ہو گیا، اور ایک بڑی ضخیم کتاب ”عصائے موئی“ لکھی جس میں اپنے الہامات کے ذریعہ بتایا کہ مرزا میرے ہاتھ سے ہلاک ہو جائے گا۔

☆ ڈاکٹر عبدالحکیم پٹیا لوی: ابتدا میں سال کے لگ بھگ مرزائی رہ کر خود مدعی رسالت بن بیٹھا۔ قرآن شریف کی تفسیر لکھی اور رسالہ ”الحکیم“ جاری کیا۔ اس نے ایک الہام شائع کیا کہ ۱۲ اگست ۱۹۰۸ء تک مرزا صاحب مرجائیں گے۔ مرزا صاحب نے جواب آں غزل کے طور پر یہ الہام بیان کیا کہ وہ میری زندگی میں تباہ و برباد ہو جائے گا۔ مگر مرید پیر سے سخت جان نکلا اور مرزا

صاحب کے مرنے کے بعد سات سال تک زندہ رہا۔

☆ احمد سعید سنہریالی (ضلع سیالکوٹ) یہ اسسٹنٹ انسپکٹر مدارس تھا چونکہ مرزا صاحب نے ایک جگہ یہ لکھا ہے کہ میں جون بدل کر آؤں اور قدرت ثانیہ کہلاؤں گا۔ چنانچہ اس شخص نے اپنا لقب یوسف موعود رکھا اور اپنے الہامات کو اپنے رسائل ”بہارِ نبوی“ میں جمع کیا۔ مذکور نے اپنی ایک تصنیف میں یہ بھی لکھا تھا کہ مسلمانوں کی موجودہ رشتہ داریاں سب ناجائز ہیں۔ اور وہ ولدِ اترنا ہیں۔ آئندہ کیلئے میں انہیں حکم دیتا ہوں کہ یہ ہندوؤں کی طرح غیر قوموں میں رشتہ ناطا طے کیا کریں۔

☆ ظہیر الدین (اروپ، ضلع گوجرانوالہ) اس نے بھی یوسف موعود ہونے کا دعویٰ کیا اور اپنی کتاب ”براہین حقہ“ میں لکھا تھا کہ مرزا صاحب کی شخصیت کو آج تک کسی نے نہیں سمجھا۔ وہ حقیقی نبی تھے۔ قادیان میں مسجد الحرام بیت اللہ شریف ہے، اور وہی خدا کے نبی کی جائے پیدائش ہے، اس لیے اس کی طرف متوجہ ہو کر نماز پڑھنا ضروری ہے۔ بالآخر یہ شخص اپنے مقاصد میں ناکام ٹھہرا اور مرزا بشیر الدین محمود احمد کے ہاتھ پر دوبارہ حلقہ قادیانیت میں آگیا۔

☆ یار محمد وکیل (ہوشیار پور) کا دعویٰ یہ تھا کہ میں ”محمدی بیگم ہوں“۔ نکاح سے مراد بیعت میں میرا داخلہ ہے اور مرزا صاحب کے بعد میں ہی انکا روحانی وارث و حقدار ہوں کیونکہ انہوں نے کہا ہوا ہے کہ قدرت ثانیہ کا مظہر وہ ہوگا جو میری خوبی پر ہوگا۔ چنانچہ یہ علامت مجھ میں سب سے بڑھ کر پائی جاتی ہے۔ اس نے مرزا بشیر الدین محمود احمد کے مقابلہ میں قریباً پچاس رسالے تحریر کیے تھے جس میں متواتر خلافت کا مطالبہ کیا، مگر اس کے گدی پر قابض ہو جانے کی وجہ سے بیعت کا کاروبار چل نہیں پایا۔

☆ عبداللہ تھاپوری: یہ بھی قدرت ثانیہ کا مدعی ہے اور قرآن مجید فرقان حمید کی تحریف میں متحرک وہ دعویٰ سے کہا کرتا تھا کہ مرزا بشیر الدین محمود احمد بہت جلد میری بیعت میں آداخل ہوگا۔ اس کے پیروکار کیملپور اور پشاور کے مضافات میں پائے جاتے ہیں۔

☆ عبدعلی شاہ (موضع بد، ضلع سیالکوٹ) یہ شخص بھی مامور ہونے کا دعویٰ ارادہ رہا۔ اس نے مرزا بشیر الدین محمود احمد کا یہ فتویٰ اپنے الہامات کی بناء پر منقطع کر دیا تھا کہ مرزائیوں کا مسلمانوں سے رشتہ ناطا حرام ہے۔

☆ محمد بخش قادیانی: یہ آدمی قبل ازیں مرزا غلام احمد کا شدید مخالف تھا، پھر اس کی بیعت میں داخل ہوا، اور جلد ہی ترقی پا کر اپنے الہامات علیحدہ شائع کر دیئے۔ ان میں سے ایک یہ بھی ہے ”آئی ایم وٹ“۔

☆ ڈاکٹر محمد صدیق: اس کا تعلق لاہوری گروپ سے بھی قائم ہوا لیکن آخر کار گدک (بہار) میں اپنا مذہب پھیلانے لگ پڑا۔ اپنی کتاب ”بشور“ میں لکھتا ہے کہ مسیح قادیانی دشناود اتار تھا، خلیفہ محمود دیر بسنت ہے اور میں جن بشوہور ہوں۔ ایک اور جگہ بتایا ”جب خدا اور رسول کے خلاف کوئی بات ہوتی ہے تو مامور (غوث، قطب، ابدال وغیرہ) بھیجے جاتے ہیں۔ قادیان

سے آواز آئی ہے کہ حضور پاک (ﷺ) کے بعد نبوت جاری ہے اس جنگ آمیز عقیدہ کے دفعیہ کے لیے خدا نے مجھے مبعوث کیا ہے۔

ڈاکٹر صاحب مذکور نے فرمایا: لوگ مجھے مہدی مانتے ہیں مگر مجھے اس پر کوئی فخر نہیں میں وہی ہوں جو میں جانتا ہوں یا میرا خدا جانتا ہے کہ میں احمدیوں کے لیے یوسف موعود بن کر آیا ہوں اور ہنگ نبوت دور کر دی ہے۔ ڈاکٹر محمد صدیق کے لیے علیحدہ اور تفصیلی تذکرہ درکار ہے۔ مرزا صاحب کی مانند یہ بجائے خود دلچسپ کردار ہے۔ تاریخ احمدیت کا اعزازی ورق اس نے ایک طرف تو مدعی نبوت کو کافر کہہ کر اپنے آپ کو مہدویت و مسیحیت سے الگ رکھا ہے جبکہ دوسری طرف حضرت یوسف علیہ السلام سے بڑھ کر اپنی فوقیت جتلائی اور صاحب وحی مظہر الہی اور نجات دہندہ عالم و عالمیان بکرم وحدت وجود کا بھی دم بھرا۔ یہ دراصل مرزا صاحب کا اصلی پر تو تھا ان کی بھی ہیچ نہ سبکی حالت و کیفیت تھی۔ حلقہ مریداں میں ہوتے تو جامہ بشریت سے نکل کر الوہیت تک جا پہنچتے اور اغیار کے سامنے نبوت و مولویت سے بھی انکار کر دیتے۔

☆ احمد نور کابلی: یہ مدعی نبوت و رسالت قادیان میں ایک عرصہ تک مسیح قادیانی کا زلہ رہا۔ اس کی ناک پر پھوڑا ہوا تو کاٹی گئی۔ پھر مرتبہ نبوت کی سوچھی قرآن پاک کی کثرت سے تلاوت کرتا شب بیدار تہجد گزار تھا۔ سرمہ فروش و خانہ بدوش افغان کابلی مذکور کا ایک اپنا ہی فلسفہ ہے۔ مرزا صاحب کی طرح الجھا ہوا غیر مربوط اور متضاد! تاہم فکری اعتبار سے جماعت احمدیہ کیلئے اچھا خاصہ دوسرا!!

☆ فضل احمد عرف نجم النساء: یہ مستی غلام محمد کا بیٹا تھا۔ مضع چنگیابنکیال متصل گوہر خان میں پیدا ہوا۔ اسکا دعویٰ تھا کہ میں مرزا غلام احمد صاحب کا ظہور ہوں۔ میں اپنی چالیس سال کی عمر گزار چکا ہوں۔ مرزا صاحب کی اصل عمر پچانوے برس تھی۔ وہ ساٹھ سال کے پٹنے میں مر گئے تو بقیہ بیس سال مجھے دیئے گئے اب میں ہو۔ ہو مرزا صاحب ہوں۔

☆ غلام محمد لاہوری: یہ نوجوان مسلم ہائی سکول لاہور سے فارغ ہوا تو قادیانی مزاج جریدہ ”پیغام صلح“ لاہور میں ملازمت اختیار کر لی بھروہیں ترقی پا کر ذمہ دار اراکین مجلس تک پہنچ گیا، اور جب اس نے دیکھا کہ اس کی مرضی کھلاف کام ہوتا ہے تو وہی طریق حصول نبوت اختیار کیا جس سے ان کے ہاں نبی بنا کرتے ہیں۔ الہام پر الہام ہونے لگے۔ ایک پیشگوئی یہ تھی کہ خواجہ کمال الدین بہت جلد مر جائے گا۔ ملازمت سے درخواست کیا گیا اور زیر علاج رہ کر پھر بحال ہو گیا۔ اس نے اپنی ایک اہم کتاب ”ماکہ“ شائع کرنے کا اعلان کیا ہوا تھا، مگر اس کی تکمیل کبھی ممکن نہ ہو سکی۔

☆ عبد اللطیف (قمر الانبیاء) موضع کتا جور ضلع جاندھر سے تعلق تھا۔ اس نے مستقل بالذات نبی اور رسول ہونے کا دعویٰ کیا، اور اس کے ثبوت میں ”چشمہ نبوت“ نامی ایک کتاب شائع کی جس کا پہلا حصہ پانچ سو صفحات تک پھیلا ہوا ہے۔

☆ نبی بخش (مہراج کے، سیالکوٹ) اس کا دعویٰ تھا کہ مرزا صاحب کے طریقہ پر میں بھی اس وقت کا نبی ہوں۔

☆ غلام حیدر چٹھلی وغیرہ: غلام حیدر چٹھلی، محکم الدین پٹیلوی اور محمد زمان سندھی نے بھی دعویٰ نبوت کا سوا گرجا پایا تھا، مگر وہ شہرت سے محروم ہی رہے۔

☆ رجنل سٹی (چیچہ وطنی، ضلع ساہیوال) رجل سٹی مذکور کی ادبی لیاقت بالکل محدود تھی لیکن بدقسمت طبعے میں جس قدر جہالت کمال پر پہنچتی ہے اسی قدر نبوت کے دروازے اُن پر کھل جاتے ہیں۔ اس آدمی نے ”ہدایت العالمین“ کے عنوان سے ایک عجیب و گریب کتاب لکھی اور اس میں اپنی ان ترانوں کا جادو جگایا ہے۔

☆ سید محبوب عالم شاہ (محلہ باغبانپورہ حافظ آباد روڈ گوجرانوالہ) انہوں نے اپنے الہام کا مجموعہ ”امام حقیقی“ کے عنوان سے عام کیا تھا۔ اس کے چار حصے ہیں۔ حصہ اول عقدہ کشا میں لکھا کہ پنجاب میں صرف پنجابی نبی ہی آ سکتا ہے۔ امام حقیقی کتاب مظہر الاسرار وغیرہ سے بھی موسوم ہوئی۔ ان کے الہامات و احکامات از حد دلچسپ اور استہزائیہ و مزاحیہ ہیں۔

☆ بکئی بہاری: یہ شخص بھی چودھویں صدی کے قادیانی انبیاء میں شامل و داخل ہے۔ اس کی ایک نمائندہ کتاب ”فرمان“ ہے جسے جتہ اس کی شاعری میں پختگی در آئی ہوئی ہے۔ مسیح قادیانی کی نظم اس کے سامنے پانی بھرتی ہے۔ اس کی ایک نظم کے بعض اشعار تو بہائی مذہب کی شاہکار و قادر الکلام سخن گو قرۃ العین طاہرہ کے مقابل رکھے جاسکتے ہیں۔ اس نے فرمان کو اپنا قرآن قرار دیا جو ۸۲۳ صفحات پر مشتمل ہے۔ آغاز میں اس نے نام و تعارف کے طور پر بقلم خود یوں لکھا تھا: ”علیٰ حضرت احدیت مآب فرمانروا سید محمد بکئی خان دوران نائب اللہ علی العالمین دی لینڈ لارڈ آف موضع بکئی پرگنہ ارولی ضلع صوابہ بہار۔“

چودھویں صدی کے دعویداران نبوت امامت جدید سے قبل قرامطہ، ملاحدہ اور زنادقہ بھی شرک فی النبوت کے مرکب ہو کر مدعیان رسالت و ہدایت تھے۔ ان کے الہام و احکام سمجھنے نہ سمجھانے کے۔ مرزا غلام احمد قادیانی نے مہدویت وغیرہ کا بند دروازہ کیا کھولا ہر سمت خود رو پودے اُگ پڑے اور برساتی حشرات الارض کی لمبی قطار بلکہ یلغار آ گئی۔

امام مہدی، اہل تشیع کے نزدیک پیدا تو ہو چکے ہوئے ہیں مگر نبوت کبریٰ کی بناء پر عام لوگوں کی نظروں سے اوجھل! یہ حضرت امام حسن عسکری علیہ الرحمہ کے جگر گوشہ تھے جو بقول انکے ایک روز حکمت الہیہ سے غیبت میں چلے گئے۔ صفری کے بعد غیبت کبریٰ جبکہ اہل سنن کے مطابق قرب قیامت میں ان کی ولادت سید گھرانہ میں ہوگی اور ان کے ظہور سے مسلمانوں کا مادی و روحانی زوال رفع ہوگا۔ وہ ایک معینہ مدت تک دنیا پر بلا شرکت غیرے حکومت کریں گے۔ اہل سنت والجماعت کے رسائل میں امام مہدی کے والدین تک کے نام مذکور و مسمور ہیں۔ وہ غیر مبہم اور بالکل واضح نشانات علامات کے حامل ہوں گے۔ نظریہ امام مہدی کے مخرفین فی فہرست میں بھی کئی قد آور مسلم مشاہیر کا تفصیلی تذکرہ موجود ہے۔ اہل تشیع و اہل سنن اس امر میں باہم متفق الرائے اور متحد الخیال ہیں کہ جب امام مہدی کی ولادت و ظہور ہوگا تو ملت اسلامیہ کے دن بھی پھریں گے۔ آمد و ظہور امام مہدی کی حقیقت و اصلیت کیا ہے؟ یہ ایک مستقل علیحدہ موضوع ہے اور ان کی

آمد و ظہور کی کیا ضرورت و حکمت؟ اس پر بھی سوال و استفسارات اور تائید و جوابات کے لیے جدا گانہ باب قائم ہونا چاہیے تاہم حقیقت حال یہ ہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی کسی طور بھی اس معیار پر پورا نہیں اترتے۔ امام مہدی شیعہ و سنیوں کے نقطہ نظر کی رو سے آل محمد (سادات) میں سے ایک پاک نفس شخصیت ہوگی، اور خالص امتی اظلی نبوت یا بروزی رسالت کا ان کی آمد و ولادت یا ظہور سے قطعی طور پر کوئی تعلق واسطہ نہیں اس سے قطع نظر سوال یہ ہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی کے دعوائی کا پس منظر کیا ٹھہرا؟ کیا وہ اپنی فطرت میں دہریہ و ملحد تھے؟ اس کا جواب ”ہاں“ میں بھی دیا جاسکتا ہے اور خاص وجوہات کی بناء پر یہ محض غلط بھی نہیں ہوگا۔ کیا وہ احساس کمتری کے مریض تھے؟ جنہوں نے بلند و بانگ دعوؤں میں تسکین ڈھونڈی؟ اس موضوع پر بھی وزنی دلائل موجود ہیں اور ماہرین نفسیات کو اس سلسلے میں اپنی تحقیقات کو آگے بڑھانا چاہیے، مگر واقعہ یہ ہے کہ ان خفی یا جلی عوارض کے ساتھ انھیں ذہنی بیماریوں نے آلیا تھا۔ وہ باقاعدہ ذہنی مریض تھے۔ ایک نفسیاتی و ذہنی مریض کیا کچھ نہیں کر سکتا؟ اس سے کیا کچھ نہیں ہو سکتا؟ مرزا صاحب کے موٹے ہونٹ، نیم خواب آنکھیں، طبی علامات، معمولات زندگی اور طرز بود و باش نیز ذہنی رجحانات و میلانات صاف بتا رہے ہیں کہ در پردہ آپ میں مراقبہ خوب جڑ پکڑ چکا تھا۔ مانجھو لیا مراقی! گاہ گاہ فوری تھے اور وقفہ وقفہ سے دست کا آنا بھی اس امر کی علامات ہیں کہ ان کے دماغ میں سوداوی اور بخلی مواد کا کافی ذخیرہ تھا۔ بایں سبب نخوت، خلوت، تنفر بے جا اور خیالی خطرات و خدشات نیز رنگ دار اشیا کا نظر آنا اور وہیمیات میں پڑ کر اپنے تقدس کے دُعم کو بڑھاتے جانا طویل خاموشی یا طول کلامی بار بار ایک ہی مضمون کی تکرار بے ہوشی، غشی اور استغراق فی الخیال یہ سب کچھ بکثرت موجود تھا جو ان کے ذہنی اختلاج پر دلالت کرتا ہے۔ ایک مخلص مذہبی شخص جسے دماغی و ذہنی معارضہ لاحق ہوا اور وہ اس راہ پر چل پڑا جو ذہنی مریض کا لازمی خاصہ ہوا کرتا ہے۔ اس صورت میں یہ اہل طب کا کیس ہے تاکہ اہل مذہب کا! مرزا غلام احمد قادیانی کے نفسیاتی مسائل اور ذہنی عوارض کا از سر نو جائزہ لیا جانا چاہیے! سنجیدہ طبی حاکمہ و تجزیہ!! اگر مرزا صاحب ایک ذہنی مریض ثابت ہو جاتے ہیں جس کا قوی امکان بلکہ ایقان ہے تو پھر ان کی حرکات کا تذکر علمی سطح کے بجائے طبی تدبیر سے ہونا مفید و لازم قرار پائے گا۔

مرزا صاحب کا کوئی دین نہ تھا وہ بے دین تھے مگر دین کا ہتھیار انہوں نے دنیا کے حصول کی خاطر چلایا یا پھر وہ احساس کمتری کے ایک عظیم مریض تھے، جنہوں نے برتری کے دعوؤں میں تسکین ڈھونڈی۔ اگر ایسا نہیں تو وہ بہر حال ایک ذہنی مرض میں مبتلا تھے۔ دماغ کی بیماری جو مریض کو ہوا میں اُڑائے پھرتی ہے۔ گمراہ صوفی بھی درحقیقت ذہنی بیمار ہوتے ہیں۔ جو ایک خاص موڑ پر شیطان کے ہاتھ لگ جایا کرتے ہیں۔ مرزا صاحب میں یہ سب علامات نمایاں بلکہ عریاں دکھائی دیتی ہیں۔ بس مرزا صاحب کا ذہنی حدود اور بعد و فکری جغرافیہ اسی قدر ہے ہاں بس!!

﴿چہا باب﴾
تعاقبات و محاکمات

www.nafseislam.com

دامن کوزرا دیکھ

محمد اختر رضا قادری

تاریخ اسلام میں کبھی بھی اختلافی نہ رہنے والے اسلام کے بنیادی عقیدہ ”عقیدہ ختم نبوت“ کے معنی ہیں کہ سلسلہ نبوت خاتم المرسلین ﷺ پر ہمیشہ ہمیشہ کیلئے ختم ہو چکا ہے جس کو قرآن کریم یوں بیان فرماتا ہے کہ اما کان محمد ابا احد من رجالکم ولكن رسول الله و خاتم النبیین ط (اے لوگو) محمد ﷺ تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہاں وہ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں اور سب نبیوں میں پچھلے (سب سے آخری نبی) ہیں۔ اور خاتم الانبیاء ﷺ فرماتے ہیں لا نبی بعدی میرے بعد کوئی نبی نہیں۔

مذکورہ بالا آیت کریمہ اور حدیث مبارکہ سے اُمت مرحومہ نے ہمیشہ اسکے ظاہری معنی ہی مراد لیے ہیں اور یہی معنی سمجھے اور بیان فرمائے ہیں کہ قیامت تک کسی کو نبوت کا ملنا محال ہے چنانچہ فتاویٰ عالمگیری میں ہے کہ اذا لم يعرف الرجل ان محمدا ﷺ اخر الانبياء فليس بلم لانه من الضروریات (۳) یعنی جو شخص یہ نہ جانے کہ محمد ﷺ تمام انبیاء کرام میں سب سے پچھلے نبی ہیں وہ مسلمان نہیں کہ ضروریات دین سے ہے۔ ضروریات دین کی وضاحت فرماتے ہوئے حجۃ الاسلام شہزادہ اعلیٰ حضرت علامہ محمد حامد رضا خان قادری برکاتی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ! [ضروریات دین جن کا منکر کفران کا ثبوت قرآن عظیم یا حدیث تو اترا یا اجماع قطعی قطعیات الدلالات واضحہ الاقادات سے ہوتا ہے جن میں نہ شبہ کو گنجائش نہ تاویل کو راہ]۔

امام اہل سنت الشاہ احمد رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ! [آیہ کریمہ ولكن رسول الله و خاتم النبیین مثل حدیث متواتر لانی بعدی قطعاً عام اور اس میں مراد استغراق تام اور اس میں کسی قسم کی تاویل و تخصیص نہ ہونے پر اجماع اُمت خیر الانام علیہ وعلیہم الصلوٰۃ والسلام یہ ضروریات دین سے ہے اور ضروریات دین میں کوئی تاویل یا اس کے عموم میں کچھ قیل وقال اصلاً مسوع نہیں]۔

اگر کوئی بھی شخص حضور سید عالم ﷺ کے بعد کسی بھی قسم کے نبی ہونے کو جائز مانے تو وہ آیت مبارکہ ولكن رسول الله و خاتم النبیین کا انکار کرتا ہے۔ اور یہ بات مسلمہ کہ قرآن کریم کے ایک حرف کا انکار تمام قرآن کا انکار ہے جیسا کہ تفسیر ابن جریر میں مروی ہے کہ اعن عبد الله رضى الله عنه قال كان من كفر بحرف

من القرآن او بایہ فقد کفر به کلمہ یعنی قرآن کی ایک آیت یا ایک حرف کا بھی کوئی انکار کرے تو گویا اس نے تمام قرآن کا انکار کر دیا۔

جب ایک حرف کا انکار پورے قرآن کا انکار ہے تو ایک پوری آیت کا انکار کس طرح جائز ہوگا۔ مخبر صادق خاتم الانبیاء ﷺ فرماتے ہیں کہ! [[وانہ سیکون فی أمتی کذابون ثلاثون کلہم یزعم انہ نبی وانا خاتم النبیین لا نبی بعدی]]۔ عے عترت میری اُمت میں تیس جھوٹے (نبوت کے دعویدار) پیدا ہوں گے ان میں ہر ایک نبی ہونے کا دعویٰ کرے گا حالانکہ میں سب سے آخری نبی ہوں میرے بعد کوئی نبی نہیں۔

نبوت کا دروازہ تو اب بند ہو گیا مگر ایک اور دروازہ کھل گیا جس سے تیس جھوٹوں کو نکلتا ہے اور اس وقت تک کھلا رہے گا جب تک تیس جھوٹے پیدا نہیں ہوتے۔ اب جب بھی کوئی جھوٹا نبوت کا دعویٰ کرے تو اسے پرکھنے کی ضرورت نہیں کیونکہ میرے سچے نبی نے فرما دیا کہ لا نبی بعدی میرے بعد کوئی نبی نہیں اور اس جھوٹے سے دعویٰ یا معجزہ طلب کرنا کفر ہے۔ ان جھوٹوں میں سب سے بڑا کذاب بندہ برطانیہ مرزا غلام احمد قادیانی ہے جو کہ استعمار کی پیداوار ہے جس نے ۱۸۹۱ء میں مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کیا اور ۱۹۰۱ء میں نبوت کا۔

اس برٹش برانڈ ڈبئی کے دعویٰ نبوت سے پہلے ہی حضرت پیر سید مہر علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ۱۸۹۰ء میں حج کے موقع پر حجاز مقدس میں مستقل سکونت کا ارادہ فرمایا تو اس وقت کے معروف بزرگ (جو اکابرین علماء دیوبند کے پیر بھی ہیں) حاجی امداد اللہ مہاجر کی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو مشورہ دیا کہ آپ وطن تشریف لے جائیں کیونکہ ہند میں ایک بہت بڑا فتنہ اٹھنے والا ہے اس وقت اگر آپ خاموش بھی بیٹھے رہیں تو علماء اہل فتنہ کی زد سے محفوظ رہیں گے چنانچہ آپ واپس تشریف لے آئے۔

۱۸۸۰ء سے ۱۸۸۴ء تک مرزا غلام احمد قادیانی نے ”براہین احمدیہ“ نامی کتاب کے چار حصے شائع کئے جن کی ضخامت تقریباً ۳۵۶ صفحات ہے جبکہ ۱۸۷۹ء میں اس کتاب کے پچاس جلدوں پر مشتمل ہونے کا اشتہار دیا تھا اور اس کی اشاعت کیلئے چندہ کی اپیل کی تھی۔ اس کتاب کی اشاعت کے ساتھ ہی علمائے حق اہلسنت وجماعت اور مشائخ عظام نے مرزا قادیانی کی خوب خبر لی۔ اس پر کفر کے فتوے صادر فرمائے اور اس ملعون کے رد میں کتب لکھیں بعد میں دوسرے فرقوں کے لوگ بھی اس تحریک کا حصہ بنے مرزا قادیانی کی زندگی میں جن علمائے اہلسنت وجماعت نے اس کا رد کیا اور اسے کافر قرار دیا ان کے اسامے گرامی یہ ہیں۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی، پیر مہر علی شاہ، مولانا حامد رضا خان بریلوی، پیر سید جماعت علی شاہ علی پوری، اللہ بخش تونسوی، مولانا غلام دہگیر قصوری، مولانا کریم دین، مولانا غلام قادر، بصیری، مولانا فقیر محمد چٹلمی، مولانا اصغر علی روجی، مولانا رحمت اللہ کیرانوی، مولانا غلام اللہ قصوری، مولانا عبداللہ گجراتی، پیر ضیاء الدین سیالوی، مولانا سید دیدار علی شاہ

محدث الوری، مفتی عبداللہ ٹوکی، پیر معظم الدین مردلہ والہ، پیر محمد حسین مراد آبادی، مفتی عبدالغفار گولیار، مولانا لطف اللہ حیدر آبادی، مولانا عبداللہ گڑھی پٹھانان راولپنڈی، مولانا کلیم اللہ چھپانہ گجرات، پیر خلیل الرحمن ہانسوی، مولانا ابوالخیری محمدی دہلوی، قاضی سلطان محمود اعوان گجرات، مولانا غلام محمد بگوی، مولانا عبدالسیح رامپوری، پیر عبدالحق جہاں خیلان، پیر عبدالرحمن چنوپروی، شیخ نظام الدین بریلی، پیر سراج الحق کرناولی، مولانا ثواب الدین تنکوی، پیر سید عبدالغفار باجہ خیلان، پیر محمد چراغ پکڑی بھیلوال گجرات، پیر عبدالعزیز چاچہ شریف، خواجہ غلام فرید کوٹ مٹھن شریف، پیر احمد علی بٹالوی، مولانا احمد بھوکی، مولانا عبداللہ جلوسوڑ، مولانا نور احمد ملتانی، مولانا محمد نور الحق شاہ پور، مولانا شاہ عبدالعزیز باغبانپوری، مولانا محمد غازی راولپنڈی، مولانا سراج الدین گولڑہ، مولانا غلام مصطفیٰ لاہور، مولانا محکم الدین لاہور، مولانا عبداللطیف افغانی، مولانا جمال الدین راولپنڈی، مولانا محمود الدین ڈی جی خان، مولانا غلام احمد لاہور، مولانا عبدالرحیم واعظ لاہور، مولانا شہاب الدین مردلہ، مولانا فتح محمد جموں۔ ۹۔

ان علما کرام رحمہ اللہ علیہم کے علاوہ بھی بہت سے علماء اس تحریک کا حصہ ہوں گے جن کے اسمائے گرامی تک صاحب مضمون کی رسائی نہ ہوئی ہوگی۔ اس کے برعکس کچھ علماء وہ بھی تھے جن سے یا جن کی وجہ سے مرزا قادیانی کی خبیث تحریک کو تقویت ملی مگر انہوں نے آج تاریخ کو مخ کوخ کیا جا رہا ہے اور منزل انہیں ملی جو شریک سفر نہ تھے کے مصداق تاریخ رقم کی جارہی ہے۔ اور اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلی جن کا فتویٰ ہے کہ من شک فی عذاب و کفرہ فقد کفر یعنی جو قادیانی کے کفر و عذاب میں شک کرے وہ بھی کافر ہے۔ مرزا قادیانی کی کتاب ”براہین احمدیہ“ جب شائع ہوئی تو مشہور اہل حدیث عالم مولانا محمد حسین بٹالوی صاحب نے اس پر اپنے رسالہ ”اشاعت السنہ“ ج ۷ میں مفصل ریویو لکھا جو قریباً پونے دو سو صفحات پر محیط ہے۔ ۱۰۔

مولانا محمد حسین بٹالوی صاحب مرزا قادیانی کے رفیق و دوست تھے چنانچہ آپ لکھتے ہیں کہ مؤلف براہین احمدیہ (قادیانی) کے حالات و خیالات سے جس قدر ہم واقف ہیں ہمارے معاصرین سے ایسے کم نکلیں گے۔ مؤلف صاحب ہمارے ہم وطن ہی نہیں بلکہ اوائل عمر میں ہمارے ہم مکتب بھی رہے ہیں۔ ۱۱۔

مسلم اہل حدیث کے مشہور عالم دین مولوی محمد ابراہیم سیالکوٹی صاحب نے لاہور میں کانفرنس منعقدہ ۱۹۳۹ء کے صدارتی خطبے میں فرمایا اس سے پیشتر اسی طرح اختلاط سے جماعت اہل حدیث کے کثیر التعداد لوگ قادیانی ہو گئے تھے جس کی مختصر کیفیت یہ ہے کہ ابتداء میں مولانا سعید محمد حسین بٹالوی نے مرزا غلام احمد قادیانی سے ان کو الہامی مان کر انکی موافقت کی اور انکی تائید میں اپنے رسالہ اشاعت السنہ میں زوردار مضامین بھی لکھتے رہے جس سے جماعت اہل حدیث کے معزز افراد مرزا صاحب کی بیعت میں داخل ہو گئے۔ ۱۲۔

مولانا محمد حسین بٹالوی صاحب نے مرزا قادیانی کی کتاب براہین احمدیہ پر جو ریویو لکھا تھا قادیانی آج بھی اسے شائع کر کے مرزائیت کو تقویت پہنچا رہے ہیں۔ اس ریویو سے ایک اقتباس ملاحظہ فرمائیں!

[[یہ کتاب اس زمانہ کی موجودہ حالت کی نظر سے ایسی کتاب ہے جس کی نظیر آج تک اسلام میں شائع نہیں ہوئی اور آئندہ کی خبر نہیں۔ لعلی اللہ يحدث بعد ذلك امرا۔ اور اس کا مؤلف بھی اسلام کی مالی و جانی و قلمی و لسانی و مالی و مالی نصرت میں ایسا ثابت قدم نکلا ہے جس کی نظیر مسلمانوں میں بہت کم پائی جاتی ہے ہمارے ان الفاظ کو کوئی ایشیائی مبالغہ سمجھے تو ہم کو کم سے کم ایک ایسی کتاب بتا دے جس میں جملہ فرقہ گرائے مخالفین اسلام خصوصاً آریہ سماج و برہمن سماج سے اس زور و شور سے مقابلہ پایا جاتا ہو اور وہ چار ایسے اشخاص انصار اسلام کی نشان دہی کرے جنہوں نے اس کی نصرت مالی و جانی و قلمی و لسانی کے علاوہ مالی نصرت کا بھی بیڑا اٹھایا ہو اور مخالفین اسلام و منکرین الہام کے مقابلہ میں مردانہ تجوی کے ساتھ یہ دعویٰ کیا ہو کہ جس کو وجود الہام کا شک ہو وہ ہمارے پاس آ کر اسکا تجربہ و مشاہدہ کرے اور اس تجربہ و مشاہدہ کا اقوام غیر کو مزہ بھی چکھا دیا ہو]]۔ ۱۳۔

اسی ”براہین احمدیہ“ کے متعلق مولوی محمد لدھیانوی صاحب لکھتے ہیں کہ! [[راقم الحروف مولوی عبداللہ صاحب و مولوی اسماعیل صاحب نے براہین کو دیکھا تو اس میں کلمات کفریہ انبار در انبار پائے اور لوگوں کو قبل از دو پہر اطلاع کر دی گئی کہ یہ شخص مجدد نہیں بلکہ زندیق اور لوط ہے]]۔ ۱۴۔

کس قدر افسوس کی بات ہے کہ علمائے لدھیانہ کو جس کتاب میں کلمات کفریہ انبار در انبار نظر آتے ہیں اسی کتاب میں بٹالوی صاحب کو حمایت اسلام نظر آتی ہے اور فرماتے ہیں کہ! [[براہین احمدیہ ایسی کتاب ہے جس کی نظیر آج تک اسلام میں شائع نہیں ہوئی۔ ۱۵۔

اسی براہین احمدیہ کے مصنف مرزا قادیانی کو علمائے لدھیانہ تو زندیق و لوط قرار دیں اور مولانا محمد حسین بٹالوی صاحب اس ملعون کے متعلق فرمائیں کہ! [[اسکا مؤلف بھی اسلام کی مالی و جانی و قلمی و لسانی و مالی و مالی نصرت میں ایسا ثابت قدم نکلا ہے جس کی نظیر مسلمانوں میں بہت کم پائی جاتی ہے]]۔ ۱۶۔

مولانا رفیق احمد دلاوری صاحب رقم طراز ہیں کہ! [[براہین کی اشاعت کے زمانہ میں اور اس کے کئی سال بعد تک مولوی محمد حسین مرحوم بٹالوی صاحب کے ہم نوالہ وہم پیالہ تھے بلکہ قادیانی تقدس کی بتل دراصل مولوی محمد حسین ہی کی کوششوں سے منڈھے چڑھی تھی]]۔ ۱۷۔

مولانا محمد رفیق دلاوری آگے لکھتے ہیں! [[مرزا صاحب نے اعلان کیا تھا کہ میں نے سراج منیر سے ایک کتاب محاسن اسلام پر لکھی ہے اسکی طباعت پر ۱۴۰۰ روپے لاگت آئے گی اور اپیل کی کہ اگر مجھے ۱۴۰۰ روپے عطا کیے جائیں تو میں اس

کتاب کو چھپواؤں۔ لوگوں نے خوب چندہ دیا لیکن مرزا صاحب نے ایک خطیر رقم وصول کر لینے کے بعد بالکل خاموشی اختیار کر لی چونکہ براہین احمدیہ کی رقیں بھی کھائے بیٹھے تھے اس لیے ایک مرتبہ مولوی محمد حسین نے سمجھایا کہ پہلے براہین کی رقیں تمہارے ذمہ واجب الادا تھیں اب تم نے سراج منیر کا بھی ۱۴۰۰ روپیہ وصول کر کے چپ سادھ لی ہے۔ یہ بد معاملگی بدنامی کا باعث ہے مرزا صاحب نے کچھ حیلے حوالے کر کے بات کو ٹلا دیا۔ کسی قدر وقفہ کے بعد مولوی صاحب نے مکرر سمجھایا کہ جب لوگ رقیں مدت سے دے چکے ہیں تو تم کتاب چھپوا کر لوگوں کی شکایت کیوں دور نہیں کر دیتے؟ یہ ایک دوستانہ ہمدردانہ مشورہ تھا لیکن الہامی صاحب نے اس کو بہت برا مانیا اور فرط غیظ میں کہا میں نے تمہاری وساطت سے روپیہ نہیں لیا تھا جو تم خواہ مخواہ بیچ میں کوڈ پڑے ہو اور کہا کہ چندہ دینے والے تو خاموش ہیں اور تم تقاضے کیے جاتے ہو اور اگر ان لوگوں نے تمہیں اپنا وکیل مقرر کیا ہے تو اپنا وکالت نامہ دکھاؤ۔ یہ ٹکاسا جواب سن کر مولوی صاحب کلیجہ موس کر رہ گئے اور مرزا صاحب سے قطع تعلق کر لیا۔]] ۱۸۔

رفیق احمد دلاوری صاحب نے اس واقعہ کو پہلی بنائے خاصیت نام دیا ہے پھر خاصیت کس طرح آگے بڑھی رقیں قادیان مرقوم ہے مولانا مشتاق احمد چنیوٹی صاحب لکھتے ہیں کہ! [[پنجاب سے مراد علمائے لدھیانہ ہیں جنہوں نے ۱۳۰۱ھ میں سب سے پہلے فتویٰ دیا پھر مولانا غلام دھگیر قصوری ہیں جنہوں نے ۱۳۰۲ھ میں اس پر کفر کا فتویٰ دیا پھر مولانا غلام دھگیر قصوری نے فتویٰ مرتب کر کے ۱۳۰۳ھ میں بلاد عرب میں بھیجا وہاں سے علمائے حرمین نے مرزا قادیانی پر کفر کے فتویٰ کی توثیق کی اور یہ فتویٰ بلاد عرب سے ۱۳۰۵ھ میں واپس ہوا جبکہ مولانا بنائوٹی نے ۱۳۰۸ھ کے بعد کہیں جا کر فتویٰ دیا۔]] ۱۹۔

مسک اہل حدیث کے ایک اور نامور عالم دین مولانا ثناء اللہ امرتسری صاحب جتنے بعض فتوے قادیانی تحریک کو تقویت پہنچاتے نظر آتے ہیں اور ان کے ہم مسلک لوگ ان کو بعض وجوہ کی بنا پر طعن و تشنیع کرتے ہیں جن میں مولانا موصوف کی لکھی ہوئی تفسیر سرفہرست نظر آتی ہے چنانچہ عبدالعزیز صاحب سیکرٹری جمعیت مرکز یہ اہل حدیث ہند لاہور فیصلہ مکہ میں لکھتے ہیں کہ جس وقت مولوی ثناء اللہ صاحب کی تفسیر القرآن بکلام الرحمن شائع ہوئی تو علمائے خاندان غزنویہ قطعاً اس سے نا آشنا تھے کہ اس میں کیا ہے کیا نہیں۔ مولوی محمد ابراہیم صاحب سیالکوٹی ہی وہ پہلے شخص ہیں جو مولانا عبدالجبار غزنوی کی خدمت میں حاضر ہوئے اور مولوی ثناء اللہ صاحب کی تفسیر (عربی) کو جماعت اہل حدیث کے لیے ایک فتنہ قرار دیا اور کہا کہ مرزائی فتنہ سے یہ زیادہ فتنہ ہے۔]] ۲۰۔

مولانا ثناء اللہ صاحب اس الزام کو قبول کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ اس چیز کو پیش نظر رکھتے ہوئے جب کبھی کسی نے مولوی ثناء اللہ سے بات چیت کی اور سختی سے باز پرس کی اور مولوی صاحب کو کوئی مغریا جائے پناہ نہ ملی تو آخر میں یہ حربہ اختیار کرتے کہ میرا عقیدہ تو یہ نہیں ہے چونکہ میں مناظر ہوں اس لیے محدثین کرام کے خلاف یہ سب کچھ کیا گیا ہے۔]] ۲۱۔

اسی فیصلہ کہ میں مولانا موصوف کے متعلق لکھا گیا ہے کہ!

☆ پس اسکے کفر اور مرتد ہونے میں کوئی شک نہیں ۲۲

☆ پس اس سے بچنا اور کنارہ کشی اختیار کرنا واجب ہے۔ ۲۳

☆ اور جو شخص مولوی ثناء اللہ کی حمایت میں کسی سے جھگڑے اس سے بھی کنارہ کشی اختیار کرنی واجب ہے۔ ۲۴

☆ یہ ایک بدعتی اور گمراہ کی کلام ہے۔ ۲۵

☆ اسکے علاوہ اس کتاب میں جس قدر آپ کے خلاف سخت الفاظ استعمال کیے گئے ہیں شاید کسی دوسری کتاب میں نہ

ملیں۔ اسی کتاب میں ہے کہ! [آپ (ثناء اللہ امرتسری) نے لاہوری مرزائیوں کے پیچھے نماز پڑھی تو آپ مرزائی کیوں نہیں؟

☆ آپ نے فتویٰ دیا کہ مرزائیوں کے پیچھے نماز جائز ہے اس سے آپ خود مرزائی کیوں نہیں؟

☆ آپ نے مرزائیوں کو عدالت میں مرزائی دکیل کے سوالات کا جواب دیتے ہوئے مسلمان مانا اس سے آپ مرزائی

کیوں نہیں؟ ۲۶

مذکورہ بالا باتیں اس وقت سامنے آئیں جب مولانا ثناء اللہ امرتسری صاحب نے ہماری جماعت کے مشہور مخلص مجاہد

(مولانا سید اسماعیل غزنوی) نائب صدر کے خلاف پروپیگنڈہ شروع کر دیا کہ وہ مرزائی ہیں اور یہ جیسے جس قدر ہو رہے ہیں

سب مرزائی اثر سے ہو رہے ہیں اور یہ سارا خرچا ہی طرف سے آ رہا ہے۔ بحج

مولانا ثناء اللہ امرتسری صاحب سر دار اہل حدیث ”شیخ الاسلام، قاتح قادیان اور محدث اعظم“ جیسے القابات سے یاد

کیے جاتے ہیں آپ فتویٰ فرماتے ہیں کہ!

سوال۔ سنی المذہب کو نماز فرض میں اہل شیعہ و مرزائیوں کی اقتداء جائز ہے یا نہیں؟

جواب۔ بموجب حدیث اجعلوا یمتکم خیابار کم ایسے لوگوں کو امام بنانا جائز نہیں اگر کہیں جماعت ہو رہی ہو تو بحکم

وارکعو مع الراکعین مل جانا جائز ہے۔ ۲۸

مولانا موصوف نے خواجہ حسن نظامی صاحب کو مخاطب کر کے لکھا کہ! [میرا مذہب اور عمل یہ ہے کہ ہر کلمہ گو کے

پیچھے اقتداء جائز ہے چاہے وہ شیعہ ہو یا مرزائی] ۲۹

مرزا قادیانی ۱۹۰۸ء کو واصل جہنم ہوا اور مولانا ثناء اللہ امرتسری نے ۱۹۱۵ء میں قادیانیوں کی اقتداء میں نماز جائز

ہونے کا فتویٰ دیا تو پھر قادیانی سے آپ کا جھگڑا کس بات پر تھا؟ محمد شفیع الحسن صاحب آف سکندر آباد نے مولانا ثناء اللہ کو تحریری

طور پر مرزائی کی اقتداء کے مسئلہ پر منع کیا مگر مولانا موصوف اس اقتداء کے جواز پر قائم رہے انکے علاوہ خیر الدین صاحب

لوہاری نے دہلی سے مولانا ثناء اللہ کو اس مسئلہ سے رجوع کرنے کے متعلق لکھا تو مولانا نے اسکے جواب میں لکھا کہ! [عرصہ ہوا

اخبار اہل حدیث میں اس سلسلہ پر دیر تک مذاکرہ ہوا جناب حافظ عبدالمنان صاحب، مولانا حافظ عبداللہ صاحب، جناب شاہ عین الحق صاحب، مولانا عبدالعزیز صاحب وغیرہ علماء نے اتفاق (مرزائیوں کے پیچھے نماز جائز ہے) فرمایا تھا۔ ۳۰۔ اسکی وضاحت فیصلہ مکہ صفحہ ۷ پر موجود ہے۔ قادیانیوں کو اسلامی فرقہ قرار دیتے ہوئے رقمطراز ہیں کہ! [[مرزائیوں کا سب سے زیادہ مخالف میں ہوں مگر نقطہ محمدیت کی وجہ سے میں ان کو بھی اس (اسلامی فرقوں) میں شامل جانتا ہوں]]۔ ۳۱۔ مرزائی عورت سے نکاح کے متعلق آپ لکھتے ہیں کہ! [[اگر عورت مرزائی ہے اور علماء کی رائے ممکن ہے مخالف ہو میرے ناقص علم میں نکاح جائز ہے]]۔ ۳۲۔

علمائے دیوبند میں مولانا رشید احمد گنگوہی صاحب ایک خاص مقام رکھتے ہیں مولانا مشتاق احمد چنیوٹی لکھتے ہیں! [[مولانا رشید احمد گنگوہی علمائے دیوبند کے پیر و مرشد ہیں حدیث اور تصوف میں سب سلسلے آپ تک پہنچتے ہیں آپ ایک ممتاز محدث، فقیہ اور صوفی تھے آپ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر کی کے خلیفہ اجل اور دارالعلوم دیوبند کے سرپرست تھے]]۔ ۳۳۔

جب مرزا قادیانی نے اپنی کتاب براہین احمدیہ کے چار حصے ۱۸۸۰ء تا ۱۸۸۳ء تک شائع کیے اور علماء نے اس کے مندرجات پر کفر کے فتوے عائد کیے تو اس موقع پر اکثر نے تکفیر کی رائے کو تسلیم نہ کیا بلکہ مولوی رشید احمد گنگوہی نے اس تکفیری تحریر کی تردید میں ایک طویل لکھ کر روانہ کیا اور قادیانی کو مرد صالح قرار دیا اور ایک نقل اس کی مولوی شاہ دین و مولوی عبدالقادر مریدوں کے پاس روانہ کی۔ چنانچہ مولوی شاہ دین نے برسر بازار رو برو مریدان فشی احمد جان و متبعان قادیانی یہ کہہ کر کہ مولوی رشید احمد نے مولوی صاحبان کی تردید میں تحریر ارسال فرمائی ہے پھر اس کے اٹکل پچھ معنی کر کے زور و شور کیساتھ سنایا۔ ۳۴۔

مولانا محمد رفیق احمد دلاوری علمائے دیوبند میں ایک خاص مقام رکھتے ہیں آپ اپنی کتاب رئیس قادیاں میں لکھتے ہیں کہ جن حضرات نے فتویٰ تکفیر سے اختلاف کیا ان میں حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی صاحب چشتی جو ان دنوں علمائے حنفیہ میں نہایت ممتاز حیثیت رکھتے تھے اور اطراف و اکناف ملک کے حنفی شائقین علم حدیث اس فن کی تکمیل کیلئے ان کے چشمہ فیض پر پہنچ کر تشنگی سعادت سے سیراب ہو رہے تھے سب سے پیش پیش تھے انہوں نے علمائے لدھیانہ کے فتوائے تکفیر کی مخالفت میں ایک مقالہ لکھ کر قادیانی صاحب کو ایک مرد صالح قرار دیا اور اس کو حضرات مکفرین کے پاس لدھیانہ روانہ کیا اور اس مضمون کی ایک نقل مولوی شاہ دین لدھیانوی اور مولوی عبدالقادر لدھیانوی کے پاس روانہ فرمائی جو مولانا ممدوح کے مرید تھے۔ مولانا شاہ دین نے یہ تحریر برسر بازار لوگوں کو سنادی اس سے وہ افراد جو مرزا صاحب کو کھردمان چکے تھے اور ان سے حسن اعتقاد رکھتے تھے بہت خوش ہوئے۔ ۳۵۔

اسکے بعد کیا ہوا علمائے لدھیانہ ہی کے قلم سے ملاحظہ فرمائیں!

[[مولوی عبدالعزیز صاحب نے (مولانا گنگوہی کی) اس تحریر کی بروز جمعہ وعظ میں خوب دھجیاں اڑائیں۔ مولوی عبداللہ صاحب کو اس تحریر کا حال سن کر نہایت فکر ہوا کہ مولوی رشید احمد صاحب نے ایسے مرتد کو مرد صالح کیسے لکھ دیا جناب باری میں دعا کر کے سو گئے۔ خواب میں معلوم ہوا کہ تیسری شب کا چاند بد شکل ہو کر لٹک پڑا۔ غیب سے آواز آئی کہ رشید احمد یہی ہے اسی روز سے اکثر فتوے ان کے غلط مناقص یکے بعد دیگرے وجود میں آنے لگے۔]] ۳۸

مولانا محمد رفیع احمد دلاوری صاحب لکھتے ہیں: [[مولانا ممدوح (رشید احمد گنگوہی) نے لکھا کہ گو کتاب ”براہین احمدیہ“ کے بعض اقوال میں کچھ غلجان سا ہوتا ہے مگر تھوڑی سی تاویل سے اس کی صحیح ممکن ہے لہذا آپ جیسے اہل علم سے بہت تعجب ہے کہ ایسے امر تباد المعانی کو دیکھ کر تکفیر و ارتداد کا حکم فرمایا۔ اگر تاویل قلیل فرما کر اس کو اسلام سے خارج نہ کرتے تو کیا حرج تھا؟ تکفیر مسلم کوئی ایسا سہل امر نہیں کہ ذرا سی بات پر کسی کو جھٹ کا فر کہہ دیا جائے]]۔ ۳۹

مولانا رشید احمد گنگوہی کے مقالہ سے چند اقتباسات ملاحظہ فرمائیں!

☆ اگرچہ بعض دربادی الرائے خدشہ ہوتا ہے مگر تھوڑی سی تاویل سے اس کی صحیح ممکن ہے لہذا آپ جیسے اہل علم سے بہت تعجب ہوا کہ آپ نے ایسے امر تباد معانی کو دیکھ کر تکفیر و ارتداد کا حکم فرمایا اگر تاویل قلیل فرما کر اس کو خارج اسلام سے نہ کرتے تو کیا حرج تھا؟۔

☆ تکفیر مسلم کی ایسا امر سہل نہیں کہ اس طرح ذرا سی بات پر جھٹ پٹ کا فر کہہ دیا جائے۔

☆ مولانا اس صورت میں آپ کی تکفیر سے شاید کوئی اولین آخرین لوگ نجات پاویں۔ جب علماء متکلمین تکفیر معتزلہ کی نہیں کرتے اور غلطی انکی معتقد ہے۔

☆ ایک عجیب بات ہے کہ خواہ مخواہ کلام کو پھول پھل لگا کر بتکلف کفر یہ بنائی جائے۔

☆ مولانا کسی کی تکفیر کر کے اپنے ایمان کو داغ لگانا اور مواخذہ اخروی سر پر لینا سخت نادانی و حماقت ہے۔

☆ یہ بندہ جیسا اس بزرگ (قادیانی) کو کافر فاسق نہیں کہتا انکو محمد دلی بھی نہیں کہہ سکتا صالح مسلمان سمجھتا ہوں۔

☆ اور ان (قادیانی) کے ان کلمات کو اگر کوئی پوچھے تاویل اور خود اس سے اعراض و سکوت ہے۔ فقط والسلام۔

سبحان اللہ! مرزا قادیانی کو کفر کے فتوؤں سے بچانے کیلئے کیا کیا تاویلیں کی جا رہی ہیں جبکہ یہی مولانا رشید احمد گنگوہی صاحب فتاویٰ رشیدیہ میں لکھتے ہیں کہ! [[اگر کسی کا عقیدہ یہ ہے کہ نبی علیہ السلام خود خطاب سلام کا سنتے ہیں وہ کفر ہے خواہ السلام علیک کہے یا السلام علی النبی کہے]]۔ ۴۰ [[اور یہ عقیدہ رکھنا کہ آپ ﷺ کو علم غیب تھا صریح شرک ہے]]۔ ۴۱ [[اگر یہ عقیدہ کر کے کہے کہ وہ (درود شریف) دور سے سنتے ہیں بسبب علم غیب کے تو خود کفر ہے اور جو یہ عقیدہ نہیں تو کفر نہیں

کلمہ مشابہ بکفر ہے]] ۴۲- [[فاتحہ کھانے یا شیرینی پر پڑھنا بدعت ضلالت ہے]] ۴۳- [[تبیح دسواں وغیرہ سب بدعت ضلالہ ہیں]] ۴۴-

کیا اس عقیدہ کے حامل لوگوں کیلئے تاویل کی گنجائش نہ تھی یا ان کی تکفیر سے ایمان کو داغ نہیں لگتا تھا یا تکفیر مسلم یہاں سہل ہوگئی تھی اور کیا یہاں خارج اسلام نہ کرنے میں کوئی حرج نہ تھا۔ اے کاش کہ یہ فتوے نہ دیئے گئے ہوتے اور یہاں پر وہ جذبہ کفر ماہوتا جو قادیانی جیسے کافر و مرتد کیلئے کام کر گیا۔

مرزا قادیانی کی کتاب ”براہین احمدیہ کے جب تین حصے شائع ہوئے تو مولانا غلام دہلوی قصوری رحمۃ اللہ علیہ نے ان کو دیکھ کر اردو میں رسالہ ”تحقیقات دہلویہ فی رد مغوات براہینہ“ تحریر فرما کر اور اس کی نقل قادیانی کو بھیج کر تو بہ کے لیے کہا جب مرزا نے اسے نظر انداز کر دیا تو انہوں نے اسکا عربی ترجمہ ”رحم علیا طین برا غلو طات البراہین“ نام سے کیا اور علمائے حرمین شریفین کی خدمت میں بھیجا جس پر انہوں نے فتویٰ کفر صادر فرمایا۔

کیا ممتاز محدث اور فقیہ کراہین احمدیہ کے اقوال کو قابل تاویل قرار دینا اور اس کی تکفیر کرنے والوں پر ملامت کرنا اسے مرد صالح قرار دینا اور بزرگ جیسا قابل احترام لفظ اس مردود کیلئے استعمال کرنا تحریک ختم نبوة کی خدمت تھی؟۔
مولانا مشتاق احمد چنیوٹی صاحب لکھتے ہیں کہ مولانا اشرف علی تھانوی صاحب لکھتے ہیں کہ! [[خود مرزا کے بتائے اسلام کے قائل ہونے کی تو اس کے اقوال دیکھنے کے بعد کچھ گنجائش نہیں۔ چنانچہ خود مرزا کے رسائل اور اس کے رد کے رسائل میں اقوال بکثرت موجود ہیں جن میں تاویل کرنا ایسا ہی ہے جیسے بت پرستی کو اس تاویل سے کفر نہ کہا جائے کہ تو حید و جودی کی بنا پر یہ شخص غیر خدا کا عابد نہیں۔ ۵۶]]

کیا مولانا اشرف علی تھانوی کے اس قول کہ جس کا ماہصل یہ ہے کہ اقوال مرزا میں تاویل جائز نہیں درست ہے یا مولانا گنگوئی کا تاویل کرنا؟ اور تاویل نہ کرنے والوں کے خلاف طومار لکھ مارنا؟۔

عاشق الہی میرٹھی جو کہ گنگوئی صاحب کے متفقہ سوانح نگار ہیں قادیانی کے متعلق ان کا ایک فتویٰ ان کی سوانح میں لکھتے ہیں جبکہ موصوف کے فتاویٰ رشیدیہ میں قادیانی یا اس کی جماعت کے متعلق ایک بھی فتویٰ موجود نہیں۔ گنگوئی صاحب کا اکلوتا فتویٰ ملاحظہ فرمائیں!

سوال: مرزا غلام احمد قادیانی کے خیالات متعلقہ وفات عیسیٰ علیہ السلام جو کچھ ہیں ظاہر ہے۔ ہمیں اس مرزائی جماعت کا اپنی مساجد میں نہ آنے دینا اور ان کے ساتھ نماز میں شرکت ہونے سے تنفر رکھنا کیسا ہے؟۔

جواب: مرزا قادیانی گمراہ ہے اس کے مرید بھی گمراہ ہیں اگر جماعت سے الگ رہیں اچھا ہے جیسا رافضی خارجی کا جدار ہٹا اچھا ہے ان کی واپیات مت سنو اگر ہو سکے اسکو جماعت سے خارج کر دو بحث کر کے ساکت کرنا اگر ہو سکے ضرور ہے ورنہ

ہاتھ سے ان کو جواب دو ہرگز فوت ہوتا عیسیٰ علیہ السلام کا آیات سے ثابت نہیں۔ ہے۔
مولانا مشتاق احمد چنیوٹی صاحب نے اس فتوے کو کھینچ جان کر بطور نمونہ پیش کیا ہے اور اسی کھینچا تانی میں سوال حذف کر گئے
تاکہ کچھ بھرم رکے بطور نمونہ پیش فرمانے کا طریقہ ملاحظہ فرمائیں۔

اگر (مسلمان اسکی) جماعت سے الگ رہیں تو اچھا ہے۔ جیسا کہ رافضی خارجی کا (اہل سنت و جماعت سے) جدا رہنا اچھا ہے۔

سوال ہے کہ مسجد میں نہ آنے دینا اور ان کے ساتھ نماز میں شرکت ہونے سے متفرکھنا پر بریکٹ لگا کر کہ مسلمان اسکی اور اہل سنت و جماعت سے کی چیز کیا فائدہ دے گی یوں تو لکھا جاسکتا ہے اور عبارت کے سیاق و سباق سے بھی واضح ہو رہا ہے کہ مسلمان اس کی جگہ ”مرزائی“ اور ”اہل سنت و جماعت سے“ کی جگہ ”جماعت سے“ ہو۔

فتویٰ مذکورہ میں ”اگر جماعت سے الگ رہیں تو اچھا ہے“ میں کب قادیانی کو کافر کہا گیا۔ البتہ جو سب سے سخت لفظ استعمال ہوا وہ ”مرزا قادیانی گمراہ ہے“ کیا اس سے کافر کہنا ثابت ہوتا ہے؟۔

دین کی معمولی سمجھ بوجھ رکھنے والا بھی جانتا ہے کہ قرآن کریم کے کسی بھی حکم و آیت کا انکار کفر ہے اور سوال میں وفات عیسیٰ علیہ السلام کے منکر اور اس کی جماعت کے متعلق پوچھا گیا ہے۔ کیا آیت کریمہ **وما قتلوه یقینا بل رفعہ اللہ الیہ** - ۱۸ اور انھوں نے انکو یقینی بات ہے کہ قتل نہیں کیا بلکہ ان کو خدا تعالیٰ نے اپنی طرف اٹھالیا کا انکار کر کے مرزا قادیانی کافر نہ ہوا۔

مسلک دیوبند میں سندا اعتماد حاصل کیے ہوئے ”خیر الفتاویٰ“ کا ایک فتویٰ ملاحظہ فرمائیں! [۱] ڈاکٹر عثمانی گمراہ، مگر اہل کتندہ اور قریب بکفر ہے۔ منکرین حدیث و طہدین کی طرح وہ بھی کتب اسلاف کی عبارت توڑ مروڑ کر اس سے غلط نتائج اخذ کرتا ہے اور پھر ان کی کتب کا حوالہ دے کر لوگوں کو گمراہ کرتا ہے۔ ایسے شخص کی محبت سم قاتل ہے اور اسکی تصنیفات اور اس کے متبعین سے دور کا رابطہ بھی نہ رکھیں۔

محمد انور عفی اللہ عنہ

الجواب الصحیح

نائب مفتی خیر المدارس

بندہ عبد الستار عفی اللہ عنہ ۱۹

اس فتوے میں اس بات کی تصدیق ہو رہی ہے کہ گمراہ اور کافر میں فرق ہے ”بلکہ قریب بکفر ہے“ سے واضح ہو رہا ہے کہ گمراہ ہے کافر نہیں۔ یعنی گمراہ کافر نہیں ہوتا۔ اور گنگوہی صاحب کا فتویٰ قادیانی کی گمراہی یہ ہے نہ کہ کفر پر۔ اور اگر گمراہی کفر کا ہی دوسرا نام ہے تو اس فتویٰ دینے والے مفتیان عظام پر کونسا فتویٰ لاگو ہوتا ہے۔ ڈاکٹر عثمانی اگر اسلاف کی کتب کی عبارت کو توڑ مروڑ کر غلط نتائج اخذ کرتا ہے تو مرزا قادیانی تو قرآن کریم کی آیات میں تحریف کرتا تھا۔ کیا دونوں جرم برابر

ہیں۔ کاش گنگوہی صاحب اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی طرح یوں لکھتے! **امن شک فی کفرہ و عذابہ فقد کفر۔** مگر اس سعادت بزرگ بازو نیست۔

مولانا رشید گنگوہی کے مقالے (جوانہوں نے قادیانی کی حمایت میں لکھا تھا) کا جواب مولوی عبداللہ، مولوی محمد اور مولوی اسماعیل صاحب لکھ کر ۱۲ جمادی الاول ۱۳۰۱ھ کو دیوبند پہنچے۔ ان دنوں دارالعلوم دیوبند میں جلسہ دستار بندی ہو رہا تھا۔ علماء لدھیانہ نے اپنا جواب مولانا رشید احمد گنگوہی کو پیش کرنے کے متعلق لکھتے ہیں! **[[ہم نے تحریر مذکورۃ الصدور کو بتاریخ جمادی الاول ۱۳۰۱ھ مولوی رشید احمد کی خدمت میں برسرعام جس میں مولوی محمد مظہر صاحب مرحوم وغیرہ علماء وفضلاء نامدار موجود تھے پیش کیا۔ آپ نے فرمایا کہ مجھ کو جہاں تک آتا تھا آپ کی خدمت میں لکھ کر روانہ کر دیا تھا۔ میں نے عرض کیا جو کچھ آپ کی تحریر پر اعتراض وارد کیے گئے ہیں انکو ملاحظہ فرما کر جواب سے مشرف فرمادیں۔ آپ نے فرمایا کہ مجھ کو جہاں تک علم تھا میں نے لکھ دیا زیادہ اس سے مجھ کو علم نہیں۔ مولوی عبداللہ صاحب نے دوبارہ اس تحریر کو مولوی صاحب کے ہاتھ میں دے کر آیت **واما السائل فلا تنهر** پڑھ کر فرمایا کہ آپ اسکا جواب عنایت فرمائیں۔ مولوی صاحب نے تحریر کو واپس دے کر فرمایا کہ ہمارے سب کے مولانا محمد یعقوب صاحب بڑے ہیں اس بات میں جو ارشاد کریں مجھ کو منظور ہے۔ مولوی عبداللہ صاحب نے کھڑے ہو کر با آواز بلند فرمایا کہ جو لوگ اس مسئلہ خاص میں اپنا دین تباہ کر رہے ہیں اسکا وبال آپ کی گردن پر ہوگا یا ہماری گردن پر؟۔ بعد ازاں ہم وہاں سے روانہ ہو کر مولانا محمد یعقوب صاحب کی خدمت میں پہنچے۔ فوراً مولوی رشید احمد صاحب کے بڑے صاحبزادے نے مع گروہ کثیر جس میں چند عالم مثل مولوی محمود حسن مدرس مراد آباد وغیرہ داخل تھے اسکو روضہ غل چھایا مولانا محمد یعقوب صاحب نے فرمایا کہ سب کے سب شرم و خوار ہو کر صرف ایک شخص کلام کرے۔ مولوی محمود حسن صاحب نے بیان کیا کہ یہ تینوں مولوی تین روز سے پکار رہے ہیں کہ مرزا غلام احمد قادیانی کافر اور جو اس کو کافر نہ کہے وہ بھی کافر ہے۔ میں نے کہا کہ یہ امر غلط ہے فریق ثانی نے کہا کہ اب انکار کرتے ہیں۔ میں نے آگے بڑھ کر کہا کہ وہ کون شخص ہے جس سے ہم نے خوف کھا کر انکار کیا۔ ہمارا اول سے یہی عقیدہ ہے کہ قادیانی کافر اور جو شخص اسکا ہم عقیدہ ہے وہ بھی کافر ہے جسکو حوصلہ گفتگو کا ہو وہ میدان گفتگو میں آکر کسی ثالث کے مکان پر بحث کر لے اس مکان پر بحث کرنے کا موقع نہیں کیونکہ یہاں پر یہ مثل مشہور صادق آرہی ہے کہ ایک ناک والا سات ناک کٹوں کے پاس جب پہنچا سب کے سب اول ہی بول اٹھے کہ نا کو آیا یہ کلام سن کر سب خاموش ہو گئے کسی نے گفتگو کرنے کا نام بھی نہ لیا۔]]۔ ۵۰**

فتاویٰ قادریہ کی اشاعت جب پاکستان میں ہوئی تو اس کے حرف آغاز میں علامہ عبدالکحیم شرف قادری رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا کہ! **[[رفیق دلاوری صاحب ریخس قادیان میں لکھتے ہیں کہ آخر گنگوہی صاحب نے بھی مرزا کی تکفیر پر اتفاق کر لیا تھا جہاں تک فتاویٰ قادریہ کا تعلق ہے اس سے اتفاق کا نشان تک نہیں ملتا۔ فتاویٰ رشیدیہ میں بھی ایسا کوئی عنوان نہیں ہے اگر کوئی**

صاحب اسکی نشاندہی کریں تو تاریخ کے طالب ہونے کی حیثیت سے ہمیں اسکے قبول کرنے سے کوئی باک نہ ہوگا۔ ایہ مسلک دیوبند کے ایک اور عالم (اشرف علی تھانوی) جنہیں حکیم الامت جیسے لقب سے یاد کیا جاتا ہے کا ایک فتویٰ ملاحظہ فرمائیں!

سوال ۱۰۳۳۸: اکثر مرزائی لوگ اعتراض کیا کرتے ہیں کہ کتب دینیات میں یہ مسئلہ ہے کہ اگر کسی شخص میں نانوائے وجہ کفر کی پائی جاوے اور ایک وجہ اس میں اسلام کی ہو تو اس کو کافر نہ کہا جاوے گا اور حدیث میں ارشاد ہے کہ کلمہ گو اور اہل قبلہ کو کافر نہ کہنا چاہیے وہ حدیث یہ ہے عن انس انہ قال قال رسول اللہ ﷺ صلی صلوٰتہ واستقبل قبلنا واکل ذیہننا فذلک المسلم الذی لہ ذمۃ اللہ وذمۃ رسولہ ولا تغرد اللہ فی ذمتہ دوسری حدیث یہ ہے من قال لا الہ الا اللہ فدخل الجنة اب علمائے کرام سے یہ عرض ہے جب کہ رسول اللہ ﷺ کا یہ ارشاد ہے تو مرزا غلام احمد قادیانی بھی اہل قبلہ اور کلمہ گو ہے تو علمائے دین اس پر کفر کا فتویٰ کیوں لگاتے ہیں اسکا شافی طور پر جواب ارقام فرمائیں؟۔

الجواب: جس شخص میں کفر کی کوئی وجہ قطعی ہوگی کافر کہا جاوے گا اور حدیثیں اس شخص کے بارے میں ہیں جن میں کوئی وجہ قطعی نہ ہو اور اس مسئلہ کے یہ معنی ہیں کہ اگر کوئی امر قوی یا فعلی ایسا ہو کہ محتمل کفر وعدم کفر دونوں کو ہو گا احتمال کفر غالب اور اکثر ہو تب بھی تکفیر نہ کریں گے۔ نہ یہ کہ تکفیر قطعی پر بھی تکفیر نہ کریں گے کیونکہ کافر کے یہ معنی نہیں ہیں کہ اس میں تمام وجوہ کفر کی جمع ہوں ورنہ جن کا کفر مخصوص ہے وہ بھی کافر نہ ہوں گے باقی خاص مرزا کی نسبت مجھ کو پوری تحقیق نہیں کہ کوئی وجہ قطعی کفر کی ہے یا نہیں۔ (۱۳ یقعدہ ۱۳۲۵ ہجری بمطابق ۱۹۰۷-۱۲-۶) ۵۱

مولانا رفیق احمد دلاوری علمائے لدھیانہ کا مرزا قادیانی کے کفر پر مطلع ہونا یوں بیان فرماتے ہیں کہ! [قادیانی صاحب ۱۳۰۱ ہجری میں اپنے دہلوی خسر کے پاس لدھیانہ گئے اور پہنچے ہی اپنی مجددیت کا نغمہ پھیڑ دیا۔۔۔ یہ سن کر ایک عالم دین مولوی عبداللہ کھڑے ہو گئے اور کہا کہ گواہل مجلس پر میرا بیان شاق گذرے گا لیکن اس وقت جو بات حق تعالیٰ نے میرے دل میں القا فرمائی ہے اسکے ظاہر کیے بغیر میری طبیعت کا اضطراب دور نہیں ہو سکتا۔ بات یہ ہے کہ مرزائے قادیاں جس کو تم اس درجہ بڑھا چڑھا رہے ہو وہ انتہادرجے کا لحد اور زندگی مختص ہے] [۲-۵۲

۱۳۰۱ ہجری میں فتویٰ شائع ہوتے ہی ملک میں کھرام مچ گیا اور ۱۳۰۱ ہجری میں ہی دارالعلوم دیوبند میں مقالہ کے جواب میں شور و غوغا بھی ہوا مگر حکیم الامت صاحب ۲۳ سال بعد بھی قادیانی کی تحقیق نہ کر سکے اور اس کے کفر پر مطلع نہ ہو سکے اور یہ نہ جان سکے کہ اس میں کوئی وجہ قطعی کفر کی ہے بھی یا نہیں۔

جناب افضل شاہد صاحب نے ایک مضمون ”تھانوی قادیانی کی دہلیز“ پر لکھا جسے ماہنامہ القول السدید لاہور نے قسط وار شائع

کیا اس میں آپ لکھتے ہیں کہ مولانا اشرف علی تھانوی صاحب نے قادیانی کی کتب سے عبارتیں نقل کی ہیں اور حوالہ درج نہیں کیا۔ تھانوی صاحب کا رسالہ ”احکام اسلام عقل کی نظر میں“ کے صفحہ نمبر ۱۳۳ تا ۱۶۸ کی عبارت قادیانی کی کتاب ”اسلامی اصول کی فلاسفی“ کے صفحہ ۳۵ تا ۴۷ سے چوری کردہ ہے۔

صفحہ ۱۶۸ تا ۱۶۹ پر قادیانی کی کتاب کے صفحہ ۳۷ تا ۳۹

صفحہ ۲۷ تا ۲۸ پر قادیانی کی کتاب کے صفحہ ۱۲۳ تا ۱۲۵

صفحہ ۲۰ پر قادیانی کی کتاب کے صفحہ ۴۰

صفحہ ۲۰ پر قادیانی کی کتاب کے صفحہ ۴۱ تا ۴۲

سے چوری کردہ ہیں۔

اسی کتاب کے صفحہ ۲۲۳ تا ۲۲۴ پر قادیانی کی کتاب ”تسیم دعوت“ کے صفحہ ۷۶ تا ۷۷ سے نقل کردہ ہے جبکہ ۱۵۷ تا ۱۵۸ کی عبارت قادیانی کی کتاب ”آریہ دھرم“ صفحہ ۳۷ تا ۳۸ کی عبارت قادیانی کی کتاب ”البرکات الدعا“ صفحہ ۷۶ تا ۷۷ کی عبارت قادیانی کی کتاب ”البرکات الدعا“ صفحہ ۱۱۱ تا ۱۱۲ کی عبارت قادیانی کی کتاب ”الحکم“ ج ۳ نمبر ۳ صفحہ ۳۷ تا ۳۸ کی عبارت قادیانی کی کتاب ”کشتی نوح“ کے صفحہ ۹۲ تا ۹۵ سے نقل کردہ ہیں اور بغیر حوالہ درج کیے لکھی گئی ہیں۔

مسک دیوبند میں مفتی اعظم مانے جانے والے والی شخصیت مفتی کفایت اللہ دہلوی صاحب کا فتویٰ بھی ملاحظہ فرماتے جائیں۔

استفتاء: [جو شخص احمدی فرقہ (المعرف مرزائی فرقہ) سے تعلق رکھنے والا ہو خواہ مرزا آنجمانی کو نبی مانتا ہو یا محمد اور ولی وغیرہ اسکے ہاتھ کا مذبح حلال ہے یا حرام۔ (المستفتی نمبر ۳۶۹ عبد اللہ بہا دہلپور۔

جواب ۳۳۹: اگر یہ شخص خود مرزائی عقیدہ اختیار کرنے والا ہے یعنی ماں باپ مرزائی نہ تھے تو یہ مرتد ہے اسکے ہاتھ کا مذبح درست نہیں لیکن اگر اس کے ماں باپ یا ان میں سے کوئی ایک مرزائی تھا تو یہ اہل کتاب کے حکم میں ہے اور اس کے ہاتھ کا مذبح درست ہے۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ ولی ۵۴

مولانا مودودی صاحب کا مصدقہ فتویٰ بھی ملاحظہ فرمائیں!

محترمی و کرمی! السلام علیکم ورحمۃ اللہ

آپ کا خط ملامرزا نیوں کی لاہوری جماعت کفر و اسلام کے درمیان معلق یہ نہ مدعی نبوت سے بالکل برأت ہی ظاہر کرتی ہے کہ اس کے افراد کو مسلمان قرار دیا جاسکے نہ اس کی نبوت کا صاف اقرار کرتی ہے کہ اس کی تکفیر کی جاسکے۔

خاکسار غلام علی

معاون خصوصی مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی

یہ جواب میری ہدایات کے مطابق ہے

ابوالاعلیٰ ۵۵

رائے محمد کمال صاحب لکھتے ہیں کہ بریلوی عوام کا مزاج بھی عجیب واقع ہوا ہے شاید احمد رضا خان کے فکر و شخصیت کا اثر ہے کہ یہ کسی آدمی کو پیر فقیر تو مان سکتے ہیں اور وہ بھی اس صورت میں کہ وہ حقیقتاً یا ضرورتاً رسول پاک ﷺ سے وفاداری کا دم بھرتا ہو ایک ظاہر باز یا خدا مست درویش کو آنکھوں پر اٹھا اور دل میں بٹھالیں گے مگر صرف اس وقت تک جب تک وہ سرکار مدینہ ﷺ سے نسبت غلامی کا اقرار کرتا ہے نہیں تو امام کعبہ کو بھی وقعت کی نگاہ سے نہیں دیکھتے ان میں بھی حد درجہ عصیت دکھائی دیتی ہے اور یوں قادیانی کذاب کی ابلہ فریعوں سے یہ طبقہ بھی بچ نکلا۔ ۵۶

دوسری طرف امام احمد رضا خان فاضل بریلی رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان آپ کی کتاب جز اللہ عددہ ۱۸۹۹ء میں لکھی ہوئی سے ایک اقتباس ملاحظہ فرمائیں!

[[ولکن رسول الله و خاتم النبيين نص قطعي قرآن ہے اسکا منکر نہ مکر بلکہ شہ کرنے والا نہ شاک کہ ادنیٰ ضعیف احتمال خفیف سے تو ہم خلاف رکھنے والا قطعاً اجماعاً کافر ملعون مخلد فی الیمین ان ہے نہ ایسا کہ وہی کافر ہو بلکہ جو اس کے عقیدہ ملعونہ پر مطلع ہو کر اسے کافر نہ مانے وہ بھی کافر جو اس کے کافر ہونے میں شک و تردد کو راہ دے وہ بھی کافر]]۔ ۵۷

امام احمد رضا فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے فتاویٰ اور شخصیت کا علمائے اہلسنت پر اس قدر گہرا اثر ہے کہ انکے فتاویٰ جات میں بھی آپ کی طرح اگر مگر چونکہ چنانچہ کے الفاظ نہیں ملتے اور ایک بھی سنی عالم دین ایسا نہ ملے گا جس نے کبھی مرزا قادیانی کے کفر میں شک کو راہ دی ہو۔ علمائے اہلسنت کی یہی حق گوئی و بے باقی تھی کہ اکابرین دیوبند کے پیر و مرشد حاجی امداد اللہ مہاجر کی نے بھی حضرت پیر مہر علی شاہ صاحب پر بھروسہ کرتے ہوئے کہا تھا کہ پنجاب میں عقرب ایک فتنہ نمودار ہوگا جس کا سد باب صرف آپ کی ذات سے متعلق ہے جبکہ اس وقت علمائے دیوبند کی کثیر تعداد موجود تھی جو کہ اپنے علم پر نازاں تھے۔

امام احمد رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی جرأت و بے باکی کا یہی اثر تھا کہ جب ۳۰ جون ۱۹۷۳ء کو قائد ملت اسلامیہ اور قائد حزب اختلاف علامہ شاہ احمد نورانی صدیقی رحمۃ اللہ علیہ نے قومی اسمبلی میں قرارداد پیش کی کہ مرزائیوں کو غیر مسلم قرار دیا جائے تو قادیانی ذریت سے مرزا ناصر نے قومی اسمبلی میں پیش ہو کر اپنے موقف میں دارالعلوم دیوبند کے سرپرست قاسم نانوتوی کی کتاب ”تذریع الناس“ پیش کی جس میں انہوں نے لکھا ہے کہ! [[اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی کوئی نبی پیدا ہوتا پھر بھی

خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہ آئے گا]] اس پر بہت سے افراد کے سر جھک گئے البتہ قافلہ سالار تحریک ختم نبوت قائد ملت اسلامیہ علامہ شاہ احمد نورانی صدیقی نے گرج کر کہا! [[ہم ایسی عبارت کو نہیں مانتے اور اس کے قائلین کو مسلمان نہیں جانتے۔ ناموس رسالت ﷺ کے کسی غدار سے ہماری مصالحت نہیں ہو سکتی]] ۵۸۔

☆☆☆☆ ☆☆☆☆ ☆☆☆☆

ماخذ و مراجع

۱۔ احزاب ۴۰

۲۔ ترمذی ج ۲ ص ۴۵

۳۔ عالمگیری ج ۲ ص ۶۳

۴۔ الصارم الربانی علی اسراف القادیانی ص ۹

۵۔ المسکین بر ختم النبین ص ۹

۶۔ افادۃ الافہام ج دوم ص ۳۲۴

۷۔ ترمذی ج ۲ ص ۴۵

۸۔ مہر منیر ص ۱۲۹

۹۔ ماہنامہ لائبریری بعدی لاہور کا مجاہدین ختم نمبر ۲۰۰۳ء ص ۲۰۸

۱۰۔ خزائن معارف اسلامیہ ج ۱ ص ۴

۱۱۔ اشاعت السنہ ج ۷ نمبر ۶ بحوالہ نجد سے قادیان ص ۱۶

۱۲۔ احتفال المجہور ص ۲۳ بحوالہ سازشوں کا دیباچہ ص ۶۲

۱۳۔ براہین احمدیہ ص ۷ بحوالہ اشاعت السنہ

۱۴۔ فتاویٰ قادریہ ص ۳

۱۵۔ براہین احمدیہ ص ۷ بحوالہ اشاعت السنہ

۱۶۔ ایضاً

۱۷۔ رئیس قادیان ج ۱ ص ۱۲

۱۸۔ ایضاً ص ۳۰۵

۱۹۔ تحفظ ختم نبوت کی سوسالہ تاریخ ص ۵۶

۲۰۔ فتاویٰ ثنائیہ ج ۱ ص ۳۹۵

۲۱۔ فیصلہ مکہ ص ۱

۲۲۔ ایضاً ص ۵

۲۳۔ ایضاً ص ۱۷

۲۴۔ ایضاً ص ۱۷

==۲۵==

==۲۶==

۲۷۔ فیصلہ مکہ ص ۳۶

۲۸۔ ایضاً ص ۳۴

۲۹۔ نجد سے قادیاں ص ۱۴۹ بحوالہ اخبار اہل حدیث ص ۱۲ یکم جنوری ۱۹۱۵ء

۳۰۔ نجد سے قادیاں ص ۱۴۹ بحوالہ اخبار اہل حدیث امرتسر ص ۶-۱۱۲ اپریل ۱۹۱۵ء

۳۱۔ ایضاً ص ۸-۲۸ جون ۱۹۱۴ء

۳۲۔ اخبار اہل حدیث امرتسر ص ۳-۱۱۶ اپریل ۱۹۱۵ء

۳۳۔ نجد سے قادیاں ص ۱۸۷ بحوالہ اخبار الجحدیث امرتسر نومبر ۱۹۳۴ء

۳۴۔ تحفظ ختم نبوة کی صد سالہ تاریخ ص ۸۹

۳۵۔ فتاویٰ قادریہ ص ۳

۳۶۔ ایضاً ص ۳-۴

۳۷۔ رئیس قادیاں ص ۲۷۲

۳۸۔ فتاویٰ قادریہ ص ۴

۳۹۔ رئیس قادیاں ص ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵

۴۰۔ فتاویٰ رشیدیہ ص ۲۱۶

۴۱۔ ایضاً ص ۲۱۷

۴۲۔ فتاویٰ رشیدیہ ص ۱۷۶

۴۳۔ ایضاً ص ۱۳۵

۴۴۔ ایضاً ص ۱۳۵

۴۵۔ تحریک ختم نبوت کی صد سالہ تاریخ ص ۶۳

۴۶۔ دیوبندی مذہب بحوالہ تذکرۃ الرشید ج ۱ ص ۱۴۰

۴۷۔ القرآن النساء آیت ۱۵۹

۴۸۔ خیر الفتاویٰ ج ۱ ص ۱۳۵

۴۹۔ فتاویٰ قادریہ ص ۱۶، ۱۷

۵۰۔ فتاویٰ قادریہ کا حرف آغاز

۵۱۔ امداد الفتاویٰ ج ۵ ص ۳۸۶

۵۲۔ رئیس قادیان ص ۳۶۹، ۳۷۰

۵۳۔ کفایت المفتی ج ۱ ص ۳۱۳ مطبوعہ کراچی

۵۴۔ قادیانی کون از شبیر الہاشمی ص ۲۹

۵۵۔ سازشوں کا دیباچہ ص ۵۹

۵۶۔ جز اللہ عدوہ ص ۴

۵۷۔ عقیدہ ختم نبوت مطبوعہ کراچی بہ تقریظ علامہ شرف قادری رحمۃ اللہ علیہ

☆☆☆☆

☆☆☆☆

☆☆☆☆

WWW.NAFSEISLAM.COM

مرزا نیوں سے دو سوال

پروفیسر غازی احمد (نوسلم)

حضرت پروفیسر غازی احمد فرماتے ہیں! قادیانی لٹریچر کا میں نے بالاستیعاب مطالعہ کیا جس سے پتہ چلا کہ مرزا غلام احمد قادیانی کے دعوائی میں وقتاً فوقتاً مختلف نشیب و فراز اور تغیر و تبدل آتے رہے۔ سب سے پہلے مصلح پھر مجدد و بعد ازاں امام مہدی اور پھر مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کیا۔ اور اختتام دعوائے نبوت پر ہوا۔ (لعنت اللہ علی الکاذبین) حقیقت یہ ہے کہ مرزا قادیانی کے دعوائے نبوت کا پس منظر خالصتاً سیاسی تھا۔ مرزا قادیانی نے اپنی ذات کو (انگریز کا خود کاشہ پودا) قرار دیا۔ ملکہ برطانیہ و کٹوریہ کی تعریف و توصیف میں رطب اللسان رہا اور تمام زندگی سلطنت برطانیہ سے وفاداری کا اظہار کرتا رہا۔ انگریزی حکومت کے استحکام میں مرزا قادیانی نے اپنے خاندان کی دامے، درے اور سخنے خدمات کا اپنی تحریروں میں اعتراف کیا ہے۔

مرزا قادیانی ”تحفہ قصیر“ کے صفحہ ۱۶ پر لکھتا ہے! میرا والد غلام مرتضیٰ دربار گورنری میں کرسی نشین بھی تھا اور غدار انگریز کا ایسا خیر خواہ اور دل کا بہادر تھا کہ ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی میں پچاس گھوڑے اپنی گرہ سے خرید کر اور پچاس جنگجو بہیم پہنچا کر اپنی حیثیت سے زیادہ اس گورنمنٹ برطانیہ کو مدد دی تھی۔

”تزیان القلوب“ کے صفحہ نمبر ۱۲، ۱۵ پر مرزا کہتا ہے! میری زندگی کا اکثر حصہ اس سلطنت برطانیہ کی تائید و حمایت میں گزرا ہے اور میں نے ممانعت جہاد فی سبیل اللہ اور انگریز برطانوی حکومت کی اطاعت کے بارے میں اس قدر کتاہیں لکھی ہیں کہ اگر انہیں اکٹھا کیا جائے تو پچاس الماریاں ان سے بھر سکتی ہیں۔ انگریزوں نے بھی ان استحکامی خدمات کے حیلے میں اس (تحریک احمدیت) کی ہر طرح سے سرپرستی کی۔ نیز انگریزوں کو مہدی سوڈانی کے واقعہ کی طرح کئی خدشات کا سامنا تھا مرزا قادیانی کی صورت میں انہیں کافی حمایت حاصل ہوگئی اور انکے قدم جتے چلے گئے۔ جہاد فی سبیل اللہ کو حرام قرار دینا بھی اسی سلسلے کی ایک کڑی تھی۔ مرزا قادیانی ”ضمیمہ رسالہ جہاد“ کے صفحہ ۷ پر تحریر کرتا ہے! [[ہر ایک شخص جو میری بیعت کرتا ہے اور مجھ کو مسیح موعود جانتا ہے (نحوذ باللہ) اسی روز سے اسکو یہ عقیدہ رکھنا پڑتا ہے کہ اس زمانے میں جہاد قطعاً حرام ہے]]۔ حالانکہ اسلامی نقطہ نظر سے برائیوں کا قلع قمع کرنے کے لیے جہاد فی سبیل اللہ بنیادی حیثیت کا حامل ہے۔ اگر خدا نا خواستہ مرزا قادیانی کے سیاسی مقاصد کو ہندوستان کے تمام مسلمان اور ہندو تسلیم کر لیتے تو سرزمین بھارت قیامت تک انگریزوں کی غلامی

کا بوجھ اپنے کندھوں سے نہ اتار سکتی۔ نہ پاکستان معرض وجود میں آتا اور نہ ہم آزادی سے ہمسکنا ہوتے۔

میں نے صرف ایک پہلو کا تذکرہ کیا ہے۔ اگر مرزا قادیانی کی شخصیت کے جملہ پہلوؤں کو زیر بحث لایا جائے تو یہ چلتا ہے کہ مقام نبوت اور مرزا قادیانی میں شرق و غرب کا فاصلہ تھا۔ بلکہ آزادی، حریت اور وطن کے سلسلے میں انکی وفاداریاں بھی مٹھلوک تھیں۔ مرزا کی گمراہ کن تحریک ایسی تحریک تھی جو ہندوستان کے مسلمانوں کے سراسر خلاف تھی۔ کیونکہ اس تحریک کے اصل محرک انگریز تھے۔ جنکو صرف مسلمانوں کے جذبہ جہاد کا خوف تھا۔ مسلمان آزادی کی نعمت سے واقف تھے مگر مرزا قادیانی کی صورت میں اس گھر کو آگ لگ گئی گھر کے چراغ سے۔

کافی عرصہ پہلے پنجاب یونیورسٹی لاہور نے بی اے کے امتحانات کے سلسلے میں مجھے تعلیم الاسلام کالج ربوہ میں ناظم امتحان مقرر کیا۔ بیس بجیں دن ربوہ کالج میں میرا قیام رہا۔ ایک اتوار کو چھٹی کے دن میں نے مرزا ناصر احمد (قادیانی سربراہ) سے ملاقات کا پروگرام بنایا۔ دفتر میں گیا اور ملاقاتیوں کی فہرست میں اپنا نام درج کرایا۔ میرا تیسواں نمبر تھا۔ میں نے ناظم ملاقات سے کہا کہ اگر ممکن ہو تو جلد ملاقات کرادیں مجھے امتحان کے سلسلے میں کام کرنا ہے۔ اس نے میرے متعلق مرزا ناصر کو فون پر بتایا۔ مرزا ناصر نے کہا کہ ان کا نام دوسرے نمبر پر درج کر دیں۔ پہلے نمبر پر ڈاکٹر عبدالسلام قادیانی تھا ملاقات شروع ہوئی تو ڈاکٹر عبدالسلام تقریباً آدھا گھنٹہ مجھ کو گفتگو رہا۔ ڈاکٹر عبدالسلام کے بعد میری باری آئی۔ مرزا ناصر احمد دوسری منزل پر تھا۔ میں سیڑھیاں چڑھ کر اوپر پہنچا تو مرزا ناصر احمد نے دروازے میں آکر میرا استقبال کیا۔ اسکے بعد گفتگو کا آغاز ہوا۔ مرزا ناصر نے کہا کہ مجھے پتہ چلا ہے کہ آپ نے ہندو دھرم چھوڑ کر اسلام قبول کیا ہے۔ میں نے کہا! جی ہاں درست کہا میں واقعی ایک ہندو گھرانے میں پیدا ہوا تھا۔ اور اللہ تعالیٰ نے مجھے اسلام کی نعمت سے نوازا۔

مرزا ناصر نے کہا! مجھے پتہ چلا ہے کہ حضور نبی اکرم (ﷺ) نے عالم روایا میں آپ کو اسلام سے مشرف فرمایا۔ جی ہاں۔ آپ کی معلومات بالکل درست ہیں۔ میں نے خواب میں تاجدار ختم نبوت نبی مکرم ﷺ کے دست مبارک پر اسلام قبول کیا ہے۔ مرزا ناصر نے مسرت کا اظہار کیا اور کہا! آپ واقعی بڑے خوش قسمت انسان ہیں بلکہ میں تو کہوں گا کہ آپ تو اسلام کی صداقت کی دلیل ہیں۔ مرزا ناصر میرے قبول اسلام کی تفصیلات دریافت کرتا رہا اور میں جواب دیتا رہا۔ تقریباً آدھا گھنٹہ اسی گفتگو میں گزر گیا تو میں نے کہا جناب کافی وقت گزر چکا ہے۔ نیچے بہت سے ملاقاتی انتظار میں بیٹھے ہیں میں رخصت چاہتا ہوں البتہ اگر مناسب خیال کریں اور گستاخی نہ سمجھیں تو ایک طالب علم کی حیثیت سے ایک سوال دریافت کرنا چاہتا ہوں۔ مرزا ناصر نے خوشی سے اجازت دے دی۔

جیسا کہ جناب کو بھی معلوم ہے کہ نبی مکرم ﷺ نے مجھے مشرف بہ اسلام فرمایا اور بمصدق حدیث پاک (من رانی فی المنارم فقد رانی) یعنی جس نے مجھ کو خواب میں دیکھا اس نے میری ذات کو ہی دیکھا۔ میرا ایمان ہے کہ میں نے

حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی ذات گرامی ہی سے دین اخذ کیا ہے اور میرا یہ بھی ایمان ہے کہ جو عقیدہ میں نے اپنایا ہے وہ حضور نبی کریم ﷺ کی رضائے عالیہ کے مطابق ہے۔ آپ حضرات کا سلسلہ نبوت کا سلسلہ ہے اگر آپ کا سلسلہ اللہ تعالیٰ کے ہاں درست ہوتا تو نبی کریم ﷺ مجھے مشرف بہ اسلام فرمانے کے بعد ہدایت فرمادیتے کہ اب تم مسلمان تو ہو چکے ہو۔ لہذا تکمیل دین کے لیے قادیان چلے جاؤ۔ بحیثیت نبی آپ کے لیے ضروری تھا کہ مرزا قادیانی کی نبوت کا ذبہ کو قطعاً نظر انداز فرما دیا جس کا نتیجہ ظاہر ہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی کا سلسلہ نبوت عند اللہ و عند الرسول درست نہیں بلکہ یہ نبوت نبوت کا ذبہ کے زمرے میں آتی ہے۔

مرزا ناصر احمد قادیانی نے سوال سن کر کہا کہ! یہ سوال میری زندگی میں پہلی بار پیش کیا گیا ہے۔ آپ کے سوال کی معقولیت میں شک نہیں مگر ملاقاتی کافی بیٹھے ہیں پھر کسی ملاقات میں اس کا جواب دوں گا۔ میں نے کہا! مجھے ایک اور بات دریافت کرنا ہے کہ میں نے مرزا غلام احمد قادیانی کی تحریر پڑھی ہے کہ میں اور میری جماعت کے افراد فقہی مسلک میں امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے پیروکار ہیں۔ مرزا ناصر نے کہا! میں بھی حنفی مسلک سے تعلق رکھتا ہوں۔ میں نے کہا! کہ مرزا غلام احمد قادیانی تو آپ کے خیال کے مطابق منصب نبوت پر سرفراز تھا کیا یہ امر منصب نبوت کے شایان شان ہے کہ ایک نبی ایک امتی کے فقہی مسلک کا پیروکار اور مقلد ہو؟ کیا یہ مقام نبوت کی توہین نہیں؟ مرزا ناصر نے کہا کہ اس سوال کا جواب بھی کسی دوسری مجلس میں تفصیل سے دوں گا۔ میں نے مرزا ناصر سے اجازت طلب کی اس نے خندہ پیشانی سے رخصت کیا۔

جب میں سیڑھیاں اتر رہا تھا تو ختم نبوت پر میرے ایمان میں اضافہ ہوتا چلا گیا کہ واقعی تاجدار ختم نبوت حضرت محمد رسول اللہ ﷺ اللہ تعالیٰ کے آخری نبی ہیں۔ آپ کا لایا ہوا دین کامل، مکمل اور اکمل ہے۔ کسی نئے تکمیل کنندہ کی قطعاً نہ کوئی ضرورت ہے اور نہ گنجائش۔ آپ کے بعد جو شخص بھی نبوت کا دعویٰ کرے گا اس کی نبوت کا ذبہ ہوگی۔

☆☆☆☆ ☆☆☆☆ ☆☆☆☆

یہ مضمون پروفیسر قازی احمد کی کتاب ”میرا قبول اسلام“ سے لیا گیا ہے۔

قادیانی سوالات کا عالمانہ محاسبہ

علامہ مفتی پیر سائیں غلام رسول قاسمی

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ وَالصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلَى سَيِّدِ الْأَنْبِيَاءِ

وَالْمُرْسَلِينَ وَعَلَى آلِهِ وَأَصْحَابِهِ أَجْمَعِينَ أَمَّا بَعْدُ

قادیانی سوال:- عربی زبان کے محاورہ کے مطابق خاتم النبیین کے معنی سب سے افضل اور بزرگ ترین نبی کے ہیں۔ جو نبیوں کا صدق اور زینت ہو اور جس کی کامل اتباع سے خادم اور امتی نبوت کا فیضان جاری ہو۔ قرآن کی متعدد آیات اور احادیث یہی مفہوم بیان کرتی ہیں۔

جواب:- آپ کی اس بات میں کئی غلطیاں اور خرابیاں ہیں۔ آپ نے بڑے اعتماد کے ساتھ عربی زبان کے محاورے میں خاتم کا معنی افضل اور بزرگ ترین قرار دے دیا ہے مگر اس کا کوئی ثبوت اور کوئی حوالہ نہیں دیا۔ پھر آپ نے نبی کریم ﷺ کی احادیث سے بھی منہ موڑا ہے۔ ہم سب باتوں کا باحوالہ جواب عرض کرتے ہیں:

عام لغت سے حوالہ:

۱۔ صحاح میں ہے کہ ختم الله له بخير الله اس کا خاتمہ بالخير کرے۔ وختمت القرآن بلغت آخره میں نے قرآن ختم کیا یعنی اس کے آخر تک پہنچ گیا۔

۲۔ لسان العرب میں ہے کہ ختام القوم وخاتمهم وختامهم آخرهم یعنی قوم کے آخری فرد کو خاتم القوم کہتے ہیں۔

۳۔ المنجد میں ہے کہ:

جب کسی چیز کے اد پر ختم آئے یعنی ختم الشی وعلیہ تو اس کا معنی ہے مہر لگانا۔

جب کسی عمل کو ختم کرنا آئے یعنی ختم العمل تو اس کا معنی ہے کسی کام سے فراغت حاصل کرنا۔

جب کتاب ختم کی جائے یعنی ختم الكتاب تو اس کا معنی ہے کتاب پوری پڑھ لینا۔

جب برتن کے لیے استعمال ہو یعنی ختم الاناء تو اس کا معنی ہے برتن کو مٹی وغیرہ سے بند کرنا۔

جب دروازے کے لیے استعمال ہو یعنی ختم علیک بابہ تو اس کا معنی ہے دروازہ بند کرنا۔ اور منہ موڑ لینا۔
جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے اچھائی ملنے پر استعمال ہو یعنی ختم اللہ لہ بالخیر تو اس کا معنی ہے اللہ نے اس کا
انجام اور خاتمہ اچھا کیا۔

جب کسی کے دل پر استعمال ہو یعنی ختم اللہ علی قلبہ تو اس کا معنی ہے بے سمجھ بنانا۔

جب مبالغے کے ساتھ استعمال ہو یعنی ختم تو اس کا معنی ہے اچھی طرح ختم کرنا۔

جب ختمہ آئے اس کا معنی ہے انگوٹھی پہنانا۔

اختتم الکتاب کا معنی ہے کتاب کے خاتمہ پر پہنچنا۔

الختم کا معنی ہے مہر۔

اختتام کا معنی ہے پورا کرنا۔

خاتم کا معنی ہے انگوٹھی، مہر، ہر چیز کا انجام، گدی کا گڑھا، ناگھوں کی تھوڑی سفیدی۔

الخاتمہ کا معنی ہے انجام، اس کی جمع خواتیم ہے۔

لغت کے ان تمام حوالہ جات میں کہیں بھی خاتم کا معنی افضل نہیں کیا گیا بلکہ آخری کیا گیا ہے۔

قرآنی لغت سے حوالہ:

دنیا میں قرآنی لغت کی سب سے اچھی کتاب مفردات راغب میں اس لفظ کا استعمال مختلف آیات میں دکھایا گیا ہے اور ہر جگہ سیاق و سباق کی روشنی میں اس کا الگ معنی بیان کیا گیا ہے، اور اصول بھی یہی ہے کہ کوئی بھی لفظ اپنے معانی کو ظاہر کرنے میں کلام کا آگے پیچھا ملحوظ رکھتا ہے۔ چنانچہ امام راغب علیہ الرحمہ قرآن میں مختلف مقامات پر ختم کے مختلف معانی لکھتے ہیں اور آیت خاتم النبین پر پہنچتے ہیں تو لکھا ہے کہ: خاتم النبیین: لانہ ختم النبوة ای تممها بمجیئہ یعنی خاتم النبین سے مراد یہ ہے کہ آپ ﷺ نے نبوت کو ختم کر دیا یعنی اپنے آ جانے کے بعد اسے تمام کر دیا (مفردات راغب صفحہ ۱۴۲)۔ یہاں بھی خاتم کا معنی افضل نہیں بلکہ آخری، ختم کرنے والا اور تمام کرنے والا ہے۔

تفسیر قرآن سے حوالہ:

۱۔ علامہ ابن جریر طبری علیہ الرحمہ لکھتے ہیں: ای ختم النبوة و طبع علیہا، فلا تفتح لاحد بعده الی یوم القیامۃ یعنی نبوت ختم کر دی اور اس پر ایسی مہر لگادی کہ اب قیامت کے دن تک کسی کے لیے نہیں کھلے گی۔

حضرت قتادہ علیہ الرحمہ کا قول لکھتے ہیں: ای آخرہم یعنی خاتم سے مراد آخری ہے۔

آگے لکھتے ہیں کہ خاتم کا معنی ہے انبیاء کو ختم کرنے والا اور خاتم کا معنی ہے آخر النبین (تفسیر ابن جریر طبری

جلد ۱۲ صفحہ ۲۰)۔

۲۔ معروف درسی کتاب جلالین جو صدرِ راز سے مدارس میں پڑھائی جا رہی ہے، اس میں ہے کہ: خاتم النبیین: فلا یكون له ابن رجل بعده یكون نبیا وفي قرأه بفتح التاء كالة الختم ای به ختموا یعنی خاتم النبیین سے مراد یہ ہے کہ آپ ﷺ کا کوئی بیٹا جو انی تک نہ پہنچا جو آپ ﷺ کے بعد نبی ہوتا۔ ایک قرأت تا کی زبر کے ساتھ بھی ہے جیسے ختم کا آلہ ہوتا ہے، مراد یہ ہے کہ آپ ﷺ کے ذریعے انبیاء ختم کیے گئے۔

اس کے فوراً بعد وہاں اللہ بکسل شیء علیما کے تحت لکھتے ہیں کہ ہاں لا نبی بعده واذا نزل السید عیسیٰ یحکم بشر بعثہ یعنی اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ آپ ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا اور جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام نازل ہوں گے تو آپ ﷺ کی شریعت کے مطابق فیصلے کریں گے (جلالین صفحہ ۳۵)۔

۳۔ تفسیر بغوی میں ہے کہ خاتم ای آخر ہم یعنی خاتم سے مراد آخری ہے (بغوی جلد ۳ صفحہ ۵۳۳)۔

۴۔ امام فخر الدین رازی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں: خاتم النبیین: وذلك لان النبى الذى يكون بعده نبى ان ترك شيئا من النصيحة والبيان يستدركه من ياتى بعده، واما من لا نبى بعده يكون اشفق على امته واهدى لهم واجدى، اذ هو كوالد لولده الذى ليس له غيره من احد يعنى نبی کریم ﷺ خاتم النبیین اس لیے ہیں کہ جس نبی کے بعد کسی دوسرے نبی نے آنا ہو اگر وہ نصیحت اور بیان میں سے کوئی چیز ترک کر جائے تو بعد میں آنے والا اس کی کوپورا کر دیتا ہے، لیکن جس نبی کے بعد کوئی نبی نہ ہو وہ اپنی امت پر سب سے زیادہ شفیق اور ان کے لیے سب سے بڑا ہادی ہوتا ہے، وہ ان کے لیے اس باپ کی طرح ہوتا ہے جو اپنی اولاد کا اکیلا ذمہ دار ہو (تفسیر کبیر جلد ۹ صفحہ ۱۷۱)۔

۵۔ بیضاوی میں ہے کہ: خاتم النبیین و آخرهم الذى ختمهم او ختموا به ولا یقدح فيه نزول عیسیٰ بعده لانه اذا نزل كان على دينه مع ان المراد منه انه آخر من نبى یعنی خاتم النبیین کا معنی ہے آخری نبی، جس نے انہیں ختم کیا یا اس کے ذریعے سے نبی ختم کیے گئے۔ یہ بات نزولِ عیسیٰ کے خلاف نہیں، اس لیے کہ جب وہ نازل ہوں گے تو آپ ﷺ کے دین پر ہوں گے، نیز ختمِ نبوت سے مراد یہ ہے کہ آپ ﷺ سب سے آخر میں نبی بنائے گئے (بیضاوی جلد ۲ صفحہ ۲۴)۔

۶۔ قرطبی میں ہے کہ: هذه الالفاظ عند جماعة علماء الامة خلفاوا سلفا متلقاة على العموم التام مقتضيه نصا انه لا نبى بعده ﷺ یعنی قرآن کے یہ الفاظ امت کے اگلے پچھلے تمام علماء کے نزدیک تواتر کے ساتھ اپنے کامل عموم پر محمول ہیں، اس کا بطور نص یہی تقاضا ہے کہ آپ ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں (قرطبی جلد ۱۴ صفحہ ۱۷۲)۔

۷۔ ابن کثیر میں ہے کہ: وقد اخبر تبارک و تعالیٰ فی کتابه، و رسوله صلى الله عليه وسلم فی

السنة المتواترة عنه انه لا نبى بعده ليعلموا ان كل من ادعى هذا المقام بعده فهو كذاب افاك دجال ضال مضل ولو تخرق وشعد یعنی بلاشبہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنی کتاب میں خبر دی ہے اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی سنت متواترہ میں بیان فرمایا ہے کہ آپ ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں تاکہ لوگ جان لیں کہ ہر وہ شخص جس نے آپ ﷺ کے بعد اس مقام کا دعویٰ کیا وہ جھوٹا ہے، الزام تراش ہے، دجال ہے، گمراہ ہے، مگر اہل کن ہے خواہ خرق عادت اور شعبہ بازیوں کر کے دکھاتا پھرے (ابن کثیر جلد ۳ صفحہ ۶۶۷)۔

۸۔ البحر المحیط میں ہے کہ: ختمہم ای جاء آخرہم یعنی نبیوں کو ختم کیا کا معنی ہے ان کے آخر میں آئے (البحر المحیط جلد ۷ صفحہ ۲۳۶)۔

آگے لکھتے ہیں: روى عنه عليه السلام الفاظ تقتضى نسا انه لا نبى بعده صلى الله عليه وسلم والمعنى انه لا يتبا احد بعده ولا يرد نزول عيسى آخر الزمان لانه ممن نبى قبله وينزل عاملا على شريعة محمد صلى الله عليه وسلم یعنی آپ ﷺ سے ایسے شفاف الفاظ مروی ہیں جو نص کے طور پر تھا سنا کرتے ہیں کہ آپ ﷺ کے بعد کوئی نبی نہ ہو۔ اور اس سے مراد یہ ہے کہ آپ ﷺ کے بعد کوئی نبی بنایا نہیں جائے گا۔ یہ بات آخری زمانے میں نزول عیسیٰ کے خلاف نہیں اس لیے کہ وہ آپ ﷺ سے پہلے نبی بنا دیے گئے تھے اور جب نازل ہوں گے تو شریعت محمدی پر عمل کریں گے (البحر المحیط جلد ۷ صفحہ ۲۳۶)۔

۹۔ خازن میں ہے: خاتم النبیین ختم الله بها النبوة فلا نبوة بعده ای ولا معه ان عيسى ممن نبى قبله یعنی خاتم النبیین کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے ذریعے سے نبوت کو ختم کر دیا ہے لہذا آپ کے بعد کوئی نبوت نہیں اور نہ ہی آپ کے ساتھ کوئی نبی تھا اور عیسیٰ علیہ السلام آپ سے پہلے نبی بنا دیے گئے ہیں (خازن جلد ۳ صفحہ ۵۰۲)۔

اس کے حاشیہ پر تفسیر مدارک موجود ہے۔ اس کے الفاظ یہ ہیں: خاتم النبیین بمعنی الطابع ای آخرہم یعنی لا ینباء احد بعده و عيسى ممن نبى قبله یعنی خاتم کا معنی طالع یعنی آخری ہے۔ مراد یہ ہے کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں بنایا جائے گا اور عیسیٰ آپ سے پہلے نبی بنا دیے گئے ہیں (مدارک علی ہاشم خازن جلد ۳ صفحہ ۵۰۲)۔

۱۰۔ روح المعانی میں ہے کہ: كونه عليه السلام خاتم النبیین مما نطقت به الكتاب و صدعت به السنة و اجمعت عليه الامة فيكفر مدعى خلافة و يقتل ان اصر یعنی آپ ﷺ کا خاتم النبیین ہونا ان چیزوں میں سے ہے جنکے بارے میں کتاب نے بول کر بتایا ہے اور سنت نے اس کی وضاحت کر دی ہے اور امت کا اس پر اجماع ہے، لہذا انکے خلاف دعویٰ کرنے والا کافر ہے اور اگر بعض نہ آئے تو اسے قتل کیا جائے گا (روح المعانی جلد ۲۲ صفحہ ۳۹)۔

دوسری جگہ فرماتے ہیں: و الخاتم اسم آله لما يختم به كالطابع لما يطبع به فمعنى خاتم النبیین الذى

ختم النبیین بہ و مآلہ آخر النبیین یعنی خاتم اسم آلہ ہے جس سے ختم کیا جائے، جیسے طالع ہوتا ہے جس سے طبع کیا جائے، لہذا خاتم النبیین وہ ہوا جسکے ذریعے سے نبیوں کو ختم کیا گیا اور اس سے مراد آخر النبیین ہے (روح المعانی جلد ۲۲ صفحہ ۳۲)۔

تیسری جگہ فرماتے ہیں: المراد بكونه عليه السلام خاتم النبیین انقطاع وصف النبوة فی احد من الثقلین بعد تحلیہ علیہ السلام فی هذا النشأة یعنی آپ علیہ السلام کے خاتم النبیین ہونے سے مراد یہ ہے کہ آپ ﷺ کے اس دنیا میں جلوہ افروز ہوجانے کے بعد ثقلین میں سے کسی ایک کا بھی وصف نبوت سے متصف ہونا منقطع ہو چکا ہے۔

(روح المعانی جلد ۲۲ صفحہ ۳۲)۔

مفسرین کی عبارات کو بار بار پڑھیے، ہر ایک کا انداز جدا گانہ ہے۔ ان میں سے کسی ایک نے بھی خاتم کا معنی افضل نہیں کیا۔ نیز خاتم کا معنی صاف لفظوں میں آخری لکھا اور فرمایا کہ قیامت تک اس مہر کو توڑا نہیں جاسکتا۔ نیز نزول مسیح کو ختم نبوت کے منافی سمجھنے والوں کا منہ بند کر دیا، نیز خاتم کا معنی آخری لکھا، نیز امام رازی علیہ الرحمہ نے عقلی طور پر بھی خاتم بمعنی آخری ثابت کر دیا اور بعد میں کسی نے نبی کو ماننا باپ بدلنے کے مترادف قرار دیا۔

عربی زبان کا قاعدہ:

عربی زبان کا قاعدہ یہ ہے کہ خاتم کی اضافت جب جماعت کی طرف ہو تو اس سے مراد ہمیشہ آخری ہوتی ہے۔ النبیین چونکہ جماعت ہے لہذا خاتم النبیین سے مراد آخری نبی ہوئی۔

مرزا قادیانی کا اعتراف:

خود مرزا قادیانی لکھتا ہے کہ: میرے بعد میرے والدین کے گھر کوئی لڑکی یا لڑکا پیدا نہیں ہوا۔ اور میں ان کے لیے خاتم الاولاد تھا (تزیین القلوب صفحہ ۳۵)۔ مرزا قادیانی نے خاتم الاولاد کا معنی آخری بچہ لکھ کر ایسا واضح اعتراف کیا ہے کہ قادیانی قیامت تک اس عذاب سے جان نہیں چھڑا سکتے۔

اب احادیث کی طرف آئیے:

اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب ﷺ پر قرآن اسی لیے نازل کیا ہے کہ آپ اس کا مطلب واضح کریں۔ اللہ کریم فرماتا ہے: انزلنا الیک الذکر لتبین للناس ما نزل الیہم یعنی اے محبوب ہم نے آپ پر قرآن اس لیے نازل کیا ہے کہ آپ لوگوں پر واضح کریں جو کچھ ان کی طرف نازل کیا گیا ہے (النحل: ۴۴)۔

اب فرمائیے آپ نے نبی کریم ﷺ کی بے شمار احادیث نقل کرنے سے کیوں گریز کیا؟ اور صرف لغت کا سہارا کیوں لیا؟ جن احادیث سے آپ نے آنکھیں چرائی ہیں ان میں سے بعض یہ ہیں۔ ہر حدیث کے الفاظ پر غور کرنا اور اپنا خود ساختہ خاتم بمعنی

افضل والا خیال بھی ذہن میں رکھنا۔

حدیث نمبر ۱: كُنَّا نَبْنُو إِسْرَائِيلَ تَسْوِسُهُمُ الْاَنْبِيَاءُ كُلَّمَا هَلَكَ نَبِيٌّ خَلَفَهُ نَبِيٌّ وَإِنَّهُ لَا نَبِيَّ بَعْدِي وَسَيَكُونُ خُلَفَاءُ فَيَكْثُرُونَ قَالُوا قَسَمًا ذَا تَأْمُرُنَا يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ قُلُوا بَيْعَةَ الْأَوَّلِ فَأَلَّوْا اَعْطُوا حَقَّهُمْ فَإِنَّ اللَّهَ سَأَلَهُمْ عَمَّا اسْتَرْعَاهُمْ (بخاری جلد ۱ صفحہ ۳۹۱، مسلم جلد ۲ صفحہ ۱۲۶، مشکوٰۃ صفحہ ۳۲۰، المستدر صفحہ ۶)۔

ترجمہ:۔ بنی اسرائیل میں لوگوں کی اصلاح کا کام انبیاء کے ذمے تھا۔ ایک نبی کے بعد دوسرا نبی آ جاتا تھا۔ لیکن میرے بعد کوئی نبی نہیں۔ بلکہ اب خلفاء ہوں گے اور کثرت سے ہوں گے۔ صحابہ نے پوچھا یا رسول اللہ! پھر ہمارے لیے کیا حکم ہے۔ فرمایا پہلے کی بیعت بھادس پہلے کی بیعت بھادس تم ان کا حق ادا کرتے رہو۔ اللہ ان سے ان کی رعایا کے بارے میں خود پوچھ لے گا۔ اس حدیث میں ختم نبوت کی وضاحت چار طرح سے کر دی گئی ہے۔

(۱) بنی اسرائیل کے پے در پے آنے والے انبیاء علیہم السلام کی بجائے لَا نَبِيَّ بَعْدِي کے الفاظ فرمائے گئے۔ ظاہر ہے پے در پے آنے والے انبیاء سب کے سب نئی شریعت لے کر نہیں آتے تھے۔ اب ان کی بجائے لَا نَبِيَّ بَعْدِي فرمایا تو مطلب یہ ہوا کہ نئی شریعت والا نبی ہوا پہلی شریعت کا تابع نبی ہو، دونوں کا آنا ممنوع ہے۔

(ب) آنے والوں کے لیے انبیاء کی بجائے خلفاء کا لفظ استعمال فرمانا اس بات کا سیدھا سیدھا ثبوت ہے کہ اب نبوت بند ہے اور خلافت جاری ہے۔

(ج) خلفاء کے لیے ”کثرت“ کا لفظ بھی اس بات کو واضح کر رہا ہے کہ خلفاء سے مراد انبیاء نہیں ہیں۔ ورنہ چودہ سو سال میں کثرت سے انبیاء آچکے ہوتے۔

(د) ”پہلے خلیفہ کی بیعت بھانے“ کے الفاظ سے معلوم ہوا کہ ایک ہی شخص کئی خلفاء کا زمانہ پائے گا۔ خلفاء کا یہ تسلسل بھی ختم نبوت میں کسی ظلی اور بروزی رخنہ اندازی کی اجازت نہیں دیتا۔

(ه) ”تم اُن کا حق ادا کرتے رہو۔ اللہ اُن سے اُن کی رعایا کے بارے میں خود پوچھ لے گا“۔ اِن الفاظ سے معلوم ہوا کہ ان خلفاء سے خطا کے سرزد ہونے کا امکان ہوگا اور وہ معصوم نہیں ہوں گے اور جو معصوم نہ ہو وہ نبی نہیں ہوتا۔

حدیث نمبر ۲: اِنْ مَقْبَلِي وَمَقْبَلِ الْاَنْبِيَاءِ مِنْ قَبْلِي كَمَقْبَلِ رَجُلٍ بَنَى بَيْتًا فَاَحْسَنَهُ وَاَجْمَلَهُ اِلَّا مَوْضِعَ لَبَنَةٍ مِنْ زَاوِيَةٍ فَجَعَلَ النَّاسُ يَطْلُوْنَ بِهٖ وَيَتَعَبُّوْنَ لَهٗ وَيَقُولُوْنَ هَلَّا وُضِعَتْ هَذِهِ اللَّبَنَةُ قَالَ لَانَّا اللَّبَنَةُ وَاَنَا خَاتَمُ النَّبِيِّنَ (بخاری جلد ۱ صفحہ ۵۰۱، مسلم جلد ۲ صفحہ ۲۳۸، ترمذی جلد ۲ صفحہ ۲۰۲، المستدر صفحہ ۷)۔

ترجمہ:۔ میری اور مجھ سے پہلے انبیاء کی مثال ایسی ہے جیسے ایک آدمی نے حسین و جمیل محل بنایا ہو مگر کونے میں ایک اینٹ کی جگہ چھوڑ دی ہو۔ لوگ آکر اس محل میں گھوم پھر کر دیکھتے ہیں اور اس کی خوبصورتی پر حیران ہوتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ ایک

ایٹ کی جگہ کیوں خالی ہے۔ بس میں وہ آخری ایٹ ہوں۔ اور میں خاتم النبیین ہوں۔

ایک حدیث کے الفاظ یہ ہیں کہ: فجئت انا فاتممت تلك اللبنة یعنی میں آیا اور میں نے وہ ایٹ مکمل کر دی (ابن ابی شیبہ جلد ۷ صفحہ ۴۳۹)۔

ایک اور حدیث کے الفاظ یہ ہیں کہ: فانما موضع اللبنة جنت و ختمت الانبياء یعنی میں اس ایٹ کی جگہ پر ہوں، میں آیا اور انبیاء کو ختم کر دیا (ابن ابی شیبہ جلد ۷ صفحہ ۴۳۹)۔

حدیث نمبر ۳: إِنَّ الرِّسَالَةَ وَالنَّبُوَّةَ قَدْ انْقَطَعَتْ فَلَا رَسُولَ بَعْدِي وَلَا نَبِيَّ (ترمذی جلد ۲ صفحہ ۵۳، المستدر صفحہ ۷)۔ ترجمہ: بلاشیر رسالت اور نبوت دونوں منقطع ہو چکی ہیں۔ اب میرے بعد نہ تو کوئی رسول ہوگا اور نہ کوئی نبی۔ حدیث نمبر ۴: أَنَا الْعَاقِبُ وَالْعَاقِبُ الَّذِي لَيْسَ بَعْدَهُ نَبِيٌّ وَلَيْسَ رَوَايَةَ لَيْسَ بَعْدَهُ أَحَدٌ (مسلم جلد ۲ صفحہ ۲۶۱، المستدر صفحہ ۷)۔

ترجمہ: میں عاقب ہوں، اور عاقب وہ ہوتا ہے جس کے بعد کوئی نبی نہ ہو، ایک حدیث کے الفاظ یہ ہیں کہ عاقب وہ ہوتا ہے جس کے بعد ایک بھی نہ ہو۔

حدیث نمبر ۵: وجعلني فاتحا و خاتما یعنی اللہ نے مجھے کھولنے والا اور بند کرنے والا بنایا ہے (شفاء جلد ۱ صفحہ ۱۱۰)۔ حدیث نمبر ۶: جنت و ختمت الانبياء یعنی میں آیا اور میں نے انبیاء کا سلسلہ ختم کر دیا (مسلم جلد ۲ صفحہ ۲۴۸)۔

ہم نے بے شمار احادیث میں سے صرف چند احادیث کا حوالہ لکھی ہیں۔ بعض دیگر احادیث کی صورت حال مختصر اس طرح ہے۔ اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو عمر بن خطاب ہوتا (ترمذی جلد ۲ صفحہ ۲۰۹)۔ علی میرے لیے اسی طرح ہے جس طرح موسیٰ کے لیے ہارون مگر میرے بعد کوئی نبی نہیں (بخاری جلد ۲ صفحہ ۵۲۶، مسلم جلد ۲ صفحہ ۲۷۸) میں اور قیامت اس طرح ہیں جس طرح یہ دو انگلیاں جڑی ہوئی ہیں (بخاری جلد ۲ صفحہ ۹۶۳، مسلم جلد ۲ صفحہ ۴۰۶)۔ سب سے پہلے نبی آدم ہیں اور آخری نبی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (دیلمی)۔ میرے بعد میں جوئے شخص ہوں گے، ان میں سے ہر ایک کہے گا کہ میں نبی ہوں حالانکہ میں آخری نبی ہوں میرے بعد کوئی نبی نہیں (ترمذی جلد ۲ صفحہ ۴۵، بخاری جلد ۲ صفحہ ۵۰۹، مسلم جلد ۲ صفحہ ۳۹، ابوداؤد جلد ۲ صفحہ ۲۴۸)۔ اس حدیث میں حبیب کریم ﷺ کے الفاظ یہ ہیں کہ انا خاتم النبیین لا نبی بعدی۔ خاتم النبیین کے فوراً بعد لا نبی بعدی فرمانے کا کیا مطلب ہوا؟ کیا یہ جملہ مربوط ہے کہ میں افضل نبی ہوں میرے بعد کوئی نبی نہیں؟

تمام دلائل کو مد نظر رکھ کر بات کرنی چاہیے۔ ہر دور میں ہر باطل طبقے کا یہی رویہ رہا ہے کہ پوری بات میں سے اپنی مرضی کا ٹکڑا کاٹ لیتے ہیں اور اسے میدان استدلال میں اتار دیتے ہیں، پوری صورت حال کو سامنے رکھ کر امت یہ فیصلہ دے چکی ہے کہ خاتم النبیین اور لا نبی بعدی میں کسی ہیرا پھیری کی اجازت نہیں۔ قاضی عیاض علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

اجْتَمَعَتِ الْأُمَّةُ عَلَىٰ هَذَا الْكَلَامِ عَلَىٰ ظَاهِرِهِ وَأَنَّ مَقْهُومَهُ الْمُرَادُ بِهِ ذُوْنُ تَأْوِيلٍ وَلَا تَخْصِيصٍ یعنی پوری امت کا اس پر اجماع ہے کہ خاتم النبیین اور لَا نَبِیَّ بَعْدِی کے الفاظ اپنے ظاہر پر محمول ہیں اور ان میں کسی قسم کی تاویل اور تخصیص جائز نہیں (الشفاء جلد ۲ صفحہ ۲۴)۔

قادیانی سوال:- بعض لوگ لانی بعدی کا قرآن کے بالکل خلاف یہ ترجمہ کرتے ہیں حضور ﷺ کے بعد کسی قسم کا نبی نہیں آ سکتا۔ زوجہ رسول ﷺ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: لوگو! آنحضرت ﷺ کو خاتم النبیین تو کہو مگر ہرگز یہ نہ کہو کہ آپ ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔

جواب:-

۱۔ تھوڑی سی حاضر دماغی کے ساتھ قادیانیوں کا سوال دوبارہ پڑھیے، آپ کو کبھی آ جائے گی۔ سوال میں نبی کریم ﷺ کا فرمان نقل کیا گیا ہے لانی بعدی میرے بعد کوئی نبی نہیں۔ اگلے جملے میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا قول نقل کیا گیا ہے کہ لَا تَقُولُوا لَانَبِیِّ بَعْدَهُ یعنی لانی بعدہ مت کہو۔

قادیانی حضرات بتائیں کہ نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں کہ لانی بعدی کہو۔ اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا قول آپ نقل کر رہے ہیں کہ لانی بعدی مت کہو۔ یہ تضاد آپ نے کیوں کھڑا کیا؟

۲۔ آپ نے کہا لانی بعدی کا معنی قرآن کے خلاف مت کرو۔ پھر آپ نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے حوالے سے کہا لانی بعدی سرے سے ہی مت کہو۔ بتائیے ان دو باتوں میں سے کون سی بات صحیح ہے؟

۳۔ تیسری بات یہ بتائیے کہ کتابوں میں اس قول کی توجیہ موجود ہے کہ ام المؤمنین رضی اللہ عنہ نے یہ بات حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کے پیش نظر فرمائی ہے (تکملہ مجمع البحار جلد ۵ صفحہ ۵۰۲)۔ آپ اس بات کو کیوں ہضم کر گئے۔

۴۔ چوتھی بات یہ بتائیے کہ آپ نے اس سوالنامے میں ملاحظہ طابہر گجراتی کی کتاب مجمع البحار کا حوالہ خود بھی دیا ہے۔ مجمع البحار کے اسی صفحے پر لکھا ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ نے یہ بات حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کے پیش نظر فرمائی ہے، آپ نے ساری بات کیوں نہ لکھی اور دیانت داری سے کام کیوں نہ لیا؟

۵۔ پانچویں بات یہ بتائیے کہ آپ کو حدیث لا نبی بعدی کا مفہوم قرآن کے خلاف نظر آنے لگا مگر حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا قول حضور کریم ﷺ کی احادیث کے خلاف کیوں نظر نہ آیا۔

۶۔ قادیانیوں کے اس سوال کا تحقیقی جواب یہ ہے کہ یہ بات حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تشریف آوری کے پیش نظر کہی گئی ہے اور اگلے علماء خود ان باتوں کی وضاحت کر چکے ہیں۔

۷۔ قادیانیوں نے خود درمنثور کا حوالہ دیا ہے، حالانکہ اس کتاب کے اسی صفحے پر اسی عبارت کے بعد حضرت مغیرہ بن

شعبہ کی طرف سے یہ وضاحت بھی موجود ہے کہ فانا کنا نحدث ان عیسیٰ علیہ السلام خارج فان ہو خرج فقد کان قبلہ و بعدہ یعنی ہم لوگ حدیثیں بیان کرتے تھے کہ عیسیٰ علیہ السلام آنے والے ہیں، اگر وہ آگئے تو وہ حضور ﷺ سے پہلے بھی تھے اور بعد میں بھی ہوں گے (در منثور جلد ۵ صفحہ ۲۰۴)۔

۸۔ در منثور کی یہ عبارت جسے آپ نے چھپایا تھا، بتا رہی ہے کہ یہ قول نزول مسیح کے پیش نظر فرمایا گیا ہے۔ نیز قادیانیوں کے لیے ایک مصیبت مزید کھڑی ہوگئی کہ اس میں جس عیسیٰ علیہ السلام کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے پہلے مانا گیا ہے اسی کو بعد میں بھی مانا گیا ہے جس سے مرزا صاحب کا بستر گول ہو گیا۔

۹۔ خود ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا حدیث روایت کرتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا لا ینقی بعدی من النبوة شی الا المبشرات الحدیث یعنی میرے بعد نبوت میں سے کچھ نہیں بچا سوائے سچے خوابوں کے (مسند احمد جلد ۶ صفحہ ۱۲۶)۔

۱۰۔ آخر میں قادیانی مذہب کے پیشوا محمد علی لاہوری کی تحقیق بھی ملاحظہ فرمائیے۔ یہ قادیانیوں کے اس فرقے کا بانی ہے جو مرزا صاحب کو نبی نہیں مانتا بلکہ صرف مجدد تسلیم کرتا ہے۔ لاہوری صاحب لکھتے ہیں: ایک قول حضرت عائشہ صدیقہ کا پیش کیا جاتا ہے جس کی سند کوئی نہیں قبولوا خاتم النبیین ولا نقولوا لا نبی بعدہ (بیان القرآن جلد ۳ صفحہ ۱۵۱۶)۔ آگے محمد علی صاحب لمبی بحث کرتے ہیں اور اس قول کی سخت تردید کرتے ہیں۔

قادیانیوں کے سوال میں ایک جملہ یہ ہے کہ: ”بعض لوگ حدیث لا نبی بعدی کا قرآن کریم کے بالکل خلاف یہ ترجمہ کرتے ہیں“۔ قادیانیوں کی ہیرا پھیری صاف نظر آ رہی ہے کہ حضور کریم ﷺ کی امت کے سوا کونساں لوگوں کو بعض لوگ کہہ دیا ہے۔ ہر مفسر اور ہر محدث نے اس حدیث کا وہی معنی بیان کیا ہے جو قادیانیوں کو قرآن کے خلاف نظر آ رہا ہے۔ واصل وہ قرآن کے خلاف نہیں بلکہ قادیانیوں کے خلاف ہے۔ چنانچہ ہم الشفاء وغیرہ کے حوالہ سے پوری امت کا اجماع نقل کر چکے ہیں۔

قادیانی سوال:- حضرت ابن قتیبہ اور ملا محمد طاہر گجراتی فرماتے ہیں کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا یہ قول لا نبی بعدی کے منافی نہیں کیونکہ آنحضرت ﷺ کی مراد یہ ہے کہ کہ ایسا نبی نہیں ہوگا جو آپ ﷺ کی شریعت کو منسوخ کرے (کلمہ مجمع البحار صفحہ ۸۵)۔

جواب:- یہ عبارت نقل کرنے میں آپ نے بددیانتی سے کام لیا ہے۔ چنانچہ ملا طاہر گجراتی رحمۃ اللہ علیہ کی اصل عربی عبارت اس طرح ہے:

عیسیٰ انہ یقتل الخنزیر و یکسر الصلب و یزید فی الحلال ای یزید فی حلال نفسه بان

یتزوج و یولدہ و کان لم یتزوج قبل رفعہ الی السماء فزاد بعد الہبوط فی الحلال فحینئذ یومن کل احد من اہل الکتاب للیقین بانہ بشر ، و عن عائشۃ قولوا خاتم الانبیاء ولا تقولوا لا نبی بعدہ و هذا ناظر الی نزول عیسیٰ یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام خنزیر کتول کریں گے اور صلیب کو توڑیں گے اور اپنے ذاتی حلال یعنی نکاح میں اضافہ کریں گے اور ان کی اولاد ہوگی جب کہ آپ نے آسمان پر اٹھائے جانے سے پہلے شادی نہیں کی تھی اور نیچے اترنے کے بعد اس حلال چیز کا اضافہ کریں گے، اب تمام اہل کتاب ان پر ایمان لائیں گے اور ان کی بشریت کا یقین کریں گے اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ خاتم الانبیاء کہو اور لا نبی بعدہ نہ کہو، یہ بات ام المؤمنین نے حضرت عیسیٰ کے نزول کے پیش نظر فرمائی ہے (مجمع البحار جلد ۵ صفحہ ۵۰۲ عکملہ)۔

اس عبارت کو بار بار پڑھیے۔ ساری صورت حال کیا تھی اور آپ نے اسے کیا بنا ڈالا؟ آپ نے نزول مسیح والی بات کو کیوں چھپایا؟ نیز عیسیٰ علیہ السلام کا آسمان پر جانے سے پہلے نکاح نہ کرنا اور بعد میں آکر نکاح کرنا مرزا قادیانی کی مسیحیت کو باطل ثابت کر رہا ہے، آپ نے اس بات کو کیوں چھپایا؟ بینوا و توخذوا قادیانی سوال:- حضرت امام عبدالوہاب شعرانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مطلق نبوت نہیں اٹھائی گئی۔ محض تشریحی نبوت ختم ہوئی ہے۔ اور آنحضرت ﷺ کے قول مبارک لا نبی بعدی و لا رسول سے مراد صرف یہ ہے کہ میرے بعد کوئی ایسا نبی نہیں جو نئی شریعت لے کر آئے (الیواقیت والجبواہر جلد ۲ صفحہ ۲۳)۔

جواب:- جس کتاب الیواقیت والجبواہر کا آپ نے حوالہ دیا ہے اس کی عبارت سے پہلے کیا تھا اور بعد میں کیا تھا۔ ہم سب کچھ نقل کرتے ہیں پھر آپ اپنے ضمیر کی عدالت میں کھڑے ہو کر اسے جواب دینا کہ آپ نے یہ خیانت کیوں فرمائی؟ آپ نے جو عبارت نقل کی ہے اس سے پہلے یہ تھا: وحی کا دروازہ ہے جو محمد ﷺ کی وفات کے بعد بند ہو چکا ہے اور قیامت تک کسی کے لیے نہیں کھلے گا، لیکن اولیاء کے لیے الہام کا سلسلہ باقی ہے جس میں تشریح نہیں ہوتی۔ اگر جبریل علیہ السلام کے ذریعے وحی کا سلسلہ باقی ہوتا تو عیسیٰ علیہ السلام نزول کے بعد شریعت محمدی کے مطابق فیصلہ نہ کرتے بلکہ جبریل کی لائی ہوئی وحی کے ذریعے فیصلہ کرتے۔

امام شعرانی کی اصل عربی عبارت اس طرح ہے ہذا باب اغلق بعد موت محمد ﷺ فلا یفتح لاحد الی یوم القیامۃ ولكن بقی للالیاء وحی الالہام الذی لا تشریع فیہ الخ (الیواقیت والجبواہر جلد ۲ صفحہ ۳۷)۔

یہ فرما رہے ہیں کہ اب وحی کا دروازہ قیامت تک کے لیے بند ہے جب کہ آپ کے مرزا صاحب پانچ جلدوں میں اپنی وحی کی کتاب براہین احمدیہ اٹھائے پھرتے ہیں۔ امام شعرانی فرما رہے ہیں کہ وحی نہیں بلکہ الہام جاری رہیں گے۔ بتائیے وحی کئی نفی اور الہام کا اثبات کیا بتا رہا ہے؟ امام شعرانی فرما رہے ہیں کہ جن لوگوں کو الہام ہوگا وہ اولیاء ہوں گے۔ بتائیے امام

شعرانی نے انہیں نبی کیوں نہیں کہا؟ امام شعرانی فرما رہے ہیں کہ ان اولیاء کے الہام میں شریعت نہیں ہوگی۔ بتائیے تشریح کا معنی کیا ہوا؟ آپ نے تشریح نبی سے صاحب کتاب ہونے کا جو فراڈ چلا رکھا ہے وہ کچلا گیا کہ نہیں؟ تشریح سے مراد نبوت والی وحی ثابت ہوگئی کہ نہیں خواہ اس کا تعلق نبی شریعت سے ہو یا اسی شریعت کی وضاحت ہو؟

آپ نے جو امام شعرانی کی عبارت نقل کی ہے، اب دیکھئے کہ اس کے بعد انہوں نے کیا لکھا تھا جسے آپ نے ہڑپ کر لیا۔ فرماتے ہیں:

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ العزیز فرمایا کرتے تھے کہ انبیاء کو نبوت کا نام دیا گیا ہے اور ہمیں لقب، یعنی نبی کا نام ہم سے بنا دیا گیا ہے، اگرچہ اللہ تعالیٰ ہمیں باطنی طور پر اپنے کلام اور اپنے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کلام کے معانی بتاتا ہے۔ ایسے مقام کے لوگوں کو انبیاء کی بجائے اولیاء کا نام دیا گیا ہے۔ حجر علینا اسم النبی مع ان الحق یخبرنا فی سرائرنا بمعانی کلامہ و کلام رسولہ صلی اللہ علیہ وسلم و یسمی صاحب هذا المقام من انبیاء : الاولیاء الخ (الیواقیت والجوہر جلد ۲ صفحہ ۳۷۷)۔

بتائیے آپ نے یہ سب باتیں کیوں چھپائیں؟ اس سے بھی آگے پڑجیے۔ امام شعرانی علیہ الرحمہ اسی سے آگے ایک سوال اٹھا کر خود ہی اس کا جواب دیتے ہیں۔

سوال:- ما الحكم فی تشريع المجتهدین؟ یعنی اجتہاد کرنے والے علماء کی تشریح کے بارے میں کیا حکم ہے؟

جواب:- ان المجتهدین من لم یشرعوا شیئا من عند انفسهم و انما شرعوا ما اقتضاه نظرهم فی الاحکام فقط الخ یعنی مجتہدین نے اپنے پاس سے کسی چیز کو شریعت میں داخل نہیں کیا بلکہ ان کا اجتہاد قرآن و سنت کے احکام کی روشنی میں ہے (حاصل الیواقیت والجوہر جلد ۲ صفحہ ۳۷۷)۔

امام شعرانی علیہ الرحمہ کے سوال جواب کی اس عبارت کو بار بار پڑھیے۔ خصوصاً قادیانی عوام سے درخواست ہے کہ اس پر اچھی طرح غور کریں۔ آپ کے پیشوا جو فراڈ آپ کو لگا رہے ہیں آپ خود اسے سمجھ جائیں گے۔ اس عبارت میں مجتہدین کے اجتہاد کو بھی تشریح کہا گیا ہے۔ جس سے صاف واضح ہو گیا کہ تشریح سے مراد قرآن کے مقابلے پر نبی کتاب نہیں ہوتی بلکہ تشریح سے مراد شریعت کی وضاحت کرنا ہوتی ہے اور یہ وضاحت وحی اور نبوت کے ذریعے کرنا بند ہے اور اجتہاد والہام کے ذریعے کرنا جاری ہے۔ قادیانی جہاں کہیں بھی تشریح کا لفظ پکڑ لیتے ہیں ہر جگہ تشریح سے علماء کی یہی مراد ہوتی ہے۔ ہمارے اس پیرا گراف نے قادیانیت کے اس فریب کو دفن کر کے رکھ دیا ہے اور صوفیاء کی بات صوفیاء ہی کی زبان سے واضح کر دی گئی ہے۔

آپ نے علماء کی جتنی بھی عبارتیں پیش کی ہیں ان میں آپ نے اسی لفظ سے دھوکا دیا ہے اور اس ایک لفظ کی وضاحت آ

جانے کے بعد اصولی طور پر آپ کی تمام عبارات کی تردید ہوگئی ہے۔

قادیانی سوال:- حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ کے اس قول لائمی بعدی سے ہمیں یہ معلوم ہوا ہے کہ جو نبوت اور رسالت ختم ہوگئی ہے وہ حضور ﷺ کے نزدیک نئی شریعت والی نبوت ہے (قرۃ العین صفحہ ۳۱۹)۔

جواب:- حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت میں نئی شریعت والی نبوت کا لفظ موجود نہیں ہے اور آپ نے حوالہ نقل کرنے میں بددیانتی سے کام لیا ہے۔ شاہ صاحب کی اصل عبارت اس طرح ہے:

فعلمنا بقوله عليه الصلوة والسلام لا نبی بعدی ولا رسول ان النبوة قد انقطعت و الرسالة ، انما يريد بها التشريع ، فلما كانت النبوة اشرف مرتبه و اكملها ، ينتهى اليها من اصطفاها الله سبحانه تعالى من عباده ، علمنا ان التشريع فى النبوة امر عارض بكون عيسى عليه السلام ينزل فينا حكما من غير تشريع وهو نبى بلا شك و خفيت مرتبة النبوة فى الحق بانقطاع بالتشريع ليعنى هم نے آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے فرمان لائمی بعدی ولا رسول سے جان لیا کہ نبوت اور رسالت منقطع ہو چکی ہے۔ اس سے مراد تشریع ہے۔ جب کہ نبوت اس کا اشرف و اکمل مرتبہ ہے، اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے چنے ہوئے بندے ہی اس تک پہنچتے ہیں، ہمیں معلوم ہو گیا کہ نبوت میں تشریع ایک عارضی امر ہے، عیسیٰ علیہ السلام کے ہم میں تشریع کے بغیر نازل ہو کر فیصلہ کرنے سے، حالانکہ وہ بلاشبہ نبی ہیں، اور تشریع کے منقطع ہو جانے کی وجہ سے ان کا مرتبہ نبوت پوشیدہ ہو گیا (قرۃ العین صفحہ ۳۱۹)۔

حضرت شاہ صاحب علیہ الرحمۃ کی عبارت کو بار بار پڑھیے۔ اگر تشریع سے مراد نئی شریعت والی نبوت ہو تو شاہ صاحب کی عبارت ”جب کہ نبوت اس کا اشرف و اکمل مرتبہ ہے“ بے معنی ہو جائے گی۔ واضح ہو گیا کہ یہاں فی التشریع سے مراد ”شرعی معنی میں“ ہے۔ لغوی اعتبار سے نبأ سے خبر دینا ہوتا ہے اور رسول سے مراد پیغام پہنچانے والا ہوتا ہے، اور شرعی معنی میں نبی اور رسول سے مراد اللہ کا چنا ہوا نبی اور رسول ہوتا ہے۔

یہ بھی واضح ہو گیا کہ شاہ صاحب نے یہ بات حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کے پیش نظر فرمائی ہے۔

قادیانی سوال:- حضرت حافظ برخوردار صاحب لکھتے ہیں کہ: اس حدیث کے معنی یہ ہیں کہ میرے بعد کوئی ایسا نبی نہیں جو نئی شریعت لے کر آئے، ہاں اللہ چاہے انبیاء، اولیاء میں سے (حاشیہ نیر اس از برخوردار صفحہ ۴۳۵)۔

جواب:-

(۱) حافظ برخوردار صاحب کی عبارت کا جس طرح آپ نے ترجمہ کیا ہے اس سے ظاہر ہو رہا ہے کہ نبی کریم ﷺ کے بعد نئی شریعت والا نبی بھی آ سکتا ہے۔ تشریع کی نفی کے بعد ہاں مگر اللہ جسے چاہے کا یہی مطلب بنے گا۔ اب یہ مصیبت کس پر

پڑی؟

(۲)۔ عبارت کا صحیح مطلب یہ ہے کہ شرعی معنی میں نبی نہیں آ سکتا اور یہاں منقطع ہے۔

(۳)۔ آپ نے اس عبارت کا ترجمہ کرنے میں بددیانتی بھی کی ہے۔ اصل عبارت اس طرح ہے۔

والمعنى لا نبى بعدى التشريع بعدى الا ما شاء الله من انبياء الاولياء ان الحق سبحانه يخبرهم فى سرائرهم بمعانى كلامه وقد كان الشيخ عبدالقادر الجيلانى ، يقول اوتى الانبياء اسم النبوة و اوتينا اللقب اى حجر علينا اسم النبى مع ان الحق سوى يخبرنا فى سرائرنا بمعانى كلامه و كلام رسوله صلى الله عليه وسلم و يسمى صاحب هذا المقام من انبياء الاولياء

ترجمہ: لائى بعدى سے مراد آپ کے بعد تشریع کا نہ ہونا ہے، سوائے اس کے جو اللہ چاہے اولیاء کے نبیوں میں سے۔ بے شک اللہ تعالیٰ انہیں خفیہ طور پر اپنے کلام کے معانی بتاتا ہے..... حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی فرماتے تھے کہ نبیوں کو نبوت کا نام دیا گیا ہے اور ہمیں لقب یعنی ہم سے نبی کا نام ہٹالیا گیا ہے، باوجودیکہ اللہ تعالیٰ ہمیں خفیہ طور پر اپنے کلام کے معانی اور اپنے ﷺ کے کلام کے معانی بتاتا ہے۔ اس مقام والے کا نام ولایت کا نبی ہے (حاشیہ بر خوردار صفحہ ۴۳۵)۔

غور کیجیے، الفاظ تھے: من انبياء الاولياء آپ نے اسے قرار دیا ہے من الانبياء والاولياء۔ بتائیے آپ نے انبیاء پر ال کیوں لگایا؟ اور انبیاء کو اولیاء کی طرف مضاف کیا گیا تھا مگر آپ نے ان کے درمیان عطف کیوں بنایا؟ انبیاء الاولیاء سے مراد ہے وہ اولیاء جو روحانی طور پر مرتبہ نبوت کو پہنچ جائیں۔ جیسا کہ حدیث میں ہے کہ اللہ کے بندے ایسے بھی ہیں جو نہ تو نبی ہیں اور نہ ہی شہید مگر قیامت کے دن نبی اور شہید بھی ان کا مرتبہ دیکھ کر رشک کریں گے ان من عباد الله لانس ما هم بانبياء ولا الشهداء يغبطهم الانبياء والشهداء يوم القيامة بمكانتهم عند الله (ابوداؤد)۔

بتائیے آپ نے یہ بددیانتی کیوں کی؟

(۴)۔ اس سے آگے اس بات کی وضاحت بھی موجود ہے کہ انبیاء الاولیاء سے کیا مراد ہے؟ حضور غوث اعظم فرما رہے ہیں کہ ہم لوگ انبیاء الاولیاء ہیں۔ ویسمی صاحب هذا المقام من انبياء الاولياء

بتائیے آپ نے یہ اگلی عبارت نقل کیوں نہ کی اور حق کو واضح کیوں نہ ہونے دیا؟ کیا سیدنا غوث اعظم قدس سرہ کے یہ الفاظ نبوت کا دعویٰ ہیں؟ معاذ اللہ۔ کیا آپ حضور غوث اعظم کو نبی مانتے ہیں؟

قادیانی سوال:- حضرت محی الدین ابن عربی فرماتے ہیں کہ: قول رسول کی رسالت اور نبوت منقطع ہو گئی ہے۔ میرے بعد نہ کوئی رسول ہے نہ کوئی نبی، سے مراد یہ ہے کہ اب ایسا نبی نہیں ہوگا جو میری شریعت کے مخالف شریعت پر ہو۔ بلکہ جب کبھی کوئی نبی ہوگا تو وہ میری شریعت کے حکم کے ماتحت ہوگا (فتوحات مکیہ جلد ۲ صفحہ ۳)۔

جواب :- حضرت ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ بات حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کے پیش نظر فرمائی ہے۔ چنانچہ اس عبارت کے اگلے الفاظ یہ ہیں جنہیں آپ نے ضم کر لیا ہے: لہٰذا لا خلاف ان عیسیٰ علیہ السلام نبی و رسول و انه لا خلاف انه ينزل في آخر الزمان یعنی اس میں کوئی اختلاف نہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام نبی اور رسول ہیں اور اس میں بھی کوئی اختلاف نہیں کہ وہ آخری زمانے میں نازل ہوں گے (فتوحات مکیہ جلد ۲ صفحہ ۶)۔

فرمائیے! آپ نے مکمل عبارت نقل کیوں نہیں کی؟ اس لیے کہ نزول مسیح علیہ السلام کی بات نقل کرنے سے مرزا صاحب کا بستر گول ہو رہا تھا۔

حضرت ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ اسی صفحے پر مزید لکھتے ہیں: و كذلك كان هارون ، فسد دنا باب اطلاق لفظ النبوة على هذا المقام مع تحققه لئلا يتخيل متخيل ان المطلق لهذا اللفظ يريد نبوة التشريع فيغلط یعنی یہی معاملہ حضرت ہارون علیہ السلام کا بھی ہے۔ بس ہم نے مرتبے کے تحقق کے باوجود اس مقام پر نبوت کے لفظ کو استعمال کرنے کا دروازہ بند کر دیا ہے، تاکہ خیال کرنے والا اس لفظ کو استعمال ہوتا ہوا دیکھ کر تشریحی نبوت نہ سمجھ بیٹھے اور غلطی نہ کھائے (فتوحات مکیہ جلد ۲ صفحہ ۶)۔

بتائیے آپ نے شیخ اکبر کی یہ عبارت کیوں چھپائی؟ اور کیا شیخ اکبر علیہ الرحمت نے اس عبارت میں قادیانی مذہب کی دجیاں بکھیر دی ہیں کہ نہیں؟

قادیانی سوال :- حضرت ملا علی قاری لکھتے ہیں کہ: خاتم النبیین کے معنی یہ ہیں کہ آنحضرت ﷺ کے بعد کوئی ایسا نبی نہیں آ سکتا جو آپ ﷺ کے دین کو منسوخ کرے اور آپ کا امتی نہ ہو (الموضعات الکبریٰ صفحہ ۲۹۲)۔

جواب :- یہاں بھی آپ نے اپنی روایتی بددیانتی کا ثبوت دیا ہے۔ موضوعات کبیرہ میں بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پیش نظر یہ بات لکھی گئی ہے اور حضرت ملا علی قاری علیہ الرحمۃ خود لکھتے ہیں کہ دعویٰ النبوة بعد نبینا صلی اللہ علیہ وسلم کفر بالاجماع یعنی ہمارے نبی ﷺ کے بعد نبوت کا دعویٰ کرنا بالاجماع کفر ہے (شرح فقہ اکبر صفحہ ۱۶۲)۔

اس عبارت پر غور کیجیے۔ ملا علی قاری علیہ الرحمۃ نبوت کا دعویٰ کرنے کی بات کر رہے ہیں اور اسے کفر قرار دے رہے ہیں اور اس کے کفر ہونے پر اجماع نقل کر رہے ہیں اور نبوت کی کوئی قسمیں بیان نہیں کر رہے جن میں سے کسی کا دعویٰ جائز اور کسی کا ناجائز ہو۔

باقی عبارتوں کا جواب

اہم علماء کی عبارتوں کی وضاحت ہم نے کر دی ہے اور قادیانیوں کا فریب ہم نے قدم قدم پر ظاہر کر دیا ہے۔ باقی علماء ایسے ہیں جن میں کوئی عالم فرقہ مہمدیہ کا پیشوا ہے اور کوئی خارجہ کا پیشوا۔ اور جو صحیح العقیدہ ہیں ان میں بعض کی عبارات آپ

نے ادھوری نقل کر دی ہیں۔ ہمارے پاس فرقہ مہدویہ کے پیشوا کی کتاب موجود نہیں، عین ممکن ہے آپ نے وہاں بھی یہی ڈنڈی ماری ہو۔ بعض علماء نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام، حضرت خضر علیہ السلام اور حضرت الیاس علیہ السلام کے پیش نظر ایسا لکھا ہے اور آپ نے انکی عبارات نقل کرنے میں خیانت سے کام لیا۔

باقی رہا بانی دارالعلوم دیوبند محمد قاسم نانوتوی صاحب کا بیان، تو گزارش ہے کہ اس بیان پر عین اسی دور میں مجدد وقت حضرت مولانا شاہ احمد رضا خان بریلوی علیہ الرحمہ نے کفر کا فتویٰ لگا دیا تھا اور اس پر مکہ و مدینہ کے ۳۲ علماء نے دستخط کر دیے تھے۔ اس فتویٰ کا نام حسام الحرمین ہے۔ اس فتوے میں نانوتوی صاحب کے ساتھ مرزا غلام احمد قادیانی کا نام بھی کفار کی فہرست میں موجود ہے۔ یہ وضاحت بھی آپ کو کرنا پڑے گی کہ آپ نے نانوتوی کا بیان شائع کر دیا مگر ان پر کفر کا فتویٰ کیوں شائع نہیں کیا اور علماء اسلام و حرمین کا نانوتوی صاحب اور قادیانی صاحب کو ایک ہی صف میں کھڑا کر دینا کیوں چھپایا؟

آپ نے اپنے سوالنامہ میں صحابہ کا لفظ لکھا ہے جبکہ تفصیل دیتے وقت کسی ایک صحابی کا قول بھی نقل نہیں کیا۔ صرف ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا قول پیش کیا ہے اور اسے بھی نقل کرنے میں دیانت داری سے کام نہیں لیا۔ جب کہ ام المومنین صحابہ کو نہیں کہتے بلکہ وہ محض اکیلی صحابیہ ہیں رضی اللہ عنہا۔

حرفِ آخر

صاحب شریعت، تشریحی اور غیر تشریحی میں فرق:

صاحب شریعت نبی سے مراد ہے نبی شریعت لے کر آنے والا نبی۔ اسی کو عام طور پر رسول بھی کہتے ہیں۔ جب کہ تشریحی نبی سے مراد نبی اور رسول دونوں ہوتے ہیں۔ یہ سب اپنی نبوت یا رسالت کا اعلان کرتے ہیں اور ان پر وحی نازل ہوتی ہے اور ان کی نبوت اور رسالت کا انکار کفر ہوتا ہے۔

غیر تشریحی سے مراد اولیاء ہوتے ہیں جن میں نبوت کے کمالات اور اس کی استعداد موجود ہوتی ہے مگر ختم نبوت کے پیش نظر انہیں نبوت کا اعلان کرنے کی اجازت نہیں۔ جیسے چاروں خلفائے راشدین۔ ان میں وہ سابقہ انبیاء بھی شامل ہیں جو اس وقت زندہ ہیں اور دنیا میں ہمارے نبی کریم ﷺ کی نبوت کے ماتحت ہیں یا ہوں گے۔ جیسے حضرت خضر علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام۔

یہ علماء و صوفیاء علیہم الرضوان کی خاص اصطلاحات ہیں جنہیں سمجھنے میں قادیانیوں کو سخت دھوکا لگا ہے۔ چنانچہ قادیانیوں کے سوالات کے جوابات پڑھ کر آپ نے سمجھ لیا ہوگا کہ ہم نے بالکل حق بات لکھی ہے اور قادیانیوں نے ہر عبارت میں یہی غلطی کھائی ہے یا پھر عبارات ادھوری نکل کر کے بددیانتی کا مظاہرہ بھی کیا ہے۔

قادیانی حضرات سے چند سوالات

قاضی محمد حفیظ اللہ (ایم اے)

۱۹۳۶ میں میٹرک کا امتحان پاس کر کے میں لاہور آ گیا۔ میرے ایک دوست محمد انور خان ہیں جو بڑے مخلص اور بلند پایہ انسان ہیں۔ ان کے پھوپھا خواجہ محمد صدیق ہوا کرتے تھے جو قادیانی ہو گئے تھے۔ وہ ریلوے میں ملازم تھے اور ریلوے سٹیشن کے پاس ریلوے کوٹروں میں رہا کرتے تھے۔ خواجہ صاحب شطرنج کے بہت اچھے کھلاڑی تھے۔ خواجہ صاحب کے ایک دوست ڈاکٹر عبید اللہ ہومیو پیتھ تھے جو مرزا غلام احمد قادیانی کے مرید تھے اور ان کی صحبت نے خواجہ صاحب کو قادیانی کر لیا تھا۔ ڈاکٹر صاحب بھی شطرنج کے کھلاڑی تھے۔ میں بھی شطرنج کا شائق تھا کبھی کبھی چھٹی کے روز میں خواجہ صاحب کے ہاں شطرنج کھیلنے چلا جاتا۔ ڈاکٹر صاحب تو قریباً روزانہ وہاں آیا کرتے تھے۔ ڈاکٹر صاحب سے بھی میری جان پہچان ہو گئی۔

میں دین سے بالکل کورا تھا۔ ڈاکٹر صاحب نے کچھ عرصہ بعد بڑی شفقت و محبت سے دھیمے لہجے میں مجھے قادیانیت کی تبلیغ شروع کر دی اور مرزا غلام احمد کی تعنیفات مجھے پڑھنے کے لیے دیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کا مجھ پر بڑا احسان ہے کہ جب تک میرے دل و دماغ گواہی نہ دیں میں کسی بات کو تسلیم نہیں کرتا۔ دین کا علم نہ ہونے کی وجہ سے میں ڈاکٹر صاحب کے بعض دلائل کے سامنے عاجز آ جاتا۔ چنانچہ میں نے احمدی لٹریچر پڑھنے کے ساتھ ساتھ دین کا مطالعہ بھی شروع کر دیا۔ مرزا کی تعنیفات پڑھنے میں، میں نے ایک بات محسوس کی کہ مرزا کی تحریر بھول بھلیوں کا پتھر ہوتا ہے جس میں وَقُولُوا قَوْلًا مَّسْدِيذًا (احزاب ۷) والی کوئی بات نہیں ہوتی۔ اگر آدمی دین کے علم کے بغیر اس میں گھس جائے تو اس کو باہر کا راستہ ملنا دشوار ہو جاتا ہے۔

عالم ۱۹۳۸ء کی بات ہے والد صاحب بھور شریف جانے کی تیاری کر رہے تھے میں نے ان سے پوچھا آپ بھور شریف کیا لینے جاتے ہیں انہوں نے کہا کہ وہ تلاش حق میں اودھ کے ایک بہت بڑے بزرگ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو انہوں نے کہا: ”تمہارا حصہ تو شمالی ہندوستان کے روحانی بادشاہ بھور شریف میں عرصہ سے انتظار کر رہے ہیں جاؤ تمہارا حصہ ان کے پاس ہے ان کی خدمت میں حاضر ہوؤ۔“ چنانچہ والد صاحب اودھ سے واپس بھور شریف پہنچے جہاں فقیر فتح محمد نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ کا فیض عام جاری تھا اور جن کی روحانیت کی ضیا پاشیوں سے بھور شریف بقیع نور بنا ہوا تھا۔ فقیر صاحب نے والد صاحب کو حلقہ ارادت میں داخل کرتے ہوئے فرمایا: ”معراج دین تم نے بہت انتظار کروایا“ فقیر صاحب کے حلقہ ارادت

میں داخل ہونے کے بعد ان پر حب الہی کا شدید غلبہ ہوا اور بے مشق سخن جاری اور چکی کی مشقت بھی کے مصداق دفتر میں کام کرتے ہوئے بھی ان کی زندگی کا کوئی لمحہ بھی یاد خدا سے خالی نہ رہتا۔ انکی عبادت کے متعلق میری سوتیلی والدہ مرحومہ کی ایک بات بس کرتی ہے۔ ۱۹۶۵ء میں ان کی وفات پر والدہ صاحبہ مرحومہ نے بتایا! ”بیٹا میں تمہارے باپ کے گھر ۱۹۴۴ء میں آئی تھی۔ شب عروسی سے لے کر ان پر فالج گرنے تک میں نے تمہارے باپ کو رات بارہ بجے کے بعد جائے نماز پر ہی دیکھا۔“

میں نے ایک روز والد صاحب سے ڈاکٹر عبید اللہ کا ذکر کیا اور کہا یہ قادیانی لوگ تو بہت اچھے ہوتے ہیں۔ آپ قادیانی کیوں نہیں ہوئے؟ حالانکہ ہماری برادری کے بابا میراں بخش قادیانی ہو چکے ہیں۔ وہ مسکرائے اور کہنے لگے کہ مجھے بھی چچا میراں بخش نے قادیانی ہونے کی دعوت دی تھی۔ ہوا یوں کہ تمہاری والدہ کی وفات سے پہلے میرے چھوٹے بھائی عین عنوان شباب میں فوت ہو گئے پھر تمہاری والدہ فوت ہو گئیں اسکے آٹھ یوم بعد تمہارا نوزائیدہ بھائی محمد حنیف فوت ہو گیا۔ اس کے بعد تم سے بڑی بہن فوت ہو گئی ان پے در پے اموات نے میرے دل و دماغ کو جھنجھوڑ کر رکھ دیا اور مجھے دائیں بازو کا فالج ہو گیا۔ چچا میراں بخش نے مجھے کہا کہ جب تک خلیفۃ المسیح کے پاس نہیں جاؤں گے آرام نہیں آئے گا۔ میں رات کو سویا تو کیا دیکھتا ہوں کہ میں ایک روشن سڑک پر جا رہا ہوں کہ ایک دم چٹیل نے جھپٹا مارا جس سے سڑک پر ایک آدھ سیکنڈ کے لیے اندھیرا چھا گیا اس کے بعد سڑک پھر روشن ہو گئی میں سمجھ گیا کہ یہ چٹیل چچا میراں بخش کی دعوت احمدیت تھی۔

دسمبر کا مہینہ تھا میں فقیر صاحب کی خدمت میں بھور شریف پہنچا اور اپنی کیفیت بیان کی عشاء کی نماز کے بعد حضور نے اپنی مٹی کی کٹیا میں مجھے طلب فرمایا۔ گھڑے میں سے ایک پیالہ پانی لے کر اس پر دم کر کے مجھے دیکر فرمایا! ”آدھا پانی پی لو اور آدھا بازو پر مل لو۔ میں کچھ شب تمہارے لیے دعا کروں گا۔“ میں پانی لے کر اپنے کمرہ میں آ گیا۔ پانی تھا کہ کھلی ہوئی برف اوپر سے شدید سردی کا موسم۔ میں نے آدھا پانی پی لیا اور آدھا بازو پر مل کر سو گیا۔ رات کو خواب میں دیکھا کہ انگڑائی لے رہا ہوں۔ انگڑائی لینے میں میری آنکھ کھل گئی۔ سحری کا وقت تھا میں نے دیکھا کہ میں واقعی دونوں بازو اوپر کیے ہوئے انگڑائی لے رہا ہوں میرا فالج زدہ بازو بھگت اللہ تندرست ہو چکا تھا۔ فقیر صاحب صبح آٹھ بجے کے قریب اپنے وظائف سے فارغ ہوتے تھے میں حاضر ہو کر قدموں میں گر پڑا آپ نے صرف اتنا فرمایا کہ! ”قربان جاؤں اس ذات پر جس نے مجھے تمہارے سامنے سرخو کیا ہے۔“ واپسی پر میں نے چچا میراں بخش کو بتایا کہ اللہ تعالیٰ عزوجل نے میرے مرشد کی دعا و برکت سے مجھے صحت دے دی ہے اس پر چچا میراں میراں بخش اپنا سامنے لے کر رہ گئے۔ بیٹا مرزا غلام احمد ایک کاذب مدعی نبوت ہے۔ اسکو توجہ دینے کی کوئی ضرورت نہیں۔ اپنی عادت سے مجبور میں نے مرزا صاحب کی کتب لے کر اور زور شور سے پڑھنا شروع کر دیں اور اپنے نوٹس لیتا گیا۔ والد صاحب مرحوم کا واقعہ دوسرا تھا جو میرے ذہن پر احمدیت کے خلاف قائم ہوا۔

۱۹۴۰ء کی بات ہے کہ میں ڈاکٹر عبید اللہ کی دوکان پر گیا میں ان سے مرزا صاحب کے چند الہامات کی وضاحت

پوچھ رہا تھا کہ میں نے دیکھا کہ ڈاکٹر صاحب کسی اور طرف متوجہ ہیں۔ میں نے باہر سڑک پر دیکھا تو وہاں ایک خوبصورت لڑکا کھڑا تھا جس کے نظارہ دید میں ڈاکٹر صاحب دنیا و مافیہا سے غافل ہو چکے تھے میں ڈاکٹر صاحب کے چہرے کے مدو جڈر دیکھتا رہا اور ڈاکٹر صاحب اس لڑکے کو۔ جب وہ لڑکا وہاں سے چل دیا تو ڈاکٹر صاحب یکدم چونکے اور قدرے شرمساری سے میری طرف متوجہ ہو کر فرمایا: ”ہر شخص کی کوئی نہ کوئی کمزوری ہوتی ہے۔“ میں نے اس دن جانا کہ زنا بالعمین کیا ہوتا ہے اور ڈاکٹر صاحب سے کہا کہ میں مسیح موعود کے الہامات کی آپ سے وضاحت چاہ رہا تھا یکدم آپ کی عدم توجہ دیکھ کر میں نے سوچا کہ آخر ایسی کوئی بات ہے جو آپ کے نزدیک مسیح موعود کے الہامات سے بھی زیادہ اہمیت رکھتی ہے جب آپ کی نگاہیں اس خوبصورت لڑکے پر گڑھی ہوئی دیکھیں تو کیا آپ جانتے ہیں کہ میری سوچ کس رخ پر چل نکلی سنیے!

اس وقت آپ کی عمر کم از کم پچاس برس ہوگی۔ اس عمر میں نفسانیت اور خواہشات کے بھکڑست پڑ جاتے ہیں مجھے آپ کی کمزوری سے کچھ واسطہ نہیں میں تو یہ سوچ رہا ہوں کہ جس وقت میں آپ سے مسیح موعود کے الہامات کا ذکر خیر کر رہا تھا اس وقت آپ سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر ایک خوبصورت لڑکے کی لذت نظارہ میں اس قدر محو ہو گئے کہ آپ کو دنیا و جہان کا ہوش نہ رہا۔ آپ اسے دیکھتے رہے اور میں آپ کے چہرے پر مدو جزر۔ میں سوچتا ہوں کہ جس صحابیت نے آپ کو اس عمر تک قلب و نظر کی پاکیزگی سے سرفراز نہیں کیا اس کی نبوت مجھ جیسے ظلم شباب کی ہوشربائیوں کے نو گرفتار کو کیا دے گی۔ میری ڈاکٹر صاحب سے یہ آخری مذہبی بات چیت تھی جس نے میرے ذہن پر قادیانیت کے خلاف تیسرا نہایت گہرا اثر چھوڑا۔

قادیانی لٹریچر کے مطالعہ کے بعد جو سوالات میرے ذہن میں ابھرے اور آج تک جواب طلب ہیں وہ پیش خدمت ہیں۔

سوال نمبر ۱:

اشھارویں اور انیسویں صدی میں یورپ کے جن اہل علم حکماء اور سائنسدانوں نے افکار و نظریات کی دنیا میں ایک تہلکہ مچا دیا ان میں مندرجہ ذیل لوگ تھے۔

کانت (۱۷۲۴ء تا ۱۸۰۴ء)

ہیگل (۱۷۷۰ء تا ۱۸۳۱ء)

ڈارون (۱۸۰۹ء تا ۱۸۸۲ء)

مارکس (۱۸۱۸ء تا ۱۸۸۳ء)

فرائڈ (۱۸۵۶ء تا ۱۹۳۹ء)

آئن سٹائن (۱۸۷۹ء تا ۱۹۵۵ء)

مرزا غلام احمد قادیانی ۱۸۳۹ء میں پیدا ہوئے اور ۱۹۰۸ء میں وفات پا گئے۔ اس طرح ڈارون، مارکس، فرانڈ، اور آئن سٹائن کے ہم عصروں میں سے تھے۔

ڈارون، مارکس اور فرانڈ کے نظریات اور فلسفوں نے ایک دنیا کو اللہ تعالیٰ سے برگزشتہ کر دیا اور مارکس کے فلسفہ نے تو خاص کر اللہ تعالیٰ عزوجل کی ذات کو دنیا سے نکال دیا۔ مارکس کی کتاب سرمایہ capitalism جو اشتیالیٹ communism کی الہامی کتاب ہے پہلی بار ۱۸۶۷ء میں چھپی اور دنیا میں پھیل گئی۔ دوسری بار یہ کتاب ۱۸۷۳ء میں چھپی اور مشتہر ہو گئی۔ مرزا غلام احمد انجمنی نے اپنی کتاب ”براہین احمدیہ“ جس پر انہوں نے بعد ازاں اپنی نبوت کی بنیاد رکھی ۱۸۸۰ء سے ۱۸۸۳ء تک لکھی یعنی سرمایہ کے دوسری بار چھپنے کے سات سال بعد شروع کی اور چار سال تک لکھتے رہے۔ سرمایہ کے مطالعہ نے بڑے بڑے مسلمان علماء و حکماء کو بھی ہلا کر رکھ دیا۔ حتیٰ کہ اقبال جیسے بلند پایا فلسفی بھی مارکس کے متعلق یہ کہے بغیر نہ رہ سکے ”نیست پیغمبر و لے وارد کتاب“ اس سے اہل علم اور صاحب نظر لوگوں کے نزدیک ”سرمایہ“ کی اہمیت کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

مرزا غلام احمد صاحب ۱۹۰۸ء میں وفات پا گئے اور جس سلطنت برطانیہ کے لیے وہ بارگاہ الہی میں عمر بھر دعائیں کرتے رہے وہ بھی ان کے مرنے کے دو سو یا چار سو سال بعد نہیں بلکہ صرف ۳۹ سال بعد ہندوستان سے اپنا بوریا ستر لپیٹ کر چلتی بنی۔ اب ذرا مرزا صاحب کے مندرجہ ذیل الہامات ملاحظہ فرمائیں!

اے مرزا تو مجھ سے میری اولاد جیسا ہے (اربعین)

جان لو اللہ کا فضل میرے ساتھ ہے اور اللہ کی روح میرے نفس میں بولتی ہے۔ (انجام آتھم)

مجھے رب فعال کی طرف سے مارنے اور زندہ کرنے کی صفت دی گئی ہے۔ (خطبہ الہامیہ)

اے مرزا تیری شان یہ ہے کہ تو جس چیز کو کہہ دے ہو جاوہ ہو جاتی ہے۔ (حقیقت الوحی)

پہلی بات تو یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے مرزا صاحب کو زندگی اور موت اور کن فیکون کے اختیارات دیئے تھے تو ان کو اللہ تعالیٰ سے دعا کرنے کی ضرورت ہی کیا تھی، بس خود ہی کہہ دیجئے ”سلطنت برطانیہ تا قیامت پائندہ باد“ اور سلطنت برطانیہ کو اپنی بساط لپیٹنے کی نوبت ہی نہ آتی۔ لیکن اگر اپنی عبودیت کے اظہار کے لیے وہ عمر بھر سلطنت برطانیہ کے لیے دعا کرتے ہی رہے تو یہ کیسی نبوت اور کیسی دعا تھی کہ ادھر گئے مرزا صاحب اور ادھر گئی سلطنت برطانیہ۔ موت و زندگی اور کن فیکون کے اختیارات دھرے کے دھرے رہ گئے۔

مرزا صاحب ۱۹۰۸ء میں فوت ہو گئے اور ان کی وفات کے ۹ اور صرف ۹ سال بعد یعنی ۱۹۱۷ء میں لینن نے روس میں انقلاب اشتیالیٹ برپا کر کے خدا کے انکار پر ایک پوری سلطنت قائم کر دی اور اب اشتیالیٹ کا یہ سیلاب آدھی دنیا سے زیادہ کو ہڑپ کر چکا ہے۔ چند دن پہلے تک یہ سیلاب البانیا، لیبیا، یمن، شام، عراق اور افغانستان جیسے اسلامی ملکوں کو بھی اپنی

لیٹ میں لیکر ہمارے ملک کی سرحدوں سے ٹکرا رہا تھا اور لطف کی بات یہ ہے کہ مرزا صاحب کے اشتہار مورخہ ۲۱ دسمبر ۱۸۹۶ء میں مندرجہ ذیل پیش گوئی کو بھی اپنے ساتھ بھالے گیا ہے۔

”میں نے عالم کشف میں دیکھا کہ میرے محل پر غیب سے ہاتھ مارا گیا اور اس ہاتھ کے چھونے سے اس محل میں سے ایک نور ساطع نکلا جو ارد گرد پھیل گیا۔ جب ایک شخص بولا اللہ اکبر خیریت خبر اسکی تعبیر یہ ہے کہ محل سے مراد میرا دل ہے اور وہ نور قرآنی معارف ہیں خیر سے مراد تمام خراب مذہب ہیں جس میں شرک اور باطل کی طوئی ہے۔ سو مجھے بتلایا گیا کہ اس مضمون کے خوب پھیلنے کے بعد جوئے مذہبوں کا جھوٹ کھل جائے گا اور قرآنی سچائی زمین پر دن بدن پھیلتی جائے گی جب تک کہ اپنا دائرہ پورا نہ کر لے۔“

”براہین احمدیہ“ کو شروع سے لے کر آخر تک پڑھ جائیے اس میں ”سرمایہ“ کا توڑ تو کیا اس کا ذکر تک نہیں جو اس بات کا ثبوت ہے کہ مرزا صاحب کو بایں دعویٰ نبوت ”سرمایہ“ کی خبر تک نہ تھی اور نہ یہ خبر تھی کہ یہ کتاب دنیا میں ان کے مرنے کے صرف ۹ سال بعد کفر و الحاد اور مادیت کا ایسا طوفان لانے والی ہے جو طوفان نوح کو بھی پیچھے چھوڑ دے گا۔ اس بات کو اور بھی زیادہ اہمیت حاصل ہو جاتی ہے جب ہم یہ دیکھتے ہیں کہ مرزا صاحب نے اپنی نبوت بگھارنے کے لیے آؤٹ پٹانگ پیش گوئیوں اور الہامات کی تو بھر مار کر دی جن میں ان کے دشمنوں کے ہلاک ہونے کی خبر دی جاتی لیکن دنیا پر ان کی وفات کے ہزار سال بعد نہیں بلکہ صرف ۹ سال بعد انقلاب اشتیائیت کی شکل میں اتنی بڑی آفت کے بارے میں نہ انہیں کوئی کشف ہوا نہ کوئی الہام۔ حتیٰ کہ انہیں کوئی خواب تک نہ آیا تا کہ وہ دنیا کو خبردار کر جاتے کہ عنقریب دنیا پر ایک بہت بڑا روز بد آنے والا ہے آخر کیوں؟ کیا یہی ہے نبوت کیا یہی ہے خدا کا بروز لا حول و لا قوۃ۔

سوال نمبر ۲

اللہ تعالیٰ قرآن حکیم کی سورۃ ابراہیم کی آیت نمبر ۴ میں فرماتا ہے!

”وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُولٍ إِلَّا بِلِسَانٍ قَوْمِهِ لِيُبَيِّنَ لَهُمْ۔“ ہم نے اپنا پیغام دینے کے لیے جب کوئی رسول بھیجا ہے اس نے اپنی قوم ہی کی زبان میں پیغام دیا ہے تاکہ وہ انہیں اچھی طرح کھول کر بات سمجھائے۔

موسیٰ علیہ السلام کی زبان عبرانی تھی اس لیے تو رات عبرانی میں نازل ہوئی۔ رسول اللہ ﷺ کی زبان عربی تھی اس لیے قرآن عربی زبان میں نازل ہوا۔ اب سوال یہ ہے کہ مرزا صاحب کس قوم کی طرف مبعوث ہوئے اور اس قوم کی زبان کیا تھی؟ مرزا صاحب نے قادیان میں دعویٰ نبوت کیا۔ قادیان صوبہ پنجاب کے ضلع گورداسپور میں واقع ہے۔ پنجاب والوں کی زبان پنجابی ہے اگر مرزا صاحب کی بعثت پنجابیوں کی طرف تھی تو قرآن حکیم کے مطابق ان کی ساری وحی پنجابی زبان میں ہونا چاہیے تھی۔ اس کے برعکس صورت حال یہ ہے کہ مرزا صاحب کی تصنیف شدہ ۸۰ کے قریب کتابوں میں سے ایک بھی ایسی

نہیں جو پنجابی زبان میں ہو۔

دوسری طرف اگر مرزا صاحب کے الہامات پر نظر ڈالی جائے تو ان کے الہامات عربی، اردو، فارسی، انگریزی وغیرہ میں ہیں پنجاب تو کیا دنیا بھر میں کوئی قوم ایسی نہیں جو یہ سب زبانیں ایک ساتھ بولتی ہو۔ ایک قوم کی مادری زبان صرف ایک ہی ہوتی ہے۔ مرزا صاحب فرماتے ہیں! ”زیادہ تر تعجب کی بات یہ ہے کہ بعض الہامات مجھے ان زبانوں میں ہوتے ہیں جن سے مجھے کچھ بھی واقفیت نہیں۔ جیسے انگریزی، سنسکرت یا عبرانی وغیرہ۔ (نزول المسح)“
مرزا صاحب کا ایک انگریزی الہام ملاحظہ فرمائیں!

He halts in the zila peshawar.

یہ کسی قوم کی زبان ہو یا نہ ہو کم از کم اتنا واضح ہے کہ جس خدا نے یہ الہام کیا تھا اس کو پانچویں جماعت کے طالب علم جتنی انگریزی بھی نہیں آتی تھی۔

سوال نمبر ۳

قرآن حکیم میں مسلمانوں کو حکم دیا گیا ہے! ”أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِيَ الْأَمْرِ مِنْكُمْ (ج)۔ یعنی تم خدا کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو اور تم میں سے جنہیں کچھ اختیارات سونپے جائیں ان کی اطاعت کرو۔ مرزا صاحب اس آیت کے لکھنے کے بعد تحریر فرماتے ہیں! ”اولی الامر سے مراد جسمانی طور پر بادشاہ اور روحانی طور پر امام الزماں ہے جسمانی طور پر جو شخص ہمارے مقاصد کا مخالف نہ ہو اور اس سے مذہبی فائدہ ہمیں حاصل ہو سکے وہ ہم میں سے ہے۔ اس لیے میری نصیحت اپنی جماعت کو یہی ہے کہ وہ انگریزوں کی بادشاہت کو اپنے اولی الامر میں داخل کریں اور دل کی سچائی سے ان کے مطیع رہیں۔“ (ضرورت الامام)

قرآن کریم نے تو خدا و رسول اور جماعت مومنین میں سے ان افسران ماتحت کی اطاعت کو فرض قرار دیا تھا جنہیں کچھ اختیارات تفویض کیے گئے ہوں لیکن مرزا صاحب نے بے دریغ قرآن کریم کی تحریف کر کے کفار کی اطاعت کو فرض قرار دے دیا۔ مرزا صاحب نے آیت کا صرف اتنا حصہ لیا جس کو وہ توڑ مروڑ سکتے تھے اور آیت کے اس حصے جو چھوڑ دیا جو ان کی مذکورہ تحریف قرآن کا بھانڈا بچھ چورا ہے میں پھوڑ دیتا۔ پوری آیت یہ ہے!

”يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِيَ الْأَمْرِ مِنْكُمْ فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ إِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ ذَلِكَ خَيْرٌ وَأَحْسَنُ تَأْوِيلًا (النساء: ۵۹)“

ترجمہ: اے ایمان والو اطاعت کرو اللہ کی اور اطاعت کرو رسول کی اور ان لوگوں کی جو تم میں سے صاحب امر ہوں۔ پھر اگر تمہارے درمیان کسی معاملے میں نزاع ہو جائے تو اسے اللہ اور رسول کی طرف پھیر دو۔ اگر تم واقعی اللہ اور روز آخر پر ایمان

رکتے ہو۔ یہی ایک صحیح طریق کار ہے اور انجام کے اعتبار سے بہتر ہے۔

آیت کا خط کشیدہ فقرہ مرزا صاحب کمال عیاری سے چھوڑ گئے کیونکہ یہ وہ ہڈی تھی جو ان کے حلق سے گزر نہ سکتی تھی۔ سوال یہ ہے کہ انگریز اولی الامر تھے تو ان سے نزاع کی صورت میں کس کی طرف رجوع کیا جاتا۔ ظاہر ہے کہ انگریز تو مسلمانوں کے خدا اور رسول کو مانتے نہیں تھے لہذا مسلمانوں کے خدا اور رسول کی طرف تو رجوع ہو نہیں سکتا تھا۔ قادیانی حضرات کے پاس اس کا کیا جواب ہے؟ علاوہ ازیں انگریز کو اولی الامر میں داخل کرنا قرآن حکیم کی بدترین تحریف تھی جس سے بدتر تحریف شاید یہودیوں نے بھی تورات میں نہ کی ہوگی۔

سوال نمبر ۴

بھارت دستور کے مطابق سکھ ہندوؤں کا ہی ایک فرقہ ہے۔ سکھوں کے ایک لیڈر سنت جرنیل سنگھ بھنڈرانوالہ نے سکھوں میں آزاد خالصتان کی تحریک چلائی اور اپنا ہیڈ کوارٹر دربار صاحب امرتسر کو بنا لیا جو سکھوں کا مقدس ترین مقام ہے۔ جہاں بھارتی فوج نے چڑھائی کر کے اسکی اینٹ سے اینٹ بجا دی۔ سنت جرنیل سنگھ اپنے ساتھیوں سمیت مارا گیا۔ اس کے علاوہ بہت سے سکھ مرد عورتیں اور بچے جو دربار صاحب کی یا ترا کو آئے ہوئے تھے ان کو بھی بھارتی فوج کے سوراؤں نے بھون کر رکھ دیا۔ مزید برآں سکھوں کے بزرگوں کے تبرکات جو اب تک دربار صاحب میں محفوظ چلے آ رہے تھے بھارتی فوج کی گولہ باری سے تباہ و برباد ہو گئے۔ اب سوال یہ ہے کہ اگر کل کو پاک بھارت جنگ ہو جائے اور بھارتی حکومت اندرون خانہ قادیانی حضرات کو یہ دھمکی دے کہ اگر تم نے پاکستان کے خلاف بھارت کا ساتھ نہ دیا تو قادیان میں موجود تمہارے نبی اور اسکی ذریت کی قبریں کھود کر ان کی ہڈیاں نکال کر جلادی جائیں گی اور تمہارے بپشتی مقبرہ کا نام و نشان تک مٹا دیا جائے گا تو ایسی صورت میں قادیانی حضرات کس کا ساتھ دیں گے بھارت یا پاکستان؟

☆☆☆☆

☆☆☆☆

☆☆☆☆

اجرائے نبوت پر قادیانی دلائل کا محاکمہ

پروفیسر محمد الیاس اعظمی

اجرائے نبوت سے متعلق قادیانی دلائل پر ایک نظر:

مرزائی، قادیانی لوگوں سے اجرائے نبوت سے متعلق گفتگو کرنے سے پہلے یہ بات طے کر لینا اشد ضروری ہے کہ مرزائی کس قسم کی نبوت کے قائل ہیں اس لیے کہ مرزائی مطلقاً اجرائے نبوت کے قائل نہیں بلکہ حضور سید عالم ﷺ کے بعد وہ ایک خاص قسم کی نبوت کے قائل ہیں۔ اس لیے ضروری ہے کہ پہلے ان سے اس خاص قسم کا قول کروا کر پھر اس دعویٰ کے مطابق ان سے دلیل طلب کی جائے اس لیے کہ دلیل اور دعویٰ میں مطابقت ہونا ضروری ہے۔ قادیانی عام طور پر نبوت کی تین طرح پر تقسیم کرتے ہیں۔

(۱) تشریحی نبوت (حقیقی نبوت) (۲) مستقل نبوت (جس کا تشریحی و حقیقی ہونا ضروری نہیں) [ان دونوں کا دروازہ بند ہو گیا]

(۳) ظنی یا بروزی نبوت [اس کا دروازہ کھلا ہے]

حوالہ: مرزا بشیر الدین محمود مدکورہ بالا ان تین اقسام نبوت کو یوں بیان کرتا ہے!

”میں نبیوں کی تین اقسام مانتا ہوں۔ (۱) جو شریعت لانے والے ہوں (۲) جو شریعت نہیں لائے لیکن ان کو نبوت بعد واسطہ ملتی ہے اور کام وہ پہلی اُمت کا ہی کرتے ہیں جیسے سلیمان و ذکریا اور یحییٰ علیہم السلام۔ (۳) ایک جو نہ شریعت لائے اور ان کو بلا واسطہ نبوت ملتی ہے لیکن وہ پہلے نبی کی اتباع سے نبی ہوتے ہیں۔“ (قول فیصل ص ۱۴ مصنفہ مرزا بشیر الدین محمود)

۲:

”اس جگہ یاد رہے کہ نبوت مختلف نوع پر ہے اور آج تک نبوت تین قسم پر ظاہر ہو چکی ہے۔ (۱) تشریحی نبوت: ایسی نبوت کو مسیح موعود نے حقیقی نبوت سے پکارا ہے۔ (۲) وہ نبوت جس کے لیے تشریحی یا حقیقی ہونا ضروری نہیں۔ ایسی نبوت مسیح موعود کی اصطلاح میں مستقل

نبوت ہے۔ (۳) ظلی اور امتی نبی: حضور ﷺ سے مستقل اور حقیقی نبوتوں کا دروازہ بند کیا گیا اور ظلی نبوت کا دروازہ کھولا گیا ہے۔ “مسئلہ کفر و اسلام کی حقیقت ص ۳۱ مصنفہ مرزا بشیر احمد)

:۳

”انبیائے کرام علیہم السلام دو قسم کے ہوتے ہیں۔ تشریحی، غیر تشریحی۔ پھر غیر تشریحی بھی دو قسم کے ہوتے ہیں۔ (۱) براہ راست نبوت پانے والے (۲) نبی تشریحی کی اتباع سے نبوت حاصل کرنے والے۔ آنحضرت ﷺ کے بیشتر صرف دو قسم کے نبی آتے تھے۔“ (مباحثہ راولپنڈی ص ۱۷۵)

مذکورہ الصدور حوالہ جات سے درج ذیل امور ثابت ہوئے۔

(۱) نبوت کی تین اقسام میں سے دو بند اور ایک خاص قسم (ظلی نبوت) جاری ہے جو آپ ﷺ کی اتباع سے حاصل ہوتی ہے۔

(۲) ظلی نبوت کی خاص قسم حضور ﷺ کے بعد جاری ہوئی۔

(۳) نبوت وحی نہیں کسی ہے۔ اس لیے اتباع سے حاصل ہو رہی ہے۔

ان تنقیحات تلاش کے بعد اب قادیانیوں سے ان کے موقف پر دلیل مانگی جائے تو پھر انکی دلیل کے جواب میں غور کیا جائے۔

(۱) کیا یہ دلیل دعویٰ کے مطابق ہے کہ اس سے خاص قسم کی نبوت ثابت ہوتی ہے یا نہیں؟

(۲) کیا یہ خاص قسم بعد از نبوت محمدی ثابت ہوتی ہے یا مطلقاً ثابت ہو رہی ہے؟

(۳) اور یہ کہ اس دلیل سے نبوت وحی ثابت ہو رہی ہے یا کسی؟

جب اس انداز سے آپ ان کو ہر طرف سے گھیر لیں گے تو پھر ان شاء اللہ کوئی مرزائی اپنے اجرائے نبوت پر ایک دلیل بھی پیش نہیں کرے گا۔ اس لیے کہ وہ جب بھی اس موضوع پر بحث کرتے ہیں تو وہ اجرائے نبوت کا عام موضوع چھیڑ دیتے ہیں جو ان کے خاص دعویٰ کے مطابق نہیں ہوتے بلکہ ان کے اپنے مسلمات کے خلاف ہوتے ہیں۔

اجرائے نبوت پر قادیانی دلائل:

قادیانی عام طور پر قرآن مجید کی جن آیات بینات میں تحریف معنوی کرتے ہوئے اپنی خود ساختہ نبوت کی تقسیم کرتے ہیں اور پھر ان سے اپنے مذمومہ عقیدے کے مطابق نبوت کا جاری ہونا ثابت کرتے ہیں ہم اولاً ان آیات کریمہ کو سورت قرآنی کی ترتیب سے پیش کرتے ہیں تاکہ قارئین کرام ایک نظر میں ان آیات کو دیکھ سکیں۔ ثانیاً ان میں سے چند آیات پر ضروری گفتگو کریں گے تاکہ اس موضوع پر مطالعہ کے شائقین کو قادیانی دلائل کے جوابات سمجھنے اور یاد رکھنے میں آسانی

رہے۔ ملاحظہ ہوں وہ آیات جن کو مرزائی اپنے موقف کے طور پر پیش کرتے اور ان سے استدلال کرتے ہیں۔

۱۔ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ ۝ صِرَاطَ الَّذِينَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ (الفاتحہ ۶۰۵)

۲۔ وَمَنْ يُطِيعِ اللَّهَ وَالرَّسُولَ فَأُولَٰئِكَ مَعَ الَّذِينَ أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ مِنَ النَّبِيِّينَ وَالصِّدِّيقِينَ وَالشُّهَدَاءِ وَالصَّالِحِينَ وَحَسُنَ أُولَٰئِكَ رَفِيقًا ۝ ذَٰلِكَ الْفَضْلُ مِنَ اللَّهِ وَكَفَىٰ بِاللَّهِ عَلِيمًا (النساء ۷۶، ۷۷)

۳۔ يَبْنِي آدَمَ إِمَامًا يَتَّبِعُكُمْ رُسُلٌ مِنْكُمْ يَفْقَهُونَ عَلَيْكُمْ أَيْبَىٰ فَمَنْ أَتَقَىٰ وَأَصْلَحَ فَلَا خَوْفَ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ (الاعراف ۳۵)

۴۔ وَإِذْ أَخَذَ اللَّهُ مِيثَاقَ النَّبِيِّينَ لَمَا آتَيْنَاكُمْ مِنْ كِتَابٍ وَحِكْمَةٍ ثُمَّ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مُصَدِّقٌ لِمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهِ وَلَتَنْصُرُنَّهُ ط (آل عمران ۸۱)

۵۔ وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِينَ حَتَّىٰ نَبْعَثَ رَسُولًا ۝ (بنی اسرائیل ۱۵)

۶۔ اللَّهُ يَضْطَرُّ مِنَ الْمَلَائِكَةِ رُسُلًا وَمِنَ النَّاسِ ط إِنَّ اللَّهَ سَمِيعٌ بَصِيرٌ ۝ (الح ۷۵: ۷۶)

۷۔ وَعَدَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْأَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ ط (النور ۵۵)

۸۔ يُلْقَى الرُّوحُ مِنْ أَمْرِهِ عَلَىٰ مَنْ يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ (سورة المؤمن ۱۵)

۹۔ هُوَ الَّذِي بَعَثَ فِي الْأَقْبَانِ رَسُولًا مِنْهُمْ يَتْلُوا عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَإِنْ كَانُوا مِنْ قَبْلُ لَفِي ضَلَالٍ مُبِينٍ ۝ وَأَخْرَجْنَا مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوا بِهِمْ ط وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ۝ (البقرہ ۱۲۹)

۱۰۔ وَمَا كَانَ اللَّهُ لِيُظْلِعَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ وَلَكِنَّ اللَّهَ يَجْتَبِيٰ مِنْ رُسُلِهِ مَنْ يَشَاءُ۔ (آل عمران ۱۷۹)

۱۱۔ يَا أَيُّهَا الرُّسُلُ كُلُوا مِنَ الطَّيِّبَاتِ وَاعْمَلُوا صَالِحًا ط إِنِّي بِمَا تَعْمَلُونَ عَلِيمٌ ۝ (المومنون ۵۱)

قادیانی دلائل کا محاکمہ:

اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ ۝ صِرَاطَ الَّذِينَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ (الفاتحہ

استدلال:

قرآن مجید کی سورۃ فاتحہ کی اس آیت میں ”مَغْضُوبٌ عَلَيْهِمْ“ اور ”الضَّالِّينَ“ کے رستے سے بچنے کی دعا سکھائی گئی ہے اور انعام یافتہ لوگوں کے رستے پر چلنے کی دعا سکھائی گئی ہے۔ تاکہ ہم بھی انعام یافتہ بن جائیں۔

انعام یافتہ خدا تعالیٰ عزوجل کے نزدیک چار گروہ ہیں جیسا کہ سورۃ النساء آیت ۲۹ میں ہے۔ وہ انبیاء، صدیقین اور صالحین ہیں بس اس دعا سکھانے میں ایک پیشگوئی ہے کہ امت محمدیہ میں چاروں گروہوں کے افراد پیدا ہو سکتے ہیں۔ (احمدیہ تعلیمی پاکٹ بک حصہ اول ۲۳۱، ۲۳۲)

جواب:

سورۃ فاتحہ کی آیت بالا سے اجرائے نبوت پر استدلال کرنے سے یہ لازم آتا ہے کہ نبوت ایک اکتسابی چیز ہے حالانکہ اس میں کسب کا کوئی دخل نہیں بلکہ یہ سراسر ایک وحی امر ہے جیسا کہ خود قرآن مجید اسکی تصریح کر رہا ہے ملاحظہ ہوا!

وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرَىٰ
عَلَى اللَّهِ كَذِبًا أَوْ قَالَ
أُوحِيَ إِلَيَّ وَلَمْ يُوحَ إِلَيْهِ
شَيْءٌ وَمَنْ قَالَ سَأُنْزِلُ
مِثْلَ مَا أَنْزَلَ اللَّهُ وَلَوْ تَرَىٰ
إِذَا الظَّالِمُونَ فِي عُقْمَرَاتٍ
الْمُؤْتَبِرَاتِ (الانعام ۹۳)

اور اس سے زیادہ ظالم کون ہے جو اللہ پر
جھوٹ افترا کرے یا کہے میری طرف
وحی کی گئی اور اس کی طرف کچھ وحی نہیں کی
گئی اور جو کہے میں اس کی مثل اتار سکتا
ہوں جو اللہ نے اتارا اور اگر تو دیکھے
جب ظالم موت کی سختیوں میں ہوں۔

اسی طرح دوسرے مقام پر فرمایا!

وَإِذَا جَاءَهُمْ آيَةٌ قَالُوا لَنْ
نُؤْمِنَ حَتَّىٰ نُؤْتَىٰ مِثْلَ
أُوْتَىٰ رَسُولِ اللَّهِ أَفَلَمْ
يَعْلَمْ
رِسَالَتَهُ (الانعام ۶: ۱۲۴)

اور جب انکے پاس کوئی آیت آتی ہے
کہتے ہیں ہم ہرگز ایمان نہیں لائیں گے
یہاں تک کہ ہم کو اس کی مثل دیا جائے جو
اللہ کے رسولوں کو دیا گیا اللہ خوب جانتا
ہے کہ کہاں اپنی رسالت کو رکھے۔

مزید فرمایا!

بَلْ يُرِيدُ كُلُّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ
أَنْ يُّؤْتَىٰ صُحُفًا
مُّنَشَّرَةً (المذثرہ: ۷۲-۷۳)

قرآن مجید کی مذکورہ بالا تینوں آیتوں سے یہ معلوم ہوا کہ نبوت و رسالت یا شریعت کا ملنا ایک وحی امر ہے اور یہ تقویٰ کے مدارج، مقامات میں سے نہیں کہ جو دعا اور کسب سے حاصل ہو سکے۔

جواب ۲:

تاریخ میں کوئی ایک مثال بھی پیش نہیں کی جاسکتی کہ کسی ایک فرد کو بھی دعا کرنے سے نبوت ملی ہو۔ اس لیے کہ عطاۓ نبوت موصبت ہے۔ اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے عطا کر دیتا ہے۔

جواب ۳:

قادیانی جو کہ فاتحہ کی اس آیت سے استدلال کرتے ہوئے اجراءے نبوت ثابت کرتے ہیں ان سے ہمارا سوال یہ ہے کہ حضور سید عالم محمد مصطفیٰ ﷺ کو یہ دعا قبل از نبوت سکھائی گئی یا بعد از نبوت؟

یہ بات بدیہی ہے کہ یہ وحی نبوت ہے اور اس پر سب متفق ہیں تو جب یہ وحی نبوت ہے تو معلوم ہوا کہ یہ دعا حضور ﷺ کو نبوت ملنے کے بعد سکھائی گئی لہذا آپ ﷺ کو نبوت اس دعا کے نتیجے میں نہیں ملی جب آپ ﷺ کو نبوت دعا کے نتیجے میں نہیں ملی تو گزشتہ چودہ صدیوں میں جو لاکھوں ہزاروں اولیاء و مقربین ہو گزرے ہیں جن میں صحابہ، تابعین اور کارواولیاء، صلحا سب شامل ہیں ان میں سے ہر ایک کو علیحدہ علیحدہ ایسی دعا حصول نبوت کے لیے سکھاتے جو خیر امت ہیں حالانکہ ایسا آج تک نہ کسی ہوا اور نہ آئندہ ہونے کا امکان ہے۔

قادیانی دلیل:

وَإِذَا خَذَ اللَّهُ مِيثَاقَ
النَّبِيِّنَ لَمَا آتَيْنَكُمْ مِنْ كِتَابٍ
وَجَعَلْنَاكُمْ حِجَابًا لِّكُمْ رَسُولٍ
مَّصْذِقٍ لِّمَا مَعَكُمْ لِتُؤْمِنُوا بِهِ
وَلَتَنْصُرُنَّهُ ط (آل عمران ۸۱)

اور جب اللہ نے نبیوں کے ذریعہ
سے عہد لیا کہ جو کچھ میں نے تمہیں کتاب اور
حکمت سے دیا ہے پھر تمہارے پاس وہ رسول
آئے جو اُس کی تصدیق کرنے والا ہو جو
تمہارے پاس ہے تو تم نے ضرور اس پر ایمان
لانا ہوگا۔

قادیانی استدلال:

اس آیت سے ظاہر ہے کہ ہر نبی سے قوم کی نمائندگی میں بعد میں آنے والے نبی کے متعلق ایمان لانے اور افرات کرنے کے لیے عہد لیا گیا۔ یا یہ عہد ہر نبی سے رسول کریم ﷺ کے متعلق لیا گیا۔ قرآن مجید میں ہے کہ اس قسم کا عہد رسول کریم ﷺ سے بھی لیا گیا چنانچہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے!

وَإِذْ أَخَذْنَا مِنَ النَّبِيِّينَ مِيثَاقَهُمْ
وَمِنْكَ وَمِنْ نُوحٍ وَإِبْرَاهِيمَ وَ
مُوسَىٰ وَعِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ
وَأَخَذْنَا مِنْهُم مِّيثَاقًا
غَلِيظًا (الاحزاب ۳۳: ۷)

اور جب ہم نے نبیوں سے ان کا عہد لیا اور
تجھ سے بھی لیا اور نوح اور ابراہیم اور موسیٰ اور
عیسیٰ ابن مریم سے اور ہم نے ان سے پختہ
عہد لیا تاکہ وہ سچوں سے ان کی سچائی کے
متعلق سوال کرے۔

اس آیت سے ظاہر ہے کہ رسول کریم ﷺ سے وہی نبیوں والا عہد لیا گیا ہے تاکہ مسلمان آئندہ آنے والے رسول پر ایمان لائیں اور اسکی مدد کریں۔ (احمدیہ تعلیمی پاکٹ بک ۲۳۸، ۲۳۷)

جواب ۱:

سورۃ آل عمران کی آیت ۱۵۹ جس سے آپ نبوت کا جاری ہونا ثابت کر رہے ہیں کیا اسلام کی چودہ سو سالہ تاریخ میں آج تک کسی ایک مفسر نے بھی آیت کا یہ معنی و مفہوم بیان کیا ہے جو آپ کر رہے ہیں زیادہ نہ کہی فقط ایک حوالہ ہی دکھادیں ہم تمہیں چیلنج سے کہتے ہیں کہ تم قیامت تک کوئی ایسا حوالہ ثابت نہیں کر سکتے۔

جواب ۲:

اگر بقول تمہارے آیت ۱۵۹ جس سے نبوت کا جاری ہونا ثابت ہوتا ہے تو پھر بھی تمہارا دعویٰ باطل ہے اس لیے کہ ”لَمَّا آتَيْنَاكُمْ مِّن كِتَابٍ وَحَكْمَةٍ“ کے الفاظ صاف طور پر بتا رہے ہیں کہ اگر آپ ﷺ کے بعد کوئی نبی ہوتا تو وہ صاحب شریعت، صاحب کتاب و حکمت ہوتا۔ اور یہ تم بھی تسلیم کرتے ہو کہ حضور ﷺ کی تشریف آوری کے ساتھ مستقل اور تشریحی نبوت کا دروازہ بند ہو چکا ہے اور ظلی و اُمّتی نبی کا دروازہ کھلا ہے۔ اس پر ہم یہ کہتے ہیں کہ مستقل اور تشریحی نبوت کے بند ہونے پر زیر بحث آیت کی روشنی میں جو دلیل تمہاری ہے ظلی اور اُمّتی نبوت کے بند ہونے پر وہی دلیل ہماری ہے۔ ما هو جوابکم فهو جوابنا۔

جواب ۳:

سورۃ آل عمران کی زیر نظر آیت کریمہ جس سے قادیانی نبوت کا جاری ہونا ثابت کر رہے ہیں اس موقع پر ہم ان سے پوچھتے ہیں کیا قرآن مجید کی اس آیت کریمہ کے سیاق و سباق یا کسی اور مقام سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ یہ عہد ہم نے محمد ﷺ

سے بھی لیا ہے۔ ہاتوا برہانکم ان کنتم صادقین۔

جواب ۴:

ہم پوری دنیائے قادیانیت کو کھلا چیلنج دیتے ہیں کہ وہ روئے زمین پر پائے جانے والے پورے ذخیرہ حدیث، کتب سیر اور کتب تاریخ میں سے کوئی ایک ضعیف سے ضعیف تر بلکہ اس سے بھی نیچے کوئی موضوع تر قول حدیث یا اثر دیکھا دے کہ سورۃ العنکب کی اس آیت کے نزول کے بعد نبی اکرم ﷺ نے اپنے صحابہ کو جمع کر کے یہ اعلان فرمایا ہو کہ لوگو! اللہ نے مجھ سے یہ عہد لیا ہے کہ میرے بعد جو بھی نبی آئے اس پر ایمان لاؤں اور اس کی تائید و نصرت کروں۔ لہذا میرے قبیح اور پیروکار ہونے کی حیثیت سے تم بھی اس کا عہد کرو۔ ہم علی وجہ المصیرت اس بات کا اعلان و اظہار کرتے ہیں کہ حدیث، سیرت اور تاریخ اسلام کے پورے لٹریچر میں اس قسم کے مضمون کا خفیف سے خفیف نام و نشان تک بھی نہیں ملتا بلکہ اس کے برعکس ہمارے دعویٰ کی تائید میں سینکڑوں احادیث طیبہ، اقوال و آثار صحابہ اور فرامین و فتاویٰ آئمہ محدثین و فقہائے اسلام ملنے ہیں جن سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ حضور سید عالم ﷺ پر نبوت و رسالت اور وحی کا سلسلہ ہمیشہ کے لیے ختم ہو گیا اور اب کوئی نبی پیدا ہونے والا نہیں۔

قادیانی دلیل:

وَمَا كَانَ اللَّهُ لِيُظْلِعَكُمْ عَلَى
الْغَيْبِ وَلَكِنَّ اللَّهَ يَجْتَبِيْ مِنْ
رُّسُلِهِ مَنْ يَّشَاءُ۔ (آل عمران ۱۷۹) ہے۔

بعض قادیانی آیت بالا میں صیغہ مضارع کی رعایت سے نبوت کا جاری ہونا ثابت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ کتبھی سے معلوم ہوتا ہے کہ نبوت جاری ہے اسی لیے فرمایا ہے کہ کتبھی جس کو رسول چاہے گا مطلع کرتا رہے گا غیب پر۔

جواب:

اس آیت کریمہ سے اجراءے نبوت پر استدلال کرنا سراسر جہالت اور قرآنی اسلوب سے عدم واقفیت کے سوا کچھ نہیں۔ اس لیے کہ اگر سیاق کلام پر غور کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ یہاں پر نبوت کا تو تذکرہ ہی نہیں بلکہ یہاں تو کفار اور منکرین کا رد کیا گیا ہے جو یہ کہتے تھے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں براہ راست خبر اور رضا کی راہ کیوں نہیں بتا دیتا سوان کے اس اعتراض کے جواب میں ارشاد فرمایا کہ! اللہ تعالیٰ ایسا نہیں کہ وہ تم میں سے ہر کسی کو اپنے علوم غیبیہ پر مطلع کر دے بلکہ وہ اپنے رسولوں میں سے جسے چاہے منتخب کر لیتا ہے اور اسے اپنے علوم سے نوازتا ہے۔

”يَجْتَبِيْ مِنْ رُّسُلِهِ مَنْ يَّشَاءُ“ کے الفاظ صاف بتا رہے ہیں کہ نبوت و رسالت ایک وحی چیز ہے جو ہر

کسی کو نہیں ملتی بلکہ اللہ تعالیٰ کے پسندیدہ، منتخب انسانوں کو ملتی ہے جن کو وہ اپنی قدرت کاملہ سے چن لیتا ہے۔ باقی رہے عام انسان تو انکے لیے حکم یہ ہے کہ وہ نبی و رسول پر بلا چوں و چراں ایمان لائیں جیسا کہ اس **آمنوا باللہ ورسلہ** اس پر واضح قرینہ موجود ہے۔ لہذا یہ ثابت ہوا کہ آل عمران کی اس آیت سے نبوت کا جاری ہونا ثابت کرنا جہالت اور بے علمی ہے۔

قادیانی دلیل:

وَمَنْ يُطِيعِ اللَّهَ وَالرَّسُولَ
فَأُولَٰئِكَ مَعَ الَّذِينَ أَنْعَمَ اللَّهُ
عَلَيْهِمْ مِنَ النَّبِيِّينَ وَالصِّدِّيقِينَ
وَالشُّهَدَاءِ وَالصَّالِحِينَ وَحَسُنَ
أُولَٰئِكَ رَفِيقًا ۚ ذَٰلِكَ الْفَضْلُ
مِنَ اللَّهِ وَكَفَىٰ بِاللَّهِ
عَلِيمًا (النساء ۶۹، ۷۰)

اور جو اللہ اور رسول کی اطاعت کرتا ہے تو یہ
ان کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ نے انعام
کیا (یعنی) نبیوں اور صدیقیوں اور شہیدوں
اور صالح لوگوں (کیساتھ) اور یہ اچھے ساتھی
ہیں۔ یہ فضل اللہ کی طرف سے ہے اور اللہ کا
نی جاننے والا ہے۔

قادیانی استدلال:

اس آیت میں آئندہ نبی صدیق، شہید اور صالح بننے کیلئے اللہ اور آنحضرت ﷺ کی اطاعت کو شرط قرار دیا گیا ہے جس کے معنی یہ ہیں کہ آنحضرت ﷺ کے بعد نبوت، صدیقیت، شہادت اور صالحیت کی چاروں نعمتیں آپ کی اطاعت سے وابستہ ہیں اور نبی، صدیق، شہید اور صالح بننے کیلئے آپ ﷺ کی اطاعت شرط ہے گویہ چاروں مرتبے ملتے خدا کے فضل سے ہی ہیں۔

اس آیت سے ظاہر ہوا کہ آنحضرت ﷺ کے بعد کوئی ایسا مستقل نبی نہیں آ سکتا جس کے لیے آنحضرت ﷺ کی اطاعت شرط نہ ہو پس آنحضرت ﷺ اس آیت کی رو سے جہاں نبیوں کے آنے کے لیے مؤثر وجود قرار دینے لگتے ہیں وہاں آپ ﷺ کی اطاعت کو شرط قرار دے کر مستقل اور شارع انبیاء کا انقطاع بھی بطور اشارۃ النص بیان کر دیا گیا ہے۔ گویا اس آیت میں آنحضرت ﷺ کو خاتمیت مرتبی اور خاتمیت زمانی دونوں کا مصداق قرار دیا گیا ہے۔ ہاں نبیوں کے لیے مؤثر وجود بطور عبارت النص اور آخری شارع اور آخری مستقل نبی ہونے کا ثبوت بطور اشارۃ النص بیان کیا گیا ہے۔ (احمدیہ تعلیمی پاکٹ بک ۱: ۲۳۳، ۲۳۴)

جواب:

زیر بحث آیت کریمہ کا خود ساختہ معنی و مفہوم جو آپ نے بیان کیا ہے تاریخ اسلام میں سے کسی معتبر مجدد یا مفسر سے

اس کی تائید و توثیق پیش کریں جس نے یہ معنی بیان کیا ہو۔ انشاء اللہ آپ قیامت تک ایک بھی تائید نہیں لاسکتے اس سے ثابت ہوا کہ آپ کا بیان کردہ معنی و مفہوم جمہور اہل اسلام کے عقیدہ کے خلاف ہے۔

جواب ۲:

آیت کریمہ کا شان نزول اور پس منظر بھی آپ کے بیان کردہ معنی کی تردید کر رہا ہے!

عن عائشہ قالت جاء رجل الى النبي ﷺ فقال يا رسول الله انك لاحب الی من نفسی وانك لاحب الی من لاحب الی من ولد وانی لاكون فی البیت فاذا كرك فما اصبر حتیالیک فانظر الیک واذا ذكرت موتی و موتك عرفت انک اذا دخلت الجنة رفعت مع النیین وانی اذا دخلت الجنة خشیت ان لا الاک فلم یرد النبی ﷺ شیاء حتی نزل علیہ جبریل فہذہ الآیۃ (ومن یطع اللہ والرسول) اخرج الطبرانی وابن مردویہ بسند لا باس بہ (تفسیر ابن کثیر)

حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ! ایک آدمی نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ آپ مجھے میری جان اور میری اولاد سے بھی زیادہ محبوب ہیں میں اپنے گھر میں ہوتا ہوں آپ کو یاد کرتا ہوں تو مجھے صبر نہیں ہوتا یہاں تک کہ آپ کی خدمت میں حاضر ہو جاتا ہوں پس آپ کی زیارت کرتا ہوں مگر جب میں اپنی اور آپ کی موت کو یاد کرتا ہوں تو جان لیتا ہوں کہ آپ جنت میں انبیاء کیساتھ ہوں گے جب میں جنت میں جاؤں گا تو اندیشہ ہے کہ آپ کو نہ دیکھ سکوں گا (تو میرا کیا حال ہوگا) آپ ﷺ نے ابھی کچھ نہیں فرمایا تھا کہ جبریل اس آیت کریمہ کو لیکر نازل ہوئے۔

دوسری روایت میں ہے!

اخرج ابن ابی حاتم عن
مسروق قال قال
اصحاب محمد ﷺ يا رسول
الله ما ينبغي لنا ان نفارك
فانك لو قدمت لدفعت فوقنا
ولم ترك نازل الله (ومن
يطع الله والرسول)

تیری روایت میں ہے!

اخرج عن عكرمة قال اني
فتى النبي ﷺ فقال يا نبي
الله ان لذاك نظرة في الدنيا
ويوم القيامة لا نراك فانك
في الجنة في الدرجات
العلیٰ يا رسول الله هذه
الاية فقال له رسول الله ﷺ
انت معني في الجنة ان شاء
الله۔

جواب ۳:

آپ کی دلیل دعویٰ کے مطابق نہیں کیوں کہ ”النبيين“ کا لفظ انبیاء کی تمام اقسام کو شامل ہے۔ اگر اطاعت سے نبوت حاصل ہو سکتی ہے تو پھر ہر قسم کی نبوت اس میں شامل ہوگی اور ملتی چاہیے۔ اور یہ تمہارے عقیدے کے بھی خلاف ہے اس لیے کہ تم بھی کہتے ہو کہ نبوت کی جن اقسام میں سے دو تیس تشریفی اور مستقل نبوت حضور ﷺ کی تشریف آوری کیساتھ بند ہو چکی ہے اور اب صرف غیر تشریفی، ظلی نبوت جاری ہے لہذا تمہاری دلیل تمہارے دعوے کے مطابق نہیں ہے اس لیے قرآن نے یہ وضاحت نہیں کی کہ اطاعت سے فلاں نبوت تو مل سکتی ہے اور فلاں نہیں۔ یوں آپ کے عقیدے کے مطابق قرآن کے عام حکم میں بلاوجہ تخصیص و تنہید بھی لازم ہے جو بالاتفاق آئمہ تفسیر جائز نہیں۔

ابن ابی حاتم نے مسروق سے تخریج کی ہے کہ
صحابہ کرام نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ ہم
آپ سے جدائی نہیں چاہتے مگر جب آپ
ﷺ آگے تشریف لے جائیں گے تو ہم سے
بلند مقامات پر ہوں گے اور ہم آپ کو دیکھ نہ
سکیں گے تو یہ آیت نازل ہوئی۔

حضرت عکرمہ سے ہے کہ ایک نوجوان نبی
کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض
کیا یا رسول اللہ بے شک دنیا میں آپ ہم پر
شفقت فرماتے ہیں مگر قیامت میں جب
آپ بلند مقامات، درجات پر ہوں گے ہم
آپ کو نہ دیکھ سکے (تو کیا حال ہوگا) تو آپ
ﷺ نے اس سے فرمایا کہ تو ان شاء اللہ
جنت میں میرے ساتھ ہوگا۔

قادیانی اعتراض:

بلاوجہ و بلا دلیل قرآن مجید کے ایک عام لفظ میں تنقید و تخصیص ہمارے عقیدے سے زیادہ تمہارے عقیدے سے لازم آتی ہے کیوں کہ جب قرآن نے اطاعت کے نتیجہ میں چار انعامات کا ذکر کیا ہے تو آپ نے ایک درجے کو چھوڑ کر باقی تین کیوں اختیار کر لیے؟ آپ کا عقیدہ یہ ہے کہ جو اللہ اور رسول کی اطاعت کرے گا وہ خود نبی نہیں ہوگا لیکن نبیوں کیساتھ ہو گا۔

جواب ۱:

ہمارا جو عقیدہ ہے کہ کوئی بھی شخص اطاعت کرنے سے نبی نہیں ہوگا وہ اس زیر بحث آیت سے نہیں بلکہ دیگر آیتوں کی واضح نصوص کی بنا پر ہے۔ مثلاً خاتم النبیین والی آیت (سورۃ الاحزاب ۴۵) اسکے برعکس پورے قرآن مجید میں خاتم الصدیقین، خاتم الشہد اور خاتم الصالحین کی تصریح کرنے والی کوئی ایک آیت بھی نہیں ہے اس طرح اگر خاتم النبیین کی آیت نہ ہوتی تو ہم نبوت کو بھی مان لیتے لیکن نبوت کا درجہ ماننے سے سورۃ الاحزاب کی یہ آیت اور اس جیسی دیگر نصوص صریحہ اور احادیث صحیحہ مانع ہیں۔

جواب ۲:

بقول آپ کے سورۃ النساء کی آیت نمبر ۱۹ کی روشنی میں معیت سے مراد درجات ہیں۔ ہم اسکو تسلیم نہیں کرتے بلکہ ہم اطاعت سے ان تین طبقات، درجات کو ان کے ملنے کو ہم اس آیت سے نہیں مانتے۔ کیوں کہ اس آیت میں درجات کا ذکر ہی نہیں بلکہ مطلقاً ارشاد فرمایا گیا ہے کہ اطاعت کے نتیجہ میں انعام پانے والے یہ چار طبقات ہیں۔ لہذا طبقات کے ذکر کو درجات قرار نہیں دیا جاسکتا ہاں ہم ان تین درجات کا اہل ایمان کو ملنا قرآن مجید کی دوسری آیت سے مانتے ہیں ملاحظہ ہو!

وَالَّذِينَ آمَنُوا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهِ
أُولَٰئِكَ هُمُ
الصَّٰدِقُونَ وَالشَّٰهَدَةُ عِنْدَ
رَبِّهِمْ (الحمدید ۵: ۱۹)

دیکھئے اس آیت کریمہ میں درجات کا ذکر ہو رہا ہے رفاقت اور معیت کا بیان نہیں تو یہاں اُولَٰئِكَ هُمُ النَّبِيُّونَ نہیں فرمایا گیا بلکہ فقط الصَّٰدِقُونَ اور الشَّٰهَدَةُ آفرمایا ہے لہذا سورۃ الحمدید کی اس آیت نے واضح کر دیا کہ اہل ایمان کو اطاعت کے نتیجہ میں تین درجات تو مل سکتے ہیں رہا جو تہا درجہ نبوت کا تو وہ ایک وھی امر ہے جو اطاعت کے ذریعہ یا کسب کے واسطے سے نہیں مل سکتا۔

جواب ۳: (بصورت اعتراض)

اگر بقول آپ کے مؤمنین کو اطاعت کے نتیجہ میں یہ چاروں درجات حاصل ہوتے ہیں تو ہم آپ سے سوال کرتے ہیں کہ یہ چاروں درجے حقیقی ہیں یا ظلی و بروزی اگر بقول آپ کے نبی ظلی اور بروزی ہوں گے تو کیا صدیق، شہید اور صالح بھی ظلی و بروزی ہونے چاہئیں اور اگر تین درجے حقیقی ہیں تو نبی بھی حقیقی ہونا چاہیے یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ اطاعت کے نتیجہ میں درجے تو چار ملیں لیکن ان میں سے تین حقیقی ہوں اور ایک ظلی و بروزی ہو۔ انصاف کا تقاضا تو یہ ہے کہ یا تو چاروں حقیقی ہوں یا چاروں بروزی ہوں۔ ایک کی تخصیص کس اصول کی بناء پر؟ اگر یہ کہو کہ صدیق و شہید، صالح بروزی نہیں بلکہ حقیقی ہوتے ہیں تو ہم یہ کہتے ہیں کہ جس دلیل کی بنا پر تم یہ کہو گے کہ صدیق و شہید اور صالح ظلی و بروزی نہیں ہوتے تو اس پر ہم یہ کہتے ہیں کہ جس دلیل کی بنا پر تم یہ کہتے ہو کہ یہ تینوں بروزی نہیں ہوتے اسی دلیل کی بنا پر ہم یہ کہتے ہیں کہ نبی حقیقی ہوتا ہے ظلی و بروزی نہیں۔ ماہو جوابکم فہو جوابنا۔ ظلی و بروزی نبی اس لیے نہیں ہوتا کہ یہ فقط تمہاری افتراء ہے جسکی تائید میں تم ایک بھی سند پیش نہیں کر سکتے۔

مرزائی اعتراض:

شہید کی دو قسمیں ہیں ایک حقیقی شہید دوسری شہید فقہی یا شہید حکمی جس کو ہم حقیقی و ظلی سے تعبیر کر سکتے ہیں۔

جواب:

کیا حقیقی شہید اور حکمی شہید دونوں کے احکام ایک ہیں؟ ہم یہ کہتے ہیں کہ دونوں کے احکام ایک نہیں۔ کیوں کہ غریق وغیرہ شہداء کو غسل دیا جاتا ہے جبکہ شہید حقیقی کو غسل نہیں دیا جاتا۔ تو معلوم ہوا کہ دونوں کے احکام علیحدہ علیحدہ ہیں۔ لیکن تمہارے نزدیک ظلی و بروزی نبی کے وہی احکام ہیں جو حقیقی نبی کے ہیں کہ جس طرح حقیقی نبی کا منکر کافر ہے تمہارے نزدیک ظلی نبی کا منکر بھی کافر ہے جیسا کہ حقیقت الوحی میں ہے!

”کفر دوم پر ہے (اول) ایک یہ کفر کہ ایک شخص اسلام سے ہی انکار کرتا ہے اور آنحضرت ﷺ کو خدا کا رسول نہیں مانتا۔ (دوم) دوسرے یہ کفر کہ مثلاً وہ مسیح موعود کو نہیں مانتا اور اس کو باوجود تمام حجت کے جھوٹا جانتا ہے جس کے ماننے اور سچا جاننے کے بارے میں خدا عزوجل و رسول ﷺ نے تاکید کی ہے اور پہلے نبیوں کی کتابوں میں بھی تاکید پائی جاتی ہے۔ پس اس لیے کہ وہ خدا اور رسول کے فرمان کا منکر ہے کافر ہے۔ اور اگر غور سے دیکھا جائے تو یہ دونوں قسم کے کفر ایک ہی قسم میں داخل ہیں کیونکہ جو شخص باوجود شناخت کر لینے کے خدا اور رسول کے حکم کو نہیں مانتا وہ بموجب نصوص صریحہ قرآن اور حدیث کے خدا و

رسول کو بھی نہیں مانتا اور اس میں شک نہیں کہ جس پر خدا تعالیٰ کے نزدیک اول قسم کفر یا دوسری قسم کفر کی نسبت اتمام جہت ہو چکا ہے وہ قیامت کے دن مواخذہ کے لائق ہوگا اور جس پر خدا کے نزدیک اتمام جہت نہیں ہوا وہ مکذب اور منکر ہے تو گویا شریعت (جس کی بنا پر ظاہر ہے) اسکا نام بھی کافر ہی رکھا ہے اور ہم بھی اسکو باجائے شریعت کافر کے نام سے ہی پکارتے ہیں۔ (حقیقت الوحی ۹/۱۸۰)

لفظ مع کا معنی اور استدلال:

لفظ ”مع“ جو لغت عرب میں بقول امام راغب اصفہانی ایک زمان یا مکان میں اجتماع و اتحاد کے لیے آتا ہے مگر مشہور قادیانی مصنف قاضی محمد نذیر مؤلف احمدیہ تعلیمی پاکٹ بک لفظ ”مع“ پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں!

”لفظ مع عربی زبان میں ”فی اور من“ کے معنوں میں بھی استعمال ہوتا ہے جسکا مفہوم اگلے گروہ میں شامل کرنا ہوتا ہے۔“ (احمدیہ پاکٹ بک ۱: ۲۳۳)

جواب ۱:

ہم اس بات کو تسلیم نہیں کرتے کہ لفظ ”مع“ عربی میں ”من اور فی“ کے معنی میں استعمال ہوتا ہے اسلیے کہ اگر یہ ”من“ کے معنی میں ہوتا تو پھر ”مع“ پر ”من“ داخل نہ ہوتا حالانکہ کلام عرب میں اس کی بہت سی مثالیں ملتی ہیں کہ ”من“ مع“ کیساتھ مل کر استعمال ہوا ہے کہا جاتا ہے!

دخول من نحو جئت من معہ یعنی عرب کہتے ہیں جئت من مع القوم (المصباح السمر ۶: ۵۷)

پس اس سے ثابت ہوا کہ مع کبھی ”من“ کے معنی میں نہیں ہوتا۔ اس لیے قادیانی قرآن مجید کی جن آیات میں ”مع“ کو ”من“ کے معنی میں بیان کرتے ہیں وہ معنی مغالطہ اور دھوکہ ہے۔

”مع“ کے بارے میں صحیح یہی ہے کہ لفظ ”مع“ عربی زبان میں ایک وقت یا ایک مکان میں رفاقت اور مصاحبت کے معنی میں ہی استعمال ہوتا ہے جیسا کہ قرآن و حدیث کی متعدد نصوص اس پر شاہد ہیں۔

جواب ۲:

اگر بقول آپ کے ”مع“، ”من“ کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے تو اس سے یہ کیسے ثابت ہو گیا کہ یہاں اس آیت میں بھی مع، من کے معنی میں ہے جبکہ آج تک کسی مجدد، مفسر اور محدث نے بطور کا اس آیت میں مع کو اس معنی میں نہیں لیا جس میں آپ لے رہے ہیں۔

جواب ۳:

”تک عشرۃ کاملۃ“ یہ پورے دس ہیں رؤے زمین پر بسنے والا کوئی بڑا سے بڑا قادیانی عالم، دانشور جو مذکورہ الصدر آیات عشرۃ میں لفظ ”مع“ کو ”فی“ کے معنی میں کر کے انکا معنی و مفہوم واضح کرے؟

مع بمعنی معیت و رقابت کی چند مثالیں احادیث سے:

جس طرح قرآن مجید میں لفظ ”مع“ ”من“ ”جاہرہ کیساتھ مل کر آ رہا ہے اسی طرح حدیث مبارکہ میں بھی متعدد

مقامات پر دونوں اکٹھے استعمال ہوئے ہیں۔ فرمایا!

۱۔ التاجر الصدوق الامین مع النین و الصدیقین والشہدا (ترمذی) سچا دیانت دار تاجر (قیامت کے روز) انبیاء، صدیقین اور شہداء کیساتھ ہوگا۔

کیا کوئی قادیانی مبلغ یہ بتا سکتا ہے کہ سچا دیانت دار تاجر قیامت کے روز نبی صدیق یا شہید بن جائے گا؟ اسکا جواب نفی میں ہے اور یقیناً نفی میں ہی ہے تو پھر یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ یہاں پر معیت سے مراد درجہ نہیں بلکہ رفاقت و سنگت ہے۔

۲۔ عن ابی ذر قال قلت یا رسول اللہ المرء والرجل یحب القوم ولا یستطع ان یعمل کعما ہم قال یا ابا ذر انت مع من احببت قال انی احب اللہ ورسولہ قال انت مع من احببتہ۔ حضرت ابوذر فرماتے ہیں! میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ کوئی آدمی کسی قوم (گروہ) سے محبت کرتا ہے لیکن ان جیسا عمل کرنے کی طاقت نہیں رکھتا (تو اس سے متعلق کیا حکم ہے) تو آپ ﷺ نے فرمایا اے ابوذر تم اسی کیساتھ ہو گے جسکے ساتھ تمہیں محبت ہے تو انہوں نے عرض کیا کہ مجھے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے ساتھ محبت ہے تو آپ ﷺ نے پھر وہی جواب ارشاد فرمایا! المرء مع من احببتہ۔

۳۔ رواہ الطبرانی عن صفوان بن عسال المرادی من حدیث طویل قال بینا رسول اللہ ﷺ فی السفراء جاء رجل فقال یا محمد قالوا اغضض صوتک قال یا رسول اللہ ﷺ الرجل یحب القوم ولم یرہم؟ قال المرء مع من احب رواہ الترمذی وقال حسن صحیح“ (طبرانی ۸: ۶۳: ۶۵) طبرانی نے صفوان بن عسال المرادی سے ایک طویل حدیث میں روایت کیا ہے کہ ایک مرتبہ جب حضور ﷺ سفر میں تھے تو ایک شخص حاضر خدمت ہو کر کہنے لگا یا محمد ﷺ اس صحابہ نے کہا اپنی آواز کو پست رکھو اس نے پھر کہا یا رسول اللہ ﷺ کوئی آدمی کسی دوسری قوم سے محبت رکھتا ہے حالانکہ اس نے ان کو دیکھا بھی نہیں (تو اسکے متعلق کیا حکم ہے؟) تو آپ ﷺ نے فرمایا! المرء مع من احب۔

۴۔ مشہور حدیث جسکو امام ترمذی وغیرہ نے روایت کیا کہ ایک شخص نے آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا! ”منی الساعة یا رسول اللہ“ کہ قیامت کب آئے گی تو اس پر آپ ﷺ نے اس سائل سے پوچھا ”ما اعدوت

لہا،“ اے سائل تو نے قیامت کے لیے کیا تیاری کی ہے؟ تو اس نے عرض کی کہ میرے پاس نماز اور روزوں کی کثرت تو نہیں ہے ہاں ”احب اللہ ورسولہ“ میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے محبت کرتا ہوں تو اس کے جواب میں بھی آپ ﷺ نے یہی ارشاد فرمایا! ”المرء مع من احب“۔

درج ذیل احادیث کے اس جملہ ”المرء مع من احب“ پر بار بار غور کریں اور پھر بتائیں کہ حضور ﷺ جو اصح العرب کی شان کے حامل ہیں کونجی کیا (معاذ اللہ) یہ معلوم نہ تھا کہ ”مع“ رفاقت و سنگت کے معنی میں نہیں بلکہ یہ ”فی“ اور ”من“ کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ حدیث مبارکہ کے الفاظ صاف بتا رہے ہیں کہ آپ ﷺ کے فرمان مبارک کا مقصد یہی ہے کہ کسی کے ساتھ محبت کرنے والا اپنے عمل محبت کے نتیجے میں بھیجہ وہی سب بن جاتا ہے بلکہ اس سے مراد رفاقت ہے۔

۵۔ ایک اور روایت میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ہے! ”انی لاحب رسول اللہ ﷺ واحب ابا بکر و عمر رضی اللہ عنہما وازجوان اللہ یبغنی معہم وان لم اعمل کعملہم“ (ابن کثیر) میں رسول اللہ ﷺ سے محبت کرتا ہوں اور حضرت ابو بکر و حضرت عمر رضی اللہ عنہما سے محبت کرتا ہوں اور میں امید رکھتا ہوں کہ (قیامت کے روز) انہی کیساتھ اٹھایا جاؤں گا اگرچہ میرے عمل ان جیسے نہیں ہیں۔

جواب بصورت سوال:

اس حقیقت سے کسی کو انکار نہیں کہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین پوری امت کا بہترین اور کامل ترین طبقہ ہیں۔ اگر تمام غوث، قطب، ابدال، یہاں تک کہ ہزاروں غوث اعظم بھی مل جائیں تو مقام و مرتبہ میں کسی چھوٹے سے چھوٹے صحابی حتیٰ کہ ایک ایسا خوش نصیب جس نے دولت ایمان کو پاتے ہی داعی اجل کو لبیک کہہ دیا ہو اور اسے کسی قسم کی عبادات و ریاضات اور اعمال صالحہ کرنے کا ایک لمحہ بھی نہ ملا ہو تو ایسے صحابی کی گردواہ کو بھی نہیں پاسکتے۔ اس لیے کہ یہ وہ خوش نصیب طبقہ ہے جس کو فیاض ازل نے اس مزرعۃ الآخرة اور دار العمل حیات دینی میں ہی اپنی رضا کی سند عطا فرمادی اور اپنے کلام میں مختلف پیرایہ میں اس انداز سے انکی تعریف و توصیف کی کثافت اقلیم عالم بھی ان کے اس بخت رسا پر رشک کرتا ہے۔ خود خالق کائنات کا ارشاد ہے!

اللہ ان سے راضی ہوا اور وہ اس سے راضی ہوئے یہ بڑی کامیابی ہے۔

اللہ ان سے راضی ہوا اور وہ اس سے راضی ہوئے یہ اس کے لیے جو اپنے رب سے ڈرتا ہے۔

رَضِيَ اللّٰهُ وَرَضُوا عَنْهُ ذَلِكَ
الْفَوْزُ الْعَظِيمُ۔ (المائدہ ۵: ۱۱۹)

رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ
ط ذَلِكَ لِمَنْ خَشِيَ رَبَّهٗ (البقرہ)

حزب اللہ یعنی اللہ کا گروہ بھی صحابہ ہی ہیں!

رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ ط
أُولَئِكَ حِزْبُ اللَّهِ ط (المجادلہ)
اللہ ان سے راضی ہوا اور اس سے راضی ہیں
یہ اللہ تعالیٰ کا گروہ ہے۔
(۲۳:۵۸)

بلکہ اس سے بھی بڑھ کر یہ کہ جو لوگ ان خوش نصیب صحابہ کی صدق دل اور حسن نیت کیساتھ پیروی کرتے ہیں ان کو بھی اللہ تعالیٰ اپنی رضا کی سند عطا فرمادیتے ہیں۔

وَالَّذِينَ اتَّبَعُوهُمْ بِإِحْسَانٍ لَا
رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا
عَنْهُ (التوبہ: ۹-۱۰۰)
اور وہ جنہوں نے نیکی میں ان کی پیروی کی
اللہ ان سے راضی ہوا اور وہ اس سے راضی
ہوئے۔

ایسا کیونکر ہوا؟ اس کا جواب بھی قرآن سے پوچھتے ہیں!
فَمِنْهُمْ مَّنْ قَضَىٰ نَحْبَهُ وَمِنْهُمْ
مَّنْ يَنْتَظِرُ وَمَا بَدَّ
لَوْ أَن يَدْبُرَ الْأَمْرَ (الاحزاب: ۳۳-۲۳)
ان میں سے بعض وہ ہیں جنہوں نے اپنی نذر
کو پورا کر دیا اور بعض ان سے وہ ہیں جو انتظار
کرتے ہیں اور اپنی بات نہیں بدلی۔

یہ تو تمام صحابہ کا معاملہ ہے اب ان میں بدر، مہاجر، یثرب، انصار، جن میں اکابر صحابہ بلکہ ان سے بڑھ کر شامل ہیں سرخیل صحابہ، معتمد
نبی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ جیسی ہستی بھی شامل ہیں کہ جنہوں نے اللہ جل جلالہ اور رسول اللہ ﷺ کی اطاعت و پیروی
کرنے کا حق اس حد تک ادا کیا کہ خود سرکارِ دو عالم ﷺ اپنی لسان نبوت سے ارشاد فرماتے ہیں!

”ابو بکر خیر الناس بعدی الا ان یكون نبیاً۔ میرے بعد لوگوں میں سے سب سے بہتر ابو
بکر صدیق ہیں مگر یہ کہ میرے بعد نبوت نہیں۔“

پھر خلیفہ ثانی عمر فاروق جیسی ہستی کہ جن سے شیطان بھی پناہ مانگتا ہے بلکہ فرمان نبوی ہے!

”عن عقبہ بن عامر قال النبی ﷺ لو کان بعدی نبی لکان عمر“ عقبہ بن عامر
سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا اگر میرے بعد نبی ہوتا تو عمر ہوتا۔“

غرض یہ کہ تاریخ انسانی کی رشک ملائکہ ہستیاں کیا اس قابل نہ تھیں کہ اطاعت محمدی و پیروی رسالت کے نتیجہ میں ان
کو نبوت سے سرفراز کیا جاسکتا؟ کیا ان کی عبادت و ریاضت، زہد و ورع، تقویٰ و طہارت، تزکیہ و تصفیہ، خلوص و اخلاص، محبت
الہی و عشق نبوی میں معاذ اللہ کوئی نقص تھا کہ ان ستودہ صفات اور منتخب رجال انسانیت میں سے کوئی ایک بھی اس مقام رفیع کی

رفتوں تک رسائی حاصل کرنے کا اہل نہیں تھا؟ کہ صدیوں کے بعد ایک ایسا شخص اس منصب پر فائز کر دیا گیا کہ خود جسکا حقیقی بیٹا یہ گواہی دیتا ہے کہ ”میرا باپ مسٹر غلام احمد تارک الصوم تھا“ یعنی رمضان کے فرض روزے بھی نہیں رکھتا تھا (سیرۃ المہدی) مرزا نیوں سے ایک اور سوال:

من یطع الله والرسول۔۔ الخ میں کلمہ ”من“ عام ہے جو مرد اور عورت سب کو شامل ہے اگر اطاعت اور پیروی کرنے سے نبوت مل جاتی ہے تو پھر قرآن کے اس عموم کا تقاضا ہے کہ عورت بھی نبی ہو حالانکہ اس پر سب متفق ہیں کہ عورت نبی نہیں ہو سکتی۔ اگر تمہاری یہ بات درست ہے کہ کامل اطاعت اور پیروی سے انسان نبوت کے مقام بلند تک پہنچ جاتا ہے تو ثابت کیجیے کہ تاریخ میں کوئی عورت بھی نبی بن کر آئی ہو حالانکہ آسیہ، مریم، صدیقہ و خدیجہ اور فاطمہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہا ایسی پاک باز اور نیک سیرت خواتین گزری ہیں کہ قرآن اُن کی سیرت و کردار پر گواہ ہے۔

دوسری بات یہ کہ اگر تم کسی عورت کا نبی ہونا ثابت نہ کر سکو اور قرآن کے اس عموم سے اگر تم عورت کو خارج کر دو جس دلیل کیساتھ تم عورت کی نبوت کا انکار کرو گے اسی دلیل سے ہم حضور خاتم النبیین محمد کریم ﷺ کی تشریف آوری کے بعد کسی نئے نبی کی آمد و امکان کا انکار کرتے ہیں۔ فاتوا براءہم ان کنتم صادقیں۔

زیر بحث آیت کی روشنی میں آخری سوال:

”النبیین“ جمع کا صیغہ ہے جسکا اطلاق کم از کم تین افراد پر ہوتا ہے سوال یہ ہے کہ دور نبوی سے لیکر ۱۹ ویں صدی کے نصف اول تک کوئی ایسا کامل اطاعت کرنے والا شخص پیدا نہیں ہو سکا کہ جس کو نبوت سے نوازا جاتا۔ صدیوں کے بعد مرزا صاحب ہی ایسے ہوئے ہیں کہ جو اس مقام تک پہنچنے کے اہل تھے۔ حالانکہ خود انہیں اپنے انسان ہونے پر بھی یقین نہیں خود کہتے ہیں!

WWW.NAFSEISLAM.COM

کرم خاکی ہوں میرے پیارے نہ آدم زاد ہوں ہوں بشری جائے نفرت اور انسانوں کی عار

(براہین احمدیہ حصہ ۵ ص ۹۷) (روحانی خزائن ج ۲ ص ۱۲۷)

قادیانی دلیل:

اے بنی آدم اگر کبھی تمہارے پاس تمہیں میں
سے رسول آئیں۔ میری آیات تم پر بیان
کریں تو جو کوئی تقویٰ کرے اور اصلاح
کرے ان پر کوئی خوف نہیں اور نہ وہ
پچھتا سکیں گے۔

يٰۤاَيُّهَا اٰدَمُ اِمَّا يٰۤاَيُّنٰكُمۡ رُسُلُ
مِّنْكُمْ يَقْصُصُوْنَ عَلَيْكُمۡ اٰيٰتِيْ
فَمَنْ اَتَّقٰى وَاَصْلَحَ فَلَا خَوْفَ
عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ
يَخْزٰۤنُوْنَ ۝ (الاعراف: ۷: ۳۵)

استدلال:

لفظ ”يَا يَحْيٰى“ پر نوں تاکید رسولوں کے بھیجا جانے کو زمانہ مستقبل سے وابستہ کر رہا ہے۔ اہل حرف شرط تاکید کا فائدہ دے رہا ہے۔ یہ خطاب آئندہ زمانے کے بنی آدم کو ہے۔ پہلی ساری آیات مستقبل کے لیے قرینہ ہیں۔ (احمدیہ تعلیمی پاکٹ بک: ۲۳۲)

زیر مطالعہ سورۃ الاعراف کی اس آیت کریمہ سے قادیانیوں کے اجرائے نبوے کے استدلال پر قربان ہونے کو دل چاہتا ہے۔ کیا خوب استدلال ہے اسکو کہتے ہیں اندھے کو اندھیرے میں دور کی سوچی۔

آئیے اب ہم اس قادیانی استدلال کا جائزہ لیتے ہیں اور یہ ثابت کرتے ہیں کہ اُن کا یہ استدلال بھی تاریک گہوت سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتا۔

جواب:

قرآن مجید جو کلام الہی ہے جسکے اندر حسین ارتباط پایا جاتا ہے لہذا قرآن مجید کی کسی بھی آیت یا حکم کے معنی و مفہوم کا تعین کرتے ہوئے سیاق و سباق کو مد نظر رکھنا ضروری ہے کیونکہ قرآن کی بعض آیتیں بعض آیتوں کی تفسیر کرتی ہیں۔ چنانچہ آئمہ تفسیر کے اس مسلمہ ضابطے اور اصول کو پیش نظر رکھتے ہوئے زیر مطالعہ آیت مبارکہ کے سیاق و سباق کی روشنی میں قادیانی فریب کا پردہ چاک کرتے ہیں۔

سورۃ الاعراف کے دوسرے رکوع کا آغاز ہی تخلیق انسانی اور آدم علیہ السلام کو فرشتوں کے سجدے سے ہو رہا ہے۔ اسکے بعد ابلیس شیطان کو آدم علیہ السلام کو سجدہ نہ کرنے اور حکم عدولی اور تکبر پر سزا دیتے ہوئے ”قَالَ اخْرِجْ مِنْهَا مَذًى مَا وَرَفُوراً“ حکم سنانے کے بعد آدم وحواء سلام اللہ علیہما کو جنت میں سکونت پذیر بننے کا ارشاد ہوتا ہے پھر قصہ آدم و ابلیس مختصر طور پر بیان کرتے ہوئے تمام بنی آدم کو مخاطب کرتے ہوئے کہا: ”يٰۤاِبْنٰى اٰدَمُ اَنْزِلْنَا عَلَيْكَ لِبَاسًا“ پھر فرمایا: ”يٰۤاِبْنٰى اٰدَمُ لَا يَفْتِنَنَّكَ الشَّيْطَانُ“ یوں اللہ تعالیٰ نے شیطان کے حلوں سے محفوظ رہنے اور اپنی بندگی اور عبادت کے آداب سکھاتے ہوئے بنی آدم و خاندانِ نبوت کو مکمل مسجد فرما کر آخر میں پوری نوع انسانی کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا: ”يٰۤاِبْنٰى اٰدَمُ اٰمَّا يٰۤاَتَيْنٰكَم رَسُلًا مِنْكُمْ“۔

یوں اس سیاق کلام کو سامنے رکھتے ہوئے غور و فکر کرنے سے جو حقیقت کھل کر سامنے آتی ہے وہ یہ ہے کہ سورۃ الاعراف کی آیت ۳۵ میں بنی آدم کے الفاظ سے خطاب کر کے جو بات کہی جا رہی ہے اس کا تعلق آغاز آفرینش سے ہے نہ کہ نزول قرآن کے وقت سے۔ مطلب یہ کہ آفرینش کا ر کے وقت جب حضرت آدم علیہ السلام کا زمین کی طرف ہبوط کیا جانے لگا تھا اس وقت انکی پشت میں جو ان کی اولاد موجود تھی اُن سب کو مخاطب کر کے متوجہ کر دیا گیا تھا کہ ”اے اولاد آدم تمہاری نجات

اس ہدایت کی پیروی میں ہے جو خدا کی طرف سے بھیجے گئے انبیاء و رسل کے ذریعہ سے آئے اسکے علاوہ تم جس راہ کی طرف بھی جاؤ گے گمراہ ہو جاؤ گے۔

جواب ۲:

اسی قسم کے مضمون کی آیات قرآن مجید میں تین مقامات پر آئی ہیں اور ان میں سے ہر مقام پر قصہ آدم و حوا کے سلسلہ میں ہی اس کو وارد کیا گیا ہے۔ ملاحظہ فرمائیں!

فَاِمَّا يَنْتَنُكُمْ فَنُنِيْ هٰذِيْ فَمَنْ	پھر اگر میری طرف سے تمہارے پاس ہدایت
تَبِعَ هٰذَاىْ فَلَا خَوْفَ عَلَيْهِمْ	آئے تو جو میری ہدایت پر ہے نہ ان کو ڈر ہے
وَلَا هُمْ يَخْزَوْنَ (البقرة ۳۸)	اور نہ وہ خجستہ ہوں گے۔
فَاِمَّا يَنْتَنُكُمْ فَنُنِيْ هٰذِيْ فَمَنْ	سو اگر میری طرف سے تمہارے پاس ہدایت
اَتَّبَعَ هٰذَاىْ فَلَا يَضِلُّ	آئے سو جو کوئی میری ہدایت کی پیروی کرے
وَلَا يَشْقٰى (طہ ۲۰۳)	گمراہ نہ ہوگا اور نہ تکلیف میں پڑے گا۔

تیسرا مقام سورۃ الاعراف کی زیر بحث آیت کریمہ ہے۔ اگر ان تینوں آیات کے مضمون کو دیکھا جائے تو نہ صرف اس میں وحدت پائی جاتی ہے بلکہ تینوں کا موقع و عمل ایک ہی ہے اور وہ ہے قصہ آدم و حوا۔ لہذا قرآن کے اس اسلوب سے واضح ہو گیا کہ یسنی آدم کے الفاظ سے نوع انسانی کو جو خطاب کیا جا رہا ہے اس کا تعلق آغاز و ابتداء آفرینش کے وقت سے ہے نہ کہ نزول قرآن کے وقت سے یوں قرآن مجید کے ان تینوں مقامات کے سیاق و سباق اور موقع محل کو مد نظر رکھتے ہوئے اس زیر بحث آیت سے اجراء نبوت پر استدلال کرنا سراسر جہالت اور کم فہمی اور کم علمی کے سوا کچھ نہیں۔

جواب ۳:

تمہارا دعویٰ ہے کہ کامل اطاعت سے انسان کو نبوت مل جاتی ہے جس کو تم ظلی و بروزی اور امتی نبی کہتے ہو اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ نبوت کبھی چیز ہے زیر بحث آیت (سورۃ الاعراف ۷: ۳۵) سے تمہارے اس دعوے کا بھی بطلان ہو رہا ہے آیت کریمہ کے الفاظ یہ ہیں! ”يَا تِئْتَنُكُمْ رُّسُلٌ مِّنْكُمْ يَقْضُوْنَ عَلَيْكُمْ اٰيٰتِيْ“ کہ تم میں سے رسول آئیں گے جو تم پر میری آیات تلاوت کریں گے۔ ان الفاظ قرآنی سے دو امور ثابت ہو رہے ہیں۔

۱۔ رسول تو تم میں سے آئیں گے لیکن بھیجنے والا میں (اللہ تعالیٰ) ہوں

۲۔ رسول تم پر میری آیتیں، احکام پیش کرے گا یعنی تم کو شریعت دے گا۔

لہذا امر اول سے ثابت ہوا کہ نبوت سراسر موہبت ہے، وہی امر ہے، جو اللہ تعالیٰ جس کو چاہے عطا فرمائے گا۔ یہ

بات آیت کی اشارۃ النص سے ثابت ہوئی یوں کہ اللہ تعالیٰ یہ ارشاد فرما رہا ہے ”يَبْنِي اٰدَمَ“ پورے بوع انسانی کو خطاب کیا اب ”يَا بَنِيَّكُمْ رُسُلٌ“ کہہ کر یہ واضح فرمادیا کہ اب تو میں نے خطاب تم سب کو کیا ہے مگر اسکے بعد تم میں سے ہر ایک کیساتھ مخاطب نہیں ہوا کروں گا، بلکہ آج کے بعد مجھ سے ہمکلامی کا شرف وہی پائیں گے یا میں خطاب انھیں نفوس قدسیہ کو کیا کروں گا جس کو میں اپنی قدرت کاملہ اور رحمت تامہ کے ذریعہ سے اس شرف و سعادت کیلئے چن لیا کروں گا وہی نبی اور رسول کہلائیں گے۔ سو تمہاری سعادت مندی، کامیابی اب انھیں برگزیدہ اور مرسلین ہستیوں کی پیروی پر ہی موقوف ہے جو ان نفوس قدسیہ کی راہ پر چلے گا وہ کامیاب ہوگا اور جو اسکو چھوڑ دے گا وہ شاہراہ حیات پر بھٹک کر گمراہ ہو جائے گا۔

جواب ۴:

اگر بقول آپ کے اس آیت کریمہ سے اجزائے نبوت کو مان بھی لیا جائے تو پھر بھی آیت واضح طور پر دلالت کرتی ہے کہ آنے والا نبی صاحب شریعت ہو اس لیے کہ ”يَقْضُونَ عَلَيْكُمْ اٰيَاتِي“ کے الفاظ صاف طور پر بیان کر رہے ہیں کہ نیا آنے والا نبی آیات الہیہ بیان کرے گا۔ حالانکہ تمہارا بھی عقیدہ ہے کہ حضور سید عالم ﷺ کی تشریف آوری کیساتھ مستقل اور تشریحی نبوت کا دروازہ بند ہو چکا ہے اور اب صرف ظلی اور اُمتی نبوت (جو تمہاری اپنی ایجاد کردہ اصطلاحیں ہیں) جارہ ہے۔ اس طرح تو یہ آیت اور بطور خاص یہ الفاظ صریح اور کھلے طور پر تمہارے عقیدے کا بطلان ظاہر کر رہے ہیں۔

جواب ۵:

بڑے بڑے ائمہ تفسیر اور دیگر مفسرین سبھی سورۃ البقرۃ کی آیت نمبر ۱۲۸ اور سورۃ طٰہ کی آیت نمبر ۱۲۳ کی طرح سورۃ الاعراف کی اس آیت کو بھی قصہ آدم و حوا سے متعلق ہی قرار دیتے ہیں۔ چنانچہ امام رازی اپنی تفسیر میں فرماتے ہیں!

”ان كان خطا بالرسول عليه الصلوة والسلام وهو خاتم الانبياء عليه و عليهم السلام لانه تعالى اجري الكلام على ما يقضيه سنة في الامم“ (تفسیر کبیر ۱۴: ۶۹) اگر خطاب نبی اکرم ﷺ کی طرف ہو حالانکہ وہ خاتم الانبیاء ہیں تو اس کے معنی یہ ہوں گے کہ اللہ تعالیٰ یہاں اُمتوں کے بارے میں اپنی سنت بیان فرما رہا ہے۔

علامہ سید محمود اوسوی فرماتے ہیں!

”ذهب اليه بعض المحققين ان هذا احكاية لما وقع مع كل قوم وقيل المراد يبنى ادم امة نبينا ﷺ وهو خلاف ظاهره وبعده جمع الرسل في قوله سبحانه (اما ياتينكم رسل منكم) (روح المعاني ۸: ۱۱۳) بعض محققين اس طرف بھی گئے ہیں کہ ہر قوم کیساتھ جو معاملہ پیش آیا ہے اسے یہاں حکایۂ پیش کیا گیا ہے یہاں نبی آدم سے نبی اکرم ﷺ کی اُمت مراد لیٹا مستعبد اور خلاف ظاہر

ہے کیونکہ یہاں جمع کا لفظ ”رُسُل“ استعمال ہوا ہے۔

علامہ ابن جریرن طبری کی رائے!

”عن ابی یسار السملی قال ان الله تبارك تعالى جعل آدم وذريته في كفہ

فقال (يا بنی آدم اما یا تینکم) (جامع الیمان طبری ۵: ۱۲۳) ابو یسار سلمی نے بیان کیا ہے کہ

اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام اور ان کی ذریت کو یکجا اور ایک ہی وقت میں خطاب کیا ہے۔

جواب ۶:

سورۃ الاعراف کی اس آیت سے نبوت کا ثابت کرنا بائبل مذہب کی دلیل ہے کیونکہ وہ قرآن کو منسوخ مانتے ہیں اسکے

برعکس مرزا صاحب اور تمہارا عقیدہ ہے کہ قرآن منسوخ نہیں لہذا دعویٰ اور دلیل میں مطابقت نہیں اسلئے بھی تمہارا اجراء

نبوت کا دعویٰ باطل ہو گیا۔

جواب ۷:

نہ صرف اس آیت کریمہ میں بلکہ پورے قرآن مجید میں یہ کہیں بھی بیان نہیں ہوا کہ آپ ﷺ کے بعد آنے والے

رسول اور نبی محمد رسول اللہ ﷺ ہی کی پیروی کرنے والے ہوں گے۔ بنی آدم کا لفظ عام ہے جو مسلم و غیر مسلم سب کو شامل ہے

دوسرا یہ اس آنے والے رسول یا نبی پر آیات کا نزول بھی لازم ہے۔ لہذا اس کا لازم و بدیہی نتیجہ یہ ہے کہ آپ سید عالم ﷺ کے

بعد جو نبی اور رسول کا آنا جائز رکھتا ہے وہ اس نبی کیساتھ شریعت کو بھی لائے اگر آئیں گے تو دونوں اکٹھے آئیں گے اگر شریعت

نہیں آسکتی تو رسول بھی نہیں آسکتا۔ جبکہ تم اختتام شریعت کے قائل ہو کہ اب شریعت کوئی نہیں آئے لیکن اسکے ساتھ ہی نبی کی

آمد کو جائز تسلیم کرتے ہو جس سے خود بخود تمہارا اس آیت سے استدلال باطل ہو جاتا ہے۔

جواب ۸:

آج تک پوری تاریخ اسلام میں کسی مجدد کسی مفسر اور کسی عالم نے اس آیت کا یہ معنی و مفہوم مراد نہیں لیا جو تم لے رہے ہو لہذا یہ

اجماع امت کے بھی خلاف ہے۔

قادیانی دلیل:

اور جب تک ہم پیغمبر نہ بھیج لیں عذاب نہیں

دیا کرتے۔

وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِينَ حَتَّى نَبْعَثَ

رَسُولًا ۝ (نبی اسرائیل ۱۷: ۱۵)

استدلال:

آیت سے ظاہر ہے کہ عذاب سے پہلے اتمام حجت کیلئے رسول کا آنا ضروری ہے۔ وان من قرية الا

نحن مہلکوها۔۔۔ الخ کے مطابق قیامت سے پہلے عالمگیر عذاب آئے گا۔ پس اس موقع پر ایک رسول کا آنا ضروری ثابت ہوا۔ تاکہ حجت پوری ہو اور نافرمان لوگ یہ نہ کہہ سکیں کہ اے ہمارے رب تو نے ہماری طرف کوئی رسول کیوں نہ بھیجا کہ ہم تیری آیات کی پیروی کرتے اس سے پہلے کہ ہم ذلیل و رسوا ہوں۔ (احمدیہ تعلیمی پاکٹ بک ۱: ۲۵۰)

جواب ۱:

آج تک کسی مفسر نے اس آیت کریمہ کا یہ معنی اور مفہوم بیان نہیں کیا جو تم کر رہے ہو اگر کیا ہے تو کم از کم ایک نام ضرور پیش کریں جس سے تمہارے اس دعوے کی تائید و تصدیق ہو جائے۔ ہم کہہ دیتے ہیں کہ قیامت تک آپ ایسا نہیں کر سکتے۔

جواب ۲:

عذاب تو مختلف صورتوں میں دنیا کے مختلف علاقوں میں اب بھی آرہے ہیں حالانکہ کوئی رسول بھی موجود نہیں۔ اگر یہ کسی گزشتہ رسول کے انکار کی وجہ سے ہے تو پھر وہ رسول آنحضرت ﷺ ہی کیوں نہیں؟ کیا آپ ﷺ کی رسالت کا زمانہ ختم ہو گیا۔ (لاؤ کوئی دلیل اگر ہے)

قادیانیوں سے ایک سوال:

کیا اللہ تعالیٰ نے کہیں یہ حد بندی کی ہے کہ تیرہ سو سال تک تو جو عذاب آئے گا وہ آپ ﷺ کے انکار کی وجہ سے آئے گا اور اسکے بعد کسی اور رسول کی وجہ سے آئے گا اور پھر یہ بھی معلوم ہونا چاہیے کہ مرزا صاحب کی وجہ سے کتنی مدت تک عذاب آئیں گے تاکہ بعد میں کسی اور کی تلاش کی جائے۔

قادیانی دلیل:

اللَّهُ يَصْطَفِي مِنَ الْمَلَائِكَةِ رُسُلًا
وَمِنَ النَّاسِ طِائِفًا لِّئَلَّا يَكُونَ لِلنَّاسِ
بَصِيرَةٌ (الحج ۲۲: ۷۵)

خدا فرشتوں میں سے پیغام پہنچانے والے
منتخب کر لیتا ہے اور انسانوں میں سے بھی
جسکے خدا سننے والا اور دیکھنے والا ہے۔

استدلال:

اس آیت میں فرشتوں اور انسانوں میں سے رسول بھیجے جانے کے متعلق خدائی قانون بیان ہوا ہے ”وَلَنُفْجِدَ لِسُنَّةِ اللَّهِ تَبْدِيلًا“ خدائی سنت میں تم ہرگز تبدیلی نہیں پاؤ گے۔ یصطفیٰ مضارع کا صیغہ ہے جو اس جگہ قانون بیان کرنے کی وجہ سے استمرار تجریدی کا قاعدہ دیتا ہے۔ مضارع کے معنی حال کے بھی ہوتے ہیں اور مستقبل کے بھی۔ (احمدیہ پاکٹ بک ۱: ۲۳۵)

جواب ۱:

آج تک مفسرین میں سے کسی ایک نے بھی اس آیت کا یہ معنی بیان نہیں کیا کہ حضور سید عالم ﷺ کے بعد کسی نئے نبی کا آنا اس سے مستفاد ہوتا ہے۔

جواب ۲:

یصطفیٰ اگرچہ مضارع کا صیغہ ہے مگر یہ اصطفیٰ کے معنی میں ہے۔ اور یہ قرآن مجید اور لغت عرب کا عام اسلوب ہے کہ ماضی اور مضارع ایک دوسرے کی جگہ استعمال ہوتے رہتے ہیں اور اسکی لاتعداد مثالیں موجود ہیں۔ مثلاً حضرت عیسیٰ علیہ السلام علیٰ الصلوٰۃ والسلام کا ذکر کرتے ہوئے قرآن مجید فرماتا ہے!

وَإِذْ قَالَ اللَّهُ يٰعِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ ۖ اَنْتَ قُلْتُ لِلنَّاسِ (المائدہ ۵: ۱۱۶)
اور جب اللہ تعالیٰ فرمائے گا اے مریم کے بیٹے عیسیٰ کیا تم نے لوگوں سے کہا تھا۔

مزید ملاحظہ ہو!

وَلَوْ تَرَىٰ إِذْ ذُقُوا غُلٰٓغُلٰٓی رَبِّہِمۡ
قَالَ اٰلِیْسَ ہٰذَا بِالْحَقِّ قَالُوۡا
بَلٰی وَرَبَّنَا قَالَ فَذُوۡقُوا الْعَذَابَ
بِمَا كُنْتُمْ تَکْفُرُوۡنَ (الانعام ۶: ۳۰)
اور اگر آپ دیکھیں کہ جب اپنے رب کے حضور کھڑے کیے جائیں گے تو وہ فرمائے گا! کیا یہ حق نہیں؟ یہ کہیں گے کیوں نہیں ہمیں اپنے رب کی قسم تو (اللہ تعالیٰ) فرمائے گا تو اب عذاب پکھو بدلا اپنے کفر کا۔

ان دونوں آیات مبارکہ میں قال، قلت، قالوا، وقفوا سب صیغے ماضی کے ہیں مگر مضارع کے معنی میں استعمال ہوئے ہیں۔ دوسری قابل غور بات یہ ہے کہ سیاق کلام سے بھی اس امر کی تائید نہیں ہوتی کہ یہاں کوئی نبوت و رسالت کا تذکرہ ہو رہا ہے۔ لہذا اس آیت سے نبوت کے جاری ہونے پر استدلال کرنا سرے ہی سے غلط ہے۔

جواب ۳:

زیر بحث آیت کریمہ کا سیاق و سباق بھی آپ کے اس دعوے اجزائے نبوت کو باطل قرار دیتا ہے۔ اگر اس سے پہلی آیات پر غور کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ ان آیات میں شرک کا رد کیا گیا ہے صرف ترجمہ ملاحظہ ہو!

”اے لوگو! ایک مثال بیان کی جاتی ہے اسے خوب کان لگا کر سنو۔ وہ جنہیں تم اللہ کے سوا پوجتے ہو ایک کبھی تک نہیں بنا سکتے اگرچہ وہ سب اکٹھے ہو جائیں۔ اور اگر کبھی ان سے کچھ چھین کر لے جائے تو وہ اس سے چھڑوانہ سکیں گے۔ کتنا کمزور ہے چاہنے والا اور وہ جسکو چاہا

گیا۔ اور (انسان) نے اللہ کی قدر نہ جانی جیسی چاہیے تھی بے شک اللہ تعالیٰ قوت والا غالب ہے۔“ (الحج ۲۲: ۷۳، ۷۴)

یہ ہے اس زیر مطالعہ آیت کا سیاق کہ پہلے شرک کا رد کر کے اس طرف اشارہ کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی مخلوقات میں سے انسان اور ملائکہ سب سے بہترین مخلوق ہیں اور ان میں سے انسان کو اشرف المخلوق کے درجے پر فائز کیا گیا ہے۔ اس بلند مقام پر ہونے کے باوجود انسانوں اور ملائکہ میں سے کسی کو الوہیت کا منصب نہیں دیا گیا بلکہ اس الہ مطلق خدائے واحد کی نعمتوں میں سے سب سے بہترین نعمت نبوت و رسالت ہے جس سے ان کو سرفراز کیا گیا ہے۔ تو جب ایسی عظیم المرتبت ہستیاں خدا کی شریک نہیں ہیں تو اور چیزیں یا کوئی دوسری مخلوق کیسے خدا کی شریک ہو سکتی ہے۔ تو گویا کہ یہ حقیقت مکمل کر سامنے آگئی کہ سورۃ الحج کی اس آیت ۷۵ سے نبوت کے جاری ہونے پر استدلال کرنا کلام الہی میں معنوی تحریف کرتا ہے۔

قادیانی دلیل:

يَا أَيُّهَا الرُّسُلُ كُلُّوْا مِنَ
الطَّيِّبَاتِ وَاعْمَلُوا صَالِحًا
إِنِّي بِمَا تَعْمَلُونَ
عَلِيمٌ (المومنون ۵۱)

اے رسولو! کھاؤ پاکیزہ چیزوں میں سے اور
عمل صالح کرو بے شک میں تمہارے اعمال
کو جاننے والا ہوں۔

استدلال:

اس آیت میں آنحضرت ﷺ کے بعد آنے والے رسولوں کو پاکیزہ چیزیں کھانے اور عمل صالح کرنے کا حکم دیا جا رہا ہے اگر نبوت جاری نہیں تو پھر یہ حکم کس کو دیا جا رہا ہے؟

جواب ۱:

آیت کا مطلب یہ لینا کہ نبی اکرم حضور سید عالم ﷺ کے بعد نبوت جاری قرآن کی معنوی تحریف اور اجماع امت کے خلاف ہے۔

جواب ۲:

”الرسال“ جمع کا صیغہ ہے جس کا اطلاق کم از کم تین افراد پر ہوتا ہے یہ کیسے ممکن ہے کہ چودہ سو سال میں صرف ایک شخص کو نبی نبوت دی گئی ہو جبکہ امت میں صلحاء اور اتقواء لاکھوں کی تعداد میں ہو گزرے ہیں اور ایسے کہ خود تقویٰ و طہارت کو بھی ان پر ناز تھا۔ جبکہ مرزا جی جو مدعی نبوت ہیں وہ شراب کے رسیاء غیر محرم عورتوں سے اختلاط رکھنے والے اور جھوٹ بولنے کے عادی ہیں۔

جواب ۳:

یہ آیت جس سلسلہ کلام میں وارد ہوئی ہے وہ دوسرے رکوع سے مسلسل چلا آ رہا ہے جس میں حضرت نوح سے لیکر حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک مختلف زمانوں میں مختلف انبیاء کی تشریف آوری اور انکی قوموں کا ذکر ہے جس میں بتایا یہ گیا ہے کہ ہر دور میں انبیاء کرام کی ایک ہی تعلیم رہی۔ ان سب کا طریقہ بھی ایک ہی رہا ہے اور ایک ہی طرح ان سب پر اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم رہا ہے لہذا اس سارے کلام مربوط و مسلسل میں وارد ہونے والی آیت ”يَا أَيُّهَا الرُّسُلُ“۔ الخ کا یہ ترجمہ کرنا یا مطلب بیان کرنا۔ ”اے رسولو! جو محمد ﷺ کے بعد آنے والے ہو پاک رزق کھاؤ اور نیک عمل کرو۔ قرآن پر زیادتی، دین میں فتنہ انگیزی کے سوا کچھ نہیں ہے۔ بلکہ آیت کریمہ کا صاف اور صریح مطلب یہ ہے کہ ان تمام رسولوں کو جو حضرت نوح علیہ السلام کے وقت سے لیکر اب تک آئے ہیں اللہ تعالیٰ نے یہی ہدایت فرمائی ہے کہ تم پاک چیزیں کھاؤ اور نیک عمل کرو۔

قادیانی دلیل:

وَعَدَاللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ
وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفْنَهُمْ
فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ
الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ الخ (النور ۵۵)

جو لوگ تم میں سے ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے اُن سے خدا کا وعدہ ہے کہ انکو ملک کا حاکم بنا دے گا جیسا اُن سے پہلے لوگوں کو حاکم بنایا تھا۔

استدلال:

كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ کے الفاظ سے ظاہر ہے کہ اس امت کے خلفاء پہلی امتوں میں گزرے ہوئے خلفاء کے مثیل اور ان کے مشابہ ہوں گے چونکہ پہلے گزرے ہوئے خلیفہ دوم کے ہوئے ہیں بعض نبی اور بعض غیر نبی لہذا اس خلافت موعودہ منصوبہ میں بھی دونوں قسم کے خلفاء ہونے ضروری ہیں۔ (احمدیہ پاڪسٹ بک ۱: ۲۵۲)

جواب ۴:

دیگر آیات کی اس آیت کے بھی صالحین اور مفسرین نے وہ معنی نہیں لیے جو آپ لے رہے ہیں اور نبوت کا جاری ہونا ثابت کر رہے ہیں لہذا قرآن میں تحریف معنوی ہے۔

جواب ۲:

بقول آپ کے خلیفہ دوم کے ہوتے ہیں بعض نبی اور بعض غیر نبی لہذا اس خلافت موعودہ منصوبہ میں بھی دونوں قسم کے خلفاء ہونے ضروری ہیں تو بھی آپ کا دعویٰ باطل ہے اس لیے بعض نبی کے الفاظ مطلق نبوت پر دلالت کرتے ہیں اور اس میں کسی قسم کی مستقل یا غیر مستقل نبوت کی تقسیم نہیں حالانکہ تم خود اس تقسیم کے قائل ہو اور تمہارے خود ساختہ پورے نظام کی بنیاد

ہی اس نظریے پر قائم ہے لہذا دعویٰ اور دلیل میں عدم مطابقت کی وجہ سے تمہارا دعویٰ خود بخود باطل ہو گیا۔

جواب ۳:

آیت زیر نظر میں خلیفہ بنائے جانے کی بات ہو رہی نہ کہ نبوت کی حالانکہ آپ جن مرزا صاحب قادیانی کو مانتے ہیں وہ نبوت کے مدعی ہیں خلافت کا دعویٰ ہی نہیں جیسا کہ اُن کی بہت سی تحریرات اس پر گواہ ہیں!

”میں کہتا ہوں کہ آنحضرت ﷺ کے بعد جو درحقیقت خاتم النبیین تھے مجھے رسول اور نبی کے لفظ سے پکارے جانا کوئی اعتراض کی بات نہیں اور نہ اس سے مہر نہایت لوثی ہے کیوں کہ میں بار بار بتلا چکا ہوں کہ میں بموجب آیت **وَآخِرِينَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوا بِهِمْ** بروزی طور پر وہی خاتم الانبیاء ہوں اور خدا نے آج سے بیس برس پہلے براہینِ حمیہ میں میرا نام محمد اور احمد رکھا ہے۔“ (ایک غلطی کا ازالہ ص ۱۰)

”اور میں اس خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ اسی نے مجھے بھیجا ہے اور اسی نے میرا نام نبی رکھا ہے۔“ (تمہ ہقیقۃ الوحی ص ۶۸)

”دنیا میں ایک نذیر آیا پر دنیا نے اس کو قبول نہ کیا لیکن خدا اسے قبول کرے گا۔“ (ہقیقۃ الوحی ص ۱۸۳)

ان تینوں حوالہ جات سے یہ ثابت ہو گیا کہ مرزا صاحب کا دعویٰ نبوت کا ہے نہ کہ خلیفہ ہونے کا جبکہ آیت کریمہ میں **استخلاف فی الارض** یعنی زمین میں خلیفہ بنائے جانے کا وعدہ ہے لہذا یہ حقیقت اظہر من الشمس ہو کر سامنے آگئی ہے کہ تمہارے دعویٰ اور دلیل میں مطابقت نہیں اور تمہارا دعویٰ اس آیت کریمہ سے نبوت کے جاری ہونے کا باطل ہوا۔

قادیانی دلیل:

يُلْقِي الرُّوحَ مِنْ أَمْرِهِ عَلَى مَنْ يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ (سورۃ المؤمن ۱۵)

وہ روح کو اپنے حکم سے اپنے بندوں میں جس پر چاہتا ہے ڈالتا ہے۔

بعض قادیانی لوگ مذکورہ بالا اس آیت کریمہ سے بھی نبوت کے جاری ہونے پر استدلال کرتے ہیں کیونکہ **يُلْقِي الرُّوحَ** ارشاد فرمایا گیا ہے۔ اس صیغہ مضارع کا آنا اس پر دلیل ہے کہ القاء روح جاری ہے یعنی نبوت جاری ہے۔

جواب ۱:

آج تک کسی ایک عالم، مفسر یا مجدد نے اس آیت کا یہ معنی بیان نہیں کیا جو تم کر رہے ہو اگر کسی نے کیا ہے اور اس سے نبوت کا جاری ہونا ثابت کیا ہے جیسا کہ تم کرتے ہو تو پیش کرو۔

جواب ۲:

یہ آیت سورۃ المؤمن کے دوسرے رکوع کی ہے جس میں کفار، معاندین حق اور مشرکین کا ذکر کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کے نیک اور صالح بندوں کو حکم دیا جا رہا ہے کہ تم خالص اللہ تعالیٰ کی بندگی کرو اور اگرچہ کافروں کو یہ پسند نہ آئے چنانچہ ان مخلص بندگان خدا کو ذات قدسیہ کی طرف سے عطا کئے جانے والے انعام کا ذکر کرتے ہوئے ارشاد فرمایا اِطِيعُوا رُوحَ مَنْ أَمَرَ بِهَا پر روح سے مراد کلام الہی ہے۔ اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ جس کیساتھ اللہ تعالیٰ کلام فرمائے وہ نبی ہوگا دیکھئے قرآن مجید میں ہے کہ!

وَأَوْحَىٰ رَبُّكَ إِلَىٰ
النَّخْلِ (النحل: ۱۶: ۶۸)

وَأَوْحَىٰ فِي كُلِّ سَمَاءٍ
أَمْرَهَا (م السجدة: ۴۱: ۱۳)

وَإِذْ أَوْحَيْنَا إِلَىٰ الْحَوَارِيِّينَ
أَنْ أَمْنُوا بِمَنِي وَ
بِرَسُولِي (المائدہ: ۵: ۱۱۱)

إِذْ أَوْحَيْنَا إِلَىٰ أُمَمِكَ مَا يُؤْمُرُ
حٰی (طہ: ۲۰: ۳۸)

إِذْ يُوحِي رَبُّكَ إِلَىٰ
الْمَلٰٓئِكَةِ اَنۡزِلِي
مَعَكُمْ (الانفال: ۸: ۱۳)

یہ پانچوں آیات قرآنیہ ثابت کر رہی ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے شہد کی مکھی، حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ ملائکہ، حواریین اور آسمانوں کی طرف وحی کی لیکن ان میں سے نبی کوئی بھی نہیں ہوا۔ تو معلوم ہوا کہ کسی کیساتھ اللہ تعالیٰ کا کلام فرمانا اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ جس کیساتھ کلام کیا گیا ہے وہ نبی ہوگا۔ اس لیے یہاں اجراء نبوت کا استدلال کرنا ہی غلط

ہے۔

چیلنج:

تمہارا یہ کہنا کہ القاء روح سے مراد نبوت کا جاری ہونا اور ہم اسکا ابطال کر چکے ہیں اسکے باوجود اگر تمہیں پھر بھی

اصرار ہے تو ہم تم کو چیلنج دیتے ہیں مذکورہ آیت میں حواریوں اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ ماجدہ کی طرف کلام الہی وحی کا آنافس قطعی سے ثابت ہو رہا ہے۔ تم تاریخ کا ایک ضعیف سے ضعیف تر حوالہ پیش کرو کہ حواریوں یا اُمّ موسیٰ میں سے کسی نے اس مکالمہ و مخاطبہ الہیہ کی بنیاد پر بعد میں دعویٰ نبوت کیا ہو۔ ہاتو برہانکم ان کنتم صادقین۔

جواب ۳:

اگر بقول تمہارے سورۃ المومن کی یہ آیت حضور نبی کریم ﷺ کے بعد نبوت کا جاری ہونا بیان کر رہی ہے اگر ایک لمحہ کے لیے آپ کی اس بات کو مان بھی لیا جائے تو تب بھی تمہارا دعویٰ باطل ہے۔ کیونکہ تمہارا عقیدہ ہے کہ مستقل اور تشریحی نبوت ختم ہو چکی ہے اب غیر مستقل اور اُمتی نبوت حضور ﷺ کے بعد جاری ہے۔ جبکہ یہ آیت کریمہ صاف ظاہر کر رہی ہے کہ نبوت میں کسب، کثرت، اطاعت اور زہد و ورع کا کوئی دخل نہیں بلکہ یہ سراسر ایک وحی امر اور عطیہ خداوندی ہے وہ جس کو چاہے عطا کر دے جیسا کہ آیت کریمہ کے یہ الفاظ ہمارے اس موقوف پر مہر تصدیق ثبت کرتے ہیں۔ من امرہ علی من یشاء من عبادہ کہ وہ اپنے امر سے اپنے بندوں میں سے جس کو چاہے منصب نبوت سے سرفراز کر دے اس میں کسی محنت اور کسب کو کوئی دخل نہیں ہے۔ لہذا تمہارا دعویٰ باطل ہے۔

قادیانی دلیل:

هُوَ الَّذِي بَعَثَ فِي الْأَقْبَانِ
رَسُولًا مِّنْهُمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ
وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ
وَالْحِكْمَةَ وَإِنْ كَانُوا مِنْ قَبْلُ
لَفِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ ۝ وَآخِرِينَ
مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوا بِهِمْ ط وَهُوَ
الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ۝ (الحجہ ۶۲: ۳)

وہی تو ہے جس نے ان پڑھوں میں انہی میں
سے محمد کو پیغمبر بنا کر بھیجا جو ان کے سامنے اُس
کی آیتیں پڑھتے اور انکو پاک کرتے اور خدا
کی کتاب اور دانائی سکھاتے ہیں اور اس سے
پہلے تو یہ لوگ صریح گمراہی میں تھے۔ اور ان
میں سے اور لوگوں کی طرف بھی اُن کو بھیجا ہے
جو ابھی اُن مسلمانوں سے نہیں ملے اور وہ

غالب حکمت والا ہے۔

بعض قادیانی حضرات سورۃ جمعہ کی اس آیت کریمہ سے بھی نبی اکرم ﷺ کے بعد نبوت کا جاری ہونا ثابت کرتے ہیں حالانکہ آیت کریمہ کا ایک ایک لفظ قادیانیوں کے اس عقیدہ باطلہ کا انکار و ابطال کر رہا ہے اور اس مذمومہ عقیدہ کے برعکس حضور سید عالم ﷺ کی نبوت کے فرائض چہارگانہ کو بصیغہ مضارع بیان کر کے تا ابد آپ ﷺ کی شان ختم نبوت کی طرف اشارہ کیا جا رہا ہے۔ یوں کہ آپ ﷺ کی بعثت تو امیوں میں ہوئی لیکن آپ ﷺ کی نبوت و رسالت کا ذکر کتاب قیامت تک بجا رہے گا۔ اس

آیت کریمہ سے آئمہ تفسیر نے کیا سمجھا اسکی وضاحت کے لیے ہم فقط علامہ ابن کثیر کی معروف زمانہ تفسیر ابن کثیر سے ایک عبارت ہی نقل کرنے پر اکتفا کرتے ہیں جو مدعیان اجراءِ نبوت کے ادہام باطلہ کا رد کرنے کیلئے کافی ہے!

”اس طرح کی اور بھی بہت سی آیات ہیں جن سے صاف ثابت ہو رہا ہے کہ حضور ﷺ کی بعثت تمام روئے زمین کی طرف تھی۔ کل مخلوق کیلئے آپ پیغمبر تھے۔ ہر سرخ و سیاہ کی طرف آپ نبی بنا کر بھیجے گئے تھے۔ صلوٰۃ اللہ وسلامہ علیہ الحمد للہ یہاں یہ فرمانا کہ ان پڑھوں یعنی عربوں میں اپنا رسول بھیجنا اس لیے ہے کہ حضرت خلیل اللہ علیہ السلام کی دعا کی قبولیت معلوم ہو جائے آپ نے اہل مکہ کے لیے دعا مانگی تھی کہ اللہ تعالیٰ ان میں ایک رسول ان ہی میں سے بھیج جو انہیں اللہ تعالیٰ کی آیتیں پڑھ کر سنائے انہیں پاکیزگی سکھائے اور کتاب و حکمت کی تعلیم دے۔ پس اللہ تعالیٰ نے آپ کی دعا قبول فرمائی اور جب کہ مخلوق کو نبی اللہ کی سخت حاجت تھی سوائے چند اہل کتاب کے جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے سچے دین پر قائم تھے اور افراط و تفریط سے الگ تھے۔ باقی تمام دنیا دین حق کو بھٹلا بیٹھی تھی اور خدا کی نامرضی کاموں میں مبتلا تھی اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو مبعوث فرمایا۔ آپ ﷺ نے ان پڑھوں کو خدا کے کلام کی آیتیں پڑھ کر سنائیں۔ انہیں پاکیزگی سکھائی اور کتاب و حکمت کا معلم بنادیا۔ حالانکہ اس سے پہلے وہ کھلی گمراہی میں تھے سنئے! عرب حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دین کے دعویدار تھے۔ لیکن حالت یہ تھی کہ اصل دین کو خورد برد کر چکے تھے۔ اس میں اس قدر تغیر و تبدل کر دیا تھا کہ تو حید شرک سے اور یقین شک سے بدل چکا تھا۔ ساتھ ہی بہت سی ایجاد کردہ بدعتیں دین اللہ میں شامل کر دی تھیں اسی طرح اہل کتاب نے اپنی کتابوں کو بدل دیا تھا۔ ان میں تحریف کر دی تھی اور متغیر کر دیا تھا ساتھ ہی معنی میں اُلٹ پھیر کر لیا تھا۔ پس اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد ﷺ کو عظیم الشان شریعت اور کامل مکمل دین دے کر دنیا والوں کی طرف بھیجا کہ اس فساد کی اصلاح کریں۔ اہل دنیا کو اصل احکام الہی پہنچائیں۔ خدا کی مرضی اور نامرضی کے احکام سے لوگوں کو معلوم کرا دیں۔ جنت سے قریب کرنے والے، عذاب سے نجات دلوانے والے تمام اعمال بتلائیں۔ ساری مخلوق کے ہادی بنیں۔ اصول و فروع سب سکھائیں۔ کوئی چھوٹی بڑی بات باقی نہ چھوڑیں۔ تمام تر شک و شبہ سب کے دور کر دیں اور ایسے دین پر لوگوں کو ڈال دیں جس میں ہر بھٹلائی موجود ہو۔ اس بلند بالا خدمت کے لیے آپ ﷺ وہ برتر تئیں اور بزرگیاں جمع کر دیں جو نہ آپ ﷺ سے پہلے کسی میں تھیں اور نہ آپ ﷺ کے بعد کسی میں ہو سکیں۔ اللہ تعالیٰ آپ ﷺ پر ہمیشہ درود و سلام فرماتا رہے۔ دوسری آیت (وَ اٰخِرِينَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوا بِهِمْ) کی تفسیر میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ صحیح بخاری میں مروی ہے کہ ہم آنحضرت ﷺ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ آپ ﷺ پر سورۃ الجمد نازل ہوئی جب آپ ﷺ نے اس آیت کی تلاوت فرمائی تو لوگوں نے پوچھا کہ اٰخِرِينَ مِنْهُمْ سے کیا مراد ہے۔ تین مرتبہ حضور ﷺ سے سوال ہوا۔ تب آپ ﷺ نے اپنا ہاتھ حضرت سلیمان قاری رضی اللہ عنہ کے سر پر رکھا اور فرمایا کہ اگر ایمان ثریا کے ستارے کے پاس ہوتا تو بھی ان لوگوں میں سے ایک یا کئی ایک پالیتے۔ اس روایت سے معلوم ہوا

کہ یہ سورت مدنی ہے اور یہ بھی ثابت ہوا کہ حضور ﷺ کی پیغمبری تمام دنیا والوں کی طرف ہے۔ صرف عرب کے لیے ہی مخصوص نہیں کیوں کہ آپ ﷺ نے اس آیت کی تفسیر میں فارس والوں کو فرمایا۔ اسی عام بعثت کی بنا پر آپ نے فارس و روم کے بادشاہوں کے نام اسلام قبول کرنے کے فرامین بھیجے۔ حضرت مجاہد وغیرہ بھی فرماتے ہیں کہ اس سے مراد عجمی لوگ ہیں یعنی عرب کے علاوہ وہ لوگ جو حضور ﷺ پر ایمان لائیں اور آپ ﷺ کی وحی کی تصدیق کریں۔ ابن ابی حاتم کی حدیث میں ہے کہ اب سے تین تین پشتوں کے بعد آنے والے میرے امتی بغیر حساب کے جنت میں داخل ہوں گے پھر آپ ﷺ نے اس آیت کی تلاوت فرمائی۔ (والآخرین منهم لما یلحقوا بهم) (ابن کثیر مترجم ج ۵ ص ۶۵: ۶۴)

☆☆☆☆

☆☆☆☆

☆☆☆☆



معرکہ بہاولپور

بزرگوار علامہ اقبال احمد فاروقی

جنگ آزادی میں شکست کے بعد مسلمانان برصغیر پاک و ہند کو جہاں اپنے اقتدار سے محروم ہونا پڑا وہاں ان پر معاشی اور اقتصادی بد حالی کے طوفان ٹوٹ پڑے۔ انگریز نے مسلمانوں کو من حیث القوم مفلوج بنا دینے کا پروگرام بنایا جس پر اسکی ساری سیاسی قوت کا فرما رہی۔ ان معاشی اور اقتصادی ادبار کیساتھ ساتھ عیسائی مبلغین نے برصغیر پہنچ کر مسلمانوں کی نظریاتی اور اعتقادی بنیادوں کو بھی کھوکھلا کرنا شروع کر دیا۔ ان عیسائی مشنریوں کی یہ خواہش تھی کہ یہاں کے مسلمانوں کی دین اسلام سے وابستگی کو مٹھلوک بنا دیا جائے۔ چنانچہ انہوں نے انگریزی اقتدار کے بل بوتے پر ایک طرف اسلام اور عیسائیت میں الجھاؤ پیدا کر دیا۔ دوسری طرف بے پناہ دینی فتنوں کو ہوا دے کر مسلمانوں کے اعتقاد و نظریات کو ہلا کر رکھ دیا۔ اسلام کے نام پر جو بھی نظریہ لے کر افشاں اسکی پیٹھ ٹھونکی جاتی۔ چنانچہ برصغیر کی آج سے صد سالہ قبل نظریاتی تاریخ پر نگاہ ڈالی جائے تو برصغیر میں کئی ایسے دینی فتنے اُبھرتے دکھائی دیتے ہیں جن کی پشت پر صرف اور صرف انگریزی اقتدار تھا۔

انہی دنوں ایک شخص مرزا غلام احمد قادیانی اُبھرا جس نے دوسرے دینی فتنوں سے بڑھ چڑھ کر اسلام کا نام لے کر ایک زبردست فتنے کی بنیاد رکھی جو آگے جا کر مرزائیت یا قادیانیت کے بدنام ناموں سے مشہور ہوا۔ مرزا قادیانی پیدا کئی طور پر صحیح العقیدہ سنی مسلمان تھا۔ وہ حضور ﷺ کے خاتم النبیین ہونے پر پختہ ایمان رکھتا تھا۔ اس نے ۱۲ اکتوبر ۱۸۹۱ء کو ایک اشتہار شائع کر کے حضور ﷺ کی نبوت کا اقرار کیا پھر مشائخ ہندوستان کے نام ”انجام آتھم“ میں بھی اپنے اس عقیدے کا اظہار کیا۔ اس عقیدے کے باوجود وہ اپنے آپ کو مجدد اسلام اور مہدی وقت قرار دیتا تھا۔ اگرچہ اس کے یہ دعوے اہل علم کو کھٹکتے تھے مگر مسلمانوں میں سے اکثر نیم خواندہ جذباتی لوگ مجدد یا مہدی ہونے کو گوارا جان کر اسکی اسلامی خدمت کا اعتراف کرتے رہے۔ انہی دنوں مرزا موصوف نے اپنے آپ کو مثیل مسیح اور مسیح موعود کے مقام پر لا کھڑا کیا اس نے اپنی تعینفات ”ازالہ اوہام، حیات مسیح اور توضیح المرام“ میں اس نظریہ کی وضاحت کی اس کے یہ دعوئی علمائے اسلام کو حیرت زدہ کرنے کو کافی ہیں۔ انہوں نے اس کی مناظرانہ خدمات کے باوجود ان نظریات کا سختی سے نوٹس لیا۔

مرزا قادیان نے اپنی کتاب ”انجام آتھم“ مطبوعہ ۱۸۹۷ء میں لکھا: ”میں خدا کا پیغمبر، خدا کا مامور، خدا کا امین اور

خدا کا فرستادہ ہوں۔ مجھ پر ایمان لاؤ۔

۱۹۰۱ء میں اس نے نبوت کا دعویٰ کر دیا۔ یہ اعلان تمام اہل ایمان اور اہل اسلام کے لیے ایک زبردست چیلنج تھا۔ وہ چیخ کر رہ گئے۔ انگریز حکومت آزادی مذہب کے نام پر مرزا قادیانی کی حفاظت پر موجود تھی۔ علمائے کرام نے اس کی جھوٹی نبوت کے خلاف ثابت قدمی سے کام کیا۔ لدھیانہ کے مولانا سید محمد۔ قصور کے مولانا دھیرے قسوری ہاشمی، گولڑہ سے حضرت پیر مہر علی شاہ گولڑوی، بریلی سے امام اہلسنت مولانا احمد رضا خان بریلوی میرٹھ سے صدر الافاضل مولانا سید نعیم الدین مراد آبادی، الور سے حضرت مولانا سید دیدار علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین جیسے ہزاروں جید علمائے کرام نے مرزا کی نبوت اور اس کے باطل نظریات کو لکھ کر اس دور کے دینی لٹریچر کو سامنے رکھا جائے تو علمائے کرام نے جس پامردی سے مرزا کی نبوت کا فہرہ کے خلاف جو جہاد کیا ہے اسکی مثال نہیں ملتی۔ مرزا قادیانی کی پشتکونیاں۔ الہام، فیصلے، آسمانی بدعاتیں سب ایک ایک کر کے جھوٹی اور بے اثر ثابت ہوئیں۔ حضرت پیر سید مہر علی شاہ صاحب گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تصنیف ”سیف چشتیائی“ میں مرزا قادیانی کے تمام الہامات کا تجزیہ کر کے ایک ایک الہام کو جھوٹا ثابت کیا اگرچہ ان دنوں مرزا کی نبوت کے جھوٹے دعوے ہندوستان کے وسطی اور مشرقی علاقوں میں اسنے مشہور نہیں ہوئے۔ پھر بھی اعلیٰ حضرت احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ صدر الافاضل علامہ سید نعیم الدین مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ کے علاوہ دیگر علماء نے بھی اس کی جھوٹی نبوت کے خلاف بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔

۲۰ جولائی ۱۹۰۰ء کو مرزا غلام احمد قادیانی نے حضرت پیر مہر علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو تحریری مناظرہ کی دعوت دی اور لاہور میں مناظرہ کرنے کا فیصلہ کیا۔ اس دعوت پر اس وقت کے میں مشہور قادیانی عالموں نے اپنی اپنی شہادت نصب کی تھی۔ پھر اس دعوت مناظرہ میں مرزا غلام احمد قادیانی نے اس وقت کے چھپاسی علمائے کرام کے نام لکھے تاکہ وہ بھی مجلس مناظرہ میں موجود رہیں۔ حضرت پیر مہر علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فوراً اس دعوت مناظرہ کو قبول کر لیا اور ۲۵ جولائی ۱۹۰۰ء کو تحریراً اطلاع دی کہ وہ تاریخ مقرر کر کے لاہور آئیں، ہم مناظرہ کے لیے تیار ہیں۔ پنجاب بھر کے مسلمانوں کے لیے یہ مناظرہ ایک تاریخی معرکہ تھا۔ بے پناہ سامعین لاہور پہنچے۔ ان میں تمام مکاتب فکر کے لوگ شامل تھے۔ پنجاب کے علاوہ دہلی، سہارن پور، دیوبند، لدھیانہ اور پشاور سے جوق در جوق لوگ لاہور پہنچے۔ اور شاہی مسجد لاہور میں ایک عظیم الشان اور فقید المثال اجتماع منعقد ہوا۔ مگر مرزا غلام احمد قادیانی (لعین) لاہور نہ پہنچ سکے۔ اسے خطرہ تھا کہ وہ اپنے کاذبہ دعویٰ کی بنا پر اس عظیم معرکہ صداقت میں شکست زدہ ہو کر اپنے مستقبل کو تاراج کر بیٹھے گا۔ بنا بریں اس نے فساد کا بہانہ بنا کر میدان کو صرف اور صرف مسلمانوں کے حوالے کر دیا۔ تاہم شاہی مسجد کے اس عظیم اجتماع میں سربراہ واردہ علمائے کرام نے اپنی تقاریر میں مرزا کی عقائد کی تردید میں اپنے بلند پایہ خیالات کا اظہار کیا۔

مرزائیت ہمیشہ اپنی جھوٹی نبوت کی کاذبہ آناً برقرار رکھنے کے لیے مناظرہ، مباحلہ، مسالہ، اور مکالمہ کا اعلان تو کر

دی تھی مگر میدان میں آکر علماء اسلام کا مقابلہ نہ کر سکتی تھی۔ علماء دین کے فیصلوں کیساتھ ساتھ عام مسلمانوں کے دلوں میں بھی عقیدہ ختم نبوت کی اہمیت نقش ہو چکی تھی۔ چنانچہ ۱۹۲۶ء میں اللہ تعالیٰ نے مرزاہیت کے ارتداد کا ظلم توڑنے کے لیے ایک پاک باز اور نیک سیرت بی بی کوریاست بہاولپور کے ایک دور دراز گاؤں سے کھڑا کیا تاکہ وہ مرزاہیت کے ارتداد کی حقیقت کو عدالتی فیصلوں سے واضح کرنے کا ذریعہ بن سکے۔ یہ عورت مسماۃ عائشہ بیگم بنت مولوی الہی بخش تھی جس کا خاوند مرزائی ہو گیا تھا۔ عائشہ بیگم نے خاوند کے ارتداد پر فحش نکاح کے لیے عدالت میں دعویٰ دائر کر دیا۔ مگر جب اس دعویٰ کی اپیل بہاولپور کی عدالت عظمیٰ میں دائر کی گئی تو یہ مقدمہ مسلمانوں اور مرزائیوں کے درمیان ایک معرکہ بن گیا۔ ان دنوں بہاولپور جامعہ عباسیہ کے شیخ الجامعہ مولانا غلام محمد گھوٹوی رحمۃ اللہ علیہ تھے۔ آپ عالم دین بھی تھے اور منطق کے امام بھی مانے جاتے تھے۔ جیسید مہر علی شاہ گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ کے مرید خاص تھے۔ عدالت عظمیٰ نے آپ کو دینی اور قانونی رہنمائی کے لیے طلب کیا۔ آپ نے فاضل حج کے سامنے مدعا علیہ کے مرتد ہونے اور مومنہ کے نکاح کے فسخ ہونے پر دس گھنٹے تک دلائل دیئے۔ دلائل سے متاثر ہو کر فاضل عدالت نے مقدمہ دوبارہ سماعت کے لیے واپس بھیجا اور مقدمہ کا دائرہ کار وسیع کرتے ہوئے شیخ الجامعہ کو اجازت دی کہ اپنی طرف سے دوسرے علمائے اسلام کو پیش کر سکتے ہیں۔ چنانچہ شیخ الجامعہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی دعوت پر برصغیر کے چوٹی کے علماء کرام عدالت میں شہادت اور اباحت و جرح کے لیے پہنچنا شروع ہوئے۔ مرزائیوں کی طرف سے بھی ان کے نامور مناظر جلال الدین ٹنڈس اور غلام احمد مناظر مرزاہیت کے علاوہ بڑے بڑے وکلاء پیش ہوئے۔ یہ مقدمہ ۱۹۲۶ء سے لیکر ۱۹۳۵ء تک زیر سماعت رہا۔ فاضل عدالت نے فریقین کے نامور علماء کے دلائل سننے کے بعد ایک مفصل فیصلہ قلمبند کیا جو ایک تاریخی حیثیت رکھتا ہے۔ اس فیصلہ میں ڈسٹرکٹ کورٹ کے جج جناب محمد اکبر نور اللہ مرقدہ نے برصغیر میں پہلی بار عدالتی قلم سے مرزائیوں کو مرتد اور خارج از اسلام قرار دے کر مدعیہ کے فحش نکاح کا اعلان کر دیا۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمارے قلوب کو حضور خاتم النبیین ﷺ کی محبت کے نور سے منور فرمائے اور ترقی در جاۃ فی الدین سے مالا مال رکھے۔ آمین!

☆☆☆☆

☆☆☆☆

☆☆☆☆

قادیانیوں سے مناظرے اور مباہلے

جلال الدین ڈیروی

متحدہ ہندوستان پر انگریزوں کا مکمل قبضہ ہونے سے قبل یہاں اہلسنت میں کوئی اختلاف موجود نہیں تھا۔ مخالفین اسلام کو اچھی طرح معلوم تھا کہ مسلمانوں کو اس وقت تک میدان جنگ میں شکست دینا ممکن نہیں جب تک کہ ان میں اختلاف پیدا نہ کر دیا جائے۔ اس مقصد کے لیے سب سے پہلے تقویت الایمانی توحید کے مبلغین کا گروہ منتخب ہوا۔ ان بدقسمت لوگوں نے تقویت الایمان صراط مستقیم اور تحذیر الناس جیسی کتا ہیں لکھ کر کئی لالچی شخص کے لیے دعویٰ نبوت کرنے کی راہ ہموار کی۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں واضح طور پر ارشاد فرمایا ہے کہ: ”حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ خاتم النبیین ہیں ان کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا لیکن صاحب تقویت الایمان نے توحید کی آڑ میں یہ دعویٰ کیا کہ اللہ تعالیٰ چاہے تو ایک آن میں کروڑوں نبی پیدا کر سکتا ہے دوسری کتاب ”صراط مستقیم“ میں شاہ اسماعیل دہلوی نے اپنے مرشد کو براہ راست اللہ تعالیٰ سے احکام لیتے بتایا ہے، جبکہ دارالعلوم دیوبند کے بانی مولوی محمد قاسم نانوتوی نے اپنی تصنیف ”تحذیر الناس“ میں لکھا ہے کہ: ”اگر آج بھی کوئی نبی آجائے تو ختم نبوت پر کوئی فرق نہیں پڑتا“، ان دلائل کی بنیاد پر آنجنابی مرزا غلام احمد نے انگریزوں کی سرپرستی میں اپنی نبوت کا اعلان کر دیا۔

اس نازک دور میں اہل سنت سخت آزمائش سے دو چار تھے۔ ایک جانب انگریز ہندوؤں سے مل کر انہیں ہر شعبہ زندگی میں مفلوج کر کے اپنا غلام بنانے کی پالیسی پر عمل پیرا تھے۔ دوسری طرف گمراہ فرقے سادہ لوح مسلمانوں کو اپنا ہموار بنانے میں مصروف تھے اسکے علاوہ اس نئے قادیانی فتنے نے انکی مشکلات اور پریشانیوں میں مزید اضافہ کر دیا لیکن وہ گھبرائے نہیں، ہمت نہیں ہاری، ہتھیار نہیں ڈالے۔ تاریخ کے صفحات میں یہ شہادت موجود ہے کہ سنی علماء و مشائخ نے مسلسل انگریزوں اور ہندوؤں کے خلاف جہاد جاری رکھا۔ کانگریسی مولویوں کا ہر موڑ پر پیچھا کر کے انہیں سکھ کا سانس نہیں لینے دیا۔ مرزا صاحب اور اسکے پیروکاروں کا ڈٹ کر مقابلہ کیا۔ قلمی جہاد اور تقاریر کے علاوہ انکے ساتھ مناظرے اور مباہلے کیے اور مسلمانوں کو انگریزی نبی کی امت بن کر جہنم کا ایجنہ بننے سے بچایا۔ یہی وجہ ہے کہ سرمایہ کی فروانی اور حکومت وقت کی سرپرستی کے باوجود مرزائی گھشن اسلام کو جاڑنے میں کامیاب نہ ہو سکے۔

مخالفین اہلسنت کا دعویٰ بھی یہی ہے کہ ان کے اکابر نے مرزائیوں کا ہر محاذ پر مقابلہ کیا لیکن تاریخی واقعات سے

اسکی تصدیق نہیں ہوتی مولوی اشرف علی تھانوی کے ملفوظات میں ہے!

”ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت آج کل قادیانیوں کی وجہ سے بڑا فتنہ ہو رہا ہے ہر جگہ انکا مشن کام کر رہا ہے ایک قادیانی چند مرتبہ تو میرے پاس اپنے مذہب کی کتابیں دکھانے کو لا چکا اور مجھ سے زبانی گفتگو کرنا چاہتا تھا میں نے کہہ دیا کہ میں عالم نہیں ہوں اپنے مذہب سے پورا واقف نہیں، یہ باتیں تم ہمارے علماء سے پوچھو اور انہیں سے گفتگو کرو۔ (مولوی اشرف علی تھانوی نے) فرمایا، یہی جواب مناسب ہے جتنے اہل باطل فرتے ہیں شب و روز اسی فکر میں رہتے ہیں اور اہل حق کے پیچھے پڑے رہتے ہیں پھر ان کے پاس اتفاق سے اشاعت اور تبلیغ کا سامان موجود ہے کافی سرمایہ ہے دوسرے ممالک میں تبلیغ کیلئے بھیج گئے، آج کل حق و باطل کو تو کوئی دیکھتا نہیں صرف ان باتوں کو دیکھتے ہیں کہ تبلیغ کا کام کرتے ہیں۔۔۔ اسی طرح مناظرہ کرنا بھی حق کا معیار نہیں ہو سکتا“ (۱)

بالفاظ دیگر مرید اور مرشد دونوں اس بات پر متفق تھے کہ قادیانیوں کو اپنے باطل عقائد سے توبہ کر کے اسلام قبول کرنے کی دعوت دینا یا ان سے مناظرہ کر کے مسلمانوں کو اس فتنہ سے آگاہ کرنا وقت کا ضیاع ہے۔ جناب محمد اسماعیل پانی پتی نے بالکل صحیح لکھا ہے کہ!

”ایک مرتبہ علی گڑھ میں صاحبزادہ آفتاب احمد خان صاحب مرحوم وائس چانسلر یونیورسٹی کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ کسی قصبہ کے چند معززین اُن سے ملنے آئے اور اثنائے گفتگو میں کہنے لگے کہ جناب ہمارے قصبے میں جب کوئی آریہ لیکچرار یا قادیانی مبلغ آتا ہے اور ہم شہر سے کسی دیوبند پاس مولوی صاحب کو اس سے مباحثہ کرنے کیلئے بلاتے ہیں تو مولوی صاحب نہ آریوں کا مقابلہ کر سکتے ہیں اور نہ قادیانیوں کا“ (۲)

اس میں شک نہیں کہ ہر تحریک میں سنی بریلوی حضرات بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے ہیں لیکن چونکہ ان بے نظیر کارناموں کو صفحہ قرطاس پر منتقل کر کے بڑے پیمانے پر ان کی تشہیر نہیں کی جاتی اس لیے قلم کے زور پر مخالفین ہیرو بن جاتے ہیں، ضرورت اس امر کی ہے کہ سنی اہل قلم اس جانب توجہ دیں اور بکھرے ہوئے مواد کو جدید انداز میں مرتب کر کے ہر تحریک کی مستند تاریخ منظر عام پر لائیں۔ زیر نظر مقالہ اسی جذبہ کا آئینہ دار ہے جس میں حروفِ حقہ کے لحاظ سے سنی قائدین کا قادیانیوں سے چند مناظروں اور مباحثوں کے نتیجے کا اجمالی تذکرہ نذر قارئین ہے۔

﴿آنجمانی مرزا غلام احمد قادیانی سے مناظرے﴾

(۱) مولانا اسد علی خان مرحوم (جو امام احمد رضا خان فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی تقریر سے متاثر ہو کر قادیانیت سے تائب ہوئے تھے) قادیان گئے تھے اور مرزائے قادیان سے ملے تھے مرزا نے بیک وقت مسیح موعود اور کرشن کے اوتار ہونے کا بھی دعویٰ کیا تھا، مولانا اسد علی خان نے مرزا سے پوچھا کہ اگر آپ کی موت واقع ہو جائے تو آپ کا کریم کرشن کے اوتار کے طریقے پر ہو گا یا مسیح موعود کے انداز پر مرزا یہ سن کر لا جواب ہو گیا۔“ (۳)

(۲) مرزا قادیانی کا مقابلہ ہر وقت علماء غلو اہر کیساتھ رہتا تھا اگرچہ وہ ان سے بھی ہر وقت شکست کھاتا اور ذلیل ہوتا رہتا تھا مگر ۱۲ اکتوبر ۱۹۰۴ء کو سیالکوٹ میں حضرت امیر ملت پیر سید جماعت علیشاہ محدث علی پوری رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ مناظرہ کا ارادہ کیا، لیکن جب یہ مدح سنانے آیا تو مرزا بھاگ کھڑا ہوا اور جس قدر لوگ اسکی بیعت کیلئے تیار تھے اس کی ذلت و رسوائی دیکھ کر بدظن ہو گئے اور آپ کے حلقہ گوش ہو گئے (۴)

(۳) مرزا غلام احمد قادیانی دلی آیا اور اعظم خان کی حویلی کے نزدیک الف خان روشانی والے کا مکان کرائے پر لیا مرزا صاحب مکان کے بڑے ہال میں تشریف فرما تھے اور ان سے پانچ گز پرے حکیم نور الدین الگ بیٹھے تھے۔ حیدر رضا نے مرزا صاحب سے چند سوال کیے، مرزا صاحب نے حکیم نور الدین سے کہا بھی تم جواب دو میں تو اندر جا رہا ہوں حیدر رضا بولے حضرت ہم تو آپ کے جواب کے مشتاق ہیں اور سے ہمیں بات نہیں کرنی ہے۔ مرزا صاحب نے التفات نہیں فرمایا اور زنا خانے میں چلے گئے (ملاواحدی) (۵)

(۴) حضرت پیر سید جماعت علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ کے دو خلفاء حضرت مولانا غلام احمد انگریز امرتسری مدیر ”القیامہ“ امرتسر (۶) اور سید محبوب احمد شاہ المعروف جن شاہ امرتسری نے بار بار قادیان میں جا کر مرزائی عقائد کی تردید فرمائی مرزا صاحب کو یا انکے کسی حواری کو ان حضرات کے مد مقابل آنے کی جرأت نہ ہو سکی (۷)

(۵) علامہ ابوالفیض محمد حسن فیضی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ علمی کارنامہ ناقابل فراموش ہے کہ آپ نے اعجاز و نبوت کے مدعی تفسیر قرآن اور عربی نویسی میں ”انا ولا غیر“ (ہمچو ما دیگرے نیست) کا ڈھنڈورا پیٹنے والے مرزا غلام احمد قادیانی کو وہ شکست فاش دی کہ مرزا صاحب تازیست علامہ صاحب کا سامنا کرنے کی ہمت نہ کر سکے۔ ہوا یوں کہ مرزا صاحب کے بلند و بالا تگ دعاوی اور الہامات کے پُر زور اعلانات سن کر علامہ فیضی ۱۳ فروری ۱۸۹۹ء کو مسجد حکیم حسام الدین (سیالکوٹ) میں بنفس نفیس تشریف لے گئے اور اپنا ایک بے نقط عربی قصیدہ (بلا ترجمہ) مرزا صاحب کو دکھایا جس میں لکھا تھا کہ اگر آپ کو الہام ہوتا ہے تو مجھے آپ کے الہام کی تصدیق کیلئے یہی کافی ہے کہ اس قصیدہ کا مطلب حاضرین کو سنا دیں۔ مرزا صاحب کافی دیر دیکھنے کے بعد جب کچھ بھی پڑھتا تو اپنے ایک فاضل حواری کو دے دیا مگر اس کے پلے بھی کچھ نہ پڑا، مقابلہ و معارضہ تو کیا انہیں تو مطلب بھی سمجھ نہ آیا اور نہ ہی قصیدہ کو صحیح طور پر پڑھ سکے، آخر کار یہ کہہ کر قصیدہ واپس کر دیا کہ ہمیں تو اس کا کچھ پتہ نہیں چلتا

آپ ترجمہ کر کے دے دیں۔

علامہ فیضی نے ۹ مئی ۱۸۹۹ء کو سراج الاخبار میں ایک اشتہار شائع کیا جس میں یہ تمام واقعہ درج کر دیا اور آخر میں کھلے لفظوں میں مرزا صاحب کو چیلنج کیا!

”آخر پر میں مرزا صاحب کو ایک اشتہار دیتا ہوں کہ اگر وہ اپنے عقائد میں سچے ہوں تو آئیں صدر جہلم میں کسی مقام پر مجھ سے مباحثہ کریں میں حاضر ہوں۔ تحریری کریں یا تقریری۔ اگر تحریر ہو تو نثر میں کریں یا نظم میں، عربی ہو یا فارسی یا اردو، آئیے سنئے اور سنائیے“

مگر مرزا صاحب نے کچھ جواب نہ دیا اور اس طرح چپ سادگی کہ کروٹ نہ بدلی۔ بعد ازاں پھر مرزا صاحب کو ایک مکتوب ارسال کیا جو ۱۳ اگست ۱۹۰۰ء کو سراج الاخبار میں شائع ہوا اس میں آپ نے پھر مرزا صاحب کو دعوت مقابلہ دی اور واضح طور پر لکھا کہ!

”میں آپ کے ساتھ ہر ایک مناسب شرط پر عربی نظم و نثر لکھنے کو تیار ہوں تاریخ کا تقرر آپ ہی کر دیجیے اور اطلاع کر دیجیے کہ میں آپ کے سامنے اپنے آپ کو حاضر کر دوں“

اس دفعہ آپ نے جہلم کی قید بھی حذف کر دی اور مرزا صاحب کو اختیار دیا کہ جہاں چاہیں مقابلے کے لیے آجائیں لیکن ”حل من مبارز“ کا بایگ دحل اعلان کرنے والے مرزا صاحب اس چیلنج کو بھی حسب سابق پی گئے اور منقارز پر پر رہنے میں ہی عافیت سمجھی (۸)

(۶) مرزا غلام احمد صاحب کی طرف سے حضرت پیر سید مہر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ کو تحریری مناظرہ کی دعوت دی گئی۔ مناظرہ کی تاریخ ۲۵ اگست ۱۹۰۰ء مقرر ہوئی چنانچہ جب مناظرہ کی تاریخ قریب آئی تو ہزار ہا مسلمان ملک کے گوشے گوشے سے لاہور پہنچنے لگے ہر طبقہ کے علماء و مشائخ اور اہل حق مسلمان دور و نزدیک سے جمع ہو گئے۔ تمام مکاتب فکر بشمول (شیعہ، اہلحدیث، دیوبندی) نے قادیانیت کے محاذ پر اہلسنت و جماعت کی مایہ ناز علمی و روحانی شخصیت پیر سید مہر علی شاہ گولڑوی کو اپنا نمائندہ و سربراہ ہونے کا اعلان کیا۔ ۲۳ اگست کو حضرت نے مرزا کو ایک تاریکے ذریعے راولپنڈی اسٹیشن سے اپنی روانگی کی اطلاع دے دی۔ لاہور پہنچنے پر آپ کا والہانہ استقبال کیا گیا اور برکت علی اسلام یہ ہال میں آپ قیام پذیر ہوئے۔ مرزا غلام احمد قادیانی کو جب یہ معلوم ہوا کہ حضرت شاہ صاحب لاہور تشریف لا چکے ہیں تو اس نے لاہور آنے سے انکار کر دیا۔ قادیانی جماعت کے بعض بااثر لاہوری مرزائیوں نے مرزا صاحب کو لاہور لانے کی بے حد تنگ و دو کی مگر ناکام رہے جب قادیانی جماعت کا آخری وفد قادیان سے ناکام لوٹا تو اس جماعت میں انتہائی مایوسی اور انتشار پیدا ہو گیا بے شمار لوگوں نے اسی وقت تائب ہونے کا اعلان کر دیا (۹)

دیوبندی مکتب فکر کے مولانا اللہ وسایا صاحب اس واقعہ پر تبصرہ کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں!

”مرزا قادیانی کو پیر صاحب کے سامنے آنے کی جرأت نہ ہوئی پیر صاحب کو قدرت نے ایسا رعب اور جلال نصیب کیا تھا کہ مرزا قادیانی ان کا نام سن کر ہر ترہ کا بچنے لگ جاتا تھا“ (۱۰) حضرت قبلہ عالم نے روحانی چیلنج کیا کہ حسب وعدہ شاہی مسجد لاہور میں آؤ ہم دونوں اُس کے مینار پر چڑھ کر چھلانگ لگاتے ہیں جو سچا ہو گا وہ بچ جائے گا جو کاذب ہو گا مر جائیگا، مرزا صاحب نے جواب میں اس طرح چپ سادھی کہ گویا دنیا سے رخصت ہو گئے ہیں (۱۱)

جناب ساجد علوی نے لکھا ہے کہ!

”فقہ روایات شاہد ہیں کہ مرزا صاحب نے لاہور آنے سے پہلے ہی انکار کر دیا تھا۔ جب پیر صاحب کو اس بات کا علم ہوا تو آپ اپنے چند ساتھیوں کے ساتھ قادیان جانے کیلئے تیار ہو گئے۔ مگر مسلمانوں کی اکثریت نے ایسا کرنے سے منع کیا۔ جس سے پیر صاحب نے یہ سمجھا کہ یہی ارشاد باطنی ہے (۱۲)

حضرت قبلہ عالم (پیر سید مہر علی شاہ) قدس سرہ نے اس موقع پر ایک اور بات بھی فرمائی تھی جو بہت مشہور ہوئی اور مدت تک اس کا چرچا رہا آپ نے مرزا کی طرف سے تحریری مناظرہ کی دعوت اور اُن کی فصیح عربی اور ذہنی کی تعلق کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ علمائے اسلام کا اصل مقصود تحقیق حق اور اعلائے کلمۃ اللہ ہوا کرتا ہے۔ فخر و تعلق مقصد نہیں ہوتا ورنہ جناب نبی کریم ﷺ کی امت میں اس وقت بھی ایسے خادم دین موجود ہیں کہ اگر قلم پر توجہ ڈالیں تو وہ خود بخود کاغذ پر تفسیر قرآن لکھ ڈالے۔ ظاہر ہے کہ اس سے اشارہ اپنی جانب تھا چنانچہ بعد میں اس چیلنج کے متعلق فرمایا کرتے تھے کہ میں نے یہ دعویٰ از خود نہیں کیا تھا بلکہ عالم مکافہ میں جناب نبی کریم ﷺ کے جمال بکمال سے میرا دل اس قدر قوی اور مضبوط ہو گیا تھا کہ مجھے یقین کامل تھا کہ اگر اس سے بھی کوئی بڑا دعویٰ کرتا تو اللہ تعالیٰ ضرور مجھے سچا ثابت کرتا۔ کئی کلمے دے زور دے کدوی اے“ یعنی چھڑا کھونٹے کے بل پر ہی تو کودتا ہے (۱۳)

۱۲ اگست ۱۹۰۰ء کو برصغیر کے مسلمانوں نے قادیانیوں کے فرار پر حضرت پیر مہر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ کی قیادت میں تاریخ کا پہلا جشن فتح منایا (۱۴)

(۷) حضرت مولانا نواب الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ جب ہفتے عشرے بعد مرزا غلام احمد و حکیم نور الدین وغیرہ سے مناظرہ کرنے قادیان تشریف لے جاتے تھے تو لوگ کام چھوڑ کر جلوس کی صورت میں اس دلچسپ علمی معرکہ کو سننے کے

لیے بڑی بے تابی و شوق سے ساتھ ساتھ چلتے، وہاں جا کر مرزا قادیانی و حکیم نور الدین کو علمی طور پر زبردست پے در پے شکستیں دینے کے علاوہ بے حد مطعون بھی کرتے تھے۔ ایک بار جب آپ علامہ مولانا نواب الدین قادیان تشریف لے جا رہے تھے کہ راستے میں دیکھا کہ مسلمان قادیان حکیم نور الدین و دیگر ساتھیوں کے سامنے مثنوی مولانا نور رحمۃ اللہ علیہ کے اشعار پڑھ رہا تھا اور مولانا نور کی تعریف کر رہا تھا تو اس پر علامہ نواب الدین رحمۃ اللہ علیہ نے مرزا کو کہا کہ مولانا نور توحیات مسیح کے قائل ہیں چنانچہ فرماتے ہیں!

عینی و ادلیس چوں ایں رازیافت بر فراز گنبد چارم شناخت

عینی و ادلیس بر گردوں شرند زان کہ از جنس ملائک آمرند

تو یہ سن کر مرزا نے جھٹ کہا یہ مولانا نور کی انفرادی رائے ہے تو اس پر علامہ نواب الدین نے فرمایا کہ کیا تمہاری رائے انفرادی نہیں اجماعی ہے کیا؟ تو لا جواب ہو کر مرزا نے جھٹ حکیم نور الدین سے کہا کہ بھی مولانا کو چائے پلاؤ مگر مولانا نواب الدین نے نہایت تحارت سے اس پیشکش کو رد فرمایا (۱۵)

﴿مرزا کے پیروکاروں سے مناظرے﴾

(۸) آریوں، عیسائیوں، مرزائیوں اور فرقہ ہائے باطلہ سے علامہ ابو البرکات سید احمد قادری رحمۃ اللہ علیہ کے بیسیوں مناظرے ہوئے مخالفین عموماً ابتدائی گفتگو میں ہی ساکت و صامت ہو جاتے (۱۶)

(۹) شیر بیشہ اہلسنت ابو الفتح مولانا محمد حشمت علی خان صاحب مناظر اسلام راوی ہیں کہ ایک روز بعد نماز عصر ایک قادیانی مناظر بغرض بحث و مباحثہ امام احمد رضا محدث بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس آیا امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ نے خبیث دجال قادیانی کے کفر قطعیہ بغیرہ پیش فرمائے تو قادیانی مناظر لا جواب ہو گیا اور آخر کار عاجز ہوتے ہوئے کہنے لگا!

”وہ ہمارے حضرت مرزا صاحب نے اپنی کتاب ”البریۃ“ میں لکھا ہے کہ خدا نے میرا نام

غلام احمد قادیانی رکھ کر بتلایا کہ تیرہ سو سال بعد تیرا ظہور ہوگا کیونکہ غلام احمد قادیانی کے عدد

بھی تیرہ سو ہی ہیں اور جس وقت ہمارے حضرت (مرزا قادیانی) نے دعویٰ نبوت کیا تھا اس

وقت بھی ۱۳۰۰ھ کا زمانہ تھا۔“

امام اہلسنت امام احمد رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس دجال کی اس تحریفانہ عددی حساب کے فوراً پرچے اڑا دیئے امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ جامع علوم و فنون نے فرمایا!

”اللہ تعالیٰ فرماتا ہے! هل انبکم علی من تنزل الشیطان تنزل علی کل

افاک انیم ۰ یلقون السمع و اکثرهم کذبون ۰ کیا میں تمہیں بتا دوں کہ کس پر

اترتے ہیں شیطان، اترتے ہیں بڑے بہتان والے گناہگار پر، شیطان اپنی سنی ہوئی ان پر ڈالتے ہیں اور ان میں اکثر جھوٹے ہیں۔ اس آیت مبارکہ کے عدد مبارک بھی پورے تیرہ سو ہیں تو گویا رب عزوجل نے اس آیت کریمہ میں اس بات کی طرف اشارہ فرمایا کہ ۱۳۰۰ھ میں ایک شخص نبوت کا دعویٰ کرے گا جس کے مشہور نام کے عدد بھی تیرہ سو ہوں گے، وہ بھی انہیں بڑے بہتان والے گناہگاروں میں سے ہوگا وہ ہرگز ملہم رحمانی نہ ہوگا بلکہ شیطانی ہوگا اور اس پر شیاطین اتر کر رہیں گے اور اس پر شیطانی وحی نازل ہوا کرے گی اور وہ اکثر جھوٹے ہیں“ (۱۷)

(۱۰) حضرت غزالی زماں حضرت علامہ سید احمد سعید کاظمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں! میں کسں تھا ابھی داڑھی بھی نہیں اتری تھی کہ میں قادیان گیا اور قادیانی علماء سے مناظرہ کیا۔ میں نے ان سے پوچھا کہ بخاری کی حدیث ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میری اور گزشتہ انبیاء علیہم السلام کی مثال ایسی ہے جیسے کسی شخص نے ایک مکان بنایا، فاکملھا اس نے اسے مکمل اور حسین بنایا مگر اس میں ایک اینٹ کی جگہ چھوڑ دی لوگ اس گھر میں داخل ہوتے ہیں اس کے حسن تعمیر پر تعجب کا اظہار کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ کاش یہ اینٹ کی جگہ خالی نہ ہوتی حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میں ہی وہ اینٹ ہوں۔ میں نے قادیانی علماء سے پوچھا کہ نبوت کی عمارت میں فقط ایک اینٹ کی گنجائش تھی جسے حضور سید عالم ﷺ نے پُر کر دیا، اب تم بتاؤ مرزا غلام احمد قادیانی کو کہاں ڈالو گے۔ وہ سب سوچ میں پڑ گئے پھر ان میں سے ایک بولا عزیز بات یہ ہے کہ جب عمارت بنائی جاتی ہے تو اس کا پلستر بھی کیا جاتا ہے تو ہم مرزا کا پلستر کر دیں گے، میں نے کہا تم مرزا کا پلستر بھی نہیں کر سکتے، سرکار نے فرمایا ”فاکملھا“ بنانے والے نے عمارت کو مکمل کر دیا اور پلستر کے بغیر عمارت مکمل نہیں ہو سکتی۔ پھر ایک اور نے ہمت کی وہ کہنے لگا کہ دیکھو عزیز ٹھیک ہے پلستر کے بغیر عمارت مکمل نہیں ہوتی مگر عمارت کا رنگ و روغن بھی تو کیا جاتا ہے، ہم مرزا کا روغن کر دیں گے میں نے کہا! تم مرزا کا روغن بھی نہیں کر سکتے میرے آقا ﷺ نے فرمایا ”فاحسنھا“ بنانے والے نے عمارت کو حسین و جمیل بنایا اور عمارت کا حسن رنگ و روغن سے ہی ہوتا ہے میرے اس استدلال نے انکا ناطقہ بند کر دیا (۱۸)

(۱۱) مولانا سید سعادت علی قادری نے ایک انٹرویو میں بتایا! ”مولانا شاہ احمد نورانی کے گزشتہ تبلیغی دوروں کے دوران (سرینام میں) مرزائیوں کا ایک عالم حضرت سے الجھ بیٹھا سمجھانے کے باوجود نہ سمجھا اور مناظرے کی نوبت آ گئی وہ بیوقوف علم کی حقیقت سے آگاہ نہ تھا مولانا خود بھی نہیں چاہتے تھے کہ اس ہٹ دھرم بے وقوف سے مقابلہ کیا جائے لیکن ضد پر اڑا ہوا تھا، مقابلہ ہوا، مولانا نے پر فحشے اڑا دیئے اسکا حال برا ہو گیا پسینے میں شرابور کم بخت نے ۳۸ گلاس پانی پیا اور بھاگے بن پڑی۔ اس کیفیت کے بعد مناظرہ کسی کسی کو جرأت نہیں ہوئی اور نہ قیامت تک ہو سکتی ہے۔ اس مناظرہ کے بعد مرزائیوں کی

بڑی تعداد تا تب ہو کر مسلمان ہو گئی تھی اور ایک کھرام سانچ گیا تھا۔ (۱۹)
خود مولانا نورانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا!

”بیرونی ممالک میں متعدد بار قادیانیوں سے واسطہ پڑا ہے۔ بیرونی، دارالسلام، مارشس اور لاطینی امریکہ میں سرینام، برٹش، گیانا اور ٹرینی ڈاڈ کے مقامات پر بھی سابقہ پڑا اور مناظرے بھی ہوئے، الحمد للہ ان مناظروں میں جو پانچ پانچ، چھ چھ گھنٹے جاری رہتے تھے مجمع عام میں قادیانیوں کو مکمل شکست دی قادیانیوں کا لندن سے رسالہ نکلتا ہے ”اسلامک ریویو“ اس کے ایڈیٹر نے ۱۹۶۸ء میں ٹرینی ڈاڈ میں مناظرہ ہوا جو ساڑھے پانچ گھنٹے چلتا رہا اور بالآخر وہ کتابیں لے کر بھاگ گیا۔“

دوسرا مناظرہ جنوبی امریکہ میں سرینام کے مقام پر ہوا، قادیانیوں کے مشہور مناظر موجود تھے، انہوں نے راہ فرار اختیار کی بیرونی میں مرزائی مناظر مبارک احمد کے نام سے تھا مناظرہ کی تاریخ مقرر ہوئی لیکن وہ فرار ہو گیا اور اس طرح بے شمار مناظرے ہوتے رہے اور یہ لوگ میدان چھوڑ کر بھاگتے رہے اس طرح میں نے عقیدہ ختم نبوت ثابت کیا اور ان کے کفر کو باطل کیا۔ الحمد للہ اسکے نتیجے میں اب تک ۶۰۰ قادیانیوں نے توبہ کی ہے اور یہ ان مناظروں اور راہ فرار اختیار کرنے کے بعد ہوا اور لوگوں کو معلوم ہو گیا کہ یہ جھوٹے اور فریبی ہیں۔ (۲۰)

(۱۲) علامہ جلال الدین لہید بہاولپوری رحمۃ اللہ علیہ کے دل میں چونکہ عشق رسول ﷺ کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا۔ لہذا انکا ہر فعل سنت نبوی کے مطابق تھا گستاخان

رسول انام علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بیخ کنی ان کا محبوب مشغلہ تھی انہوں نے مرزائیوں سے بہت سے مناظرے کیے اور انہیں شکست فاش سے دوچار کیا، رومزائیت میں انکا بہت سا کلام ہے۔ (۲۱)
مفتی شجاعت علی قادری رحمۃ اللہ علیہ رقمطراز ہیں! (۱۳)

☆ ایک مناظرے میں قادیانی مناظر نے مجھ سے کہا ”بتائیے نبوت نعت ہے یا زحمت؟“ میں نے کہا! نعمت، کہنے لگا بنی اسرائیل پر اللہ کی رحمت مسلسل برتی رہی ایک کے بعد دوسرا اور دوسرے کے بعد تیسرا اور اسی طرح پے در پے نبی آتے رہے اور آپ اپنے آپ کو ختم نبوت کے عقیدہ کی وجہ سے خدا کی نعمت سے محروم کر رہے ہیں۔ میں نے جواب دیا! ”بنی اسرائیل پر اللہ نے اپنی نعمت کو مکمل نہیں فرمایا تھا، باقسط نازل ہوتی رہی مگر اللہ نے ہم پر اپنی نعمت کو مکمل فرما دیا اور اپنی نعمت کا ملہ محمد رسول اللہ ﷺ کو عطا فرمادی اب اگر اسکے بعد بھی ہم اپنی طرف سے نبی بنانے لگے تو یہ قہر خداوندی کو دعوت دینے کے مترادف ہے تو گویا ہم نعمت خداوندی سے محرومی کا شکار نہیں بلکہ نعمت کاملہ سے مستفید ہونے کے باعث مسرور و شادماں ہیں۔“ (۲۲)

☆ ایک قادیانی مناظر نے مجھ سے کہا کہ مفتی صاحب اگر آپ کی تقریر درست تسلیم کر لی جائے تو معنی یہ نکلیں گے کہ جس طرح اللہ اور رسول کی اطاعت سے کوئی شخص نبی نہیں بن سکتا تو اسی طرح صدیق، شہید اور صالح بھی نہیں بن سکتا ہے۔ بس صرف رفاقت کا اور معیت کا مستحق ہو سکتا ہے اور ظاہر ہے کہ یہ معنی کوئی بھی قبول نہیں کرے گا۔ میں نے کہا! ”درحقیقت اس آیت (اور جو لوگ بھی اطاعت کریں گے اللہ اور اس کے رسول کو تو وہ (روز قیامت) ان لوگوں کیساتھ ہوں گے جن پر اللہ نے انعام کیا یعنی نبیوں، صدیقیوں، شہیدوں اور نیکوکاروں کیساتھ اور یہ سب اچھے رفتی ہیں) میں صرف رفاقت و معیت ہی کا ذکر ہے، صدیق، شہید اور صالح بننے کا ذکر نہیں، اب رہی یہ بات کہ کوئی شخص اطاعت خدا و رسول کی بدولت صدیق، شہید اور صالح بن سکتا ہے یا نہیں تو اس کے لیے قرآن میں بہت آیات موجود ہیں جو ہم آپ کی خدمت میں پیش کر سکتے ہیں، اب آپ کے ذمے یہ ہے کہ آپ قرآن کی کوئی ایسی آیت پیش فرمائیں جس میں کہا ہو کہ حضور اکرم ﷺ کے بعد کوئی شخص دعا کرنے یا خدا اور رسول کی اطاعت کرنے سے نبوت و رسالت حاصل کر سکتا ہے۔ اگر کسی کی راہ پر چلنے سے راہ چلنے والا لازمی طور پر وہی بن جاتا ہے جس کی راہ پر وہ چل رہا ہے تب تو یزید خرابیاں آئیں گی۔ آپ لوگ مرزا غلام احمد کی راہ پر اتنے عرصے سے چل رہے ہیں آپ مرزا کیوں نہیں بنے؟ خدا کے بیٹے اور خلیفے بھی مرزا بنی نہ بنے۔ اور مرزا بننے کی ضرورت ہی کیا تھی آخر آپ لوگ کہتے ہیں کہ ہم خدا کے راستے پر چل رہے ہیں (صراط اللہ العزیز الحمید) تو خدا ہی کیوں نہیں بن بیٹھے ہیں؟ کیا کوئی عقلمند آپ کی اس منطق کو مان لے گا کہ انسان وزیر، یا بادشاہ کی راہ پر چل کر وزیر، سفیر یا بادشاہ بن جائے گا۔“ (۲۳)

۱۴ حضرت میاں (علامہ عبدالحق غورخشتوی) صاحب جہاڑ علاقہ تربیلہ میں مولانا محمد جان سے ملاقات کے لیے تشریف لے گئے تو مولانا محمد جان نے بتایا کہ! ”میاں عبدالبجار مرزا کی ساکن گندف سیداں ہزارہ ڈویژن نے مجھے ایک خط لکھا ہے کہ یا تو مرزائیوں کو کافر کہنا چھوڑ دو یا پھر ہم سے مناظرہ کرو۔“ اور مشورہ طلب کیا کہ اب ہمیں کیا کرنا چاہیے، حضرت میاں صاحب نے فرمایا کہ آپ اس علاقے کے مفتی ہیں اگر آپ خاموش رہے تو عوام سمجھیں گے کہ مولوی عبدالبجار حق پر ہے۔ چنانچہ انہوں نے میاں صاحب کو ساتھ لیا اور بمقام گندف پہنچ گئے۔ عوام کو پتہ چلا تو گرد و نواح کے لوگوں کا ایک جم غیر جمع ہو گیا۔ مولوی عبدالبجار اور اسکے حواری بار بار بلانے کے باوجود میدان مناظرہ میں نہ نکلے اور بالآخر اصرار شدید کے بعد شام ۴ بجے کے قریب اپنے حواریوں سمیت آپہنچے علماء نے متفقہ طور پر اہلسنت و جماعت کی طرف سے حضرت میاں صاحب کو مناظرہ منتخب کیا۔ مختلف سوالات و جوابات کے تبادلے کے بعد جب مولوی عبدالبجار کا بس نہ چلا اور علم کے اس کوہ گراں کے سامنے نہ ٹھہر سکا تو اپنی ندامت چھپانے کے لیے پشتوں میں اپنے ساتھی سے کہنے لگا ”خوڈ یز و درود ملا دے“ (بھئی یہ مولوی تو کوئی آفت ہے) میاں عبدالحق نے فرمایا کہ مرزا کی گمراہیاں آپ کے سامنے پیش کر دی ہیں آپ کی مرضی ہے کہ

اب راہ حق قبول کریں یا نہ۔ مولوی عبد الجبار مہبوت ہو کر اٹھ کھڑے ہوئے اور یوں میاں صاحب کو کامیابی حاصل ہوئی اسکے بعد آپ نے لوگوں کے سوال پر فرمایا کہ جب تک یہ شخص تو بہ نہ کرے اسکی غی اور شادی میں شرکت نہ کی جائے۔ (۲۳)

(۱۵) قیام پاکستان سے قبل مولانا عبدالرشید رضوی تھنگوی کا حیات مسج کے موضوع پر بریلی میں مرزائی مناظرے سے مناظرہ ہوا۔ مناظرہ کے بعد مرزائی کو تو بہ کی توفیق نصیب ہوئی (۲۵)

(۱۶) چارچہ کھڑیوں والا کنواں مزنگ میں ایک دفعہ مرزائیوں کیساتھ مولانا مفتی عبدالعزیز کا زبردست مناظرہ ہوا۔ آپ کے معاون صرف ایک سنی عالم دین مولوی عبدالغنی تھے، آپ نے مرزائی مناظر کو لا جواب کر دیا (۲۶)

(۱۷) حضرت سید غلام رسول شاہ ابوالکمال برقانو شاہی رحمۃ اللہ علیہ نے مذاہب مختلفہ قادیانیت، بہایت، چکڑ الویت، وہابیت کے علاوہ ہندو دھرم، عیسائیت اور یہودیت کا زوردار رد کیا۔ کئی ایک مناظرے کیے اور کئی سو مرزائیوں نے ہالینڈ، ڈنمارک اور ہیگ میں آپ کے ہاتھ پر مرزائیت سے تو بہ کی (۲۷)

(۱۸) ۱۹۲۳ء میں جب حضرت مولانا غلام مرتضیٰ قدس سرہ اور مولوی جلال الدین شمس قادیانی کے درمیان مسئلہ ”حیات مسیح“ پر مناظرہ ہوا تو مولانا غلام محمد گھوٹی اہل اسلام کی جماعت کے صدر تھے۔ اس مناظرہ میں اسلامی مناظر مولانا مفتی غلام مرتضیٰ قدس سرہ کو زبردست کامیابی ہوئی اور قادیانی مناظر کو ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا (۲۸)

بعد میں اس مناظرہ کی روئیداد ”الظفر الرحمانی فی کشف القادیانی“ کے نام سے معرض تحریر میں آئی تو حضرت مولانا غلام محمد گھوٹی رحمۃ اللہ علیہ نے اس پر زبردست تقریظ تحریر فرمائی۔ (۲۹)

(۱۹) ۱۵، ۱۴ جولائی ۱۹۰۸ء مفتی غلام مرتضیٰ میانی ضلع شاہ پور کا حکیم نور الدین قادیانی سے ابراہیم قادیانی کے مکان پر مناظرہ ہوا۔ حکیم نور الدین قادیانی پورے مناظرے میں لا جواب اور مہبوت رہا (۳۰)

(۲۰) ڈاکٹر عبدالسلام کے والد مولوی محمد حسین دفتر ڈسٹرکٹ انسپکٹر آف سکولز جنگ میں ہیڈ کلرک تھے۔ ڈاکٹر عبدالسلام کے تایا مولوی غلام حسین (۱۹۳۰ء میں) ریٹائر ہو کر جنگ میں ہی اپنے آبائی مکان میں آجے تھے۔ یہ دونوں بھائی (مولوی محمد حسین اور مولوی غلام حسین) میرے ہمسائے تھے۔ ڈاکٹر فرید الدین رحمۃ اللہ علیہ سے بھی انکی علیک سلیک تھی۔ ایک بار جنگ شہر میں ڈاکٹر فرید الدین کا مناظرہ ان دونوں بھائیوں سے احمدیت کے موضوع پر ہوا میں اس مناظرہ میں موجود تھا اور پروفیسر صوفی ضیاء الحق بھی موجود تھے۔ تین دن مناظرہ جاری رہا۔ آخر کار یہ دونوں بھائی اس مسئلہ کو مان گئے کہ رسول اکرم ﷺ کے بعد کوئی نبی ہندوستان میں تو کجا اس دنیا میں بھی نہیں آ سکتا۔ اس بات پر مرزائیوں میں یعنی احمدیوں (قادیانیوں) میں کھلبلی مچ گئی۔ اسے ڈاکٹر فرید الدین کی کھلی کرامت سمجھا گیا۔ قادیان میں اس سلسلہ میں فیصلہ کیا گیا کہ مولوی محمد حسین کو جنگ سے کہیں ٹرانسفر کر دیا جائے جہاں انکی ملاقات ڈاکٹر فرید الدین سے نہ ہو سکے۔ ڈاکٹر فرید

الدین جھنگ میں اکٹرا آتا جاتا رہتا ہے۔ چنانچہ مولوی محمد حسین کو جھنگ سے ملتان ٹرانسفر کروا دیا گیا (ڈاکٹر احسان صابر قریشی (۱۳)

(۲۱) ڈاکٹر فرید الدین قادری رحمۃ اللہ علیہ جن دنوں کانویں والا میں مقیم تھے، ایک قریبی گاؤں صدیق آباد مرزائیوں کی سرگرمیوں کا مرکز بن گیا جو کانویں والا سے فاصلے پر واقع تھا، مرزائیوں نے منصوبہ بنایا کہ کانویں والا کے زمینداروں کو کسی نہ کسی طرح اپنے ساتھ ملا لیں اور انکی سیاسی قوت کو اپنے تبلیغی مقاصد کے لیے استعمال کریں چنانچہ انہوں نے وہاں ٹھیکے لینے شروع کر دیے اور انکی آڈ میں تبلیغ کا کام کرنے لگے۔ جب ڈاکٹر فرید الدین کو مرزائیوں کے ان عزائم کا پتہ چلا تو انہوں نے مرزائیوں سے مناظرے کیے اور اپنے دلائل سے انہیں شکست فاش دے دی، اس طرح پورے علاقے کو مرزائیت کے فتنے سے بچا لیا اور اگر ڈاکٹر صاحب یہاں تشریف نہ لاتے تو پورا علاقہ ربوہ کے ساتھ ہونے کی وجہ سے مرزائیت کی زد میں آ جاتا (۳۲)

(۲۲) ہمارے قصبہ سے جانب مشرق دو میل کے فاصلے پر ایک گاؤں ہے جس کا نام ڈھمئی ہے وہاں ایک گھر مرزائیوں کا ہے انہوں نے ایک مرتبہ ایک مبلغ بلایا جس کا نام مولوی محمد سلیم تھا اور جو پنجاب یونیورسٹی کا سند یافتہ مولوی فاضل تھا۔ مرزائیوں نے برب سڑک کھلے میدان میں اپنا جلسہ رکھا، جس میں مولوی سلیم نے مسلمانوں کو چیلنج دیا کہ مجھ سے کوئی مناظرہ کرنا چاہے تو کر لے۔ میں نے مرزا غلام احمد کی صرف ایک کتاب درمبین ہاتھ میں لی اور مسلمانوں کے ایک بھوم کے ساتھ ڈھمئی چل پڑا۔ میں

نے مولوی سلیم کو مخاطب کیا اور کہا: ”مولوی صاحب آپ نے مسلمانوں کو مناظرے کا چیلنج دیا ہے میں آ گیا ہوں میں بتاؤں گا کہ مرزا صاحب جھوٹے تھے۔ مولوی سلیم کہنے لگا مگر تم تو پڑھ رہے ہو (طالب علم ہو) اور میں مولوی فاضل ہوں، یونیورسٹی کی سند حاصل کر چکا ہوں، تمہارے پاس اگر یہ سند ہو تو مجھ سے بات کر سکتے ہو ورنہ نہیں، میں نے کہا! جس کے پاس یونیورسٹی کی مولوی فاضل کی سند نہ ہو تو کیا وہ عالم نہیں ہوتا؟ مولوی سلیم کی زبان سے نکلا کہ! نہیں، وہ عالم نہیں ہوتا جاہل ہوتا ہے۔ میں نے کہا! تو پھر مرزا صاحب کے پاس بھی یہ سند نہیں تھی اور وہ مولوی فاضل نہ تھے لہذا وہ بھی جاہل ہوئے۔ میری اس بات سے مولوی سلیم گھبرا گیا اور مسلمانوں نے ایک زوردار نعرہ لگایا، میں نے پھر اسے بونے کا موقع نہ دیا اور لوگوں سے مخاطب ہو کر کہا: ”مسلمانوں یہ مولوی صاحب مرزا صاحب کو نبی و رسول بتا رہے ہیں حالانکہ خود مرزا صاحب کا اپنے متعلق کچھ اور ہی خیال ہے، یہ انہیں نبی و رسول بتلاتے ہیں اور وہ خود اپنے متعلق ہمیں جو سناتے ہیں وہ یہ ہے۔ میں نے اپنے ہاتھ میں پکڑی ہوئی مرزا کی کتاب ”درمبین“ کھولی اور انکا یہ شعر سنایا، مرزا کہتا ہے!

۔ کرم خاکی ہوں میرے پیارے نہ آدم آزاد ہوں ہوں بشر کی جائے نفرت اور انسانوں کی عار

دیکھیے! مرزا صاحب کہتے ہیں میں تو کرم خاکی یعنی زمین کا ایک کیڑا ہوں اور آدم زاد یعنی انسان کا بچہ نہیں ہوں آدم زاد کا ترجمہ میں نے بزبان پنجابی سنایا کہ میں بندے دا پڑھ ہی نہیں۔ میرا یہ ترجمہ سن کر مجمع سے آواز آئی ”واقعی اونہیں کوئی کم دی بندے دیاں پڑاں والا نہیں کیتا“ درمیں کا یہ شعر سنا کر میں نے مولوی سلیم کو مخاطب کیا کہ آپ مرزا صاحب کو نبی و رسول بتا رہے ہیں اور مرزا صاحب خود اپنے انسان و آدمی ہونے کا بھی انکار کر رہے ہیں اور کہہ رہے ہیں کہ میں تو ایک کیڑا ہوں، میری مسلسل تقریر سے لوگ بہت خوش ہو رہے تھے مولوی سلیم بولا، ٹھہرو ٹھہرو! حضرت مرزا صاحب کو یہ شعر حضرت داؤد علیہ السلام کے قول کے مطابق ہے جو زبور میں درج ہے۔ حضرت داؤد علیہ السلام نے بھی اپنے متعلق یہ کہا ہے اور یہ تو اضع ہے مرزا صاحب نے تو اضعاً ایسا کیا ہے۔ میں نے جواب دیا زبور جو نزل من اللہ ہے اس پر ہمارا ایمان ہے مگر موجودہ زبور، توریت و انجیل محرف ہیں ان میں بہت سی باتیں الحاقی بھی ہیں، اس لیے آج کل محرف زبور کو ہم نہیں مانتے، ہمارے لیے حجت اگر ہے تو ارشاد قرآن نہ کہ محرف زبور کی کوئی بات۔ مولوی صاحب! آپ اگر مسلمان ہیں تو قرآن سنائیے زبور کا نام کیوں لیتے ہیں؟۔ میں نے پھر مولوی سلیم کو کچھ بولنے کا موقع نہ دیا اور جوش سے بیان کرتا رہا۔ مسلمانو! سنو! مرزا صاحب کس طرح آدمیت و انسانیت کی خود نئی کر رہے ہیں۔۔۔ یہ کہنا کہ مرزا صاحب نے تو اضعاً ایسا کیا ہے یہ بھی عجیب بات ہے، تو اضع کی بھی کوئی حد ہوتی ہے تو اضعاً یہ تو کہا جا سکتا ہے کہ ”میں بہت بڑا گناہگار ہوں، عاجز ہوں، مسکین ہوں، مگر یوں کوئی نہیں کہتا کہ ”میں بڑا حرامی ہوں، بد معاش ہوں، بے دین ہوں یہ کوئی تو اضع نہیں یہ تو حماقت و جہالت ہے۔ مرزائیوں کا رنگ اڑ گیا۔ یہ عالم دیکھ کر وہ اپنے میز کرسیاں اٹھانے لگے اور چند ایک جو تھے وہ اپنے مولوی کو لے کر چلنے لگے مجھے مسلمانوں نے اپنے کندھوں پر سوار کر کے نعرے لگائے شروع کیے (مولانا ابوالنور محمد بشیر رحمۃ اللہ علیہ۔ (۳۳)

۲۳ علامہ مفتی محمد حسین نعیمی رحمۃ اللہ علیہ کی ایک مرتبہ ایک مرزائی سے گفتگو ہوئی۔ اس نے اجراء نبوت پر بات چھیڑنی چاہی۔ آپ نے فرمایا کہ اجراء نبوت سے مرزا کا نبی ہونا تو لازم نہیں آتا۔ اگر بالفرض اجراء نبوت ثابت ہو بھی جائے تب بھی اس پر گفتگو کرنی پڑے گی کہ مرزا نبی ہو سکتا ہے یا نہیں، تو کیوں نہ پہلے مرزا کی نبوت پر گفتگو کر لی جائے، پھر آپ نے فرمایا جس شخص کے کلام میں تجاد، جس کی ہر پیشگوئی غلط اور جھوٹی جس کے اخلاق و عادات میں فسق و فجور جس کی زندگی کفار کی مدد کے سہارے اور ان کی خوشامد میں گزری، جس نے نبیوں پر طعن اور استہزاء کے فقرے چست کیے اور جو شخص ساری عمر صحابہ کرام اور اہل بیت عظام کی شان میں بدگوئی کرتا رہا، ایسا شخص تو ایک باکدار مسلمان بھی نہیں کہلایا جا سکتا چہ جائیکہ اسکے بارے میں نبوت کا عقیدہ رکھا جائے۔ مرزائی عالم کے پاس اس بات کا تو کوئی جواب نہ تھا وہ بار بار اجراء نبوت پر گفتگو کیلئے اصرار کرتا رہا، بالآخر اس پر بحث کو ختم کرنے کیلئے اجراء نبوت پر گفتگو کی اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کو خاتم النبیین فرمایا ہے اور حضور نے اس کی تفسیر فرمائی ”لا نبی بعدی ولا رسول بعدی“ میرے بعد نہ کسی کی بعثت ہو سکتی ہے

نہ رسول کی اس نے کہا بعض لوگوں کے کلام سے پتہ چلتا ہے کہ حضور ﷺ کے بعد غیر تشریفی نبی آ سکتا ہے آپ نے فرمایا حضور ﷺ کی حدیث کے مقابلہ میں تم بعض لوگوں کے اقوال پیش کرتے ہو، اگر تمہارا دعویٰ ہے کہ حضور کے بعد کوئی غیر تشریفی نبی آ سکتا ہے تو کوئی صحیح مرفوع متصل حدیث لاؤ جو ”لا نبی بعدی ولا رسول بعدی“ کے عموم کو توڑ سکے۔ بعض لوگوں کے اقوال میں تو یہ طاقت نہیں کہ وہ حدیث رسول کے مزاحم ہو سکیں وہ کہنے لگا! کیا آپ بزرگان اُمت کو نہیں مانتے؟ آپ نے فرمایا! تم بزرگان اُمت کی بات کرتے ہو حضور ﷺ کے فرمان کے مقابلہ میں اگر کسی نبی کا قول بھی آجائے تو میں وہ بھی نہیں مانتا، وہ کہنے لگا حضور نے اپنی مسجد کو خاتم المساجد فرمایا ہے۔ آپ نے فرمایا! دکلاؤ لیکن وہ سعی بسیار کے باوجود وہ حدیث نہ دکھا سکا۔ (۳۴)

۲۳ مرزائیوں سے محدث اعظم پاکستان مولانا سردار احمد قادری چشتی رحمۃ اللہ علیہ کے دو مناظرے بہت مشہور ہیں جن میں سے ایک بدایوں اور دوسرا آپ کے آبائی قصبہ دیال گڑھ میں ہوا۔ بدایوں کے مناظرے کے معنی شاہد مولانا مفتی عزیز احمد بدایونی رحمۃ اللہ علیہ مناظرے کی روداد بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں!

”خلع بدایوں کے ایک قصبہ جگت میں ایک شخص مرزائیت کی تعلیم پا کر آیا اور فتنہ مرزائیت کی تبلیغ شروع کر دی اس فتنے کی سرکوبی کے لیے حضرت مولانا محمد سردار احمد تشریف لائے، آپ نے مرزائی سے گفتگو کی، مرزائی نے جس طرح کہ انکی عادت ہے ایک کا پی سے دیکھ دیکھ کر سوالات کرنے شروع کر دیے، حضرت مولانا محمد سردار احمد نے اسے نہایت ہی مسکت جواب دیئے بالآخر اس نے یہ کہہ کر راہ فرار اختیار کی کہ میری ایک اور نوٹ بک جس میں سوالات لکھے ہوئے ہیں مل گئی تو آپ سے مزید گفتگو کروں گا اس طرح اس نے راہ فرار اختیار کی اور اہلسنت و جماعت کے مناظر مولانا محمد سردار احمد صاحب کو فتح عظیم حاصل ہوئی (رحمۃ اللہ علیہ)“

حضرت محدث اعظم کے آبائی قصبہ دیال گڑھ ضلع گورداسپور کے ایک مرزائی نے آپ کو مناظرہ کا پیغام بھیجا، آپ نے قبول کر لیا اس نے اپنے معتمد مرزائی مناظرہ کئے کر لیے اور کہلا بھیجا کہ ہمارے مناظر آپ کی مسجد میں آکر آپ سے مناظرہ کرنا چاہتے ہیں، آپ نے جواب دیا کہ مرزائی چونکہ دائرہ اسلام سے خارج ہیں اس لیے ہم انہیں اپنی مسجد میں داخل نہیں ہونے دیں گے۔ اس کے ساتھ ہی آپ نے مسجد کے قریب ہی ایک کھلے میدان کو بجائے مناظرہ قرار دیا اور مرزائیوں کو بلا بھیجا مرزائی مناظرہ بڑے طمطراق سے آئے کافی کتابیں اپنے ساتھ لائے تھے، حضرت محدث اعظم نے بطور حوالہ ایک کتاب پیش کی اور مرزائی مناظرین کو دعوت دی کہ کم از کم اس حوالہ کو صحیح پڑھ دو، چنانچہ ان میں سے کوئی بھی حوالہ کی عبارت کو

نہ پڑھ سکا۔ مجمع پر واضح ہو گیا کہ مرزائی جھوٹے ہیں اور حضرت مولانا سردار احمد حق پر ہیں۔ شکست خوردہ مرزائی بھاگ گئے اور گاؤں کے باہر کما دی فصل میں جا کر چھپ گئے۔ وہاں بیٹھ کر گفتگو کرنے لگے کہ مولوی سردار احمد تو (نعوذ باللہ) جادوگر معلوم ہوتا ہے۔ اسکا جادو ہم پر ایسا چلا کہ ہم قطعاً لا جواب ہو گئے۔ محدث اعظم کا ایک مرید وہاں بیٹھا اسکی گفتگو سن رہا تھا اس نے آ کر آپ کو انکے درمیان ہونے والی ساری گفتگو سنائی۔ (۳۵)

(۲۵) ایک قادیانی مبلغ مولوی احمد بخش مولوی فاضل ساکن رن مل نے حضرت مولانا سید محمد شاہ قادری نوشاہی رحمۃ اللہ علیہ کے علاقہ میں تبلیغ شروع کر دی آپ کو معلوم ہوا تو اسے مناظرہ کا چیلنج کیا، چنانچہ عید الفطر کے دن عید کے بعد دربار حضرت نوشہ گنج رحمۃ اللہ علیہ ساہن پال شریف، رن مل، کوٹ سکے شاہ، سارنگ، اگر دیہ اور بھاگٹ وغیرہ مواضع کے لوگ اس جلسہ میں شریک ہوئے تھے اور مشائخ میں سے پیر محمد شاہ ولد پیر گوہر شاہ سلیمانی نوشاہی، سید علی احمد، سید محمد حسین اور سید نیاز محمد صاحب وغیرہ موجود تھے۔ مرزائی مبلغ بالکل لا جواب ہو گیا اور راہ فرار اختیار کر گیا (۳۶)

(۲۶) حضرت قاضی محمد عبد السبحان ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ ۱۹۳۶ء میں مدرسہ بیگم پورہ گجرات میں ایک سال مدرس رہے اس دوران قادیان سے آنے والے ایک مرزائی مناظرہ کیا تھا آپکا معرکہ الآراء مناظرہ ہوا جس میں مرزائی مناظر نے اپنے دعویٰ کے اثبات میں اپنے دُعم کے مطابق ۱۷ آیات قرآن پاک اور ۳۶ احادیث نبویہ پیش کی تھیں مگر اللہ کے فضل و کرم سے مرزائی مناظر نے مناظر اسلام حضرت قاضی عبد السبحان صاحب سے اس مناظرہ میں بُری طرح شکست کھائی اور لا جواب ہوا، یاد رہے کہ یہ مناظرہ موضع کارلہ نزد شہر گجرات میں ہوا تھا، جہاں پر کئی گھر مرزائیوں کے تھے۔ (۳۸)

(۲۷) ۱۹۳۶ء میں مناظر اسلام حضرت مولانا محمد عمر اچھروی رحمۃ اللہ علیہ نے کسری (سندھ) کے مقام پر قادیانیوں سے مناظرہ کیا، حقائق و دلائل کی روشنی میں آپ نے ”ختم نبوت“ کے اجماعی عقیدہ پر علماء حق کی جانب سے اتنا عظیم مناظرہ کیا کہ قادیانیوں کو شکست فاش ہوئی، آج بھی قادیانیوں کی شکست کا تحریری اعتراف لاہور میں موجود ہے (۳۸)

(۲۸) ۲۲ جمادی الاول ۱۳۸۸ھ ایک مرتبہ ایک مرزائی مولوی کتابوں کا گٹھا اٹھائے حضرت شیخ الاسلام خواجہ محمد قمر الدین سیالوی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا آپ اس وقت نماز جمعہ کے بعد احتیاط الظہر ادا فرما رہے تھے۔ اس نے کہا! میں چند مسائل میں تبادلہ خیالات کرنے آیا ہوں، آپ نے فرمایا! مجھے نماز سے فارغ ہونے دو جب چار رکعت پڑھ کر آپ نے سلام پھیرا تو کہنے لگا آپ لوگ گفتگو سے کیوں جی چراتے ہیں، میں محض دین اسلام کی خدمت کے لیے آیا ہوں اور آپ میرے ساتھ کلام نہیں کرتے۔ آپ نے روضہ شریف کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا! اللہ والے کہ جنہوں نے اپنی تمام زندگی اسکی رضا پر گزاری اور عالم فانی سے ادھمل ہوئے تو صدیوں سے ان کی خاک بوی ہو رہی ہے وہ حق پر نہیں تھے؟ اور کوئی گوردا سپور سے آجائے تو وہ حق والا ہے؟ یہ فرمایا اور نماز میں مشغول ہو گئے، جب دو رکعت نماز پڑھ کر سلام پھیرا تو

خطاب فرمایا کہ! جو بھی بحث کرنا چاہے اب موقع ہے کھلے دل سے تبادلہ خیالات کر لے۔ اس فرمان سے اُس کے آنسو جاری ہو گئے اور کہا! بس اب میرا گھر پورا ہو گیا ہے سوچنے سے معلوم ہوا کہ واقعی جن مقبول کوگوں کی مدتوں سے خاک بوسی ہو رہی ہے وہ اللہ تعالیٰ کو پسند ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان پر راضی ہوا تو ان کا چرچا ہوا ہے۔ یہ کیا اور بیعت ہو گیا۔ آپ (حضرت شیخ الاسلام سیالوی نور اللہ مرقد) فرماتے ہیں کہ وہ شخص بعد میں مرزائیوں کے خلاف بہترین مناظر بنا کیونکہ مرزائی مذہب سے تو پہلے واقف تھا، انکے گھر کا سجدی تھا، اس لیے وہ اس سے بھاگتے تھے۔ (۳۹)

(۲۹) میرا ایک ملنے والا احسان جبکہ باپ ملک خدا بخش، مرزا بشیر احمد خلف الرشید میاں غلام احمد بانی سلسلہ قادیانیہ (مرزائی) کا سیکرٹری تھا۔ مجھے وہ بہت تنگ کیا کرتا کہ بشیر صاحب سے بات چیت کرو، آخر تنگ آ کر میں ایک دن اُسکے ساتھ ہولیا، مرزا بشیر احمد صاحب اُن دنوں اپنے کسی عقیدت مند کے گھر ریگی سینما کے قریب ٹھہرے ہوئے تھے جب اُن سے بات چیت شروع ہوئی تو مجھے اپنی بے اثباتی پر بڑی شرم سی محسوس ہو رہی تھی کیونکہ مرزا بشیر صاحب علی گڑھ کے بی اے تھے۔ دوسرا ایک بڑی جماعت کے لیڈر اور امیر کبیر آدی تھے اور میں کم علم تھا دوسرا عام سا آدی اور غربت کا احساس بھی۔ پھر بھی ہمت کر کے میں نے انہیں کہا کہ یہ آپ کا مرید احسان مجھے بہت کچھ سمجھتا ہے مگر مجھے سمجھ نہیں آتا۔ وہ کہنے لگے میں سمجھتا ہوں تم سوال کرو قدرت خدا کی میرے ذہن میں یہ سوال آیا کہ ولی کے تصرف میں یہ ہے کہ اس کے سامنے جو بھی آئے وہ یہ جانتا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام سے لیکر اُس تک کتنے لوگ اُس کے خاندان میں آئے، کتنے جنتی اور دوزخی تھے اور مرنے کے بعد اُس کا ٹھکانہ کیا ہوگا۔ اب آپ یہ بتائیں کہ میرا باپ دادا یا انکے دادا کا نام کیا تھا، کیا آپ انہیں جانتے ہیں؟ یہ سوال میں آپ سے اس لیے کر رہا ہوں کیونکہ دوسرے لوگ آپکو برگزیدہ سمجھتے ہیں۔ ایک گھنٹہ ۳۵ منٹ ہماری بحث رہی مگر وہ میرے اس سوال کا جواب نہ دے سکے، عین اُس وقت جب میں ادھر موجود تھا حضرت مولانا الحاج قبلہ میاں غلام محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ قلعہ گوجر سنگھ تشریف لائے اور فرمانے لگے، نذیر بہت بری جگہ پھنس گیا ہے مگر میں اُسکے ساتھ ہوں میاں صاحب یہ فرماتے جاتے اور ٹپکتے جاتے آخر جب ایک گھنٹہ ۳۵ منٹ کی بحث کے بعد میں وہاں سے نکلا تو آپ فرمانے لگے وہ وہاں سے بچ گیا ہے اور واپس آ رہا ہے یہ تمام واقع بعد میں پتہ چلا تو بالکل وہی قائم تھا جب میں مرزا بشیر کے ساتھ بحث میں شریک تھا۔ (محمد نذیر بجوری سہروردی) (۴۰)

(۳۰) ایک دفعہ مجھے مرزائیوں سے مناظرہ کرنا پڑا موضع جوڑا میں مرزائی لوگ اپنے مناظر کو بلالائے اور تاریخ مقرر کر دی میں نے غلام مصطفیٰ کو چند علماء اہلسنت بلانے کے لیے بھیج دیا تا کہ علماء کرام موقع پر پہنچ کر تعاون فرمائیں گے۔ ابھی ایک دن مناظرہ سے رہتا تھا اور مولوی غلام مصطفیٰ بھی اس وقت تک نہ آئے اور نہ ہی کوئی عالم دین پہنچا تھا۔ مجھے سخت تفکر و پریشانی لاحق ہوئی، کیا دیکھتا ہوں کہ ایک موٹر کار آئی، میں نے سمجھا شاید مولوی غلام مصطفیٰ صاحب کسی عالم دین کو لے کر

آئے ہیں لیکن جب دیکھا تو مولانا معین الدین اجیری رحمۃ اللہ علیہ ہیں، مجھے بہت خوشی ہوئی دوڑ کر ملاقات کی تو انہوں نے پوچھا خیر تو ہے؟ بتایا خیر ہے آپ کیسے تشریف لائے ہیں فرمایا! مجھے خیال آگیا کہ اپنے بچے کو چاکرل آؤں۔ جب مناظرہ کے متعلق خبر دی تو فرمایا! مجھے لسی پلاؤ ان سالوں سے نپٹ لیں گے۔ صبح کو فرمایا! کتب خانہ کھولیں چنانچہ کتب خانہ سے قادیانیوں کی ایک کتاب اٹھائی، وہیں کھڑے کھڑے اسے مطالعہ فرمایا اور تیاری کا حکم دیدیا۔۔۔ مناظرہ کی جگہ پر پہنچے تو وہاں مولوی غلام مصطفیٰ صاحب دوسرے علماء کو بھی لے کر پہنچ گئے تھے، مخالفین نے خوب تیاری کر رکھی تھی اسٹیج لگے ہوئے تھے۔ مولانا کو صدر منتخب کیا گیا، مناظرہ کے لیے ایک مولوی صاحب مقرر ہوئے قادیانیوں کا مناظرہ کھڑا ہوا اس نے مناظرہ کا موضوع بتایا کہ ”حیات عیسیٰ علیہ السلام“ پر بحث ہوگی یہ اعلان سنتے ہی مولانا خود کھڑے ہو گئے اور مخالفین کو خطاب فرمایا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات کا مغالطہ دور کرنا مقصود ہے یا مرزا قادیانی کے جھوٹا ہونے کا ثبوت درکار ہے، اگر یہاں انبیاء علیہم السلام کی حیات کے منکر موجود ہیں تو بتائیے حضرت آدم علیہ السلام سے لیکر محمد مصطفیٰ ﷺ تک تمام انبیاء علیہ السلام کی حیات ثابت کرتا ہوں۔ مخالفین سے پوچھیں کیا انبیاء علیہم السلام کی حیات پر شک و شبہ ہے اگر ہے تو اسکا جلد ہی ازالہ کر دیا جائے گا یا یہ اس لیے آئے ہیں کہ مرزا قادیانی کی نبوت کے جھوٹے ہونے کا اعلان سنیں حضرت عیسیٰ علی نبینا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حیات کے ثبوت یا عدم ثبوت سے مرزا قادیانی کی صداقت کا کیا تعلق ہے۔ اگر حیات صبح ثابت ہو جائے تو گوردا سپور کے ضلع میں نبی نہیں آسکتا اور اگر نہ ثابت ہو تو ضلع گوردا سپور میں قادیانی کا دعویٰ صحیح ہو سکتا ہے آخر بتائیں تو سہی اس بحث سے مرزائی مذہب کا کیا تعلق ہے؟ کس کس ہستی کی حیات میں ثابت کر دوں کیا عوام الناس کی برزخی زندگی یا مومنین اولیاء اللہ اور پھر انبیاء علیہم السلام کی؟ اس میں تو کوئی مسلمان شک و شبہ کر ہی نہیں سکتا، اس مضمون سے سامعین کو ایسا متاثر کیا کہ ہر ایک کو یقین ہو گیا کہ اب مخالفوں کو مقابلہ کی تاب نہ ہو سکے گی، بالآخر قادیانیوں کو ایسی شکست فاش دی کہ ذلیل ہو کر وہاں سے چلے گئے (ملفوظ شیخ الاسلام خواجہ قمر الدین سیالوی رحمۃ اللہ علیہ) (۳۱)

(۳۱) محمدی بیگم کے قصبہ پٹی میں مرزائیوں سے حضرت مولانا نواب الدین سکتوی رحمۃ اللہ علیہ کا مناظرہ ہوا تو فریق مخالف آنکھ ملا کر بات کرنے سے گریزاں تھے۔ آپ نے متعدد بار گونج دار لفظوں میں فرمایا کہ! ادھر میری طرف دیکھو مگر وہ آنکھ نہ ملاتے تھے، جہوم میں کسی نے کہا کہ حضرت انکا خیال ہے کہ آپ کی آنکھوں میں سحر ہے تو حضرت نے فرمایا!

تم نے جادو گرا سے کیوں کہہ دیا دہلوی ہے داغ بنگالی نہیں (۳۲)

(۳۲) غالباً ۱۹۶۹ء کا واقعہ ہے کہ پاکستان شریف کی درگاہ میں والد صاحب (حضرت مولانا نواب الدین سکتوی رحمۃ اللہ علیہ) سے جو مناظرہ ہوا تھا اس میں والد صاحب نے لٹھے سے کام نہ لیا تھا شاید یہ اس لیے کہ یہ ان کے پیر و مرشد کی درگاہ تھی۔ اُسوقت پاکستان شریف کی جامع مسجد کے خطیب ایک تاجر عالم دین مولانا عبدالحق صاحب تھے جو بیہیمن کے

بڑے زمیندار بھی تھے۔ مرزائیوں سے شرائط مناظرہ طے کرنے کیلئے مولانا صاحب تشریف لے جانے لگے تو میں بھی انکے ساتھ ہو گیا، مرزائی بڑے کروفر کیا تھ آئے تھے، میں انکی کتابوں کے انبار اور انکا کروفر دیکھ کر مرعوب ہو گیا، دل میں یہ خیال گزرنے لگا کہ میرے والد صاحب کے پاس تو کوئی کتاب نہیں وہ کیسے مناظرہ کریں گے چنانچہ جب میں نے اپنے اس تاثر کا والد صاحب سے اظہار کیا تو وہ ہنس پڑے اور مولانا عبدالحق صاحب سے فرمانے لگے کہ دیکھو! مظہر کیا کہہ رہا ہے، پھر مولانا سے فرمایا اس لڑکے کو سمجھاؤ کہ مناظرہ کتابوں سے نہیں تا نیدر بانی سے ہوتا ہے اور الحمد للہ یہ ہمیشہ میرے شامل حال رہا ہے میں نے زندگی میں ار باب باطل سے تمام مناظرے کتاب کے بغیر کیے ہیں۔ یہاں یہ ذکر خالی از دلچسپی نہ ہوگا کہ مرزائیوں نے عام دستور کے خلاف پاک پتن شریف کے مناظرے میں والد ماجد کے مقابلے کیلئے کہن سال اور گرگان باران دیدہ کی بجائے نوجوان مناظروں کو بھیجا جو والد ماجد کے بحر علمی، زور خطابت، شخصیت، ذہانت و فطانت اور شجاعت و بہادری سے قطعی طور پر نا آشنا تھے، ان نوجوانوں کے سرخیل تین مناظروں کا نام تو مجھے اب تک یاد ہے، جلال الدین مٹس، عبد الرحمن اور سلیم۔ الحمد للہ اس مناظرے میں ۳۰ آدمیوں نے مرزائیت سے توبہ کی اور والد صاحب کے حلقہ ارادت میں شامل ہو گئے۔ (حافظ مظہر الدین) (۴۳)

واضح رہے کہ فاتح قادیانیت مولانا نواب الدین شکوہی رحمۃ اللہ علیہ کو امام اہلسنت اعلیٰ حضرت احمد رضا خان بریلوی نور اللہ مرقدہ نے بھی خرقہ خلافت عطا کیا تھا۔ (۴۴)

فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ حضرت علامہ نواب الدین چشتی شیر پنجاب و فاتح مرزائیت اور سیف الاسلام ہیں انہیں کوئی شکست نہیں دے سکتا۔ (۴۵)

﴿مباہلے﴾

۳۳) افریقہ کی سرزمین پر ۱۸۹۸ء میں اہلسنت کے ایک عظیم مجاہد مولانا سید عبداللہ شاہ صاحب غزنوی رحمۃ اللہ علیہ نے قدم رکھا اور یورپ براعظم کو اپنی تبلیغی سرگرمیوں سے منور کیا، زیادہ وقت انکا کینیا اور اسکے قرب و جوار کے علاقہ میں گزرا، ہزاروں افراد انکے ہاتھ پر مشرف بہ اسلام ہوئے۔ کینیا میں قادیانیوں سے بھی بڑا بد دست معرکہ رہا یہاں تک کہ مباہلہ کی دعوت دی گئی، مباہلہ ہوا اور بہت سے قادیانی ہلاک ہوئے۔ (۴۶)

۳۴) اخیر رجب ۱۳۱۴ھ میں مرزا غلام احمد قادیانی نے رسائل اربعہ فقیر (مولانا غلام دگبیر قصوری رحمۃ اللہ علیہ) کو بھیج کر دوسرے علماء کرام کیساتھ فقیر کو بھی مباہلہ کیلئے قسمیں دے کر بلایا اور مباہلہ سے بھاگنے والوں کو طعون بتایا، فقیر نے ب نظر صیانت عقائد اہل اسلام مرزاجی کو قبولیت مباہلہ لکھ کر بھیج دیا ۱۳۱۴ھ تاریخ مقرر کر کے مع اپنے دونوں فرزندوں کے ۲ شعبان وارد لاہور ہوئے جس پر مرزا صاحب کی طرف سے حکیم فضل دین لاہور میں آیا اور ایک مجمع کثیر کے مسجد منلا مجید

(واقع چنل بیبیاں موچی دروازہ) فقیر پر معترض ہوا کہ حضرت مرزا صاحب نے آپ کی یہ غلطی نکالی ہے کہ مہابلہ قرآن میں صیغہ جمع ہے اور آپ تنہا کیونکر کر سکتے ہیں؟ فقیر نے اسی مجمع میں اپنے رقعہ قبولیت مہابلہ سے اپنے فرزندوں کی شمولیت سے اپنا جمع ہونا ثابت کر دیا بلکہ اس وقت دونوں کو رد و رد کر دکھایا جس پر مسیح موعود اور اس کے حواریں کی غلطی مانی گئی، پھر ظہور اثر مہابلہ کیلئے مرزا جی نے ایک برس معیار رکھی تھی، فقیر نے بدلیل قرآن و حدیث اٹھانا چاہا اس پر حکیم مذکور اور مرزا صاحب نے ہٹ کی، جس پر فقیر نے ۱۴ شعبان کو اشتہار شائع کیا اور معیار ۲۵ شعبان مقرر کی اور اخیر شعبان تک مختلر ہا۔ اور امر ترسرا کر مرزا جی کو قادیان سے بلایا وہ مہابلہ کے لیے نہ آئے اور اشتہار مورخہ ۲۵ شعبان بجواب اشتہار فقیر اس مضمون کا شائع کیا کہ تمام احادیث صحیحہ سے ظہور اثر مہابلہ کی معیار ایک سال ثابت ہے اور ہر مدعی نبوت پر رخصت بھیجتا ہوں اور میری تکفیر کرنے والے تقویٰ اور دیانت کو چھوڑنے اور مجھ کو باوجود کلمہ گو اور اہل قبلہ ہونے کے کافر ٹھہراتے ہیں، اسکے جواب میں فقیر نے پندرہ اکابر علماء اہلسنت لاہور، قصور اور امر ترسرا سے بدلیل قرآن کریم تصدیق کرایا کہ مہابلہ شرعی میں کوئی معیار سال نہیں ہے، مرزا قادیانی نے محض بغرض دھوکہ دہی جواب کا جہل و طیرہ قید ایک سال لگائی ہے۔ جب مرزا صاحب کسی مہابلہ، مباحثہ، مناظرہ اور مفاہمہ کے لیے تیار نہ ہوئے تو مولانا غلام دہگنیر قصوری نے ان الفاظ میں دعا کی!

”اے مالک الملک جیسا کہ تو نے ایک عالم ربانی حضرت محمد طاہر مؤلف مجمع الانوار کی دعا و سہی سے اس مہدی کا ذب اور جعلی مسیح کا بیڑا غرق کیا تھا دیا ہی دعا و التجاس قصوری کان اللہ سے جو سچے دل سے تیرے دین متین کی تائید حتی الوسع ساعی ہے مرزا قادیانی اور اسکے حواریوں کو تو یہ نصوح کی توفیق رفیق عطا فرما اگر یہ مقدر نہیں تو ان کو اس آیت قرآنی کے بنا ”فقطع دایر القوم الذین کفروا“ (۴۷)

مولانا غلام دہگنیر قصوری رحمۃ اللہ علیہ نے قادیانیوں کی جڑ (مرکز قادیان) کو ختم کرنے کی التجا کی تھی یہی وجہ ہے کہ یہ مرکز سے کٹ گیا ہے۔ (۴۸)

(۳۵) مولانا کوکب نورانی بنام موجودہ سربراہ جماعت احمدیہ، مجھے ۱۲ اگست ۱۹۸۸ء کو رجسٹر پوسٹ سے ایک ملفوف رجسٹری بتاریخ ۱۸ اگست ۱۹۸۸ء از طرف رشید احمد چوہدری پریس سیکرٹری احمدیہ (غیر مسلم) ایسوسی ایشن یو کے دعوت مہابلہ کے پمفلٹ اور ایک تحریر کے عکس کیساتھ ملا ہے جس کے جواب میں یہ تحریر رجسٹر پوسٹ سے بھیجی جا رہی ہے، واضح ہو کہ یہ فقیر یہ عقیدہ رکھتا ہے کہ حضور اکرم، رحمت عالم، شفیع معظم، فخر عالم حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ اللہ بجانہ کے آخری نبی ہیں، مرتبہ نبوت انکی ذات با برکات پر ختم ہو گیا اور تاقیام قیامت انہی کا دور نبوت ہے انکے بعد ہر مدعی نبوت یقیناً دجال و کذاب ہے اور مرزا غلام احمد قادیانی بلاشبہ دجال و کذاب تھا اور اس کے ماننے والے تمام قادیانی، مرزائی، احمدی اور لاہوری پارٹی والے

سب خارج از اسلام ہیں یہ خادم اہلسنت ۱۹۸۶ء میں قادیانیوں اور تمام باطل فرقوں کے سرکردہ افراد کو دعوت مبہلہ دے چکا ہے، الحمد للہ کہ یہ فقیر ہنوز اپنی دعوت پر قائم ہے، مورخہ یکم اگست ۱۹۸۸ء کے روزنامہ جنگ کراچی اور روزنامہ نوائے وقت کراچی میں اس خادم اہل سنت کی طرف سے دعوت مبہلہ شائع ہو چکی ہے یہ فقیر خاک پائے آل رسول ان سطور کے ذریعے براہ راست ”جماعت احمدیہ“ کے سربراہ کو مطلع کرتا ہے کہ وہ جب چاہیں جہاں چاہیں اصول مبہلہ کے مطابق باقاعدہ تمام اہتمام کر کے اس خادم اہلسنت سے مبہلہ کر لیں اور معبود حقیقی جل مجدہ الکریم کا فیصلہ دیکھ لیں، ان شاء اللہ العزیز حق و باطل کا فرق قدرت خود واضح کر دے گی (بندہ کو کب نورانی اوکاڑوی کراچی ۲۷ اگست ۱۹۸۸ء) (۳۹)

(۳۶) حضرت پیر محمد کرم شاہ الازہری رحمۃ اللہ علیہ نے ۱۹۷۷ء میں لندن کے عالمی اجتماع میں شرکت کر کے اظہار خیال فرمایا اور قادیانی دجل و فریب کا پردہ چاک کر دیا۔۔۔ آپ نے اس اجتماع میں قادیانیوں کے مباہلے کا چیلنج قبول کرنے کا اعلان کیا اور فرمایا کہ!

”ان شاء اللہ مرزا قادیانی کی باقیات کو محمد عربی ﷺ کے غلاموں کے سامنے آنے کی جرأت

نہیں ہوگی اور ایسا ہی ہوا آپ کا میاب و کامران لندن سے واپس آئے۔“ (۵۰)

(۳۷) قادیانی جماعت کے ایک وفد نے حضرت قبلہ عالم سید پیر مہر علیشاہ گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہو کر کہا کہ!

”آپ حضرت مرزا غلام احمد قادیانی کیساتھ مبہلہ کیوں نہیں کر لیتے؟ کہ ایک اندھے اور

ایک اپانچ یعنی لنگڑے کے حق میں مرزا صاحب دعا کرتے ہیں اور اسی طرح ایک دوسرے

اندھے اور اپانچ کے لیے آپ دعا کریں جس کے نتیجہ پر حق و باطل کا فیصلہ ہو حضرت قبلہ عالم

قدس سرہ نے جواب دیا کہ مرزا صاحب سے کہہ دیں کہ اگر مُردے بھی زندہ کرنے ہوں تو

آجائیں لیکن مرزا صاحب آمادہ نہ ہوئے۔“ (۵۱)

﴿۔۔۔ ماخذ و مراجع۔۔۔﴾

(۱) اشرف علی تھانوی مولوی: الافاضات الیومیہ ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان ۱۴۰۶ھ ص ۲۶۵

(۲) محمد اسماعیل پانی پتی: مقالات سرسید حصہ ہفتم مجلس ترقی ادب لاہور ۱۹۶۲ء ص ۲۸۸، ۲۸۹

(۳) مجلہ معارف رضا کراچی صفر ۱۴۰۳ھ ص ۱۰۸

(۴) محمد صادق قصوری: اکابر تحریک پاکستان حصہ اول مکتبہ رضویہ گجرات ۱۹۷۶ء ص ۷۶

(۵) ہفت روزہ چٹان لاہور ۱۱ اپریل ۱۹۷۱ء ص ۱۶

- (۶) ہفت روزہ ”الفتیہ امرتسر“ سواد اعظم اہلسنت وجماعت کا ترجمان تھا جس نے ۱۹۴۲ء کے اوائل سے امرتسر کے ساتھ لفظ پاکستان کا اضافہ کر دیا تھا۔ محمد جلال الدین قادری: خطبات آل انڈیا سٹی کانفرنس مکتبہ رضویہ گجرات ۱۹۷۸ء ص ۳۱
- (۷) ماہنامہ ضیائے حرم لاہور دسمبر ۱۹۷۳ء تحریک ختم نبوت نمبر ص ۴۵
- (۸) محمد عبدالحکیم شرف قادری علامہ: تذکرہ اکابر اہلسنت مکتبہ قادریہ لاہور ۱۹۷۶ء ص ۴۵۴، ۴۵۵
- (۹) محمد حسین بدر حکیم: سات ستارے نوری بک ڈپولا لاہور ۱۳۹۹ھ ص ۵۶، ۵۷
- (۱۰) ہفت روزہ ختم نبوت کراچی ۱۹ تا ۲۵ دسمبر ۱۹۸۶ء ص ۱۳
- (۱۱) ایضاً ص ۱۳
- (۱۲) ماہنامہ مہر منیر گولڑہ شریف اگست ۲۰۰۰ء خاتم النہین نمبر ص ۱۸
- (۱۳) فیض احمد فیض مولانا: مہر منیر پاکستان انٹرنیشنل پرنٹرز لمیٹڈ لاہور ۱۹۹۱ء ص ۲۳۴
- (۱۴) ماہنامہ ندائے اہلسنت لاہور اکتوبر ۲۰۰۰ء ص ۲۹۱
- (۱۵) ماہنامہ ترجمان اہلسنت کراچی فروری مارچ ۱۹۹۰ء ص ۵
- (۱۶) ماہنامہ رضوان لاہور مارچ اپریل ۱۹۹۳ء ص ۷
- (۱۷) محمد انور قریشی: امام احمد رضا اور فقہ قادیانیت، مرکزی مجلس رضا لاہور ۲۰۰۰ء ص ۲۸، ۲۹
- (۱۸) ماہنامہ السعدی ملتان جنوری ۲۰۰۰ء امام اہلسنت نمبر ص ۸۰
- (۱۹) ماہنامہ ترجمان اہلسنت کراچی اپریل ۱۹۷۴ء ص ۴۸
- (۲۰) فیض الرسول رضا نورانی صاحبزادہ: افکار نورانی مکتبہ اہلسنت لاہور ص ۶۳، ۶۴
- (۲۱) ماہنامہ القول السدید لاہور مئی ۱۹۹۲ء ص ۶۳
- (۲۲) ماہنامہ ترجمان اہلسنت کراچی اگست ستمبر ۱۹۷۳ء ختم نبوت نمبر ص ۱۹
- (۲۳) ایضاً ص ۲۵، ۲۶
- (۲۴) محمد صدیق ہزاروی مولانا: تعارف علمائے اہلسنت مکتبہ قادریہ لاہور ۱۹۷۹ء ص ۱۳۳، ۱۳۵
- (۲۵) ماہنامہ لائبریری بعدی لاہور ستمبر تا نومبر ۲۰۰۳ء مجاہدین ختم نبوت نمبر ص ۲۲۰
- (۲۶) اقبال احمد فاروقی پیرزادہ: تذکرہ علمائے اہلسنت وجماعت لاہور مکتبہ نبویہ لاہور ۱۹۷۵ء ص ۳۳۷
- (۲۷) ماہنامہ رضائے مصطفیٰ گوجرانوالہ مئی جون ۱۹۸۵ء ص ۲۲
- (۲۸) محمد عبدالحکیم شرف قادری علامہ: تذکرہ اکابر اہلسنت مکتبہ قادریہ لاہور ۱۹۷۶ء ص ۳۳۶

(۲۹) ماہنامہ لائبریری بعدی لاہور ستمبر تا نومبر ۲۰۰۳ مجاہدین ختم نبوت نمبر ۱۲۲

(۳۰) ایضاً ص ۲۲۰

(۳۱) ماہنامہ منہاج القرآن لاہور ستمبر ۱۹۸۹ء ص ۲۸، ۲۷

(۳۲) ماہنامہ منہاج القرآن لاہور مئی جون ۱۹۹۰ء ڈاکٹر فرید الدین قادری نمبر ۱۸۱، ۱۸۲

(۳۳) محمد بشیر کوٹلوی مولانا: سنی علماء کی حکایات فرید بک سٹال لاہور ص ۹

(۳۴) ماہنامہ لائبریری بعدی لاہور اگست ۲۰۰۵ء ص ۴۰

(۳۵) ہفت روزہ الہام بہاولپور ۱۴ نومبر ۱۹۷۴ء ختم نبوت نمبر ۱۵

(۳۷) ماہنامہ القول السدید لاہور دسمبر ۱۹۹۴ء ص ۲۰۴

(۳۸) ماہنامہ ندائے اہلسنت لاہور اکتوبر ۲۰۰۰ء ص ۲۹

(۳۹) غلام احمد مولانا: انوار قریہ، محمد سعید پرنٹ ایکسپرس لاہور ۱۹۹۱ء ص ۳۷، ۳۷، ۳۷

(۴۰) ادیس علی سہروردی سید: مشائخین سہروردیہ: ادارہ سہروردیہ لاہور ۱۹۸۴ء ص ۵۰، ۵۱

(۴۱) غلام احمد مولانا: انوار قریہ: محمد سعید پرنٹ ایکسپرس لاہور ۱۹۹۱ء ص ۱۳

(۴۲) پندرہ روزہ ندائے اہلسنت لاہور ۱۶ تا ۳۱ جنوری ۱۹۹۲ء ص ۱۳

(۴۳) ماہنامہ ضیائے حرم لاہور دسمبر ۱۹۷۴ء تحریک ختم نبوت نمبر ۸۰، ۸۱

(۴۴) ہفت روزہ افتخار کراچی یکم تا ۷ اکتوبر ۱۹۷۸ء ص ۴

(۴۵) ہفت روزہ الہام لاہور اپریل ۱۹۸۲ء ص ۶

(۴۶) ماہنامہ ترجمان اہلسنت کراچی مارچ ۱۹۷۶ء ص ۵۲

(۴۷) اقبال احمد قاروقی پیرزادہ: تذکرہ علمائے اہلسنت و جماعت لاہور مکتبہ نبویہ لاہور ۱۹۷۵ء ص ۲۱۲ تا ۲۱۳

(۴۸) ایضاً ص ۲۱۵

(۴۹) ماہنامہ رضائے مصطفیٰ گوجرانوالہ اکتوبر ۱۹۸۸ء ص ۲۰

(۵۰) ماہنامہ ضیائے حرم لاہور اپریل ۲۰۰۱ء ص ۷

(۵۱) فیض احمد فیض مولانا: مہر منیر پاکستان انٹرنیشنل پرنٹرز لمیٹڈ لاہور ۱۹۹۱ء ص ۲۳۳

☆☆☆☆

☆☆☆☆

☆☆☆☆

سونے والوں جاگتے رہیں چوروں کی رکھوالی ہے

مولانا خادم حسین رضوی

۲ فروری ۲۰۰۷ء بروز جمعہ ملک بھر کے تمام اخبارات میں اپوزیشن لیڈر مولانا فضل الرحمن صاحب کے بارے میں نمایاں خبر شائع ہوئی کہ قائد حزب اختلاف کے جمعات کوڈاکٹرز ہسپتال لاہور میں انجیو گرافی اور انجیو پلاسٹی کے کامیاب آپریشن ہوئے۔ موصوف کے دل کے والوز میں رکاوٹ تھی جسے دو امریکی اسٹیٹ ڈال کر بحال کر دیا گیا ہے وزیر اعلیٰ پنجاب چودھری پرویز الہی نے اپوزیشن لیڈر کو دل کی تکلیف ہونے پر ان کے علاج کا انتظام کیا اور ڈاکٹر مبشر احمد چودھری کو اس مقصد کے لیے خصوصی طور پر امریکہ سے بلوایا۔

چار دن بعد روزنامہ نوائے وقت کے آخری صفحے پر ایک سرخی ڈاکٹر مبشر احمد چودھری کے والد چودھری اسلم احمد یہ قبرستان میں سپرد خاک کی خبر کی تفصیل یوں ہے!

”پاکستانی نژاد امریکی شہری معروف کارڈیالوجسٹ ڈاکٹر مبشر احمد چودھری کے والد چودھری اسلم کو ان کی وصیت کے مطابق احمد یہ قبرستان بہشت خضرہ میں سینکڑوں سوگواروں کی موجودگی میں سپرد خاک کر دیا گیا۔ یہ بات قابل ذکر ہے کہ چند روز قبل ڈاکٹر مبشر احمد چودھری، وزیر اعلیٰ چودھری پرویز الہی کی خواہش و سفارش پر امریکہ سے خصوصی طور پر مولانا فضل الرحمن و وزیر اعلیٰ سرحد اکرم خان درانی کی انجیو پلاسٹی کے لیے یہاں آئے تھے۔ چودھری محمد اسلم مرحوم کے بڑے صاحبزادے ڈاکٹر محمد اشرف چودھری و دیگر عزیز واقارب بھی امریکہ سے آخری رسومات میں شامل ہونے کے لیے آئے تھے۔ آخری رسومات کی قیادت صاحبزادہ مرزا خورشید احمد امیر جماعت احمدیہ پاکستان نے کی۔ تدفین کے بعد سوگواران اپنے آبائی گاؤں ڈنڈ پور کھر ولیاں ضلع سیالکوٹ روانہ ہو گئے بعد ازاں وزیر اعلیٰ چودھری پرویز الہی بمبلی کا پٹر کے ذریعے ڈاکٹر مبشر کے آبائی گاؤں ڈنڈ پور کھر ولیاں پہنچے انہیں ڈاکٹر مبشر کے ہسپتال (چودھری اسلم وقف ہسپتال) لایا گیا جہاں انھوں نے ڈاکٹر مبشر سے ان کے والد کے انتقال پر اظہار افسوس کیا۔ وزیر اعلیٰ سرحد کی آمد سے قبل کھر ولیاں کو آنے جانے والے تمام راستوں پر پولیس سکیورٹی ہائی الرٹ رہی اور ڈسکہ اور سیالکوٹ سے اسلم پورہ تک پولیس کے جوان چند گز کے فاصلے پر اور گاؤں کو آنے جانے والے راستوں پر اور چھتوں پر ہائی الرٹ دکھائی دیئے۔“

۲ فروری اور ۶ فروری کی درج بالا رپورٹوں کو بغور پڑھا جائے تو چند باتیں آسانی سے سامنے آتی ہیں!

(۱) ڈاکٹر مبشر احمد کے باپ چودھری اسلم کو نام نہاد بہشت خضرہ (قادیانی قبرستان چناب نگر) میں دفن کیا گیا۔

(۲) ڈاکٹر مبشر احمد چودھری کو قائد حزب اختلاف (قومی اسمبلی) مولانا فضل الرحمن کے علاج کیلئے خصوصی طور پر امریکہ سے بلوایا گیا۔

(۳) آخری رسومات کی قیادت مرزا خورشید احمد امیر قادیانی جماعت پاکستان نے کی۔

(۴) وزیر اعلیٰ پنجاب چودھری پرویز الہی نے ڈاکٹر مبشر احمد سے چودھری اسلم وقف ہسپتال میں اس کے باپ کی موت پر اظہارِ افسوس کیا۔ یوں اس پوری کہانی میں چار مرکزی کردار سامنے آتے ہیں۔

مولانا فضل الرحمن قائد جمعیت علماء اسلام پاکستان:

موصوف پاکستان میں دیوبندی مکتبہ فکر کے ترجمان اور سیاسی قائد ہیں بقول قاری حنیف جالندھری ”قائد اسلام“

ہیں۔ (سرور و جلیہ خیر المدارس ملتان ۲۰۰۵ء)

آں جناب کا پرویز مشرف کے اقتدار کو طول دینے میں مرکزی کردار رہا ہے۔ یوں آپ پرویز مشرف کی ہر سیاہ کاری میں نہ صرف شریک کار بلکہ اولین سپورٹر ہیں۔

پرویز الہی وزیر اعلیٰ پنجاب و صدر مسلم لیگ ق پنجاب:

موصوف صوبہ پنجاب کے سیاہ و سفید کے مالک اور ملک میں ایک مخصوص مکتبہ فکر کے سب سے بڑے حلیف ہیں

جناب کی ہندو اور قادیانیت نوازی ہر ذی شعور پر واضح کاف ہے۔ چودھری صاحب نے ۲۰۰۳ء کے آخر میں ڈسک ضلع سیالکوٹ کے گاؤں کھرولیاں کا دورہ فرمایا اور تقریباً چار ہزار مسلمان آبادی پر مشتمل گاؤں کھرولیاں کا نام تبدیل کر کے ڈاکٹر مبشر احمد کے باپ چودھری اسلم کے نام پر اسلم پورہ رکھ دیا حالانکہ اس گاؤں میں قادیانیوں کے گھر نصف درجن کے قریب ہیں اسی دورے میں پرویز الہی نے چودھری اسلم سے منسوب قادیانیوں کے ملکیتی آئی ہسپتال کا سنگ بنیاد رکھا اور اسے تمام حکومتی مراعات سے نوازا۔

چودھری اسلم کی بہو اور ڈاکٹر مبشر احمد کی اہلیہ سعدیہ چودھری وزیر اعلیٰ پنجاب کی مشیر برائے تعلیم ہے۔ موصوفہ کا

دعویٰ ہے کہ پرویز مشرف کی زوجہ صہبا پرویز اسکی رشتہ دار ہے۔ سعدیہ بشرکی بدولت قادیانی پنجاب میں تعلیم کی آڑ لے کر مرزائیت کی تبلیغ کر رہے ہیں۔

ڈاکٹر مبشر احمد چودھری قادیانی جماعت کے اہم ترین فرد:

موصوف پاکستانی نژاد امریکی شہری اور امریکی صدر بش کے قریبی مشیر ہیں حکمران جماعت مسلم لیگ (ق) کے

صدر چودھری شجاعت حسین کے خصوصی معالج اور واشنگٹن (امریکہ) میں اُنکے میزبان ہیں۔ ۲۰۰۴ء کے آخر میں پرویز مشرف کی امریکہ یا تارکے دوران واشنگٹن کی ایک گھریلو تقریب میں اُنکے میزبان رہے ہیں یا درہے اس تقریب کی اکثریت قادیانیوں پر مشتمل تھی۔ (فخت روزہ بکیر ۱۵ دسمبر ۲۰۰۴ء احمد کلیل میاں واشنگٹن)

وزیر اعلیٰ پنجاب کی خاص نوازش کے تحت کھولیاں کی ایک سڑک کوڈاکٹر مبشر احمد چودھری سے منسوب کیا گیا ہے۔

چودھری اسلم ڈاکٹر مبشر کا باپ:

موصوف امریکی صدر بش کے قریبی ساتھی اور قادیانی جماعت کے اہم ترین فرد رہے ہیں۔ قادیانی جماعت کا ترجمان روزنامہ الفضل لکھتا ہے! ”مکرم چودھری محمد اسلم صاحب اسلم پورہ ضلع سیالکوٹ ۳ فروری کو بعارضہ کیفروفاٹ پا گئے۔ مرحوم باوقار اور سلسلہ قادیانیہ کا دردر رکھنے والے غیرت مند اور فدائی وجود تھے۔۔۔ مرحوم موسیٰ تھے۔ بہشتی مقبرہ ربوہ میں تدفین عمل میں آئی۔“ (الفضل ۲۷ فروری ۲۰۰۷ء ص ۷)

قارئین محترم شروع میں پیش کی گئی دواخباری خبروں اور اس کے بعد درج کردہ شخصیات کے بارے میں پڑھ کر آپ کو یقیناً انتہائی حیرت ہوگی کہ پاکستان میں غیر مسلم اقلیت ”قادیانی“ کس طرح اہم ترین حکومتی عہدیداروں کو اپنے دام فریب میں پھنسائے ہوئے ہیں اور یہ سرکردہ حکومتی شخصیات کیسے طفل کتب کی مانند اُن کے ہاتھوں میں کھیل رہی ہے۔ ملک عزیز پاکستان میں پرویز مشرف ہو یا پرویز الہی یا شجاعت حسین قادیانیوں سے اُنکے تعلقات تو سمجھ میں آتے ہیں لیکن جمیعت علماء اسلام کے سربراہ مولانا فضل الرحمن کے تعلقات سمجھ سے بالاتر ہیں اس الجھن کو آپ ہی سلجھن میں تبدیل فرمائیں کہ ایک طرف تو مولانا صاحب ختم نبوت کانفرنس چناب نگر و ملتان میں قادیانیوں کو برا بھلا کہتے ہیں اور دوسری طرف انہی ختمین سے علاج کرواتے اور تعلقات رکھتے ہیں۔ دراصل یہ کوئی سیاسی قلابازی نہیں کہ عوام اسے درگزر کر جائے گی اور جناب کی سیاسی بیان بازی اصل مسئلے کو پس پردہ لے جائے گی بلکہ یہ معاملہ ایمان و اعتقادات کا ہے لہذا قادیانیوں سے دوستانہ، میل ملاقات اور علاج معالجے کو عوام شرعی میزان میں پرکھے گی نہ کہ سیاسی میزان میں۔ شرعی میزان میں پرکھنے سے چند احکام واضح ہوتے ہیں۔ تمام فتاویٰ مولانا صاحب کے بڑوں کے ہیں۔

مولانا فضل الرحمن کے والد مفتی محمود فرماتے ہیں!

”مرزائیوں سے تعلقات میل جول مفاسد سے خالی نہیں۔“ (فتاویٰ مفتی محمود/ ۱۹۸)

مولانا فضل الرحمن کے پیر و مرشد مفتی محمد یوسف لدھیانوی فرماتے ہیں!

”ایسے شخص سے اُنکے مسلمان رشتہ دار بائیکاٹ کریں سلام و کلام ختم کریں اسکو علیحدہ کر دیں اور بیوی اس سے علیحدہ ہو جائے تاکہ یہ شخص اپنی حرکات سے باز آجائے اگر باز آگیا تو ٹھیک ورنہ اسکو کافر سمجھ کر کافروں جیسا معاملہ کیا جائے۔“ (آپ کے

مسائل اور انکا حل/۲۳۰

”جو شخص حضور ﷺ کے دشمنوں سے دوستی رکھے اسکو چنانچا یہ کہ حضور ﷺ کو کیا منہ دکھائے گا۔“ (آپ کے مسائل اور انکا حل/۲۳۱)

مفتی رشید احمد لدھیانوی جامعہ الرشید ٹرسٹ کے بانی فرماتے ہیں!

”قادیانیوں سے کسی قسم کا تعلق رکھنا جائز نہیں۔“ (احسن الفتاویٰ/۶/۳۶۰)

”اگر وہ دل سے بھی اُنکو اچھا سمجھتا ہو تو وہ مرتد ہے اور بلاشبہ خنزیر سے بدتر ہے۔“ (احسن الفتاویٰ/۱/۴۶)

مفتی کفایت اللہ دہلوی فرماتے ہیں!

”اس فرقہ کیساتھ میل جول اور تعلقات رکھنا سخت مضر اور دین کے لیے تباہ کن ہے۔“ (کفایت المفتی/۱/۳۲۴)

مولانا فضل الرحمن صاحب کی فکر کے منبع و مرکز دارالعلوم دیوبند بھارت:

”اُن سے کسی قسم کا اتحاد و اجاڑ رکھنا اور بیاہ شادی کرنا سب حرام ہے۔“ (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند/۱۲/۳۳۴)

جامعہ خیر المدارس ملتان:

”اُن (مرزائیوں) کے ہم پیالہ اور ہم نوالہ بن کر رہنا جائز نہیں کیونکہ اسکا انجام خود مرزائی بن جانا ہوتا ہے۔“ (خیر الفتاویٰ

۱/۳۸۷)

درجنوں فتاویٰ میں سے یہ چند تراشے پیش خدمت ہیں ان شاء اللہ العزیز انہی کی بدولت عوام مولانا فضل الرحمن صاحب اور اُن کے ہمنواؤں کی شرعی حیثیت سمجھ گئی ہوگی۔ قادیانیوں سے تعلقات و روابط رکھنے کے بارے میں مولانا فضل الرحمن کا عملی کردار اپنے بڑوں کے حکم سے یکسر مختلف ہے ایک طرف قادیانیوں سے سلام و کلام، نشست و برخاست، شادی و غمی میں شرکت کی ممانعت بلکہ معاشرتی سطح پر اُن سے مکمل قطع تعلق کا کہا جاتا ہے تو دوسری طرف انہی سے معاملات رکھے جاتے ہیں۔ اب مولانا فضل الرحمن صاحب اور ان کے ہمنوا اپنا شرعی مقام اپنے بزرگوں کے فیصلے کی روشنی میں خود متعین کر لیں یا اُن کے فیصلے کو پس پشت ڈالتے ہوئے اپنی دھن میں گن رہیں بہر کیف دعوت فکر ہے ہر ذی شعور کو کہ وہ فیصلہ کرے کہ یہ بہرہ دینے کس طبقے کے ناپاک عزائم کی تکمیل کر رہے ہیں اور خود ہی چور چور، خود ہی محافظ کا کردار کیسے ادا کر رہے ہیں؟

☆☆☆☆ ☆☆☆☆ ☆☆☆☆

وہابیت ، دیوبندیت ، مرزائیت

خلیل احمد رانا

وہابی دیوبندی ختم نبوت کے موضوع پر بڑا شور مچاتے ہیں، کہیں جلے کرتے ہیں کہیں مجلس تحفظ ختم نبوت بناتے ہیں اور دنیا کو یہ باور کرانے کی کوشش کرتے ہیں کہ ختم نبوت کی حفاظت کرنے والے صرف ہم ہیں، لیکن جب اس معاملہ میں چھان بین کی جائے تو اصل حقیقت کچھ اور ہی نکلتی ہے۔

ان کا عقیدہ ہے کہ معاذ اللہ نبی ﷺ مرکز مٹی میں مل گئے، مولوی اسماعیل دہلوی اپنی کتاب ”تقویۃ الایمان“ میں لکھتے ہیں: ”یعنی میں بھی ایک دن مرکز مٹی میں ملنے والا ہوں“ (تقویۃ الایمان، مطبوعہ فاروقی کتب خانہ، ملتان، ص ۱۳۶)

ایک طرف تو کہتے ہیں کہ ”نبی مرکز مٹی میں مل گئے“، نبی کریم ﷺ کو زندہ نہیں مانتے، دوسری طرف کہتے ہیں ”ختم نبوت زندہ باد“ یہ عجیب دوغلی پالیسی ہے، یعنی ”موصوف“ تو زندہ نہیں، مرکز مٹی میں مل گئے، لیکن ”مفت“ زندہ ہے، ارے جب موصوف ہی نہیں تو مفت کیسے باقی رہ گئی؟۔
حکیم الامت علامہ محمد اقبال رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں!

”قادیان اور دیوبند اگرچہ ایک دوسرے کی ضد ہیں، لیکن دونوں کا سرچشمہ ایک ہے، اور دونوں اس تحریک کی پیداوار جسے عرف عام میں وہابیت کہا جاتا ہے۔“

(سید نذیر نیازی، ”اقبال کے حضور“ (ایک بیاض یادداشت)، مطبوعہ اقبال اکیڈمی، کراچی، طبع اول، جولائی ۱۹۷۱ء، ص ۲۶۱)

قادیانیت اور دیوبندیت کا رشتہ:

علی محمد اجیری قادیانی کا مولوی قاسم نانوتوی کو خراج عقیدت!

”مدرسہ دیوبند نے جو حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کی یادگار ہے، بہت ہی تھوڑے لوگ ایسے پیدا کئے ہیں، جنہیں اس زمانہ کے امام کو پچاننے کی سعادت نصیب ہوئی، بد قسمتی سے یہ مدرسہ ابتداء ہی سے جماعت احمدیہ کا ایک مخالف کیمپ بنا رہا ہے، لیکن اس کے وجود اس مدرسہ کے مقدس بانی کی پاکیزہ روح نے یہاں کے چتر نیک مصلحین کی طبائع

پراپیا روحانی اثر ڈالا، کہ وہ حضرت امام الزمان کے دست و بازو ثابت ہوئے، تاکہ یہ چند نفوس اس مدرسہ سے نکلنے والے دوسرے علماء کی مخالفتوں کا کفارہ ثابت ہوں، ان چند نفوس میں سے حضرت مولانا سید محمد سرور شاہ صاحب کا نام سرفہرست آتا ہے، آپ نے سلسلہ عالیہ احمدیہ کی خدمت جس بے نفسی اور خلوص سے سرانجام دی ہے، وہ یقیناً مدرسہ دیوبند کے بانی علیہ الرحمہ کی روح کے لئے آرام اور راحت کا موجب ہوگی۔“ (ماہنامہ اُرور یو آف ریلیٹیجز، قادیان، بابت شعبان ۱۳۶۶ھ/ جولائی ۱۹۴۷ء (شذرات)، ص ۱۴)

اکابر دیوبند نے اس رشتہ کو خوب نبھایا، چنانچہ مشہور ادیب عبد المجید سالک اپنی کتاب ”یاران کہن“ (جسے شورش کاشمیری نے شائع کیا) میں مشہور کانگریسی لیڈر ابوالکلام آزاد کے بارے میں لکھتے ہیں!

”مولانا ابوالکلام مرزا صاحب کے دعوائے مسیحیت موعود سے تو کوئی سروکار نہ رکھتے تھے لیکن ان کی غیرت اسلامی اور حمیت دینی کے قدردان ضرور تھے، یہی وجہ ہے کہ جن دنوں مولانا (ابوالکلام) امرتسر کے اخبار ”وکیل“ کی ادارت پر مامور تھے اور مرزا صاحب کا انتقال انہی دنوں ہوا، تو مولانا نے مرزا صاحب کی خدمات اسلامی پر ایک شاندار شذرہ لکھا، امرتسر سے لاہور آئے اور یہاں سے مرزا صاحب کے جنازے کے ساتھ بٹالہ (ضلع گورداسپور) تک گئے۔“ (عبد المجید سالک، یاران گھن، مطبوعہ چٹان پریس لاہور باراؤل ۱۹۵۵ء، ص ۴۲)

اسی طرح غیر مقلدین پنجاب کے مشہور لکھوی خاندان کے مولوی محمد علی لکھوی، حیات مسیح علیہ السلام کے خلاف، مرزائیوں کے مشہور عقیدہ وفات مسیح علیہ السلام کے قائل تھے۔ (فت روزہ ”تنظیم اہل حدیث“ لاہور، شمارہ ۱۳ تا ۲۱ دسمبر ۱۹۷۳ء، ص ۱۰)

☆☆☆☆

☆☆☆☆

☆☆☆☆

WWW.NAFSEISLAM.COM

قادیاں کے ”اصطلاحی نبی“ کے دعویٰ نبوت کے پُرپیچ مرحلے اور ان کی اعتقادی لغزشیں

مولانا محمد بخش مسلم (بی اے) رحمۃ اللہ علیہ

مرزا صاحب کا آخری دعویٰ:

مرزا غلام احمد قادیانی آنجہانی لکھتے ہیں!

[[میں خدا کے حکم کے مطابق نبی ہوں اس ادعا کی دلیل یہ ہے کہ میں صرف اس وجہ سے نبی کہلاتا ہوں کہ عربی اور عبرانی میں نبی کے معنی یہ ہیں کہ خدای الہام پاک بکثرت پشنگوئی کرنے والا۔ اور بغیر کثرت کے یہ معنی تحقق نہیں ہو سکتے]]- (مرزا صاحب کا آخری مکتوب مطبوعہ اخبار عام ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء)

مرزا صاحب کی دلیل بودی ہے:

دیکھئے مرزا صاحب لکھتے ہیں کہ آپ صرف اس وجہ سے نبی ہیں کہ عربی میں نبی کے معنی ہیں خدا سے الہام پاک بکثرت پشنگوئی کرنے والا۔ مرزا صاحب کا یہ دعویٰ سراسر کزور ہے۔ عربی لغت میں نبی محض نجر (خبر دینے والے) یا نجر (جسے خبر دی جائے) کو کہتے ہیں۔ اس میں خدا سے حاصل کرنے یا کثرت کی شرط نہیں۔ ایسے ہی جو شخص گزشتہ واقعات کی خبر دے اسے لختا نبی کہتے ہیں۔ پیش گوئی بھی از روئے لغت نبی کے معانی کا جزو لا ینفک ہے۔

نبی کے معانی:

نبی عربی زبان کا لفظ ہے اس کی جڑ ہے نباء (خبر) قرآن مجید میں ہے!

[[عَمَّ يَتَسَاءَلُونَ عَنْ نَبَاِ

الْعَظِيمِ - (سورۃ النبا: ۱)

نباء کے معنی خبر عظیم کا ترجمہ ہے بڑی۔ یہاں ایک ایسی خبر کو نباء کہا گیا ہے جو ابھی وقوع پذیر نہیں۔ بلکہ آئندہ زمانہ میں واقع ہونے والا ہے۔

تِلْكَ مِنْ أَنْبَاءِ الْغَيْبِ نُوحِيهَا
إِلَيْكَ۔ (سورۃ ہود: ۴۹)

اے نبی آپ کو یوسف کے حال سے آگاہ کیا جا رہا ہے۔

جو کچھ آپ کو احوال یوسفی سے بتایا جا رہا ہے وہ ان گزشتہ زمانے کی خبروں میں سے جن سے آپ کو بذریعہ وحی آگاہ کیا جا رہا ہے۔ ظاہر ہے کہ یہاں انباء سے مراد وہ خبریں ہیں جو گزشتہ زمانے یعنی ماضی کی ہیں لہذا انباء کے مفہوم میں آئندہ زمانے کی خبر یعنی پیشگوئی لازماً شرط نہیں۔ نبی کریم امی تھے آپ کا قیامت (آئندہ کی خبر) کا حال منکشف فرمانا اور یوسف کے متعلق جو اختلافات تھے۔ ان کا دور کرنا یعنی گزشتہ حقائق کا امی ہونے کے باوجود آشکارا کرنا صاف دلالت کرتا ہے کہ آپ کی خبروں کا ماخذ بجز رب العزت اور کوئی ہستی نہیں۔

إِنْ جَاءَكُمْ فَاسِقٌ
بِنَبَأٍ۔ (المحجرات: ۶)

اے مسلمانوں اگر تمہارے پاس اخلاق سے گرا ہوا کوئی شخص خبر لائے۔

فاسق کی بتائی ہوئی خبر کا تعلق ماضی حال مستقبل تینوں زمانے سے ہو سکتا ہے۔ صاف ظاہر ہو گیا کہ نباء کے معنی مطلق خبر کے ہیں اس میں نہ کثرت کی شرط ہے اور نہ زمانے کی۔ لہذا محض لغت کی رو سے نبی وہ ہے جو خبر بیان کرے خواہ خبر ایک ہی کیوں نہ ہو۔ اور خواہ اس کا تعلق ماضی سے ہو یا حال یا مستقبل سے ہوا سکا بتانے والا فاسق ہو یا غیر فاسق۔

نباء اور النباء:

نباء فقرہ ہے۔ اس کا ترجمہ ہے خبر خواہ وہ کیسی ہی کیوں نہ ہو لیکن نباء پر جب ال لام زائد کر کے النباء (معرفہ) بنا لیتے ہیں تو اس کا ترجمہ کیا جاتا ہے خاص خبر۔ انگریزی میں جو قائمہ لفظ (THE) دیتی ہے عربی میں وہی کام ”ال“ سے لیا جاتا ہے۔ نَبِیٌّ ”نبی (أَنْ) فَعِيلٌ“ (فعلی لن) کے وزن پر ہے جیسے قَتِيلٌ ”(فعلیل) کے معنی ہیں مقتول (قتل کیا گیا) اور ذبیح مذبوح (ذبح کیا گیا) کے مترادف ہے۔ ایسے ہی نبی کے معنی میں خبر دیا گیا۔ گویا جسے خبر دی جائے وہ نبی ہے۔ لہذا محض یا صرف لغت کے اعتبار سے ہر ایک تنفیس نبی ہے۔ ہر ایک ابن آدم نبی ہے۔ اس میں مرزا صاحب کی کوئی خصوصیت نہیں۔ ہاں اگر ٹھیکہ مرزائی علوم کلام کو پیش نظر رکھا جائے تو مرزا صاحب لکھنا بھی اس کے مصداق نہیں۔ اس لیے آپ فرماتے ہیں!

کرم خاکی:

۔ کرم خاکی ہوں پیارے نہ آدم زاد ہوں (درشن)

میں مٹی کا ایک کیڑا ہوں آدم زاد نہیں ہوں۔ جیسے آپ کے مرید آپ کو اس لیے نبی کہتے ہیں کہ آپ نے اپنے آپ کو نبی کہا ہے۔ ایسے ہی انہیں چاہیے کہ مرزا صاحب کو کرم خاکی کہیں آدم زاد نہ کہیں۔

اگر فاعل کا معنی ہی لیں تو نبی کا ترجمہ ہے خبریں پہنچانے والا۔ خواہ اس کا ماخذ خدا ہو یا غیر خدا۔ بدیں لحاظ از روئے لغت عرب ریویو ایڈیٹر وغیرہ بھی نبی ہیں۔ مرزا صاحب کہتے ہیں کہ میں صرف اس وجہ سے نبی ہوں کہ لغت مجھے نبی ٹھہراتی ہے۔ تو واضح رہنا چاہیے کہ اس معیار لغوی کے مطابق مرزا صاحب ہی نہیں بلکہ ہر ایک بشر نبی ہے۔

نہ من تجادریں سے خانہ مستم جنید و شبلی و عطاء ہم مست

ترجمہ: اس شراب خانہ میں اکیلا ہی مست نہیں ہوں حضرت جنید و شبلی اور عطاء بھی مدہوش ہیں۔

بنیاد انکار:

اگر اصطلاحی و شرعی مفہومات کو بالائے طاق رکھ دیا جائے اور صرف لغوی و شرعی معانی کو بنیاد انکار قرار دیا جائے تو ایک عقیدہ اور ایک لمحہ بھی اسلامی عایت نہیں کیا جاسکتا۔ مثلاً قرآن جو بروز فعلان ہے اس کے معنی ہیں وہ کتاب جو اس قابل ہے کہ اسے کثرت سے پڑھا جائے۔ لغت کی رو سے کئی ایک کتابیں قرآن کہلا سکتی ہیں۔ لیکن قرآن مجید صرف ایک کتاب پاک کا نام ہے اور یہ نام اصطلاحی اور شرعی ہے لغوی نہیں۔ اسلام کے معنی ہیں حکم بجالانا۔

کافر و مومن:

ایمان لانے والے کو مومن کہتے ہیں۔ انکار کرنے والے کو کافر کہتے ہیں۔ قرآن مجید فرماتا ہے!

فَمَنْ يُكْفُرْ جو شخص غیر الہی طاقتوں یا شیطان کا انکار کرے
بِالطَّغُوتِ (البقرہ: ۲۵۶) ہے۔

لہجے ہر مسلمان منکر طاغوت ہے بتوں کی خدائی کا منکر ہے لیکن شرعی اصطلاحی معنوی کے رو سے خدا اور رسول کے حکموں کو ماننے والے کو مسلم۔ خدا، رسول، ملائکہ، قیامت، تقدیر، کتب ساویہ پر ایمان لانے والے کو مومن کہتے ہیں۔ انبیاء نے جو قوانین الہی پیش کیے ان کا نام اسلام ہے۔

لغوی مفہوم کی شعبہ کاری:

مگر نعوذ باللہ من ذالک مرزا صاحب کی پیروی کی جائے اور محض لغوی مفہوم کو پیش نظر رکھا جائے تو کون شخص نبی نہیں۔ عربوں کے لیے ہاں ”صلوٰۃ“ کا لفظ مستعمل تھا۔ لیکن اس کا مفہوم وہ عبارت نہ تھا جسے نماز کہتے ہیں۔ عرب لفظ صوم سے آگاہ تھے لیکن صوم یہ مفہوم روزہ سے بے خبر تھے۔ مختصر یہ کہ صلوٰۃ، حج، زکوٰۃ، صوم، رکوع، سجود، نکاح، طلاق وغیرہ الفاظ عرب حالت جاہلیت میں بھی استعمال کرتے تھے۔ لیکن ان الفاظ کا جو مفہوم اسلام نے تجویز کیا وہ اور ہے۔ اور جاہلیت میں انکا جو مفہوم تھا وہ اور تھا مگر ایک گونہ اشتراک ہے لیکن امتیاز بھی ہے۔ پیش نظر امتیاز ہوتا ہے نہ کہ اشتراک۔ یہی حال لفظ نبی اور رسول کا ہے۔ اگر مرزائی یہ کہہ دیں کہ ہم مرزا صاحب کو صرف لغوی نبی ماننے ہیں جس میں سب شریک ہیں تو اس میں کسی کو کیا

ترد ہو سکتا ہے؟۔

نبی کا شرعی مفہوم:

اصطلاح شرع میں نبی مخرصادق اور سفیر ربانی کو کہتے ہیں۔ (النبوة سفارة بين الله و بين ذوی العقول من عبادہ۔ نبوت خدا اور اسکے عاقل بندوں کے درمیان سفارت ہے۔) بدین لحاظ لازمی ہے کہ نبی صفات الہی کا کامل مظہر اور انسانیت کا پیکر ہو۔ خدا کی ذات و صفات ملائکہ، حشر، نشر، قیامت، برزخ، جنت، دوزخ، حیات، قبر، روح، نفس ان حقائق ماورائے ادراک کا علم انتہائی کوشش کے بعد بھی از خود نہیں ہو سکتا۔ سالہا سال کی جستجو اور علمی تحقیق بھی ان اسرار و معارف کو منکشف نہیں کر سکتی۔ یہ امور ایسے نہیں ہیں کہ مجرد علم انسانی سے ان کا سراغ مل سکے۔ علم محسوسات سے آگاہ نہیں کیا جاسکتا۔ علم ظاہری اور باطنی جو اس کے اخذ کردہ نتائج کا نام ہے لیکن جو چیزیں جو اس کی منزل سے پرے ہیں ان کا علم مخلوقات کو نبی کی وساطت سے حاصل ہوتا ہے۔ ان عظیم الشان خبروں کا مخبر نبی ہوتا ہے۔

حقیقت آگاہی:

اس حقائق کو حضور نے جس قدر واضح فرمایا اس کی نظیر محال ہے۔ ان ماورائے ادراک و حقائق کو نبی کریم نے ایسے بین طریق پر سمجھایا اور ان الجھنوں کو یوں سلجھایا کہ جو اسرار و رموز اور معارف مخفیہ عفلاء و فضلاء کے فہم و ذہن میں نہ آئے تھے داعی اسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان سے ان بدوؤں کو آگاہ کر دیا۔ ان حقائق سے جس قدر آگاہی انسان کے لیے ممکن ہے قرآن مجید ان کا جامع ہے ان علمی و روحانی و عرفانی و یزدانی خبروں کے بعد کوئی ایسی اطلاع نہیں کہ جو کائنات کے حق میں اُن کے برابر یا اُن سے بڑھ کر مفید یا عظیم القدر ہو۔ پس اطہر و قدس نبی نے ان غیبی و غیر مرئی اطلاعات و حقائق کو بھی وجہ الخاتم بیان کر دیا۔ اس کے بعد کسی نبی کا بنایا جانا ایک فضل عمت ہے۔ اللہ تعالیٰ کوئی کام بے فائدہ نہیں کرتا۔ اللہ تعالیٰ کا آخری نبی اتنا غیور ہے کہ وہ اپنے نصب العین کی اشاعت میں کسی احتیاج نہیں۔ اس نے اپنے ہر فرض کو پورا کیا۔ ہر راز کو آشکارا کر دیا۔ قوم کو روحانی و جسمانی برکتوں کے حصول کی راہیں اس طرح بتا دیں کہ ان سے بڑھ کر ممکن نہیں۔ لہذا حضور کے بعد کسی کو نبی بننا دینا خداوند کریم کی شایان شان نہیں۔ لغوی مفہوم کے اعتبار سے آدم کا ہر فرزند نبی ہے۔ پہلے بھی تھا اب بھی ہے آئندہ بھی ہوگا۔ لیکن شرعی اصطلاح میں اسلام کی بولی میں مذہب کے محاورہ میں محمد رسول اللہ کے بعد کوئی شخص بھی نبی نہیں بن سکتا۔

اپنی اپنی اصطلاح:

مرزا صاحب اپنی آخری تصنیف حقیقۃ الوحی میں لکھتے ہیں!

[میری مراد میری نبوت سے کثرت مکالمات و مخاطبت ہے جو آنحضرت کی اتباع سے

حاصل ہے۔ مکالمہ و مخاطبہ کے آپ قائل ہیں۔ پس یہ نزاع صرف لفظی ہوئی یعنی آپ لوگ

جس امر کا نام مکالمہ و مخاطبہ رکھتے ہیں اس کی کثرت کا نام بموجب حکم الہی نبوت رکھتا ہوں وکل ان یصلح]]۔

مرزا صاحب کہتے ہیں! میری نبوت صرف کثرت مکالمت و مخاطبت ہے۔ مسلمان مکالمہ اور مخاطبہ کے قائل ہیں اور میں بھی قائل ہوں۔ نزاع اور وہ بھی نزاع لفظی یہ ہے کہ وہ جس کو مکالمہ و مخاطبہ کہتے ہیں میں اس کی کثرت کا نام بموجب حکم الہی نبوت رکھتا ہوں۔ اس لیے کہ ہر ایک کی اپنی اپنی اصطلاح ہے۔

لیجئے مقصد ختم ہو گیا۔ اولاً آپ کہتے تھے کہ لغت میں کثرت مکالمت و مخاطبت و پیشگوئی کا نام نبوت ہے۔ اب یہ شے صرف آپ کی اپنی اصطلاح ہے جسے آپ نے جو حکم خدا تجویز کیا ہے۔ معلوم ہوا کہ لغت میں کثرت مکالمت کا نام نبوت نہیں۔ البتہ مرزا صاحب کی یہ اپنی اصطلاح ضرور ہے۔ مرزا صاحب ایک فتنے کا باب کھول رہے ہیں۔ اگر ایک شخص یہ کہے کہ جس شے کو مرزا صاحب اپنے محاورے میں نبی کہتے ہیں ہم اسے اپنے محاورے میں خدا کہتے ہیں۔ تو کیا ایسا شخص اس قائل نہیں کہ اسے دائرہ اسلام سے خارج قرار دیا جائے؟ اگر کوئی شخص خدا، رسول، نبی، فرشتے، قرآن، صلوة، حج کی توہین کرے اور کہے کہ جس کی میں نے توہین کی ہے وہ خدا اور ہے رسول اور ہے تو کیا مذہبی دنیا میں ایک سینکڑے کے لیے بھی امن قائم رہ سکتا ہے؟

مرزا صاحب کا ادعائے خصوصیت:

مرزا صاحب رقم طراز ہیں!

[[میں نبی ہوں اور امتی بھی ہوں تاکہ ہمارے سید و آقا کی وہ پیشگوئی پور ہو کہ آنے والے

صبح امتی بھی ہوگا اور نبی بھی ہوگا]]۔ (آخری مکتوب مرزا صاحب مطبوعہ عام مورخہ ۲۶

مئی ۱۹۰۸ء)

لیجئے آپ فرماتے ہیں کہ میں اس لیے نبی ہوں کہ نبی کریم کی یہ پیشگوئی پوری ہو کہ آنے والا صبح امتی بھی ہوگا اور نبی بھی ہوگا۔ مرزا صاحب کہتے ہیں کہ صبح آپ ہیں چونکہ آپ صبح ہیں اور آنے والے صبح کی نسبت کہا گیا ہے کہ وہ نبی ہوگا۔ لہذا آپ صبح ہیں، نبی ہیں۔ چونکہ آپ نبی کریم کے امتی ہیں لہذا آپ صبح ہیں نبی ہیں امتی ہیں۔ پہلے آپ از روئے لغت نبی تھے بعد ازاں اپنی اصطلاح کے مطابق نبی ہوئے تازہ ترین دعویٰ یہ ہے کہ آپ اس لیے نبی ہیں کہ آنے والے صبح کی نسبت نبی کریم نے فرمایا ہے کہ وہ نبی ہوگا۔ یہ دعویٰ دو امر پر مبنی ہے۔

الف۔ آنے والا صبح نبی ہوگا

ب۔ نبی اور امتی کا اجتماع ممکن ہے یعنی یہ ممکن ہے کہ ایک شخص نبی بھی ہو اور امتی بھی۔ پہلے اس دعوے کے قلعہ پر آپ ان

الفاظ میں گولہ باری فرماتے ہیں! اگر یہ اعتراض پیش کیا جائے کہ مسیح کا مثل بھی نبی ہونا چاہیے کیونکہ مسیح نبی تھا تو اس کا اولاد جواب تو یہی ہے کہ آنیوالے مسیح کے لیے ہمارے سید و مولیٰ نے نبوت شرط نہیں ٹھہرائی۔ (توضیح المرام مصنفہ مرزا صاحب ۳۶۴)

ملاحظہ ہو کہ آنے والے مسیح کے لیے نبی کریم نے یہ شرط ہی نہیں ٹھہرائی کہ وہ نبی ہوگا۔

۔ پر، وہی گر پڑا کبوتر کا نامہ جس میں بند تھا دلبر کا

شان مسیح:

باقی رہا کہ آپ مسیح کس شان کے ہیں اس توضیح المرام میں آپ کے دو الہامی شعر مرقوم ہیں لکھتے ہیں۔

کیا شک ہے ماننے میں تمہیں اس مسیح کے

جس کی مماثلت کو خدا نے بنا دیا

حاذق طیب پاتے ہیں تم سے یہی خطاب

خوبوں کو بھی تو تم نے مسیحا بنا دیا

اللہ اللہ یہ اردو اشعار الہامی ہیں۔ آپ بزم خویش مسیح ہیں، نبی ہیں۔ اور آپ کی تبلیغی زبان ہے گویا جس طرح

حاذق طیب کو مسیح کہتے ہیں جیسے کسی حسین مہ جین کو شعر امسیا باندھتے ہیں ایسے ہی۔۔۔ اگر مرزا صاحب کو بھی مسیح مان لیا

جائے تو کیا ہرج ہے۔ اس راہ میں وقت صرف یہ ہے کہ مجروح ہمارے کہنے سے کوئی شخص حضرت مسیح علیہ السلام نہیں بن سکتا۔ نبی

و دوئوں سے نہیں بنتا بلکہ اللہ جسے چاہتا ہے نبی بنا کر دیتا ہے۔ عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام وہ ہیں جن کو خداوند تعالیٰ نے نبی بنایا ہے

جن کی نبوت کی شہادت اصدق الصادقین خاتم النبیین نے دی۔ آنیوالا مسیح ابن مریم قرآنی ہے مسیح قادیانی نہیں۔ میر تقی لکھتے

ہیں

۔ بعد مرنے کے میری قبر پر آئے ہیں وہ میر یاد آئی میرے عیسے کو دو امیرے بعد

اگر آپ عیسے بنا چاہتے ہیں تو اس کے لیے بھی حسین صورت درکار ہے اور وہ آپ میں مفقود ہے۔

امتی اور نبی:

اپنے دوسرے زعم کی بنیاد آپ یوں برباد کرتے ہیں۔ ازالہ اوہام کے صفحہ ۲۸۸ پر لکھتے ہیں!

[[جس حالت میں مسیح ابن مریم اپنے نزول کے وقت کامل امتی ہوگا تو پھر باوجود امتی

ہونے کے کسی طرح رسول نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ امتی اور رسول کا مفہوم متباہن ہے]]

لہجے مرزا صاحب کے نزدیک رسول اور امتی میں نسبت متباہن کی ہے۔ متباہن منطق کی اصطلاح ہے۔ منطق کی رو

سے موجودات کے درمیان چار نسبتیں ہیں۔

۱۔ نسبت تساوی

۲۔ نسبت تباہین

۳۔ نسبت عموم و خصوص مطلق

۴۔ نسبت عام خاص من وجہ

جن دو چیزوں میں بالکل تضاد کی نسبت ہوا نہیں تباہین کہتے ہیں۔ مثلاً پتھر اور انسان۔ کوئی شے ایسی نہیں کہ جو پتھر بھی ہو انسان بھی ہو۔ بدیں لحاظ کوئی شخص ایسا نہیں کہ جو امتی بھی اور رسل بھی ہو۔ جو پتھر ہے وہ انسان نہیں جو انسان ہے وہ پتھر نہیں۔ ایسے ہی جو امتی ہے وہ رسول نہیں اور جو رسول ہے وہ امتی نہیں۔ لہذا مرزا صاحب امتی اور رسول نہیں ہو سکتے۔ چونکہ مسیح علیہ السلام نبی ہیں اور مرزا صاحب امتی ہیں لہذا مرزا صاحب نہ مسیح ہیں اور نہ نبی ہیں۔ امتی ہو کر نبی اور مسیح ہونے کے مدعی ہیں لہذا سچے امتی بھی نہیں۔

۔ ہوا ہے مدعی کا فیصلہ اچھا میرے حق میں زلیخانے کیا خود چاک دامن ماہ کھان کا

نبی کا نام:

اس خصوص میں مرزا صاحب ایک اور خصوصیت کے مدعی ہیں!

[[جس قدر مجھ سے پہلے اولیاء اور ابدال اور اقطاب اس امت میں سے گزر چکے ہیں ان کو

حصہ کثیر اس نعت کا نہیں دیا گیا۔ پس اس وجہ سے نبی کا نام پانے کے لیے میں ہی مخصوص کیا

گیا۔ دوسرے تمام لوگ اس نام کے مستحق نہیں]]۔ (حقیقۃ الوحی صفحہ ۲۹۱)

مرزا صاحب کا ادعا یہ ہے کہ امت محمدیہ میں نبی کا نام پانے کے مستحق صرف آپ مرزا صاحب ہیں۔ وہ دلیل یہ ہے کہ جس قرالہامات مرزا صاحب کے ہیں اتنے کسی اور کے نہیں۔ سو چنانہ ہے کہ کثرت کا معیار کیا ہے۔ عربی میں تو ہیں الہام کا ہونا کثرت پر دال ہے۔ مرزا صاحب چودھویں صدی کے ہیں کیا پہلی تیرہ صدیوں میں ہزار ہا انسان ایسے نہیں گذرے کہ جن کے الہامات ان کے اپنے اپنے زمانہ کے لحاظ سے دوسروں کے مقابلہ میں بلحاظ کیفیت و کمیت زیادہ تھے؟ کیا ہر زمانہ کے بزرگوں کے الہامات بالکل مساوی تعداد میں ہوتے تھے۔ ان میں بلحاظ تعداد کوئی فرق نہیں ہوتا تھا۔ اور اگر فرق تھا اور یقیناً تھا تو کیوں الہامات کی کثرت کے باوجود ان کا نام نبی نہ رکھا گیا۔ مرزا صاحب کے الہامات خصوصی کی کیفیت آپ کے مندرجہ ذیل چند ایک الہامات سے ظاہر ہے۔

سبحان خان ڈیرہ اسماعیل خان، مکتربین کا بیڑا غرق، الہی بخش چاہتا ہے کہ تیرا حض دیکھے عالم شباب، پیر منٹ، عبد

ارشید پندرہ ماہ میں ہادیہ میں گرایہ جائے گا۔ محمدی بیگم تیرے نکاح میں آجائے گی۔ ڈاکٹر عبدالکیم مرجائے گا، ہم مکہ میں مرے گے یا مدینہ میں۔

زبردست دعویٰ کی زبردست تردید:

آپ اپنے اس دعویٰ پر بھی پختہ نہیں کہ نبی کے نام کے مستحق صرف آپ ہیں۔ چنانچہ اپنی وصیت کے صفحہ ۱۳ پر لکھتے ہیں!

[[خدا تعالیٰ نے مکالمہ مخاطبہ کا ملہ تامہ مطہرہ مقدسہ کا شرف ایسے بعض افراد کو عطا کیا جو نبی الرسول کی حالت تک اتم درجہ تک پہنچ گئے اور کوئی حجاب درمیان میں نہ رہا اور امتی ہونے کا مفہوم اور پیروں کے معنی اتم اور اکمل درجہ پر ان میں پائے گئے۔ ایسے طور پر کہ ان کا وجود اپنا وجود نہ رہا بلکہ ان کی محویت کے آئینہ میں آنحضرت ﷺ کا وجود منعکس ہو گیا۔ اور دوسری طرف اتم اور اکمل طور پر مکالمہ مخاطبہ الہیہ نبیوں کی طرح ان کو نصیب ہوا۔ پس اس طرح بعض افراد نے باوجود امتی ہونے کے نبی ہونے کا خطاب پایا]]۔

۔ ملے جو حشر میں لے لوں زبانِ ناصح کی عجب چیز ہے یہ طولِ مدعا کے لیے

برادران اسلام سے التماس:

ہم نے مرزا صاحب کے صرف آخری دعویٰ پر بحث کی ہے اور اسے بتوفیق ایزدی بے بنیاد ثابت کیا ہے۔ مرزا صاحب کی تردید مرزا صاحب سے بڑھ کر کسی نے نہیں کی۔ مبلغین اسلام کا فرض ہے کہ مرزا صاحب کے مریدین کو مرزا صاحب کی تصانیف سے ادھر ادھر جانے نہ دیں۔ ضرورت ہے کہ مرزا صاحب کی تردید منظم اور جدید طریقوں سے کی جائے۔

☆☆☆☆

☆☆☆☆

☆☆☆☆

(روزنامہ زمیندار لاہور قادیان نمبر اگست ۱۹۳۷ء)

مرزائے قادیان رحمۃ للعالمین تھے ۹

ایک مضحکہ خیز دعویٰ اور اسکی تردید

علامہ مولانا ابوالنور محمد بشیر کوٹلوی رحمۃ اللہ علیہ

خداوند کریم نے سرور عالم ﷺ کے سراقس پر تاج رحمت رکھ کر ارشاد فرمایا کہ وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ۔ (الانبیاء: ۱۰۷) اے محبوب تجھے ہم نے سارے جہانوں کے لیے رحمت بنا مبعوث فرمایا۔ چنانچہ حق سبحانہ کے ارشاد کے مطابق ہم نے دیکھا کہ خدا نے مخلوق پر قسم قسم کے انعام و اکرام کی بارش اور اسی رحمت کے صدقہ میں کفار تک کو عذاب دینوی سے محفوظ رکھا اور ظلم و عسایاں کے پتلون کو بھی یہ کہہ کر چھوڑ دیا کہ وَمَا كَانَ لِلّٰهِ لِيُعَذِّبَهُمْ وَأَنْتَ فِيهِمْ۔ (الانفال: ۳۳) یا رسول اللہ آپ کے ہوتے ہوئے میں ان لوگوں پر عذاب نازل نہ کروں گا۔

حضور کا رحمۃ للعالمین ہونا آپ کے خصائص میں سے ہے۔ کلمہ محمد رسول اللہ ﷺ کے دوسرا کوئی رحمۃ للعالمین نہیں ہے۔ یہ تاج صرف حضور ہی کے سر مقدس پر زیب دیتا ہے۔ چنانچہ علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے حضور اقدس ﷺ کے خصائص میں آپ کا رحمۃ للعالمین ہونا بھی شمار کیا ہے۔ (خصائص الکبریٰ ص ۱۸۹ ج ۲)

شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ مدارج النبوة میں لکھتے ہیں! ورحمت رانبت خاص است آنحضرت ﷺ۔ (مدارج النبوة ص ۱۲۸ ج ۱) امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ اپنی مبارک تفسیر میں تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلَىٰ بَعْضٍ (البقرہ: ۲۵) کی تفسیر میں حضور ﷺ کی فضیلت علی سائر الانبیاء رحمۃ اللہ علیہم کو حضور کی خصوصیت بیان کر کے ثابت فرماتے ہیں۔ امام عز الدین بن عبدالسلام ہدایۃ السؤل میں حضور کے خصائص و فضائل شمار کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔ و منها ان الله ارسله ﷺ رحمه للعالمين۔ خدا تعالیٰ نے صرف آپ ہی کو رحمت عالمین کیا۔ (جواہر البحار ص ۱۸۹ ج ۱)

ابن جریر اور ابن ابی حاتم و بیہقی نے حضرت ابو ہریرہ سے حدیث معراج کا اخراج کیا۔ اور واقعہ معراج مفصل بیان فرماتے ہوئے فرمایا کہ! ثم لقي ارواح الانبياء يجرهم سرور عالم نے ارواح انبیاء سے ملاقات فرمائی۔ اور سب انبیاء نے اپنے رب کی شاکي۔ حدیث میں انبیاء کی شاکا مفصل ذکر ہے جب سب نبی اپنی اپنی شاکر چکے تو سب سے بعد سرورِ دو عالم نے اپنے رب کی شاکر فرمائی۔ اور ابتداء یوں فرمائی الحمد لله الذي ارسلني رحمه للعالمين۔ (شرح

الشفاء ص ۲۹۱، خصائص الکبریٰ ص ۷۳ ج ۱)

اس حدیث سے بھی رحمۃ اللعالمین حضور نبی کا ہونا ثابت ہوتا ہے۔ اس لیے کہ جب سب رسول اپنی اپنی ثناء اپنی اُن نعمتوں کا ذکر کر کے جو اُن کے رب نے اُن پر کیں ختم کر چکے تو اب حال اس امر کا تقاضا ہے کہ سرورِ دو عالم ان صفات کا ذکر فرما کر اپنے رب کی ثنائیں جن صفات سے حضور ہی مخصوص ہیں۔ چنانچہ حضور نے اپنی صفات مخصوصہ کا ذکر کیا۔ اور ان میں رحمۃ اللعالمین بھی بیان فرمایا۔

مرزا صاحب کا الہام:

یہ معلوم کر لینے کے بعد کہ رحمۃ اللعالمین بجز محمد رسول اللہ کے دوسرا کوئی نہ ہے نہ ہو سکتا ہے ذرا مرزا صاحب کی طرف آئیے۔ اور آپ کی بیباکی ملاحظہ فرمائیے۔ آپ نے نہ آگے دیکھا نہ پیچھے۔ حضور سید المرسلین ﷺ کی مسند پاک پر بیٹھنے کی خاطر ھجۃ الوحی ص ۸۲ میں یہ الہام لکھ مارا کہ خدا نے مجھے بھی فرمایا ہے کہ اے مرزا ما ارسلناک الا رحمة للعالمین۔ سبحان اللہ! مرزا صاحب کی جرأت دیکھئے جس کے غلام بنتے ہیں اسی آقا کی مسند پر بیٹھنے کی کوشش کرتے ہیں۔ مرزا صاحب رحمۃ للعالمین بننے کو تو بن گئے مگر دیکھنا یہ ہے کہ آپ دنیا کے لیے رحمت ثابت ہوئے یا رحمت۔ حضرت رحمت عالمین خاتم المرسلین ﷺ کے تاج رحمت کے تین کنارے ہیں۔ یعنی آپ کی رحمت کے تین پہلو ہیں۔

۱۔ حضور ﷺ کی موجودگی میں کفار کا بھی عذاب دینوی سے محفوظ رہنا۔

۲۔ حضور ﷺ کا کفار کے لیے بددعا نہ فرمانا حالانکہ کفار نے آپ کو سخت سے سخت ایذا دی۔

۳۔ حضور سرورِ عالم کا شیریں زبان ہونا۔ اور احسن الناس خلقا ہونا۔

پہلا پہلو:

کفار نے کہا: اَللّٰهُمَّ اِنْ كَانَ هَذَا هُوَ الْحَقُّ مِنْ عِنْدِكَ فَامْطِرْ عَلَيْنَا حِجَارَةً مِّنَ السَّمَاءِ اَوْ تَنْبِئْ بِعَذَابٍ اَلَيْنِمْ۔ (سورۃ الانفال: ۳۲) اے اللہ اگر یہ دین حیرے نزدیک سچا ہے تو ہم پر آسمان سے پتھر برسایا اور ناک عذاب لے آ۔ اس آیت شریفہ سے ظاہر ہے کہ کفار نے خود عذاب چاہا مگر خدا تعالیٰ نے رحمۃ للعالمین ﷺ کے صدقہ میں فرمایا ماکان اللہ ليعذبهم وانت فيهم۔ رحمۃ اللعالمین کے ہوتے ہوئے میں کافروں پر عذاب نازل نہ کروں گا۔

امام حقی علیہ الرحمہ روح البیان میں فرماتے ہیں: الرحمة والعذاب ضدان وضدان لا يجتمعان۔ رحمت اور عذاب متضاد حیثیت رکھتے ہیں اور اجتماع ضدین ممکن نہیں۔ یعنی جہاں رحمت عالمین ہوں وہاں عذاب نہیں آسکتا۔ امام فخر الدین رازی علیہ الرحمہ تفسیر کبیر ص ۱۶۰ ج ۶ میں فرماتے ہیں کہ ہمارے نبی رحمت کے قتل خدا کا یہ

دستور تھا کہ جس قوم نے اپنے نبی کو جھٹلایا خدا نے اسے خف و سخ کے عذاب سے تباہ کر ڈالا لیکن ہمارے نبی رحمت کے جھٹلانے والے کو محض حضور کی رحمت کے صدقہ میں تادموت یا تاقیامت عذاب دنیا سے محفوظ رکھا۔ امام المفسرین حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں! ہمارے رسول ہر مومن و کافر کے لیے رحمت ہیں۔ **من امن به فهو رحمة له في الدنيا والاخره۔** مومن کے لیے تو دنیا و آخرت میں رحمت ہیں اور **من لم يؤمن به فهو رحمة له في الدنيا بتأخير العذاب عنه۔** کافر کے لیے تاخیر عذاب سے صرف دنیا ہی میں رحمت ہے۔ علامہ نسفی فرماتے ہیں! **هو رحمة للمؤمنين في الدارين وللکافر في الدنيا بتأخير العقوبة۔** (مدارک ص ۲۷۹) حضور مسلمانوں کے لیے دارین میں رحمت اور کافر کے لیے صرف دنیا میں رحمت ہیں۔ کہ حضور کے صدقہ میں کافر عذاب دنیا سے بچ گئے۔ اسی طرح امام ابن جریر، امام ابن کثیر، ملا علی قاری، قاضی عیاض، حضرت اسماعیل حقی، امام یوسف نبھانی وغیرہم من المفسرین نے اپنی کتب میں **وما ارسلناک الا رحمة للعالمین** کے تحت یہی لکھا ہے کہ حجہ کی رحمت کے صدقہ میں کافر بھی عذاب دنیا سے محفوظ رہے۔

مرزا صاحب کی رحمت کا پہلو:

آپ دنیا کو سناتے ہیں!

[[الارض تشاع والنفس تضاع]]- (ہیئۃ الوحی ص ۹۴)، [[ملک میں

بیماریاں پھیلیں گی اور بہت جانیں ضائع ہوگی تمام پنجاب میں طاعون پھیل جائے گی اور ہر

ایک مقام طاعون سے آلودہ ہو جائیگا۔ اور بہت مری پڑگی۔ اور ہزار ہا لوگ طاعون کا شکار

ہوں گے۔ اور کئی گاؤں ویران ہو جائیں گے]]- (ہیئۃ الوحی ص ۲۴۰)

اس قسم کی کئی اور عبارتیں مرزا صاحب نے جابجا اپنی کتابوں میں لکھی ہیں جو بوجہ طوالت نقل نہیں کی جاسکتیں ان چند

مذکورہ بالا عبارات سے اندازہ لگائیے کہ مرزا صاحب کی رحمت کا یہ پہلو کس قسم کا ہے۔

دوسرا پہلو:

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہ اجمعین نے حضور کی خدمت میں عرض کی کہ **ادع علی المشرکین حضور کفارو**

مشرکین کے حق میں بددعا فرمائیے۔ رحمۃ للعالمین نے ارشاد فرمایا! **انی لم ابعث لعانا وانما بعثت رحمة**

مہکلوۃ ص ۵۱۱) میں لعنت کرنے والا نہیں ہوں میں تو سراپا رحمت بنا کر بھیجا گیا ہوں۔

قریش نے جب حضور رحمت عالم ﷺ کو سخت سے سخت تکلیف دی۔ تو جبریل نے حاضر ہو کر عرض کی **ان الله عزوجل**

قد سمع قول قومك لك وما رد واعليك يا حبيبى آپ کی قوم نے جو کچھ آپ سے کہا اور جواب دیا

اللہ عزوجل نے ناو قد بعثت الیک ملک الجبال لتامرہ بما شئت فیہم اور خدا نے آپ کی خدمت میں پہاڑوں کے فرشتے کو بھیجا ہے تاکہ آپ قوم کے لیے اسے جو حکم دیں اسے وہ سرانجام دیں۔ حضور فرماتے ہیں! مجھے پھر ملک الجبال نے سلام کہا اور کہا کہ! قد بعثنی ربی الیک لتامرنی بامرک فما شئت اطبقت علیہم الاخشیین۔ یا رسول اللہ آپ کی طرف آیا ہوں آپ جو چاہیں حکم دیں اگر آپ فرمادیں تو ان کافروں پر خشیتیں دو پہاڑ وال دوں۔ رحمت دعا عالم نے جواب دیا! بل اخرج اللہ من اصلاہم من یعد اللہ وحده ولا یشرک بہ شیئاً فرمایا میں تو یہ چاہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ان میں سے ان لوگوں کو پیدا کر لے جو ایک اللہ کو پوجیں۔ اور شرک سے اجتناب کریں۔ (مسلم شریف ج ۲ ص ۱۰۹)

جنگ احد میں مشرکین نے جب نہایت درجہ کی تکلیف حضور کو دی۔ آپ کا دندان مبارک شہید کر دیا گیا تو بجائے اس کے کہ آپ ان کے لیے بددعا کریں حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں! حضور چہرہ اقدس سے خون پوچتے جاتے اور فرماتے جاتے رب اغفر قومی فانہم لا یعلمون۔

نبیؐ شعب الایمان میں روایت کرتے ہیں کہ جنگ احد میں حضور سرور عالم کا جب چہرہ نور زخمی کیا گیا۔ تو صحابہ نے عرض کی۔ لو دعوت علیہم حضور ان پر عذاب کی بددعا فرمائیں۔ فرمایا! انی لم ابعث لعانا ولكن بعثت داعیا ورحمة اللہم اھد قومی فانہم لا یعلمون۔ (شرح شفاء ص ۷۷)

حضرت عمرؓ نے ایک بار حضور سے التجا کی یا رسول اللہ ﷺ حضرت نوح علیہ السلام نے قوم کے لیے بددعا کی تھی اور اگر آپ بھی اس قوم کے لیے بددعا کریں جس نے آپ کو سخت سے سخت تکلیف دی۔ آپ کو ہر وقت دکھ پہنچایا تو اس میں کیا حرج ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں! میری اس درخواست پر حضور نے سوا اس کے اللہم اغفر لقومی فانہم لا یعلمون فرمایا اور کچھ نہ فرمایا۔ (شرح شفاء ص ۲۳)

مرزا صاحب کی رھت کا یہ پہلو:

یہ زائد رحمت عالمین دیکھئے اپنے مخالفین پر کیسے پیش آتا ہے۔ ارشاد ہوتا ہے!

وخذ رب من عادی الصلاح	اے میرے خدا جو شخص نیک ارادہ اور نیک
ومفسداً و نزل علیہ النھر	کام کا دشمن ہے اور فساد کرتا ہے اسکو پکڑ اور
عقلہ ودمرو فروج کہ ربی یا	اس پر طاعون کا عذاب نازل کر اور اس کو
کریمی و نجنی و زق	ہلاک کر اور میری بے قراریاں دور کر اور مجھے
خصیمی یا الہی و عفری۔ (حقیقہ)	غموں سے نجات دے۔ اے میرے کریم

(الوحی ص ۲۲۳)

میرے دشمنوں کو ٹکڑے ٹکڑے کر اور خاک

میں ملاوے۔

اور جب فق ہلاک کرنے والا حد سے بڑھ گیا تو میں نے آرزو کی اب ہلاک کرنے والی

طاعون چاہیے۔ (ہقیقۃ الوحی ص ۲۲۵، اعجاز احمدی ص ۶۲)

اور پھر مذکورہ بالا دعائیں جو دشمنوں کی سخت ایذا کے بعد کی گئیں۔ (حقیقۃ الوحی ص ۲۲۵)

[۱] یاد رہے کہ مجھے خدا نے عام زلزلوں کے آنے کی خبر دی ہے۔ پس یقیناً سمجھو کہ جیسا کہ

پشنگوئی کے مطابق امریکہ میں زلزلے آئے ایسا ہی یورپ میں آئے اور نیز ایشیا کے مختلف

مقامات پر آئیں گے۔ اور بعض ان میں قیامت کا نمونہ ہوں گے۔ اور اس قدر موت ہوگی

کہ خون کی نہریں چلیں گی اور موت سے پرند چرند بھی باہر نہیں ہوں گے۔ اور زمین پر اس

قدرتِ تہائی آجیگی کہ اس روز سے کہ انسان پیدا ہوا ایسی تہائی کبھی نہیں آئی ہوگی۔ [۱]۔ (حقیقہ)

(الوحی ص ۲۵۶)

[۱] اگر میں نہ آیا ہوتا تو بلاؤں میں کچھ تاخیر ہو جاتی پر میرے آنے کے کیسا تھ خدا کے غضب

کے وہ مخفی ارادے جو ایک بڑی مدت سے مخفی تھے ظاہر ہو گئے۔ [-(صفحہ مذکورہ)

ان حقائق کے بعد قارئین خود اندازہ لگا سکتے ہیں کہ مرزا قادیانی کا دعویٰ رحمۃ العالمین کس درجہ غلط فہمی پر مبنی تھا۔ اور حضور سرور

کون و مکاں اور میرزا صاحب کے درمیان اتنا ہی فرق ہے جتنا جنت دوزخ کے درمیان فاصلہ ہے۔ البتہ یہ صحیح ہے کہ

محمد رحمۃ للعالمین ہیں تو میرزا احمدہ للمومنین ہیں

☆☆☆☆ ☆☆☆ ☆☆☆

(روزنامہ زمیندار اگست ۱۹۳۷ء)

مرزائیوں کے لیے لمحہ فکریہ

غلام مرتضیٰ ساقی مجددی

اسلام دین حق ہے۔ اسے کوئی طاقت دبا نہیں سکتی۔ الاسلام یعلو ولا یعلیٰ (بخاری) دور آغاز سے آج تک باطل قوتیں سازشوں کے جال بنتی رہی ہیں لیکن اسلام زمانے میں دبے کو نہیں آیا۔ اتنا ہی یہ ابھرے گا جتنا کہ دبائیں گے۔ زمانہ جوں جوں گزر رہا ہے اسلام کی صداقت توں توں نکھر کر سامنے آ رہی ہے۔ اسلام دشمن قوتوں میں ایک ناسور قادیانی فرقہ بھی ہے۔ آج کل یہ فرقہ خبیثہ کچھ زیادہ ہی سرگرم عمل دکھائی دیتا ہے۔ مال و دولت کی فراوانی اور ملازمت و دو شیزہ کا جھانہ دے کر یہ لوگ مسلمانوں کے ایمانوں پر ڈاکہ ڈالنے کی کوشش میں ہمہ وقت مصروف ہیں۔ کاروباری نیچ پر اہل ثروت سے رابطہ استوار کر کے آہستہ آہستہ مرزائیت کی تبلیغ ان کے مشن میں شامل ہے۔ ہمارے لوگ حقیقت سے نااہل ہونے کی بناء پر ان لوگوں کے سکرو فریب سے متاثر ہو جاتے ہیں اور بعض تو اپنی متاع ایمان بھی گنوا بیٹھتے ہیں۔ عوام کو درغلا نا اور اہل علم کے سامنے آنے کی تاب نہ لانا قادیانیوں کا آبائی پیشہ ہے۔ جیسا کہ اسکا کچھ تجربہ ہمیں بھی ہوا وہ یوں کہ ہمارے ماڈل ٹاؤن گوجرانوالہ کے باشندے حاجی محمد لیاقت صاحب کے ایک لاہوری مرزائی سے اسی نوعیت کے کچھ تعلقات تھے وہ جب بھی موقع پاتا تو حاجی صاحب کو درغلا نے کی کوشش اور تاک میں رہتا۔ انھوں نے کہا! کہ سیدی بات ہے ہم اپنے مسلمان مناظر اور عالم کو دعوت دیتے ہیں تم اپنے قادیانی مناظر کو لے آؤ گفتگو کر کے دیکھ لیتے ہیں۔ یہ بات سن کر ایک بار تو قادیانی کی خوشی کی انتہا نہ رہی لہذا اس نے فوراً وعدہ کر لیا کہ تم اپنے عالم سے ٹائم لے کر مجھے بتا دینا۔ حاجی صاحب مذکور نے قاری محمد الطاف حسین سیالوی صاحب گوجرانوالہ کو سارا واقعہ سنایا۔ قاری صاحب نے راقم الحروف سے رابطہ کیا کہ معاملہ یوں طے پایا ہے لہذا آپ مرزائی سے گفتگو کیلئے تیار ہوں۔ راقم الحروف کیلئے قادیانیوں سے باقاعدہ گفتگو کا یہ پہلا موقع تھا اس سے قبل بے قاعدہ گفتگو تو کر چکا تھا۔ عاجز نے محض اللہ تعالیٰ کے فضل حضور اکرم ﷺ کی رحمت شیخ طریقت حضرت ابوالیمان رحمۃ اللہ علیہ کے فیضان سے اپنے دین کی صداقت پر بھروسہ رکھتے ہوئے اسی لمحے حامی بھری۔ ۱۹۔ اگست بروز ہفتہ بعد نماز مغرب کا وقت طے پایا۔ جب مرزائی کو اس کاروائی کی اطلاع کی تو اس نے پوچھا کہ تمہارا کس مسلک سے تعلق ہے۔ قاری صاحب نے بتایا کہ ہم اہلسنت و جماعت (حنفی بریلیوی) ہیں تو اس نے محض تغلی کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ میں اس مناظرہ کے لیے تمہارے بزرگوں کی کتابوں سے بھی تیاری کر کے آؤں گا۔ یعنی کہنے کا مطلب یہ تھا کہ ہماری تائید تمہارے بزرگوں نے بھی

کی ہے۔ لہٰذا اللہ علیٰ الکاذبین۔ اس نے شاید یہ سمجھا ہوگا کہ وہابیوں، دیوبندیوں اور شیعوں کی طرح ہمارے ہاں بھی اس قسم کے تصورات اور نظریات پائے جاتے ہیں۔ لیکن!

۔۔۔ اس خیال است و محال است وجنوں

مذکورہ فرقوں کی رگ باغی قادیانیوں کے مزاج کے مطابق پھڑکتی ہے۔ بھلا اللہ! مسلک اہل سنت ان افکار باطلہ سے یکسر پاک ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اتنا بڑا دعویٰ کرنے کے باوجود اس مرزائی کو اپنا مؤقف ہماری کتب سے ثابت کرنا تو کجا اس میدان مناظرہ میں بھی آنے کی جرأت نہیں نہ ہو سکی۔ واللہ ذلک۔ ایک بار قادیانی نے یہ پیغام بھی بھیجا کہ میں دودن پہلے آؤں گا لیکن دودن پہلے تو کیا وہ دوماہ اور دو سال بھی گذر جائیں تو سامنے نہیں آ سکتے کیوں کہ انکا گرو بھی حضرت قبلہ گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ کے مقابلے میں نہ آ سکا۔ تو اس کے چیلے چانے حضرت گولڑوی کے نیاز مندوں کے سامنے کیسے آ سکتے تھے؟ اور ویسے بھی حق کے مقابلے کی باطل میں جرأت ہی کہاں؟۔ اب وہ لاہوری مرزائی تو نہیں آ سکا لیکن ہم احتیاق حق اور جذبہ خیر خواہی کے پیش دنیا بھر کے قادیانیوں کے مرزا قادیانی کی وہ تحریریں رکھنا چاہتے ہیں جن سے غلام احمد قادیانی دجال کا نبی، مسیح موعود، اور مہدی معبود ہونا تو درکنار وہ سرے سے مسلمان اور ایک شریف انسان بھی ثابت نہیں ہوتا۔ خوف خدا اور فکر آخرت کے پیش نظر ہماری اس تحریر کو ملاحظہ فرمائیں۔ اگر کسی آدمی کو بھی راہ راست نصیب ہو گئی تو میں سمجھوں گا کہ میری محنت ٹھکانے لگی۔

مرزا قادیانی کی حقیقت:

مرزا قادیانی کے کلام کو دیکھا جائے تو یوں محسوس ہوتا ہے جیسے کوئی مضبوط الحواس، پاگل یا دیوانہ بڑیں ہانک رہا ہے۔ اسکی گفتگو میں اس قدر تضاد، محال، اور عدم ربط ہے کہ ایسی گفتگو کوئی جاہل سے جاہل اور بے وقوف سے بے وقوف بھی نہیں کر سکتا۔ اور پھر تو بین خداوندی اہانت نبوت و ولایت مسلمانوں کی تذلیل اس پر مستزاد ہے۔

قادیانی کے دعوائی:

دیگر گوشوں سے صرف نظر کر کے اگر صرف مرزا قادیانی کے دعووں کو ہی دیکھ لیا جائے تو اسکی حقیقت بے نقاب ہوتی دکھائی دیتی ہے۔ اسکے دعووں میں بلند سے بلند تر اور حقیر سے حقیر دعوے موجود ہیں۔ کہیں وہ خود کو خدا، خدا کی بیوی، خدا کا بیٹا اور مختلف نبیوں کے مناصب پر فائز گردانتا ہوا نہیں شرماتا۔ اور کہیں پر وہ اس قدر ذلت و رسوائی پر آمرا آتا ہے کہ خود کو لاد آدم بھی کہنے سے عار محسوس کرتا ہے۔ مرزائیوں کا کہنا ہے کہ جہاں مرزا نے خود کو انسان کہنے سے بھی عار محسوس کی ہے وہ اسکی تواضع اور عاجزی ہے۔ اگر یہ بات درست ہے تو پھر کہنے دیا جائے کہ جہاں اس نے خود کو خدا کی بیوی یا خدا کا بیٹا اور نبوت و رسالت کے مراتب کی طرف پیش قدمی کی ہے وہ اسکا انتہائی تکبر ہے۔ اور تکبر کرنے والا بارگاہ خداوندی میں مغبوض و مردود

ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے! ”شیطان بھی تکبر و انکار کی وجہ سے مردود و مقہور ہوا تھا۔ آیت قرآنی ہے! ”ابی واستکبر و کان من الکافرین“ اس نے انکار کیا اور تکبر کیا اور کافروں میں سے ہو گیا۔ اگر حضرت آدم کے سامنے تکبر کرنے کی وجہ سے شیطان مردود و ملعون ہو گیا تھا تو ذات خداوندی اور انبیاء و مرسلین کی بارگاہ میں تکبر کا اظہار کر کے مرزا قادیانی کس طبقے میں پہنچا ہوگا؟ قادیانی اُمت اسکا خود ہی اندازہ کرے۔ سطور ذیل میں ہم مرزا کے دعووں کی ایک جھلک پیش کر رہے ہیں۔

خدا ہونے کا دعویٰ:

قادیانی لکھتا ہے!

”وَرَأَيْتُنِي فِي الْمَنَامِ عَيْنُ اللَّهِ
وَتَيَقَّنْتُ أَنَّنِي هُوَ“
میں نے خواب میں خود کو ہو بہو خدا
دیکھا، اور میں نے یقین کر لیا کہ میں
وہی ہوں۔

پہلے خواب کی بات تھی اب کشف کی بات کرتا ہے!

”میں نے ایک کشف میں دیکھا کہ میں خود خدا ہوں اور یقین کیا کہ وہی ہوں۔“

اللہ تعالیٰ کی صفت ہے کہ وہ جس بات کا ارادہ کرتا ہے وہ اسکے حکم سے فوراً ہو جاتی ہے۔ لیکن قادیانی دجال اسی صفت کو اپنے اوپر یوں فٹ کرتا ہے!

”تو جس بات کا ارادہ کرتا ہے وہ تیرے حکم سے فی الفور ہو جاتی ہے۔“

مرزا ابن حنیف خداوندی کو اپنی طرف منسوب کرتے ہوئے لکھتا ہے!

”سو میں نے پہلے تو آسمان اور زمین کو اجمالی صورت میں پیدا کیا جس میں کوئی ترتیب اور تفریق نہ تھی پھر میں مشاء حق کے موافق اسکی ترتیب و تفریق کی اور میں دیکھتا تھا کہ میں اس کے خلق پر قادر ہوں پھر میں نے آسمان دنیا کو پیدا کیا اور کہا ”اَنَا زَيْنَا السَّمَاءِ الدُّنْيَا بِمَصَابِيحٍ“ پھر میں نے کہا! اب ہم انسان کو مٹی کے خلاصہ سے پیدا کریں گے۔ پھر میری حالت کشف سے الہام کی طرف منتقل ہو گئی اور میری زبان پر جاری ہوا ”اَرَدْتُ اَنْ اَسْتَخْلِفَ مَخْلُوقَتِ اَدَمَ- اَنَا خَلَقْتُ الْاِنْسَانَ فِي احْسَنِ تَقْوِيمٍ“

دیکھا کس دیدہ دلیری کیساتھ مرزا خلق خداوندی اور آیات قرآنی کو اپنی طرف منسوب کر رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مشرکین کو چیلنج کیا تھا!

”اردنی ماذا خلقوا من الارض ام لهم شرك فى السماء“ بتاؤ تمہارے

بتوں نے زمین کا کونسا حصہ پیدا فرمایا یا وہ آسمانوں کی پیدائش میں شریک تھے۔

مشرکین مکہ اس چیلنج کے جواب میں بتوں کے زمین و آسمان بنانے کا دعویٰ نہ کر سکے اگر ہمت ہوئی تو انگریز کے خود

کاشتہ پودے قادیانی دجال کو۔

خدا کے حلول ہونے اور اسکی پیروی اور بیٹا بننے کا دعویٰ:

مرزا کی بے شعوری ملاحظہ ہو کہ اس نے خدا کے حلول اور اسکا بیٹا بننے کیساتھ ساتھ خدا کی پیروی ہونے کا بھی دعویٰ کر

دیا۔ اب خدا جانے وہ مذکر سے مؤنث کی طرف کیوں منتقل ہوا۔ ملاحظہ ہو۔ وہ لکھتا ہے!

”خدا نے میرا نام مریم رکھا، پھر دو برس تک صفتِ مہمیت میں میں نے پرورش پائی تو عیسیٰ

کی روح مجھ میں نفع کی گئی، اور استعارہ کے رنگ میں مجھے حاملہ ٹھہرایا گیا اور کئی مہینے کے بعد

جودس مہینے سے زیادہ نہیں مجھے مریم سے عیسیٰ بنایا گیا۔“ (مخلصا کشتی نوح)

اب بھارت کو قادیانی ہی جان سکتے ہیں۔

مرزا کہتا ہے!

”مجھے وحی آئی تھی۔ آواحنی۔ اسکا معنی کرتا ہے خدا تیرے اندر اتر آیا۔“ (کتاب البریہ ص ۸۴)

مرزا کہتا ہے کہ!

”خدا نے کہا تھا ہم ایک لڑکے کی تجھے بشارت دیتے ہیں جس کے ساتھ حق کا ظہور ہوگا۔ گویا

آسمان سے خدا اترے گا۔“ (حقیقۃ الوحی ص ۹۵، ۹۶)

گویا خدا مرزا کا لڑکا بن کر خود ہی اتر آئے گا۔ (معاذ اللہ)

مرزا کہتا ہے!

”ایک بار مجھے یہ الہام ہوا تھا کہ خدا قادیان میں نازل ہوگا اپنے وعدہ کے موافق“ (تذکرہ ص ۳۵۲)

اب قادیانی بتائیں کہ کیا خدا اپنا وعدہ پورا کرتے ہوئے قادیان میں نازل ہوا تھا یا اس نے وعدہ خلافی کر دی

تھی۔ (معاذ اللہ)

مرزا لکھتا ہے کہ الہام ہوا تھا!

”خدا تعالیٰ تجھے اپنے انعامات دکھائے گا جو متواتر ہوں گے اور تجھ میں حیض نہیں بلکہ وہ بچہ

ہو گیا ہے ایسا بچہ جو بمنزلہ اطفال اللہ ہے۔“ (اربعین ص ۵۸، تہذیب الوحی ص ۵۸۱)

ملاحظہ فرمائیں مرزا میں حیض بھی تھا جو بعد میں بچہ بن گیا اور خدا کی اولاد کہلایا۔
مرزا کا خاص مرید قاضی یار محمد قادیانی لکھتا ہے!

”حضرت مسیح موعود علیہ السلام (قادیانی) نے ایک موقع پر اپنی حالت یہ ظاہر فرمائی کہ کشف کی حالت آپ پر اس طرح طاری ہوگئی کہ گویا آپ عورت ہیں اور اللہ تعالیٰ نے رجولیت کی طاقت کا اظہار فرمایا تھا۔“ سمجھنے والے کیلئے اشارہ کافی ہے۔ (اسلامی قربانی ص ۲، ٹریکٹ ص ۳۴)

یعنی عقلمند لوگ سمجھ جائیں کہ مرزا کے خدا نے مرزا سے وہ فعل کیا جو مرد عورت کیساتھ کرتا ہے (استغفر اللہ) تو شاید اسی فعل کا نتیجہ تھا کہ مرزا میں بچہ بن گیا اور وہ اطفال اللہ ہو گیا۔ (معاذ اللہ) ابتداءً کائنات سے لیکر آج تک کسی شخص نے بھی ذات خداوندی پر اتنا قبیح، بے ہودہ اور گھٹیا الزام دھرا ہے؟۔ کیا یہ مسلمانی ہے؟۔

قادیانی دجال نے جگہ جگہ جھوٹی باتیں بنا کر اسے وحی خداوندی قرار دیا ہے۔ لکھتا ہے! اللہ تعالیٰ نے فرمایا! ”انت من مائنا (اربعین ص ۳۹، ۲) تو ہمارے نطفے سے ہے۔“ نطفے والا خدا صرف قادیانیوں نے ہی ایجاد کیا ہے۔ ورنہ مسلمانوں کا خدا ان بے ہودہ گویوں سے پاک ہے ”انت منی بمنزلہ ولدی“ (ہیضہ الوحی ص ۸۶) تو میرے نزدیک میرے بیٹے کے مقام پر ہے۔ ”اسمع ولدی (البشری ص ۴۹) اے میرے بیٹے سن،“ دیکھیے کس قدر شرک و کفر بھرے کلمات ہیں۔ اسلامی تعلیمات کے نیچے ادھیڑ رہے ہیں۔ کس بے شرمی کیساتھ خدا کی اولاد کا اثبات کیا ہے۔ جبکہ قرآن صریح لفظوں میں کہتا ہے! ”لم یلد ولم یولد“ (الاخلاص ۳) یعنی نہ وہ کسی کی اولاد دے اور نہ ہی اسکی کوئی اولاد دے۔ ”ما اتخذ اللہ ولدا“ اللہ نے کسی کو بیٹا نہیں بنایا۔ اپنے ایمان سے پوچھیے قرآن کا انکار کر کے مرزا مسلمان بھی رہا ہے؟ جملہ انبیاء کے مناصب کے حصول کا دعویٰ:

مرزا اربعین نے جگہ جگہ جملہ انبیاء و رسل کے مقام پر بھی ہاتھ صاف کیا ہے۔ اسے جس جس نبی اور رسل کا نام آتا ہے انکا نام لے کر یہ افتراء کیا ہے کہ وہ نبی ہی میں ہی ہوں۔ (معاذ اللہ) چند عبارتیں ملاحظہ ہوں! قادیانی لکھتا ہے!

”خدا تعالیٰ نے مجھے تمام انبیاء علیہم السلام کا مظہر ٹھہرایا ہے، اور تمام نبیوں کے نام میری طرف منسوب کیے ہیں۔ میں آدم ہوں، میں شیث ہوں، میں نوح ہوں، میں ابراہیم

ہوں، میں اسحاق ہوں، میں اسماعیل ہوں، میں یعقوب ہوں، میں یوسف ہوں، میں موسیٰ ہوں، میں داؤد ہوں، میں عیسیٰ ہوں اور آنحضرت ﷺ کے نام کا میں مظہر اتم ہوں یعنی ظلی طور پر محمد اور احمد ہوں۔“ (حقیقۃ الوحی حاشیہ ص ۷۳)

ایک مقام پر لکھتا ہے!

۔ میں کبھی آدم، کبھی موسیٰ کبھی یعقوب ہوں نیز ابراہیم ہوں، نسلیں ہیں میری بے شمار (درمیں ص ۱۲۳)
اب دیکھیے! مرزائیوں کو اپنے گرو کی کوئی نسل دریافت ہوتی ہے۔ مرزا کہتا ہے!
۔ منم مسج زمان و منم کلیم خدا منم محمد و احمد کہ بھٹی باشد (ترباق القلوب ص ۶)
”میں مسج زمان اور کلیم خدا (موسیٰ) ہوں۔ میں محمد اور احمد ہوں جو کہ بھٹی ہیں۔“

تمام انبیاء کی تحقیق اور اپنی افضلیت کا دعویٰ:

قادیانی دجال نے اسی پر بس نہیں کیا بلکہ انبیاء کرام علیہم السلام کی تحقیر تو بین کرتے ہوئے خود کو تمام سے افضل و بہتر قرار دیا ہے۔

فارسی نظم میں لکھتا ہے!

”من بعرقان نہ کترم زکے“	”انبیاء گرچہ بودہ اند بے“
لیکن میں عرفان میں کسی نبی سے کم نہیں۔	اگرچہ دنیا میں بہت سے نبی ہوئے۔
”داد آن جام رامرا بہ تمام“	”آنچه داد ست ہر نبی راجام“
وہ تمام پیالے مجھ اکیلے کو دیتے ہیں۔	جو پیالے ہر نبی کو دیتے ہیں۔
”ہر رسولے نہاں بہ ہجر ہنم“	”زندہ شد ہر نبی بامرغم“
ہر نبی میری قمیض میں چھپا ہوا ہے۔	میرے آنے سے ہر نبی زندہ ہو گیا۔
”ہر کہ گوہر ہست لعین“	”کم نیم زان ہمہ بروئے یقین“
جو اسکو جھوٹ کہتا ہے وہ ملعون ہے۔	میں کسی سے کم نہیں اپہر مجھے یقین ہے۔

ان اشعار میں صراحتہ خود کو تمام نبیوں سے بڑھا دیا ہے اور تمام نبیوں کو اپنی قمیض میں چھپے ہوئے بتا کے انکی توہین کی گئی ہے۔ لکھتا ہے!

”خدا تعالیٰ نے اس بات کو ثابت کرنے کیلئے کہ میں اسکی طرف سے ہوں اس قدر نشان دکھلائے ہیں کہ اگر وہ ہزاروں نبیوں پر بھی تقسیم کیے جائیں تو ان کی بھی نبوت ثابت ہو سکتی ہے۔“ (چشمہ معرفت ص ۳۱۷)

کس قدر کھلی توہین ہے کہ ہزاروں نبیوں کو وہ کچھ نہیں ملا جو اکیلے قادیانی کو مل گیا۔ خدا کی طرف جھوٹ منسوب کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ اس نے مجھے کہا!

”آسمان سے کئی تخت اترے پر تیرا تخت سب سے اوپر بچھایا گیا۔“ (حقیقۃ الوحی ص ۸۹)
 ”خدا تعالیٰ میرے لیے اس کثرت سے نشان دکھلا رہا ہے کہ اگر نوح کے زمانہ میں وہ نشان دکھلائے جاتے تو لوگ غرق نہ ہوتے۔“ (تمتہ حقیقۃ الوحی ص ۱۳۷)

یہاں مرزا نے خود کو حضرت نوح علیہ السلام سے زیادہ معجزات کا حامل قرار دے کر ان کی توہین بھی کی ہے۔
 ”میں سچ کہتا ہوں کہ مسیح کے ہاتھ سے زندہ ہونے والے مرگے مگر جو میرے ہاتھ سے جام پینے گا وہ ہرگز نہیں مرے گا۔“ (ازالہ اوہام ص ۲)

حضرت ابن مریم کی مزید توہین اور اپنی فضیلت بیان کرتے ہوئے لکھتا ہے!
 ۔ ابن مریم کا ذکر چھوڑو اس سے بہتر غلام احمد ہے۔ (دافع البلاء ص ۲۰)

خود کو حضرت یوسف علیہ السلام سے بڑھاتے ہوئے لکھتا ہے!
 ”پس اس امت کا یوسف یعنی یہ عاجز (قادیانی مکار) اسرائیلی یوسف سے بڑھ کر ہے کیونکہ یہ عاجز قید کی دعا کر کے بھی قید سے بچایا گیا۔ مگر یوسف بن یعقوب قید میں ڈالا گیا۔“ (براہین احمدیہ ص ۹۹)

حضرت یوسف علیہ السلام کا جیل میں جانا ہزار حکمتوں اور بھلائیوں پر مبنی ہے جبکہ مرزائی کا قید سے بچایا جانا بالکل جھوٹ ہے۔ قادیانی ذریت بتائے کہ اسے لیٹرین میں قید کر کے ذلت کی موت آخر کیوں دی گئی تھی؟ اس قید سے کیوں بچ سکا؟
 آیت قرآنی کا معنی بگاڑتے ہوئے پوری بے حیائی سے لکھتا ہے!

”اور یہ جو فرمایا کہ ”واتخذو من مقام ابراہیم مصلیٰ“ یہ قرآن شریف کی آیت ہے اور اس مقام میں اس کے یہ معنی ہیں کہ یہ ابراہیم (قادیانی دجال) جو بھیجا گیا تم اپنی عبادتوں اور عقیدوں کو اس کی طرز پر بجالاؤ۔ اور ہر ایک امر میں اسکے نمونہ پر اپنے چہل بنادو۔“ (اربعین ص ۳۸/۳)

دیکھیے کس انداز میں خود کو مقام ابراہیم پر فائز کیا ہے۔ معاذ اللہ

رسول اللہ ﷺ پر اپنی فضیلت کا ڈھونگ رچاتے ہوئے لکھتا ہے!

”یہ بالکل صحیح بات ہے کہ ہر شخص ترقی کر سکتا ہے اور بڑے سے بڑا درجہ پاسکتا ہے حتیٰ کہ محمد

رسول اللہ سے بھی آگے نکل سکتا ہے۔ (اخبار الفضل قادیان)

مزید کہتا ہے!

”تین ہزار معجزے ہمارے نبی سے ظہور میں آئے۔“ (تحفہ گولڑویہ ص ۶۳، ۶۴)

اور اپنے متعلق لکھتا ہے!

”میں اپنے خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں اس نے میری تصدیق کے لیے بڑے بڑے نشان

ظاہر کیے جو تین لاکھ تک پہنچتے ہیں۔“ (تہذیبہ الوحی ص ۶۸)

تو بن انبیاء علیہم السلام:

قادیانی مکار و گستاخ نے جگہ جگہ نبیوں کی توہین، تذلیل اور تضحیک کی ہے۔ لکھتا ہے!

”میں اس بات کا خود قائل ہوں کہ دنیا میں کوئی ایسا نبی نہیں آیا جس نے کبھی اجتہاد میں غلطی

نہیں کی۔“ (تہذیبہ الوحی ص ۳۵)

یعنی ہر نبی غلطیاں کرتا رہا ہے۔ دراصل مرزا دجال خود غلطیوں اور بے ہودگیوں کا سراپا تھا اس لیے اس نے اپنے ناپاک وجود پر انبیاء کرام کو قیاس کر کے اپنی جھوٹی نبوت کو منوانا چاہا تھا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو جا بجا گالیاں دیں اور سخت توہین کی ہے۔ لکھتا ہے!

”عیسیٰ علیہ السلام شراب پیا کرتے تھے۔ (کشتی نوح ص ۶۵ حاشیہ) یسوع در حقیقت بوجہ بیماری مرگی کے دیوانہ ہو گیا۔ (ست بچن ص ۱۵۹ حاشیہ)۔ مسیح کی پیشگوئیاں غلط لکھیں اس قدر صحیح نہیں نکل سکیں۔ (ازالہ اوہام ص ۶، ۷)۔ یسوع اس لیے اپنے تئیں نیک نہیں کہہ سکا کہ لوگ جانتے تھے کہ یہ شخص شرابی کبابی ہے۔ (ست بچن ص ۱۶۰ حاشیہ ۱۷۵)۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق نادان اسرائیلی موٹی عقل والا، جاہل عورتوں اور عوام الناس کی طرح، گالیاں دینے والا، زبان کا جھوٹ بولنے والا، چوری کرنے والا، علمی و عملی میں کچا اور آپکے ہاتھ میں سوا مکرو فریب کے کچھ نہیں تھا، کے الفاظ لکھے ہیں (ضمیمہ انجام آیت ص ۲۷)۔

آپکے خاندان کی توہین کرتے ہوئے لکھتا ہے!

”آپ (عیسیٰ علیہ السلام) کا خاندان بھی نہایت اور مطہر ہے۔ تین دادیاں اور نانیاں آپ

کی زنا کار اور کبھی عورتیں تھیں۔ جن کے خون سے آپ کا وجود ظہور پذیر ہوا۔ آپکا کنجروں

سے میلان اور صحبت بھی شاید اسی وجہ سے ہو کہ یہ جو مناسبت درمیان ہے ورنہ کوئی پرہیزگار

انسان ایک جوان کنجری کو یہ موقع نہیں دے سکتا کہ وہ اس کے سر پہ اپنے ناپاک ہاتھ لگا دے

اور زنا کاری کا پلیدہ عطر اس کے سر پر ملے اور اپنے بالوں کو اسکے پیروں پر ملے۔“ (ضمیمہ
انجام آتھم ص ۷)

یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی سخت ترین توہین ہے اور سراسر کھوس ہے۔ قادیانی خناس نے اپنی بے حیائیوں کو
حضرت عیسیٰ کی طرف منسوب کیا ہے۔ لعنہ اللہ علی الکاذبین۔
مدینہ منورہ کی توہین یوں کرتا ہے!

”خدا تعالیٰ نے آنحضرت کے چھپانے کیلئے ایک ایسی ذلیل جگہ تجویز کی جو نہایت متعفن
اور تنگ و تاریک اور حشرات الارض کی جگہ تھی۔“ (تحفہ گلزو یہ ص ۱۱۲ حاشیہ)

اسقدر گستاخیوں سے بھی مرزا کا جگر ٹھنڈا نہ ہوا۔ اب ذات مصطفیٰ کی طرف رخ کرتا ہے!
”حضرت محمد کی پشتگوٹیاں بھی غلط لکھیں اور مسیح ابن مریم، دجال، ولید الارض اور یا جوج
و ما جوج وغیرہ کی حقیقت بھی آپ پر ظاہر نہ ہوئی۔“ (مخلصاً (ازالہ اوہام ص ۲۸۲، ۲۸۱/۲)
توہین انبیاء کا حکم:

ظالم قادیانی نے پوری دیدہ دنی سے انبیاء کرام علیہم السلام کی توہین اور گستاخی کی ہے۔ توہین انبیاء سراسر
زندہ بقیہ۔ ارتداد اور کفر ہے۔ ان گستاخیوں سے واضح ہو گیا کہ مرزا کا نبی یا مسیح موعود و مہدی موعود ہونا تو درکنار وہ سرے
سے مسلمان ہی نہیں۔ اس پر مرزائی کی اپنی عبارت ملاحظہ ہو!

”اسلام میں کسی نبی کی تحقیر کفر ہے اور سب پر ایمان لانا فرض ہے۔ کسی نبی کی اشارہ سے بھی
تحقیر سخت معصیت ہے اور موجب نزول غضب الہی۔“ (چشمہ معرفت ص ۳۹۰)

معلوم ہوا توہین نبوت اور تحقیر رسالت کفر، سخت معصیت اور نزول غضب الہی کا موجب ہے۔ اب قادیانی اُمت
غور کرے کہ اگر ایک نبی کی معمولی گستاخی بھی کفر ہے تو جو آدمی نبیوں کو تنگی گالیاں دے وہ کتنا بڑا کافر ہے اور اس پر خدا کا
غضب کس قدر نازل ہوگا۔

مقام مصطفیٰ ﷺ پر ڈاکہ زنی:

قادیانی دجال نے خصوصی طور پر مقام مصطفیٰ ﷺ کا انکار اور اس پر ڈاکہ زنی کی بھی پوری کوشش کی ہے۔ حضور اکرم
ﷺ سے افضل ہونے کا دعویٰ اور محمود و احمد ہونے کا اعلان سابقہ حوالہ جات میں گذر چکا ہے۔ سطور ذیل میں چند مقامات
ملاحظہ ہوں جس میں اس نے رسول اللہ ﷺ کے حق میں نازل شدہ آیات کو اپنی ذات پر منطبق کیا۔ اور ختم نبوت پر بھی قبضہ
جمانے کی شرمناک کوشش کی ہے۔ اور اسکی بے وقوفی و بے شعوری یا ہمارے آقا تاجدار ختم نبوت کا تصرف اور مجروحہ سمجھیں کہ

قادیانی دجال نے ختم نبوت کے منکر پر کفر کا فتویٰ بھی چسپاں کر دیا ہے۔ علی الترتیب حوالہ جات ملاحظہ ہوں۔
 خصائص نبوی کو اپنے اوپر فٹ کرنا:

مرزا خود کو خاتم النبیین قرار دیتے ہوئے لکھتا ہے! میں بموجب آیت ”وآخرین منہم لما یلحقوا بہم“ بروزی طور پر وہی نبی خاتم الانبیاء ہوں اور خدا نے آج سے بیس برس پہلے براہین احمدیہ میں میرا نام محمد اور احمد رکھا ہے۔ (ایک غلطی کا ازالہ ص ۱۰)
 اپنی راہ کو آخری راہ بتاتے ہوئے لکھتا ہے!

”مبارک ہو جس نے مجھے پہچانا میں خدا کی سب راہوں میں سے آخری راہ ہوں اور میں اسکے سب نوروں میں سے آخری نور ہوں۔ بدقسمت ہے وہ جو مجھے چھوڑتا ہے کیونکہ میرے بغیر سب تاریکی ہے۔“ (کشتی نوح ص ۵۶)

ایک بار مولوی احسن امروہی اور مولوی نور الدین کا آپس میں نزاع ہوا ہر دو کی ایک دوسرے کے خلاف آوازیں بلند ہو گئیں اور آواز کمرے سے باہر جانے لگی تو مرزا قادیانی نے کہا! ”لا ترفعوا اصواتکم فوق صوت النبی“ یعنی اپنے نبی کے سامنے آوازیں بلند نہ کرو۔ (سیرت المہدی ص ۳۰/۲ از مرزا بشیر الدین بن مرزا قادیانی)
 مرزا قادیانی نے کئی مقامات پر حضور اکرم ﷺ کے متعلق نازل شدہ آیات کا اپنی ناپاک ذات پر فٹ کیا ہے مثلاً۔
 (۱) انا اعطینک الکواثر فصل لربک وانحر ان شانئک ہوا لابر۔ (تذکرہ مجموعہ مکالات ص ۲۸۱، ۲۸۲ طبع دوم)

(۲) وما ارسلنک الا رحمة للعالمین۔ (ایضاً ص ۶۳۳)
 (۳) قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ۔ (ایضاً ص ۶۳۳)
 (۴) وداعیا الی اللہ و سراجا منیرا۔ (ایضاً ص ۶۲۶)
 (۵) ہوالذی ارسل رسولہ بالہدی و دین الحق لیظہرہ علی الدین کلہ۔ (ایضاً ص ۶۲۱)
 (۶) ورفعلناک ذکرک۔ (ایضاً ص ۲۸۲)
 (۷) انا فتحناک فتحا مبینا۔ (ایضاً ص ۶۳۳)

(۸) سبحان الذی اسرئ بعبدہ لیلا۔ (ہیجۃ الوحی ص ۱۰۲)
 حدیث نبوی ”لولاک لما خلقت الافلاک“ میرے متعلق ہے۔ (ہیجۃ الوحی ص ۹۹)
 ختم نبوت پڑا کہ:

قادیان کے مرزائی مرزا کو نبی مانتے ہیں جبکہ لاہوری مرزائی اس سے انکچا تے بلکہ کھلا انکار کرتے ہیں۔ لیکن ہم مرزا کی چند تصریحات پیش کرتے ہیں جس میں اس نے خود کو نبی، رسول قرار دیا اور عقیدہ ختم نبوت کی توہین کی ہے۔ مرزا لکھتا ہے!

(۱) میں اس خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں جسکے ہاتھ میں میری جان ہے کہ اسی نے مجھے بھیجا ہے اور اسی نے میرا نام نبی رکھا ہے۔ (ہقیقۃ الوحی ص ۲۸۷)

(۲) خدا تعالیٰ کی وحی بارش کی طرح میرے پر نازل ہوئی۔ اس نے مجھے اس عقیدہ پر قائم نہ رہنے دیا اور صریح طور پر نبی کا خطاب مجھے دیا گیا۔ (ایضاً ص ۱۵۰)

(۳) قادیان۔۔۔ اسکے رسول کا تخت گاہ اور یہ تمام اُمتوں کیلئے نشان ہے۔ (دافع البلاء ص ۱۴)

(۴) وحی میں میرے لیے نبی، رسول اور مرسل کے الفاظ ہیں، اسکا انکار صحیح نہیں۔ (ایک غلطی کا ازالہ ص ۳)

(۵) نبوت کا دروازہ کھلا ہے۔ (ہقیقۃ النبوة ص ۲۲۸)

(۶) ختم نبوت ایک باطل عقیدہ اور شیطانی مذہب۔ (ضمیمہ براہین احمدیہ ص ۱۵۴/۵)

ان عبارات میں مرزا نے کھلے لفظوں کیساتھ اپنی نبوت کا اعلان کیا ہے اور ختم نبوت کا عقیدہ رکھنے والوں کو باطل اور شیطانی قرار دیا ہے۔ اور ختم نبوت کے انکار کیلئے وہ خدا پر بہتان لگانے سے بھی باز نہیں آیا۔ عبارت نمبر ۲ میں کہتا ہے ”کہ خدا نے مجھے اس پر قائم نہ رہنے دیا۔ (معاذ اللہ) یہ خدا پر سنگین الزام ہے۔ لیکن اس ظالم کو اس سے کیا غرض اسے تو کسی بھی طریقہ سے اپنا الویدھا کرتا ہے۔

منکر ختم نبوت پر مرزا کی عبارت:

مرزا قادیانی پر قدرتی پھنکار کا ایک منظر ملاحظہ ہو۔ خدا نے اس کے قلم سے بھی لکھوا دیا کہ ختم نبوت کا منکر مردود و

ملعون ہے۔

مرزا کہتا ہے! ”معی نبوت اور رسالت کو کاذب اور کافر جانتا ہوں۔“ (مجموعہ اشتہارات ص ۲۳۱، ۱/۲۳۰)

مزید لکھتا ہے!

حضرت محمد ﷺ کہ خاتم الانبیاء است انکار

عقیدہ اجماعیہ کرد پس برو لعت خدا و لعت

فرشتگان و ہمہ آدمیان ست۔ (انجام آتھم

حضرت محمد ﷺ آخری نبی ہیں۔ جو آدمی اس

اجماعی عقیدہ کا انکار کرتا ہے اس پر خدا

فرشتوں اور تمام لوگوں کی لعنت ہو۔

اب بتائیے مرزا ختم نبوت کا انکار اور اپنی نبوت کا اظہار کر کے کون ہوا؟

اب وحی نہیں آسکتی:

ایک مقام پر مرزا قادیانی نے حضور اکرم ﷺ کے بعد کسی پر وحی کا اتنا محال اور ناممکن قرار دیا ہے۔ لکھتا ہے! ”یہ بات مستلزم محال ہے کہ خاتم النبیین کے بعد پھر جبرائیل علیہ السلام کی وحی رسالت کیساتھ زمین پر آمد و رفت شروع ہو جائے۔“ (ازالہ اوہام ص ۴۱۴)

وحی آسکتی ہے:

قادیانی کذاب اپنی اس بات پر بھی قائم نہ رہا۔ محض بعد اپنی جھوٹی نبوت منوانے کی خاطر تضاد کا شکار ہو گیا۔ اور کہنے لگا کہ مجھ پر وحی آتی ہے۔ لکھتا ہے!

- (۱) میں خدا تعالیٰ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ یہ خدا تعالیٰ کا کلام ہے جو میرے پر نازل ہوا۔“ (ہقیقۃ الوحی ص ۱۰۳)
 - (۲) میرے پاس آئیل آیا اور اس نے مجھے چن لیا۔ اور اپنی انگلی کو گردش دی اور یہ اشارہ کیا کہ خدا کا وعدہ آگیا۔ اس جگہ آئیل خدا تعالیٰ نے جبرائیل کا نام رکھا ہے۔ (ہقیقۃ الوحی ص ۱۰۳) ملاحظہ فرمائیں! اس کذاب نے فرشتے کا نام بھی بدل دیا تاکہ جوت مخفی نہ رہے۔
 - (۳) غرض اس حصہ کثیر وحی الہی اور امور غیبیہ میں اس اُمت میں سے ہی ایک فرد مخصوص ہوں۔ (ایضاً ص ۲۸ حاشیہ)
 - (۴) مجھے اپنی وحی پر ایسا ہی ایمان ہے جیسا کہ توریت اور انجیل اور قرآن کریم پر۔ (اربعین ص ۲/۲۵)
- وحی کے منگھڑت الفاظ:

مرزا قادیانی نے کچھ الفاظ عربی، اردو، انگلش اور دیگر زبانوں میں گھڑ کر اسے وحی کا نام دیا ہے۔ اسکی تفصیل طوالت کا باعث ہے۔ تاہم چند عربی کلام ملاحظہ ہوں!

انت من مائنا۔ (اربعین ص ۳۹/۴۱، ۳) انت منی بمنزلہ ولدی۔ (ہقیقۃ الوحی ص ۸۶)

اسمع ولدی۔ (البشری ص ۱/۴۹) اصحاب الصفہ وما ادرك ما اصحاب الصفہ۔ (تذکرہ ص ۲۲۵ طبع دوم)

صلوة العرش الی الغرش۔ (تذکرہ ص ۶۴۴)

قرآن کی توہین:

قادیانی مکار نے ایک تو قرآن کے مقابلہ میں اپنی خود ساختہ عبارتوں کو وحی کا نام دے کر اسکی توہین کی، دوسرے قرآن کو محرف کرنے کی پوری کوشش کی ہے۔ مثلاً بعض عبارتوں اور جملوں کے متعلق کہا کہ وہ قرآن کریم میں ہیں جبکہ وہ قرآن میں نہیں ہیں۔ لکھتا ہے!

”قرآن شریف خدا کی کتاب اور میرے منہ کی باتیں ہیں“۔ (تذکرہ ص ۶۷۴، حقیقہ الوہی ص ۸۴)

یہ سراسر بکواس ہے قرآن اللہ کا کلام ہے جس میں ایک جملہ بھی غیر خدا کا نہیں ہے۔ جیسا کہ خود قرآن نے اعلان کیا ہے!

وَلَوْ كَانُ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللَّهِ

اگر یہ غیر خدا کی طرف سے ہوتا تو لوگ اسکی

لَوْ جَدُوا فِيهِ اخْتِلَافًا كَثِيرًا

بہت زیادہ تضاد دیکھتے۔ (سورۃ النساء آیت

(۸۲)

پورے قرآن میں کوئی تضاد نہیں، ہاں مرزا کے کلام میں زبردست اور زیادہ تضاد ہے۔ قرآن پر جھوٹ بولتے ہوئے کہتا ہے!

”ہاں واقعی طور پر قادیان کا نام قرآن شریف میں درج ہے اور میں نے کہا کہ تین شہروں کا

نام اعزاز کیا تھ قرآن شریف میں درج کیا گیا ہے۔ مکہ مدینہ اور قادیان“۔ (ازالہ اوہام

ص ۳۴/۱ مطبوعہ ۱۹۲۹ء)

مسلمانوں کے قرآن میں قادیان کا نام نہیں شاید مرزائیوں کے جعلی قرآن میں یہ نام ضرور ہو۔

”انا انزلناه قریباً من القادیان“ فی الحقیقت قرآن شریف کے دائیں صفحہ میں شاید قریب نصف کے موقع پر یہی عبارت

لکھی ہوئی موجود ہے۔ (ایضاً ص ۳۴/۱)

وہ (اللہ تعالیٰ) فرماتا ہے!

”یوم یاتی ربک فی ظلل من الغمام“ (حقیقہ الوہی ص ۱۵۴ طبع ۱۹۳۳ء)

اللہ جل شانہ فرماتا ہے!

”یا ایہا الذین آمنوا تنقوا اللہ یجعل لکم فرقاناً ویجعل لکم نوراً تمشون بہ۔ (دافع الوسواس

ص ۱۷۷) (معاذ اللہ)

متضاد اور مختلف باتوں والا کون ہے؟

قارئین کرام! اپنے مرزا قادیانی کی اپنی تحریروں سے دیکھ لیا کہ اس کے کلام اور بیانات میں کس قدر تحالف، تضاد

اور اضطراب ہے۔ اب آئیے خود مرزا قادیانی کی تحریر سے اس حقیقت کو بے نقاب ہوتا دیکھیں کہ جس آدمی کے کلام اور بیان

میں اتنا کھلا تضاد ہو وہ کون ہے؟۔۔۔ مرزا لکھتا ہے!

۱) اس شخص کی حالت ایک مجبوظ الحواس انسان کی حالت ہے کہ ایک کھلا کھلا تناقض اپنے کلام میں رکھتا ہے۔ (ضمیمہ حقیقۃ الوحی ص ۱۸۴)

۲) کسی عقلمند اور صاف دل انسان کے کلام میں تناقض نہیں ہوتا۔ ہاں اگر کوئی پاگل یا مجنون یا ایسا منافق ہو کہ خوشامد کے طور پر ہاں میں ہاں ملا دیتا ہو۔ (ست بچن ص ۳۰)

۳) جھوٹے کے کلام میں تناقض ضرور ہوتا ہے۔ (براہین احمدیہ ص ۵/۱۱۲)

۴) ظاہر ہے کہ ایک دل سے دو متناقض باتیں نکل سکتیں کیونکہ ایسے طریق سے یا انسان پاگل کہلاتا ہے یا منافق۔ (ست بچن ص ۱۳)

قادیانی امت کیلئے لمحہ فکریہ ہے کہ وہ مرزا قادیانی کے ان مخالف اور متناقض بیانات اور عبارات کی بنا پر اسے پاگل کہتے ہیں یا منافق۔

مرزا قادیانی عقل و خرد سے عاری تھا:

مرزا کے متعلق قادیانیوں کو فیصلہ کرتے وقت دقت کا سامنا کرنا پڑے لیکن آئیں ہم ان کی مشکل آسان کر دیتے ہیں۔ ہماری دانست اور تحقیق کے مطابق مرزا قادیانی ڈل دماغ، عقل و خرد سے عاری پاگل و بے وقوف آدمی تھا۔ مرزائی حضرات اسے کوئی جذباتی فیصلہ یا مخالفانہ جذبہ پر محمول نہ کریں۔ ایسے ہم اس حقیقت کو بھی قادیانیوں کی بنیادی کتب سے ثابت کر دکھاتے ہیں۔ ممکن ہے کسی کوراء ہدایت نصیب ہو جائے۔ مرزا کہتا ہے!

”وہ لڑکی جو میرے ساتھ پیدا ہوئی اسکا نام جنت تھا۔“ (تزیان القلوب ص ۳۵۱)

اگر وہ لڑکی جنت تھی اسکا متضاد دوزخ ہی ہوگا جو اس لڑکی کیساتھ پیدا ہوا تھا۔ مرزا قادیانی کے ہاں پانچ اور پچاس کا جو بے وقوفانہ فرق ہے وہ ملاحظہ ہو!

مرزا نے دور آغاز میں خود کو ایک تبصر عالم اور محقق اسلام باور کرانے کیلئے یہ اعلان کر دیا کہ وہ عیسائیت، ہندومت، اور آریہ سماج کے خلاف ایک کتاب لکھے گا جو پچاس جلدوں پر مشتمل ہوگی انہیں مذکورہ ادیان باطلہ کی تردید اور دین حق اسلام کی پرزور حمایت تاہید ہوگی لہذا اہل اسلام مختصر حضرات اسکی نشر و اشاعت کیلئے دل کھول کر تعاون پیش کریں۔ یہ اعلان سننے ہی مسلمانوں نے پچاس جلدوں کی طاعت کی رقم بھیج دی۔ اب مرزا قادیانی نے براہین احمدیہ کے نام سے کتاب کا آغاز کر دیا۔ اسکی پانچ جلدیں مکمل کر کے اعلان کر دیا کہ پچاس جلدوں کا وعدہ پورا ہو چکا ہے۔۔۔۔۔ وہ کیسے؟ مرزا کی زبانی سنئے!

”پہلے پچاس حصے لکھنے کا ارادہ تھا مگر پچاس سے پانچ پر اکتفا کیا گیا اور چونکہ پچاس اور پانچ کے عدد میں صرف ایک نقطہ کا فرق ہے اس لیے پانچ حصوں سے وہ وعدہ پورا ہو گیا۔“ (براہین احمدیہ ص ۷/۵ دبیچہ)

مرزا قادیانی کے پاس جو فرشتہ آتا تھا ذرا اسکی حقیقت بھی دیکھیے۔ لکھتا ہے!

”۵ مارچ ۱۹۰۵ء کو میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک شخص جو فرشتہ معلوم ہوتا تھا میرے سامنے آیا اور اس نے بہت سا روپیہ میرے دامن میں ڈال دیا۔ میں نے اسکا نام پوچھا اسنے کہا! نام کچھ نہیں۔ میں نے کہا! آخر کچھ تو نام ہوگا۔ اسنے کہا میرا نام ہے ٹپٹی ٹپٹی۔ پنجابی زبان میں وقت مقررہ کو کہتے ہیں یعنی عین ضرورت کے وقت پر آنے والا تب میری آنکھ کھل گئی۔“ (حقیقۃ الوحی ص ۳۳۲)

ملاحظہ فرمایا آپنے:- قادیانی کے ہاں فرشتہ کے نزول کا تصور کیا ہے۔ مسلمانوں کے نبیوں پر تو وہ وحی اور احکامات خداوندی لاتا ہے اور یہاں بہت سا روپیہ۔ اصلی اور جعلی فرق نمایاں ہے۔

زرا مرزا کے کھانے کا انداز ملاحظہ ہو!

”کھانا کھاتے ہوئے روٹی کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے کرتے جاتے تھے، کچھ کھاتے تھے کچھ چھوڑ دیتے تھے۔ کھانے کے بعد آپ کے سامنے بہت سے ریزے اٹھتے تھے۔“ (سیرت المہدی ص ۱/۵۱)

جس آدمی کو کھانے کا طریقہ بھی نہ آتا ہو وہ ہوش مند انسان بھی کہلانے کے لائق نہیں۔ مرزا جی ٹانک وائٹ بھی نوش فرماتے تھے۔ یہ ایک دلائلی شراب ہے جو قیام پاکستان سے قبل اسی پلومرکی دوکان بالقابل ہائی کورٹ لاہور کارنر سے دستیاب ہوتی تھی۔ مرزانے اپنے خادم حکیم محمد حسین قریشی کو خط لکھا!

”نحی اخویم حکیم محمد حسین صاحب سہ اللہ تعالیٰ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

اس وقت میاں یار محمد بھیجا جاتا ہے۔ آپ اشیاء خوردنی خود خریدیں اور ایک بوتل ”ٹانک وائٹ“ کی پلومرکی دوکان سے خریدیں مگر ٹانک وائٹ چاہیے اسکا لحاظ رہے باقی خیریت ہے۔ والسلام۔

مرزا غلام احمد عفی عنہ

(خطوط امام بنام غلام ص ۱۵ از حکیم محمد حسین قریشی قادیانی)

جو آدمی بطور مشروب شراب کا عادی ہوا سکے ہوش و حواس کا اندازہ لگانا مشکل نہیں۔ قادیانی دجال کی سیرت کا ایک اور نقشہ

ملاحظہ فرمائیں!

مرزا قادیانی کا بیٹا بشیر احمد لکھتا ہے!

”آپ معمولی نقدی وغیرہ اپنے رومال میں جو بڑے سائز کا ملل کا بنا ہوا ہوتا تھا باندھ لیا کرتے تھے اور رومال کا دوسرا کنارہ واسکٹ کیساتھ سلوا لیتے یا کاج میں بندھوا لیتے تھے، اور چایاں ازار بند کیساتھ باندھتے تھے جو بوجھ سے بعض اوقات لنگ آتا تھا۔ اور والدہ صاحبہ بیان فرماتی ہیں کہ حضرت مسیح موعود (مرزا قادیانی) عموماً ریشمی ازار بند استعمال فرماتے تھے۔ کیونکہ آپکو پیشاپ جلدی جلدی آتا تھا اسلیے ریشمی ازار بند رکھتے تھے تاکہ کھلنے میں آسانی ہو اور گرہ بھی پڑ جاوے تو کھولنے میں دقت نہ ہو۔ سوئی ازار بند میں آپ سے بعض وقت گرہ پڑ جاتی تھی تو آپ کو بڑی تکلیف ہوتی تھی۔“ (سیرت المہدی ص ۱۵۵)

اقتباس بلا تبصرہ ہے۔ بس اسے ایک دوبار مزید پڑھ لیں۔

مرزا قادیانی اسلامی پردے کا بھی زبردست مخالف اور نمرید بھی تھا۔ مرزا بشیر احمد لکھتا ہے!

”بیان کیا حضرت مولوی نور الدین صاحب خلیفہ اول نے کہ ایک دفعہ حضرت مسیح موعود (مرزا قادیانی) کسی سفر میں تھے شیخین پر پہنچے تو ابھی گاڑی آنے میں دیر تھی آپ بیوی صاحبہ کیساتھ شیخین کے پلیٹ فارم پر ٹھہرنے لگ گئے۔ یہ دیکھ کر مولوی عبدالکریم صاحب جن کی طبیعت غیور اور جوشیلی تھی میرے پاس آئے اور کہنے لگے کہ بہت لوگ اور پھر غیر لوگ ادھر ادھر پھرتے ہیں آپ حضرت صاحب سے عرض کریں کہ بیوی صاحبہ کو کہیں الگ بٹھا دیا جاوے۔ مولوی صاحب فرماتے تھے کہ میں نے کہا میں تو نہیں کہتا آپ کہہ کر دیکھ لیں ناچار مولوی عبدالکریم صاحب خود حضرت صاحب کے پاس گئے اور کہا کہ حضور لوگ بہت ہیں بیوی صاحبہ کو الگ ایک جگہ بٹھا دیں۔ حضرت نے فرمایا! جاؤ جی میں ایسے پردے کا قائل نہیں ہوں۔ مولوی صاحب فرماتے تھے کہ اسکے بعد مولوی عبدالکریم صاحب سر نیچے ڈالے میری طرف آئے۔ میں نے کہا مولوی صاحب جواب لے آئے ہو؟“ (سیرت المہدی ص ۱۶۳)

اس اقتباس میں مرزا بشیر الدین نے لکھا ہے کہ مولوی عبدالکریم کی طبیعت غیور تھی لیکن ظاہر ہے کہ مرزا قادیانی کی

طبیعت میں غیرت نام کی کوئی چیز نہ تھی ورنہ وہ مولوی عبدالکریم کی۔۔۔ بات کو ضرور قبول کر لیتا۔

مرزا قادیانی کے جوتا پہننے کا انداز بھی دیکھنے کے قابل ہے۔ مرزا بشیر لکھتا ہے!

”ایک دفعہ کوئی شخص آپ کیلئے گرگاہی (جوتا) لے آیا آپ نے پہن لی مگر اسکے لئے سیدھے پاؤں کا آپ کو پتہ نہیں لگتا تھا۔ کئی دفعہ الٹی پہن لیتے تھے اور پھر تکلیف ہوتی تھی۔ بعض دفعہ آپ کا اُلٹا پاؤں پڑ جاتا تو تنگ ہو کر فرماتے انکی کوئی چیز بھی اچھی نہیں ہے۔ والدہ صاحبہ نے فرمایا کہ میں نے آپ کی سہولت کے واسطے اُلٹے سیدھے پاؤں کی شناخت کیلئے نشان لگا دیئے تھے مگر باوجود اسکے آپ اُلٹا سیدھا پہن لیتے تھے۔“ (سیرت المہدی ص ۱۶۷)

ایمان داری سے بتائیے! آپ کا دل ایسے شخص کے متعلق کیا رائے دیتا ہے؟

مرزا قادیانی کے پاس ایک جیبی گھڑی بھی تھی۔ ذرا اسکی کہانی بھی سنئے۔ بشیر لکھتا ہے!

”ایک دفعہ کسی شخص نے حضرت صاحب کو ایک جیبی گھڑی تحفہ میں دی۔ حضرت صاحب اسکو رومال میں باندھ کر جیب میں رکھتے تھے۔ زنجیر نہیں لگاتے تھے۔ اور جب وقت دیکھنا ہوتا تو گھڑی نکال کر ایک بند سے یعنی عدد سے گن کر وقت کا پتہ لگاتے تھے۔ اور انگلی رکھ کر ہند سے گنتے تھے اور منہ سے بھی گنتے جاتے تھے اور گھڑی دیکھتے ہی وقت نہ پہچان سکتے تھے۔“ (سیرت المہدی ص ۱۸۰)

آپ عملی طور پر یہ انداز اپنا کر دیکھ لیں۔ آپکو یقین ہو جائے گا کہ مرزا۔۔۔ ہے۔

مرزا قادیانی کے اوائل عمر کا واقعہ ہے کہ اس نے روٹی کیساتھ کچھ کھانے کو مانگا والدہ نے کہا کہ یہ لے آؤ شاید گڑ بتایا۔ اس نے کہا یہ میں نہیں لیتا۔ والدہ نے کوئی چیز بتائی اسکے متعلق بھی یہی جواب دیا۔ اسکی والدہ کسی بات پر ناراض بیٹھی تھی۔ سختی سے کہنے لگی جاؤ پھر راکھ سے روٹی کھا لو۔ مرزا صاحب اٹھے اور روٹی کو راکھ پر ڈال کر کھانے کیلئے بیٹھ گئے۔“ (سیرت المہدی ص ۲۳۵/۱) ملاحظہ فرمائیں! مرزائیوں کے نبی اور مہدی کی شان جلیل۔

مرزا قادیانی کی ناپاک سیرت کا ایک تھوڑا سا نمونہ دیکھ کر بتائیں کہ ہم نے قادیانی کو پاگل کہہ کر کوئی زیادتی تو نہیں کی؟

مرزا بشیر الدین لکھتا ہے!

” (مرزا قادیانی) اپنی جسمانی عادات میں ایسے تھے کہ بعض دفعہ جب جراب پہنتے تھے تو بے توجہی کے عالم میں اسکی ایڑی پاؤں کے تلے کی طرف نہیں بلکہ اوپر کی طرف ہو جاتی تھی اور بار بار ایک کاج کا بن دوسرے کاج میں لگا ہوا ہوتا تھا اور بعض اوقات کوئی دوست گرگاہی حد یہ لاتا تو آپ بسا اوقات دایاں پاؤں بائیں میں ڈال لیتے تھے اور بایاں دائیں

میں۔ اسی طرح کھانا کھاتے کوئی کنکر وغیرہ کا ریزہ دانت کے نیچے آ جاتا۔“ (سیرت المہدی ص ۲/۵۸)

کپڑوں کی احتیاط کا یہ عالم تھا کہ کوٹ، صدری، ٹوپی، عمامہ رات کو اتار کر نکیہ کے نیچے ہی رکھ لینے اور رات بھر تمام کپڑے جنہیں محتاط لوگ شکن اور میل سے بچانے کو الگ جگہ کھوٹی پہ ناگ دیتے ہیں وہ بستر پر سر اور جسم کے نیچے ملے جاتے اور صبح کو انکی ایسی حالت ہو جاتی کہ اگر کوئی فیشن کا دلدادہ اور سلٹوٹ کا دشمن انکو دیکھ لے تو اپنا سر پیٹ لے۔“ (سیرت المہدی ص ۲/۱۲۸)

مرزا قادیانی کا پاگل پن ملاحظہ ہو! اگر اس نے کسی پر لعنت کرنی ہوتی تو بجائے یہ کہنے کے کہ تجھ پر سو بار یا ہزار بار لعنت ہو۔ اسکا طریقہ تھا کہ وہ ایک سے لیکر ہزار تک کے نمبر لگا کر اس پر لعنت کرتا۔ مثلاً ایک لعنت، دو لعنت۔۔۔ تا ہزار لعنت۔ حوالہ دیکھیں (نورالحق ص ۱۵۸ء ۱۶۲) تک اس نے ہزار لعنت کا وعدہ پورا کیا ہے۔ اور (ازالہ اوہام ص ۲/۳۵۶) پر لکھا ہے! ”لعنت بازی صدیقیوں کا کام نہیں۔“ مرزا کے اسی فتوے کی روشنی میں معلوم کر لیں کہ مرزا کون تھا؟

مرزا قادیانی کے جھوٹ:

آخر میں مرزا قادیانی کے چند جھوٹ ملاحظہ ہوں!

(۱) قرآن کے نصف میں یہ آیت ہے۔ ”انا انزلناہ قریباً من القادیان“ (ازالہ اوہام ص ۱/۳۳)

(۲) قرآن میں تین شہروں کے نام ہیں۔ مکہ، مدینہ اور قادیان۔ (ایضاً ص ۱/۳۳)

(۳) بخاری شریف میں ہے کہ خاص خلیفہ کی نسبت آمنہ آئے گی ”ہو خلیفۃ اللہ المہدی“ (شہادۃ القرآن ص ۱۴)

(۴) مرزا نے پہلے کہا کہ میں نے فضل احمد اور گل علی شاہ نامی دو استادوں سے پڑھا۔ (کتاب البریہ

ص ۱۶۳، ۱۶۴ حاشیہ)

جبکہ ایام الصبح ص ۱۴۷ پر کہتا ہے میرا کوئی استاد نہیں ہے۔

(۵) اللہ نے فرمایا! ”یا ایہا الذین امنوا ان تتقوا اللہ يجعل لکم فرقاناً و يجعل لکم نور ممشون بہ“ (دافع

الوساوس ص ۱۷۷)

جھوٹا کون ہے؟:

اب مرزا قادیانی سے معلوم کریں کہ جھوٹا کون ہوتا ہے؟

(۱) جب ایک بات میں کوئی جھوٹا ثابت ہو جائے تو پھر دوسری باتوں میں بھی اس پر اعتبار نہیں رہتا۔ (چشمہ معرفت ص ۲۲۲)

(۲) محض ہنسی کے طور پر بھی جو جھوٹ بولتا ہے وہ اس نجاست کے کیڑے کی طرح ہے جو نجاست میں ہی پیدا ہوتا ہے اور نجاست میں ہی مر جاتا ہے۔ (ضمیمہ تحفہ گولڑویہ ص ۲۰)

(۳) جھوٹ بولنا مرد ہونے سے کم نہیں۔ (ایضاً) اب بولے مرزا کون ہے؟

مرزا قادیانی بقلم خود:

آئیے مرزا قادیانی سے ہی پوچھ لیتے ہیں کہ وہ خود کو کیا سمجھتا ہے!

۔ کرم خاکی ہوں میرے پیارے نہ آدم زاد ہوں

ہوں بشر کی جائے نفرت اور انسانوں کی عار (درمبین ص ۱۱۶)

☆☆☆☆

☆☆☆☆

☆☆☆☆



کذاب قادیان

صادق علی زاہد

تعلیمات اسلام کا خلاصہ انسانیت کی اصلاح ہی تو ہے۔ نبی آخر الزماں ﷺ کا ارشاد گرامی قدر ہے کہ میں مکارم اخلاق کی تکمیل کے لیے مبعوث کیا گیا ہوں۔ جب آپ ﷺ نے کفار مکہ کے سامنے اسلام کی تبلیغ شروع کی تو آپ ﷺ نے اپنی ذات ستودہ صفات کو بطور کسوٹی پیش کیا کہ میں عرصہ چالیس برس سے آپ میں زندگی گزار رہا ہوں کیا کبھی آپ کے سامنے میں نے جھوٹ بولا ہے۔ اس پر بیک زبان سب کفار نے گواہی دی کہ نہیں آپ نے کبھی جھوٹ نہیں بولا۔ اسی طرح شاہ روم کے دربار میں بھی حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ (جو کہ ہنوز مسلمان نہیں ہوئے تھے بلکہ اسلام کے سخت مخالف تھے) نے بھی آپ ﷺ کی صداقت کی گواہی دی۔ نبی اکرم ﷺ کے فرمان عالی شان کا خلاصہ ہے کہ مومن سے کئی گنا ہرزاد ہو سکتے ہیں لیکن وہ جھوٹ نہیں بولے گا منافق کی نشانیاں بیان فرماتے ہوئے آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ! جب بات کرے گا تو جھوٹ بولے گا۔ الغرض جھوٹ ایک ایسی اخلاقی بیماری ہے جو کہ تمام اخلاقی و روحانی بیماریوں کی جڑ ہے اور مومن اور جھوٹ کا کوئی ناظر نہیں ہو سکتا۔

مرزا قادیانی کی سب تحریریں مرتق کذب ہیں۔ میں اپنے مطالعہ کی روشنی میں بیابانگ دہلی یہ دعویٰ کرتا ہوں کہ کوئی قادیانی مرزا قادیانی کی کوئی ایسی تحریر پیش نہیں کر سکتا جس میں جھوٹ کی آمیزش نہ ہو۔ مرزا قادیانی اپنی منافقت کے ہاتھوں مجبور ہو کر بلا وجہ عادتاً جھوٹ بولتا تھا۔ یعنی جس جگہ جھوٹ کی ضرورت بھی نہ ہو اس جگہ بھی محض خبث باطن کے اظہار کی غرض سے جھوٹ بولتا تھا۔

قادیانی حضرات سے کئی دفعہ اسکے مذہب کے باطل ہونے پر گفتگو ہوئی۔ ہر قادیانی نے یہ کوشش کی کہ حیات عیسیٰ و وفات عیسیٰ علیہ السلام اور ختم نبوت جیسے علمی نکات پر بحث نہ ہو۔ لیکن میری ہمیشہ کوشش رہی ہے بلکہ معمول ہے کہ مرزا قادیانی کے کردار پر بحث ہو۔ کیونکہ اول الذکر دونوں عنوان علمی ہیں اور عوام الناس انکی موشگافیوں سے آگاہ نہ ہونے کی وجہ سے اچھی طرح سمجھ نہیں سکتے جبکہ آخر الذکر عنوان ایک عام فہم اور سادہ سا ہے۔ جس کی معمولی سمجھ بوجھ والے انسان کو بھی بخوبی سمجھ آ جاتی ہے۔ لیکن قادیانیوں کی اس عنوان پر گفتگو کرنے سے جان جاتی ہے۔ کوئی بھی قادیانی مروتو سکتا ہے لیکن مرزا قادیانی کے کردار پر بحث نہیں کر سکتا کیونکہ انھیں معلوم ہے کہ درحقیقت اسکے نام نہاد نبی کا کردار انتہائی گھٹیا تھا۔ زیر نظر سطور میں

نے مرزا قادیانی کے چند ایسے جھوٹ جمع کیے ہیں جو کہ عام فہم ہیں اور ہر کسی کی سمجھ میں آنے والے ہیں۔ میرا قادیانیوں کو چیلنج ہے کہ کوئی بھی حوالہ غلط ثابت کر دیں تو فی حوالہ ایک ہزار روپے نقد انعام حاصل کریں۔ الحمد للہ پوری دینداری سے مرزا قادیانی کی اصل کتب کا مطالعہ کرنے کے بعد اور سیاق و سباق دیکھ کر تحریر کر رہا ہوں۔ کوئی قادیانی ان حوالہ جات کو غلط ثابت کرنے کی جرأت نہیں کر سکے گا۔

مرزا قادیانی کے جھوٹ تحریر کرنے سے قبل جھوٹ کی غسٹ کے بارے میں چند اقوال خود اسکے تحریر کر رہا ہوں تاکہ قرآن و سنت کے علاوہ اسکے اپنے معیار پر بھی اسکو پرکھا جاسکے۔

۱۔ جھوٹ بولنا مرد ہونے سے کم نہیں۔ (ضمیمہ تحفہ گولڑ دیہہ حاشیہ ص ۲۰)

۲۔ وہ کنجر جو ولد الزنا کہلاتے ہیں وہ بھی جھوٹ بولتے ہوئے نہیں شرماتے ہیں۔ (شخص حق ص ۶۰، روحانی خزائن ج ۲ ص ۲۸۶)

۳۔ جھوٹ بولنے سے بدتر دنیا میں کوئی برا کام نہیں۔ (حقیقۃ الوحی ص ۳۵۹، روحانی خزائن ج ۲۲ ص ۳۵۹)

۴۔ جھوٹ بولنا اور گوہ (پاخانہ) کھانا ایک برابر ہے۔ (حقیقۃ الوحی ص ۲۱۵، روحانی خزائن ج ۲۲ ص ۳۵۹)

۵۔ جھوٹ کے مردار کو کسی طرح نہ چھوڑنا یہ کتنوں کا طریق ہے تاکہ انسان کا۔ (انجام آختم ص ۴۳، روحانی خزائن ج ۱۱ ص ۴۳)

۶۔ غلط بیانی اور بہتان ترازی راست بازوں کا کام نہیں بلکہ نہایت شریر اور بدذات آدمیوں کا کام ہے۔ (آریہ دھرم ص ۱۳، روحانی خزائن ج ۱ ص ۱۳)

۷۔ ظاہر ہے کہ ایک دل سے دو متناقض باتیں نہیں کھل سکتیں کیونکہ ایسے طریق سے یا انسان پاگل کہلاتا ہے یا منافق۔ (ست بچن ص ۱۳)

۸۔ ظاہر ہے کہ جب ایک بات میں کوئی جھوٹا ثابت ہو جائے تو پھر دوسری باتوں میں بھی اس پر اعتبار نہیں رہتا۔ (چشمہ معرفت ص ۲۳۱، روحانی خزائن ج ۲۳ ص ۲۳۱)

۹۔ تکلف سے جھوٹ بولنا گوہ (گندگی، پاخانہ) کھانا ہے۔ (ضمیمہ انجام آختم ص ۳۳۳، روحانی خزائن ج ۱۱ ص ۳۳۳)

۱۰۔ خدا پر جھوٹ بولنے سے کوئی گناہ بدتر نہیں۔ (ترویاق القلوب ج ۱۵ ص ۳۶۷، ۳۹۵)

جھوٹ کی برائی سے متعلق یہ دس ”اقوال قادیانی“ ملاحظہ کرنے کے بعد اب ملاحظہ فرمائیں کہ اتنی مذمت کرنے کے باوجود مرزا قادیانی جھوٹ بولنے میں کس قدر بے باک تھا۔

جھوٹ ۱: مرزا قادیانی اپنی کتاب حقیقۃ الوحی ص ۸۴ (روحانی خزائن ج ۲۲ ص ۸۷) پر لکھتا ہے کہ!

”قرآن شریف خدا کی کلام اور میرے منہ کی باتیں ہیں“

یقیناً قرآن مجید اللہ تعالیٰ کی کلام ہے۔ اس میں شک کرنے والا کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہے۔ لیکن مرزا قادیانی اسے اپنے منہ کی باتیں بتا رہا ہے۔ اس طرح جھوٹ صاف ظاہر ہے۔ کیونکہ اگر قرآن پاک کو مرزا قادیانی کے منہ کی باتیں تسلیم کر لیا جائے تو یہ خدا کی کلام نہیں ہو سکتی۔ قرآن ذی شان پر یہی اعتراض تو مشرکین مکہ نے کیا تھا۔ کہ یہ کسی انسان کا کلام ہے جسکے جواب میں ارشاد فرمایا ہوا۔ فاتوا بسورۃ یس ونبیلہ وادعو شہدا کم ان کنتم صدقین (البقرہ) کہ اگر تمہارے قول کے مطابق قرآن حکیم کسی انسانی تخیل کا نتیجہ ہے تو سب معترضین مل کر اس جیسی کوئی ایک سورۃ تو بنا کر لاؤ لیکن آج تک کوئی بھی انسان اس چیلنج کو قبول نہ کر سکا۔ البتہ عہد نبوی میں دعویٰ رسالت کرنے والے مسلمانوں نے سورۃ الفیل کی طرز پر ایک سورۃ بنانے کی بے ہودہ کوشش کی تھی لیکن غائب و خاسر رہا۔ اسکے بعد آج کے دور میں اسکے حقیقی چالشین مرزا قادیانی نے یہ جسارت کی ہے کہ قرآن حکیم میرے منہ کی باتیں ہیں تک لکھ گیا۔ کیا اتنی بڑی گستاخی کرنے والا انسان کسی خدائی انعام کا حقدار ہو سکتا ہے۔ یہ مرزا قادیانی کا صریح جھوٹ اور قرآن مجید پر الزام ہے اور قرآن مجید کے بارے میں شکوک و شبہات کا دروازہ کھولنے کی ابتدا ہے۔ کفار کے سامنے جب قرآن مجید کو بطور کلام الہی پیش کیا جائے گا تو وہ فوراً اعتراض کریں گے کہ نہ بھائی یہ تو ہندوستان کی ناپاک خاک کے خیر مرزا قادیانی کے منہ کی باتیں ہیں۔ یہ کلام الہی ہرگز نہیں۔ اے قادیانیوں اسکا جواب تمہارے پاس کیا ہے؟

جھوٹ ۲: قرآن ذی شان کے بارے میں ہی مرزا قادیانی نے اپنی کتاب ازالہ اوہام ص ۲۸ (روحانی خزائن ج ۳ ص ۴۹۰ حاشیہ) پر لکھا ہے کہ!

”اس عظیم و حکیم کا قرآن شریف میں بیان فرمانا کہ ۱۸۵۷ء میں میرا کلام آسمان پر اٹھالیا جائے گا۔ یہی معنی رکھتا ہے کہ مسلمان اس پر عمل نہیں کریں گے۔“

قرآن ذیشان ہر مسلمان گھرانے کی زینت ہے قادیانیوں نے اپنے طور پر اپنے نبی کے اقوال کے مطابق اپنے زیر استعمال اور اپنے مذہب کی تبلیغ کے سلسلہ میں شائع کئے جانے والے قرآنی نسخوں میں کئی جگہ لفظی و معنوی تحریفیں کی ہیں۔ لیکن اس کے باوجود کوئی قادیانی قرآن مجید میں ایسی آیت دکھا دے جسکا ترجمہ مرزا قادیانی نے یہ کیا ہے کہ ۱۸۵۷ء میں قرآن شریف اٹھالیا جائے گا۔ یہ قادیانی نبی کا گھٹلا گھٹلا جھوٹ اور قرآن پاک پر بہتان عظیم ہے ساتھ ہی ساتھ اللہ وحدہ لا شریک کی ذات والا صفات پر بھی افتراء کرنے کی ناپاک جسارت کی گئی ہے۔

جھوٹ ۳: اپنی اہمیت بیان کرتے ہوئے (اربعین نمبر ص ۱۳، روحانی خزائن ج ۷ ص ۴۴۲) پر تحریر کیا ہے کہ!

”اے عزیزِ دتم نے وہ وقت پایا ہے جسکی بشارت تمام نبیوں نے دی ہے اور اس شخص کو تم نے دیکھ لیا ہے جس کے دیکھنے کے لیے بہت سے پیغمبروں نے بھی خواہش کی تھی۔“

حضرت خاتم النبیین ﷺ کے بارے میں تو اللہ تعالیٰ نے انبیاء عظام سے وعدہ لیا تھا کہ اگر آپ کے زمانہ میں میں اس جلیل القدر رسول کو مبعوث فرما دوں تو تم اسکی اتباع کرو گے اور اسکی مدد و نصرت کرو گے اسی بنا پر تمام انبیاء و رسل حضور ﷺ کی امت میں داخل ہونے اور آپ کی زیارت کرنے کی خواہش کرتے رہے۔ لیکن مرزا قادیانی اپنے رسوائی و جل سے کام لیتے ہوئے لکھ رہا ہے کہ میری بشارت تمام انبیاء دیتے رہے اور مجھے دیکھنے کی خواہش کرتے رہے۔ یہ مرزا قادیانی کا صریح جھوٹ ہے اگر کسی قادیانی میں ہمت ہے تو قرآن و حدیث سے اسکا ثبوت مہیا کرے۔ البتہ نبی اکرم ﷺ کی واضح اور صحیح حدیث مبارک موجود ہے جس میں جھوٹے دجالوں کی نسبت پیش گوئی فرمائی گئی ہے اور امت کو ان سے محفوظ رہنے کی تلقین کی گئی ہے۔ یہ حدیث مرزا قادیانی پر سو فیصد درست آتی ہے۔

جھوٹ ۴: امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی علیہ الرحمہ کے مکتوبات کے حوالہ سے آپ پر افترا باندھتے ہوئے مرزا قادیانی نے (حقیقۃ الوحی ص ۳۹۰، روحانی خزائن ج ۲۲ ص ۴۰۶) پر لکھا ہے!

”مجدد صاحب سرہندی نے اپنے مکتوبات میں لکھا ہے کہ اگرچہ اس امت کے بعض افراد مکالمہ و مخاطبہ الہیہ سے مخصوص ہیں۔ اور قیامت تک مخصوص رہیں گے۔ لیکن جس شخص کو بکثرت اس مکالمہ و مخاطبہ الہیہ سے مشرف کیا جائے گا اور بکثرت امور غیبیہ اس پر ظاہر کیے جائیں وہ شخص نبی کہلاتا ہے۔“

حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ کے مکتوبات شریفہ علم و عرفان کے خزینہ ہیں۔ مرزا قادیانی میں اتنی لیاقت ہی نہ تھی کہ وہ ان انمول خزینوں تک رسائی حاصل کر سکتا۔ مکتوبات شریفہ میں کثرت امور غیبیہ کے حامل شخص کے لیے ”محدث“ کا لفظ تحریر کیا گیا ہے جسکا اقرار مرزا قادیانی اس وقت تک کرتا رہا جب تک بزرگ خود اسے محدث ہو نیکا دعویٰ تھا۔ مثلاً ازالہ اوہام ص ۹۱۵، تحفہ بغداد ص ۲۱۰، ۲۰ پر اسی حوالہ کو بطور محدث لکھا ہے لیکن جب نبی بیضا تو اسی حوالہ کو برائے ثبوت گھڑ لیا۔ تمام قادیانی اپنی ایڑی چوٹی کا زور لگالیں۔ مکتوبات شریفہ میں ایسا کوئی حوالہ نہ دکھاسکیں گے۔ یہ محض مرزا قادیانی کا جھوٹ و دجل ہے۔ جھوٹ ۵: (تحفۃ الندوہ ص ۵، روحانی خزائن ج ۱۹ ص ۹۸) پر لکھتا ہے کہ!

”اگر قرآن نے میرا نام ابن مریم نہیں رکھا تو میں جھوٹا ہوں۔“

جھوٹ بولتے بولتے قادیانی ضمیر اس قدر حد سے گزر گیا ہے کہ انسانیت کی حدیں بھلا بگ گیا۔ پورے قرآن مجید کا اول تا آخر مطالعہ کر لیں کسی جگہ مرزا قادیانی کیلئے ابن مریم لکھا ہوا نہ ملے گا۔ البتہ اس قسم کے دجالوں اور دھوکہ بازوں کیلئے عذاب الیم کی وارننگ تو قرآن مجید میں جا بجا موجود ہے۔ اے قادیانیوں ہوش کے ناخن لو اور ایسے کذاب پرتین حرف بھیج کر دامن اسلام میں آ جاؤ۔

جھوٹ ۶: تمام انبیاء کرام علیہم السلام کی نسبت جھوٹ بولتے ہوئے ضمیمہ برائین احمد یہ حصہ پنجم صفحہ ۸۶ روحانی خزائن جلد ۲۱ صفحہ ۲۴۷ میں لکھا ہے!

”کوئی نبی دنیا ایسا نہیں گزرا جس نے اپنی پیش گوئی کے معنی کرنے میں کبھی غلطی نہ کھائی ہو۔“

ہر مسلمان کا یہ عقیدہ ہے کہ انبیاء معصوم عن الخطاء ہوتے ہیں۔ خطاء ان سے سرزد ہو ہی نہیں سکتی مرزا قادیانی اللہ تعالیٰ عزوجل پر افتراء باندھنے میں اتنا بے باک ہو چکا تھا کہ جو منہ آتا اول قول بولتا رہتا اور عوام الناس سے خدمت دین کے نام پر اکٹھی کی ہوئی دولت کو اپنی اول قول یا وہ گویوں کی تشہیر پر ضائع کرتا رہتا تھا جب یہ یادہ گویاں جن کو مرزا قادیانی اپنی پیشگوئیوں کا نام دیتا تھا جھوٹی ثابت ہوتیں تو بجائے اسکے کہ نام ہو کر تو بہ کر لیتا بلکہ تمام انبیاء کرام کو اپنی طرح نعوذ باللہ غبی سمجھتے ہوئے لکھ ڈالا کہ تمام انبیاء کرام سے پیشگوئیوں کے بارے میں غلطیاں ہوتیں اگر مجھ سے ہو گئی تو کیا حرج ہوا۔ قادیانی گروہ کو چاہیے کہ ایسے بے ہودہ انسان کا پیچھا چھوڑ کر دامن اسلام میں پناہ لیں۔

جھوٹ ۷: مرزا قادیانی کی یہ یہودہ عادت تھی بلکہ اب بھی مرزائی۔۔۔ اس قبیح فعل کے مرتکب ہیں کہ اپنے اندر جو کوئی خالی نظر آئے فوراً نبی اکرم ﷺ کی ذات ستودہ صفات پر الزام لگا دیتے ہیں کہ اس طرح کا فعل تو (نعوذ باللہ من ذالک) نبی اکرم ﷺ سے بھی سرزد ہو گیا تھا۔ جب مرزا قادیانی کی بے شمار پیشگوئیاں جیسے وہ پیشگوئیوں کا نام دیتا تھا جھوٹی ثابت ہو گئیں تو اپنی خفت مٹانے کے لیے لکھ دیا!

”بعض پیشگوئیوں کی نسبت آنحضرت ﷺ نے خود اقرار کیا ہے کہ میں نے انکی اصلیت سمجھنے میں غلطی کھائی ہے“

یہ الزام بازی اس نے اپنی کتاب (ازالہ اوہام صفحہ ۴۰۰، روحانی خزائن ج ۳ صفحہ ۳۰۷) پر کی ہے۔

دیکھیں سورۃ نجم میں اللہ تعالیٰ نبی آخر الزماں ﷺ کی شان بیان فرماتے ہیں!

وَمَا يَنْطَلِقُ عَنِ الْهَوَىٰ ۖ إِنْ يَخُوضُ

يُؤْخَذُ لَا (الانجم آیت ۴، ۳)

ہے۔

آپ ﷺ تو وحی کے بغیر اپنے ہونٹ مبارک ہی نہیں کھولتے۔ تو جو ہستی اللہ کی وحی کے بغیر کلام ہی نہ کرے اس سے غلطی کس طرح ہو سکتی ہے؟۔ یہ مرزا قادیانی کا نہ صرف حضور خاتم النبیین ﷺ کی ذات والا صفات پر جھوٹ ہے بلکہ اس نے خدائے وحدہ لا شریک کو بھی معاف نہیں کیا۔ میری پوری قادیانی ذریعہ البغایا کو چیلنج ہے کہ اس عنوان کی کوئی ایک صحیح حدیث پیش کریں یا اپنے کا ذب گروہ کی مکروہ پٹاری پر تین حرف بھیج کر مسلمان ہو جائیں۔

جھوٹ ۸: انگریز کے اشارے پر جب مرزا قادیانی نے مسلمانوں کو گمراہ کرنے اور جہاد سے برگزشتہ کرنے کی مہم کا آغاز کیا تو

اس نے بڑے زور شور سے اعلان کیا کہ!

”پچاس جلدوں پر مشتمل ایک ایسی کتاب تحریر کرنے والا ہوں جس میں حقانیت اسلام کے تین سو ایسے محکم ہوں گے کہ جن میں سے کوئی غیر مسلم کسی ایک دلیل کا بھی جواب نہ دے سکے گا“

لوگوں نے اس کتاب کی اشاعت کی غرض سے اندھا دھند چندہ اکٹھا کیا جس سے قادیانی مالی طور پر کافی مضبوط ہو گیا۔ لیکن پچاس جلدوں کے بیٹھگی پیسے بٹورنے کے باوجود عمر بھر پچاس جلدوں پر مشتمل کوئی ایسی کتاب تحریر نہ کر سکا۔ بلکہ چار جلدوں پر مشتمل ایک کتاب تحریر کی جس کا نام ”براہین احمدیہ“ رکھا۔ اور سوائے اپنے منہ میاں مضبوط بننے کے اس کتاب میں حقانیت اسلام کی کوئی بھی دلیل نہ دی۔ جن لوگوں نے پچاس جلدوں کی بیٹھگی رقم دی تھی انکی طرف سے جب بقیہ چھپا لیس جلدوں کے مطالبے نے زور پکڑا تو پانچویں جلد بھی شائع کر دی اور دیا چھپا جس میں لکھ دیا۔

”پانچ اور پچاس میں صرف ایک نقطہ کا فرق ہے لہذا ان پانچ جلدوں کو ہی پچاس سمجھا جائے“

کیا کوئی قادیانی اس پانچ اور پچاس کے فرق کو تسلیم کر سکتا ہے۔ اس طرح ایسی ایک تحریر میں مرزا قادیانی کے کئی عیوب آشکارا ہو گئے جن کا جھوٹا ہونا اور خیانت کرنا تو اظہر من الشمس ہے اور وعدہ خلافی کا ارتکاب بھی کیا گیا ہے۔

جھوٹ ۹: براہین احمدیہ میں تین سو دلائل کا وعدہ (براہین احمدیہ جلد ۲، روحانی خزائن جلد ۱ صفحہ ۱۲۹) پر ان الفاظ میں کیا گیا ہے۔

”یہ کتاب تین سو محکم اور قوی دلائل حقیقت اسلام اور اصول اسلام پر مشتمل ہے“

نیز اسی کتاب کے صفحہ ”ب“ پر اس طرح لکھا ہے!

”ہم نے صدہا طرح کا فتور دیکھ کر کتاب براہین احمدیہ کو تالیف کیا تھا۔ اور کتاب موصوف

میں تین سو مضبوط اور محکم عقلی دلائل سے صداقت اسلام کو فی الحقیقت آفتاب سے بھی زیادہ

تر روشن دکھلایا ہے“

میری قادیانیوں سے گزارش ہے کہ اپنے نام نہاد نبی کی مذکورہ کتاب میں حقانیت اسلام کی تین سو کی بجائے صرف ۳۰ دلیلیں ہی دکھادیں۔ اور منہ مانگا انعام پائیں۔ بصورت دیگر ایسے کاذب کے چنگل سے جان چھڑالیں۔ اسی میں آخرت کی عزت ہے۔

جھوٹ ۱۰: زندگی اور موت اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔ ساری دنیا کے انسان جب تک اللہ تعالیٰ نہ چاہے کسی زندہ انسان کو مار نہیں سکتے اور مردہ کو زندہ نہیں کر سکتے۔ کیونکہ یہ دونوں صفات اللہ تعالیٰ کے پاس ہیں لیکن قادیانی کو اللہ تعالیٰ پر بھی شاید فوقیت حاصل تھی (نعوذ باللہ) چنانچہ ”خطبہ الہامیہ“ جس کی نسبت مرزا قادیانی کا دعویٰ تھا کہ اس کا ایک ایک لفظ بوی الہی لکھا گیا ہے کہ صفحہ ۵۶، روحانی خزائن جلد ۱۶ صفحہ ۵۶ پر لکھتا ہے!

واعطیت صفة الاحیاء
والافناء۔
یعنی مجھے یہ طاقت دی گئی ہے کہ میں
مردوں کو زندہ کر سکوں اور زندہ کو مار
سکوں۔

کسی مردہ کو زندہ کرنا تو بہت دور کی بات ہے البتہ کسی زندہ کو قتل کر کے بعض دنیا دار یہ گمان کر سکتے ہیں کہ اسکو فلاں نے مار دیا ہے۔ جس طرح مردہ کے سامنے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے رب کی صفت بیان کی کہ!

ربی الذی یحیی و یمیت۔
میرا رب وہ ہے جو زندہ کرتا ہے اور
مارتا ہے۔

اس پر غور دئے کہا کہ یہ صفت تو مجھ میں بھی ہے چنانچہ ایک سزائے موت کے قیدی کو آزاد کر دیا اور ایک بے گناہ کو قتل کر دیا اور بولا دیکھ یہ صفت تو میرے اندر بھی ہے۔ حالانکہ یہ سب کچھ بھی اللہ وحدہ لا شریک کی مشیت کے مطابق ہی ہو رہا تھا۔ مگر ظاہر بین کا فرج بھٹتا تھا کہ یہ میرے اختیار کی بات ہے۔ لیکن اس مرزا قادیانی سے تو یہ بھی نہ ہو سکا۔ عبد اللہ آتھم عیسائی اسلام کے خلاف بہت بدزبانی کرتا تھا کیونکہ مرزا قادیانی نے اس کے مذہب کے خلاف بدزبانی کا آغاز کیا ہوا تھا۔ مرزا قادیانی اسکی موت کی پیش گوئی داغ بیٹھا لیکن وہ محفوظ رہا پیش گوئی کی مدت ختم ہونے کی رات مرزا قادیانی سمیت اس کی ساری ذریعہ البغایا رو رو کر آتھم کی موت کی دعائیں کرتی رہی۔ پرانے کنویں میں چنے دم کر کے پھینکے گئے۔ نیز ہزار جتن کئے لیکن وہ نہ مرا۔ اسی طرح مرزا قادیانی کا کامیاب و دوسرے رقیب مرزا سلطان محمد آف پٹی مرزا قادیانی کی سوطرچ کی دھمکیوں اور بددعاؤں کے نتیجے میں بھی نہ مرا۔ ڈاکٹر عبدالکیم کی موت پر جشن منانے کے سارے قادیانی منصوبے دھرے کے دھرے رہ گئے۔ الغرض کسی کو زندہ کرنا تو بہت دور کی بات ہے۔ میرا قادیانی ذریعہ البغایا سے سوال ہے کہ کسی ایسے انسان بلکہ ذی روح کا نام بتائیں جس کو مرزا قادیانی نے مارا؟ نہیں تو اسکے جھوٹے ہونے پر مہر تصدیق ثبت کریں۔

جھوٹ ۱۱: حضرت خاتم النبیین ﷺ کے بعد نبوت ہر رنگ میں ختم ہو چکی ہے۔ مگر قادیانی عقیدہ ہے کہ نبوت جاری ہے اور قیامت تک جاری رہے گی۔ اپنے اس عقیدہ کی بنیاد اس مفروضے پر قائم کرتے ہیں کہ انبیاء سابقین کی اطاعت سے نبوت کیوں نہیں مل سکتی۔ ان عقل کے اندھوں کو یہ علم نہیں کہ جب انبیاء کا سردار تشریف لے آیا تو اب نئی نبوت کی ضرورت باقی ہی نہ رہی۔ بحر حال اپنی نام نہاد نبوت کے حق میں دلائل دیتے ہوئے مرزا قادیانی نے اخبار الحکم بابت ۲۳ نومبر ۱۹۰۲ء میں تحریر کیا کہ!

”حضرت موسیٰ علیہ السلام کی اطاعت سے انکی امت میں ہزاروں نبی آئے“

یعنی اگر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی اطاعت سے نبی آ سکتے ہیں تو حضور اکرم ﷺ کی اطاعت سے بھی انبیاء آ سکتے

ہیں۔ لیکن کیا کیا جائے جھوٹے آدمی کو یاد کب رہتا ہے کہ کل اسنے کونسی بات کی تھی اور آج کیا کہہ رہا ہے۔ ”دروغ گورا حافظ بن شد“ کے مصداق یہ تو جھوٹوں کا سردار تھا اسکی تو عقل ہی ماری ہوتی تھی۔ چنانچہ ایک اور مقام پر ھقیقۃ الوحی صفحہ ۹۷ حاشیہ، روحانی خزائن جلد ۲۲ صفحہ ۱۰۰ پر اپنے پہلے قول کے بالکل الٹ تحریر کیا ہے کہ!

”بنی اسرائیل میں اگرچہ بہت سے نبی آئے مگر انکی نبوت حضرت موسیٰ علیہ السلام کی پیروی کا نتیجہ نہ تھا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی پیروی کا اسیں ذرہ بھی دخل نہ تھا“

اب سناؤ قادیانیوں اس اکذب الکاذبین کا پہلا قول درست ہے یا دوسرا کیونکہ دونوں اقوال ایک دوسرے کی نفی کر رہے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ منافق جب تک جھوٹ نہ بولے اسے جہنم نصیب نہیں ہوتا اور یہ منافقوں کا سردار ہر وقت جھوٹ میں لتھڑا رہتا تھا۔

جھوٹ ۱۲: مرزا قادیانی شراب کا رسیا تھا اور۔۔۔ مال روڈ لاہور سے مخصوص ولائتی شراب ٹانک وائن اہتمام کے ساتھ منگوا کر شوقی مئے نوشی پورا کرتا تھا اور اپنی مئے نوشی کو سند نبوت سے ثابت کرنے کی غرض سے دافع البلاء (روحانی خزائن جلد ۱۸ صفحہ ۲۲۵) پر لکھتا ہے!

”قرآن شریف میں عیسیٰ علیہ السلام کے لیے حضور کا لفظ نہیں بولا گیا۔ کیونکہ وہ شراب پیا کرتے تھے اور قاحشہ عورتیں اور رنڈیاں اس کے سر پر عطر ملا کرتی تھیں اور اسکے بدن کو مٹھوا کرتی تھیں“ (معاذ اللہ)

اپنی شراب نوشی اور بھانوں (رنڈی) بازی کچی کرنے کی غرض سے اللہ تعالیٰ عزوجل کے ایک اولوالعزم رسول پر کتنا جھوٹ باندھ دیا ہے۔ کیا کوئی انسانی عقل سلیم یہ بات تسلیم کرتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کا خصوصی فضل یعنی نبوت اور شراب نوشی و رنڈی بازی ایک ہی شخصیت میں جمع ہو سکتے ہیں؟ نہیں ہرگز نہیں بلکہ یہ قادیانی کذاب کا شرہ آفاق جھوٹ ہے۔ جس سے دیگر قادیانیوں کے حوصلے بلند ہو رہے ہیں اور اپنے گرو کی سند دشنام طرازی و کذب بیانی کو زندہ رکھنے کی کوشش میں ساری قادیانی ذریعہ البغایا ایک دوسرے پر سبقت لے جانے میں مصروف ہے۔

جھوٹ ۱۳: مرزا قادیانی کی نحوست کے پیش نظر جب اہل قادیان پر طاعون کا عذاب نازل کیا تو مرزا قادیانی حواس باختہ ہو کر اپنے اہل و عیال سمیت قادیان سے دور ایک باغ میں پناہ گزین ہو گیا اور لوگوں کے سامنے اپنی حواس باختگی پر پردہ ڈالنے کی غرض سے الہامی سند اس طرح پیش کی کہ!

”طاعون زدہ علاقہ میں رہنا ممنوع ہے“

(بحوالہ Review of Religies جلد ۶ نمبر ۹ صفحہ ۳۶۵، مئی ۱۹۰۷ء)

لیکن وہ یہ بھول گیا تھا کہ میں طاعون زدہ علاقے سے نکلتا بھی بند کر چکا ہوں کیونکہ مجموعہ۔۔۔ جلد ۳ صفحہ ۴۶ پر لکھا ہے!

”طاعون زدہ علاقے سے باہر نکلتا ممنوع ہے“

اب خدا جانے قادیانی گروہ کے ارکان مرزا قادیانی کے کس قول کو درست اور کس کو غلط قرار دے کر اسے جھوٹا خیال کرتے ہیں۔ فیصلہ انکے ہاتھ میں ہے۔

جھوٹ ۱۴: محمدی بیگم مرزا قادیانی کی قریبی عزیزہ تھی۔ اسکے والد کو کوئی دنیاوی غرض مرزا قادیانی کے دروازے تک لے گئی۔ مرزا قادیانی نے شرط عائد کی کہ آپ کے ساتھ تمام سلوک اور مروت صرف اسی صورت میں کیا جائے گا جب تم اپنی دختر کلاں (محمدی بیگم) کا نکاح مجھ (مرزا قادیانی) سے کرو گے۔ احمد بیگ (والد محمدی بیگم) اور دیگر اعضاء واقارب نے مرزا قادیانی کا یہ مطالبہ رد کر دیا۔ اس پر مرزا قادیانی نے ۱۸۸۲ء تا یوم مرگ کئی طرح کے اشتہارات شائع کیے جن میں سے ایک اشتہار میں لکھا کہ!

”خدا نے فرمایا ہے کہ میں اس عورت (محمدی بیگم) کو اسکے نکاح کے بعد واپس لاؤں گا اور تجھے دوں گا اور میری تقدیر کبھی نہیں بدلے گی۔ اور میرے آگے کوئی بات انہونی نہیں۔ اور میں سب روکوں کو اٹھا دوں گا جو اس حکم کے نفاذ کے مانع ہوں“

اب اس پیش گوئی سے ظاہر ہے کہ وہ کیا کیا کرے گا۔ اور کون کون سی قسری قدرت دکھلائے گا اور کس کس شخص کو روک کی طرح سمجھ کر اس دنیا سے اٹھالے گا۔ (تبلغ رسالت حصہ سوم ص ۱۱۵ مجموعہ اشتہار ج ۲ ص ۴۳)

مرزا قادیانی کے بیٹے مرزا بشیر الدین محمود (جو کہ بعد میں قادیانی گروہ کا خلیفہ بھی بنا) نے روزنامہ الفضل ۱۱۲ گست ۱۹۲۴ میں بیان دیا کہ!

”اللہ تعالیٰ کا کوئی وعدہ نہیں تھا کہ وہ لڑکی (محمدی بیگم) آپ (مرزا قادیانی) کے نکاح میں آئے گی۔ پھر ہرگز یہ نہیں بتایا گیا کہ کوئی روک ڈالے گا تو وہ دور کیا جائے گا“

مرزا قادیانی نے لکھا کہ خدا نے لڑکی کے نکاح کا وعدہ کیا ہے جبکہ بیٹا لکھ رہا ہے کوئی وعدہ نہیں کیا۔ مرزا قادیانی کے بقول ہر ایک روک دور کرنے کا خدائی وعدہ جبکہ مرزا محمود کے بقول روک دور کرنے کا کوئی اشارہ نہیں حقیقت میں لڑکی کا نکاح مرزا قادیانی سے نہ ہو سکا اور نہ ہی کوئی روک دور ہوا۔ ثابت ہوا کہ مرزا قادیانی ہی جھوٹا تھا۔ اور مرزا محمود مرزا قادیانی کے جھوٹ دیکھ دیکھ کر بالآخر ان سے انکاری ہونے پر مجبور ہو گیا۔

جھوٹ ۱۵: ”تذکرہ“ مرزا قادیانی کے الہامات کا مجموعہ ہے اسکے صفحہ ۹۱ پر مرزا قادیانی کا ایک الہام ان الفاظ میں درج ہے!

”ہم مکتہ میں مریں گے یا مدینہ میں“

جبکہ اسکی موت احمدیہ بلڈنگز براڈ روڈ لاہور کی لیٹرین میں ہوئی۔ اس پر مزید تبصرہ کی ضرورت نہیں۔ جھوٹ اظہر من الشمس ہے۔

جھوٹ ۱۶: مرزا قادیانی کو اپنے مخالفین کی موت کی پیش گوئیاں کرنے کی عادت تھی۔ چنانچہ اس نے ڈاکٹر عبدالکیم (جو پہلے قادیانی تھے مگر بعد میں اللہ تعالیٰ عزوجل نے ہدایت نصیب فرمائی اور مسلمان ہو کر مرزا قادیانی کے خلاف بہت کچھ لکھا) کی موت کی پیش گوئی کر دی۔ جواب میں عبدالکیم نے بھی ایک اشتہار شائع کیا جس میں لکھا کہ جولائی ۱۹۰۷ء سے چودہ ماہ تک (یعنی ستمبر ۱۹۰۸ء) تک مرزا قادیانی خدا کی عذاب میں مبتلا ہو کر مر جائے گا۔ اس کے جواب میں مرزا قادیانی نے ایک اشتہار شائع کیا جو کہ مجموعہ اشتہارات جلد ۵ پر درج ہے انہیں لکھا ہے کہ!

”دشمن (ڈاکٹر عبدالکیم پٹیلوی) جو کہتا ہے کہ جولائی ۱۹۰۷ء سے چودہ ماہ تک تیری عمر کے

دن رہ گئے ہیں۔ میں ان سب کو جھوٹا کر دوں گا اور تیری عمر کو بڑھا دوں گا تا معلوم ہو کہ میں خدا

ہوں اور ہر ایک امر میرے اختیار میں ہے“

لیکن ہوا کیا؟ یہ سب کو معلوم ہے مرزا قادیانی ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء کو (ستمبر ۱۹۰۸ء) سے قبل فوت ہو گیا جس سے ثابت ہوا کہ مرزا قادیانی جھوٹا تھا۔

جھوٹ ۱۷: ازالہ اوہام صفحہ ۱۲۰ پر لکھا ہے کہ!

”تین شہروں کا نام اعزاز کے ساتھ قرآن مجید میں درج ہے۔“ مکہ، مدینہ اور قادیان“

دنیا بھر کے قادیانی ایڑی چوٹی کا زور لگا لیں قادیان کا منحوس نام جبرک قرآن حکیم میں نہیں دکھائیں گے۔ یہ مرزا

قادیانی کا جھوٹ اور قرآن پاک پر افتراء ہے۔

☆☆☆☆

☆☆☆☆

☆☆☆☆

مرزا قادیانی کا طبی محاسبہ

صادق علی زاہد

قرآن عظیم میں ارشاد بانی ہے۔

وَمَا أَصَابَكُمْ مِّنْ مُّصِيبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ

أَيْدِيكُمْ (۱)

ہے۔

اس قرآنی فیصلہ کی رو سے برے اعمال کی بدولت انسان کو دکھ، تکالیف، پریشانیاں اور بیماریاں اپنی گرفت میں لے لیتے ہیں۔ اور جب تک انسان اعمال بد سے توبہ نہیں کرتا ان تکالیف اور بیماریوں سے چھٹکارا نہیں پاسکتا۔ ایک مقام پر اعمال قبیحہ کرنے والوں کو متنبہ کرتے ہوئے ارشاد بانی ہے!

وَلَا يَزَالُ الَّذِينَ كَفَرُوا تُصِيبُهُم بِمَا

صَنَعُوا قَارِعَةً أَتَوَحَّلُ قَرْيَاتٍ مِّنْ

دَارِهِمْ (۲)

دینے والا) صدمہ اپنے کرتوتوں کی وجہ سے یا

اُترتی رہے گی کوئی نہ کوئی مصیبت ان کے

گھروں کے گرد و نواح میں۔ (۲)

یعنی جب تک یہ لوگ اعمال قبیحہ سے باز نہ آئیں گے ان پر سخت ہلا کر رکھ دینے والی مصیبت (القارعة) نازل ہوتی رہے گی اور مشیت ایزدی کے تحت بعض دفعہ انکو آگاہ کرنے کی غرض سے کبھی کبھار ایسا بھی ہوگا۔ کہ عذاب اگلے گھروں کے آس پاس تو نازل ہوگا مگر یہ خود محفوظ رہیں گے۔

جب ہم ان وعیدات ربانی پر نظر دوڑاتے ہیں تو یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہو جاتی ہے کہ مرزا قادیانی اپنے کالے کرتوتوں کی وجہ سے سخت پکڑ میں ساری عمر جتلا رہا اور بطور عذاب الہی ہر لمحہ کسی نہ کسی خبیث و جان لیوا بیماری نے اسے اپنے مضبوط پنجہ میں دبوچ رکھا۔ اسکی بہترین مثال شیر اسلام مولانا کرم الدین دیر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنے اور مرزا قادیانی کے مابین ہونے والی مقدمہ بازی میں بیان فرماتے ہیں۔ آپ تحریر فرماتے ہیں!

”دوران مقدمہ مرزا جی اور اسکے ساتھی (فضل دین) طرح طرح کی آفات ساوئی اور امراض مہیہ میں مبتلا ہوتے رہے۔ لیکن فریق ثانی کو ان ایام میں سردی تک بھی لاحق نہ ہوتی جو اس بات کی روشن دلیل ہے کہ تائید آسانی فریق ثانی کے شامل حال تھی۔ مولوی صاحب جس مردانگی اور حوصلہ سے دوران مقدمہ ثابت قدم رہے اور باوجود بے وطن اور تنہا ہونے کے ہر مرحلہ پر استقلال سے لڑتے رہے بجز تائید ایزدی کے یہ امر بالکل دشوار ہے کیا مرزائیوں کو وہ وقت یاد ہے جب حکیم فضل دین اثنائے مقدمہ میں ایک ناگہانی سخت بیماری میں مبتلا ہو گئے تھے اور انکے پیر بھائی اسی حالت میں چار پائی پراٹھا کر انکو کمرہ عدالت میں لائے تھے اور وہ دن بھر کمرہ عدالت میں لیٹے رہے۔“ (۳)

جدید سائنسی تحقیق نے بھی یہ بات ثابت کر دی ہے کہ گناہوں کی وجہ سے انسان ناپاک ہو کر آئندہ آنیوالے اجسام کو بھی ناپاک کر دیتا ہے اور گناہوں کا عذاب دراصل مرض کی موروثیت کہلاتا ہے۔ یعنی نا صرف انسان خود گناہوں کی وجہ سے عذاب و بیماری میں مبتلا ہوتا ہے بلکہ اسکی خباثتوں کا منہوس اثر اسکی آنیوالی آئندہ نسلوں تک بھی منتقل ہو جاتا ہے۔ اور ہم یہ کہتے ہیں کہ یہ موروثی بیماری ہے۔ مشہور ماہر ڈاکٹر انگلز کیرل لکھتے ہیں!

”رشک نفرت اور خوف فطری تقاضے ہیں لیکن ان میں شدت کی وجہ سے جسم میں کیمیائی تبدیلیاں ہو جاتی ہیں جبکہ اچھے خیال سے مثلاً محبت یقین و اعتماد اور سکون کے جسم پر اچھے اثرات مرتب ہوتے ہیں اور جسم امراض سے محفوظ ہو جاتا ہے۔“ (۴)

پادری لیڈ بیٹر بہت بڑے عیسائی صوفی تھے وہ اپنا ایک تجربہ بیان کرتے ہیں کہ!

میں نے ایک مزدور کے جسم لطیف کو ناسوروں سے بھر ادیکھا۔ اسے پاس بلا کر اسکے جسم خاکی کا معائنہ کیا تو وہاں بھی تین ناسور نظر آئے۔ میں نے اس نوجوان کو اپنے پاس رکھ لیا اور ہر روز اسے عبادت اور انجیل مقدس کی تلاوت کراتا رہا۔ اندازاً دو ماہ کے بعد اسے مکمل شفاء ہو گئی (اور ظاہر جسم سے ناسور ختم ہو گئے)۔ پھر اسکے جسم لطیف کا معائنہ کیا تو وہ بھی صحت پا چکا تھا اور کوئی ناسور نظر نہ آیا۔“ (۵)

اس واقعہ اور اس قسم کے کئی دیگر تجربات کے بعد پادری لیڈ بیٹر نے یہ نتیجہ اخذ کیا ہے کہ بیماری پہلے (بوجہ گناہ) جسم لطیف کو لگتی ہے اور پھر وہاں سے جسم خاکی کی طرف عود کرتی ہے۔ نیز گناہوں کی وجہ سے جتنے بیماری خفص کو چاہیے کہ وہ سابقہ گناہوں سے توبہ کرے، عبادت و ریاضت میں زیادہ وقت صرف کرے اور زبان و قلم اور ہاتھ سے خدمت انسانی کرے

تو اللہ تبارک تعالیٰ اسکی بیماری دور کر دے گا۔

ایک امر کی تجزیہ کار لکھتا ہے!

”دماغ جسم کا فطری محافظ ہے۔ گناہ کسی بھی قسم کا ہو جسم لطیف (روح) میں مختلف امراض پیدا کرتا ہے اور وہاں سے یہ بیماریاں جسم میں منتقل ہو جاتی ہیں۔ غصہ سے تھوک میں ایسی کیمیائی تبدیلی آتی ہے کہ وہ خطرناک زہر میں بدل جاتی ہے۔ جبکہ محبت، نیک دلی، فیاضی اور مہربانی سے جسم میں ایسی رطوبتیں پیدا ہوتی ہیں جو گناہ کے امراض پیدا کرنے والے اثرات کو دور کر دیتی ہیں۔“ (۶)

اس وقت ہمارا موضوع مرزا قادیانی کی بیماریاں ہیں۔ مناسب ہے کہ اس سلسلہ میں مرزا قادیانی کی چند تحریریں بھی زیر نظر رہیں تاکہ جب اسکی بیماریوں کی فہرست سامنے آئے تو اسکا قرآن و سائنس کے علاوہ اسکے اپنے اقوال کی روشنی میں بھی محاسبہ کیا جاسکے۔ مرزا قادیانی نے اپنی متعدد کتب میں اس قسم کے الہامات تحریر کیے ہیں جن کا مقصد و مفہوم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اسے ہر قسم کی ظاہری و باطنی بیماریوں سے محفوظ و مامون رکھنے کا وعدہ دیا ہوا ہے۔ مثلاً اپنے الہامات کے مجموعہ ”تذکرہ“ میں تحریر کرتا ہے! ”ہم نے تیری صحت کا ٹھیکہ لیا ہے۔“ (۷)

اربعین نمبر ۳ میں لکھا ہے کہ! ”اُس نے مجھے براہین احمدیہ میں بشارت دی کہ ہر ایک غیبیٹ عارضہ سے تجھے محفوظ رکھوں گا۔“ (۸)

قادیانی ماخذ کے حوالہ سے ہی ہم اس امر کا مطالعہ کریں گے کہ مرزا قادیانی کے نام نہاد الہامی خدا کے الہامات کے مطابق مرزا قادیانی محفوظ عن الوباء یا قرآنی تعلیمات کے مطابق اپنے گناہوں کی پاداش میں ہمیشہ بیماریوں کی گرفت میں جکڑا رہا۔ ایام گذشتہ میں ”سیرۃ المہدی“ کے مطالعہ کا اتفاق ہوا (یاد رہے سیرۃ المہدی تین حصوں پر مشتمل وہ کتاب ہے جو مرزا قادیانی کے حقیقی بیٹے مرزا بشیر احمد نے مختلف قادیانیوں سے روایتیں اکٹھی کر کے اور پھر اپنی طرف سے تاویل کی طبع کاری کرتے ہوئے اپنے باپ کی سوانح حیات مرتب کی ہے) تو دیگر کئی اہم انکشافات کے علاوہ یہ بات بھی سامنے آئی کہ مرزا قادیانی تھامی مرقع بیماری۔ اللہ تعالیٰ نے کوئی ایسی بیماری پیدا نہ فرمائی جس میں مرزا قادیانی کو جلا نہ کیا ہو۔ اُس وقت تک سائنسی ایجادات کی آج کے دور کی طرح بھرمار نہ تھی جسکی بدولت تشخیص امراض ہو سکے لیکن پھر بھی مرزا قادیانی کی شخصیت کا بغور جائزہ لیا جائے تو ہر وقت کسی نہ کسی بیماری کے کھنچے میں کسا ہوا نظر آئے گا۔ اسکی بے حیثیت زندگی بیماریوں میں ہی گھری رہی۔ آج کے ترقی یافتہ دور میں اگر مرزا قادیانی کا مکمل میڈیکل چک اپ کرایا جاتا تو ایڈز کینسر اور یہ جانجی موذی بیماریاں سرفہرست دکھائی دینے لگتیں۔ جب مرزا قادیانی کی بیماریوں میں تھری زندگی منظر عام پر آئی تو اسکے بیٹے نے دفاع کی ناکام

کوشش کرتے ہوئے طبع و تاویل کاری کی انتہائی شرمناک مثال قائم کرتے ہوئے لکھا!

”بالآخر سوال یہ رہ جاتا ہے کہ آنحضرت ﷺ جو خدا تعالیٰ کے ایک عالی شان نبی بلکہ افضل الرسل اور خاتم النبیین تھے آپ کو نسیان کا عارضہ کیوں لاحق ہوا جو بظاہر نبوت کی ادائگی میں رخنہ انداز ہو سکتا ہے تو اسکے جواب میں اچھی طرح یاد رکھنا چاہیے کہ آنحضرت ﷺ مرض ٹائیفائیڈ سے فوت ہوئے تھے۔ سل، دق، دمہ، کھانسی، نزلہ نقرس، دوران سر، پھوڑے پھنسیاں، آنکھوں کا آشوب، جسم کا درد، جگر کی بیماری، دانتوں کی تکلیف، اسہال کی بیماری، انتڑیوں کی بیماری، گردے کی بیماری، پیشاب کی بیماری، اعصابی تکلیف، ذکاوت حس، گھبراہٹ اور بے چینی، دماغی کوفت نسیان، حوادث کے نتیجہ میں چوٹیں، اور زخم بڑائی کی ضربات وغیرہ وغیرہ سب کی زد میں آسکتے ہیں اور آتے رہے ہیں۔ آپ بعض اوقات نماز پڑھتے ہوئے رکعتوں کی تعداد کے متعلق بھی بھول گئے اور لوگوں کے یاد کرانے پر یاد آیا۔ آنحضرت ﷺ کو کبھی کبھی عام اور وقتی نسیان ہو جایا کرتا تھا۔ اسی طرح صلح حدیبیہ کے بعد کچھ عرصہ کے لیے بیماری کے رنگ میں نسیان ہو گیا۔ (۹)

مرزا بشیر احمد نے یہ بیماریاں ذکر کر کے دراصل اپنے مرقا والد کی بیماریوں کا دفع کیا ہے۔ ۱۹۰۴ء میں شیر اسلام مولینا دبیر نے مرزا قادیانی کو فوجداری مقدمات میں کافی ذلیل و خوار کیا۔ ان مقدمات کی ابتداء اگرچہ مرزا قادیانی کی طرف سے ہوتی تھی لیکن بعد ازاں وہ اپنے ہی جال میں ایسا پھنسا کہ جان چھڑانی مشکل ہو گئی اور بالآخر چھ ماہ قید اور پانچ سو روپے جرمانہ کے عوض مرزا قادیانی کی جان بخشی ہوئی۔ ان عدالتی چکر بازیوں میں مرزا قادیانی اتنے ذہنی دباؤ کا شکار ہوا کہ کبھی عدالت میں بے ہوش ہو گیا تو کبھی عدالت میں کھڑے کھڑے خون کی التلیاں آنی شروع ہو گئیں۔ مجاہد اسلام مولینا اکرم الدین دبیر رحمۃ اللہ علیہ نے مرزا قادیانی کی اس حالت کا نقشہ ان الفاظ میں کھینچا ہے!

سمیما سے شفاء پاتے تھے بیمار	مثیل اسکا مرض میں خود گرفتار
نہ سمجھے ہم ہیں یہ راز نسانی	غشی کھا کر گرا کیوں قادیانی
عجب اُن کو ہے تائید الہی	مقابل میں کھڑا اک سپاہی
پچھاڑا سامنے اُس کے کئی بار	خدا نے مرزا کو کر کے بیمار
کرشمے تھے یہ قدرت کے زوالے	کہ سمجھیں راز اصلی ہوش والے
کہ مرزا جی کے دعوے سچ نہیں ہیں	غلط فہمی میں انکے تابعین ہیں۔ (۱۰)

قادیانی نبی کو لاحق بیماریوں کی اتنی طویل فہرست پہلی دفعہ شائع کرنے کا اہتمام کیا جا رہا ہے۔ اور قادیانی ماخذ سے کشید کی گئی ان آفات و بلیات کو حروف جمعی کے اعتبار سے ترتیب دے دیا گیا ہے تاکہ مطالعہ کے دوران مطلوبہ بیماری کی تلاش آسانی سے کی جاسکے۔

۱۔ آماں (سوجن، سوزش)

۲۷ جنوری ۱۹۰۵ء کو حضرت کے دائیں رخسار پر ایک آماں نمودار ہوا جس سے بہت تکلیف ہوئی۔ (۱۱)

۲۔ اُتھوآنا (مسلل کھانسی)

رات کو سوتے ہوئے آپ کو اُتھوآنا یا اور پھر اس کے بعد طبیعت خراب ہو گئی مگر یہ دورہ خفیف تھا۔ (۱۲)

۳۔ احتلام:

حضرت صاحب کے خادم میاں حامد علی صاحب کی روایت ہے کہ ایک سفر میں حضرت صاحب کو احتلام ہوا۔ (۱۳) مشہور حدیث ہے کہ انبیاء کو احتلام نہیں ہوتا۔ مگر مرزا قادیانی دعویٰ نبوت کا مدعی ہونے کے باوجود گندے خیالات کی وجہ سے احتلام کا شکار ہو جاتا تھا۔ جسکی سب سے بڑی وجہ اُس کے ارد گرد رہنے والی نامحرم عورتیں تھیں۔ رات کو اسکے کمرہ پر پہرہ دار بھی عورتیں ہوتیں۔ پنکھا جھلانے کی ذمہ داری نینب پر تھی، ٹانگیں دبانے پر بھانوا مور تھی۔ جبکہ اہلیہ یا پوشادین سب عورتوں کی سردار اور مرزا قادیانی کی یارِ عارت تھیں۔ ان حالات میں احتلام کا ہو جانا کوئی بڑی بات نہیں لیکن اپنے تنگ انسانیت باپ کے اس مکروہ عیب پر پردہ ڈالنے کی کوشش کرتے ہوئے مرزا بشیر احمد لکھتا ہے!

”انبیاء کو بھی احتلام ہو سکتا ہے۔“

یعنی قادیانی نبی کو نامحرم عورتوں کے ساتھ اختلاط اور ہر وقت کے گندے خیالات کی وجہ سے اگر احتلام ہو گیا تو کوئی بری بات نہیں۔ بلکہ یہ تو نعوذ باللہ انبیاء کی سنت ہے۔ لعنت ہے ایسے خیالات پر۔

۴۔ اسہال:

ڈاکٹر میر محمد اسماعیل صاحب نے مجھ سے بیان کیا کہ حضرت صاحب کو اپنی وفات سے قبل سالہا سال اسہال کا

عارضہ رہا تھا۔ (۱۴)

۵۔ اسہالِ خونی:

اسی طرح ایک دفعہ زحیر اور اسہالِ خونی کی سخت بیماری ہوئی (مکتوبات احمدیہ ج ۲ نمبر ۲ ص ۱۱۹ خط بنام حکیم نور

الدین)

۶۔ اعصابی کمزوری:

حضرت مرزا صاحب کی تمام تکالیف مثلاً دوران سر، درد سر، کمی خواب، تشنگی دل، بد ہضمی، اسہال، کثرت پیشاب اور مراقبہ وغیرہ کا صرف ایک ہی باعث تھا اور وہ عصمی کمزوری تھی۔ (۱۶)

۷۔ اعضاء پر عرشہ:

مرزا قادیانی کے اعضاء پر کچھ عرشہ سا آگیا اور مجسٹریٹ کا رعب کچھ ایسا چھایا کہ اُس کو عدالت کے حکم کی تعمیل کرنی پڑی۔ (۱۵)

۸۔ انگوٹھے کا نفرس:

حضرت والدہ صاحبہ نے مجھ سے بیان کیا کہ حضرت صاحب کو کبھی کبھی پاؤں کے انگوٹھے پر نفرس کا درد ہو جایا کرتا تھا۔ (۱۷)

۹۔ انگوٹھے سوجن:

خاکسار عرض کرتا ہے کہ نفرس کے درد میں آپ کا انگوٹھا سوچ جایا کرتا تھا۔ اور سرخ بھی ہو جاتا تھا۔ اور بہت سرد ہوتی تھی۔ (۱۸)

۱۰۔ بال توڑ:

ایک دن آپ کی پشت پر ایک پھنسی نمودار ہوئی جس سے آپ کو بہت تکلیف ہوئی۔ خاکسار کو بلایا اور دکھایا اور پوچھا کہ یہ کاربٹکل تو نہیں (کیونکہ کاربٹکل کے پھوڑے کی وجہ سے خدائی عذاب میں مبتلا ہو کر مرزا قادیانی کا حواری مولوی عبد الکریم مرزا کی آنکھوں کے سامنے تڑپ تڑپ کر مہر تھا اور مرزا قادیانی کو خطرہ لاحق ہو گیا کہ اب میری موت بھی کاربٹکل ہی کی وجہ سے ہونے والی ہے۔ زاہد) میں دیکھ کر عرض کی یہ بال توڑ یا معمولی پھنسی ہے۔ کاربٹکل نہیں۔ (۱۹)

۱۱۔ بخار:

ایک دفعہ بمقام گورداسپور ۱۹۰۴ء میں حضرت مسیح موعود کو بخار تھا۔ (۲۰)

۱۲۔ برد اطراف:

مرزا صاحب کو دوران سر اور برد اطراف کا مرض بھی تھا۔ (۲۱)

۱۳۔ بیوی کی بیماری:

ایسا ہی میری بیوی کو دائم الریض امراض رحم و بکرا دامن گیر ہیں۔ (۲۲)

۱۴۔ بدن میں آگ:

اور اس وقت حالت یہ تھی کہ میرے ایک ایک بال سے آگ نکلتی تھی اور تمام بدن میں درد ناک جلن تھی۔ (۲۳)

۱۵۔ بزدلی:

(۱) مقدمہ رائے چند ولال صاحب کے سامنے فرد جرم کے موقع پر جو بزدلی مرزا قادیانی نے دکھائی وہ اس بات کی صریح دلیل ہے کہ آپ کو اپنے خدا پر کچھ بھروسہ نہ تھا۔ (۲۳)

(ب) اسکی سخت مضطربانہ حالت اور بدحواسی اس بات کا یقین دلاتی تھی کہ بزدلی میں نام نہاد مسیح الزماں کا کوئی جانی نہیں۔ (۲۵)

(ج) لبیں ہیں خشک اور چہرے پہ زردی چھا رہی دیکھو
جری اللہ کیوں اب بزدلی ایسی دکھاتا ہے (۲۶)

۱۶۔ بھیگنا پن:

مقدمہ گورداسپور کے ایام میں عدالت کے انتظار میں لب سڑک گورداسپور میں گھنٹوں تشریف فرما رہے لوگ خیال کرتے کہ آپ انکی طرف دیکھ رہے ہیں۔ مگر آپ کا دھیان کسی اور طرف ہوتا۔ (۲۷)

۱۷۔ بدن دہونا:

آپ دورہ میں پیر بہت جھسواتے تھے۔ اور بدن زور زور سے دہواتے تھے۔ اس سے آپ کو آرام محسوس ہوتا تھا۔ (۲۸)

۱۸۔ بے توجہی:

بعض دفعہ جب حضور جراب پہنتے تھے تو بے توجہی کے عالم میں اسکی ایزی پاؤں کے تلے کی طرف نہیں بلکہ اوپر کی طرف ہو جاتی تھی اور بار بار ایک کاج کا بیٹن دوسرے کاج میں لگا ہوتا تھا۔ اور بعض اوقات کوئی دوست حضور کے لیے گرگاہی ہدیہ لاتا تو آپ بسا اوقات دایاں پاؤں بائیں میں ڈال لیتے تھے۔ (۲۹)

۱۹۔ بے ہوشی:

(۱) پہلے بھی کئی دفعہ ایسا ہوا کہ جب حضور سخت جسمانی محنت کیا کرتے تو اچانک آپ کے دماغ پر کمزوری کا حملہ ہوتا اور آپ بے ہوش ہو جاتے۔ (۳۰)

(ب) آپ مسودہ لکھتے رہے اور میں نقل کرتا رہا۔ اسی حالت میں ساری رات گزر گئی۔ اور صبح کی اذان ہو گئی۔ اس وقت حضرت صاحب کو اچانک دماغ کی تکلیف محسوس ہوئی جس سے لیٹ گئے اور بے ہوش ہو گئے۔ (۳۱)

۲۰۔ پاخانے کا مسئلہ:

پیروں پر بوجھ دیکر پاخانہ پھرنے سے میرے سر کو چکر آتا ہے۔ (۳۲)

۲۱۔ ٹٹھے کھنچ جاتا:

خاکسار (مرزا بشیر احمد) نے پوچھا کہ دورہ میں کیا ہوتا تھا والدہ صاحبہ نے فرمایا کہ ہاتھ پاؤں ٹھنڈے ہو جاتے تھے اور بدن کے ٹٹھے کھنچ جاتے تھے خصوصاً گردن کے ٹٹھے۔ (۳۳)

۲۲۔ پرانی کھانسی:

جب دوسری دفعہ اسکو (مرزا قادیانی) میں نے ۱۶ فروری ۱۹۰۴ء کو دیکھا تھا۔ اُس وقت اسکو پرانی کھانسی کی تیزی کا دورہ تھا۔ (۳۴)

۲۳۔ بھٹی ہوئی ایڑیاں:

پیر کی ایڑیاں آپ کی بعض دفعہ گرمیوں کے موسم میں پھٹ جایا کرتی تھیں۔ (۳۵)

۲۴۔ پھنسیاں:

ان دنوں حضرت صاحب کو کچھ پھنسیوں وغیرہ کی تکلیف جو ہوئی تو آپ نے ایک نسخہ جس میں منڈی بوٹی، مہندی المصاب، شاہترہ، چراستہ اور بہت سی مصفی خون ادویات تھیں اپنے لیے تجویز کیا۔ (۳۶)

۲۵۔ پشت پر پھنسی:

ایک دن آپ کی پشت پر ایک پھنسی نمودار ہوئی جس سے آپ کو بہت تکلیف ہوئی۔ (۳۷)

۲۶۔ بدن کو نہ سھارنا:

والدہ صاحبہ نے فرمایا کہ ہاتھ پاؤں ٹھنڈے سے ہو جاتے تھے اور بدن کے ٹٹھے کھنچ جاتے تھے خصوصاً گردن کے ٹٹھے اور سر میں چکر ہوتا تھا اور اس حالت میں آپ اپنے بدن کو سہار نہیں سکتے تھے۔ (۳۸)

۲۷۔ پیچش:

ایک دن حضور کو پیچش کی شکایت ہو گئی۔ بار بار قضاے حاجت کے لیے تشریف لے جاتے تھے۔ (۳۹)

۲۸۔ پیر جھسوانا:

بیان کیا کہ حضرت مسیح موعودؑ کے دورہ میں پیر بہت جھسواتے تھے اور بدن زور زور سے دہواتے تھے۔ اس سے آپ کو آرام محسوس ہوتا تھا۔ (۴۰)

۲۹۔ پیشاب کی بیماری:

آخری ایام میں حکیم محمد حسین قریشی صاحب نے حضرت صاحب کی خدمت میں ایک پیلیٹ مقوی دوا بھیجی کہ حضور بہت منت کرتے ہیں اسے استعمال فرمائیں حضرت صاحب نے ایک دن استعمال کی تو اسی دن پیشاب کی تکلیف ہو

گئی۔ (۴۱)

۳۰۔ پاؤں کی سردی:

جوڑا جراب خواہ سیاہ رنگ ہو یا کوئی اور رنگ مضا نقہ نہیں۔ اس قدر پاؤں کو سردی ہے کہ اٹھنا مشکل ہے۔ (۴۲)

۳۱۔ تپ:

تیس برس سے زیادہ عرصہ ہوا جب میں تپ سے سخت بیمار ہوا۔ اس قدر شدید تپ مجھے چڑھی تھی کہ گویا بہت سے انگارے سینے پر رکھے ہوئے معلوم ہوتے تھے۔ (۴۳)

۳۲۔ تشنہ:

میں ایک دائم المریض آدمی ہوں ہمیشہ درد سر اور دوران سر اور کی خواب اور تشنہ کی بیماری دورہ کے ساتھ آتی

ہے۔ (۴۴)

۳۳۔ ٹخنے کا پھوڑا:

ایک دفعہ حضرت صاحب کے ٹخنے کے پاس پھوڑا ہو گیا تھا اور اس پر سکہ یعنی۔۔۔ کی تکیہ بندھوائی تھی جس سے

آرام ہو گیا۔ (۴۵)

۳۴۔ جسم بے کار:

اگر ایک سطر بھی لکھوں یا کچھ فکر کروں تو خطرناک دوران سر شروع ہو جاتا ہے۔ اور دل ڈوبنے لگتا ہے۔ جسم بے کار

ہو جاتا ہے۔ (۴۶)

۳۵۔ جلاب:

ایک دن حضرت صاحب نے جلاب لیا ہوا تھا۔ دو تین خاص مرید جن میں مولوی عبدالکریم صاحب مرحوم بھی تھے

عیادت کے لیے اندر ہی گھر میں حاضر ہوئے۔ اس وقت خاکسار کو بھی حاضر ہونے کی اجازت فرمائی۔ (۴۷)

۳۶۔ جلون:

(پت دانے) بعض اوقات گرمی میں حضرت صاحب کی پشت پر گرمی دانے نکل آتے تھے تو سہلانے سے انکو آرام

ہوتا تھا۔ بعض اوقات فرمایا کرتے تھے کہ میاں ”جلون کرو“۔ (۴۸)

۳۷۔ چشم نیم باز:

(۱) آپ کی ایسی عادت تھی کہ آپ کی آنکھیں ہمیشہ نیم بند رہتی تھیں۔ (۴۹)

(ب) ایک دفعہ حضرت صاحب بیچ چند خدام کے فوٹو کھنچوانے لگے تو فوٹو گرافر آپ سے عرض کرتا تھا کہ حضور

آنکھیں ذرا کھول کر رکھیں ورنہ تصویر اچھی نہیں آئے گی۔ اور آپ نے اس کے کہنے پر ایک دفعہ تکلیف کے ساتھ آنکھوں کو کچھ زیادہ کھولا مگر وہ پھر اسی طرح نیم بند ہو گئیں۔ (۵۰)

۳۸۔ چیخ کر گرتا:

میں نماز پڑھ رہا تھا کہ میں نے دیکھا کہ کوئی کالی چیز میرے سامنے سے اٹھی ہے اور آسمان تک چلی گئی ہے۔ پھر میں چیخ مار کر زمین پر گر گیا اور غشی کی حالت ہو گئی۔ (۵۱)

۳۹۔ چکر آتا:

مجھے یاد ہے کہ ایک دفعہ حضرت صاحب گھر میں ایک چار پائی کو کھینچ کر ایک طرف کرنے لگے تو اس وقت آپ کو اچانک چکر آ گیا۔ اور آپ لڑکھڑا کر گرنے کے قریب ہو گئے۔ (۵۲)

۴۰۔ چہرہ زرد:

جن لوگوں نے فیصلہ مقدمہ ہذا کے روزمرہ کی حالت کو چشم خود مشاہدہ کیا ان پر تو بالکل روشن ہو گیا کہ مرزا قادیانی ایک معمولی انسان جیسا بھی دل گردہ نہیں رکھتا۔ اسکی سخت مضطربانہ حالت اور بدحواسی اس بات کا یقین دلاتی تھی کہ بزدلی میں نام نہاد مسیح الزمان کا کوئی ثانی نہیں ہے۔ ہونٹ خشک ہو جاتے تھے اور چہرہ زرد تھا۔ (۵۳)

۴۱۔ حافظہ کمزور:

(۱) میرا حافظہ بہت خراب ہے اگر کئی دفعہ کسی کی ملاقات ہو تب بھی بھول جاتا ہوں۔ حافظہ کی یہ باتری ہے کہ بیان نہیں کر سکتا۔ (۵۴)

(ب) بعض باتیں میرے حافظہ سے فرد ہو جاتی ہیں۔ میں انکو بتلا نہیں سکتا۔ فرد ہونے کی وجہ ضعف دماغ ہے۔ (۵۵)

مقام غور ہے کہ کیا ایسے کمزور حافظہ والا انسان جس کو بعض باتیں بھول جاتی ہوں نبی یا ملہم بن سکتا ہے۔ کیونکہ جب اللہ کی طرف سے آمدہ روایات ہی بھول گئیں تو تبلیغ کس طرح ہوگی۔ یہ حقیقت ہے کہ مرزا قادیانی کے ضعیف دماغ نے ہی یہ آفت دنیا میں برپا کی اگر مرزا قادیانی کا دماغ صحیح ہوتا تو کبھی بھی مسیحیت، مہدویت اور نبوت کا جھوٹا دعویٰ نہ کرتا۔

۴۲۔ خارش:

(۱) اور پھر آہستہ آہستہ تمہارے تایا کے گھر میں اکثر لوگوں کو خارش ہو گئی۔ اور آخر ادھر سے ہمارے گھر میں بھی خارش کا اثر پہنچا چنانچہ حضرت صاحب کو بھی ان دنوں میں خارش کی تکلیف ہو گئی تھی۔ (۵۶)

(ب) غالباً ۱۸۹۶ء میں ایک دفعہ خارش کی تکلیف بھی ہوئی تھی۔ (۵۷)

(ج) ایک دفعہ حضرت اقدس کو خارش کی بہت سخت تکلیف ہو گئی تھی۔ تمام ہاتھ بھرے ہوئے تھے۔ لکھنا یا دوسری ضروریات کا سرانجام دینا مشکل تھا۔ علاج برابر کرتے تھے مگر خارش دور نہ ہوتی تھی۔ (۵۸)

۳۳۔ خون کی الٹی:

یکھت بولتے بولتے آپ کو ابکا ئی آئی اور ساتھ ہی تے ہوئی جو خالص خون کی تھی۔ جس میں کچھ خون جما ہوا تھا اور کچھ بننے والا تھا۔ (۵۹)

۳۴۔ خون کے پاخانے:

مجھے ایک سخت قسم کا قوطخ تھا اور بار بار دم بدم حاجت ہو کر خون آتا تھا سولہ دن برابر ایسی حالت رہی۔ (۶۰)

۳۵۔ داڑھ میں کیز:

دندان مبارک آپ کے آخر عمر میں کچھ خراب ہو گئے تھے۔ یعنی کیز بعض داڑھوں کو لگ گیا تھا۔ جس سے کبھی کبھی تکلیف ہو جاتی تھی۔ (۶۱)

۳۶۔ دانت میں درد:

ایک دفعہ مجھے دانت میں سخت درد ہوئی۔ ایک دم قرار نہ تھا۔ کسی شخص سے میں نے دریافت کیا کہ اس کا کوئی علاج بھی ہے۔ اس نے کہا! ”علاج دندان اخراج دندان“ اور دانت نکالنے سے میرا دل ڈرا۔ (۶۲)

۳۷۔ دایاں ہاتھ کمزور:

(۱) میں نے کئی دفعہ آپ کو اوائل میں گھوڑے پر چڑھا ہوا دیکھا پاؤں جو اس کے کہ آپ کا دایاں ہاتھ بوجہ ضرب کے کمزور تھا۔ (۶۳)

(ب) جوانی کے زمانے میں آپ کا دایاں ہاتھ ایک چوٹ لگنے کی وجہ سے کمزور ہو گیا تھا اور اسے سہارنے کی ضرورت پڑتی تھی۔ (۶۴)

(ج) ایک دفعہ والد صاحب اپنے چوبارے کی کھڑکی سے گر گئے اور دائیں بازو پر چوٹ آئی۔ چنانچہ آخر عمر تک وہ ہاتھ کمزور رہا۔ والدہ صاحبہ فرماتی تھیں کہ آپ کھڑکی سے اترنے لگے تھے کہ سامنے سٹول رکھا ہوا تھا وہ الٹ گیا اور آپ گر گئے اور دائیں ہاتھ کی ہڈی ٹوٹ گئی۔ اور یہ ہاتھ آخر عمر تک کمزور رہا۔ اس ہاتھ سے آپ لقمہ منہ تک لے جاسکتے تھے مگر پانی کا برتن وغیرہ منہ تک اٹھا نہیں سکتے تھے۔ نماز میں بھی آپ کو دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ کے سہارے سے سنبھالنا پڑتا تھا۔ (۶۵)

۳۸۔ ذیابیطس:

میں ایک دائم المرض آدمی ہوں۔ بیماری دورہ کے ساتھ آتی ہے۔ بیماری ذیابیطس ہے کہ ایک مدت سے دامن گیر

ہے۔ (۶۶)

۳۹۔ درو صلب:

اور فرمایا مسیح علیہ السلام کو صلیب کا واقعہ پیش آیا اور خدا نے انھیں اس سے نجات دی۔ ہمیں اسکی مانند صلب یعنی پیٹھ کے متعلقات میں درد سے وہی واقعہ جو پورا نمونہ موت کا تھا پیش آیا۔ (۶۷)

۵۰۔ دردناک جلن:

اور اس وقت حالت یہ تھی کہ ایک ایک بال سے آگ نکلتی تھی اور تمام بدن میں دردناک جلن تھی۔ (۶۸)

۵۱۔ درد گردہ:

ایک دفعہ حضرت صاحب کو سخت درد گردہ ہوا جو کئی دن تک رہا۔ اسکی وجہ سے آپ کو بہت تکلیف رہتی اور رات دن خدام باہر کے کمرہ میں جمع رہتے۔ (۶۹)

۵۲۔ دست:

(۱) وفات سے ایک دن پہلے آپ اندر سے باہر تشریف لائے اور فرمایا آج مجھے دست زیادہ آگئے ہیں۔ چنانچہ میں تین قطرے کلوروڈین کے پی لیے ہیں۔ (۷۰)

(ب) آخر کار آپ لاہور جا کر بیمار ہو گئے اور دستوں کی بیماری سے آخر مئی ۱۹۰۸ء کو فوت ہوئے۔ (۷۱)

(ج) مجھے اسہال کی بیماری ہے اور ہر روز کئی کئی دست آتے ہیں۔ (۷۲)

۵۳۔ دعاؤں سے نہ جانے والی بیماری:

ایک دفعہ میں نے یہ دعا کی کہ یہ بیماریاں بالکل دور ہو جائیں تو جواب ملا کہ ایسا نہیں ہوگا۔ (۷۳)

۵۴۔ دل گھٹنا:

ایک دفعہ لدھیانہ میں حضرت صاحب نے رمضان کا روزہ رکھا ہوا تھا کہ دل گھٹنے کا دورہ ہوا اور ہاتھ پاؤں ٹھنڈے ہو گئے۔ اس وقت غروب آفتاب کا وقت بہت قریب تھا مگر آپ نے فوراً روزہ توڑ دیا۔ (۷۴)

۵۵۔ دماغ کی تکلیف:

پہلے بھی کئی دفعہ ایسا ہوا کہ جب حضرت صاحب سخت جسمانی محنت کیا کرتے تو اچانک آپ کے دماغ پر ایک کمزوری کا حملہ ہوتا اور بے ہوش ہو جاتے۔ (۷۵)

۵۶۔ دم الٹ جانا:

میری طبیعت بیمار ہے کھانسی سے دم الٹ جاتا ہے۔ (۷۶)

۵۷۔ دم گھٹنا:

قدم اٹھتا نہیں جلدی گھٹا جاتا ہے دم کیا
نہیں سولی دھری پھر کیوں مسجا خوف کھاتا ہے
تماشا دیکھنے آتی ہے خلقت آج مہدی کا
کہ دیکھیں فیصلہ مرزا کو کیا حاکم بناتا ہے۔ (۷۷)

نوٹ: رائے چندورام بھسٹرہٹ کی عدالت میں دائر مرزا قادیانی کے خلاف مقدمہ کے فیصلہ والے دن مرزا قادیانی کی حالت دیدنی تھی۔ اسی کیفیت کی تصویر ان اشعار میں بیان کی گئی ہے۔

۵۸۔ دودھ ہضم نہ ہونا:

ناشتہ باقاعدہ نہیں کرتے تھے۔ ہاں عموماً صبح کو دودھ پی لیتے تھے۔ خاکسار نے پوچھا کہ کیا آپ کو دودھ ہضم ہو جاتا تھا۔ والدہ صاحب نے فرمایا ہضم تو نہیں ہوتا تھا لیکن پی لیتے تھے۔ (۷۸)

۵۹۔ دق:

حضرت اقدس نے اپنی بیماری دق کا بھی ذکر کیا ہے یہ بیماری مرزا غلام مرتضیٰ مرحوم کی زندگی میں ہو گئی تھی۔ اور آپ قریب آچھ ماہ تک بیمار رہے تھے۔ (۷۹)

۶۰۔ دوران سر:

جس دن شب کو حسین کافی سفیر روم قادیان آیا اُس دن نماز مغرب کے بعد حضرت صاحب مسجد مبارک میں شاہ نشین پراحباب کے ساتھ بیٹھے تھے کہ آپ کو دوران سر کا دورہ شروع ہوا اور آپ شاہ نشین سے اتر کر فرش پر لیٹ گئے۔ اور بعض لوگ آپ کو دبانے لگے۔ (۸۰)

۶۱۔ دورے:

جب آپ کو دورے پڑنے شروع ہوئے تو اس وقت سے آپ نے سردی گرمی میں گرم کپڑے کا استعمال شروع کر دیا۔ (۸۱)

۶۲۔ ذیابیطس:

ایک دن آپ کی پشت پر ایک پھنسی نمودار ہوئی جس سے آپ کو بہت تکلیف ہوئی خاکسار کو بلایا اور دکھلایا اور بار بار پوچھا کہ یہ کارنگل تو نہیں کیونکہ مجھے ذیابیطس کی بیماری ہے۔ (۸۲)

مولوی عبدالکریم جو کہ مرزا قادیانی کی نام نہاد مسجد کا امام ہوا کرتا تھا۔ اور شاہ سے زیادہ شاہ کا وفادار کے مصداق

مرزا قادیانی دعویٰ نبوت کے اعلان سے ابھی جھجکتا تھا لیکن مولوی عبدالکریم اپنی تقریروں اور خطبات جمعہ میں مرزا ملعونی کے لیے نبی و رسول کے القابات بے دریغ استعمال کرتا تھا۔ وہ جب خدائی گرفت میں گرفتار ہوا تو اسے پشت پر پھنسی نمودار ہوئی جو کہ بعد ازاں کاربگل کی شکل اختیار کر گئی اور اس عذاب میں ایسی دردناک چیخیں بے اختیار نکلتی تھیں کہ مرزا قادیانی سمیت تمام ہمسائیوں کی نیندیں حرام ہو کے رہ گئیں اور مرزا قادیانی اسکی بے ہنگم چیخوں کی تاب نہ لا سکا اور اسکی عیادت کو بھی نہ گیا بالآخر اسی خدائی پکڑنے سے فی النار دھکیل دیا۔ اب جب مرزا قادیانی کی پشت پر پھنسی نمودار ہوئی تو اُسے فوراً مولوی عبدالکریم کا عبرت کا انجام یاد آ گیا اسی وجہ سے بار بار ڈاکٹروں سے پوچھ رہا تھا کہ یہ کاربگل تو نہیں۔ (زاہد)

۶۳۔ ریزش:

میری طبیعت آپ کے بعد پھر بیمار ہو گئی ابھی ریزش کا نہایت زور ہے۔ دماغ بہت ضعیف ہو گیا ہے۔ (۸۳)

۶۴۔ زبان بھاری:

اس عاجز کی طبیعت آج بہت علیل ہو رہی ہے۔ ہاتھ پاؤں بھاری اور زبان بھی بھاری ہو رہی ہے۔ مرض کے غلبے

سے نہایت لا چاری ہو رہی ہے۔ (۸۴)

۶۵۔ زبان بند:

غالباً آٹھ ساڑھے آٹھ بجے ڈاکٹر نے پوچھا کہ حضور خاص طور پر کیا تکلیف محسوس ہوتی ہے مگر آپ جواب نہ دے سکے اس لیے کاغذ قلم دوات منگوائی گئی۔ (۸۵)

۶۶۔ زبان کی تکلیف:

یہ آپ کی آخری تحریر تھی جس میں غالباً زبان کی تکلیف کا اظہار تھا۔ (۸۶)

۶۷۔ زبان پر زخم:

ایک دفعہ ایک داڑھ کا سراپا نوکدار ہو گیا تھا کہ اس سے زبان میں زخم پڑ گیا تو ریتی کے ساتھ گھسوا کر اسکو برابر

بھی کر لیا تھا۔ (۸۷)

۶۸۔ زبان میں لکنت:

قاضی محمد یوسف صاحب پشاور نے بذریعہ خط مجھ سے بیان کیا کہ مسیح موعود کی زبان میں کسی قدر لکنت تھی اور آپ

پرنا لے کر پناہ فرمایا کرتے تھے۔ (۸۸)

۶۹۔ سانس کھینچ کھینچ کر آنا:

تھوڑی دیر بعد آپ کو غرغره شروع ہو گیا۔ غرغره میں کوئی آواز نہیں تھی صرف سانس لبا اور کھینچ کھینچ کر آتا تھا۔ (۸۹)

۷۰۔ سخت بخار: اس زبردست تقریر نے (جو علامہ محمد کرم الدین دہرے نے ۳ جنوری ۱۹۰۴ء کو رائے چند لال کی عدالت میں تائید استغاثہ میں کی تھی۔ زاہد) مرزا قادیانی کے دل پر ایسا رعب ڈالا، ایسے دہشت زدہ ہوئے کہ ڈیرہ پر جاتے ہی آپکو سخت بخار ہو گیا۔ چنانچہ دوسرے روز سرٹیفکیٹ بیماری پیش کیا۔ (۹۰)

۷۱۔ سخت بخار:

ایک مرتبہ میں سخت بیمار ہوا یہاں تک کہ تین مختلف وقتوں میں میرے وارثوں نے میرا آخری وقت سمجھ کر مجھے تین مرتبہ سورۃ یاسین سنائی۔ (۹۱)

۷۲۔ سخت دور:

ایک دفعہ حضرت صاحب کو سخت دور پڑا۔ کسی نے مرزا سلطان احمد اور مرزا فضل احمد کو بھی اطلاع کر دی اور وہ دونوں آگے پھر اگلے سامنے بھی حضرت صاحب کو دورہ پڑا۔ (۹۲)

۷۳۔ سردی:

والدہ صاحبہ نے فرمایا کہ پہلے معمولی سردی کے دورے ہوا کرتے تھے۔ (۹۳)

۷۴۔ سردی سے متلی:

فرمایا کرتے تھے کہ مجھے سردی سے متلی ہونے لگتی ہے۔ بعض دفعہ تو اٹھکر پہلے کوئی دوا مثلاً ملک وغیرہ کھا لیتے اور پھر لحاف یا رضائی اوڑھ کر اندر چالیٹے تھے۔ غرض یہ کہ سردی سے آپ کو تکلیف ہوتی تھی اور اسکے اثر سے خاص طور پر اپنی حفاظت کرتے تھے۔ (۹۴)

۷۵۔ (۱) سردی کی شدت محسوس کرنا:

بچپن میں بارہ مہینے گرم کپڑے پہنا کرتے تھے۔ (۹۵)

(ب) گرم کپڑے سردی گرمی برابر پہنتے تھے۔ (۹۶)

۷۶۔ سر میں چوٹ:

ہمارے دوران قیام میں جو کہ دس بارہ روز کا تھا بعض اور واقعات بھی ہوئے ان میں سے ایک حضرت صاحب کے سر پر چوٹ لگنے کا واقعہ ہے۔ حضور وضو کر کے اٹھے تھے کہ الماری کے کھلے ہوئے تختے سے سر پر چوٹ آئی اور کافی گہرا زخم ہو گیا جس سے خون جاری ہوا۔ (۹۷)

۷۷۔ سر کے بال پتلے:

آخری عمر میں حضور کے سر کے بال پتلے اور ہلکے ہو گئے تھے چونکہ یہ عاجز ولایت سے ادویہ وغیرہ کے نمونے منگوا یہ

کرتا تھا غالباً اسی واسطے ایک دفعہ مجھے فرمایا۔ مفتی صاحب سر کے بالوں کے اگانے اور بڑھانے کے واسطے کوئی دوائی منگوائیں۔ (۹۸)

۷۸۔ سفید بال:

مسح موعود بیان فرما کرتے تھے کہ ابھی ہماری عمر تیس سال کی ہی تھی کہ بال سفید ہونے شروع ہو گئے تھے اور میرا خیال ہے کہ پچپن سال کی عمر تک آپ کے سارے بال سفید ہو چکے تھے۔ (۹۹)

۷۹۔ سل:

ایک دفعہ حضرت صاحب کو سل ہو گئی اور چھ ماہ تک بیمار رہے بڑی نازک حالت ہو گئی تھی حتیٰ کہ زندگی سے ناامیدی ہو گئی تھی۔ (۱۰۰)

۸۰۔ سنگاپی:

(۱) اور پھر وہ زمانہ بھی آپ کو یاد ہوگا جبکہ مرزا جی بیماری سنگاپی (دل کے فعل کارک جانا) وغیرہ میں مبتلا ہو کر غشی پر غشی کھاتے رہے۔ ان بیماریوں کی تصدیق۔۔۔ میں موجود ہے۔ (۱۰۱)

(ب) صرع:

ایک دفعہ عالم کشف میں مجھے دکھائی دیا کہ ایک بلا سیاہ رنگ۔۔۔ کہ شکل پر جو بھیڑ کے قد کی مانند اسکا قد تھا اور بڑے بڑے بال تھے اور بڑے بڑے پنچے تھے میرے پر حملہ کرنے لگی اور میرے دل میں ڈالا گیا کہ یہ صرع ہے۔ اور میں نے اپنا دایاں ہاتھ زور سے اس کے سینہ پر مارا اور کہا کہ دور ہو تیرا مجھ میں حصہ نہیں۔ جب خدا تعالیٰ جانتا ہے کہ اسکے بعد وہ خطرناک عوارض جاتے رہے اور وہ درد شدید بالکل جاتی رہی۔ (۱۰۲)

۸۱۔ ضعف:

غالباً ایک یا دو دفعہ آپ رفع حاجت کے لیے پاخانہ تعریف لے گئے۔ اسکے بعد آپ نے زیادہ ضعف محسوس کیا تو اپنے ہاتھ سے مجھے جگایا۔ میں ابھی تو آپ کو اتنا ضعف تھا کہ آپ میری چار پائی پر ہی لیٹ گئے اور میں آپ کے پاؤں دبانے کے لیے بیٹھ گئی۔ اتنے میں آپ کو ایک اور دست آیا مگر اب اس قدر ضعف تھا کہ آپ پاخانہ نہ جاسکتے تھے۔ میں نے چار پائی کے پاس ہی انتظام کر دیا اور آپ وہیں بیٹھ کر فارغ ہوئے۔۔۔ مگر ضعف بہت ہو گیا تھا۔ (۱۰۳)

۸۲۔ ضعف دماغ:

(۱) میری طبیعت آپ کے بعد پھر بیمار ہو گئی۔ ابھی ریزش کا نہایت زور ہے دماغ کو بہت ضعف ہو گیا ہے۔ آپ کے دوست ٹھاکر رام کیلئے ایک دن بھی توجہ کرنے کے لیے مجھے نہ ملا۔ (۱۰۴)

(ب) بعض باتیں میرے دماغ سے فرو ہو جاتی ہیں انکو بتلا نہیں سکتا۔ فرو ہو جانے کی وجہ استغراق روحانی اور ضعف

دماغ ہے۔ (۱۰۵)

۸۳۔ ضعف قلب:

ضعف قلب تو اب بھی مجھ میں اس قدر ہے کہ میں بیان نہیں کر سکتا۔ (۱۰۶)

۸۴۔ طاعون:

میں نے جو اپنی نسبت خوابیں اور الہامات دیکھے ہیں اُن سے میں حیران ہوں۔ دو مرتبہ میں نے خواب میں دیکھا کہ گویا مجھے مرض طاعون ہو گئی ہے۔ اور ورم طاعون نمودار ہے۔ اب آج بھی یہی خواب آئی ہے۔ اسکے قریب قریب ایک الہام بھی ہے جو کسی رنج اور بلا پر دلالت کرتا ہے۔ (۱۰۷)

مرزا قادیانی نے اپنے نام نہاد نئے اسلام کی ساری بنیاد خوابوں اور الہام پر تعمیر کی ہے۔ جس طرح دیگر تمام امور میں قادیانی گروہ خوابوں پر یقین کر کے ایک گمراہ شخص کو نبی و رسول جیسے عظیم المرتبت عہدہ پر بٹھایا ہے۔ اسی طرح اس خواب کو بھی حقیقت پر مبنی سمجھنا چاہیے اور یقین رکھنا چاہیے کہ قادیانی کو مرض طاعون لاحق ہوئی تھی۔ ورنہ باقی ساری اوٹ پٹانگ کہانیاں بھی اگر اضعاث الاعلام کہہ کر ٹال دی جائیں تو قادیانی مذہب کی ساری عمارت آج ہی زمیں بوس ہو جائے۔ مزید براں یہ کہ مرزا قادیانی نے اپنی کتب (ایام الصلح ص ۱۲۰، ۱۱۲ اور تذکرہ طبع دوئم ص ۳۲۰) پر تحریر کیا ہے کہ طاعون اور خارش کا مادہ ایک ہی ہے۔ چنانچہ خارش تو مرزا قادیانی کو ضرور لاحق ہوئی تھی۔ (زاہد)

۸۵۔ عصبی تکلیف:

بکثرت اور بار بار پیشاپ آتا تھا اور یہ ایک عصبی تکلیف تھی۔ اور بہت پیشاپ آ کر سخت ضعف ہو جاتا۔ (۱۰۸)

۸۶۔ عصبی کمزوری:

آپ کی تمام تکالیف مثلاً دوران سر، درد سر، کی خواب، تشنگی، دل، بد ہضمی، اسہال، کثرت پیشاپ اور مراقب وغیرہ کا صرف ایک ہی باعث تھا اور وہ عصبی کمزوری تھا۔ (۱۰۹)

۸۷۔ غرغره موت:

نوبے کے بعد آپ کی حالت زیادہ نازک ہو گئی۔ اور ٹھوڑی دیر کے بعد آپ کو غرغره شروع ہو گیا۔ غرغره میں کوئی آواز نہیں تھی بلکہ صرف سانس لمبا لمبا اور کھنکھن کر آتا تھا۔ (۱۱۰)

۸۸۔ غشی:

(۱) فرمایا کہ میری طبیعت بہت خراب ہو گئی تھی۔ لیکن اب افادہ ہے۔ میں نماز پڑھ رہا تھا کہ میں نے دیکھا کوئی

کالی کالی چیز میرے سامنے سے اٹھی ہے۔ اور وہ آسمان تک چلی گئی ہے۔ پھر میں چیخ مار کر زمین پر گر گیا اور غشی کی سی حالت ہو گئی۔ (۱۱۱)

۸۹- ق ج :

۱۱۵ اگست ۱۹۰۳ء کو ایک دفعہ نصف حصہ۔۔۔ بدن کا میرا بے حس ہو گیا۔ اور ایک قدم چلنے کی طاقت نہ رہی۔ اور چونکہ میں نے یونانی طب کی کتابیں سبقاً سبقاً پڑھی تھیں۔ اس لیے مجھے خیال گزرا کہ مجھ پر فالج کی علامات ہیں۔ ساتھ ہی سخت درد قہی۔ دل میں گھبراہٹ کہ کروٹ بدلنا مشکل تھا۔ (۱۱۳)

۹۰۔ ق۲:

: १-१०

اسکے بعد ایک اور دست آیا اور پھر آپ کو ایک قے آئی۔ جب آپ قے سے فارغ ہو کر لیٹنے لگے تو ضعف اتنا تھا کہ لیٹتے لیٹتے پشت کے بل چار پائی پر گر گئے۔ اور آپ کا سر چار پائی کی لکڑی سے ٹکرایا اور حالت دیگر گوں ہو گئی۔ (۱۱۳)

۹۱۔ تلخ زحیری:

۹۱۔ قونج زحیری:

(۱) ایک دفعہ والد صاحب سخت بیمار ہو گئے اور حالت نازک ہو گئی اور حکیموں نے ناامیدی کا اظہار کر دیا۔ اور نبض بھی بند ہو گئی۔ مگر زبان جاری رہی۔ والد صاحب نے کہا کہ کچھ لا کر میرے اوپر نچھو کر جو نچایا گیا اور اس سے حالت رو بہ اصلاح ہو گئی۔ مسیح موعودؑ نے لکھا ہے کہ یہ مرض قونج زحیری کا ہے۔ (۱۱۵)

(ب) ایک مرتبہ میں قونج زہری سے سخت بیمار ہوا اور سولہ دن تک پاخانہ کی راہ سے خون آتا رہا۔ سخت درد تھا جو بیان سے باہر ہے۔ (۱۱۶)

۹۲۔ کثرت پیشاپ:

(۱) رات کے وقت آپکو پیشاب کے لیے کئی دفعہ اٹھنا پڑتا تھا۔ (۱۲۰)

(ب) والدہ صاحبہ بیان کرتی ہیں کہ آپ عموماً ریشمی ازار بند استعمال کرتے تھے کیونکہ آپ کو پیشاپ جلدی جلدی آتا تھا۔ اس لیے ریشمی ازار بند رکھتے تھے تاکہ کھلنے میں آسانی ہو اور گرہ بھی پڑ جائے تو کھولنے میں دقت نہ ہو۔ سوئی ازار بند میں آپ سے بعض دفعہ گرہ پڑ جاتی تھی تو آپ کو بڑی تکلیف ہوتی تھی۔ (۱۲۱)

(ج) ایک دفعہ سفرِ جہلم کے دوران آپ کو کثرتِ پیشاب کی تکلیف تھی۔ حضور نے مجھے فرمایا کہ مفتی صاحب مجھے پیشاب کثرت کے ساتھ آتا ہے۔ کوئی برتن لائیں جس میں میں رات کو پیشاب کر لیا کروں۔ (۱۲۲)

(د) میں ایک دائم المرض آدمی ہوں۔۔۔۔۔ بسا اوقات رات کو یا دن کو سو سو دفعہ پیشاب آتا ہے اور اس قدر کثرت پیشاب سے جس قدر عوارض ضعف ہوتے ہیں وہ سب میرے شامل حال رہتے ہیں۔ (۱۲۳)

(ھ) ابھی تک میں دفعہ کے قریب ہر روز پیشاپ آتا ہے۔ (۱۲۳)

(مرزا قادیانی پر خدائی پکڑ اور عذاب الہی کا مشاہدہ فرمائیں۔ بقول خود اُسے ایک دن یا رات میں سو سو مرتبہ پیشاپ آتا ہے۔ ایک دن یا رات بارہ گھنٹوں کی ہوتی ہے۔ ۱۲ گھنٹوں کے ۲۰ منٹ بنتے ہیں۔ میں منٹ دوسری ضروریات کیلئے نکال دیں تو بقیہ ۷۰ منٹ بچتے ہیں۔ مرزا قادیانی کو سات سو منٹوں میں سو مرتبہ پیشاپ آتا ہے۔ یعنی ٹھیک سات منٹ بعد پیشاپ کا الارم بج جاتا ہے۔ اور مرزا پیشاپی ریشمی ازار بند کھولتا ہوا بیت الخلا میں جا پہنچتا ہے اور یہ کھیل سارا دن جاری رہتا ہے۔ غور فرمائیے جو شخص ہر سات منٹ بعد پیشاپ کرتا ہے کیا اسکی طہارت قائم رہ سکتی ہے۔ سات منٹ میں تو استنجا اور وضو ہو ہی نہیں سکتے تو کیا یہ ہر وقت پایدر رہنے والا شخص نبوت کی مسند نشینی کے لائق ہے۔ حق تو یہ ہے کہ جس شخص کی طہارت ہی کامل نہیں ایسے شخص کے متعلق یہ گمان رکھنا کہ نبوت کے اعلیٰ مقام پر فائز ہے سراسر دنیاوی ذلت اور آخروی ندامت و لعنت کے سوا کچھ نہیں۔ لیکن حیرانی ہے مرزائی گروہ پر جو ملعونی کو نبی مان کر اسے سچا ثابت کرنے کی غرض سے بے دریغ گورکھ دھندے تیار کرتے رہتے ہیں۔ (زاہد)

۹۳۔ کھانسی:

(۱) ایک دفعہ حضرت کو کھانسی تھی حضور نے خرفہ ۲ ماش، اسی ایک ماش کا جوشاندہ بنا کر پیا۔ (۱۲۷)

(ب) ایک دفعہ حضرت صاحب کو سخت کھانسی ہوئی ایسی کہ دم نہ آتا تھا۔ البتہ منہ میں پان رکھ کر قدرے آرام معلوم

ہوتا تھا۔ اس وقت آپ نے اس حالت میں پان منہ میں رکھے رکھے نماز پڑھی تاکہ آرام سے پڑھ سکیں۔ (۱۲۹)

۹۴۔ گڑ کا رسیا:

آپ کو شیرینی سے بہت پیار ہے۔ اور مرض بول بھی آپ کو بہت عرصہ سے لگی ہوئی ہے اس زمانہ میں آپ مٹی کے ڈھیلے بعض وقت جیب میں ہی رکھتے تھے۔ اور اسی جیب میں گڑ کے ڈھیلے بھی رکھ لیا کرتے تھے۔ (۱۳۰)

۹۵۔ گھبراہٹ:

(۱) کل شام کے وقت مسجد میں اپنے دوستوں کے رو برو جو حاضر تھے سخت درجہ کا عارضہ لاحق ہوا اور ایک دفعہ تمام

بدن سرد اور نبض کمزور اور طبیعت میں سخت گھبراہٹ شروع ہوئی اور ایسا معلوم ہوتا تھا گویا زندگی میں ایک دو دم باقی

ہیں۔ (۱۳۱)

(ب) اس روز ۱۶ اگست ۱۹۰۴ء کو بعد ازل جناب لالہ آتمارام جھٹریٹ گورداسپور کی عدالت میں پیشی کے وقت

مرزا قادیانی کی گھبراہٹ انتہائی درجہ کو پہنچی ہوئی تھی۔ (زاہد، ۱۳۲)

۹۶۔ گھٹنے کا درد:

ایک دفعہ شروع میں گھٹنے کے جوڑ میں بھی درد ہوا تھا۔ نہ معلوم وہ کیا تھا مگر دو تین دن زیادہ تکلیف رہی پھر جو گھٹیں لگانے سے آرام آیا۔ (۱۳۳)

بقول مرزا بشیر احمد ابن مرزا قادیانی ایک الھام کی رو سے خدائے قادیان نے نبی قادیان سے وعدہ کیا تھا کہ مرزا قادیانی کے گھٹنوں آنکھوں اور عقل پر خصوصی رحمت کا نزول رہیگا۔ (۱۳۳) چنانچہ گھٹنوں پر تو رحمت جو تک بن کر چٹٹی، آنکھیں رحمت کی وجہ سے ساری عمر نیم بند اور مائی اوپیا کا شکار رہیں۔ اور عقل تو تھی ہی سراپا رحمت۔ مرزا قادیانی کی عقل بلے بلے دنیا جانتی ہے کہ عقل اور مرزا قادیانی کا کبھی جوڑی نہ ہو سکا۔ ساری عمر عقل مرزا قادیانی سے ناراض رہی اگر عقل ہوتی تو نہ گڑ سے ڈوائی کرتا، نہ مٹی کا ڈھیلا کھاتا، نہ الٹی گرگا بی پھن کر نوابی چال چلتا، اور نہ سدردی کے بٹن نیچے والے اوپر کے کاج میں بند کرتا۔ واقعی مرزا قادیانی کے گھٹنے، آنکھیں اور عقل شیطانی رحمت کا مرقع رہیں اور پوری قادیانی ذریعہ البغایا کو یہ سب نعمتیں وراثتاً منتقل ہو رہی ہیں۔

۹۷۔ منجھاپن:

ایک اشتہار بالوں کی کثرت کا شاید لندن میں کسی نے دیا ہے اور مفت دوا بھیجتا ہے۔ آپ وہ دوائی بھی منگوا لیں تاکہ آزمائی جاسکے لکھتا ہے کہ اس سے منجھپ بھی شفاء پاتے ہیں۔ (۱۳۶)

۹۸۔ لا چاری:

(۱) اس عاجز کی طبیعت آج بہت علیل ہو رہی ہے۔ ہاتھ پاؤں بھاری اور زبان بھی بھاری ہو رہی ہے۔ مرض کے غلبے سے نہایت لا چاری ہے۔ (۱۳۷)

(ب) یہ عاجز کسی صورت اس قدر تکلیف نہیں اٹھا سکتا کہ اس حالت میں لدھیانہ پہنچ کر پھر لاہور میں آوے۔ طبیعت بیمار ہے۔ لا چار ہوں اس لیے مناسب ہے کہ اپریل کے مہینے میں کوئی تاریخ مقرر کی جاوے۔ (۱۳۸)

۹۹۔ تڑاڑا:

ایک دفعہ بمقام گورداسپور ۱۹۰۴ء میں آپ کو بخار تھا۔ آپ نے خاکسار سے فرمایا کہ جسم آدمی کو بلاؤ جو ہمارے جسم پر پھرے۔ خاکسار خواجہ کمال الدین صاحب وکیل لاہور کو لایا جو چند دفعہ پھرے مگر حضرت اقدس نے فرمایا کہ انکا وجود چنداں بوجھل نہیں کسی دوسرے شخص کو لائیں شاید حضور نے ڈاکٹر میر محمد اسماعیل دھلوی کا نام لیا۔ خاکسار انکو بلا لایا۔ جسم پر پھرنے سے حضرت اقدس کو آرام محسوس ہوا۔ (۱۳۹)

۱۰۰۔ مائی اوپیا:

ڈاکٹر میر محمد اسماعیل نے مجھ سے بیان کیا کہ حضرت صاحب کی آنکھوں میں مائی اوپیا تھا۔ اسی وجہ سے پہلی رات کا

چاند نہ دیکھ سکتے تھے۔ (۱۴۰)

۱۰۱۔ مرقا:

(۱) حضور نے فرمایا کہ ایک رنگ میں سب نبیوں کو مرقا ہوتا ہے اور جھکو بھی ہے۔ یہ طبیعتوں کی مناسبت ہے جس قدر ایسے آدمی ہیں کچھ چلیں آویں۔ (۱۴۱)

(ب) میرا تو یہ حال ہے کہ باوجود اسکے کہ دو بیماریوں میں مبتلا رہتا ہوں تاہم آج کل کی مصروفیات کا یہ حال ہے کہ رات کو مکان کے دروازے بند کر کے بڑی بڑی رات تک بیٹھا اس کام کو کرتا رہتا ہوں۔ حالانکہ زیادہ گائے سے مرقا کی بیماری ترقی کرتی ہے۔ (۱۴۲)

(ج) مرقا کا مرض حضرت مرزا صاحب میں موروثی نہ تھا بلکہ یہ خارجی اثرات کے ماتحت پیدا ہوا۔ (۱۴۳)

جیسا کہ مقالہ کے آغاز میں روحانی سائنسی تحقیق سے ثابت کیا جا چکا ہے کہ گناہوں کی بدولت جو بیماری انسان پر حملہ آور ہوتی ہے وہ نہ صرف ایک انسان کو اپنی گرفت میں دیو جتی ہے بلکہ اس کے منحوس اثرات اسکی آئندہ نسلوں اور قریبی اعضاء تک بھی پھیل جاتے ہیں۔ ملاحظہ فرمائیں کہ مرزا قادیانی کی محسوسات سے اس کے متعلقین بھی بچ نہ سکے۔ مرزا قادیانی کا اپنا ہی قول ہے کہ ”میری بیوی کو مرقا کی بیماری ہے۔ کبھی کبھی وہ میرے ساتھ ہوتی ہے۔ کیونکہ طبی اصول کے مطابق اس کے لیے چھل قدمی مفید ہے۔ (۱۴۵)

ڈاکٹر شاہنواز قادیانی کی تحریر ملاحظہ ہو!

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی (مرزا محمود احمد قادیانی) نے فرمایا کہ مجھ کو کبھی کبھی مرقا کا دورہ ہو جاتا ہے۔ (۱۴۶)

مرزا قادیانی کو مرض مرقا کیوں لاحق ہوا اسکے اسباب و عوامل کیا تھے اور مرض میں مبتلا ہونے کے بعد اس نے کیا کیا مغل کھائے یہ بحث بھی دلچسپی سے خالی نہیں۔ حکیم برہان الدین ننیش لکھتے ہیں!

”مانچو لیا کی ایک قسم ہے جس کو مرقا کہتے ہیں۔ یہ مرض تیز سودا سے جو معدہ میں جمع ہوتا ہے پیدا ہوتا ہے اور جس عضو میں یہ مادہ جمع ہو جاتا ہے اس سے سیاہ بخارات اٹھ کر دماغ کی طرف چڑھتے ہیں۔ اسکی علامات یہ ہیں۔ ترش و خالی ڈکاریں، ضعف معدہ کی وجہ سے کھانے کی لذت کم معلوم ہونا، ہاضمہ خراب ہو جانا، پاخانہ پتلا ہونا، پیٹ پھولنا، دھوئیں جیسے بخارات چڑھتے ہوئے معلوم ہونا“

ڈاکٹر و حکیم غلام۔۔ صاحب مرض مرقا کی وجوہات بیان کرتے ہوئے رقم طراز ہیں!

”یہ خیال کیا جاتا ہے کہ اس مرض (مراق) کی علامات کا ظہور فتور قوت حیوانی یا روح حیوانی سے ہوتا ہے۔ جو کہ جگر و معدہ میں ہوتی ہیں۔ مگر تحقیقات جدیدہ سے معلوم ہوا ہے کہ یہ مرض عصمی ہے۔ اور جیسا کہ عورتوں میں رحم کی مشارکت سے مرض احتیاق الرحم (ہسٹریا) پیدا ہوتا ہے اسی طرح اعضائے اندرونی کے فتور سے ضعف دماغ ہو کر مردوں میں مراق ہو جاتا ہے۔“ (۱۳۸)

حکیم نور الدین قادیانی کے بقول!

”مراق کے اسباب میں سب سے بڑا ورش میں ملا ہوا طبعی میلان اور عصمی کمزوری ہے۔ عصمی امراض ہمیشہ ورش میں ملتے ہیں اور لمبے عرصہ تک خاندان میں چلتے ہیں۔“ (۱۳۹)

”جس طرح مرزا قادیانی کا سارا خاندان مراقی ہو چکا ہے“ (زاہد)

مراقی شخص کے بارے میں جب اطباء و حکماء کی آراء کا مطالعہ کیا جائے تو یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہو جاتی ہے کہ مرزا قادیانی کے تمام الہامات و پیش گوئیوں کا منبع اسکا مراق ہی تھا۔ حکیم برہان الدین نفیس لکھتے ہیں!

”مالجئہ خیالات و افکار کے طریق طبعی سے متغیر بخوف و فساد ہو جانے کو کہتے ہیں۔۔۔۔۔ بعض مریضوں میں گاہے بگاہے یہ فساد اس حد تک پہنچ جاتا ہے کہ وہ اپنے آپ کو غیب دان سمجھتا ہے اور اکثر ہونے والے امور کی پہلے ہی خبر دے دیتا ہے۔۔۔ اور بعض میں یہ فساد یہاں تک ترقی کر جاتا ہے کہ اسکو اپنے متعلق یہ خیال ہوتا ہے کہ میں فرشتہ ہوں۔“ (۱۵۰)

حکیم محمد اعظم خاں صاحب مریض مراق کی حالت کا ذکر کرتے ہوئے تحریر کرتے ہیں!

”مریض کے اکثر ادھام اس کام سے متعلق ہوتے ہیں جس میں مریض زمانہ صحت میں مشغول رہا ہو۔ مثلاً۔۔۔ اگر مریض صاحب علم ہو تو پیغمبری اور معجزات و کرامات کے دعویٰ کر دیتا ہے۔ خدائی باتیں کرتا ہے اور لوگوں کو اسکی تبلیغ کرتا ہے۔ (۱۵۱)

ڈاکٹر شاہنواز قادیانی کے ایک مضمون کا مراق سے متعلقہ حصہ بھی ملاحظہ فرمائیں!

”ایک مدعی الہام سے متعلق اگر یہ ثابت ہو جائے کہ اسکو ہسٹیریا، بالٹھ لیا یا مرگی کا مرض تھا تو اسکے دعویٰ کی تردید کے لیے پھر کسی اور ضرب کی ضرورت نہیں رہتی کیونکہ یہ ایسی چوٹ ہے جو اسکی صداقت کی عمارت کو بچ و بن سے اکھاڑ دیتی ہے۔ (۱۵۲)

مرزا محمود احمد قادیانی مراق کے مریض کا نام مراق رکھتے ہوئے لکھتا ہے!

”ہسٹیریا کا مریض جسکو اعتناق الرحم کہتے ہیں چونکہ تمام طور پر مرض عورتوں میں زیادہ ہوتا ہے اس لیے اسکو رحم کی طرف منسوب کرتے ہیں ورنہ مردوں میں بھی یہ مرض ہوتا ہے۔ اور جن مردوں کو یہ مرض ہوا کو مراقی کہتے ہیں۔ (۱۵۳)

مندرجہ بالا بحث سے یہ بات واضح ہو گئی ہے کہ مرزا قادیانی کو مرض مراق لاحق تھا۔ جتنی علامات مرض مراق سے متعلق اطباء و حکماء نے بیان کی ہیں وہ سب کی سب بدرجہ اتم مرزا قادیانی میں موجود تھیں۔ چنانچہ ثابت ہوا کہ مرزا قادیانی کے تمام دعویٰ جات والہامات اسکی مراقی طبیعت ہی کا کرشمہ سازی تھی۔

۱۰۲۔ مفحمل جسمانی قوی:

اگر ایک سطر بھی لکھوں یا کچھ فکر کروں تو خطرناک دوران سر شروع ہو جاتا ہے۔ اور دل ڈوبنے لگتا ہے۔ جسم بالکل بے کار ہو جاتا ہے۔ اور جسمانی قوی ایسے مفحمل ہو گئے ہیں کہ خطرناک حالت ہے۔ (۱۵۴)

۱۰۳۔ مرگی:

مجھے یاد ہے کہ شاید چوبیس برس کا عرصہ گزرا ہو گا کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک جگہ شیطان سیاہ رنگ اور بد صورت کھڑا ہے۔ اول اُس نے میری طرف توجہ کی اور میں نے اُس کے منہ پر طمانچہ مار کر کہا دور ہواے شیطان تیرا مجھ میں حصہ نہیں۔ اور پھر وہ ایک دوسرے کی طرف گیا اور اسکو اپنے ساتھ کر لیا۔ اور جسکو ساتھ کیا اسکو میں جانتا تھا۔ اسنے میں آنکھ کھل گئی۔ اسی دن یا اُس کے بعد اُس شخص کو مرگی پڑی جسکو میں نے خواب میں دیکھا تھا کہ شیطان نے اسکو ساتھ کر لیا ہے۔ اور صرک کی بیماری میں گرفتار ہو گیا ہے۔ اس سے مجھے یقین ہوا کہ شیطان کی ہمراہی کی تعبیر مرگی ہے۔ (۱۵۵)

۱۰۴۔ مے نوشی کا عادی:

اس وقت میاں یار محمد بیچا جاتا ہے۔ آپ اشیائے خریدنی خود خرید کر دیں اور ایک بوتل ٹانک وائن پلو مرکی دوکان سے خریدیں مگر ٹانک وائن چاہیے اسکا لحاظ رہے۔ (۱۵۶)

۱۰۵۔ مقعد سے خون بہنا:

ایک مرتبہ قونج زجیری سے سخت بیمار ہوا اور سولہ دن تک پاخانہ کی راہ سے خون آتا رہا۔ سخت درد تھا جو بیان سے باہر

ہے۔ (۱۵۷)

۱۰۶۔ موٹہ حاکم زور:

حضور نے فرمایا شاہ صاحب ہمارے موٹہ پر ضرب آتی ہے جسکی وجہ سے وہ اب تک کمزور ہے۔ (۱۵۸)

۱۰۷۔ نامردی:

جس قدر ضعف دماغ کے عارضہ میں عاجز جتلا ہے مجھے یقین نہیں کہ آپ کو ایسا ہی عارضہ ہو۔ جب میں نے نئی شادی کی تھی تو مدت تک یقین رہا کہ میں نامرد ہوں آخر میں نے صبر کیا اور اللہ تعالیٰ پر امید اور دعا کرتا رہا۔ سو اللہ تعالیٰ نے اس دعا کو قبول فرمایا اور ضعف قلب تو اب بھی مجھ میں اس قدر ہے کہ میں بیان نہیں کر سکتا۔ (۱۵۹)

۱۰۸۔ مردانہ کمزوری:

اس نہایت درجہ کے ضعف میں میرا نکاح ہوا تو بعض نے افسوس کیا کیونکہ میری حالت مردی کا لحد تھی۔ اور پیرانہ سالی کے رنگ میں میری زندگی تھی۔ چنانچہ مولوی محمد حسین بٹالوی نے مجھے خط لکھا تھا کہ آپ کو شادی نہیں کرنی چاہیے تھی۔ ایسا نہ ہو کہ کوئی اتلا پیش آئے۔ جواب تک موجود ہے۔ (۱۶۰)

۱۰۹۔ نعوذ کا لحدم:

ایک مرض مجھے نہایت خوفناک تھی کہ صحبت کے وقت لیٹنے کی حالت میں نعوذ بکھی جا تا رہتا تھا۔ شاید قلت حرارت غریزی اسکا موجب تھی وہ عارضہ بکھی جا تا رہا ہے۔ (۱۶۱)

مرزا قادیانی کی مردانہ حالت کے کمزور ہونے اور نامردی پر اُسکے اپنے اعتراف کے بعد سوال پیدا ہوتا ہے کہ شادی کے فوراً بعد اسکے ہاں اولاد کس طرح پیدا ہو گئی جبکہ وہ خود تحریر کر رہا ہے کہ نئی شادی کے بعد عرصہ دراز تک نامرد رہا۔ تو سنیں! یہ بات اب تحقیق سے ثابت ہو چکی ہے کہ اسکی تمام اولاد اسکی اپنی نہیں بلکہ حکیم نور الدین سمیت جن قادیانیوں کو بذریعہ خطوط مرزا قادیانی اپنی جنسی ناکامی کی کہانیاں سنایا کرتا تھا انھوں نے ہی مرزا قادیانی کے آڑے وقت میں اسکا ہاتھ بٹایا۔ مرزا قادیانی تو بیماریوں کی وجہ سے موت کی دہلیز پر پہنچ چکا تھا اور بڑھاپے میں شادی کا سیارہ پر چڑھا بیٹھا اوپر سے نامردی کا عذاب نازل ہو چکا تھا۔ چنانچہ مرزا قادیانی تو مجبوراً عرصہ دراز تک صبر کرتا رہا، لیکن نوجوان نئی دلیہن نصرت جہاں بیگم کیسے صبر کرتی۔ چنانچہ اُس نے مرزا قادیانی کے جواں مرد مریدوں سے راہ و رسم پیدا کر لیے۔ اور مرزا قادیانی کی موجودگی میں ہی اپنا دل بھانے کی غرض سے شاہنگ کیلئے نوجوان مریدوں کی ہمراہی پسند کرتی۔ ڈاکٹر بشارت احمد قادیانی نے اس حقیقت کو بدیں الفاظ آشکارا کیا ہے۔!

”بیوی صاحبہ مرزا جی کے مریدوں کو ساتھ لے کر لاہور سے کپڑے بھی خود ہی خرید لایا کرتی تھیں۔ (۱۶۲)

اب تصور کریں قادیان سے لاہور تک کا سفر آج سے ایک صدی قبل کتنا لمبا اور کتنا وقت لیتا ہوگا۔ جبکہ جہلم کی عدالت میں پیش ہونے کیلئے مرزا قادیانی ایک دن قبل سفر شروع کرتا تھا۔ ضرور لاہور تک آنے جانے اور خرید و فروخت کرنے میں دو تین دن تو لگ ہی جاتے ہو گئے اور اس خوشگوار سفر کو مرزا قادیانی کا معتمد ترین ساتھی حکیم نور الدین اور بھی پر کیف بنا دیتا تھا۔ اسی وجہ سے یار لوگوں نے اُسی وقت ہی یہ باتیں کہنا شروع کر دی تھیں جب مرزا قادیانی کا پہلا بیٹا مرزا بشیر الدین پیدا ہوا کہ بیٹے کی شکل تو حکیم نور الدین سے بہت ملتی ہے اور بعد ازاں مرزا بشیر احمد جو بشیر احمد ایم اے کے نام سے مشہور ہوئے اور قمر الانبیاء بھی کہلائے کی پیدائش پر تو لوگوں نے پختہ یقین سے کہنا شروع کر دیا کہ یہ اولاد حکیم نور الدین کے نطفہ سے پیدا ہو رہی ہے۔ (۱۶۳)

اس خدشہ کو مزید تقویت اُس وقت ملتی ہے جب حکیم نور الدین کی تحریروں کا مطالعہ کیا جاتا ہے کہ ساری قادیانی ذریعہ البغایا تو نصرت جہاں بیگم کا نام جب بھی لکھتی ہے اُسے ”ام المومنین“ لکھتی ہے جبکہ حکیم نور الدین نے اپنی تحریروں میں جب بھی نصرت جہاں بیگم کا ذکر کیا تو اُسے بیوی صاحبہ ہی لکھا کیونکہ وہ اُسے مرزا قادیانی کے ساتھ ساتھ اپنی بیوی ہی سمجھتا تھا ”ام المومنین“ نہ سمجھتا تھا۔

۱۱۰۔ نبض بند:

ایک دفعہ والد صاحب سخت بیمار ہو گئے اور حالت نازک ہو گئی۔ حکیموں نے ناامیدی کا اظہار کر دیا۔ اور نبض بند ہو گئی۔ (۱۶۴)

۱۱۱۔ نبض کمزور:

سخت درد کا عارضہ لاحق ہوا اور ایک دفعہ تمام بدن سرد اور نبض کمزور ہو گئی اور طبیعت میں سخت گھبراہٹ شروع ہوئی۔ (۱۶۵)

۱۱۲۔ نروس پالیوریا:

اس خاکسار نے کیا وادی ملاحظہ نہیں کیا تھا مگر ہمیشہ کے حالات دیکھ کر تشخیص کی تھی کہ یہ مرض نروس پالیوریا ہے۔ (۱۶۶)

۱۱۳۔ نیم بند آنکھیں:

حضرت صاحب کی آنکھیں ہمیشہ نیچی اور نیم بند رہتی تھیں انکے سامنے جاتے ہوئے کسی خاص پردے کی ضرورت

نہیں۔ (۱۶۸)

۱۱۳۔ ہاتھ پاؤں ٹھنڈے ہونا:

(۱) آپ کو دل گھٹنے کا دورہ ہوا اور ہاتھ پاؤں ٹھنڈے ہو گئے۔ (۱۶۹)

(ب) خاکسار نے والدہ صاحبہ سے پوچھا کہ دورہ میں کیا ہوتا تھا۔ والدہ صاحبہ نے کہا کہ ہاتھ پاؤں ٹھنڈے ہو

جاتے تھے۔ (۱۷۰)

۱۱۵۔ ہسٹیریا:

میں نے کئی دفعہ حضرت صاحب سے سنا ہے کہ مجھے ہسٹیریا ہے۔ بعض اوقات آپ مراقب بھی فرمایا کرتے

تھے۔ (۱۷۱)

۱۱۶۔ ہیضہ یعنی مرض الموت:

حضرت صاحب جس رات کو بیمار ہوئے اس رات کو میں اپنے مقام پر جا کر سوچا تھا جب آپ کو بہت تکلیف ہوئی

تو مجھے جگایا تھا۔ جب میں حضرت صاحب کے پاس پہنچا اور آپ کا حال دیکھا تو آپ نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا! میر

صاحب مجھے وبائی ہیضہ ہو گیا ہے۔ اسکے بعد آپ نے کوئی ایسی صاف بات میرے خیال میں نہیں فرمائی۔ یہاں تک کہ

دوسرے روز دس بجے کے بعد آپ کا انتقال ہو گیا۔ (۱۷۲)

بقول شاعر!

یوں کسا کرتا تھا مرجائیں گے اور اور تو زندہ ہیں خود ہی مر گیا

اسکے پیاروں کا ہو گا کیا علاج کالہ سے خود مسجا مر گیا

مزید یہ کہ!

مرزا قادیانی تو مومن پکارے کہوئل کے خس کم جہاں پاک سارے

☆☆☆☆ ☆☆☆☆ ☆☆☆☆

حواشی و حوالہ جات

۱۔ سورۃ الشوریٰ آیت ۳۰ ۲۔ سورۃ الرعد آیت ۳۱

۳۔ تازیانہ عبرت ص ۱۶۲ از مولانا کریم الدین دیر رحمۃ اللہ علیہ

۴۔ قادیانیت اسلام اور سائنس کے کٹھنرے میں از عرفان محمود برق ص ۶۷

۵۔ ایضاً ص ۶۴ ۶۔ ایضاً ص ۶۶ ۷۔ (مرزا قادیانی کے الہامات کا مجموعہ) تذکرہ طبع دوم ص ۸۰۳

۸۔ اربعین نمبر ۳ حاشیہ ص ۳۰ مندرجہ روحانی خزائن ج ۱ ص ۴۱۹ از مرزا قادیانی

۹۔ روزنامہ الفضل ربوہ مورخہ ۳ جولائی ۱۹۵۹ ۱۰۔ تازیانی عبرت ص ۶۳ از مولانا کرم الدین دبیر رحمۃ اللہ علیہ

۱۱۔ تذکرہ طبع دوم ص ۲۵۴ ۱۲۔ سیرت الحمید یحیٰ روایت ص ۱۶۹ مرتبہ مرزا بشیر احمد قادیانی

۱۳۔ سیرت الحمید یحیٰ روایت ص ۸۴۳ ۱۴۔ سیرت الحمید یحیٰ دوم روایت ص ۳۷۶ ۵۸

۱۵۔ تازیانہ عبرت ص ۱۰۲ از مولانا کرم الدین دبیر رحمۃ اللہ علیہ ۱۶۔ رسالہ ربوہ یوسف ریلچر قادیان بابت مئی ۱۹۳۷ء

۱۷۔ سیرت الحمید یحیٰ روایت ص ۵۱۲ ۱۸۔ ایضاً

۱۹۔ سیرت الحمید یحیٰ روایت ص ۸۱۲ ۲۰۔ ایضاً روایت ص ۵۶۲ ۳۹

۲۱۔ اخبار الفضل قادیان ج ۳ نمبر ۱۰ مورخہ ۱۸ اپریل ۱۹۱۶ء ۲۲۔ آئینہ احمدیت ص ۱۸۶ از دوست محمد قادیانی

۲۳۔ تذکرہ طبع دوم ص ۱۳۲ از مرزا قادیانی ۲۴۔ تازیانہ عبرت ص ۶۵

۲۵۔ ایضاً ص ۶۶ ۲۶۔ ایضاً ۲۷۔ سیرت الحمید یحیٰ روایت ص ۸۶۷ ۲۵۳

۲۸۔ سیرت الحمید یحیٰ روایت ص ۸۳۹ ۲۹۔ سیرت الحمید یحیٰ دوم روایت ص ۳۷۵ ۵۸

۳۰۔ منظر وصال از مفتی محمد صادق قادیانی مندرجہ اخبار الحکم خاص نمبر مورخہ ۲۱ مئی ۱۹۳۴ء ۳۱۔ ایضاً

۳۲۔ خطوط امام بنام غلام ص ۶ مرزا قادیانی کا خط بنام حکیم محمد حسین قریشی

۳۳۔ سیرت الحمید یحیٰ روایت ص ۱۹ ۳۴۔ تازیانہ عبرت ص ۱۱۰

۳۵۔ سیرت الحمید یحیٰ روایت ص ۴۴۴ ۳۶۔ سیرت الحمید یحیٰ روایت ص ۸۱ ۲۱۱

۳۷۔ سیرت الحمید یحیٰ روایت ص ۸۱۲ ۳۸۔ سیرت الحمید یحیٰ روایت ص ۱۹ ۱۷

۳۹۔ سیرت الحمید یحیٰ روایت ص ۷۰ ۱۳۳ ۴۰۔ سیرت الحمید یحیٰ روایت ص ۹۳۸ ۲۸۷

۴۱۔ سیرت الحمید یحیٰ روایت ص ۲۴ ۱۵۷ ۴۲۔ خطوط امام بنام غلام ص ۱۷ از حکیم محمد حسین قریشی

۴۳۔ تذکرہ طبع دوم ص ۱۱۶ لہام نمبر ۱۱۸ از مرزا قادیانی ۴۴۔ ضمیمہ اربعین نمبر ۴ ص ۴۲

۴۵۔ سیرت الحمید یحیٰ روایت ص ۵۱۲ ۴۶۔ آئینہ احمدیت ص ۱۸۶ از دوست محمد شاہ قادیانی

۴۷۔ سیرت الحمید یحیٰ روایت ص ۴۲ ۱۶۴ ۴۸۔ سیرت الحمید یحیٰ روایت ص ۶۵ ۱۹۵

۴۹۔ سیرت الحمید یحیٰ روایت ص ۴۰۳ ۷۷ ۵۰۔ سیرت الحمید یحیٰ روایت ص ۲۲ ۷۷

۵۱۔ سیرت الحمید یحیٰ روایت ص ۱۹ ۱۷ ۵۲۔ سیرت الحمید یحیٰ روایت ص ۸۸ ۲۱۳

۵۳۔ تازیانہ عبرت ص ۶۶ ۵۴۔ مکتوبات احمدیہ ج ۵ نمبر ۳ ص ۳۱

- ۵۵۔ بیان مرزا قادیانی بطور گواہ صفائی زیر مقدمہ فضل دین بنام محمد کرم الدین بعدالت جناب رائے گنگا رام صاحب اسٹنٹ کمشنر و مجسٹریٹ و جج اول گورداسپور مندرجہ تازیانہ عبرت ص ۱۱۶۶ از مولانا کرم الدین دبیر رحمۃ اللہ علیہ
- ۵۶۔ سیرت الحمہد ی ح ۱ روایت ۲۶۲ ص ۲۵۷ ۵۷۔ سیرت الحمہد ی ح ۳ روایت ۵۷ ص ۵۳
- ۵۸۔ تذکرہ طبع دوم ص ۸۰۲ ۵۹۔ سیرت الحمہد ی ح ۳ روایت ۱۰ ص ۷۹
- ۶۰۔ تذکرہ طبع دوم ص ۳۲ ۶۱۔ سیرت الحمہد ی ح ۲ روایت ۳۳۳ ص ۱۲۵
- ۶۲۔ حقیقۃ الوحی ص ۱۳۵ از مرزا قادیانی ۶۳۔ سیرت الحمہد ی ح ۲ روایت ۳۳۱ ص ۱۱۷
- ۶۴۔ سیرت الحمہد ی ح ۳ روایت ۵۴ ص ۶۹ ۶۵۔ سیرت الحمہد ی ح ۱ روایت ۱۸ ص ۲۱۷
- ۶۶۔ ضمیمہ اربعین نمبر ۳ ص ۴ ۶۷۔
- ۶۸۔ تذکرہ طبع دوم ص ۳۲ ۶۹۔ ذکر حبیب ص ۱۱۹ از مفتی محمد صادق قادیانی
- ۷۰۔ سیرت الحمہد ی ح ۳ روایت ۷۷ ص ۲۰۹ ۷۱۔ سیرت الحمہد ی ح ۳ روایت ۱۰ ص ۱۳۹
- ۷۲۔ ملفوظات مرزا قادیانی مندرجہ کتاب منظور الہی ص ۳۳۹ مرتبہ منظور الہی قادیانی
- ۷۳۔ بیان مرزا قادیانی مندرجہ اخبار پیغام صلح لاہور مورخہ یکم دسمبر ۱۹۴۸ء
- ۷۴۔ سیرت الحمہد ی ح ۳ روایت ۶۹ ص ۱۳۱
- ۷۵۔ منظروصال از مفتی محمد صادق قادیانی مندرجہ اخبار الحکم قادیان خاص نمبر مورخہ ۲۱ مئی ۱۹۳۴ء
- ۷۶۔ ذکر حبیب ص ۳۶۴ مرزا قادیانی کا خط بنام مفتی محمد صادق قادیانی ۷۷۔ تازیانہ عبرت ص ۶۶
- ۷۸۔ سیرت الحمہد ی ح ۱ روایت ۵۶ ص ۵۰ ۷۹۔ حیات احمد ج ۲ نمبر اول ص ۷۹ از یعقوب علی عرفانی
- ۸۰۔ سیرت الحمہد ی ح ۲ روایت ۵۹ ص ۱۳۶ ۸۱۔ سیرت الحمہد ی ح ۱ روایت ۸۳ ص ۶۷
- ۸۲۔ سیرت الحمہد ی ح ۳ روایت ۸۱۲ ص ۲۲۷ ۸۳۔ مکتوبات احمد بیج ۵ نمبر ۲ ص ۷۲ از یعقوب علی عرفانی
- ۸۴۔ ایضاً ص ۱۲۱ ۸۵۔ سیرت الحمہد ی ح ۱ روایت ۱۲ ص ۱۰ ۸۶۔ سیرت الحمہد ی ح ۱ ص ۱۰
- ۸۷۔ سیرت الحمہد ی ح ۲ روایت ۴۴۴ ص ۲۵ ۸۸۔ سیرت الحمہد ی ح ۲ روایت ۳۳۵ ص ۲۵
- ۸۹۔ سیرت الحمہد ی ح ۱ روایت ۱۲ ص ۱۰ ۹۰۔ تازیانہ عبرت ص ۶۵
- ۹۱۔ تذکرہ طبع دوم ص ۳۱ ۹۲۔ سیرت الحمہد ی ح ۱ روایت ۳۶ ص ۲۸
- ۹۳۔ سیرت الحمہد ی ح ۱ روایت ۱۹ ص ۱۷ ۹۴۔ سیرت الحمہد ی ح ۳ روایت ۵۹ ص ۶۶
- ۹۵۔ سیرت الحمہد ی ح ۳ روایت ۵۸۶ ص ۶۱ ۹۶۔ سیرت الحمہد ی ح ۳ روایت ۴۴۴ ص ۱۲۵

- ۹۷۔ سیرت المحدث ح ۳ روایت ۵۸۶ ص ۶۱
 ۹۹۔ سیرت المحدث ح ۲ روایت ۳۱۶ ص ۱۱
 ۱۰۱۔ تازیانہ عبرت ص ۶۳
 ۱۰۳۔ سیرت المحدث ح ۱ روایت ۱۲ ص ۱۱
 ۱۰۵۔ تازیانہ عبرت ص ۱۶۶
 ۱۰۷۔ تذکرہ طبع دوم ص ۳۲۰
 ۱۰۹۔ رسالہ دیوبند آف ریلیجز قادیان بابت مئی ۱۹۳۷ء
 ۱۱۱۔ سیرت المحدث ح ۱ روایت ۱۹ ص ۱۷
 ۱۱۳۔ حقیقۃ الوحی ص ۲۴۵
 ۱۱۵۔ سیرت المحدث ح ۱ روایت ۲۰۰ ص ۲۲۲
 ۱۱۷۔ سیرت المحدث ح ۱ روایت ۱۲ ص ۱۰
 ۱۱۹۔ حقیقۃ الوحی ص ۱۳۶۳ از مرزا قادیانی
 ۱۲۱۔ سیرت المحدث ح ۱ روایت ۶۵ ص ۵۵
 ۱۲۳۔ ضمیمہ اربعین نمبر ۳ ص ۴
 ۱۲۵۔ ضمیمہ اربعین نمبر ۳ ص ۴
 ۱۲۶۔ منظروصال از مفتی محمد صادق قادیانی مندرجہ اخبار الحکم خاص نمبر مورخہ ۲۱ مئی ۱۹۳۴ء
 ۱۲۷۔ ذکر حبیب ص ۱۲۱ از مفتی محمد صادق قادیانی
 ۱۲۹۔ سیرت المحدث ح ۳ روایت ۶۳۸ ص ۱۰۳
 ۱۳۰۔ حالات مرزا قادیانی مرتبہ معراج دین عمر قادیانی تہہ براہین احمدیہ ح ۱ ص ۶۷
 ۱۳۱۔ مکتوبات احمدیہ ح ۵ ص ۸۲
 ۱۳۲۔ تازیانہ عبرت ص ۱۱۱۲ از مولانا کریم الدین دیر رحمۃ اللہ علیہ
 ۱۳۳۔ سیرت المحدث ح ۳ روایت ۵۷۰
 ۱۳۵۔ سیرت المحدث ح ۳ روایت ۶۵ ص ۱۹۵
 ۱۳۶۔ ذکر حبیب ص ۳۶۰ خط مرزا قادیانی بنام مفتی محمد صادق قادیانی
 ۱۳۷۔ مکتوبات احمدیہ ح ۵ نمبر ۲ ص ۱۲۱ مرتبہ یعقوب علی عرفانی قادیانی

- ۱۳۸۔ ایضاً ص ۹۰
 ۱۳۹۔ سیرت المہدی ح ۳ روایت ۵۶۵ ص ۴۹
 ۱۴۰۔ سیرت المہدی ح ۳ روایت ۶۷۳ ص ۱۱۹
 ۱۴۱۔ سیرت المہدی ح ۳ روایت ۹۶۹ ص ۳۰۴
 ۱۴۲۔ ملفوظات مرزا قادیانی مندرجہ منظور الٰہی ص ۳۴۸
 ۱۴۳۔ سیرت المہدی ح ۲ روایت ۳۶۹ ص ۵۵
 ۱۴۴۔ رسالہ دیوبند پوآف ریلیجز قادیان بابت اگست ۱۹۲۶ء ص ۱۰
 ۱۴۵۔ اخبار الحکم قادیان ج ۵ نمبر ۲۹ مورخہ ۱۱ اگست ۱۹۰۱ء بیان مرزا قادیانی مقتول از کتاب منظور الٰہی
 ۱۴۶۔ رسالہ دیوبند پوآف ریلیجز قادیان بابت اگست ۱۹۲۶ء ص ۱۱ مضمون ڈاکٹر شاہنواز قادیانی
 ۱۴۷۔ شرح الاسباب والعلامات امراض، مالتولیا، مراق مصنفہ حکیم برہان الدین نقیس
 ۱۴۸۔ مخزن حکمت مصنفہ شمس الحکماء حکیم ڈاکٹر غلام جیلانی طبع دوم
 ۱۴۹۔ بیاض نور الدین ج ۱ منقول از پیغام صلح لاہور ص ۴۷ مورخہ یکم دسمبر ۱۹۳۸ء
 ۱۵۰۔ شرح الاسباب والعلامات امراض، مالتولیا، مراق مصنفہ حکیم برہان الدین نقیس
 ۱۵۱۔ اکسیر اعظم ج ۱ ص ۱۸۸ مصنفہ حکیم محمد اعظم خان
 ۱۵۲۔ رسالہ دیوبند پوآف ریلیجز قادیان بابت اگست ۱۹۲۶ء ص ۶، ۷ مضمون ڈاکٹر شاہنواز قادیانی
 ۱۵۳۔ اخبار الفضل قادیان مورخہ ۱۳ اپریل ۱۹۲۲ء ج ۴ ص ۱۰ خطبہ جمعہ مرزا محمود احمد قادیانی
 ۱۵۴۔ آئینہ احمدیہ ص ۱۸۶ از دوست محمد قادیانی
 ۱۵۵۔ تذکرہ طبع دوم ص ۱۶ بحوالہ نور القرآن ح ۲ حاشیہ ص ۸۲
 ۱۵۶۔ خطوط امام بنام غلام ص ۵ مجموعہ مکتوبات مرزا قادیانی
 ۱۵۷۔ حقیقۃ الوحی ص ۳۳۴
 ۱۵۸۔ سیرت المہدی ح ۳ روایت ۷۷۹ ص ۱۶
 ۱۵۹۔ مکتوبات احمدیہ ج ۵ نمبر ۲ ص ۲۱ خط بنام حکیم نور الدین محمد رفوری ۱۸۸۷ء
 ۱۶۰۔ نزول المسیح ص ۲۰۹ روحانی خزائن ج ۱ ص ۵۸۷
 ۱۶۱۔ مکتوبات احمدیہ ج ۵ نمبر ۲ ص ۱۶ خط بنام حکیم نور الدین
 ۱۶۲۔ کشف الظنون ص ۸۸ مرتبہ ڈاکٹر بشارت احمد قادیانی
 ۱۶۳۔ قادیانیت اسلام اور سائنس کے کٹہرے میں ص ۱۱۷ از عرفان محمود برق
 ۱۶۴۔ سیرت المہدی ح ۱ روایت ۲۰ ص ۲۲۱
 ۱۶۵۔ مکتوبات احمدیہ ج ۵ ص ۲۸
 ۱۶۶۔ سیرت المہدی ح ۳ روایت ۸۱۲ ص ۲۲۷
 ۱۶۷۔ سیرت المہدی ح ۲ روایت ۳۴۳ ص ۱۲۵

- ۱۶۸۔ سیرت المحدثی ج ۲ روایت ۴۰۳ ص ۷۷
 ۱۶۹۔ سیرت المحدثی ج ۳ روایت ۶۹۷ ص ۱۳۱
 ۱۷۰۔ سیرت المحدثی ج ۱ روایت ۱۹ ص ۱۷
 ۱۷۱۔ سیرت المحدثی ج ۲ روایت ۳۶۹ ص ۵۵
 ۱۷۲۔ حیات ناصر ص ۱۶ مرتبہ یعقوب علی قادری
 ۱۷۳۔ تازیانہ عبرت ص ۶۶
 ☆☆☆☆ ☆☆☆☆ ☆☆☆☆



باطل اپنے آئینے میں

علامہ محمد صدیق ملتانی

ہمارے ملک پاکستان میں اس وقت مختلف مکاتیب فکر کے لوگ آباد ہیں۔ ہر کتب فکر کے لوگ قرآن وحدیث کو کما حقہ سمجھنے کا دعویٰ کرتے ہیں۔ اور یہ کہتے ہیں کہ قرآن وحدیث کے مغز تک سوائے انکے کسی کی رسائی نہیں لیکن جب حقائق کی کسوٹی پر پرکھا جاتا ہے تو یہ بات کھل کر سامنے آتی ہے کہ سوائے اہلسنت وجماعت (جسے بریلوی کے نام سے جانا جاتا ہے) کے باقی تمام فرقے اپنے اندر گستاخیوں کی آلائش لیے ہوئے ہیں ان کا دامن خدا تعالیٰ اور اسکے برگزیدہ پیغمبروں، صحابہ اور ولیوں کی اہانتوں سے داغدار نظر آتا ہے۔ انہوں نے علمی میدان میں بڑی زبردست ٹھوکریں کھائیں ہیں۔ اپنی اپنی تصانیف میں انہوں نے ایسی ناروا باتیں لکھی ہیں جن کو ایک مسلمان سننا بھی گوارا نہیں کر سکتا۔ کسی عالم، محدث، مفسر، اور واعظ کے علم کا پتہ اسکی تقریر اور تحریر سے چلتا ہے۔

جب ہم مرزائیوں کا لٹریچر پڑھتے ہیں تو یہ بات روز روشن کی طرح کھل کر سامنے آتی ہے کہ اس باطل فرقے نے خدا تعالیٰ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ انبیاء کرام علیہ السلام، صحابہ کرام اور اولیاء عظام کی شان میں نازیبا کلمات استعمال کرنے پر ہی اکتفا نہیں کیا بلکہ قرآن پر بھی ہاتھ صاف کرنے کی کوشش کی ہے۔ ذیل میں ہم اس باطل فرقے کے چند اقتباسات پیش کرتے ہیں جن سے آپ کو بالکل صحیح اندازہ ہو جائے گا کہ اس کا اسلام سے دور کا بھی واسطہ نہیں۔ کلام الہی میں تحریف کی تین صورتیں ہیں:-

- ۱۔ **تحریف لفظی:**۔ کلام الہی کے لفظوں میں کمی بیشی کرنا۔
- ۲۔ **تحریف معنوی:**۔ کلام الہی کا ترجمہ اور معنی غلط بیان کرنا۔
- ۳۔ **تحریف منصبی:**۔ وہ آیات جس کسی نبی کے حق میں نازل ہوئی ہوں انکو اپنے اوپر منطبق کرنا۔

نمبر ۱۔ تحریف لفظی:

مرزا غلام احمد قادیانی سے بہت سی آیات قرآنی میں لفظی تحریف کی ہے۔ مثلاً
اصل آیت قرآن

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِن تَشْقُوا اللَّهَ يَجْعَلْ لَكُمْ فُرْقَانًا وَيُكَفِّرْ عَنْكُمْ
سَيِّئَاتِكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ط وَاللَّهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ ۝

مرزا کذاب کی تحریف کردہ آیت:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِن تَشْقُوا اللَّهَ يَجْعَلْ لَكُمْ فُرْقَانًا وَيُكَفِّرْ عَنْكُمْ
سَيِّئَاتِكُمْ وَيَجْعَلْ لَكُمْ نُورًا تَمْشُونَ بِهِ ۝ (دافع الوسواس ص ۱۷۷)

وَيَجْعَلْ لَكُمْ نُورًا تَمْشُونَ بِهِ مرزا صاحب نے داخل کیا اور وَيَغْفِرْ لَكُمْ ط وَاللَّهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ خارج کیا۔

۲۔ اصل آیت قرآن

وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَسُولٍ وَلَا نَبِيٍّ إِلَّا إِذَا تَمَنَّى أَلْقَى الشَّيْطَانُ
فِي أَمْنِيَّتِهِ ط

مرزا کی تحریف شدہ آیت

وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ رَسُولٍ وَلَا نَبِيٍّ إِلَّا إِذَا تَمَنَّى أَلْقَى الشَّيْطَانُ فِي أَمْنِيَّتِهِ
ط

مرزا غلام احمد قادیانی نے قرآن مجید کی اس آیت سے مِنْ قَبْلِكَ خارج کر دیا تاکہ اپنی نبوت ثابت کر سکے۔

نمبر ۲۔ تحریف معنوی:

مثال: سورۃ بقرہ کی آیت نمبر ۵۔ وَالَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِمَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ وَمَا أُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ وَبِالْآخِرَةِ هُمْ
يُوقِنُونَ ۝ کا صحیح ترجمہ یہ ہے۔

”اور جو لوگ ایمان لاتے ہیں اُس پر جو آپ پر نازل ہوا اور جو کچھ آپ سے پہلے نازل ہوا اور آخرت پر یقین رکھتے ہیں“
لیکن مرزا بشیر الدین نے اس کا ترجمہ یوں کیا ہے!

”اور جو کچھ پر نازل کیا گیا ہے یا تجھ سے پہلے نازل کیا گیا تھا اس پر ایمان لاتے ہیں اور
آئندہ ہونے والی موعود باتوں پر بھی یقین رکھتے ہیں“ (تفسیر صغیر)

نمبر ۳۔ تحریف منصبی:

مرزا غلام احمد قادیانی نے وہ آیات جو اللہ تعالیٰ سے حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی شان میں نازل فرمائیں ہیں انکو اپنے اوپر
منطبق کیا ہے۔ مثلاً!

- ۱۔ وما ارسلنک الا رحمة للعالمین۔ (ہیئتہ الوحی ص ۸۵)
- ۲۔ یسن اذک لمن المرسلین۔ (ہیئتہ الوحی ص ۱۱۰)
- ۳۔ سبحان الذی اسرئ بعبدہ لیلاً۔ (ہیئتہ الوحی ص ۷۰)
- ۴۔ قل انکنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ۔ (ہیئتہ الوحی ص ۷۰)
- ۵۔ انا اعطینک الکوثر۔ (ہیئتہ الوحی ص ۱۰۵)
- ۶۔ لیغفر ان اللہ ما تقدم من ذنبک وما تاخر۔ (ہیئتہ الوحی ص ۷۱)
- توحید باری تعالیٰ اور مرزا کی:-
- مرزا نے اپنی کتاب آئینہ کمالات میں لکھا ہے!
- ورایتنی فی المنام عین اللہ
وتیقنت اننی ہو۔
میں نے اپنے آپ کو خواب میں دیکھا کہ میں
اللہ ہوں اور میں نے یقین کر لیا کہ بے شک
میں وہی ہوں۔ (آئینہ کمالات ص ۵۶۴)
- ہیئتہ الوحی میں لکھا ہے!
- انی مع الرسول اقوم وانظر
واصوم۔
میں (اللہ تعالیٰ) اپنے رسول کے ساتھ کھڑا
ہوں گا میں افطار کروں گا اور روزہ بھی رکھوں
گا۔ (ہیئتہ الوحی ص ۱۰۷)
- انت منی بمنزلة توحیدی
وتفریدی۔
تو مجھ سے ایسا ہے جیسے میری توحید اور
تفرید۔ (ہیئتہ الوحی ص ۸۹)
- انت منی بمنزلة ولدی۔
انت منی وانا منک۔
تو مجھ سے بخز نہ میرے فرزند کے۔
تو مجھ سے ظاہر ہوا اور میں تجھ سے۔ (ہیئتہ
الوحی ص ۷۷)
- انما امرک اذا اردت شیئا ان تقول
له کن فیکون۔
جس بات کا ارادہ کرتا ہے۔ وہ ترے حکم سے
فوراً ہو جاتی ہے۔ (ہیئتہ الوحی ص ۱۰۸)
- نحمدک و نصلی۔
اے مرزا ہم تیری تعریف کرتے ہیں اور تجھ پر
درود بھیجتے ہیں۔ (ہیئتہ الوحی ص ۹۷)

من فر منی فمن رب الوری۔ جو شخص مجھ (مرزا) سے بھاگا وہ خدا سے

بھاگا۔ (حقیقہ الوقی ص ۳۶۱)

انت منی بمنزلہ اولادی۔ تو مجھ سے بمنزلہ میری اولاد کے ہے۔

(حقیقہ الوقی ص ۵۸۱)

خطبہ الہامیہ میں مرزا نے لکھا ہے!

”اعطیک صفة الافناء والاحیاء“۔ (خطبہ الہامیہ ص ۵۵)

مرزا نے نزول المسح میں لکھا ہے!

”خدا نمائی کا آئینہ میں ہوں“۔ (نزول المسح ص ۳۶۲)

قاضی یار محمد قادیانی اپنی کتاب ”اسلامی قربانی ٹریکٹ ص ۳۴“ میں لکھتا ہے!

”حضرت مسیح موعود نے ایک موقعہ پر اپنی یہ حالت ظاہر فرمائی کہ کشف کی حالت آپ پر اس

طرح طاری ہوگئی کہ گویا آپ عورت ہیں اور اللہ تعالیٰ نے رجولیت کی قوت کا اظہار فرمایا“

مرزا کے نزدیک خدا تعالیٰ جھوٹ بولتا ہے! (معاذ اللہ)

”(۱) میرا یہ ذاتی تجربہ ہے کہ بسا اوقات خدا تعالیٰ میری نسبت یا میری اولاد کی نسبت یا

میرے کسی دوست کی ایک آنے والی ہلاکت خبر دیتا ہے۔ اور جب اس کے دفع کے لیے دعا

کی جاتی ہے تو پھر دوسرا الہام ہوتا ہے کہ ہم نے اس ہلاکت کو دفع کر دیا۔ پس اگر اس طرح پر

وعید کی پیشگوئی ضروری الوقوع ہے تو میں بیسیوں دفعہ جھوٹا بن سکتا ہوں۔ (حقیقہ الوقی

ص ۱۹۵) (ب) دنیا کی تمام قومیں اس بات پر یقین رکھتی ہیں کہ آنے والی بلائیں خواہ وہ

پیشگوئی کے رنگ میں ظاہر کی جائیں اور خواہ صرف اللہ تعالیٰ کے ارادہ میں مخفی ہوں وہ صدقہ

ونخبرات اور توبہ استغفار سے ٹل سکتی ہیں۔ (حقیقہ الوقی ص ۱۹۵) (ج) یہ تمام دنیا کا ماننا ہوا

مسئلہ اور اہل اسلام اور نصاریٰ و یہود کا متفق علیہ عقیدہ ہے کہ وعید یعنی عذاب کی پیشگوئی بغیر

شرط توبہ اور استغفار اور خوف کے بھی ٹل سکتی ہے“۔ (تحفہ غر نو ص ۵)

مرزا صاحب اپنے ایک الہام کا ذکر کرتے ہیں!

”میں نے ارادہ کیا کہ زمین پر اپنا جانشین پیدا کروں سو میں نے اس آدم کو پیدا کیا۔ یہ مرزا

شریعت کو قائم کرے گا۔ اور دین کو زندہ کریگا یہ خدا کا رسول ہے۔ نبیوں کے لباس میں دنیا

اور آخرت میں مرتبے والا اور خدا کے مقربوں میں ہے۔ میں ایک پوشیدہ خزانہ تھا پس میں نے چاہا کہ پہچانا جاؤں۔ اے مرزا خدا تیری عرش پر حمد کرتا ہے اور عرش پر تیری تعریف کرتا ہے۔“ (ضمیمہ تحفہ گوڑویہ ص ۲۲)

اسکا مطلب یہ ہے کہ معاذ اللہ خدا تعالیٰ خدا کی سے ریٹائر ہو چکا ہے اور اس نے مرزا کو اپنا جانشین اور ولی عہد مقرر کر دیا ہے۔ گویا دوسرا خدا بن گیا ہے۔ (معاذ اللہ)

۔ ہم نشیں پوچھ نہ اس بزم کا افسانہ ناز

دیکھ کر آیا ہوں بندے کا خدا ہو جانا

رسالت اور مرزائیت:-

جس طرح مرزا قادیانی نے عقیدہ توحید میں شرک کی آمیزش کی ہے اسی طرح اس نے اپنے اوپر بزم خولیش رسالت کا دروازہ بھی کھول لیا ہے۔ چنانچہ اس نے لکھا ہے!

۱۔ سچا خدا وہ ہے جس نے قادیان میں اپنا رسول بھیجا۔ (دافع البلاء ص ۱۱)

۲۔ قادیان اس کے (اللہ تعالیٰ کے) رسول کا تحت گاہ ہے۔ (دافع البلاء ص ۱۰)

۳۔ قادیان اسی لیے فخر رکھی گئی کہ وہ خدا کا رسول اور فرستادہ قادیان میں تھا۔ (دافع البلاء ص ۶)

۴۔ بلکہ اس (مرزا) کی شفاعت در حقیقت آنحضرت ﷺ کی شفاعت ہے۔ (دافع البلاء ص ۱۳)

۵۔ اے میرے خدا تو خود جانتا ہے اور دیکھ رہا ہے کہ دنیا میں ایک شخص (مرزا) نبوت اور رسالت کا مدعی اور مسیحیت کا دعویدار موجود ہے جو کہتا ہے کہ!

خاتم الانبیاء میں ہوں۔ (ہقیقۃ الوحی ص ۳۹۰)

۶۔ میرا نام براہین احمدیہ میں محمد اور احمد رکھا ہے۔ (ہقیقۃ الوحی ص ۵۰۲)

۷۔ اسی نے مجھے بھیجا اور اسی نے میرا نام نبی رکھا ہے۔ (ہقیقۃ الوحی ص ۵۰۳)

۸۔ نبی کا نام پانے کے لیے میں مخصوص کیا گیا ہوں۔ (ہقیقۃ الوحی ص ۴۰۶)

۹۔ ومن فرق بینی و بین المصطفیٰ جس نے مجھ میں اور مصطفیٰ (ﷺ) میں فرق

فما عرفنی۔ کی اس نے مجھے نہ پہچانا۔ (خطبہ الہامیہ

ص ۲۵۹)

۱۰۔ کوئی شخص بھی کسی منصب جلیلہ تک پہنچ سکتا ہے یہاں تک کہ وہ محمد رسول اللہ سے بھی آگے نکل سکتا ہے۔ (افضل قادیان

(۱۹۲۲ء-۷-۱۷)

مرزائی اور توہین انبیاء:-

۱۔ میں آدم ہوں۔ میں شیث ہوں۔ میں نوح ہوں۔ میں ابراہیم ہوں۔ میں اسحاق ہوں، میں اسماعیل ہوں۔ میں یعقوب ہوں۔ میں یوسف ہوں۔ میں موسیٰ ہوں۔ میں داؤد ہوں۔ میں عیسیٰ ہوں۔ اور آنحضرت کے نام کا مظہر اتم یعنی ظلی طور پر محمد اور احمد ہوں۔ (حاشیہ ھقیقۃ الوحی ص ۷۶) (معاذ اللہ)

۲۔ اور خدا تعالیٰ میرے لیے اس کثرت سے نشان دکھلا رہا ہے کہ اگر نوح (علیہ السلام) کے زمانے میں وہ نشان دکھلائے جاتے تو لوگ غرق نہ ہوتے۔ (ھقیقۃ الوحی ص ۵۷)

یعنی مرزا دجال نے اپنے آپ کو حضرت نوح علیہ السلام سے افضل قرار دیا ہے۔

۳۔ مجھے الہام ہوا ”سلام علیک یا ابراہیم“، یعنی اے ابراہیم تمھ پر سلام ہو۔ (ھقیقۃ الوحی ص ۲۱۳)

۴۔ ایک بادشاہ کے وقت میں چار سونبی نے اس کی فتح کے بارے میں پیشگوئی کی اور وہ جموٹے نکلے اور بادشاہ کو شکست ہوئی۔ (ازالہ وہام ص ۴۳۹)

۵۔ شیطان نے حضرت آدم کو بھسلا لیا لیکن مرزا نے شیطان کو شکست دی۔ (حاشیہ خطبہ الہامیہ ص ۳۱۲)

۶۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے حضرت یحییٰ (علیہ السلام) کے ہاتھ پر اپنے گناہوں سے توبہ کی۔ (حاشیہ دافع البلاء ص ۴)

۷۔ خدا تعالیٰ نے اس امت میں سے مسیح موعود بھیجا جو اس سے پہلے مسیح (حضرت عیسیٰ علیہ السلام) سے اپنی شان میں بہت بڑھ کر ہے۔ (دافع البلاء ص ۲۰)

۸۔ ابن مریم کے ذکر کو چھوڑو اس سے بہتر ہے غلام احمد (دافع البلاء ص ۲۰)

۹۔ یورپ کے لوگوں کو جس قدر شراب نے نقصان پہنچایا ہے اسکا سبب تو یہ تھا کہ عیسیٰ علیہ السلام شراب پیا کرتے تھے۔ (کشتی نوح ص ۱۲۱)

۱۰۔ یہ بھی یاد رہے کہ آپ کو (حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو) کسی قدر جھوٹ بولنے کی بھی عادت تھی۔ (حاشیہ ضمیمہ انجام آتھم ص ۱۵۰)

۱۱۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بدزبانی کی اکثر عادت تھی۔ (ضمیمہ انجام آتھم ص ۱۴۵)

۱۲۔ آپ (حضرت عیسیٰ علیہ السلام) کا خاندان بھی نہایت پاک اور معطر ہے۔ تین دادیاں اور نانیاں آپ کی زنا کار عورتیں تھیں جن کے خون سے آپ کا وجود ظہور پذیر ہوا۔ (انجام آتھم ص ۲۷۶)

مرزائیوں کی توہین صحابہ و اہل بیت:-

فمن دخل فی جماعتی دخل فی
صحبۃ سیدی خیر المرسلین۔
پس جو میری جماعت میں داخل ہوا وہ میرے
سردار خیر المرسلین کے صحابہ میں داخل
ہوا۔ (خطبہ الہامیہ ص ۲۵۸)

حکیم محمد حسین لاہوری قادیانی لکھتا ہے!

”ابوبکر و عمر کیا تھے وہ تو حضرت مرزا غلام احمد قادیانی کی جوتیوں کے تھے کھولنے کے لائق
بھی نہ تھے۔“ (المحدی ص ۵۷) ”پرانی خلافت کا جھگڑا چھوڑ دو۔ اب نئی خلافت لو۔ ایک
زندہ علی تم میں موجود ہے۔ (مرزا صاحب) اس کو تم چھوڑتے ہو اور مردہ علی کی تلاش کرتے
ہو۔“ (ملفوظات احمدیہ ص ۱۳۱) ”حضرت فاطمہ نے کشفی حالت میں اپنی ران پر میرا سر رکھا
اور مجھے دکھایا کہ میں اس میں سے ہوں۔“ (ایک غلطی کا ازالہ ص ۱۱) ”میں (مرزا) خدا کا
کشتہ ہوں اور تمہارا حسین دشمنوں کا کشتہ ہے۔ پس فرق کھلا کھلا اور ظاہر ہے۔“ نزول المسیح
ص ۸۱ بحوالہ برنی)

کر بلائیت سیر ہر آنم صد حسین است در گریانم
(ترجمہ) ”میری سیر کا ہر لمحہ ایک کر بلا ہے سینکڑوں حسین میرے گریبان میں
ہیں۔“ (نزول المسیح ص ۴۷) ”امام حسین (رضی اللہ عنہ) کا ذکر گندگی کا ایک ڈبیر
ہے۔“ (اعجاز احمدی ص ۸۲) ”آج تم میں ایک ہے جو اس حسین سے بڑھ کر ہے۔“ (دافع
البلاء ص ۱۳)

مرزائی فقہ اور تقاض:-

- ۱۔ غیر احمدی تو حضرت مسیح موعود کے منکر ہوئے ہیں اس لیے اس کا جنازہ نہیں پڑھنا چاہیے۔ (انوار خلافت ص ۹۳)
- یہی وجہ تھی کہ بانی پاکستان حضرت قائد اعظم محمد علی جناح کا جنازہ چودھری ظفر اللہ قادیانی نے نہیں پڑھا تھا۔
- ۲۔ تمہارے پر حرام ہے اور قطعی حرام ہے کسی منکر یا مکذب یا مترود کے پیچھے نماز پڑھو بلکہ چاہیے تمہارا امام وہی ہو جو تم میں سے
ہو۔ (اربعین ص ۳۴)
- ۳۔ ہمارا یہ فرض ہے کہ غیر احمدیوں کو مسلمان نہ سمجھیں اور انکے پیچھے نماز نہ پڑھیں کیونکہ ہمارے نزدیک وہ خدا کے نبی کے منکر
ہیں۔ (انوار خلافت ص ۹۰)
- ۴۔ جیسے احمدیت کے بغیر یعنی مرزا صاحب کو چھوڑ کر جو اسلام باقی رہ جاتا ہے وہ خشک اسلام ہے۔ اسی طرح غلطی ج (قادیان

(ج) کو چھوڑ کر مکہ والا حج بھی خشک رہ جاتا ہے کیونکہ وہاں آجکل حج کے مقاصد پورے نہیں ہوتے۔ (پیغام صلح ص ۱۹/۴/۳۳)
 ۵۔ یہ غلط ہے کہ دوسرے لوگوں (مسلمانوں) سے ہمارا اختلاف صرف وقت مسج اور چند دیگر مسائل پر ہے۔ آپ نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ کی ذات رسول کریم، قرآن، نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ، غرض کہ آپ نے تفصیل سے بتایا کہ ہر چیز میں ان سے اختلاف ہے۔ (الفضل ص ۳۱/۷/۳۰)

۶۔ اسی طرح جو لوگ غیر احمدیوں کو لڑکی دے دیں اور وہ اپنے اس فعل سے توبہ کیے بغیر فوت ہو جائیں تو انکا جنازہ جائز نہیں۔ (الفضل ص ۲۶/۴/۱۳)

۷۔ غیر احمدیوں کو لڑکی دینے سے بڑا نقصان پہنچتا ہے اور علاوہ اسکے وہ نکاح جائز ہی نہیں۔ لڑکیاں چونکہ طبعاً کمزور ہوتی ہیں اسلئے وہ جس گھر میں بیاہی جاتی ہیں اسکے خیالات و اعتقادات کو اختیار کر لیتی ہیں۔ اور اس طرح اپنا دین تباہ کر لیتی ہیں۔ (برکات خلافت ص ۷۳)

۸۔ پس غیر احمدی کا بچہ بھی غیر احمدی ہی ہوا اسلئے اسکا جنازہ بھی نہیں پڑھنا چاہیے۔ (انوار خلافت ص ۹۳)

اب مرزائیوں کی وہ عبارات پیش کی جائیں گی کہ جن میں تضاد و تناقض پایا جاتا ہے۔

میں تمام گھر والوں کو اس بیماری طاعون کے دنوں میں جب قادیان میں
 (طاعون) سے بچاؤں گا۔ (البشری ص طاعون زوروں پر تھا میرا لڑکا شریف احمد
 ۲/۱۴۰) بیمار ہوا۔ (حاشیہ حقیقۃ الوحی ص ۸۷)

قادیان طاعون سے اس لیے محفوظ رکھی گئی کہ جب صبح ہوئی تو میر صاحب کے بیٹے اسحاق کو
 وہ خدا کا رسول اور فرستادہ قادیان میں تپ تیز ہوا اور سخت گھبراہٹ شروع ہو
 تھا۔ (دافع البلاء ص ۶) گئی۔ (حقیقۃ الوحی ص ۳۲۹)

قادیان کو خدا طاعون سے محفوظ رکھے گا کیونکہ یہ اس کے رسول کا تخت گاہ اور یہ تمام امتوں
 کے لیے نشان ہے۔ (دافع البلاء ص ۱۰) اللہ تعالیٰ کے منشاء امر کے ماتحت قادیان میں
 طاعون مارچ کی آخر تاریخوں میں پھوٹ پڑی۔ (اخبار الحکم ۱۱۰ پریل ۱۹۰۲ء)

سچا خدا وہ ہے جس نے قادیان میں اپنا رسول مدعی پر لعنت بھیجتے ہیں اور کلمہ لا الہ الا اللہ محمد
 رسول اللہ کے قائل ہیں اور آنحضرت کے شمع نبوت پر ایمان رکھتے ہیں۔ (تبلیغ رسالت)

بھیجا۔ (دافع البلاء ص ۱۱)

ص ۶۰۳

خدا کا قانون قدرت ہرگز نہیں بدل سکتا (کرامات الصادقین ص ۸۰)
 خدا اپنے خاص بندوں کیلئے اپنا قانون بھی بدل دیتا ہے۔ (چشمہ معرفت ص ۹۶)

زیادہ تعجب کی بات یہ ہے بعض الہامات مجھے ان زبانوں میں ہوئے جن سے مجھے کچھ واقفیت نہیں جیسے انگریزی یا عبرانی۔ (نزول المسح ص ۷۵)

اور یہ بالکل غیر معقول اور بیہودہ امر ہے کہ انسان کی اصلی زبان تو کوئی ہو اور الہام اس کو کسی اور زبان میں ہو جس کو وہ سمجھ بھی نہیں سکتا۔ (چشمہ معرفت ص ۲۰۹)

حضرت مسیح کی چڑیاں باوجود معجزہ کہ طور پر اٹکا پرواز قرآن سے ثابت ہے مگر پھر بھی مٹی کی مٹی ہی تھیں۔ (آئینہ کمالات اسلام ص ۶۸)

اور یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ ان پرندوں کا پرواز قرآن شریف سے ہرگز ثابت نہیں ہوتا۔ (ازالہ اوہام ص ۳۰۷)

خدا تعالیٰ اپنے اذن اور ارادہ سے کسی شخص کو موت اور حیات اور ضرر و نفع کا مالک نہیں بناتا۔ (حاشیہ ازالہ اوہام ص ۲۶۰)

اور مجھے قافی کرنے اور زندہ کرنے کی صفت دی گئی ہے اور یہ صفت خدا تعالیٰ کی طرف سے مجھ کو ملی ہے۔ (خطبہ الہامیہ ص ۵۵)

حضرت موسیٰ کی اجراع میں اس امت (بنی اسرائیل) میں ہزاروں نبی ہوئے۔ (الحکم ۲۳ نومبر ۱۹۰۲ء)

بنی اسرائیل میں اگرچہ بہت سے نبی ہوئے مگر ان کی نبوت موسیٰ کی پیروی کا نتیجہ نہ تھا۔ (حاشیہ ھقیقۃ الوحی ص ۱۰۰)

خدا نے مسیح کو بن باپ پیدا کیا۔ (البشری ص ۶۸۰۲)

حضرت مسیح ابن مریم اپنے باپ یوسف کے ساتھ ۲۲ برس تک نجاری کا کام بھی کرتے رہے۔ (حاشیہ ازالہ اوہام ص ۲۵۴)

☆☆☆☆ ☆☆☆☆ ☆☆☆☆

علامہ شاہ احمد نورانی صدیقی کے قادیانیوں کے خلاف

مناظرے اور تحریری خدمات

اُسامہ رضا قادری

علامہ شاہ احمد نورانی صدیقی گستاخان رسول اور ملت اسلامیہ کے ناسور قادیانیوں سے شدید نفرت کرتے تھے۔ پروفیسر سید شاہ فرید الحق بیان کرتے ہیں کہ ”1974ء میں جب ہم تبلیغی دورے پر سرنیام پہنچے تو وہاں ایک پروگرام میں سرنیام کا ایک قادیانی وزیر بھی آگیا۔ جس پر آپ نے انتہائی ناگواری اور غصے کا اظہار کیا۔ جس پر وہ واپس چلا گیا۔“ علامہ شاہ احمد نورانی کی تبلیغی زندگی پر اگر نظر ڈالیں تو ایسا محسوس ہوتا ہے کہ آپ نے اپنی تمام زندگی قادیانیت کے رد میں گزاری۔ آپ نے اپنی تبلیغی زندگی کے دوران نیروبی، دارلسلام، مارشس، اور لاطینی امریکہ میں سرنیام، گیانا، ٹرینیڈاڈ وغیرہ میں آپ نے قادیانیوں سے بے شمار کامیاب مناظرے کئے۔ اور وہاں مرزائیوں کا ناٹقہ بند کر دیا۔ آپ کا سب سے زیادہ مشہور مناظرہ لندن سے قادیانیوں کے ٹکٹے والے رسالے اسلامک ریویو کے ایڈیٹر سے ہوا۔ ساڑھے پانچ گھنٹے جاری رہنے والے اس مناظرے میں قادیانی مناظر کو آپ کے ہاتھوں عبرت انگیز شکست سے دوچار ہونا پڑا۔ اور وہ اپنی کتابیں چھوڑ کر بھاگ گیا۔ دوسرا مشہور مناظرہ نیروبی کے مشہور قادیانی مناظر مرزا مبارک سے ہوتا تھا لیکن وہ مناظرے کی مقررہ تاریخ کو مناظرے سے پہلے ہی میدان چھوڑ کر بھاگ گیا۔ علامہ شاہ احمد نورانی نے اپنی زندگی میں بے شمار قادیانی مناظروں سے مناظرے کئے۔ اور اللہ اور اس کے محبوب ﷺ کے کرم کے طفیل آپ کو ہر مناظرے میں فتح حاصل ہوئے۔ اور آپ کے ان مناظروں کی وجہ سے ہزاروں قادیانیوں نے قادیانیت سے تائب ہو کر اسلام قبول کیا۔

علامہ شاہ احمد نورانی نے بے انتہا مصروف زندگی گزارنے کے باوجود عیسائیت اور قادیانیت کے رد میں دو ضخیم

کتابیں بھی لکھیں۔ جن میں

(۱) ☆☆☆ دی سیل آف پرافٹ (مہربوت) انگلش

(۲) ☆☆☆ جیس کراسٹ ان دی لائن آف قرآن (یسوع مسیح قرآن کی روشنی میں) انگلش

(۳) ☆☆☆ جیل کے دن جیل کی راتیں (یہ کتاب آپ پر تحریک نظام مصطفیٰ کے دوران اسیری کے دنوں میں حکومتی مظالم

کی داستان ہے۔)

ان کتابوں کے علاوہ علامہ شاہ احمد نورانی صدیقی نے مختلف قومی اور بین الاقوامی امور پر آرٹیکل بھی لکھے جو پاکستان کے قومی اخبارات میں شائع ہوئے۔ اپنے ان مضامین میں آپ نے امت مسلمہ اور بالخصوص پاکستان کو درپیش قومی اور بین الاقوامی مسائل کی نشاندہی اور ان کا مقابلہ کرنے کا لائحہ عمل بھی تجویز کیا۔ مارچ 1973ء میں علامہ شاہ احمد نورانی صدیقی نے اپنے اس تحریری کام کے حوالے سے فرمایا کہ ”افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ مسلمانوں کے جذبہ دینی میں کوئی شک و شبہ نہیں لیکن اس کا عملی مظاہرہ کچھ دیر سے ہوتا ہے۔ تحریری طور پر ختم نبوت پر انگریزی زبان میں میرے پاس ایک کتاب ہے۔ جس میں میں نے ایک سو سے زائد آیات اور تین سو سے زائد احادیث نبوی سے صراحۃً حضور اکرم ﷺ کی ختم نبوت کو ثابت کیا ہے۔ لیکن افسوس کتاب طبع نہیں ہو سکی۔ اور نہ ابھی اس کے طبع ہونے کی امید ہے۔ اس لیے کہ وہ ضخیم بھی ہے اور اس کی طباعت کے اخراجات بڑھتے جا رہے ہیں۔ پہلے اس کی طباعت پر پچیس ہزار کے خرچ کا اندازہ تھا۔ اب کاغذ کی گرانی کے سبب اس کے اخراجات میں مزید اضافہ ہو گیا ہے۔ اس لیے فی الحال اس کی طباعت ممکن نہیں ہے۔

دوسری کتاب میں نے اس سلسلے میں لکھی تھی جس کو مرزائی اپنے عقیدے کی بنیاد بتاتے ہیں ”حیات مسیح علیہ السلام“ اس میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات کو ثابت کیا گیا ہے۔ اور بتایا گیا ہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی کا دعویٰ کہ میں مسیح ہوں جھوٹ پر مبنی ہے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ظہور ابھی نہیں ہوا ہے۔ باہر کی دنیا چونکہ مرزائیوں کے حالات سے بہت کم باخبر ہے۔ اور ان کو دھوکہ دینے کا موقع بآسانی مل جاتا ہے۔ اس لیے ضرورت اس بات کی ہے۔ انگریزی اور فرانسیسی میں لڑچکر زیادہ سے زیادہ شائع کیا جائے۔“ آخر میں علامہ شاہ احمد نورانی نے پیش کش کی کہ کوئی بھی صاحب خیر مسلمان ان کتابوں کو شائع کر سکتا ہے۔ مجھے ان کتابوں کا کوئی معاوضہ نہیں چاہیے، میں تو صرف یہ چاہتا ہوں کہ مسلمان قادیانیوں کے عزائم سے آگاہ ہو سکیں۔“ (انٹرویو ترجمان اہلسنت مارچ 1973ء) افسوس کہ علامہ شاہ احمد نورانی کی مندرجہ بالا تصانیف آج تک زیور طبع سے آراستہ نہیں ہو سکیں۔ پاکستان سمیت دنیا بھر میں ہزاروں مسجدوں، مدرسوں، کالجوں، قلاچی و سماجی اداروں، ڈسپنسریوں، ہسپتالوں کو قائم کرنے والے اور ان کی کفالت کرنے والے علامہ شاہ احمد نورانی اپنی ذاتی کتابوں کو زیور طباعت سے آراستہ نہ کر سکے۔ اس لیے نہیں کہ آپ کے پاس ان کو شائع کرانے کیلئے وسائل نہیں تھے۔ بلکہ یہ آپ کی طبیعت کی عاجزی و انکساری تھی۔ جس نے ان کتابوں کو طباعت کے مرحلے سے دور رکھا۔ اگر آپ حکم فرماتے تو ہزاروں لاکھوں مریدین ان کتابوں کی طباعت میں ایک دوسرے سے بازی لے جانے کی کوشش کرتے۔ راقم الحروف اس بات کا گواہ ہے کہ ستمبر 1999ء میں (جب یہ خادم انجمن نوجوانان اسلام ضلع شرقی کا جنرل سیکرٹری تھا) نے تحریکی اور تنظیمی زندگی کے حوالے سے ایک کتاب ”تحریک نظام مصطفیٰ میں قائد، کارکن اور تحریکی تقاضے“ کے عنوان سے لکھی تھی۔ اس کتاب کو میں نے انجمن نوجوانان اسلام کے منعقدہ ایک اجلاس میں جو کہ حضرت علامہ شاہ احمد نورانی صدیقی کی قیام گاہ پر منعقد ہوا تھا۔ حضرت

کی خدمت عالیہ میں پیش کیا تھا۔ قائد ملت اسلامیہ نے ہماری اس کوشش پر بے حد حوصلہ افزائی فرمائی اور اجلاس میں موجود محمد احمد صدیقی صاحب کو حکم دیا کہ اس کتاب کو ایک نظر دیکھ لیں۔ اس کے بعد ہم سے ارشاد فرمایا کہ آپ اسے ہمیں دے دیجئے گا ہم اسے جمعیت علمائے پاکستان کی طرف سے شائع کریں گے۔ محمد احمد صدیقی صاحب کی نظر ثانی اور ان کی تحریری کلمات کے ساتھ مسودہ ہمیں واپس مل گیا۔ لیکن افسوس کہ ضلعی صدر کی عدم دلچسپی، پر خاش اور رنجش کے سبب ہماری طبیعت نے گوارہ نہیں کیا کہ ہم اسے حضرت کی خدمت میں پیش کریں۔ چنانچہ آج وہ مسودہ یوں ہی پڑا ہے۔ لیکن ہمیں کامل یقین ہے اس وقت یہ صورتحال درپیش نہ ہوتی اور ہم اس مسودے کو حضرت کی خدمت میں پیش کر دیتے تو وہ ضرور شائع ہو جاتا۔ کیونکہ ایسا کبھی نہیں ہوا کہ قائد محترم نے کسی چیز کا وعدہ فرمایا ہو اور پورا نہیں کیا ہو۔ اس تمام کہانی کو بیان کرنے کا مقصد یہ ہے کہ حضرت علامہ شاہ احمد نورانی جب ہم جیسوں کی لکھی ہوئی تحریروں کو شائع کرنے کا وعدہ کر سکتے ہیں۔ تو ان کی اپنی کتابیں کیوں شائع نہیں ہو سکتی تھیں۔ یقیناً ضرور ہو سکتی تھیں، اگر حضرت چاہتے۔ لیکن حضرت علامہ شاہ احمد نورانی نے ایسا نہیں چاہا۔ اب یہ قرض ان کے مریدین پر واجب الادا ہے کہ وہ آپ کی غیر مطبوعہ کتابوں کی اشاعت کا انتظام کریں۔ اور آپ کا وہ کام جو آپ کی عاجزی و انکساری کے سبب عوام کے سامنے نہیں آ سکا سامنے آئے۔ اور ان کے استفادے کا سبب بنے۔

☆☆☆☆

☆☆☆☆

☆☆☆☆



ختم نبوت اور

قادیانیوں جیسے کچھ اور گروہ

ابو اسامہ ظفر القادری بکھروی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

:

عقیدہ ختم نبوت ایک ایسا عقیدہ ہے جو ایمان کی شرط اول ہے۔ قرآن مجید کی نصوص قطعیہ اس کی بنیاد اور احادیث مبارکہ حجت ہیں۔ اسی ایک عقیدہ پر اسلام کی پوری عمارت استوار ہے۔ اگر یہ بنیادی نہ رہے تو عمارت کہاں ہوگی؟۔ اسی میں اگر دراڑیں پڑ جائیں تو پوری عمارت زمیں بوس ہو جائے گی اور یہ کوئی فروغی مسئلہ یا فقہی تنازعہ نہیں ہے۔ علامہ ڈاکٹر محمد اقبال فرماتے ہیں!

”در اصل عقیدہ ختم نبوت ہی وہ حقیقت ہے جو مسلم اور غیر مسلم کے درمیان وجہ امتیاز ہے اور اس امر کے لیے فیصلہ کن کہ (فلاں) فرد یا گروہ اسلامیہ میں شامل ہے یا نہیں؟۔“ (حرف اقبال ص ۱۲۷ الطیف شیروانی)

قادیانی فتنہ کو صحیح طور سے سمجھنے کیلئے آپ کو اس دور کے مسلمانوں کے حالات سے واقف ہونا ضروری ہے۔ یہ معلوم کرنا ضروری ہے کہ امت مسلمہ میں یہ فتنہ کیسے پنپ سکا؟ وہ کون لوگ تھے جنہوں نے قادیانی فتنے کو شعوری و غیر شعوری طور پر وہ راہیں فراہم کیں جن پر چل کر وہ اپنے مقاصد کو لوگوں تک پہنچا سکا؟۔ مسلمانوں کے ایسے حالات کیسے پیدا ہوئے۔ کہ یہ فتنہ مسلمانوں کے اندر جگہ بنا سکا؟۔ وہ کونسا مواد جو مسلمانوں سے قادیانی کو ملا جس کے سہارے اس نے جھوٹی نبوت کا دعویٰ کیا؟۔ وہ کونسا مذہبی گروہ تھا جسکی وجہ سے مرزا قادیانی کو فکری و تحریری امداد ملی؟۔

ان تمام سوالوں کے جوابات جاننے کیلئے میں آپ کو اس صدی میں لے چلتا ہوں جبکہ اس وقت مرزا قادیانی پیدا بھی نہیں ہوا تھا۔ برصغیر پاک و ہند میں کافی عرصہ تک مسلمانوں کے اندر فرقہ واریت نہ تھی بس سیدے سادھے اور بھولے بھالے مسلمان تھے۔ سادہ لوحی کا یہ عالم تھا کہ ہر طرح کے عربی باشندوں کی تعظیم و تکریم بھی بجا لاتے انہیں یہی حوالہ کافی تھا کہ یہ نبی پاک ﷺ کے وطن سے آئے ہیں۔ تھوڑے بہت شیعہ حضرات تھے وہ بھی زیادہ تر تفضیلی تھے اور یہ ہمایوں کے دور میں ایران کے بادشاہ سے ہمایوں کے تعلقات کی وجہ سے آئے۔ موجودہ دور کے غیر مقلدین کا نام و نشان نہیں ملتا بلکہ اس وقت پورے برصغیر

میں اہل السنۃ وجماعۃ حنفی ہی تھے۔

یہ ۲۷-۱۸۲۶ء کا دور ہے ایک کتاب بنام ”تقویۃ الایمان“ چھپی جیسا کہ شاہ اسماعیل کے ایک عقیدت مند غلام رسول مہر لکھتے ہیں!

”تقویۃ الایمان پہلی مرتبہ ۱۲۳۳ھ (۲۷-۱۸۲۶ء) میں چھپی تھی۔ جب شاہ شہید امیر المومنین سید احمد بریلوی جماعت مجاہدین کے ہمراہ وطن مالوف سے ہجرت کر کے جا چکے تھے۔“ (تقویۃ الایمان مقدمہ از غلام رسول مہر ص ۵ طبع لاہور)

یہ وہ پہلا پتھر تھا جو خاموش سمندر کے اندر پھینکا گیا۔ جو مسلمانوں کی پُر امن زندگی میں پہلا حادثہ جو مذہبی دہشت گردی کا سبب بنا۔ جو مسلمانوں کے اندر فرقہ واریت کا سبب بنا۔ دو بھائیوں کو جدا کیا گیا اس سے پہلے ہمیں دیوبندی، بریلوی کا نام و نشان نہیں ملتا۔ ان کے درمیان رنجش و کدورت تو بڑی بات ہے فکری تضاد بھی ڈھونڈے سے نہیں ملتا یعنی سب کے نظریات ایک تھے اس کتاب کے منظر عام پر آنے کے بعد پہلے ہمیں دیوبندی، بریلوی پھر اہل حدیث کے نام ملتے ہیں اور ان میں پھر ایک جھوٹی نبوت کا دعویدار مرزا قادیانی اور اس کا گروہ ملتا ہے۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ برصغیر پاک و ہند میں حنفی اولیائے عظام نے اسلام کو پھیلایا اور جو انکے رستے پر چلا وہ صحیح مسلمان کہلانے کا حق دار ہے۔

تقویۃ الایمان کے انداز بیان نے ہندوستانی مسلمانوں کے دل و دماغ کو ہلا کر رکھ دیا۔ جارحانہ انداز بیان، تشویشناک طرز استدلال اور غیر ضروری مسائل و مباحث نے ذہنوں کو شک و شبہ میں ڈال دیا۔ مولانا ابوالکلام آزاد کے بقول ”مولانا اسماعیل نے جلاء لعینین اور تقویۃ الایمان لکھیں اور انکے مسلک کا ملک بھر میں چرچا ہوا۔ تو تمام علماء میں بالکل پڑ گئی۔“ (آزاد کی کہانی انکی زبانی ص ۷۹)

کتاب تقویۃ الایمان کا انداز بیان ملاحظہ فرمائیں!

☆۔۔۔ جب کا نام محمد یا علی ہے وہ کسی چیز کا معنی نہیں۔ (ص ۶۸)

☆۔۔۔ یعنی آپ ﷺ نے فرمایا میں بھی مرکز میں ملنے والا ہوا۔ (ص ۷۷)

☆۔۔۔ اولیاء انبیاء امام زادے پیر و شہید یعنی جتنے اللہ کے مقرب بندے ہیں وہ سب انسان ہی ہیں اور بندے عاجز اور ہمارے بھائی ہیں مگر ان کو اللہ نے بڑائی دی وہ بڑے بھائی ہوئے (ص ۵۶)

☆۔۔۔ وہ اشرف المخلوقات محمد رسول اللہ ﷺ کی تو اس کے دربار میں یہ حالت ہے کہ ایک گنوار کے منہ سے اتنی بات سننے ہی مارے دہشت کے بے حواس ہو گئے۔ (ص ۵۶)

☆۔۔۔ اللہ کی شان بہت بڑی ہے کہ سب انبیاء اولیاء اس کے روبرو ایک ذرہ ناچیز سے بھی کمتر ہیں۔ (ص ۵۶)

☆۔۔۔ بڑے وقت میں پہنچنا سب اللہ ہی کی شان ہے۔ (ص ۱۰)

☆۔۔۔ یہ یقین جان لینا چاہیے کہ ہر مخلوق چھوٹا ہوا یا بڑا وہ اللہ کی شان کے آگے چھارے بھی زیادہ ذلیل ہے۔ (ص ۱۲)

☆۔۔۔ اس شہنشاہ (اللہ) کی تو یہ شان ہے کہ ایک آن میں ایک حکم کن سے چاہے تو کروڑوں نبی اور ولی اور جن و فرشتہ جبریل اور محمد ﷺ پیدا کر ڈالے۔ (ص ۳۱)

☆۔۔۔ انسان آپس میں سب بھائی ہیں جو بڑا بزرگ ہے وہ بڑا بھائی ہے سواس کی بڑے بھائی کی سی تعظیم کیجئے۔ (ص ۹۸)

ابھی آپ نے تقویۃ الایمان کتاب کا انداز بیان ملاحظہ کیا۔ یہ چند تحریریں دکھائی ہیں اس قسم کی کئی عبارتیں ہیں جو مسلمانوں کی روح کو تار تار کرتی ہیں۔ کوئی ایمان والا اپنے نبی ﷺ کے متعلق ایسے الفاظ برداشت کر سکتا ہے؟ یقیناً نہیں تو اس وقت کے علماء نے بھی اس کو برداشت نہیں کیا اور اس کا رد فرمایا۔ ابھی یہ صدمہ ختم نہیں ہوا تھا کہ ایک اور کتاب جس کا نام ”تحدیر الناس“ تھا لکھی گئی جس کے مصنف مولوی قاسم نانوتوی تھے۔ اس کتاب نے جلتی آگ پر تیل کا کام کیا اس کتاب کی چند عبارات ملاحظہ فرمائیے!

☆۔۔۔ انبیاء اپنی امت سے ممتاز ہوتے ہیں تو علوم میں ہی ممتاز ہوتے ہیں۔ باقی رہا عمل تو اس میں بسا اوقات بظاہر امتی مساوی ہو جاتے ہیں بلکہ بڑھ جاتے ہیں۔ (تحدیر الناس مع مقدمہ ص ۴۷)

☆۔۔۔ قبل عرض جواب گذارش یہ ہے کہ اول معنی خاتم النبیین معلوم کرنے چاہئیں تاکہ فہم جواب میں کچھ دقت نہ ہو۔ سو عوام کے خیال میں رسول اللہ ﷺ کا خاتم ہونا بایں معنی ہے کہ آپ کا زمانہ انبیاء سابق کے زمانہ کے بعد اور آپ میں آخری نبی ہیں مگر اہل فہم پر روشن ہو گا کہ تقدیم یا تاخر زمانی میں بالذات کچھ فضیلت نہیں۔ پھر مقام مدح میں ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین فرمانا اس صورت میں کیونکر صحیح ہو سکتا ہے۔ (تحدیر الناس مع مقدمہ و توضیح عبارات ص نمبر ۴۱)

☆۔۔۔ اگر بالفرض آپ کے زمانے میں بھی کہیں اور کوئی نبی ہو جب بھی آپ کا خاتم ہونا بدستور باقی رہتا ہے۔ (ص ۶۵)

☆۔۔۔ اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی ﷺ کوئی نبی پیدا ہوا تو پھر بھی خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہ آئے گا۔ (ص ۸۵)

ابھی آپ نے تحدیر الناس کتاب کی عبارات ملاحظہ کیں۔ ان عبارات کو جب کوئی مسلمان پڑھتا ہے تو دل خون کے آنسو روتا ہے کہ ایک مسلمان ایسی عبارات لکھ رہا ہے نیت تو خدا ہی جانتا ہے مگر مرزا قادیانی کے لیے یہ عبارات بڑی ہی کارگر ثابت ہوئیں۔ اور انہوں نے اسے کارآمد ہتھیار سمجھا اور اس سے فائدہ اٹھایا اور مسلمانوں کے اندر جگہ بنانے میں کامیاب ہو گیا۔ ذرا قادیانیوں کا بیان ملاحظہ ہو!

”تو اس سے صاف ظاہر ہوا کہ ایسی تابع نبوت جس کیلئے آنحضرت ﷺ کا امتی ہونا لازم ہو۔ اور اس طرح وہ نبوت کسی نئے علم دین و شریعت جدیدہ کی حامل نہ ہو۔ بلکہ صرف حضور اکرم ﷺ کی تصدیق اور تجدید اسلام، اصلاح خلق اور اشاعت اسلام

اسکی غرض ہو۔ وہ مولوی محمد قاسم صاحب کے نزدیک خاتمیت زمانی کی غرض کے خلاف نہ ہونے کی وجہ سے آنحضرت (ﷺ) کی خاتمیت زمانی کے خلاف نہیں۔

گودہ عقیدتا آپ (ﷺ) کے بعد بجز عیسیٰ (علیہ السلام) کے کسی اور نبی کی آمد کے قائل نہ ہوں۔ حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کا دعویٰ بھی تو مسیح موعود کا ہے۔ پس ہمارا مولوی قاسم صاحب سے صرف مسیح موعود کی شخصیت میں اختلاف ہو اور نہ مسیح موعود کو وہ بھی غیر تشریفی نبی مانتے ہیں اور ہم بھی غیر تشریفی نبی مانتے ہیں۔ ”ختم نبوت کی حقیقت از قاضی محمد زید ربوہ“ اس طرح شاہ اسماعیل نے ایک رسالہ لکھا جس کا نام ”یک روزہ“ ہے اسکی عبارت ملاحظہ فرمائیے!

”اللہ تعالیٰ جھوٹ بولنے پر قادر ہے۔“ (یک روزہ ص ۱۸۰، ۱۸۱، طبع ملتان)

اللہ رب العزت کیلئے جھوٹ جیسا لفظ لکھنا کسی مسلمان کے لیے برداشت کے قابل کب ہو سکتا ہے اور ایک مسلمان کا جذباتی ہونا فطری امر ہے۔ ابھی یہ جذبات ٹھنڈے نہیں ہوئے تھے کہ ایک اور کتاب مظهر عام پر آئی جو ضلع سہارن پور سے شائع ہوئی تھی۔ جس کا مصنف مولوی اشرف علی تھانوی تھے۔ کتاب کا نام تھا ”حفظ الایمان“ اسکی ایک عبارت ملاحظہ ہو!

”آپ کی ذات مقدسہ پر علم غیب کا حکم کیا جانا۔ اگر بقول زید صحیح ہو تو دریافت طلب یہ امر ہے۔ کہ اس غیب سے مراد بعض غیب ہیں یا کل غیب اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں تو اس میں حضور کی ہی کیا تخصیص ہے ایسا علم غیب تو زید و عمر بلکہ ہر صبی و مجنوں بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کے لیے بھی حاصل ہے۔“ (حفظ الایمان مع ربط البنات ص ۸ طبع سہارن پور ٹاڈیا)

اس عبارت کے اندر جو نبی ﷺ کی گستاخی ہے وہ کسی اہل علم سے پوشیدہ نہیں۔ جو پہلے دشمنوں پر ہنک چھڑکنے کے مترادف ہے ابھی یہ سلسلہ ختم نہیں ہوا تھا کہ مولوی اشرف علی تھانوی صاحب کا فتویٰ جو رسالہ ”الامداد“ میں شائع ہوا۔ وہ فتویٰ ملاحظہ ہو!

تھانوی صاحب کا ایک مرید سوال کرتا ہے کہ!

سوال۔ خواب دیکھتا ہوں کہ کلمہ شریف لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھتا ہوں لیکن محمد رسول اللہ کی جگہ حضور (اشرف علی تھانوی) کا نام لیتا ہوں۔ اتنے میں دل کے اندر خیال پیدا ہوا کہ مجھ سے غلطی ہوئی کلمہ شریف کے پڑھنے میں اس کو صحیح پڑھنا چاہیے۔ اس خیال سے دوبارہ کلمہ شریف پڑھتا ہوں۔ دل پر تو یہ ہے کہ صحیح پڑھا جاوے لیکن زبان سے بے ساختہ بجائے رسول اللہ ﷺ کے نام کے اشرف علی نکل جاتا ہے۔ حالانکہ مجھ کو اس بات کا علم ہے کہ اس طرح درست نہیں۔ لیکن بے اختیار زبان سے یہی کلمہ نکلتا ہے دو تین بار جب یہی صورت ہوئی تو حضور کو اپنے سامنے دیکھتا ہوں اور بھی چند شخص حضور کے پاس تھے لیکن اتنے میں میری یہ حالت ہو گئی کہ میں کھڑا کھڑا بچہ اس کے رقت طاری ہو گئی زمین پر گر گیا اور نہایت زور کیساتھ ایک

چیج ماری اور مجھ کو معلوم ہوتا تھا کہ میرے اندر کوئی طاقت باقی نہیں اٹھنے میں بندہ خواب سے بیدار ہو گیا لیکن بدن میں بدستور بے حس تھی اور وہ اثر نا طاقتی بدستور تھا۔ لیکن حالت خواب اور بیداری میں حضور (اشراف علی) کا ہی خیال تھا لیکن حالت بیداری میں کلمہ شریف کی غلطی پر جب خیال آیا تو اس بات کا ارادہ ہوا کہ اس خیال کو دل سے دور کیا جاوے اس واسطے کہ پھر کوئی ایسی غلطی نہ ہو جاوے۔ بایں خیال بندہ بیٹھ گیا اور پھر دوسری کروٹ لیٹ کر کلمہ شریف کی غلطی کے تذکر میں رسول اللہ ﷺ پر درود شریف پڑھتا ہوں۔ پھر بھی یہ کہتا ہوں۔ **اللهم صلی علی سیدنا و نبینا و مولانا اشراف علی** حالانکہ اب بیدار ہوں خواب نہیں لیکن بے اختیار ہوں مجبور ہوں زبان اپنے قابو میں نہیں اس روز ایسا ہی کچھ خیال رہا تو دوسرے روز بیداری میں رقت رہی خوب رویا اور بھی بہت سی وجوہات ہیں جو حضور کیساتھ باعث محبت ہیں کہاں تک عرض کروں۔

جواب۔ اس واقعہ میں تسلی تھی کہ جس کی طرف تم رجوع کرتے ہو وہ بعونہ تعالیٰ قبیح سنت ہے۔ ۲۳ شوال ۱۳۳۵ھ (رسالہ الامداد ص ۳۵ بابت صفر ۱۳۳۶ھ)

اس رسالہ کے سوال و جواب سے جو قاری کے ذہن کو خراب کرتی ہے۔ وہ بات یہ ہے کہ آخر مولانا صاحب نے اس کو منع کیوں نہ کیا اور تو بہ کیلئے کیوں نہ کہا بجائے اسکے تسلی دیتے ہیں یہ ایک سچے مسلمان کے لیے خون کے آنسو بہانے کا مقام ہے۔ اسی طرح ایک اور کتاب شائع ہوئی جکا نام ”براہین قاطعہ“ تھا اسکی ایک عبارت ملاحظہ فرمائیں!

”ایک صالح فخر عالم علیہ السلام کی زیارت سے خواب میں مشرف ہوئے تو آپکو اردو میں کلام کرتے دیکھ کر پوچھا کہ آپکو یہ کلام کہاں سے آگئی۔ آپ تو عربی ہیں۔ فرمایا! کہ جب سے مدرسہ دیوبند سے ہمارا معاملہ ہوا ہم کو یہ زبان آگئی۔“ (براہین قاطعہ ص ۲۶)

ایک اور عبارت ملاحظہ فرمائیے!

”الحاصل غور کرنا چاہیے کہ شیطان و ملک و موت کا حال دیکھ کر عالم محیط زمین کا فخر عالم کو خلاف نصوص قطعیہ کے بلا دلیل محض قیاس قاسدہ سے ثابت کرنا شرک نہیں تو کون سا ایمان کا حصہ ہے شیطان و ملک الموت کو یہ وسعت نص سے ثابت ہے فخر عالم کی وسعت علم کی کوئی نص قطعی ہے۔“ (براہین قاطعہ ص ۵۱)

قارئین محترم اس کتاب کے مصنف کو ملک الموت اور شیطان لعین کے علم کی وسعت کی نص تو نظر آگئی مگر حضور ﷺ کے علم کی نص نظر نہ آئی۔ ذرا قرآن مجید پارہ نمبر ۵ رکوع نمبر ۱۴ سورۃ النساء آیت نمبر ۱۳ ملاحظہ فرمائیے!

”وعلمت ما لم تکن تعلم ط وکان فضل اللہ علیک عظیمًا“ اور تمہیں سکھایا جو کچھ تم نہیں جانتے تھے اور اللہ کا تم پر بڑا فضل ہے۔ اس کتاب کے منظر عام پر آنے کے بعد مسلمانوں کے اندر گردہ بندی اور بڑھ

گئی کچھ لوگ اس عبارت کو صحیح ثابت کرنے کیلئے پورا زور لگانے لگے اور آج تک گئے ہوئے ہیں اس طرح وہ ایک نئے گروہ کی شکل میں ظاہر ہوئے۔ یہ تو ایک گروہ تھا جس کا ذکر ہوا جنہوں نے مسلمانوں کو انتشار میں ڈالنے کا بھرپور کردار ادا کیا۔ لیکن ایک دوسرا گروہ بھی تھا جنہوں نے مسلمانوں کو گروہ بندی میں ڈالنے کا بھرپور کردار ادا کیا۔ ان کتابوں کی عبارات ملاحظہ فرمائیے!

”زنا کے دوسرے اپنی بی بی کی مجامعت کا خیال بہتر ہے اور شیخ یا اسی جیسے اور بزرگوں کی طرف خواہ جناب رسالت مآب ہی ہوں اپنی ہمت کو لگا دینا اپنے تیل اور گدھے کی صورت میں مستغرق ہونے سے برا ہے۔“ (صراط مستقیم ص ۱۳۶ اردو، فارسی ص ۸۶)

ایک اور کتاب ملاحظہ ہو جو اردو ترجمہ کیا تھا لاہور سے چھپی ہے اسکی عبارت ملاحظہ ہو!

”فرشتے شرک میں کسی کی امداد نہیں کرتے۔ نہ حیات میں نہ موت میں اور نہ اسے پسند کرتے ہیں۔ البتہ شیاطین کبھی کبھی ان کی مدد کرتے اور انسانی شکل میں انکے سامنے نمودار ہوتے ہیں۔ چنانچہ وہ انہیں اپنی آنکھوں سے دیکھتے ہیں۔ پھر کوئی شیطان ان سے کہتا ہے میں ابراہیم ہوں، مسیح ہوں، محمد ہوں، خضر ہوں، ابو بکر، عمر، عثمان، علی یا فلاں شیخ طریقت ہوں۔“ (کتاب الوسیلہ ص ۴۱)

ان کتابوں کی عبارات مسلمانوں کے ذہنوں اور دلوں سے نبی کریم ﷺ کی محبت ختم کرنے کا بہت بڑا حربہ تھا حالانکہ نبی ﷺ ارشاد فرماتے ہیں!

”ان الشیطان لا يتمثل صورة بی۔ شیطان میری صورت میں نہیں آسکتا۔“ (بخاری و مسلم و

مشکوٰۃ)

WWW.NAFSEISLAM.COM

ایک اور کتاب کی عبارت ملاحظہ فرمائیے!

”جب منافقین نے بہتان حضرت عائشہ پر باندھا۔ ایک مدت تک رسول اللہ ﷺ کو کس قدر اہتمام تحقیق برأت صدیقہ رضی اللہ عنہا رہا۔ اور قلب مبارک سے شک و ذنب کا ان سے قبل از نزول آیات برأت کے بارگاہ قدوس سے رفع نہ ہوا جب آیات برأت نازل ہوئیں۔ تب یقین ہوا۔“ (فتاویٰ نذیریہ ج ۱ ص ۲۴)

حاشیہ شرح الصدور ص ۲۵ مطبوعہ سعودیہ ملاحظہ فرمائیں لکھتے ہیں!

”فا القبرو المعظم المقدس وثن و صنم بكل معانی الوثنية لو كانوا يعقلون۔ پس نبی ﷺ کی قبر مقدس ہر لحاظ سے بت ہے کاش کہ لوگ اس کو سمجھیں۔“

اسی طرح ایک کتاب ”نہج المقبول فارسی“ کا صفحہ نمبر ۳۴ ملاحظہ ہو لکھتے ہیں!

[[دعا کردن نزد قبر مبارک برائے خود بدعت است۔ نبی پاک ﷺ کی قبر مبارک کے نزدیک اپنے لیے دعا مانگنا بدعت ہے]]۔

ایک اور کتاب جنو اب صدیق حسن خان بھوپالی (فرقہ اہل حدیث کے بڑے عالم) نے لکھی۔ اس میں لکھتے ہیں!

[[مرچہ مرفوع یا مشرف بودن قبر لغتہ آید از منکرات شریعت باشد و انکار براں و برابر ساختن بخاک واجب است بر مسلمین بروں فرق در آنکہ بنیغیر باشد یا غیر۔ لغت کے لحاظ سے ہر اس چیز پر جو اٹھی ہوئی ہو قبر کا لفظ صادق آتا ہے اور وہ شریعت کے منکرات سے ہے اس سے منع کرنا اور اس کو مٹی کے برابر کرنا مسلمانوں پر واجب ہے۔ بغیر کسی امتیاز کے گو بنیغیر کی قبر ہو یا کسی اور کی]]۔ (عرف الہادی فارسی ص ۶۱)

اسی طرح مولوی اسماعیل غزنوی نے کتاب ”تحدوہابیہ“ میں لکھا ہے کہ!

[[جو کوئی یوں کہے کہ یا رسول اللہ ﷺ میں آپ سے شفاعت چاہتا ہوں تو وہ شخص مشرک ہوگا اور اس کا خون مباح ہوگا ایسے لوگوں کو ہم کا فر کہتے ہیں]]۔ (تحدوہابیہ ص ۶۸)

مولوی عبدالستار دہلوی غیر مقلد (جو اہل حدیث کہلاتے ہیں) کا فتویٰ بھی ملاحظہ ہو لکھتے ہیں!

[[خداوند تعالیٰ کے علاوہ کسی اور کا نعرہ لگانا شرک اور حرام ہے]]۔ (محیضہ المجدیٹ کراچی ص ۲۳ محرم الحرام ۱۳۷۴ھ)

شیخ محمد بن عبدالوہاب نجدی کے عقائد جاننے ہوں تو دیکھئے کتاب ”الاشہاب الیقین“ جو مولانا حسین احمد مدنی نے لکھی ہے لکھتے ہیں!

[[وہابیہ سفر زیارت (مدینہ منورہ) کو زنا کے درجہ تک پہنچاتے ہیں]]۔ (بحوالہ اشہاب الیقین ص ۳۶)

دوسرے مقام پر لکھتے ہیں!

[[وہ ہمارے ہاتھ کی لاٹھی ذات سرور کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ہم کو زیادہ نفع دینے والی ہے۔ ہم اس سے کتے کو دفع کر سکتے ہیں اور ذات فخر و عالم ﷺ سے تو یہ بھی نہیں کر سکتے]]۔ (بحوالہ اشہاب الیقین ص ۴۷)

ایک اور مقام پر لکھتے ہیں!

[[انکا خیال ہے کہ رسول مقبول علیہ السلام کا کوئی حق ہم پر نہیں اور نہ کوئی احسان اور فائدہ انکی ذات پاک سے بعد وفات ہے]]۔ (بحوالہ اشہاب الیقین ص ۴۷)

نفل کفر کفر باشد یہ حوالہ جات صرف قارئین کو سمجھانے کیلئے نقل کیے ہیں ورنہ کوئی ایمان والا ایسے الفاظ لکھنا کبھی گوارا نہیں کر سکتا۔

ان کتابوں کی عبارات آپ نے ملاحظہ فرمائیں ان کتابوں کی عبارتوں پر سے جب کوئی ایمان والا گزرتا ہے تو اس کے ایمان کو دھچکا ضرور لگتا ہے انہی کتابوں کی وجہ سے مسلمانوں خصوصاً برصغیر پاک و ہند کے مسلمانوں کو فرقہ واریت اور آپس میں بغض و عناد میں مبتلا کیا۔ شیخ محمد بن عبدالوہاب نجدی کے عقائد سے متاثر ہو کر شاہ اسماعیل نے ان کے عقائد کو برصغیر پاک و ہند میں پھیلا یا اور جب انگریزوں نے مسلمانوں کو فرقوں میں بٹنے دیکھا اور خصوصاً ۱۸۲۵ء کے قریب جامع مسجد دہلی میں مناظرہ و مناقشہ کا حال اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا کہ تقویۃ الایمان کی وجہ سے مسلمانان ہند گروہ درگروہ ہو گئے ہیں۔ چنانچہ انھوں نے یہ کتاب طبع کروا کے پورے ملک میں کثیر تعداد میں مفت تقسیم کروائی۔ (دیکھئے مولانا اسماعیل اور تقویۃ الایمان ص ۵۱)

یہ وہ حالات تھے جب مسلمانوں کو گروہ درگروہ تقسیم کیا گیا۔ یہ سب کچھ یکدم نہیں ہوا۔ بلکہ کافی وقت لگا لیکن غور کرنے کی جو بات ہے وہ یہ ہے کہ آخر یہ کتابیں اور انکی یہ دل ہلا دینے والی اور ایمان کو کمزور کر دینے بلکہ ختم کرنے والی عبارات کیوں معرض وجود میں آئیں۔ مجھے تو یہی سمجھ آتا ہے جو انگریزوں کا خاص مقصد تھا اسی کو دانستہ نادانستہ پورا کیا گیا۔ وہ کیا مقصد تھا ملاحظہ فرمائیے۔ ڈبلیو ڈبلیو ہنٹر کی تعلیمی رپورٹ میں درج ہے!

[[ہم ایسا نظام قائم کریں گے جس سے اگر مسلمان عیسائی نہ بھی ہوئے تو وہ مسلمان نہ رہیں گے]]۔

امریکہ کے یہودی پروفیسر (فوجی امور کا بہت بڑا ماہر) [[ہرز]] اپنی مطبوعہ کتاب ”قطر العسکر فی الشرق الاوسط“ میں لکھتا ہے!

[[پاکستانی فوج کے دل رسول عربی ﷺ کی محبت سے بھرے ہوئے ہیں اور یہی وہ جذبہ ہے جو پاکستان اور عربوں کے درمیان بندھنوں کو مضبوط کرتا ہے۔ یہ جذبہ عالمی صیہونیت کیلئے ایک خطرہ عظیم ہے۔ اور اسرائیل کی توسیع کے راستے میں زبردست رکاوٹ ہے اس لیے یہودیوں کو بہر حال چاہیے کہ وہ محمد ﷺ کیساتھ اس جذبہ محبت کے تمام ویلیوں کو کمزور تر کریں۔ وہ جمعی اپنے مقاصد میں کامیاب ہو سکتے ہیں]]۔ (بحوالہ قادیان سے اسرائیل تک ص ۲۲)

لہذا اسی جذبے کو ختم کرنے کیلئے یہ ساری کتابیں معرض وجود میں آئیں۔ اور آپ کی نظروں پر اگر گراں نہ گزرے تو دوبارہ ان عبارات کو غور سے پڑھیں تو بغیر کسی شک و شبہ کے یہی نتیجہ آپ کے سامنے آئے گا۔

اب اگر تاریخ کو الٹ پلٹ کر کوئی لکھ دے تو حقیقت بدل نہیں جاتی کیونکہ یہ ساری کتابیں اب بھی مسلمان کہلانے والے اور حضور نبی کریم ﷺ کا دم بھرنے والے چھاپ رہے ہیں۔ اگر ان میں ذرا برابر بھی ایمان ہوتا اور واقعی قادیانیوں کے لیے راہ ہموار نہ کر رہے ہوتے تو وہ یہ منحوس کتابیں چھاپتے یا اگر ایک دفعہ غلطی کر بیٹھے تھے تو دوبارہ چھاپتے مگر افسوس کا مقام ہے کہ صرف تقویۃ الایمان لاکھوں کی تعداد میں چھپی ہے۔

یہ عیسائیوں، یہودیوں اور قادیانیوں کی سوچ کو دانستہ یا نادانستہ طور پر تقویت دینا مقصود نہیں تو اور کیا ہے جب یہ

مسلمانوں کے اندر ماحول پیدا ہو چکا زمین مکمل تیار ہو چکی تو اس میں بیج ڈالنے کیلئے مرزا قادیانی کو منتخب کیا گیا ایسا کیوں کیا گیا؟ ملاحظہ فرمائیے!

بعض انگلستانی اخبارات کے ایڈیٹروں اور چرچ آف انگلینڈ کے نمائندوں پر مشتمل ایک وفد ہندوستان بھیجا گیا۔ انکی رپورٹ میں لکھا ہے کہ: [[ہندوستانی مسلمانوں کی اکثریت اپنے روحانی رہنماؤں کی اندھا دھند پیروی کا رہے اگر اسوقت ہمیں کوئی ایسا آدمی مل جائے جو اپنا لک پرانت (حواری نمب) ہونے کا دعویٰ کرے تو اس شخص کی نبوت کو حکومت کی سرپرستی میں پروان چڑھا کر برطانوی مفادات کیلئے مفید کام کیا جاسکتا ہے]]۔ (ہندوستان میں برطانوی سلطنت کی آمد بحوالہ تحریک ختم نبوت ص ۲۳)

انگریزوں کے اس مقصد کو پورا کرنے کیلئے مسلمانوں کے اندر مختلف لوگوں نے کسی نہ کسی طرح اپنی خدمات انجام دیں انہی میں ایک مرزا غلام احمد قادیانی ہے۔ اسکا انگریزوں سے تعلق کیسے قائم ہوا ملاحظہ فرمائیے!

[[مرزا غلام احمد ڈپٹی کمشنر سیالکوٹ (پنجاب) کی کچہری میں ایک معمولی تنخواہ پر (۱۸۶۳ء تا ۱۸۶۸ء) ملازم تھا۔ اس نے ملازمت کے دوران سیالکوٹ کے پادری مسٹر بلر ایم اے سے رابطہ پیدا کیا۔ وہ اسکے پاس عموماً آتا اور دونوں اندر خانہ بات چیت کرتے۔ بلر نے وطن جانے سے پہلے اس سے تھلہ میں کئی ایک طویل ملاقاتیں کیں پھر اپنے ہم وطن ڈپٹی کمشنر کے ہاں گیا اس سے کچھ کہا اور انگلستان چلا گیا ادھر مرزا صاحب استعفیٰ دے کر قادیان آگئے اسکے تھوڑا عرصہ بعد مذکورہ وفد ہندوستان پہنچا اور لوٹ کر محولہ رپورٹیں مرتب کیں ان رپورٹوں کے فوراً بعد ہی مرزا صاحب نے اپنا سلسلہ شروع کر دیا برطانوی ہند کے سنٹرل انٹیلی جنس کی روایت کے مطابق ڈپٹی کمشنر سیالکوٹ نے چار اشخاص کو انٹرویو کیلئے طلب کیا ان میں سے مرزا صاحب نبوت کے لیے ناظرہ دیے گئے]]۔ (رپورٹ انٹیلی جنس برطانیہ بحوالہ تحریک ختم نبوت ص ۲۳)

اسکے بعد ۱۸۶۸ء میں مرزا صاحب نے بغیر کسی معقول ظاہری وجہ کے اہلہد کے نوکری سے استعفیٰ دے کر قادیان چلے گئے اور تصنیف و تالیف کے کام میں لگ گئے۔ (ڈاکٹر بشارت احمد، مجدد اعظم ص ۴۲-۱۹۳۹ء)

لہذا انگریزوں کی شہ پر مرزا صاحب نے کام شروع کر دیا سب سے پہلے ۱۸۸۰ء میں ماموریت کا الہام ہوا اور مجدد ہونے کا دعویٰ کیا۔ ۱۸۹۱ء میں مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کیا اور ساتھ ہی ظلی نبی ہونے کی اصطلاح بھی ایجاد کی۔ ۱۹۰۱ء میں نبوت کا دعویٰ کیا اور نومبر ۱۹۰۴ء میں کرشن ہونے کا علان کیا۔

یہی وہ سال تھے جب انگریزی سیاست اپنے استعماری عزائم کو پروان چڑھانے کیلئے پنجاب اور سرحد کے مسلمانوں کا شکار کر رہی تھی اور اسکے سامنے بیرون ہندوستان کی مسلمان ریاستوں کو اپنے دام میں لانے کا منصوبہ بھی تھا۔ خیر اس میں تو کسی کو کوئی شک نہیں کہ مرزا قادیانی کی تحریک جھوٹی نبوت والی انگریزوں کی بنائی ہوئی تحریک تھی۔ لیکن ہمیں جانچنا تو

یہ ہے کہ اس انگریزوں کے مشن ”محمد ﷺ کی محبت کو ختم کرنا“ کے حوالے سے اس نے کیا کچھ کیا؟ آئیے قادیانیوں کی کتابوں سے چند عبارات ملاحظہ ہوں!

☆ [پھر ای کتاب میں اس مکالمہ کے قریب ہی یہ وحی اللہ ہے محمد رسول اللہ والذین معہ اشداء علی الکفار رحما بینہم اس وحی الہی میں میرا نام محمد رکھا گیا اور رسول بھی]۔ (ایک غلطی کا ازالہ ص ۴، روحانی خزائن ج ۱۸ ص ۱۲۷ مرزا غلام احمد قادیانی)

☆ [خدا تعالیٰ نے آج سے چھبیس برس پہلے میرا نام براہین احمدیہ میں محمد اور احمد رکھا۔ اور آنحضرت ﷺ کا بروز مجھے قرار دیا]۔ (حقیقۃ الوحی تترص ۶۷، روحانی خزائن ج ۲۲ ص ۵۰۲)

☆ [میں بارہا بتلا چکا ہوں کہ میں بموجب آیت **وآخرین منهم لما یلحقوا بہم** بروزی طور پر وہی نبی خاتم الانبیاء ہوں اور خدا نے آج سے بیس برس پہلے براہین احمدیہ میں میرا نام محمد اور احمد رکھا اور مجھے آنحضرت ﷺ کا نبی وجود قرار دیا۔ پس اس طور سے آنحضرت ﷺ کے خاتم الانبیاء ہونے میں میری نبوت سے کوئی تزلزل نہیں آیا۔ کیونکہ کل اپنے اصل سے علیحدہ نہیں ہوتا]۔ (ایک غلطی کا ازالہ ص ۱۰، روحانی خزائن ج ۱۸ ص ۲۱۲)

☆ [یہ بالکل صحیح بات ہے کہ ہر شخص ترقی کر سکتا ہے اور بڑے سے بڑا درجہ پاسکتا ہے حتیٰ کہ محمد رسول اللہ ﷺ سے بھی بڑھ سکتا ہے]۔ (اخبار الفضل قادیان نمبر ۵ ج ۱۰ ۱۷ جولائی ۱۹۲۲ء)

مرزا قادیانی اپنی کتاب ”تذکرہ“ مجموعہ الہامات ص ۶۳ طبع دوم میں لکھتا ہے!

[**انا نزلناہ قریباً من القادیان وبالحق انزلناہ وبالحق نزل صدق اللہ ورسولہ وکان اللہ امر اللہ مفعولاً**]۔

مرزا قادیانی کی چند عبارات آپ نے ملاحظہ کیں اور اس سے پہلے مسلمان کہلانے والوں کی کتابوں کی چند عبارات بھی ملاحظہ کیں۔ ان عبارات اور قادیانی کی عبارات میں جو آپس کا تعلق نظر آتا ہے وہ بالکل واضح اور صاف ہے کہ ان سب لوگوں کا اصل مقصد نبی ﷺ کی تعظیم جو ہر ایمان والے کے دل میں بیٹھ گئی ہے اور ایسی چپک گئی ہے کہ وہ مومن مرنے کا کہتا ہے کہ تو سکتا ہے مگر تعظیم نبی ﷺ کو دل سے نکال نہیں سکتا۔ مگر دنیا کے چند لوگوں کی خاطر تعظیم نبی ﷺ کو نکالنے کی کوشش کرنے والے مٹ گئے مٹ جائیں گے مگر تعظیم نبی ﷺ کبھی ختم نہ ہوگی اور نہ دل سے نکل سکے گی۔ ہاں اپنے جیسے لوگوں کے دلوں سے تعظیم نبی ﷺ کو کم ضرور کر دیا مگر اہل سنت و جماعت کے دل محبت نبی ﷺ سے سرشار ہیں۔

آخر کار ۴ ستمبر ۱۹۷۴ء کو پاکستان کی منتخب پارلیمنٹ نے تقریباً ۱۴ روز کی علمی بحث کے بعد متفقہ طور پر قادیانیوں کو ان کے کفریہ عقائد کی بنا پر غیر مسلم قرار دے دیا۔ اسلی میں قادیانیوں کے سربراہ مرزا ناصر احمد کو مکمل صفائی کا موقع فراہم کیا گیا۔ ان دنوں

ذوالفقار علی بھٹو پاکستان کے وزیراعظم تھے انکے بعد صدر پاکستان جنرل محمد ضیا الحق نے ۲۶ اپریل ۱۹۸۳ء کو امتناع قادیانیت آرڈیننس جاری کیا جس میں قادیانیوں کو شعائر اسلامی استعمال کرنے اور خود کو مسلمان ظاہر کرنے پر پابندی لگا دی قادیانیوں نے اسکی صریح خلاف ورزی کی جسکی وجہ سے ان پر مقدمات سول عدالتوں سے ہائی کورٹ تک پہنچے۔

آخر کار جولائی ۱۹۹۳ء میں سپریم کورٹ کے چیف جسٹس محمد افضل لون نے ان ایپلوں کی سماعت کے لیے پانچ رکنی بنچ تشکیل دیا جو جسٹس شفیع الرحمن، جسٹس عبدالقدیر چودھری، جسٹس محمد افضل لون، جسٹس ولی محمد خان، جسٹس سلیم اختر پر مشتمل تھا۔ سپریم کورٹ کے اس بنچ نے متفقہ طور پر قادیانیوں کے کفریہ عقائد پر تاریخ ساز فیصلہ دیا۔ جو پڑھنے کے لائق ہے یہاں پر اس فیصلہ کے چند اقتباسات ملاحظہ فرمائیں جو اس فیصلہ کی روح ہیں۔

[[سادہ الفاظ میں جو لوگ دوسروں کو دھوکہ دیتے ہیں انکی حوصلہ شکنی کی جانی چاہیے۔ خواہ ان کی حرکت سے بچنے والے نقصان کی مالیت چند کوڑیوں کے برابر ہو۔ ہمارے قائد اعظم اور اس کے مماثل لقب کی حفاظت کیلئے قانون وضع کیا گیا ہے۔ جسے کسی حلقے نے چیلنج نہیں کیا، بہر حال پاکستان جیسی نظریاتی ریاست میں اپیل کنندگان (قادیانی) جو کہ غیر مسلم ہیں اپنے عقیدہ کو اسلام کے طور پر پیش کر کے دھوکہ دینا چاہتے ہیں۔ یہ بات خوش آئند اور لائق تحسین ہے کہ دنیا کے اس خطے میں آج بھی عقیدہ مسلمان کیلئے سب سے قیمتی متاع ہے۔ وہ ایسی حکومت کو ہرگز برداشت نہیں کرے گا جو اسے ایسی جعل سازیوں اور دیسہ کاریوں سے تحفظ فراہم کرنے کو تیار نہ ہو۔

دوسری طرف اپیل کنندگان (قادیانی) اصرار کر رہے ہیں کہ انہیں نہ صرف اپنے مذہب کو اسلام کے طور پر پیش کرنے کا لائسنس دیا جائے بلکہ وہ یہ بھی چاہتے ہیں کہ انتہائی محترم و مقدس شخصیات کیساتھ استعمال ہونے والے القابات اور خطابات وغیرہ کو ان بدعتی غیر مسلموں کے ناموں کیساتھ چسپاں کیا جائے۔ حقیقتاً مسلمان اس اقدام کو اپنی عظیم ہستیوں کی بے حرمتی اور توہین و تنقیص پر محمول کرتے ہیں پس اپیل کنندگان اور انکی برادری کی طرف سے ممنوعہ القابات اور شعائر اسلام کے استعمال پر اصرار اس بارے میں کوئی شک و شبہ باقی نہیں رہتا کہ وہ قصداً ایسا کرنا چاہتے ہیں نہ صرف جو ان مقدس ہستیوں کی بے حرمتی کرنے بلکہ دوسروں کو دھوکہ دینے کے مترادف بھی ہے۔ اگر کوئی مذہبی گروہ دھوکہ دہی و فریب کاری کو اپنا بنیادی حق سمجھ کر اس پر اصرار کرے اور اس سلسلے میں عدالتوں سے مدد کا طلب گار ہو تو اس کا خدا ہی حافظ ہے۔

امریکہ کی سپریم کورٹ 306 cantt well v. connecticut (310 U.S.296 at 306)

مقدمہ میں فیصلہ دے چکی ہے کہ!

[[مذہب یا مذہبی عقیدہ کا لبادہ کسی شخص کو عام لوگوں کو فریب دینے پر تحفظ فراہم نہیں کرتا]]۔

علاوہ ازیں اگر اپیل کنندگان یا انکی برادری دوسروں کو دھوکہ دینے کا ارادہ نہیں رکھتے تو وہ اپنے لیے نئے القابات

وغیرہ کیوں وضع نہیں کر لیتے؟ کیا انہیں اس بات کا احساس نہیں کہ دوسرے مذاہب کے شعائر، مخصوص نشانات، علامات اور اعمال پر انحصار کر کے وہ خود اپنے مذہب کی ریاکاری کا پردہ چاک کریں گے۔

اس صورت میں انکے معنی یہ بھی ہو سکتے ہیں کہ ان کا نیا مذہب اپنی طاقت، میرٹ اور صلاحیت کے بل پر ترقی نہیں کر سکتا یا فروغ نہیں پاسکتا بلکہ اسے جعل سازی و فریب پر انحصار کرنا پڑ رہا ہے؟ آخر کار دنیا میں اور بھی بہت سے مذاہب ہیں انہوں نے مسلمانوں یا دوسرے لوگوں کے القابات وغیرہ پر کبھی عاصبانہ قبضہ نہیں کیا اور وہ اپنے عقائد کی پیروی اور تبلیغ بڑے فخر سے کرتے ہیں اور اپنے ہیر و ذکی اپنے طریقہ سے مدح و ستائش کرتے ہیں۔ یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ پاکستان میں ایسا کوئی قانون نافذ نہیں جو احمدیوں کو ان کے اپنے القابات تخلیق کرنے اور انہیں مخصوص افراد کیساتھ استعمال کرنے سے روکتا ہو۔ نیز انکے مذہب پر کسی قسم کی دوسری پابندیاں عائد نہیں ہیں۔ جہاں تک رسول اللہ ﷺ کی ذات گرامی کا تعلق ہے مسلمانوں کو ہدایت کی گئی ہے!

[[ہر مسلمان کے لیے جس کا ایمان پختہ ہو لازم ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ اپنے بچوں، خاندان، والدین اور دنیا کی ہر محبوب ترین شے سے بڑھ کر پیار کرے]]- (صحیح بخاری کتاب الایمان باب حب الرسول من الایمان)

کیا ایسی صورت میں کوئی کسی مسلمان کو مورد الزام ٹھہرا سکتا ہے اگر وہ ایسا توہین آمیز مواد جیسا کہ مرزا صاحب نے تخلیق کیا ہے سننے، پڑھنے یا دیکھنے کے بعد اپنے آپ پر قابو کر سکتا ہے؟۔

ہمیں اس پس منظر میں احمدیوں کے صد سالہ جشن کی تقریبات کے موقع پر احمدیوں کے اعلانیہ رویہ کا تصور کرنا چاہیے۔ اور اس رد عمل کے بارے میں سوچنا چاہیے جس کا اظہار مسلمانوں کی طرف سے ہو سکتا تھا۔ اس لیے اگر کسی احمدی کو انتقامیہ کی طرف سے یا قانوناً شعائر اسلام کا اعلانیہ اظہار کرنے یا انہیں پڑھنے کی اجازت دے دی جائے تو یہ اقدام اس کی شکل میں ایک اور رشدی تخلیق کرنے کے مترادف ہوگا۔ کیا اس صورت میں انتقامیہ اسکی جان، مال اور آزادی کے تحفظ کی ضمانت دے سکتی ہے اور اگر دے سکتی ہے تو کس قیمت پر؟ مزید براں اگر گلیوں یا جائے عام پر جلوس نکالنے یا جلسہ کرنے کی اجازت دے دی جائے تو یہ خاندان جنگلی کی اجازت دینے کے برابر ہے۔ یہ محض قیاس آرائی نہیں حقیقتاً ماضی میں ایک بار ایسا ہو چکا ہے اور بھاری جانی و مالی نقصان کے بعد اس پر قابو پایا گیا۔

رد عمل یہ ہوتا ہے کہ جب احمدی یا قادیانی سرعام کسی پلے کارڈ بیچ یا پوسٹر پر کلکھ کی نمائش کرتا ہے یا دیوار یا نمائشی دروازوں یا جھنڈیوں پر لکھتا ہے یا دوسرے شعائر اسلامی کا استعمال کرتا یا انہیں پڑھتا ہے تو یہ اعلانیہ نبی ﷺ کے نام نامی کی بے حرمتی اور دوسرے انبیاء کرام کے اسمائے گرامی کی توہین کے ساتھ ساتھ مرزا صاحب کا مرتبہ اونچا کرنے کے مترادف ہے جس سے مسلمانوں کا مشتعل ہونا اور طیش میں آنا ایک فطری بات ہے اور یہ چیز امن عامہ کو خراب کرنے کا موجب بن سکتی ہے

جس کے نتیجے میں جان و مال کا نقصان ہو سکتا ہے۔

ایسی صورت حال میں احتیاطی تدابیر بروئے کار لانا لازمی ہے تاکہ امن و امان برقرار رکھا جاسکے اور جان و مال خصوصاً احمدیوں کے نقصان سے بچا جاسکے اس صورت میں مقامی انتظامیہ نے جو فیصلے کیے یہ عدالت انہیں کالعدم نہیں کر سکتی۔ وہ اس معاملے میں بہترین جج ہے تا وقتیکہ قانون یا حقیقت کے ذریعے اسکے برعکس ثابت نہ کیا جائے۔

ہم یہ بھی نہیں سمجھتے کہ احمدیوں کو اپنی شخصیات، مقامات اور معمولات کے لیے خطاب، القاب یا نام وضع کرنے میں کسی دشواری کا سامنا کرنا پڑے گا۔ آخر کار ہندوؤں، عیسائیوں، سکھوں اور دیگر برادر یوں نے بھی اپنے بزرگوں کے لیے القاب و خطاب بنا رکھے ہیں اور وہ اپنے تہوار امن و امان کا کوئی مسئلہ یا الجھن پیدا کیے بغیر پر امن طور پر مناتے ہیں۔ انتظامیہ جو امن و امان قائم رکھنے اور شہریوں کے جان و مال نیز عزت و آبرو کا تحفظ کرنے کی ذمہ دار ہے۔ بہر حال مذکورہ بالا اقدار سے کسی کو خطرہ لاحق ہونے کی صورت میں مداخلت کرے گی۔

مذکورہ بالا بحث کے نتیجے میں اس سے متعلقہ اپیلیں بھی نامنظور کی جاتی ہیں۔

دستخط۔

جسٹس ولی محمد خان

جسٹس محمد افضل لون

جسٹس عبدالقدیر چودھری

☆☆☆☆

☆☆☆☆

☆☆☆☆

نفس اسلام

WWW.NAFSEISLAM.COM

﴿ساتواں باب﴾
تحریکات و
شخصیات

WWW.NAFSEISLAM.COM

ختم نبوت کے پاسبان

مولانا محمد عبدالحکیم شرف قادری رحمۃ اللہ علیہ

مسلمانوں کی چودہ سو سالہ تاریخ گواہ ہے کہ انہوں نے جان و مال، عزت و آبرو والا داور وطن ہر چیز کی قربانی دے دی۔ مگر تقدس الوہیت اور ناموس رسالت پر آنچ نہیں آنے دی۔ اسی طرح ختم نبوت ایسے اسلام کے بنیادی عقیدے کے تحفظ کی خاطر سر ڈھڑکی بازی لگا دی لیکن قصر نبوت میں نقب لگانے والے کسی بھی دشمن اسلام کو برداشت نہ کیا۔

حضور سید العالمین، خاتم النبیین ﷺ کی دنیا سے رحلت اہل بیت کرام اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے لیے بہت بڑے صدمے کا باعث تھی ابھی وہ اس روح فرسائے کے غم سے سنبھل بھی نہ پائے تھے کہ جگہ جگہ سے عرب کے مختلف قبائل کے مرتد ہونے کی خبریں آنے لگیں۔ ایک تشویشناک خبر یہ تھی کہ نبوت کا جھوٹا دعویدار مسیلہ کذاب یمامہ میں چالیس ہزار جنگجو افراد کا لشکر تیار کر کے اپنی پوزیشن خاصی مضبوط کر چکا ہے۔

پاسبان ختم نبوت حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جہاں مرتد ہونے والے قبائل کو راہ راست پر لانے کے لیے متعدد دستے بھجوائے وہاں مسیلہ کذاب کے فتنے کی سرکوبی کے لیے پہلے حضرت عکرمہ پھر حضرت خالد بن ولید کو لشکر کا کمانڈر بنا کر بھیجا۔

سرزمین نجد کے خطہ یمامہ میں دونوں لشکروں کا گھمسان کارن پڑا دشمن کا دباؤ بڑا شدید تھا۔ کئی دفعہ تو یوں محسوس ہوا کہ دشمن غالب ہوا چاہتا ہے مجاہدین اسلام نے بڑی تعداد میں جام شہادت نوش کیا لیکن دشمن کا لشکر شہادت کے مقابلے کی تاب نہ لا سکا مرتدین کے پاؤں اکھڑ گئے اور انہوں نے بھاگ کر ایک باغ میں پناہ لی اور دروازہ بند کر لیا لیکن اسلام کے شاہینوں کے سل رواں کے آگے نہ تو تیروں کی بارش رکاوٹ بن سکی اور نہ ہی باغ کی دیواریں بند باندھ سکیں۔ دروازے کا کھلنا تھا کہ مرتدین پر قیامت ٹوٹ پری۔ مسیلہ کذاب اپنے بیس ہزار ساتھیوں سمیت کیفر کردار کو پہنچا اور اس باغ کا نام ہی ”موت کا باغ“ رکھ دیا گیا۔

اس طرح اولین پاسبان ختم نبوت حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور مجاہدین صحابہ کرام نے ختم نبوت کے ان باغیوں کا قلع قمع کیا۔ اسکے بعد مختلف ادوار میں طالع آزمائوں نے مسند نبوت پر بیٹھنے کی کوشش کی لیکن امت مسلمہ نے ایسی کسی بھی کوشش کو کامیابی سے ہمکنار نہ ہونے دیا۔

دور آخر میں شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے پوتے شاہ اسماعیل دہلوی نے ”تقویۃ الایمان“ میں لکھا: ”اللہ تعالیٰ کی یہ شان ہے کہ ایک کلمہ کن سے چاہے تو کروڑوں افراد جبریل اور محمد کی مثل پیدا کر ڈالے۔“ واضح طور پر اس عبارت کی زد عقیدہ ختم نبوت پر پڑتی تھی اس لیے شہید تحریک آزادی علامہ محمد فضل حق خیر آبادی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کا سختی سے نوٹس لیا۔ پہلے ایک مختصر تحریر لکھی پھر ”تحقیق الفتویٰ فی ابطال الطغویٰ“ کے نام سے ایک مبسوط تحریر سپرد قلم کی اور لوگوں کو بتایا کہ تم کروڑوں افراد کی بات کرتے ہو اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب مکرّم ﷺ کو وہ عظمتیں دے رکھی ہیں کہ آپ کی مثل ایک فرد بھی نہیں ہو سکتا۔

پھر بعض لوگوں نے ایک ضعیف اور شاذ حدیث کو بنیاد بنا کر کہہ دیا کہ زمینیں سات ہیں اور اس زمین کے علاوہ باقی چھ زمینوں پر دیگر انبیاء کرام کی طرح حضور سید الانبیاء ﷺ کی ایک ایک مثال موجود ہے۔ یعنی تقویۃ الایمان میں حضور اقدس ﷺ کی مثالوں کو ممکن کہا گیا تھا اور اب باطل چھ مثالیں مان لی گئیں۔ یہ عقیدہ ختم نبوت کے خلاف ایک اور کارروائی تھی۔ علماء اہل سنت نے اس کا سختی سے نوٹس لیا۔ حضرت مولانا تقی علی خان بریلوی (والد ماجد امام احمد رضا بریلوی) نے اس کے خلاف مہم چلائی مولانا حافظ بخش بدایونی نے ”تنبیہ الجہال بالہا الباسط المتعال“ میں ایسے اقوال اور ان کے قائلین کا رد کیا۔

دارالعلوم دیوبند کے بانی محمد قاسم نانوتوی نے ”تخذیر الناس“ لکھ کر اس شاذ روایت کی تصدیق کی اور قرآن پاک کی نص قطعی ”وَلَكِنَّ رَسُولَ اللَّهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ“ کی تاویل کر دی حالانکہ ہونا یہ چاہیے تھا کہ نص قطعی کو برقرار رکھا جاتا اور ضعیف و شاذ کی تاویل کر دی جاتی انہوں نے یہاں تک لکھ دیا۔

”اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی ﷺ بھی کوئی نئی پیدا ہو تو خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہ آئے گا۔“ (تخذیر الناس ص ۲۴)

بعض خوش فہم لوگ کہتے ہیں کہ یہ قضیہ فریضہ ہے اس سے عقیدہ ختم نبوت میں کیا فرق پڑتا ہے؟ انہیں معلوم ہونا چاہیے کہ فرق یہی پڑتا ہے کہ قرآن پاک کی نص قطعی اور خاتم النبیین کا جو معنی احادیث مبارکہ کی تصریحات اور اجماع امت سے ثابت ہے اس کی دھجیاں بکھیر دی گئی ہیں اس کے باوجود آپ کی صحت پر کوئی اثر نہ پڑے تو آپ کی مرضی۔

دارالعلوم دیوبند کے سابق مہتمم قاری محمد طیب نے تو دو قدم مزید آگے بڑھ کر قیل وقال کی گنجائش ہی ختم کر دی وہ لکھتے ہیں: ”ختم نبوت کا یہ معنی لینا کہ نبوت کا دروازہ ہمیشہ کے لیے بند ہو گیا دنیا کو دھوکہ دینا ہے۔“ (خطبات حکیم الامت ص ۵۰)

یہ وہ پس منظر تھا جس میں شاطر انگریزوں نے ایک ایسے شخص کی جستجو کی جو ان کی بھرپور حمایت کر لے چنانچہ مرزا غلام احمد قادیانی مل گیا جسے انہوں نے جھوٹی نبوت کی مسند پر بٹھا دیا اور اس سے اپنی حمایت میں اور دین اسلام کے خلاف ایسے ایسے بیانات دلوائے جنہیں پڑھ کر ایک مسلمان کا سر بارندامت سے جھک جاتا ہے۔ امت مسلمہ جس نے چودہ صدیوں میں کسی جھوٹے دعویدار نبوت کو قبول نہیں کیا تھا وہ مرزا غلام احمد قادیانی کو کیسے نبی یا مجدد تسلیم کر لیتی؟ علماء اہل سنت و جماعت

نے اپنی تمام تحریری، تقریری اور علمی توانائیاں اسکے خلاف صرف کر دیں۔ حضرت پیر سید مہر علی شاہ گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ نے ۱۳۱۷ھ/۱۹۰۰-۱۸۹۹ء میں ”شمس الہدایہ“ لکھ کر حیات مسیح علیہ السلام پر زبردست دلائل قائم کیے۔ مرزائے قادیانی انکا جواب تو نہ دے سکا البتہ پیر صاحب کو مناظرے کا چیلنج دے دیا ۲۵ جولائی ۱۹۰۰ء مناظرہ کی تاریخ مقرر ہوئی پیر صاحب علماء کی ایک بڑی جماعت کے ہمراہ اس تاریخ کو شاہی مسجد لاہور پہنچ گئے۔ لیکن مرزا کو سامنے آنے کی جرأت نہ ہو سکی اس سخت کو مٹانے کے لیے مرزا نے ۱۵ دسمبر ۱۹۰۰ء کو سورۃ فاتحہ کی تفسیر ”اعجاز المسح“ کے نام سے عربی زبان میں شائع کی اور یہ تاثر دیا کہ یہ الہامی تفسیر ہے پیر صاحب نے ۱۹۰۲ء میں سیف چشتیانی لکھ کر شائع کر دی جس میں مرزا صاحب کی عربی دانی کے دعوؤں کی دجیاں بکھیر دیں۔ اس کتاب کا جواب آج تک مرزائیوں پر قرض ہے۔

پیر سید جماعت علی شاہ محدث علی پوری رحمۃ اللہ علیہ نے مرزا کے دعاوی کی زبردست تردید کی بادشاہی مسجد لاہور میں مرزا کی موت کی پیشگوئی فرمائی جو حرف با حرف صحیح ثابت ہوئی۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے چھ رسائل اور کئی فتاویٰ اس کے رد میں لکھے۔ ایک رسالہ انکے صاحبزادے حجتہ الاسلام مولانا حامد رضا خان نے لکھا مولانا علامہ غلام دھگیر قصوری نے متعدد کتابیں لکھیں۔ علمائے پنجاب میں حضرت مولانا غلام قادر بھیروی نے پہلے پہل مرزا کے خلاف فتویٰ دیا۔ مولانا پیر غلام رسول قاسمی امرتسری نے عربی میں ایک کتاب لکھی جو اردو ترجمہ کیساتھ شائع ہوئی۔ قاضی فضل احمد لدھیانوی نے متعدد کتابیں لکھیں۔ حضرت مولانا انوار اللہ خان حیدر آباد دکن نے متعدد کتابیں لکھیں۔ حضرت مولانا خواجہ ضیاء الدین سیالوی نے ”معیار المسح“ کے نام سے ایک کتاب لکھی۔ مولانا محمد عالم آسی امرتسری نے ”الکادویۃ علی الغاویۃ“ کے نام سے دو جلدوں میں کتاب لکھی۔ مولانا حیدر اللہ نقشبندی مجددی نے ”درۃ الدیانی علی المرتد القادیانی“ کے نام سے کتاب لکھی۔

مولانا کریم دین دیہوت روزہ سراج الاخبار جہلم کے ایڈیٹر تھے۔ انہوں نے مرزائیوں کے خلاف زوردار مضامین لکھے جنہوں نے مرزائیوں میں تھکھکھ مچا دیا انہوں نے یکے بعد دیگرے مولانا دیر کے خلاف تین مقدمے دائر کر دیئے جن میں سے دو میں تو وہ باعزت بری ہو گئے البتہ ایک مقدمے میں انہیں چوں روپے جرمانہ ہو گیا۔ ۱۷ جنوری ۱۹۰۳ء کو مرزائیوں نے ایک کتاب ”مواہب الرحمن“ جہلم میں تقسیم کی جس میں مولانا کی خلاف دل کھول کر زہرا لگایا گیا تھا۔ مولانا نے مرزا غلام احمد قادیانی اور حکیم نور الدین کی خلاف مقدمہ کر دیا۔ مقدمہ دو سال چلتا رہا آخر اکتوبر ۱۹۰۴ء کو گورداسپور کے جج نے مرزا غلام احمد قادیانی پر پانچ سو اور حکیم فضل دین پر دو سو روپے جرمانہ عائد کر دیا۔ (تفصیل کے لیے دیکھئے تازیانہ عبرت از مولانا کریم دیہر رحمۃ اللہ علیہ)

مولانا محمد حسن فیضی مرزا کے بلند بانگ دعاوی سن کر ۱۳ فروری ۱۸۹۹ء کو بخش نقیس مسجد حکیم حسام الدین سیالکوٹ

میں پہنچ گئے اور اپنا ایک بے نقط عربی قصیدہ بغیر ترجمہ کے مرزائے قادیانی کو دیا جس میں لکھا تھا کہ اگر آپ کو الہام ہوتا ہے تو اس قصیدے کا مطلب حاضرین کو سنا دیں۔ مرزائے قادیانی نے کچھ دیر دیکھنے کے بعد یہ کہہ کر واپس کر دیا کہ ہمیں تو اس کا کچھ پتہ نہیں چلتا آپ اس کا ترجمہ کر کے دیں (سبحان اللہ کیا میڈان یو کے نبوت ہے۔) علامہ فیضی نے ۹ مئی ۱۸۹۹ء کو سراج الاخبار میں یہ تمام واقعہ چھپوا دیا اور مرزائے قادیانی کو چیلنج دیا! ”صدر جہلم میں کسی مقام پر مجھ سے مباحثہ کر لیں میں حاضر ہوں تحریری کریں یا تقریری اگر تحریر ہو تو نثر میں کریں یا نظم میں عربی میں ہو یا فارسی یا اردو آئیے سنئے اور سنائیے۔“ عبرت ناک بات یہ ہے کہ جب تک علامہ فیضی حیات رہے مرزائے قادیانی کو چیلنج قبول کرنے کی جرأت نہ ہو سکی۔ کوئی رسوائی ہی رسوائی تھی۔

کن کن حضرات کا ذکر کیا جائے۔ مرزائے قادیانی پر رد کرنے والے حضرات کا احاطہ کرنا بھی بہت مشکل ہے۔ حضرت شاہ سراج الحق گورداسپوری، مولانا نواب الدین رامداسی، پروفیسر محمد الیاس برنی، مولانا سید محمد دیدار علی شاہ الوری، صدر الافاضل مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی، محدث اعظم ہند کچھوچھو، حضرت سید شاہ علی حسین اشرفی، مولانا قاضی عبد الغفور شاہپوری پنجہ شریف ضلع خوشاب، مولانا غلام جہانیاں (ڈیرہ اسماعیل خان) مولانا محمد شریف نوری (لاہور) پیر سید ولایت شاہ گجراتی، مفتی احمد یار خان نعیمی، حافظ مظہر الدین، مولانا محمد بخش مسلم، مولانا ابوالنور محمد بشیر سیالکوٹی، علامہ ارشد القادری، مولانا خدا بخش اظہر، سید محمود شاہ گجراتی، مولانا سید حامد علی شاہ گجراتی رحمہ اللہ تعالیٰ۔

حکیم اسد نظامی نے ایک دفعہ راقم کو بتایا تھا کہ حضرت شاہ اللہ بخش تونسوی کے حکم پر رد مزائیت میں علمائے اہل سنت کی تصانیف تو نسخہ شریف کی لائبریری میں جمع کی گئی تھیں جن کی تعداد دو سو تھی۔ مرزائیوں کے خلاف پہلی دفعہ ۱۹۵۳ء میں تحریک چلائی گئی جس کا مطالبہ یہ تھا کہ ظفر اللہ مرزائی کو وزارت خارجہ کے منصب سے برطرف کیا جائے اور مرزائیوں کو قانونی طور پر غیر مسلم اقلیت قرار دیا جائے اس تحریک میں تمام مکاتب فکر کے علماء شامل تھے اور تحریک کے صدر علامہ ابوالحسنات سید محمد احمد قادری تھے مرکزی قائدین کو گرفتار کر کے سکھر جیل میں نظر بند کر دیا گیا وہیں علامہ سید ابوالحسنات قادری کو اطلاع ملی کہ آپ کے اکلوتے فرزند مولانا سید خلیل احمد قادری کو تحریک میں حصہ لینے کی بناء پر سزائے موت دے دی گئی ہے آپ کے جیل کے ساتھی علماء نے پشیم حیرت یہ منظر دیکھا کہ علامہ نے تمام تر صبر و سکون کیساتھ یہ خبر سنی اور فرمایا! ”الحمد للہ! اللہ تعالیٰ نے میرا یہ معمولی ہدیہ قبول فرمایا ہے۔“

دوسرے قائدین گرفتار ہو گئے تو مجاہد ملت مولانا محمد عبدالستار خان نیازی نے مسجد وزیر خان کو مرکز بنا کر اپنی شعلہ بار تقریروں سے تحریک کو آگے بڑھایا ان ہی دنوں ایک ڈی ایس پی قتل ہو گیا مولانا محمد عبدالستار خان نیازی کو گرفتار کر لیا گیا اور ان کے خلاف پچاسی کا فیصلہ صادر کر دیا گیا۔

بعد میں علامہ نیازی کورہا کر دیا گیا اور مولانا سید خلیل احمد قادری کی سزائے موت کی خبر بھی غلط ثابت ہوئی اس تحریک میں علامہ سید احمد سعید کافلی، مولانا غلام محمد ترنم، مولانا غلام الدین (انجمن شیڈ لاہور) مولانا محمد بخش مسلم، مولانا عبدالحامد بدایونی، شاہ عبدالعلیم میرٹھی، صاحبزادہ سید فیض الحسن آلومہاروی، علامہ عبدالغفور ہزاروی، مفتی محمد حسین نعیمی، مولانا سید افتخار الحسن شاہ، پیر محمد قاسم مشوری، مفتی محمد حسین سکھروی، مفتی صاحب داد خان پیر جوگوٹھ سندھ، پیر صاحب سیال شریف، پیر صاحب گولڑہ شریف، پیر صاحب بھرچنڈی شریف، پیر صاحب ماگی شریف، پیر صاحب زکوزی شریف، اور دیگر علماء مشائخ نے حصہ لیا۔ مفتی اعظم پاکستان علامہ ابوالبرکات سید احمد قادری اور محدث اعظم پاکستان مولانا محمد سردار احمد چشتی قادری نے اپنے اسٹیج سے بھرپور انداز میں مسئلہ ختم نبوت بیان کیا اور مرزائے قادیانی کی جھوٹی نبوت کو طشت ازبام کیا۔ محدث اعظم نے ایک رسالہ لکھا تھا جس کا نام ہے مرزا مرد ہے یا عورت؟

دوسری دفعہ ۱۹۷۴ء میں تحریک ختم نبوت چلی جس میں حسب سابق تمام مکاتب فکر کے علماء شامل تھے مجلس عمل کے جنرل سیکرٹری شارح بخاری علامہ سید محمود احمد رضوی تھے۔ قومی اسمبلی میں تحریک کے روح رواں قائد اہل سنت اور قائد حزب اختلاف علامہ شاہ احمد نورانی تھے۔ انہوں نے ۳۰ جون ۱۹۷۴ء کو قرارداد پیش کی کہ مرزائیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا جائے۔ مرزائیوں کی لاہوری پارٹی نے پچاس لاکھ روپے کی پیشکش کی اور کہا کہ قرارداد میں سے ہمارا نام نکال دیں جسے مولانا نورانی نے پائے حقارت سے ٹھکرا دیا قومی اسمبلی میں مرزاناصر پیش ہوا اس نے اپنا موقف پیش کرتے ہوئے مولوی قاسم نانوتوی کی کتاب تجذیر الناس پیش کی جس میں انہوں نے لکھا ہے! ”اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی کوئی نبی پیدا ہوتا تو پھر بھی خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہ آئے گا۔“ اس پر بہت سے افراد کے سر جھک گئے البتہ قافلہ سالار تحریک ختم نبوت علامہ شاہ احمد نورانی نے گرج کر کہا کہ! ”ہم ایسی عبارت کو نہیں مانتے اور اسکے قائلین کو مسلمان نہیں جانتے۔ ناموس رسالت کے کسی غدار سے ہماری مصالحت نہیں ہو سکتی۔“

اس قرارداد کی تائید میں ۱۲۲ ارکان نے دستخط کیے بعد میں انکی تعداد ۷۳۵ ہو گئی ان میں علامہ عبدالمصطفیٰ ازہری کراچی، سید محمد علی حیدر آباد اور مولانا محمد ذاکر جنگ بھی شامل تھے جو جمعیۃ العلماء پاکستان کے کلکٹ پرایم این اے منتخب ہوئے تھے۔ البتہ دیوبندی مکتب فکر کے مولوی غلام غوث ہزاروی اور مولوی عبدالحکیم نے مفتی محمود کے اصرار کے باوجود دستخط نہیں کیے۔ بالآخر ۷ ستمبر ۱۹۷۴ء کو قومی اسمبلی نے مرزائیوں (خواہ وہ قادیانی ہوں یا لاہوری) کو قانونی طور پر غیر مسلم اقلیت قرار دے دیا اس وقت مسٹر ذوالفقار علی بھٹو وزیراعظم تھے۔

مختصر یہ کہ علماء و مشائخ اہل سنت نے روز اول سے آج تک مرزائیوں اور مرزائی نوازوں کا تحریری اور تقریری طور پر شد و مد سے رد کیا ہے اور انکے عقائد باطلہ اور دجل فریب کو بے نقاب کیا ہے۔ قانونی طور پر پاکستان میں تو مرزائیت کا

مسئلہ نپا دیا گیا لیکن سلمان رشدی اور تسلیمہ نسرین کی طرح انہیں بھی انگریزوں اور دیگر اقوام کی سرپرستی اور امداد حاصل ہے اس لیے ریشہ دیوانیاں بدستور پاکستان اور بیرون پاکستان جاری ہیں افریقہ اور دیگر یورپین ممالک میں ان کی تبلیغ بھرپور انداز میں جاری ہے برطانیہ میں تو انہوں نے باقاعدہ ٹی وی چینل خرید رکھا ہے جس پر دن رات مرزائیت کا پروپیگنڈا جاری ہے۔ پیر سید منور حسین شاہ جماعتی مدظلہ کی سرپرستی میں جامع مسجد امیر ملت برمنگھم میں ہر سال عالمی تاجدار ختم نبوت کانفرنس منعقد کی جاتی ہے ۲۰۰۱ء کی کانفرنس میں راقم کو بھی خطاب کرنے کا موقع ملا تھا۔

ایک دفعہ پیر سید نصیر الدین نصیر شاہ گولڑوی نے دوران گفتگو کہا کہ میرے جد امجد پیر سید مہر علی شاہ ڈیڑھ کنال زمین کے مالک تھے اسکے باوجود انہوں نے مرزا غلام احمد قادیانی کے گریبان پر ہاتھ ڈال دیا تھا۔ آج ہم اربوں روپے کی جائیداد کے مالک ہیں اور مرزائیت میں کچھ بھی نہیں کر رہے۔ انہوں نے رومرزائیت کے لیے پاکستان میں ٹی وی چینل کا ٹائم خریدنے کا عندیہ بھی ظاہر کیا تھا۔ ایک نوجوان صادق علی زاہد نے رومرزائیت کے سلسلے میں علمائے اہل سنت کی خدمات پر اڑھائی تین سو صفحات کی کتاب لکھی جو چھپ چکی ہے۔ جناب سردار محمد خاں لغاری ”لانی بعدی“ کے نام سے ایک ماہنامہ نکال رہے ہیں۔ ضرورت تھی کہ کوئی بلند ہمت مجاہد علماء اہل سنت کے علمی اور تحقیقی کام کو جمع کر کے ایک سیٹ کی صورت میں دنیا کے سامنے پیش کرتا تاکہ مسلمان اسکا مطالعہ کر کے اپنا ایمان مضبوط کریں اور غیر مسلم بشمول مرزائیوں کے اسکا مطالعہ کر کے نور ایمان و ہدایت حاصل کریں سوء اتفاق کہ عموماً ہماری کتابیں ایک دفعہ چھپی ہیں اور اسکے بعد ناپید ہو جاتی ہیں۔

اللہ تعالیٰ جزائے خیر عطا فرمائے مولانا علامہ مفتی محمد امین قادری (☆) حفظہ اللہ تعالیٰ کو کہ انہوں نے اس عظیم الشان مقصد کے لیے کمر ہمت باندھ لی ہے اور ”عقیدہ ختم نبوت“ کے نام سے پہلی جلد پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہے ہیں۔ سر دست اندازہ ہے کہ بیس جلدیں تو آئی جائیں گی یہ لاکھوں روپے کا منصوبہ ہے اہل سنت و جماعت کے صاحب حیثیت حضرات کو ان کی سرپرستی کرنی چاہیے۔ مولائے کریم جل شانہ انہیں پردہ غیب سے وسائل اور معاونین عطا فرمائے تاکہ وہ اس کاراہم و عظیم کو خوش اسلوبی سے انجام دیں۔ پیش کردہ تصانیف کی ترتیب کچھ اس طرح ہے۔

(۱) حضرت علامہ غلام دہلوی رحمۃ اللہ علیہ ”رجم البیاطین براغلو طالت البراہین (عربی)، تحقیقات و دیگر (اردو) فتح رحمانی (اردو)“

(۲) حضرت علامہ غلام رسول قاسمی امرتسری رحمۃ اللہ علیہ الاحلام فی اثبات حیاۃ المسیح (عربی)، الاحلام فی اثبات حیاۃ المسیح (اردو ترجمہ)

(۳) امام احمد رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ چھ رسائل

(۴) فاتح قادیانیت حضرت پیر سید مہر علی شاہ گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ ہدایۃ الرسول (فارسی)، شمس الصدیق (اردو) سیف چشتیائی

(اردو)

- (5) قاضی فضل احمد لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ۔ کلمہ فضل رحمانی، جمعیت خاطر
- (6) حضرت علامہ انوار اللہ قاروقی صدر الصدور حیدر آباد دکن رحمۃ اللہ علیہ۔ افادۃ الافہام (دو جلدیں) انوار الحق، منافع العلوم
- (7) مولانا حیدر اللہ نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ۔ درۃ الدرائی علی المرتد القادیانی
- (8) حضرت خواجہ فیاض الدین سیالوی رحمۃ اللہ علیہ سیال شریف۔ معیار اس
- (9) حجۃ الاسلام مولانا علامہ حامد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ۔ الصارم الربانی علی اسراف القادیانی
- (10) حضرت علامہ مولانا مفتی غلام مرتضیٰ چشتی رحمۃ اللہ علیہ میانی ضلع سرگودھا۔ الظفر الرحمانی علی کسف القادیانی
- (11) مولانا علامہ کرم الدین دبیر، مجاہد اسلام رحمۃ اللہ علیہ جہلم۔ تازیانہ عبرت
- (12) عالمی مبلغ اسلام شاہ عبدالعظیم میرٹھی صدیقی رحمۃ اللہ علیہ (خلیفہ امام احمد رضا)۔ مرزائی حقیقت کا اظہار
- (13) مولانا علامہ پروفیسر محمد الیاس برنی رحمۃ اللہ علیہ۔ متعدد کتابیں
- (14) مولانا علامہ عبدالحفیظ حقانی رحمۃ اللہ علیہ مفتی آگرہ ملتان۔ السیوف الکلامیہ لقطع الدعاولی الغلامیہ

☆☆☆☆

☆☆☆☆

☆☆☆☆

نوٹ: یہ مضمون ماہنامہ سوئے تجاز لاہور، جنوری 2005ء سے لیا گیا ہے۔

(☆) حضرت علامہ مفتی محمد امین قادری رحمۃ اللہ علیہ جو عالم شباب میں ہی وصال فرما گئے۔ آپ نے عقیدہ ختم نبوت کے نام سے علمائے اہل سنت کی نادر و نایاب کتب کا مجموعہ ترتیب دیا۔ اس خوبصورت گلدستہ کی اب تک ۱۲ جلدیں شائع ہو چکی ہیں مزید کام جاری ہے۔ اللہ تعالیٰ مفتی صاحب کی قبر اطہر پر کروڑوں رحمتیں نازل کرے۔ (ظفر محمود قریشی)

ردّ مرزائیت میں پیر محمد کرم شاہ رحمۃ اللہ علیہ اور انکے خاندان کی خدمات

پروفیسر حافظ احمد بخش

انگریزی استعمار نے برصغیر پاک و ہند پر قبضہ جمانے کے بعد مسلمانوں کو تعلیمی، معاشرتی، معاشی اور سیاسی لحاظ سے حدود درجہ کمزور کیا اور انکی دینی حیثیت کو ختم کرنے کیلئے سازشوں کو بروئے کار لانے کی منصوبہ بندی کی۔ مرزا غلام احمد قادیانی کا جھوٹا دعویٰ نبوت اسی سلسلہ کی ایک مذموم کڑی ہے۔

اسلام کی تاریخ کی ورق گردانی کریں تو پتہ چلتا ہے کہ جب بھی کسی کذاب اور دجال نے نبی ہونے کا دعویٰ کیا تو کوئی نہ کوئی مرد مجاہد میدان میں اتر ا اور اسے واصل جہنم کر کے غیرت دینی کا ثبوت دیا۔ لیکن برصغیر کے مسلمانوں کی بد قسمتی کہ مرزا غلام احمد قادیانی کے بارے ایسا کوئی اقدام نہ ہوسکا۔ کیونکہ مرزائے قادیان کی من گھڑت نبوت کے شجرہ خبیثہ کی آبیاری برصغیر پر قابض انگریز کر رہا تھا اس لیے اسے اپنے تار و پود بکھیرنے کا وسیع موقع میسر آ گیا۔ جب یہ تحریک زور پکڑنے لگی تو اُمت مسلمہ کے علماء و مشائخ میدان عمل میں اترے اور سادہ لوح مسلمانوں کو مرزائیوں کے دام بھرگ زمین سے نجات دلانے کیلئے فیصلہ کن کردار ادا کیا۔

چونکہ مرزا غلام احمد قادیانی کا سب سے مقرب اور پہلا خلیفہ حکیم نور الدین بھیروی ضلع سرگودھا کا رہنے والا تھا اور انکی وساطت سے یہاں کا ایک پورا محلہ گمراہ ہو گیا تھا۔ اس لحاظ سے اس شہر کے علماء نے مرزائی تحریک کی سرکوبی کیلئے جاندار کردار ادا کیا۔ وہ جلیل القدر ہستیاں جنہیں یہ شرف حاصل ہوا۔ ان میں غازی اسلام حضرت پیر محمد شاہ صاحب علیہ الرحمہ سجادہ نشین آستانہ عالیہ حضرت امیر السالکین علیہ الرحمہ، مجاہد ملت مولانا ظہور احمد بگوی علیہ الرحمہ اور مولانا غلام قادر بھیروی علیہ الرحمہ کے نام سرفہرست ہیں۔ مؤخر الذکر دونوں ہستیوں کے کام کیلئے ایک الگ مضمون درکار ہے۔ آنے والی سطور میں حضرت غازی اسلام اور انکی اولاد امجاد کے کردار کی ایک جھلک پیش خدمت ہے۔

غازی اسلام حضرت پیر محمد شاہ رحمۃ اللہ علیہ نے مسلمانوں کو غیر مسلم قوتوں سے شیر سے محفوظ رکھنے اور انہیں دین سے آگاہی بخشنے کیلئے ایک جماعت منظم کی جسکا نام جند اللہ تجویز کیا گیا۔ جند اللہ کے دستور العمل میں یہ بات درج تھی کہ امیر جماعت علماء کرام کی ایک جماعت ساتھ لیکر ہر سال کم از کم ایک ماہ تبلیغی دورے کیلئے وقف کریں گے۔ ان تبلیغی دوروں میں

مسلمانوں کی معاشرتی اصلاح اور انہیں ہر قسم کی بدعتیگی و بد عملی سے بچانے کیلئے اقدامات کیے جاتے تھے۔ جب فتنہ مرزائیت نے سراٹھایا تو آپ نے بطور خاص اس موضوع پر پورے علاقے میں جلسوں کا اہتمام فرمایا اور اہل اسلام کو ان کے گھٹاؤ نے نظریات سے اجتناب کی تاکید فرمائی۔ چونکہ غازی اسلام ہر اہم موقع پر اپنے فرزند ارجمند حضرت ضیاء الامت جسٹس پیر محمد کرم شاہ الازہری علیہ الرحمہ کو اپنے ساتھ رکھتے تھے اور آنے والے فتنوں اور خطرات سے آگاہی بخشنے کیلئے عملی حقائق سے متعارف کرواتے تھے۔ اسی لیے دور طالب علمی سے ہی آپ نے اپنے والد گرامی کے نقش قدم پر چلتے ہوئے مرزا غلام احمد قادیانی اور اس کے حواریوں کا محاسبہ شروع کر دیا۔ مصر میں تعلیم کے دوران آپ نے اپنی ڈائری میں لکھا!

”مصر میں قیام کے دوران پاکستان کے وزیر خارجہ ظفر اللہ جب کبھی بھی مصر آئے اچھا اثر چھوڑ کر نہیں گئے۔ ہمیشہ یہاں کے لوگوں نے یہی سمجھا کہ یہ انگریز کا ایجنٹ ہے۔ دارالعلوم قاہرہ کے پرنسپل سے میری بات ہوئی انہوں نے بھی بڑے مایوس کن انداز میں کہا کہ ظفر اللہ بغیر انگریز کئی پیغام رسانی کے اور اسکے مفاد کی حفاظت کے یہاں کچھ بھی کرنے نہیں آتا۔“

(ذاتی ڈائری کا ایک ورق)

ایک اور موقع پر آپ نے ڈائری کا ایک ورق لکھا جس کا عنوان تھا:

آخر ایسا کیوں ہے؟

”دیفینڈنٹ جنرل ملک اختر حسین کیساتھ ترکی میں حادثہ ہوا اور وہ بیوی بچوں سمیت ہلاک ہو گئے۔ اخبار میں تھا کہ منگل کو انکی نعش پڑی آئے گی۔ انہیں ریوہ میں سپرد خاک کیا جائیگا۔ مجھے پہلے علم نہیں تھا کہ وہ مرزائی ہے۔“

آج کل یہاں سرگودھا ڈویژن کا یہ حال ہے کہ شری بیوی مرزائی ہے۔ ضلعی انتظامیہ کے بعض افراد کیساتھ ساتھ ثانوی تعلیمی بورڈ کا چیئرمین بھی مرزائی ہے۔

غور طلب بات یہ ہے کہ ہمارے پڑھے لکھے افراد کیوں اپنے مذہب سے بے تعلق رہتے ہیں اور یہ برائے نام قسم کے مسلمان ہوتے ہیں اور اسلام مخالف گروہوں کے خواندہ لوگ کیوں اپنے نظریات کیساتھ شدت سے وابستہ ہوتے ہیں۔ کیا ہمارا قصور ہے کہ ہم ان کو کھینچ نہیں سکتے اور اسلام کو پرکشش انداز میں پیش نہیں کر سکتے یا انکا قصور ہے؟

ان مندرجہ بالا اقتباسات سے بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ ابتدائی دور سے ہی حضرت قبلہ پیر محمد کرم شاہ الازہری رحمۃ اللہ علیہ کے حساس دل میں فتنہ مرزائیت کھٹک رہا تھا۔ جب آپ نے عملی زندگی کا آغاز کیا تو جس شعبہ میں کام کرنے کا موقع ملا آپ نے فتنہ مرزائیت کو بے نقاب کرنے کی پوری کوشش فرمائی۔ تفسیر ضیاء القرآن میں مختلف مقامات پر اس موضوع کے حوالہ سے سیر حاصل بحث فرمائی۔ اس سلسلہ میں مندرجہ ذیل آیات کی تفسیر ملاحظہ کی جاسکتی ہے۔

وان من امہ الا خلا فیہا نذیر

یا ایہا الناس انی رسول اللہ الیکم جمیعاً

وما قتلوه وما صلبوه ولكن شبه لهم

ما کان محمد اباً احد من رجالکم ولكن رسول اللہ وخاتم النبیین

۱۹۷۰ء میں آپ نے ماہنامہ ضیائے حرم کا اجرا فرمایا اور اسکے ذریعے فقہ مرزائیت کی بھرپور تردید فرمائی۔ بالخصوص ۱۹۷۳ء اور ۱۹۷۴ء کے شمارے لائق مطالعہ ہیں جب ربوہ اسٹیشن پر مرزائی غنڈوں نے مسلمان طلبہ پر حملہ کیا تو آپ نے سردلبراس کا آغا زان الفاظ سے فرمایا!

”دانا کہتے ہیں کہ سانپ کی جب موت آتی ہے تو وہ راستہ پر آکر بیٹھ جاتا ہے۔ جھوٹی نبوت کے غبارے سے جب ہوا نکلنے کا وقت آن پہنچا تو ربوہ کے ریلوے اسٹیشن پر انہوں نے ایسی غنڈہ گردی کی جس کی مثال مہذب سوسائٹی میں مشکل ہی سے ملے گی۔“ (ضیائے حرم جولائی ۱۹۷۴ء)

یہ ادارہ خاصہ طویل ہے آپ نے اس ماہ کے سردلبراس کے صفحات میں اس وقت کے وزیراعظم ذوالفقار علی بھٹو کو بھی تجاویز دیں اور پاکستان کے مسلمانوں کو بھی یکجا ہو کر اس فقہ مرزائیت سے نجات حاصل کرنے کا درس دیا۔ جب ۱۹۷۴ء میں مرزائیوں کے خلاف ملک گیر احتجاج شروع ہوا تو آپ نے بڑے بڑے شہروں میں منعقد ہونے والے سارے جلسوں میں شرکت فرمائی اور اپنے مدلل خطابات کے ذریعے علمی حلقوں سے داد تحسین حاصل کی۔ اس موقع پر آپ نے ضیائے حرم کا خصوصی شمارہ بعنوان ”ختم نبوت نمبر“ شائع فرمایا۔ اس شمارہ میں تحریک تحفظ ختم نبوت کا تفصیلی جائزہ پیش کیا گیا ہے۔

نہ صرف یہ بلکہ جب مرزانا صر نے مرزائیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کے خلاف تقاریر کیں اور انہیں دو کتا بچوں بعنوان مقام ختم نبوت یعنی مقام محمدیت کی تفسیر اور آزاد کشمیر کی ایک قرارداد پر تبصرہ کی صورت میں شائع کیا تو قبلہ پیر صاحب نے ان دونوں تقاریر کا نہایت عالمانہ انداز میں رد فرمایا اور پاکستانی مسلمانوں کے دلوں میں پیدا ہونے والے خدشات کا ازالہ فرمایا۔ جب پاکستان کی قومی اسمبلی نے مرزائیوں کو غیر مسلم قرار دے دیا تو انہوں نے عالمی سطح پر پراپیگنڈہ شروع کر دیا کہ ہمارے خلاف زیادتی ہوئی ہے۔ وہ اکثر عالمی حقوق کی تنظیم اینسٹی انٹرنیشنل جینوا میں درخواست پیش کرتے کہ پاکستان میں ہمارے حقوق محفوظ نہیں اور ہماری مذہبی رسومات ادا کرنے سے روکا جاتا ہے۔ اس سلسلہ میں پاکستان کا موقف پیش کرنے کیلئے وقفہ وقفہ مختلف افراد جاتے رہے لیکن کوئی بھی نمائندگی موثر نہ رہی۔ ۱۹۸۸ء میں جنرل ضیا الحق نے حضرت قبلہ پیر صاحب مدظلہ العالی کو اس مشن پر روانہ کیا۔ خداوند قدوس کے فضل و احسان سے یہ پہلا سال تھا جب پاکستانی موقف کو گیارہ میں ۹ ممبران کی تائید حاصل ہوئی۔ ہندوستان نے ہمارے خلاف ووٹ دیا جبکہ ایک ملک نے رائے شماری میں حصہ ہی نہیں لیا۔ اس کی تفصیل خود حضرت قبلہ پیر صاحب کی زبانی ملاحظہ کریں!

”سپریم کورٹ آف پاکستان کے شریعت ایتھلیٹ بیج کا اجلاس ۳۰ جولائی ۱۹۸۸ء سے لاہور میں منعقد ہو رہا تھا۔ اسی اثناء میں مرحوم و مغفور شہید صدر محمد ضیاء الحق کا ٹیلی فون موصول ہوا جس میں انہوں نے مجھے فرمایا کہ یو این او کے ذیلی ادارہ ہیومن رائٹس (حقوق انسانی) کے سب کمیشن کا اجلاس ۱۸ اگست سے جینوا میں منعقد ہو رہا ہے۔ وہاں مرزائیوں نے بڑا اودھم مچا رکھا ہے پاکستان کے بارے میں انہوں نے یہ پراپیگنڈہ زور شور سے شروع کر رکھا ہے کہ پاکستان میں اغوا قتل کیا جا رہا ہے انکے افراد کو زور و کوب کیا جاتا ہے اور ہر قسم کے انسانی حقوق سے ان کو محروم کیا جا رہا ہے۔ صدر مرحوم نے مجھے حکم دیا کہ میں وہاں جا کر پاکستان کی نمائندگی کروں۔ مجھے اس قسم کے اجتماعات میں پاکستان کی نمائندگی کرنے کا کوئی تجربہ نہیں تھا۔ پہلے تو میں سہا اور خیال کیا کہ صدر محترم سے معذرت کر لوں اور درخواست کروں کہ کسی اور موزوں آدمی کا اس اہم کام کیلئے انتخاب کیا جائے۔ لیکن پھر مجھے یہ حدیث شریف یاد آئی جس میں حضور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”جس منصب اور ذمہ داری کا کوئی شخص مطالبہ کرتا ہے اور وہ منصب اُسے دیا جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسکو اس کی ذاتی قابلیت کے حوالے کر دیتا ہے کہ تم نے یہ منصب طلب کیا تھا ہم نے تمہیں دے دیا۔ اب تو جان اور تیرا کام۔ لیکن اگر بن مانگے وہ منصب اور ذمہ داری کسی کو سپرد کی جاتی ہے تو پھر اللہ تعالیٰ خود اس شخص کی امداد کرتا ہے اور رہنمائی فرماتا ہے۔“

میں نے سوچا کہ اس چیز کا مطالبہ میں نے تو نہیں کیا اور نہ اس قسم کی طلب میرے حاشیہ خیال میں کبھی نمودار ہوئی۔ اب اگر یہ فرض میرے ذمہ لگایا گیا ہے تو حسب ارشاد مصطفوی ﷺ اللہ تعالیٰ میری مدد اور رہنمائی فرمائے گا اور جب اسکی امداد میرے شامل حال ہوگی تو پھر مشکلیں خود بخود آسان ہوتی جائیں گی۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرتے ہوئے میں نے صدر محترم کی اس خواہش کی تکمیل کا عزم کر لیا۔ لاہور سے میں ۸ اگست کو بحیرہ واپس آیا ۹، ۱۰ اگست دو روز یہیں ٹھہرا اور ضروری انتظامات کیے اور اپنی طویل غیر حاضری میں جو منصوبے زیر تکمیل تھے اُن کے بارے میں اپنے احباب کیساتھ مشورہ بھی کیا اور انہیں مناسب ہدایات بھی دیں۔ ۱۱ اگست کو بحیرہ سے روانہ ہوا۔ ساڑھے تین بجے قارن غسٹری کے دفتر میں متعلقہ حکام سے ملاقات کی رات کو ڈیڑھ بجے پی آئی اے کی فلائٹ سے جینوا کیلئے روانہ ہو گیا۔ فریگٹ فرٹ میں دواڑ حائی گھنٹے انتظار کرنا پڑا۔ پھر لفٹ ۱۱ ایر لانگ کے طیارے سے تین بجے دوپہر جینوا پہنچا۔ عزت مآب سعید دہلوی ایئر پورٹ پر تشریف لائے ہوئے تھے مجھے اپنے ساتھ لے گئے اور انٹر کانٹینینٹل کے کمرہ نمبر ۱۰۲۰ میں مجھے ٹھہرایا۔ میں نے ان سے گزارش کی کہ مجھے یہاں کے حالات سے بالخصوص آگاہ کریں اور جو پروگرام ہو اُس سے بھی مطلع کریں۔

چنانچہ انہوں نے مجھے وہ پمفلٹ دیئے جس میں مرزائیوں نے حکومت پاکستان پر اور پاکستان کے عوام پر ہر قسم کے بے سرو پا الزامات عائد کیے ہوئے تھے۔ یہ پمفلٹ مصور تھے اور ایک خالی الذہن انسان کو طرح طرح کی غلط فہمیوں میں مبتلا کرنے کیلئے بڑا موثر ثابت ہو سکتے تھے۔ سفیر صاحب نے بتایا کہ ہیومن رائٹس (انسانی حقوق) کے سب کمیشن کا اس دفعہ

پاکستان ممبر نہیں ہے۔ اس لیے ہم نداس میں تقریر کر سکتے ہیں نہ کسی مقرر کے اعتراض کا جواب دے سکتے ہیں اور نہ دو جنگ میں حصہ پا سکتے ہیں البتہ بحیثیت مبصر اس اجلاس میں شریک ہو سکتے ہیں۔ اس لیے ہم نے یہ طے کیا کہ ہر روز ان ممبران میں سے دو یا تین ممبران کو لٹچ پر مدعو کیا جائے۔ ایک بجے سے تین بجے تک میٹنگ کا وقفہ ہوتا ہے۔ اس وقفہ میں ان سے تبادلہ خیال کیا جائے اور حقیقت حال سے آگاہ کیا جائے اس کے بغیر ہمارے لیے اور کوئی چارہ نہ تھا۔

محترم سفیر صاحب نے فرمایا تھا کہ وہ ہر روز کیلئے تین ممبران کو مدعو کریں گے۔ ہفتہ اور اتوار کو چھٹی ہوتی ہے میں نے یہ دو دن مطالعہ میں اس موضوع کی تیاری میں صرف کیے۔ سوموار کو میں سفیر کیساتھ سب کمیشن کے اجلاس میں بحیثیت مبصر شریک ہوا۔ اس اجلاس کے چتر مین مسٹر بھنڈارا تھے جو بھارت کے نمائندے تھے۔ نصف گول دائرہ کی شکل میں سٹیج کے سامنے کرسیاں لگی ہوئی تھیں۔ پہلی قطار میں کمیشن کے ممبر صاحبان تشریف فرم تھے دوسری قطار میں ان کے معاونین کے بیٹھے کیلئے نشستیں تھیں۔ تیسری قطار میں مصرین بیٹھے تھے جن میں میں بھی تھا اور پچھلی دو لائنوں میں غیر حکومتی انجمنوں کے نمائندگان تھے۔ کافی دیر تک میں ممبران کی تقاریر کو سنتا رہا۔ ایک بجے وقفہ ہوا تو میں واپس چلا آیا۔ ہم نے لٹچ پر مختلف ممبران سے ملاقات اور تبادلہ خیالات کا جو پروگرام تشکیل دیا اس کی پہلی نشست ۱۶ اگست ۸۸ بروز منگل ہوئی۔ ان میں مصر اور اردن کے معزز اراکان مدعو تھے اور رات کو خصوصی طور پر چین کے ممبر کو ہم نے ڈنر پر بلایا۔ چنانچہ یہ سلسلہ ۲۵ اگست تک جاری رہا۔ اس روز بھی خلاف معمول رات کو ہم نے مسٹر بھنڈارا کو ڈنر پر مدعو کیا۔ ان نشستوں میں ماحول بڑا دوستانہ اور تکلف و تصنع سے بالکل مبرا تھا۔ میں نے ان کو دو تین باتیں سمجھانے کی کوشش کی۔

پہلی بات تو یہ تھی کہ دینی نقطہ نظر سے قوموں کے علیحدہ علیحدہ ہونے کی چند وجوہات ہیں۔ ان میں وطن، زبان، نسل، چہرے کی رنگت وغیرہ کو اہمیت حاصل ہے لیکن مذہبی نقطہ نظر سے امتوں کی علیحدگی کا ایک ہی سبب ہے جب کسی امت کا خصوصی تعلق ایک نبی کیساتھ ہو جاتا ہے تو ایک علیحدہ امت معرض وجود میں آ جاتی۔ میں نے انہیں کہا مثال کے طور پر آپ مسلمانوں کو لیجئے۔ ہم مسلمان حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بھی صاحب کتاب و شریعت نبی اور رسول تسلیم کرتے ہیں اسی طرح ہم حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بھی صاحب کتاب صاحب شریعت نبی اور رسول تسلیم کرتے ہیں۔ لیکن اس کے باوجود نہ ہم یہودی ہیں نہ ہم عیسائی۔ چونکہ ہمارا خصوصی تعلق سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ سے ہے اس لیے ہم مسلمان ہیں اور ایک علیحدہ امت ہیں اور جو عیسائی ممبر ہمارے ساتھ تھا میں اس سے عرض کرتا کہ آپ بھی حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ماننے ہیں انکو نبی تسلیم کرتے ہیں لیکن اسکے باوجود آپ یہودی نہیں بلکہ آپ عیسائی ہیں کیونکہ آپ کا خصوصی تعلق حضرت سیدنا عیسیٰ علیہ السلام سے ہے۔ اسی طرح ہمارے ملک میں ایک شخص پیدا ہوا جس کا نام مرزا غلام احمد تھا۔ اس نے دعویٰ کیا وہ نبی ہے اس وقت ہمیں اس سے بحث نہیں کہ وہ دعویٰ سچا تھا یا جھوٹا۔۔۔ بہر حال اس نے نبی بننے کا دعویٰ کیا اور بعض لوگوں نے اس کو نبی تسلیم کیا جن

لوگوں نے مرزا غلام احمد کو نبی تسلیم کیا ان کو مرزا صاحب کیساتھ وہی خصوصی تعلق ہو گیا جو مسلمانوں کا سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ہے۔ اس خصوصی تعلق کی بناء پر وہ ایک الگ اُمت بن گئے۔ جن کو مرزائی یا قادیانی کہا جاتا ہے۔ لیکن اُمت اسلامیہ سے اسکا کوئی تعلق نہیں اگرچہ وہ کہیں کہ ہم حضور نبی کریم ﷺ کو نبی مانتے ہیں جیسے ہم موسیٰ علیہ السلام کو نبی مان کر بھی اُنکے اُمتی نہیں اسی طرح یہ بھی حضور نبی کریم ﷺ کو نبی ماننے کے باوجود حضور نبی اکرم ﷺ کی اُمت نہیں۔ کیونکہ انکا خصوصی تعلق مرزا غلام احمد قادیانی سے ہے۔ میں نے حضرت موسیٰ علیہما السلام کے نام بطور مثال ذکر کیے ہیں چونکہ یہ جلیل القدر رسول ہیں اور ہر شخص ان کے ناموں سے آشنا ہے ورنہ جس شخص کا جس نبی کیساتھ خصوصی تعلق ہوگا وہ اسی کا اُمتی ہوگا۔

دوسری بات جو میں نے ان صاحبان کو ذہن نشین کرائی وہ یہ تھی کہ تکفیر کا آغاز آنجہانی مرزا غلام احمد قادیانی کی طرف سے ہوا۔ انہوں نے ہی حکم دیا کہ جو میری نبوت پر ایمان نہیں رکھتا وہ کافر ہے۔ نیز اپنے متبعین کو حکم دیا کہ ان میں سے کوئی بھی کسی مسلمان کے ساتھ مل کر نماز ادا نہ کرے کسی مسلمان کی نماز جنازہ نہ پڑھے خواہ وہ کتنا ہی متقی اور پرہیزگار ہو، خواہ وہ چھ ماہ کا محصوم بچہ ہو۔ نیز انہیں منع کیا کہ وہ اپنی بچپن کے رشتے مسلمانوں کو نہ دیں۔ پھر یہ حکم صادر کیا کہ ان کے متبعین میں سے اگر کوئی شخص ان کاموں میں سے کوئی ایک کام کرے گا تو اس کا نام میری اُمت کی فہرست سے خارج کر دیا جائیگا اور یہ واقعہ تو آفاق عالم میں مشہور و معروف ہے کہ جب بانی پاکستان قائد اعظم محمد علی جناح نے انتقال فرمایا تو لاکھوں مسلمانوں نے ان کی نماز جنازہ میں شرکت کی تو سر ظفر اللہ خان جو اس وقت پاکستان کے وزیر خارجہ تھے انہوں نے موجود ہوتے ہوئے قائد اعظم کی نماز جنازہ میں شرکت نہیں کی جب اخباری نمائندوں نے ان سے وجہ پوچھی تو انہوں نے بڑی ڈھٹائی سے یہ کہا! ”اگر قائد اعظم مسلمان تھے تو آپ یوں سمجھیں کہ میں ایک مسلمان حکومت کا کافر وزیر خارجہ ہوں اور اگر وہ مسلمان نہ تھے تو میں ایک کافر حکومت کا مسلمان وزیر خارجہ ہوں“۔ پاکستان میں قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیے جانے کی تفصیلات سے آپ آگاہ ہوں گے۔ لیکن اتنی بات عرض کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ یہ قرارداد مذہبی علماء کی کسی کانفرنس اور کسی اجتماع میں منظور نہیں کی گئی بلکہ مہینوں کی سوچ بچار اور غور و فکر کے بعد اور یہ طویل مذاکرہ یکطرفہ نہیں تھا بلکہ قادیانی جماعت کے اس وقت کے امیر جناب مرزا ناصر احمد نے بھی اپنی جماعت کے علماء اور فضلاء کیساتھ اس میں شرکت کی تھی اور ایک ایک نکتہ پر گرما گرم بحث ہوئی تھی اور آخر میں مرزا صاحب نے جب یہ اعلان کیا کہ میں مرزا غلام احمد قادیانی کو نبی مانتا ہوں اور جو شخص ان کی نبوت پر ایمان نہیں رکھتا اسکو کافر سمجھتا ہوں تب پاکستان کی آئین ساز اسمبلی کے تمام ارکان نے متفقہ طور پر اس قرارداد کو پاس کیا اور آپ جانتے ہیں کہ جو قرارداد قانون ساز اسمبلی میں پاس ہو اس کو صرف اکثریت نے ہی منظور نہ کیا ہو بلکہ اتفاق رائے سے منظور کی گئی ہو۔ اسکی آئینی اور قانونی حیثیت سے کون انکار کر سکتا ہے اور اس قرارداد کو اتفاق رائے سے پاس کرنے میں بھی مرزا صاحب کے اس اعلان کا بڑا دخل ہے جو انہوں نے آئین ساز اسمبلی کے ہال میں سب کے سامنے کیا کہ جو شخص مرزا

غلام احمد قادیانی کو نبی نہیں مانتا وہ کافر ہے وہ دائرہ اسلام سے خارج ہے۔ اس وقت مسلمانوں کی تعداد دنیا میں ایک ارب کے لگ بھگ ہے جن میں سے ایک لاکھ پچیس ہزار قادیانی ہیں اگر ان کے امیر کے کہنے کے مطابق بھی مسلمان ہیں تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ ننانوے کروڑ اٹھانوے لاکھ مسلمانوں کو بیک جنبش قلم دائرہ اسلام سے خارج کر دینا یہ مرزا صاحب کا ہی دل گردہ ہے۔ کوئی منصف مزاج شخص ایسا کہنے کی بلکہ ایسا سوچنے کی بھی جسارت نہیں کر سکتا۔

تیسری بات جو میں نے ان صاحب کے گوش گزار کی تھی وہ یہ تھی یہ لوگ شور مچا رہے ہیں کہ پاکستان میں ہمارے انسانی حقوق پامال کیے جا رہے ہیں ہمیں قتل کیا جا رہا ہے ہماری عبادت گاہوں کو پوندھا خاک کیا جا رہا ہے ہمیں ملازمتوں سے نکالا جا رہا ہے وغیرہ وغیرہ۔ اسکے بارے میں عرض ہے کہ پاکستان کے عوام اسلام کی برکت سے اتنے فراغ دل اور عالی ظرف واقع ہوئے ہیں کہ اس ملک میں بہت سی غیر مسلم اقلیتیں آباد ہیں۔ ہندو، عیسائی، پارسی وغیرہ لیکن جب سے پاکستان بنا ہے اس وقت سے لیکر آج تک وہاں کبھی فرقہ وارانہ فساد و پزیر نہیں ہوا۔ کبھی کسی غیر مسلم کی جان و مال، آبرو پر دست تعدی دراز نہیں کیا گیا تو ان لوگوں پر ظلم و تعدی کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ ہم ان سے پوچھتے ہیں کہ کونسا ایسا انسانی حق ہے جو کسی اور پاکستانی کو میسر ہے لیکن یہ اس سے محروم ہیں۔ مثال کے طور پر آپ سب سے پہلے تعلیمی میدان کو لیجئے۔ پرائمری سکول، ہائی سکول، کالج پروفیشنل کالج، ٹیکنیکل کالج، پوسٹ گریجویٹ اور یونیورسٹی کی سطح تک حصول تعلیم کے جتنے مرحلے ہیں ان میں داخلہ کیلئے ان قادیانیوں پر کسی قسم کی کوئی پابندی نہیں۔ انکے بچے میڈیکل کالج، انجینئرنگ کالج اور دوسرے کالجوں میں سینکڑوں کی تعداد میں اب بھی زیر تعلیم ہیں۔ اور جنھوں نے انکے فائل کے امتحان پاس کیے ہیں وہ حسب قواعد ملازمتوں پر متعین کر دیئے گئے ہیں۔ مقابلہ کے امتحانات میں شریک ہونے پر بھی ان پر کوئی پابندی نہیں۔ ان میں سے جو کامیاب ہوتے ہیں انکو اعلیٰ مناصب پر فائز کیا جاتا ہے۔

جہاں تک سرکاری محکموں میں ملازمت کا تعلق ہے سب سے اہم محکمہ دفاع کا ہے۔ ان میں وہ ہوائی، بحری، بری تمام افواج میں اعلیٰ ترین عہدوں پر متمکن ہیں۔ انٹیلی جنس محکمہ جواز حد اہم اور حساس محکمہ ہے اس میں بھی بنیادی پوسٹوں پر یہ لوگ فائز ہیں۔ وزارت خارجہ میں اہم ممالک میں اس جماعت کے لوگ سفارت کے فرائض انجام دے رہے ہیں، پلیس، فیکٹریاں، کارخانے انکے تعارف میں ہیں۔ سینکڑوں مربع زرعی زمین کے یہ مالک ہیں۔ مشہور مقامات پر کاروباری مرکزوں کے یہ مالک ہیں۔ ہمیں یہ سمجھ نہیں آتی اس کے علاوہ کون سا حق ہے جو کسی اور پاکستانی کو تو حاصل ہے اور انھیں میسر نہیں۔ البتہ ایک حق ہے جو اور کسی پاکستانی کو حاصل نہیں۔ لیکن یہ اس سے لطف اندوز ہو رہے ہیں یعنی اپنے ملک کی بدگونی کرنا، اپنے ملک کو بدنام کرنا، اس درخت کی جڑیں کاٹنا جس کے ٹھنڈے سائے میں یہ زندگی بسر کرتے ہیں۔ جس کے بیٹھے اور لذیذ پھلوں سے یہ اپنی کام و دہن کی ضیافت کا اہتمام کرتے ہیں۔ بیرون پاکستان آپ کہیں چلے جائیں۔ ان ناشکر

گزاروں کو آپ پاکستان کا گلہ کرتے اور برائی کرتے پائیں گے۔ اسکے باوجود پاکستان کا دامن پھر بھی انکے لیے کشادہ ہے۔ پھر بھی وہ اپنے انعامات و کرامات سے انکو محروم نہیں کرتا۔ پاکستان کا اور کوئی شہری یہ گوارہ نہیں کر سکتا کہ وہ غیر اقوام کے سامنے اپنے ملک کی غیبت کرے اور یہ لوگ اپنے ملک پر سراسر جھوٹے الزامات لگاتے ہیں اور اسکو بدنام کر کے خوش ہوتے ہیں۔ اثنائے گفتگو ایک صاحب نے اعتراض کیا کہ! یہ لوگ کلمہ شریف کا بیج لگاتے ہیں۔ آپ یہ بیج نوح لیتے ہیں اور اس پر برہمی اور ناراضگی کا اظہار کرتے ہیں۔ یہ بات آپ کی انسانی حقوق کی پامالی کے زمرہ میں آتی ہے۔ میں نے انہیں عرض کی کہ بے شک ہمیں انکے اس بیج پر اعتراض ہے اور ہمیں ان کے سینوں پر یہ بیج آویزاں دیکھ کر ناگواری ہوتی ہے۔ لیکن اسکی ایک خاص وجہ یہ ہے کہ ان کے مرزا صاحب نے اپنی کتابوں میں یہ لکھا ہے کہ سورۃ الفتح کی آیت ۲۹ ”مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللَّهِ وَالَّذِينَ مَعَهُ أَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ ذُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ“ اس میں پہلا جملہ محمد رسول اللہ یعنی محمد اللہ کے رسول ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ اس سے مراد وہ ذات پاک نہیں جس کا نام ”محمد“ انکے جدا محمد نے رکھا جو چودہ سو سال سے اسی نام سے پہچانے جاتے ہیں۔ ان کے دوست بھی، انکے دشمن بھی، انکے ماننے والے اور انکار کرنے والے بھی اسی نام سے انکو جانتے ہیں۔ مرزا لکھتے ہیں! ”اس سے مراد وہ نہیں بلکہ میں ہوں۔ اس سے بڑی جسارت بھی کوئی ہو سکتی ہے۔ قرآن کریم جو ہمارے نزدیک اللہ تعالیٰ کا کلام اور آسمانی صحیفہ ہے اس میں اپنی من پسند تاویل بلکہ من مانی تحریف سے کیا ہمارے دل نہیں دکتے۔ اگر اقلیت کے انسانی حقوق ہیں تو کیا اکثریت کا کوئی انسانی حق نہیں۔ اگر اقلیت کے جذبات کو ٹھیس پہنچنا باری بات ہے تو کیا اکثریت کے جذبات کو مجروح کرنا کارثواب ہے۔ یہ آیت لکھ کر وہ آیت کا غلط معنی لیتے ہیں اسلئے ہماری غیرت اس بات کو برداشت نہیں کر سکتی کہ ہمارے نبی کریم ﷺ کا نام پاک ذکر کر کے اس سے کوئی ایسا شخص مراد لیا جائے جسے ہم مسلمان ہی نہیں سمجھتے۔ اس گفتگو میں سفیر صاحب جناب سعید دہلوی میری معاونت فرماتے رہے اور جب بھی مجھے انکی اعانت کی ضرورت محسوس ہوئی بڑی فصاحت و بلاغت کیساتھ وہ اپنا مدعا مہمانوں کو ذہن نشین کراتے رہے۔ اس کاوش کا ایک نتیجہ تو یہ ہوا کہ گزشتہ سال ممبران نے کھل کر ان لوگوں کی تائید کی تھی اور پاکستان پر تابد توڑ حملے کیے تھے۔ اس سال اللہ تعالیٰ نے ایسا فضل و کرم فرمایا کہ کسی ایک ممبر نے بھی ہمارے خلاف ایک لفظ نہیں بولا۔

اب میرا کام ختم ہو گیا تھا لہذا ۲۶ اگست بروز جمعہ کو فریگٹ (جرمنی) پہنچا۔ یہاں چند دن کا قیام کیا۔ یہاں پر قادیانیوں کا ایک وفد ملا انہوں نے مباہلہ کا چیلنج کیا تو میں نے انہیں بتایا کہ ہم نے یہ چیلنج پہلے قبول کر رکھا ہے۔ لہذا بارہ رنج الاول کی رات آپ کے امیر مینار پاکستان آجائیں تو انہوں نے کہا کہ وہ وہاں نہیں آئیں گے بلکہ گھر میں بیٹھ کر دعا کریں گے تو میں نے انکو بتایا کہ تم کو مباہلہ کا مطلب بھی پتہ نہیں۔ بہر حال وہ چلے گئے تو بعد ازاں اتوار کے روز جلسہ ہوا جس میں اس فقیر نے سواد گھنٹے رومزا ایت میں تقریر کی۔ جس سے مجھے یقین ہے کہ بفضلہ تعالیٰ حاضرین کو بہت فائدہ ہوا ہوگا۔ جرمنی کے بعد

عمرہ کی سعادت حاصل کی اور حرمین شریفین کی حاضری کے بعد وطن واپس پہنچا تو سفیر نے بتایا کہ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے پاکستان کو اس معرکہ میں شاندار کامیابی ہوئی ہے۔ یہ مژدہ جانفزا سن کر میں نے اپنے رب کریم کا شکر یہ ادا کیا۔ جس نے اس ناچیز اور نااہل کو یہ خدمت سرانجام دینے کی توفیق مرحمت فرمائی۔

جس طرح ضیاء الامت جسٹس پیر محمد کرم شاہ الازہری مرزاہیت کے معاملہ میں دونوں موقوفہ پر ڈٹے رہے اسی طرح انکی اولاد اجداد بھی آپ کے شانہ بشانہ جہاد میں مصروف رہی اور اب بھی اعلیٰ کلمہ الحق کیلئے سرگرم عمل ہے۔ ۱۹۷۳ء کی تحریک تحفظ عقیدہ ختم نبوت اپنے اثرات کے لحاظ سے فیصلہ کن حیثیت رکھتی ہے۔ اس تحریک میں جملہ مکاتب فکر کے علماء نے جاندار کردار ادا کیا۔ چونکہ ربوہ کے بعد مرزاہیت کا سب سے بڑا گڑھ بحیرہ ضلع سرگودھا تھا۔ اس حوالے سے اس شہر میں بھی تحریک نے بہت زور پکڑا۔ حضرت قبلہ پیر صاحب رحمۃ اللہ علیہ تو ملک کے بڑے بڑے شہروں اور ملکی نوعیت کے مشاورتی اجلاس میں شرکت فرماتے جبکہ انکے صاحبزادگان دیگر مکاتب فکر کے علماء کے ہمراہ بحیرہ شریف میں سرگرم عمل رہے۔

تحریک الفتح کا قیام اور اس کے مقاصد:

مرزاہیت کے خلاف چلائی جانے والی ۱۹۷۳ء کی تحریک کے بنیادی طور پر تین مقاصد تھے۔

☆۔۔ حکومت پر دباؤ ڈالنا تاکہ مرزائیوں کو غیر مسلم قرار دیا جائے اور انہیں کلیدی عہدوں سے فارغ کیا جائے۔

☆۔۔ مرزائیوں اور احمدیوں کے خلاف معاشی اور معاشرتی بائیکاٹ کرنا۔

☆۔۔ مرزائی نوازوں کا سراغ لگانا اور انکی حوصلہ شکنی کرنا۔

ان تینوں مقاصد کے حصول میں کامیابی کیلئے تحریک کو انتہائی منظم انداز میں چلانا بہت ضروری تھا کہ کسی ٹکراؤ کا شکار ہو کر یہ اپنے اصل مقاصد میں ناکامی سے دوچار نہ ہو جائے۔ بحیرہ شہر میں اس مقصد کیلئے الفتح کے نام سے ایک مؤثر ترین تنظیم قائم کی گئی جس کی سربراہی پیر محمد امین الحسنات شاہ صاحب کو سونپی گئی اور ان کے نائب مولانا عبدالرشید صاحب کے صاحبزادے مقرر ہوئے۔ اس تنظیم میں تمام مکاتب فکر کے نوخیز نوجوان شامل تھے۔ انہوں نے تحریک کو اس غیرت ایمانی اور قوت عمل سے چلایا کہ پورے علاقہ میں الفتح کا پلیٹ فارم ضرب المثل بن گیا۔

ہرات الفتح کا جلسہ عام ہوتا جس میں مقامی علمائے کرام کیساتھ ساتھ نوجوان قیادت اپنے پر جوش خطابات کے ذریعے عام کو ملکی حالات سے آگاہ کرتی۔ انہیں مرزائیوں کے نظریات اور ان کے گھٹاؤنے پروگراموں سے مطلع کرتی اور حکومت کے سامنے اپنے مطالبات پیش کرتی۔ ان تمام جلسوں کے علاوہ مرزائی نوازوں کے محاسبہ کیلئے اہم ترین اقدامات کیے جاتے۔ سب سے اہم کام معاشرتی بائیکاٹ کو کامیاب کروانا تھا۔ اس سلسلہ میں ایسے نوجوانوں کا انتخاب کیا گیا جو ہر قسم کی قربانی دینے کیلئے تیار تھے۔ یہ نوجوان شہر کی آبادی میں گھل مل کر رہتے تھے۔ مرزائیوں اور مرزائی نوازوں کے گھلوں میں آتے

جاتے تھے۔ عام جلسوں میں ان پر مرزائی نوازی کے الزامات لگا کر انہیں طعن و تشنیع کا نشانہ بنایا جاتا تھا۔ لیکن یہ جیلے ساری صورتحال برداشت کرتے ہوئے رات کی تنہائیوں میں قائد الفتح کو شہر کی مکمل رپورٹ پیش کرتے اور ان کی اطلاع پر قائد الفتح دن کی پالیسیوں کا اعلان فرماتے۔ اس سے بھی حساس وہ معاملات تھے جن کے ذریعے مرزائیوں اور مرزائی نوازوں کیساتھ قوت بازو سے مقابلہ کرنا تھا۔ اس کام کیلئے آلات حرب و ضرب بھی درکار تھے اور بہادر افراد کی ایک منظم کھپ بھی۔ اس اہم ترین کام کی ذمہ داری حضرت جسٹس پیر محمد کرم شاہ الازہری رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادگان الحاج حفیظ البرکات شاہ صاحب، منیر محمد ابراہیم شاہ صاحب اور آپ کے بھانجے پیر زادہ احمد جنید شاہ صاحب کو سونپی گئی۔ انہوں نے احباب کی مدد سے جنگی تربیت کیلئے ایک خفیہ مقام پر اپنا مرکز بنایا۔ جب شہر کی ساری آبادی سو جاتی تھی یہ افراد رات بارہ بجے سے سحری تک تربیت حاصل کرتے اور مرزائیوں سے نمٹنے کیلئے ہر قسم کے اقدامات کے بارے میں آگاہی حاصل کرتے یقین جانتے! خداوند قدوس کو منظور یہی تھا کہ بحیرہ شریف میں کوئی بڑا حادثہ پیش نہ آیا ورنہ اس تنظیم کے پاس مرزائیوں اور مرزائی نوازوں کے پورے حملہ کو بھسم کرنے کے انتظامات موجود تھے۔

تحریک الفتح نے مرزائیوں کا ہر طرف سے گھیرا تنگ کر دیا اور انہیں زندگی کے دن گزارنا مشکل نظر آنے لگے تو انہوں نے ۱۲۵ اگست ۱۹۷۴ء کو قائد الفتح حضرت صاحبزادہ پیر محمد امین الحسنات شاہ صاحب مدظلہ العالی پر قاتلانہ حملہ کا منصوبہ بنایا۔ آپ اپنے ایک عزیز افتخار الحسن سیالکوٹی کے ہمراہ رات بارہ بجے کے قریب اپنے دیبا پر آ رہے تھے کہ مرزائیوں نے پہلے آپ پر دخانی بم پھینکا پھر معابد پر قتل کے کیے بعد دیگرے ۶ قاز کیے۔ خداوند قدوس کا فضل و احسان ہوا انکے وار خطا گئے اور حضرت صاحبزادہ صاحب مکمل بچ گئے۔ مرزائیوں کی اس حرکت پر شہر میں بہت زیادہ ارتعاش پیدا ہوا۔ قریب تھا کہ مشتعل افراد نے مرزائیوں کا محلہ جلا کر خاکستر کر دیتے لیکن حضرت جسٹس پیر محمد کرم شاہ الازہری رحمۃ اللہ علیہ کے ارشاد کے مطابق وہ ایسا کرنے سے باز رہے۔

مرزائیوں کی اس بزدلانہ کاروائی نے قائد الفتح کو عوام میں مزید مقبول بنا دیا۔ اب کیفیت یہ تھی کہ پورے علاقہ میں قائد الفتح کی حکومت تھی اور آپ کے ارشاد کے بغیر کوئی کام نہیں ہوتا تھا۔ آپ نے تحریک کو اس انداز میں چلایا کہ ابتدائی سطح پر الفتح کے یونٹ، بحیرہ، میانہ اور مضامفات کے علاقوں میں قائم کیے۔ بعد ازاں سرگودھا، سلاوالی، چوکی بھاگٹ وغیرہ کے علاقوں میں بھی تنظیم سازی کی جانے لگی۔ ۱۷ اور ۱۸ اگست کی درمیانی شب الفتح کی طرف سے ضلعی سطح کا ایک اہم ترین کنونشن منعقد ہوا جس میں عوام کی شمولیت اور جوش و خروش نے پورے ضلع کے حالات بدل کر رکھ دیئے۔ نوجوان نسل کی طرف سے یہ سلسلہ جاری رہا۔ یہاں تک کہ مورخہ ۱۷ ستمبر کو ایک روز سعید طلوع ہوا جس دن پاکستان کی قومی اسمبلی نے ایک قرارداد کے ذریعے مرزا غلام احمد قادیانی کی ساری ذریت کو غیر مسلم قرار دے کر اس شیطیت کے تابوت میں آخری کیل ٹھوک دی۔

قبلہ پیر صاحب کے خانوادے کے افراد کے علاوہ سینکڑوں کارکن تھے جنہوں نے قید و بند کی صعوبتوں اور ہر قسم کی تلکیفوں کو خاطر میں نہ لاتے ہوئے اس تحریک کو جاری رکھا اور بالآخر اپنے فلک شکاف نعروں کے ذریعے ہر ناممکن کام کو ممکن بنانے میں کامیاب ہو گئے۔ چونکہ پاکستان نظریاتی حوالوں سے ابھی تک آزاد نہیں ہو سکا۔ اس لیے ہر دور میں کوئی نہ کوئی سازش وجود میں آ جاتی ہے۔ اسی طرح کی ایک سازش اکتوبر ۱۹۹۹ء میں پاکستان اور اس کی مسلمان آبادی کے خلاف کی گئی اور جنرل پرویز مشرف کے اقتدار کے زیر سایہ ایک دفعہ پھر مرزائی لابی حرکت میں آ گئی اور مختلف حربوں سے اس پاک سرزمین پر اپنے قدم مضبوط کرنے کی کوشش کی۔ ان حالات میں ایک دفعہ پھر جسٹس پیر محمد کرم شاہ الازہری رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد نے اپنا کردار ادا کیا اور ہر سٹیج پر ایسے عناصر کے خلاف نعرہ مستانہ بلند کیا جو مرزائیت نوازی کی کوششوں میں مصروف تھے۔ اللہ تبارک تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ان جملہ مجاہدین کی کوششیں اپنی بارگاہ میں قبول و منظور فرمائے آمین۔

☆☆☆☆ ☆☆☆☆ ☆☆☆☆



سات ستمبر

یوم تحفظ ختم نبوت

محمد احمد حسن قادری

عقیدہ ختم نبوت اہل اسلام کے ایمان کی جان ہے۔ اسی لیے پوری اُمت مسلمہ اس کے تحفظ کیلئے کبھی غافل نہیں ہوئی۔ نبی کریم سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ کے وصال کے بعد صحابہ کرام اور اہلبیت عظام رضی اللہ عنہما نے تحفظ ختم نبوت کیلئے جنگ یمامہ لڑی۔ بعد کے زمانہ میں مختلف علاقوں میں مختلف لوگ دعویٰ نبوت کرتے رہے اور اہل اسلام جھوٹے مدعیان نبوت کو کفر کردار تک پہنچاتے رہے۔ زمانہ قریب میں پنجاب کے ایک شخص مرزا غلام احمد قادیانی نے دعویٰ نبوت کیا۔ اہل اسلام نے ایک مرتبہ پھر عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ کے لیے اپنے تن من و دھن کی قربانیاں پیش کیں۔ مجددین و ملت امام اہل سنت امام احمد رضا محدث بریلوی، شیخ الاسلام مولینا انوار اللہ خان، تاجدار گولڑہ، حامل علم لدنی ولی کامل حضرت پیر سید مہر علی شاہ چشتی گولڑوی، مجاہد اہل سنت فخر السادات حضرت پیر سید جماعت علی شاہ محدث علی پوری، پیر خواجہ ضیاء الدین سیالوی، قاضی فضل احمد لدھیانوی، جتہ الاسلام مولینا حامد رضا خان بریلوی، ڈاکٹر علامہ محمد اقبال قادری، حکیم مولینا محمد عالم امرتسری، علامہ غلام رسول امرتسری المعروف رُسل بابا، پیر خواجہ سراج الحق چشتی، مولینا نواب الدین سکوی چشتی، مولینا محمد حسن فیضی، مولینا اکرم الدین دبیر، مولینا غلام قادر بھیروی، صاحبزادہ فیض الحسن آلومہاروی، عالمی مبلغ اسلام حضرت مولینا شاہ عبدالحلیم صدیقی میرٹھی، خواجہ غلام فرید (چاچاں شریف کوٹ مٹھن) مولینا غلام محمد گھوٹوی، مولینا ظہور احمد گوی، میاں شیر محمد شرقپوری، پروفیسر اصغر علی روجی، پروفیسر محمد الیاس برنی، مولینا غلام محمد ترنم، صدر الشریعہ مفتی امجد علی اعظمی، صدر الافاضل علامہ سید نعیم الدین مراد آبادی، علامہ مصطفیٰ رضا خان نوری بریلوی، مولینا سید محمد محدث (کچھو محمد شریف) مولینا محمد یوسف کوٹلوی، اور مولینا سید غلام دھگیر قصوری الہاشمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین جیسے عظیم اکابرین اور سینکڑوں دیگر علماء و مشائخ نے تحفظ ختم نبوت کیلئے ہر طرح قربانی دے کر سنت صدیقی پر عمل کرتے ہوئے اپنا فریضہ سرانجام دیا۔ دعا ہے کہ رب کریم عزوجل ہمیں بھی اکابرین کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے آمین!

قیام پاکستان کے بعد سب سے پہلے قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کی درخواست مسلم لیگ پنجاب کے عظیم رہنما حضرت علامہ سید احمد سعید شاہ کاظمی رحمۃ اللہ علیہ نے دی۔ تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء چلی تو اس کے صدر عظیم صوفی بزرگ

مفسر قرآن علامہ ابوالحسنات سید محمد احمد قادری رحمۃ اللہ علیہ تھے۔ آپ کے ساتھ جلیل القدر علماء و مشائخ نے تحفظ ختم نبوت کیلئے اپنی قربانیاں پیش کیں۔ تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء میں حضرت خواجہ قمر الدین سیالوی، حضرت علامہ مولینا سردار احمد قادری، علامہ سید احمد سعید کاظمی صاحبزادہ افتخار الحسن فیصل آبادی مولینا عبدالحامد بدایونی، مجاہد ملت مولینا عبدالستار خان نیازی (سابق وفاقی وزیر) مولینا غلیل احمد قادری، مولینا مرتضیٰ احمد خان میکش ورانی، حضرت مولینا عبدالغفور ہزاروی، حضرت پیر سید غلام محی الدین گیلانی گولڑوی المعروف بابو جی، قائد ملت اسلامیہ مولینا علامہ شاہ احمد نورانی، مفتی نور اللہ نعیمی، بصیر پوری، مناظر اعظم مولینا محمد عمر چھوڑی، مفسر قرآن مفتی احمد یار خان نعیمی، پیر سید منظور احمد شاہ (ساہیوال)، مفتی محمد حسین نعیمی (مہتمم جامعہ نعیمیہ گڑھی شاہ ہولہور)، سید حسین الدین شاہ سلطانپوری، مولینا محمد شفیع اوکاڑوی، پیر ظہور الحق شاہ، نباض قوم علامہ مفتی ابو داؤد محمد صادق رضوی، مفتی عبد القیوم ہزاروی، صوفی ایاز خان نیازی، مولینا حافظ محمد عالم سیالکوٹی، سید محمود شاہ گجراتی، مولینا غلام علی اوکاڑوی، سید جمال الدین کاظمی، مولینا غلیل احمد قادری اور شارح بخاری علامہ سید محمود احمد رضوی رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین جیسے قائدین نے تحفظ ختم نبوت (جو درحقیقت تحفظ اسلام کا فریضہ سرانجام دیا۔ تحریک ۱۹۵۳ء میں ہزاروں مجاہدین نے جام شہادت نوش فرمایا۔ قائدین تحریک نے قید و بند کی صعوبتیں برداشت کیں مگر اس وقت کی گورنمنٹ نے ملت اسلامیہ کے اجماعی متفقہ عقیدہ (ختم نبوت) کے تحفظ کا فریضہ سرانجام نہ دیا۔ وقتی طور پر تحریک دب کر رہ گئی۔ ۱۹۶۸ء میں مولینا شاہ احمد نورانی صدیقی رحمۃ اللہ علیہ بیرون ملک تبلیغ دین کی غرض سے گئے۔ وہاں قادیانیوں کے ساتھ مناظرہ ہوا جس میں حضرت مولینا شاہ احمد نورانی صدیقی کوتا سنجی فتح نصیب ہوئی اور قادیانی اپنی کتابیں چھوڑ کر بھاگ گئے۔ حضرت نورانی میاں رحمۃ اللہ علیہ نے جب دیگر ممالک کے دورے کیے تو پتہ چلا کہ قادیانی اسلام اور پاکستان کے خلاف سازشوں میں مصروف ہیں۔ اور حضور ﷺ کی جگہ مرزا غلام احمد کو محمد اور نبی مانتے ہیں تو حضرت نورانی میاں فکر مند ہوئے۔ وطن واپس آ کر آپ نے جمعیت علماء پاکستان کے پلیٹ فارم سے انکیشن لڑا۔ ۱۹۷۰ء میں ممبر اسمبلی منتخب ہونے کے بعد آپ نے سب سے پہلے قادیانیوں کا مسئلہ حل کرنے کا کہا اور ان قادیانیوں کی وطن عزیز پاکستان کے خلاف سازشوں سے اسمبلی ممبران کو آگاہ کیا۔ جمعیت علماء پاکستان کے ساتھ ممبران اسمبلی میں گئے۔ انہیں یہ سعادت حاصل ہوئی کہ تحفظ ختم نبوت کی آواز اسمبلی میں انہی یا رسول اللہ ﷺ کا نعرہ لگانے والوں نے دی ورنہ اور بھی علماء کرام موجود تھے اس سے پہلے بھی دیگر علماء کرام اسمبلی میں رہے مگر انہیں یہ سعادت حاصل نہ ہوئی۔

تحریک ختم نبوت ۱۹۷۳ء میں بھی قائدین ملت اسلامیہ نے تحفظ ختم نبوت کیلئے اپنا کردار ادا کیا۔ قومی اسمبلی میں قادیانیوں کو کافر قرار دینے کی قرارداد قائد اہلسنت حضرت علامہ شاہ احمد نورانی صدیقی رحمۃ اللہ علیہ نے پیش کی۔ جس کے نتیجہ میں اس وقت کے وزیراعظم مشرذوالفقار علی بھٹو مرحوم نے قادیانی راہنما مرزا ناصرا احمد اور قائدین ملت اسلامیہ کو اسمبلی میں اپنے

دلائل دینے کا کہاڑھائی تین ماہ کی بحث کے بعد حکومت پاکستان نے دلائل کی روشنی میں یہ فیصلہ سنایا کہ قادیانی غیر مسلم اقلیت ہیں تحریک ختم نبوت ۱۹۷۴ء میں حضرت مولینا عبدالستار خان نیازی، خواجہ قمر الدین سیالوی، مولینا شاہ احمد نورانی، سید محمود احمد رضوی، قاضی فضل رسول حیدر رضوی، سید محمد علی رضوی، مولینا محمد ذاکر، علامہ عبدالمصطفیٰ ازہری جسٹس پیر کرم شاہ ازہری، صاحبزادہ فیض الحسن، سید حسین الدین شاہ، حافظ غلام ربانی، پیر محمد ایوب شاہ، حافظ ظہور الہی، (سجادہ نشین چورہ شریف) علامہ خلیل احمد قادری، صاحبزادہ عطاء المصطفیٰ نوری، سردار محمد خان لغاری، علامہ محمد اقبال انصاری، علامہ شبیر احمد ہاشمی، سید شبیر حسین حافظ آبادی، صاحبزادہ عطاء المصطفیٰ نوری، سردار محمد خان لغاری، علامہ محمد اقبال انصاری، پروفیسر محمد حسین سالک، محترم علامہ مصباح الدین، مولینا فیض احمد اویسی، حضرت مفتی محمد امین فیصل آبادی، اور حضرت علامہ شاہ فرید الحق صاحب جیسے عظیم قائدین نے تحفظ ختم نبوت کا فریضہ سرانجام دے کر اپنے عشق رسول ﷺ کی عظیم مثال قائم کر دی اور ثابت کر دیا کہ سنی عاشقان مصطفیٰ ﷺ بس زبان ہی سے دعویٰ محبت رسول نہیں کرتے۔ بلکہ اپنے علم و عمل اور کردار سے تحفظ ناموس رسالت کا کام کرتے ہیں۔

الحمد للہ! ہم اہلسنت وجماعت محمدی حنفی بریلوی کا سر بلند ہے کہ ہر دور میں ہم نے دین اسلام، قرآن مجید، سنت نبوی اور آقا و مولا مدنی کریم سیدنا محمد مصطفیٰ ﷺ کی نبوت و رسالت کے تحفظ کیلئے ہر طرح کی قربانیاں دیں۔ تحفظ ختم نبوت اور فتنہ قادیانیت کے استیصال کیلئے سنی علماء و مشائخ نے سینکڑوں کتب تصنیف کیں۔ مقدمے لڑے اخبارات شائع کیے مناظرے کیے کانفرنسیں کیں۔ یہ ان قائدین ہی کی قربانیوں کا ثمر ہے کہ آج ہم جیسے کمزور اور ناتواں بھی تحفظ ختم نبوت کیلئے اپنی قربانی پیش کر رہے ہیں۔ یہ سہرا بھی اہلسنت کے سر ہے۔ کہ جب قادیانی رہنما مرزا طاہر نے ملت اسلامیہ کو مابطلہ کا چیلنج کیا تو اس کا جواب ڈاکٹر طاہر القادری نے دیا۔ علمائے اہلسنت وجماعت مینار پاکستان لاہور میں اکٹھے ہوئے۔ ۱۲۴ اکتوبر ۱۹۸۸ء (۱۲، ۱۱ ربیع الاول شریف کی مقدس رات) میں ایک عظیم الشان ختم نبوت کانفرنس منعقد کی اور شام سے لیکر صبح نماز فجر تک مرزا طاہر قادیانی کا انتظار کیا۔ مگر مرزا طاہر اپنے بابا مرزا غلام احمد قادیانی کے طریقہ پر عمل کرتے ہوئے چیلنج کرنے کے باوجود نہ آیا۔ حق جیت گیا کفر ہار گیا۔

آخر میں ہم تحریک ختم نبوت ۱۹۷۴ء کا ایک مختصر تعارف (معلومات) قارئین کی نظر کرتے ہیں۔ پڑھیے اور اسلاف کے نقش قدم پر چلتے ہوئے تحفظ ختم نبوت کا مقدس فریضہ سرانجام دیجیے۔ (شکریہ)

تحریک ختم نبوت ۱۹۷۴ء ایک نظر میں:-

- ☆ ۲۲ مئی کو نیشنل میڈیکل کالج ملتان کے طلباء کے وفد کی ربوہ انشیشن پر چھڑپ ہوئی۔ قادیانیوں سے بحث مباحثہ ہوا۔
- ☆ ۲۹ مئی کو طلبہ کی ٹرین واپس آئی تو ربوہ انشیشن پر مرزا طاہر کی سربراہی میں قادیانیوں نے طلباء پر قاتلانہ حملہ کیا۔

- ☆ ۳۰ مئی کو ملک کے کئی بڑے شہروں میں ہڑتال ہوئی۔
- ☆ ۳۱ مئی کو سانحہ ربوہ کی تحقیقات کیلئے صدارتی فریوئل کا قیام عمل میں آیا۔
- ☆ ۳ جون کو مجلس عمل کا پہلا اجلاس راولپنڈی میں منعقد ہوا۔
- ☆ ۹ جون کو مجلس عمل تحفظ ختم نبوت کا قیام عمل میں آیا۔
- ☆ مجلس کے نائب صدر مجاہد ملت علامہ عبدالستار خان نیازی رحمۃ اللہ علیہ اور جنرل سیکرٹری علامہ سید محمود احمد رضوی (دارالعلوم حزب الاحناف لاہور) چنے گئے۔
- ☆ ۱۰ جون سید محمود شاہ گجراتی رحمۃ اللہ علیہ نے گجرات میں صوبائی وزیر زراعت بریگیڈیئر صاحب داد خان کو قادیانیت کے بارے میں مطالبات پیش کیے کہ احمدیت/قادیانیت کو اقلیت و سیاسی جماعت قرار دیا جائے۔ ربوہ کو کھلا شہر قرار دیا جائے۔
- ☆ سکھیں ضلع گوجرانوالہ میں جمعیت علمائے پاکستان کے مقامی صدر کی صدارت میں جلسہ عام چھ قادیانیوں نے اسلام قبول کیا۔
- ☆ حضرت سید محمود احمد رضوی رحمۃ اللہ علیہ کی قیادت میں دینی مدارس کے طلباء نے مسٹر منظور قادر بیرسٹر کے گھر پر مظاہرہ کیا کہ وہ گستاخ رسول قادیانیوں/مرزائیوں کی وکالت نہ کریں۔
- ☆ ۱۳ جون جمعیت علمائے پاکستان کے رہنمایاں جمیل احمد شریپوری نے وزیر اعظم سے اپیل کی کہ قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا جائے۔ مجلس عمل کے مطالبات تسلیم کیے جائیں اور لوگ جمعہ کو مکمل ہڑتال کریں۔
- ☆ ۱۴ جون کی ہڑتال کو اشتعال انگیزی یا وطن دشمنی قرار دینا نامناسب ہے۔ یہ ہڑتال مسلمان اپنے عقیدے کے اظہار کیلئے کر رہے ہیں۔ صاحبزادہ فیض القادری سیکرٹری اطلاعات پنجاب جمعیت علمائے پاکستان کا بیان۔ (نوائے وقت لاہور)
- ☆ ۲۲ جون مجلس عمل کے مطالبات پورے ہونے تک تحریک ختم نبوت جاری رہے گی۔ (علامہ سید محمود احمد رضوی رحمۃ اللہ علیہ کا اعلان)۔
- ☆ مولینا محمد زاکر نے قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کیلئے قومی اسمبلی میں قرارداد پیش کی کہ قادیانیوں کے عقائد آئین کی دفعہ ۲۳ جدول سوم سے متصادم ہیں۔
- ☆ ۲۳ جون ملک عمر حیات ہونج ایڈووکیٹ وزیر آباد نے مفتی عبدالشکور ہزاروی کے رو برو مرزائیت سے بریت کا اظہار کیا اور کہا کہ میں مرزا غلام احمد قادیانی کو مرتد سمجھتا ہوں۔

- ☆ ۲۳ جون مجلس عمل گوجرانوالہ کے انتخابات میں علامہ ابوداؤد دھرم صادق رضوی کو صدر اور مولینا خالد حسن مجددی کو سیکرٹری اطلاعات چنا گیا۔ (ماہنامہ لائبریری بعدی ختم نبوت نمبر ۲۰۰۲ ص ۱۶۳)
- ☆ ۲۶ جون فیصل آباد میں مسلمانوں پر فائرنگ کے سلسلے میں ڈی ٹاپ کالونی جمعیت علمائے پاکستان نے اپنے اجلاس میں قادیانیوں کے اس اقدام کی مذمت کی۔ مرزائیوں کو اقلیت قرار دینے ان سے ناجائز اسلحہ برآمد کرنے اور کلیدی اسامیوں سے برطرف کرنے کا مطالبہ کیا۔ اجلاس کی صدارت جگر گوشہ محدث اعظم قاضی فضل رسول حیدر مدظلہ نے کی۔
- ☆ فیصل آباد میں شہر سے بڑا قبرستان غلام محمد آباد کی طرف ختم نبوت کا جلوس جا رہا تھا۔ بڑا قبرستان کے سامنے تصادم ہو گیا جس میں مجاہدین قاضی فضل رسول حیدر صاحب مدظلہ حاجی فضل کریم صاحب مدظلہ و دیگر علماء کرام شدید زخمی ہوئے۔
- ☆ ۳۰ جون کو قومی اسمبلی میں ایک متفقہ قرارداد پیش ہوئی جس پر غور کرنے کیلئے پوری قومی اسمبلی کو خصوصی کمیٹی میں تبدیل کر دیا گیا۔ یہ قرارداد حضرت مولینا شاہ احمد نورانی صدیقی رحمۃ اللہ علیہ نے پیش کی۔
- ☆ ۱۳ جولائی راولپنڈی میں عظیم الشان مشائخ کانفرنس منعقد ہوئی۔ اور کانفرنس کے میزبان سید حسین الدین شاہ (مہتمم جامعہ رضویہ فیاء العلوم)، خواجہ قمر الدین سیالوی، اور جسٹس پیر کرم شاہ بھیروی نے قراردادیں پیش کیں۔
- ☆ ۲۴ جولائی کو وزیراعظم نے اعلان کیا کہ قومی اسمبلی کا جو فیصلہ ہو گا وہ ہمیں منظور ہو گا۔
- ☆ ۱۳ اگست کو صمدانی ٹریبونل نے تحقیقات مکمل کر لیں۔
- ☆ ۱۵ اگست سے ۲۳ اگست تک وقفوں سے مکمل ۹ روز مرزا ناصر احمد پر قومی اسمبلی میں جرح کی گئی۔
- ☆ ۲۰ اگست صمدانی ٹریبونل نے اپنی رپورٹ سانحہ ربوہ سے متعلق وزیراعلیٰ کو پیش کی۔
- ☆ تحریک ختم نبوت ۱۹۷۷ء کے دوران قومی اسمبلی میں قادیانیوں کے بائیکاٹ کیلئے حضرت مفتی محمد امین صاحب فیصل آبادی مدظلہ نے کتاب ”بائیکاٹ کی شرعی حیثیت“ لکھی۔ یہ کتاب چھپوا کر حضرت مفتی امین صاحب نے علامہ سعید احمد اسعد صاحب مدظلہ کے ہاتھ قومی اسمبلی میں بھیجی۔ جسے حضرت مولینا شاہ احمد نورانی رحمۃ اللہ علیہ نے اسمبلی ممبران و کلاء اور بیج صاحبان میں تقسیم کیا۔ یہ کتاب اپنے موضوع پر مستند تسلیم کی جاتی ہے۔
- ☆ علامہ محمد اقبال اظہری آف شجاع آباد نے تین مختصر پمفلٹ تحریر کیے۔ جو انجمن طلباء اسلام نے ہزاروں کی تعداد میں چھپوا کر مفت تقسیم کیے۔
- ☆ حوالہ جات اور کتابوں کی ڈیماٹڈ جامعہ نعمانیہ لاہور کی لائبریری سے پوری کی جاتی۔
- ☆ ۲۴ اگست کو وزیراعظم نے فیصلہ کیلئے ۷ ستمبر کی تاریخ مقرر کی۔
- ☆ ۲۸، ۲۷ اگست کو لاہور کی گروپ پر قومی اسمبلی میں جرح ہوئی۔

- ☆ یکم ستمبر کو لاہور بادشاہی مسجد میں ایک ملک گیر عظیم الشان ختم نبوت کانفرنس منعقد ہوئی۔
- ☆ ۵، ۶ ستمبر کو انارنی جنرل نے قومی اسمبلی میں عمومی بحث کی اور مرزائیوں پر جرح کا خلاصہ پیش کیا۔
- ☆ ۶ ستمبر کو مجلس عمل کی راولپنڈی میں ختم نبوت کانفرنس، وزیراعظم سے ملاقات اور فیصلہ۔
- ☆ ۷ ستمبر کو قومی اسمبلی نے فیصلے کا باقاعدہ اعلان کیا کہ!

”مرزا قادیانی کے ماننے والے ہر دو گروپ (قادیانی ریوہ گروپ اور قادیانی لاہوری گروپ) غیر مسلم ہیں۔“ (ضیائے حرم ختم نبوت نمبر، ذاتی نوٹ بک، لائبریری بعدی ختم نبوت نمبر)

☆☆☆☆

☆☆☆☆

☆☆☆☆



تحفظ عقیدہ ختم نبوت اور اکابرین اہل سنت

سردار محمد اکرم بکر (ایم اے)

خالق کائنات رب ذوالجلال نے تخلیق انسانی کیا تھ ہی اس کی ہدایت اور رہبری کیلئے انبیاء کا سلسلہ شروع فرمایا۔ اللہ تعالیٰ کے ان برگزیدہ بندوں کا تسلسل سیدنا آدم علیہ السلام سے لیکر خیر کائنات امام الانبیاء خاتم باب نبوت پیغمبر اسلام حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ تک جاری رہا اور پھر خداوند قدوس نے یہ اعلان فرما کر نبوت کا دروازہ بند کر دیا کہ محمد ﷺ تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہاں اللہ کے رسول ہیں اور سب نبیوں کے آخری (کنز الایمان)

یہ اعلان کرنے کی دراصل حکمت یہ تھی کہ اب قیامت تک رسالت و نبوت پیغمبر اسلام کی ہی رہے گی۔ اس کے بعد کوئی نیا نبی شریعت نہیں آئے گی۔ خاتم الانبیاء حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے ارشاد فرمایا! کہ میں آخری نبی ہوں میرے بعد کوئی نبی نہیں (الحدیث)

اسلام دشمن قوتوں خصوصاً یہود اور مشرکین عرب کو دین مصطفوی کے آنے سے خاصی پریشانی تھی اس لیے وہ ہر وقت شجر اسلام کی جڑیں کھوکھلی کرنے کیلئے منصوبہ بندی کرتے رہے۔ اسلام کو عرب سے نکال دینے کیلئے جنگیں مسلط کی گئیں لیکن تمام تر کوششوں کے باوجود دشمنوں کو ہر بار عبرت ناک شکست کا سامنا کرنا پڑا۔

نبی مکرم ﷺ کے پردہ فرمانے کے بعد مخالفین ایک بار پھر میدان میں نکل پڑے اور عقیدہ ختم نبوت کے عظیم الشان محل میں نقب لگانے کی کوشش کرنے لگے۔ اس دوران مسیلہ کذاب، اسود عسی، طلحہ بن خویلد، سجاح بنت حارث وغیرہ نے اپنی اپنی نبوت کا اعلان کر دیا۔ مسلمان ابھی پیغمبر اسلام کی جدائی کے صدمے سے سنبھلے بھی نہ تھے کہ منکرین زکوٰۃ اور قنڈار تدا کی سرکوبی کا مسئلہ کھڑا ہو گیا تھا۔ ایسے حالات میں انتہائی جرأت مندی، بہادری اور فہم و فراست کیساتھ فیصلے کرنے کی ضرورت تھی۔ چنانچہ جانشین مصطفیٰ خلیفہ المسلمین سیدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اسلام کی تنگی تلواریں کر منکرین تکلف میدان جنگ میں کود پڑے۔ اور ان فتنوں کا خاتمہ کر کے سانس لیا۔ جس سے آنے والے مسلمانوں کیلئے راہ عمل متعین ہو گئی کہ جب بھی کوئی چور ڈاکو عقیدہ ختم نبوت کے محل میں نقب لگانے کی کوشش کرے اسے فوراً واصل جہنم کر دو۔

سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دور خلافت سے لیکر صدیوں تک کسی کو ایسی مذموم کوشش کی جرأت نہ ہو سکی کیونکہ

اسلام دشمن قوتیں سمجھتی تھیں کہ مسلمان اپنے آقا کریم ﷺ کی حرمت و ناموس پر کٹ مرنے کیلئے ہمہ وقت تیار رہتے ہیں۔ برصغیر پاک و ہند میں فرنگی سازشوں اور حکمران شہزادوں کی کمزوریوں کے باعث جب اسلامی اقتدار زوال پذیر ہوا تو اسلام دشمن قوتیں اس مسلم ریاست پر آخری ضرب کاری لگانے کیلئے متحد ہو گئیں۔ چنانچہ سکھ دربار کے ایک جرنیل مرزا غلام مرتضیٰ کے پوتے مرزا غلام احمد کو اس مقصد کیلئے چنا گیا۔

مرزا غلام احمد ضلع گورداس پور کے قصبہ قادیان میں 13 فروری 1835ء کو پیدا ہوا تھا۔ گھر پر معمولی تعلیم حاصل کرنے کے بعد 1864ء میں سیالکوٹ کچہری میں ملازم ہو گیا۔ اس دوران عیسائی مشنریز اور انگریز حکومت نے اس کی خصوصی طور پر تربیت کی اور وہ مسلمانوں کے متفقہ عقیدہ ختم نبوت کیخلاف اٹھ کھڑا ہوا۔ 1864ء میں اس نے اپنی پہلی کتاب ”براہین احمدیہ“ چار جلدوں میں مکمل کر لی اور الہام ہونے کا دعویٰ کرنے لگا۔ 1888ء میں مامور من اللہ ہونے کا دعویٰ کیا اور پھر 1890ء میں مسیح موعود ہونے کی بشارت سنائی۔ 1901ء میں مرزا غلام احمد قادیانی نے نبی ہونے کا دعویٰ کیا اور ساتھ ہی اپنے حواریوں کیلئے جماعت احمدیہ کی بنیاد رکھی۔ (مزید تحقیقاتی رپورٹ)۔ مرتد قادیانی اپنے جھوٹے اور باطل عقائد کی اشاعت کیلئے کوششیں کرتا رہا لیکن ہر میدان میں ذلیل و رسوا ہونے کے بعد 1908ء میں مر گیا۔

قادیانی دجال کیخلاف سب سے پہلی آواز ایک درویش عالم دین حضرت مولانا نواب الدین شکوی مد راسی رحمۃ اللہ علیہ نے بلند کی۔ آپ حضرت خواجہ سراج الحق کرنا لوی کے خلیفہ اعظم اور غیر معمولی اوصاف و کمالات کے حامل تھے۔ مولانا نواب الدین نے 1890ء میں قادیان کی جامع مسجد کے اندر مرزا غلام احمد کیخلاف اعلان جہاد فرمایا لیکن مرتد قادیانی نے مناظرہ سے راہ فرار اختیار کی۔ مولانا نواب الدین مشہور نعت گو شاعر اور ممتاز عالم دین حافظ مظہر الدین کے والد، بقیۃ السلف مولانا شبیر احمد کوٹلی لوہاراں اور مشہور ادیب ناول نگار نسیم جازی کے سر تھے۔

حافظ مظہر الدین فرماتے ہیں کہ: ”میرے والد صاحب تھوڑے تھوڑے وقفے کے بعد قادیان پر حملہ آور ہوتے تو یہ خبر گرد و نواح کے دیہات میں تیزی سے پھیل جاتی اور دیہاتی اپنے کام کاج چھوڑ کر ساتھ ہو جاتے۔ میرے والد ہمیشہ مناظروں میں چھ سات فٹ کا لٹھ (ڈنڈا) ہاتھ میں پکڑتے تھے۔ انھوں نے 1925ء میں کشمیر اور 1929ء میں پاکستان شریف میں مرزا نیوں کو بھاگنے پر مجبور کر دیا تھا۔ (ماہنامہ ضیاء حرم تحریک ختم نبوت نمبر)

قادیانی دجال کے خلاف سب سے پہلا تحریری مورچہ امام اہل سنت اعلیٰ حضرت علامہ مفتی الشاہ احمد رضا خان بریلوی نے لگایا۔ آپ نے 1896ء میں کتاب ”ختم النبوۃ“ لکھ کر باطل عقائد کی دجیاں اڑا دیں۔ 1899ء میں قطب الصالحین حضرت پیر مہر علی شاہ گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ نے ”شمس الہدایہ“ لکھ کر قادیانیت پر کاری وار کیا۔ 27 اگست 1900ء کو غوث الزماں پیر مہر علی شاہ کی قیادت میں ہزاروں علماء و مشائخ نے بادشاہی مسجد لاہور میں قادیانی دجال کو لاکار مگر وہ سامنے

آنے کی بجائے راہ فرار اختیار کر گیا۔ تین روز تک مختلف مکاتب فکر کے علماء نے تقریریں کیں لیکن مرزا اپنے جھوٹے عقائد کیساتھ میدان میں نہ نکلا اس مناظرہ کے بعد مرزا کے سینکڑوں عقیدتمند توبہ کر کے دائرہ اسلام میں داخل ہو گئے۔

1901ء میں اعلیٰ حضرت الشاہ احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے بڑے بیٹے حجتہ الاسلام حضرت صاحبزادہ

حامد رضا خاں بریلوی نے ”انصارم الربانی علی اسراف القادیانی“ لکھ کر عقیدہ ختم نبوت کی حقانیت کا اعلان کیا۔ 1902ء میں حضرت پیر مہر علی شاہ نے ”سیف چشتیانی“ کے ذریعے قادیانی اُمت پر ایسا کاری وار کیا کہ وہ آج تک زخم چاٹ رہی ہے۔ امام الشاہ احمد رضا خاں نے ”السوء العقاب علی مسیح الکذاب“ 1901ء ”ختم النبیین“ 1905ء ”الجزائر الدیانی علی المرتد بقادیانی“ تہمد الدیان علی مرتد قادیان“ لکھیں جو آج تک مورخین اور لکھاریوں کیلئے ماخذ کا کام دے رہی ہیں۔ 1904ء میں اعلیٰ حضرت نے ایک فتویٰ میں قادیانیوں کا سوشل بائیکاٹ کرنے کیلئے کہا۔ یہ فتویٰ کتاب احکام شریعت میں موجود ہے۔ مرزا قادیانی کا اکثر علماء و مشائخ اہل سنت سے جوڑ پڑتا رہا لیکن ہر مرتبہ ذیل درسا ہوا بھاگتا۔

27 اکتوبر 1904ء کو مرزا نے امیر ملت پیر سید جماعت علی شاہ محدث علی پوری رحمۃ اللہ علیہ کیساتھ مناظرہ کا اعلان

کیا لیکن جب وقت آیا تو بھاگ نکلا اور حضرت امیر ملت میدان میں لٹکارتے رہے۔ 6 مئی 1908ء کو مرزا اپنی اہلیہ کا علاج کرانے کیلئے لاہور میں خوب کمال الدین کے مکان پر آیا تو اس نے مسلمانوں کو اپنے جال میں پھانسنے کی کوششیں شروع کر دیں۔ چنانچہ مسلمانان لاہور نے امیر ملت پیر سید جماعت علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ کو بھی دعوت دے دی۔ آپ نے تشریف لا کر 22 مئی 1908ء کو بادشاہی مسجد میں ایک شاندار جلسہ عام کا اعلان کیا۔ جلسہ میں پیر مہر علی شاہ گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ بھی تشریف لائے۔

پیر جماعت علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ نے اس موقع پر خطاب کرتے ہوئے فرمایا: ”اگر مرزا اپنے دعویٰ نبوت میں سچا ہے تو سامنے آئے اور ثابت کرے اگر مباحثہ نہ کر سکے تو مہبلہ ہی سہی۔ لیکن مرزا چونکہ اپنے عقائد میں جھوٹا تھا اور 1904ء میں بھی ذلیل ہو چکا تھا سامنے آنے کی جرأت نہ کر سکا۔ آپ نے فرمایا کہ ہم نے بہت انتظار کیا لیکن وہ سامنے نہیں آیا۔ پوچھن گوئی کرنا میری عادت نہیں مگر میں بتا دینا چاہتا ہوں کہ مرزا جی کا فیصلہ ہو چکا ہے۔ لہذا تین روز کے اندر کیفر کردار کو پہنچے گا۔ یہ بات آپ نے رات 10 بجے ارشاد فرمائی اور 26 مئی 1908ء کو صبح 10 بج کر 10 منٹ پر واصل جہنم ہو گیا۔ (اکابر تحریک پاکستان)

قادیانی دجال کی موت کے بعد بھی اکابرین اہل سنت نے اس کے عقائد باطلہ کچھلاف جدوجہد جاری رکھی۔ 1935ء عثمانیہ یونیورسٹی حیدرآباد کے شعبہ معاشیات کے صدر محمد الیاس برنی نے ”قادیانی مذہب کا علمی محاسبہ“ نامی کتاب لکھ کر تہلکہ مچا دیا۔ یہ کتاب دیوبندی، وہابی، احراری بھی مسلسل شائع کر رہے ہیں۔ قادیانی گروہ آج تک اس کتاب کا جواب

نہیں دے سکا۔ پروفیسر محمد الیاس برنی رحمہ اللہ علیہ اپنے دور کے عظیم بزرگ حضرت مولانا شاہ محمد حسین چشتی قادری سے سلسلہ قادریہ میں بیعت تھے۔ آپ نے اعلیٰ حضرت امام الشاہ احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ سے بھی کسب فیض کیا اور خلافت حاصل کی۔ 6 جنوری 1959ء کو آپ نے رحلت فرمائی۔ (علمائے حق اور فتنہ قادیانیت)

قائد اہل سنت علامہ شاہ احمد نورانی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک انٹرویو میں فرمایا کہ! ”میرے والد محترم مبلغ اسلام حضرت شاہ محمد عبدالعلیم صدیقی رحمۃ اللہ علیہ خلیفہ اعلیٰ حضرت نے ہمیشہ اپنے تبلیغی دوروں میں فتنہ قادیانیت کی سرکوبی کی۔ آپ کی کوششوں سے افریقہ، ملائیشیاء، سیلون، یورپ اور امریکہ میں مرزائیت کے پاؤں نہ جننے دیئے۔ آپ کی انگریزی کی کتاب THE MIRROR ڈربن جنوبی افریقہ سے شائع ہوئی۔ اردو میں مرزائی حقیقت کا اظہار، عربی میں المرأة اور اظہار غیثی زبان میں اسکا ترجمہ چھپ چکا ہے۔ اس کتاب کی اشاعت پر ملائیشیاء میں ایک زبردست تحریک اٹھی اور قادیانیوں کا داخلہ ممنوع قرار دیا گیا۔ (ماہنامہ ترجمان اہل سنت 1972ء)

علماء اہل سنت نے قلمی محاذ پر مرزائیت کا ڈٹ کر مقابلہ کیا۔ اس سلسلہ میں حضرت علامہ مفتی عبدالحفیظ کی رحمۃ اللہ علیہ کی ”السیوف الکلامیہ“ مناظر اسلام مولانا محمد عمر اچھروی رحمۃ اللہ علیہ کی ”مقیاس النبوة“ علامہ محمد شریف محدث کوٹلوی کی ”ختم نبوت“ بھی قابل ذکر ہیں۔

منیر تحقیقاتی رپورٹ کے مطابق قوم پرست مسلمانوں کی ایک ٹولی نے انگلریس سے الگ ہو کر 4 مئی 1931ء کو لاہور میں ایک جلسہ کیا جس میں مجلس احرار کی بنیاد رکھی۔ شروع شروع میں اس جماعت کا مقصد تحریک آزادی کشمیر میں شمولیت تھا اور پھر انھوں نے اپنا رخ قادیانیوں کی طرف موڑ لیا۔ لیکن ان لوگوں کی جدوجہد کبھی قومی تقاضوں کے مطابق نہیں رہی۔ حالانکہ فتنہ قادیانیت کی ابتدا سے لیکر 41 سال تک صرف علماء و مشائخ اہل سنت ہی اسکا مقابلہ کرتے رہے۔ تحریک آزادی میں بھی مرزائیوں نے ہندوؤں کا ساتھ دیا کیونکہ وہ انگریز کی پیداوار تھے اور انگریز ایک آزاد اسلامی ریاست کو پروان چڑھتا ہوا نہیں دیکھنا چاہتے تھے۔ قیام پاکستان کے بعد متعصب قادیانی سر ظفر اللہ چودھری وزیر خارجہ بننے میں کامیاب ہو گیا اور اپنی تقرری کیساتھ ہی اس نے اندرون و بیرون ملک سازشوں کے چال پھیلانا شروع کر دیئے۔ دینا بھر کے پاکستانی سفارتخانوں میں قادیانیوں کو ملازمتیں دیں۔ ظفر اللہ چودھری نے بانی پاکستان قائد اعظم محمد علی جناح کا جنازہ پڑھنے سے بھی انکار کر دیا تھا اور صحافیوں کے پوچھنے پر اس نے جواب دیا کہ! ”یوں سمجھیے ایک مسلمان نے کافر کا جنازہ نہیں پڑھا، یا ایک کافر نے مسلمان کا جنازہ نہیں پڑھا۔ وزیر خارجہ کی سرگرمیوں کیخلاف علماء اسلام ایک بار پھر متحد ہونا شروع ہوئے۔ اس دوران جماعت احمدیہ نے 16، 17 مئی 1952ء کو جہانگیر پارک کراچی میں ایک جلسہ کیا۔ جس میں ظفر اللہ چودھری نے ایسی تقریر کی کہ کراچی میں فسادات پھوٹ پڑے۔ (منیر تحقیقاتی رپورٹ)

قادیانی اجتماع کے بعد 2 جون 1952ء کو کراچی میں آل مسلم پارٹیز کانفرنس ہوئی جس میں حکومت کے سامنے 3 مطالبات رکھے گئے۔

۱۔ احمدی غیر مسلم اقلیت قرار دیئے جائیں۔

۲۔ چودھری ظفر اللہ کو وزارت کا رجبہ سے الگ کیا جائے۔

۳۔ احمدی تمام کلیدی اساسیوں سے ہٹا دیئے جائیں۔

کانفرنس میں ایک مجلس عمل تشکیل دی گئی جس کی صدارت امام اہل سنت کے خلیفہ حضرت علامہ سید دیدار علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ کے نخت جگر غازی کشمیر حضرت علامہ سید ابوالحسنات محمد احمد قادری کا چٹاؤ ہوا۔ مجلس عمل میں مسلمانوں کے تمام مکاتب فکر شامل تھے۔ اس دوران مسلم لیگ صوبہ پنجاب کا اجلاس ہوا جس میں فتنہ قادیانیت کے خلاف سب سے پہلی آواز غزالی زماں علامہ سید احمد سعید کاظمی رحمۃ اللہ علیہ نے اٹھائی۔ آپ نے 12 جون 1952ء کو صوبائی مسلم لیگ کے اجلاس میں ایک قرارداد پیش کی جو 284 ووٹوں سے منظور ہو گئی جبکہ مخالفت میں صرف 8 ووٹ آئے۔

قرارداد میں کہا گیا تھا کہ چونکہ قادیانی بالافتاق خارج از اسلام سمجھے جاتے ہیں اس لیے انھیں غیر مسلم اقلیت قرار دیا جائے اور حکومت کو اس اعلان میں تاخیر نہیں کرنی چاہیے۔ کہ چودھری ظفر اللہ، قادیانی ہونے کی وجہ سے مسلمانوں کے نمائندہ نہیں ہیں اس لیے پنجاب صوبہ مسلم لیگ کی کونسل کو حکومت سے مطالبہ کرنا چاہیے کہ وہ اپنے عہدے سے برطرف کر دیئے جائیں۔ اور ان کی جگہ کوئی قابل اعتبار مسلمان مقرر کیا جائے۔ (مزید تحقیقاتی رپورٹ)

اس کے بعد مجلس عمل کی جدوجہد تیز ہو گئی۔ پورے ملک میں زبردست تحریک چلی، ہزاروں علماء و مشائخ کو پابند سلاسل کیا گیا۔ ہزاروں عاشقانِ مصطفیٰ ﷺ نے سرکاری گولیوں سے جام شہادت نوش کیا جب حکومت بے بس ہو گئی تو وزیر اعظم خواجہ ناظم الدین اور وزیر اعلیٰ پنجاب میاں ممتاز دوٹو نے باہمی مشاورت سے بڑے شہروں میں مارشل لاء لگا دیا۔ علماء پر مقدمات چلائے گئے۔ تحریک کے مرکزی رہنما مجاہد ملت حضرت علامہ عبدالستار نیازی قائد تحریک ختم نبوت مولانا ابو الحسنات قادری رحمۃ اللہ علیہ کے اکلوتے صاحبزادے سید محمد ظلیل احمد قادری رحمۃ اللہ علیہ کو سزائے موت کا حکم سنایا گیا۔

تحریک کے دوران تاریخی مسجد وزیر خان غلامان رسول ﷺ کا ہیڈ کوارٹر بنی رہی۔ اور مولانا عبدالستار خان نیازی انکی قیادت کرتے رہے۔ پھر میر جعفر اور میر صادقوں کی غداری کے سبب وہ بھی گرفتار ہو گئے۔ اسلامیان پاکستان نے قادیانی فتنہ بخلاف تاریخی جدوجہد کی تن من دھن کی قربانی سے بھی دریغ نہ کیا مگر مسلمانوں نے اس مسئلہ کو حل کرنے کیلئے کبھی بھی سنجیدہ اقدامات نہ کئے۔ قائد اہل سنت علامہ الشاہ احمد نورانی رحمۃ اللہ علیہ 1969ء میں غیر ملکی دورہ سے واپسی پر سب سے پہلے بیان میں صدر یحییٰ خان کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا: ”تمہارا قادیانی مشیر ایم ایم احمد پاکستان کی معیشت کو تباہ کر رہا

ہے جس کے نتیجے میں مشرقی پاکستان ہمارے ہاتھ سے نکل سکتا ہے۔ (ماہنامہ نیاے حرم دسمبر 74ء)

حکومت پاکستان نے نوٹس نہ لیا تو علامہ شاہ احمد نورانی نے ممبر قومی اسمبلی علامہ عبدالمصطفیٰ الازہری کے ہمراہ ایوان صدر کراچی میں 28 فروری 1971ء کو صدر نیجی سے ملاقات کی اور انھیں بتایا کہ قادیانی اسرائیل کے ایجنٹ اور دلال ہیں صدر نے ثبوت مانگا تو انھوں نے فرمایا کہ اس سے بڑا ثبوت کیا ہو سکتا ہے کہ اسرائیل کیساتھ پاکستان کے کسی قسم کے تعلقات نہیں ہیں لیکن قادیانیوں نے تل ابیب میں مرکز قائم کیا ہوا ہے۔ تمام قادیانی پاکستانی پاسپورٹ پر اسرائیل جا کر بیٹھے رہتے ہیں۔ 20 مارچ 1971ء کو جمعیت علماء پاکستان نے آرام باغ کراچی میں عظیم الشان جلسہ عام منعقد کیا۔ جس میں قوم کو بتایا کہ ملک کو کھڑے کھڑے کرنے کی سازش تیار ہو چکی ہے۔ چیئرمین منصوبہ بندی کمیشن ایم ایم احمد مسلسل کہہ رہا ہے کہ مشرقی پاکستان ہم پر بوجھ ہے۔ اگر ایم ایم احمد کیخلاف کاروائی نہ ہوئی تو ہم بھی حادثہ کا شکار ہو سکتے ہیں۔ مگر پھر بھی حکومت نے نوٹس نہ لیا اور یہودی مدد سے قادیانی اپنی سازش میں کامیاب ہو گئے۔

پارلیمانی تاریخ میں بھی قادیانیوں کے خلاف آواز بلند کرنے کی سعادت علماء اہل سنت کو نصیب ہوئی۔ 1970ء کے انتخابات میں جمعیت علماء پاکستان پہلی مرتبہ اسمبلی نیجی تو اس کے پارلیمانی قائد علامہ شاہ احمد نورانی نے 22 اپریل 1972ء کو اسمبلی کے فلور پر قذافیہ قادیانیت کیخلاف نعرہ حق بلند کیا۔ پاکستان کا سرکاری مذہب اسلام قرار دلوانا، ملک کا نام اسلامی جمہوریہ پاکستان منظور کرانا، سربراہ مملکت کا مسلمان ہونا اور آئین میں مسلمان کی تعریف شامل کرانا دراصل قادیانیت کا راستہ روکنے کی کوششیں ہی تھیں۔

15 اپریل کو قومی اسمبلی میں عبوری آئین پر تقریر کرتے ہوئے مولانا شاہ احمد نورانی نے فرمایا کہ! ”جو آئین فریم میں سجا کر پیش کر دیا گیا ہے اس میں اسلام کو قطعاً کوئی تحفظ نہیں دیا گیا۔ میں اس دستور کو ایوان کیلئے قابل قبول نہیں سمجھتا۔ میں اسکی مخالفت کرتا ہوں۔ اس میں یہ بھی لکھا گیا ہے کہ صدر پاکستان مسلمان ہوگا مگر مسلمان کی کوئی تعریف نہیں ہر شخص مسلمان بننے کی کوشش کرتا ہے۔ اس ملک میں اسلام کے بدترین دشمن بھی رہتے ہیں وہ مسلمان بن کر یہاں حکومت کر سکتے ہیں۔ دستور میں مسلمان کی تعریف شامل کی جائے۔“ چنانچہ آپ کی کوششوں سے دستور میں مسلمان کی تعریف شامل کر کے ہمیشہ کیلئے قادیانیوں کی حکمرانی کا دروازہ بند کر دیا گیا۔ یہ تعریف ہے۔ یو۔ پی کے رکن قومی اسمبلی علامہ عبدالمصطفیٰ الازہری نے تیار کی تھی۔ (روئیداد قومی اسمبلی 15 اپریل 1972ء)

اس دوران قادیانیوں کی ایک گھناؤنی حرکت نے جلتی پر تیل کا کام کیا اور مسلمان ایک بار پھر بھڑک اٹھے۔ ہوا یوں کہ 28 مئی 1974ء کو قادیانیوں نے سوچی سمجھی سازش کے تحت ٹرین پر سوار مسلمان نوجوانوں پر حملہ کر کے انھیں شدید زردو کوب کیا اور پھر ان نوجوانوں کا خون رنگ لایا اور ملک بھر میں تاریخی تحریک چل پڑی۔ پنجاب آگ میں جلنے لگا۔ گرفتاریاں

اور مار دھاڑ شروع ہو گئی۔ مختلف مکاتب فکر کے علماء نے متحد ہو کر تحریک چلائی۔ اعلیٰ حضرت کے خلیفہ سید ابوالبرکات قادری کے بیٹے ممتاز عالم دین علامہ سید محمود احمد رضوی کو تحریک کی مجلس عمل کا ناظم اعلیٰ مقرر کیا گیا۔ جب حالات کشمکش سے باہر نکلنے لگے تو وزیر اعظم ذوالفقار علی بھٹو نے ایک نشری تقریر میں مسئلہ قومی اسمبلی میں پیش کرنے کا وعدہ کر لیا۔ اور پھر 30 جون 1974ء کو دو قراردادوں کی شکل میں یہ مسئلہ اسمبلی میں پیش کیا گیا۔ سرکاری قرارداد عبدالحفیظ چیمزادہ نے پیش کی جبکہ دوسری قرارداد جمعیت علماء پاکستان کے پارلیمانی لیڈر مولانا شاہ احمد نورانی صدیقی رحمۃ اللہ علیہ نے حزب اختلاف کے 22 ارکان کے دستخطوں کیساتھ پیش کی۔ جس پر بعد میں 37 دستخط ہو گئے۔ البتہ جمعیت علماء اسلام کے غلام غوث ہزاروی اور عبدالحکیم بلوچ نے قرارداد پر دستخط نہیں کیے تھے۔ حالانکہ جب مولانا نورانی دستخط کرانے کے لیے خان عبدالولی خان اور غوث بخش بزنجو کے پاس گئے تو انھوں نے پڑھے بغیر ہی دستخط کر دیئے اور کہا ہمیں آپ پر مکمل اعتماد ہے۔ اس دوران تحریک بھی چلتی رہی۔

قادیانی گروہ کے سربراہ مرزا ناصر احمد نے قومی اسمبلی میں اپنا موقف پیش کرنے کی اجازت چاہی جو اسے دیدی گئی اس نے اپنا موقف ایک محضر نامے کی شکل میں پیش کیا۔ چنانچہ مرزا ناصر احمد کو پارلیمنٹ میں بلایا گیا۔ اس وقت کے انارنی جنرل یحییٰ بختیار ارکان اسمبلی کی طرف سے سوالات کرنے پر مامور ہوئے۔ مرزا پر 180 سوالات کئے گئے جن میں 70 سوالات صرف بے یو پی کے ارکان نے کئے تھے۔ اس دوران لاہوری احمدیوں نے قرارداد سے لاہوری کا لفظ خارج کروانے کیلئے مولانا نورانی رحمۃ اللہ علیہ کو کروڑوں روپے کی پیشکش کی مگر انھوں نے پائے حقارت سے ٹھکرا دی۔ اور فرمایا: ”کہ تمہاری کوشش اور پیشکش ہمارے جوتے کی نوک پر اس لیے کہ ہمارا جوتا بھی اس پیشکش سے قیمتی ہے۔ ہم مرزا کے تمام معتقدین اور پیروکاروں کو کافر سمجھتے ہیں“۔ آخر کار طویل بحث و مباحثہ کے بعد سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے لخت جگر خانوادہ صدیقی کے چشم و چراغ حضرت علامہ شاہ احمد نورانی رحمۃ اللہ علیہ کی قرارداد پر دسمبر 1974ء کو مرزائی فتنہ ہمیشہ ہمیشہ کیلئے ختم کر دیا گیا اور مرزائی قادیانی لاہوری سبھی غیر مسلم اقلیت قرار پائے اور یوں ان ہزاروں عوام اہل سنت اور علماء و مشائخ کی قربانیاں رنگ لائیں جنھوں نے ابتدا سے انتہا تک اس فتنہ کا مقابلہ کیا۔

تحریک ختم نبوت کی قیادت کرنیوالی شخصیات میں بالخصوص غازی کشمیر مولانا سید ابوالحسنات محمد احمد قادری، سید ابو البرکات قادری، غزالی زماں علامہ سید احمد سعید کاکلی، مجاہد ملت مولانا عبد الستار خان نیازی، شیخ الاسلام خواجہ قمر الدین سیالوی، شیخ القرآن مولانا عبدالغفور ہزاروی، مجاہد اسلام مولانا عبدالحمید بدایونی، فقیہہ اعظم مولانا نور اللہ نعیمی بصیر پوری، مولانا محمد یوسف سیالکوٹی، ابوالنور محمد بشیر کوٹلی لوہاراں، علامہ شاہ عارف اللہ قادری، مولانا حامد علی خان، شیخ القرآن مولانا غلام علی اذکار ڈی، سید غلام محی الدین گلڈی المعروف بابو جی سرکار، مولانا غلام محمد ترنم ترنہ شریف، پیر محمد کرم شاہ الازہری، علامہ سید

محمود احمد رضوی، سید خلیل احمد قادری، پیر سید منظور احمد شاہ، علامہ شبیر احمد ہاشمی، شاہ فرید الحق، علامہ عبدالمصطفیٰ الازہری مہرقوی اسمبلی، مولانا محمد زاکر مہرقوی اسمبلی، مولانا محمد علی رضوی مہرقوی اسمبلی اور شیخ لطیف احمد چشتی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین شامل تھے۔

الحمد للہ قادیانیوں کیخلاف تقریر، تحریر، مناظرہ و مباہلہ ہو یا پارلیمنٹ کا فورم تاجدار گولڑہ حضرت پیر سید بہار علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ سے لیکر امام عاشقان اعلیٰ حضرت الشاہ احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ، امیر ملت پیر سید جماعت علی شاہ علی پوری رحمۃ اللہ علیہ، غزالی زماں علامہ سید احمد سعید کاظمی رحمۃ اللہ علیہ قائد اہل سنت مولانا شاہ احمد نورانی رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا عبد الستار خان نیاززی رحمۃ اللہ علیہ تک قیادت کا تاج اکابرین اہل سنت کے سر ہی رہا ہے۔

آخر میں عرض ہے کہ قادیانی فتنہ کیخلاف جدوجہد ختم نہیں ہوئی۔ لہذا عوام اہل سنت اور قائدین اہل سنت کی ذمہ داری ہے کہ متحد ہو کر عقائد باطلہ کا مقابلہ کریں۔ ہماری تاریخ درخشاں ہے۔ تاریخ کے صفحات ہماری قربانی کی داستانوں سے بھرے پڑے ہیں اس لیے ہمیں میدان خالی نہیں چھوڑنا چاہیے۔ تحریر و تقریر کے میدان میں سرگرم رہنا ہی ہماری زندگی کا ثبوت ہے۔

☆☆☆☆

☆☆☆☆

☆☆☆☆



تحفظ ختم نبوت اور

علامہ غلام رسول سعیدی

محمد اکرم ساجد

دور حاضر کے جن علماء اہل سنت نے اپنے قلم کی خوب خوب جولائیاں دکھائیں اور علوم و معارف کے دریا بہا دیے ان میں محقق عصر علامہ غلام رسول سعیدی مدظلہ کا نام نامی اسم گرامی نہایت نمایاں ہے۔ خلاق عظیم نے انہیں وقت نظر، بلندی فکر، وسعت مطالعہ اور اظہار مافی الضمیر کی صلاحیتیں بڑی فیاضی سے عطا فرمائی ہیں۔ علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری رحمۃ اللہ علیہ کے بقول آپ اس دور میں بلاشبہ کبریت احمر سے بھی بڑھ کر ہیں (۱)

شرح صحیح مسلم سات جلدوں میں اور تفسیر تبيان القرآن بارہ جلدوں میں آپ کے علم و فضل اور تحقیق و تدقیق کا منہ بولتا ثبوت ہیں اور اب اپنی عمر عزیز کے آخری حصے میں ”نعمۃ الباری کے نام سے اصح الکتاب بعد کتاب اللہ (صحیح البخاری) کی شرح لکھنے میں اپنی ساری صلاحیتیں وقف کیے ہوئے ہیں (۲)

زیر نظر تحریر میں حضرت علامہ سعیدی صاحب کی ختم نبوت اور رد مرزائیت کے حوالے سے لکھی گئی تحریروں کو موضوع بحث بنایا جائے گا۔ آپ نے اپنی کتابوں میں بڑے دلنشین انداز میں سرور کائنات، فخر موجودات سیدنا و مولانا محمد مصطفیٰ ﷺ کی ختم نبوت کے حوالے سے خوبصورت دلائل دیے ہیں اور بڑے سنجیدہ انداز میں فتنہ قادیانیت کا رد کیا ہے۔ اپنی نادر روزگار تصنیف تبیان القرآن میں سورۃ البقرہ: ۳ کی تفسیر میں لکھتے ہیں!

”اس آیت میں یہ ضروری قرار دیا گیا ہے کہ جو وحی آپ پر نازل ہوئی اس پر

ایمان لایا جائے اور جو وحی آپ سے پہلے نازل ہوئی ہے اس پر ایمان لایا جائے

اور اگر آپ کے بعد بھی وحی کا سلسلہ ممکن ہوتا تو بعد میں آنے والی وحی پر بھی

ایمان لانا ضروری قرار دیا جاتا۔ اس سے معلوم ہوا کہ سیدنا محمد ﷺ کے بعد

نزدول وحی کا سلسلہ منقطع ہو گیا اور آپ کے اوپر نبوت ختم ہو گئی آپ کے بعد کوئی

نبی اور رسول مبعوث نہیں ہوگا اور حضرت عیسیٰ علیہ اسلام کا آسمان سے قرب

قیامت میں نازل ہونا اسکے منافی نہیں ہے کیونکہ وہ مبعوث نہیں ہوں گے بلکہ نبی ﷺ کے ایک امتی کی حیثیت سے آئیں گے اور ہمارے رسول سیدنا محمد ﷺ کی شریعت کی اتباع کریں گے اور ہمارے امام کی اقتداء میں نماز پڑھیں گے۔ امام بخاری روایت کرتے ہیں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! اس وقت تمہاری کیا شان ہوگی جب تم میں ابن مریم نازل ہوں گے اور امام تم میں سے ہوگا۔ (صحیح البخاری ج ۱ ص ۴۹۰ مطبوعہ نور محمد صالح المطالع کراچی ۱۳۸۱ھ) (۳)

سورۃ الاحزاب: ۴ کی تفسیر میں آپ نے اس موضوع پر کھل کر بحث فرمائی ہے اور اس موضوع پر آپ کی باقی تحریروں میں یہ تحریر سب سے مفصل اور جامع ہے۔ یہ دقیق بحث ۳۵ صفحات میں پھیلی ہوئی ہے۔ (۴) اس میں آپ نے نبی اکرم ﷺ کے خاتم النبیین ہونے کی تائید میں ۱۰ آیات قرآنیہ پیش کی ہیں۔ علاوہ ازیں ۱۵۰ احادیث صحیحہ مقبولہ مکمل حوالہ جات کیساتھ ذکر کی ہیں۔ مناسب معلوم ہوتا ہے اس بحث میں آپ نے جو خوبصورت عنوانات قائم کیے ہیں وہ یہاں لکھ دیے جائیں۔

۱۔۔۔ سیدنا محمد ﷺ کے خاتم النبیین اور آخری نبی ہونے کے متعلق قرآن مجید کی آیات

۲۔۔۔ سیدنا محمد ﷺ کے خاتم النبیین ہونے کے متعلق احادیث صحیحہ مقبولہ

۳۔۔۔ احادیث ختم نبوت کی تعداد

۴۔۔۔ نبی ﷺ کے بعد دعویٰ نبوت کی تصدیق کرنے والوں کو فقہاء اسلام کا کافراور مرتد قرار دینا

۵۔۔۔ امام غزالی کی ”الاقتصاد“ کی عبارت پر فقہاء اسلام کے تبصرے

۶۔۔۔ منکرین ختم نبوت کا اجمالی جائزہ

۷۔۔۔ مرزا غلام احمد قادیانی کا ختم نبوت پر ایمان و اصرار

۸۔۔۔ محمدیت سے نبوت تک ترقی

۹۔۔۔ مسیح موعود کی اہمیت

۱۰۔۔۔ مثیل مسیح بننے پر قناعت (م)

۱۱۔۔۔ مرزا صاحب حقیقی نبی

۱۲۔۔۔ ختم نبوت کی تجدید

۱۳۔۔۔ بروزی کمالات گو یا مرزا صاحب خود سیدنا محمد ﷺ کی ذات

۱۴۔۔۔ مرزا صاحب کا دعویٰ کہ وہ تشریف ہی نہیں

۱۵۔۔۔ مرزا صاحب کا جہاد کو منسوخ قرار دینا

۱۶۔۔۔ ۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت

۱۷۔۔۔ گرفتاری اور پھانسی

۱۸۔۔۔ ۱۹۷۴ء کی تحریک ختم نبوت

۱۹۔۔۔ اس اعتراض کا جواب کہ اگر آپ کے صاحبزادے حضرت ابراہیم زندہ رہتے تو نبی بن جاتے

۲۰۔۔۔ الاعراف: ۳۵ سے اجرائے نبوت کا معارضہ اور اس کا جواب

۲۱۔۔۔ اس اعتراض کا جواب کہ ختم نبوت کا معنی مہر نبوت ہے اور آپ کی مہر سے نبی بنتے ہیں

۲۲۔۔۔ اس اعتراض کا جواب کہ لائبریری بعدی میں لائبریری کمال کے لیے ہے نہ کہ لائبریری جنس کے لیے

۲۳۔۔۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان سے نازل ہونے کے متعلق احادیث

۲۴۔۔۔ اس اُمت میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے احکام نافذ کرنے کی توجیہ

۲۵۔۔۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا شریعت اسلامیہ پر مطلع ہو کر مسلمانوں میں احکام جاری فرمانا

۲۶۔۔۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا قرآن مجید میں اجتہاد کر کے احکام جاری فرمانا

۲۷۔۔۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ہمارے نبی ﷺ سے بالشفاء اسلام کے احکام کا علم حاصل کرنا

۲۸۔۔۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ہمارے نبی ﷺ کی قبر انور سے اسلام کے احکام کا علم حاصل کرنا

۲۹۔۔۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ہمارے نبی ﷺ کی زیارت اور آپ کی تعلیم سے مستفید ہونا

۳۰۔۔۔ اولیاء کرام کا نیند اور بیداری میں آپ کی زیارت کرنا اور آپ سے استفادہ کرنا

۳۱۔۔۔ ایک وقت میں متعدد مقامات پر نبی ﷺ کی زیارت کی کیفیت

۳۲۔۔۔ اس اعتراض کا جواب کہ عہد صحابہ میں رسول اللہ ﷺ کی زیارت اور آپ سے استفادہ کا اس قدر ظہور کیوں نہیں

ہوا؟۔ (۵)

آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ حضرت علامہ سعیدی نے موضوع سے متعلقہ تمام اہم باتیں بیان فرمائی ہیں ان میں سے ہم حصول برکت کے لیے پانچ یہاں لکھتے ہیں۔

۱۔۔۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! ”میری مثال اور مجھ سے پہلے انبیاء کی مثال اس شخص کی طرح ہے جس نے بہت حسین و جمیل ایک گھر بنایا مگر اس کے کونے میں ایک اینٹ کی جگہ چھوڑ دی۔ لوگ اس گھر

کے گرد گھومنے لگے اور تعجب سے یہ کہنے لگے اس نے اینٹ کیوں نہ رکھی آپ نے فرمایا! میں (قصر نبوت کی) وہ اینٹ ہوں اور میں خاتم النبیین ہوں۔ (صحیح البخاری: ۳۵۳۵، صحیح مسلم: ۲۲۸۶، سنن الکبریٰ: ۱۱۳۲۲، مسند احمد: ۷۴۷۹، عالم الکتاب)

۲۔۔ حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! بے شک میرے لیے تمام روئے زمین کو لپیٹ دیا اور میں نے اس کے مشارق اور مغارب کو دیکھ لیا۔ (الی قولہ) عنقریب میری امت میں تیس کذاب ہوں گے ان میں ہر ایک کا زعم ہوگا کہ وہ نبی ہے اور میں خاتم النبیین ہوں اور میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔ (سنن ابو داؤد: ۴۲۵۲، صحیح مسلم: ۲۸۸۹، سنن الترمذی: ۲۲۰۲، سنن ابن ماجہ: ۳۹۵۲، صحیح البخاری: ۱۲۱۱ میں ہے عنقریب تیس کذاب نکلیں گے۔ ان میں سے ہر ایک کا زعم ہوگا کہ وہ رسول اللہ ہے)

۳۔۔ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! میری اور مجھ سے پہلے نبیوں کی مثال اس شخص کی طرح ہے جس نے گھر بنا کر مکمل کیا اور اس میں ایک اینٹ کی جگہ چھوڑ دی پس میں آیا اور میں نے اس اینٹ کو رکھ کر اس گھر کو مکمل کر دیا۔ (مسند احمد ج ۳ ص ۹، حافظ زین نے کہا! اس حدیث کی سند صحیح ہے۔ حاشیہ مسند احمد: ۱۱۰۰۹، دارالحدیث قاہرہ ۱۳۱۶ھ)

۴۔۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مجھے چھ وجوہ سے انبیاء پر فضیلت دی گئی ہے۔ ۱۔ مجھے جوامع الکلم عطا کیے گئے

۲۔ میری رعب سے مدد کی گئی

۳۔ میرے لیے شیعوں کو حلال کر دیا گیا

۴۔ تمام روئے زمین کو میرے لیے آلہ طہارت اور نماز کی جگہ بنا دیا گیا

۵۔ مجھے تمام مخلوق کی طرف (نبی بنا کر بھیجا گیا)

۶۔ اور مجھ پر نبیوں کو ختم کیا گیا (صحیح مسلم: ۵۲۳، سنن الترمذی: ۱۵۵۳، سنن ابن ماجہ: ۵۶۷، مسند احمد ج ۲ ص ۴۱۲)

۵۔۔ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا! تم میرے لیے ایسے ہو جیسے حضرت موسیٰ کے لیے ہارون تھے مگر میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا۔ (صحیح البخاری: ۴۳۱۶، صحیح مسلم: ۲۴۰۴، سنن الترمذی: ۳۷۳۱، سنن الکبریٰ للنسائی: ۴۸۳۵، المعجم الکبیر: ۳۳۳، ۳۰۲۶، المسند رک ج ۳ ص ۱۰۹، قدیم رقم الحدیث: ۳۵۷۵، جدید، سنن بیہقی ج ۹ ص ۴۰، صحیح ابن حبان: ۶۹۲۷، مصنف عبد الرزاق: ۹۷۴۹، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۲ ص ۶۰ (۶))

اس مبسوط بحث میں علامہ سعیدی صاحب نے جہاں ختم نبوت کے دلائل بڑی خوبصورتی سے دیے ہیں وہیں نبوت کے جھوٹے

دعویٰ دار رسوائے زمانہ مرزا غلام احمد قادیانی کا بھی ردِ تبلیغ کیا ہے اور اس کے اعتراضات کے مدلل جوابات دیے ہیں۔ اپنی معرکہ الآراء کتاب ”شرح صحیح مسلم“ کی چھٹی جلد میں بھی حضرت علامہ سعیدی صاحب نے رسول اللہ ﷺ کی ختم نبوت کے بیان اور قادیانیوں کے اعتراضات کے جوابات کے حوالے سے خوبصورت مقالہ لکھا ہے۔ اس مقالے میں ایک مقام پر آپ لکھتے ہیں!

”ہم نے مستند اہمات کتب حدیث سے ایسی احادیث پیش کر دی ہیں جن میں یہ تصریح کر دی گئی ہے کہ نبی ﷺ کے بعد کوئی رسول مبعوث ہوگا نہ کوئی نبی اور احادیث اس قدر زیادہ طرُق اور اسانید سے مروی ہیں کہ یہ حکماً متواتر ہیں ورنہ انکے تواتر معنوی ہونے میں کوئی شک و شبہ نہیں ہے۔ اور ان احادیث کو پڑھنے کے بعد ایک انصاف پسند شخص کے لیے ختم نبوت اور آپ کے بعد سلسلہ نبوت کے منقطع ہونے کے سلسلے میں کسی قسم کے تردد کی گنجائش نہیں ہے لہٰذا یہ کہ کسی شخص کے دل و دماغ پر گمراہی کی مہر لگی ہوئی ہو تو اس کے لیے ہدایت کی کوئی سبیل نہیں ہے۔“ (۷)

دسمبر ۱۹۷۵ء میں ماہنامہ ضیائے حرم کا تحریک ختم نبوت نمبر کے عنوان سے ایک خوبصورت خصوصی شمارہ شائع ہوا اس میں علامہ سعیدی صاحب کا ”قادیانیوں کو دعوت اسلام“ کے عنوان سے ایک وقیع علمی مقالہ چھپا۔ بقول مفتی عبدالقیوم ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ کہ دینی کا ایک مرزائی اس سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکا چنانچہ اس نے اپنے قلبی جذبات مدِ ضیائے حرم کے نام ارسال کئے۔ (۹)

اس مقالے کے آخر میں علامہ سعیدی صاحب قادیانیوں کو یوں دعوت اسلام دیتے ہیں!

”ہم انتہائی درد کیساتھ قادیانی حضرات سے گزارش کرتے ہیں کہ ایمان ایک قیمتی دولت ہے اس دولت کو اس شخص پر لٹا کر ضائع نہ کریں جس کی نبوت تو کجا ایمان بھی ثابت نہیں ہے۔ آؤ جعلی اور وضعی نبوت کو چھوڑ کر صرف اسکی نبوت پر قناعت کر لو جس کی نبوت ہر قسم کے شک و شبہ سے بالادلائل سے مبرا ہے اور آئندہ بعثت کے ختم ہونے کی علامت ہے۔ وہ نبی جو کوثر کا مالک لواءِ حمہ کا حامل اور انبیاء کا خاتم ہے اسے چھوڑ کر کسی مفتری اور کفر رسیدہ شخص کو نبی مان لینا ہرگز نجات کا راستہ نہیں ہے۔ پس اے راہ نور دان شوق اگر تم واقعی حق کی

تلاش رکھتے ہو تو آؤ اور قادیان کو چھوڑ کر طیبہ کی طرف لوٹ آؤ۔“ (۱۰)

حاصل بحث:

علامہ غلام رسول سعیدی مدظلہ نے اپنے مؤقف کی تائید اور مخالفین کی تردید میں اپنی باقی تحریروں کی طرح یہاں بھی خالصتاً معروضی اور تحقیقی انداز اختیار کیا ہے۔ ہر بات باحوالہ بیان کی ہے اور مصداقِ اصل یہ کو اپنے پیش نظر رکھا ہے۔ بلاشبہ آپ کا وجود مہتمماتِ روزگار میں سے ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کا سایہ تادیر اہل سنت کے سروں پر سلامت رکھے اور آپ کا قلم معجزِ قلم یونہی تاریکیوں میں اجالے بکھیرتا رہے۔ آمین!

دواشی / حوالہ جات

۱۔ سعیدی غلام رسول، علامہ شرح صحیح مسلم، فرید بک سنال لاہور طبع ۱۳، ربیع الثانی ۱۴۲۷ھ اپریل ۲۰۰۶ء، ج ۱ ص ۳۶ اور ۳۷ کے درمیان (تاثرات از علامہ عبدالحکیم شرف قادری)

۲۔ علامہ غلام رسول سعیدی کے تفصیلی حالات کے لیے ملاحظہ فرمائیں:

۱۔ محمد ناصر خان چشتی: حیات سعید ملت اور فہارس شرح صحیح مسلم، فرید بک سنال لاہور، طبع ۱۳۲۵ھ اپریل ۲۰۰۴ء
ب۔ محمد اسماعیل نورانی، حافظ: حقائق شرح صحیح مسلم و دقائق تبیان القرآن فرید بک سنال لاہور طبع اررمضان المبارک ۱۴۲۵ھ اکتوبر ۲۰۰۴ء

نعمۃ الباری فی شرح صحیح البخاری کی پہلی جلد منصبہ شہود پر آچکی ہے اور پانچویں جل علامہ سعیدی صاحب کے زیرِ قلم ہے اللہ تعالیٰ حضرت علامہ کو اس عظیم منصب کو پایہ تکمیل تک پہنچانے کی سعادت عطا فرمائے آمین! ۳۔ سعیدی غلام رسول: علامہ: تبیان القرآن، فرید بک سنال لاہور طبع ۶، رجب ۱۴۲۶ھ اگست ۲۰۰۵ء، ج ۱ ص ۲۹۱

۴۔ سعیدی، غلام رسول، علامہ: تبیان القرآن، فرید بک سنال لاہور طبع ۲ صفر ۱۴۲۶ھ اپریل ۲۰۰۵ء، ج ۱ ص ۳۶۱۔ ۳۹۶

۵۔ حوالہ محمولہ بالا ۶۔ تبیان القرآن ج ۹ ص ۳۶۳۔ ۳۶۴

۷۔ سعیدی، غلام رسول، علامہ: شرح صحیح مسلم، فرید بک سنال لاہور طبع ۱۴، ربیع الاول ۱۴۲۸ھ اپریل ۲۰۰۷ء، ج ۶ ص ۲۹۷

۸۔ ماہنامہ ضیائے حرم کا آغاز حضرت پیر محمد کرم شاہ الازہری متوفی ۱۹۹۸ء نے ۱۹۰۷ء میں حافظ مظہر الدین مظہر کے مشورے سے کیا جو کہ اب تک بڑی کامیابی کیساتھ نکل رہا ہے۔

۹۔ سعیدی، غلام رسول، علامہ: تذکرۃ المحمدین، فرید بک سنال، لاہور طبع ربیع الثانی ۱۳۹۷ھ ۱۹۷۷ء ص ۲۰ (تقریب و تعارف از علامہ مفتی عبدالقیوم ہزاروی)

۱۰۔ سعیدی، غلام رسول، علامہ: قادیانیوں کو دعوتِ اسلام، ماہنامہ ضیائے حرم، تحریک ختم نبوت نمبر لاہور طبع ۲ (ماہ و سال

درج نہیں (ص ۱۶۰)

ب (ایضاً: مقالات سعیدی، فرید بک شال لاہور طبع ۹ ربیع الثانی ۱۴۲۶ھ جون ۲۰۰۵ء، ص ۸۱)

☆☆☆☆

☆☆☆☆

☆☆☆☆



تحریک تحفظ ختم نبوت 1974ء میں

امام الشاہ احمد نورانی اور عوامی رابطہ مہم

محمد انس رضا

علامہ شاہ احمد نورانی صدیقی نے 30 جون 1974ء کو قومی اسمبلی میں قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کی قرارداد پیش کرنے کے بعد 7 ستمبر 1974ء تک قومی اسمبلی کی خصوصی کمیٹی اور رہبر کمیٹی کے رکن ہونے کے باوجود عوامی سطح پر تحریک کو مزید منظم اور فعال بنانے کیلئے مجلس عمل کے اجلاسوں میں شرکت کرنے کے علاوہ ملک بھر میں مختلف علاقوں کے مسلسل طوفانی دورے بھی کئے، آپ نے ان دوروں کے دوران کم و بیش چالیس ہزار میل کا سفر طے کیا اور تقریباً ڈیڑھ سو سے زائد شہروں، قصبوں اور دیہاتوں میں عظیم الشان جلسہ عام سے خطاب کرتے ہوئے مسلمانوں کو قادیانیوں کی فتنہ پرداز یوں اور شرانگیزیوں سے آگاہ کیا۔

علامہ شاہ احمد نورانی کی کوششوں کی بدولت تحریک ختم نبوت کے بیرونی محاذ کو سرگرم رکھنے کیلئے تمام مکتبہ فکر کے علمائے کرام پر مشتمل مجلس عمل تحفظ ختم نبوت کا قیام عمل میں آچکا تھا اور حضرت علامہ سید محمود احمد رضوی، علامہ یوسف بنوری، مجاہد ملت علامہ عبدالستار نیازی و دیگر جید علمائے کرام مجلس عمل تحفظ ختم نبوت کے پلیٹ فارم سے مجلس عمل کے دستور و منشور کے مطابق تحریک ختم نبوت کو متحرک و فعال رکھے ہوئے تھے۔ لیکن اس کے باوجود علامہ شاہ احمد نورانی صدیقی نے 30 جون 1974ء کو قومی اسمبلی میں قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کی قرارداد پیش کرنے کے بعد 7 ستمبر 1974ء تک قومی اسمبلی کی خصوصی کمیٹی اور رہبر کمیٹی کے رکن ہونے کے باوجود عوامی سطح پر تحریک کو مزید منظم اور فعال بنانے کیلئے مجلس عمل کے اجلاسوں میں شرکت کرنے کے علاوہ ملک بھر میں مختلف علاقوں کے مسلسل طوفانی دورے بھی کئے۔ اس عوامی رابطہ مہم کے دوران آپ باقاعدگی سے اسمبلی کے اجلاسوں سمیت، خصوصی کمیٹی اور رہبر کمیٹی کے اجلاسوں میں بھی شرکت کرتے رہے۔ آپ نے ان دوروں کے دوران کم و بیش چالیس ہزار میل کا سفر طے کیا اور تقریباً ڈیڑھ سو سے زائد شہروں، قصبوں اور دیہاتوں میں عظیم الشان جلسہ عام سے خطاب کرتے ہوئے مسلمانوں کو قادیانیوں کی فتنہ پرداز یوں اور شرانگیزیوں سے آگاہ کیا۔ اس دور کے اخبارات و جرائد شاہد ہیں کہ علامہ شاہ احمد نورانی قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار کوانے کیلئے کس قدر مصروف رہے۔ ذیل میں مختصر آدوروں کی تفصیل درج ہے۔

☆ علامہ شاہ احمد نورانی صدیقی نے 15 جولائی 1974ء کو کونسل میں ہونے والے مجلس عمل تحفظ ختم نبوت کے اجلاس میں شرکت فرمائی۔ اس اجلاس میں آپ کے علاوہ مولانا غلام علی اوکاڑوی، علامہ محمود احمد رضوی، مولانا مفتی محمود، مولانا یوسف بنوری، پروفیسر غفور احمد، آغا شورش کاشمیری، مولانا ظفر علی انصاری، احسان الہی ظہیر، نوابزادہ نصر اللہ خان وغیرہ نے بھی شرکت کی۔ (تحریک ختم نبوت جلد سوئم ص 474)

☆ 31 جولائی 1974ء کو علامہ شاہ احمد نورانی نے تصور میں ایک اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے حکومت کو متنبہ کیا کہ اگر قادیانی مسئلہ حل کرنے میں تاخیر ہوئی تو اپوزیشن قومی اسمبلی کا بائیکاٹ کرے گی۔ اور یہ بائیکاٹ اس بات کی دلیل ہوگا کہ اسمبلی میں کچھ نہیں ہو رہا ہے۔ (تحریک ختم نبوت میں جمعیت علمائے پاکستان کا کردار - از صادق قسوری ماہنامہ لائبرائی بعدی لاہور 2002ء)

☆ 4 اگست 1974ء کو علامہ شاہ احمد نورانی صدیقی نے چوک لوہاری مسلم مسجد لاہور میں عظیم الشان ختم نبوت کانفرنس میں شرکت کی اور اس کانفرنس سے خطاب فرمایا۔ آپ کے علاوہ اس کانفرنس میں مفتی محمود، پروفیسر غفور احمد، چوہدری ظہور الہی نے بھی شرکت کی، اور اجتماع سے خطاب فرمایا۔ (تحریک ختم نبوت جلد سوئم ص 598)

☆ 6 اگست 1974ء کو علامہ شاہ احمد نورانی صدیقی نے انجمن طلباء اسلام پاکستان کے جلسہ عام سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ قومی اسمبلی کی خصوصی کمیٹی میں قادیانیوں کے خلاف ہونے والی کارروائی سے ہم مطمئن ہیں۔ اور امید رکھتے ہیں کہ یہ مسئلہ تسلی بخش طور پر حل کر لیا جائے گا۔ لیکن اگر ایسا ممکن نہ ہوا اور قوم کی خواہشات اور جذبات کے برعکس کوئی فیصلہ زبردستی قوم پر مسلط کرنے کی کوشش کی گئی تو وہ قومی اسمبلی سے باہر نکل آئیں گے۔ آپ نے پنجاب میں انجمن طلباء اسلام کے سینکڑوں کارکنوں کی گرفتاری کی مذمت کرتے ہوئے ان کی فوری رہائی کا مطالبہ کیا۔ (تحریک ختم نبوت جلد سوئم ص 608)

☆ 12 اگست 1974ء کو مجلس عمل تحفظ ختم نبوت ضلع سرگودھا کے زیر انتظام ختم نبوت کانفرنس میں شرکت کیلئے قافلہ جس میں علامہ شاہ احمد نورانی، علامہ محمود احمد رضوی، مولانا یوسف بنوری، مفتی محمود، نوابزادہ نصر اللہ خان، سید مظفر علی شمس شامل تھے۔ جب لاہور سے روانہ ہوا تو سرگودھا تک ہر شہر میں اس قافلے کا فقید المثال استقبال ہوا۔ بعد نماز عشاء علامہ شاہ احمد نورانی اور دیگر مقررین نے جامع مسجد گول چوک پر ایک عظیم الشان ختم نبوت کانفرنس سے خطاب فرمایا۔ (تحریک ختم نبوت جلد سوئم ص 631-626)

☆ 18 اگست 1974ء کو منڈی مرید کے میں ایک جلسہ عام سے خطاب کرتے ہوئے علامہ شاہ احمد نورانی نے فرمایا کہ قومی اسمبلی کے 95% ارکان منکرین ختم نبوت کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کے حق میں ہیں۔ اور قومی امید ہے کہ انہیں غیر مسلم اقلیت قرار دے دیا جائے گا۔ آپ نے جلسہ گاہ میں موجود لوگوں کو بتایا کہ قومی اسمبلی کی خاص کمیٹی کے روبرو قادیانی

لیڈروں پر جرور و بد قادیانی لیڈروں پر جرح تسلی بخش طور پر جاری ہے۔ اور انشاء اللہ اس کے اچھے نتائج نکلیں گے۔ آپ نے یہ بھی بتایا کہ دوسرے فریق کی طرف سے وزیراعظم بھٹو پر زبردست دباؤ ڈالا جا رہا ہے۔ اس لیے وہ قومی اسمبلی کے فیصلے پر اثر انداز بھی ہو سکتے ہیں۔ تاہم ایسی صورت میں عوامی نمائندوں اور عوام کا رد عمل بہت سخت ہوگا۔ (تحریک ختم نبوت جلد سوئم

ص 631-626)

☆ 19، اگست 1974ء کو علامہ شاہ احمد نورانی نے منڈی مرید کے میں ایک جلسہ عام سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ قومی اسمبلی مگرین ختم نبوت کو غیر مسلم اقلیت قرار دے دے گی۔ کیونکہ اسمبلی کے پچانوے فیصد ممبر اقلیت قرار دینے کے حق میں ہیں۔ (تحریک ختم نبوت میں جمعیت علمائے پاکستان کا کردار۔ از صادق قصوری ماہنامہ لائمی بعدی لاہور 2002ء)

☆ 22، اگست 1974ء کو علامہ شاہ احمد نورانی نے لائل پور میں جامع مسجد گلزار مدینہ محمد پورہ میں عظیم الشان سنی کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے سواد اعظم کے مطالبات کا اعادہ کرتے ہوئے کہا کہ حکومت قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دے۔ اور انہیں کلیدی آسامیوں سے ہٹایا جائے۔ اور ربوہ کو کھلا شہر قرار دیا جائے۔ آپ نے شرح وسط سے قرآن وحدیث کی روشنی میں قادیانیوں کے سیاسی، سماجی، اور اقتصادی بائیکاٹ کو جائز قرار دیا۔ اور کہا کہ بہتر ہے حکومت 7، ستمبر تک قادیانی مسئلہ کا فیصلہ کر دے۔ اگر حکومت نے مسلمانوں کی امنگوں کے خلاف فیصلہ کیا تو مرکزی مجلس عمل 7، ستمبر کے بعد اپنے اجلاس میں آئندہ کے لائحہ عمل کا تعین کرے گی۔ (تحریک ختم نبوت جلد سوئم ص 679)

☆ 30، اگست 1974ء کو مجلس عمل تحفظ ختم نبوت کے زیر انتظام ملتان میں کنونشن منعقد ہوا۔ اس کنونشن میں علامہ شاہ احمد نورانی، مفتی محمود، نوابزادہ نصر اللہ خان، سید مظفر علی ششی، احسان الہی ظہیر وغیرہ نے شرکت کی۔

☆ 31، اگست 1974ء جمعیت علمائے پاکستان کے سربراہ اور رکن قومی اسمبلی علامہ شاہ احمد نورانی نے حکومت سے مطالبہ کیا ہے کہ وہ قادیانی مسئلہ کو امت مسلمہ کی خواہش کے مطابق حل کر کے شکوک و شبہات دور کرے۔ علامہ شاہ احمد نورانی نے یہ بات بلاک نمبر ۱۲ میں ایک مسجد کا سنگ بنیاد رکھتے ہوئے کہی۔ انہوں نے مجلس عمل کے کارکنوں پر زور دیا کہ وہ پرامن جدوجہد جاری رکھیں۔ آج جب مولانا شاہ احمد نورانی سرگودھا پہنچے تو سرگودھا سے سات میل باہران کا شاندار استقبال کیا گیا۔ اور ان کو ٹرکوں، بسوں اور اسکوٹروں پر سوار سینکڑوں افراد کے جلوس کے ساتھ شہر لایا گیا۔ جن لوگوں کو یہ نظارہ دیکھنا نصیب ہوا۔ ان کا کہنا ہے کہ ایسے استقبالات کی مثال پاکستان بننے کے بعد سرگودھا کی تاریخ میں نہیں ملتی۔ اور نہ ہی اس سے قبل عوام میں اتنا جوش و خروش دیکھا گیا۔ مولانا شاہ احمد نورانی نے لگھور منڈی میں بھی ایک اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ مسلمانوں کی اجتماعی قوت کو ختم کرنے کیلئے یہ پودا کاشت کیا گیا تھا۔ جس کی پاکستان کے سابق حکمران بھی آبیاری کرتے رہے۔ لیکن اب وقت آ گیا ہے اسے جڑ سے اکھاڑ پھینکا جائے۔ انہوں نے کہا قومی اسمبلی کے ارکان کو مرزا ناصر سے

براہ راست سوال پوچھنے کی اجازت نہ تھی۔ بلکہ انہیں پہلے اپنے سوالات لکھ کر انارنی جنرل کو دینا پڑتے تھے۔ انہوں نے کہا کہ مرزا ناصر ہمارے سوالات سے اس قدر بوکھلا اٹھا کہ وہ یہ کہتے سنا گیا کہ میں تنگ آچکا ہوں، سوالات کا سلسلہ کب ختم ہوگا۔ انہوں نے امید ظاہر کی کہ حکومت 7، ستمبر کو اس مسئلہ کو مسلمانوں کی خواہشات کے مطابق حل کر دے گی۔ (تحریک ختم نبوت جلد سوئم ص 696-697)

☆ 25، اگست 1974ء کو علامہ شاہ احمد نورانی نے لائل پور کا دورہ کیا اور وہاں ایک عظیم الشان سنی کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ حکومت قادیانیوں کا مسئلہ حل کرتے وقت عوام کے احساسات کا خیال رکھے۔ اگر عوام کا مطالبہ پورا نہ ہوا تو مجلس عمل آئندہ کا لائحہ عمل مرتب کرے گی۔ (تحریک ختم نبوت میں جمعیت علمائے پاکستان کا کردار۔ از صادق قصوری ماہنامہ لائبنی بعدی لاہور 2002ء)

☆ 31، اگست 1974ء کو علامہ شاہ احمد نورانی نے سرگودھا میں ایک اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار نہ دیا گیا تو عوام کبھی بھی مطمئن نہیں ہونگے۔ اگر فیصلہ عوامی خواہشات کے مطابق نہیں ہوا تو تحریک چلائی جائے گی۔ ناموس رسالت کی خاطر مسلمان ہر قسم کی قربانی دینے کو تیار ہیں۔ عقیدہ ختم نبوت کی ہر قیمت پر حفاظت کی جائے گی۔ یہ حکومت اور عوام کے منتخب نمائندوں کی آزمائش کا وقت ہے۔ (تحریک ختم نبوت میں جمعیت علمائے پاکستان کا کردار۔ از صادق قصوری ماہنامہ لائبنی بعدی لاہور 2002ء)

☆ یکم ستمبر 1974ء کو لاہور کی بادشاہی مسجد میں مجلس عمل تحفظ ختم نبوت کے زیر انتظام عظیم الشان جلسہ عام منعقد کیا گیا۔ اس جلسہ عام میں علامہ شاہ احمد نورانی صدیقی کے علاوہ حضرت خواجہ قمر الدین سیالوی، صاحبزادہ معین الدین شاہ گولڑہ شریف، علامہ محمود احمد رضوی، مولانا عبدالستار خان نیازی، علامہ عبدالصطفیٰ ازہری، مولانا مودودی، نصر اللہ خان، پیر صاحب پکڑا، مولانا عبداللہ درخوasti، چوہدری ظہور الہی، سمیت دیگر علماء و مشائخ نے شرکت کی۔ رہبر کشمیری کے ممبر اور کن قومی اسمبلی علامہ شاہ احمد نورانی نے اپنی تقریر میں کہا کہ منکرین ختم نبوت کو اقلیت قرار دینے کا مطالبہ مجلس عمل کا نہیں بلکہ پاکستان کی عوام کا ہے۔ یہ مطالبہ عالم اسلام کی ان تمام تنظیموں کا ہے۔ جو اپریل میں مکہ مکرمہ میں جمع ہوئی ہیں۔ ہم بھی انہیں غیر مسلم قرار دینے کا مطالبہ اس لیے کر رہے ہیں۔ کہ ان کی جانیں اور مال محفوظ رہیں۔ بصورت دیگر مسلمان منکرین ختم نبوت کے ساتھ ایسا سلوک کریں گے۔ جو عہد ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ میں غیر مسلموں کے ساتھ ہوا تھا۔ اگر حکومت اس نازک بات کو نہیں سمجھتی تو پھر نتائج کیلئے تیار ہے۔ (روزنامہ نوائے وقت لاہور 2 ستمبر 1974ء)

☆ 6، ستمبر 1974ء کی رات راجہ بازار، راولپنڈی کی جامع مسجد میں ایک عظیم الشان جلسہ عام منعقد ہوا۔ جس میں علامہ شاہ احمد نورانی صدیقی، مولانا مفتی محمود، پروفیسر غفور احمد، چوہدری ظہور الہی سمیت اور متعدد علماء و مشائخ نے شرکت کی۔

تحریک ختم نبوت اور

حضرت شیخ القرآن عبد الغفور ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ

پروفیسر ڈاکٹر محمد آصف ہزاروی

لاریب وہ نقیب تھاؤ کر حضور کا چرچا جہاں میں کیوں نہ ہو عبد الغفور کا (محمد علی ظہوری)

قائد اعظم کے رفیق سفر مجاہد تحریک پاکستان و ختم نبوت قدوۃ السالکین، غواص بحر عرفانی، فخر الفضل المدقین، استاذ العلماء حضرت شیخ القرآن ابو الحقائق پیر محمد عبد الغفور ہزاروی چشتی گولڑوی سابق مرکزی صدر جمعیت علماء پاکستان ان نابغہ روزگار ہستیوں میں سے ہیں جنہوں نے تحریفات و تاویلات کا پردہ چاک کیا اور حقیقت اسلام کو اجاگر کرنے کے لیے اپنی پوری زندگی وقف کر رکھی تھی۔ آپ نے عقائد باطلہ کا رد اور مادیت کے خلاف جہاد جاری رکھا آپ اپنی علمیت، فقہت، زور خطابت اور تدریس، تبلیغی و تنظیمی خدمات کی بدولت جدید علمائے حق کے قائد سمجھے جاتے ہیں۔

آپ ۹ ذی الحجہ ۱۳۲۹ھ یکم دسمبر ۱۹۱۱ء بروز جمعۃ المبارک ہری پور ہزارہ کے دور افتادہ گاؤں چبہ پنڈ میں حضرت مولانا عبد الحمید رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں پیدا ہوئے۔ آپ کا گھرانہ کئی پشتوں سے علم و فضل کے ساتھ ساتھ تصوف میں بھی ممتاز مقام رکھتا تھا۔ آپ کے جد امجد اخوندزادہ استاذ العلماء بحر الحقائق حضرت مولانا محمد عالم رحمۃ اللہ علیہ دیگر علوم کے علاوہ علم میراث اور فقہ و منطق میں کمال عبور رکھتے تھے آپ کے شاگردوں میں علاوہ چچہ، قندھار، میوات، کابل و قلات کے نامور علماء شامل ہیں۔ آپ کو حضرت امام المسلمین والجاہدین حضرت اخوندزادہ محمد عبد الغفور المعروف پیر صاحب سید و شریف سے شرف صحبت حاصل تھا۔ پیر سید و شریف سوات رحمۃ اللہ نے اپنے سینکڑوں خلفاء کی موجودگی میں آپ کو فرمایا کہ آپ نے میرا جنازہ پڑھا نا ہے۔ حضرت مولانا عبد الحمید رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں جب بیٹے کی ولادت ہوئی تو انہوں نے اپنے والد ماجد کے شیخ طریقت کے نام کی نسبت سے آپ کا نام محمد عبد الغفور رکھا۔

آپ کے اساتذہ میں قبلہ عالم غوث زماں فاتح قادیا نیت اعلیٰ حضرت پیر سید محمد مہر علی شاہ گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا عبد الحمید رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا احمد دین رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا محبت النبی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا نقیب الدین غور غشتوی کے علاوہ حجتہ الاسلام حضرت مولانا حامد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ شامل ہیں۔ جب آپ دارالعلوم مظہر الاسلام بریلی شریف سے دورہ حدیث سے فارغ ہوئے تو استاد محترم نے ابو الحقائق کا لقب عطا کیا اپنے

دارالعلوم میں مسند تدریس پر فائز کرنے کے علاوہ خلافت و اجازت سے نوازا گیا۔ آپ کو حضور قبلہ عالم اعلیٰ حضرت گولڑوی سے شرف بیعت کی سعادت حاصل ہوئی خود سرچشمہ رشد و ہدایت علم و بصیرت اعلیٰ حضرت قبلہ عالم گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو شرف تلمذ کی لازوال دولت بیعت کی سعادت عظمیٰ کے ساتھ ساتھ دعائے خیر و برکت سے نوازتے ہوئے ارشاد فرمایا! جاؤ میاں اللہ پاک تمہیں بڑا مولوی بنائے۔ قبلہ عالم کے دعائیہ کلمات اور پیش گوئی یوں پوری ہوئی، دنیا آپ کو شیخ القرآن کے لقب سے پہچاننے لگی ہزاروں جید علماء مناظر، صوفی و محدث آپ کی شاگردی پر ناز کرتے ہیں۔ آپ کو اپنے شیخ کامل کے آستانہ عالیہ غوثیہ گولڑہ شریف میں پچیس سال وعظ حاصل کرنے کا شرف حاصل ہوا۔

آپ کو حضرت اویس وقت خواجہ گوہر دین جنید زوی رحمۃ اللہ علیہ حضرت خواجہ معصوم بادشاہ چوہہ شریف، حضرت خواجہ احمد نور چکوال سے خلافت ملی۔ حضرت کی دیگر خوبیوں میں سے ایک نمایاں وصف آپ کا طرز کلام یعنی فن تقریر تھا آپ کو جس قدر شہرت ہوئی اس میں زیادہ حصہ تدریس دورہ قرآن مجید اور خطابت کا ہے۔ آپ کا انداز فکر منفرد اور ممتاز تھا۔ جب خطا ب فرماتے تو پوری طرح سے سامعین پر چھا جاتے ہر طرف سناٹا مچا جاتا لوگ ہمت نہ ہو کر ساری ساری رات آپ کا خطاب سنتے خطابت کا نمایاں پہلو یہ تھا کہ دقیق سے دقیق مسائل کو آسان مثالوں سے غبی سے غبی ذہن میں اتار دیتے تقریر میں صوفیا نہ رنگ غالب تھا جب تصوف کے موضوع پر بیان فرماتے تو عوام کے ساتھ ساتھ علماء و مشائخ بھی عیش و عشرت کر اٹھتے تقریر میں ایک شعر کو موضوع بنا لیتے اور پوری تقریر اس ایک شعر کے گرد گھومتی یوں تو تکرار سے اکتاہٹ پیدا ہو جاتی ہے مگر آپ جب جب بار بار شعر پڑھتے اور قرآن و احادیث کی کتب سے مثالیں بیان کرتے تو علماء بھی وجد کرتے تھے۔

عشق نبی کے باب کا عنوان ہزاروی ناموس مصطفیٰ کا نگہباں ہزاروی
غواص بحر عظمت قرآن ہزاروی شیخ زمان و رازی دوراں ہزاروی
القیم ذوق و شوق کے سلطان ہزاروی اہل جنوں کے درد کا درماں ہزاروی
دل اہل درد و سوز کے سرور ہو گئے کچھ اس طرح ہوئے تھے غزل خواں ہزاروی

یہ سچ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کسی کو نوازتا ہے تو اپنی شان عطا سے نوازتا ہے اور ہر پہلو سے نوازتا ہے اللہ تعالیٰ نے حضرت شیخ القرآن کو اس شان سے نوازنا کہ جسمانی و روحانی، ظاہری و باطنی، عملی و وجدانی ہر پہلو سے محاسن کے ساتھ نوازا اور بے مثل نوازا۔ آپ علوم کے ایسے بحر ذخار تھے کہ جسکی گہرائی اور وسعت لا محدود تھی اس سمندر بے کنار سے علوم کے طوفان اٹھتے تو پھیلتے نظر آتے مگر اس میں باہر سے دریا گرتے نظر نہ آتے۔ تیس سے زائد علوم آپ کی جنبش لب سے وجود پاتے یعنی آپ علوم سے اپنی بات نہ بتاتے بلکہ اپنی بات سے علوم کو وجود عطا کرتے اگر آپ علوم و فنون کے ہمالیہ تھے تو میدان خطابت کے شاہسوار بھی تھے آپ فی الحقیقت ایک جادو بیاں اور قادر الکلام خطیب تھے آپ کی خطابت میں جہاں انداز خطابت کی

عزت ہوتی وہاں معارف وحقائق کا ایک مواج سمندر بھی مثلاً ظم ہوتا کتاب وسنت کے جواہر تصوف کے اسرار ورموز کلام کی گتھیاں سلجھانے کے لئے باہر اند نکات سامعین کو کیف وسرور کے جہاں میں مستغرق کر دیتے تھے۔ جب اپنے ذوق میں عشق سید عالم ﷺ سے سرشار ہو کر مشغول شریف کے اشعار پڑھتے تو یوں لگتا قدی بھی داد و تحسین دے رہے ہیں اور پوری کائنات آپ کے ذوق کی موافقت میں وجد کر رہی ہے بارہا دیکھا گیا کہ آپ کے انداز بیان سے متاثر ہو کر مجمع میں لوگ مایہ بے آب کی طرح ترپنے لگتے تھے۔

وہ تیرا حسن خطابت، وہ تیرا طرز کلام اب نہیں ملتی زمانے میں کوئی ایسی مثال حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی پوری زندگی دین کی سر بلندی کے لئے وقف کر رکھی تھی۔ درس و تدریس و خطابت کا سلسلہ تازیت جاری رہا۔ مدرسہ کی بنیاد رکھی اور دورہ تفسیر قرآن مجید میں اہل سنت میں اولین مقام حاصل کیا۔ سوشلزم کے خلاف جہاد میں مصروف رہے۔ آپ کا شمار ان ۱۱۳ علماء میں ہوتا ہے جنہوں نے سوشلزم کو کفر قرار دیتے ہوئے فتویٰ پر دستخط ثبت فرمائے، غیر اسلامی عاقلی قوانین کی بھرپور مخالفت کی حکمہ اوقاف میں پائی جانے والی خرابیوں پر سخت تنقید فرماتے آپ کی تقریر کا یہ جملہ تاریخی حیثیت اختیار کر گیا ”حکمہ اوقاف کو شریعت کے مطابق موڑ دیا پھر توڑ دو“ علماء سواد و عقائد مسلمین کی اصلاح فرمائی ہمیشہ بد عقیدہ لوگوں کو مناظروں میں شکست دی۔ جمعیت علماء پاکستان کے مرکزی صدر کی حیثیت سے اہل سنت کو سیاسی میدان میں عروج عطا فرمایا۔ اور حکومت پر کھل کر تنقید کرتے اسی ضمن میں ملک میں چلنے والی تحریک بحالی جمہوریت میں نمایاں کردار ادا کیا۔

حضرت شیخ القرآن جہاں ایک عظیم مذہبی رہنما، خطیب، مدرس، مفسر، محدث، صوفی، مکتبہ آفرین محقق، شاعر، روحانی رہنما اور ایمان و عمل، فکر و نظر، عقلمند و رفعت، زہد و تقویٰ، فصاحت و بلاغت، استقامت و عزیمت، شجاعت و جرأت، مقبولیت و شہرت، مرجعیت و محبوبیت کے اعتبار سے یقیناً ابوالحقائق اور شیخ العرفان تھے وہاں آپ ایک محب وطن رہنما اور قائد اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے رفیق سفر بھی تھے۔

آپ نے ابتدائی دور سے ہی سیاست میں حصہ لینا شروع کر دیا۔ جب قائد اعظم مسلمانان برصغیر کی طرف سے مایوس ہو کر برطانیہ چلے گئے اس وقت جہاں دیگر بڑی بڑی خانقاہوں کے سجادہ نشین حضرات نے قائد اعظم کو برصغیر واپس آنے کے لئے خط لکھے وہاں آپ نے بھی قائد اعظم کو خط لکھا کہ واپس آ کر مسلمانوں کی قیادت سنبھالیں علماء ہر ممکن حد تک آپ کا ساتھ دیں گے۔ آپ نے جن بڑی تحریکوں میں حصہ لیا ان میں تحریک مسجد شہید گنج، تحریک خلافت، تحریک اتحاد و ملت، تحریک نیلی پوش، تحریک پاکستان اور تحریک ختم نبوت شامل ہیں۔

حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ نے ۱۹۴۸ء میں مولانا عبدالحامد بدایونی کے ہمراہ کراچی میں قائد اعظم رحمۃ اللہ

علیہ سے ملاقات کی اور مطالبہ پیش کیا کہ ملک پاکستان کا دستور قرآن و سنت کی روشنی میں تیار کیا جائے اور دیگر اسلامی ملکوں کی طرح یہاں بھی وزارت امور مذہبی کو قائم کیا جائے۔ پاکستان کے معرض وجود میں آتے ہی کئی فتنوں نے سراٹھایا۔ ان میں سب سے بڑا مسئلہ قادیانیوں کا پاکستان کے خلاف سازشیں کرنا تھا۔ مرزا غلام احمد قادیانی نے نبوت کا جھوٹا دعویٰ کیا۔ اسے ہندوؤں اور انگریزوں کی مکمل حمایت حاصل تھی بلکہ مرزا غلام احمد کو انگریز نے ہی اس مقصد کے لئے تیار کیا اور مرزا نے حکومت برطانیہ کو اپنی تمام تر وفاداریوں کا یقین دلایا ایک مقام پر لکھا ہے!

”میں اس گورنمنٹ کے لئے ایک تعویذ کے ہوں اور بطور ایک پناہ کے ہوں۔“ (نورالحق

ص ۳۳ مندرجہ روحانی خزائن ج ۸ ص ۴۴)

”میں اس (اللہ پاک) کا شکر ادا کرتا ہوں کہ اس نے مجھے ایک ایسی گورنمنٹ کے سایہ رحمت کے نیچے جگہ دی جس کے سایہ میں بڑی آزادی سے اپنا کام صحت و عظ کا ادا کر رہا ہوں اگرچہ اس محسن گورنمنٹ کا ہر ایک پر رعایا میں سے شکر واجب ہے مگر میں خیال کرتا ہوں کہ مجھ پر سب سے زیادہ واجب کیونکہ یہ میرے اعلیٰ مقاصد جو جناب قیصر ہند (ملکہ برطانیہ) کی حکومت کے سائے کے نیچے انجام پذیر ہو رہے ہیں ہرگز ممکن نہ تھے کہ کسی اور گورنمنٹ کے زیر سایہ انجام پذیر ہو سکتے اگرچہ وہ کوئی اسلامی گورنمنٹ ہی ہوتی۔“ (تخفہ قیصریہ ص ۳۱ روحانی خزائن ج ۱۲ ص ۲۸۳)

قیام پاکستان پر مرزائیوں کی شدید خواہش تھی کہ یہ ملک مٹ کر دوبارہ ہندوستان میں مدغم ہو جائے ایک موقع پر مرزا بشیر الدین محمود قادیانی نے کہا!

”ہم ہندوستان کی تقسیم پر رضامند ہوئے تو خوشی سے نہیں بلکہ مجبوری سے اور پھر یہ کوشش کریں گے کہ کسی نہ کسی طرح پھر متحد ہو جائیں۔“ (روزنامہ اخبار الفضل قادیان ۷ مئی ۱۹۴۷ء)

”پاکستان کا وجود عارضی ہے اور کچھ وقت کے لئے دونوں قومیں (ہندو، مسلمان) جدا جدا رہیں گی۔ مگر یہ حالت عارضی ہوگی اور ہمیں کوشش کرنی چاہیے کہ جلد دور ہو۔ بہر حال ہم چاہتے ہیں کہ اکھنڈ ہندوستان بنے اور ساری قومیں باہم شیر و شکر ہو کر رہیں۔“ (روزنامہ اخبار الفضل قادیان ۱۱۵ اپریل ۱۹۴۷ء)

پاکستان میں مرزائیوں نے حالات کو اپنے لئے مفید پا کر اکھنڈ بھارت کے الہامی عقیدہ کی تبلیغ شروع کر دی۔ دن بدن مرزائی

پاکستان میں کھلم کھلا اپنے نظریات کا پرچار کرنے لگے۔ علماء کرام سے خون کا بدلہ لینے کی باتیں ہونے لگیں۔ پاکستان کے وزیر خارجہ سر ظفر اللہ خان نے ۱۷ مئی ۱۹۵۲ء کو جہانگیر پارک کراچی میں قادیانیوں کے ایک جلسہ عام سے خطاب کرنے کا اعلان کیا تو مسلمانوں نے اسے اپنے لئے چیلنج سمجھ کر احتجاج شروع کر دیا۔

”چوہدری ظفر اللہ خان نے کراچی کے جلسہ میں کہا ”احمدیت ایک ایسا پودا ہے جو اللہ پاک نے خود لگایا ہے اب وہ جڑ پکڑ گیا ہے اگر یہ پودا اکھاڑ دیا گیا تو اسلام ایک زندہ مذہب کی حیثیت سے باقی نہ رہے گا بلکہ ایک سوکھے ہوئے درخت کی مانند ہو جائے گا اور دوسرے مذاہب پر اپنی برتری کا ثبوت مہیا نہ کر سکے گا۔“ (رپورٹ تحقیقاتی عدالت حکومت پنجاب)

چنانچہ کراچی میں علماء کرام کی ایک میٹنگ منعقد ہوئی جس میں مختلف مکاتب فکر کے علماء شامل ہوئے ۳ جون ۱۹۵۲ء کو مجلس مشاورت نے ذیل کے مطالبات پیش کر دیے (۱) قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا جائے (۲) چوہدری ظفر اللہ خان کو وزیر خارجہ کے عہدے سے سبکدوش کیا جائے (۳) تمام کلیدی عہدوں سے قادیانیوں کو ہٹایا جائے۔

”۱۳ جولائی ۱۹۵۲ء کو آل مسلم پارٹی کنونشن لاہور میں برکت علی محمدن ہال میں منعقد ہوا جس میں تمام مذہبی و سیاسی جماعتوں کے قائدین شامل ہوئے اس کانفرنس میں شرکت کیلئے خصوصی طور پر حضور قبلہ بابو جی رحمۃ اللہ علیہ گولڑہ شریف سے لاہور تشریف لائے۔“ (تحریک ختم نبوت از شورش کاشمیری ص ۹۱)

حضرت شیخ القرآن محمد عبدالغفور ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ نے اس تحریک میں بھرپور کردار ادا کیا۔ آپ اپنی تقاریر میں ختم نبوت پر دلائل دیتے اور لوگوں کو اس بات پر ابھارتے کہ حکومت وقت کو مجبور کیا جائے کہ وہ قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دے چنانچہ آپ بھی ۱۳ جولائی ۱۹۵۲ء کو آل پارٹیز مسلم کانفرنس لاہور میں شریک ہوئے تحقیقاتی رپورٹ کے صفحہ ۸۱ پر آپ کا اسم گرامی لکھا ہوا ہے۔ مولانا عبدالغفور ہزاروی (انجمن سجادہ نشینان پنجاب) اس موقع پر آپ نے زبردست خطاب بھی فرمایا۔ تحقیقاتی رپورٹ جو علماء کرام اور اسلام کے خلاف ایک بہت بڑی سازش تھی کے بارے میں ۱۹۵۵ء آل پاکستان سنی کانفرنس منعقدہ لاہور میں اس کے بارے میں کہا گیا کہ اس رپورٹ میں نہ صرف علماء کا استخفاف کیا گیا بلکہ یہ رپورٹ اسلام کے خلاف مسلمان جھوٹ کی لکھی ہوئی خطرناک دستاویز ہے۔ ڈاکٹر جاوید اقبال خلف الرشید علامہ اقبال نے اپنی ایک نظریاتی کتاب کے دیباچے میں لکھا ہے کہ یہ ایک ایسی دستاویز ہے جو اسلام کے مسلمان جھوٹ کے قلم سے نکلی ہے۔ اس کی اشاعت روک لی جائے اس کتاب کا ضبط کیا جانا ہی بہتر ہے آج تک نفس اسلام کے خلاف دنیا کے اسلام میں ایسی دستاویز شائع نہیں ہوئی۔“ (تحریک ختم نبوت ص ۱۴۰ از شورش کاشمیری)

کانفرنس میں علماء کرام نے قادیانیوں کے خلاف جو تقاریر کیں ان کے متعلق رپورٹ میں لکھا ہے ”سی آئی ڈی پنجاب نے ۲۱ جولائی ۱۹۵۲ء کو یہ رائے ظاہر کی کہ پانچ تقاریر قابل اقدام ہیں لیکن اگرچہ بہاد الحق قاسمی اور علامہ علاؤ الدین

صدیقی نے زبردفعہ ۲۱ (۱۱) ایکٹ پبلک سیفٹی ایکٹ ارتکاب جرم کیا ہے لیکن ان کے خلاف مقدمہ نہ چلایا جائے کیونکہ اگر ایسا کیا گیا تو ان کو عدالت میں مزید کچڑا چھالنے کا موقع مل جائے گا انہوں نے لکھا کہ عبدالغفور ہزاروی بالکل بے حیثیت آدمی ہے اس لیے اس کی تقریر سے اسی حقارت کا سلوک ہونا چاہیے جس کی وہ مستحق ہے مولوی محمد علی جالندھری نے حکومت کو بے ایمان کہا ہے لیکن چونکہ ایک ہی ریمارک ہے اس لیے اس کو بھی نظر انداز کر دینا چاہیے علامہ عبدالستار خان نیازی کے بارے ان کی رائے تھی کہ اسے فی الحال چھوڑ دیا جائے آئندہ کسی موقع پر اس کی گوشمالی کر دی جائے گی۔ ڈی آئی جی۔ سی آئی ڈی نے یہ کیس ہوم سیکرٹری کو بھیج دیا۔“ (رپورٹ تحقیقاتی عدالت ص ۸۲، ۸۳ اجسٹس منیر احمد)

اس کانفرنس کے موقع پر ایک مجلس عمل کا قیام عمل میں لایا گیا جس نے تحریک کو کامیاب بنانے کے لئے دن رات کوشش کی۔ حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ پیش پیش رہے۔ مجلس عمل نے ۲۳ جولائی ۱۹۵۳ء کو وزیراعظم پاکستان سے مل کر انہیں اپنے مطالبات پیش کئے اور ایک ماہ کا نوٹس دے دیا گیا کہ اگر ۲۲ فروری ۱۹۵۳ء تک مجلس عمل کے مطالبات منظور نہ کئے گئے تو مجلس اپنے مطالبات منوانے کے لئے راست اقدام کرنے پر مجبور ہوگی۔“ (حیات امیر شریعت از جانا بزمز ص ۴۳۵)

مجلس عمل کے زیر اہتمام لاہور دہلی دروازہ کے باغ میں ایک عظیم الشان جلسہ منعقد ہوا۔ لوگوں کا ٹھٹھیس مارتا ہوا سمندر تھا حدنگاہ تک لوگ ہی لوگ نظر آرہے تھے اس جلسہ میں حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ مولوی عطا اللہ شاہ بخاری کی دعو ت پر تشریف لے گئے اور آپ نے بڑے ہی مناظرانہ انداز سے تقریر کا آغاز فرمایا۔

”ہمارے نبی وہ ہیں جن کا یہ مقام ہے کہ غزوہ حنین کے موقع پر جب مشرکین نے آپ کو گھیر لیا تو آپ نے فرمایا ”انا الذبی لا کذب انا ابن عبد المطلب“ اسلامی لشکر جب افرا تفری میں منتشر ہو کر واپس ہوا آپ سواری سے اترے اور دشمنوں کے سامنے ہو کر جلالی نبوت کے لہجہ میں فرمایا! میں نبی ہوں اس میں کوئی جھوٹ نہیں میں عبد المطلب کا بیٹا ہوں یعنی اس موقع پر اعلان نبوت کا اظہار تشکر اور تحدیث نعت کے طور پر کیا اور انا ابن عبد المطلب اپنی انسانیت اور آدمیت کا اظہار ہے جب کہ قادیانیوں کا جھوٹا نبی کہتا ہے

کرم خاکی ہوں، مرے پیارے، نہ آدم زاد ہوں ہوں بشری جائے نفرت اور انسانوں کی عار

آپ بار بار مرزا کا یہ شعر پڑھتے اور فرماتے دیکھو ان کا نبی آدم کا بیٹا نہیں ہے بلکہ کرم خاکی اور انسانوں کی جائے نفرت ہے یہ کیسی عاجزی کہ آدمی اپنے آپ کو انسان کا بچہ ہونے سے انکار کر دے۔ حضرت شیخ القرآن نے تقریر میں ایسا رنگ اختیار کیا کہ مرزا کی اپنی تحریروں سے خوب اس پر تنقید کی جب بھی آپ کوئی بات مرزا کی بیان کرتے تو مزاح کا ایسا ماحول پیدا ہو جاتا کہ لوگ بے اختیار ہنس پڑتے آپ نے فرمایا ہمارے نبی علیہ السلام خاتم المرسلین ہیں خاتم النبیین ہیں جب کہ مرزا غلام احمد کہتا ہے میں خاتم الاولاد ہوں۔

”میرے ساتھ ایک لڑکی پیدا ہوئی تھی جس کا نام جنت تھا اور پہلے وہ لڑکی پیٹ میں سے نکلی تھی اور اس کے بعد میں نکلا تھا اور میرے بعد میرے والدین کے گھر میں اور کوئی لڑکی یا لڑکا نہیں ہوا اور میں ان کے لیے خاتم الاولاد تھا۔“ (تحریک آزادی ہند اور السواد الا اعظم ص ۱۲۵۲ ڈاکٹر مسعود احمد مظہری)

حضرت شیخ القرآن نے فرمایا ہمارے نبی علیہ السلام کے پاس ملائکہ کے استاد حضرت جبرائیل آتے تھے ان کے نبی کے پاس آنے والے فرشتے کا نام نجی ہے آپ نے نبی علیہ السلام کے لباس کا ذکر فرمایا اور پھر فرمایا قادیانیوں کا نبی غرارہ استعمال کرتا تھا ”بیان کیا مجھ سے حضرت والدہ صاحبہ نے کہ حضرت مسیح موعود اوائل عمر میں غرارے استعمال کرتے تھے۔ (روزنامہ جنگ راولپنڈی ۱۲۳ اکتوبر ۱۹۷۰ء)

فرمایا ہمارے رسول خدا ﷺ کی سینکڑوں پیشگوئیاں احادیث کی کتب میں موجود ہیں جو درست ثابت ہوئیں جب کہ مرزا کی ہر پیشگوئی غلط ثابت ہوئی مرزا قادیانی نے کہا ”ہم مکہ میں مریں گے یا مدینہ میں“ (تذکرہ مجموعہ الہامات ص ۵۸۴ طبع دوم) جب کہ مرزا برائڈر تھ روڈ لاہور کی احمدیہ ملڈنگ میں ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء کو مر گیا اور لاش ریل پر قادیان لے جائی گئی۔ آپ نے اس عظیم الشان اجتماع میں ختم نبوت پر مدلل تقریر فرمائی اور اقبال کا یہ شعر موضوع سخن رہا۔

لا نبی بعد ز احسان خدا است

پردہ ناموس دین مصطفیٰ ﷺ است

حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ نے قادیانیوں کے عقائد باطلہ کا رد اور ختم نبوت پر ایسا فصیح و بلیغ خطبہ ارشاد فرمایا! کہ عطا اللہ شاہ بخاری نے کہا کہ آج میرے دل کی حسرت پوری ہو گئی ہے کہ میں نے اپنے کانوں اور آنکھوں سے علامہ ہزاروی کا خطاب سنا اور انہیں دیکھا ایسا مدلل و عطف کرنا صرف آپ کا ہی حق ہے آپ کی علیت اور جادو بیانی سے مرزائیت کا ناطقہ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے بند ہو جائے گا اسٹیج پر موجود ہر مسلک کے علماء آپ کی تقریر پر جھوم رہے تھے اور نضائے نعروں سے گونجتی رہی۔ ۲۶ فروری ۱۹۵۳ء کو صورت حال پر غور کرنے کے لیے کراچی میں مجلس عمل کا اجلاس ہوا اسی رات حکومت نے تمام جید علماء کرام کو کراچی سمیت پورے ملک سے گرفتار کر لیا، لاہور، گوجرانوالہ، لاکھنؤ، سیالکوٹ اور راولپنڈی تحریک ختم نبوت کے مرکز بن گئے۔

حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ نے وزیر آباد اور گوجرانوالہ کے گرد و نواح میں جلسوں سے خطاب فرمایا اور لوگوں میں جوش و ولولہ پیدا کیا لوگ جانیں قربان کرنے کے لیے تیار ہو گئے روز وزیر آباد میں جلوس نکلتا شہر بھر میں مرزائیوں کا کھل بایکٹ کر دیا گیا رپورٹ تحقیقاتی عدالت میں لکھا ہے کہ!

”وزیر آباد میونسپل کمیٹی نے دو احمدی مدرسوں اور چار احمدی استانیوں کو ملازمت سے برطرف کر دیا۔“ اس رپورٹ

میں مزید لکھا ہے۔ ”جب کراچی میں وزیراعظم کو الٹی میٹم دیا جا چکا تو ڈائریکٹ ایکشن کی وسیع تیاریاں شروع ہو گئیں اور علماء نے ضلع کے مختلف شہروں میں اپنا پروپیگنڈہ بہت تیز کر دیا کامریڈ عبدالکریم اور مولوی عبدالغفور ہزاروی وزیر آباد میں مصروف عمل ہو گئے۔ (رپورٹ تحقیقاتی عدالت ص ۱۸۰)

”۲ مارچ ۱۹۵۳ء کو چیف سیکرٹری کی طرف سے ایک ڈی او جھٹی نمبر 29BDSB-2514 مورخہ ۲۸ فروری ۱۹۵۳ء“ ڈسٹرکٹ جمنسٹرٹ کو موصول ہوئی جس میں مزید گرفتاریوں سے منع کیا گیا تھا لیکن یکم مارچ ۱۹۵۳ء کو اے ڈی آئی جی۔ سی آئی ڈی کی طرف سے سپرنٹنڈنٹ پولیس کو یہ ہدایات پہنچیں کہ رضا کاروں کے دستوں کو لاہور اور کراچی کی طرف روانہ ہونے سے روکا جائے جس کا یہ مطلب تھا کہ انہیں گوجرانوالہ میں گرفتار کیا جائے۔ (رپورٹ تحقیقاتی عدالت ص ۱۸۱)

حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کو گرفتار کرنے کے لیے پولیس نے جگہ جگہ چھاپے مارے مگر ناکام رہی آپ مختلف مقامات پر خطاب فرماتے پولیس آپ کا تعاقب کرتی مگر گرفتار نہ کر سکی انہیں ایام میں وزیر آباد منڈی میں بعد نماز ظہر ایک عظیم الشان جلسہ منعقد ہوا یہ وزیر آباد کی تاریخ کا سب سے بڑا جلسہ تھا آپ کو اس جلسہ سے خطاب کرنا تھا پولیس نے چاروں طرف سے جلسہ گاہ کو گھیرے میں لے رکھا تھا حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کو لڑہ شریف میں قیام پذیر تھے حضور قبلہ بابو جی رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو گاڑی دی اور چند احباب کو آپ کے ساتھ روانہ کیا جلسہ شروع ہو چکا تھا آپ جلسہ گاہ میں داخل ہوئے لوگ دیوانہ وار نعرے لگانے لگے آپ نے حسب روایت بڑا جامع خطاب فرمایا اور ابھی جلسہ جاری ہی تھا کہ آپ رازداری سے اسٹیج سے اتر کر چلے گئے پولیس آپ کو گرفتار نہ کر سکی چونکہ اکثر و بیشتر علماء کرام گرفتار کر لیے گئے تھے لہذا آپ چاہتے تھے کہ جتنا وقت باہر گزر جائے اچھا ہے تا کہ تحریک کمزور نہ پڑ جائے اور لوگوں کی صحیح سمت رہنمائی کی جائے۔

علماء کرام کی دھڑا دھڑ گرفتاریوں کے بعد تحریک میں مزید شدت آگئی تحریک ختم نبوت کا سب سے بڑا جلسہ مارچ کے ابتدائی دنوں میں لیاقت باغ راولپنڈی میں زیر صدارت سلطان العارفین محبوب الہی حضرت قبلہ پیر سید غلام محی الدین گیلانی المعروف قبلہ بابو جی رحمۃ اللہ علیہ زیر سجادہ آستانہ گولڑہ شریف منعقد ہوا حدنگاہ تک لوگوں کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا سندھ تھا لیاقت باغ اور اسکے ارد گرد اس قدر ہجوم تھا کہ تل دھرنے کی جگہ نہ تھی اس جلسہ کے بارے میں رپورٹ تحقیقاتی عدالت میں لکھا ہے ”وہ جلسہ عام جولیا لیت باغ میں پیر صاحب گولڑہ شریف کی زیر صدارت منعقد ہوا وہ سب سے بڑا جلسہ تھا جس کی نظیر ماضی میں نہ مل سکتی تھی۔ (رپورٹ تحقیقاتی عدالت ص ۱۸۵)

اس فقید المثال جلسہ سے حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ نے خطاب فرمایا اسٹیج پر جمید علماء اور تحریک کے قائدین تشریف فرما تھے آپ نے مرزا غلام احمد قادیانی کے باطل عقیدہ کو طشت از بام کیا پاکستان میں مرزائیوں کی خفیہ سرگرمیوں کے تار و پود کو اکھاڑ کر رکھ دیا بڑے واضح الفاظ میں فرمایا حکومت جس سردمہری اور بے اعتنائی کے ساتھ مسلمانوں کے مطالبات کو

تسلیم نہیں کر رہی اس سے واضح طور پر عیاں ہو رہا ہے کہ حکومت کا زوال شروع ہو چکا محمد مصطفیٰ ﷺ کے یہ عاشق غلام ناموس مصطفیٰ ﷺ کی خاطر جائیں قربان کر سکتے ہیں لیکن کافر و مرتد کے سامنے جھک نہیں سکتے آج جن جیلوں اور بہانوں سے تحفظ ختم نبوت کی تحریک کو دبایا جا رہا ہے یہ کبھی بھی نہیں دے گی اس ملک کے لیے ہم نے اپنا خون پسینہ بہایا ہے ہم نہیں چاہتے کہ یہاں پر فسادات برپا ہوں لیکن اگر ملت اسلامیہ کی آواز کو دبانے کی کوشش کی گئی تو آنے والے انقلاب کو کوئی نہیں روک سکے گا ہم جان تک کی بازی لگا دیں گے اور ناموس مصطفیٰ ﷺ کے تحفظ کے لیے عوام جو بھی قدم اٹھائے گی اس کی تمام تر ذمہ داری حکومت پر ہوگی جو حکمران تو ہیں رسالت کے مرتکب ہو رہے ہیں وہ کبھی بھی سرخرو نہیں ہو سکیں گے۔ آپ نے اپنے مخصوص انداز میں ایسا جامع خطبہ ارشاد فرمایا کہ آپ کے خطاب کے بعد کسی کو خطاب کرنے کی جرات نہ ہوئی نا مورا دیب محترم عزیز ملک صاحب جو وہاں موجود تھے کے مطابق جب حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے مخصوص محرر انگیز بیان میں جنتی قادیان کے دجل و فریب کے بچے ادھیڑے تو آپ کے وعظ کے اختتام پر دیگر علماء مقررین نے یہ کہہ کر جلسہ کے اختتام کا اعلان کر دیا کہ علامہ ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ کے بعد کون سی میخ رہ گئی ہے جنتی قادیان کے تابوت میں بیوست کی جائے۔

اس جلسہ کے اختتام پر پولیس آپ کو گرفتار کرنا چاہتی تھی لیکن ناکام رہی بلکہ عوام کے ساتھ کراؤ ہو گیا جس سے پورے شہر میں ہنگامے شروع ہو گئے شورش کاشمیری کے بقول ”سب سے بڑا اجتماع جلسہ جس کی نظیر ماضی میں نہ تھی حضرت قبلہ سید غلام محی الدین شاہ رحمۃ اللہ علیہ پیر صاحب گولڑہ شریف کے زیر صدارت لیاقت باغ میں منعقد ہوا۔ پولیس نے اپنا حربہ استعمال کیا تو کھلم کھلا کراؤ ہو گیا۔ (تحریک ختم نبوت ص ۱۶۳۶ شورش کاشمیری)

”۶ مارچ کو لیاقت باغ میں ایک جلسہ منعقد ہوا ایک ہجوم نے جلسے کے بعد منتشر ہو کر مری روڈ کا رخ کیا اور احمدیوں کے عبادت خانے کو اور ایک چھوٹی موٹر کار کو آگ لگا دی اسی شام کو کچھ دیر بعد لوٹ مار اور آتش زنی کے مزید واقعات بھی رونما ہوئے جب صورت حال سخت خطرناک ہو گئی تو ۷ مارچ کو فوج طلب کر لی گئی اس دن تھانہ گولڑہ اور تھانہ سنگجانی کے علاقوں میں ٹیلیفون کاٹ دیئے گئے شہر کے موزوں اور اہم مقامات پر فوج متعین کر دی گئی۔“ (رپورٹ تحقیقاتی عدالت ص ۱۸۵)

راولپنڈی کے ڈپٹی کمشنر نے گولڑہ شریف حاضری دی اور حضرت قبلہ بابو جی رحمۃ اللہ علیہ سے درخواست کی کہ علامہ ہزاروی کو ہمارے حوالے کر دیا جائے ہمیں سختی سے حکم ملا ہے کہ اگر وہ گرفتار نہ ہوئے تو ان کے اہل خانہ کو گرفتار کر لیا جائے اس پر حضرت قبلہ بابو جی رحمۃ اللہ علیہ نے وعدہ فرمایا اور عصر کے بعد آپ حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کو ساتھ لے کر ڈپٹی کمشنر کی رہائش گاہ پر تشریف لے گئے یوں وہاں سے حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کو گرفتار کر کے سنٹرل جیل راولپنڈی میں پبلک سیفٹی ایکٹ دفعہ نمبر ۳ کے تحت نظر بند کر دیا گیا چنانچہ آپ نے اسیری کے سات ماہ اسی جیل میں گزارے۔

تحقیقاتی رپورٹ عدالت میں جو اغلاط کا مجموعہ ہے جس میں علماء اور اسلام کے خلاف نازیبا کلمات لکھے ہوئے ہیں جس کی اشاعت پر خود جسٹس ایم آر کیانی بھی پشیمان ہو گئے تھے اس میں حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ پر یہ الزام عائد کیا گیا ہے!

”وزیر آباد یہاں تحریک کی تنظیم کرنے والے مولوی محمد عبدالغفور ہزاروی اور کامریڈ عبدالکریم تھے یہاں ریل کی پٹری پر کلڑی کا ایک گٹھار رکھ کر ایک ٹرین روکی گئی جو سرمایہ یہاں سے ضبط کیا گیا اس کی مقدار دو ہزار پانچ سو ساٹھ روپے تھی“ (رپورٹ تحقیقاتی عدالت ص ۱۸۲)

حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کی گرفتاری کے بعد راولپنڈی میں حالات تیزی سے بگڑنے لگے شورش کا شیری رقطراز ہے۔ ”کئی ایک علماء گرفتار کئے گئے جامع مسجد میں تحریک کا مرکز قائم ہو گیا ایک ہزار ۳۲ رضا کار گرفتار کئے گئے ہزارہ سے دو ہزار پٹھان مارچ کرتے ہوئے راولپنڈی کی طرف آرہے تھے انتظامیہ بدحواس ہو گئی ڈپٹی کمشنر اور سپرنٹنڈنٹ پولیس حضرت پیر صاحب گولڑہ شریف کی خدمت میں حاضر ہوئے آپ کی منت سماجت کی کہ ان دو ہزار پٹھانوں کو واپس کر دیں دونوں آفیسر انگبار ہو گئے پیر صاحب نے ان پٹھانوں کو واپس کیا کہ ہزارہ میں انتظار کریں۔ (تحریک ختم نبوت ص ۱۳۶)

ملک میں مارشل لاء نافذ کر دیا گیا مولانا عبدالستار نیازی پر بغاوت کا مقدمہ چلا اور فوجی عدالت نے آپ کو سزائے موت سنائی اور سنٹرل جیل لاہور میں رکھا گیا حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ نے جیل کے اندر سے ہی کوششیں شروع کیں کہ کسی طرح مولانا عبدالستار خاں نیازی کی سزائے موت کو منسوخ کیا جائے آپ نے ملک کے تمام بڑے بڑے سجادہ نشین حضرات کو خط لکھے اور انہیں اس بات پر تیار کیا کہ حکومت وقت اور دیگر ممالک کے سربراہان سے رابطہ کریں اس سلسلہ میں حضرت بابو جی قبلہ رحمۃ اللہ علیہ نے بھی خصوصی طور پر کوششیں جاری رکھیں۔ راقم الحروف کو ایک انٹرویو میں مولانا عبدالستار خاں نیازی نے فرمایا ”خاص طور پر میری ذات کے ساتھ محبت و انسنگی کا یہ عالم تھا کہ جب مجھے سزائے موت ہوئی تو آپ نے سجادہ نشین گولڑہ شریف اور حضرت خواجہ نظام الدین تونسہ شریف کو اس مقصد کے لئے تیار کیا کہ وہ حکومت وقت کو اس بات پر مجبور کریں کہ وہ میری سزا کی منسوخی اور رہائی کا اعلان کرے۔ میری رہائی کے لئے آپ نے ہر ممکن قربانی کا اعلان کیا۔ مولانا مرحوم مغفور نے مجھے بتایا تھا کہ ان کی تحریک پر ان حضرات نے اس وقت کے کمانڈر اینڈ چیف مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر اور حکومت کے دیگر عائدین پر انہی حضرات کے دباؤ ڈالنے اور بیرون ملک مختلف سربراہان کو ٹیلی گرام دینے اور جرنیلوں کی مداخلت سے میری سزائے موت کے حکم کو منسوخ کر دیا گیا۔ (مولانا عبدالغفور ہزاروی کی دینی اور ملی خدمات ص ۳۱۹، ۱۳۱۸ ڈاکٹر محمد آصف ہزاروی)

سنٹرل جیل راولپنڈی میں آپ نے اسیری کے ایام دیگر اسیران ختم نبوت کے ہمراہ بڑی پامردی حوصلہ جرات و

استقامت کے ساتھ گزارے سب اسیران ختم نبوت پانچ وقت کی نماز ادا کرتے ابتداء میں گوسرکاری طور پر کلاس کا اعلان نہ ہوا لیکن سپرنٹنڈنٹ اور دیگر افسران جیل آپ کی شخصیت و اخلاق سے بے حد متاثر تھے لہذا خوراک اعلیٰ درجے کی ملتی تھی اکثر اوقات مختلف علماء کرام سے مسائل پر گفتگو ہوتی زیادہ تر آپ اپنا وقت اور ادو وظائف پڑھنے پر صرف کرتے علماء کرام کے وفود ملاقات کرنے کے لئے حاضر ہوتے تو تحریک سے متعلق امور پر گفتگو ہوتی جب آپ نے جیل میں قدم رکھا موسم گرما کا آغاز تھا پھر رفتہ رفتہ موسم اپنے شباب پر پہنچ گیا اور ساتھ ہی رمضان المبارک جیسے بابرکت مہینہ کا ۱۵ مئی ۱۹۵۳ء کو آغاز ہوا۔ آپ نے جیل میں متحدہ خطوط لکھے۔ ایک خط اپنے برادر اصغر مولانا محمد غلام ربانی کے نام لکھا جو راقم الحروف کے پاس محفوظ ہے اس میں لکھتے ہیں!

”برخودار مولوی غلام ربانی صاحب سلمہ السلام علیکم میں بفضلہ تعالیٰ بالکل خیریت سے ہوں رمضان المبارک نہایت آرام سے گزر رہا ہے الحمد للہ ویسے موسم بھی خوب شگفتہ ہے آج چھٹا روز ہے مجھے مزید کسی چیز کی ضرورت نہیں رمضان المبارک کے بعد ملل کے کرتے ضرورت ہوں گے وہ وزیر آباد خط لکھ دیا ہے انشاء اللہ اب کوئی تکلیف نہیں اب کلاس بی ہے۔“ (سلام مسنون فقط محمد عبدالغفور ہزاروی عفی عنہ ۲۰ مئی ۱۹۵۳ء)

رانا منظور احمد نے اپنی کتاب میں آپ کی جیل کی زندگی کے بارے میں لکھا ہے!

”ایک دفعہ آپ نے بتایا کہ ہم ختم نبوت کی تحریک میں اس لئے شامل ہوئے تھے کہ مذہب کو بچائیں مگر ایک پارٹی نہرو کے اشارے پر پانچ کرپاکستان کو جواہر کرنے پر تہی ہوئی تھی اور ایک لیڈر نے اس تحریک سے گورنر بننے کے خواب دیکھے آپ چند علماء کے ہمراہ سنٹر جیل راولپنڈی میں بند تھے آپ کی جرات و بے باکی بے حد مشہور تھی چنانچہ آپ ہر وقت آرام سے لیٹے رہتے اور یاد خداوندی کرتے رہتے دوسرے علماء کرام حیران تھے اور چوگونیاں کرتے کہ یہ عجیب آدمی ہے اسے کسی قسم کی فکر ہی نہیں اس پر طرہ یہ کہ جیل کے سپرنٹنڈنٹ وغیرہ آپ سے دم کرواتے۔ (حضرت شیخ القرآن ص ۱۳۹ رانا منظور احمد)

کچھ عرصہ کے بعد مارشل لاء ختم ہو گیا مسٹر ممتاز دولتانہ کو وزارت عظمیٰ سے محروم ہونا پڑا اور ان کی جگہ فروز خان نون آگئے اور ۱۱ اپریل کو وزیراعظم ناظم الدین کو برطرف کر دیا گیا اس تحریک کا سب سے بڑا ایلیہ تحقیقاتی عدالت کی رپورٹ تھی گورنر پنجاب نے تحقیقاتی عدالت آرڈی نینس نمبر ۳، ۱۹۵۳ء کو ہدایت و شرائط کے مطابق قائم تھا جسٹس منیر اس کے صدر اور جسٹس محمد رستم کیانی ممبر تھے یکم جولائی ۱۹۵۳ء کو تحقیقات کا آغاز ہوا ۱۱ اجلاس ہوئے اور ۲۸ فروری ۱۹۵۴ء کو عدالت نے اپنا کام ختم کیا اور گریزی وار متن شائع ہوئے اس تحریک میں ایک ہزار مسلمانوں نے جام شہادت نوش کیا جمہوریت کا قانون گل ہو گیا ممتاز دولتانہ اور ناظم الدین کو برطرف کر دیا گیا اور اسمبلی توڑ دی گئی مارشل لاء کے اختتام پر کچھ قیدیوں کو رہا کر دیا گیا

حضرت شیخ القرآن کو ستمبر ۱۹۵۳ء کے آخر میں رہا کر دیا جبکہ دیگر علماء کرام کو فروری ۱۹۵۴ء میں رہائی دی گئی۔ اس تحریک کے خاتمہ پر ملک سیاسی توانائی سے محروم ہو گیا جس بری طرح سے اس تحریک کو پکلا گیا اس کا نتیجہ نکلا کہ صدر ایوب کے دور میں لاہور ہائی کورٹ کے ڈویژن بیج نے پاکستان کی تاریخ میں پہلی مرتبہ اس امر کا بیان دیا کہ قادیانی مسلمان ہیں تحریک ختم نبوت کے قائدین رفتہ رفتہ وصال پا گئے علماء کرام نے مقامی سطح پر اپنے خطابات میں اس مسئلہ کو زندہ رکھا اخبارات و رسائل میں مرزائیوں کے خلاف لکھا جاتا رہا۔ ۱۹۶۵ء کی جنگ کے بعد مرزائی پھر سے اپنے منصوبوں کو پایا تکمیل تک پہنچانے کے لیے سرگرم عمل ہو گئے۔ حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ دورہ تفسیر قرآن مجید کی کلاس میں مرزائیوں کے عقائد باطلہ کے خلاف نوٹس لکھواتے اور فرماتے ”علماء کرام کی ایک ایسی کھپ تیار کر رہا ہوں جو آنے والے حالات میں قادیانیوں کا مقابلہ کریں گے۔“ ۱۹ اکتوبر ۱۹۷۰ء کو آپ وفات پا گئے ۵۰ ہزار سے زائد علماء کرام نے آپ کے جنازہ کو کندھا دیا جب کہ سوالا لکھ کے قریب عوام اہلسنت نے آپ کے استاد کرم حضرت شیخ الجامعہ مولانا محبت النبی رحمۃ اللہ کی امامت میں آپ کی نماز جنازہ پڑھی اور حضور قبلہ بابو جی رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کے بیٹے حضرت مفتی محمد عبدالغفور ہزاروی گوڑ وی مدظلہ العالی کی دستار بندی فرمائی۔ یوں آپ کو اپنے والد ماجد کا مشن آگے بڑھانے کے لئے جانشین بنایا گیا۔

قادیانی مرزانا صراحت کی قیادت میں اپنی سرگرمیوں کو جاری رکھے ہوئے تھے کہ ملک پاکستان کا انقلاب ان کے ہاتھوں میں ہوگا مختلف مقامات پر مرزائی ہنگامے کرتے رہے یہاں تک کہ ۲۲ مئی ۱۹۷۷ء کو نیشنل میڈیکل کالج ملتان کے ایک سولہ طلبہ کا وفد جس میں دو طلبہ قادیانی تھے سیاحت کی غرض سے پشاور گئے ربوہ ریلوے اسٹیشن پر طلبہ نے ختم نبوت زندہ باد کے نعرے لگائے واپسی پر جب طلبہ چناب انکمپرسر پر پشاور سے ملتان آرہے تھے تو ۲۹ مئی کو جب ٹرین ربوہ ریلوے اسٹیشن پر پہنچی تو پہلے سے تیار مرزائیوں نے مسلح ہو کر حملہ کر دیا اور بری طرح زدکوب کیا گیا جب ۳۰ مئی کو اخبارات میں خبر شائع ہوئی تو یہ مرزائیت کے تابوت میں آخری میخ ثابت ہوئی ملک بھر میں مرزائیت کے خلاف لہر پیدا ہو گئی اور مختلف شہروں میں جلے جلوس ہڑتالیں شروع ہو گئیں مرزائیوں کی دوکانوں کو نذر آتش کر دیا گیا فائرنگ آنسو گیس اور لاٹھی چارج کے واقعات میں کئی لوگ ہلاک و زخمی ہوئے ملک بھر کے کالجوں میں ہنگامے شروع ہو گئے اور علمائے کرام نے حکومت پر دباؤ ڈالنا شروع کیا کہ مرزائیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا جائے وزیر آباد میں اس تحریک کی قیادت مفتی محمد عبدالغفور ہزاروی مدظلہ العالی نے کی یکم جون ۱۹۷۷ء کو نماز جمعہ کے بعد مرکزی جامع مسجد غوثیہ سے ایک زبردست جلوس نکلا شہر میں مکمل ہڑتال تھی مین بازار میں واقع مرزائیوں کی دوکانوں میں توڑ پھوڑ ہوئی تمام مکاتب فکر کے علماء کرام کا اجلاس آپ کی صدارت میں ہوا اور مختلف مقامات پر جلے کرنے کا پروگرام مرتب ہوا مرزائیوں کے اقتصادی اور عمرانی بائیکاٹ کا اعلان کیا گیا متعدد افراد کو وزیر آباد سے گرفتار کیا گیا آپ کی قیادت میں جون اور جولائی ۱۹۷۷ء میں متعدد پروگرام مرتب ہوئے اور جلوس نکالے گئے۔ ۱۴ جون کو بڑی کامیاب

ہڑتال ہوئی وزیر آباد سے قادیانی بھاگ کر ربوہ میں پناہ لینے کے لئے چلے گئے چند ایک نے اسلام قبول کر لیا۔ عدالت نے تحقیقات شروع کر دیں یکم جولائی کو قومی اسمبلی کا اجلاس ہوا اور مرزا نیوں کو خارج از اسلام قرار دینے پر غور ہوا۔ سرحد اسمبلی پہلے ہی انہیں غیر مسلم اقلیت قرار دینے کی قرارداد منظور کر چکی تھی اگست میں قومی اسمبلی کی کاروائی جاری رہی تحریک بھی عروج پر تھی بالآخر ۷ ستمبر ۱۹۷۴ء کو قومی اسمبلی نے متفقہ طور پر غیر مسلم اقلیت قرار دے دیا اور یوں یہ تحریک کامیابی سے ہمکنار ہوئی جسکے لیے ۱۹۵۳ء میں علماء کرام اور عوام پاکستان نے قربانیاں دی تھیں۔

حوالہ جات

- (۱) مرزا قادیانی، نور الحق ص ۳۳ مندرجہ روحانی خزائن جلد ۸ ص ۴۴
- (۲) مرزا قادیانی، تحفہ قیصریہ ص ۳۱ مندرجہ روحانی خزائن جلد ۱۲ ص ۲۸۳
- (۳) روزنامہ اخبار الفضل قادیان ۷ اگست ۱۹۷۷ء (۴) روزنامہ اخبار الفضل قادیان ۱۵ اپریل ۱۹۷۷ء
- (۵) رپورٹ تحقیقاتی عدالت حکومت پنجاب مقرر کردہ زیر ایکٹ نمبر ۲، ۱۹۵۴ء از اردو متن ص ۷۷
- (۶) شورش کاشمیری، تحریک ختم نبوت، مطبوعات چٹان لاہور ۱۹۹۲ء ص ۹۱
- (۷) ایضاً ص ۱۴۰ (۸) رپورٹ تحقیقاتی عدالت جسٹس منیر احمد ص ۸۲، ۸۳
- (۹) جاناباز مرزا، حیات امیر شریعت، لاہور ۱۹۶۹ء ص ۳۳۵ (۱۰) مرزا غلام احمد قادیانی، درمبین اردو ص ۱۱۶
- (۱۱) مرزا غلام احمد قادیانی، تریاق القلوب ص ۳۵۱ مندرجہ روحانی خزائن جلد ۱۵ ص ۷۷
- (۱۲) مرزا بشیر احمد ابن مرزا غلام احمد قادیانی، سیرت المہدی جلد اول ص ۱۶۶
- (۱۳) مرزا غلام احمد قادیانی، تذکرہ مجموعہ الہامات طبع دوم ص ۵۸۴
- (۱۴) رپورٹ تحقیقاتی عدالت حکومت پنجاب ص ۱۸۰
- (۱۵) ایضاً صفحہ ۱۸۱ (۱۶) ایضاً صفحہ ۱۸۱ (۱۷) ایضاً صفحہ ۱۸۵
- (۱۸) شورش کاشمیری، تحریک ختم نبوت ص ۱۳۶ (۱۹) رپورٹ تحقیقاتی عدالت حکومت پنجاب ص ۱۸۵
- (۲۰) ایضاً صفحہ ۱۸۴ (۲۱) شورش کاشمیری، تحریک ختم نبوت ص ۱۳۶
- (۲۲) محمد آصف ہزاروی، حضرت مولانا محمد عبدالغفور ہزاروی کی دینی و ملی خدمات ص ۳۱۸، ۳۱۹
- (۲۳) رانا منظور احمد، حضرت شیخ القرآن، ص ۳۹

ردِ مرزائیت میں

محدث اعظم پاکستان کا کردار

محمد عطا الرحمن قادری رضوی

فتنہ مرزائیت کا علمائے اہلسنت نے جس استقامت اور ہمت و جرأت سے مقابلہ کیا وہ تاریخ اسلام کا سنہری باب ہے۔ اسی نورانی تاریخ کی ایک زریں کڑی ردِ مرزائیت میں محدث اعظم پاکستان مولانا سردار احمد قادری چشتی رحمۃ اللہ علیہ کا شاندار کردار ہے۔ آپ نے تقریر، تحریر، تدریس، تصنیف اور فتویٰ و مناظرہ کے ذریعے فتنہ قادیانیت کا بھرپور مقابلہ کیا۔ سطور ذیل میں مرزائیوں کے خلاف آپ کے جہاد کے چند پہلو پیش خدمت ہیں:

تصنیفات:-

مرزائیت کے رد و استیصال کے موضوع پر آپ نے مندرجہ ذیل کتب تحریر فرمائیں:

☆ مرزا مردہ یا عورت:

مرزا کے اکثر الہامات ایسے ہیں جو خود اسکے دعویٰ کی تکذیب کرتے ہیں۔ ان متضاد بیانات کی روشنی میں آپ نے مرزا قادیانی کا اس کتاب میں ردِ بلیغ فرمایا ہے۔

☆ ردِ قادیانی:

کتاب کا موضوع نام ہی سے ظاہر ہے۔

☆ حیات عیسیٰ علیہ السلام:

مرزائی اکثر صدق و کذب مرزا کے موضوع پر گفتگو کرنے کی بجائے حیات عیسیٰ علیہ السلام کے موضوع پر مناظرہ کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اس کتاب میں جو عربی زبان میں ہے مدلل انداز میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات کو ثابت کیا گیا ہے۔

☆ لفظ وفات کی تحقیق:

وفات کے لفظ کے حوالے سے مرزائی اکثر مغالطہ دینے کی کوشش کرتے ہیں اس کتاب میں لفظ وفات کی تحقیق کرتے ہوئے مرزائیوں کے اعترافات کا مدلل جواب دیا گیا ہے۔

☆ امام مہدی کی آمد کی بشارت احادیث سے:

عربی زبان میں تحریر کیے گئے اس رسالے میں مرزائیوں کے اعتراضات کا بھرپور رد کیا گیا ہے۔ مندرجہ بالا پانچوں کتب غیر مطبوعہ ہیں۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ ردِ مرزائیت کے حوالے سے اس چھپے ہوئے خزائن کو شائع کر کے جلد از جلد منظر عام پر لایا جائے۔

فتاویٰ:

حضرت محدث اعظم پاکستان نے اپنے مدلل فتاویٰ کے ذریعے مرزائیت کا خوب رد کیا۔ آپ نے اپنے فتاویٰ میں مسلمانوں کو مرزائیوں سے میل جول، شادی بیاہ، وغیرہ سے منع کیا اور برملہ تحریر کیا کہ مرزائی چاہے لاہوری ہو یا قادیانی کافرو مرتد ہیں۔ مرزائی عموماً مسلمانوں کو گمراہ کرنے کیلئے ملازمت اور مکان کا لالچہ دیتے ہیں بالخصوص یورپ و امریکہ کا ویزا لگوانے کا جھانسہ دیتے ہیں، سادہ لوح مسلمان مرزائیوں کے بیعت فارم پر دستخط کر دیتے ہیں اور دل کو یہ تسلی دیتے ہیں کہ ہم کو ناسا دل سے مرزائی ہوئے ہیں۔ ایسے حضرات کو متنبہ کرتے ہوئے محدث اعظم پاکستان مولانا سردار احمد رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں!

”زید سے جبکہ مرزائی کے بیعت فارم پر دستخط کرائے گئے تو زید کافرو مرتد ہو گیا۔ اس کا اپنے آپ کو مسلمان تصور کرنا غلط۔۔۔ الخ (تفصیل کے لیے دیکھیے فتاویٰ محدث اعظم ص ۹۴)

مناظرے:

تحریر کیساتھ ساتھ حضرت محدث اعظم نے تقریر کے ذریعے بھی مرزائیت کا رد جاری رکھا۔ بعض اوقات مناظروں کی نوبت بھی آ جاتی۔ آپ دلائل و براہین کیساتھ مناظرہ کرتے ٹیپتے مخالف ہیئت حق سے مبہوت ہو کر ساکت و صامت ہو جاتا۔ مرزائیوں سے آپ کے دو مناظرے بہت مشہور ہیں جن میں سے ایک بدایوں اور ایک آپ کے آبائی قصبہ دیال گڑھ میں ہوا۔ بدایوں کے مناظرے کے عینی شاہد مولانا مفتی عزیز احمد بدایونی رحمۃ اللہ علیہ مناظرے کی روداد بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں!

”ضلع بدایوں کے ایک قصبہ جگت میں ایک شخص مرزائیت کی تعلیم پا کر آیا اور فقہ مرزائیت کی تبلیغ شروع کر دی۔ اس فتنے کی سرکوبی کیلئے مولانا سردار احمد تشریف لائے۔ آپ نے مرزائی سے گفتگو کی۔ مرزائی نے جس طرح کہ ان کی عادت ہے ایک کاپی سے دیکھ کر سوالات پیش کرنے شروع کر دیے۔ حضرت مولانا سردار احمد نے اسے نہایت ہی مسکت جواب دیے۔ بالآخر اس نے یہ کہہ کر راہ فرار اختیار کی کہ میری ایک اور نوٹ بک جس میں سوالات لکھے ہوئے ہیں مل گئی تو آپ سے مزید گفتگو کروں گا۔ اس طرح الہست و

جماعت کے مناظر مولانا محمد سردار احمد صاحب کو فتح عظیم حاصل ہوئی۔

مناظرہ دیال گڑھ:

حضرت محدث اعظم کے آبائی قصبہ دیال گڑھ ضلع گورداسپور کے ایک مرزائی نے آپ کو مناظرہ کا پیغام بھیجا، آپ نے قبول کر لیا اس نے اپنے معتمد مرزائی مناظر اکٹھے کر لیے اور کہلا بھیجا کہ ہمارے مناظر آپ کی مسجد میں آکر آپ سے مناظرہ کرنا چاہتے ہیں۔ آپ نے جواب دیا کہ مرزائی چونکہ دائرہ اسلام سے خارج ہیں اس لیے ہم انہیں اپنی مسجد میں داخل نہیں ہونے دیں گے۔ اسکے ساتھ ہی آپ نے مسجد سے قریب ہی ایک کھلے میدان کو جائے مناظرہ قرار دیا اور مرزائیوں کو بلا بھیجا۔ مرزائی مناظر برے طعراق سے آئے۔ کافی کتابیں اپنے ساتھ لائے تھے۔ حضرت محدث اعظم نے بطور حوالہ ایک کتاب پیش کی اور مرزائی مناظرین کو دعوت دی کہ کم از کم اس حوالہ کو صحیح پڑھ دو۔ چنانچہ ان میں سے کوئی ایک بھی حوالہ کی عبارت کو نہ پڑھ سکا۔ مجمع پر واضح ہو گیا کہ مرزائی جھوٹے ہیں اور حضرت مولانا سردار احمد حق پر ہیں۔ شکست خوردہ مرزائی مناظر بھاگ گئے اور گاؤں کے باہر مکادی فصل میں چھپ گئے۔ وہاں بیٹھ کر گفتگو کرنے لگے کہ مولوی سردار احمد تو جادوگر معلوم ہوتا ہے اسکا جادو تو ہم پر ایسا چلا کہ ہم قطعاً لا جواب ہو گئے۔ حضرت محدث اعظم کا ایک مرید وہاں بیٹھا اُنکی یہ گفتگو سن رہا تھا۔ اس نے آکر آ پکڑا نکلے درمیان ہونے والی ساری گفتگو سنائی۔

فتح خود جھومتی آتی تھی اس میدان کے اندر کہ جس میدان میں جلوہ کنان سردار احمد تھے

مرزائیوں کی توبہ:

بریلی کا ایک نواب اور اسکے زیر اثر ایک لڑکا مرزا قادیانی دجال کے دعویٰ مثیل عیسیٰ علیہ السلام کو مان چکے تھے۔ انکا کہنا تھا کہ نزول عیسیٰ علیہ السلام کا عقیدہ اب کچھ چالیس برس سے سنہوں نے گھڑا ہے۔ ہاں اگر ہمیں کوئی ایسی کتاب دکھا دے جو آج سے چالیس برس پہلے کی لکھی ہو اور اس میں نزول عیسیٰ کا اثبات ہو تو ہم مان جائیں گے۔ یہ خبر حضرت محدث اعظم تک پہنچی، آپ نے اپنے تلمیذ ارشد مولانا عبدالرشید جھنگوی کو امام ابو بکر احمد ربیع (م ۴۵۸ھ) کی کتاب ”الاسماء والصفات“ دے کر نواب اور اسکے لڑکے کے پاس روانہ فرمایا۔ مولانا عبدالرشید جھنگوی نے صدیوں پرانی کتاب جو حسن اتفاق سے نصف صدی پہلے کی مطبوعہ تھی، دکھا کر اپنا موقف بیان کیا، نتیجہ یہ ہوا کہ آپ کی کوشش کامیاب ہوئی وہ لڑکا نزول عیسیٰ علیہ السلام کے عقیدہ کا قائل ہو گیا۔

مرزائیوں کا بایںکات:

حضرت محدث اعظم نہ صرف مرزائیوں سے دوستی، محبت، شادی بیاہ کے مخالف تھے بلکہ ان سے سلام و مصافحہ کے بھی حامی نہ تھے۔ ایک مرتبہ سالار والا ضلع فیصل آباد کے قریب ایک گاؤں میں ایک غریب آدمی کی دعوت پر تقریر کیلئے تشریف

لے گئے۔ آپ کا پر جوش استقبال ہوا۔ ملنے والوں میں وہاں کا نمبردار بھی شامل تھا۔ جب اس نے مصافحہ کیلئے ہاتھ بڑھایا تو آپ نے ہاتھ کھینچ لیا اور اس سے پوچھا تیرا عقیدہ کیا ہے؟ اس نے بتایا کہ وہ مرزائی ہے۔ آپ نے فرمایا! کہ میں کسی مرزائی یا بد مذہب، بد دین سے مصافحہ نہیں کر سکتا۔ سب سے پہلے اپنی بد عقیدگی سے توبہ کرو پھر آپ سے مصافحہ ہوگا۔ نمبردار نے اسے اپنی ہتک سمجھا اور وہ آپ کا مخالف ہو گیا۔ اس نے دعوت دینے والے غریب آدمی سے کہا کہ گاؤں کی اس مسجد میں تم جلسہ نہیں کروا سکتے اور حضرت محدث اعظم کے متعلق کہنے لگا کہ اگر ان مولوی صاحب نے گاؤں کی اس مسجد میں تقریر کی تو میں مزاحمت کروں گا اور فساد کی ذمہ داری ان پر ہوگی۔ وہ غریب آدمی بہم گیا اور حیران تھا کہ کیا کرے۔ آپ نے غریب میزبان سے فرمایا گھبراؤ نہیں ان شاء اللہ آج میں تقریر کروں گا اور حالات پُر امن رہیں گے۔ چنانچہ آپ نے گاؤں کی ایک غیر آباد مسجد میں تقریر کا اعلان فرمایا۔ مجھہ تعالیٰ آپ کا وہ بیان تین گھنٹے تک جاری رہا۔ آپ نے تقریر میں دیگر مسائل کے علاوہ مرزائیت کا بھی بھرپور رد فرمایا۔ حاضرین کی تعداد کئی ہزار تھی سب لوگ حیران اور خوش تھے کہ اتنے سامعین کس طرح جمع ہو گئے۔

تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء، ۱۹۵۴ء:

میں چلنے والی تحریک ختم نبوت کا مطالبہ یہ تھا کہ مرزائیوں کو کلیدی عہدوں سے برطرف کیا جائے اور ظفر اللہ خاں کو وزیر خارجہ کے منصب سے ہٹایا جائے۔ ان مطالبات کو حکومت سے منوانے کیلئے تمام مکاتب فکر پر مشتمل ایک ”مجلس عمل“ تشکیل دی گئی۔ اس مجلس میں بعض لوگ ایسے بھی تھے جو نظریہ پاکستان کے مخالف اور قیام پاکستان کے سخت دشمن تھے۔ علاوہ ازیں ان کے عقائد قادیانیوں سے بھی زیادہ خطرناک تھے۔ انہی عناصر نے تحریک کا رخ توڑ پھوڑ، بد امنی، دنگ فساد کی جانب پھیر دیا۔ حضرت محدث اعظم پاکستان کو تحریک کے مطالبات کے طریقہ کار سے اتفاق نہیں تھا۔ نیز آپ بد مذہبوں سے اتحاد کے زبردست مخالف تھے لہذا مجلس سے باہر رہ کر آپ مرزائیوں اور دیگر مخالفین اہلسنت کا ڈٹ کر رد فرماتے رہے اور جامعہ رضویہ کے پلیٹ فارم سے گرفتاریاں پیش کرتے رہے۔ مخالفین نے آپ کے اس اصولی موقف کے خلاف خوب پروپیگنڈا کیے لیکن جب مخالفت کا طوفان تھا مشورٹ و عناد کا بادل چھٹا اور تحریک کے بعض لیڈروں کے راز ہائے اندروں سامنے آئے تو لوگ اس اعتراف پر مجبور ہو گئے کہ حضرت محدث اعظم واقعی حق پر تھے۔

بعد وصال توجہ:

۱۹۵۳ء کی تحریک میں حکومت نے مسلمانوں کے مطالبات منظور نہ کیے۔ مگر یہ مسئلہ ہمیشہ علمائے اہلسنت کی توجہ کا مرکز رہا۔ مناسب موقع کا انتظار ہوتا رہا۔ اس عرصہ میں حضرت محدث اعظم کا انتقال ہو گیا مگر وصال کے بعد بھی ہمیشہ آپ کی توجہ اس مسئلہ پر مرکوز رہی۔ ۱۹۶۴ء میں پھر یہ مسئلہ اٹھا تو علمائے اہلسنت نے تحفظ ختم نبوت کی خاطر سدرھڑ کی بازی لگادی۔ آخر حکومت وقت نے اہلسنت کے مطالبات منظور کر لیے اور قانوناً مرزائیوں کو ۷ ستمبر ۱۹۶۴ء کو غیر مسلم قرار دے دیا۔ انہی ایام کا

ایک واقعہ جناب چوہدری مختار انور ایڈوکیٹ بیان کرتے ہیں!

”بھٹو کے دور میں مرزائیوں کو غیر مسلم قرار دینے کا معاملہ اسمبلی میں زیر غور تھا۔ ایک شام میرے ایک پرانے مَوَکَل اپنے ذاتی معاملہ میں قانونی مشورہ کیلئے میرے پاس آئے۔ میں نے کہا! صبح کچہری کھلنے پر آپ کا کام کر دوں گا۔ آپ ٹھیک ٹھیک بتائیں کہ آیا بھٹو سے آپکو امید ہے کہ وہ مرزائیوں کو غیر مسلم قرار دے گا۔ اُن صاحب نے کہا کہ انھیں بھی بھٹو پر بھروسہ نہیں۔ انکے ایسا کہنے پر مجھے بہت تشویش ہوئی کیونکہ میں خود بھی بھٹو پر شاکی تھا۔ یہ رمضان شریف کے ایام تھے۔ میں اسی ٹکڑ میں سو گیا خواب میں حضرت شیخ الحدیث تشریف لائے۔ ہمراہ مولانا محمد معین الدین تھے فرمانے لگے! چوہدری صاحب فکرمات کرو مرزائیوں کی بابت فیصلہ اسی مقررہ تاریخ پر ہوگا اور فیصلہ ٹھیک ہوگا۔ سحری کیلئے سارن بجائو میں بیدار ہوا اور نہایت اطمینان کیساتھ صبح کچہری چلا گیا۔ میرے دفتر میں وہ صاحب موجود تھے میں نے ان کو کہا! کہ آپ تو مجھے مایوس کر گئے تھے مگر میں آپکو بتاتا ہوں کہ فیصلہ اسی مقررہ تاریخ پر ہوگا اور صبح فیصلہ ہوگا۔ ساتھ ہی مجھے یہ خیال آیا کہ میں ناچیز اس قابل کہاں کہ یہ بات کہہ سکوں۔ میں نے ان سے کہا کہ یہ بات حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ نے رات خواب میں مجھ کو بتائی ہے اب سب کو معلوم ہے کہ تاریخ مقررہ پر فیصلہ ہوا اور مرزائیوں کو متفقہ طور پر اسمبلی اور سینیٹ نے غیر مسلم قرار دے دیا۔“

مندرجہ بالا واقعہ سے جہاں حضرت محدث اعظم کے تحفظ ختم نبوت سے والہانہ تعلق کا پتہ چلتا ہے وہیں یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ آپ ایک ولی کامل ہیں اور اولیائے کاملین کو اللہ تعالیٰ نے یہ طاقت بخشی ہے کہ وہ نہ صرف دنیا والوں کے حالات سے آگاہ و باخبر ہوتے ہیں بلکہ اپنے متوسلین و معتقدین کی امداد و نگیری بھی فرماتے ہیں۔

۔ آفتاب رضویت تابندہ تھا تابندہ ہے سن لیں اعداء آج بھی سردار احمد زندہ ہے (رحمۃ اللہ علیہ)

﴿۔۔۔۔۔ ماخذ و مراجع۔۔۔۔۔﴾

(۱) ابوداؤد دھرم صادق، مولانا، محدث اعظم پاکستان کی مختصر سوانح حیات، مکتبہ رضائے مصطفیٰ گوجرانوالہ

(۲) محمد جلال الدین قادری، مولانا، محدث اعظم پاکستان، مکتبہ قادریہ لاہور

(۳) محمد علی حسن رضوی، مولانا، محدث اعظم پاکستان کی مختصر حیات طیبہ، سنی رضوی کتب خانہ فیصل آباد

(۴) محمد عبدالحکیم شرف قادری، مولانا، نور نور چہرے، مکتبہ قادریہ لاہور

(۵) معارف رضا ختم نبوت نمبر، ستمبر ۲۰۰۳ء

☆☆☆☆

☆☆☆☆

☆☆☆☆



مشائخ چورہ شریف اور تعاقب قادیانیت

صاحبزادہ پیر محمد بدر الدینی فاروقی نقشبندی

سجادہ نشین چورہ شریف

قطب دوراں خواجہ خواجگاں حضرت فقیر محمد فاروقی نقشبندی قدس سرہ (م ۱۳۱۵ھ / ۱۸۹۷ء) دنیا سے تصوف میں آفتاب کی طرح چمکے اور ہر سوا جالا کر گئے۔ یہ آفتاب تیزی شریف (نزد تیراہ، افغانستان) میں طلوع ہوا اور پھر اپنی نورانی کرنیں بکھیرنے کے بعد چورہ شریف (انک) میں غروب ہو گیا۔

حضرت خواجہ فقیر محمد فاروقی نقشبندی چوراہی قدس سرہ (م ۱۳۱۵ھ / ۱۸۹۷ء) محض ایک شخصیت نہیں بلکہ آپ ایک ادارہ اور ایک تحریک تھے۔ آپ نے بے شمار ایسی شخصیات تیار کیں جنہوں نے سامراجی دور میں اسلام اور مسلمین کے خلاف ہر اٹھنے والی تحریک کا تعاقب کیا اور تحفظ ناموس رسالت ﷺ کی پاسپانی میں کوئی کسر اٹھانہ رکھی۔ حضرت خواجہ چوراہی قدس سرہ نے جب مسلمانوں کے صدیوں کے اقتدار کے سورج کو غروب ہوتے دیکھا تو آپ کو یہ فکر دامن گیر ہوئی کہ کہیں ایسا نہ ہو مسلمان اپنا اقتدار زوال پذیر ہونے کے ساتھ ساتھ اپنا جداگانہ تشخص بھی برقرار نہ رکھ سکیں چنانچہ آپ نے اپنے نامور خلفاء کو یہ زمرداری سونپی کہ وہ مسلمانوں کی رہنمائی کریں اور اپنے جداگانہ تشخص کو ہر حالت میں برقرار رکھ سکیں۔ آپ کی دور رس نگاہوں نے مسلمانوں میں ایسے گہر نایاب تلاش کیے جنہوں نے مسلمانوں کی بروقت رہنمائی کی اور لادین تحریکوں کا تعاقب کر کے ایسا عملی سدباب کیا کہ جس کو امت مسلمہ کبھی فراموش نہ کر سکے گی۔

یوں تو برصغیر میں ایسی کئی تحریکیں اٹھیں جنہوں نے مسلمانوں کے دلوں سے عظمت مصطفیٰ ﷺ نکالنے کی ناکام کوششیں کیں لیکن ان میں تحریک قادیانیت نمایاں طور پر سامنے آئی اور ہمارے پیارے آخری نبی حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے مقابلے میں مرزا قادیانی لے آئی۔ فتنہ قادیانیت کے تعاقب میں حضرت خواجہ فقیر محمد فاروقی نقشبندی چوراہی قدس سرہ (م ۱۳۱۵ھ / ۱۸۹۷ء) کی نہ صرف اولاد امجاد بلکہ آپ کے خلفاء کرام بھی سرگرم رہے۔ آپ کے خلفاء میں امیر ملت پیر سید جماعت علی شاہ محدث علی پوری قدس سرہ نے مرزا قادیانی کا تعاقب کر کے اسے ناکوں چنے چوائے تھے۔ قادیانی ذریت آج بھی ان کے نام سے لرز جاتی ہے۔

پیر خواجہ سید شاہ فاروقی قدس سرہ (م ۱۳۵۷ھ / ۱۹۳۸ء) المعروف بہ لکڑی والے پیر حضرت خواجہ چوراہی قدس سرہ

کے صاحبزادے ہیں۔ جب بھی مرزا غلام احمد قادیانی اور اس کی جماعت کی طرف سے کوئی قتلہ روپ میں سامنے آیا تو آپ نے بروقت تعاقب فرمایا۔ آپ کا ایک مرید جو قصبہ قادیان سے تعلق رکھتا تھا۔ اس نے ایک دفعہ آپ کی خدمت میں ایک خط لکھا جس کا مفہوم کچھ اس طرح تھا!

”میں آپ کا مرید صحیح العقیدہ مسلمان ہوں۔ بیماری کی وجہ سے مفلوج ہو چکا ہوں تو مرزا کذاب یہ دعویٰ کرتا ہے کہ یہ میری بددعا کا اثر ہے۔ آپ کی خدمت میں گزارش ہے کہ آپ میرے غریب خانے پر قدم رنجہ فرما کر میری صحت یابی کے لیے دعا فرمائیں تاکہ میں تندرست ہو جاؤں اور مرزا کا دعویٰ بھی ختم ہو جائے اور اس کی کذاب بیانی سب پر عیاں ہو جائے۔“

مرید صادق کا خط ملتے ہی آپ اپنے رفقاء کے ساتھ قادیان پہنچ گئے۔ اس وقت قادیان میں مسلمانوں کی تعداد اور حالت نہایت کمزور تھی لیکن آپ نے نہایت جرأت و بہادری سے قادیانی کذاب کو اس کے اپنے جماعت خانے میں جا کر واشگاف الفاظ میں للکارے ہوئے فرمایا!

”فقیر خاتم الانبیاء حضرت احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ کے غلاموں کا غلام ہے میرے نبی آخر الزماں ﷺ کا تو معجزہ یہ تھا کہ آپ نے اندھوں کو آنکھیں عطا فرمائیں، بیماروں کو شفا عطا فرمائی۔ تو نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ میرا یہ مرید تیری بددعا کی وجہ سے مفلوج ہوا ہے تو اگر اپنے دعویٰ میں سچا ہے تو پھر اس کو تندرست بھی کر دے تاکہ تیرے اس دعویٰ کا ہم سب بھی نظارہ کر سکیں آپ کئی دن تک یہ اعلان فرماتے رہے لیکن مرزا میدان میں آیا نہ اس کا کوئی حواری سامنے آیا۔

بالآخر رحمۃ اللہ علیہ کو نماز جمعہ کے بعد ایک مسجد میں آپ نے اپنے مفلوج زدہ مرید کو منگو کر اسے مخاطب کرتے ہوئے فرمایا! فقیر خاتم المرسلین ﷺ کا غلام ابن غلام ابن غلام تمہیں کہتا ہے کھڑے ہو جاؤ؟ جتنا چاہے آپ کا یہ ارشاد سنئے ہی وہ مفلوج زدہ شخص فوراً کھڑا ہو گیا اور آپ کے عطا کردہ عصا کو ہاتھ میں پکڑ کر بالکل تندرست اور توانا چلنے لگا۔ قادیان میں آپ کی یہ عظیم الشان کرامت دیکھ کر کئی لوگ جو مرزا کے دام فریب میں آکر ایمان گنوا بیٹھے تھے انہوں نے دوبارہ آپ کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا۔

حضرت خواجہ چوراسی قدس سرہ کے پوتے الحاج پیر محمد شفیع فاروقی نقشبندی قدس سرہ (م ۱۳۸۸ھ/ ۱۹۶۶ء) نے تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء میں تحفظ ناموس رسالت ﷺ کی خاطر طویل جدوجہد فرمائی۔ ایک دفعہ لنگا والا (شیخوپورہ) میں محفل میلاد کی ایک تقریب تھی۔ جس میں آپ اور آپ کے صاحبزادے خواجہ پیر غلام نقشبند فاروقی نقشبندی (م ۱۴۰۸ھ/ ۱۹۸۵ء) اور مولانا محمد سلیم خان والا کو تھاریر کے لیے مدعو کیا گیا تھا۔ گاؤں کا نمبر دار چونکہ مرزائی تھا اس نے مسجد متعلقہ کمیٹی کو پیغام بھجوا کہ یہاں لنگا والا میں آخری پیغمبر حضرت محمد ﷺ کی محفل میلاد منہ منقہ کروائی جائے ورنہ گاؤں کی اینٹ اینٹ بجا دی جائے گی۔ جب آپ کو مرزائی کی اس ناپاک جسارت کا علم ہوا تو آپ نے فرمایا! ہم اپنے آخری نبی حضرت محمد

ﷺ کے غلام ہیں اور ان کے لیے قربان ہونا اپنے لیے باعث فخر سمجھتے ہیں۔ آپ نے محفل میلاد جاری رکھنے کا حکم فرمایا اور اپنے ہاتھ کے اندر پستول لہرایا اور اپنے بیٹے غلام مرشد سے فرمایا! کھڑا ہو جاؤ آج ختم نبوت کے موضوع پر تقریر کرو اور ساتھ یہ اعلان بھی فرمایا کہ فقیر خود اپنے لخت جگر کو اپنے آخری نبی حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے ناموس پر قربان کرنے کے لیے پیش کرتا ہے۔ چنانچہ ساری رات محفل میلاد کا پروگرام نہایت عقیدت و احترام سے جاری رہا۔ نماز فجر کے بعد کئی قادیانی آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انھوں نے توبہ کرتے ہوئے آپ کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا۔

اسی طرح آپ نے بے شمار مرتبہ قادیانیوں کا نہایت ڈٹ کر مقابلہ فرمایا تھا اور انھیں شکست فاش دی۔ ایک دفعہ شاہدرہ لاہور میں ایک محفل میلاد میں آپ تشریف فرما تھے جب ایک شخص نے آخری پیغمبر حضرت محمد ﷺ کی ختم نبوت پر اعتراض کیا تو آپ نے اس کا منہ توڑ جواب دیا لیکن وہ خاموش نہ ہوا۔ آپ نے اسے دو تین مرتبہ خاموش رہنے کو کہا لیکن وہ چپ نہ ہوا چنانچہ آپ نے نہایت جلال میں آکر ارشاد فرمایا!

”یہ تو کتنے کی طرح بھونک رہا ہے اسے بھونکے دو“

اللہ تعالیٰ کی قدرت دیکھئے وہ ختم نبوت کا منکر مرتے دم تک کتے کی طرح آواز نکالتا رہا۔

خواجہ پیر غلام نقشبند فاروقی قدس سرہ (م ۱۴۰۸ھ / ۱۹۸۵ء) جماعت اہل سنت پنڈی ڈویرن کے صدر تھے۔ آپ نے تحریک ختم نبوت ۱۹۷۴ء میں بھرپور کردار ادا فرمایا تھا۔

حافظ پیر ظہور احمد اقدس چورانی قدس سرہ ایک پیر طریقت، نعت گو شاعر اور بے مثال خطیب تھے۔ آپ نے تحریک ختم نبوت ۱۹۷۴ء کے دوران جہلم، چکوال، پنڈاوان خان اور دینہ میں قادیانیت کا بھرپور تعاقب فرمایا۔ علامہ پیر سید حسین الدین شاہ سلطانپوری مدظلہ نے جب تحفظ ختم نبوت کا کام تیز تر کرنے کے لیے ۱۳ جولائی ۱۹۷۴ء کو راولپنڈی میں ایک عظیم الشان مشائخ کانفرنس منعقد کروائی جس کی صدارت شیخ الاسلام خواجہ محمد قمر الدین سیالوی قدس سرہ نے فرمائی۔ اس میں آپ اور پیر محمد ایوب چورانی قدس سرہ نے خصوصی طور پر شرکت فرمائی تھی۔ حافظ پیر ظہور احمد قدس سرہ نے تحفظ ختم نبوت کے سلسلہ میں مختلف مقامات پر جا کر اجتماعات میں شرکت کی اور خطاب فرمایا۔ بالخصوص آپ نے حافظ آباد، سکسکھی، پنڈی گھیب اور علاقہ گھبی میں اپنے خلیفہ شیر خان اعوان کے ہمراہ مختلف دوسرے کیے اور قادیانیت کے خلاف بھرپور کام کیا۔ اسی طرح علاقہ سکسر نوشہرہ (خوشاب) میں بھی آپ نے تحفظ ختم نبوت کے لیے دورے کیے۔ ان دوروں میں پیر ارشاد حسین بادشاہ نوری چورانی قدس سرہ (م ۱۹۷۷ء) بھی آپ کے ہمراہ خصوصی طور پر جایا کرتے تھے اور تحفظ ختم نبوت کے موضوع پر نہایت عارفانہ انداز میں تقریر فرماتے تھے۔

الحقیر مشائخ چوہہ شریف نے ہر دور میں تحفظ ناموس رسالت ﷺ کی خاطر بے مثال خدمات سر انجام دی ہیں آج

بھی حضرت خواجہ فقیر محمد فاروقی نقشبندی چودا ہی قدس سرہ کی اولاد امجاد مختلف ممالک میں اپنے مشن کو جاری رکھے ہوئے ہے۔

☆☆☆☆

☆☆☆☆

☆☆☆☆



تحریک ختم نبوت اور چند سنی علماء و مشائخ

غلام مصطفیٰ قادری

تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء اور ۱۹۷۳ء میں اگرچہ مختلف مکاتب فکر نے حصہ لیا لیکن اہل سنت کے علماء و مشائخ کا کردار نہایت روشن اور نمایاں رہا۔ چند سنی علماء و مشائخ کے کارہائے نمایاں ملاحظہ فرمائیں۔

(۱) علامہ پیر سید بشیر احمد سہروردی رحمۃ اللہ علیہ

مجاہد تحریک پاکستان، مجاہد تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء، غازی کشمیر علامہ پیر سید بشیر احمد سہروردی صاحب رحمۃ اللہ علیہ ۱۹۰۰ء میں جلاپور جٹاں ضلع گجرات میں حضرت پیر سید الحافظ ضیاء الدین رحمۃ اللہ علیہ کے گھر میں پیدا ہوئے۔ آپ نے ظاہری علوم اپنے وقت کے علماء و اساتذہ سے حاصل کیے آپ نے شریعت اور علوم طریقت بھی حاصل کیے اور ایک عرصہ تک ریاضت اور مجاہدات میں مشغول رہے اور اس طرح آپ نے باطنی روحانیت اور سرفرازی بھی حاصل کر لی اپنی اس ریاضت کیساتھ ساتھ آپ فریضہ تدریس و تبلیغ دین میں مصروف ہو کر بے شمار لوگوں کو علم و فضل کی راحتوں سے ہمکنار کیا اور اپنی تقریروں سے مردہ دلوں کو آداب زندگی سے روشناس کرایا۔

آپ کی ایمان افروز تقاریر سے جہاں مسلمانوں نے راحۃ کی پہچان کی وہاں آپ کے درس و تبلیغ سے سینکڑوں غیر مسلمانوں نے راہ حق کی پہچان کی وہاں آپ کے درس و تبلیغ سے سینکڑوں غیر مسلم مشرف باسلام ہوئے جبکہ غیر مسلموں کی ایک پوری بستی حلقہ بگوش اسلام ہوئی تو آپ نے (شوکت اسلام) کا عظیم الشان جلوس نکالا اور جب یہ جلوس غیر مسلموں کی آبادی کے نزدیک پہنچا تو آپ نے کلمۃ الحق بلند کرتے ہوئے اپنے مخصوص اور پر جوش انداز میں اسلام کی حقانیت بیان فرمائی۔ ہندو اور دیگر غیر مسلم پر واضح کیا کہ اسلام امن و آشتی کا مذہب ہے اسلام کے دامن میں امیر و غیر سب ایک ہو جاتے ہیں بلکہ آپ نے ایک برتن میں پانی منگوا کر نو مسلم افراد کو پلایا پھر بعد میں خود بھی اس برتن سے پانی نوش فرمایا۔ چنانچہ نو مسلم آپ کے اس عمل سے بہت متاثر ہوئے اور مخالفین اسلام کو بھی بجا طور پر عظمت اسلام کا احسا ہوا۔ آپ نے جامع مسجد آرائیاں میں ایک دینی درس گاہ قائم کی جس میں درس قرآن و حدیث کے لیے ایک عالم و فاضل اور باعمل بزرگ حاجی برکت علی کاشمیری کو مقرر کیا جنہوں نے دین اسلام کی ترویج و اشاعت کے لیے سات سال تک عوام کی بے لوث خدمت کی۔

۱۱۳ اگست ۱۹۷۷ء کو قائد اعظم محمد علی جناح کی محنت اور علماء و مشائخ اہل سنت کی کوششوں سے پاکستان معرض وجود میں آیا۔ ایک سازش کے تحت پاکستان بننے کے فوراً بعد ایک قادیانی ظفر اللہ خان کو وزیر خارجہ بنادیا گیا جسکی آپ نے ڈنکے کی چوٹ پر مخالفت کی۔ ۱۹۵۳ء کی تحریک تحفظ ختم نبوت میں حصہ لیا۔ جب تحریک چلی اور اس وقت بھی آپ نے جرأت و کردار اور اسلامی جذب سے ختم نبوت کی اہمیت و فضیلت پر ایمان افروز باطل سوز جملے اور جلوسوں میں خطابات فرمائے اور مرزائیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کے لیے عوامی سطح پر قراردادیں منظور کرائیں۔ اس سلسلہ میں آپ نے قید و بند کی صعوبتیں بھی برداشت کیں اور گرفتار ہو کے پہلے کو جرنالہ جیل پھر ساہوال جیل میں قید رہے اور عشق رسول اللہ ﷺ میں جیل کی آہنی سلاخوں کی پرواہ نہ کرتے ہوئے بھی دین اسلام کا پرچم سر بلند رکھا۔

۴ مئی ۱۹۷۲ء کو جمعہ المبارک کا دن تھا سہ پہر کا وقت تھا کہ آپ نے آیت حسینا اللہ نعم الوکیل نعم المولیٰ نعم الانصیر اور کلمہ طیبہ کا ورد کرتے ہوئے اپنی جان جان آفریں کے سپرد کر دی انا للہ وانا علیہ راجعون۔ آپ کا جنازہ علاقہ کا تاریخ ساز جنازہ تھا آپ کا سالانا عرس مبارک ہر سال ۴ مئی ۲۲ میاں کھ کو سو بدھ و وزیر آباد میں بڑی عقیدت و احترام سے منایا جاتا ہے۔ آپ کے سجادہ نشین آپ کے بڑے صاحبزادے پیر سید محمد صفی اعظم المعروف جن پیر سرکار ہیں آپ کے چھوٹے بھائی علامہ سید نجات حسین شاہ صاحب ہیں جو کہ خدمت انسانیت کے جذبے سے سرشار عالمی فلاحی تنظیم مسلم بینڈز کے چیئرمین ہیں وہ بھارتی مظلوم مسلمانوں اور دنیا بھر میں فلسطین، کسوا، افغانستان، عراق، مقبوضہ کشمیر کے محکوم مسلمانوں اور مجاہدین کی امداد کے لیے سرگرم عمل ہیں۔

۲) حضرت علامہ مولانا پیر محمد سلیم نقشبندی مجددی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت علامہ مولانا ابوالوفا پیر محمد سلیم نقشبندی مجددی فیصل آباد کے نواحی گاؤں چک آر بی ۱۹۶ موضع گھونہ میں ۱۹ اگست ۱۹۲۹ء میں پیدا ہوئے۔ آپ کا خاندان ایک صدی سے دین اسلام کی تبلیغ و اشاعت میں مصروف ہے۔ آپ کے والد گرامی حضرت مولینا امام دین رحمۃ اللہ علیہ اسی گاؤں میں تبلیغ و تدریس کا فریضہ نبھاتے رہے ہیں۔ آپ نے ابتدائی تعلیم اپنے والد گرامی سے حاصل کی قیام پاکستان کے بعد جامعہ رضویہ مظہر اسلام فیصل آباد میں محدث اعظم پاکستان شیخ الحدیث مولینا سردار احمد قادری رضوی رحمۃ اللہ علیہ سے شرف تلمذ حاصل کیا۔ دورہ تفسیر القرآن جامعہ نظامیہ وزیر آباد میں نامور عالم دین شیخ القرآن ابوالحقائق خواجہ پیر عبدالغفور ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ سے کیا۔ درس حدیث شریف کے لیے غزالی زماں رازی دوراں امام اہل اہل سنت علامہ سید احمد سعید کاظمی محدث ملتان بانی جامعہ عربیہ انوار العلوم ملتان شریف سے بھی اکتساب فیض کیا۔ آپ محکمہ اوقاف کے ڈسٹرکٹ خطیب تھے۔

حکومت کی طرف سے آپ کو جامعہ الازہر مصر میں بھی ایک کورس کی تربیت کے لیے جانے کا موقع ملا۔ بیعت کے

لیے آپ علی پور سیداں شریف میں پیر طریقت حضرت پیر سید علی حسین شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے دست حق پرست پر بیعت ہوئے اور خلافت بھی حاصل کی۔ آپ کی جرأت دیکھ کر محدث اعظم پاکستان نے آپ کو ابوالوفا کا خطاب دیا۔

آپ صحیح معنوں میں عاشق رسول تھے۔ جب بھی حضور نبی کریم ﷺ کا اسم مقدس آتا تو انگوٹھے چوم کر آنکھوں پر لگا لیتے اور فرط شوق سے آنکھیں نم ہو جاتیں۔ آپ ہر سال تاجدار کائنات صاحب لولاک ﷺ کا عرس پاک باقاعدگی سے میاں کرتے۔ اس عرس پاک میں ظاہری و باطنی آداب کو ملحوظ خاطر رکھا جاتا۔ آپ نے تین بار حج کیا اور چار مرتبہ عمرہ کی سعادت حاصل کی۔ آپ نے ۳۵ سال تک جامع مسجد جمال خانوآ نہ میں دعوت و تبلیغ کا فریضہ سرانجام دیا آپ ایک مایہ ناز خطیب اور حد درجہ خلیق اور ملنسار تھے۔

تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء میں آپ نے ناموس ختم کی پاسداری کے لیے اپنی جان کو ہتھیلی پر رکھ کر مجالس ختم نبوت سے نہ صرف خطابات کرتے رہے بلکہ آپ نے دوسرے علماء کی طرح اس تحریک میں قید و بند کی صعوبتیں بھی برداشت کیں۔ آخر کار ۷ ستمبر ۱۹۷۴ء کو حکومت پاکستان نے قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دیا۔ آپ کے خطابات عوام اہل سنت کو ناموس تحفظ ختم نبوت اور تحفظ ناموس ناموس رسالت پر اپنا تن من و دھن قربان کرنے کا پیغام دیتے ہیں۔ آپ جب تک زندہ رہے اپنے کردار و عمل اور تبلیغ و تعلیم سے ہر طرف خوشبوئیں بکھیرتے رہے۔

آپ ۱۹ مئی ۱۹۹۷ء ۱۰ محرم کی درمیانی رات کو اپنی جان جان آفرین کے سپرد کر کے اللہ تعالیٰ کو پیارے ہو گئے۔ آپ کی نماز جنازہ ممتاز عالم دین شیخ الحدیث حضرت علامہ مولانا غلام رسول رضوی رحمۃ اللہ علیہ نے جمال خانوآ نہ فیصل آباد کی الفتح گراؤنڈ میں پڑھائی۔ آپ کو جامع مسجد خانوآ نہ میں سپرد خاک کیا گیا جہاں آپ نے تقریباً نصف صدی قرآن و حدیث اور حب رسول ﷺ کے موتی لٹائے۔ آپ کی وفات کے بعد آپ کے فرزند ارجمند مولانا زاہد حسین نقشبندی کو آپ کا جانشین بنایا گیا۔

(۳) مولانا پیر سید یعقوب شاہ رضوی رحمۃ اللہ علیہ

عالمی مبلغ اسلام، مجاہد تحریک ختم نبوت، خطیب پاکستان، پیر طریقت حضرت علامہ مولانا پیر سید یعقوب شاہ رضوی آف پھالیہ شریف حسینی سید تھے۔ آپ بھکھی شریف ضلع منڈی بہاؤ الدین میں سادات کے معزز خاندان میں سید رسول شاہ صاحب کے ہاں ۱۹۳۲ء میں پیدا ہوئے۔ دینی تعلیم دارالعلوم جامعہ محمدیہ نوریہ رضویہ بھکھی شریف میں حافظ الحدیث علامہ پیر سید جلال الدین شاہ صاحب نقشبندی جوآن کے حقیقی چچا تھے سے حاصل کی۔

دورہ حدیث کے لیے عالم اسلام کی عظیم علمی شخصیت محدث اعظم پاکستان مولانا ساردار احمد چشتی قادری رحمۃ اللہ علیہ کے پاس حاضر ہوئے۔ فیصل آباد میں جامعہ رضویہ مظہر الاسلام میں دینی علوم کے مراحل پورے انہماک اور محنت شاقہ سے

طے کیے۔ جب دینی علوم کا سلسلہ تکمیل کو پہنچا تو پیر سید یعقوب شاہ صاحب نے حضرت محدث اعظم پاکستان شیخ الحدیث مولانا سردار احمد قادری رحمۃ اللہ علیہ کے دست حق پرست پر بیعت کر لی۔ محدث اعظم پاکستان کے حکم پر پچالیہ کو دعوت و تبلیغ دین حق کے لیے اپنا مسکن بنایا۔ آپ کا سلسلہ نسب امام موسیٰ رضا رضی اللہ عنہ سے جا ملتا ہے۔ مذہبی مسلک میں اعلیٰ حضرت امام اہل سنت امام احمد رضا قادری بریلوی رحمۃ اللہ علیہ سے رضا کی ان دونوں سنتوں سے آپ اپنے رضوی کالاحقا استعمال کرتے۔

حضرت پیر صاحب کی ملکی حالات کے علاوہ عالم اسلام کے مسائل پر بھی گہری نظر تھی۔ مسئلہ فلسطین ہو یا اسلامی ملک لیبیا کی سالمیت کا مسئلہ ہو آپ نے لیبیا پر امریکی حملے کی پرزور مذمت کی اور لیبیا کے صدر کرنل معمر قذافی کو ایک ٹیلی گرام میں پیش کش کی کہ ہم اہل سنت و جماعت کے تربیت یافتہ رضا کار دشمنان اسلام کے خلاف جہاد کے لیے بھیجنے کو تیار ہیں۔ جہاد آزادی کشمیر کے لیے وفاقی حکومت کو پچاس ہزار مسلح رضا کار بھیجنے کی پیش کش کی۔ پیر صاحب نے کشمیریوں کیساتھ یکجہتی کے لیے میدان کارزار میں فخرہ بکھیر لگا کر اترنے کی ضرورت پر زور دیا۔

آپ ایک مایہ ناز خطیب بھی تھے۔ ۲۶ مارچ ۱۹۸۵ء کو ختم نبوت کانفرنس منعقدہ چنیوٹ میں ملک کے ممتاز اور جید علماء کرام کیساتھ آپ نے بھی شرکت کی اور مکرین ختم نبوت اور گستاخان رسول ﷺ کے لیے سزائے موت کا قانون بنانے کا حکومت سے مطالبہ کیا۔ تحریک ختم نبوت میں پیر سید یعقوب شاہ صاحب رضوی اور دوسرے علماء کے ہمراہ انگریزوں کے پیدا کردہ فتنہ قادیانیت کے خلاف علم جہاد بلند کیا۔ آپ نے اہلیان علاقہ کو ساتھ لے کر قادیانی فتنے کے خاتمے کے لیے عملی حصہ لیا۔ اس طرح آپ نے ایک دفعہ پھر علاقے کے تمام مسلمانوں کو قادیانی فتنے کے خلاف متحد کیا اور ان کی سازشوں کو بے نقاب کیا۔

آپ اکثر یہ شعر پڑھا کرتے۔

محمد کی الفت بڑی چیز ہے خدا دے یہ نعت بڑی چیز ہے

آپ کی وفات ۱۳۱ اگست ۱۹۹۱ء کو ہوئی۔ آپ کا مزار پچالیہ شہر میں ہے جہاں ہر سال آپ کا عرس مبارک ہوتا ہے اور ملک پاکستان کے نامور علماء خطابات فرماتے ہیں۔

(۳) مولانا پیر سید افتخار الحسن شاہ زیدی رحمۃ اللہ علیہ

وکیل ناموس صحابہ، شہباز خطابت، افتخار ملت تحریک پاکستان، مجاہد ختم نبوت حضرت علامہ صاحبزادہ پیر سید افتخار الحسن شاہ رحمۃ اللہ علیہ ۱۹۲۵ء میں ضلع سیالکوٹ کے گاؤں الہڑ میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد ماجد حضرت علامہ مولانا سید مسعود شاہ نقشبندی اپنے وقت کے بڑے زبردست مناظر اور فاتح مرزائیت و عیسائیت تھے۔ طریقت میں حضرت شاہ لاٹانی پیر سید جماعت علی شاہ علی پوری کے مرید و خلیفہ تھے۔

صاحبزادہ صاحب لڑکپن میں کبڑی کے بڑے نامور کھلاڑی تھے آپ دن بدن کمیلوں کے میدان میں شہرت پذیر ہو رہے تھے۔ ایک دن جب حسب معمول آپ کے والد گرامی اپنے پیر خانے کی حاضری کے لیے جانے لگے تو عور افتخار الحسن کو بھی ساتھ لے لیا اور یہی دن آپ کی تقدیر بدلنے کا دن تھا آستانہ نقشبندیہ لاٹانیہ کا روحانی ماحول حضرت شاہ لاٹانی کی صحبت کا اثر تہجد کا وقت اور مقبولیت کی گھڑی اور آپ کے والد گرامی حضرت شاہ لاٹانی سے عرض کرنے لگے حضور افتخار کو بھی اپنی غلامی میں داخل کر لیجئے۔

حضرت شاہ لاٹانی نے آپ کو بیعت کیا اور خصوصی توجہ فرمائی۔ والد گرامی کے وصال کے بعد آپ نے علم دین حاصل کرنے کے لیے سیالکوٹ کے قریب ایک چھوٹا سا قصبہ میرپور میں حضرت مولانا سید احمد شاہ رحمۃ اللہ علیہ کے پاس ابتدائی کتب صرف بہائی، ایسا غوجی، نحو میر پرزہیں۔

بعد ازاں اندرون دہلی دروازہ لاہور میں مفتی اعظم پاکستان علامہ ابوالبرکات سید احمد قادری رحمۃ اللہ علیہ شیخ الحدیث دارالعلوم حزب الاحناف لاہور پاس کچھ عرصہ پڑھا۔ دارالعلوم حزب الاحناف میں پڑھنے کے دوران آقا بیدار بخت کالج میں مفتی فاضل کا امتحان بھی پاس کیا۔ پھر کچھ عرصہ جامعہ نعمانیہ اندرون نکسالی گیٹ میں جامعہ فتحیہ چمہرہ میں ملا حسن، میر زاہد، مقامات حریری، مشکوٰۃ شریف اور تفسیر جلالین شیخ الحدیث مولانا غلام رسول رضوی اور مولانا مہر محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم سے پڑھیں اور دورہ حدیث شریف مفسر قرآن خلیفہ اعلیٰ حضرت صدر الافاضل مولانا سید نعیم الدین مراد آبادی سے جامعہ نعیمیہ مراد آباد (انڈیا) میں پڑھا۔ دورہ حدیث شریف کی تکمیل پر صدر الافاضل مولانا سید نعیم الدین مراد آبادی نے دستار فضیلت بانڈھی اور سند عطا کی۔ اس موقع پر محدث اعظم پاکستان شیخ الحدیث مولانا سردار احمد قادری چشتی بھی موجود تھے۔ جب آپ دورہ حدیث شریف کر کے فارغ ہوئے تو تحریک پاکستان اپنے آخری اور فیصلہ کن مرحلے میں داخل ہو چکی تھی۔ آپ نے تحریک میں بڑے جوش و جذبے سے حصہ لیا اور مسلم لیگ میں مختلف عہدوں پر رہ کر کام کیا اور ساتھ ہی جلسوں میں خطابت کے جوہر بھی دکھائے۔

تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء شروع ہوئی جلسے، جلوس، ریلیاں، مظاہرے، پکڑ دھکڑ اور گرفتاریاں شروع ہوئیں لاہور کی جامع مسجد وزیر خان کو آپ نے تحریک کا مرکز بنایا۔ مولانا عبدالستار خان نیازی اور مولانا امین الحسنات، سید ظلیل احمد قادری نے قیادت سنبھالی۔ رضا کاروں کے قافلے گرفتار ہونے شیع ختم نبوت کے پروانے ناموس رسالت پر جلنے کی غرض سے جانے لگے۔ تحریک نے زور پکڑا آتش فشاں پھٹ گیا طوفان برپا ہو گیا سیلاب لیواؤں اور رسول ہاشمی علیہ السلام کے وفادار غلاموں نے ناموس ختم نبوت کی رکھوالی کی خاطر سینوں پر گولیاں کھائیں اپنے بچے قربان کیے غلام کو مسکرا کر برداشت کیا گرفتار ہو کر جیلوں میں گئے لیکن دامن مصطفیٰ علیہ السلام نہ چھوڑا۔ آپ تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء کے دوران فیصل آباد جیل سے میانوالی جیل منتقل

ہو گئے۔ میانوالی جیل جسے پاکستان کا کالا پانی کہتے ہیں۔ ایک رات نوبے حکم ملا کہ صاحبزادہ سید افتخار الحسن شاہ صاحب و دیگر رضا کاران میانوالی جیل جانے کے لیے تیار ہو جائیں۔ آپ تمام نے اپنا اپنا سامان باندھا اور رات کے دس بجے اسلام پسندوں، حق پرستوں اور شیخ ختم نبوت کے پروانوں کا یہ قافلہ ڈی۔ ایس۔ پی اور ایک ڈیوٹی مجسٹریٹ کی قیادت میں پولیس کی بھاری نفری کی زیر حراست جھنڈیوں کی جھنکار اور راتکھوں کے سائے میں پولیس کی گاڑی پر سوار ہو کر میانوالی کی طرف روانہ ہو گیا راستہ میں کسی جگہ رکے بغیر صبح کی نماز میانوالی جیل کے میدان میں پڑھی۔ قیدیوں کی آمد اور وصولی کے کاغذات مکمل ہو جانے کے بعد سب میانوالی جیل بھیج دیا گیا۔

صاحبزادہ صاحب کو ایک وحشت ناک احاطہ کی پھانسی کوٹھڑی میں بند کر دیا گیا جون کا مہینہ، شدت کی گرمی میانوالی جیل اور پھانسی کی تنگ و تاریک کوٹھڑی میں صاحبزادہ افتخار الحسن رحمۃ اللہ علیہ رہے اور یہ بھی پتہ چلا کہ کہ یہ وہ کمرہ ہے جس میں پروانہ شیخ رسالت غازی علم الدین شہید رحمۃ اللہ علیہ کو رکھا گیا۔

ایک دن جیل کے داروغہ چودھری فضل دین نے دفتر بلایا اور کہا کہ تمہارے بڑے بھائی سید محمد یعقوب شاہ صاحب کا خط آیا ہے۔ اس میں لکھا تھا کہ تمہاری بیوی سخت بیمار ہے اور موت و حیات کی کشمکش میں مبتلا ہے۔ خط پڑھا مگر ایک مجبور اور بے بس قیدی تشکر و پریشان ہونے کے سوا جیل کی چار دیواری میں اور کیا کر سکتا ہے؟۔ داروغہ بولا شاہ صاحب کیا خیال ہے جواب دیا جناب پرندہ قفس میں پھڑ پھڑانے کے سوا اور کیا کر سکتا ہے؟ داروغہ نے کہا نہیں سب کچھ ہو سکتا ہے میں نے پوچھا کیسے؟ وہ فوراً بولا یہ کاغذ اور قلم لو اور صرف اتنا لکھ دو کہ میں آئندہ کسی تحریک میں حصہ نہیں لوں گا یہ اصل میں معافی نامہ تھا اور حکومت ان کی اس مجبوری سے فائدہ اٹھانا چاہتی تھی۔ پھانسی کی کوٹھڑی میں بند رکھنے کے باوجود وہ اپنے مقصد میں کامیاب نہ ہو سکی مگر اب بیوی کی بیماری اور وہ بھی موت و حیات کی کشمکش۔

صاحبزادہ صاحب فرماتے ہیں کہ میرے لیے یہ میرے مسلک و عقیدہ کے لحاظ سے کڑی آزمائش تھی میں نے بلا تامل جواب دیا میں معافی نامے پر دستخط نہیں کروں گا اور نہ ہی حکومت سے معافی مانگوں گا غرض کہ پورا ایک سال قید کاٹنے کے بعد شیخ ختم نبوت کے پروانے میانوالی جیل سے رہا ہو کر اپنے گھروں کو واپس آئے۔

۱۹۷۳ء میں دوبارہ تحریک ختم نبوت چلی تو قومی اسمبلی کے ذریعے علماء اہل سنت کی کوششوں اور قربانیوں سے ۷ ستمبر ۱۹۷۴ء کا دہائیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا گیا۔ تحریک ختم نبوت میں آپ کا کردار مثالی نوعیت کا ہے۔ آپ نے گیارہ کے قریب کتابیں تصنیف کیں۔

- ۱۔ مقامات نبوت ۲۔ مقامات صحابہ ۳۔ خاک کربلا
- ۴۔ المعراج ۵۔ ماہ کعبان ۶۔ مقامات اولیاء

۷۔ اللہ کے تیر ۸۔ نسبت باعث جنت ۹۔ کفر یزید

۱۰۔ گستاخ رسول کی سزا ۱۱۔ زندگی ۱۲۔ ۱۹ء تک کی خودنوشت سوانح

آپ نے ۱۳ جولائی ۱۹۷۲ء کو داعی اجل کو لبیک کہا آپ کی نماز جنازہ میں ہزاروں افراد نے شرکت کی۔ آپ کی نماز جنازہ ممتاز عالم دین شیخ الحدیث علامہ غلام رسول رضوی نے پڑھائی اور آپ کو منصور آباد کی فردوس مسجد میں دفن کیا گیا جس میں آپ کم و بیش ۳۰ سال اللہ تعالیٰ اور اسکے پیارے محبوب ﷺ کی محبت و اطاعت کا پیغام سناتے رہے۔ آپ کے صاحبزادے سید ابراہیم شاہ کو آپ کا جانشین بنایا گیا جو آج کل جامع مسجد فردوس فیصل آباد میں خطابت کر رہے ہیں۔

(۵) علامہ مولانا حافظ محمد عالم نقشبندی محدث سیالکوٹی رحمۃ اللہ علیہ

استاذ العلماء، مخدوم اہل سنت، مجاہد اسلام، شیخ الحدیث، علامہ الحاج، الحافظ میر محمد عالم نقشبندی (بانی دارالعلوم حنفیہ دودروازہ سیالکوٹ) ریاست جموں کشمیر موضع رانجنم اپریل ۱۹۲۷ء کو پیدا ہوئے۔ آپ کے والد گرامی کا نام حاجی شاہ محمد تھا۔ آپ کا سارا گھرانہ شروع ہی سے مذہبی تھا۔ جب آپ نے ہوش سنبھالا تو آپ کے والد گرامی نے آپ کو آپ کے چھوٹے چاچا حافظ احمد دین صاحب کے پاس سیالکوٹ میں حفظ قرآن کے لیے چھوڑ دیا۔ آپ نے ساری زندگی رمضان المبارک کے مہینہ میں نماز تراویح میں قرآن پاک سنایا۔ آپ کو قرآن پاک کی منزل خوب یاد تھی۔

آپ کے اساتذہ میں مفسر قرآن علامہ مولانا نبی بخش حلوانی، علامہ محمد مہر دین، مفتی محمد حسین نعیمی بانی جامعہ نعیمیہ لاہور، مفتی اعظم پاکستان شیخ الحدیث استاذ العلماء علامہ ابوالبرکات سید احمد قادری بانی دارالعلوم حزب الاحناف لاہور سے سند فراغت حاصل کی۔ ۱۹۴۸ء کو ان کی دستار فضیلت امیر ملت میر سید جماعت علی شاہ محدث علی پوری اور دیگر اکابر علماء مشائخ کے ہاتھوں ہوئی۔ آپ نے حضرت میر صاحب سے بیعت کی۔

حضرت شیخ الحدیث نے اپنی ساری زندگی دین اسلام کے لیے وقف فرمادی تھی۔ حضرت شیخ الحدیث نے ۱۹۵۶ء سے لے کر ۱۹۹۹ء تک تقریباً ۴۵ سال جامعہ حنفیہ دودروازہ سیالکوٹ میں نماز فجر کے بعد درس قرآن دیا۔ تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء میں آپ کا کردار مجاہدانہ رہا۔ ۱۹۵۳ء میں جب تحریک ختم نبوت چلی تو آپ اس وقت دارالعلوم حزب الاحناف لاہور میں پڑھاتے تھے۔ آپ نے اس وقت شارح بخاری علامہ سید محمود احمد رضوی اور مفتی محمد حسین نعیمی بانی جامعہ نعیمیہ لاہور سمیت اس تحریک کو کامیاب بنانے میں بھرپور کردار ادا کیا۔ قید و بند کی صعوبتیں برداشت کیں اور لاہور کے شاہی قلعہ میں قید ہوئے۔ ۱۹۷۴ء کو دوبارہ تحریک ختم نبوت چلی تو اس میں بھی حصہ لیا اور قید ہوئے۔ بالآخر علماء اہل سنت کی کوششوں سے قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا گیا۔

آپ نے ۲۰ اگست ۱۹۹۹ء کو وفات پائی۔ سیالکوٹ کی تاریخ میں آپ کا سب سے بڑا جنازہ تھا جس میں تقریباً

ڈیڑھ لاکھ کے قریب فرزند ان اسلام نے نماز جنازہ پڑھنے کی سعادت حاصل کی۔ آپ کو جامعہ حنفیہ دو دروازہ سیالکوٹ میں سپرد خاک کیا گیا اللہ تعالیٰ آپ کی خدمات قبول فرمائے اور آپ کے درجات کو بلند فرمائے۔ آمین!

(۶) شیخ الحدیث علامہ مفتی غلام فرید ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ

شیخ الحدیث، مجاہد اسلام، پیر طریقت الحاج مفتی غلام فرید ہزاروی سعیدی سیفی (سابق ایم۔ پی۔ اے) مہتمم جامعہ فاروقیہ رضویہ تعلیم القرآن فاروق سنج نزد گھنٹہ گھر گوجرانوالہ ۱۱ اکتوبر ۱۹۳۷ء بروز جمعرات موضع جھاڑ مضافات تربیلہ ہزارہ ڈویژن میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد گرامی کا نام مولانا الحاج پیر عبد الجلیل رحمۃ اللہ علیہ تھا۔

آپ ہری پور ہزارہ کے مرکزی مدرسہ دارالعلوم اسلامیہ رحمانیہ میں داخل ہوئے۔ آپ کے اساتذہ میں سے علامہ قاضی عبد السبحان کھلا بھٹی کے داماد قاضی حبیب الرحمن اور آپ کے صاحبزادے قاضی غلام محمود ہزاروی ہیں جن سے آپ نے علمی استفادہ کیا۔ جب قاضی عبد السبحان صاحب کھلا بھٹی رحمۃ اللہ علیہ دارالعلوم اسلامیہ رحمانیہ ہری پور ہزارہ میں شیخ الحدیث کی حیثیت سے تشریف لائے تو ان سے بھی اکتساب علم کیا۔ غزالی زماں، رازی دوران شیخ الحدیث حضرت علامہ سید احمد سعید کاظمی محدث ملتانی آپ کے استاذ و مرشد اول تھے۔ کچھ عرصہ جامعہ رضویہ مظہر السلام فیصل آباد میں بھی پڑھا پھر جامعہ نعیمیہ گروسی شاہولاہور میں مفتی اعظم پاکستان حضرت علامہ مفتی محمد حسین نعیمی رحمۃ اللہ علیہ سے اکتساب فیض کیا۔ حضرت فقیہ اعظم مفتی اعجاز ولی خان رضوی اور مولانا قاضی عزیز الرحمن مردانوی اور مفتی محمد حسین نعیمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے درس بخاری شریف لیا۔ ۱۹۵۹ء میں جامعہ نعیمیہ سے دستار فضیلت اور سند فراغت حاصل کی۔

آپ نے کئی مدارس میں درس نظامی کی تدریس کی۔ آپ ۱۹۷۰ء سے تادم آخر جماعت اہل سنت، جمعیت علماء پاکستان سے وابستہ رہے۔ آپ نے کئی کتابیں تصنیف کیں ان کے علاوہ آپ نے کئی بد مذہب سے مناظرے کیے اور انھیں شکست فاش سے دو چار کیا۔ اور لوگوں کو مسلک حق اہل سنت و جماعت کی حقانیت سے روشناس کرایا۔

تحریک ختم نبوت ۱۹۷۴ء میں بھرپور حصہ لیا اور بے شمار جلسوں اور ختم نبوت کانفرنسوں سے خطاب کیا اور دوران خطاب لوگوں کو فتنہ مرزائیت سے آگاہ کیا۔ گوجرانوالہ کی تاریخ شاہد ہے کہ ۱۹۷۴ء میں ایک دو کے علاوہ ہر جلوس کی قیادت میں شریک ہو کر آپ نے بے مثال کارکردگی کا مظاہرہ کیا۔ اور ایک دن نماز جمعہ کے بعد چوک گھنٹہ گھر سے الحاج مفتی ابو داؤد محمد صادق اور خطیب پاکستان ابوطاہر مولانا عبد العزیز چشتی سیالوی صاحب کے ہمراہ گرفتاری پیش کی اور قید و بند کی صعوبتیں بھی برداشت کیں۔

آپ کا وصال ۱۸ اگست ۲۰۰۴ء بروز جمعرات کو ہوا۔ آپ کی نماز جنازہ گورنمنٹ اسلامیہ کالج گوجرانوالہ کے وسیع و عریض گراؤنڈ میں میاں محمد حنفی سیفی نے پڑھائی۔ لاکھوں کی تعداد میں لوگوں نے آپ کی نماز جنازہ ادا کی آپ کی تدفین مسجد

جامعہ فاروقیہ رضویہ تعلیم القرآن کو جرانوالہ میں ہوئی اللہ تعالیٰ آپ کے درجات بلند فرمائے۔

(مجاہد ملت علامہ پیر سید محمود شاہ گجراتی رحمۃ اللہ علیہ

قائد اعظم کے ساتھی، مجاہد تحریک پاکستان، مجاہد تحریک آزادی کشمیر، غازی تحریک ختم نبوت، مجاہد ملت حضرت ابوالوفا علامہ سید محمود گجراتی رحمۃ اللہ علیہ ۲۵ دسمبر ۱۹۲۰ء کو گجرات میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد گرامی پیر سید ولایت شاہ کا مدرسہ انجمن خدام الصوفیہ موجود تھا۔ شاہ صاحب کو مدرسہ میں داخل کرا دیا گیا۔ گیارہ ماہ کی قلیل مدت میں آپ نے قرآن مجید حفظ کر لیا۔ اور اسی سال مسجد حاجی پر بخش میں رمضان شریف میں قرآن پاک کو نماز تراویح میں سنایا۔ آپ نے جن اساتذہ سے علم حاصل کیا ان کے اسمائے گرامی شیخ القرآن ابوالحقائق حضرت علامہ پیر محمد عبدالغفور ہزاروی، مفتی مہر دین، سید محمد محدث کچھوچھوی، حکیم الامت مفتی احمد یار خان نسیمی گجراتی، قاضی عبدالسبحان کھلای، رحمۃ اللہ تعالیٰ انجمن تھے۔ اس کے علاوہ آپ نے دارالعلوم حزب الاحناف لاہور میں شیخ المحدثین امام اہل سنت حضرت علامہ پیر سید دیدار علی شاہ محدث الوری اور مفتی اعظم پاکستان شیخ الحدیث حضرت علامہ ابوالبرکات سید احمد قادری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے استفادہ کیا۔ اور سند فراغت حاصل کرنے کے بعد گجرات تشریف لائے اور آتے ہوئے مفتی احمد یار خان نسیمی رحمۃ اللہ علیہ کو بھی ساتھ لے آئے۔ حضرت پیر سید ولایت شاہ صاحب اپنے دونوں صاحبزادوں کو ساتھ لے کر علی پور سیداں شریف حاضر ہوئے اور حضرت امیر ملت پیر سید جماعت علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ سے عرض کی حضور ان دونوں کو اپنے خدام میں شامل فرمائیں۔ حضرت امیر ملت ابوالعرب الحاج الحافظ پیر سید جماعت علی شاہ محدث یگانہ علی پوری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت سید محمود شاہ گجراتی اور ان کے بھائی سید عبدالحمید شاہ صاحب کو بیعت کر لیا۔

جب پیر کامل نے مرید خاص میں جرأت اور بیباکی دیکھی تو بہت خوش ہوئے اور سید محمود شاہ گجراتی کو پشت پر چھکی دی اور ارشاد فرمایا! یہ علماء اہل سنت میں بڑے اور حق کو عالم دین ہو گا ولی کامل کا فرمان برحق ثابت ہوا اور واقعی صاحبزادہ صاحب کلمہ حق بیان کرتے ہوئے بڑے سے بڑے کو بھی خاطر میں نہ لاتے تھے۔

۱۹۵۳ء میں جب تحریک ختم نبوت کا آغاز ہوا تو آپ نے گجرات میں تحریک کی قیادت فرمائی۔ روزانہ جلسے جلوس نکلتے۔ آپ نے علماء کے وفد کی قیادت فرماتے ہوئے گرفتاری بھی پیش کی۔ پورے ملک میں تحریک ختم نبوت زوروں پر تھی اور لوگ تاج و تخت ختم نبوت پر دلہانہ انداز میں جام شہادت نوش کر رہے تھے اور ملک کی جیلیں فدا یان ختم نبوت سے بھر چکی تھیں۔ ۱۹۷۴ء میں تحریک ختم نبوت دوبارہ چلی تو گجرات کی تمام مذہبی سیاسی جماعتوں نے آپ کو مجلس عمل تحریک ختم نبوت کا صدر منتخب کیا تو آپ نے پورے ملک میں تقریروں اور تحریروں سے عوام کو ختم نبوت سے روشناس کرایا۔ ۱۴ جون ۱۹۷۷ء کو علماء کے ایک جلسے کیساتھ گرفتاری پیش کی لیکن گرفتاری کے باوجود آپ نے اپنی سرگرمیوں میں کمی نہ آنے دی۔ جس پر مقامی

انتظامیہ بے بس ہوگئی اور سبکدوشی انتظامیہ نے وزیر اعلیٰ پنجاب سے رابطہ قائم کیا۔ وزیر اعلیٰ پنجاب نے آپ کو میانوالی سینٹرل جیل کی پچاسی کی کوٹھڑی میں بھیج دیا آپ کو سی کلاس میں رکھا گیا اور پانچ دن تک کھانا نہ دیا گیا چھ دن جب دوسرے قیدیوں کو پتہ چلا کہ ایک ولی کامل شہنشاہ ولایت کا صاحبزادہ مجاہد تحریک ختم نبوت ہماری جیل میں ہے تو انہوں نے آپ کو کھانا پیش کیا۔ میانوالی جیل میں آپ کی آمد پورے شہر میں جنگل کی آگ کی طرح پھیل گئی۔ وہاں کے لوگ وفد کی شکل میں جیل حکام سے ملے اور انہوں نے کہا کہ اگر صاحبزادہ صاحب کو مزید تکلیف دی گئی تو ہم میانوالی جیل کی اینٹ سے اینٹ بجادیں گے۔ چنانچہ جیل حکام نے آپ کو ساتویں دن عام سی بیرک میں منتقل کر دیا۔ اسی دن صاحبزادہ پیر سید حامد علی شاہ صاحب، محمد بشیر اور پروفیسر وقار حسین آپ کو ملے گئے۔ جب آپ کی صحت دیکھی تو پریشان ہو گئے اور فوراً ہی لاہور ہائیکورٹ میں رٹ دائر کر دی۔ جسٹس محمد صدیق نے ۱۹ اگست ۱۹۷۴ء کو صاحبزادہ صاحب کی رہائی کا حکم دے دیا۔ اسی دوران شاہ صاحب کو میانوالی جیل سے سیالکوٹ جیل میں منتقل کر دیا گیا۔ جیل میں ہائیکورٹ کا حکم پہنچا تو شاہ صاحب نے رہائی سے انکار کر دیا اور فرمایا! جب تک حکومت ختم نبوت کے مطالبات تسلیم نہیں کرتی میں رہا نہیں ہوں گا۔ آخر کار تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء اور تحریک ختم نبوت ۱۹۷۴ء کے سامنے حکومت نے قادیانیوں کو ۷ ستمبر ۱۹۷۴ء کو غیر مسلم قرار دے دیا پھر شاہ صاحب نہایت شان و شوکت سے سیالکوٹ جیل سے ستمبر ۱۹۷۴ء کو رہا ہوئے اور آپ کا تاریخ ساز اور فقید المثال استقبال کیا۔

۲۵ جولائی ۱۹۷۸ء کو صبح صادق کے وقت آپ کا انتقال ہوا۔ آپ کی نماز جنازہ علی پور سیدائں شریف کے سجادہ نشین حضرت صاحبزادہ پیر سید افضل حسین شاہ صاحب نے پڑھائی اور آپ کو آپ کے والد گرامی کے مزار کے ساتھ سپرد خاک کیا گیا۔

۔ باعشہ آرائش و تزئین ایں بیت الرابوا لوقال الصفا محمود شاہ

☆☆☆☆ ☆☆☆☆ ☆☆☆☆

تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء میں علماء و مشائخ کا کردار

پروفیسر ڈاکٹر محمد اسحاق قریشی

نبی آفاق ﷺ کی نبوت و رسالت کا ایک نمایاں وصف یہ ہے کہ اس کا دائرہ کار عرب و عجم ہی میں نہیں پوری انسانیت بلکہ تمام مخلوق کو محیط ہے۔ اس میں ہر نسل و جنس ہی نہیں ہر دور اور زمانہ شامل ہے۔ اس نبوت کی ابتدا تب سے جب تخلیق کے عمل کی ابتداء ہوئی کہ سب سے اول آپ ﷺ کا نور پیدا کیا گیا جبکہ انسان اول حضرت آدم علیہ السلام ابھی تخلیق کے اولین مراحل سے گزر رہے تھے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک تمام انبیاء و رسل علیہم السلام اسی نور کی ہویدگی کا اعلان کرتے رہے اور جب خلق اول باعث وجود، محبوب کائنات ﷺ نے ظہور فرمایا تو سلسلہ نبوت اپنے اقتسام کو پہنچا اور ختم نبوت کا یقین و عقیدہ حقیقت باہرہ بن کر تسلیم و رضا کا حصہ بنا لیا۔ وجود کامل اور اسوائے وجود کی موجودگی ہر امکان نبوت کو عقلی و نقلی ہر حیثیت سے رد کرنے کے لیے کافی تھی اگر انسان خود فریبی کا ہدف بھی بنتا ہے اور مفاد پرستی کا اسیر بھی ہوتا ہے اس لیے بعض طالع آزمائوں نے حقیقت ثابتہ سے انماض بھی کیا اور اپنی کم تر صلاحیت سے روگردانی بھی کی۔ اسود غشی ہو یا طلحہ اسدی، میلہ کذاب ہو یا دوں ہمت سجاج، خواہشات نفس جب عقل و شعور کی بالیدگیوں کو آلودہ کرتی ہے تہمتناؤں کا تعفن انسان کو مدہوش کر دیتا ہے۔ یہی ان لوگوں کے ساتھ ہوا۔ عرفان نفس کی توفیق سے بے بہرہ یہ لوگ برتری کے خط میں جتلا ہوئے اس لیے جو نہ تھے وہ بننے کا مکر کرنے لگے۔ یہ سلسلہ ہر دور میں معاشروں کو مضطرب کرتا رہا مگر عقیدہ کا استحکام اس قدر قوی تھا کہ ہر بار ان برفود غلط افرا کو رسوائی کے سوا کچھ حاصل نہ ہو۔

عصر حاضر میں ایسا ایک فتنہ مشرقی پنجاب کے ضلع گورداسپور کے قصبہ قادیان میں برپا ہوا۔ ایک نیم خواندہ، حرص اور لالچ کا مارا، شمنان اسلام کا پروردہ ہندرتج و دعویٰ نبوت کی طرف بڑھنے لگا اور بالآخر نبوت کا دعویدار بن بیٹھا۔ اسی حوالے سے کہا گیا!۔

اک نیا کذاب جب پیدا ہوا پنجاب میں قادیان اس طفلی ناہموار کی دائی بنا

شرک کے چمکے ہوئی گالوں کا پوڑ ہو گیا کفر کی اکڑی ہوئی گردن کی کلکائی بن گیا

مسلمانان برصغیر میں اس دعویٰ کفر سے ایک ہنگام بچا ہوا۔ اور استعمار کے بے رحم ہاتھوں میں جکڑا ہوا مسلمان سراپا

احتجاج بن گیا۔ مسلک صدیقیت پر عمل کرنے کی تاب نہ تھی کہ غلامی نے قوتیں شل کر دی تھیں، زبانیں خاموش کرنے کی بھی سازش ہو رہی تھی مگر ایمان کی تابش نے حلقہ ذخیر میں بھی اپنے اندر کی تمازت کا ثبوت دیا اگرچہ دل گرفتگی نے احساسِ زباں کو حرکت نہ دی جو وقت کا تقاضا تھا۔ تحفظ ختم نبوت کے بلند بانگ دعوے یا تو مصلحت کے حصار میں رہے یا دوسرے ہمتی کی شکستگی کا شکار رہے بلکہ زیادہ راجح خیال یہ ہے کہ ختم نبوت کی رفعتوں سے کما حقہ بہرہ مند نہ ہو سکے۔ دعویدار نبوتِ حتمی اپنا سکھ چلا بھی گیا ایک گروہ منظم بھی کر گیا۔ ۱۹۰۸ء میں واصل جہنم بھی ہو گیا مگر ۱۹۳۵ء یا اس کے لگ بھگ احساسِ تحفظ ختم نبوت بیدار نہ ہوا۔ کس قدر بھیا تک صورتِ حالات تھی۔ سوچئے اگر مسئلہ کذاب کی افرادی قوت اور قاصدوں کی نارسائی دامنِ احتیاط کو یونہی کھینچتی رہتی اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی بصیرت بھی ان دعویدارانِ تحفظ کی طرح بے توفیق اور زیرِ مفادات رہتی تو آج اسلامی معاشرت کا وجود کہاں ہوتا؟ سچی بات یہ ہے کہ گر بہ کھشن روز ازل ہی کامیاب طریقِ عمل ہے لیکن مایوسی کی بددلی پھر بھی غیر ضروری ہے اگرچہ یہ کذب و افتراء کی اسلحہ پنجاب میں بھی تھی اور اس کی خبر اُس دور میں ست روئی سے پھیل رہی تھی مگر جسے قدرت نے حفاظتِ رسالت و ثبوت کا مشن سونپا ہوتا ہے وہ تاویلات کے تاریک سایوں میں بھی حقائق کا ادراک کر لینے کی صلاحیت پالیتے ہیں۔ حضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ تک اس دعویٰ کفر کے پورے کوائف بھی نہ پہنچے تھے مگر آپ کا جذبہ غیرت اس سازش و مکر کو بھانپ گیا اور فتنہ قادیانیت کے خلاف پہلا فتویٰ جاری کر دیا گیا۔ اس قدر تفصیل سے موضوع کے ہر پہلو کو نکھارا اور کفرِ اِج کے تار و پود کو نکھیرا کہ آج تک اُس کا جواب پیدا نہ ہو سکا۔ اللہ اللہ حرمتِ رسالت کی پاسداری کا سچا جذبہ کس قدر بے باک ہوتا ہے اور کس قدر باخبر بھی یہ بات بلا خوفِ تردید کہی جاسکتی ہے کہ امامِ اہلسنت نے تحریکِ تحفظ ختم نبوت کو اولین اساس اور اساسی قوت مہیا کر دی آپ کے بعد علماء کی طویل فہرست تاریخی حقائق تک رسائی پانے والوں کے سامنے ہے۔ پیر مہر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ کی قد آور شخصیت ہو یا حافظِ جماعت علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ کی باشعور ذات مسئلہ ختم نبوت اسی قدر موضوعِ سخن بنا کہ دیگر مسالک کے لوگ بھی فدائین کی صف تلاش کرنے لگے۔ یہ تحفظ و صیانت کی معرکہ آرائی مسلسل چلتی رہی حتیٰ کہ وطنِ عزیز پاکستان وجود میں آ گیا۔ مناظرانہ گوناز نے اب عملی اقدام کا فیصلہ کر لیا کہ متحتمی وقت کے جانشینوں سے اب استعمار کی چادر اٹھ گئی تھی۔ اسلام کے نام پر قائم ہونے والی ریاست کا فرض تھا کہ تحفظ ختم نبوت کو آئینی و قانونی حصار عطا کرے اس خیال نے سب کو متحرک کر دیا۔ گلی گلی کوچہ کوچہ قادیانیت کے مکر کینلاف صدائیں اٹھنے لگیں پورے ملک میں ایک تحریک اٹھی جس میں پنجاب نے زیادہ فعال حصہ لیا کہ اس سر زمین کو اپنے دامن کے داغ کو دھونا تھا۔ تحریک آہستہ آہستہ تیز ہوتی گئی اور بالآخر ایک مجلسِ عمل کی تشکیل ہوئی جو تمام مسالک کے راہ نمائوں پر مشتمل تھی مگر صدارت کے لیے اسی گروہ عاشقان کا انتخاب ہوا جن کی زندگی ہی حفاظتِ نبوت اور عظمتِ رسالت کے لیے وقف تھی۔ ۱۹۵۳ء میں تحریک منظم سے منظم تر ہوتی گئی حضرت مولانا ابوالحسنات محمد احمد قادری رحمۃ اللہ علیہ اس تحریک کے صدر بنے انہیں روح رواں قرار پائے۔ حضرت

مولانا ابوالحسنات رحمۃ اللہ علیہ ایک درومند کے مالک تحریکی جذبوں سے سرشار، زبان و عمل کی قوتوں کے حامل تھے۔ بڑی پر تاثیر گفتگو فرماتے۔ پیرانہ سالی تھی مگر عزم جوان تھا۔ تحریک اب زیادہ مربوط انداز اختیار کر گئی۔ حکومتی حلقوں نے اسے انا کا مسئلہ بنایا۔ تصادم کی حرارت ہویدا ہوتی گئی۔ مزاحمتی جلسے قریہ قریہ ہونے لگے۔ دہلی دروازہ لاہور کی جلسہ گاہ تو مرکز کی حیثیت رکھتی تھی۔ اکابر اکٹھے ہوتے سامعین دور دراز سے صف در صف حاضر ہوتے۔ تقریروں کے تیور ہنگامی بھی تھے اور اثر انگیز بھی۔ مولانا ابوالحسنات رحمۃ اللہ علیہ کی صدارت ہوتی۔ مختلف مکاتیب فکر کے نمائندہ، علماء، دانش ور اور قائدین اپنی صلاحیتوں کو بروئے کار لاتے۔ جذبوں کی آتش آفریزی و دیدنی تھی۔ میں اسی سال میٹرک کا امتحان دینے کی تیاری کر رہا تھا مگر جذبات کے سایے تھے کہ جلسہ گاہ کی طرف جانے پر کساتے۔ روزی اُس میدان میں حاضری ہوتی جہاں محبت و عقیدت کے جذبے پھیل رہے تھے۔ ہر مقرر اپنی صلاحیت کے عروج پر تھا۔ اسی اثناء میں کسی حکومتی ترجمان نے یہ بیان داغ دیا کہ یہ جلسے اور جلوس غنڈہ گردی ہیں۔ یہ بیان کیا تھا بھڑکتے ہوئے جذبات کے لیے پیڑول تھا کہ پورے ماحول میں آگ سی لگ گئی اور تو اور شجیدگی کا پیکر عظیم زمان و کلام کی شگفتگی کا معیار کھلانے والا قائد جلیل بھی جذبوں کو روک نہ سکا۔ حضرت مولانا ابوالحسنات رحمۃ اللہ علیہ نے بر محل اور بے باک ترنگ میں فرمایا!

”سنو سنو! اگر آقا و مولا ﷺ کے منصب ختم نبوت کی حفاظت میں تحریک چلانا غنڈہ گردی

ہے تو سن لو ابوالحسنات سب سے بڑا غنڈہ ہے۔“

اللہ اللہ کیا جوش باہوش تھا اور کیا عقائد کی سیانت تھی۔ دہلی دروازے کے میدان نے عظمت رسالت کے اس قدر پیغام سنے کہ فضا نورانی ہو گئی۔ حضرت مولانا عبدالغفور رحمۃ اللہ علیہ کے انداز بیان میں شجیدگی اور شگفتگی کا وہ حسین امتزاج ہوتا تھا کہ سننے والے دم بخود حاضر رہتے۔ حاضرین کی لگن کو استحکام عطاء کرنے اور ان کے جذبوں کو جوان رکھنے کے لیے آپ کی تقریر ایک نسخہ کیسا ہوتی۔ حضرت مولانا عبدالحامد بدایونی رحمۃ اللہ علیہ شجیدگی کا مرقع اور تہذیبی روایات کا پیکر تھے۔ آپ کی گفتگو میں درومندی، خرد آفریزی اور متانت کا وہ سماع ہوتا کہ دلوں کے تار حرکت کرنے لگتے۔ ہم لوگ طالب علم تھے۔ جوانی کے جذبات مندرجہ ذیل ہوتے ہیں ان کی تسکین تیز کلامی سے ہی ہوتی ہے مگر مولانا عبدالحامد بدایونی کا سراپا دھیمہ، ادبی لہجہ سوزن محبت کا کام کرتا تھا۔ صاحبزادہ فیض الحسن علیہ الرحمہ کا طرزِ نظم تو آپ کی ابوالکلامی کا غماز تھا۔ مسلسل گفتگو جس میں نہ کوئی الجھاؤ ہوتا نہ ڈولیدہ بیانی کا کوئی شائبہ، لفظ لفظ منتخب ہر جملہ ادب عالی کا حوالہ اور موضوع پر گرفت اس قدر قوی کہ لفظوں کی قطار بھی راہ نہ کاٹتی۔ دہلی دروازہ کے میدان میں حضرت صاحبزادہ صاحب مرصع تقریر کا جو ہر دکھا رہے تھے۔ سامعین سر بردالتفات بلکہ عالم یہ تھا کہ لفظوں کے امرت سے سماعتیں چٹخارے لے رہی تھیں۔ کیف مسلسل کی اس فضا میں کسی نے ایک سوال جڑ دیا کہ آپ لوگ تو لفظوں کی خیرات ہی کھاتے ہیں آج مرزا یوں کے خلاف شعلے اگل رہے ہیں تو کل کسی اور مسلک کے خلاف جہاد

پر نکل پڑیں گے۔ کاغذ کے ٹکڑے پر یہ سوال پڑھا بغیر کسی وقفہ یا انقطاع کے تقریر کے تسلسل سے بڑے بغیر فرمانے لگے!

”دوستو! ایک آدمی تھا جس کے چار بیٹے تھے۔ ایک ڈاکٹر تھا، ایک انجینئر تھا، ایک دین کا عالم اور ایک کاشت کار، ایک روز چاروں میں یہ بحث چل نکلی کہ اُن میں سے کون باپ کا زیادہ خدمت گار ہے۔ ڈاکٹر نے کہا! میں زیادہ خدمت کرتا ہوں کہ باپ کی صحت کا خیال رکھتا ہوں۔ انجینئر بولا! میں بہتر خدمت کرتا ہوں کہ میں نے یہ پر آسائش گھر بنا کر دیا ہے کہ رہائش کا سکون حاصل رہے۔ عالم نے کہا! اصل تو روح کی تازگی کا مسئلہ ہے میں بہتر زندگی اور کامیاب مستقبل کے لیے ہدایات کی فہرست مہیا کرتا ہوں اسی لیے سب سے بڑھ کر خدمت میں کرتا ہوں۔ یہ نزاع اس قدر شدید ہو گیا کہ سب نے لٹائیاں نکال لیں اور ایک دوسرے کے سر پر مارنے کو تیار ہو گئے اسی لمحہ ایک بوڑھا دہاں سے گزرا۔ کہنے لگا بیٹو کیوں لڑتے ہو سب نے وجہ نزاع بتائی اور اپنی اپنی خدمات کا حوالہ دیا اور بوڑھے سے کہنے لگے بابا آپ فیصلہ کریں کون بہتر خدمت گار ہے؟ بوڑھے نے کہا میں ایسا فیصلہ تب کروں گا کہ تم سب تین ماہ کے لیے مجھے اپنا باپ بنا لو اور میری خدمت کرو تین ماہ بعد میں آپ سب کا فیصلہ کر دوں گا۔ یہ سنتے ہی چاروں نے لٹائیاں اٹھائیں اور بوڑھے کے سر پر دے ماریں اور کہنے لگے ہم کو آپس میں لڑتے رہنا منظور ہے مگر دوسرا باپ بنانا قبول نہیں۔“

اسی پر صاحبزادہ صاحب فرمانے لگے تم کس قدر بھی انگینٹ کرو ممکن ہے کہ ہم آپس میں لڑتے رہیں مگر ہمیں دوسرا نبی قبول نہیں۔ لفظوں کی کھکشاں یوں تھی کہ سارا اجتماع نعروں کی گونج میں ڈوب گیا۔ حالات اس ڈگر پر آ گئے تھے کہ ان پر گرفت مشکل ہو رہی تھی۔ بے بس حکومت کا آخری حربہ یہ تھا کہ لاہور کو فوج کے حوالے کر دیا گیا۔ میٹرک کا امتحان تین مارچ ۱۹۵۳ء کو شروع ہوا، تیسرا پرچہ تھا اور پانچ مارچ کی تاریخ تھی کہ جنرل اعظم خان نے تمام انتظامات سنبھال لیے۔ ریڈیو تقریر ہوئی تقریر کیا تھی تشدد اور طاقت کی آئینہ دار تھی۔ یہ کیا تو گولی مار دی جائے گی۔ وہ ہوا تو گولی مار دی جائے گی۔ گولی ماری جائے گی کی مسلسل گردان تھی جس سے اک وحشت کا سماں پیدا ہوا، دہشت کی فضا کی ابتدا تھی اور ہم لوگ اسلامیہ ہائی سکول بھائی گیٹ لاہور کے ہال میں یونیورسٹی کے امتحان میں پرچہ چل کر رہے تھے۔ ایک افراتفری کا سماں تھا، مطالبہ سوائیہ پرچہ اور جوابی کا پی ہاتھوں میں لیے ایک اضطراب میں تھے۔ مگر ان امتحانات نے فوراً اعلان کیا کہ پرچہ چل نہ کریں۔ جوابی کا پیاں واپس کر دیں اور گھروں کو بھاگ جائیں چنانچہ اس پر عمل ہوا سکول کے بڑے دروازے تک آئے تو گولیوں کی ہڑتاک طلبہ کو لڑا نے لگیں سراسمگی کے عالم میں جدھر منہ اٹھا بھاگ کھڑے ہوئے۔ مجھے شاہدہ ٹاؤن جانا تھا اُدھر بھاگنے لگا

راوی کے پل تک آئے تو فوجی گاڑیاں قطار در قطار کھڑی تھیں اُن کے نیچے سے ہانپتے ہوئے نکلے تو کچھ سکون آیا اور کچھ بہتر راستہ ملا۔ گھر آئے بازاروں میں اک سناٹا طاری تھا۔ حیرت ہوئی اس قدر تا قائل برداشت حالات میں بھی فدا یان ختم نبوت کے قافلے رواں رہے۔ کتنے شہید ہوئے اور کتنے اپانچ کوئی اندازہ نہ ہو سکا قوت سے اس جذبے کو خاموش کرنے کا پورا اہتمام ہوا مگر جو شجاعت ارادت روشن ہو چکی تھی وہ مسلسل روشن رہی۔ اس جذبہ قربانی میں جوان خون ہی شامل نہ تھا بزرگوں دانش وروں اور علماء کرام کی کثیر تعداد بھی پوری قوت کے ساتھ شریک سفر تھی۔ علماء اہل سنت کو تو ایسے جذبوں کا حصہ وافر عطا ہوا ہے۔ اُن کی جدوجہد کو پابند سلاسل نہ کیا جاسکا۔ اکابر قید ہوئے۔ مولانا ابوالحسنات، مولانا عبدالحماد بدایونی، مولانا عبدالغفور ہزاروی، حضرت صاحبزادہ فیض الحسن، مولانا عبدالستار خان نیازی، خواجہ قمر الدین سیالوی، امام شاہ احمد نورانی اور اسکے علاوہ بھی علمائے حق نے ہر مصیبت کا خندہ پیشانی سے استقبال کیا۔ مولانا غلام دین انجن شیڈ والے، مولانا غلام محمد ترنم امرتسری، مولانا غلیل احمد قادری، مولانا سید محمود احمد رضوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین تو ہر اول دستے میں شامل تھے۔ یہ وہ لوگ تھے جو ایمان کی منزلوں پر ثابت قدمی سے قائم رہے۔ اگرچہ قوت کے مظاہر نے ماحول کو خاموش ہونے پر مجبور کیا مگر اک تربت تھی جو مسلسل لرزش کا باعث رہی۔ خون بھی بہا جانیں بھی گئیں مگر مشن کی صداقت نے راستوں کو ہموار کر دیا کمشن قائم کیا گیا بظاہر حقائق کی تلاش تھی مگر اس کے ذریعے انتشار رڈنی کو ہادی گئی قانونی مشکافیوں سے بددلی کی فضا قائم کرنے کی کوشش ہوئی مگر جو چنگاری چمک گئی تھی اُس کی تمازت نے دلوں میں گھر بنالیا۔ عوام نے اپنی آنکھوں سے بزرگ اکابر کو جیل کی سختیاں برداشت کرتے دیکھا۔ انھیں یقین ہو گیا کہ یہ صرف زبانی دعویٰ نہ تھا اس پر بزرگ جانیں بھی قربان ہو سکتی ہیں۔ صداقت نے دلوں میں آشیانہ بنایا جذبوں میں مستقل ٹھہراؤ آ گیا جو ۱۹۷۷ء کو ایک بار پھر اُٹا اور بالآخر قادیانیت کے بہروپ کا چہرہ نکلا ہوا۔ پاکستان کی وفاقی اسمبلی نے اس گروہ ناہنجار کو اقلیت قرار دے کر اُس کے چہرے سے وہ کمر اتار پھینکا جو اُن لوگوں نے مدتوں سے اوڑھ رکھا تھا۔ ختم نبوت کا مسئلہ اس قدر آشکار ہوا کہ اس کی اساسی حیثیت پر شک و شبہات کے وہم میں جتلا مغرب زدہ افراد بلکہ اسے اجتہادی مسئلہ سمجھنے والے بھی ایمان لے آئے۔ کیوں نہ آتا کہ نبی رحمت ﷺ کی اُمت ہزار بدعلمیوں کے باوجود اپنے نبی ﷺ سے پیار کرتی ہے اور اس پیار کو سرمایہ حیات گردانتی ہے۔

بتلا دو گستاخ نبی کو عزت مسلم زندہ ہے اُن پر مر مٹنے کا جذبہ کل بھی تھا اور آج بھی ہے

اللہم صل وسلم دائماً ابداً علی حبیبک خیر الخلق کلہم

☆☆☆☆ ☆☆☆☆ ☆☆☆☆

تحریک ختم نبوت 1974ء کا لازوال کردار

امام الشاہ احمد نورانی صدیقی رحمۃ اللہ علیہ

خالد محمود قادری

ہندوستان کے شہر میرٹھ کے محلہ مشائخاں کے عظیم علمی و روحانی خاندان کے چشم و چراغ الحافظ القاری حضرت علامہ امام الشاہ احمد نورانی صدیقی حنفی قادری، سفیر اسلام حضرت علامہ مولانا شاہ عبدالحلیم صدیقی (خلیفہ مجاز، اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان محدث بریلویؒ) کے ہاں 1926ء میں متولد ہوئے۔ حضرت الشاہ احمد نورانی نے اپنے خاندان کی کئی عالم و فاضل اور مقدس ہستیوں سے تعلیم و تربیت کے مراحل طے کئے، اسے ان کی خوش نصیبی ہی کہا جاسکتا ہے کہ ان کے خاندانی بزرگوں میں مشہور شاعر مولانا محمد اسماعیل میرٹھی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا نذیر احمد بخاری رحمۃ اللہ علیہ (مشہور شاعر اور بھیجی جامع مسجد کے خطیب جنہوں نے 1918ء میں قائد اعظم محمد علی جناحؒ کا نکاح رتی جناح سے پڑھانے کا اعزاز بھی حاصل کیا)۔ حضرت مولانا احمد مختار میرٹھیؒ (خلیفہ مجاز اعلیٰ حضرت مولانا امام احمد رضا خان محدث بریلوی رحمۃ اللہ علیہ) تھے، پھر کئی ایک لائق تعظیم اساتذہ بالخصوص حضرت مولانا غلام جیلانی میرٹھی رحمۃ اللہ علیہ اور صدر الشریعہ علامہ امجد علی اعظمیؒ مصنف ”بہار شریعت“ ایسے اساطین علم و فن اور جلیل القدر مدد رسین سے استفادہ علمی کیا، آپ اس لحاظ سے کئی علمی خانوادوں کی علمی وراثت کے امین ٹھہرے، ابتدائی عمر میں ہی آپ نے قرآن پاک حفظ کر لیا تھا۔ درس نظامی کی تکمیل اور فتاویٰ نویسی کی مشق کے ساتھ ساتھ آپ نے الہ آباد یونیورسٹی سے بھی کئی ایک امتحانات پاس کئے۔ اردو، عربی، انگریزی، فارسی، ہندی، سندھ، پنجابی، ڈیچ اور سواحلی وغیرہ زبانیں آپ روانی سے بول سکتے تھے۔ حضرت الشاہ احمد نورانی ایک سیر چشم انسان تھے جو بہت باوقار حسب و نسب اور گفتار و کردار کے مالک تھے، وہ اپنے اندر ایک جہان معنی رکھتے تھے، اس لحاظ سے ایک کثیر الجہات شخصیت تھے، جب حضرت موصوف عنفوان شباب کو پہنچے تو برصغیر کے حالات بہت پر آشوب اور ہنگامہ پرور تھے، تحریک پاکستان کے جہاد پرور اور جذبات انگیز بلکہ ایمان افروز لحاظ بھی آپ کے حصے میں آئے، قیام پاکستان کے بعد آپ میرٹھ سے کراچی (جہاں ان کے والدین پہلے ہی آچکے تھے) آ گئے، تعلیم سے فراغت کے بعد آپ اپنے والد گرامی قدر مبلغ اسلام حضرت علامہ شاہ عبدالحلیم صدیقی میرٹھیؒ کے زیر سایہ دعوت و تبلیغ کے مشن میں شامل ہو گئے۔ قادیانی چونکہ اکھنڈ بھارت کے حامی تھے، تحریک پاکستان کے حامی نہ تھے لیکن جب پاکستان بن گیا تو قادیانی خلیفہ مرزا بشیر الدین محمود اپنی جماعت سمیت

قادیاں سے لاہور اور پھر لاہور سے ربوہ جا کر آباد ہوا، بد قسمتی سے پہلے پاکستانی وزیر خارجہ سر ظفر اللہ خاں قادیانی مقرر ہوئے تو اس نے وزارتوں، سفارتوں اور بیورو کرسی کے اندر بڑے پیمانے پر قادیانی ایڈجسٹ کروادیئے، بڑی بڑی صنعتوں اور فیکٹریوں کے لائسنس بھی مرزائیوں کو دلوائے۔ پاکستان ابھی اپنے قدموں پر کھڑا بھی نہ ہوا تھا کہ قادیانی دھاڑنے لگے وہ پاکستان کو قادیانی اسٹیٹ بنانے کے لئے سرگرم عمل ہو گئے اور ایسی بیان بازی شروع کر دی کہ جس سے یہ تاثر لیا جانے لگا کہ پاکستان کے سیاہ و سفید کے مالک اب وہی ہیں، ردعمل کے طور پر مفسر قرآن صدر جمیعت علماء پاکستان حضرت علامہ مولانا ابوالحسنات محمد احمد قادریؒ خطیب مسجد وزیر خاں لاہور کی قیادت میں تمام مکاتب فکر کے علماء تحفظ عقیدہ ختم نبوت کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے، متحدہ مجلس عمل ختم نبوت نے سید صاحب کی قیادت میں وزیر خارجہ سر ظفر اللہ خاں کو منصب وزارت خارجہ سے ہٹانے اور قادیانی جماعت کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کا مطالبہ شروع کر دیا۔ اس مطالبے نے زور پکڑا تو دینی جماعتوں کے سربراہ تحریک کے سلسلے میں کراچی میں جمع ہوئے، خواجہ ناظم الدین سے جب مذاکرات ناکام ہو گئے تو تمام رہنما گرفتار کر کے زندان میں ڈال دیئے گئے، ایسے میں لاہور تحریک ختم نبوت کا مرکز بن گیا، گرفتاریاں، احتجاجی جلسے، جلوس اور تقریریں شروع ہو گئیں، کراچی اور دیگر شہروں میں ہنگامے پھوٹ پڑے۔ لاہور میں پولیس آفیسر فردوس شاہ نے ختم نبوت کے شاہینوں پر بڑے ظلم ڈھائے، آخر وہ کسی جان باز کے ہاتھوں مسجد وزیر خاں کی سیڑھیوں پر قتل ہو گیا۔ اشتعال بہت بڑھ گیا، مسجد وزیر خاں لاہور تحریک کا مرکز بن گئی۔ مجاہد ملت حضرت مولانا عبدالستار خان نیازپوریؒ نے تحریک کی قیادت سنبھالی۔ اس دوران مولانا صاحبزادہ غلیل احمد قادریؒ بھی تحریک کی سرگرمیوں میں ملوث پائے جانے کی وجہ سے دھر لئے گئے۔ شہداء کے خون سے گلیاں اور بازار لالہ زار ہو گئے۔ اس تحریک میں حضرت علامہ مولانا الشاہ احمد نورانیؒ نے بھی بڑے زور و شور سے حصہ لیا۔ مزید تحقیقاتی رپورٹ میں حضرت کا ذکر خیر موجود ہے۔ علماء اہلسنت نے اس تحریک میں بڑا واضح، دو ٹوک اور جان دار کردار ادا کیا، قید و بند کی صعوبتیں اٹھائیں اور ہر طرح کے مشکل حالات کا سامنا کیا مگر حکومتی صفوں میں موجود قادیانی ایجنٹوں کی تہہ در تہہ سازشوں کے نتیجے میں حکومت تحریک کو بری طرح کپکنے میں کامیاب ہو گئی، مقدمات بنے، علماء کئی سالوں تک جیلوں میں پڑے رہے، اس تحریک میں ختم نبوت کے ہزاروں پروانوں نے سرفروشی و جان بازی کی تاریخ رقم کر کے قادیانیوں کے بھیاں کھینچ کر پوری قوم کے سامنے رکھ کر دیا، اسی دوران حضرت نورانی میاںؒ کے والد ماجد مبلغ اسلام حضرت شاہ عبدالعلیم صدیقیؒ کا انتقال ہوا تو مبلغ اسلام الشاہ محمد عارف اللہ قادریؒ اور مجاہد ملت مولانا سید عبدالحمید بدایونیؒ کی راہنمائی اور سرپرستی میں آپ نے اندرون و بیرون ملک دعوتی و تبلیغی سرگرمیوں میں اپنے شب و روز گزارنا شروع کر دیئے، اشاعت اسلام اور غلبہ اسلام کی عظیم جدوجہد کے دوران آپ دعوت و عزیمت، وفا، سچائی، عزم مسلسل، جرأت و استقلال اور کردار و عمل کا پیکر بنے رہے، ترک موالات اور شہدائی و شگفتگی کی تحریکوں کے اثرات آپ نے خود اپنی آنکھوں سے دیکھے، بڑے بڑے نادار و لوجہ دار کا بروک آپ نے تحریک

پاکستان میں معرکہ آراء دیکھا، یہی وجہ ہے کہ آپ نے مسلسل ریاضت اور ایثار کا مظاہرہ کرتے ہوئے مشرق و مغرب میں دعوتی و تبلیغی سفر کیا، 1954ء سے لیکر 1968ء تک آپ اندرون و بیرون ملک دعوت و تبلیغ کے مختلف محاذوں پر جدوجہد کرتے رہے، اس دوران شاید ہی دنیا کا کوئی حصہ ایسا ہوگا جہاں آپ اسلام کی دعوت لیکر نہ پہنچے ہوں۔ اس طویل تبلیغی سفر کے دوران قدم قدم پر آپ کی قادیانی مبلغوں سے مدبھیڑ ہوتی رہی، مثلاً نیروبی، دارالسلام، مارٹس اور لاطینی امریکہ میں سرینام، برٹش گیانا اور ٹرینی ڈاڈ میں انہوں نے بڑے کامیاب مناظرے کئے اور وہاں مرزائیوں کا ناٹقہ بند کر دیا۔ ان مناظروں کے نتیجے میں تقریباً چھ سو سے زائد مرزائیوں نے توبہ کی اور از سر نو حلقہ اسلام میں داخل ہوئے۔

اس دوران انہوں نے قادیانیت کے متعلق انگریزی زبان میں ایک ضخیم کتاب بھی لکھی جس میں ایک سو سے زائد آیات قرآنی اور تین سو سے زیادہ احادیث نبویہ سے حضرت رسول کریم ﷺ کا آخری نبی ہونا ثابت کیا، حضرت نورانی میاں کی تبلیغی زندگی پر نظر ڈالیں تو ایسا معلوم ہوا کہ گویا انہوں نے تمام عمر مرزائیت کے رد میں گزاری ہے، اور ایسا کیوں نہ ہوتا وہ ان کے والد گرامی قدر بھی بیرونی ممالک میں رد مرزائیت اور رد عیسائیت کا فریضہ تمام زندگی سرانجام دیتے رہے ہیں۔ مرزا غلام احمد کا پوتا، ایم ایم احمد جو ایک عرصہ تک سیالکوٹ اور سرگودھا میں ڈپٹی کمشنر رہ کر ریٹائرمنٹ کے بعد مسٹر ظفر اللہ خاں وزیر خارجہ کی معرفت ایوب خان کے عہد میں فنانس سیکریٹری اور ایڈیشنل چیف سیکریٹری اور آخر میں صدر ایوب خان کے اقتصادی امور کے مشیر کی حیثیت سے کام کر رہا تھا جبکہ یہ عہدہ وفاقی وزیر کے برابر تھا، پلاننگ کمیشن کے یہ چیئرمین رہے پھر یہی صاحب 1972ء میں ورلڈ بینک سے منسلک ہو گئے، ورلڈ بینک کے ڈائریکٹر اور آئی ایم ایف کے اسٹاف میں بطور چیف ایگزیکٹو سیکریٹری تعینات ہو گئے۔ ایم ایم احمد ایک متعصب اور جنونی قیادنی تھا، یہ مسٹر ظفر اللہ خان قادیانی کے بعد دوسرے اہم ترین قادیانی تھے جو پاکستان کی تاریخ کے اولین 25 برسوں میں بیوروکریسی اور ارباب سیاست و تجارت اور اہل سفارت کے ذریعے ہر موقع پر پاکستان کو نقصان پہنچانے رہے، مفادات سمیٹے رہے اور ہر شعبہ زندگی میں اپنی لابی کو موثر و مربوط بنانے کے لئے پے در پے کردار ادا کرتے رہے، قادیانی پاکستان کی ایک متحمل اور خرافات اقلیت ہیں جو اپنے مخصوص عزائم اور مخصوص تربیت کی بناء پر مسلمانان پاکستان کے حقوق کے باب میں مسلسل زیادتیاں اور دھاندلیاں کرتی آ رہی ہے، یہ ایسی ایسی کاروائیاں کر جاتی رہی ہے کہ پوری قوم معاشی و سیاسی اور سفارتی طور پر مضطرب ہو جاتی رہی ہے لیکن کانوں کان ایسے المیوں کی یہ کسی کو خبر نہیں ہونے دیتی کہ اس کی تاریخ کس و بچی کن سے مل رہی ہیں۔ اور یہی وہ حرکتیں ہیں جن سے آگاہ ہونے کے بعد حضرت امام الشاہ احمد نورانی نے قبل از وقت محسوس کر لیا تھا کہ قادیانی ملک توڑنے پر تلے ہوئے ہیں، انہوں نے بیرونی تبلیغی مشن سے واپس آ کر 1969ء میں پہلا بیان قادیانیوں کے بارے میں ہی جاری کیا تھا، اور بجگی خان کو مخاطب کرتے ہوئے کہا تھا کہ تمہارا قادیانی مشیر ایم ایم احمد پاکستان کی معیشت کو تباہ کر رہا ہے جس کے نتیجے میں مشرقی پاکستان تمہارے

ہاتھوں سے نکل سکتا ہے، افسوس علامہ امام الشاہ احمد نورانی کی یہ آواز صد ابھر اثابت ہوئی اور بعد میں ہم نے دیکھا کہ ایم ایم احمد کی مسلسل زیادتیوں کے رد عمل میں شیخ مجیب الرحمن نے معاشی نا انصافی کا نعرہ لگا کر مشرقی پاکستان کے مسلمانوں کے دلوں میں تعصب کا بیج بویا اور بنگالی یہ تک کہنے لگے کہ مشرقی پاکستان کی تمام تر آمدنی مغربی پاکستان کی ڈیولپمنٹ پر خرچ ہو رہی ہے، یہ الگ بات ہے کہ مشرقی پاکستان کو الگ کرنے کے لئے شیخ مجیب الرحمن کو کچھ ”پاسان“ یہاں کے صنم خانوں سے بھی مل گئے تھے لیکن حضرت الشاہ احمد نورانی کے بروقت انتخاب سے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ جیسے قدرت نے 1968ء میں انہیں وطن اسی لئے بھجوایا تھا کہ اہل وطن کو آئے والے عظیم خطرے سے وہ آگاہ کریں، راہنمایان ملک وقوم کی غفلت اور دنیا پرستی سے فائدہ اٹھاتے ہوئے قادیانیوں نے ملک تو زودیا، یہی وجہ ہے کہ حقائق سے آگہی کے بعد شیخ مجیب الرحمن نے کہا تھا کہ ”میں ایم ایم احمد سمیت پانچ آدمیوں کو پلٹن کے میدان میں پھانسی دوں گا کہ انہوں نے مشرقی پاکستان (حال بنگلہ دیش) کی معیشت ایک سازش کے تحت تپت کر کے رکھ دی ہے۔“

اسی طرح جی ڈبلیو چوہدری نے اپنی کتاب ” متحدہ پاکستان کے آخری دن “ میں بالتفصیل اس امر کا تذکرہ کیا ہے کہ چوہدری سرفخر اللہ خان نے پاکستان کا بینہ کی منظوری کے بغیر کس طرح معاہدہ سیٹو پر دستخط کر کے، رشوت میں انٹرنیشنل کورٹ آف جسٹس میں عہدہ پایا، اسی طرح ”بحران سے بحران تک“ میں بعض ایسے معاملات میں ایم ایم احمد قادیانی کے ملوث ہونے کا ذکر ہے جو خاصے سنگین ہیں۔ (روزنامہ جنگ 30 اپریل 1984ء)۔

چوہدری ظفر اللہ خان مثالی انگریز نواز اور قادیانیت کا ستون تھا وہ برٹش سامراج کی غلامانہ خدمات انجام دینے کی غرض سے ہمیشہ مسلمانوں اور پاکستان کے مفادات کو ذک پہنچاتا رہا، بزرگ خود ”امن پسند جماعت احمدیہ“ اہلیان پاکستان اور مسلمانان عالم کے خلاف کیسی کیسی غنڈہ گردی کرتی رہی ہے اس کا پردہ چاک کرتے ہوئے جسٹس منیر نے فسادات پنجاب 1953ء کی انکوائری رپورٹ میں لکھا ہے کہ ایک سیاہ رنگ کی کار آتی تھی جو ختم نبوت کی حمایت میں نکالے جانے والے جلسوں پر گولیاں برساتے ہوئے گزر جاتی تھی، اس عہد میں بورٹل جیل کے قادیانی سپرنٹنڈنٹ نذیر جو منڈی بہاؤ الدین کے ایک قریبی گاؤں کا رہنے والا تھا، بعد میں اپنے کئی جاننے والوں کو فخر یہ بتایا کرتا تھا کہ مسلمانوں کو بھونسنے کا یہ انتظام بھی ہم نے ہی کیا تھا اور ہم ساری کاروائی کرنے کے بعد اس کار کو واپس لا کر بورٹل جیل کے اندر کھڑی کر دیتے تھے، قادیانی فتنہ، عالم اسلام کے مختلف حصوں میں آج بھی اپنی فتنہ پرور سرگرمیاں جاری رکھے ہوئے ہے، یہی وجہ ہے کہ آج بھی قادیانیوں کے خلاف عالم اسلام کے مختلف ممالک مثلاً بنگلہ دیش اور انڈونیشیا میں احتجاجی مظاہرے زور پکڑ رہے ہیں اور ان کو وہاں بھی غیر مسلم اقلیت قرار دینے کے مطالبے میں شدت آتی جا رہی ہے، گویا اسلام کے خلاف قادیانی تحریکی سرگرمیوں اور سازشوں کا امت مسلمہ کو آہستہ آہستہ ادراک ہو رہا ہے، میں تو سمجھتا ہوں کہ یورپ میں چھپنے والے شیطانی کارٹونوں کے پیچھے بھی قادیانی

ویہودی لابی کا ذہن کام کر رہا ہے، یوں قادیانی ذریت جہاد اور دہشت گردی کو آپس میں لازم و ملزوم قرار دینے کی امریکی و صہونی کوششوں میں اپنا رول ادا کر رہی ہے، آج پوری دنیا کے مرزائی جہاد کے اسلامی احکامات کا استحکاف کرنے کی امریکی مساعی پر کس قدر خوش ہیں اس کا اندازہ عام مسلمانوں کو کم ہی ہے، مذکورہ تاثرات سے یہ اندازہ لگانا آسان ہے کہ امت مسلمہ کی جڑوں کو کھوکھلا کرنے اور مسلمان معاشروں میں معاشی و سیاسی عدم استحکام کو بھودینے کے لئے قادیانیت کا کردار بہت بھیا تک اور ہولناک ہے۔ حضرت مولانا شاہ احمد نورانی 1954ء سے لیکر 1970ء تک مسلسل مناجحریا، سویڈن، افریقہ، امریکہ، برطانیہ، کینیڈا، ناروے، سوئٹزر لینڈ سمیت عرب و عجم میں مرزائیت کے خلاف معرکہ آراء رہے، اس دوران جا بجا انہیں قادیانی مریدیوں اور معلموں سے بھی مناظرے کرنے پڑے اور انہیں حقانیت اسلام سے آگاہ کرنے کا موقع ملا، ان سے گفتگو اور مناظروں کی وجہ سے کئی قادیانیوں کو اسلام کے گہوارہ میں پناہ بھی نصیب ہوئی، اپنی انہی مشاہدات اور مطالعات کی روشنی میں حضرت اقدس مولانا شاہ احمد نورانی نے ایک دفعہ آن دی ریکارڈ گفتگو کرتے ہوئے فرمایا تھا کہ ”مرزائیت، یہودیت کی گود میں پروان چڑھ رہی ہے، اور پاکستان میں تل ابیت کا ایجنٹ رہوہ ہے، اس کی معرفت جو چاہتے ہے کرداتے ہیں“ مذہب کا تو ان لوگوں نے لبادہ اوڑ لیا ہے، حقیقت یہ ہے کہ یہ ایک بہت بڑی خطرناک سیاسی تحریک ہے اور یہ صہونیت کی ایک ذیلی تنظیم ہے جو مسلمانوں کے اندر رہ کر مسلمانوں کی جانی و بربادی کا سامان پیدا کر رہی ہے، حکومت تبلیغی مقاصد کے لئے جو بھی رقم خرچ کرتی رہی ہے وہ اس سلسلے میں بڑی فراخ دلی سے مرزا ایم ایم احمد قادیانی کی معرفت تقسیم کرتی تھی۔ ہر مرزائی مبلغ براہ راست ایم ایم احمد کی اجازت سے اسٹیٹ بینک پہنچتا تھا اور بڑی آسانی سے غیر ملکی زرمبادلہ حاصل کر لیتا تھا اور اس کے اعداد و شمار اسٹیٹ بینک سے حاصل کئے جاسکتے ہیں۔“

اس کی ایک بڑی واضح مثال بھنودور کے وفاقی وزیر پیداوار و انڈسٹریز و ٹاؤن پلاننگ نے بھی اپنی وزارت کی طرف سے ڈاکٹر عبدالسلام قادیانی کی پرزور سفارش پر تعلیم الاسلام کالج ربوہ کو 60 لاکھ روپے کی خطرہ رقم گرانٹ دی، جس کا حکومت پاکستان کی طرف سے کبھی کوئی آڈٹ نہیں ہوا، ستم ظریفی یہ ہے کہ ہمارے صاحبان اقتدار اختیار نے ہمیشہ اسلام دشمن طاقتوں کی نمائندہ و تنخواہ دار قادیانیت کی سازشوں، ریشہ دانیوں اور غداروں سے ہمیشہ چشم پوشی کی اور اسے اختیار و اقتدار کی چھتری کے نیچے پناہ دینے کی کوشش کی ہے، یہی وجہ ہے کہ پاکستان کی معاشی، سیاسی، سفارتی، عسکری اور تعلیمی پالیسیاں ان مجروروں کی وجہ سے غیر مؤثر اور ناکام رہی ہیں، اس اتری، اختصار اور عدم استحکام، اضطراب کی تشویشناک صورتحال پر ہی تبصرہ کرتے ہوئے نامور مذہبی، سیاسی شخصیت جمعیت علماء پاکستان کے سابق صدر قائد اہلسنت مبلغ اسلام مولانا شاہ احمد نورانی نے اپنے ایک انٹرویو میں ایم ایم احمد کی اسلام اور پاکستان دشمنی کے بارے میں انکشافات کرتے ہوئے فرمایا تھا۔ ”ستوط پاکستان کا جہاں تک تعلق ہے میں سمجھتا ہوں کہ اس کے ذمہ دار سو فیصد قادیانی ہیں، اس کے دلائل یہ ہیں کہ

پاکستان کا جو بھٹ تیار کیا جاتا ہے جو بھی پلاننگ ہوتی رہتی ہے اس کے چیئرمین ہمیشہ ایم ایم احمد رہے اور مشرقی پاکستان کو ہمیشہ شکایت رہی کہ بھٹ میں ہمارے ساتھ انصاف نہیں کیا گیا، مرزائی جان بوجھ کر یہ کوشش کرتے رہے ہیں کہ غلط فہمیاں مسلسل بڑھتی چلی جائیں اور جتنی غلط فہمیاں بڑھیں گی اتنی ہی دوریاں بڑھیں گی اس سلسلہ میں مرزا ایم ایم احمد کا کردار بہت گھناؤنا ہے، اس شخص نے انہماکی باغیانہ کردار ادا کیا، ڈھا کہ جانے کے بعد مزید اندازہ ہوا کہ قادیانی واقعہ بڑا گھناؤنا کردار ادا کر رہے ہیں۔ مثلاً ڈھا کہ میں کسی بھی سمجھدار شخص سے بات کی جائے تو وہ ایم ایم احمد کی شکایت کرتا تھا، جن دنوں 23 مارچ کو صدر یحییٰ خان ڈھا کہ میں موجود تھے، اس زمانے میں ایم ایم احمد بھی وہاں موجود تھا، چنانچہ تمام اخبارات نے اس بات پر احتجاج کیا تھا کہ اقتصادی مشیر کا اس موقع پر یہاں کیا کام ہے۔ مشرقی پاکستان میں 1970ء کے سیلاب میں بہت زبردست نقصان ہوا۔ پاکستان حکومت کی اپیل پر دنیا بھر کے ممالک سے امداد آنا شروع ہوئی، پوری امداد خرچ کرنے کا انتظام ایم ایم احمد کے سپرد کیا گیا، اس سے مشرقی پاکستان کے لوگوں کو بہت نفرت ہوئی اور انہیں اس بات سے سخت افسوس ہوا کہ ایسے شخص کے سپرد امداد کا کام سونپا گیا ہے جو ہمیشہ ان کے ساتھ نا انصافیاں کرتا رہا ہے، بہت سارا امدادی سامان مستحقین کو پہنچ نہیں پاتا، ایم ایم احمد صاحب اس بات کے بہت ماہر تھے کہ دنیا بھر سے بھیک مانگتے رہیں، ملک قرضوں کے نیچے دبا رہے اور قرضہ استعمال بھی نہ ہو۔ پاکستان پیپلز پارٹی کے مرکزی وزیر خزانہ ڈاکٹر مہر حسن کا بیان اس بات کا واضح ثبوت ہے کہ ماضی میں اقتصادی منصوبہ بندی بہت غلط ہوتی رہی، چودہ سال سے ایم ایم احمد پاکستانی اقتصادیات پر بھی قابض ہیں اور اس کی غلط منصوبہ بندی کو تسلیم بھی کر لیا گیا ہے، پھر بھی وہ اپنی جگہ برقرار ہیں، ملک تباہ ہوتا ہے تو ہوتا رہے لیکن ان کو کوئی آنکھ نہیں آتی۔ اس سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ ان کی جڑیں بہت مضبوط ہیں اور یہ اس قسم کا گھناؤنا کردار ادا کر رہے ہیں جو امریکہ میں بیٹھ کر یہودی کرتے ہیں، انہوں نے بڑی منظم سازش کے ذریعے پاکستان کے اہم عہدوں پر قبضہ کیا۔ جس سے ان کا مقصد واضح تھا کہ اسلامی مملکت کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے جائیں کیونکہ یہ سمجھتے ہیں کہ ہم کسی بھی طرح اس ملک کے حکمران تو نہیں بن سکتے یہاں مسلمانوں کی اکثریت ہے اور مسلمان ہرگز ہمیں برداشت نہیں کریں گے۔ چنانچہ انہوں نے ملک کا ایک حصہ توجاہ کر دیا، اگر وہ اس میں پروان چڑھتے رہیں تو وہ اس کے بھی ٹکڑے کر دیں گے۔

مشرق پاکستان کو علیحدہ کرنے کا ایک مقصد یہ بھی ہے کہ مشرقی پاکستان میں ان کے لئے بھٹلے اور پھولنے کا موقع میسر نہیں ہیں، جیسے کہ مغربی پاکستان میں میسر ہیں، مشرقی پاکستان کے عوام قادیانیوں کے سلسلے میں حد درجہ جذباتی اور ان سے متنفر ہیں جیسا کہ مسلمانوں کو ہونا چاہیئے، مشرقی پاکستان کے عوام کسی طرح مرزائیوں کو قبول نہیں کر سکتے اور سب سے بڑا مقصد تو یہ تھا کہ سب سے بڑی اسلامی مملکت کے ٹکڑے کر دیئے جاتے اور مسلمانوں کا شیرازہ بکھیر دیا جاتا۔

چونکہ مشرقی پاکستان اکثریت میں تھا اور اگر وہ (شیخ مجیب) اقتدار میں آ جاتا تو ان کو سب سے بڑا خطرہ یہ تھا کہ

مغربی پاکستان کے مسلمانوں کے مقابلے میں زیادہ سخت رویہ اختیار کرتے، اس کے مشاہدہ کا موقع مجھے حبیب الرحمن سے ملاقات میں ہوا۔ دوران گفتگو حبیب الرحمن نے مجھ سے کہا کہ دیکھئے کہ ایم ایم احمد ڈھا کہ میں مارا مارا پھرتا ہے، یہاں پر اس کا کوئی کام نہیں اور کوئی مقصد نئی وہ مجھ سے ملنا چاہتا تھا مگر میں نے انکار کر دیا لیکن بعد میں اس کی درخواستوں پر ملاقات ہو گئی، ساتھ ہی حبیب نے کہا کہ یہ قادیانیت اور مرزائیت مغربی پاکستان کا بہت بڑا مسئلہ ہے۔ میں اللہ کا شکر ادا کرتا ہوں کہ مشرقی پاکستان میں یہ جانور نہیں ملتا۔ ایم ایم احمد ایک معمولی سی ایس پی افسر ہے اور یہ ان سی ایس پی افسروں سے ہے جس نے اعلیٰ نمبروں سے سی ایس پی کا امتحان بھی پاس نہیں کیا اور نہ ہی اقتصادیات سے ان کا تعلق رہا ہے، بہر حال کیونکہ وہ ایک عرصہ سے اس عہدے سے چپکے چلے آ رہے تھے اس لئے لوگ شاید سمجھنے لگے ہوں کہ وہ اس میں خاصی مہارت رکھتے ہیں، حالانکہ اقتصادیات کا ماہر ہونا اور بات ہے اور چندے اور بھیک مانگنا اور بات ہے۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ وہ اقتصادیات کا ماہر تو نہیں بھیک مانگنے کا ماہر ضرور ہے اور اس نے قوم کے ساتھ سب سے بڑا ظلم یہ کیا کہ اس نے قوم پر تقریباً دو ارب روپے کا قرضوں کا بوجھ ڈال دیا اور اسے مقروض بنادیا، میرے خیال میں سلیس گزرتی چلی جائیں گی اور اس کا سود تک ادا نہ ہو سکے گا۔

جہاں تک اقتصادیات کا تعلق ہے، مسٹر ایم ایم احمد نے پوری منصوبہ بندی سے مرزائیت کو مضبوط کیا ہے جس طرح امریکہ میں یہودیوں نے اپنے آپ کو مضبوط کیا ہے، امریکہ میں یہودی اس قدر اثر انداز ہیں کہ تمام بینکوں، انشورنس کمپنیوں پر ان کا قبضہ ہے اور امریکہ کا کوئی صدر ان کی حمایت کے بغیر کامیاب نہیں ہو سکتا اور یہ صرف اقتصادی وجہ سے ہے، امریکہ کے سب سے بڑے تجارتی مرکز وال اسٹریٹ میں تقریباً 75 فیصد یہودیوں کا قبضہ ہے، امریکہ کے تمام بڑے بڑے کارخانوں، اسلحہ ساز انڈسٹریوں، فیکٹریوں، جہاز سازی کے کارخانوں غرض کہ ہر بڑے سرمایہ کاری کے اڈے پر یہودیوں کا قبضہ ہے اور یہی وجہ ہے کہ امریکہ کی سینٹ اور صدر ان کی حمایت کے بغیر منتخب نہیں ہو سکتے۔ یہی طریقہ مرزا ایم ایم احمد نے اختیار کیا اور وہی پوزیشن حاصل کرنے کی کوشش کی، انہوں نے اور چوہدری ظفر اللہ خاں نے یہاں آ کر باقاعدہ مرزائیوں کو لائسنس سے نوازا، کارخانوں کے پرمٹ دینے اور اس کی ابتداء شاہنواز لمیٹڈ سے ہوئی۔ ظفر اللہ خاں کی حمایت سے قادیانیوں کا بڑا گروہ حکومت میں داخل ہو گیا تھا ان میں ظفر اللہ خاں سربراہ تھے، جو وزیر خارجہ تھے۔ ایم ایم اے فاروقی جو ایوب خان کے زمانہ میں سب کچھ تھے اور ایم ایم احمد چنانچہ جتنی اہم انڈسٹریز تھیں انہوں نے ان کے لائسنس قادیانیوں کو دیئے، ورنہ قادیانی کہیں اپنے پاؤں کھڑے ہونے کے قابل نہ تھے۔ پنجاب میں نصیر اے شیخ، فاروق اے شیخ اور شاہنواز لمیٹڈ وغیرہ نے زیادہ منافع والی تجارت کے لائسنس حاصل کر لئے تاکہ مرزائی قادیانی اقتصادی طور پر مضبوط ہو جائیں، اس سلسلے میں ایک بات یہ بھی عرض کر دوں کہ جہاں انہوں نے پنجاب میں شوگر انڈسٹریز، ٹیکسٹائل ملز وغیرہ قائم کئے اور سندھ وغیرہ میں اسی کے ساتھ ساتھ انہوں نے ان سے جتنے بھی فوائد حاصل کر سکتے تھے وہ حاصل کئے، یہاں تک کہ 1971ء میں نوٹوں کی واپسی کا جب اعلان ہوا

تو لوگوں کو یہ جان کر شاید حیرت ہوتی لیکن اسے معلوم کیا جاسکتا ہے کہ واپسی کی تاریخ پر ربوہ سے کوئی شخص بھی نوٹ جمع کرانے نہیں آیا، کیونکہ انہیں ایم ایم احمد کے ذریعے تین دن پہلے ہی یہ معلوم ہو گیا تھا کہ نوٹ واپس ہو رہے ہیں، چنانچہ کوئی بھی قادیانی خسارے میں نہیں رہا، اب وہ حکومت کے بڑے بڑے عہدوں پر رہ کر بڑے عظیم اقتصادی اور سیاسی فوائد حاصل کر رہے ہیں اور پوزیشن یہ ہے کہ وہ اقلیت میں ہیں اور اپنی وہی پوزیشن بنانے چاہتے ہیں جو امریکہ میں یہودیوں نے بنالی ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ اگر یہ قندہا سی طرح پروان چڑھتا رہا تو آئندہ چل کر یہی ہوگا کہ اس ملک پر مکمل طور پر ان کا قبضہ ہوگا اور ان کی مرضی کے بغیر کوئی حکومت نہیں کر سکے گا۔

سابق صدر یحییٰ خان سے فروری 1971ء میں میری ملاقات ہوئی تھی، کراچی کے ایوان صدر میں مولانا عبدالمصطفیٰ ازہری اور جمعیت علماء پاکستان کے دیگر رہنما موجود تھے، میں نے اس مسئلہ پر تفصیل سے یحییٰ خان کو قادیانیوں کے ناپاک عزائم سے مطلع کیا مثلاً یہ کہ میں نے کہا کہ قادیانی اسرائیل کے ایجنٹ ہیں تو اس وقت صدر یحییٰ خان نے کہا کہ ثبوت کے طور پر کوئی بات کہیں تو میں نے کہا کہ حکومت پاکستان کی جانب سے کسی بھی پاکستانی مسلمان کو پاکستانی پاسپورٹ پر اسرائیل جانے کی اجازت دی ہی نہیں جاتی اور پاسپورٹ پر لکھ دیا جاتا ہے کہ اسرائیل کے علاوہ تمام دنیا کے لئے کارآمد ہے، ایک تو اسرائیل سے پاکستان نے کبھی کوئی تعلق قائم نہیں کیا اور نہ ہی انشاء اللہ آئندہ کبھی ہوگا لیکن وہاں قادیانیوں اور مرزائیوں کا باقاعدہ مشن کھلا ہوا ہے، ربوہ سے ہر دوسرے سال مشنیز جاتے رہتے ہیں اور وہاں بیٹھے رہتے ہیں اور یہ باعث حیرت کا ضرور ہے کہ پاکستانی پاسپورٹ پر اسرائیل چلے جاتے ہیں اور وہاں بیٹھ کر کام کرتے ہیں، ان کا خرچ وہاں کیسے چلتا ہے اور وہاں کیا کر رہے ہیں اور وہ کس مقصد کے لئے وہاں جاتے ہیں، وہ اسرائیلی جو اسلام کا نام سننا پسند نہیں کرتے ہیں وہ وہاں مرزائیوں کو کیسے پروان چڑھنے دیتے ہیں، یہ اس بات کا ثبوت ہے کہ مرزائیت، یہودیت کی گود میں پروان چڑھ رہی ہے اور پاکستان میں قتل ایبیب کا ایجنٹ ربوہ ہے اور اس کی معرفت وہ جو چاہتے ہیں کرواتے ہیں۔ یحییٰ خان سے اس کے ساتھ ساتھ میں نے یہ بھی کہا کہ ان کے ناپاک عزائم اس حد تک ہیں کہ آپ پورے پاکستان کے صدر ہیں اور پورے ملک پر آپ کی حکومت ہے لیکن ربوہ پر نہیں، یہ دراصل پاکستان کے اندر ایک علیحدہ اسٹیٹ ہے، انہوں نے کہا ”وہ کیسے“ میں نے جواب دیا کہ ربوہ مرزائیوں کا علیحدہ مرکز ہے اور مرزاناصر کی وہاں حکومت ہے، ان کی اپنی پولیس ہے جس کا نام الفرقان فورس ہے، ان کا اپنا نظام ہے، ہر قسم کی وزارتیں قائم ہیں اور ان کی حکومت چل رہی ہے، پاکستان کے ہر شہری کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ کسی جگہ پاکستان میں جائیداد خرید لیں لیکن حیرت ناک بات یہ ہے کہ کوئی پاکستانی ربوہ میں جائیداد خریدنے کا حق نہیں رکھتا۔

صرف قادیانی ہی وہاں کی جائیداد خرید سکتے ہیں جبکہ مرزاناصر اور مرزا بشیر الدین اس جائیداد کو فروخت کرتے چلے آ رہے ہیں، یہ اس بات کا سب سے بڑا ثبوت ہے کہ ربوہ پاکستان سے باہر اور ایک علیحدہ اسٹیٹ ہے۔ مارچ 1971ء میں

مرزائیت کے عزائم سے باخبر ہو کر میں نے اللہ تعالیٰ کی مدد اور حمایت سے یہ خیال کیا کہ اس سازش سے پوری قوم کو باخبر کیا جائے، چنانچہ 20 مارچ 1971ء کے جلسہ عام میں میں نے اعلان کیا کہ اس ملک کو کھڑے کرنے کی سازش تیار ہو چکی ہے اور مشرقی پاکستان کو علیحدہ کرنے کی تیاریاں ہو رہی ہیں اور ایم ایم احمدیہ باقاعدہ اعلان کرتے ہیں کہ مشرقی پاکستان ہمارے لئے بوجھ ہے اس کا علیحدہ ہونا ہمارے لئے ترقی کا ذریعہ ہوگا، ورنہ ہم اسی طرح تباہ ہوتے رہیں گے، اس قسم کے پروپیگنڈے ہو رہے تھے اور مرزائی یہ چاہتے تھے کہ 7 کروڑ مسلمانوں کی دوسری سرزمین (بنگلہ دیش) جہاں مرزائیت کا کوئی وجود نہیں ہے وہ اس ملک سے علیحدہ ہو جائے تاکہ مرزائی آسانی سے یہاں سے اپنے آپ کو پروان چڑھا سکیں۔ اسرائیل اور واشنگٹن میں جس طرح یہودی مل کر سازشیں بروئے کار لارہے ہیں، اس سے میں نے پوری قوم کو آگاہ کیا لیکن افسوس کہ ذمہ دار افراد نے اس پر توجہ نہ دی، صدر صاحب نے بھی اس کا کوئی خیال نہ کیا اور ملک کھڑے ہونا تھا ہو گیا۔

قیام پاکستان سے لیکر 1972ء کے مالی سال تک بیرونی ممالک کے تبلیغی دوروں پر حکومت تبلیغی مقاصد کے لئے بڑی رقم خرچ کرتی رہی ہے وہ اس سلسلے میں بڑی فراغ دلی سے زرمبادلہ مرزا ایم ایم احمدیہ کی معرفت تقسیم کراتی تھی، ہر مرزائی مبلغ براہ راست ایم ایم احمدیہ کی اجازت سے اسٹیٹ بینک پہنچتا تھا اور وہ بڑی آسانی سے غیر ملکی زرمبادلہ حاصل کر لیتا تھا اور اس کے اعداد و شمار اسٹیٹ بینک سے حاصل کئے جاسکتے ہیں اور اسکے ساتھ 1954ء سے لیکر 1968ء تک میں نے تبلیغی دورے کئے، ایک سال باہر رہا لیکن جب بھی اسٹیٹ بینک سے غیر ملکی زرمبادلہ کا مطالبہ کیا تو مجھے انکار کر دیا گیا اور کوئی زرمبادلہ نہیں دیا گیا۔ میرا مشاہدہ اس حقیقت کی وضاحت کرتا ہے (بحوالہ ارشادات نورانی، مرتبہ ضیاء المصطفیٰ قصوری)۔

دسمبر 1970ء کے مرکزی وصوبائی اسمبلیوں کے الیکشن میں قادیانیوں نے پاکستان پیپلز پارٹی کے چیئرمین ذوالفقار علی بھٹو کو نہ صرف لاکھوں روپے فنڈ دیا بلکہ اس کی انتخابی مہم میں بھرپور محنت کی۔ قادیانی لابی ذوالفقار علی بھٹو کے گرد اپنا حلقہ قائم کرنے میں کامیاب ہو چکی تھی، مرزائیت نواز مسٹر حنیف رامے جب پیش پیش تھا، دینی جماعتوں کو ہدف تنقید بنایا جا رہا تھا، مجیب الرحمن مجموعی طور پر الیکشن جیت گیا، حکومت بنانا اس کا حق تھا لیکن مرزائی لابی مشرقی پاکستان سے جان چھڑانا چاہتی تھی تاکہ اسٹیٹسمنٹ کے ذریعے سے یہاں غلبہ حاصل کر کے اسے (پاکستان) قادیانی ریاست بنایا جاسکے۔ بہت غصے اور الجھنیں پیدا کی گئی، ملک ٹوٹ گیا، بھٹو سر اقتدار آ گئے۔ مولانا شاہ احمد نورانیؒ کی جمعیت ملک کی سب سے بڑی دینی سیاسی جماعت بن کر ابھری، اسمبلی کا اجلاس بلایا گیا، حضرت علامہ امام الشاہ احمد نورانیؒ نے اسمبلی کے فلور پر جو سب سے پہلی تقریر کی وہ قادیانیت اور مسئلہ کشمیر کے تناظر میں تھی۔ حضرت اقدس قائد اہلسنت الشاہ احمد نورانیؒ مبلغ اسلام چاہتے تھے کہ ملک توڑنے والی قادیانی لابی کو بے نقاب کیا جائے اور اسے آئینی طور پر مرزا کی جھوٹی نبوت کا پرچار کرنے کی عبرت کا انجام سے دوچار کیا جائے، حضرت کی یہ تحریک جاری تھی کہ 22 مئی 1974ء کو نیشنل میڈیکل کالج ملتان کے تقریباً سولہ ہائی علاقہ جات کی

سیر و سیاحت کے لئے بذریعہ چناب ایکسپریس ملتان سے پشاور روانہ ہوئے، جب طلباء کی گاڑی ربوہ ریلوے اسٹیشن پر رکی تو حسب معمول قادیانی نوجوانوں نے گاڑی کی مختلف بوگیوں میں داخل ہو کر مرزا کی جھوٹی نبوت کی حمایت میں اردادی لٹریچر تقسیم کیا تو رد عمل کے طور پر طلباء میں اشتعال پھیل گیا جواباً انہوں نے ختم نبوت زندہ باد، قادیانیت مردہ باد کے زوردار نعرے لگائے۔ سیٹی بجی اور گاڑی اپنی منزل کی طرف روانہ ہو گئی، طلباء کی اس جرأت اور غیرت ایمانی سے ربوہ کے قصر خلافت میں ایک زلزلہ آ گیا کیونکہ ربوہ میں قادیانی خلیفہ کی مرضی کے بغیر چڑیا بھی پر نہیں مار سکتی تھی، یہ ریاست کے اندر ایک ریاست بنی ہوئی تھی، ان کی تمام وزارتیں اور نظارتیں اکٹھی ہوئیں اور انہوں نے واپسی پر طلباء کو یادگار سبق سکھانے کا فیصلہ کر لیا۔ 29 مئی 1974 کو جب چناب ایکسپریس پشاور سے واپسی پر ملتان جاتے ہوئے ربوہ سے پہلے اسٹیشن نشتر آباد کی تو وہاں کے قادیانی اسٹیشن ماسٹر نے چپکے سے طلباء کی بوگی پر نشان لگایا اور ربوہ کے قادیانی اسٹیشن ماسٹر کو اس نشان زدہ بوگی کا نمبر بتادیا جب گاڑی ربوہ ریلوے اسٹیشن پہنچی تو وہاں ایک ہنگامہ برپا تھا، تقریباً پانچ ہزار قادیانی غنڈے پستولوں، خنجروں، بند قوتوں، لاشیوں، تلواروں، آہنی کولوں اور اینٹوں سے مسلح کھڑے غصے سے چلا رہے تھے، یہ ہجوم سانپ کی طرح پھنکارتا ہوا طلباء کی بوگی پر لپکا طلباء نے فوراً کھڑکیاں اور دروازے بند کر لئے مگر ہجوم دروازے اور کھڑکیاں توڑ کر اندر داخل ہو گیا، یوں قادیانی غنڈے نہتے طلباء پر پل پڑے، گھسیٹ گھسیٹ کر طلباء کو باہر نکالا گیا، زد و کوب کیا گیا اور ان کے وحشیانہ تشدد مار پیٹ سے طلباء خون میں نہا گئے، جسم زخموں سے بھر گئے، کئی طلباء بے ہوش ہو گئے، ختم نبوت کے باغی ناموس مصطفیٰ کے پر وانوں پر تشدد کرتے رہے اور مرزا قادیانی کی بے، احمدیت زندہ باد، محمدیت مردہ باد (نعوذ باللہ)، مرزا ناصر کی بے، نشتر کے مسئلے ہائے ہائے کہتے ہوئے دندا تاتے رہے، بد معاشوں نے طلباء کے سر اور کپڑے پھاڑ دیئے، یہ خبر جنگل کی آگ کی طرح فیصل آباد اور ملک کے دوسرے حصوں میں فوراً پھیل گئی۔ اس وحشیانہ ظلم و بربریت پر پورا ملک بھر گیا، گلی گلی، محلہ محلہ احتجاج کی لہریں اٹھیں اور یہی لہریں باقاعدہ ایک تحریک کی صورت اختیار کر گئیں۔ آناً فاناً تمام دینی جماعتیں متحد، منظم اور مربوط تحریک میں ڈھل گئیں۔ 16 جون 1974ء کو فیصل آباد میں ملک کی تمام دینی جماعتوں کے علماء و مشائخ اور سیاست دانوں کا اجتماع ہوا، جب مجلس عمل تحفظ ختم نبوت کے نام سے تنظیم اور عالمہ کا قیام عمل میں آیا اس وقت کے مرزا کی نواز وزیر اعلیٰ مسٹر حنیف رائے نے بہت سرگرمی اختیار کی اور تحریک کے غیظ و غضب کو خنڈا کرنے کے لئے عوامی طوفان کا رخ موڑنا چاہا لیکن عوامی تحریک کی لہروں کی طغیانی ایسی تھی کہ اس کے مقابل کوئی ٹھہر نہ سکا۔ اس دوران قائد اہلسنت علامہ امام الشاہ احمد نورانی نے 28 معزز اراکین اسمبلی کے دستخطوں سمیت قادیانی ذریت کے خلاف پرائیوٹ بل قومی اسمبلی میں پیش کر دیا۔ یہ بل حزب اختلاف کی جانب سے تھا جبکہ ان دنوں قائد ایوان جناب ذوالفقار علی بھٹو تھے، وزیر قانون عبدالحفیظ پیرزادہ تھے جبکہ اسپیکر قومی اسمبلی صاحبزادہ فاروق علی خان کی صدارت میں معزز اسمبلی میں قادیانی مسئلہ پر بحث شروع ہو گئی، ماہرین اور علماء کی مختلف ٹیمیں کیس کی تیاری میں مصروف ہو گئیں جو روزانہ لکھا جاتا، حضرت قائد اہلسنت علامہ شاہ احمد نورانی، مفتی محمود، چوہدری ظہور الہی

اسے سن لیتے، بعد ازاں مناسب ترمیم و اضافہ کے ساتھ اسے پریس بھیج دیا جاتا، چند دنوں میں محضر نامہ تیار ہو گیا، لاہوری قادیانی گروپ کے صدر الدین، عبدالمنان عمر اور مسعود بیگ نے اپنا مؤقف پیش کیا جبکہ ربوہ پارٹی کی طرف سے مرزا ناصر اور اس کے معاونین نے اپنا مؤقف پیش کیا۔ 6، 5، 4 ستمبر 1974ء کو انٹرنی جنرل آف پاکستان جناب یحییٰ بختیار نے بحث کو سمیٹ کر اراکین اسمبلی کے سامنے دو روزہ اپنا مفصل بیان پیش کیا۔ اس حوالے سے قومی اسمبلی کی خصوصی کمیٹی نے قادیانی مسئلہ پر غور و فکر کے لئے دو مہینے میں 28 اجلاس اور 96 نشستیں کیں، اس اسمبلی نے تاریخی بحث میں طرزموں کو مکمل صفائی کا موقع فراہم کیا اور نہایت اطمینان سے ان کے دلائل کا محققہ سننے کے بعد یہ فیصلہ 7 ستمبر 1974ء کو چارجنگ 35 منٹ پر صادر کر دیا گیا کہ قادیانیوں کی دونوں شاخیں پاکستانی آئین اور ملکی قانون کی رو سے دائرہ اسلام سے خارج ہیں۔ یوں یہ 90 سالہ پرانا مسئلہ حضرت علامہ امام الشاہ احمد نورانی، علامہ عبدالمصطفیٰ الازہری، پروفیسر شاہ فرید الحق، صوفی ایاز خاں نیازئی، مفتی سید شجاعت علی قادری، مولانا جمیل احمد نعیمی، ظہور الحسن بھوپالی، مولانا محمد علی رضوی، مولانا محمد ذاکر اور دیگر اکابر کی محنتوں اور صبر آزماء جدوجہد کے نتیجے میں حل ہوا۔ اس موقع پر مسٹر بھٹو نے قائد ایوان کی حیثیت سے 27 منٹ تک وضاحتی تقریر کی اور اوریوں اعلان ہوتے ہی ایوان اسمبلی، سینٹ اور پورا ملک عالم اسلام خوشی سے جھوم اٹھا۔ پورے ملک میں جشن کا سماں تھا، گلیاں، بازار تاجدار ختم نبوت زندہ باد کے نعروں سے گونج رہے تھے، مٹھائیاں تقسیم ہو رہی تھیں اور یوں فرط جذبات سے آنکھوں سے آنسوؤں کے چشمے ابل رہے تھے۔ کفریٹ گیا اور اسلام جیت گیا، حق کا بول بالا ہوا اور کفر کا منہ کالا، لیکن اب جبکہ ہم دیکھ رہے ہیں کہ قومی اسمبلی کے اس فیصلے کے ٹھیک 34 سال بعد قادیانیت اپنی صد سالہ خلافت جو بلی متا رہی ہے اور پورے ملک میں پر پرزے نکال رہی ہے، دوبارہ سرگرم ارتداد ہے لہذا علماء کو اور اصحاب علم و فضل کو چاہیئے کہ وہ اس فرنگی و فتنہ کی سرکوبی کے لئے فکر مند ہوں تاکہ ختم نبوت کے غازیوں، مجاہدوں اور شہیدوں کی روحوں کو اطمینان نصیب ہو اور آئندہ کبھی کسی کو رسالت مآب حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے قہر نبوت کے نقب زنی کی جسارت کرنے کی ہمت نہ ہو سکے۔ آخر میں دُعا ہے کہ اللہ کریم کروڑوں رحمتیں نازل فرمائے، حضرت امام الشاہ احمد نورانی کے مرقد انور پر جن کی ہمت مردانہ اور تدبیر بصیرت نے نہ صرف اسمبلی کے اندر مرزائیوں کو اقلیت قرار دلوانے کے لئے دن رات محنت کی بلکہ اس فتنے کی ہلاکت آفرینی سے ملت اسلام کو پوری طرح آگاہ کرنے کیلئے اپنی تمام تر صلاحیتیں وقف کر دی، آپ کو یہ سن کر حیرت ہوگی کہ اس مرد حق نے نہ صرف قومی اسمبلی کی خصوصی کمیٹی اور ہر کمیٹی کے اجلاس میں پوری ذمہ داری کے ساتھ شرکت کی بلکہ عوامی رائے عامہ کو ہموار کرنے کیلئے تقریباً پڑھ سو شہروں، قصبوں اور کانفرنسوں میں عام جلسوں سے خطاب کیا، کسی نے سچ کہا ہے۔

این سعادت بزور بازو نیست

☆☆☆☆

☆☆☆☆

☆☆☆☆

تذکرہ مجاہدین تحریک ختم نبوت

علامہ قاضی فضل احمد لدھیانوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

ترتیب۔ غلیل احمد رانا

علامہ قاری فضل احمد خفی نقشبندی مجددی صادقی لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ (سابق کورٹ انسپکٹر پولیس لدھیانہ) بن قاضی اللہ دین رحمۃ اللہ علیہ، قصبہ شاہ پور، پٹھان کوٹ، ضلع کورداس پور (مشرقی پنجاب، ہندوستان) میں پیدا ہوئے۔ [۱]
آپ اہل سنت کی وہ عظیم المرتبت اور مقتدر ہستی ہیں، جنہوں نے زبان و قلم سے فرقہ ہائے باطلہ کے خلاف ڈٹ کر جہاد کیا اور وہ کارہائے نمایاں انجام دیئے جو ہمیشہ یادگار رہیں گے۔ [۲]

اہل سنت کے جلسوں میں آپ کو تقریر کے لئے مدعو کیا جاتا تھا ہفت روزہ ”الفقیہ“ امرتسر اپنی ایک رپورٹ میں لکھتا

ہے!

”پروفیسر مولانا نور بخش تو کلی ایم اے کے قائم کردہ مدرسہ اسلامیہ تو کلیہ بمقام چک قاضیاں ڈاک خانہ سانبوال تحصیل ضلع لدھیانہ کا دوسرا سالانہ جلسہ ۲۶ ذی قعدہ ۱۳۳۵ھ / ۲۸ مئی ۱۹۴۷ء کو ہوا جس میں مولانا قاضی فضل احمد پشتر کورٹ انسپکٹر لدھیانہ نے تقریر فرمائی۔“ [۳]

آپ انجمن نعمانیہ ہند لاہور کے سالانہ جلسوں میں بھی تشریف لایا کرتے تھے، انجمن نعمانیہ کے بیسیویں سالانہ جلسہ (منعقدہ ۲، ۳، ۴، ۵، ۶ ربیع الاول ۱۳۳۸ھ / ۲۸، ۲۹، ۳۰ نومبر ۱۹۱۹ء بروز جمعہ، ہفتہ، اتوار) میں آپ نے اپنی تقریر محرمہ ۱۹ صفر ۱۳۳۸ھ بنام ”عزت و توقیر سید کعبہ“ (۱۳۳۸ھ) یعنی ”شان محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حبیب ایزد“ (۱۳۳۸ھ) پڑھ کر سنائی، آپ ہر تقریر کے ابتدائی خطبہ کے بعد رودتان شریف ضرور پڑھتے تھے، اس تقریر کا ایک اقتباس درج ذیل ہے:

”حیف صد حیف ان نام کے مسلمانوں پر ہے جو انکار کر کے بڑی متمدنی اور گستاخی سے کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیوار پیچھے کا بھی حال معلوم نہیں اور شوخ چٹھی سے یہ بھی کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے شیطان لعین کا علم زیادہ ہے اور جب کبھی حضور کے علم غیب کی بابت ذکر آتا ہے تو ہنستے اور استہزاء کرتے ہیں، بلکہ دیدہ و بینی سے یہ بھی کہتے ہیں کہ جو کوئی حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے علم غیب کا اعتقاد رکھے وہ کافر ہے، مشرک ہے، العیاذ باللہ گویا جب قرآن شریف پڑھتے ہیں تو علمک مالک

تکن تعلم، وما هو علی الغیب بضنین، وما كان الله ليطلعکم علی الغیب ولكن الله یجتبی من رسله من یشاء اور ذلك من انباء الغیب نوحيه اليک، فإوحی الی عبده ما ووحی اور تلک من انباء الغیب نوحيها اليک وغيره آیات کوتلاوت ہی نہیں کرتے“ [۴]

انجمن نعمانیہ ہند لاہور کے سالانہ جلسہ منعقدہ ۶، ۷، ۸ ربیع الاول ۱۳۳۳ھ / ۲۵، ۲۶، ۲۷ ستمبر ۱۹۲۵ء کے ایک اجلاس میں قاضی صاحب علیہ الرحمہ نے اپنا مضمون بنام ”فرقہ گاندھویہ کون ہے؟ اللہ کی قسم فرقہ وہابیہ نجدیہ ہے (۱۳۳۳ھ)“ پڑھ کر سنایا، اس مضمون کا مختصر اقتباس درج ذیل ہے :

”کتاب تقویۃ الایمان پر چند لوگ ہندوستان کے ایمان لے آئے اور ان میں بھی دو گروہ ہو گئے، ایک گروہ تو تقلید کا منکر ہو کر تمام مقلدین ائمہ اربعہ کو کافر و مشرک کہنے لگ گیا، دوسرا گروہ اس کا چھوٹا بھائی بظاہر تقلید کی آڑ میں خود کو مقلد ظاہر کرتا ہوا باقی تمام عقائد غیر مقلدین پر کار بند ہو کر اپنے بڑے بھائی کے ہم صدا اور ہم نوا ہو گیا، کیونکہ شیخ اور آغا ہر دو کا ایک ہے، پیر و مرشد شیخ نجدی دونوں کا ایک، کتاب التوحید اور تقویت الایمان پر دونوں کا ایمان ہے، وہ ایک“۔ [۵]

شیر پیچہ اہل سنت مولانا حشمت علی خاں لکھنؤی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (متوفی ۱۳۸۰ھ) نے علماے دیوبند کی کفریہ عبارات پر علماے حرمین شریفین کے فتویٰ کے متعلق حضرت قاضی صاحب علیہ الرحمہ سے استفسار کیا تو آپ نے درج ذیل جواب دیا :

”استثناء میں جو کچھ درج ہے وہ سب صحیح ہے، تمام مسلمانان اہل سنت و جماعت کو کتاب مستطاب ”حسام الحرمین“ کے مندرجہ فتاویٰ کو مان کر ان پر عمل پیرا ہونا لازم ہے، اس کے سوا ایک اور کتاب ”تقدیس الوکیل عن توحین الرشید والخلیل“ مصدقہ علماء مفاتیح ائمہ اربعہ حرمین شریفین زاد ہما اللہ شرفاً تعظیماً میں بھی اسی طرح لکھا ہے جیسے کہ کتاب ”حسام الحرمین“، یہ بات طے شدہ ہے کہ عقائد و اقوال مندرجہ استثناء کلمات کفریہ ہیں، پس تمام مسلمانان اہل سنت و جماعت کو حدیث شریف فایا کم و ایامہم اور آیات و اما ینسنیک الشیطن فلا تقعد بعد الذکری مع القوم الظلمین اور ترکوا الی الذین ظلموا افتمسکم النار پر عمل کر کے ان مذکورہ بالا اشخاص اور ان کے پیروؤں سے مقاطعہ کرنا ضروری ہے، جب تک کہ وہ علی الاعلان تحریری تو بیہ نہ کریں۔ واللہ اعلم بالصواب۔ فقیر قاضی فضل احمد عفا اللہ عنہ سی حنفی نقشبندی مجددی مقیم لودھیانہ پنجاب“۔ [۶]

حضرت قاضی صاحب علیہ الرحمہ کو دروازہ وہابیہ کے علاوہ علم تاج گوئی سے بھی بہت شغف تھا، اپنے ایک

مضمون ”شان محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حبیب ایزد“ میں امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے مناقب بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں :

”حضرت کی ولادت ۸۰ھ میں ہوئی جو الفاظ ”بے نیاز“، ”نیک حبیب“، ”ید اللہ“، ”آل امجاد“، ”مدد ایزدی“ کے اعداد کے مطابق ہے اور وفات حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کی ۱۵۰ھ میں واقع ہوئی جو الفاظ ”محبوب انام“، ”سلطان“، ”حوالحق“، ”سیف“، ”معلیٰ مطالع“، ”لئق“، ”دامن اُمید لعل“ بے بہا، ماہ عدل، کمال جہاں، اکیلیں جہاں، طالب حق، کوکب ایمان، کے اعداد جمل کے مطابق ہے۔“

[۷]

حضرت قاضی صاحب علیہ الرحمہ فن تاریخ گوئی میں امام احمد رضا قادری بریلوی قدس سرہ سے بہت متاثر تھے، اس سلسلہ میں حضرت قاضی صاحب علیہ الرحمہ کی کتاب ”انوار آفتاب صداقت“ سے آپ کا ایک سوال اور امام احمد رضا علیہ الرحمہ کا جواب درج ذیل ہے :

”سوال۔ علمائے کرام کا اس میں کیا ارشاد ہے کہ ایک رافضی نے کہا ہے کہ آیت کریمہ انما من المجرمین منتقمون کے اعداد (۱۲۰۲) ہیں اور یہی عدد ابوبکر عمر عثمان کے ہیں، یہ کیا بات ہے؟ بیٹو تو جروا۔“

جواب۔ روافضی العظیم اللہ تعالیٰ کی بنائے مذہب ایسے ہی ادہام بے سرو پا پاؤں ہو پر ہے۔
اولاً۔ ہر آیت عذاب کے عدد اسماء اخیار سے مطابق کر سکتے ہیں اور ہر آیت ثواب کو اسماء کفار سے، کہ اسماء میں وسعت وسیعہ ہے۔

ثانیاً۔ امیر المؤمنین مولاعلیٰ کرم اللہ وجہہ کے تین صاحبزادوں کے نام ابوبکر، عمر، عثمان ہیں، رافضی نے آیت کو ادھر پھیرا، کوئی ناہمی ادھر پھیر دے گا، اور دونوں ملعون ہیں، حدیث میں ہے سیدنا امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ولادت پر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تشریف لے گئے اور ارشاد فرمایا ارونسی ابنی ماذا سمیتوہ مجھے میرا بیٹا دکھاؤ تم نے اس کا کیا نام رکھا ہے، مولاعلیٰ نے عرض کی حرب، فرمایا نہیں بلکہ وہ حسن ہے، پھر سیدنا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ولادت پر تشریف لے گئے اور فرمایا مجھے میرا بیٹا دکھاؤ تم نے اس کا کیا نام رکھا ہے، مولاعلیٰ نے عرض کی حرب، فرمایا نہیں بلکہ وہ حسین ہے، پھر حضرت محسن کی ولادت پر وہی فرمایا، حضرت علی نے وہی عرض کی، فرمایا نہیں بلکہ وہ محسن ہے، پھر فرمایا میں نے اپنے بیٹوں کے نام ہارون علیہ السلام کے بیٹوں پر رکھے، شبر، شبیر، مشیر، حسن، حسین، محسن، ان سے ہم وزن وہم معنی، اس سے مولاعلیٰ

کرم اللہ وجہہ الکریم کو تنبیہ ہوئی کہ اولاد کے نام اختیار پر رکھنے چاہئیں، لہذا ان کے بعد صاحبزادوں کے نام ابوبکر، عمر، عثمان، عباس وغیرہم رکھے۔

حاجی۔ رافضی نے اعداد غلط بتائے، امیر المومنین عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نام پاک میں الف نہیں لکھا جاتا، تو بارہ سو ایک ہیں نہ کہ دو، ہاں اور رافضی بارہ سو دو عدد دکا ہے، ابن سبار نفیہ کے، ہاں اور رافضی بارہ سو عدد ان کے ہیں ابلیس، یزید، ابن زیاد شیطان الطاق کلینی، ابن ابویہ، قتی، طوسی، حلی، ہاں اور رافضی اللہ عزوجل فرماتا ہے ان الذین فوقوا دینہم وکانوا اشیعا لست منہم فی شینی بے شک جنہوں نے اپنا دین کھڑے کھڑے کر دیا اور شیعہ ہو گئے، اے نبی تمہیں ان سے کچھ علاقہ نہیں، اس آیت کریمہ کے عدد ۲۸۲۸ ہیں اور یہی عدد ہیں روافض اثنا عشریہ اسمعیلیہ کے اور اگر اپنی طرف سے اسمعیلیہ میں الف چاہیے تو یہی عدد ہیں روافض اثنا عشریہ نصیریہ واسماعیلیہ کے، ہاں اور رافضی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے لہم اللعنة ولہم سوء الدار اور ان کے لئے ہے لعنت اور ان کے لئے ہے برا گھر، اس کے عدد ۶۳۳ ہیں اور یہی عدد ہیں شیطان الطاق طوسی حلی کے نہیں اور رافضی بلکہ اللہ عزوجل فرماتا ہے اولئک ہم الصدیقون والشہداء عند ربہم لہم اجرہم وہی اپنے رب کے ہاں صدیق اور شہید ہیں ان کے لئے ان کا ثواب ہے، اس کے عدد ۱۴۳۵ ہیں اور یہی عدد ہیں ابوبکر، عمر، عثمان، علی سعید کے نہیں اور رافضی بلکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اولئک ہم الصدیقون والشہداء عند ربہم لہم اجرہم ونورہم وہی اپنے رب کے حضور صدیق و شہید ہیں، ان کے لئے ہے ان کا ثواب اور ان کا نور، اس کے اعداد ۹۲۷ ہیں اور یہی عدد ہیں ابوبکر، عمر، عثمان، علی، طلحہ، زبیر، سعد کے نہیں اور رافضی بلکہ اللہ عزوجل فرماتا ہے والذین امنوا باللہ ورسولہ اولئک ہم الصدیقون والشہداء عند ربہم لہم اجرہم ونورہم جو لوگ ایمان لائے اللہ اور اس کے رسولوں پر وہی اپنے رب کے نزدیک صدیق و شہید ہیں ان کے لئے ہے ان کا ثواب اور ان کا نور، آیت کریمہ کے عدد تین ہزار رسول اور یہی عدد ہیں صدیق، فاروق، ذوالنورین، علی، زبیر، سعد، سعید، ابوعبیدہ، عبدالرحمن بن عوف کے۔ الحمد للہ آیت کریمہ کا تمام وکمال جملہ بھی پورا ہو گیا اور حضرات عشرہ مبشرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے اسماء طیبہ بھی سب آ گئے جس میں اصلاً تکلف اور تصنع کو دخل نہیں، کچھ روزوں سے آنکھ دکھتی ہے، یہ تمام آیات عذاب و اسمائے شرار آیات مدح و اسمائے اختیار کے عدد محض خیال میں مطابق کئے، جن میں صرف چند منٹ صرف ہوئے، اگر لکھ کر اعداد جوڑے جاتے تو مطالبوں کی بہار نظر آتی مگر بعون تعالیٰ اس قدر بھی کافی ہیں، واللہ الحمد واللہ تعالیٰ اعلم، فقیر احمد رضا قادری۔

قاضی فضل احمد علیہ الرحمہ اس فتویٰ کو نقل کر کے کتاب مذکور ”انوار آفتاب صداقت“ کے صفحہ ۴۶۵ پر تحریر فرماتے ہیں

”راقم الحروف عرض کرتا ہے کہ شیعہ یعنی رافضی کا تو ماشاء اللہ دلیہ نہیں بلکہ قیہ ہو گیا، اب مجال دم زدن نہیں، فقیر نے یہ کرامت اعلیٰ حضرت عظیم البرکت مجدد مائے حاضرہ امام اہل سنت و جماعت پچشم خود ملاحظہ کی کہ چند لکھوں میں ان تمام آیات و اعداد کے مطابقت زبان فیض والہام ترجمان سے فرمائی، یہ رات کا وقت تھا، قریب نصف گزر چکی تھی، واللہ باللہ عدد اختیار و اشرار کے اسماء بلا سوچے اور بے تامل کئے فرمادیئے کہ فقیر سو اس کے اور اندازہ نہیں کر سکتا کہ یہ اعلیٰ حضرت کی کرامت کا اظہار بذریعہ القا ہے ربانی اور الہام سبحانی تھا، اس سے پیشتر جب کہ اعلیٰ حضرت نے کتاب (انوار آفتاب صداقت) کو ساعت فرماتے ہوئے متعدد جگہ فرقہ واپیہ اور معترض پر نکات اعداد جمل کے مطابقت ملاحظہ فرمائی تو اسی وقت معاً بلا غور و تامل کے یوں فرمایا کہ لکھو، فقیر نے تعمیل حکم اس طرح پر کی، آیت قرآنی اہلکھم انھم کانوا مجرمین کے اعداد ۶۶۸ جو برابر ہیں اعداد شیداء گنگوہی کے، لقد قالوا کلمۃ الکفر و کفروا بعد اسلامہم کے اعداد ۱۲۶ ہیں جو برابر ہیں اشرف علی تھانوی کے، شیطانا مریدا لعنة اللہ کے اعداد ۸۴ اور وی عدد ہیں حاجی قاسم صاحب نانوتوی کے، سبحان اللہ و بحمدہ کیا قدرع الہیہ کا تماشا اور تقدیر الہی کا نظارہ ہے کہ گویا اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنے علم میں ان لوگوں کی حالت کی طرف اشارہ فرمادیا ہے، جو بندگان رب العلیٰ اور خاصان بارگاہ خدا اس قسم کے کشف والہام سے بیان فرما سکتے ہیں اور عوام کو سمجھا سکتے ہیں۔

ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء واللہ ذو الفضل العظیم“۔ [۸]

مرزا قادیانی نے جب ناموس رسالت پر حملہ کیا تو حضرت قاضی صاحب علیہ الرحمہ کا قلم ردّ مرزائیت میں خوب چلا، ۱۳۱۴ھ/ ۱۸۹۶ء میں آپ نے مرزا قادیانی کی کتاب ”ازالہ اوہام“ کے رد میں ”کلمہ فضل رحمانی (۱۳۱۳ھ) بجواب اوہام غلام قادیانی (۱۳۱۳ھ) تصنیف فرمائی، آپ کی یہ تصنیف علمائے کرام کی تصدیق و توثیق کے ساتھ ۱۳۱۶ھ/ ۱۸۹۸ء میں لاہور سے شائع ہوئی، اس کتاب میں حضرت قاضی صاحب علیہ الرحمہ فرماتے ہیں :

”آج واقع ۵ جمادی الثانی ۱۳۱۵ھ کی صبح ساڑھے چار بجے جب کہ میں مسودہ اصلی پر سے پورے طور پر کتاب ہذا لکھ چکا اور ختم کر چکا، خواب میں کیا دیکھتا ہوں کہ ایک جگہ مجلس میں جہاں قریباً سات آٹھ آدمی بیٹھے ہوئے ہیں اور مولانا مولوی مشتاق احمد صاحب چشتی صابری مدرس گورنمنٹ سکول لدھیانہ بھی میرے پاس وہی طرف بیٹھے ہوئے ہیں، مرزا غلام احمد صاحب قادیانی بھی وہاں پاؤں پارے پڑے ہیں، مرزا

صاحب کاسرنگا ہے اور سران کا عین وسط سے لے کر پیشانی تک استرہ سے منڈا ہوا ہے (خلاف شرع) اور داڑھی آپ کی قمیچی سے کتری ہوئی ہے (خلاف شرع) اس مجلس میں سے کسی شخص نے کہا کہ آپ سب لوگ مرزا صاحب کے مخالف کیوں ہیں، میں نے کہا کہ ہم کو بلکہ کل اہل اسلام کو مرزا صاحب سے کوئی ذاتی یا دنیاوی غرض سے مخالفت نہیں، مرزا صاحب نے ہی اپنے عقائد اور اعمال اہل اسلام کے مخالف کر لئے ہیں، یہی وجہ مخالفت ہے، مرزا صاحب نے کہا ”ایویں کوئی کچھ کہہ دے“ (پنجابی) یعنی یونہی ناحق کوئی کچھ کہہ دے، میں نے کہا مرزا صاحب! کیا آپ کے کل الہاموں اور مولفہ کتابوں میں عقائد اور اعمال درج نہیں؟ کیا ان تحریری دستاویزات سے جو بڑی تعلیٰ سے شائع کئے ہیں، انکار ہے؟ ناحق کہنے کی کسی کو کیا ضرورت ہے، تب مرزا صاحب نے کھسانی صورت بنائی اور نیچے آنکھیں کر لیں اور خاموش ہو گئے اور جواب نہ دیا، اتنے میں آنکھ کھل گئی، گھڑی (کلارک) کو دیکھا ساڑھے چار بجے تھے، مجھے اس خواب سے نہایت اطمینان ہوا، حضرات ناظرین اس کی تعبیر سمجھ لیں اور یہ بھی عرض کر دینا ناظرین کے لئے خالی از منفعہ تعارف نہ ہوگا کہ خاکسار راقم الحروف ملازم پولیس ہے اور سخت درجہ گنگا رکھ لیکن الحمد للہ عقائد و اعمال مطابق جمہور اہل اسلام کے عین مطابق رکھتا ہے، یہی امید فضل رحمانی سے ہے، مغفرت کرے گا، ہر وقت اس کے فضل کی امید اور عذاب کا ڈر دل میں ہے، یا الہی اس کو قائم رکھ۔ آمین ثم آمین۔ [۹]

حضرت قاضی صاحب علیہ الرحمہ نے جب یہ کتاب ”کلمہ فضل رحمانی“ تحریر کی تو اس زمانہ کے اخبار ”وقادار“ لاہور کے ایڈیٹر محمد فضل الدین نے ایک رات دو بجے نماز تہجد کے وقت اللہ رب العزت کے حضور دعا کی کہ کلمہ ”فضل رحمانی“ کے مصنف کا موقف صحیح ہے یا مرزا قادیانی کا، اس پر بہت گڑگڑاتے ہوئے بڑی لمبی چوڑی دعا کی، رورور کر طبیعت ٹٹھ حال ہو گئی، اتنے میں سو گئے، خواب میں دیوان حافظ شیرازی کا ایک شعر ان کو دکھایا گیا، خواب میں انہوں نے وضاحت چاہی تو ان کو کتاب تہجدی گئی، دیکھا تو وہ ”کلمہ فضل رحمانی“ تھی، فرماتے ہیں دل کو تسلی ہو گئی کہ مرزا قادیانی واقعاً مردود و ملعون ہے۔ (ملخصاً) [۱۰]

۱۹۳۳ء میں قادیانی جماعت کے عبدالکریم ناقد، بیکریٹری جماعت احمدیہ پٹھان کوٹ نے ایک پمفلٹ چار ورقہ پر عنوان ”علماء سوء کے کارنامے“ شائع کیا تو آپ نے اس کے جواب میں ”مرزائی (بیدادی) علماء کے خاٹا نامے بجواب علماء سوء کے کارنامے“ مضمون تحریر فرمایا، جسے ہفت روزہ الفقیر امرتسر نے قسط وار شائع کیا۔ [۱۱]

حضرت قاضی صاحب علیہ الرحمہ اپنے ایک مضمون ”باطیل مرزائیہ“ قادیانی مرزائیوں کی صرف باسی کڑھی میں اُبال“ میں لکھتے ہیں:

”مجھے ایک دوست نے ایک پرچہ دو ورقہ بصورت اشتہار تبلیغی، نمائے ایمان نمبر ۱۵ جنوری ۱۹۳۰ء مطبوعہ قادیان ضلع گورداسپور، منجانب مرزا محمود احمد خلیفہ ثانی فرزند مرزا غلام احمد آنجنابی قادیانی، دیا، اس کو بغور پڑھا، اس میں مضمون آرائی کے سوا اور کچھ نہیں۔“

حضرت قاضی صاحب علیہ الرحمہ نے جواب میں اس اشتہار کا خلاصہ سات نمبروں میں لکھ کر نمبر وار اس کا جواب لکھا، چنداقتباسات درج ذیل ہیں :

”جب مرزا صاحب آنجنابی سیالکوٹ میں چند روپے کی ملازمت پر فائز ہوئے اور اس میں ان کی ترقی نہ ہوئی تو انہوں نے مختاری وکالت کا امتحان بڑی سرگرمی و سرزدی سے دیا، قسمت کی خوبی اس میں فیل ہو گئے اور شرمساری کی وجہ سے الہمدی سے استعفاء دے کر اپنے گھر قادیان میں آ گئے، اور اپنے دوستوں کے مشورہ سے کتاب ”براہمین احمدیہ“ کے لکھنے اور شائع کرنے کا ارادہ کیا، اور اس تجارتی کاروائی کا بہت فائدہ اٹھایا، پہلی اصلاح تو یہ کہ اس کتاب میں تین سو دلائل اور تین سو جز کی کتاب ہوگی، ایک جلی قلم کا اشتہار بھی جاری کر دیا کہ یہ الہامی کتاب ہے، اگر کوئی کوئی شخص اس کو غلط ثابت کرے تو اس کو دس ہزار روپے انعام دیا جائے گا، آخر کتاب کی قیمت کا روپیہ وصول کر کے ہضم کیا اور صرف ۳۵ جز کی کتاب طبع کر کے لوگوں کے حوالے کی، اس میں ایک مسئلہ معرکہ الآراء لکھا کہ حضرت علیہ السلام آسمان پر زندہ موجود ہیں اور اخیر زمانہ میں نزول فرمائیں گے اور تمام دنیا میں اسلام پھیلائیں گے اور غلبہ اسلام ان کے وقت میں ہوگا، قرآن شریف کی دو آیات ہوا الذی ارسل رسولہ بالہدیٰ و دین الحق لیظہر علی الدین کسلہ اور عسیٰ ربکم ان یرحم علیکم الہاماً لکھ دیا، لیکن اس کے بعد جب انہوں نے اپنا ”ازالہ اوہام“ شائع کیا تو اس میں انہوں نے اپنے تئیں عیسیٰ ہونے کا دعویٰ کر کے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نسبت لکھ دیا کہ وہ مر گئے ہوئے ہیں اور ان کی جگہ میں عیسیٰ ہوں، ایسا لکھ کر مرزا صاحب نے اپنے ہاتھوں اپنی الہامی کتاب ”براہمین احمدیہ“ کو غلط ثابت کر کے اپنے اشتہار جلی کو بھی جھوٹا قرار دے دیا اور جھوٹوں میں داخل ہو گئے۔

دوسرا جھوٹ یہ کہ تمام دنیا کی اصلاح کا کام شروع کر دیا لیکن انفس و پنجاب سے باہر قدم نہ رکھا، حتیٰ کہ فریضہ حج بھی ادا نہ کیا، سرحد افغانستان تک بھی نہ جاسکے، حضرت مولانا مولوی پیر علی شاہ صاحب گولڑوی شریف کے مقابلہ و مناظرہ میں باوجود اقرار کرنے کے لاہور تک بھی نہ جاسکے، اس لئے کہ پیر صاحب کے ساتھ سرحدی پٹھان تھے، مرزا صاحب کی بہادری، سپہ سالاری، علمبرداری اسی سے ظاہر ہے کہ جان کے

خوف سے کہیں نہ جائے، حالانکہ مرزا صاحب کو ان کے پٹینی فرشتے کی طرف سے واللہ بعض صمک من الناس (تھو کو خدا لوگوں سے بچائے گا) آیت قرآنی الہام بھی ہو چکا تھا، مرزا صاحب دس گھنٹہ کے اندر اندر حسب پیش گوئی حضرت قدوة السالکین و زبدۃ العارفین پیر سید جماعت علی شاہ صاحب محدث علی پوری بقاہم اللہ تعالیٰ مسافرت کی حالت میں میں مرض ہیضہ سے جس کو وہ خود عذاب کی موت کہا کرتے تھے، اس دنیا سے بے بسی کی حالت میں کوچ کر گئے، تو تاریخ موت مرزا صاحب حسب ذیل ہیں :

۱۔ مرگ قادیانی ہیضہ سے۔ ۱۳۲۶ھ ۲۔ ڈوبانغلام احمد قادیانی ڈوبا۔ ۱۳۲۶ھ

۳۔ فی العذاب والفضال البعید۔ ۱۹۰۸ء ۴۔ غضب کی نگاہ۔ ۱۹۰۸ء

مرزا قادیانی کے جھوٹے الہامات

سب سے پہلے پٹینی فرشتہ نے مرزا صاحب سے کہا کہ تمہارے گھر میں ایک ایسا لڑکا ہوگا گویا خود آسمان سے اترے، اس کے کپڑوں سے بادشاہ برکت پائیں گے، مگر افسوس مرزا صاحب دنیا سے کوچ کر گئے، وہ لڑکا پیدا نہ ہوا۔

دوسرے پٹینی فرشتے نے مرزا صاحب کو کہا کہ محمدی بیگم دختر مرزا احمد بیگ ہوشیار پوری تمہارے نکاح میں آئے گی، افسوس ہر چند کوشش کی مگر وہ نکاح میں نہ آئی، یہاں تک کوشش ہوئی کہ مرزا صاحب کو اپنی بیوی کو طلاق دینے اور اپنے فرزندوں کو عاق کرنے کی نوبت پہنچی لیکن نکاح دوسری جگہ ہو گیا۔

تیسرے پٹینی فرشتے نے آکر کہا کہ ”محمدی بیگم“ کا خاوند تین سال کے عرصہ میں مرے گا اور محمدی بیگم بیوہ ہو کر تمہارے نکاح میں آئے گی، تم میرے کہنے سے علی الاعلان کہہ دو اور کتابوں میں لکھ دو، اگر محمدی بیگم میرے نکاح میں نہ آئے تو مجھے بد سے بدتر سمجھو، اور تمام لوگوں سے کہہ دو کہ اگر وہ میرے نکاح میں نہ آئے اور مجھے موت آجائے تو مجھ کو جھوٹا سمجھو، مگر افسوس پٹینی فرشتے کی بات سچ نہ ہوئی اور مرزا صاحب اکیس سال ہوئے چل بے اور وہ محمدی بیگم اور اس کا خاوند مرزا سلطان محمد اس وقت تک زندہ ہیں، مرزا صاحب اپنے اقرار سے بد سے بدتر اور جھوٹے ثابت ہوئے۔ (انجام آتھم و ضمیمہ انجام آتھم)

فرشتہ پٹینی صاحب نے مرزا صاحب سے کہا کہ تمہاری عمر اسی سال ہے (ازالہ اوہام، ص ۶۳۵) مگر افسوس یہ فرشتہ بھی جھوٹا ثابت ہوا کہ مرزا صاحب چھیانوہ سال کی عمر میں چل بے، پھر پٹینی صاحب مرزا صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی کہ آپ مکہ شریف میں مروگے اور مدینہ شریف میں دفن ہوگے، مگر افسوس یہ بھی جھوٹ ہوا، مرزا صاحب لاہور میں فوت ہوئے اور قادیان میں دفن ہوئے، پھر پٹینی فرشتے نے

مرزا صاحب کے پاس آکر کہا کہ تمہاری عبداللہ آتھم سے جو بحث ہوئی ہے اور وہ مسلمان نہ ہوا، پندرہ روز کے مباحثہ میں وہ مغلوب نہیں ہوا، لیکن وہ پندرہ ماہ کے اندر مرے گا، اور ۶ ستمبر ۱۸۹۳ء تاریخ موت بھی بتا دی، اور کہا کہ کہہ دو کہ اگر وہ نہ مرے تو میرا منہ کالا کر کے گلے میں رسی ڈال کر پھانسی دے دینا۔ (جنگ مقدس، ۵ جون ۱۸۹۳ء) مگر افسوس عبداللہ آتھم نہ مرا اور مرابھی تو دو سال کے بعد تاریخ مقررہ کو جھوٹا کر کے، مسٹر ہنری کلاک پادری رسی اور سیاہی ڈبیہ حسب اقرار مرزا صاحب لے کر قادیان پہنچا کہ آئے مرزا جی اپنا اقرار پورا کیجئے، مگر مرزا صاحب گھر سے باہر نہ نکلے۔

اسی طرح ٹیچی فرشتہ نے مرزا صاحب سے آکر کہا کہ تمہارے مسیح موعود ہونے کی ایک بڑی مضبوط دلیل یہ ہے کہ تمہارے خدا نے تمہارے نام ”غلام احمد قادیانی“ کے اعداد جمل تیرہ سو بتائے ہیں، اس لئے اس چودھویں صدی کے مسیح موعود اور مجدد تم ہی ہو اور بلا خوف اور بے دھڑک اپنے ”ازالہ اوہام“ میں یہ بھی لکھ دو کہ تمام دنیا میں کوئی بھی میرے سوا غلام احمد قادیانی نہیں ہے۔ (ازالہ اوہام، ص ۱۸۵) مگر افسوس! مرزا صاحب کے ٹیچی فرشتہ کو اتنا بھی پتہ نہیں کہ دنیا تو درکنار پنجاب میں یا مرزا صاحب کے ضلع گورداسپور میں ان کے قریب ہی کوئی اور گاؤں قادیان ہے یا نہیں اور اس میں کوئی غلام احمد ہے یا نہیں، حالانکہ خاص ضلع گورداسپور میں ہی مرزا صاحب کی قادیاں کے علاوہ دو گاؤں قادیاں اور موجود ہیں اور ایک گاؤں قادیاں اس ضلع لودھیانہ میں بھی آباد ہے، اس کا ذکر مرزا جی نے بھی اپنے ”ازالہ اوہام“ میں کیا ہے، اس کا جواب مفصل میں نے اپنی کتاب ”کلمہ فضل رحمانی بجواب اوہام غلام قادیانی“ میں لکھا ہے کہ وہاں بھی ایک شخص غلام احمد گوجر نمبر دار موجود ہے، اس کے بعد ضلع گورداسپور میں جو میرا بھی وطن ہے، دریافت کیا گیا تو موضع دورا ننگہ کے قریب ایک گاؤں قادیاں آباد ہے، وہاں بھی ایک شخص غلام احمد قریشی ہم عمر مرزا جی موجود ہے گویا وہ بھی غلام احمد قادیانی ہے، دیکھئے مرزا صاحب آنجنمانی کو اپنے جھوٹے ٹیچی فرشتہ پر ایسا یقین ہو گیا کہ فوراً اپنی کتاب میں لکھ دیا کہ تمام دنیا میں کوئی میرا ہم نام غلام احمد قادیانی نہیں ہے، جس پر تیرہ سو کا عدد پورا ہوتا ہو، اور ان کے چیلے چانٹوں نے فوراً آمنا و صدقا کہہ دیا اور مرزا جی نے اپنے قریب ضلع میں بھی دریافت نہ کیا اور نہ یہ خیال آیا کہ کوئی اور بھی دریافت کرے گا تو الہام اور ٹیچی صاحب کے کہنے پر خفت و ندامت ہوگی، جو آج ہوئی۔“ [۱۲]

حضرت قاضی صاحب علیہ الرحمہ معمولات اہل سنت پر کار بند تھے، مولوی محمد شفیع رضوی مرحوم، مالک جویری

پبلشرز سرکلر روڈ لاہور بیان کرتے ہیں کہ :

”آپ سالانہ ختم گیارہویں شریف کا باقاعدہ اہتمام کرتے، جس میں اپنے عزیز واقارب کو بھی مدعو کرتے، قائد تحریک ختم نبوت مولانا ابوالحسنات قادری رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۱۳۸۰ھ/۱۹۶۱ء) لاہور اس مجلس ایصال ثواب میں تقریر فرمایا کرتے تھے، آپ مولوی فیروز الدین مرحوم (فیروز سنز)، متوفی ۱۹۴۹ء (مدفون درگاہ حضرت داتا گلی بخشوی، لاہور) کے بیٹے ڈاکٹر وحید صاحب کے داماد تھے۔“ [۱۳]

تصانیف

- ۱۔ الامامۃ بالعمامة والصلوة بالروحۃ، سن تصنیف ۱۳۳۹ھ، مطبوعہ لاہور
- ۲۔ الدر المنکون فی دعایہ الطاعون، سن تصنیف ۱۳۳۶ھ، مطبوعہ جہلم
- ۳۔ شطرنج بازوں کی حرمت، مطبوعہ لاہور ۱۸۹۸ء
- ۴۔ گفتگو جمعہ، مطبوعہ جہلم، ۱۸۹۲ء
- ۵۔ مفید انساہ (چھوٹی بچیوں کی تعلیم کے لئے)، مطبوعہ ۱۸۸۴ء
- ۶۔ ازالۃ الریب عن بحث علم الغیب (مولوی ثناء اللہ امرتسری غیر مقلد سے بحث)، مطبوعہ ۱۹۲۰ء
- ۷۔ اطلاع حالات وامیر فرقہ گاندھویہ و ہابیہ نجدیہ، سن تصنیف ۱۳۳۳ھ
- ۸۔ خالص حیت اسلام، مطبوعہ ۱۳۳۲ھ
- ۹۔ فضل الوحید فی جواب اثبات التوحید (مولوی محمد حسین قریشی کی کتاب کا رد) مطبوعہ سراج اینڈ سنز لاہور، ۱۳۳۴ھ
- ۱۰۔ قرن الشیطان اعلیٰ کے شیطانی کام، مطبوعہ ۱۳۳۳ھ
- ۱۱۔ تردید فتویٰ ابوالکلام آزاد و مولوی محمد علی مرزا، مطبوعہ لاہور، ۱۳۳۲ھ
- ۱۲۔ میزان الحق (ایک وہابی رسالہ کی تردید)، مطبوعہ ۱۸۹۲ء
- ۱۳۔ اتفاق وفاق بین المسلمین کا موجب دیکھا کون ہے؟، مطبوعہ انجمن نعمانیہ ہند لاہور ۱۳۳۵ھ
- ۱۴۔ کلمہ فضل رحمانی بحواب اوہام غلام قادیانی، مطبوعہ لاہور ۱۸۹۸ء
- ۱۵۔ نیام ذوالفقار علی برگردن خاٹی مرزا کی فرزند علی، مطبوعہ لاہور ۱۳۲۵ھ (سن تصنیف ۱۳۱۲ھ/۱۸۹۸ء)
- ۱۶۔ عہدہ پولیس کی ملازمت، مطبوعہ ۱۳۳۰ھ
- ۱۷۔ جمعیت خاطر (غلام رسول انسپکٹر مرزا کی سے تحریری بحث) مطبوعہ لاہور ۱۳۳۳ھ [۱۴]
- ۱۸۔ سلک الدرر [۱۵]

۱۹۔ مخزن رحمت بردقادیانی دعوت [۱۶]

۲۰۔ تعویذ الاسلام (۱۳۳۹ھ)، دوسرا تاریخی نام ”مرزا قادیانی وہ ہرگز مسلمان نہ تھا“ (۱۳۳۹ھ)، تیسرا

تاریخی نام ”بابو بھولے خان مسلمان مصلح و فتح دین مرزائی“ (۱۹۳۰ء)

اس رسالہ میں میاں فتح دین مرزائی بیت المال قادیانی کے چار خطوط کا جواب ہے جو

اس نے اپنے ماموں بھولے خان مسلمان کو اس لئے لکھے تھے کہ تم مرزائی ہو جاؤ، اس میں سے یہ رسالہ پہلا حصہ ہے، جس میں ثابت کیا گیا ہے کہ مرزا قادیانی مسلمان نہ تھا، اگر کسی مرزائی یا فتح دین نے مرزا صاحب کو مسلمان ثابت کیا تو باقی تین حصے بھی تیار ہو جائیں گے، مرزائیوں کو خدا ہدایت دے۔

اصلاح سٹیم پریس لودھیانہ میں چھپا، اس کتاب کے صفحات ۳۹ ہیں، کتاب کے آخر میں دستخط مصنف اس طرح ہیں، فقیر قاضی فضل احمد عفا اللہ عنہ حنفی نقشبندی مجددی مقیم لودھیانہ ۱۳ شوال ۱۳۴۰ھ/۳ مارچ ۱۹۳۱ء

یہ کتاب برادر محمد عمر فاروق بٹ مالک مسلم کتابی دربار مارکیٹ لاہور (حال مقیم امریکہ) کے ذخیرہ کتب میں ہے، راقم الحروف نے ۱۱ دسمبر ۲۰۰۲ء کو اس کے کوائف نقل کئے۔ (خلیل احمد رانا)

۲۱۔ انوار آفتاب صداقت، مطبوعہ کربئی پریس لاہور ۱۳۳۸ھ [۱۷]

حضرت قاضی فضل احمد علیہ الرحمہ کو امام احمد رضا قادری بریلوی قدس سرہ (متوفی ۱۳۴۰ھ/۱۹۲۱ء) سے بہت عقیدت تھی، آپ نے اپنی شہرہ آفاق کتاب ”انوار آفتاب صداقت“ (۱۳۳۸ھ) امام احمد رضا قدس سرہ کے سامنے پڑھ کر سنائی، امام احمد رضا قدس سرہ نے اس پر زور دیا تقریظ تحریر فرمائی، قاضی صاحب علیہ الرحمہ نے یہ تقریظ اپنی کتاب میں شائع کی اور اس پر درج ذیل القاب درج کئے:

”تقریظ اعلیٰ حضرت، عظیم البرکت، رفیع الدرجت، مجدد مانتہ حاضرہ، مؤید ملت طاہرہ، حافظہ قاری،

حاجی، مولانا و باعلم و افضل، مولانا مولوی قاری شاہ احمد رضا خاں صاحب بریلوی قادری دام ظلہم“۔ [۱۸]

امام احمد رضا فضل بریلوی قدس سرہ کی تقریظ مبارکہ صرف اُردو عبارت کی تلخیص کے ساتھ درج ذیل ہے:

”فقیر غفر المولیٰ القدیر نے مولانا المکرم ذی اللطف الکریم حامی سنت حاجی بدعت راشد ارشد مولوی قاضی

فضل احمد ایدہ اللہ بفضلہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و کرم و مجد کی یہ عبارت انوار آفتاب صداقت خود مصنف کی

زبان سے بالاستیعاب سنی، ان کے ثبات بالیقین و صلابت فی الدین و اعانت مہتدین و اہانت مفسدین پر حمد

اللہ بجا لایا۔

یہ کتاب اکثر مسائل متنازع فیہا کی جامع اور اصول فروغ و ہدایت کی قاصع ہے، انصاف خیر الاوصاف

ہے، اگر وہ پیش نظر ہو تو راہ صاف ہے، مردود پر سرور کئے جائیں اور ایک ہی لا جواب ہے تو اسی قدر کافی، اعتراض مطرود کے سو جواب دیئے جائیں اور ایک ہی قاطع ہو تو اتنا ہی دانی نہ کہ جہاں قواطع وافر و مانع محکا کر، اصح الکتاب بعد کتاب اللہ صحیح امام بخاری علیہ الرحمہ الباری ہے،

اس کے بھی شواہد و متابعات میں نہ التزام اصول نہ تراجم و تعلیقات میں مراعات شرط موصول، تو سخت بے انصافی ہوگی، اگر کہیں کہیں سے کچھ زوائد با نوازل لے کر ان پر اگلے سیدھے اعتراض کریں اور اس کا نام جواب رکھیں، بلکہ کل کلام سے گلو فٹاں ہوں تو عہدہ برآ ہوں، فقیر اپنے تمام اخوان اہل سنت اور بالخصوص برادران طریقت سے اس کتاب کی سفارش کرتا ہے۔ العبد الفقیر احمد رضا البریلوی۔ [۱۹]

مولانا اللہ وسایا دیوبندی (ملتان) لکھتے ہیں :

”جب قاضی صاحب کی شہرہ آفاق تصنیف ”انوار آفتاب صداقت“ کا ظہور ہوا تو ملت اسلامیہ کے اکابر علماء و مشائخ نے زبردست خراج تحسین سے نوازا۔“ [۲۰]

”انجمن نعمانیہ ہند لاہور“ کے ماہواری رسالہ بابت ربیع الاول و ربیع الثانی ۱۳۳۲ھ نے بھی درج ذیل الفاظ میں

تقریظ لکھی :

”انوار آفتاب صداقت، اہل سنت و جماعت کے لئے یہ ایک اچھی مخیم کتاب قریب ساڑھے چھ سو صفحے کی ضخامت پر ۲۶x۲۰ کی قطع، سفید پچکے کاغذ پر شائع ہوئی ہے، اس کے مصنف مشہور و معروف حاجی قاضی فضل احمد صاحب نقشبندی خنی مجددی صادق پبلیشر کورٹ انسپکٹر پولیس لدھیانوی ہیں، اس کے ابتداء میں چالیس تقاریر علماء و صوفیائے کرام کی درج ہیں..... واقعی ایسا جامع ردّ اس فرقہ و ہابیہ نجد یہ یا ان کے چھوٹے بڑے بھائیوں کا اس وقت موجود نہیں، مؤلف علام نے نہایت عرق ریزی سے ایسا عمدہ مصالحو جمع کیا ہے کہ ہر درجہ کے خیال والے شخص کو کافی ثبوت ہر طرح کا مل سکے۔

سب سے اول قرآن مجید سے بعد ازاں احادیث سے اور اس کی تائید مفسرین اور شرح احادیث کے اقوال سے، بعد ازاں اقوال فقہی سے، بعد ازاں سلف صالحین کی کتب سیر و تواریخ سے اور بعض مقامات پر دیگر مستند قصص و امثلہ وغیرہ سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تشریف آوری کی بابت تورات و انجیل سے بھی اور اس فرقہ کے متعلق جو فتاوے صادر ہو چکے ہیں، وہ بھی درج کئے ہیں جن پر صد ہا علماء مستند کی مواہیر و تصدیقات درج ہیں، اللہ تعالیٰ مؤلف علام کو ہماری طرف سے اور تمام سچے مسلمانوں کی طرف سے دارین میں جزائے خیر عطا فرمائے، اس کتاب کی موجودگی میں کسی دیگر رسالہ کی ضرورت باقی نہیں رہتی، اہل سنت

وجہ امت کو اس کی قدر افزائی فرمانی ضروری ہے۔“ [۲۱]

اولاد

حضرت قاضی فضل احمد لدھیانوی علیہ الرحمہ کی اولاد کے متعلق کچھ علم نہ ہو سکا، آپ کی اہلیہ صاحب کی وفات ہوئی تو ہفت روزہ الفقیر امرتسر نے درج ذیل تعزیتی نوٹ لکھا :

”حادثہ ارتحال۔ نہایت رنج و فاسوس سے یہ اندوہناک خبر درج کی جاتی ہے کہ قبلہ حاجی فضل احمد صاحب بینشتر انسپکٹر پولیس لدھیانہ مدظلہ العالی کی اہلیہ صاحبہ ۲ مارچ ۱۹۲۸ء بروز دوشنبہ ۹ ربیعہ دن اچانک دل کی حرکت بند ہو جانے سے انتقال فرما گئیں، اس وقت مولانا موصوف مراد آباد میں جلسہ اہل سنت کے سالانہ اجلاس میں تشریف رکھتے تھے اور وہاں سے ایک وفد کی صورت میں صوبہ بہار تشریف لے جانے والے تھے، ان کی خدمت میں بذریعہ تار اطلاع دی گئی جو وہاں سے ۳ مارچ کو تشریف لائے اور مرحومہ کو بدست خود سپرد زمین کیا، ہمیں مرحومہ کے پس ماندگان سے دلی ہمدردی ہے، اللہ تعالیٰ ان کو صبر کی توفیق دے اور مرحومہ کی مغفرت فرمائے۔“ [۲۲]

وفات

راقم نے حضرت قاضی صاحب علیہ الرحمہ کی تاریخ اور سن وفات معلوم کرنے کی بہت کوشش کی، لیکن اس میں کامیاب نہ ہو سکا، کوئی صاحب جو تحقیق کا شوق رکھتے ہوں تو اس طرف توجہ فرمائیں، ان شاء اللہ ضرور کامیابی ہوگی، حضرت قاضی صاحب کے سن وفات کے سلسلہ میں برادر م میاں محمد صادق قصوری صاحب مدظلہ، راقم کے نام اپنے ایک مکتوب میں لکھتے ہیں :

”انجمن خدام الصوفیہ کی خدمات کی تحقیق کے سلسلہ میں ہفت روزہ ”الفقیر“ امرتسر ۱۹۳۶ء کے پرچے دیکھ رہا تھا کہ ۲۸/۲۸ نومبر ۱۹۳۶ء کے شمارہ کے صفحہ نمبر ۱۱ کالم نمبر ۳ پر ”دعائے صحت“ کی سرخی نظر سے گزری، پڑھا تو معلوم ہوا کہ یہ حضرت قاضی فضل احمد لدھیانوی علیہ الرحمہ کے بارے میں ہے، تحریر تھا کہ ”قاضی صاحب عرصہ سے بیمار اور بہت کمزور ہیں“، میرا خیال ہے کہ قاضی صاحب علیہ الرحمہ اسی علالت میں ہی رحلت فرما گئے ہوں گے، کیا ان کا سن رحلت ۱۹۳۶ء تعین کیا جاسکتا ہے؟ اگر ۱۹۳۶ء میں رحلت نہ ہوئی ہو تو پھر اگست ۱۹۳۷ء سے قبل تو بہر صورت رحلت ہو چکی ہوگی، کیونکہ اگر قیام پاکستان کے بعد رحلت ہوتی تو وہ ضرور پاکستان میں آکر رحلت فرما ہوتے اور اہل علم کو پتہ چل جاتا، بہر حال ۱۹۳۶ء تا ۱۹۴۷ء تاریخ سن رحلت تعین کی جاسکتی ہے، مگر میرا گمان وہ جدان ۱۹۳۶ء کی طرف جاتا ہے۔“ [۲۳]

محترم میاں محمد صادق قصوری صاحب نے اپنے مکتوب میں ہفت روزہ الفقہیہ امرتسر ۲۱ تا ۲۸ نومبر ۱۹۳۶ء کا ذکر کیا ہے، راقم الحروف کو ایک دوست کے پاس ہفت روزہ الفقہیہ امرتسر شمارہ ۱۲/۱۹ تا ۱۹/۱۲ محرم/۱۳/۱۲ دسمبر ۱۹۳۶ء، شمارہ ۲۷/محرم تا ۳/صفر ۱۳۶۶ھ/۲۱/۲۸ دسمبر، شمارہ ۷/۱۳ تا ۱۴ فروری ۱۹۳۷ء کے پرچے دیکھنے کا اتفاق ہوا، یہ خبر علالت والے شمارے سے قریبی شمارے ہیں، مگر ان میں بھی حضرت قاضی صاحب علیہ الرحمہ کی وفات کی خبر شائع نہیں ہوئی، اگر کسی صاحب کے پاس حضرت قاضی صاحب علیہ الرحمہ کے حالات، تاریخ وفات یا سن وفات ہو تو براہ کرم احقر کو مطلع فرمائیں۔

ماخذ و مراجع

- [۱]- قاضی فضل احمد لدھیانوی، کلمہ فضل رحمانی، مطبوعہ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت ملتان، ۱۹۸۸ء، ص ۱
- [۲]- ماہنامہ ”خیائے حرم“ (ختم نبوت نمبر) لاہور، شمارہ دسمبر ۱۹۷۴ء، ص ۷۴
- [۳]- ہفت روزہ ”الفقہیہ“ امرتسر شمارہ ۲۰/ذوالحجہ ۱۳۳۵ھ/۲۱/جون ۱۹۲۷ء، ص ۳
- [۴]- ماہنامہ ”انجمن نعمانیہ ہند“ لاہور، بابت ربیع الاول ۱۳۳۸ھ/۱۹/۱۹۱۹ء، ص ۵۴، ۵۵
- [۵]- ماہنامہ رسالہ ”انجمن نعمانیہ ہند“ لاہور، بابت ربیع الثانی ۱۳۳۳ھ، ص ۹
- شاعر مشرق علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ کے رفیق خاص سید نذیر نیازی لکھتے ہیں کہ!
- ”حضرت علامہ نے فرمایا ”قادیان اور دیوبند اگرچہ ایک دوسرے کی ضد ہیں، لیکن دونوں کا سرچشمہ ایک ہے، اور دونوں اس تحریک کی پیداوار (ہیں) جسے عرف عام میں وہابیت کہا جاتا ہے۔“
- سید نذیر نیازی، اقبال کے حضور، مطبوعہ اقبال اکادمی، کراچی، سن؟، ص ۲۶۱
- [۶]- مولانا حشمت علی خاں لکھنوی، الصوارم الہندیہ، مطبوعہ لاہور ۱۹۷۵ء، ص ۱۰۹
- [۷]- ہفت روزہ ”الفقہیہ“ امرتسر، شمارہ ۲۱/جون ۱۹۲۷ء، ص ۴
- [۸]- مولانا ظفر الدین بہاری، حیات اعلیٰ حضرت، حصہ اول، مطبوعہ مکتبہ رضویہ آرام باغ کراچی، ص ۱۴۷

۱۵۰

- [۹]- قاضی فضل احمد لدھیانوی، کلمہ فضل رحمانی، مطبوعہ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت ملتان، سن طباعت درج نہیں، ص ۱۳۱

[۱۰]- قاضی فضل احمد لدھیانوی، کلمہ فضل رحمانی، مطبوعہ ملتان، ص ۱۵۴

[۱۱]- ہفت روزہ ”الفقہیہ“ امرتسر، شمارہ ۲۱ تا ۲۸ اپریل ۱۹۳۴ء، ص ۷، کالم ۲:۱، ص ۸، کالم اکمل، ۲، نصف،

۳ نصف

- [۱۲]۔ ہفت روزہ ”الفقہ“ امرتسر، شمارہ ۲۸/مارچ ۱۹۳۰ء، ص ۳۲۲
- [۱۳]۔ مکتوب محمد عالم مختار حق، لاہور، بنام راقم الحروف خلیل احمد رانا، محررہ ۱۹/نومبر ۱۹۹۷ء
- [۱۴]۔ حافظ عبدالستار سعیدی، مرآۃ التصانیف، مطبوعہ مکتبہ قادریہ لوہاری دروازہ لاہور ۱۹۸۰ء، متفرق صفحات
- [۱۵]۔ کلمہ فضل رحمانی، مطبوعہ ملتان، ٹائٹل صفحہ اول
- [۱۶]۔ ماہنامہ نیا حرم، لاہور، (ختم نبوت نمبر)، شمارہ دسمبر ۱۹۷۷ء، ص ۷۵
- [۱۷]۔ مرآۃ التصانیف، مطبوعہ لاہور
- [۱۸]۔ قاضی فضل احمد لدھیانوی، انوار آفتاب صداقت، مطبوعہ کتب خانہ سمنانی، اندر کوٹ میرٹھ (یوپی)، ہندوستان، ص ۲۲
- [۱۹]۔ قاضی فضل احمد لدھیانوی، انوار آفتاب صداقت، مطبوعہ میرٹھ، ص ۲۳
- [۲۰]۔ مولانا اللہ وسایا، تذکرہ مجاہدین ختم نبوت، مطبوعہ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت، ملتان، ۱۹۹۰ء، ص ۲۳۱
- [۲۱]۔ ماہواری رسالہ انجمن نعمانیہ ہند لاہور، بابت ربیع الاول، ربیع الثانی، ۱۳۳۲ھ، ص ۳۵
- [۲۲]۔ ہفت روزہ الفقہ، امرتسر، شمارہ ۲۲/شوال ۱۳۳۶ھ/۱۴/اپریل ۱۹۲۸ء، ص ۴
- [۲۳]۔ مکتوب میاں محمد صادق قصوری، مُرج کلاس، ضلع قصور، بنام خلیل احمد رانا جہانیاں منڈی ضلع خانوال، محررہ ۱۰/فروری ۱۹۹۹ء

☆☆☆☆

☆☆☆☆

☆☆☆☆

WWW.NAFSEISLAM.COM

تحریک ختم نبوت کا ایک قلمی مجاہد

پروفیسر محمد الیاس برنی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (ایم۔ اے۔ علیگ)

ترتیب۔ غلیل احمد رانا

ولادت

پروفیسر علامہ صلاح الدین محمد الیاس برنی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ۱۹ اپریل ۱۸۹۰ء، یوم شنبہ، بوقت ۹ بجے شب کو اپنے نخال تحصیل خوجہ ضلع بلندشہر (یو، پی۔ بھارت) میں پیدا ہوئے، ۱۹۰۸ء میں خوجہ ہائی اسکول سے میٹرک کا امتحان امتیازی شان میں پاس کیا، اس کے بعد علی گڑھ کالج میں داخلہ لے لیا۔ (سالنامہ معارف رضا، کراچی، شمارہ ۱۹۸۴ء، ص ۲۵۰۔ برنی نامہ، مطبع ابراہیمیہ، حیدرآباد دکن، ۱۹۵۷ء، ص ۲)

ابتدائی تعلیم

پروفیسر برنی صاحب لکھتے ہیں :

”قرآن شریف گھر میں پڑھا، فارسی و حساب، انگریزی والد صاحب سے اس وقت پڑھی جب وہ چند سال کے واسطے حیدرآباد سے تشریف لا کر مکان پر مقیم تھے، اس وقت فارسی پر توجہ زیادہ رہی، عربی کو اتنا موقع نہ مل سکا، جتنا ملنا چاہئے، تاہم قرآن کریم کی برکت سے عربی سے خاصا ربط ہو گیا۔“ (محمد الیاس برنی: صراط الحمید: ج ۱: ص ۳۳۱)

باپ حیدرآباد میں وکیل تھے، تعطیلات میں کبھی بلندشہر آتے، اس لئے ان کی تربیت ماں کی آغوش میں ہوئی۔ (محمد الیاس برنی: صراط الحمید: ج ۱: ص ۳۳۱)

وہ بہت دولت مند باپ کی اکلوتی بیٹی تھیں، ساری دولت و جائیداد وغیرہ کی تہاوار تھیں، اللہ کا دیا گھر میں سب کچھ تھا لیکن ان کی طبیعت کا رنگ ڈھنگ ہی کچھ اور تھا، باوجودیکہ کہ کپڑے اچھے سے اچھے موجود ہوتے تھے لیکن سادہ لباس پہنتی تھیں اور موٹا جموٹا (خود) بھی کھاتی تھیں اور بچوں کو بھی اسی طرح رکھتی تھیں، دکھ درد میں غریبوں کے کام آتیں، داسے درے سنے قد سے ان کی مدد کرتی تھیں، اچھا کھانا دوسروں کو کھلاتیں، خود جو کی روٹی اور چٹنی پر گزارا کرتی تھیں، چکی پیسنے سے انہیں عار نہ تھا، بیٹوں کو چکی پیسنے کی نصیحت کرتی تھیں، چاہتی تھیں کہ بچے عیش پرند نہ ہوں، کھاتے وقت غریبوں کا خیال آتا تو آب دیدہ ہو جاتیں تھیں، بہت نرم دل اور مسکین طبع تھیں، بچوں کی غلطی پر سزا یہ تھی کہ انہیں اپنے ساتھ کھانا نہیں کھلاتی تھیں،

پاس نہیں بٹھاتی تھیں، عزیزوں میں ساتھ نہیں لے جاتی تھیں، یہ ایسی سزا تھی کہ وہ رونے آ جاتے تھے، غیر کی ڈانٹ ڈپٹ کو اچھا نہیں سمجھتی تھیں، کہتی تھیں کہ اس سے بچوں کی غیرت نکل جاتی ہے، نماز روزے کی پابند تھیں، نقشبندیہ سلسلہ میں بیعت تھیں۔ (صراط الحمید: جلد ۱: ص ۳۱۸، ۳۲۱)

ابتدائی و ثانوی تعلیم

لڑکپن میں والدہ صاحبہ کے زیر اثر تربیت پائی، ان کا بیان ہے کہ ”میٹرک پاس کیے تک ہم ان کی خدمت میں رہے۔“ (صراط الحمید: جلد ۱: ص ۳۳۲)

والد صاحب حیدر آباد چھوڑ کر چند سال کے لئے چھٹی پر بلند شہر رہے تو یہاں اپنے لڑکوں کو پڑھاتے، حافظ محمد اسماعیل اور اسحاق کو دو کالت کی تیاری کراتے تھے، برنی صاحب قرآن، فارسی، حساب، انگریزی وغیرہ گھر پر انہی سے پڑھی، پھر مڈل کی جماعت میں خوجہ کے ہائی سکول میں داخل کئے گئے۔ (صراط الحمید: جلد ۱: ص ۳۳۲)

برنی صاحب بیان کرتے ہیں :

”ابھی میٹرک سال اوّل میں تھے کہ انسپکٹر سید مہدی حسین بگرامی تشریف لائے، نویں جماعت کی انگریزی کا امتحان لیا، ہماری باری آئی تو ہم بڑھ چڑھ کر بولے، ہماری جسارت پر وہ چونکے، میٹرک کا طالب علم انگریزی میں دم مارتا ہے، اللہ کے فضل سے بات رہ گئی، انسپکٹر صاحب نے رپورٹ اچھی لکھی، اسکول کا نام روشن ہوا۔ (صراط الحمید: جلد ۱: ص ۳۳۲)

خوجہ ہائی اسکول سے ۱۹۰۸ء میں میٹرک کا امتحان درجہ اوّل میں پاس کرنے کے بعد اسی سال علی گڑھ کالج میں داخلہ لیا، پروفیسر برنی صاحب لکھتے ہیں :

”جب ہم پہلی بار علی گڑھ کالج میں داخلہ لیا تو لڑکوں نے ہماری وضع قطع اور خیالات و اعتقادات سے یہ اندازہ لگایا کہ ایک مذہبی دیوانہ آگھسا ہے، اس سے چھیڑ چھاڑ کریں گے اور خوب لطف رہے گا، مگر اللہ کا فضل اور اللہ کا شکر ہے اس نے عزت و وقار کے ساتھ ہوشیاروں میں سرکرا دی، طالب علمی کے دائرے میں انعام تحفے اور اعزازی عہدے سب کچھ دلانے، حتیٰ کہ سب سے اعلیٰ امتیاز کالج یونین کی صدارت بھی عطا کی۔

۱۹۱۲ء میں جب بی۔ اے کا امتحان پاس کیا تو ان دنوں مسلم یونیورسٹی کی تحریک خوب زور پر تھی، امتحان سے فارغ ہوتے ہی اعزازی مددگار کی حیثیت سے نواب وقار الملک کے ساتھ یونیورسٹی کے کام میں لگ گئے، جہاں کہیں تحریک کی مخالفت ہو یا چندہ میں رکاوٹ ہو یا کارکنوں میں کھٹ پٹ ہو، جانچنا اور جو کچھ بن پڑے کرنا، اس سلسلے میں نواب صاحب وقار الملک نے جو اہم کام تفویض فرمائے، بفہلم وہ خوبی سے انجام پائے، اچھے اچھوں کو تعجب اور بعض کو حسد نہیں تو رشک ضرور ہوا، یوں بھی نواب صاحب خصوصیت سے عنایت و اعتماد فرماتے تھے۔

ان دنوں ڈاکٹر ضیاء الدین احمد بھی کالج میں ایک بڑی شخصیت مانے جاتے تھے، ریاضی میں قابلیت تو مسلم ٹھہری، مگر ہم فنون (آرٹس) کے طالب علم تھے، ان کے شاگرد نہ تھے، تاہم ڈاکٹر صاحب کی توجہات سے بہت مستفید ہوئے، ڈاکٹر صاحب یونیورسٹی کانسٹیٹیوٹن کمیٹی کے سیکرٹری تھے، ہم اعزازی پرنسپل کی حیثیت سے ڈاکٹر صاحب کے ساتھ کام کرتے تھے، دن بھر ان کے بنگلے پر رہتے، ڈاکٹر صاحب خوب کس کر کام لیتے اور خوب دل کھول کر کھلاتے پلاتے۔

سر سید راس مسعود جب تعلیم سے فارغ ہو کر ولایت سے علی گڑھ تشریف لائے تو ہماری تعلیم کا آخری زمانہ تھا، بہر حال شام کو فرصت ہوتی تو راس مسعود صاحب تشریف لاتے، ڈاکٹر صاحب سے بہت خصوصیت تھی، سید صاحب سے ہماری بھی ملاقات ہوئی دوستی ہوئی اور تعلقات میں اتنی ترقی ہوئی کہ جب علی گڑھ میں مرحوم کی شاندار طریقے سے شادی کی رسم ادا ہوئی، ہندوستان کے گوشے گوشے معزز مہمان آئے اور علی گڑھ کے ممتاز اولاد بوائے جمع ہوئے، تو اس قابل یادگار تقریب کے ہم مجتہم بنے، گو بڑے بڑے قدیم دوست ان کے موجود تھے۔

(عبدالجلیل قریشی: ذکر علی گڑھ، مطبوعہ مکتبہ اُردو ڈائجسٹ، لاہور ۱۹۸۲ء، ص ۱۰۳، ۱۰۵)

برنی صاحب نے بی۔ اے کرنے کے بعد ایم۔ اے اور ایل۔ ایل۔ بی بھی مسلم یونیورسٹی علی گڑھ سے کیا۔ جامعہ عثمانیہ حیدرآباد دکن کے پروفیسر ہارون خاں شیردانی لکھتے ہیں :

”سنساری جنگ (عالمی جنگ عظیم اول) شروع ہونے سے چند ہفتے پہلے میں اپنی تعلیم ختم کر کے ولایت سے واپس آیا، شاید ۱۹۱۶ء کا واقعہ ہے، اولاد بوائے ایسوسی ایشن کا جلسہ تھا، اس میں شرکت کر کے علی گڑھ کالج کے یونین ہال سے واپس ہو رہا تھا کہ میرے ہمراہی نے میرا تعارف ایک خوب رو جوان سے کرایا، جو نیم کے ایک درخت کے نیچے (شاید ایک چارپائی پر) بیٹھا ہوا تھا اور کہا کہ یہ الیاس برنی ہیں، جو ایم۔ اے میں اعلیٰ امتیاز سے کامیاب ہوئے ہیں اور کالج میں نیچراری پر مامور ہوئے ہیں، انہیں اعلیٰ تعلیم کا وظیفہ بھی مل گیا ہے، ذرا سے سر پرستانہ انداز سے میں نے دریافت کیا کہ آپ کب ولایت جائیں گے، کس یونیورسٹی میں داخلہ لیا ہے، کون سے مضمون میں اختصاص پیدا کرنے کا ارادہ ہے وغیرہ، جواب جو ملا وہ میرے لئے بڑے تعجب کا باعث تھا، وہ یہ کہ میرا تو بافضل ولایت جانے کا ارادہ نہیں، اچھنچا ہوا کہ وظیفہ مل گیا تو کون سا امر مانع ہے، دریافت کیا تو جواب نادر، تھوڑی بہت ادھر ادھر کی گفتگو کے بعد میں آگے بڑھ گیا۔ (مجلہ مرقع جامعہ عثمانیہ، شمارہ ۱۹۹۳ء، شائع کردہ انجمن طلبائے قدیم جامعہ عثمانیہ، کراچی، ص ۱۸۰)

جن دنوں برنی صاحب، مجھ کو کالج علی گڑھ میں معاشیات کے استاد تھے، بابائے اُردو مولوی عبدالحق سابق ناظم دارالترجمہ جامعہ عثمانیہ، حیدرآباد، دکن (متوفی ۱۹۶۱ء۔ کراچی) نے برنی صاحب کو علم معاشیات پر ایک مفصل کتاب لکھنے پر آمادہ کر لیا، برنی صاحب نے ۶۸ صفحات پر مشتمل ”علم المعیشت“ تصنیف کی، یہ کتاب بڑی مقبول ہوئی اور ۱۹۲۷ء تک اس

کے چار ایڈیشن شائع ہوئے۔

(محمد احمد سبزواری، مضمون ”جامعہ عثمانیہ کا شعبہ معاشیات“ مجلہ مرقع جامعہ عثمانیہ، مطبوعہ کراچی ۱۹۹۴ء، ص ۲۹۰)

شاہ بلخ الدین (کراچی) لکھتے ہیں :

مولانا الیاس برنی صاحب کی کتاب ”علم المعیشت“ تقسیم ملک سے پہلے بی۔ اے کے نصاب میں داخل

تھی۔ (شاہ بلخ الدین، مضمون ”آئینہ ایام“ مرقع جامعہ عثمانیہ (جشن الماس نمبر)، مطبوعہ کراچی ۱۹۹۴ء، ص ۲۹۰)

برنی صاحب، جامعہ عثمانیہ، حیدرآباد دکن میں اپنی تقرری کے بارے میں لکھتے ہیں :

اگست ۱۹۱۷ء میں حیدرآباد دکن سے سرسید راس مسعود صاحب کا تار پہنچا کہ جس قدر جلد ممکن ہو چلے آؤ، دارالترجمہ

میں تمہارا سخت انتظار ہے، ہم علی گڑھ کالج میں کام کر رہے تھے، پرنسپل کو معذرت ہوا، ہفتے عشرے تار دوڑتے رہے، خط چلتے رہے،

آخر کار ہم چل دیئے اور ط آخر شریک ہوئے، (عبدالحمید قریشی، ذکر علی گڑھ، مطبوعہ مکتبہ اُردو ڈائجسٹ، لاہور، ۱۹۸۲ء،

ص ۱۰۶)

ڈاکٹر محمد رضی الدین صدیقی، سابق وائس چانسلر جامعہ عثمانیہ، حیدرآباد دکن (متوفی ۱۹۹۸ء۔ کراچی) لکھتے ہیں :

۱۴ اگست ۱۹۱۷ء کو جامعہ عثمانیہ کے شعبہ تالیف و ترجمہ کا قیام عمل میں آیا، اس شعبہ کے لئے جن باصلاحیت اور

قابل علماء کا تقرر عمل میں آیا، ان میں جناب پروفیسر محمد الیاس برنی ایم۔ اے (علیگ) بھی شامل تھے۔ (ڈاکٹر محمد رضی الدین

صدیقی، جامعہ عثمانیہ، مطبوعہ بہادر یار جنگ اکادمی، کراچی ۱۹۸۴ء، ص ۲۲)

برنی صاحب نے دارالترجمہ حیدرآباد میں پرمٹھ ناتھ بڑجی کی کتاب ”معاشیات ہند“ اور مور لینڈ کی کتاب کا

ترجمہ ”مقدمہ معاشیات“ کے نام سے کیا، اس کے بعد ہندوستان کے معاشی مسائل پر ایک ضخیم کتاب ”معیشت ہند“ کے نام

سے لکھی، برنی صاحب بڑے اچھے ادیب تھے، قلم میں روانی اور زبان میں شگفتہ بیانی تھی، بے ساختہ لکھتے تھے، خشک مضمون کو

زبان کی چاشنی سے دلچسپ بنا دیتے تھے، مثال کے طور پر آخر الذکر کتاب میں جنگلات کا باب دیکھئے جس پر ناول کا گمان گزرتا

ہے۔ (مجلہ مرقع جامعہ عثمانیہ، مطبوعہ کراچی ۱۹۹۴ء، ص ۱۰۰)

برنی صاحب ملک کے ان قابل قدر فرزندوں میں سے تھے جن پر کسی قوم کو بجا طور پر ناز ہو سکتا ہے، معاشیات کے

متعلق جتنی کتابیں آپ نے لکھی ہیں، ہندوستان میں کسی اور نے نہ لکھیں، خاموشی کے ساتھ نہایت ٹھوس خدمات انجام دیں،

لٹریچر اور ادب کے ایسے ہی لوگ محسن ہوتے ہیں۔ (سید زوار حسین: مصنفین اُردو: فہرست کتب حالی پبلشنگ ہاؤس کتاب گھر

دہلی، مطبوعہ دہلی ۱۹۳۹ء، ص ۲۲۶)

۲۸ اگست ۱۹۱۹ء کو کلیہ جامعہ عثمانیہ کا قیام عمل میں تو برنی صاحب کلیہ جامعہ عثمانیہ سے وابستہ ہو گئے، تین سال تک

برنی صاحب معاشیات کا درس تہادیتے رہے، پھر ۱۹۲۲ء میں پروفیسر حبیب الرحمن صاحب ان کے معاون بنے، مگر تھوڑے دنوں بعد پروفیسر حبیب الرحمن تعلیم کے لئے انگلستان چلے گئے، وہی پروہ معاشیات کے پروفیسر اور صدر مقرر ہوئے اور برنی صاحب ناظم دارالترجمہ کی حیثیت سے اپنے شعبہ میں آگئے، برنی صاحب اس شعبہ میں مسجل (رجسٹرار) بھی رہے، ۱۹۳۸ء میں وظیفہ حسن خدمت پر اسی شعبہ سے سبکدوش ہوئے۔

(مجلد، مرقع جامعہ عثمانیہ (جشن الماس نمبر)، مطبوعہ کراچی ۱۹۹۴ء، ص ۱۸۰)

برنی صاحب، مولوی عبدالحق بابائے اردو کے ریٹائرڈ ہونے کے بعد ناظم دارالترجمہ مقرر ہوئے تھے۔ (نصیر الدین ہاشمی، دکن میں اردو، مطبوعہ مکتبہ معین الادب، لاہور ۱۹۵۲ء، ص ۶۳۱)

دوران تعلیم علی گڑھ یونیورسٹی میں بورڈنگ کے قریب ایک بنگلہ میں عبداللہ نام کے ایک بزرگ رہتے تھے، ان سے ملاقات ہوئی، تعلق بڑھا، برنی صاحب ان کے متعلق فرماتے ہیں :

یہ سن رسیدہ بزرگ مردانہ حسن کا نمونہ تھے، ان کا تکیہ کلام ”جل جلالہ“ تھا، جرمن، فرانسیسی، انگریزی، عربی، اردو کئی زبانوں پر عبور تھا، قوم کے جرمن تھے، جنات سے بھی رابطہ تھا، باپ ان کے ہندوستان میں ڈاک خانہ جات کے انسپکٹر جنرل رہ چکے تھے، یہ بغداد میں مسلمان ہوئے اور علی گڑھ میں انتقال ہوا تعلیم یافتہ طبقہ میں ان کا خوب فیضان تھا، بہت پیچھے ہوئے بزرگ تھے، دوستی بڑھی، بے تکلفی بڑھی، برنی صاحب کہتے ہیں :

حضرت نے انتہائی محبت سے چاہا کہ خاص خاص شغل مفیدہ سہولت سے طے کر کر بعض نادر کمالات سے سرفراز فرمایا لیکن اپنا ذوق ہے، کمال کی اکتساب پر طبیعت آمادہ نہیں ہوئی، اگر بے کمالی تحقیق ہو جائے، یہی انسان کا سب سے بڑا کمال ہے، حضرت اصلی منشا پائے، اس کو عالی جہتی قرار دے کر بہت داد دی، سینہ سے لگایا کہ اب کسی کمال کے حصول کی ضرورت نہیں، ہزار کمالات ہوں، عہدیت ہی اصل اور انتہائی مقام ہے، اس میں خوف و گزند نہیں، حفاظت یقینی ہے۔ (صراط الحمید، جلد ۱، صفحہ ۳۲۳، ۳۲۴)

پروفیسر ہارون خاں شروانی لکھتے ہیں :

جن لوگوں نے برنی صاحب کو دیکھا ہے، وہ اس سے واقف ہوں گے کہ سڈول جسم اور صحت و تندرستی کے اعتبار سے برنی صاحب یکساں تھے، ان کا جسم ورزشی جسم تھا، بقول خود ”زندگی بظلمہ مستعد گزری، سواری یکسی، تیراکی یکسی، کشتی یکسی، نبوت (گنگا) یکسی، فٹ بال کا شوق تھا، صحت و قوت کی خاطر فن طب سے دلچسپی رہی“، شاید نبوت پر کوئی کتاب بھی تصنیف کی تھی یا تصنیف کرنے کا ارادہ تھا، کلیہ جامعہ عثمانیہ کی وابستگی کے ساتھ ہی برنی صاحب نے فٹ بال کلب کے صدر کی حیثیت سے اس میں ایک طرح کی روح پھونک دی تھی۔ (مجلد، مرقع جامعہ عثمانیہ، مطبوعہ کراچی ۱۹۹۴ء، ص ۱۸۰)

برنی صاحب کھیلوں میں اپنی دلچسپی کے متعلق لکھتے ہیں :

علی گڑھ کالج میں کھیلوں کا معیار ہمیشہ سے بلند رہا، باقاعدہ ٹیم میں جگہ پانا کچھ آسان بات نہ تھی، تاہم پکتان مہربان تھے، دوست تھے، سامان مل جاتا تھا اور ہم نے جو ٹیم اٹاڑیوں کے نام سے بنا رکھی تھی وہ دل کے حوصلے نکال لیتی تھی، کھیلوں کے ساتھ ایک رائڈنگ اسکول بھی تھا، جہاں گھڑ سواری کی تعلیم دی جاتی تھی، اس کا خاص چندہ مقرر تھا، دس بارہ گھوڑے تھے اور ایک دفعہ دار جو سواری سکھلاتے تھے، ہم رائڈنگ اسکول میں بڑے شوق سے شریک ہوئے، حتیٰ کہ سواری کا امتحان پاس کر کے باقاعدہ سند حاصل کی، سواری میں خوب گرے اور گرے بغیر سواری نہیں آتی، خوف نہیں لگتا، ایک آدھ مرتبہ تو جان پر اپنی خدا کا فضل تھا، حادثے سے محفوظ رہے، حضرت والد صاحب کی ہدایت تھی کہ بغیر وضو گھوڑے پر سوار نہ ہونا، سوار ہوتے ہی ایک آیت شریفہ پڑھنے کی بھی تاکید تھی، حضرت یہ دونوں معمول مسنون فرماتے تھے۔

ہمارے زمانے میں سونٹنگ ہاتھ نہ تھا، بعد کو تیار ہوا، اس لئے تیراکی باقاعدہ نہ سیکھ سکے، کبھی کبھی خربوزوں کی فصل میں احباب کی پارٹی ہر دو گنچ جاتی تو نہر کے کنارے پانی میں ڈبکی لگا لیتے، نہا لیتے کہ گویا ہم بھی تیراک ہیں، البتہ حیدر آباد (دکن) پہنچ کر تیرا سیکھا، بڑا کمال نہ سہی پھر بھی ڈوبنا آسان نہ رہا، سیکھنے کے دوران کئی مرتبہ ڈوبتے ڈوبتے بچے، ایک مرتبہ تو بلا مبالغہ ڈوب ہی گئے تھے، زندگی تھی نکل آئے۔

تیراکی کا حال بھی سواری کا سا ہے، ڈوبے بغیر تیراک پنہ نہیں ہوتا، کالج میں سائیکل چلا لیتے تھے، حیدر آباد میں موٹر سے سابقہ پڑا، شوگر کا محتاج ہونا گوارا نہ ہوا، چلانا سیکھا، کئی مرتبہ جان لینے جان دینے کی نوبت آئی، لیکن بال بال بچ گئے۔ (عبدالجید قریشی: ذکر علی گڑھ: مطبوعہ لاہور ۱۹۸۲ء، ص ۱۰۷)

برنی صاحب کو ابتداء ہی سے روحانیت سے بھی شغف تھا اور حضرت رسول اکرم ﷺ سے بہت عشق تھا، جس کا مظہر ان کا نعتیہ کلام ہے، حیدر آباد دکن کے مشہور بزرگ حضرت مولانا شاہ محمد حسین چشتی قدس سرہ سے قادری چشتی اور نقشبندی سلسلوں میں بیعت ہوئے۔ (مجلہ مرقع جامعہ عثمانیہ، مطبوعہ کراچی ۱۹۹۳ء، ص ۱۸۱)

بیعت و خلافت

برنی صاحب فرماتے ہیں :

”ابتداء میں (۱۹۱۷ء-۱۹۲۱ء) جب محلہ جام باغ، ترپ بازار میں قیام تھا، حسن اتفاق کہنے، مشیت الہی کی کسی تحریک کے بغیر ایک دن بعد نماز فجر نادانستہ طور پر کراہیہ کے مکان کا خیال آیا، ایک نو تعمیر مکان پر کراہیہ کے لئے خالی، خنکی لگی ہوئی تھی، دستک دی، ماما آئی، پھر بحیثیت مکان دار ایک بزرگ آئے، تعارف ہوا، یہ شاہ محمد حسین صاحب تھے..... ان سے بات طے ہوگئی، پھر دینی و روحانی روابط بڑھے اور راہ حق کی تعلیم و تربیت کا سلسلہ چلا۔“

(برنی نامہ۔ ص ۷)

”حضرت شاہ محمد حسین چشتی قادری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، چشتی سلسلہ کے ایک صاحب دل بزرگ، حضرت کمال اللہ شاہ المعروف بہ مچھلی والے شاہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے نامور خلیفہ مجاز تھے، حضرت مچھلی والے شاہ صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ حیدر آباد کن میں چادر گھاٹ کی مسجد الہی چمن میں رہا کرتے تھے۔“ (ڈاکٹر محمد عبدالستار خاں، سابق صدر شعبہ عربی، جامعہ عثمانیہ حیدر آباد کن، تذکرہ حضرت محدث دکن، مطبوعہ لاہور ۱۹۹۸ء، ص ۱)

برنی صاحب کو دو مرتبہ حج بیت اللہ کی سعادت نصیب ہوئی، پہلا حج ۱۹۲۷ء میں کیا، دوسری مرتبہ ۱۹۳۳ء میں حج کیا اور مدینہ منورہ، بیت المقدس اور بغداد شریف کی زیارتوں کی بھی سعادت حاصل کی۔ (مجلہ جامعہ عثمانیہ، مطبوعہ کراچی ۱۹۹۴ء، ص ۱۸۱)

۱۹۲۷ء میں بلاد اسلامیہ کا سفر اور حج و زیارت

برنی صاحب کے مرشد حضرت شاہ محمد حسین چشتی قادری علیہ الرحمہ نے ۱۳۳۴ھ/۱۹۲۵ء میں حج کیا تو آخر انہیں بشارت دی کہ ان شاء اللہ جلد ہی آپ کو بھی یہ سعادت نصیب ہوگی، چنانچہ ایسا ہی ہوا، برنی صاحب نے ایک دن فرصت میں مولانا عبدالقدیر حسرت صدیقی قادری حیدر آبادی علیہ الرحمہ (متوفی ۱۳۸۱ھ) سے دوران گفتگو میز سے جنتی اٹھائی، تعطیلات پر نظر پڑی تو رخصت ملا کر دیکھا، اتنی مدت ہوگئی، سفر بخوبی کیا جاسکتا ہے۔ (صراط الحمید، ج ۱، ص ۵۱)

عبدالقدیر صاحب، ان کے مرید سید حبیب علی اور مخلص دوست لطف احمد بھی تیار ہو گئے، دوسید، ایک صدیقی اور برنی فاروقی، چاروں کا قافلہ تیار ہو گیا، امیر قافلہ برنی کو بنایا گیا۔ (صراط الحمید، ج ۱، ص ۳۱۱، ۳۱۳، ۳۱۵)

روداد سفر

”یکم رمضان المبارک/۶ مارچ ۱۹۲۷ء کو روانہ ہوئے اور ۲۹ ربیع الثانی، مطابق ۲۰ جون ۱۹۲۷ء کو گھر لوٹ آئے، چار ماہ میں اللہ تعالیٰ نے اتنی وسعت و برکت دی کہ عراق، شام، فلسطین اور حجاز دور دراز کا سفر طے ہو گیا، بغداد شریف و ملحات شریفہ میں دو ہفتے، دمشق میں ایک ہفتہ، بیت المقدس میں ایک ہفتہ، مدینہ منورہ میں تین ہفتے، مکہ معظمہ میں دو ہفتے، غرض قدم قدم پر، لمحہ لمحہ پر، تائید ایزدی اور لطف غیبی کا جلوہ نظر آتا تھا، جو چشم بصیرت کھولتا اور نور ایمان بڑھاتا تھا۔“

حرم نبوی

”شب کو ڈھائی کے قریب حرم شریف کے دروازے کھلتے ہیں، حاضر رہتے، فرط شوق سے، بڑے ادب سے لمبے لمبے قدم آہستہ آہستہ رکھتے، گویا دیبے پاؤں جاتے، روضۃ الجنۃ میں تلاوت کرتے، محراب النبی ﷺ میں نماز پڑھتے، مواجہہ شریف میں درود و سلام پیش کرتے، پھر وظیفہ پڑھتے، فجر کی نماز سے فارغ ہوتے ہی تاروں کی چھاؤں میں جنت البقیع میں

اتنے میں چاروں رفیق جمع ہو گئے، اپنا اپنا رابطہ، اپنا اپنا حال۔

ہم ہی ہم ہیں تیری محفل میں کوئی اور نہیں

گھنے منوں کی طرح گزر گئے، وہی تین بچے حرم شریف کے دروازے کھلے اور تھکیہ برخاست ہوا، اپنے حق میں یہ شب لیلۃ القدر معلوم ہوتی تھی۔“

الحمد لله حمدا كثيرا و صلى الله على رسول الله وبارك وسلم

خصوصی صلوة سلام کا القاء

برنی صاحب فرماتے ہیں !

”مواہبہ شریف میں حضور انور ﷺ کے واسطے سے دعائیں خدا جانے کتنی مانگیں، اللہ تعالیٰ قبول فرمائیں، لیکن ایک دعا اول ہی مانگی کہ ایک ایسی درود ذہن میں آجائے، جس میں حضور ﷺ کی وہ شان مذکور ہو جو اللہ تعالیٰ کے علم مسلم ہے، وہ درود نبی ہو، کسی سے ابھی تک منقول نہ ہو، وہی پڑھا کروں اور اس کو حضور کا فیض سمجھوں، اللہ تعالیٰ کی شان، مجھ جیسے کم علم کے ذہن میں بلا نظر ایک قرآنی درود شریف معاً اتر آئی اور ہمیشہ وہی درود رہی، واما بنعمۃ ربک فحدث، باتباع امر کو یہاں ظاہر کرتا ہوں، وہ یہ کہ :

اللهم صل وسلم سيدنا محمد طه وبنس حم حم خاتم النبيين رحمة للعالمين بالمؤمنين رؤف رحيم وانك لعلى خلق عظيم وعلى آله وصحبه اجمعين برحمتك يا ارحم الراحمين۔

اس ورد سے عجیب برکات محسوس ہوتے ہیں، اُمید ہے اس سے مومنین کو فائدہ پہنچے گا اور خیر جاریہ کے ثواب میں اللہ تعالیٰ ہم کو بھی شریک رکھے گا۔“ (صراط الحمید، ج ۱، ص ۱۸۲-۱۸۳، بحوالہ ماہنامہ نور الحییب، بصیر پور، شمارہ محرم ۱۴۳۰ھ، ص ۵۹-۶۰)

مدینہ منورہ سے روانگی

برنی صاحب کے دو ہفتہ یہاں بہت راحت سے گزرے، لیکن جب رخصت کا خیال آنے لگا تو چلتے پھرتے، اُٹھتے بیٹھتے، بے اختیار آنسو ٹپکنے لگتے، اس میں ہفتہ عشرہ گزر گیا، ۲۲ ذیقعدہ کو روانگی پختہ ہوئی اور احرام باندھ کر بارگاہ اقدس میں حاضر ہوئے تو کیفیت یک سر بدل گئی، رخصت کے وقت دل خوشی سے بھر گیا، معلم الوداع یا رسول اللہ پڑھواتے اور برنی صاحب فرماتے ہیں ہماری زبان سے الوداد یا رسول اللہ نکلتا تھا۔

(صراط الحمید، ج ۱، ص ۱۸۱-۱۸۲)

جدا ئی کا احساس دل سے غائب تھا، مدینہ منورہ سے مکہ معظمہ کیا جا رہے ہیں، گویا محمد رسول اللہ ﷺ کے وسیلہ سے لا

واللہ کی طرف بڑھ رہے ہیں، اب تک یہ دُعا تھی:

خدا یا از تو خواہم مصطفیٰ را

اب یہ ورد شروع ہوا:

محمد از تو می خواہم خدا را

(صراط الحمید، ج ۱، ص ۱۹۲-۱۹۳)

برنی صاحب کا مسلک

”گھرانہ دیندار تھا، میلاد ہوتا تھا، برنی صاحب کی والدہ ماجدہ نذر نیاز بہت احتیاط و اہتمام سے کرتی تھیں۔“

(صراط الحمید، ج ۱، ص ۱۹۹)

برنی صاحب صوفی مشرب تھے، مولود برزنجی اور قصیدہ بردہ پڑھا کرتے تھے، میلاد النبی ﷺ کے جلسوں میں شریک ہوتے اور بہت عمدہ تقریر کرتے، ان کی کتاب ”قادیانی مذہب“، میلاد کے جلسہ کا مظہر و ثمرہ ہے، ان کی کتاب ”تفہیم“ میں درود تاج بترجمہ شامل ہے، بزرگوں کی فاتحہ کا اہتمام کرتے تھے، برنی صاحب مدینہ منورہ میں قیام کے دنوں میں اپنے معمولات کے بارے میں فرماتے ہیں:

”۱۲ محرم الحرام کو حلیم پر سید الشہداء کی فاتحہ ہوئی، غرض محرم شریف کی فاتحہ جو اپنا معمول ہے، مدینہ منورہ میں

بجیروخی انجام پائی۔“ (صراط الحمید، ج ۲، ص ۲۶، ۲۷، ۱۵۰)

مشہور واعظ شاہ بلخ الدین (متوفی ۱۲۰۹ھ، کراچی) لکھتے ہیں:

”پروفیسر محمد الیاس برنی صاحب نے قادیانیت کے خلاف تھا بہت بڑا جہاد کیا، ان کا جہاد علمی تھا، قادیانیت کیخلاف سب سے پہلے جامع کتابیں انہوں نے لکھیں، وہ انہیں غیر مسلم قرار دینے کی تجویز شروع کرنے والے ابتدائی لوگوں میں سے تھے۔“ (شاہ بلخ الدین، مضمون ”آئینہ ایام“، مرقع جامعہ عثمانیہ (جشن الماس نمبر) مطبوعہ کراچی ۱۹۹۴ء، ص ۲۹۰)

برنی صاحب کو ختم نبوت کے مسئلہ پر عبور حاصل تھا اور یہ عبور اجتہاد کی حد کو پہنچ گیا تھا، اس مسئلہ میں متعدد کتابیں لکھیں اور ان میں سے بعض کے کئی کئی ایڈیشن شائع ہوئے، ان کی طرز تحریر دل میں جگہ کر لیتی ہے۔

(پروفیسر ہارون خاں شروانی، مضمون ”پروفیسر محمد الیاس برنی“ مرقع جامعہ عثمانیہ، مطبوعہ کراچی ۱۹۹۴ء، ص ۱۸۱)

قادیانیت کے خلاف آپ کی کتاب ”قادیانی مذہب کا علمی محاسبہ“ کو بڑی مقبولیت حاصل ہوئی، اس کتاب کی بڑی خصوصیت یہ ہے کہ مصنف نے اپنی طرف سے عام طور پر سرخیاں ہی لگائی ہیں، باقی مرزائیوں کی کتابوں کے حوالے بلا تبصرہ ہیں، اگرچہ اس کتاب میں ثبوت ختم نبوت اور قادیانیوں کے اعتراضات کے جوابات نہیں ہیں، مگر خود قادیانیوں کی ہی کتب

سے ان کی تردید بڑے جامع انداز میں کی گئی ہے، برنی صاحب تمہید اول میں کہتے ہیں!

”اللہ جل شانہ کا فضل و کرم ہے کہ اس پر آشوب زمانے میں حیدر آباد، فرخندہ بنیاد، حب نبی اور عظمت رسول کا مسکن بنا ہوا ہے اور کیوں نہ ہو کہ جو یہاں امیر المؤمنین ہے وہ سب سے بڑھ کر فدائے سید المرسلین ہے۔ چنانچہ ماہ ربیع الاول میں جس اہتمام و احترام سے میلاد مبارک کے شاندار جلے حیدر آباد میں منعقد ہوئے اور ہوتے ہیں، ہندوستان میں ان کی نظیر کم تر مل سکتی ہے۔“

برنی صاحب آگے چل کر لکھتے ہیں :

”اس کتاب کے لکھنے کی تحریک ایک جلسہ میلاد نبی سے ہوئی۔“ پھر برنی صاحب نے علماء اہل سنت کی چند کتب

کے نام اسی سلسلہ میں ذکر فرمائے ہیں، وہ یہ ہیں :

۱۔ ختم نبوت : از سید ابوالحسنات مولوی شجاع الدین علی صاحب صوفی قادری۔

۲۔ قادیانی جماعت کے شائع کردہ ٹریکٹ کا مدلل جواب : از قاری محمد تاج الدین صاحب قادری۔

۳۔ ہدایت الرشید للفقوی المرید : از سید محمد حبیب اللہ قادری۔

۴۔ مکتبہ مرزا بزان مرزا صاحب : از سید محمد ولی اللہ صاحب قادری۔

۵۔ ایک رسالہ دربارہ ختم نبوت : از مولوی سید درویش محی الدین صاحب قادری۔

۶۔ جماعت احمدیہ کا صریح مغالطہ : از سید محمد مولوی القادری۔

۷۔ قادیانی جماعت کی دعوت قادیانیت پر ہمارے استفسارات : از قاری محمد تاج الدین صاحب قادری۔

۸۔ مرزائیوں کے عقائد : از مولانا عبد القدیر صاحب صدیقی القادری۔

(پروفیسر محمد الیاس برنی : قادیانی مذہب کا علمی محاسبہ : مطبوعہ شیخ محمد اشرف تاجر کتب کشمیری بازار، لاہور: سن

طباعت ندارد: ص ۳، ۵۰)

فہرست تالیفات و تراجم پروفیسر محمد الیاس برنی صاحب

(سابق صدر شعبہ معاشیات و ناظم دارالترجمہ جامعہ عثمانیہ، حیدر آباد، دکن (بھارت)

۱۔ اسرار حق : حقائق و معارف قرآنیہ جو بہ اصطلاح قرآن صادق اور عالم اسلامی اصطلاح میں تصوف کہلاتے

ہیں، پہلا ایڈیشن مدت سے نایاب ہے اور جدید ایڈیشن باضافہ مضامین طباعت طلب ہے۔

۲۔ تسہیل الترتیل : فن قرأت کی تعلیم و تربیت اور تفہیم جدیدہ قرآن کی تقریباً تمام آیات متعلقہ اپنے اپنے محل

پر بطور مثال درج ہے، تیسرا ایڈیشن باضافہ مضامین طباعت طلب ہے۔

۳۔ حزب اللہ : دنیا کی اور بالخصوص عالم اسلام کی سیاست پر حالیہ تبصرہ، مع اوراد قرآنی، دوسرا ایڈیشن باضافہ مضامین طباعت طلب ہے۔

(اس کتاب کا پہلا ایڈیشن عبدالعلیم الیاسی کے ترجمہ کے ساتھ اعجاز پریس حیدرآباد دکن سے ۱۳۸۳ھ میں شائع ہوا، جس کے ۳۹ صفحات ہیں۔ فہرست ذخیرہ کتب حکیم محمد موسیٰ امرتسری، جلد اول، مطبوعہ لاہور ۱۹۹۶ء، ص ۱۵۰)

۴۔ مالک الملک : اسلامی حکمرانی کے اصول و ضوابط از روئے قرآن کریم۔ (زیر تالیف)

۵۔ مشکوٰۃ الصلوٰۃ : رسول کریم ﷺ پر درود و سلام، ماخوذ از قرآن کریم و حدیث و کلام اولیاء کرام، جملہ سات حزبوں کا مجموعہ، چوتھا ایڈیشن طباعت طلب ہے۔

۶۔ تحفہ محمدی : نعتوں اور سلاموں کا مجموعہ، بزبان اُردو، فارسی، چار حصے، تاج کمپنی لاہور، کراچی، ڈھاکہ نے شائع کیا۔

۷۔ معروضہ : حمد و نعت، منقبت و فطرت، ایک سو دس نظموں کا مجموعہ، تین ایڈیشن شائع ہوئے، برنی صاحب کا یہ مجموعہ کلام تاج کمپنی لاہور، کراچی، ڈھاکہ سے شائع ہوا۔

۸۔ ہدایت الاسلام : اسلامی عبادات و اخلاقیات بموجب قرآن و حدیث (زیر تالیف)

۹۔ فتوح الحکم : حضرت غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ارشادات پر تنقیح و ترتیب خاص (زیر تالیف)

۱۰۔ سلطان مبین : حضرت غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ارشادات، بہ تنقیح و ترتیب خاص۔ (طباعت طلب)

۱۱۔ مکاتب المعارف : حضرت مرشدی مولانا محمد حسین قادری چشتی نقشبندی قدس سرہ کے مکتوبات شریف کا مجموعہ۔ (طباعت طلب)

۱۲۔ صراط الحمید (جلد اول) : عراق، شام، فلسطین، حجاز مقامات مقدسہ اور حرمین شریفین کا سفرنامہ (بالتصویر)، مطبوعہ ہے۔

۱۳۔ صراط الحمید (جلد دوم) دوسرے حج کا سفرنامہ، مقامات مقدسہ اور حرمین شریفین کا سفرنامہ (بالتصویر) مطبوعہ ہے۔

۱۴۔ قادیانی مذہب کا علمی محاسبہ : قادیانی مذہب کے عقائد و اعمال کی تفصیل خود قادیانی کتابوں سے پیش کی گئی ہے، یہ تالیف قادیانی قاموس مانی جاتی ہے، چھٹا ایڈیشن شیخ محمد اشرف، ناشر کتب کشمیری بازار، لاہور نے شائع کیا، ادارہ تحفظ ختم نبوت ملتان نے بھی کئی ایڈیشن شائع کئے، اس کتاب کا ایک حصہ ماہنامہ ”قومی ڈائجسٹ“ لاہور نے ”قادیانی نبر“ کے نام

سے شائع کیا۔

۱۵۔ مقدمہ قادیانی مذہب : ایڈیشن ششم کا مقدمہ جو بجائے ایک مستقل تالیف ہے، اس کو شیخ محمد اشرف تاجر کتب کشمیری بازار، لاہور نے ”قادیانی مذہب“ سے علیحدہ شائع کیا ہے۔

۱۶۔ تتمہ قادیانی مذہب : قادیانی کتبوں کے اقتباسات جو قادیانی مذہب اور مقدمہ قادیانی مذہب میں جگہ نہ پاسکے، لیکن جو بجائے خود اہم ہیں، تعداد کثیر میں بہ ترتیب خاص تالیف کئے گئے، یہ مجموعہ بھی لوگوں کو تالیف و تقریر میں بہت کارآمد ثابت ہوگا۔ (غیر مطبوعہ)

۱۷۔ قادیانی قول و فعل : اس میں بھی ”قادیانی تحریک“ کے خاص خاص پہلو پیش ہوئے ہیں، جو یاد رکھنے کے قابل ہیں، دوسرا ایڈیشن شائع ہو چکا ہے۔

۱۸۔ اسلام (انگریزی) : اسلام کی تشریح و توضیح از روئے قرآن، پہلا ایڈیشن مدت سے نایاب ہے۔

(قادیانی مذہب کا علمی محاسبہ، مطبوعہ لاہور (آٹھواں ایڈیشن) ص ۹۳۳)

۱۹۔ معارف ملت (سلسلہ منتخبات نظم اردو) : چار جلد، جلد اول میں حمد، نعت، مناجات اور معرفت کی نظمیں، جلد دوم میں مسلمانوں کے ماضی، حال اور مستقبل کے متعلق نظمیں، جلد سوم میں ہندوستان کی متحدہ قومیت کے متعلق شعراء کا کلام، جلد چہارم میں اخلاق و حکمت سے متعلق کلام۔ (مطبوعہ)

۲۰۔ جذبات فطرت (چار جلد) : جلد اول میں میر اور سودا کے کلام کا انتخاب، جلد دوم میں غالب، ذوق، ظفر اور حسرت موہانی کے کلام کا انتخاب۔ (مطبوعہ)

۲۱۔ مناظر قدرت (چار جلد) : جلد اول میں متعلق اوقات صبح و شام، دن رات، برسات اور بہار کے متعلق نظمیں، جلد دوم میں مقامات یعنی آسمان، زمین، پہاڑ، جنگل اور عمارات کے متعلق کلام، جلد سوم میں پھل، پھول، کیڑے پتنگے اور چرندوں پرندوں کے متعلق نظمیں، جلد چہارم میں عراقیات یعنی ہندوستان کے تمدن، رسم و رواج کے دلچسپ حالات پر نظمیں۔ (مطبوعہ)

(سید ذوار حسین: مصنفین اردو: فہرست حالی پبلشنگ ہاؤس، دہلی، ۱۹۳۹ء، ص ۱۶۶)

۲۲۔ جواہر سخن : فارسی شاعری کا انتخاب (زیر تالیف)

۲۳۔ اردو ہندی رسم الخط : بلحاظ تلفظ تحریر و ترکیب، اردو ہندی حروف کا مطالعہ اور مقابلہ مع اشعار۔ (برنی صاحب وفات سے چند روز پہلے اس کی دوسری اشاعت ٹائپ کروا رہے تھے)

۲۴۔ اردو ہندی لپی : رسم الخط کی بحث، بزبان ہندی

۲۵۔ اُردو ہندی اسکپٹ (انگریزی) : رسم الخط کی بحث

۲۶۔ علم المعیشت : اکنامکس یا معاشیات کے اصول کی تفصیلی بحث، عام مطالعہ

کے لئے۔

۲۷۔ اصول معاشیات : معاشی مسائل کی بحث، درس جامعات کے لئے، یہ کتاب جامعہ عثمانیہ (حیدر آباد،

دکن) کے نصاب میں شامل ہے۔

۲۸۔ معیشت الہند : معاشی مسائل کا مطالعہ بحوالہ ہندوستان، یہ کتاب بھی جامعہ عثمانیہ کے نصاب میں شامل

ہے۔

۲۹۔ مالیات : پبلک فنانس میں سلطنتوں کے مداخلت و خارج کی فنی بحث۔ (زیر تالیف)

۳۰۔ مقدمہ معاشیات : مورلینڈ کی انگریزی میں لکھی ہوئی کتاب کا اُردو میں ترجمہ۔

۳۱۔ معاشیات ہند اور برطانوی حکومت ہند : ان دونوں انگریزی میں لکھی ہوئی کتابوں کا اُردو ترجمہ جامعہ

عثمانیہ کے نصاب میں شامل ہے۔

(قادیانی مذہب کا علمی محاسبہ، مطبوعہ لاہور (آشواں ایڈیشن) ص ۹۴۴)

۳۲۔ برنی نامہ : خودنوشت حالات۔ (مطبوعہ)

۳۳۔ عطیہ قادریہ : یہ تصنیف تاریخ الثانی ۱۳۷۸ھ میں یازدہم شریف (گیارہویں شریف) میں بلا قیمت تقسیم ہوا۔

برنی صاحب اپنی آخری تصنیف ”برنی نامہ“ کے دوسرے حصہ کے تعارف کے آخر میں لکھتے ہیں :

جو کام کرنا ہو کر لے، نہ کر کبھی تاخیر

یہ اطمینان یہ فرصت رہے، رہے نہ رہے

بقا اس کو فقط اور فنا ہے سب کے لئے

یہ ”برنی“ اور یہ خدمت رہے، رہے نہ رہے

اور کتاب کے آخر میں یہ پیش گو یا نہ نظم ہے ۔

کیسی بلچل، کیسی چمیل بل، کیسی ناؤ نوش ہے

کل جو تھی رونق کی محفل آج کیا خاموش ہے

کیا حکومت کیا رعونت کیسی سطوت کیا فروغ

زعم کا، عالم کا عالم خاک میں روپوش ہے

ہر گھڑی، ہر آن ہر جا، کیا کروڑوں انقلاب
کیا انوکھا کھیل ہے، ہر شے فضا بردوش ہے
برنی جو باقی ہے، یہ اس کی بقا کا فیض ہے
نہستی ہستی کے جلوے سے بہم آغوش ہے

وفات

اپنی زندگی کے آخری بیس برسوں میں حیدر آباد سے باہر نہیں گئے تھے، بیس برس بعد اپنی چھوٹی بہن کی شدید علالت سن کر بلند شہر گئے، جتنے دن بلند شہر میں رہے، ان کی تندرستی بے مثال رہی، حیدر آباد آنے کی تیاری کر رہے تھے کہ یکم فروری ۱۹۵۹ء کو رات دو بجے بیدار ہوئے اور اپنی صاحبزادی کو بلایا، انہوں نے دیکھا کہ ہونٹ ہل رہے ہیں، آنکھیں کھلی ہوئی ہیں، مگر پتھرائی ہوئی ہیں، آپ نے صاحبزادی سے مطلق کلام نہیں کیا، وہ گھبرا گئیں، فوراً ڈاکٹر کو بلایا، ڈاکٹر نے آکر نبض دیکھی تو روح قفسِ عنصری سے پرواز کر چکی تھی۔ انا اللہ وانا الیہ راجعون

قاضی کے قبرستان میں جہاں ان کے باپ دادا دفن ہوئے، وہیں ان کی قبر ہے، تدفین کے وقت ج سینہ پر کا فور ملا گیا تو وہ سمٹ کر لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی صورت اختیار کر گیا تھا، جسے دیکھ کر ناظرین حیران و ششدر رہ گئے۔

(مجلد مرقع جامعہ عثمانیہ، مطبوعہ کراچی ۱۹۹۳ء، ص ۱۸۱۔ ماہنامہ نورالحیب، بصیر پور، (پنجاب)، شمارہ فروری

(۲۰۰۹ء، ص ۷۳)

حضرت صابر براری (کراچی) نے تاریخ وفات کہی:

جدا ہو گئے ہم سے الیاس برنی
دکن میں کھلے جن کی حکمت کے جوہر
تھے مقبول بے حدودہ اہل دکن میں
کہ وہ جامعہ میں رہے زندگی بھر
ہے علم معیشت میں تصنیف ان کی
جو ہے اپنے شعبہ میں انمول گوہر
معاہل گئی ان کی تاریخ صابر
”تھے الیاس برنی سراجِ سخن ور“

(۱۹۵۹ء)

(مکتوب حضرت صابر براری (کراچی)، بنام راقم الحروف خلیل احمد رانا، بحرہ ۳/مارچ ۱۹۹۸ء)

(حضرت صابر براری: تاریخ رؤفگان: حصہ دوم: مطبوعہ کراچی ۱۹۹۸ء، ص ۳۸)

☆☆☆☆

☆☆☆☆

☆☆☆☆



تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء کی

لمحہ بہ لمحہ داستان

جب مجھے سزائے موت سنائی گئی

انٹرویو۔ مولانا سید خلیل احمد قادری

ترتیب۔ شفقت عثمانی۔ خلیل احمد رانا

تعارف

امین الحسنات مولانا سید خلیل احمد قادری، مفسر قرآن حضرت مولانا ابوالحسنات سید احمد قادری رحمۃ اللہ علیہ ابن مولانا سید دیدار علی الوری محدث لاہوری علیہ الرحمہ (خلیفہ مجاز امام احمد رضا خاں قادری بریلوی قدس سرہ) کے اکلوتے فرزند ارجمند اور اپنے والد محترم کی رحلت کے بعد تادم حیات تاریخی مسجد وزیر خاں (لاہور) کے خطیب رہے، مرکزی دارالعلوم حزب الاحناف لاہور سے دستار فضیلت حاصل کی اور طب و حکمت میں اپنے والد ماجد کے مخصوص نسخوں اور طریق علاج کے امین رہے، آپ نے جوانی کے دور میں دینی تحریکوں میں حصہ لیا، ”تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء“ میں ایک مجاہد کی حیثیت سے جلوہ گر ہوئے، گرفتار ہوئے، لاہور کے قلعہ کے عقوبت خانہ میں رہے، مارشل لاء نے انہیں سزائے موت کا حکم سنایا مگر ثابت قدم رہے، تحریک ختم نبوت میں ایک طویل عرصہ تک پس دیوار زنداں رہے، لاہور میں مسجد وزیر خاں کے پاس ”جامعہ حسنات العلوم“ قائم کیا، مسجد کی خطابت کو تادم زیست اپنایا، اپنے والد مکرم کی تفسیر قرآن ”تفسیر الحسنات“ کے آخری حصوں کو مکمل کیا اور انہیں چھپوایا، مولانا امین الحسنات سید محمد خلیل احمد قادری اشرفی خطیب جامع مسجد وزیر خاں لاہور دامیر جامعہ حسنات العلوم کا ایک کتابچہ ”عید النبیؐ مع احکام و مسائل قربانی“ مطبوعہ لاہور، سن طباعت درج نہیں، صفحات ۴۴، راقم الحروف کی نظر سے گزرا ہے، مجاہد تحریک ختم نبوت مولانا سید خلیل احمد قادری اشرفی نے ۲۷/ ذیقعد ۱۴۱۸ھ/ ۲۷ مارچ ۱۹۹۸ء بروز جمعہ لاہور میں

وفات پائی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

مجاہد تحریک ختم نبوت امین الحسنات مولانا سید ظلیل احمد قادری علیہ الرحمہ بیان کرتے ہیں:

۱۹۵۱ء کے اواخر ہی میں مرزائیوں کے اخبار ”الفضل“ (ربوہ) نے محمود بشر کی نہایت اشتعال انگیز تقریروں کی اشاعت کا سلسلہ شروع کر دیا تھا، سر ظفر اللہ کے وزیر ہونے کے باعث مرزائی اپنے آپ کو بہت زیادہ طاقتور تصور کرنے لگے تھے اور وہ غالباً اس دعوے میں بھی جتلا ہو چکے تھے کہ پاکستان میں ان کے ناپاک عزائم کا مقابلہ کرنے کے لئے کوئی مؤثر قوت موجود نہیں ہے، چنانچہ ”الفضل“ نے سرخیاں بھائییں ”جب تک اپنے دشمنوں کو قدموں پر نہ جھکا لو چین سے نہ بیٹھو“، ہمارے پاس عسکری قوت موجود ہے“، ”۱۹۵۳ء گزرنے نہ پائے گا کہ ہم اپنے مخالفین کو مجبور کر دیں گے کہ وہ ہمارے قدموں پر آکر گریں“ وغیرہ وغیرہ۔

ان اشتعال انگیز تحریروں سے مسلمانوں میں ایک پیمان پیدا ہوا اور ان کے سینوں میں ایک لاوا سا پکنے لگا جو ایک بہت بڑے طوفان کا پیش خیمہ تھا، مختلف شہروں سے علماء کرام اور دیگر حضرات وفود کی صورت میں میرے والد محترم مولانا ابوالحسنات سید محمد احمد قادری کے پاس آئے اور انہوں نے مرزائیوں کے خلاف تحریک چلانے کا مطالبہ کیا، علماء اہل سنت کے علاوہ دیگر مکاتیب فکر کے اکابر علماء مثلاً سید عطاء اللہ شاہ بخاری نے قبلہ والد صاحب کو اس بات پر رضامند کرنے کی کوشش کی کہ وہ مرزائیوں کے خلاف تحریک کی قیادت کریں، یہ سب حضرات اس بات سے بخوبی آگاہ تھے کہ والد محترم قبلہ سید صاحب کے تحریک پاکستان میں مجاہدانہ کردار اور دیگر قومی و ملی خدمات کے باعث ان کا سواد اعظم میں بہت زیادہ اثر و رسوخ ہے، چنانچہ تمام مکاتیب فکر کے زعماء نے ان سے تحریک ختم نبوت کی قیادت قبول کر لینے پر اصرار کیا، اور پھر برکت علی محمدن ہال میں ایک عظیم الشان کنونشن کا اہتمام کیا گیا جس میں تمام مکاتیب فکر کے اکابر علماء شریک ہوئے، اس موقع پر جلسہ کی صدارت صاحبزادہ غلام محی الدین سجادہ نشین آستانہ عالیہ گولڑہ شریف نے فرمائی جو مسئلہ ختم نبوت کی اہمیت کے پیش نظر پہلی بار عوامی اجتماع میں تشریف لائے تھے، تو نسہ شریف اور علی پور شریف کے سجادہ نشین حضرات کے علاوہ ملک بھر سے جید مشائخ اس کنونشن میں شریک ہوئے، اس کنونشن میں یہ طے پایا تھا کہ تمام مکاتیب فکر کے نمائندوں پر مشتمل ایک مجلس عمل تشکیل دی جائے، چنانچہ اس موقع پر تمام جماعتوں نے ابوالحسنات علامہ سید محمد احمد قادری کو صدر منتخب کیا، سید داؤد غزنوی کو جنرل سیکرٹری کے فرائض سونپے گئے اور دیگر سرکردہ حضرات میں سید عطاء اللہ شاہ بخاری، ماسٹر تاج الدین، شیخ حسام الدین اور صاحبزادہ فیض الحسن (مجلس احرار) شامل تھے، مجلس عمل میں جمعیت علماء پاکستان کے مولانا عبدالحمید بدایونی، مولانا غلام محمد ترم اور حافظ خادم حسین، جمعیت اہل حدیث کے مولانا محمد اسماعیل اور مولانا عطاء اللہ حنیف، جماعت اسلامی کے میاں طفیل محمد، امین احسن اصلاحی اور نصر اللہ خاں عزیز، جمعیت علماء اسلام کے مولانا احمد علی لاہوری اور قاضی احسان احمد شجاع آبادی کے علاوہ مجلس تحفظ ختم نبوت کے لال حسین اختر اور محمد علی جالندھری شامل تھے، مرکزی تنظیم کے قیام کے بعد صوبائی اور ضلعی کمیٹیاں بنادی گئیں

اور مختلف مقامات پر کنونشنوں کے انعقاد کا سلسلہ شروع ہو گیا، ان کنونشنوں میں جو تین مطالبات حکومت کے سامنے رکھے گئے ان میں قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے، ظفر اللہ سمیت تمام قادیانیوں کو کلیدی آسامیوں سے ہٹانے اور ربوے کو کھلا شہر قرار دینے پر زور دیا گیا تھا، پنجاب اور ملک کے دوسرے صوبوں میں جلسوں کا سلسلہ شروع ہو چکا تھا۔

۱۹۵۲ء میں مرکزی انجمن حزب الاحناف کا سالانہ اجلاس مسجد وزیر خاں میں شروع ہوا، نماز جمعہ کے بعد پہلی نشست سے حضرت علامہ ابوالحسنات نے خطاب کرنا تھا لیکن چند گھنٹے قبل اس وقت کے وزیر اعلیٰ پنجاب ممتاز دولتانہ نے دفعہ ۱۴۳ کے تحت جلسوں وغیرہ پابندی عائد کروادی، حضرت علامہ ابوالحسنات نے دفعہ ۱۴۳ کی خلاف ورزی کرتے ہوئے تقریر کی اور انہوں نے دولتانہ کو چیلنج کیا کہ وہ ختم نبوت کی حق آواز کو نہیں روک سکتے، انہوں نے نہایت بڑے جوش انداز میں فرمایا!

”اگرچہ دولتانہ تحریک پاکستان میں ہمارے ہم سفر رہے ہیں لیکن آج کلمہ حق بلند کرنے کے جرم میں وہ ہمیں بخوشی گرفتار کر سکتے ہیں ہم پاکستان کی بقاء اور استحکام کے لئے تحریک ختم نبوت کو جاری رکھیں گے۔“

دفعہ ۱۴۳ کی کھلی خلاف ورزی کے باوجود انہیں گرفتار نہ کیا گیا اور سہ روزہ اجلاس بخیر و خوبی اختتام پذیر ہوا، اس کے بعد تحریک چلتی رہی اور اجتماعی جلسوں کا سلسلہ جاری رہا۔ ۱۹۵۳ء کے اوائل میں مجلس عمل نے یہ فیصلہ کیا کہ ایک وفد کی صورت میں خواجہ ناظم الدین وزیر اعظم پاکستان سے ملا جائے اور انہیں اپنے مطالبات اور ملکی صورت حال سے آگاہ کیا جائے، چنانچہ علامہ ابوالحسنات کی قیادت میں ایک وفد ترتیب دیا گیا جس میں مولانا عبدالحامد بدایونی، عطا اللہ شاہ بخاری، سید داؤد غزنوی، صاحبزادہ فیض الحسن، ماسٹر تاج الدین انصاری، شیخ حسام الدین، سید مظفر علی شمس اور مولانا محسن فقیہ شافعی شامل تھے، یہ وفد کراچی پہنچا اور وزیر اعظم پاکستان خواجہ ناظم الدین سے ملاقات کر کے قوم کے مطالبات ان کے سامنے رکھے گئے، خواجہ صاحب نے مطالبات کو سننے کے بعد کہا:

”میرے لئے ان مطالبات کو مان لینا بہت مشکل ہے کیونکہ اگر میں سر ظفر اللہ کو کیبنٹ سے نکال دوں تو امریکہ ناراض ہو جائے گا اور جو امداد پاکستان کو مل رہی ہے وہ بند ہو جائے گی“

قائد وفد علامہ ابوالحسنات نے جواب فرمایا:

”ہم تو سمجھے تھے کہ آپ کا ناصر اور رازق اللہ تعالیٰ ہے لیکن آج معلوم ہوا کہ آپ سب کچھ امریکہ کو سمجھتے ہیں..... حکومت کو ہمارے مطالبات بہر حال منظور کرنا ہوں گے ورنہ ہمیں موجودہ تحریک کو ڈائریکٹ ایکشن کی طرف لے جانا پڑے گا، ہاں البتہ ہم آپ کو سوچنے کے لئے وقت دینے کو تیار ہیں، اس وقت تک ہم تحریک کو نرم رکھ سکتے ہیں“

لیکن خواجہ ناظم الدین پر ان باتوں کا کوئی اثر نہ ہوا اور اس نے واضح طور پر مطالبات کو منظور کرنے سے انکار کر دیا، اس کے بعد کراچی ہی میں مجلس عمل کا ایک اجلاس بلایا گیا جس میں متذکرہ وفد کے ارکان کے علاوہ مولانا مودودی اور مولانا احتشام الحق

تھانوی بھی شامل تھے، اس اجلاس کی کئی نشستیں ہوئیں اور آخری نشست میں ڈائریکٹ ایکشن کا فیصلہ کیا گیا، ۲۶ فروری ۱۹۵۳ء کی شام کو نیشنل پارک کراچی میں جلسہ عام کا اعلان کیا گیا، مولانا مودودی ڈائریکٹ ایکشن کے فیصلے پر دستخط کرنے کے بعد لاہور واپس آ گئے اور ۲۶ فروری کی شام کو پروگرام کے مطابق نیشنل پارک میں عظیم الشان جلسہ ہوا جس میں مولانا مودودی اور مولانا احتشام الحق تھانوی کے علاوہ باقی تمام اکابرین نے تقاریر کیں، ۲۶ اور ۲۷ فروری کی درمیانی شب کو جلسہ سے فارغ ہونے کے بعد یہ حضرات جب واپس اپنی قیام گاہ پر پہنچے تو انہیں گرفتار کر لیا گیا، ۲۷ فروری کو جمعہ کے روز اکابرین کی گرفتاریوں کی خبر پورے ملک میں جنگل کی آگ کی طرح پھیل گئی اور لوگ مشتعل ہو کر سڑکوں پر نکل آئے، لاہور میں دلی دروازہ کے باہر ایک بہت بڑا اجتماع ہوا اور مشتعل جھوم نے مرزائیوں کے اداروں اور ان کے مکانوں کو آگ لگانے کا پروگرام بنایا، نماز جہاد ا کرنے کے بعد میں مولانا غلام محمد ترم اور حافظ خادم حسین کے ہمراہ اجتماع میں پہنچا اور ہم نے لوگوں سے اپیل کی کہ وہ اعلیٰ سطح کی میٹنگ کے فیصلے کا انتظار کریں، ۲۷ اور ۲۸ فروری کی درمیانی شب مولانا غلام محمد ترم اور حافظ خادم حسین کو بھی گرفتار کر لیا گیا، اگلے روز ۲۸ فروری کو صبح نو بجے کے قریب میں مولانا مودودی سے ملاقات کر کے صورت حال کے متعلق مشورہ کرنے کے لئے ان کی اقامت گاہ پر پہنچا، مولانا عبدالستار خان نیازی بھی اس موقع پر موجود تھے، مولانا مودودی سے ملاقات ہوئی تو انہوں نے تحریک میں حصہ لینے سے صاف انکار کر دیا، انہوں نے فرمایا!

”مولانا احتشام الحق تھانوی کا رات ٹیلی فون آیا تھا ڈائریکٹ ایکشن کی تجویز سے انہیں اور مجھے اتفاق نہیں تھا اس لئے ہم نے فیصلہ کیا ہے کہ ہم تحریک میں حصہ نہ لیں“ میں نے عرض کی آپ کے تو دستخط موجود ہیں پھر یہ فیصلہ کیسا؟ مولانا نے جواب فرمایا! وہ میٹنگ کا فیصلہ تھا، اب صورت حال مختلف ہے، بہر حال میں تحریک میں حصہ نہیں لے سکتا، مولانا عبدالستار خان نیازی نے اس موقع ان سے کہا لوگ اس وقت بہت مشتعل ہیں اور وہ جذبات میں ادھر ادھر بھٹک رہے ہیں کوئی ان کی قیادت کرنے والا نہیں، آپ مجلس عمل کے رکن ہیں، اگر اب آپ آگے نہیں آنا چاہتے تو ہمیں اختیار دیجئے تاکہ ہم تحریک چلا سکیں، مولانا مودودی ہمیں تحریری طور پر اختیارات دینے پر رضامند ہو گئے، مولانا داؤد غزنوی دل کے عارضہ میں مبتلا تھے، انہوں نے بھی ہمیں اختیارات لکھ کر دے دیئے، اس کے بعد میں مولانا احمد علی لاہوری کے پاس گیا، انہوں نے کہا، میرا بستر اب بندھا ہوا رکھا ہے، مولانا ابوالحسنات میرے صدر ہیں، میں نے ان کو تاروے دیا ہے اور ان کا جواب ملنے پر میں ان کے حکم کی تعمیل کروں گا، اس کے جواب میں میں نے کہا، مولانا ابوالحسنات تو اس وقت جیل میں ہیں، نہ آپ کا تار انہیں پہنچے گا اور نہ ان کا جواب آپ کو ملے گا، لہذا اگر ٹالنا مقصود ہے پھر تو الگ بات ہے اور اگر آپ کا ارادہ عملاً حصہ لینے کا ہے تو آپ وعدہ فرمائیے، انہوں نے کہا میں تیار ہوں جو حکم مجھے دیا جائے گا میں اس کی تعمیل کروں گا، اس کے بعد میں مفتی محمد حسن (نیلا گنبد) کے پاس گیا تو انہوں نے اپنی معذوری ظاہر کی اور کہا میں ٹانگوں سے معذور ہوں اس لئے عملاً حصہ نہیں لے سکتا، میں نے اُن

سے کہا! جناب آپ معذور ضرور ہیں لیکن قیامت کے دن میرے آقا گنبد خضریٰ کے مکین حوض کوثر پر جلوہ افروز ہوں گے اور آپ سے فرمائیں گے کہ میرے نام پر کھاتے رہے، عزت کرواتے رہے اور مفتی کہلاتے رہے لیکن جب میری ناموس کا مسئلہ آیا تو معذوری ظاہر کر دی، اس وقت آپ کیا جواب دیں گے؟ یہ نہ کہ مفتی صاحب کا چہرہ متغیر ہو گیا، انہوں نے میرے ہاتھوں کو پکڑ کر چومنا اور پھر کہنے لگے، آپ مجھے جب چاہیں گرفتار کروادیں، اگر آپ ابھی چاہیں تو میں اسی وقت آپ کے ساتھ چلنے کو تیار ہوں، اس گفتگو کے بعد میں وہاں سے دلی دروازہ کی طرف روانہ ہوا۔

یہاں میں نے دیکھا کہ تقریباً ایک لاکھ افراد کا جم غفیر موجود تھا اور لوگ منتظر تھے کہ کوئی انہیں پروگرام بتائے، میں وہاں سے فوراً مولانا غلام دین صاحب خطیب انجمن لوکوشید کے پاس پہنچا، اس وقت ظہر کا وقت تھا اور مولانا نماز کے انتظار میں بیٹھے ہوئے تھے، میں نے ان سے کہا! مولانا آپ کو آج ہی اور اسی وقت گرفتاری پیش کرنا ہے، مولانا نے بلا حیل و حجت فرمایا ”نماز پڑھ لو یا پہلے چلو“ میں نے عرض کی وہاں لوگ منتظر ہیں، نماز آپ وہیں پڑھیں اور تقریر کے بعد جلوس کی قیادت کرتے ہوئے چیئرنگ کر اس پہنچ کر گرفتاری دیں، مولانا نے گھر پر اطلاع دے دی اور فوراً میرے ساتھ دہلی دروازہ کی طرف روانہ ہوئے، وہاں پہنچ کر انہوں نے نماز ظہر پڑھائی اور ایک نہایت ایمان افروز تقریر فرمائی، اس کے بعد انہوں نے ایک عظیم الشان جلوس کی قیادت کرتے ہوئے چیئرنگ کر اس پہنچ کر گرفتاری دے دی۔

اسی روز شام کو مسجد وزیر خاں میں رضا کاروں کا اجتماع شروع ہو گیا، میں بھی بستر لے کر مسجد وزیر خاں پہنچ گیا اس کے بعد پروگرام کچھ اس طرح ترتیب دیا گیا کہ صبح دس بجے مسجد وزیر خاں میں اجلاس ہوتا اور دس رضا کار جلوس کے ساتھ گرفتاریاں پیش کرتے اور نماز ظہر کے بعد دہلی دروازہ کے باغ سے (جو اس وقت اکبری دروازہ تک پھیلا ہوا تھا) دس رضا کار گرفتاریاں پیش کرتے، روزانہ گرفتاریاں پیش کرنے والوں کی قیادت کوئی ایک عالم دین کرتا تھا، مولانا عبدالستار خان نیازی اور مولانا بہاء الحق قاسمی بھی میرے ساتھ مسجد وزیر خاں میں تھے، ۲۹ فروری کو مولانا احمد علی لاہوری نے دہلی دروازے کے اجلاس میں تقریر کر کے گرفتاری پیش کی۔

ظفر علی خاں کے صاحبزادے اور ”زمیندار“ کے ایڈیٹر اختر علی (جو کہ مجلس عمل کے خازن بھی تھے) نے پہلے تو تحریک کی پُر زور حمایت کی لیکن جب دولتانہ وزارت کی طرف سے ان پر دباؤ ڈالا گیا تو ان کا رویہ بدل گیا، عوام نے ”زمیندار“ کی کاپیاں جلا کر احتجاج کیا، اور پھر ۳۰ فروری کی شام کو مشتعل ہجوم نے ان کا گھیراؤ کر لیا، انہوں نے جان بچانے کے لئے برقعہ پہنا اور گھر کے پچھلے دروازے سے نکل کر مسجد وزیر خاں پہنچ گئے اور اگلے روز انہوں نے بھی تقریر کر کے گرفتاری پیش کر دی۔

مارچ کے پہلے ہفتے میں رضا کاروں کا ایک جلوس دہلی دروازے سے حسب معمول نکلا اور جب یہ جلوس براثر رتھ

روڈ پہنچا تو پولیس نے بلا جواز سخت تشدد کیا جس کے باعث بہت سے رضا کار شدید زخمی ہو گئے، ہم نے مسجد وزیر خاں میں ڈھنسی کا انتظام پہلے سے ہی کر رکھا تھا، چنانچہ ان کا علاج شروع ہو گیا، اسی دوران شہر میں یہ افواہ گردش کرنے لگی کہ ڈی ایس پی فردوس شاہ نے قرآن پاک کی توہین کی ہے، چنانچہ اگلے روز ظہر کے اجلاس میں ایک صاحب نے مجمع عام میں قرآن پاک کے پھٹے ہوئے اوراق پیش کئے جس سے لوگوں میں اشتعال پیدا ہوا اور ان کو قابو میں رکھنا مشکل ہو گیا۔

چوک وزیر خاں کے قریب پولیس کا ایک سپاہی کشمیری بازار کی طرف سے آرہا تھا، لوگوں نے اسے گھیر لیا، اس نے جان بچانے کے لئے ایک قریبی مکان میں پناہ لی، جب وہ کھڑکی سے باہر سر نکالنا تو لوگ نعرے لگاتے، یہ خبر ڈی ایس پی فردوس شاہ تک پہنچی تو وہ اس سپاہی کو بچانے کے لئے ایک گارڈ کے ہمراہ چوک وزیر خاں کی طرف چلا، اور پھر اس کا ایک مشتعل جلوس سے آمناسامنا ہو گیا، کسی شخص نے زور سے کہا کہ یہی وہ شخص ہے جس نے قرآن پاک کی توہین کی ہے، اتنا سننا تھا کہ پورا جلوس ان پر پل پڑا اور ان کو وہیں قتل کر دیا گیا، درحقیقت یہ ساری واردات حکومت نے ایک باقاعدہ منصوبے کے تحت کروائی تھی، کیونکہ دولتانہ وزارت چاہتی تھی کہ اسے تشدد کا کوئی بہانہ باآہ آئے تاکہ تحریک کو کچلا جاسکے، چنانچہ اس واقعے کے بعد وسیع پیمانے پر تشدد کا سلسلہ شروع کر دیا گیا اور رات بھر گولیاں چلنے کی آوازیں آتی رہیں، فردوس شاہ کے قتل کے بعد کر فیو لگا دیا گیا تھا، لیکن ہم نے مسجد وزیر خاں کا اجلاس جاری رکھنے اور بدستور گرفتاریاں پیش کرنے کا فیصلہ کیا، اسی روز مولانا غلام محمد ترم، مولانا غلام دین، حافظ خادم حسین صاحب اور مولانا احمد علی لاہوری کو جھکڑیاں لگا کر لاہور سے ملتان لے جانے کے لئے انیشین پر لایا گیا، جس سے عوام کا اشتعال اور زیادہ بڑھ گیا، رات کو مسجد وزیر خاں میں میری صدارت میں ایک اجلاس ہوا جس میں فردوس شاہ کے قتل اور حکومت کی اشتعال انگیز کارروائیوں کی مذمت کی گئی۔

تحریک کی نظامت اس وقت میرے پاس تھی، حکومت کے کچھ نمائندے میرے پاس آئے اور انہوں نے دوران گفتگو بتایا کہ دولتانہ حکومت نے آپ کے مطالبات منظور کر لئے ہیں اس لئے آپ تحریک کو ختم کرنے کا اعلان کر دیں، میں نے جواباً انہیں یہ بتایا کہ تحریک کی باگ ڈور اور اس کے متعلق فیصلہ کرنے کا اختیار ان لوگوں کے پاس ہے جو کراچی اور سکھر جیل میں محصور ہیں لہذا آپ ان سے رابطہ قائم کیجئے، اگر انہوں نے ہمیں تحریک ختم کرنے کا حکم دے دیا تو ہم کوئی پس و پیش نہیں کریں گے، بصورت دیگر ہم پوری قوت کے ساتھ مطالبات منوانے کے لئے جدوجہد جاری رکھیں گے، اس کے بعد حکومت کے نمائندے مایوس ہو کر واپس چلے گئے۔

۳ مارچ کو مسجد وزیر خاں میں مسلم لیگ کی کچھ خواتین آئیں، انہیں دراصل ایک سازش کے تحت بھیجا گیا تھا تاکہ کوئی ہنگامہ رانی ہو اور تشدد کرنے کا بہانہ باآہ آئے، لیکن ہم نے عوام پر کنٹرول کرتے ہوئے ان خواتین کو مسجد سے محفوظ جگہ تک پہنچا دیا اور اس طرح حکومت کی سازش ناکام ہو کر رہ گئی، مسجد وزیر خاں میں ہر روز بعد نماز عشاء بھی جلسہ عام کا اہتمام ہوتا

تھا جس میں بڑی ایمان افروز تقاریر ہوئیں، ۱۵ مارچ تک تحریک نے پورے پنجاب میں زور پکڑ لیا تھا سندھ اور سرحد میں بھی ہنگاموں کا سلسلہ جاری تھا، ۱۴ مارچ ۱۹۵۳ء کو سارا دن گولیاں چلنے کی آوازیں آتی رہیں، جس مکان سے ختم نبوت کی آواز بلند ہوتی اس کے مکینوں کو وحشیانہ تشدد کا نشانہ بنایا جاتا، ۱۴ مارچ کی رات کو مسجد وزیر خاں کے اجلاس میں ہم نے ”پیپہ جام ہڑتال“ کا اعلان کر دیا، انتہائی مختصر نوٹس کے باوجود اس اپیل کے نتیجے میں اگلے روز ایسی شاندار ہڑتال ہوئی کہ اس کی مثال نہیں ملتی، حتیٰ کہ اخبارات میں خبر پڑھنے کے بعد گورنمنٹ ہاؤس سیکرٹریٹ کے سرکاری ملازمین نے بھی قلم چھوڑ دیئے، کسی بس یا ٹرک کا توڑ کر ہی کیا تاکہ یا رکت تک نظر نہ آتے تھے، غرضیکہ اس ہڑتال نے حکومت کو ہلا کر رکھ دیا۔

۱۵ مارچ کی شام کو پورے ملک میں ایک عجیب سا نا تھا عورتیں، بچے، بوڑھے سبھی میدان میں نکل آئے تھے، سیالکوٹ، گوجرانوالہ، راولپنڈی اور سندھ کے بہت سے علاقوں میں تھانوں پر شمع ختم نبوت کے پروانوں نے قبضہ کر لیا تھا، دو لٹانہ کی صوبائی اور خواجہ ناظم الدین کی مرکزی حکومت بالکل بے بس ہو کر رہ گئی تھی، اسی روز پولیس نے دہلی دروازے کے اجلاس پر پابندی عائد کر دی اور لوگوں کو اس میں شرکت سے روکا، جب پولیس کو کامیابی نظر نہ آئی تو اس نے گولی چلا دی، اس موقع پر محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کے غلاموں نے سینے تان تان کر گولیاں کھائیں اور جام شہادت نوش کیا، مسجد وزیر خاں زخیوں اور شہداء سے بھر چکی تھی، زخیوں کی مرہم پٹی اور شہداء کے کفن و دفن کا انتظام بڑی سرگرمی سے جاری تھا، ایک عجیب منظر تھا، ہر طرف خون میں نہائے ہوئے نوجوان لیٹے تھے، اس موقع پر عوام کے تعاون کا یہ عالم تھا کہ خوراک اور مالی امداد کے علاوہ جس چیز کی بھی اپیل کی جاتی فوراً مہیا ہو جاتی، زخیوں کی مرہم پٹی اور دیکھ بھال کے لئے کثیر تعداد میں ڈاکٹر اور ڈسپنسری چکے تھے اور انہوں نے رضا کارانہ طور پر تمام خدمات انجام دیں، اس روز تقریباً چالیس چاہدین نے جام شہادت نوش کیا اور سینکڑوں کی تعداد میں زخمی ہوئے، شہداء کو تدفین کے لئے جلوس کی شکل میں قبرستان میانی صاحب اور دیگر قبرستانوں میں لے جایا گیا، دو شہداء کی قبریں سنہری مسجد کشمیری بازار کے عقب میں بنادی گئیں، اس وقت ملت اسلامیہ کے جوش و جذبہ کا یہ عالم تھا کہ انہیں مرنے مارنے کے سوا کچھ نہیں سوچ رہا تھا، ہماری طرف سے لوگوں کو بڑا امن طوراً احتجاج کرنے کی اپیلیں مسلسل جاری کی جارہی تھیں۔ دو لٹانہ وزارت نے اس موقع پر ایک اور چال چلی کہ ہوائی جہاز کے ذریعے اشتہارات پھینکے گئے کہ حکومت نے مطالبات منظور کر لئے ہیں اور تحریک ختم ہوگئی ہے لیکن یہ چال بھی کامیاب نہ ہو سکی اور عوام حکومت کے ہتھکنڈے کو فوراً سمجھ گئے۔

۶ مارچ کو جنرل اعظم کی قیادت میں مارشل لاء نافذ کر دیا گیا، یہ مارشل لاء انتہائی سخت تھا اور ریڈیو سے دھمکی آمیز اعلانات نشر ہو رہے تھے، دن کے بارہ بجے ریڈیو پاکستان سے اعلان ہوا ”مولانا عبدالستار خاں نیازی اور مولانا ظلیل احمد قادری اپنے آپ کو گرفتاری کے لئے پیش کر دیں ورنہ انہیں دیکھتے ہی گولی مار دی جائے گی“ مولانا عبدالستار خاں نیازی اس

وقت صوبائی اسمبلی کے ممبر تھے اور ہماری خواہش تھی کہ وہ اس مسئلہ پر اسمبلی میں تقریر کریں، اسمبلی کا اجلاس چند روز میں ہی شروع ہونے والا تھا، چنانچہ ہم نے مولانا عبدالستار نیازی خاں کو مشورہ دیا کہ وہ اپنے آپ کو کسی محفوظ مقام پر پہنچادیں، مولانا نیازی نے اس تجویز سے اتفاق کیا، مولانا نیازی چند افراد کے ہمراہ مسجد کے مغربی اور جنوبی مینارہ سے متصل مکان میں منتقل ہوئے اور پھر دیہاتیوں کا سالباںس پکین کر لاہور سے باہر چلے گئے، اس موقع پر تحریک دشمن عناصر نے یہ افواہیں پھیلائیں کہ مولانا نیازی دیگ میں بیٹھ کر گئے ہیں اور یہ کہ انہوں نے دائرہ منڈ والی ہے، یہ افواہیں صرف تحریک کو ناکام بنانے کے لئے پھیلائی گئیں اور پولیس نے اپنی خفت مٹانے کے لئے انہیں ہوادی حالانکہ ان باتوں کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں تھا۔

۶ مارچ کو مسجد وزیر خاں میں تقریباً تین چار ہزار رضا کار موجود تھے، مسجد میں پروگرام کے مطابق اجلاس ہوتے رہے اور ۶، ۵ رضا کار گرفتاریاں پیش کرتے رہے، ۷ مارچ کو نماز ظہر کے بعد مسجد میں اجلاس ہو رہا تھا اور رضا کار جلوس کی تیاری کر رہے تھے کہ مسجد سے متصل سڑک پر جنرل محمد ایوب خاں (جو بعد میں سربراہ مملکت بھی بنے) چند دیگر فوجی افسران کے ہمراہ آئے اور انہوں نے لاؤڈ اسپیکر کے ذریعے اعلان کیا کہ مولانا خلیل احمد قادری اور مسجد کے اندر موجود تمام رضا کار خود کو گرفتاری کے لئے پیش کر دیں ورنہ ہم انہیں مسجد کے اندر داخل ہو کر گرفتار کر لیں گے اور اس طرح جو کشت و خون ہوگا اس کی ذمہ داری انہی افراد پر ہوگی، اس کے جواب میں میں نے لاؤڈ اسپیکر پر تقریر کی اور حضرت امام یوسف رحمۃ اللہ علیہ کا ایک واقعہ پیش کیا کہ جب بادشاہ وقت نے اپنی بیگم زبیدہ کو ان الفاظ میں مشروط طلاق دی کہ سورج غروب ہونے سے پہلے پہلے میری سلطنت سے باہر چلی جاؤ ورنہ تم پر میری طلاق ہو جائے گی، غصے کے عالم میں تو بادشاہ نے یہ بات کہہ دی لیکن جب غصہ ختم ہوا تو وہ پریشان ہو گیا اور اس نے علماء سے فتویٰ پوچھا، علماء نے جواب دیا کہ حدود سلطنت سے نکلنا لازم ہے ورنہ طلاق ہو جائے گی، حضرت امام یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے جب یہ مسئلہ پیش کیا گیا تو آپ نے سارا واقعہ سننے کے بعد فرمایا کہ بادشاہ سے کہو وہ بے فکر ہو جائے سورج غروب ہونے سے پہلے اس کی بیگم اس کی حدود سے نکل جائے گی اور یہ شرط پوری ہو جانے کے بعد طلاق نہیں ہوگی، سورج غروب ہونے میں چند گھنٹے باقی رہ گئے تو بادشاہ بہت گھبرایا اور اس نے اپنے نمائندے دوبارہ امام صاحب کی خدمت میں بھیجے، آپ نے فرمایا کہ بیگم کو مسجد میں لے آؤ اور علماء سے پوچھو کہ مسجد بادشاہ کی حدود مملکت سے باہر ہے یا نہیں؟ چنانچہ بیگم صاحبہ کو مسجد میں لایا گیا اور تمام علماء نے بالاتفاق یہ فیصلہ دے دیا کہ مسجد اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کی مملکت نہیں ہے، اور اس طرح طلاق نہیں ہوئی، اس واقعہ کو بیان کرنے کے بعد میں نے کہا کہ مسجد خانہ خدا ہے اور اگر مارشل لاء حکام نے مسجد میں قدم رکھنے کی کوشش کی تو اس کا بڑی سختی سے جواب دیا جائے گا اور تمام تر ذمہ داری فوجیوں پر عائد ہوگی، میں نے یہ بھی کہا کہ فوج اور پولیس کو مسلمانوں پر گولیاں چلانے کا کوئی حق نہیں پہنچتا، ایک مسلمان کا خون دوسرے مسلمان پر حرام ہے، اس کے بعد خدا کے فضل و کرم سے فوجی افسران کسی کاروائی کے بغیر ہی واپس چلے گئے، اس موقع

پر یہ بات بھی سننے میں آئی کہ ایک مرزائی فوجی افسر نے مسجد کو ڈاکٹریٹ سے آزادینے کا منصوبہ بنایا تھا، لیکن وہ ناکام رہا اور یہ اللہ تعالیٰ کا خاص فضل تھا، اس روز بھی حسب معمول جلسہ ہوا اور رضا کاروں نے گرفتاریاں پیش کیں۔

ریڈیو اور اخبارات پر حکومت کا مکمل کنٹرول تھا اور ہمارے خلاف مسلسل پروپیگنڈا کیا جا رہا تھا، لیکن اس موقع پر مولانا سید محمود احمد رضوی (لاہور) اور ان کے رفقاء نے تحریک کی حمایت میں اشتہارات سائیکلو سٹائل کر کے شہر کے مختلف حصوں میں لگانے کی ذمہ داری سنبھال رکھی تھی، حکومت نے مسجد وزیر خاں میں کچھ ایسے افراد بھیج دیئے تھے جو رضا کاروں کے حوصلے پست کرنے کے لئے سرگرم عمل تھے۔

۸ مارچ کو فجر کی نماز کے بعد جب کرفیو کھلا تو میں نے ایک مختصر سی تقریر کی اور اعلان کیا کہ ہم لوگ ناموس مصطفیٰ کی خاطر اپنی جانیں قربان کرنے کے لئے یہاں جمع ہوئے ہیں لہذا جو شخص اپنے دل میں ذرا سی بھی کمزوری محسوس کرتا ہے اسے میری طرف سے اجازت ہے وہ جا سکتا ہے، وہ یہیں سے لوٹ جائے جسے زندگی ہو پیاری، میری تقریر کے بعد مسجد میں صرف ڈیڑھ ہزار جانثار رہ گئے اور باقی سب گھروں کو چلے گئے، اس وقت صورت حال یہ تھی کہ مسجد وزیر خاں کی بجلی اور پانی بند کر دیا گیا تھا اور خوراک کے تمام راستے بھی مسدود تھے، لیکن ہمارے پاس مسجد کے حوض میں پانی کا کافی ذخیرہ موجود تھا، اس کے علاوہ گڑ اور چنے کی بوریاں ہم نے پہلے سے ہی مسجد میں محفوظ کر لی تھیں، چنانچہ یہ خوراک استعمال کی گئی، امیر الدین قدوائی ایڈووکیٹ دوپہر کے وقت میرے پاس آئے اور انہوں نے گورنر پنجاب نواب چندر سنگھ کا یہ پیغام مجھے دیا کہ وہ مجھ سے ملاقات کرنا چاہتے ہیں، میں نے مسجد سے باہر نکلنے سے انکار کر دیا اور وہ واپس چلے گئے۔

۸ مارچ کی شام کو رنگ محل، شیرانوالہ گیٹ اور موچی دروازہ سے مسجد تک ریت کی بوریاں جن دی گئیں اور خاردار تار بچھا دیئے گئے تاکہ نہ تو کوئی مسجد کے اندر آ سکے اور نہ کوئی واپس جا سکے، مسجد کے شمالی اور مغربی حصے کا مکانات خالی کروا کر ان پر شین گئیں اور دیگر ہتھیار نصب کر دیئے گئے، رات بھر مسجد میں ذکرا لپی جاری رہا، نعرہ ہائے تکبیر و رسالت اور ختم نبوت زندہ باد کے قلمک شگاف نعرے فضاء میں گونجتے رہے۔

۹ مارچ کو صبح دس بجے امیر الدین قدوائی ایڈووکیٹ میرے پاس دوبارہ تشریف لائے، موصوف تحریک پاکستان راہنما اور قبلہ والد صاحب کے دوست تھے، انہوں نے مجھے کہا کہ سارے شہر میں فوج کا کنٹرول ہو چکا ہے اور اگر آپ نے مزاحمت جاری رکھی تو جانوں کا بھی نقصان ہوگا اور مسجد کی بے حرمتی کا بھی خطرہ ہے، قدوائی صاحب سے گفتگو کے بعد میں نے رضا کاروں سے مشورہ کیا تو فیصلہ ہوا کہ سب سے پہلے میں اپنی گرفتاری پیش کر دوں، چنانچہ میں گرفتاری پیش کرنے کے لئے قدوائی صاحب کے ہمراہ مسجد کے جنوبی دروازے سے باہر آیا، ایک کرل، دو کمپٹن اور کثیر تعداد میں فوجی باہر موجود تھے، انہوں نے پستول اور ریوا لور ہماری طرف کر کے ہم کو گھیرے میں لے لیا، میں ہنس پڑا اور میں نے ان سے کہا! میں تو خود

گرفتاری پیش کر رہا ہوں، اسے تکلف کی کیا ضرورت ہے، کرل نے جواب دیا آپ ہم کو مسلمان نہیں سمجھتے، آپ نے مسجد میں اسلحہ جمع کر رکھا ہے اور میناروں پر پوزیشن لی ہوئی ہے اس لئے یہ کچھ کرنا پڑا، میں نے اس کرل کو کہا! اگر آپ مرزا کی ہیں تو پھر یقیناً مسلمان نہیں اور اگر مسلمان ہیں تو پھر کسی مسلمان کو غیر مسلم سمجھنا بہت بڑا ظلم ہے، رہا مسجد میں پوزیشن سنبھالنے اور اسلحہ جمع کرنے کا سوال تو یہ ہوائی کسی دشمن نے اڑائی ہوگی، دروازے کھلے ہیں اور آپ اندر جا کر دیکھ سکتے ہیں، اس پر وہ ہنس پڑا اور اس نے مجھے ساتھ چلنے کو کہا، قدوائی صاحب بھی میرے ہمراہ تھے، کپڑے جو میں نے پہن رکھے تھے کافی پھٹ چکے تھے، کیونکہ ۲۸ فروری کو مسجد میں شعل ہونے کے بعد مجھے گھر جانے کا موقع نہیں مل سکا تھا، جب مجھے خدادی حملہ کی طرف لایا گیا تو میں نے فوجیوں سے کہا کہ میرا مکان قریب ہے اگر آپ اجازت دیں تو میں کپڑے تبدیل کر لوں، کرل نے رضا مندی ظاہر کر دی، لیکن جب ہم چند قدم آگے آئے تو کرفیو کے باوجود عورتیں، مرد اور بچے گھروں سے باہر نکل آئے اور انہوں نے نعرے لگانے شروع کر دیئے، اس صورت حال کو دیکھ کر کرل نے مجھے کہا اب آپ ہمارے ساتھ چلیں کپڑے ہم بعد میں آپ کو منگوادیں گے، چوبیس منٹ کی باقر سے ہمیں پُرانی کوٹوالی لایا گیا، یہاں تک ہم پیدل ہی آئے، پرانی کوٹوالی میں فوجیوں نے بڑے بڑے وائرلیس لگا رکھے تھے انہوں نے وائرلیس پر اپنے ہیڈ کوارٹر کو اطلاع دی کہ ملزم کو پکڑ لیا گیا ہے اور اسے ہم لے کر آرہے ہیں، پھر ہمیں پرانی کوٹوالی سے دہلی دروازے تک پیدل ہی لایا گیا، ہمیں زیر حراست دیکھ کر لوگ مکانات کی چھتوں سے نعرے لگانے لگے، دہلی دروازے سے جیپ میں بٹھا کر شاہی قلعہ کی طرف لے جایا گیا، مارشل لاء حکام کو ہماری گرفتاری کی اطلاع تو ہو ہی چکی

تھی، شاہی قلعہ میں داخل ہوئے تو عام خاص دربار کے بالائی حصے میں تین چار لمبے لمبے قد والے فوجی افسران کو بیٹھے ہوئے دیکھا، پھر وہ نیچے آئے میز اور کرسیاں، بچھائی گئیں اور وہ فوجی افسران کرسیوں پر بیٹھ گئے (غالباً ایک فوجی افسر کا نام سر فرزان تھا)، مجھے بھی کرسی پر بیٹھنے کو کہا گیا، قدوائی صاحب میرے ساتھ والی کرسی پر بیٹھ گئے، ایک فوجی افسر نے سب سے پہلا سوال مجھ پر کیا کہ کیا آپ غیر ملکی ایجنٹ ہیں اور یہ تحریک کسی ملک کے ایما پر چلائی جا رہی ہے؟ میں جواب دیا کہ ۱۹۴۷ء میں تحریک پاکستان کی حمایت میں خضر وزارت کے خلاف جو ایجنسی ٹیشن ہوا تھا کیا وہ بھی غیر ملکی سازش تھی؟ جن لوگوں نے اس تحریک میں گرفتاریاں پیش کیں کیا وہ بھی غیر ملکی ایجنٹ تھے؟ ہماری تحریک تو ان لوگوں کے خلاف ہے جو غیر ملکی ایجنٹ ہیں اور مذہبی اور سیاسی لحاظ سے پاکستان کے دشمن ہیں، ان لوگوں نے بانی پاکستان قائد اعظم کی نماز جنازہ تک پڑھنے سے گریز کیا، آج یہ لوگ ملک کے کلیدی عہدوں پر فائز ہو گئے ہیں، ہم نے یہ تحریک ان کو کلیدی عہدوں سے علیحدہ کرنے کے لئے چلائی ہے۔

پھر اس فوجی افسر نے دوسرا سوال کیا کہ کیا آپ قادیانیوں کو مسلمان نہیں سمجھتے؟ میں نے جواب دیا ”نہیں“، اس نے پوچھا کیوں؟ میں نے جواب دیا سرکارِ دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبوت کا دروازہ بند ہو چکا ہے اور قادیانیوں نے

ایک بناستی نبی پیدا کر لیا ہے اور ان کا فقہ بھی مسلمانوں سے علیحدہ ہے، ضابطہ اخلاق بھی جدا ہے اور سیاسی نظام بھی مختلف ہے، اس نے پوچھا فقہ کیسے علیحدہ ہے؟ میں نے جواباً کہا زانی کو ہم مسلمان حکم قرآنی کے مطابق کوڑوں کی سزا کا حق دار سمجھتے ہیں اور قادیانیوں نے زنا کی سزا ادا کرتے مقرر کی ہے جو زانیہ زانی کو لگاتی ہے، اس طرح قادیانیوں نے زنا کا بھی دروازہ کھول دیا ہے، یہ جواب سن کر تو وہ آگ بگولہ ہو گیا اور اس نے انگریزی میں گالیاں دینی شروع کر دیں۔

قدوائی صاحب نے اسے ٹوکا تو دونوں کے درمیان تلخ کلامی ہو گئی، فوجی افسر نے قدوائی صاحب کو کہا، اب تم بھی اپنے آپ کو گرفتار سمجھو میں تمہارے ساتھ پنٹ لوں گا، قدوائی صاحب نے اس سے پوچھا، کیا آپ قادیانی ہیں؟ اس جواب دیا پورا ملک قادیانیوں کا ہے، اور یہ کہہ کر وہ چلا گیا، تقریباً ایک بج چکا تھا اور ہمیں سخت بھوک لگی ہوئی تھی، پھر کرسیاں اٹھالی گئیں اور ہم نیچے فرش پر بیٹھ گئے، چاروں طرف پٹھان فوجی ہماری نگرانی کر رہے تھے، اسی دوران ظہر کا وقت ہو گیا اور ہم نے وضو کے لئے پانی مانگا، ہمیں شمالی حصے میں لایا گیا جہاں نلکا لگا ہوا تھا، وہاں سے وضو کرنے کے بعد میں نے اذان دی، اذان کی آواز سن کر کچھ فوجی اور کچھ رضا کار جو پہلے ہی گرفتار ہو کر آئے ہوئے تھے، نماز پڑھنے کے لئے آگئے، چنانچہ میں نے امامت کروائی اور سب نے باجماعت نماز ادا کی، نماز کے بعد میں نے خشوع و خضوع کے ساتھ دعا کی، دعا کے بعد فوجی میرے گرد جمع ہو گئے اور انہوں نے مجھ سے گرفتاری کی وجوہات پوچھیں، میں نے قادیانیوں کا پول کھولا اور تحریک کامس منظر بیان کیا، میری باتیں سن کر فوجیوں نے اپنی چادریں بچھا دیں اور نہایت محبت کے ساتھ پیش آئے، ایک فوجی میس میں گیا اور ہمارے لئے کھانا لے آیا، پھر ہم نے نماز عصر بھی اسی طرح باجماعت ادا کی، نماز عصر کے بعد پہلے فوجیوں کی ڈیوٹیاں تبدیل کر دی گئیں اور نئے فوجی آگئے، انہوں نے پھر ہمیں نیچے بٹھا دیا اور نہایت سختی کا مظاہرہ کیا، جتنے تک کی ممانعت تھی، نماز مغرب کا وقت ہوا تو میں نے پھر اسی طرح اذان دی اور باجماعت نماز ادا کرنے کے بعد دعا میں مشغول ہو گیا، یہ نئے فوجی بھی دعا سے بڑے متاثر ہوئے انہوں نے بھی ہم سے سوالات کئے، ہم نے تفصیلات بتائیں تو ان کا رویہ فوراً بدل گیا اور وہ بڑے اخلاق کے ساتھ پیش آئے، نماز مغرب کے بعد مجھے اور قدوائی صاحب کو جیپ میں بٹھا کر مغربی حصے میں واقع سی آئی اے کے دفتر میں لایا گیا، جہاں ہمارا نہایت قش اور غلیظ گالیوں سے استقبال ہوا، قدوائی صاحب کو مجھ سے علیحدہ کر دیا گیا اور مجھے اوپر کے حصے میں لے جا کر ایک چھوٹی سی حوالات میں بند کر دیا گیا جس میں پانی کا کوئی انتظام نہیں تھا، رات کو مجھے کھانا بھی نہیں دیا گیا اور میں بھوکا ہی سو گیا۔

حوالات کے قریب کوئی سپاہی نہیں تھا جس سے پانی مانگا جاسکے، چنانچہ اگلے روز فجر میں نے تیمم کر کے ادا کی، نماز کے بعد میں نے قدوائی صاحب کی آواز سنی جس سے اندازہ ہوا کہ وہ نچلے حصے کی حوالات میں ہیں، تھوڑی دیر کے بعد ایک شخص ایک کپ چائے اور ایک چھوٹی سی روٹی رکھ کر چلا گیا، میں نے اسے غنیمت جان کر ناشتہ کیا، دس گیارہ بجے کے قریب سی

آئی اے کا ایک افسر آیا اور مجھے حالات سے نکال کر اپنے دفتر میں لے آیا، چھوٹے قد کے اس افسر کا نام غالباً چوہدری اصغر تھا، اس نے مولانا عبدالستار خاں نیازی کے متعلق پوچھ گچھ شروع کی، میں نے لاعلمی کا اظہار کیا، درحقیقت مجھے اس وقت مولانا کے متعلق کچھ علم نہ تھا کہ وہ کہاں ہیں، جب میں کچھ نہ بتا سکا تو اس نے مغفلات سنانا شروع کر دیں، کچھ دیر تو میں خاموشی سے سنتا رہا لیکن پھر مجھ سے نہ رہا گیا اور میں نے اس سے کہا وہ میرے بزرگوں کے متعلق ایسے الفاظ استعمال نہ کرے ورنہ نتیجہ اچھا نہ ہوگا، یہ بات سننے کے بعد وہ بکتا ہوا چلا گیا اور مجھے ایک دوسری حوالات میں تنہا بند کر دیا گیا، شام کے وقت سی آئی اے کا ایک اور افسر آیا اور اس نے دفتر میں لے جا کر قدرے نرمی سے تحریک کے متعلق سوالات پوچھے جس کے میں نے مناسب جوابات دیے، پوچھ گچھ کا یہ سلسلہ تقریباً ۱۵ مارچ تک جاری رہا، اس دوران مجھے قید تنہائی میں ہی رکھا گیا، دوپہر اور شام کو دال روٹی دی جاتی، ایک روز مجھے جب حوالات میں بند کرنے کے لئے لے جایا گیا تو متصل حوالات میں مفتی محمد حسین نعیمی نظر آئے، ہم دوسرے ہی ایک دوسرے کو سلام کر سکے اس سے زیادہ کی اجازت نہ تھی، مجھے بعد میں علم ہوا کہ گرفتاری کے اگلے روز ہمارے مکان پر چھاپہ مارا گیا، اس زمانے میں جمیعت علمائے پاکستان کا مرکزی دفتر ہمارے گھر میں ہی تھا، مرزا نیوں کے خلاف سارا لٹریچر، جمیعت کی فائلیں، لاؤڈ اسپیکر، سائیکلو سٹائل مشین اور کئی دوسری چیزیں پولیس نے قبضہ میں لے لیں، اس وقت مکان پر مستورات کے علاوہ اور کوئی نہ تھا، مستورات کو پردے میں کرا دیا گیا، اور دفتری سامان کے ساتھ ساتھ گھریلو سامان کی بھی تلاشی لی گئی۔

۱۵ مارچ سے ۲۵ مارچ تک معمول یہ رہا کہ دن کے وقت مجھے قید تنہائی میں رکھا جاتا اور رات کو تقریباً دس گیارہ بجے تیز روشنی میں بٹھا کر نہایت بدتمیزی سے سوالات کئے جاتے، اس کے بعد مجھے پریشان کرنے کے لئے ایک نیا طریقہ اختیار کیا گیا، حوالات کی پچھلی طرف ایک کھائی تھی اس میں فائر کئے جاتے اور پھر ایک افسر سپاہیوں سے پوچھتا آج کتنے اُتارے؟ سپاہی جواب میں چار یا چھ کہتا اور پھر مجھے کہا جاتا اب آپ کی باری بھی آنے والی ہے، پھر پوچھ گچھ کے لئے یہ طریقہ اختیار کیا گیا کہ مجھے جھکڑی لگا کر ایک تہ خانے میں لے جایا جاتا اور وہاں اوٹ پٹانگ سوالات کر کے پریشان کرنے کی کوشش کی جاتی، اسی دوران ایک بڑا عجیب واقعہ پیش آیا، ایک روز مجھے تہ خانے میں اُتارا جا رہا تھا، جب تین چار سیزہیاں باقی رہ گئیں تو میں نے دیکھا کہ تقریباً ڈیڑھ گز لمبا سانپ پھن پھیلائے فرش پر پڑا ہے، میرے ساتھ آنے والے افسر نے مجھے دھمکی دی کہ اگر میں نے معافی نہ مانگی تو مجھے اس سانپ کے اُوپر ڈال دیا جائے گا، میں نے اپنے حوصلے کو قائم رکھا اور معافی مانگنے سے صاف انکار کر دیا، اس نے مجھے دھکا دینے کی کوشش کی تو میں نے اس کا ہاتھ مضبوطی سے تھام لیا، چنانچہ اتفاق یہ ہوا کہ وہ اپنے ہی زور سے نیچے کی طرف لڑھک گیا اور پھر بدحواسی کے عالم میں اوپر کی طرف بھاگا، میرے ہاتھوں میں جھکڑی لگی ہوئی تھی، جب مجھے حوالات میں بند کرنے کے لئے پولیس کی بارک کے سامنے سے گزارا گیا تو میں نے دیکھا کہ وہ سب

مجھے حیرت سے دیکھ رہے تھے، میں نے اپنے دونوں ہاتھ اُپر اٹھائے اور پھر جھکڑی کو چوم کر آنکھوں سے لگا لیا، میرے ساتھ چلنے والے سپاہیوں نے اس کی وجہ پوچھی تو میں نے انہیں کہا خدا کا شکر ہے کہ میں نے یہ جھکڑیاں کسی اخلاقی جرم کی پاداش میں نہیں پہنیں اور مجھے فخر ہے کہ میں نے آج اللہ کے پیارے حبیب شافع محضر صلی اللہ علیہ وسلم کی ناموس اور عظمت کے تحفظ کی خاطر یہ زیور پہنا ہے، یہ سن کر وہ سپاہی خاصے متاثر ہوئے اور انہوں نے کہا دل تو ہمارے آپ کے ساتھ ہیں لیکن ہم کہ کچھ نہیں سکتے، ملازمت کا معاملہ ہے، میں نے ان سے کہا بڑی فوج بھی یہی کہتی تھی اگر تم مجھے حق پر سمجھتے ہو تو اسوۂ حررضی اللہ عنہ پر عمل کرو، یہ سن کر وہ شرمندہ ہو گئے۔

۳۰ مارچ کو حالات میں سورہا تھا تو میں نے خواب میں دیکھا کہ مغرب کی جانب سے ایک کوا اڑتا ہوا آرہا ہے اور اس کے منہ میں ایک چھوٹا سا سانپ ہے، یہ کوا اڑتا ہوا دوسری سمت چلا گیا، جب میں بیدار ہوا تو اس خواب کا اثر ذہن پر موجود تھا، میں اس خواب کی تعبیر سوچنے لگا، چند لمحے بعد ماشکی گھرے میں پانی ڈالنے کے لئے آیا تو اس نے بتایا کہ خواجہ ناظم الدین کی وزارت ختم ہو گئی ہے، یکم اپریل کو ایک افسر نے آکر مجھ سے کہا کہ آپ کے والد نے معافی مانگ لی ہے اور وہ گھر واپس آ گئے ہیں، لہذا آپ بھی معافی مانگ لیں، میں اس کی چال فوراً سمجھ گیا اور میں نے کہا میں ایک بہادر اور غیور باپ کا بیٹا ہوں، آپ غلط بیانی کر رہے ہیں میرا والد ہرگز معافی نہیں مانگ سکتا، میرا جواب سن کر وہ ناکام واپس چلا گیا۔

۲۱ اپریل سے اذیت کا سلسلہ اور بڑھا دیا گیا، رات دن مجھے قلعے کے مختلف حصوں میں تبدیل کر دیا جاتا، رات کو جگایا جاتا اور تیز روشنی میں بٹھا کر ایک افسر سوال کرتا، ابھی میں اس کا جواب دینے نہ پاتا تھا کہ دوسرا سوال کر دیا جاتا، حالات کے دروازے پر راکفل بردار فوجی ہر وقت موجود رہتے تھے، اگر میں ان سے کوئی بات کرنے کی کوشش کرتا تو وہ گردن ہلا کر معذرت کا اظہار کر دیتے تھے، ماشکی گھرے میں پانی لا کر ڈالتا اور خاموشی سے واپس چلا جاتا، گویا وہ ماحول صم بکلم فہم لا یرجعون کا ساتھ تھا، لیکن حوصلہ اور ہمت اس لئے بلند تھی کہ تاجدار ختم نبوت کی ناموس کا معاملہ تھا، ایک روز میرے اصرار پر ایک پہرے دار فوجی نے بتایا کہ انہیں سختی سے آرڈر ہے کہ میری نقل و حرکت کی نگرانی کی جائے اور میرے ساتھ کوئی بات نہ کی جائے، اس نے بتایا کہ اگر کسی افسر نے اسے میرے ساتھ باتیں کرتے دیکھ لیا تو اس کا کورٹ مارشل ہو جائے گا۔

۷ اپریل کی شب مجھے قلعے کے اندر ایک بڑی حالات میں لے جایا گیا، یہاں مختلف علاقوں کے رضا کار موجود تھے، یہاں پہنچ کر یہ انکشاف ہوا کہ مسجد وزیر خاں میں جو شیلے نعرے لگانے اور سائے کی طرح ہر وقت ہمارے ساتھ رہنے والے رضا کار دراصل سی آئی ڈی کے ملازم تھے، سی آئی ڈی کے کچھ ملازم اس حالات میں بھی ہماری جاسوسی کے لئے موجود تھے، رضا کاروں کے اس اجتماع میں کئی شاسا چہرے بھی تھے، لاہور کے علاوہ راولپنڈی اور کراچی کے وہ کارکن بھی موجود تھے جنہوں نے تحریک میں سرگرم حصہ لیا تھا، یونس پہلوان اور ان کے ساتھیوں سے بھی یہیں ملاقات ہوئی، ایک مدت کے بعد

کارکنوں سے گفتگو کرنے کا موقع نصیب ہوا تھا، چنانچہ ہم سب رات تین بجے تک تحریک کے مختلف پہلوؤں پر بات چیت کرتے رہے، سی آئی ڈی کے ملازم پوری توجہ سے ہماری گفتگو سنتے رہے، لیکن اب چونکہ ان کے چہرے نے نقاب ہو چکے تھے اس لئے ہم نے بڑے محتاط انداز میں باتیں کیں، پھر اچانک ایک پولیس انسپکٹر آیا اور اس نے میرا نام پکارا، پھر اس نے یونس پہلوان اور بلال گنج کے کارکن غلام نبی کا نام بھی پکارا اور کہنے لگا کہ مرگم میں ایک قتل ہوا ہے اور اس میں آپ تینوں کا نام بھی آ رہا ہے، لہذا آپ ہمارے ساتھ چلیں اور اپنی صفائی پیش کریں، ہمیں یہ بات سن کر بہت حیرانی ہوئی اور ہم نے اسے جواباً کہا کہ ہم نو مارچ سے قلعے میں بند ہیں اور باہر کر فیو لگا ہے، قتل کرنے کے لئے ہم کیسے چلے گئے، ہم نے پولیس افسر پر واضح کر دیا کہ ہم رات کے وقت کہیں جانے کو تیار نہیں ہیں اور اگر اس نے کوئی انکوائری کرنی ہے تو صبح آئے، ہمارا جواب سن کر اس نے کہا کہ وہ اپنے افسران بالا کو بتادے گا اور اگر انہوں نے اسی وقت بلایا تو پھر ہمیں بلا حیل و حجت چلنا ہوگا، یہ کہہ کر وہ چلا گیا اور پھر واپس نہیں آیا۔

۱۸ اپریل کو عصر کے بعد ڈی ایس پی، سی آئی اے نے مجھے اپنے دفتر میں بلایا اور کاغذ اور قلم میرے سامنے رکھ دیا اور مجھے کہا کہ میں جو کچھ بھی چاہتا ہوں کاغذ پر لکھ دوں، میں نے اس سے پوچھا کہ اس کی ضرورت کیوں پیش آگئی، تو اس نے جواب میں مغفلات سنانا شروع کر دیں، میں یہ گالیاں برداشت نہ کر سکا اور میں نے اسے کہا آپ میرے ساتھ جو سلوک چاہیں کریں لیکن میرے بزرگوں کو گالی نہ دیں ورنہ آپ کو اس بڑی سخت سزا ملے گی کیوں کہ میرے بزرگوں کا تعلق اہل بیت سے ہے، یہ باتیں سن کر وہ مرعوب سا ہو گیا، اس کے بعد فائرنگ کی آواز آئی اور پھر دوسرا ہی دفتر میں داخل ہوئے، ڈی ایس پی نے ان سے پوچھا آج کتنے اُتارے؟ انہوں نے جواب دیا ”دو“، سپاہی واپس چلے گئے اور پھر فائرنگ کی آواز آنے لگی، ڈی ایس پی نے فون اٹھایا اور پھر وہی سوال دہرایا اب کتنے اُتارے؟ اور پھر اس نے مجھ سے مخاطب ہو کر کہا اب مزید چار افراد کو گولی مار دی گئی ہے، حکومت کے باغیوں کا یہی حشر ہوتا ہے، اور پھر اس نے بڑی لجاجت سے کہا آپ تو شریف آدمی ہیں اس کاغذ پر معافی نامہ لکھ دیجئے ہم آپ کو ابھی رہا کر دیں گے، میں نے اسے جواب دیا کہ جو حکومت ختم نبوت کی منکر ہو اور محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی باغی ہو میں اس سے ہرگز معافی نہیں مانگ سکتا، میرا جواب سن کر اس نے کہا میں اپنے یہی الفاظ کاغذ پر لکھ دوں، چنانچہ میں نے یہ الفاظ کاغذ پر لکھ دیئے، ڈی ایس پی نے یہ عبارت پڑھی تو غصے سے پاگل ہو گیا، اس نے قلم زور سے زمین پر مارا اور کاغذ پھاڑ دیا پھر مجھے مارنے کے لئے کرسی سے اُچھلا، میں بھی اُٹھ کھڑا ہوا اور جلدی میں کرسی کا ٹکیرہ ہی پکڑ سکا، لیکن اس پر اللہ کے فضل سے ایسا رعب طاری ہوا کہ وہ مجھے کچھ کہے بغیر دفتر سے باہر چلا گیا، پھر ایک سپاہی آیا اور اس نے مجھے قلعے کے دروازے کے پاس حوالات میں لے جا کر بند کر دیا، اس روز دو پہر کو مجھے نہ تو کھانا دیا گیا اور نہ ہی پانی مل سکا، ظہر اور عصر کی نماز میں نے تیمم سے ادا کی، مغرب کے وقت مجھے وضو کے لئے پانی دے دیا گیا اور پھر مجھے کھانا بھی

دیا گیا جس میں خلاف معمول پھل بھی تھے، تقریباً نو بجے مجھے ہتھکڑی لگا کر ایک بڑے کمرے میں لایا گیا، یہاں میری ہتھکڑی کھول دی گئی اور پھر مجھے سیدھا کھڑا رہنے کا حکم دیا گیا، تھوڑی دیر کے بعد ایک سپاہی نے میرے بازو پکڑ کر اوپر کر دیئے اور ٹانگیں چوڑی کرنے کو کہا، اسی عالم میں دو تین گھنٹے گزر گئے پھر وہ سپاہی چلا گیا اور اس کی جگہ دوسرا آ گیا، اسی طرح تین تین گھنٹے کے بعد ڈیوٹیاں بدلتی رہیں، جونہی میں ہاتھ ذرا نیچے کرتا ڈیوٹی پر موجود سپاہی فوراً میرا بازو پکڑ کر ہاتھ اوپر کر دیتا، یہ اذیت ناک سلسلہ ساری رات جاری رہا، فجر سے دو گھنٹے قبل میرے پیٹ اور سینے میں شدید درد اٹھا اور میں کراہنے لگا، لیکن ان لوگوں پر اس کا کوئی اثر نہ ہوا، پھر میں نے تہجد کے نفل ادا کرنے کی اجازت مانگی، لیکن اس سے بھی انکار کر دیا گیا، درد سے نجات حاصل کرنے کے لئے میں نے دُرود شریف کا ورد شروع کر دیا، چند ہی لمحے بعد کافی افادہ ہوا، نماز فجر ادا کرنے کی اجازت بھی مجھے نمل سکی، رات کے نو بجے سے صبح گیارہ بجے تک یہی عالم رہا، طبیعت نہایت مضطرب تھی اور تھکاوٹ سے بدن چور چور ہو رہا تھا، میں نے سیدی سرکار غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے استغاثہ کیا اور یہ اشعار پڑھنے شروع کئے:

غوث اعظم بمن بے سرو ساماں مددے

قبلہ دیں مددے کعبہ ایماں مددے

اتنے میں ایک پولیس افسر آیا اور مجھے ہتھکڑی لگا کر حوالات میں لے گیا، یہاں ایک سپاہی کی ڈیوٹی لگا دی گئی کہ وہ مجھے سونے نہ دے، پانی کا گھڑا تو لا کر رکھ دیا گیا مگر کھانا نہ ملا، نماز ظہر کے بعد میں نے داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ کے مزار اقدس کی طرف رخ کیا اور اس شعر کا ورد شروع کر دیا:

گنج بخش فیض عالم مظہر نور خدا

ناقصاں را پیر کامل کلاماں را راہنما

عصر کے بعد وہ سپاہی چلا گیا اور میری آنکھ لگ گئی، خواب میں کیا دیکھتا ہوں کہ ایک بہت بڑا کمرہ ہے جس میں سبز رنگ کی روشنی ہے، اس کمرے کی سیڑھیاں ہیں جس پر والد محترم حضرت علامہ ابو الحسنات (جو اس وقت سکھر جیل میں تھے) کھڑے ہیں، مجھے دیکھ انہوں نے سینے سے لگایا، میں نے ان سے پوچھا آپ کا کیا حال ہے؟ تو انہوں نے جواباً فرمایا مجھے بھی انہوں نے رات بھر کھڑا رکھا ہے، اس گفتگو کے بعد میں اُن سیڑھیوں سے نیچے کمرے میں اترا تو میں نے دیکھا کہ شمالی جانب ایک دروازہ ہے جو کھلا ہوا ہے، میں اس کمرے میں دوڑا تو بیٹھ گیا اتنے میں ایک بزرگ سپید نورانی چہرہ، کشادہ پیشانی، درمیانہ قد، سفید داڑھی، کھلی آستینوں کا سبز کرتہ زیب تن کئے میری طرف تشریف لائے اور پیچھے سے ایک آواز آئی ”سرکار غوث اعظم رضی اللہ عنہ تشریف لارہے ہیں“ میں نے دست بستہ حضرت سے عرض کی، حضور ان کوں نے بہت شک کر رکھا ہے، سرکار غوث اعظم نے میری وہی طرف پشت پر تھکی دی اور فرمایا شاہاں پنا گھبراؤ نہیں، سب ٹھیک ہو جائے

گا، میں نے دوبارہ عرض کی حضور! انہوں نے بہت پریشان کر رکھا ہے، رُخ انور پر مسلسل گفتگو تھی فرمایا کچھ نہیں، سب ٹھیک ہے اور یہ کہ آپ واپس تشریف لے گئے، اس واقعہ کے بعد میرا حوصلہ بہت بلند ہو گیا ورنہ اس رات کی اذیت سے ممکن تھا کہ میں ڈمگکا جاتا، لیکن سرکارِ غوثِ پاک کے روحانی کرم نے مجھے ذہنی اور قلبی سکون سے مالا مال کر دیا، مغرب کے بعد مجھے کھانا دیا گیا اور پھر رات کو کسی نے مجھے پریشان نہیں کیا، دوسرے روز اعلیٰ فوجی افسر راؤ ٹڈر کرتے ہوئے آئے اور انہوں نے مجھ سے پوچھا کوئی تکلیف تو نہیں ہے؟ میں نے انہیں تمام واقعات بتائے، اور انہوں نے میرے سامنے متعلقہ پولیس افسران کی سرزش کی اور کچھ ہدایات جاری کیں، پھر مجھے ایک دوسری حوالات میں منتقل کر دیا گیا جو قدرے بہتر تھی، وہاں میں نے مولانا عبدالستار خاں نیازی کی آواز سنی مولانا تلاوتِ کلامِ پاک فرما رہے تھے، اور میں نے اندازہ لگایا کہ وہ کسی قریبی حوالات میں ہیں، دوپہر کے وقت مجھے ایک بارک میں منتقل کر دیا گیا جہاں سے بالکل سامنے مولانا عبدالستار خاں نیازی تھے، مولانا نیازی نے اشارے سے سلام کیا اور خیریت پوچھی، فاصلہ چونکہ خاصا تھا اس لئے مزید کوئی بات نہ ہو سکی، پھر سی آئی اے کے ایک افسر اعجاز حسین (جو کہ میرے واقف کار تھے اور چوک نواب صاحب میں رہتے تھے) میرے پاس آئے اور انہوں نے مجھے ایک چادر اور کچھ کپڑے دیئے، انہوں نے بتایا کہ یہ کپڑے میرے تایا حافظ غلام احمد نے بھیجے ہیں، اس سے پہلے میرے کپڑے بہت زیادہ پھٹ چکے تھے اور بنیان میں جو کس پڑ گئی تھیں، میں نے ان سے پوچھا کہ کیا آپ کے تایا حافظ صاحب سے ملاقات ہو سکتی ہے؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ کپڑے بھی وہ اپنی ذمہ داری پر لے آئے ہیں ورنہ اس کی بھی اجازت نہیں ہے، مغرب کے بعد میں بیٹھا ہوا تھا کہ معادل میں خیال آیا کہ یہاں خشک روٹی اور چنے کی دال کے سوا کچھ نہیں مل رہا اگر اپنے گھر میں ہوتے تو حسبِ منشا کھانا کھاتے، لیکن دوسرے ہی لمحے خمیر نے ملامت کی اور صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی قربانیوں کا نقشہ آنکھوں کے سامنے آ گیا، میں نے سر نہجہ دھو کر توبہ کی اور اس وسوسے کا ازالہ چاہا، لیکن خدا کی قدرت دیکھئے کہ چند لمحے بعد اندھیرے میں ایک ہاتھ آگے بڑھا اور آواز آئی شاہ جی! یہ لے لو، اور پھر ایک لفافہ مجھے دیا گیا جس میں کچھ پھل اور مٹھائی تھی، میں حیران رہ گیا کہ اتنے سخت پہروں کے باوجود یہ سب کچھ مجھ تک کیسے پہنچ گیا، لیکن میرے دل کو یہ یقین ہو گیا کہ یہ فیبی دعوتِ قاسم عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے میں ملی ہے، وہ پھل اور مٹھائی تین روز تک میں استعمال کرتا رہا۔

دس اپریل کو تقریباً گیارہ بجے مجھے چارج شیٹ دی گئی، میرے خلاف ۲۹ مختلف دفعات کے تحت مقدمات قائم کئے گئے تھے، ان میں قتل و غارت اور فوج میں بد امنی پیدا کرنے کے مقدمات بھی شامل تھے، دوپہر ایک بجے کے قریب مجھے جھٹڑی لگا کر ایک بند گاڑی میں بٹھایا گیا اور بوسٹل جیل کے قریب ایک فوجی عدالت میں پیش کیا گیا، فوجی عدالت میں کیپٹن شفیق نے پولیس افسر سے پوچھا کہ جھٹڑی کیوں لگائی گئی ہے؟ پولیس افسر نے کچھ وضاحت کرنے کی کوشش کی، لیکن اس نے حکم دیا کہ جھٹڑی کھول دی جائے، چنانچہ عدالت ہی میں میری جھٹڑی کھول دی گئی اور پھر مختصر سی عدالتی کارروائی کے بعد مجھے

سنٹرل جیل (شادمان کالونی) پہنچا دیا گیا۔

سنٹرل جیل میں پہنچا تو وہاں ایک میلے کا ساماں تھا، بارکوں کے باہر ہزاروں افراد کا اجتماع تھا، بارکوں میں جگہ ختم ہوجانے کے باعث خاردار تار لگا کر شیعہ رسالت کے پروانوں کو حراست میں رکھا گیا تھا، جیل کے مختلف حصوں میں عجیب کیف و سرور کی محفلیں برپا تھیں، کہیں نعت خوانی ہو رہی ہے تو کہیں ختم نبوت کے موضوع پر تقاریر، کہیں درود و سلام پڑھا جا رہا ہے تو کہیں ذکر واذکار کا غلغلہ ہے، غرض ایک عجیب منظر دیکھنے میں آیا۔

مجھے سی کلاس کی ایک بیرک میں اخلاقی مجرموں کے ساتھ رکھا گیا، دوسرے روز میں نے دیکھا کہ جیل کے گیٹ سے قطار کی صورت میں کچھ لوگ آرہے ہیں، جنہوں نے کندھوں پر بستر اٹھا رکھے تھے، میں آگے بڑھا تو دیکھا کہ ان میں میاں طفیل محمد، مولانا کوثر نیازی، مولانا امین احسن اصلاحی، نصر اللہ خاں عزیز، نقی علی اور جماعت اسلامی کے بہت سے کارکن ہیں، ان حضرات سے علیک سلیک ہوئی اور میں نے پوچھا حضرت! آپ کیسے تشریف لائے، جماعت اسلامی کے ایک سرکردہ رہنما نے جواب دیا، ہم تو گھروں میں بیٹھے ہوئے تھے، ہمیں پکڑ کر لے آئے ہیں، میں نے کہا آپ کا جرم کیا ہے (یعنی کس جرم میں آپ کو پکڑ کر لائے ہیں؟) وہ بولے جرم کا خود ہمیں بھی علم نہیں.....، ان حضرات کو بھی مختلف بارکوں میں جگہ دی گئی۔

جیل کے اندر ہی کچھ فوجی عدالتیں قائم کی گئی تھیں اور جو لوگ یہ تحریر لکھ دیتے تھے کہ ان کا تحریک کے ساتھ کوئی تعلق نہیں، ان کی رہائی فوراً عمل میں آجاتی تھی، باوجودیکہ کافی لوگ اس طرح رہا ہونے میں کامیاب ہو گئے لیکن جیل کی رونق اور ہماہمی میں کوئی خاص فرق نہ آیا تھا، تیسرے روز مولانا عبدالستار خاں نیازی کو بھی قلعے سے سنٹرل جیل میں منتقل کر دیا گیا، مولانا مودودی کو بھی گرفتار کر کے جیل پہنچا دیا گیا، ان دونوں حضرات کو اے کلاس دے دی گئی اور ملاقات پر پابندی عائد کر دی گئی، میرے ساتھ سی کلاس میں اندرون دہلی دروازہ چنگیز گلی کے نتھا پہلوان اور بکی دروازہ کے چند نامی گرامی غنڈوں کو رکھا گیا تھا، ایک روز مجھے جیل میں علم ہوا کہ میرے چچا زاد بھائی علامہ سید محمود احمد رضوی (جو کہ بعد میں مجلس عمل تحریک ختم نبوت ۱۹۷۳ء کے مرکزی جنرل سیکرٹری بنے) کو بھی گرفتار کر کے جیل میں لایا گیا ہے، میں نے مہر محمد حیات ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ جیل سے مطالبہ کیا کہ انہیں میرے ساتھ رکھا جائے، انہوں نے فوراً یہ مطالبہ تسلیم کر لیا، محمود رضوی صاحب مجھے دیکھتے ہی بنگلہ ہو گئے اور میں نے ان کی خیریت دریافت کی، معلوم ہوا کہ پچھیردوں کے مرض مبتلا ہیں، انہوں نے مجھے بتایا کہ سائیکلو سٹائل کے ذریعے جو ہدایات پورے شہر میں پہنچائی جاتی تھیں وہ ان کے قلم سے ہی لکھی جاتی تھیں اور ان کی گرفتاری اسی بنا پر عمل میں آئی ہے، محمود صاحب سے تحریک کی صورت حال اور گھر کی خیریت کا علم ہوا، ہمیں بم کیس کی بارکوں میں رکھا گیا تھا، ہماری قریبی بارکوں میں مولانا غلام محمد ترنم صدر جمعیتہ علمائے پاکستان (مغربی پاکستان) بھی تھے، اور ان سے اکثر ملاقات ہوتی رہتی تھی، انہی بارکوں میں ایک نو سالہ بچہ خالد بھی تھا جس کے خلاف بغاوت، ڈاکہ اور آتش زنی وغیرہ سنگین نوعیت کے مقدمات بنائے

گئے تھے، آٹھ روز بعد فوجی عدالت نے اسے رہا کر دیا۔

مجھے ابھی تک اپنے والد محترم کے بارے میں کوئی اطلاع نہ مل سکی تھی کہ وہ کہاں ہیں اور کس حال میں ہیں، اور نہ ہی میرے متعلق انہیں کوئی علم تھا، البتہ مجھے بعد میں پتہ چلا کہ کراچی جیل میں انہیں میرے قتل کی اطلاع دی گئی تھی، اور سید عطا اللہ شاہ بخاری اور سید مظفر علی شہسی کا بیان ہے کہ چند روز تک تو ہم نے یہ خبر علامہ ابوالحسنات سے چھپائے رکھی اور پھر آخر کار ایک روز ہم نے انہیں بتائی دیا کہ آپ کے صاحبزادے کو کوموت کی نیند سلا دیا گیا ہے، علامہ ابوالحسنات یہ سنتے ہی جبدے میں گر گئے اور انہوں نے فرمایا میرے آقا گنبد خضراء کے یکس صلی اللہ علیہ وسلم کو میرے اکلوتے بیٹے غلیل کی قربانی قبول ہے تو میں بارگاہِ ربی میں سجدہ شکر ادا کرتا ہوں، ناموس رسالت پر ایک غلیل تو کیا میرے ہزاروں فرزند بھی ہوں تو اسوہ شہیری پر عمل کرتے ہوئے سب کو قربان کر دوں، اس کے بعد انہوں نے قرآن پاک کی تفسیر کا آغاز کر دیا، بعد میں والد صاحب کو سکھر جیل منتقل کر دیا گیا تھا، اور خود ان کا بیان ہے کہ جیل میں جب بھی مجھے تمہاری یاد آئی تو میں قرآن پاک کی تفسیر شروع کر دیا کرتا تھا اور اس سے دل کو تسکین ہو جاتی تھی، چنانچہ جیل میں انہوں نے نصف قرآن کی تفسیر مکمل کی اور باقی رہائی کے بعد تحریر فرمائی۔

چارج شیٹ میں فردوس شاہ ڈی ایس پی کے قتل کا الزام مجھ پر اور مولانا عبدالستار خاں نیازی پر عائد کیا گیا تھا، اور اس کی تفصیل یہ بتائی گئی تھی کہ مسجد وزیر خاں میں مولانا عبدالستار خاں نیازی جلسہ عام سے خطاب کر رہے تھے اور صدارت میں کر رہا تھا، فردوس شاہ ڈی ایس پی پولیس کے سپاہیوں کے ساتھ مسجد میں داخل ہوا ہی تھا کہ مولانا نیازی نے کہا ان کٹوں کو مسجد سے نکالو، میں نے صدارت کی کرسی سے کہا جانے نہ پائیں، یہیں ختم کر دو، یہ سن کر تنہا پہلوان اور تقریباً نو دیگر افراد فردوس شاہ پر پل پڑے اور اسے وہیں قتل کر دیا، حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ اس وقت مسجد میں نہ تو کوئی جلسہ ہو رہا تھا اور نہ تقریر، بلکہ ایک جلوس چوہہ بستی بھگت سے نکلا، فردوس شاہ ایک سپاہی کے تحفظ کے لئے آ رہا تھا کہ قتل کر دیا گیا۔

میرے خلاف مقدمہ قتل ایک فوجی عدالت میں چلایا گیا جو کہ سنٹرل جیل اور بوسٹل جیل کے درمیان لگائی گئی تھی، یہ مقدمہ تقریباً ۱۹ روز تک فوجی عدالت میں زیرِ سماعت رہا، حکومت کی طرف سے جو گواہ پیش ہوئے تھے وہ جرح کے دوران پسپے سے شراہور ہو جاتے اور ان کا جسم تھر تھر کاچنے لگتا، مولانا عبدالستار خاں نیازی اور میری طرف سے چودھری نذیر احمد (سابق انارنی جزل) میاں غیاث الدین، رفیق احمد باجوہ، چوہدری کلیم الدین اور چند دیگر وکلاء فوجی عدالت میں پیش ہوئے، چوہدری نذیر احمد جب گواہوں پر جرح کرتے تو گواہوں کی حالت دیدنی ہوتی تھی، ایک گواہ نے اپنے بیان میں کہا کہ فردوس شاہ کی لاش مسجد وزیر خاں کے دروازے پر پڑی تھی اور میں اس کو اٹھا کر چوک وزیر خاں میں لے آیا اور پھر میں نے پولیس کو اطلاع دے دی، اس نے ایک شیشی میں جائے وقوعہ سے لی گئی خون آلود مٹی بھی عدالت میں پیش کی، فوجی عدالت نے جو کہ ایک بریگیڈیر اور دو کرکٹوں پر مشتمل تھی، مجھ سے مسجد وزیر خاں میں جمعہ کا وقت پوچھا جو میں نے بتا دیا اور پھر عدالت نے کہا

کہ وہ خود اگلے روز دس بجے صبح جائے وقوعہ کا معائنہ کرے گی۔

چنانچہ اگلے روز مولانا عبدالستار خاں نیازی اور میں، فوجی عدالت اور چند دیگر افراد کے ہمراہ مسجد وزیر خاں میں آئے، ہمیں دیکھ کر مکانوں کی چھتوں اور مکانوں سے محبان تاجدار ختم نبوت نعرے لگانے لگے اور فوجی عدالت نے اپنی آنکھوں سے ملت اسلامیہ کے جذبات کا مشاہدہ کیا، جب عدالت جائے وقوعہ پر پہنچی تو وہاں پروگاہ کے بیان کے بالکل برعکس مٹی کے بجائے سنگ سرخ کی سیڑھیاں تھیں، ۱۹ روز کی عدالتی کارروائی کے بعد عدالت نے ہمیں مقدمہ قتل سے بری کر دیا۔

بری ہونے کے بعد ہم جیل سے سامان لینے کے لئے گئے تو ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ جیل نے مجھے اور مولانا نیازی کو کہا کہ آپ جلدی سے گھر ہو آئیں کیوں کہ دوبارہ گرفتاری کا خدشہ ہے، چنانچہ ہم سامان لئے بغیر ہی جیل سے چلے آئے، گھر پہنچ کر میں نے غسل کیا اور کپڑے تبدیل کئے اور پھر حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ کے مزار اقدس پر پہنچ کر حاضری دی، واپسی پر دربار شریف کے باہر لوگوں نے گھیر لیا اور پھولوں کے ہار پہنائے، یہاں کئی دوستوں سے بھی ملاقات ہوگئی، مارشل لاء کی پابندیاں اگرچہ کافی نرم ہو چکی تھیں لیکن مارشل لاء کے اثرات ابھی بہت زیادہ باقی تھے، چوراہوں پر فوجیوں نے ریت کی بوریوں سے مورچے بنائے ہوئے تھے، میں دربار شریف سے گھر جانے کے لئے تانگے پر بیٹھا، ابھی تانگہ لوہاری گیٹ تک ہی پہنچا تھا کہ پیچھے سے ایک فوجی جیپ آئی اس نے ہارن دیا اور رکنے کا اشارہ کیا، ایک فوجی افسر نے میرے قریب آکر وارنٹ دکھائے اور کہا تشریف لے آئیے آپ کو دوبارہ گرفتار کیا جا رہا ہے، مجھے چند گھنٹے تھانہ کی گیٹ میں رکھنے کے بعد شاہی قلعے میں پہنچا دیا گیا، اسی روز لوہاری دروازے کے کچھ افراد گرفتار ہو کر آئے تھے اور ان کے پاس گھر کا کھانا بھی موجود تھا، چنانچہ ان کے ساتھ میں نے بھی کھانا کھایا، ایک رات قلعے میں گزارنے کے بعد اگلے روز مجھے سنٹرل جیل پہنچا دیا گیا، مولانا محمود احمد رضوی صاحب کو جیل سے ہسپتال کے ٹی بی وارڈ میں منتقل کر دیا گیا تھا اور ملاقات پر پابندی لگا دی گئی تھی، پھر تقریباً ایک ماہ تک فوجی عدالت میں ۷ مارچ کو مسجد وزیر خاں میں ہونے والی میری تقریر کے خلاف مقدمہ زیر سماعت رہا، اس مقدمہ میں بھی میری پیروی ان وکلاء صاحبان نے ہی کی جو کہ مقدمہ قتل میں پیش ہوئے تھے، اگرچہ سرکاری گواہیاں جرح کے دوران ساقط ہو چکی تھیں لیکن مجھے سات سال قید با مشقت کی سزا سنائی دی گئی اور مجھے جیل میں قیدیوں کا لباس پہنایا گیا، پہلے بان اور چرخے کی مشقت دی گئی، اسی دوران مولانا عبدالستار خاں نیازی (جنہیں دوبارہ گرفتار کر لیا گیا تھا) اور مولانا مودودی کو سزائے موت کا حکم سنایا گیا، مولانا عبدالستار خاں نیازی کو جس وقت سزائے موت سنائی گئی میں فوجی عدالت میں موجود تھا، انہوں نے سزائے موت کا فیصلہ سننے کے بعد گرج کر کہا: بس... اس سے بھی زیادہ کوئی سزا آپ کے پاس ہے تو دے دیجئے، میں ناموس مصطفیٰ کی خاطر سب کچھ برداشت کرنے کو تیار ہوں، مولانا نیازی نے اس موقع پر کچھ اشعار بھی پڑھے، ان کا چہرہ جتھمار ہا تھا اور یوں محسوس ہوا تھا جیسے سزائے موت کا فیصلہ سن کر انہیں ذرہ بھر افسوس بھی نہیں ہوا۔

مجھے سات سال قید با مشقت کی سزا ہوئے تقریباً ایک ہفتہ ہی گزرا تھا کہ فوجی عدالت نے مقدمہ بغاوت کی سماعت شروع کر دی اور سرسری کاروائی کے بعد مجھے سزائے موت کا فیصلہ سنایا گیا، فوجی عدالت کے سربراہ نے فیصلہ پڑھا ”مذموم کو گلے سے اس وقت تک پھانسی پر لٹکا جا جائے جب تک کہ وہ مرنے جائے“، سزائے موت کا فیصلہ سننے کے بعد ایک لمحے کے لئے تو آنکھوں کے سامنے اندھیرا سا چھا گیا لیکن معا بعد آیت کریمہ بل احياءہ ولكن لا تشعرون زبان پر آگئی اور پھر صلی کا یہ عالم تھا کہ جام شہادت نوش کرنے کے لئے طبیعت مجھنے لگی اور جنت کے لہلہاتے ہوئے باغات آنکھوں میں گھومنے لگے، مجھے سزائے موت کے قیدیوں کے لئے مخصوص ”پکی کونٹھی“ میں لا کر بند کر دیا، میں اپنے بخت رسا پرناز کرنے لگا کہ مقام مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے تحفظ کی خاطر جان کی قربانی پیش کرنے کی سعادت حاصل ہونے والی ہے۔

تین روز کے بعد مجھے دوبارہ فوجی عدالت کے سامنے پیش کیا گیا اور اس نے میری سزائے موت چودہ سال قید میں تبدیل کر دی حالانکہ میں نے سزا میں تخفیف کے لئے کوئی اپیل نہ کی تھی، بعد میں مجھے علم ہوا میرے علاوہ مولانا نیازی اور مودودی صاحب کی سزائے موت کے فیصلے کے خلاف افغانستان کے ممتاز روحانی پیشوا ملا شور بازار (کابل)، حضرت مولانا فضل الرحمن مدنی مدظلہ (مدینہ منورہ) کی طرف سے اور دیگر اسلامی ممالک کے گوشے گوشے سے حکومت پاکستان کو تاریں اور قراردادیں موصول ہونا شروع ہو گئی تھیں جن میں ہماری فوری رہائی کا مطالبہ کیا گیا تھا، اندرون ملک بھی بڑا موثر رد عمل ہوا، دوسری طرف مرزائیوں کے سرخیل محمود بشیر کے لڑکے ناصر محمود کورہا کر دیا گیا، سر ظفر اللہ اس وقت وزیر خارجہ تھا اور تحریک کا ایک اہم مقصد مرزائیوں کو کلیدی عہدوں سے ہٹانا بھی تھا، ظفر اللہ نے ذاتی طور پر دلچسپی لے کر ناصر محمود کورہا کروایا اور پاکستان کے طول و عرض میں غم و غصے کی ایک لہر دوڑ گئی، سردار عبدالرب نشتر نے ہماری سزائے موت کو ختم کرانے کے لئے قابل قدر خدمات انجام دیں، خان عبدالقیوم خان اس وقت وزیر داخلہ تھے، انہوں نے تحریک کو کچلنے کے لئے انتہائی تشدد آمیز رویہ اختیار کیا۔

میری سات سال اور چودہ سال کی سزائیں ایک ساتھ ہی شروع ہو گئی تھیں، میں بدستوری کلاس میں تھا جہاں گڑ اور پتے کا ناشہ کرتا پڑتا تھا، دال روٹی کھانے کو ملی تھی، دال نہایت عجیب اور بد مزہ ہوتی تھی اور مسلسل کھانے سے دل اکتا چکا تھا پھر ایک قیدی قمر الدین نے مجھے سالن دینا شروع کر دیا اور یوں گزارہ ہونے لگا، ایک روز میں نے سکھر جیل کے پتے پر والد محترم کو اپنی خیریت کا خط لکھا جس کا جواب مجھے چند روز کے بعد موصول ہو گیا، والد صاحب نے اپنے خط میں لکھا تھا کہ مجھے یہ جان کر بہت افسوس ہوا کہ تم رجبہ شہادت حاصل نہیں کر سکے، لیکن بہر حال یہ جان کر دل کو اطمینان ہوا کہ تم ناموس مصطفیٰ کی خاطر لڑ رہے ہو، خط کے آخر میں لکھا: ”کاش اللہ تعالیٰ میرے بیٹے کی قربانی قبول کر لیتا“۔

چند روز بعد مولانا عبدالستار خان نیازی اور مولانا مودودی کی سزائے موت بھی چودہ سال قید با مشقت میں تبدیل

ہوگئی اور انہیں اسے کلاس کی بارکوں میں تبدیل کر دیا گیا، مجھے بدستوری کلاس میں ہی رکھا گیا تھا، میں اکثر دوپہر کے وقت مشقت سے فارغ ہونے کے بعد مولانا نیازی اور مولانا مودودی سے ملاقات کے لئے ان کی بارک میں چلا جایا کرتا تھا، یہ دونوں حضرات زیادہ وقت پڑھنے لکھنے میں صرف کرتے تھے، دوپہر کے وقت مولانا نصر اللہ خاں عزیز لطائف کی محفل جماتے، ایک روز دوپہر کے وقت میری طبیعت بہت زیادہ خراب ہوگئی، اُٹلیاں اور چکر آنے لگے، میں مولانا مودودی کی بارک میں داخل ہوا تو مولانا نے حسب معمول میری خیریت دریافت کی اور میری طبیعت ناساز پا کر انہوں نے اپنا کام چھوڑ دیا اور فوراً میری بیمار داری میں لگ گئے، انہوں نے جیل کے ڈاکٹر کو بلانے کی کوشش کی لیکن ڈاکٹر موجود نہ تھا، پھر انہوں نے اپنی دواؤں میں سے مجھے دوا دی جس سے میری طبیعت قدرے سنبھل گئی، اس طرح ان کے اخلاق نے مجھے بہت متاثر کیا۔

نصر اللہ خاں عزیز، سید تقی علی اور مودودی صاحب کے دیگر رفقاء جیل میں اکثر مودودی صاحب کی تصنیفات تقسیم کرتے تھے، ایک روز انہوں نے مجھے مولانا کا ایک کتابچہ ”تجدید احیائے دین“ پڑھنے کے لئے دیا، میں نے اسے بغور پڑھا تو معلوم ہوا کہ اس میں اولیاء کرام کی تنقیص کی گئی ہے اور بزرگان دین سے عقیدت کو ہندو ازم سے تعبیر کیا گیا ہے، اس کے علاوہ اس میں اور بھی کئی قابل اعتراض عبارات نظر سے گزریں، پھر ایک روز مجھے مودودی صاحب سے تھیلہ میں گفتگو کا موقع ملا تو میں نے ان سے پوچھا کہ آپ نے اس کتابچہ میں اولیاء کرام کے وجود سے انکار کیا ہے اور ان سے عقیدت کو ہندو ازم سے تعبیر کیا ہے، آپ یہ الفاظ لکھنے میں کس حد تک حق بجانب ہیں؟ انہوں نے جواب دیا ”مجھے تو آج تک کوئی دلی نظر نہیں آیا“ میں نے عرض کی اگر آپ کو کوئی دلی نظر نہیں آیا تو اس بات کی دلیل نہیں کہ دنیا میں کوئی دلی موجود ہی نہیں، اور پھر آپ نے تو کسی نبی یا رسول کو بھی نہیں دیکھا، اللہ تعالیٰ بھی تو کبھی آپ کو نظر نہیں آیا، چنانچہ اگر آپ کا وضع کردہ اصول تسلیم کر لیا جائے تو پھر خدا اور رسول کے وجود سے بھی انکار کرنا پڑے گا، یہ باتیں سن کر مودودی صاحب نے کہا یہ کتابچہ میں نے اس زمانے میں تحریر کیا تھا جب میں تعلیم حاصل کر رہا تھا اور انسان سے غلطی بھی ہو سکتی ہے، میں نے کہا آپ کی اس غلطی سے جو لوگ گمراہ ہوئے ہوں گے ان کا ذمہ دار کون ہے؟ مولانا نے اس سوال کے جواب میں خاموشی اختیار کر لی اور میں نے انہیں کہا قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے اولیاء اللہ کرام کی شان میں واضح طور پر فرمایا ہے الا ان اولیاء اللہ لا خوف علیہم ولا ہم یحزنون اور اس کے علاوہ بھی قرآن پاک میں اولیاء کرام کے متعلق بہت سی آیات موجود ہیں، لہذا آپ کے اس کتابچہ کی اصلاح ہونی چاہئے، مودودی صاحب کچھ جواب دینا چاہتے تھے لیکن اسی اثناء میں ان کے کچھ رفقاء آگئے اور بات دوسری طرف چل نکلی، اس کے بعد بھی ان سے کئی بار نہایت خوشگوار ماحول میں گفتگو کا موقع ملتا رہا۔

ایک روز جیل میں یہ اطلاع ملی کہ کچھ قیدیوں نے جیلر کی توہین کی ہے اور اس جرم کی پاداش میں انہیں محکمی لگا کی جائے گی، ہم اپنی بارک سے اس مقام کے قریب پہنچنے میں کامیاب ہو گئے جہاں پانچ چھ افراد کو نہایت بے دردی سے بید

لگائے گئے، ہم نے چھپ کر یہ سارا منظر اپنی آنکھوں سے دیکھا، ملازموں کے جسم سے گوشت قیے کی طرح کٹ کر فضا میں اڑتا ہوا نظر آیا، اس دردناک واقعہ کی مکمل تفصیل ہم نے لکھ کر ممبران اسمبلی کو ارسال کی اور صوبائی اسمبلی میں حکومت کی طرف سے باقاعدہ یہ یقین دہانی کرائی گئی کہ آئندہ جیل میں کسی ملازم کے ساتھ ایسا وحشیانہ سلوک نہیں کیا جائے گا۔

اسی دوران مولانا احمد علی لاہوری کو ملتان سے سنٹرل جیل لاہور میں منتقل کر دیا گیا، وہ کچھ علیل تھے اس لئے انہیں جیل کے ہسپتال میں داخل کر دیا گیا اور پھر دو روز بعد معلوم ہوا کہ انہیں رہا کر دیا گیا ہے، ان کی رہائی کی کوئی وجہ سمجھ میں نہیں آ رہی تھی، چنانچہ اس سلسلہ میں جیل میں یہ افواہ گردش کرنے لگی کہ وہ معافی مانگ کر رہا ہوئے ہیں۔

۱۹۵۴ء میں حکومت نے ایک انکوائری کمیشن قائم کیا، اس کمیشن کے قیام سے دو روز قبل مجھے جیل میں بی کلاس دے دی گئی اور اب میرا قیام جیل کے اس حصے میں تھا جہاں مولانا عبدالستار خاں نیازی، مولانا مودودی اور نصر اللہ خاں عزیز وغیرہ تھے، انکوائری کمیشن کے قیام کے بعد سکھر جیل میں نظر بند تمام راہنماؤں کو سنٹرل جیل لاہور میں منتقل کر دیا اور ان تمام حضرات کو سنٹرل جیل کے اس حصے میں رکھا گیا جسے دیوانی گھر کہا جاتا ہے، جب میں پہلی بار ان حضرات سے ملاقات کے لئے دیوانی گھر کے دروازے پر پہنچا تو سب سے پہلے سید عطاء اللہ شاہ بخاری سے ملاقات ہوئی، انہوں نے مجھے ”شہید اعظم“ کہہ کر پکارا اور بغل گیر ہو گئے، چند قدم آگے بڑھا تو شیخ حسام الدین اور تاج الدین انصاری سے ملاقات ہوئی، میں نے اپنے والد محترم کے متعلق دریافت کیا تو سید عطاء اللہ شاہ بخاری میرا ہاتھ پکڑ کر مجھے بڑے درخت کی طرف لے گئے جہاں میرے والد محترم ایک چارپائی پر بیٹھے قرآن پاک کی تفسیر لکھ رہے تھے، پہلی نظر میں تو میں انہیں پہچان بھی نہ سکا کیونکہ وہ بہت کمزور ہو گئے تھے اور ہڈیوں کا ڈھانچہ نظر آ رہے تھے، والد محترم نے مجھے دیکھا تو اٹھ کر سینے سے لگا لیا میں نے عرض کی آپ اتنے کمزور کیوں ہو گئے؟ والد محترم نے فرمایا سکھر جیل ستر جیل تھی، ۱۲۵ ڈگری گرمی تھی اور جس بارک میں ہمیں رکھا تھا اس کے اوپر لوہے کی چادریں تھیں، پانی بھی وقت کی پابندی کے ساتھ ملتا تھا، اکثر پسینے سے ہی غسل کر کے تفسیر کا کام شروع کر دیتا تھا۔

قائدین کی آمد کے بعد جیل میں بہت زیادہ رونق اور چہل پہل ہو گئی تھی، اکثر علماء والد محترم سے ملاقات کے لئے آتے رہتے تھے، والد صاحب قبلہ جیل سے ملنے والے راشن سے مٹھائی وغیرہ تیار کر کے گیارہویں شریف کے ختم کا اہتمام کرتے تھے، ایک روز مولانا غلام محمد ترمذی (جنہیں دیوانی گھر سے کچھ فاصلے پر واقع ”بم کیس“ کی بارکوں میں رکھا گیا تھا) معروف اہل حدیث عالم مولانا محمد اسماعیل کا ہاتھ پکڑ کر انہیں والد صاحب کے پاس لے آئے اور انہوں نے ازراہ مذاق فرمایا کہ آج اس دہائی کو گیارہویں شریف کا تبرک کھانا ہے، مولانا اسماعیل ہنستے ہوئے گیارہویں شریف کی محفل میں بیٹھ گئے، ان کے علاوہ عطاء اللہ شاہ بخاری اور کوٹلی دیگر دیوبندی اور دہائی علماء بھی اس محفل میں شریک تھے سوائے مولانا محمد علی جالندھری (ملتان) کے جو بدعت بدعت کی گردان کرتے ہوئے کمرے سے باہر چلے جاتے تھے، اور تبرک لینے سے بھی انکار کرتے

تھے، مولانا اسماعیل صاحب نے فاتحہ خوانی میں شرکت کرنے کے بعد کہا کہ اگر یہی گیارہویں شریف ہے تو آپ میرے گھر روزانہ آئیے اور گیارہویں شریف کی فاتحہ کیجئے، پھر انہوں نے تبرک بھی کھایا اور اس کے بعد وہ اکثر والد صاحب سے علمی گفتگو کرتے رہتے تھے، ایک روز گیارہویں شریف کی محفل میں مودودی صاحب بھی شریک ہوئے اور انہوں نے تبرک بھی کھایا، اس دوران ان کی والد صاحب سے چند علمی موضوعات پر گفتگو بھی ہوئی، شام کو میں مودودی صاحب سے ان کی بارک میں ملا تو وہ مجھے کہنے لگے، مولانا ابوالحسنات سے ملاقات کر کے مجھے بڑی خوشی ہوئی ہے اور ان کے تجربہ علمی نے مجھے بے حد متاثر کیا ہے، میرا ارادہ ہے کہ میں اپنا لٹریچر ان کے سپرد کر دوں تاکہ وہ اس کی اصلاح کر دیں، میں نے مودودی صاحب سے کہا کہ اگر ایسا ہو جائے تو یہ بہت بڑا کام ہوگا۔

دوسرے روز میں والد محترم کی خدمت میں حاضر ہوا تو میں نے مودودی صاحب سے گزشتہ روز کی گفتگو کا ذکر کیا، سید عطاء اللہ شاہ بخاری بھی اس موقع پر موجود تھے انہوں نے کہا یہ سب منافقت ہے مودودی کی کسی بات پر اعتبار نہیں کیا جاسکتا، انہوں نے اس موقع پر مودودی صاحب کی خلاف ورزی بھی بہت سخت الفاظ استعمال کئے اور پھر جیل میں ان کے درکروں نے مودودی صاحب کے خلاف محاذ آرائی شروع کر دی، جیل سے باہر مولانا احمد علی لاہوری نے مودودی صاحب کے خلاف اپنی مہم تیز تر کر دی اور روز نامہ ”نوائے پاکستان“ کے ذریعے پروپیگنڈے کا اچھا خاصہ محاذ قائم کر لیا، لیکن میں بدستور کسی مناسب موقع کی تلاش میں رہا تاکہ مودودی صاحب سے اس کی اصلاح کروائی جاسکے۔

پھر جنرل منیر (لاہور ہائی کورٹ) انکوائری کمیشن نے تحریک ختم نبوت کے مقدمہ کی باقاعدہ سماعت شروع کر دی، عدالت میں مودودی صاحب کا رویہ انتہائی افسوس ناک اور خلاف توقع تھا، انہوں نے یہ موقف اختیار کیا کہ انہیں ڈائریکٹ ایکشن اور تحریک کے دیگر پہلوؤں سے کوئی اتفاق نہیں تھا، اس پر حافظ خادم حسین، مولانا غلام محمد ترم اور حضرت والد محترم نے سخت جرح فرمائی، مودودی صاحب تو یہاں تک کہہ گئے کہ انہوں نے ڈائریکٹ ایکشن کے فیصلے پر دستخط ہی نہیں کئے تھے، لیکن والد صاحب نے کہا کہ ہمارے پاس وہ دستاویز اب بھی موجود ہے جس میں ڈائریکٹ ایکشن کے فیصلے پر آپ نے دستخط کئے تھے، یہ بات سن کر مودودی صاحب نے کہا ہاں میں نے چھوٹے سے دستخط کئے تھے، والد صاحب نے فرمایا تو کیا ہمیں آپ کے دستخطوں کا پورہ لکھوا کر لگا نا چاہئے تھا، مودودی صاحب لا جواب ہو گئے اور والد صاحب نے وہ دستاویز عدالت میں پیش کر دی جس پر ڈائریکٹ ایکشن کا فیصلہ تحریر تھا، مودودی صاحب کے علاوہ کسی راہنما نے اس بات کا انکار نہیں کیا کہ اس نے ڈائریکٹ ایکشن کے فیصلے پر دستخط نہیں کئے تھے۔

بہر حال میں پہلے پہل تو مودودی صاحب کے اخلاق سے بہت متاثر تھا لیکن ان کی اس صریح غلط بیانی اور بزدلانہ روش سے مجھے بڑی مایوسی ہوئی، انکوائری کا سلسلہ جاری رہا لیکن چونکہ ایک سوچی سمجھی سکیم کے تحت یہ کمیشن بٹھایا گیا تھا اس لئے کوئی واضح

نتیجہ سامنے نہ آیا، چنانچہ ممتاز صحافی مرتضیٰ احمد خاں میکش نے اپنی کتاب ”محاسبہ“ میں اس کمشن کی کارکردگی پر تفصیلی تبصرہ کیا اور تمام پہلوؤں کو واضح کیا۔

انکوائری کے دوران ایک روز والد محترم دیوانی گھر میں تشریف فرما تھے، مولانا عبدالحمید بدایونی، سید عطاء اللہ شاہ بخاری، ماسٹر تاج الدین انصاری، شیخ حسام الدین، صاحبزادہ فیض الحسن، سید مظفر علی شمسی اور کچھ دیگر حضرات بھی ان کے قریب آکر بیٹھ گئے، ماسٹر تاج الدین انصاری نے والد صاحب سے کہا حضرت موسم بہار ہے اور مجھے موچی دروازے کی یاد ستا رہی ہے، ہمیں کسی طرح جیل سے باہر جانا چاہئے، حضرت والد صاحب نے فرمایا یہاں ہم ایک عظیم مشن کی تکمیل کے لئے آئے ہوئے ہیں اور پھر میں تو کلام پاک کی تفسیر میں بھی مصروف ہوں باہر جا کر ہم لوگ نہ جانے کن مصروفیات میں الجھ جائیں، آئیے بارگاہ الہی میں دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ اپنے حبیب پاک کے صدقے اس مقدس مقصد کو پورا فرمائے، جس کی خاطر ہم جیل آئے ہیں، سب نے آمین کہی اور پھر والد صاحب نے دعا فرمائی! الہی! اپنے حبیب کریم کے صدقے اس جیل کے قیدیوں کو آزادی کی نعمت سے متنتج فرما، اس جیل کی دیواروں کو گرا دے اور یہاں باغ و بہار بنادے، سب نے اس دعا پر بھی آمین کہی، یہ کچھ ایسی مقبول ساعت تھی کہ آج اس دعا کا ایک ایک لفظ مقبول و منظور ہو کر ہمارے سامنے آ رہا ہے، وہی سنٹرل جیل آج شادمان کالونی میں تبدیل ہو چکی ہے، اس کی اونچی اونچی دیواریں گر چکی ہیں اور جیل کی بارکیں اب باغ و بہار کا نقشہ پیش کر رہی ہیں۔

شادمان کالونی کے مشرقی حصے میں وہ بڑا درخت اب بھی موجود ہے جس کے نیچے یہ دعا کی گئی تھی اور جس کے نیچے بیٹھ کر والد صاحب تفسیر لکھا کرتے تھے، تقریباً ایک سال بعد ہائی کورٹ نے کراچی میں گرفتار ہونے والے تمام رہنماؤں کو رہا کر دیا، لیکن مولانا نیازی، مولانا مودودی اور مجھے رہا نہیں کیا گیا تھا۔

ایک طویل عرصے تک جیل میں رہنے سے تقریباً سبھی حضرات ذیابیطس کے مریض ہو گئے تھے، ادھر عوام کے دلوں میں تحریک کے جذبات ابھی تک موجود تھے لیکن جمہوریت کا گلا گھونٹ دیا گیا تھا اور بے انتہا تشدد کے تحریک کو کچلنے میں کوئی کسر روانہ نہ کی گئی تھی، ہمارے علاوہ تحریک کے دیگر بہت سے رضا کار بھی ابھی تک جیلوں میں تھے، جیل سے رہا ہونے والے زعماء نے اپنے مطالبات کے احیاء کے لئے دہلی دروازے کے باہر ایک عظیم الشان جلسہ کیا، اس جلسہ کی صدارت قبلہ والد صاحب نے کی، اور مختلف رہنماؤں نے اس جلسہ سے خطاب کیا اور تحریک کے حامیوں کی رہائی کا مطالبہ کیا، اس کے تقریباً ڈیڑھ سال بعد (جون ۱۹۵۵ء) میں ایک روز میں نماز عصر کے بعد بیٹھا ہوا تھا کہ اچانک جیل کے ایک آفیسر نے آکر کہا کہ آپ کی رہائی کے آرڈر آئے ہیں، میرے لئے یہ بات خلاف توقع تھی اور پہلے میں نے اسے مذاق ہی سمجھا لیکن پھر جیل کے آفیسر نے چلنے کو کہا تو مولانا نیازی اور مولانا مودودی نے مجھے مبارکباد دی، میری رہائی کے تقریباً چھ سات ماہ بعد مولانا نیازی

اور مولانا مودودی کو بھی رہا کر دیا گیا۔

جیل سے رہائی کے بعد مودودی صاحب نے ایک دعوت کا اہتمام کیا جس میں انہوں نے دیگر معززین شہر کے علاوہ مجھے بھی مدعو کیا، میں نے اس موقع پر مودودی صاحب سے کہا اب حالات معمول پر آچکے ہیں اپنا وعدہ پورا کیجئے اور اپنا سارا لٹریچر مجھے دیجئے تاکہ والد صاحب سے اس کی اصلاح کروادوں، لیکن مولانا مودودی نے ٹالنے کی کوشش کی، میں نے اصرار کیا تو کہنے لگے جیل میں میرا ارادہ تو ہوتا تھا لیکن اب جو چیز چھپ چکی ہے اس کو بدلنا بہت مشکل ہے۔

(بشکریہ، ماہنامہ ”فیضان“ فیصل آباد شمارہ اگست ۱۹۷۸ء، شمارہ ستمبر، اکتوبر ۱۹۷۸ء)

☆☆☆☆

☆☆☆☆

☆☆☆☆



تحریک تحفظ ختم نبوت 1953ء اور

علامہ شاہ احمد نورانی صدیقی رحمۃ اللہ علیہ

محمد احمد ترازوی (ایم اے)

یہ مسئلہ اصول ہے کہ دنیا میں عظمت کی منزلیں عزیمت کی راہ سے گزرنے کے بعد ہی نصیب ہوتی ہیں۔ حق کے راستے میں مصائب و آلام اور مخالفت و مزاحمت کا مردانہ وار مقابلہ کرنے کا نام عزیمت ہے۔ تاریخ دعوت و عزیمت کا ایک ایک ورق ہمارے اسلاف کے کارناموں سے بھرا پڑا ہے۔ جنھوں نے نیکی اور بدی کی معرکے میں اپنے عہد کی یزیدی اور طاغوتی قوتوں کے خلاف جنگ جاری رکھی۔ اور وہ اس راہ میں جان کی بازی لگا کر قیامت تک کیلئے امر ہو گئے۔ رخصت کے بجائے عزیمت کے دشوار گزار راستوں کا انتخاب کرنے والے یہ لوگ ہواؤں کے رخ کے ساتھ نہیں چلتے۔ بلکہ انکے عزم، حوصلے اور قوت ارادی کو دیکھ کے طوفان بھی اپنا رخ بدلنے پر مجبور ہو جاتے ہیں۔ یہ دین اسلام کی تعلیمات ہی ہیں کہ جس کی وجہ سے ہمیشہ تاریخ انسانی میں اہل حق کفر و منافقت اور باطل قوتوں کے خلاف نہ صرف سینہ سپر رہے۔ بلکہ انھوں نے ان طاغوتی قوتوں کا ڈٹ کر مردانہ وار مقابلہ کیا۔ اور اسلام کے پرچم کو کبھی بھی کسی یزیدی دربار میں سرنگوں نہیں ہونے دیا۔ ان کی نظریں ہمیشہ منزل مقصود پر ہوتی ہیں۔ کارواں میں کون شامل ہوا اور کون چلا گیا۔ کس نے کس موڑ پر مجبور یوں کا بہانہ بنایا، مصائب و آلام سے گھبرا کر یا خار دار راہوں میں تھک کر ساتھ چھوڑ دیا۔ نادان دوستوں کی مخالفت، دانا دشمنوں کی تباہ کن سازشیں یا جماعت کی آستنیوں میں بت۔ وہ ان تمام باتوں اور اندیشوں سے مستغنی ہوتے ہیں۔ وہ الزامات کے خارزاروں، مخالفت کی پرخطر گھاٹیوں اور بغض اور حسد کے کانٹوں کی پرواہ کئے بغیر عازم سفر رہتے ہیں۔ انھیں وقت کی کوئی بھی رکاوٹ، اذیت ناک ماحول، حوادث اور ناخوشگوار واقعات لمبے بھر کیلئے بھی بے چین نہیں کرتے، وہ خنداں پیشانی کے ساتھ مسکراہٹیں تقسیم کرتے ہوئے دلوں کو فتح کرتے ہیں۔ اور دنیا کے نقشے بدلتے چلے جاتے ہیں۔ ایسے مردان حق روز بروز پیدا نہیں ہوتے بلکہ بقول علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ

تجھے معلوم بھی ہے کچھ کہ صدیوں کے فکر سے

کلیجہ پھونک کر کرتی ہے فطرت اک بشر پیدا

صدیوں کے الٹ پھیر اور افلاک کی ہزاروں گردشوں کے لٹن سے ایک ایسا دانائے راز پیدا ہوتا ہے جس کی سنگ

راہ سے ریگستانوں کو سیراب کرنے والے ہزاروں خشے پھوٹتے ہیں۔ اس کے نفسِ شعلہ بار سے حرنوں کا پیغام لے کر لاکھوں آفتاب طلوع ہوتے ہیں۔

بیسویں صدی کا آغاز امتِ مسلمہ کیلئے جن بدترین حالات میں ہوا۔ اس کا آج تصور بھی نہیں کیا جاسکتا۔ لیکن اس تاریک دور میں اللہ رب العزت نے اپنے خصوصی فضل و کرم سے ایسے منتخب افراد سے امت کو نوازا جنہوں نے ہر میدان میں چوکھی لڑائی لڑی اور ظلم و استحصالی نظام کا سینہ چیر کر شمعِ رسالت ﷺ کی روشنی کو اس طرح سے پھیلا یا کہ غفلت، غلامی اور مظلومیت کے سائے چھٹ گئے اور احیائے اسلام اور امتِ مسلمہ کی اجتماعی وحدت و عالمگیر قوت کی حیثیت سے ابھرنے کے آثار نو پیدا ہونے لگے۔ موجودہ صدی میں جن نفوسِ قدسیہ سے اللہ تعالیٰ نے یہ کام لیا۔ اُن میں حضرت علامہ شاہ احمد نورانی صدیقی رحمۃ اللہ علیہ کو ایک ممتاز حیثیت اور منفرد مقام حاصل ہے۔

علامہ شاہ احمد نورانی صدیقی علیہ الرحمہ کی ذاتِ مبارکہ صرف پاکستان ہی کیلئے نہیں بلکہ امتِ مسلمہ اور پوری انسانیت کیلئے سرمایہٴ افتخار ہے۔ آپ ایک نادر روزگار مفکر، بے باک قائد، زمانہ ساز مدبر، ایک حیاتِ آفریں شخصیت کے مالک، نئے دور کے نقیب اور سب سے بڑھ کر تسلیم و رضا کے چکر اور سچے عاشقِ رسول ﷺ تھے۔ آپ کی کم و بیش 78 سالہ زندگی دینِ اسلام کے عملی نفاذ، دینی قوتوں اور جمہوری اداروں کی فروغ و بقا، پاکستان کے استحکام و سالمیت اور مسلم وحدت کی مسلسل جدوجہد، احیائے اسلام اور کفر کے خلاف عالم اسلام کی بیداری سے عبارت ہے۔

علامہ شاہ احمد نورانی رحمۃ اللہ علیہ ایسے ہی منتخب مجاہدین میں سے ہیں جنہوں نے عصرِ حاضر میں علمی فکری اور روحانی و مذہبی محاذ پر بھرپور جہاد کیا۔ آپ زوالِ آشنامیتِ اسلامیہ کی نشاۃِ ثانیہ کے علامت اور عصرِ حاضر میں قوت و اقتدار کے بدلے ہوئے معیاروں کو سامنے رکھتے ہوئے زندگی بھر اسلام کے عادلانہ سیاسی، سماجی، ثقافتی اور اقتصادی نظام کے قیام کیلئے مصروفِ جہاد رہے۔ آپ کی تکبیر مسلسل دشت و صحرا، شہر اور بیابانوں میں زندگی بھر صدائے حق بلند کرتی رہی۔ آپ کی ساری زندگی طاغوتی نظام کے علبرداروں کے خلاف ایک چیلنج، بھٹکے ہوئے کارواں کی نقیب، بھولے ہوئے نغموں کی ایک صدا، ملت کے درد کا درماں، بے قرار دلوں کی دھڑکن اور صدیوں کی حرماںِ نصیبی کے بعد ایک امید کی کرن کی مانند رہی۔ آپ نے تشکیکِ اضطراب کہ اس پر فطن دور میں لاکھوں قلوب و اذہان کو ایمان اور یقین کی لازوال دولت سے سرفراز کیا۔ عہدِ حاضر میں آپ نظامِ مصطفیٰ ﷺ کی اصطلاح کے نہ صرف خالق بلکہ قائلہٴ انقلابِ نظامِ مصطفیٰ ﷺ کے عظیم قائد بھی رہے، آپ اُمت کو ماسکو اور دانشکتن کے بجائے گنبدِ خضراء کا راستہ دکھانے والے ہیں۔ آپ فرمایا کرتے تھے ”ہماری منزل اسلام آباد نہیں بلکہ اسلام ہے۔ ہمارے سفر کی منہجائے معراج لندن، پیرس، اور واشنگٹن نہیں بلکہ مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ ہے“ اس لیے آپ نے اقتدار کے بجائے ہمیشہ حزبِ اختلاف کی سیاست کی۔ تحریکِ ختم نبوت 1953ء سے لیکر 11 دسمبر 2003ء تک حزب

اختلاف کی سیاست کا اتنا طویل، حوصلہ شکن، اور صبر آزما سفر کوئی مرد قلندر صاحب عزیمت و استقامت ہی کر سکتا ہے۔ جہاں تاریخ نے لیلائے اقتدار کی بھول بھلیوں میں وقت کے نامی گرامی افراد کو گم ہوتے، اسلام کو اپنی منزل قرار دینے والوں کو اسلام سے جفا کر کے اسلام آباد کے اسٹیشن پر اترتے، اور فوجی آمروں کی آغوش میں وزارتوں کے مزے لیتے دیکھا ہے۔ وہیں تاریخ اس بات کی بھی گواہ ہے کہ علامہ شاہ احمد نورانی رحمۃ اللہ علیہ وہ واحد دیدہ ور، حق پسند و حق آگاہ اور صاحب بصیرت رہنما ہیں۔ جنہوں نے جنرل ایوب خان، جنرل آغا محمد یحییٰ، ذوالفقار علی بھٹو جنرل محمد ضیاء الحق، نواز شریف اور جنرل پرویز مشرف تک ہر آمر و حق کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر کلمہ حق بلند کیا۔ آپ قومی اسمبلی، سینٹ اور عوامی فلور ہر مقام پر بہادر نڈر، بیباک، حق و صداقت اور نہ جھکتے اور بکنے والی قیادت کی علامت تھے۔ زندگی بھر آپ اپنے ہدف اور مشن پر ڈٹے رہے۔ پائے استقامت میں معمولی سی لغزش بھی آپ کو گوارہ نہ تھی۔ لیلائے اقتدار کی غلام گرد شیخ، بھول بھلیاں اور کرکشی غلام مصطفیٰ رحمۃ اللہ علیہ کو اپنے دام فریب میں نہ الجھا سکیں۔ اور وہ دیوانہ مصطفیٰ رحمۃ اللہ علیہ اسوہ خیر کی پیروی کرتا ہوا وقت کے ہر آمر کے دربار میں کلمہ حق بلند کرتا دکھائی دیتا ہے۔ علامہ شاہ احمد نورانی صدیقی رحمۃ اللہ علیہ ایک دیدہ ور، صاحب نظر و بصیرت، زہد و تقویٰ، مظہر صدق و صفا، مرد و حق آگاہ، نابغہ روزگار، عالم با عمل، قائد بے مثال، عالمی مبلغ و داعی، اور امام امت تھے۔ آپ نے فکر و عمل کے وہ چراغ روشن کئے ہیں جو آئندہ صدیوں تک تاریخ راہوں پر مسافران حق کیلئے روشنی بکھیرتے رہیں گے۔ آپ کی کثیر الجہات شخصیت اور خدمات کا دائرہ اس قدر وسیع ہے کہ

عجب تماشہ ہے حسن جانا شروع کروں میں کہاں سے پہلے
کہ ہر اک جلوہ پکارتا ہے یہاں سے پہلے وہاں سے پہلے

علامہ شاہ احمد نورانی صدیقی تحریک تحفظ ختم نبوت 1953ء کا ایک نوجوان سپاہی:

کیم اپریل 1926ء میں مبلغ اسلام سفیر پاکستان حضرت علامہ شاہ عبدالحلیم صدیقی رحمۃ اللہ علیہ کے گھر پیدا ہونے والے اس فرزند ارجمند نے اپنے ایمان، ضمیر اور نسبی تقاضوں کو سامنے رکھ کر احقاق حق اور ابطال باطل کی جو شمع روشن کی وہ احیائے امت کی عالمی تحریک بن کے مشرق و مغرب کے دور دراز گوشوں تک پھیل چکی ہے۔

علامہ شاہ احمد نورانی کا خاندان قومی اور ملی حوالوں سے نمایاں خدمات کی شاندار روایات کا امین ہے۔ آپ کے آباؤ اجداد عرب سے آ کر میرٹھ میں آباد ہوئے۔ میرٹھ یہ وہی شہر ہے۔ جہاں کے حریت پسند غیور مسلمانوں نے انگریزوں کے خلاف 1857ء میں جنگ آزادی کا آغاز کر کے تحریک پاکستان کی بنیاد رکھی۔ علامہ شاہ احمد نورانی کا خاندان میرٹھ کے مشہور علمی اور صوفی گھرانوں میں شمار ہوتا تھا۔ آپ کے دادا شاہ عبدالحکیم میرٹھ کی شاہی مسجد کے خطیب، مبلغ اسلام اور مشہور صوفی شاعر تھے۔ برصغیر کے مشہور ادیب و شاعر مولانا اسماعیل میرٹھی جن کی کتب یو، پی بورڈ میں پڑھائی جاتی ہیں آپ کے دادا کے سگے

بھائی تھے۔ مشہور عالم دین مولانا مختار احمد صدیقی، مولانا بشیر احمد صدیقی، اور مولانا نذیر احمد خوجندی مولانا عبدالعلیم صدیقی کے گئے بھائی ہیں۔ مولانا نورانی کے تایا مولانا نذیر احمد خوجندی صدیقی، بمبئی کی جامع مسجد کے خطیب تھے۔ آپ نے تحریک خلافت میں فعال کردار ادا کیا اور گرفتار ہوئے۔ آپ کے والد علامہ عبدالعلیم صدیقی رحمۃ اللہ علیہ نامور عالم دین اور مبلغ اسلام تھے۔ مولانا عبدالعلیم صدیقی رحمۃ اللہ علیہ کی تبلیغی مساعی سے ساٹھ ہزار (اور دوسری روایت کے مطابق ایک لاکھ) سے زائد غیر مسلموں نے اسلام قبول کیا۔ آپ کی تدفین جنت البقیع میں ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہما کے قدموں میں ہوئی۔

علامہ شاہ احمد نورانی نے ابتدائی تعلیم اپنے والد محترم سے حاصل کی۔ اور آٹھ سال کی عمر میں قرآن مجید حفظ کیا۔ حفظ کے بعد ایک سال تک مدینہ منورہ میں تجوید و قرأت کی تعلیم مشہور قاری الشیخ حسن الشاعر سے حاصل کی۔ 1944ء میں اٹھارہ سال کی عمر میں درس نظامی کی تکمیل کی۔ آپ کی دستار بندی مفتی اعظم ہند فرزند اعلیٰ حضرت مولانا شاہ مصطفیٰ رضا خاں، صدر الافاضل مولانا فہیم الدین مراد آبادی، والد گرامی مبلغ اسلام مولانا عبدالعلیم صدیقی، اور اپنے استاد محترم مولانا غلام جیلانی میرٹھی علیہم الرحمہ نے کی۔ 1945ء میں انیس سال کی عمر میں آپ نے الہ آباد یونیورسٹی سے گریجویشن کی تعلیم مکمل کی اور سیاست میں عملاً حصہ لینا شروع کر دیا۔ 1946ء میں آپ نے مسلم نوجوانوں کی تنظیم ”میشل گارڈ“ کی بنیاد رکھی اور انتخابات میں مسلمانوں کی نمائندہ جماعت مسلم لیگ کی کامیابی کیلئے بھرپور جدوجہد کا آغاز کیا۔ 1947ء میں پہلی مرتبہ سیاست میں حصہ لینے پر ڈیفنس انڈیا رولز کے تحت گرفتار ہوئے اور دو ہفتے کیلئے جیل گئے۔ علامہ شاہ احمد نورانی صدیقی 1948ء میں والد ماجد کے ہمراہ پاکستان تشریف لائے۔ ابتداً جیکب لائن میں رہائش اختیار کی اور بعد میں (وصال سے ایک سال قبل 2002ء تک) کبھی مین مسجد صدر کے برابر فلیٹ میں کرائے پر منتقل ہوئے۔ 1952ء میں آپ نے فرانسیسی زبان کا چھ ماہ کا کورس مکمل کیا۔ 1953ء میں آپ ”ورلڈ مسلم آرگنائزیشن“ کے جنرل سیکرٹری منتخب ہوئے اور مسلسل گیارہ سال تک جنرل سیکرٹری رہے۔ اس تنظیم کے صدر مفتی اعظم فلسطین مفتی امین الحسینی تھے۔ علامہ شاہ احمد نورانی نے دوران طالب علمی ہی قادیانیوں کی اسلام دشمن سازشوں کا گہرا مطالعہ کیا تھا۔ چنانچہ اسی سال آپ نے پاکستان میں قادیانیوں کے خلاف تحریک ختم نبوت میں بھرپور حصہ لے کر پاکستان میں اپنی مذہبی و سیاسی زندگی کا آغاز کیا۔

مولانا شاہ احمد نورانی کے دیرینہ ساتھی اور مجاہد ختم نبوت حضرت صوفی ایاز خاں نیازی رحمۃ اللہ فرماتے تھے کہ ”پر کشش و باکمال شخصیت کے مالک، بزرگوں اور اسلاف کے کمالات سے مزین، نجابت و شرافت کا نمونہ، وقار و جھنکنت کا خزانہ، ظاہری و باطنی لطافت و نفاذ کا مجسمہ، حسن و جمال و فضل و کمال کے عظیم پیکر، عاجزی و انکساری کی اعلیٰ مثال اور با عزت و بادقار زندگی خالی ہاتھ گزرنے والے مولانا شاہ احمد نورانی اپنی ذات کے بارے میں انتہائی کم گو اور منکسر المزاج

ہیں۔ مولانا شاہ احمد نورانی صدیقی کی ساری زندگی اعلائے کلمۃ الحق کی جدوجہد سے عبارت ہے۔ اتحاد امت کی تڑپ، اور بلا کفر میں اشاعت اسلام اور عقیدہ تحفظ ختم نبوت آپ کی زندگی کے بنیادی نصب العین رہے۔ بارہ (12) اور ایک روایت کے مطابق سترہ (17) زبانوں پر عبور رکھنے، اور اپنی پوری زندگی دین اسلام اور پاکستان کی خدمت کرتے ہوئے بے شمار کارنامے انجام دینے والے قائد ملت اسلامیہ مولانا شاہ احمد نورانی صدیقی کی زندگی کے متعدد پہلو آج بھی ایسے ہیں جن پر آپ کی عاجزی، انکساری اور اخلاص کی وجہ سے پردہ پڑا ہوا ہے۔ آپ کی زندگی کے صرف چند گوشے ہی ہمارے سامنے آ سکے ہیں۔

گوکہ مولانا نورانی ذاتی زندگی میں نمود و نمائش کے قائل نہ تھے، اور اپنی نیکیوں اور کارناموں کو منظر عام پر لانا مناسب خیال نہیں کرتے تھے۔ لیکن آپ کی حیرت انگیز جامع الصفات شخصیت اور آپ کی زندگی کے پوشیدہ گوشوں اور کارناموں کو سامنے لانا صاحبان علم و دانش اور آپ کے مصاحبان پر ایک ایسا قرض ہے۔ جس کی ادائیگی کی صورت میں ہی دنیا آپ کی شخصیت اور کارناموں سے صحیح طور پر آگاہ ہو سکتی ہے۔ راقم الحروف اس بات کا گواہ ہے کہ حضرت علامہ شاہ احمد نورانی صدیقی رحمۃ اللہ علیہ نے ناظم اعلیٰ تحریک فدائیان ختم نبوت برادر ام السید عقیل انجم قادری کی موجودگی میں جناب خالد محمود قادری مدیر ”آثار و احوال“، ”الفتح“ اور مصنف ”سچی قیادت“ کو مخاطب کرتے ہوئے ارشاد فرمایا تھا۔ ”آپ نے ہماری تعریف میں بہت زیادہ لکھ دیا ہے۔ اتنا بھی نہیں لکھنا چاہیے تھا۔“

علامہ شاہ احمد نورانی تحریک ختم نبوت 1953ء میں بھرپور کردار ادا کرنے کے باوجود اس تحریک میں آپ کا کام اور خدمات زیادہ نمایاں طور پر سامنے نہیں آسکیں۔ شاید اس کی وجہ یہ ہے کہ چونکہ مولانا شاہ احمد نورانی ان دنوں نوجوان تھے اور تحریک کی قیادت حضرت علامہ ابوالحسنات محمد احمد قادری، بوصالح محمد جعفر بیہ صاحب سرینہ شریف (ڈھاکہ بنگال) علامہ عبدالحمید بدایونی، صاحبزادہ فیض الحسن آلومہاروی، مولانا مرتضیٰ احمد خاں میکش، علامہ سید سعید احمد شاہ کافلی، مولانا ابوداؤد محمد صادق، خواجہ قمر الدین سیالوی، علامہ عبدالستار نیازی، مفتی صاحب داد خان، مولانا عبدالغفور ہزاروی، مولانا غلام محمد ترنم، مولانا غلام دین محمد، مولانا محمد بخش مسلم، وغیرہ جیسے جید حضرات علماء کے پاس تھی۔ اس لیے تاریخ اور مورخ کی یادداشت ایک 26 سالہ نوجوان کی تمام خدمات کو محفوظ نہ رکھ سکی۔ اور تحریک ختم نبوت 1953ء میں آپ کی خدمات اور کارناموں کا بہت سا حصہ گوشہ گمنامی میں چلا گیا۔

ذیل میں ہم نے جنس منیر انکوائری رپورٹ، علامہ شاہ احمد نورانی صدیقی کے انٹرویوز اور معاصرین کی یادداشتوں کی مدد سے کچھ مواد اکٹھا کر کے حضرت کی زندگی کے کچھ گمنام گوشوں کو سامنے لانے کی کوشش کی ہے۔

منیر انکوائری رپورٹ کے مطابق 2، جون 1952ء کو تھیوفیوکل ہال کراچی میں علمائے اکرام کی منعقدہ آل

پاکستان مسلم پارٹیز کانفرنس کے اجلاس میں حکومت کے مرزائیت نواز رجحانات کے باعث آئینی ذرائع سے پراسن جدوجہد کا راستہ اختیار کرنے کیلئے اس کانفرنس میں اہم رہنماؤں پر مشتمل ایک گیارہ رکنی ”علماء بورڈ“ تشکیل دیا گیا۔ جس کے ذمہ آل پاکستان مسلم پارٹیز کنونشن کے اگلے اجلاس کے جملہ انتظامات تھے۔ علامہ شاہ احمد نورانی اس نو تشکیل شدہ علماء بورڈ میں ایک رکن کی حیثیت سے شامل تھے۔ اس وقت آپ کی عمر 26 سال اور تقریباً 2 ماہ تھی۔ اس کم عمری میں علامہ عبدالحامد بدایونی، علامہ مفتی صاحب داد صاحب، سید سلیمان ندوی، مفتی محمد شفیع دیوبندی، مولانا احتشام الحق تھانوی، علامہ محمد یوسف کلکوٹی، مولانا لال حسین اختر، مولانا سلطان احمد، الحاج ہاشم گزدر، اور مولانا جعفر حسین مجتہد جیسے مختلف مکتبہ فکر کے اکابر علماء کے ساتھ آپ کا انتخاب آپ پر علماء کے اعتماد کا مظہر ہے۔

مولانا نورانی کم عمری اور نوجوانی کے باوجود غیر معمولی شخصیت اور قائدانہ صلاحیت کے حامل تھے۔ جس کا اظہار اکابر علماء نے آپ کو علماء بورڈ کا ممبر بنا کر کیا۔ تحریک ختم نبوت 1953ء میں جید علماء و مشائخ اہلسنت کے ساتھ بحیثیت کارکن و ممبر آپ کی موجودگی جہاں آپ کیلئے ایک اعزاز کا درجہ رکھتی ہے۔ وہاں وہ مولانا شاہ احمد نورانی صدیقی کی شکل میں تحریک تحفظ ختم نبوت 1974ء کو قادیانیوں کے خلاف برصغیر کے مسلمانوں کی 90 سالہ تحریک کو منطقی انجام تک پہنچانے والا عظیم قائد بھی فراہم کرتی ہے۔ علامہ شاہ احمد نورانی نے تحریک ختم نبوت 1953ء میں علماء بورڈ کے ممبر اور تحریک کے کارکن کی حیثیت سے اپنے فرائض منصبی احسن طریقے سے انجام دیئے۔ دوران تحریک آپ کا تذکرہ کئی مقامات پر ملتا ہے۔ جو اس بات کا ثبوت ہے کہ آپ نے اس تحریک میں بھرپور کلیدی کردار ادا کرتے ہوئے کراچی میں تحریک کو منظم اور فعال کیا۔

علامہ شاہ احمد نورانی نے علماء بورڈ کے رکن کی حیثیت سے 13 جولائی 1952ء کو کراچی میں جناب الحاج ہاشم گزدر کے گھر پر منعقدہ اجلاس میں شرکت کر کے ”آل پاکستان پارٹیز کنونشن“ کے انعقاد کے پروگرام کو حتمی شکل دینے میں دیگر علماء اکرام کی معاونت فرمائی۔ اس اجلاس میں پاکستان کی چودہ مذہبی جماعتوں جمعیت علمائے پاکستان، جمعیت اہل سنت، حزب اللہ (مشرقی پاکستان)، تنظیم اہلسنت والجماعت، جمعیت علمائے اسلام، مجلس تحفظ ختم نبوت، مجلس احرار اسلام، جمعیت الہدیث، جماعت اسلامی، جمعیت الفلاح، موتمر اہل حدیث پنجاب، سفینۃ المسلمین، جمعیت العربیہ، ادارہ تحفظ حقوق شیعہ کو دعوت نامے جاری کرنے کا فیصلہ بھی کیا گیا۔

مولانا شاہ احمد نورانی 5 اگست 1952ء کو کراچی میں علماء بورڈ کے اہم اجلاس میں بھی شامل تھے۔ جس میں خصوصی طور پر لاہور سے مجلس عمل کے صدر مولانا ابوالحسنات سید محمد احمد قادری کے علاوہ اور مولانا مرتضیٰ احمد خاں میکش، شیخ حسام الدین، اور ماسٹر تاج الدین انصاری بھی تشریف لائے تھے۔ اس اجلاس میں علماء بورڈ نے یہ فیصلہ بھی کیا کہ ”کل پاکستان آل پارٹیز کنونشن“ 15 تا 17 ستمبر 1952ء کو منعقد کیا جائے گا۔ منیر اکھوڑی رپورٹ کے مطابق یہ اجلاس اپنے

پروگرام کے مطابق نہ ہو سکا۔ چنانچہ ملتوی شدہ اجلاس کے آئندہ انعقاد کیلئے 15 دسمبر 1952ء کو علماء بورڈ کے اور اجلاس میں 16 تا 18 جنوری 1953ء کو کراچی میں ”کل پاکستان آل پارٹیز کنونشن“ بلائے کا فیصلہ کیا گیا۔ علماء بورڈ کے رکن ہونے کی حیثیت سے مولانا شاہ احمد نورانی بھی اس اجلاس میں بھی موجود تھے۔

ماسٹر تاج الدین انصاری اپنی یادداشت میں مولانا شاہ احمد نورانی کی موجودگی کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ کہ جولائی 1952ء میں کراچی میں مجلس تحفظ ختم نبوت کی جانب سے روزنامہ زمیندار لاہور کے ایڈیٹر مولانا اختر علی خاں کے اعزاز میں نگار ہوٹل میں ایک عصر اندہ دیا گیا۔ جس میں مقامی مدبران جراند کے علاوہ مولانا عبدالحامد بدایونی، مولانا شاہ احمد نورانی، مفتی شفیع دیوبندی، مولانا احتشام الحق، مولانا تالال حسین اختر، عبدالحیدر سائلک، اور الحاج ہاشم گزدر نے بھی شرکت کی۔

(بحوالہ تحریک ختم نبوت 1953ء ص 199)

مولانا شاہ احمد نورانی اس زمانے میں علامہ عبدالحامد بدایونی کے نائب اور سیکرٹری کے فرائض انجام دینے کے ساتھ ساتھ جمعیت علمائے پاکستان سندھ کے سیکرٹری نشر و اشاعت بھی تھے۔ 1953ء کی تحریک ختم نبوت میں علامہ شاہ احمد نورانی علماء بورڈ کے ممبر ہونے کے علاوہ مجلس عمل تحفظ ختم نبوت سندھ کے جنرل سیکرٹری بھی تھے۔ آپ فرماتے ہیں ”مولانا ابوالحسنات قادری، مولانا عبدالحامد بدایونی، مولانا سید محمد داود غزنوی، سید عطاء اللہ شاہ بخاری، کفایت حسین، سید مظفر علی شمس اور تمام مکاتب فکر کے دیگر علماء اس میں شامل تھے۔ یہ فقیر بھی سندھ کی مجلس عمل کا جنرل سیکرٹری تھا۔ بالآخر اس تحریک کا مرکز مسجد وزیر خان اندرون دہلی دروازہ لاہور بنی۔ جہاں علامہ سید ابوالحسنات قادری خطیب تھے۔ اور کراچی میں جامع مسجد آرام باغ جہاں کے خطیب تاج العلماء مفتی عمر نعیمی رحمۃ اللہ تھے۔ تحریک ختم نبوت کے جانشینوں اور چابازوں کا مرکز بنی ہوئی تھی۔ لاہور میں پہلا مارشل لا لگا۔ سینکڑوں عاشقان مصطفیٰ ﷺ نے سینے پر گولیاں کھائیں۔ اور جام شہادت نوش کیا۔ بیسویں علماء کو پابند سلاسل کیا گیا۔ تین علماء کو سزائے موت کا حکم سنایا گیا۔ جن میں اہلسنت کے دو مقتدر علماء سید غلیل احمد قادری اور مجاہد ختم نبوت علامہ عبدالستار خان نیازی تھے۔ الحمد للہ! نہ کسی نے معافی نامے داخل کئے۔ نہ جان بخشی کی اپیل کی۔ سب نے عزیمت و استقامت کا مظاہرہ کیا۔ اور پرچم نبوت و ناموس مصطفیٰ ﷺ کو بلند رکھا۔“ (انٹرویو مفتی فیب الرحمن۔ ماہنامہ الانعیم کراچی ستمبر 2003)

اس تحریک کے دوران آپ کراچی میں حضرت مولانا عبدالحامد بدایونی رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر جید علماء اکرام کے ساتھ شریک رہے۔ اور گرفتاری دینے کیلئے رضا کاروں کے دستوں کی تیاری اور دیگر انتظامی امور میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ ”آپ روزانہ گرفتاری دینے والے رضا کاروں کو تیار کراتے اور انہیں مخصوص مقامات پر لے جاتے جہاں وہ ختم نبوت کی حمایت اور حکومت کی مخالفت میں مظاہرہ کرتے ہوئے گرفتاری دیتے تھے۔ (عہد رواں کی عثمیری شخصیت۔ مولانا محمد امین نورانی ص

تحریک ختم نبوت 1953ء میں اپنی موجودگی کے حوالے سے آپ فرماتے ہیں ”میں اس زمانے میں پاکستان میں تھا اور کراچی میں اس تحریک کے دوران میں مولانا عبدالحامد بدایونی مرحوم اور دیگر علماء کے ساتھ شریک رہا۔ آرام باغ میں جمعہ کے دن اس مہم کا آغاز کیا گیا۔ اور میں اس میں پیش پیش تھا۔ رضا کاروں کو گرفتاری کیلئے تیار کرنا اور دیگر انتظامی امور میری ذمہ داریوں میں شامل تھے۔“ (عہد رواں کی عقبری شخصیت۔ مولانا محمد امین نورانی ص 87)

قادیانیت پچھلی صدی کا منحوس فتنہ:

مولانا شاہ احمد نورانی سے ایک انٹرویو میں جب یہ سوال پوچھا گیا کہ آپ کو قادیانیت کے رد میں کام کرنے کا احساس کیسے پیدا ہوا اور اس سلسلے میں آپ نے کیا جدوجہد کی۔ تو آپ نے جواب دیتے ہوئے فرمایا۔ ”قادیانیت پچھلی صدی کا منحوس فتنہ ہے۔ جس نے اسلام کے نام پر مسلمانوں کو کافر بنانے کا کام سنبھال رکھا ہے۔ مرزا قادیانی 1908ء میں مرا اور پچھلی صدی کا وہ سب سے بڑا فتنہ پرور شخص تھا۔ اس نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں بے ادبیاں اور گستاخیاں کیں۔ اللہ تعالیٰ کے بارے میں اس کا عقیدہ وہ نہیں جو ایک مسلمان کا ہونا چاہیے۔ اس نے خدا کا وجود اس انداز میں بیان کیا جیسے ہندوؤں وغیرہ کا تصور ہے۔ عقیدہ ختم نبوت کا انکار بارہا کیا۔ اس نے درجنوں دعوے کیے۔ وہ ایک مخبوط الحواس اور فاجر افسل شخص تھا۔ وہ کہتا تھا کہ میں ہی ”محمد اور احمد“ ہوں۔ اس کو بے وقوف، احمق، جاہل اور بے عقل لوگوں نے اپنا سب کچھ مان لیا۔ بلکہ جو کچھ وہ کہتا گیا وہ مانتے گئے۔ اور اس کی وجہ یہ تھی کہ یہ فتنہ ہندوستان میں انگریزوں نے برپا کیا۔ ان کا پیسہ اور پلاننگ تھی۔ یہ انگریز کا خود کا شتہ پودا ہے اور مرزا خود ملکہ برطانیہ کے گن گاتا تھا۔ میرے والد ماجد خلیفہ علیہ الرحمۃ سفیر اسلام مولانا شاہ عبدلعظیم صدیقی میرٹھی رحمۃ اللہ علیہ چونکہ ایک مبلغ و مصلح تھے۔ انہوں نے ساری زندگی خدمت دین میں گزاری۔ جنوبی امریکہ میں انہوں نے مرزائیت کے خلاف جہاد کیا۔ تبلیغ دین کیلئے سب سے پہلے 1935ء میں وہ سرنام جنوبی امریکہ گئے۔ ان کے ہاتھ پر الحمد للہ ایک لاکھ افراد نے اسلام قبول کیا۔

عقیدہ ختم نبوت مسلمانوں کے درمیان ایک متفقہ اور اجتماعی عقیدہ ہے اور سب کا متفقہ فیصلہ ہے کہ ختم نبوت کا منکر کافر اور مرتد ہے۔ اس امت میں فتنہ ارتداد اور فتنہ انکار ختم نبوت کو جڑ سے اکھاڑنے والے سب سے پہلے سچے عاشق رسول حضور ختمی مرتبت ﷺ کے پہلے خلیفہ راشد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تھے۔ انہوں نے ہر مصلحت کو بالائے طاق رکھ کر فتنہ ارتداد فتنہ ختم نبوت کی سرکوبی کی۔ مسلمہ کذاب کے خلاف جنگ یمامہ میں ہزاروں صحابہ کرام شریک ہوئے۔ جن میں سینکڑوں حفاظ قرآن بھی تھے۔ اور بالآخر مسلمہ کذاب کو کیفر کردار تک پہنچایا۔ برصغیر میں متنبی قادیان کے خلاف علماء حق نے کفر ارتداد کے فتویٰ جاری کئے۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی، حضرت پیر سید مہر علی شاہ گولڑوی، مولانا لطف اللہ علی

گروہی، اور دیگر تمام مکاتب کے اکابر علماء نے مرزا غلام احمد قادیانی کی تکفیر کی۔ علماء حق نے مناظرے اور مباہلے کے چیلنج دیئے اور قبول کئے۔ یہی وجہ ہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی محض ایک چھوٹی سی تعداد کو اپنا ہمنوا بنانے میں کامیاب ہو سکا۔ اور امت مسلمہ کا سواد اعظم اس عظیم فتنے میں جتلا ہونے سے محفوظ رہا۔

چونکہ میرے والد کا موضوع رد قادیانیت و مرزائیت تھا۔ اس حوالے سے تو یہ موضوع مجھے ورثے میں ملا۔ اور پھر اس موضوع کا مطالعہ انسان کے ضمیر کو جھنجھوڑتا ہے۔ انسان سوتے سے جاگتا ہے۔ اسے احساس ہوتا ہے، کہ اے مصطفیٰ ﷺ کے غلام، اٹھ اور جاگ، تیرے ہوتے ہوئے تیرے نبی ﷺ کے گستاخ کیسے جرأت و جسارت کے ساتھ دندنارہے ہیں۔ یہ قادیانی سیاہ بخت اللہ کے پیارے محبوب ﷺ کی محبت ختم کر کے ہندوستان کے جھوٹے نبی کی محبت لوگوں کے دلوں میں پیدا کرنا چاہتے ہیں۔ ایسے میں ہر صاحب ایمان کا فرض ہے کہ وہ اٹھ کھڑا ہو اور میدان میں کود پڑے۔ اس فتنہ کی سرکوبی ہر بڑے فریضے سے اہم فریضہ ہے۔ یہ ایسا زہر ہے جو گڑ کی شکل میں کھلانے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ ایسے حالات میں بہت ضروری ہے کہ فتنہ قادیانیت کی سرکوبی کیلئے موثر اقدام اٹھائے جائیں۔ اس فتنے کی سرکوبی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی، حضرت اقدس پیر مہر علی شاہ گولڑوی، امیر ملت پیر جماعت علی شاہ صاحب جیسے ہمارے بزرگوں نے کی۔ اور اس کا محاسبہ کیا۔ بعد میں اور لوگ بھی اس قافلہ میں شامل ہوتے چلے گئے۔ میرے والد ماجد نے سرنام جنوبی امریکہ میں اس فتنے کے خلاف جہاد کیا۔ میں بھی کچھ عرصہ وہاں رہ کر خدمت کرتا رہا۔ قادیانی پاکستان میں ربوہ کو ”منی اسرائیل“ بنانا چاہتے تھے۔ اس سلسلہ میں ہم نے بھی پلاننگ کی اور ہر موڑ پر اس فتنے کا تذکرہ کیا۔ (انکار نورانی۔ صاحبزادہ فیض الرسول رضا نورانی ص 49-50)

تحریک تحفظ ختم نبوت 1953ء میں میری کوشش حقیر سا نذرانہ ہے:

آپ فرماتے ہیں کہ ”میری سیاسی سرگرمیوں کا آغاز سنی عوام کی تنظیم اور مسلم لیگ کی جماعت سے ہوا۔ کیونکہ وہ دور میرا ابطلمی کا بھی تھا۔ اس زمانے میں کوئی واضح شکل میری ذاتی سوچ کی بھی نہیں بن سکتی تھی۔ اسلئے اپنے بزرگوں کی ہتائی اور دکھائی ہوئی راہ پر چلنا کافی تھا۔ قیام پاکستان کے بعد بھی کچھ عرصے تک میں حصول تعلیم میں مصروف رہا۔ پھر والد گرامی کے ساتھ بیرونی ممالک کے تبلیغی اور مطالعاتی دورے کئے۔ والد محترم نے میری تربیت جن خطوط پر کی ان کا لازمی اور منطقی نتیجہ یہی تھا کہ میں بھی باقاعدہ عملی سیاست میں آؤں۔ ادھر ہمارے بزرگوں نے وطن عزیز میں نفاذ اسلام کی جدوجہد شروع کر رکھی تھی۔ آپ جانتے ہیں کہ 1953ء میں قادیانی فرقے کے خلاف ہم نے آواز اٹھائی تھی۔ تو اس میں سب سے توانا آواز ہمارے ہی بزرگوں کی تھی۔ اور اس تحریک میں نوجوانوں کا خون سب سے زیادہ کام آیا۔ اس تحریک کی قیادت ہمارے بزرگ مولانا سید ابوالحسن قادری نے کی۔ اس سے قبل حضرت غزالی زماں سید احمد سعید کاظمی صاحب نے مسلم لیگ کی مجلس عاملہ

کے اجلاس میں ایک باقاعدہ قرارداد پیش کی تھی کہ قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا جائے۔ اس تحریک نے مجھے بھی اپنی طرف متوجہ کیا اور میں نے بھی جان دو عالم ﷺ کے منصب ختم الانبیاء کے تحفظ کیلئے اپنی حقیر سی کوششوں کا نذرانہ پیش کیا۔“ (افکار نورانی صاحبزادہ فیض الرسول رضانورانی ص 231-232)

قادیانیوں کے خلاف اپنی چٹان:

جناب شاہ حسین خان (ریرج اسکا لر علوم اسلامی جامعہ کراچی) اپنے تحقیقی مقالے میں لکھتے ہیں ”قیام پاکستان کے بعد علماء و مشائخ نے 1953ء میں قادیانیوں کے خلاف تحریک چلائی لیکن وہ کامیاب نہ ہو سکی۔ اس کے باوجود علمائے حق نئی حکمت عملی سے اپنی ذمہ داریاں احسن طریقے سے سرانجام دیتے رہے۔ اور ہر محاذ پر قادیانیوں کے سامنے سینہ سپر رہے۔ وہ علماء جنہوں نے حق کی آواز کو تحریک ختم نبوت 1953ء کی ناکامی کے بعد دوبارہ بلند کیا۔ ان میں روشن و تابندہ نام مولانا شاہ احمد نورانی صدیقی کا ہے۔ جنہوں نے عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ کیلئے بھرپور طریقے سے عملی جدوجہد جاری رکھی۔ قادیانیوں کے خلاف تحریک چلائی اور ان کی ہر موڑ پر مخالفت کرتے رہے۔ مولانا کو قادیانیوں کی مخالفت کرنا ورٹے میں ملی تھی۔ ان کے والد مولانا شاہ عبد العلیم صدیقی قادیانیوں کے اہم مخالفین میں سے تھے۔ انہوں نے افریقہ، یورپ، سیلون، انڈونیشیا، ملائیشیا، برما، اور عرب ریاستوں میں قادیانیت کے خلاف مہم چلائی۔ اور ان کے رد میں انگریزی زبان میں کتاب لکھی۔ جس کا نام ”The Mirror“ ہے۔ اس کتاب کا عربی زبان میں ترجمہ ”المرآة“ کے نام سے ہوا۔ اس کتاب کے علاوہ انہوں نے ایک کتاب اردو میں بھی تحریر کی۔ جس کا نام ”مرزائی حقیقت کا اظہار“ ہے۔ اس کتاب کا ملائیشیا کی زبان میں ترجمہ شائع ہوا تو وہاں قادیانیوں کے خلاف زبردست تحریک چلی۔ جس کے بعد ملائیشیا میں قادیانیوں کا داخلہ ممنوع قرار دے دیا گیا۔ چنانچہ مولانا نورانی نے اپنے والد کے نقش قدم پر چلتے ہوئے قادیانیوں کی مخالفت کی اور ہمیشہ ان کے آگے اپنی چٹان کی مانند کھڑے رہے۔ (ماہنامہ پیام حرم کراچی۔ نومبر 2005ء ص 23)

☆☆☆☆

☆☆☆☆

☆☆☆☆

تحریک تحفظ ختم نبوت ۱۹۷۷ء اور

علامہ شاہ احمد نورانی صدیقی رحمۃ اللہ علیہ

محمد احمد ترازوی (ایم اے)

برصغیر پاک و ہند کے خطے کو اللہ تعالیٰ نے اپنے بے پناہ فضل و کرم سے نوازا ہے۔ اور یہ خطہ ہمیشہ سے ہی قدرتی وسائل اور مردم خیزی کی دولت سے مالا مال رہا۔ اوائل اسلام سے لیکر آج تک یہ خطہ زمین جری و بہادر اور اہل علم و فضل کا مرکز رہا۔ تاریخ کے ہر موڑ پر اُمت مسلمہ کی رہبری و رہنمائی کیلئے علماء و مشائخِ باطل کے ناپاک عزائم کو بے نقاب کرتے اور اسکے سامنے بند باندھتے نظر آتے ہیں۔ اس راہ میں کہیں حضرت داتا گنج بخش، سلطان الہند خواجہ معین الدین اجمیری، حضرت بہاؤ الدین ذکریا ملتانی، حضرت مجدد الف ثانی، شاہ رکن عالم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔ خواجہ شمس الدین سیالوی اور حضرت سیدنا خیر سید مہر علی شاہ صاحب جیسے صوفی بزرگ برصغیر کے مسلمانوں میں توحید اور عشق رسالت کی شمع جلاتے ہیں۔ تو دوسری جانب شاہ عبدالحق محدث دہلوی، بطل حریت علامہ فضل حق خیر آبادی، مجاہد اعظم مولانا سید کفایت علی کافی مراد آبادی، مفتی صدر الدین آزرہ، مفتی عنایت احمد کاکوری، مولانا شاہ فضل رسول بدایونی، مفتی لطف اللہ علی گڑھی، محدث ہند سید محمد کچھوچھوی، مولانا شاہ احمد اللہ مدراسی، مولانا عبدالجلیل شہید گڑھی، مولانا فیض احمد بدایونی، بخشی رسول بخش کاکوری، اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی اور آپ کے خلفاء صدر الافاضل مولانا سید نعیم الدین مراد آبادی، شیر پیش اہل سنت مولانا حشمت علی خان، حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خان، مبلغ اسلام سفیر پاکستان علامہ عبدالعلیم صدیقی اور امیر ملت پیر سید جماعت علی شاہ صاحب، مفتی سرحد شائستہ گل، مجاہد ملت علامہ عبدالحمید بدایونی، غازی کشمیر قائد تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء، علامہ ابوالحسنات محمد احمد قادری، مجاہد ملت علامہ عبدالستار خان نیازی، پیر بھر چوڑی شریف پیر عبدالرحیم، پیر آف مائیکی شریف قال اللہ وقال الرسول کا میدان سنبھالتے نظر آتے ہیں۔

ان اکابرین اہل سنت و جماعت میں مبلغ اسلام، فاتح قادیانیت، سپہ سالار اعلیٰ تحریک ختم نبوت ۱۹۷۷ء کا نہ ملت اسلامیہ حضرت علامہ شاہ احمد نورانی صدیقی رحمۃ اللہ علیہ کا نام سرفہرست ہے۔ علامہ شاہ احمد نورانی صدیقی کی زندگی کا مشن ملک خدا داد پاکستان میں نظام مصطفیٰ ﷺ کا نفاذ اور مقام مصطفیٰ ﷺ کا تحفظ تھا۔ آپ آغاز جدوجہد ۱۹۳۵ء سے لیکر زندگی کی آخری سانسوں ۲۰۰۳ء تک اس مقصد کے حصول میں مصروف عمل رہے۔ آپ کی ساری زندگی جہد مسلسل سے عبارت

ہے۔ آپ کی اسلام کی تبلیغ و اشاعت اور تحفظ کی جدوجہد پاکستان سمیت ساری دنیا پر محیط ہے۔ آپ دعوت ارشاد و تزکیہ نفس کی تعلیم دینے والے پیر کامل، میدان سیاست میں حسینی سیاست و کردار کے علمبردار سیاستداں، بین الاقوامی اسلامی دانشور اور مبلغ اور ایک لہجہ عالمی رہنما تھے۔

آج ہمیں زندگی کے ہر میدان میں علامہ شاہ احمد نورانی کی ذات نمایاں نظر آتی ہے۔ آپ نے زندگی بھر کسی موقع پر بھی ظلم و استبداد، کفر و گمراہی، جہالت اور بے انصافی سے مصالحت نہیں کی۔ آپ دین اسلام کی سچائیوں کے سچے علمبردار، بلند فکر اور بلند کردار انسان تھے۔ آپ نے اپنے اسلاف سے ورثہ میں پائی ہوئی خوبیوں کی بدولت کسی بھی مرحلہ پر اپنی تک و دو میں کمی نہیں آنے دی۔ اور اپنے آپ کو اکیسویں صدی کے ترقی یافتہ دور میں قرون اولیٰ کے مسلمان رہنما کی حیثیت سے پیش کیا۔

علامہ شاہ احمد نورانی صدیقی کشادہ پیشانی، نورانی چہرہ، روشن و پر عزم آنکھیں، بارعب و بے ریا اعلیٰ آواز، تصنع و ریاکاری سے عاری، شرافت و وضوح دار کا پیکر، تہمت و الزامات سے پاک و وجود کی شخصیت کے مالک تھے۔ سچ کہا کسی نے کہ ”شراب ہونے والے شجر اُن زرخیز زمینوں اور موزوں موسموں میں پیدا ہوتے ہیں جہاں آسمان بھی ابر رحمت کیلئے فیاض ہوتا ہے“۔

مبلغ اسلام علامہ عبد العظیم صدیقی کے گھر میرٹھ میں پیدا ہونے والے علامہ شاہ احمد نورانی کا سلسلہ نسب والد کی طرف سے ۳۹ ویں اور والدہ کی طرف سے ۳۵ ویں پشت میں تحریک ختم نبوت کے قائد اول حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے جاملتا ہے۔ آپ نجیب الطرفین صدیقی النسل تھے۔ اور آپ کے سیدھے پیر کے انگوٹھے میں صدیقیت کی نشانی تل کی شکل میں موجود تھی۔

خیال و فکری کی سچائیاں بھی شامل ہیں مرے لہو میں مرے شجرہ نسب کی طرح
علامہ شاہ احمد نورانی صدیقی کا شمار پاکستان کی اُن چند نامور شخصیات میں ہوتا ہے۔ جن کا خاندان نسل در نسل لوگوں کو دین کا شعور دیتا چلا آ رہا ہے۔ برصغیر کی تاریخ پر نظر ڈالیں تو ہمیں چند ہی خاندان ایسے دکھائی دیتے ہیں جنکا اوڑھنا بچھونا صرف اسلام تھا۔ وہ ہر وقت دین میں مکمل مغلوب دکھائی دیتے ہیں۔ جس مقام پر بھی رہے شب و روز دین کی خدمت کو اپنا شعار بنائے رکھا۔ مولانا شاہ احمد نورانی کے والد حضرت مولانا عبد العظیم صدیقی نے سفیر اسلام بن کر دنیا میں پھیلے ہوئے جہالت اور گمراہی کے گھٹا ٹوپ اندھیروں میں دی حق کی شمع فروزاں کی۔ عیسائیت کی رہبانیت سے تنگ شراب اور جنسی آلاش میں ڈوبے ہوئے مادر پدر آزاد معاشرے میں سکون کے متلاشی لوگوں کو اسلام کا عالمگیر پیغام امن و سکون پہنچایا۔ جسکی پناہ میں آنے سے رنگ و نسل اور بے راہ روی کے بت پاش پاش ہو جاتے ہیں۔ مولانا نورانی کے خاندان کی تاریخ کا مطالعہ کریں تو برصغیر کی تاریخ کا سچا مورخ اس حقیقت کا برملا اعتراف کرتا دکھائی دیتا ہے کہ شاہی مسجد میرٹھ کے خطیب حضرت مولانا عبد

الحکیم جوش میرٹھی (مولانا نورانی کے دادا) کی اسلام کیلئے وسیع خدمات تھیں۔ اسی طرح ان کے حقیقی بھائی مولانا اسماعیل میرٹھی نے اردو ادب میں اتنا گراں قدر کام کیا کہ ان کی کاوشیں پرائمری سے ایم اے تک کی نصابی کتابوں میں عام ملتی ہیں۔ (بحوالہ ایک عالم ایک سیاستدان مولانا شاہ احمد نورانی ص ۳)

علامہ شاہ احمد نورانی نے ابتدائی تعلیم اپنے والد محترم سے حاصل کی۔ اور آٹھ سال کی عمر میں قرآن مجید حفظ کیا۔ حفظ کے بعد ایک سال تک مدینہ منورہ میں تجوید و قرأت کی تعلیم مشہور قاری الشیخ حسن الشاعر سے حاصل کی۔ ۱۹۴۴ء میں اٹھارہ سال کی عمر میں درس نظامی کی تکمیل کی۔ آپ کی دستار بندی مفتی اعظم ہند فرزند اعلیٰ حضرت مولانا شاہ مصطفیٰ رضا خاں، صدر الافاضل مولانا نعیم الدین مراد آبادی، والد گرامی مبلغ اسلام مولانا عبدالعلیم صدیقی اور اپنے استاذ محترم مولانا غلام جیلانی میرٹھی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے کی۔ ۱۹۴۵ء میں انیس سال کی عمر میں آپ نے الد آباد یونیورسٹی سے گریجویشن کی تعلیم مکمل کی اور سیاست میں عملاً حصہ لینا شروع کر دیا۔ ۱۹۴۶ء میں آپ نے مسلم نوجوانوں کی تنظیم نیشنل گارڈ کی بنیاد رکھی اور انتخابات میں مسلمانوں کی نمائندہ جماعت مسلم لیگ کی کامیابی کیلئے بھرپور جدوجہد کا آغاز کیا۔ ۱۹۴۷ء میں پہلی مرتبہ سیاست میں حصہ لینے پر ڈیفنس انڈیا رولز کے تحت گرفتار ہوئے اور دو ہفتے کیلئے جیل گئے۔ علامہ شاہ احمد نورانی صدیقی ۱۹۴۸ء میں والد ماجد کے ہمراہ پاکستان تشریف لائے۔ ابتداً جیکب لائن میں رہائش اختیار کی اور بعد میں (وصال سے ایک سال قبل ۲۰۰۲ء تک) کبھی مین مسجد کے برابر فلیٹ میں کرائے پر منتقل ہوئے۔ ۱۹۵۲ء میں آپ نے فرانسیسی زبان کا چھ ماہ کا کورس مکمل کیا۔ ۱۹۵۳ء میں آپ ”رولڈ مسلم آرگنائزیشن“ کے جنرل سیکرٹری منتخب ہوئے اور مسلسل گیارہ سال تک جنرل سیکرٹری رہے۔ اس تنظیم کے صدر مفتی اعظم قلیطین مفتی امین الحسنی تھے۔ علامہ شاہ احمد نورانی نے دوران طالب علمی ہی قادیانیوں کی اسلام دشمن سازشوں کا گہرا مطالعہ کیا تھا۔ چنانچہ اسی سال آپ نے پاکستان میں قادیانیوں کے خلاف تحریک ختم نبوت میں بھرپور حصہ لیکر پاکستان میں اپنی مذہبی و سیاسی زندگی کا آغاز کیا۔

ایک موقع پر جب مولانا شاہ احمد نورانی سے ایک انٹرویو میں یہ سوال پوچھا گیا کہ آپ کو قادیانیت کے رد میں کام کرنے کا احساس کیسے پیدا ہوا اور اس سلسلے میں آپ نے کیا جدوجہد کی تو آپ نے جواب دیتے ہوئے فرمایا!

”قادیانیت پچھلی صدی کا منحوس فتنہ ہے۔ جس نے اسلام کے نام پر مسلمانوں کو کافر بنانے کا کام سنبھال رکھا ہے۔ مرزا قادیانی ۱۹۰۸ء میں مرا اور پچھلی صدی کا وہ سب سے بڑا فتنہ پرور شخص تھا۔ اس نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں بے ادبیاں اور گستاخیاں کیں۔ اللہ تعالیٰ کے بارے میں اس کا عقیدہ وہ نہیں جو ایک مسلمان کا ہونا چاہیے۔ اس نے خدا کا وجود اس انداز میں بیان کیا جیسے ہندوؤں وغیرہ کا تصور ہے۔ عقیدہ ختم نبوت کا بار ہا انکار کیا۔ اس نے

درجنوں دعوے کیے۔ وہ ایک مجبوظ الحواس اور قاتر العقل شخص تھا۔ وہ کہتا تھا کہ میں ہی محمد اور احمد ہوں۔ اس بیوقوف، احمق، جاہل اور بے عقل لوگوں نے اپنا سب کچھ مان لیا۔ بلکہ جو کچھ وہ بکتا گیا وہ مانتے گئے۔ اور اسکی وجہ یہ تھی کہ یہ فتنہ ہندوستان میں انگریزوں نے برپا کیا۔ ان کا پیسہ اور پلانگ تھی۔ یہ انگریز کا خود کاشتہ پودا ہے اور مرزا خود ملکہ برطانیہ کے گن گاتا تھا۔ میرے والد ماجد خلیفہ اعلیٰ حضرت سفیر اسلام مولانا شاہ عبدالحلیم صدیقی میرٹھی رحمۃ اللہ علیہ چونکہ ایک مبلغ و مصلح تھے۔ انہوں نے ساری زندگی خدمت دین میں گزاری۔ جنوبی امریکہ میں انہوں نے مرزائیت کے خلاف جہاد کیا۔ تبلیغ دین کیلئے سب سے پہلے ۱۹۳۵ء میں وہ سرینام جنوبی امریکہ گئے۔ ان کے ہاتھ پر الحمد للہ ایک لاکھ افراد نے اسلام قبول کیا۔ عقیدہ ختم نبوت مسلمانوں کے درمیان ایک متفقہ اور اجتماعی عقیدہ ہے اور سب کا متفقہ فیصلہ ہے کہ ختم نبوت کا منکر کافر اور مرتد ہے۔ اس اُمت میں فتنہ ارتداد اور فتنہ انکار ختم نبوت کو جڑ سے اکھاڑنے والے سب سے پہلے سچے عاشق رسول حضور ختمی مرتبت ﷺ کے پہلے خلیفہ راشد حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ تھے۔ انہوں نے ہر مصلحت کو بالائے طاق رکھ کر فتنہ ارتداد و فتنہ ختم نبوت کی سرکوبی کی۔ مسیلہ کذاب کے خلاف جنگ یمامہ میں ہزاروں صحابہ کرام شریک ہوئے۔ جن میں سینکڑوں حفاظ قرآن بھی تھے۔ اور بالآخر مسیلہ کذاب کو کفر کردار تک پہنچایا۔ برصغیر میں محتسب قادیان کے خلاف علماء حق نے کفر و ارتداد کے فتاویٰ جاری کیے۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی، حضرت پیر سید مہر علی شاہ گولڑوی، مولانا لطف اللہ علی گڑھی اور دیگر علماء کرام نے مرزا غلام احمد قادیانی کی تکفیر کی۔ علماء حق نے مناظرے اور مباہلے کے چیلنج دیئے اور قبول کیے۔ یہی وجہ ہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی محض ایک چھوٹی سی تعداد کو اپنا ہمنوا بنانے میں کامیاب ہو سکا۔ اور اُمت مسلمہ کا سوا عظیم اس عظیم فتنے میں مبتلا ہونے سے محفوظ رہا۔ چونکہ میرے والد کا موضوع رد قادیانیت و مرزائیت تھا اس حوالے سے تو یہ موضوع مجھے ورثے میں ملا ہے۔ پھر اس موضوع کا مطالعہ انسان کے ضمیر کو جھنجھوڑتا ہے۔ انسان سوتے سے جاگتا ہے اسے احساس ہوتا ہے کہ اے مصطفیٰ ﷺ کے غلام اٹھ اور جاگ تیرے ہوتے نبی ﷺ کے گستاخ کیسے جرأت و جسارت کیساتھ دندنا رہے ہیں۔ یہ قادیانی سیاہ بخت اللہ کے پیارے محبوب ﷺ

کی محبت ختم کر کے ہندوستان کے جموٹے نبی کی محبت لوگوں کے دلوں میں پیدا کرنا چاہتے ہیں۔ ایسے میں ہر صاحب ایمان کا فرض ہے کہ وہ اٹھ کھڑا ہو اور میدان میں کود پڑے۔ اس فتنے کی سرکوبی ہر بڑے فریضے سے اہم فریضہ ہے۔ یہ ایسا زہر ہے جو گڑ کی شکل میں کھلانے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ ایسے حالات میں بہت ضروری ہے کہ فتنہ قادیانیت کی سرکوبی کیلئے مؤثر اقدام اٹھائے جائیں۔ اس فتنے کی سرکوبی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی، حضرت پیر سید مہر علی شاہ گولڑی، امیر ملت پیر سید جماعت علی شاہ صاحب جیسے ہمارے بزرگوں نے کی۔ اور اس کا محاسبہ کیا۔ بعد میں اور لوگ بھی اس قافلہ میں شامل ہوتے چلے گئے۔ میرے والد ماجد نے سر نیام میں جنوبی امریکہ میں اس فتنہ کے خلاف جہاد کیا۔ میں بھی کچھ عرصہ وہاں رہ کر خدمت کرتا رہا۔ قادیانی پاکستان میں ربوہ کوٹنی اسرائیل بنانا چاہتے تھے۔ اس سلسلہ میں ہم نے بھی پلاننگ کی اور ہر موڑ پر اس فتنے کا تدارک کیا۔ (افکار نورانی از صاحبزادہ فیض الرسول رضا نورانی ص ۳۹، ۵۰)

علامہ شاہ احمد نورانی نے اپنے والد محترم علامہ عبدالعظیم صدیقی رحمۃ اللہ علیہ کے تبلیغی مشن کو اپنی زندگی کا مقصد بنالیا اور والد صاحب کی زندگی ہی میں ان کے ساتھ تبلیغی دوروں پر جانے لگے تھے۔ ۱۹۵۴ء میں علامہ عبدالعظیم صدیقی رحمۃ اللہ علیہ کے انتقال کے بعد آپ نے اپنے والد کے تبلیغی مشن سے باقاعدہ وابستگی اختیار کر لی اور اپنے والد کے مشن کو بہتر طریقے سے سرانجام دینے کا عزم کر کے اس سے وابستہ ہو گئے۔ ۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت کے بعد سے لیکر ۱۹۶۹ء تک آپ نے اپنا زیادہ تر وقت بیرون ملک تبلیغی دوروں میں گزارا۔ اور اس دوران علامہ شاہ احمد نورانی نے اشاعت اسلام کیساتھ ساتھ قادیانیوں کی سرگرمیوں کا بھی نہایت باریک بینی سے جائزہ لیا۔ آپ پر یہ حقیقت منکشف ہو چکی تھی کہ قادیانیت اسلام کے خلاف یہود و نصاریٰ کی ایک منظم سازش ہے۔ ان تبلیغی دوروں کے دوران قادیانی اسرائیل گٹھ جوڑ اور مرزائی انگریز تعلقات خصوصی طور پر آپ کے زیر مطالعہ رہے۔ آپ بالخصوص بیرون ملک قادیانیوں کی خطرناک سرگرمیوں اور عزائم سے مسلمانوں کو آگاہ کرتے رہے۔

۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت کے بعد سے لیکر ۱۹۶۹ء تک تقریباً سولہ سال کے عرصے میں آپ نے زیادہ تر وقت بیرون ملک تبلیغی دوروں میں گزارا۔ اس دوران آپ اسلام کی ترویج و اشاعت اور فتنہ قادیانیت کے رد اور اسکے خلاف محاسبے کی سرگرمیوں میں مصروف رہے۔ ان ہی مصروفیات کے دوران آپ کی مدینہ منورہ میں شادی ہو گئی۔ جس کی وجہ سے آپ نے مدینہ منورہ میں رہائش اختیار کر لی اور آپ کا پاکستان آنا جان کم ہو گیا۔ ادھر پاکستان سے جانے والے علماء کرام جب زیارت

مدینہ کے لیے مدینہ منورہ حاضر ہوتے تو آپ سے بھی ملاقات کرتے۔ وہ آپ سے پاکستان میں اہل سنت کی حالت زار اور قیادت کے فقدان کا تذکرہ کر کے اصرار کرتے کہ آپ کی پاکستان میں زیادہ ضرورت ہے۔ حضرت آپ پاکستان تشریف لائیں۔ یہ اصرار روز بروز بڑھتا جا رہا تھا۔ حضرت خواجہ قمر الدین سیالوی رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر علمائے اہل سنت پہلے ہی آپ سے پاکستان آنے کی درخواست کر چکے تھے۔ جب آپ کے قریبی دوستوں میاں جمیل احمد شرقپوری (سجادہ نشین شرقپور) اور پیر سید حامد حسین شاہ نے بھی آپ کے پاکستان واپس آنے پر زور دیا تو آپ نے وطن عزیز میں اہل سنت و جماعت کی مذہبی و سیاسی ناگفتہ بہ حالت کو محسوس کرتے ہوئے قطب مدینہ مولانا ضیاء الدین مدنی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہو کر ساری صورتحال بیان کی۔ جس پر حضرت مولانا ضیاء الدین مدنی رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو حکم دیا کہ پاکستان جائیے وہاں آپ کی اشد ضرورت ہے وہاں جا کر دین و ملت کی خدمت کیجئے۔

چنانچہ علامہ شاہ احمد نورانی ۱۹۶۹ء میں پاکستان تشریف لائے۔ اور آپ نے تبلیغی سرگرمیوں کیساتھ ساتھ سیاست میں بھی سرگرم حصہ لینا شروع کیا۔ یہ وہ دور تھا جب علماء و مشائخ کے بارے میں یہ تاثر عام تھا کہ وہ حکومت کی کاسرے لیس کے علاوہ کچھ نہیں کر سکتے اور ان میں حکومت سے اختلاف رائے کی جرأت نہیں ہے۔ پاکستان آنے کے بعد آپ نے اپنا سب سے پہلا بیان قادیانیوں کے بارے میں جاری کیا۔ آپ نے پاکستان کے صدر جنرل یحییٰ خان کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا!

”تمہارا قادیانی مشیر ایم ایم احمد پاکستان کی معیشت کو تباہ کر رہا ہے۔ جس کے نتیجے میں مشرقی پاکستان ہمارے ہاتھ سے نکل سکتا ہے۔“ (ماہنامہ ضیائے حرم ختم نبوت نمبر دسمبر ۱۹۷۴ء)

علامہ شاہ احمد نورانی صدیقی کے مندرجہ بالا قول کو مد نظر رکھ کر آپ کی تمام زندگی پر نظر دوڑائی جائے تو یہ کہنا بالکل بجا معلوم ہوتا ہے کہ قدرت نے علامہ شاہ احمد نورانی صدیقی کو وطن واپس اسی مقصد کے لیے بھیجا تا کہ آپ اہلیان پاکستان کو آنے والے عظیم طوفان ”مستوط ذہاکہ“ سے آگاہ کر سکیں اور قادیانیوں کے خلاف امت مسلمہ کی نوے سالہ جدوجہد کو اپنے منطقی انجام تک پہنچانے کا فریضہ سرانجام دیں سکیں۔

جنوری ۱۹۷۰ء میں سرگودھا اجلاس میں جمعیت علمائے پاکستان کی مجلس شوریٰ نے متفقہ طور پر علامہ شاہ احمد نورانی کو قومی اسمبلی کا پارلیمانی لیڈر منتخب کیا۔ جناب پروفیسر شاہ فرید الحق سندھ اسمبلی کیلئے اور جناب ناصر بلوچ پنجاب اسمبلی میں پارلیمانی لیڈر منتخب کیے گئے۔ اس اجلاس میں فیصلہ کیا گیا کہ جمعیت علمائے پاکستان حزب اختلاف کی سیٹوں پر بیٹھ کر اپوزیشن کا مثبت کردار ادا کرے گی اور ملک میں سوشلزم اور لادینی نظریات کے خلاف نظام مصطفیٰ ﷺ کے نفاذ کی جدوجہد جاری رکھے گی۔ (پمفلٹ جمعیت علمائے پاکستان از رشید احمد رضوی شعبہ نشر و اشاعت پنجاب)

۱۳ اپریل ۱۹۷۲ء کو ذوالفقار علی بھٹو نے مارشل لاء کے زیر سایہ آئین ساز اسمبلی کے افتتاحی اجلاس سے قبل آئین ساز اسمبلی کے وضع کردہ آئین کی تشکیل تک ایک عبوری آئین نافذ کیا۔ ۱۵ اپریل ۱۹۷۲ء کو قومی اسمبلی کا سر روزہ افتتاحی اجلاس شروع ہوا جس میں علامہ شاہ احمد نورانی نے اجلاس کے پہلے روز ہی جمعیت علمائے پاکستان کے پارلیمانی قائد کی حیثیت سے عبوری آئین کے حوالے سے عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ کو اپنا موضوع بنایا۔ پاکستان کی تاریخ میں قومی اسمبلی کے اندر عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ میں بلند ہونے والی یہ پہلی آواز تھی۔ آپ نے ایک سچے عاشق رسول ہونے کی حیثیت سے بے خطر ناموس رسالت ﷺ کی حفاظت کا حق ادا کیا۔ اور قومی اسمبلی میں تاریخ ساز خطاب کرتے ہوئے فرمایا!

”جو آئین ہمارے سامنے عہد فریم میں سجا کر پیش کر دیا گیا ہے اس میں اسلام کو قطعاً کوئی تحفظ نہیں دیا گیا۔ میں اس دستور کو اس معزز ایوان کیلئے قابل قبول نہیں سمجھتا اور اس دستور کی مخالفت کرتا ہوں۔ اگر اس دستور کو نافذ ہی کرتا ہے تو وہ دفعات جو اسکے اندر اسلام کے متعلق ہیں ان دفعات کے متعلق کسی کمیٹی کے سامنے میں بیان دے سکتا ہوں۔ یہاں بہت سے عالم موجود ہیں وہ بھی بیان دیں گے۔ اسلام کے مطابق دستور بنانے میں تعاون کریں اور ان دفعات کی تصحیح کی جائے جو اسلام کے خلاف ہیں۔ پھر اسی عارضی دستور میں ترامیم کر دی جائیں تب یہ قابل قبول ہو سکتا ہے۔“

آپ نے مزید فرمایا!

”اس دستور میں کوئی اسلامی روح کارفرما نہیں ہے۔ حکومت کی تمام نیک نیتی کے باوجود اس عبوری آئین سے کچھ حاصل نہیں ہو سکتا۔ چونکہ اس میں وہ تاریخیں متعین نہیں کی گئیں ہیں۔ جس تاریخ کو بینکوں کے سود، شراب، ٹائٹ کلب اور اس قسم کی دوسری چیزوں سے قوم کو نجات ملے گی۔ ستم ظریفی یہ کہ دوسری اصلاحات تو حکومت نہایت عجلت میں نافذ کرتی جا رہی ہے۔ لیکن جو برائیاں معاشرے کو گھن کی طرح چاٹ رہی ہیں انکو دور کرنے کا وقت متعین نہیں کیا گیا۔“

علامہ شاہ احمد نورانی صدیقی نے قومی اسمبلی میں اپنے اس اولین خطاب میں آئین کے اندر مسلمان کی تعریف شامل کرنے کا پرزور مطالبہ کیا۔ آپ کے اس مطالبے کا مقصد پاکستان کے اس اعلیٰ ترین انتظامی منصب پر عقیدہ ختم نبوت کے مخالف قادیانیوں اور غیر مسلموں کے فائز ہونے کے امکانات کا ہمیشہ ہمیشہ کے لیے خاتمہ تھا۔ علامہ شاہ احمد نورانی کا آئین میں مسلمان کی تعریف شامل کرنے کا مطالبہ دراصل قادیانیوں کو کافر اور غیر مسلم اقلیت قرار دینے کی تحریک کا نقطہ آغاز اور ۱۹۷۲ء

کی تحریک ختم نبوت کی بنیادی اساس تھا۔

مولانا شاہ احمد نورانی نے دستور میں مسلمان کی تعریف کا حوالہ دیتے ہوئے کہا کہ!

”اس میں لکھا ہے کہ پاکستان کا صدر مسلمان ہوگا مگر مسلمان کی تعریف کوئی نہیں جانتا کہ کیا ہے؟ ہر شخص مسلمان بننے کی کوشش کرتا ہے۔ ملک میں اسلام کے بدترین دشمن موجود ہیں۔ وہ مسلمان بنگر یہاں حکمران بن سکتے ہیں اور چور دروازے سے حکومت کرنے کیلئے وہ یہاں آسکتے ہیں۔ اس لیے میں مسلمان کی تعریف کروں گا جو شخص اللہ تعالیٰ کی وحدانیت پر یقین رکھتا ہو اور حضور انور ﷺ کے آخری نبی ہونے کا یقین رکھتا ہو وہ مسلمان ہے۔“

مگر بن عقیہ ختم نبوت کے بارے میں علامہ شاہ احمد نورانی کا ہمیشہ سے یہی موقف رہا ہے کہ وہ دائرہ اسلام سے خارج ہیں اور وہ پاکستان کی سالمیت و یکجہتی کے شدید ترین دشمن ہیں۔ اور انکی سرگرمیاں پاکستان کی سالمیت کیلئے خطرناک ہیں۔ اس لیے آپ نے اپنے پہلے ہی خطاب میں اس عقیدے کے تحفظ پر اظہار خیال کیا اور اسے قانونی تحفظ دینے کیلئے آئین میں مسلمان کی تعریف درج کرنے کی اہمیت پر زور دیا۔ آپ نے جب غیر مسلموں کی فہرست میں مرزا غلام احمد قادیانی کے پیروکاروں اور کمیونسٹوں کا نام لیا تو برسرِ اقتدار پارٹی کے اراکین میں کھلبلی مچ گئی۔ اور انہوں نے آپ کے خطاب میں مداخلت شروع کر دی۔ لیکن آپ نے پیپلز پارٹی کے بعض اراکین کی مداخلت کے باوجود اپنا خطاب جاری رکھا اور سپیکر کو مخاطب کرتے ہوئے کہا!

”جناب اسپیکر میں نے سوشلسٹ نہیں کہا کیونٹ کیا ہے۔ اگر کوئی کمیونسٹ ہے تو وہ بھی صدر مملکت بننے کے قابل نہیں ہے۔ سوشلسٹ اگر کمیونسٹ ہے تو وہ بھی اس قابل نہیں۔ دستور میں مسلمان کی تعریف نہیں ہے اور جو لوگ جو را کر مہ ﷺ کو آخری نبی نہیں مانتے ہم انکو مسلمان ہی نہیں سمجھتے تو پھر یہ کیسے چور دروازے سے آکر اسلام کے نام پر حکمران بن سکتے ہیں اور تباہی کا سامان پیدا کر سکتے ہیں۔ میں وزیر قانون کی خدمت میں عرض کروں گا کہ دستور وہ ہو جو اسلام کے عین مطابق ہو یہ آئین وزیر قانون کے نزدیک صحیح ہو سکتا ہے اور مکمل ہو سکتا ہے مگر ہم اس پر ترمیم کیے بغیر اسے ٹھیک نہیں سمجھتے۔ اسے بڑا خوشنما بنا کر ہمارے سامنے سجا کر رکھا گیا ہے۔ اس میں صرف خوشنمائی ہی ہے مگر کام کی بات نہیں رکھی گئی اور اسکے اندر اسلامی روح موجود نہیں ہے بلکہ اسلامی روح کو مخ کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔“

اس موقع پر چیلنج پارٹی نے مسلمانوں کے باہمی اختلافات کا سہارا لے کر آئین میں مسلمان کی متفقہ تعریف درج کرنے سے راہ فرار اختیار کرنا چاہی۔ اور حکومتی مذہبی معاملات کے ترجمان اور مرکزی کابینہ کے وزیر مولانا کوثر نیازی نے مولانا شاہ احمد نورانی کے خطاب کے جواب میں اظہار خیال کرتے ہوئے کہا!

”علماء میں جو اختلافات موجود ہیں انکی بناء پر ایک عالم دوسرے عالم سے مسلمان کی تعریف پر متفق نہیں ہے۔ میں اس وقت بھی یہاں چیلنج کرتا ہوں کہ علماء مسلمان کی کوئی متفقہ تعریف اس ایوان کے سامنے پیش کریں۔ میں ان کو چیلنج کرتا ہوں کہ ان کے جتنے ارکان یہاں بیٹھے ہیں وہ باہم مل کر مسلمان کی کوئی تعریف ہمارے سامنے پیش کریں۔ ہم انہیں پندرہ دن دینے کیلئے تیار ہیں۔ وہ ایک ساتھ بیٹھ جائیں اور مسلمانوں کی کوئی ایک تعریف پر متحد ہو جائیں۔۔۔۔ ہم اسے منظور کرنے کے لیے تیار ہیں۔ لیکن میں کہتا ہوں کہ آج بھی انکے اندر باہمی اختلاف ہوگا۔ اور وہ صحیح طور پر مسلمان کی کوئی ایک تعریف نہیں کر سکیں گے۔“

مولانا کوثر نیازی کا یہ چیلنج دراصل تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء کی انکوائری کے دوران جسٹس منیر کی رولنگ کہ علماء مسلمان کی تعریف پر متفق نہیں ہیں کا اعادہ تھا۔ جسٹس منیر رپورٹ اور اسکی رولنگ کی وجہ سے یہودی اور عیسائی لابی نے اسلام اور پاکستان کو بہت بدنام کیا۔ اور یہ اعتراض کیا تھا کہ پاکستان ایک ایسی مملکت ہے جو اسلام کے نام پر حاصل کی گئی ہے لیکن اسکے علماء مسلمان کی تعریف پر متفق نہیں ہیں۔ آج قومی اسمبلی میں مسلمان کی متفقہ تعریف کا چیلنج دیتے ہوئے مولانا کوثر نیازی نے وہی کردار ادا کیا جو جسٹس منیر اس سے پہلے ادا کر چکا تھا۔ اس وقت جسٹس منیر کا مقصد یہودی اور عیسائی لابی کی خوشنودی تھا تو آج مولانا کوثر نیازی کا مقصد کیمونسٹ اور سیکولر لابی کی ہمدردیوں کا حصول تھا۔ حکومتی وزیر کوثر نیازی کی طرف سے دیا گیا چیلنج جمعیت علمائے پاکستان کے ڈپٹی پارلیمانی لیڈر شیخ الحدیث علامہ شاہ عبدالمصطفیٰ ازہری نے قبول کرتے ہوئے کہا کہ!

”میں اپنی جماعت کی جانب سے اس بات کو قبول کرتا ہوں۔۔۔ ہم چاہتے ہیں کہ اجمالی طور پر اختصار سے مسلمان کی تعریف اس آئین میں آجائے تاکہ جو لوگ لفظ مسلم سے فائدہ حاصل کرنا چاہتے ہیں اور لفظ اسلام کی تعریف میں نہیں آتے ان کے لیے اس لفظ سے استفادہ حاصل کرنے کا سدباب ہو جائے۔ اجتماعی طور پر تحقیقی تفصیلات کی ضرورت نہیں ہے۔ مسلمان کی تعریف کے سلسلے میں علماء میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔ گورنر جنرل غلام محمد کے زمانے میں علماء نے متفقہ طور پر ۲۲ نکات پیش کر دیئے تھے۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ علماء میں کوئی اختلاف نہیں تھا۔ اور جو چیلنج مولانا کوثر نیازی صاحب نے دیا ہے ہم اسکو قبول

کرتے ہیں اور علماء کے نزدیک مسلمان کی متفقہ طور پر تعریف پیش کرنے کے لیے ہر وقت تیار ہیں۔“ (بحوالہ روئیداقومی اسمبلی مورخہ ۱۱۵ اپریل ۱۹۷۲ء)

اس دن اسمبلی کی کاروائی کے اختتام کے بعد ایم این اے ہاسٹل میں جمعیت علماء پاکستان کے پارلیمانی قائد علامہ شاہ احمد نورانی کے کمرے میں جمعیت کے مرکزی رہنماؤں کا اجلاس ہوا۔ جس کا مقصد مسلمان کی تعریف کی تیاری تھا۔ اس اجلاس میں جمعیت کے ممبران قومی اسمبلی علامہ شاہ احمد نورانی، مولانا محمد علی رضوی، علامہ عبدالمصطفیٰ ازہری کے علاوہ علامہ غلام علی اکوڑی اور مولانا عبدالستار خان نیازی بھی شریک ہوئے۔ اور ان حضرات نے باہمی صلاح و مشورے سے مسلمان کی جامع اور مختصر تعریف تجویز کی۔ اس مجوزہ تعریف کا ڈرافٹ اپوزیشن کے دیگر علماء کرام مفتی محمود، مولانا عبد اکلیم، مولانا غلام غوث ہزاروی، مولانا عبدالحق اکوڑہ خٹک کے پاس بجا یا گیا۔ جنہوں نے متفقہ طور پر جمعیت علمائے پاکستان کی جانب سے تیار کردہ اس ڈرافٹ کی توثیق کی اور باہمی مشورے سے طے پایا کہ چونکہ علامہ شاہ احمد نورانی اور علامہ عبد المصطفیٰ ازہری اپنی تقریر کر چکے ہیں اور مولانا کوثر نیازی کے اس چیلنج اور تاثر کو بھی زائل کرنا ہے کہ علماء مسلمان کی تعریف پر متفق نہیں ہیں۔ اس لیے متفقہ طور پر اپوزیشن کی طرف سے اب مسلمان کی یہ تعریف قومی اسمبلی میں مولانا عبدالحق اکوڑہ خٹک پیش کریں گے۔ تاکہ حکومت کو بتایا جاسکے کہ مسلمانوں کے تمام مکتبہ فکر اس تعریف پر ہی نہیں بلکہ تمام اہم قومی دلی امور پر متفق ہیں۔ اور حکومت جو یہ تاثر دینے کی کوشش کر رہی ہے کہ علماء کے درمیان اختلافات ہیں اور وہ آپس میں مسلمان کی تعریف پر ہی متفق نہیں ہیں۔ دیگر امور پر کیا متفق ہوں گے قطعاً غلط اور منفی پروپیگنڈے پر مبنی ہے۔ واضح رہے کہ مسلمان کی تعریف کا انگریزی ترجمہ جمعیت علمائے پاکستان کے قابل فخر رہنما پروفیسر سید شاہ فرید الحق نے کیا تھا۔ جس سے اس وقت کے انارنی جنرل جناب یحییٰ بختیار نے بھی اتفاق کیا تھا۔

علامہ شاہ احمد نورانی نے قوم کو اس مسئلے کی اہمیت سے آگاہ کرتے ہوئے فرمایا!

”مسلمان وہ ہے جو کتاب و سنت اور ضروریات دین پر یقین رکھتا ہو اور قرآن کو ان تشریحات کے مطابق مانتا ہو جو سلف صالحین نے کی ہیں۔ نیز حضور ﷺ کو آخری نبی تسلیم کرتا ہو۔ اگر اسلامی آئین میں مسلمان کی یہ تعریف شامل نہ کی گئی تو ہم ایسے آئین کو اسلامی آئین نہیں کہیں گے۔ بھٹو بار بار اسلام کے لیے جان قربان کرنے کا اعلان کرتے ہیں قوم کو انکی جان کی ضرورت نہیں اس لیے فی الحال جان قربان نہ کریں بلکہ اسلام کیلئے شراب کے استعمال اور درآمد پر پابندی عائد کریں۔“ مولانا شاہ احمد نورانی ایک عالم ایک سیاستدان ص ۱۰۳/۱۰۲

مولانا کوثر نیازی کی جانب سے دیئے گئے چیلنج کے صرف دو دن کے بعد ۱۱ اپریل ۱۹۷۲ء کو متحدہ اپوزیشن کی جانب سے مولانا عبدالحق اکوڑہ ٹنک نے پاکستان کی قومی اسمبلی میں جمعیت علمائے پاکستان کے ممبران قومی اسمبلی علامہ شاہ احمد نورانی، مولانا محمد علی رضوی، علامہ عبدالصطفیٰ ازہر کے علاوہ علامہ غلام علی اوکاڑوی اور مولانا عبدالستار خان نیازی صاحب کی مشاورت سے تجویز کردہ مسلمان کی جامع تعریف کو کھلی بار اسمبلی میں پیش کیا۔ جمعیت علمائے پاکستان کی جانب سے اس مجوزہ تعریف کو بعد میں ۱۹۷۳ء کے آئین میں شامل کر لیا گیا۔ جو آج بھی صدر اور وزیراعظم کے حلف میں شامل ہے۔

علامہ شاہ احمد نورانی کی کوششوں اور کادشوں کی بدولت مسلمان کی تعریف اب پاکستان کے آئین کا حصہ بن چکی تھی۔ آئین میں اس تعریف کی شمولیت نے دراصل قادیانیوں کو ایک ایسی غیر مسلم اقلیت قرار دے دیا تھا۔ جس کا مستقبل میں صرف اعلان ہونا ہی باقی رہ گیا تھا۔ آئین میں اس تعریف کی شمولیت سے قادیانیوں کو بھی یقین ہو چکا تھا کہ دستور میں مسلمان کی جامع تعریف شامل ہو جانے کے بعد وہ درحقیقت غیر مسلم اقلیت قرار پا چکے ہیں۔ اور آج نہیں تو کل ان کے غیر مسلم اقلیت ہونے کا اب صرف اعلان ہی باقی رہ گیا ہے۔

علامہ شاہ احمد نورانی صدیقی پاکستان کی پارلیمانی اور آئینی تاریخ کے پہلے سیاستدان تھے۔ جنہوں نے سب سے پہلے آئین میں مسلمان کی تعریف شامل کرنے کا مطالبہ کیا تھا۔ اور آپ نے آئین سازی کیلئے قائم کمیٹی میں سب سے پہلی ترمیم ہی مسلمان کی تعریف اور ریاست کا سرکاری مذہب اسلام قرار دینے سے متعلق پیش کی۔ مستقل آئین کی تیاری کیلئے آپ نے تین بنیادی باتیں ہمیشہ ہر اکس۔

(۱) پارلیمانی طرز حکومت

(۲) ملک کا سرکاری مذہب اسلام

(۳) دو ایوانی مقتضہ

آپ نے یہ تجویز بھی دی کہ ہمارے آئین کی بنیاد قرآن و سنت پر استوار ہونی چاہیے۔ ملک کے آئین میں یہ شق لازمی موجود ہونی چاہیے کہ جو مسلمان مذہب سے منحرف ہوگا اسے سزائے موت دی جائے گی۔ آپ نے واضح کیا کہ ہماری جماعت غیر اسلامی آئین ہرگز قبول نہیں کرے گی۔ اسلئے کہ پاکستان اسلام کے نام پر قائم ہوا ہے۔ تاکہ مسلمان دین اسلام کی اصل روح کے مطابق طرز حیات اپنائیں۔ اور اس ملک کے باشندوں کو پورا اختیار ہے کہ وہ اسلامی آئین کا مطالبہ کریں۔ ہم اسمبلی کے باہر اور اندر مستقل جدوجہد کریں گے اور غیر اسلامی آئین کی ہر کوشش کی ڈٹ کر مخالفت کی جائے گی۔

آئین سازی کیلئے قائم کی گئی کمیٹی میں حزب اختلاف کے ارکان نے اپنی اپنی آئینی تجاویز پیش کیں۔ اور اس سلسلے میں اپوزیشن اور بحنو کے درمیان مذاکرات ہوئے۔ ان مذاکرات میں علامہ شاہ احمد نورانی نے اپنی آئینی تجاویز کے بارے

میں بھٹو کو تفصیل سے آگاہ کر کے انہیں قائل کر لیا۔ اور بھٹو جیسا ذہین سیاستدان بھی مولانا نورانی کی آئینی تجاویز میں نقص نہیں نکال سکا۔ نتیجہ آئین سازی کے ضمن میں ایک ایسا فارمولا مرتب کیا گیا جس سے حزب اقتدار اور حزب اختلاف نے اتفاق کیا اور ۲۰ اکتوبر ۱۹۷۲ء کو اس فارمولے کی روشنی میں ایک آئینی سمجھوتا حکومت اور اپوزیشن کے درمیان طے ہوا۔ اس آئینی سمجھوتے میں ان متفقہ امور کی نشاندہی کی گئی تھی جسکے مطابق آئین سازی کی جانی تھی۔ اس آئینی سمجھوتے پر جمعیت علمائے پاکستان کی طرف سے علامہ شاہ احمد نورانی جمعیت علمائے اسلام کی طرف سے مفتی محمود اور جماعت اسلامی کی طرف سے پروفیسر عبدالغفور نے دستخط کیے۔ اس موقع پر علامہ شاہ احمد نورانی نے اس آئینی سمجھوتے کے حوالے سے فرمایا کہ!

”آئین کے جن بنیادی اصولوں کے بارے میں سمجھوتا ہوا ہے اگرچہ وہ سب کے سب

قابل تعریف ہیں لیکن اسلامی دفعات اور خاص طور پر صدر مملکت کیلئے مسلمان ہونے کی

لازمی شرط بہت اطمینان بخش ہے۔“

آئینی سمجھوتے پر دستخط ہونے کے باوجود دینی جماعتوں نے آئین کو مزید اسلامی رنگ دینے کیلئے اپنے دباؤ کو جاری رکھا اور غیر اسلامی آئین کے خلاف تحریک چلانے اور اسے نامنظور کرنے کا براہ اعلان کرتی رہیں۔ علامہ شاہ احمد نورانی آئین سازی میں کتنی دلچسپی لے رہے تھے اسکا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ آپ نے آئین کی ۲۸۰ دفعات میں ۲۰۸ ترامیم پیش کیں۔ ۳۱ دسمبر ۱۹۷۲ء کو آئینی کمیٹی نے قانون ساز اسمبلی میں حتمی رپورٹ پیش کی۔ علامہ شاہ احمد نورانی نے اس پر اختلافی نوٹ لکھا۔ جس میں آپ نے جداگانہ طریقہ انتخاب کی حمایت کی اور حکومت سے مطالبہ کیا کہ تمانا جائز مال و دولت کو ضبط کیا جائے اور صدر وزیراعظم کے اختیارات کے درمیان توازن پیدا کرنے کی ضرورت پر زور دیا۔

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے! ”آپ فرمادیں اگر تمہارے باپ، تمہارے بیٹے، تمہارے بھائی، تمہارا کنبہ اور تمہارے کمائے ہوئے مال تمہاری وہ تجارت جس کے نقصان کا تمہیں اندیشہ رہتا ہے اور تمہاری پسندیدہ رہائش گاہیں یہ سب کچھ اگر تم کو اللہ اور اس کے رسول اور جہاد فی سبیل اللہ سے زیادہ محبوب ہوں تو تم اللہ کے حکم (عذاب) کا انتظار کرو اور اللہ تمہارا فرمانوں کو ہدایت نہیں دیتا۔“ (سورۃ التوبہ آیت ۲۴)

ایک انسان کے اندر والدین اولاد بھائی بیوی خاندان مال تجارت اور مکان ان سب چیزوں سے محبت فطری چیز ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو آگاہ فرماتا ہے کہ اگر تمہارے اندر ان سب چیزوں کی محبت میری اور میرے محبوب ﷺ کی محبت سے بڑھ جائے تو تم گویا خطرے کی حد میں داخل ہو چکے ہو اور بہت جلد تم کو میرا غیض و غضب اپنی لپیٹ میں لے لگا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک مومن کیلئے رسول اللہ ﷺ سے محبت نہ صرف یہ کہ فرض ہے بلکہ سب سے قریبی رشتہ داروں اور سب سے قیمتی متاع پر مقدم ہے۔ اور خود آقائے دو جہاں ﷺ نے فرمایا کہ! ”تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک مومن

نہیں ہو سکتا جب تک کہ میں اس کو ماں باپ اولاد اور دوسرے تمام لوگوں سے محبوب نہ ہو جاؤں۔“ (بخاری کتاب الایمان)

یہ ایک حقیقت ہے کہ اس دور انحطاط میں اور عہد زوال میں اگر بحیثیت مسلمان ہماری تہذیبی اور ثقافتی اکائی سلامت ہے تو اس کی وجہ صرف اور صرف ایمان کی وہ چنگاری ہے جو عشق رسول ﷺ کی صورت میں غلاموں کے سینوں میں ابھی تک سلگ رہی ہے۔ وہی چنگاری جب شعلہ بنی ہے تو کبھی صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے قول و فعل کی اساس ٹھہرتی ہے۔ کبھی اس کا اتھار عرفا و روق رضی اللہ عنہ کی غیرت الایمانی میں ہوتا ہے۔ کبھی یہ عشق رسول ﷺ عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے جزیہ یا ثار و حیا میں نظر آتا ہے۔ اور کبھی یہ طاقت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی شجاعت کی صورت اختیار کرتا ہے۔ کبھی عشق رسول ﷺ کی یہ تڑپ میدان کربلا میں رسم شبیری کا حوالہ بنتی ہے۔ کبھی اس کی جھلک اوّل قرن رضی اللہ عنہ کے دندان مبارک میں اذن موباتی ہے۔ کبھی اس محبت رسول ﷺ کی مہک بلال رضی اللہ عنہ کے نغمہ اذان بکر ساعتوں میں رس گھولتی ہے۔ کبھی اس کی دلکشی غوث اعظم کی غوثیت کی آبر و قرار پاتی ہے۔ کبھی یہ عشق غازی علم دین کی خلعت شہادت کی زینت بنتا ہے۔ کبھی یہ عشق حسان بن ثابت، عبداللہ بن رواحہ، زبیر بن کعب، رومی، سعدی، احمد رضا اور اقبال کی نعت میں تخلیق کے مقام پر جلوہ گر ہوتا ہے۔ اور کبھی یہ عشق رسول اور محبت مصطفیٰ ﷺ مرد قلندر، درویش خدا مست علامہ شاہ احمد نورانی صدیقی کی زندگی میں نظر آتا ہے۔

عشق رسول ﷺ ایک مومن کی معراج ہے جسکے بغیر کسی بھی مسلمان کا ایمان کامل نہیں ہو سکتا۔ ایمان کی اس بنیادی صفت کو ہر مسلمان تسلیم کرتا ہے۔ اور اپنی زبان سے اس کی گواہی دیتا ہے لیکن عملی زندگی میں بہت کم لوگ ایسے ہوتے ہیں جنہوں نے عشق رسول کی روح کو صحیح معنوں میں سمجھا۔ اُسے اپنی زندگی کا بنیادی نقطہ مرکز و محور تسلیم کرتے ہوئے عازم سفر ہوئے۔ ایک سچا مسلمان جب اس کٹھن راستے کو اپنی زندگی کیلئے منتخب کرتا ہے اور تمام تر سچائیوں کے اس راستے پر اپنی جانوں کے نذرانے پیش کرتا ہے تو آقائے نامداری ﷺ اپنی محبت کے دروازے اس پر کھول دیتے ہیں۔ جسے عشق رسول ﷺ کی دولت مل جاتی ہے اسکے شب و روز بدل جاتے ہیں۔ اس کا سونا جانا گنا اوڑھنا پچھونا سب اپنے محبوب کیلئے ہو جاتا ہے۔ اور وہ ہر وہ کام کرتا ہے جس سے رسول آخر الزماں ﷺ خوش ہوں۔ گویا ہم کہہ سکتے ہیں کہ اساس ایمان صرف محبت رسول ﷺ ہے۔ اور یہی غلاموں کا مقصد حیات زاد راہ اور توشہ آخرت ہوتا ہے۔ دور حاضر میں ہمیں علامہ شاہ احمد نورانی کی ذات انہی صفات کا مرکز و محور دکھائی دیتی ہے۔

علامہ شاہ احمد نورانی کا لباس، وضع قطع، رہن سہن، اٹھنا بیٹھنا، میل جول، خلوت و جلوت سب کچھ تعلیمات مصطفویٰ کا عملی مظہر تھیں۔ مولانا شاہ احمد نورانی کی زندگی کا ہر لمحہ عشق مصطفیٰ ﷺ میں ڈوبا ہوا دکھائی دیتا تھا۔ آپ قول و فعل میں تضاد کے قائل نہ تھے۔ مذہبی غیرت و حمیت آپ کے اندر کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔ آپ کبھی بھی اصولوں پر سمجھوتا نہیں کرتے تھے۔ خواہ کتنا ہی نقصان کیوں نہ ہو جائے۔ عاشق رسول علامہ شاہ احمد نورانی کو قادیانیوں اور قادیانیت سے شدید نفرت

تھی۔ اور اسی نفرت نے انہیں زندگی بھر قادیانیت کے خلاف مصروف جہاد رکھا۔ اور محراب و منبر سے لیکر اسمبلی اور سینٹ کے ایوانوں تک اس مرد قلندر کی ذات سب سے جدا اور سب سے نمایاں نظر آتی ہے۔

۱۹۰۱ء میں جب مرزا غلام احمد قادیانی نے اپنے خود ساختہ نبی ہونے کا اعلان کیا اس وقت سے لیکر آج تک علماء و مشائخ اہلسنت اپنے اپنے دور میں اس فتنے کا سد باب کرنے کیلئے میدان عمل میں رہے اور انہوں نے اپنی اپنی حیثیت کے مطابق ہر میدان میں قادیانیوں کا محاسبہ جاری رکھا۔ قیام پاکستان کے بعد امت مسلمہ کو امید تھی کہ ایک اسلامی نظریاتی ملک ہونے کی وجہ سے حکومت وقت عوام کے مذہبی جذبات کا احساس کرتے ہوئے قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دے دے گی۔ لیکن افسوس ایسا نہیں ہوا اور وقت کیساتھ ساتھ قادیانیوں کی سازشوں اور ریشہ دیوانیوں میں اضافہ ہی ہوتا گیا۔ یہاں تک کہ قادیانیوں کی اسلام اور ملک دشمن سرگرمیوں کی وجہ سے امت مسلمہ نفرت نے ۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت کو جنم دیا۔ جسے حکومت نے طاقت کے بل پر قوی طور پر دبا لیا۔ لیکن قادیانی ذریت سے یہ نفرت امت مسلمہ کے دلوں میں سنگتی رہی۔

علامہ شاہ احمد نورانی صدیقی جو کہ نوجوانی میں تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء میں جید اکابر علمائے اہل سنت کیساتھ مرکزی کردار ادا کر چکے تھے۔ (انکی زندگی کا مقصد ہی نظام مصطفیٰ کا نفاذ اور مقام مصطفیٰ کا تحفظ تھا۔ اور اپنے والد محترم مبلغ اسلام علامہ عبدالعلیم صدیقی میرٹھی کے مشن تحفظ ختم نبوت کیلئے ساری دنیا میں مصروف جہاد تھے۔) تحریک کی ناکامی کے اسباب و عوامل سے پوری طرح واقف تھے۔ جو ہی آپ کو پاکستان کی قومی اسمبلی میں آنے کا موقع ملا آپ نے تحفظ ختم نبوت اور عظمت مصطفیٰ ﷺ کو مملکت کا قانون بنانے اور آئینی تحفظ دینے کیلئے کام کرنا شروع کر دیا۔ اور اس سفر کی کامیاب ابتداء آئین میں مسلمان کی تعریف کی شمولیت، ریاست کا سرکاری مذہب اسلام، دیگر دفعات کو آئینی تحفظ دینے کے علاوہ عالمی قوانین کی تشخیص تیوں انواج کے سربراہوں کیلئے مسلمان ہونے کی شرط فتنہ اترندہ کو روکنے کی ضمانت حاصل کرنے اور پاکستان کے دستور کو دو قومی نظریے سے ہم آہنگ کرنے کی کوششوں سے ہو چکی تھی۔ اور آپ اپنے اہداف پر نظر رکھے ہوئے مرحلہ وار منزل کی جانب رواں دواں تھے۔ گو کہ آپ سے پہلے مکاتب فکر کے کئی علماء کرام قومی اسمبلی کے ممبر رہ چکے تھے۔ لیکن انہوں نے کبھی بھی فتنہ مرزائیت کے خلاف اسمبلی کے اندر ای لفظ نہیں بولا۔ یہ بات پاکستان کی سیاسی تاریخ کے ریکارڈ پر موجود ہے کہ پاکستان کی پہلی قومی اسمبلی کے ممبر دارالعلوم دیوبند کے شیخ الشفیر علامہ شبیر احمد عثمانی نے اسمبلی میں ایک لفظ بھی قادیانیت کے خلاف نہیں بولا اور نہ ہی قومی اسمبلی میں قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کی قرارداد پیش کی۔ اسی طرح ۱۹۶۲ء میں صدر ایوب خاں کے کرائے گئے انتخابات میں جمعیت علمائے اسلام کے مولانا مفتی محمود قومی اسمبلی اور مولانا غلام غوث ہزاروی صوبائی اسمبلی کے رکن منتخب ہوئے۔ جمعیت علمائے اسلام کے یہ دونوں حضرات پانچ سال تک اسمبلی کے ممبر رہے۔ قومی اسمبلی کا ریکارڈ آج بھی اس بات کا گواہ ہے کہ ان دونوں حضرات نے پانچ سال کے دوران اسمبلی فلور پر تحفظ ختم نبوت کے حوالے

سے کوئی احتجاج ریکارڈ نہیں کرایا۔ جبکہ علامہ شاہ احمد نورانی نے پاکستان کی قومی اسمبلی میں اپنے پہلے ہی خطاب میں آئین میں مسلمان کی تعریف شامل کرنے کا مطالبہ کیا۔ یہ کہہ کر کہ ”جو لوگ حضور اکرم ﷺ کو آخری نبی نہیں مانتے ہم ان کو مسلمان ہی نہیں سمجھتے“۔ قادیانیوں کو کافر اور غیر مسلم اقلیت قرار دینے کی تحریک کا آغاز کر چکے تھے۔

علامہ شاہ احمد نورانی ۱۲۹ اپریل ۱۹۷۳ء کو آزاد کشمیر اسمبلی میں بالاتفاق منظور کی جانے والی قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کی قرارداد سے بھی اچھی طرح واقف تھے۔ اور محسوس کر رہے تھے کہ قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کی قرارداد پاکستان کی نیشنل اسمبلی کو بھی منظور کر کے پاکستان کی امت مسلمہ کے جذبات کی ترجمانی کرنی چاہیے۔ واضح رہے کہ یہ قرارداد آزاد کشمیر اسمبلی کے رکن میجر ریٹائرڈ محمد ایوب نے پیش کی تھی۔ میجر ریٹائرڈ محمد ایوب کی قرارداد کا اصل محرک اور اس کی بنیاد ۱۹۷۲ء کو پاکستان کی قومی اسمبلی میں پیش کردہ مسلمان کی وہ متفقہ تعریف جو علامہ شاہ احمد نورانی اور آپ کے رفقاء نے تیار کی تھی اور جو بعد میں آئین کا حصہ بنی۔ میجر ریٹائرڈ محمد ایوب کے علم میں پاکستان کی قومی اسمبلی کی منظور کردہ مسلمان کی متفقہ تعریف تھی۔ انکادول قادیانیوں کے عقیدہ ختم نبوت سے انکار اور اسلام اور پاکستان دشمنی کی وجہ سے سخت رنجیدہ تھا۔ اور وہ اس حوالے سے سخت متشکر تھے کہ آزاد کشمیر میں قادیانیوں کی بڑھتی ہوئی سرگرمیوں کو کس طرح روکا جائے۔ اس قرارداد کا خیال انکے دل میں حج کے دوران روضہ رسول ﷺ پر سلام عرض کرنے کیلئے جاتے ہوئے آیا کہ میں کس منہ سے رحمت عالم ﷺ کے مواجہہ پر سلام عرض کرنے جا رہا ہوں۔ حالانکہ ہمارے ملک میں آپ ﷺ کے دشمن دندناتے پھر رہے ہیں۔ اس خیال کے آتے ہی میجر ریٹائرڈ محمد ایوب نے اپنے دل میں مصمم ارادہ کر لیا کہ واپس جاتے ہی اپنی اسمبلی میں مرزائیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دلوانے کیلئے قرارداد پیش کروں گا۔ چنانچہ میجر ریٹائرڈ محمد ایوب نے واپس آتے ہی کشمیر اسمبلی میں قادیانیوں کے خلاف قرارداد پیش کی۔

اس قرارداد کو متفقہ طور پر بغیر اختلاف رائے کے کشمیر اسمبلی نے منظور کر لیا اور صدر آزاد کشمیر سردار عبدالقیوم خان نے ۲۵ مئی ۱۹۷۳ء کو اس قرارداد کی توثیق کر کے ملت اسلامیہ کے جذبات کی ترجمانی کی۔ آزاد کشمیر اسمبلی بالاتفاق قادیانیوں کے خلاف اس قرارداد کو منظور کر کے ایک عظیم کارنامہ انجام دینے کے ساتھ ایک نئی تاریخ بھی رقم کر چکی تھی۔ آزاد کشمیر اسمبلی میں قادیانیوں کے خلاف قرارداد کی منظوری دراصل پاکستان کے مسلمانوں کے دل کی پکار اور ضمیر کی آواز تھی اور یوں کشمیر اسمبلی نے قادیانیوں کے خلاف قرارداد منظور کر کے پاکستان کی نیشنل اسمبلی کے اراکین کیلئے قادیانیوں کے خلاف آئندہ لائحہ عمل بھی متعین کر دیا تھا۔

صدر مملکت دوزیراعظم پاکستان کے مسلمان ہونے اور مسلمان کی تعریف پر مشتمل حلف کے آئین میں شامل ہونے سے مرزائیوں اور انکے خلیفہ مرزانا صرکوخ پا کر دیا۔ اور انہیں تشویش لاحق ہو گئی تھی۔ دراصل پاکستان کے آئین میں مسلمان کی

تقریف شامل ہو جانے کی وجہ سے پہلے ہی سخت پریشان تھے۔ انہیں یقین ہو گیا تھا کہ دستور میں مسلمان کی جامع تقریف شامل ہو جانے کے بعد وہ درحقیقت غیر مسلم اقلیت قرار پا چکے ہیں۔ اور اب دیر یا سویران کے غیر مسلم اقلیت ہونے کا صرف اعلان باقی رہ گیا ہے۔ آزاد کشمیر اسمبلی میں قادیانیوں کے خلاف قرارداد کی منظوری نے ان کے تمام خدشات کو یقین میں بدل دیا تھا۔ اور انہیں محسوس ہونے لگا کہ عنقریب اب پاکستان کی قومی اسمبلی میں موجود علماء ائمہ مستقبل کے بارے میں قرارداد پیش کر کے انکے لیے رہے سبے باقی تمام راستے بھی بند کر سکتے ہیں۔ اس صورتحال نے مرزا ناصر کو پاگل کر دیا اور اس نے ایک کتابچہ شائع کیا جس میں کشمیری مسلمانوں کیساتھ ساتھ پاکستانی مسلمانوں کیساتھ اپنی مخصوص گیدر بھبکیوں سے ڈرانے کی کوشش کی۔ اس کتابچہ میں اس نے مسلمانوں کو گیڈر سے تشبیہ دی جو لومڑی کی کھال پہن کر اپنے کوہ سے باہر نکل آئے ہیں۔ اور اپنی قادیانی جماعت کو ایک ایسے شیر کی مانند قرار دیا جو ان سب کو کھا جائے گا۔

علامہ شاہ احمد نورانی نے قادیانیوں کو کافر اور غیر مسلم اقلیت قرار دینے کی پوری پیش بندی کر لی تھی۔ اور آنے والے وقت میں قادیانیت کے تابوت میں آخری کیل ٹھونکنے کی پوری تیاری کر چکے تھے۔ اس مقصد کے لیے آپ نے حکومتی اور عوامی سطح پر رائے عامہ ہموار و منظم کرنے کا کام شروع کر دیا اور مناسب وقت کا انتظار کرنے لگے کہ اسی دوران ۱۶ اپریل ۱۹۷۴ء کو مکہ مکرمہ میں رابطہ عالم اسلامی کے زیر اہتمام دنیا بھر کی مقتدر اسلامی تنظیموں کی مشترکہ کانفرنس منعقد ہوئی۔ اس کانفرنس میں دوسری اہم قراردادوں کے علاوہ ایک بنیادی قرارداد برسر قادیانیوں سے متعلق بھی منظور کی گئی۔ اس قرارداد کے حق میں تمام شرکاء کانفرنس (جس میں مسلم تنظیموں کے نمائندے حکومتوں کے وزراء اور اعلیٰ سرکاری افسران شامل تھے) نے ووٹ دیا تھا۔ لیکن افسوس کے کہ صرف پاکستان کے وزارت اوقاف کے سیکرٹری ٹی، ایچ ہاشمی نے اس قرارداد کے حق میں ووٹنگ کے مرحلے میں غیر جانب دار ہو کر قرارداد کے حق میں ووٹ دینے سے گریز کیا۔ اور کہا کہ قادیانیوں کی مذہبی حیثیت کے موقف سے مجھے اتفاق ہے لیکن انہیں اسلامی ممالک میں ملازمتیں دینے جانے کی تجویز سے اتفاق نہیں۔ رابطہ عالم اسلامی کی منظور کردہ یہ قرارداد پاکستان کے غیر جانب دار رہنے کی روئیداد پاکستان کے کسی اخبار اور نیوز ایجنسی کی نظر میں نہیں آسکی اور حکومت نے اسے باقاعدہ حکمت عملی کے تحت گم گم کر دیا تھا۔

علامہ شاہ احمد نورانی اور دیگر علماء کی کوششوں کی بدولت پاکستان کا سرکاری مذہب اسلام، مسلمان کی جامع اور مختصر تعریف اور صدر و ملک کے وزیر اعزاء کا حلف پاکستان کے آئین کا حصہ بن کر قانونی شکل اختیار کر چکے تھے۔ مرزائی جنہوں نے الیکشن میں پاکستان پیپلز پارٹی کو سیکولر جماعت سمجھتے ہوئے اسکی سپورٹ اپنے قادیانی مفادات کے تحفظ کیلئے کی تھی انہیں اُمید نہیں تھی کہ پیپلز پارٹی جیسی ایک سیکولر جماعت کے دور اقتدار میں علامہ شاہ احمد نورانی اور چند علماء اسلامی دفعات آئین میں شامل کروا کر قادیانی مفادات پر اس قدر شدید ضرب لگائیں گے۔ اور پیپلز پارٹی جو کہ اسمبلی میں غالب اکثریت

رکھنے والی جماعت ہے ایک کمزور حزب اختلاف کے مٹھی بھر علماء کے سامنے گھٹنے ٹیکنے پر مجبور ہو جائے گی۔ اس صورتحال میں قادیانی اور کیونسٹ دونوں ہی پاکستان پیپلز پارٹی اور مسٹر بھٹو سے ناراض ہو گئے۔ اور انہوں نے طے کیا کہ نہ رہے گا پانس نہ بجے گی ہانسری کے مصداق نہ بھٹو رہے اور نہ ہی دستور باقی بچے۔ اس لیے ذوالفقار علی بھٹو کی حکومت کا تختہ الٹ دیا جائے اور ملک کی ان اہم شخصیات کہ جو قادیانی مفادات کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ ہیں قتل کر دیا جائے۔

قادیانی دراصل پاکستان کو مرزائی ریاست بنانا چاہتے تھے اور اس مقصد کے لیے انکا اقتدار پر قبضہ بہت ضروری تھا جو بھٹو کو راستے سے ہٹائے بغیر ممکن نہیں تھا اس لیے مرزائیوں نے بھٹو حکومت کا تختہ الٹ کر اقتدار پر قبضہ کرنے کا فیصلہ کیا اور انہوں نے اسکام پر پاک فضائیہ کے قادیانی چیف آف انز اسٹاف ائر مارشل ظفر اللہ چودھری کو مامور کیا۔ ظفر اللہ چودھری ظفر اللہ خان قادیانی کا حقیقی بھتیجا اور میجر جنرل نذیر احمد قادیانی کا ہم زلف تھا۔ ظفر چودھری نے مرزاناصر کی ایما پر پہلے بھی پاکستان ائرفورس کے کئی مسلمان افروں کی خلاف متعلقانہ رویہ اختیار کیا تھا۔ ظفر اللہ چودھری مرزاناصر کا خاص آدمی تھا۔ وہ متعصب اور سخت گیر طبیعت کا مالک تھا۔ اور اس نے پاکستان ائرفورس پر مرزائیوں کو قابض کرانے کیلئے کیا کچھ نہیں کیا۔ جب بھی پاکستان ائرفورس میں بھرتی کا مرحلہ آیا تو اس نے اپنے ہم عقیدہ افراد کو فوجیت دی۔ امریکہ وغیرہ میں جب کسی نوجوان کو تربیت کیلئے بھیجے کا مرحلہ آیا تو اس نے قادیانی افروں کو اس تربیت کیلئے اہمیت دی۔ اس کے اس طرز عمل کی وجہ سے فضائیہ میں قادیانی افراد کا اثر و رسوخ بڑھ گیا۔ ایک بار ظفر چودھری کے ہاتھوں کورٹ مارشل کی بھینٹ چڑھنے والے ایک مسلمان فضائی افسر نے مسز ذوالفقار علی بھٹو تک رسائی حاصل کی اور انہیں ظفر چودھری کی گھنیا ذہنیت اور ملک دشمن سرگرمیوں سے آگاہ کیا۔ یہ لرزہ خیز داستان سن کر مسٹر بھٹو بہت حیران ہوئے۔ کہتے ہیں اس روز بھٹو صاحب بہت پریشان تھے۔ انکے ماتھے پر معنی خیز چمن ابھرا آئی اور کہا! ”اچھا یہ ہے انکا اصل روپ“۔ (موبد قومی ہیر و ایم ایم عالم نوائے وقت ۱۸ اگست ۱۹۷۳ء)

ان پے در پے واقعات نے بھٹو صاحب کو قادیانیوں سے بدظن کر دیا تھا۔ اور جب انہیں اس بات کا علم ہوا کہ ظفر چودھری انکی حکومت کا تختہ الٹنا چاہتا ہے چنانچہ ۱۱۵ اپریل ۱۹۷۴ء کو اس سے قتل کہ قادیانی بھٹو حکومت کا تختہ الٹ کر اپنے مرموم عزائم میں کامیاب ہوتے بھٹو نے پاک فضائیہ کے قادیانی چیف آف انز اسٹاف ائر مارشل ظفر اے چودھری کو سبکدوش کر دیا۔ اس ریٹائرمنٹ کی وجوہات میں ملک دشمنی کے ساتھ ساتھ ظفر چودھری کا وہ قادیانی نواز رویہ بھی تھا۔ جس کی وجہ سے اس نے اپنے دور میں پاکستان ائرفورس سے جھوٹے مقدمے بنا کر کئی مسلمان افروں کو نکالا تھا۔ اُس نے ۱۹۶۵ء کی جنگ کے ہیرو پاک فضائیہ کے اسکوڈرن لیڈر ایم ایم عالم کو بھی اپنے غضب کا نشانہ بنایا تھا اور اس نے ایم ایم عالم کو ملک سے نکالنے کیلئے کورٹ مارشل کی دھمکی دی تھی۔ ظفر چودھری کے اس اقدام کی وجہ یہ تھی کہ ایم ایم عالم کو نکال دینے سے کئی قادیانی پائلٹوں کی ترقی کا راستہ صاف ہو جاتا تھا۔ اس طرح ظفر چودھری نے پاکستان ائرفورس کو قادیانی ائرفورس بنانے اور قادیانیوں کو

اقتدار تک پہنچانے کی کوشش کی تھی۔

خدا کا کرنا ایسا ہوا کہ نثر میڈیکل کالج ملتان میں طلباء یونین کے الیکشن ہوئے۔ جس میں مسلمان طلباء کے مقابلے میں کچھ قادیانی بھی مد مقابل آگئے جس سے طلباء کو قادیانیت اور قادیانیوں کے عقائد و عزائم سے واقفیت حاصل ہوئی۔ اس الیکشن میں مسلمان طلباء کو کامیابی حاصل ہوئی۔ اس کامیابی کے بعد طلباء نے سیر و سیاحت کیلئے پشاور اور شمالی علاقہ جات کے سفر پر جانے کا پروگرام بنایا اور خیبر میل میں بنگلہ کرانا چاہی لیکن خیبر میل میں ان طلباء کو خالی بوگی نہیں ملی جس کی وجہ سے انہوں نے چناب ایکسپریس میں بنگلہ کرائی۔ جو قادیانی شہر ربوہ سے ہو کر گزرتی تھی۔ ربوہ سے گزرنے والی ہر گاڑی میں قادیانی اپنا لٹریچر تقسیم کرتے تھے۔ یہ ۲۲ مئی ۱۹۷۴ء کا ایک روشن دن تھا جب نثر میڈیکل کالج ملتان کے سو سے زائد طلباء سیر و تفریح کیلئے چناب ایکسپریس سے پشاور کیلئے روانہ ہوئے۔ طلباء کا یہ ہشتا کھیتا قافلہ جب ربوہ ریلوے اسٹیشن پر پہنچا تو حسب معمول قادیانیوں نے گاڑی کی مختلف بوگیوں میں اپنا لٹریچر تقسیم کرنا شروع کیا۔ جب طلباء کی بوگی میں یہ لٹریچر تقسیم کیا گیا تو ان میں اشتعال پھیل گیا اور مسلمان طلباء نے جو جذبے میں ریلوے اسٹیشن پر ختم نبوت زندہ باد قادیانیت مردہ باد کے فلک شگاف نعرے لگائے۔ اس دوران گاڑی دے کر اگلی منزل کی جانب روانہ ہو گئی۔

ربوہ ایک بند شہر تھا۔ جس میں بغیر اجازت کوئی مسلمان داخل نہیں ہو سکتا تھا۔ خلیفہ ربوہ یہاں کا مطلق العنان حکمران تھا۔ جس کا فیصلہ آخری فیصلہ ہوتا تھا۔ ربوہ کی اپنی وزارتیں اور نظارتیں تھیں۔ عرضیکہ ربوہ پاکستان کے اندر ایک علیحدہ ریاست تھی۔ ربوہ ریلوے اسٹیشن پر مسلمان طلباء کی غیرت ایمانی کے مظاہرے نے ربوہ کے قصر خلافت میں زلزلہ برپا کر دیا کیونکہ یہاں قادیانی خلیفہ کے حکم کے بغیر چڑیا بھی پر نہیں مار سکتی تھی۔ مسلمان طلباء کی اس جرأت نے قادیانی ایوان میں کھلبلی مچادی اور انہوں نے مسلمان طلباء کو سبق سکھانے کا فیصلہ کیا۔

۲۹ مئی ۱۹۷۴ء کو چناب ایکسپریس میں طلباء پشاور سے واپس ملتان روانہ ہوئے۔ راستے میں سرگودھا سے

قادیانیوں کی انجمن خدام الاحمدیہ کے رضا کار باقاعدہ منصوبہ بندی کے تحت گاڑی میں سوار ہوئے۔ ربوہ سے پہلے نثر آباد اسٹیشن کے قادیانی اسٹیشن ماسٹر نے طلباء کی بوگی پر چپکے سے نشان لگا دیا اور ربوہ کے اسٹیشن ماسٹر کو فون کر کے اس نشان زندہ بوگی کا نمبر بتا دیا۔ جب گاڑی ربوہ اسٹیشن پر پہنچی تو اسٹیشن پر ایک ہنگامہ برپا تھا۔ پانچ ہزار کے قریب قادیانی غنڈے ہتھیاروں، لاشیوں، ڈنڈوں اور پتھروں سے لیس موجود تھے جو طلباء کی بوگی پر حملہ آور ہوئے طلباء نے فوراً کھڑکیاں اور دروازے بند کر لیے۔ لیکن قادیانی غنڈوں کا ہجوم کھڑکیاں اور دروازے توڑ کر بوگی میں داخل ہو گیا۔ قادیانی غنڈے نہتے مسلمان طلباء پر ٹوٹ پڑے اور انہوں نے گھسیٹ گھسیٹ کر مسلمان طلباء کو بوگی سے باہر نکالا۔ اور پلیٹ فارم پر ان پر وحشیانہ تشدد کیا۔ طلباء خون میں نہا گئے۔ زخموں کی تاب نہ کر کئی طلباء بے ہوش ہو گئے۔ ان بیہوش طلباء میں یونین کے صدر رباب

عالم بھی شامل تھے۔ ختم نبوت کے باغی قادیانی غنڈے مسلمان طلباء پر تشدد کرتے ہوئے محمدیت مردہ باد (نعوذ باللہ) مرزا قادیانی کی جے، احمدیت زندہ باد، مرزا ناصر کی جے، نثر کے منسلے ہائے نعرے لگا رہے تھے۔ قادیانی عورتیں طلباء کے پٹے پرتالیاں بجا بجا کر قص کر رہی تھیں۔ اور اس قادیانی لشکر کی قیادت مرزا طاہر کر رہا تھا۔ قادیانی غنڈوں نے مسلمان طلباء کو مار پٹا اور انکی نقدی اور قیمتی سامان چھین لیے اور گنجل ہونے کے باوجود اس وقت تک قادیانی اسٹیشن ماسٹر نے گاڑی نہیں چلنے دی جب تک کہ انکا جوش انتقام ٹھنڈا نہیں ہو گیا۔

زخموں سے چور اور بڑ حال مسلمان طلباء کا یہ قافلہ فیصل آباد پہنچا۔ لیکن انکے پہنچنے سے پہلے ہی اس ظلم و بربریت کی خبر فیصل آباد پہنچ چکی تھی۔ غصے سے پھر اسراپا احتجاج سارا شہر اسٹیشن پر موجود تھا۔ اور فرط جذبات سے لوگ قادیانیوں کے اس وحشیانہ مظالم پر رو رہے تھے۔ سارا اسٹیشن مسلمانوں کے جذباتی نعروں سے گونج رہا تھا۔ حالات کو قابو میں کرنے کے لیے ڈی سی سمیت ساری انتظامیہ وہاں موجود تھی۔

قادیانیوں نے دراصل طلباء پر حملہ نہیں کیا بلکہ انہوں نے پوری ملت اسلامیہ پر وار کیا۔ قادیانیوں کی اس دیدہ دلیری اور غنڈہ فردی پر پوری پاکستانی قوم سراپا احتجاج بن گئی۔ قادیانیوں کے خلاف جلوس نکلنے لگے، مظاہرے ہونے لگے، احتجاجی جلسے منعقد کیے جانے لگے۔ اور تحریک قریہ قریہ، شہر شہر پھیل گئی۔ ہڑتالیں ہونے لگیں اور قادیانیوں کا سوشل بائیکاٹ شروع ہو گیا۔ عوام کے ملک گیر احتجاج کو دیکھتے ہوئے پنجاب کے وزیر اعلیٰ مسٹر حنیف رامے نے ۳۱ مئی ۱۹۷۴ء کو سانحہ ربوہ کی عدالتی تحقیقات کا حکم دیا۔ چیف جسٹس سردار محمد اقبال نے جسٹس کے ایم اے صدیقی کو سانحہ ربوہ کی عدالتی تحقیقات کیلئے افسر مقرر کیا۔ مسٹر جسٹس کے ایم اے صدیقی نے یکم جون سے اپنے کام کا آغاز کیا اور ۵ جون ۱۹۷۴ء سے لیکر یکم جولائی تک سانحہ ربوہ کی تحقیقات مکمل کر لی۔ اور اس دوران ٹریبونل نے ۶۰ قادیانیوں اور غیر قادیانیوں کی شہادتیں قلم بند کیں۔ جن میں قادیانی جماعت کے سربراہ مرزا ناصر قادیانی، ربوہ کے اسٹیشن ماسٹر عبدالمسیح احمد، نثر میڈیکل کالج کے متعدد طلباء اور ربوہ کے کچھ قادیانی شامل تھے۔ ۱۲ صفحات پر مشتمل جسٹس صدیقی رپورٹ ۲۰ اگست ۱۹۷۴ء کو وزیر اعلیٰ حنیف رامے کو پیش کی گئی۔ ۲۲ اگست کو وزیر اعلیٰ پنجاب حنیف رامے نے یہ رپورٹ اپنی سفارشات کیساتھ وزیراعظم ذوالفقار علی بھٹو کو پیش کر دی۔ (روزنامہ جنگ ۲۲ اگست ۱۹۷۴ء)

عدالتی رپورٹ پر غور کرنے کیلئے وفاقی کابینہ کا خصوصی اجلاس وزیراعظم ذوالفقار علی بھٹو کی صدارت میں راولپنڈی میں منعقد ہوا جس میں وزیر قانون و پارلیمانی امور اور صوبائی رابطہ عبدالحفیظ چیمزادہ، خورشید حسن میر، مولانا کوثر نیازی، ڈاکٹر مبشر حسن اور سینٹ کے ڈپٹی چیرمین طاہر خاں نے شرکت کی۔ بھٹو نے تحقیقاتی کمیشن کی رپورٹ کو قومی اسمبلی میں پیش کرنے اور شائع کر دینا وعدہ کیا تھا۔ لیکن بھٹو سے لیکر آج تک ہر آنے والی حکومت میں سے کسی حکومت نے بھی اس رپورٹ کے

مضمرات سے پردہ اٹھانے کی جرأت نہیں کی۔

سانحہ ربوہ دراصل تحریک ختم نبوت ۱۹۷۴ء کی اصل بنیاد بنا۔ اس سانحہ نے امت مسلمہ کو تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء کی طرح ایک بار پھر قادیانیت کے خلاف فیصلہ کن تحریک چلانے کیلئے متحد و منظم کر دیا۔ سانحہ ربوہ کے نتیجے میں قادیانیت کے خلاف تحریک اسلامی جمہوریہ پاکستان کی قومی اسمبلی نے مملکت کے متفقہ قانون کی شکل میں منظوری کی اور قادیانیت و قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دے کر اس تحریک کو اپنے منطقی انجام تک پہنچایا۔ اس تحریک کے نتیجے میں قادیانیت کے خلاف امت مسلمہ کی کم و بیش ۹۰ سالہ جدوجہد اور مختلف محاذوں پر سرگرم عمل علماء و مشائخ کی کوششیں بار آور ثابت ہوئیں۔

یکم جون ۱۹۷۴ء کو ممبر قومی اسمبلی چودھری ظہور الہی نے واقعہ ربوہ پر غور کرنے کیلئے ایوان میں تحریک التواء پیش کی اور انہوں نے مطالبہ کیا کہ ربوہ کا واقعہ انتہائی اہم نوعیت کا ہے لہذا اس تحریک پر فوری طور پر غور کیا جائے۔ جس پر وفاقی وزیر تعلیم عبدالحفیظ چیرزادہ نے موقف اختیار کیا کہ یہ معاملہ صوبائی ہے اور صوبائی حکومت اس معاملے پر تحقیقات کیلئے ہائیکورٹ کے ایک جج کی تقرری کر چکی ہے اسلئے اس معاملے پر بحث نہیں ہو سکتی۔ جس پر جناب چودھری ظہور الہی نے کہا کہ حکومت پنجاب نے تحقیقاتی ٹریبونل ضرور مقرر کر دیا ہے لیکن چونکہ یہ مسئلہ انتہائی اہمیت کا حامل ہے چنانچہ اسے ایوان میں زیر بحث لایا جائے تاکہ آئندہ اس قسم کے واقعات کا قطعی اندازہ ہو سکے۔ اسی طرح کی ایک تحریک التواء جمعیت علماء اسلام کے مولوی غلام غوث ہزاروی نے بھی پیش کی تھی۔ قبل اسکے کہ اس تحریک پر کوئی فیصلہ ہوتا قومی اسمبلی کے اسپیکر نے اس معاملے پر کل کے اجلاس میں غور کرنے کا کہہ کر اجلاس ملتوی کر دیا۔ اسپیکر نے اس تحریک کی اجازت دینے کا فیصلہ دوسرے روز پھر ملتوی کر دیا اور انہوں نے کہا کہ تحریک کے قانونی نکات پر پھر کے روز بحث ہوگی۔

مجلس عمل کے اراکین نے منفقہ اجلاس میں قرارداد کے ذریعے وزیراعظم ذوالفقار علی بھٹو کی اس تجویز کو کلیتہاً مسترد کر دیا کہ قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کے ضمن میں قومی اسمبلی میں ۳۰ جون کے بعد قرارداد پیش کی جائے گی۔ اس اجلاس میں اس امر پر بھی اتفاق کیا گیا کہ قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کا مسئلہ قانون اور دستوری شکل میں حل کرنے کیلئے ضروری ہے کہ اسے اسمبلی میں پیش کیا جائے۔ لیکن قومی اسمبلی میں یہ مسئلہ قرارداد کے ذریعے حل کرنے کی کوشش قوم کو دھوکہ دینے کے مترادف ہوگی۔ کیونکہ قرارداد کوئی قانونی حیثیت نہیں رکھتی بلکہ ایک سفارش ہوگی۔ آگے حکومت کا اختیار ہے کہ وہ اسے قبول کرے یا نہ کرے۔ اس لیے وزیراعظم کی یہ تجویز کہ اس سلسلہ میں قومی اسمبلی میں ۳۰ جون کو قرارداد پیش کی جائے گی کلیتہاً مسترد کیا جاتا ہے۔ قرارداد میں کہا گیا ہے کہ وزیراعظم بھٹو نے ۳۰ جون تک قومی اسمبلی میں اس مسئلہ کو پیش نہ کرنے کا جو جواز پیدا کیا ہے وہ مسلمانوں کے جذبات سے کھیلنے کے مترادف ہے۔ بجٹ اجلاس کے دوران بھی اسکے لیے وقت نکالا جاسکتا ہے۔ اور اسکے لیے کوئی قانونی رکاوٹ نہیں ہے۔ قرارداد میں یہ بھی کہا گیا کہ اگر وزیراعظم بھٹو مسلمانوں

کے جذبات اور احساسات اور مسئلہ کو سنجیدگی سے محسوس کرتے ہیں تو یہ انکا فرض ہے کہ وہ حکومت کی طرف سے قومی اسمبلی میں بل پیش کریں اور اکثریتی پارٹی کے سربراہ اور وزیراعظم کی حیثیت سے اپنی پارٹی کے ارکان کو آزاد چھوڑنے کے بجائے اپنی پارٹی کے ممبران کے ووٹ مطالبہ کے حق میں ڈلوانے کی ضمانت دیں۔ اور یہ بل حکومت اور حزب اختلاف کے اتفاق سے متفقہ طور پر ایک گھنٹہ میں منظور ہو سکتا ہے۔ لہذا وزیراعظم عوام کے شدید مطالبے کے پیش نظر اس مسئلہ کو آئینی اور قانونی طریق پر فوراً حل کریں۔ قرارداد میں یہ بھی کہا گیا کہ قومی اسمبلی میں اس مسئلہ پر بحث براہ راست نشر کی جائے تاکہ عوام اپنے نمائندوں کے موقف سے پوری طرح باخبر ہو سکیں۔ اور فوری طور پر ربوہ کو کھلا شہر، مرزا ناصر کو گرفتار اور ظفر اللہ خاں پر ملک کے خلاف عالمی طور پر پروپیگنڈہ کرنے کے جرم میں مقدمہ چلایا جائے۔ اور اس کا پاسپورٹ ضبط کیا جائے۔ اور حکومت تمام افراد کو فوری طور پر رہا کرے۔

علامہ شاہ احمد نورانی جو کہ تمام حالات کا نہایت ہی باریک بینی سے جائزہ لے رہے تھے۔ اور سانحہ ربوہ کے وقوع پذیر ہونے کے بعد سے اب تک ہونے والے تمام حالات واقعات آپکے علم میں تھے۔ اس دوران آپ آل پاکستان متحدہ مجلس عمل تحفظ ختم نبوت کے پلیٹ فارم کو منظم کر کے عوامی محاذ گرم کر چکے تھے۔ سندھ اور پنجاب اسمبلی میں قادیانیوں کے خلاف اراکین صوبائی اسمبلی کا موقف اور حکومتی رویہ آپکے سامنے آچکا تھا۔ اس کے برخلاف اراکین سرحد اسمبلی کی جذبہ ایمانی سے مزین وفاقی حکومت سے قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کی سفارش بھی آپ کے علم میں تھی۔ مجلس عمل تحفظ ختم نبوت کی اپیل پر ۱۳ جن کی کامیاب ہڑتال نے حکومت پر عوامی موقف واضح کر دیا تھا۔ ملت اسلامیہ پاکستان کا ہر فرد تحریک ختم نبوت کا چلتا پھرتا سپاہی بن چکا تھا۔ اور سندھ سے لیکر کشمیر تک ہر مسلمان پاکستانی کا ایک ہی مطالبہ تھا کہ حکومت فی الفور قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دے۔ انکو کلیدی عہدوں سے برطرف کرے اور ربوہ کو کھلا شہر قرار دیا جائے۔

علامہ شاہ احمد نورانی کی کوششوں کی وجہ سے عوامی سطح پر قادیانیوں کے خلاف رد عمل نے قادیانیوں اور حکومت دونوں کیلئے فرار کی تمام راہیں مسدود کر دیں تھیں۔ اس کے باوجود حکومت کی کوشش تھی کہ وقتی طور پر کسی نہ کسی طریقے سے اس مسئلے کو قابو کر لیا جائے اور پھر وقت کیساتھ آہستہ آہستہ اسے سرد خانے کی نظر کر دیا جائے۔

علامہ شاہ احمد نورانی صدیقی نے حکومتی رویے میں آنے والی تبدیلی کو محسوس کر لیا تھا اور آپ سمجھ گئے تھے کہ حکومت اس قسم کے اقدامات اور ٹال مٹول کے ذریعے معاملے کو طول دے کر عوامی جذبات کو سرد کر کے قادیانیوں کے خلاف تحریک کو دبانا چاہتی ہے۔ اس لیے اب حکومت کو مزید مہلت دینا تحریک کیلئے نقصان دہ ثابت ہو سکتا ہے۔ چنانچہ علامہ شاہ احمد نورانی (جو اب تک تحریک کو بیرونی محاذ پر مجلس عمل تحفظ ختم نبوت کی شکل میں منظم کر کے ایک ایسی قوت کی شکل دے چکے تھے۔ جسے نظر انداز کرنا اب حکومت کیلئے ممکن نہیں رہا تھا) نے تحریک کو اندرونی محاذ یعنی پارلیمنٹ کے اندر منظم کرنے کا فیصلہ

کیا۔ اس مقصد کیلئے آپ نے ارکان اسمبلی سے رابطے کیے اور مسئلہ ختم نبوت کی اہمیت وحیثیت کا احساس دلا کر انہیں اس کے تحفظ کیلئے آمادہ کیا۔ مختلف سیاسی و مذہبی جماعتوں سے تعلق رکھنے والے ممبران قومی اسمبلی نے علامہ شاہ احمد نورانی کی آواز پر لبیک کہا اور تمام مکتبہ فکر سے تعلق رکھنے والے ایک پلیٹ فارم پر متحد ہو کر عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ کے لیے کام کرنے لگے۔

علامہ شاہ احمد نورانی سمجھتے تھے کہ تمام حالات و واقعات کو سامنے رکھتے ہوئے پاکستان کی قومی اسمبلی سے قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دلوانے کیلئے آئینی اور قانونی جنگ لڑنا اب انتہائی جلدوری ہو گیا ہے۔ آپ نے محسوس کیا کہ قومی اسمبلی میں قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دلوانے کی قرارداد پیش کر کے اس کے تاویث میں آخری کیل ٹھوکنے کا یہی مناسب وقت ہے۔ چنانچہ آپ نے قادیانیوں کے خلاف اپنی تیار کردہ قرارداد کو قومی اسمبلی میں پیش کرنے کا فیصلہ کر لیا۔

علامہ شاہ احمد نورانی رابطہ عالم اسلامی کی قادیانیوں کیخلاف منظور کردہ قرارداد اور اسلام کے متفقہ عقیدہ ختم نبوت کی روشنی میں پاکستان کی قومی اسمبلی سے قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دلوانے کیلئے پہلے ہی ایک تاریخ ساز قرارداد تیار کر چکے تھے۔ اس قرارداد کے حوالے سے علامہ شاہ احمد نورانی فرماتے ہیں!

”اس سال اپریل میں ورلڈ اسلامک کانفرنس میں شرکت کیلئے لندن گیا۔ ان دنوں مکہ معظمہ میں رابطہ عالم اسلامی کا اجلاس ہو رہا تھا۔ ورلڈ اسلامک مشن کانفرنس کی وجہ سے میں اس وقت مکہ معظمہ نہیں جاسکا۔ لندن سے فارغ ہو کر میں مکہ معظمہ حاضر ہوا۔ حاضری کا ایک بڑا مقصد یہ بھی تھا کہ وہاں سے رابطہ عالم اسلامی کی وہ قرارداد حاصل کروں جو انہوں نے قادیانیوں کے بارے میں متفقہ طور پر منظور کی تھی۔ ۲۶ مئی کو یہ قرارداد لے کر پاکستان پہنچا تو قادیانیوں کا مسئلہ شروع ہو چکا تھا۔ ہم نے سب سے پہلا کام یہ کیا کہ رابطہ عالم اسلامی کی قرارداد کی روشنی میں قومی اسمبلی کیلئے اپنی قرارداد مرتب کی جس میں حزب اختلاف کی تمام جماعتوں کا مشورہ شامل تھا۔“ (انٹرویو علامہ شاہ احمد نورانی۔ ڈاکٹر خواجہ عابد نظامی ماہنامہ ضیائے حرم لاہور دسمبر ۱۹۷۷ء)

علامہ شاہ احمد نورانی کی تیار کردہ اس قرارداد پر ابتداء میں حزب اختلاف کے ۱۲۲ ارکان قومی اسمبلی نے دستخط کیے بعد میں یہ تعداد بڑھ کر ۳۷ ہو گئی۔ اس تاریخ ساز قرارداد کو علامہ شاہ احمد نورانی صدیقی نے ۳۰ جون ۱۹۷۷ء کو قومی اسمبلی میں پیش کیا۔ مفتی نیب الرحمن رقمطراز ہیں کہ!

”علماء اس سے پہلے بھی موجود تھے۔ مثلاً شیخ شبیر احمد عثمانی اور مفتی محمود وغیرہ مگر یہ سعادت ماضی میں کسی کے حصے میں بھی نہیں آئی۔ تاریخ پاکستان میں پہلی بار ایک مرد حق، پیکر صدق

وصفا، کوہ استقامت اور حاصل جرأت و شجاعت علامہ شاہ احمد نورانی صدیقی اسمبلی میں پہنچے اور فتنہ انکار ختم نبوت یعنی قادیانیت کو کفر و ارتداد قرار دینے کی بابت قرارداد قومی اسمبلی میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کی، تاریخ اسلام میں ریاست و مملکت کی سطح پر فتنہ انکار ختم نبوت کو کفر و ارتداد قرار دینے اور انکے خلاف علم جہاد بلند کرنے کا اعزاز جانشین رسول، خلیفہ اول حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو حاصل ہوا۔ اور انکے بعد یہ اعزاز انہی کی اولاد امجاد میں علامہ شاہ احمد نورانی صدیقی کو نصیب ہوا۔“ (ماہنامہ کاروان قمر کراچی امام نورانی نمبر نومبر، دسمبر ۲۰۰۲ء ص ۲۰)

علامہ شاہ احمد نورانی کی تیار کردہ اس قرارداد پر دیوبندی مولوی غلام غوث ہزاروی اور مولوی عبدالکیم نے دستخط نہیں کیے۔ جبکہ اسکے برخلاف عبدالولی خان اور غوث بخش بزنو جیسے قوم پرست رہنماؤں نے قائد تحریک ختم نبوت علامہ شاہ احمد نورانی کے کہنے پر قرارداد کو بغیر پڑے اور بغیر کسی لفظ کی تحقیق کیے قرارداد کے مسودے پر دستخط کر دیے۔ اس حوالے سے علامہ شاہ احمد نورانی فرماتے ہیں!

”ہمارے ملک میں خان عبدالولی خان کے متعلق لوگ غلط فہمیاں رکھتے ہیں۔ وہ قومی اسمبلی میں قائد حزب اختلاف تھے۔ میں نے پانچ سال تک انکو بہت قریب سے دیکھا ہے۔ انکے ساتھ کام کیا ہے۔ میں نے انکو کبھی بھی اسلام کے خلاف قابل گرفت بات کرتے ہوئے نہیں سنا۔ وہ ملک کی بقاء سلامتی اور عوام کی بہتری کیلئے ہماری جدوجہد کی انتہائی سمجھداری اور خلوص کیساتھ قیادت کرتے رہے۔ جب میں نے قرارداد کا مسودہ تیار کر لیا تو میں نے انہیں کہا! خان صاحب آج شام کو میں آرہا ہوں قرارداد کا مسودہ میں نے تیار کر لیا ہے۔ آپکے دستخط کروانے ہیں۔ شام کو میں انکے کمرے میں گیا۔ انہوں نے پوچھا! فرمائیے مولانا کیا حکم ہے؟ میں نے عرض کیا یہ مسودہ ہے۔ خان صاحب بولے! کیا اس پر میرے دستخط چاہئیں؟ میں نے کہا! آپ کے دستخط سب سے پہلے ہوں گے۔ وہ مسکرائے میں نے کہا! آپ مسودہ دیکھ لیں۔ بولے اسکی کوئی ضرورت نہیں اور بلا کسی تردد کے انہوں نے قرارداد کے مسودے پر دستخط کر دیے۔ حالانکہ مجھے گمان ضرور تھا کہ وہ یہ کہیں گے دیکھو بھی! یہ تمہارا مذہبی مسئلہ ہے مجھے اس میں مت گھسیٹو۔ یہ ہے وہ ہے۔ لیکن انہوں نے اس قسم کا ایک لفظ تک نہیں کہا۔ اس وقت غوث بخش بزنو صاحب بھی انکے پاس موجود تھے۔ انہوں

نے بھی کسی لٹ ولٹ کے بغیر دستخط کر دیئے۔“ (انٹرویو ادیب جاودانی ماہنامہ مون

ڈائجسٹ لاہور جون ۱۹۸۶ء)

قومی اسمبلی میں قرارداد کا پیش ہونا تھا کہ حکومت اور قادیانیت کے ایوانوں میں ہنگامہ مچ گیا۔ قرارداد کے پیش کرنے پر بھٹو صاحب علامہ شاہ احمد نورانی سے گفتگو کی۔ انکا موقف تھا کہ علامہ شاہ احمد نورانی نے خواہ مخواہ انکے لیے ایک مسئلہ کھڑا کر دیا ہے۔ علامہ شاہ احمد نورانی فرماتے ہیں!

”میں صاحبزادہ فاروق علی خان کے چیمبر میں ان سے ملا۔ اوقت وہاں عبدالحفیظ پیرزادہ بھی موجود تھے۔ بھٹو صاحب اس کیلئے بھی پریشان تھے کہ میں نے قرارداد کا مسودہ قومی اسمبلی میں پیش کرنے سے پہلے ایک ایک کا پی تمام اخبارات اور دیگر ذرائع ابلاغ کو بھجوا دی تھی۔ اور اخبارات نے اسے شہ سرخیوں کیساتھ شائع کر دیا تھا۔ میری قرارداد کے جواب میں مرزا ناصر نے بیان دیا۔ جس میں کہا گیا تھا کہ شاہ احمد نورانی کی قرارداد ایک طرفہ ہے۔ انہوں نے بیان میں مطالبہ کیا تھا کہ اگر مولانا شاہ احمد نورانی اس قرارداد کو قومی اسمبلی میں پیش کرنا چاہتے ہیں تو ہمیں بھی اس بات کا حق دیا جائے کہ ہم بھی قومی اسمبلی میں اپنے موقف کی وضاحت کر سکیں۔“ (انٹرویو ادیب جاودانی ماہنامہ مون ڈائجسٹ لاہور جون ۱۹۸۶ء)

وزیراعظم ذوالفقار علی بھٹو نے علامہ شاہ احمد نورانی سے کہا!

”آپ نے میرے لیے خواہ مخواہ ایک مسئلہ کھڑا کر دیا ہے۔ ایک مصیبت کھڑی کر دی ہے۔ آپ نے اسے اخبارات میں بھیج دیا ہے۔ جسے اخبارات نے شہ سرخی کیساتھ لگا دیا ہے۔ مرزا ناصر کا بھی بیان آیا ہے۔ جس میں اس نے کہا ہے کہ مولانا نورانی کی قرارداد ایک طرفہ ہے اور انہوں نے مطالبہ کیا ہے کہ اگر مولانا نورانی اس قرارداد کو پیش کرنا چاہتے ہیں تو ہمیں بھی اس بات کا حق دیا جائے کہ ہم بھی قومی اسمبلی میں اپنے موقف کی وضاحت کر سکیں۔“

ذوالفقار علی بھٹو نے آپ سے مزید کہا!

دیکھیے مولانا قومی اسمبلی کو قومی اسمبلی رہنے دیجیے۔ کیا اب اسمبلی میں مجلس مناظرہ منعقد ہوگی۔ آپ لوگ قادیانیوں کو خارج اسلام قرار دیتے ہیں تو ٹھیک ہے۔ ہم نے اس سے انکار نہیں کیا۔ تو اس کو اسمبلی میں لانے کی کیا ضرورت تھی؟ یہ سب مذہبی جنون کی باتیں ہیں۔“

قومی اسمبلی کے سپیکر صاحبزادہ فاروق علی خان نے علامہ شاہ احمد نورانی سے کہا!

”آپ نے یہ کیا مصیبت کھڑی کر دی ہے۔ یہ پارلیمنٹ کی بحث تو نہیں ہے۔ یہ تو دارالعلوم یا دینی مدرسہ کی بحث ہے۔ مولویوں نے فتویٰ دے دیا کہ فلاں کافر ہے تو بس ٹھیک ہے۔ آپ اس مسئلے کو آسلی میں کیوں لانا چاہتے ہیں؟ صاحبزادہ فاروق علی خان نے علامہ شاہ احمد نورانی کو بتایا کہ مرزا ناصر اور لاہوریوں کے ٹیلی گرام آتے ہیں کہ انہیں بھی موقع دیا جائے۔ اس طرح سے تو پارلیمنٹ میں مناظرہ ہو جائے گا۔ علامہ شاہ احمد نورانی نے نہایت تحمل سے بھٹو صاحب اور صاحبزادہ فاروق علی خان کی بات سنی اور ذوالفقار علی بھٹو سے مخاطب ہو کر آپ نے فرمایا!

”جناب والا آپ ایک مسلمان ملک کے منتخب وزیراعظم ہیں اس ملک کے سربراہ ہیں۔ اگر کوئی دوسرا شخص کھڑا ہو جائے اور یہ دعویٰ کرے کہ میں اس ملک کا وزیراعظم ہوں تو ظاہر ہے آپ اور ہم سب اسکو پاگل اور دیوانہ قرار دیں گے کہ یہ دیوانہ ہو گیا ہے اور اس طرح کی حرکتیں کر رہا ہے۔ لیکن اگر وہ عقل و دانش استعمال کر رہا ہو۔ تاور باقاعدہ آپ کے خلاف ایک منظم جتھہ اور گروپ تیار کر رہا ہو اور اس نے اپنے بھنو لوگوں کی ایک جماعت تیار کر لی ہو۔ جو اس کے دعوؤں کو سچا سمجھتے ہوں تو آپ اسکو خدار قرار دیں گے اور کہیں گے کہ اس پر مقدمہ چلاؤ اسکو بغاوت کی سزا سناؤ اور جیل میں ڈال دو۔ ورنہ لوگوں کع گمراہ کرے گا۔ ملک میں انتشار پیدا ہو گا۔ اسی طرح منصب ختم نبوت کا مسئلہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو خاتم النبیین بنایا ہے۔ آپ ﷺ ختم الرسل ہیں۔ سید الانبیاء تاجدار کائنات ہیں محبوب رب العالمین ہیں۔ آپ ﷺ کے بعد کوئی رسول اور کوئی نبی نہیں۔ ہمارا یہ عقیدہ ایمان کا لازمی جز ہے۔ تو اب کوئی شخص اس منصب کا ادعاء کر رہا ہے۔ تو وہ شان الوہیت کی بھی تذلیل کر رہا ہے۔ اور وہ پاگل بھی نہیں۔ کتابیں تصنیف کر رہا ہے۔ اپنا جتھہ منظم کر رہا ہے تو یہ اسلام کا خدار ہے۔ کافر و مرتد ہے اور لازم ہے کہ اس کے بارے میں آج کی اسلامی حکومت وہی فیصلہ کرے جو ختم المرسلین خلیفہ راشد حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جھوٹے مدعیان نبوت مسیلہ کذاب، سحاح اور اسود غسی کے بارے میں کیا تھا۔“

علامہ شاہ احمد نورانی نے بھٹو صاحب پر واضح کر دیا کہ یہ محض مذہبی مسئلہ نہیں بلکہ پاکستان کے اندر بہت حد تک سیاسی مسئلہ بن چکا ہے اور مرزا ناصر اور لاہوریوں کے گروپ کے ٹیلی گراف آتے ہیں کہ انہیں بھی صفائی کا موقع دیا جائے۔ ہم کہتے ہیں انہیں اپنی صفائی کا موقع ضرور دیا جائے۔ آپ نے حکومت کو یقین دلایا کہ پارلیمنٹ میں مناظرہ نہیں ہو گا۔ آپ کے پاس رولز موجود ہیں۔ آپ انہیں پارلیمنٹ In Camera بلا لیجئے کوئی گڑبڑ نہیں ہوگی۔ آپ ان کو بھی سن لیں

ہمارے اعتراض بھی ہوں گے اور ارکان اسمبلی کی موجودگی میں بحث کروائی جائے تاکہ صحیح فیصلہ کرنے میں آسانی ہوں۔ علامہ شاہ احمد نورانی فرماتے ہیں!

”اس سلسلے میں ہماری بھنوصاحب کیساتھ تین میٹنگز ہوئیں۔ ایک میٹنگ رات دو بجے تک چلتی رہی۔ اس میں سردار شیر باز مزاری، حاجی مولا بخش سومرو (الہی بخش سومرو کے والد) مولانا مفتی محمود اور جسٹس افضل چیمہ بھی موجود تھے۔ بھنوصاحب نے کہا کہ اس قرارداد کے منظور ہونے سے پاکستان پیپلز پارٹی کی بہت بدنامی ہوگی۔ لوگ پاکستان پیپلز پارٹی کو ایک سیکولر پارٹی سمجھتے ہیں۔ میں نے ان سے کہا اگر کچھ لوگ اس طرح کی باتیں کرتے بھی ہیں تو آپ کو انکی پروا نہیں کرنی چاہئے کیونکہ یہ بات پاکستان پیپلز پارٹی کے منشور میں شامل ہے کہ اسلام ہمارا دین ہے۔ بھنوصاحب بڑی مشکل سے قائل ہوئے۔ تو انہوں نے یہ قرارداد اسمبلی سے باہر اپنی پارٹی کے اراکین کے سامنے رکھی۔ جے اے رحیم اور شیخ رشید نے اسکی بہت مخالفت کی مگر بھنوصاحب نے کہا یہ اسلام کی بات ہے مذہب کا معاملہ ہے۔ پیپلز پارٹی اسکی مخالفت نہیں کرے گی۔ جے اے رحیم نے اس قرارداد کی مخالفت میں بہت ہنگامہ کیا۔ وہ نہیں چاہتے تھے کہ قرارداد اسمبلی میں منظور ہو۔“ (انٹرویو ادی جاودانی، ماہنامہ مون ڈائجسٹ لاہور جون ۱۹۸۶ء اور انٹرویو مفتی فیض الرحمن ماہنامہ انیم کرچی ستمبر ۲۰۰۳ء)

دراصل ۱۹۷۰ء کے الیکشن میں قادیانیوں نے پیپلز پارٹی کی بہت سپورٹ کی تھی۔ جسکی وجہ سے بھنو اور پیپلز پارٹی کے دیگر ارکان قادیانیوں کو کافر قرار دینے پر تیار نہیں تھے۔ لیکن اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کے فضل و کرم کے طفیل علامہ شاہ احمد نورانی نے بھنوصاحب کو قائل کر لیا تھا۔ ۳۰ جون ۱۹۷۴ء کی صبح قومی اسمبلی میں علامہ شاہ احمد نورانی صدارتی کی پیش کردہ قرارداد کو ایوان نے متفقہ طور پر منظور کر لیا۔ جمیعت علمائے پاکستان کے رکن اسمبلی مولانا محمد ذاکر جو کہ علالت کی وجہ سے ایوان میں حاضر نہیں تھے لیکن انہوں نے ٹیلی فون پر قرارداد سے اتفاق کیا۔ خان عبدالولی خان جو کہ کوئٹہ جا چکے تھے لیکن ایوان میں موجود ان کی جماعت نیپ کے اراکین اسمبلی اور تحریک استقلال کے حاضر ارکان نے قرارداد پر دستخط کر دیئے۔

علامہ شاہ احمد نورانی نے قرارداد کی منظوری کے بعد اس پر غور و خوض کیلئے قومی اسمبلی کے ارکان پر مشتمل ایک خصوصی کمیٹی کی تشکیل کی قرارداد بھی پیش کی۔ جسے حکومت نے منظور کرتے ہوئے قادیانی مسئلہ کے حل کے لیے پورے ایوان پر مشتمل قومی اسمبلی کی خصوصی کمیٹی تشکیل دے دی۔ چنانچہ اس کمیٹی کی تشکیل کے بعد علامہ شاہ احمد نورانی نے خصوصی کمیٹی کی

کاروائی میں بھرپور حصہ لینے کے لیے اپنا بلوچستان کا دورہ ملتوی کر دیا۔

وزیر اعظم جناب ذوالفقار علی بھٹو کی موجودگی میں ایوان نے قرارداد اور تحریک کو اتفاق رائے سے منظور کر لیا۔ سانحہ ربوہ پر غور اور قادیانی مسئلہ (عقیدہ ختم نبوت پر ایمان نہ رکھنے والوں کی اسلام میں حیثیت کا تعین) پر سفارشات مرتب کرنے کیلئے پوری قومی اسمبلی کو خصوصی کمیٹی قرار دے کر حزب اختلاف کی قرارداد اور حکومتی تحریک دونوں ایوانوں کی متفقہ رائے کے مطابق تمام ممبروں پر مشتمل کل ایوانی خصوصی کمیٹی کے سپرد کر دی گئیں۔ تاکہ وہ ان پر مفصل بحث کرے اور قومی اسمبلی کو اس بارے میں اپنی حتمی رپورٹ پیش کرے۔ اس کمیٹی کے اجلاس کیلئے چالیس ممبروں کا کورم ضروری قرار دیا گیا۔ جس میں دس ارکان حزب اختلاف سے اور باقی ارکان کا تعلق حکومت سے ہوگا۔ وزیر قانون نے واضح کیا کہ چالیس ارکان کی موجودگی کے بغیر کمیٹی کا اجلاس نہیں ہو سکے گا۔ کل ایوانی خصوصی کمیٹی یکم جولائی سے تحریک اور قرارداد پر یک وقت غور شروع کرے گی۔ اس خصوصی کمیٹی کے تمام اجلاس خفیہ ہوں گے۔ کل ایوانی خصوصی کمیٹی نے بعد میں اسمبلی میں ایک اور خصوصی رہبر کمیٹی ترتیب دی۔ دونوں کمیٹیوں یعنی کل ایوانی کمیٹی اور خصوصی رہبر کمیٹی نے اپنے کام پوری لگن سے شروع کر دیئے۔ روزنامہ نوائے وقت نے علامہ شاہ احمد نورانی اور اپوزیشن کی جانب سے پیش کردہ قرارداد کے حوالے سے اپنے ادارے میں لکھا!

”سرکاری تحریک میں صرف ختم نبوت کے منکرین کے مسئلہ پر غور کرنے کی تجویز پیش کی گئی ہے جبکہ اسکے برعکس اپوزیشن کی قرارداد میں مرزا غلام احمد کے پیروکاروں کو ختم نبوت کا منکر قرار دے کر انہیں غیر مسلم اقلیت قرار دینے کی تجویز پیش کی گئی ہے۔ اس لحاظ سے اپوزیشن کی قرارداد زیادہ موزوں اور حقیقت پسندانہ ہے۔ انگریزی محاورے کے مطابق اپوزیشن نے ساٹھ کوسینگوں سے پکڑنے کی کوشش کی ہے۔ جبکہ حکومت نے صرف اسکی دم کو چھیڑا ہے۔“ (روزنامہ نوائے وقت لاہور ۲ جولائی ۱۹۷۴ء)

کراچی کی ایک دعوت کے موقع پر سابق چیئر مین رویت ہلال کمیٹی و سابق سینیٹر حضرت علامہ مفتی ظفر اللہ نعمانی رحمۃ اللہ علیہ اور مفکر اسلام مترجم کنز الایمان انگلش اور سابق قائد حزب اختلاف سندھ اسمبلی جناب پروفیسر سید شاہ فرید الحق صاحب سے آگرہ کے اکبر عادل صاحب این، پی، ریٹائرڈ سیکرٹری وزارت صنعت و حرفت حکومت پاکستان نے ذکر کیا کہ آپ کے صدر جمعیت عجیب آدمی ہیں کہ محض اپنی قرارداد سے دو لفظوں کے اخراج پر انہیں بہت بڑی رقم مل رہی تھی جو انہوں نے ٹھکرا دی۔ اس واقعہ کی مفصل تفصیل بیان کرتے ہوئے انہوں نے بتایا کہ اسلام آباد میں تحریک ختم نبوت کے دوران میرے مکان پر علامہ شاہ احمد نورانی رحمۃ اللہ علیہ کی دعوت تھی۔ وہاں کچھ لوگ اور بھی تھے کہ بعض آدمی مرزائی فرقے کے لاہوری گروپ سے متعلق تھے۔ وہاں آئے اور پوچھا کہ معلوم ہوا ہے کہ آپ کے یہاں مولانا نورانی تشریف لائے ہیں۔ ہم

ان سے بات کرنا چاہتے ہیں۔ میں انکو اندر لے گیا اور حضرت نورانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے کہا کہ یہ لوگ آپ سے کوئی بات کرنا چاہتے ہیں۔ حضرت نے فرمایا کیا بات ہے؟ ان لوگوں میں تین چار سرکاری افسر بھی تھے۔ ان میں سے ایک صاحب نے کہا جناب ہم نے سنا ہے کہ آپ نے اپنی قرارداد میں لاہوری گروپ کو بھی غیر مسلم قرار دیا ہے۔ حالانکہ ہم مرزا صاحب کو نبی نہیں مانتے آپ کی قرارداد میں ہمارا نام درست نہیں ہے۔ آپ یوں کریں کہ قرارداد سے ہمارا نام نکال دیں۔ ہم اس کے عوض آپ کو پچاس لاکھ روپے پیش کرتے ہیں۔ یہ سکر علامہ شاہ احمد نورانی نے فرمایا! آپ کی پیشکش ہمارے جوتے کی نوک پر۔ اس لیے کہ ہمارا جوتا اس پیشکش سے زیادہ قیمتی ہے (بعض بزرگوں کا فرمانا ہے کہ علامہ شاہ احمد نورانی نے اس وقت فرمایا! ہمارا گنبد حضرتی والے آقا ﷺ سے ہمارا سودا ہو چکا ہے۔ ہم بازار مصطفیٰ ﷺ میں بک چکے ہیں۔ اور یہ پیسہ ہمیں نہیں خرید سکتا) آپ نے فرمایا کہ مرزا مدعی نبوت ہے۔ جو اسے مہمدیا مصلح مانتا ہے وہ بھی کافر ہے۔ اور میری قرارداد سے کوئی لفظ بھی حذف نہیں ہوگا۔ آپ لوگ یہاں سے نکل جائیں۔ وہ لوگ وہاں سے چلے گئے۔ تو علامہ شاہ احمد نورانی نے فرمایا کئی ایسے سرکاری افسر ہیں کہ وہ بار بار لوگوں کی سفارش کرتے ہیں کہ صاحب ان لوگوں کو آپ کیوں ذکر میں لے آئے ہیں۔ یہ تو نبی نہیں مانتے۔ لیکن الحمد للہ، اللہ کریم نے استقامت عطا فرمائی ہے۔ یہ پیسہ آنے جانے والی چیز ہے۔ اصل دولت، دولت ایمان ہے۔ اور سرمایہ آخرت ہے۔ (کتاب مولانا نورانی ص ۱۷۵ بحوالہ فاتح مرزائیت ص ۱۲)

۳ جولائی ۱۹۷۷ء کو قومی اسمبلی کی خصوصی کمیٹی نے اپنے اجلاس میں اتفاق رائے سے ۱۱۲ ارکان پر مشتمل ایک رہبر کمیٹی منتخب کی۔ وزیر قانون عبدالحفیظ جیڑا وہ رہبر کمیٹی کا کنوینر منتخب کیا گیا۔ رہبر کمیٹی کا کام ان قراردادوں اور تجاویز کا جائزہ لینا تھا۔ ۵ جولائی کی نصف شب تک قومی اسمبلی کے سیکرٹری کو موصول ہوں گی۔ اسکے علاوہ رہبر کمیٹی اور خصوصی کمیٹی کا کام اس مسئلہ پر غور و خوض کرنے اور کارروائی چلانے کیلئے طریقہ کار اور پروگرام تجویز کرنا بھی تھا۔ رہبر کمیٹی کے اراکین میں علامہ شاہ احمد نورانی صدیقی، مفتی محمود، مولانا غلام غوث ہزاروی، مولانا کوثر نیازی، رانا محمد حنیف خاں، پروفیسر غفور احمد، مسٹر عبد العزیز بھٹی، مولانا ظفر علی انصاری، مسٹر نعمت خان شنواری، ملک محمد اختر اور بیگم شیریں وہاب شامل تھے۔ رہبر کمیٹی کی مرتب کردہ سفارشات کو ۱۳ جولائی ۱۹۷۷ء کو قومی اسمبلی کی خصوصی کمیٹی نے اتفاق رائے سے منظور کر لیا۔ رہبر کمیٹی کی مرتب کردہ سفارشات مندرجہ ذیل ہیں۔

(۱) انجمن احمدیہ ربوہ اور انجمن اشاعت اسلام لاہور کے سربراہوں کے بیانات کا مہند کرنے کا کام ۲۲ جولائی ۱۹۷۷ء تک مکمل کر لیا جائے۔

(۲) خصوصی کمیٹی کے جو ممبر دونوں جماعتوں کے سربراہوں سے سوالات دریافت کرنا چاہیں۔ وہ ۲۴ جولائی تک قومی اسمبلی کے سیکرٹری کو بھیج سکتے ہیں۔

(۳) رہبر کمیٹی انجمنوں کے سربراہوں سے دریافت کیے جانے والے سوالات کو آخری شکل دے گی اور منظور کرے گی۔
(۴) اتارنی جزل سے جن کے ذریعے سوالات دریافت کیے جائیں گے۔ کہا جائے گا کہ وہ ۲۵ جولائی سے رہبر کمیٹی اور خصوصی کمیٹی کے اجلاسوں میں شرکت کریں۔

(۵) مختلف ارکان کی پیش کردہ قراردادوں پر خصوصی کمیٹی میں غور ہونے سے پہلے ان قراردادوں کے محرک اپنے نکتہ ہائے نظر کی وضاحت کرنے کیلئے رہبر کمیٹی کے سامنے بیانات دیں گے۔

کمیٹی نے اپنے سپرد کیے گئے کام کی رفتار پر اطمینان کا اظہار کرتے ہوئے اسے جلد مکمل کرنے کا اعادہ کیا۔ ساتھ ہی کمیٹی نے وزیر قانون کو اختیار دیا کہ وہ ۱۴ جولائی کو پریس کانفرنس کے ذریعے خصوصی کمیٹی کی کارکردگی سے عوام کو آگاہ کر دیں۔

۲۰ جولائی کو قومی اسمبلی کی خصوصی کمیٹی کے اجلاس میں احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کے سربراہ صدر الدین کا محضر نامہ پڑھا گیا۔

۲۱ جولائی کو قومی اسمبلی کی خصوصی کمیٹی (جو کہ پورے ایوان پر مشتمل تھی) کے روبرو قادیانی جماعت کے سربراہ مرزا ناصر احمد کا حلفی بیان قلمبند کیا گیا۔ جسکے پڑھنے کا عمل ۲۳ جولائی ۱۹۷۷ء کو مکمل ہوا۔ یہ ۱۸۰ صفحات پر مشتمل تحریری بیان دراصل مرزا ناصر کا محضر نامہ تھا۔ جسے مرزا ناصر لکھ کر لایا تھا۔ قومی اسمبلی کی کئی منزلہ انکنڈیشنڈ عمارت جو کہ چاروں طرف سے بند تھی میں کبھی ایسا نہیں ہوا کہ کسی رکن اسمبلی پر اوپر سے کوئی چیز گری ہو۔ لیکن اس وقت کے ارکان قومی اسمبلی جنھوں نے اپنی آنکھوں سے نبی کریم ﷺ کے اس زندہ معجزے کا مشاہدہ کیا کہ جیسے ہی مرزا ناصر قادیانی نے اپنا ۱۸۰ صفحات پر مشتمل محضر نامہ پڑھنا شروع کیا تو اوپر سے کسی پرندے کا ایک پر جو غلاط سے میں لتھڑا ہوا تھا اوپر سے سید ہامر زان ناصر کے محضر نامے پر گر گیا۔ اور ارکان اسمبلی نے دیکھا کہ مرزا ناصر کا محضر نامہ گندگی سے بھر گیا۔ وہ بری طرح کانپ کر رہ گیا۔ اسکے منہ سے بے ساختہ یہ الفاظ نکلے I am Disturbed علامہ شاہ احمد نورانی فرماتے ہیں کہ!

”یہ حضور اکرم ﷺ کا معجزہ تھا۔ قربان جائیے حضور اکرم ﷺ کے، آپ یہ معجزہ دکھا کر اپنے ماننے والوں سے کہہ رہے ہیں کہ دیکھو مرزا جو کچھ پڑھا رہا ہے وہ غلاط ہے۔“ (ماہنامہ

الحامد ملتان جنوری فروری ۲۰۰۴ء ص ۲۳۲)

مرزا ناصر قادیانی کے محضر نامے کا جواب مرکزی مجلس عمل تحفظ ختم نبوت کی جانب سے ”ملت اسلامیہ کا موقف“ کے نام سے ترتیب دیا۔ ملت اسلامیہ کا موقف کی کتابت مشہور کا تب جناب سید انور حسین المعروف نفیس رقم نے کی اور اسکی تصحیح حضرت علامہ شاہ احمد نورانی مفتی محمود اور چودھری ظہور الہی نے کی۔ جتنا حصہ لکھا گیا جاتا اسے مفتی محمود، حضرت

مولانا شاہ احمد نورانی اور چودھری ظہور الہی سن لیتے۔ بعد ازاں مناسب ترمیم و اضافہ کے بعد اسے پریس میں بھیج دیا جاتا۔ ملت اسلامیہ کا یہ موقف چھ دن میں تیار ہو گیا۔ اور قومی اسمبلی میں مفتی محمود نے مرزا ناصر کے محض نامے کے جواب میں پیش کیا۔ (پارلیمنٹ میں قادیانی شکست ص ۱۰)

قومی اسمبلی کی خصوصی کمیٹی نے دو ماہ میں قادیانی مسئلے پر غور و خوض کیلئے ۱۲۸ اجلاس اور ۹۶ نشستیں منعقد کیں۔ اس دوران قومی اسمبلی کی خصوصی کمیٹی کے روبرو قادیانی گروہ کے سرخیل مرزا ناصر، لاہوری گروپ کے امیر صدر الدین اور انجمن اشاعت اسلام کے عبدالمنان اور مسعود بیگ پران کے عقائد و نظریات ملک دشمنی اور یہودی و سامراجی گٹھ جوڑ کے حوالے سے جرح ہوئی۔ ۱۵ اگست سے ۱۱۰ اگست اور ۲۰ اگست سے ۱۲۳ اگست تک گیارہ روز مرزا ناصر قادیانی پر جرح ہوئی۔ جو کم و بیش ۴۲ گھنٹوں پر محیط ہے۔ قومی اسمبلی کی خصوصی کمیٹی کے روبرو جرح کے دوران مرزا ناصر کے ہتھ پاؤں پھول جاتے تھے۔ وہ اوٹ پٹانگ باتیں کرتا وہ قومی اسمبلی کے انٹرنیشنل ہال میں پسینے پسینے ہو جاتا اور گھبراہٹ میں بار بار پانی مانگتا۔ اور کبھی لا جواب ہو کر بالکل ساکت ہو جاتا تھا۔ ممبران قومی اسمبلی نے مرزا ناصر سے ۱۸۰ سوالات کیے جن میں ۷۰ سوالات صرف جمعیت علمائے پاکستان کی جانب سے کئے گئے۔

علامہ شاہ احمد نورانی صدیقی فرماتے ہیں!

”مسلل گیارہ روز تک مرزا ناصر پر جرح ہوتی رہی اور سوال و جوابی سوال کیا جاتا رہا۔ مرزا کو صفائی پیش کرتے کرتے پسینہ چھوٹ جاتا اور آخر تک آکر کہہ دیتا کہ بس میں اب تھک گیا ہوں۔ انٹرنیشنل کمرے میں پچاس سے زائد گلاس پانی کے مرزا ناصر روزانہ پیتا تھا۔ اسے گمان نہیں تھا کہ اس طرح عدالتی کنہرے میں بٹھا کر اس پر جرح کی جائے گی۔۔۔ وہ اپنا عقیدہ خود اراکین اسمبلی کے سامنے بیان کر گیا اور اس بات کا اعلان کر گیا کہ مرزا غلام احمد قادیانی رضی اللہ عنہ کے بعد صبح موعود اور امتی نبی ہے۔ جن اراکین اسمبلی کو قادیانیوں کے متعلق حقائق معلوم نہیں تھے انہیں بھی معلوم ہو گئے۔ اور انہیں اس بات کا یقین ہو گیا کہ مولانا نورانی جنہیں اقلیت قرار دلوانے کی سعی کر رہے ہیں وہ لوگ واقعی کافر

، مرتد اور دائرہ اسلام سے خارج ہیں۔“ (ماہنامہ ضیائے حرم ختم نبوت نمبر ۴۷، ۱۹۷۷ء)

قادیانی مسئلے پر فیصلہ کرنے کیلئے قومی اسمبلی کی خصوصی کمیٹی جو کہ پورے ایوان پر مشتمل تھی کے ۱۲۸ اجلاس منعقد ہوئے اور مجموعی طور پر اس مسئلے پر ۹۶ گھنٹے غور کیا گیا۔ خصوصی کمیٹی کے سامنے قادیانی جماعت کے سربراہ مرزا ناصر نے ۴۱ گھنٹے اور ۵۰ منٹ تک شہادت قلمبند کرائی اور اس کا بیان گیارہ دن تک جاری رہا۔ لاہوری جماعت کے سربراہ پردوا جلاسوں

میں مجموعی طور پر ۸ گھنٹے اور ۲۰ منٹ تک جرح ہوئی۔ قومی اسمبلی کی خصوصی کمیٹی کے روبرو مرزا ناصر اور لاہوری گروپ پر جرح نے پہلی ہی قادیانت کی اصل صورت اپنے تمام مخفی خدوخال کے ساتھ اراکین اسمبلی کے سامنے رکھ دی تھی۔ لیکن اٹارنی جنرل جناب یحییٰ بختیار نے بحث کو سیٹے ہوئے جو دلائل دیئے اس نے معزز اراکین اسمبلی کو قادیانیوں کے بارے میں متفقہ فیصلہ کرنے میں بڑی مدد دی۔

سابق اٹارنی جنرل اور معروف قانون دان جناب یحییٰ بختیار نے جس لگن، جانفشانی اور قانونی مہارت سے اُمت مسلمہ کے اس نازک اور حساس کیس کو لڑا اور ملت اسلامیہ کے موقف کی قومی اسمبلی میں جس بھرپور، مؤثر اور شاندار انداز میں ترجمانی کر کے تحفظ عقیدہ ختم نبوت کی جو قانونی جنگ لڑی اور قادیانی شاطر سربراہوں پر طویل اور اعصاب شکن جرح کے بعد جس طرح ان سے اُن کے عقائد و عزائم کے بارے میں سب کچھ اگلا کر اعتراف جرم کروایا۔ وہ انہی کا حصہ ہے۔ جس پر قابل ستائش ہیں اور بلاشبہ جس طرح اُن سے اُن کے عقائد و عزائم کے بارے میں سب کچھ اگلا کر اعتراف جرم کروایا۔ وہ انہی کا حصہ ہے۔ جس پر ستائش ہیں۔ اور بلاشبہ جس طرح انہوں نے پاکستان کی قومی اسمبلی کو اس نوے سالہ فتنے کے بارے میں حتمی اور متفقہ فیصلے تک پہنچنے میں مدد کی وہ تاریخ میں سنہرے حروف سے لکھنے کے قابل ہے۔ اور اللہ رب العزت اور اس کے پیارے حبیب ﷺ کی نظر عنایت کا مظہر ہے جس کے طفیل وہ یہ فریضہ ادا کرنے میں کامیاب ہوئے۔

۷ ستمبر ۱۹۷۴ء کو ڈھائی بجے دن پوری قومی اسمبلی پر مشتمل خصوصی کمیٹی کا اہم اجلاس ہوا جس میں کمیٹی کی سفارشات کو آخری شکل دی گئی اور قرارداد کا متفقہ مسودہ تیار کیا گیا اس قرارداد میں کہا گیا کہ تمام شہریوں کی خواہ ان کا تعلق کسی فرقہ سے ہو جان و مال عزت و آزادی اور بنیادی حقوق کا تحفظ کیا جائے گا۔ اور ختم نبوت کے خلاف عقیدہ رکھنے، عمل کرنے یا تبلیغ کرنے والا مستوجب سزا ہوگا۔ قرارداد میں کہا گیا کہ اس فیصلے کے نتیجے میں نیشنل رجسٹریشن ایکٹ ۱۹۷۳ء اور انتخابی فہرستوں کے قواعد ۱۹۷۴ء میں ترامیم کی جائیں گی۔

آئین میں دوسری ترمیم کے بل مجریہ ۱۹۷۴ء کی تینوں دفعات اتفاق رائے سے قومی اسمبلی کے ۱۴۶ میں سے ۱۳۰ حاضر اراکان نے بل کے حق میں ووٹ دیکر اسے منظور کر لیں۔ قومی اسمبلی کی منظوری کے بعد فوری سینٹ میں پیش کیا گیا جہاں سینٹ کے ۴۵ ممبران میں سے موجود تمام ۳۱ ممبران نے بل کے حق میں ووٹ دیا۔ اور یوں سینٹ نے آئین کی دفعات ۱۰۶ اور ۲۶۰ میں ترمیم کا بل منظور کر لیا۔ جس میں کہا گیا کہ سرور کائنات حضرت محمد ﷺ کے بعد کوئی مدعی یا اسے نبی یا مصلح تسلیم کرنے والا مسلمان نہیں ہے۔ ترمیمی بل کے مطابق قادیانیوں اور لاہوری جماعت کے اراکین کو غیر مسلم اقلیتوں کی فہرست میں شامل کر لیا گیا ہے۔ قومی اسمبلی میں آئینی ترمیمی بل کی منظوری کے بعد وزیراعظم پاکستان جناب ذوالفقار علی بھٹو نے تقریر کرتے ہوئے کہا: ”یہ نوے سال پرانا مسئلہ تھا اور وقت کے ساتھ پیچیدہ ہوتا جا رہا تھا۔ احمدیوں کے بارے میں آج جو فیصلہ کیا

گیا ہے وہ متفقہ اور پوری قوم کا فیصلہ ہے۔ یہ پاکستان کے عوام کا فیصلہ ہے۔ اور پاکستان کے مسلمانوں کی خواہشات کا آئینہ دار ہے اور اس فیصلے کا کریڈٹ پوری قوم کو جاتا ہے۔

۱۹۷۳ء کا آئین ملک کا پہلا آئین تھا جس میں پاکستان کا نام اسلامی جمہوریہ پاکستان، مملکت کا مذہب اسلام، جس کی حفاظت کی ذمہ دار مملکت، مسلمان کی تعریف کی شمولیت اور قرآن و سنت کے منافی کوئی قانون نہ بنانے کی شقوق کی وجہ سے ۱۹۵۶ء، ۱۹۶۲ء کے آئین سے قدرے ممتاز تھا۔ لیکن قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دینے والی آئینی ترمیم نے اس آئین کو دنیا کے تمام اور بالخصوص اسلامی ممالک کے دستاویز میں ایک منفرد اور انوکھا اعزاز بخشا۔ اور وہ یہ اعزاز تھا کہ اس آئینی ترمیم کے ذریعے اسلام کے ایک بنیادی عقیدے (عقیدہ ختم نبوت جس پر اسلام کی بنیاد قائم ہے اور جس پر عمل نہ کرنے کی صورت میں علمائے کرام قرآن و سنت کی رو سے اسکے غیر مسلم ہونے کا اعلان کرتے تھے) کو آئینی اور قانونی تحفظ دے کر اسے مملکت پاکستان کا ایک ایسا قانون بنادیا گیا تھا جس کی رو سے عقیدہ ختم نبوت پر یقین نہ رکھنے والا اور آپ ﷺ کے بعد کسی اور شخص کی نبوت کو ماننے والا کافر و مرتد کا رجز اسلام اور غیر مسلم اقلیت قرار پایا۔ اس لحاظ سے ۱۹۷۳ء کا دستور دنیا کے تمام دستاویز میں منفرد حیثیت اور ممتاز مقام رکھتا ہے۔ آج تک ۱۹۷۳ء کے آئین میں ہونے والی تمام ترامیم صرف قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے والی ترمیم آئین کی وہ واحد ترمیم ہے جسے قومی اسمبلی اور سینٹ کے دونوں ایوانوں نے متفقہ طور پر منظور کیا۔ اور اس ترمیم کی مخالفت میں ایک ووٹ بھی نہیں ڈالا گیا۔ علامہ شاہ احمد نورانی صدیقی نے اس فیصلے کے عوامل پر روشنی ڈالتے ہوئے فرمایا!

”ماحول ہی ایسا بن گیا تھا کسی کو مرزائیوں کی حمایت کی جرأت نہیں ہو سکتی تھی۔ باہر کے جیسے جلسوں اور منظم جدوجہد نے اندر کی فضا اور معاملات کو درست رخ پر رکھا۔ پھر اندر مرزا ناصر نے اپنے کيس کو جو پہلے ہی بہت خراب تھا مزید خراب کیا۔ میں اس امکان کو بھی رد نہیں کرتا کہ مرزائیوں کی بڑھتی ہوئی قوت سے خود پیپلز پارٹی کی قیادت خائف ہو چکی تھی۔“ (تحریک ختم نبوت جلد سوم ۸۶۸، ۸۶۷)

علامہ شاہ احمد نورانی اس تاریخی فیصلے کے اثرات کے حوالے سے فرماتے ہیں!

”پارلیمنٹ نے قادیانیوں کے بارے میں جو فیصلہ کیا ہے اس فیصلے کے بعد پچاس ہزار قادیانیوں نے اسلام قبول کیا ہے اگر اس فیصلہ کی مؤثر طریقے سے تشہیر کی جاتی تو باقی ماندہ قادیانی بھی اسلام قبول کر لیتے۔“ (روزنامہ نوائے وقت ۲۰ دسمبر ۱۹۷۷ء)

علامہ شاہ احمد نورانی فرماتے ہیں!

”چونکہ اللہ تعالیٰ کی تائید و نصرت سے ہم مسلمان کی تعریف آئین میں شامل کرا چکے تھے۔ یہ مسئلہ تحفظ ختم نبوت کیلئے ہماری آئینی و قانونی نظام کی خشت اول تھی۔ پھر قادیانیوں کو کافر و مرتد قرار دینے کی آئینی ترمیم سے اکی تکمیل ہو گئی۔ بعد ازاں پاسپورٹ اور شناختی کارڈ کے فارم میں مسلمان کیلئے ختم نبوت کے اقرار اور مرزائیوں کے قادیانیوں والا ہوری گروپ سے برأت کا حلفیہ بیان لازمی قرار دیا گیا۔ اس طرح ناموں کے اشتباہ سے جو قادیانی ناجائز فائدہ اٹھا کر اپنے مسلم ہونے کا دعویٰ کرتے تھے۔ بلکہ مکرو فریب سے مسلمانوں میں شامل ہو جاتے تھے۔ اس کا سد باب ہو گیا۔ بعد میں جنرل ضیاء الحق کے دور حکومت میں جداگانہ انتخاب کی طرف پیش رفت ہوئی جو شروع ہی سے ہمارے مقاصد و اہداف میں شامل تھا اور قادیانیوں کے ناموں کا اندراج غیر مسلموں کی فہرست میں کرانا قرار پایا۔ سعودی عرب، ملائیشیاء، انڈونیشیاء اور دیگر مسلم ممالک کی حکومتوں نے قادیانیوں کو غیر مسلموں کا درجہ دینا شروع کیا کہ جنوبی افریقہ کی غیر مسلم عدالت نے بھی اسکی توثیق کی کہ قادیانی مسلم نہیں ہیں۔ قادیانیوں پر مسجد کے نام سے اپنی عبادت گاہ بنانے پر پابندی عائد کر دی گئی۔ صدر اور وزیر اعظم کے حلف ناموں میں ختم نبوت کا اقرار لازمی قرار پایا۔ ابھی بہت سے اہداف ہیں جن کا حصول باقی ہے۔ اور الحمد للہ اس کے ضمن میں ہمارا جہاد جاری ہے۔ اور ہم اپنے دینی اہداف کے حصول تک چین سے نہیں بیٹھیں گے۔“ (انٹرویو ملک محبوب الرسول قادری افکار نورانی ص ۵۵)

اس میں کوئی شک نہیں کہ متذکرہ افراد بھی تحریک ختم نبوت ۱۹۷۴ء میں شامل تھے۔ اور انہوں نے دیگر مکاتب فکر کیساتھ مل کر اس تحریک میں حصہ لیا۔ لیکن اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ تحریک ختم نبوت ۱۹۷۴ء کو اس کے حقیقی انجام تک پہنچانے میں اصل کردار علامہ شاہ احمد نورانی صدیقی نے ہی ادا کیا۔ آپ نے جس فہم و فراست اور حسن تدبیر سے اس تحریک کو پارلیمنٹ کے اندر اور پارلیمنٹ کے باہر عوامی سطح پر منظم کیا اور پیپلز پارٹی کے اراکین اسمبلی سمیت تمام اراکین قومی اسمبلی اور ملک کے وزیر اعظم جناب ذوالفقار علی بھٹو کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے والی قرارداد کے حق میں راضی کیا۔ وہ صرف آپ کا خاصہ ہے۔ اس تمام تفصیل کا ذکر پہلے گزر چکا ہے جس سے نہ صرف اس جھوٹے پروپیگنڈے کی کہ تحریک ختم نبوت ۱۹۷۴ء کو کامیابی سے ہمکنار کرانے میں صرف یوسف بنوری، مفتی محمود وغیرہ کا حصہ ہے قلعی کھل جاتی ہے بلکہ حقیقت حال روز روشن کی طرح عیاں ہو جاتی ہے۔ کہ قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دلوانے کا کریڈٹ علامہ شاہ احمد نورانی کو ہی جاتا

ہے۔ جنہوں نے اس سلسلے میں دن رات مسلسل جدوجہد کی اور آخر کار وہ اس اہم مشن میں کامیاب ہوئے۔ بلاشبہ قائد ملت اسلامیہ سپہ سالار اعلیٰ تحریک ختم نبوت ۱۹۷۴ء حضرت علامہ شاہ احمد نورانی صدیقی قابلِ صدمبارکباد ہیں۔ یہاں یہ حقیقت بھی قابلِ ذکر ہے کہ آپ کی زیر قیادت حسب سابق جمعیت علماء پاکستان کے قائدین علماء کارکن اور جمعیت سے متعلق عربی مدارس کے طلباء کا پوری تحریک میں نمایاں کردار رہا ہے۔ علامہ شاہ احمد نورانی تحدیثِ نعت کے طور پر اس کارنامے کا یوں اظہار فرماتے تھے!

”الحمد للہ ہم نے سخت جدوجہد کے بعد اسمبلی میں اس مسئلے کو حل کرایا۔ اللہ تعالیٰ نے یہ سعادت مجھے نصیب فرمائی اور مجھے کامل یقین ہے کہ بارگاہِ شفیع المذمبین علیہ السلام میں میرے لیے یہی سب سے بڑا وسیلہ شفاعت و نجات ہوگا۔“

مگر آپ نے کبھی بھی اس تاریخ ساز کامیابی کا کریڈٹ خود سینے کی کوشش نہیں کی۔ علامہ شاہ احمد نورانی کے نزدیک اجتماعی طور پر مسلمانوں کی اس عظیم الشان کامیابی کا سہرا فدا یانِ ختم نبوت اور شمعِ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام پروانوں کو نصیب ہوا۔ اس میں حکام بالا، معزز اراکین قومی و صوبائی اسمبلی، قائدینِ مجلس عمل تحفظ ختم نبوت، طلباء، سماجی و جماعتی کارکن، جلسوں میں شریک ہونے والے فدا یانِ ختم نبوت، عوام گھروں میں رورود کر دعائیں کرنے والی مائیں، بہنیں، ہڑتالوں میں ساتھ دے کر مالی ایثار کرنے والے تاجر اور فلکِ شگاف نعروں سے جذبات کو بیدار کر دینے والے مجاہد غرض جس نے بھی جس طرح تاجِ ختم نبوت کی حفاظت میں حصہ لیا اور تندہیز ہوا میں بھی ختم نبوت کا دیا بچھے نہیں دیا وہ سب ہی شامل ہیں۔

جناب شاہ حسین خان ریسرچ اسکالر علوم اسلامی جامعہ کراچی اپنے تحقیقی مقالے میں لکھتے ہیں!

”قیام پاکستان کے بعد علماء و مشائخ نے ۱۹۵۳ء میں قادیانیوں کے خلاف تحریک چلائی لیکن وہ کامیاب نہ ہو سکی اسکے باوجود علمائے حق نئی حکمت عملی سے اپنی ذمہ داریاں احسن طریقے سے سرانجام دیتے رہے اور ہر محاذ پر قادیانیوں کے سامنے سینہ سپر رہے۔ وہ علماء جنہوں نے حق کی آواز کو تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء کی ناکامی کے بعد دوبارہ زندہ کیا ان میں روشن اور تابندہ نام مولانا شاہ احمد نورانی صدیقی کا ہے۔ جنہوں نے عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ کے لیے بھرپور طریقے سے عملی جدوجہد جاری رکھی۔ قادیانیوں کے خلاف تحریک چلائی اور ان کی ہر موڑ پر مخالفت کرتے رہے۔ مولانا کو قادیانیوں کی مخالفت کرنا ورثے میں ملی تھی۔ انکے والد مولانا شاہ عبد ”العلیم صدیقی قادیانیوں کے اہم مخالفین میں سے تھے۔ انہوں نے افریقہ، یورپ، سیلون، انڈونیشیاء، ملائیشیاء، برما اور عرب ریاستوں میں

قادیانیت کے خلاف مہم چلائی۔ اور انکے رد میں انگریزی زبان میں کتاب لکھی جس کا نام The Mirror ہے۔ اس کتاب کا عربی زبان میں ترجمہ ”المرآة“ کے نام سے ہوا۔ اس کتاب کے علاوہ انہوں نے ایک کتاب اردو میں بھی تحریر کی جس کا نام ”مرزائی حقیقت کا اظہار ہے۔ اس کتاب کا ملائشیاء کی زبان میں ترجمہ شائع ہوا تو وہاں قادیانیوں کے خلاف زبردست تحریک چلی۔ جس کے بعد ملائشیاء میں قادیانیوں کا داخلہ ممنوع قرار دے دیا گیا۔ چنانچہ مولانا نورانی نے اپنے والد کے نقش قدم پر چلتے ہوئے قادیانیوں کی مخالفت کی اور ہمیشہ انکے آگے اپنی چٹان کی مانند کھڑے رہے۔“ (ماہنامہ پیام حرم کراچی نومبر ۲۰۰۵ء ص ۲۳)

☆☆☆☆

☆☆☆☆

☆☆☆☆



تحریک ختم نبوت اور

علامہ پیر محمد امین الحسنات شاہ

حافظ محمد مسعود رضوی

ولادت 25 رجب 1369ھ بمطابق 9 مئی 1950ء (بمبیرہ)

ہزاروں سال نرس اپنی بے نوری پہ روتی ہے بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا
علوم و فنون اسلامیہ میں تاریخ و سوانح ایک ایسا شعبہ ہے جس کا احاطہ ممکن نہیں، انسان کی تاریخ، شہر کی تاریخ، ملک
کی تاریخ اور پھر ان سے متعلقات کی تاریخ جغرافیائی کیفیات، تمدنی حالات، معاشی حالات، معاشرتی معلومات یہ سب
عنوان تاریخ سے عبارت ہیں۔ تاریخی شخصیات کی فہرست بڑی طویل ہے۔ ماضی کی تو بات ہی کیا، عصر حاضر میں ہماری بے
شمار شخصیات ہیں۔ جن کے نام افلاک تاریخ پر آفتاب و مانتاب کی طرح چمک رہے ہیں۔ انہیں نابغہ روزگار، معنی خیز
شخصیات، صاحبان علم و فضل، محسن ملک و ملت، محسنین اہل سنت اور سر تا پا مجسمہ خیر و برکت شخصیات میں حضرت قبلہ عالم بر محمد
امین الحسنات شاہ صاحب کا شمار بھی ہوتا ہے۔ علوم و فنون کے یہ ہمالہ، شریعت و طریقت کے امام، تحریک تجدید عشق رسالت
کے نامور قائد اور صاحب الرائے سیاستدان حکیم الامت علامہ ڈاکٹر محمد اقبال کے اس شعر کے حقیقی مصداق ہیں۔

ہزاروں سال نرس اپنی بے نوری پہ روتی ہے بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا
یہ سیما ب فطرت شخصیت تعلیم کے دوران ہی دواہم ترین تحریکوں تحریک ختم نبوت 1974 اور تحریک نظام مصطفیٰ
ﷺ مرکزی خیال کی حیثیت سے سرگرم عمل رہی اور آج تک اپنی زبان و قلم کے ذریعے اپنی آواز حکومتی ایوانوں تک بڑی
پیما کی اور شجاعت سے پہچانے میں مصروف عمل نظر آتی ہے۔ جہاں حکومت کی ناکام پالیسیوں کی کھل قلعی کھولنا، مظلوم میراتھن
رہس پر بڑی شجاعتانہ تنقید کرنا، امریکہ نواز حکمرانوں کیلئے ذوالفقار حیدری بن کر ٹوٹنا، اسلام مخالف پروپیگنڈوں کے رستے میں
آہنی دیوار بن کر کھڑے ہو جانا، وہشت گردی کو اسلام سے منسلک کرنے کا سوچنے والے حکمرانوں کو چپ کا روزہ رکھنے پر مجبور
کرنا، دینی مدارس کے خلاف سازشیں کرنے والوں پر برق صاعقہ بن کر چمکنا اور والد گرامی رحمۃ اللہ علیہ کی سنت کو زندہ کرتے
ہوئے انگریز نواز حکومت کو حقائق کی طرف پلٹنے پر مجبور کرنا اس ستودہ صفات پیکر عشق رسالت کے شب و روز کے مشاغل میں
شامل ہے وہاں پر عقیدہ ختم نبوت کے منکرین کیلئے آپ کی ذات والا صفات کلک رضا اور ذوالفقار حیدری کے جوہر دکھا کر

پوری جان بازی اور سرفروشی سے خبر لیتے نظر آ رہی ہے اور ایوان بالا سے لیکر عوام تک ہر ایک کیلئے خواہ وہ صاحب مال و منال ہے یا مفلس و نادار، خواہ وہ حاکم ہے یا محکوم، ایک ہی نعرہ لگاتی نظر آتی ہے۔

کی محمد سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں یہ جہاں چیز ہے کیا لوح قلم تیرے ہیں

آپ نے ختم نبوت کے منکرین کے خلاف عملی جہاد کا آغاز اس وقت فرمایا۔ جب 1974 میں جید علماء اہلسنت مکی سطح پر اس کے خلاف برسر پیکار تھے۔ تو آپ نے علاقائی سطح پر تنظیم ”الفتح“ کی بنیاد رکھ کر اس کو مرزائیوں کے گلے کی ہڈی بنادیا۔ جب علاقائی سطح پر قادیانیوں کے خلاف چلنے والی تحریک کی باگ ڈور آپ کے ہاتھ میں آئی تو آپ نے کم عمری کے باوجود بڑی دانشمندی سے جملہ مکاتب فکر کے علماء سے رابطہ فرما کر انہیں ایک اسٹیج پر اکٹھا کیا۔ ان سے گزارش کی کہ بے شک مرزائیوں کے خلاف تحریک کی روح رواں بزرگ علماء کرام ہی کی جہتیاں ہیں مگر سارا کام بزرگوں کے لئے سرانجام دینا ممکن نہیں۔ اس لئے آپ حضرات اپنی کوششیں جاری رکھیں لیکن ہمیں اجازت مرحمت فرمائیں کہ ہم نو جوان نسل کو اکٹھا کر کے ایک فعال تنظیم بنائیں جو آپ حضرات کی معاونت بھی کرے اور ساتھ ہی ساتھ ان محاذوں پر سرگرم عمل ہو جہاں تک بزرگوں کی رسائی ممکن نہیں۔ سب نے بخوشی اجازت فرمائی۔ آپ نے الفتح کے قیام کا اعلان فرمایا۔ اور بڑی دانشمندی اور لیاقت کو بروئے کار لاتے ہوئے صرف ایک ہی عہدہ رکھا گیا تا کہ عہدوں کی جنگ میں الجھ کر کارکن اپنا وقت ضائع نہ کرتے رہیں وہ عہدہ قائد الفتح کا تھا جس کی ذمہ داری قبلہ صاحبزادہ صاحب ہی کے کندھوں پر تھی۔ آپ نے اپنی پر جوش قیادت کے ذریعے کارکنوں میں ایسی روح پھونکی کہ سب کا ایک ہی نعرہ ہوتا تھا کہ قائد الفتح نے فیصلہ فرمادیا ہے ہم نے ہر حال میں اس پر عمل کرنا ہے۔ چونکہ مجلس عمل کی طرف سے یہ اعلان ہو چکا تھا کہ مرزائیوں سے سوشل بائیکاٹ کر دیا جائے۔ اور بھیرہ میں ایک پورا حملہ ان کا تھا اور مقامی سیاست کے حوالے سے ایک مخصوص گروپ اپنے ووٹوں کے لالچ میں ان سے معاملات طے کرتا تھا۔ ایسے حالات میں الفتح کی ذمہ داریاں بڑھ گئیں۔ جس پر پیر صاحب نے حکم فرمادیا کہ سارا دن اور رات پہرہ دیا جائے جو کوئی ان سے میل ملاپ کرے اس کو سیدھے رستے پر لانے کیلئے کاروائی کی جائے۔ لطف کی بات یہ ہے کہ یہ کارکن سارا دن اور ساری رات اپنے عظیم قائد کے حکم کے مطابق پہرہ دیتے اور کسی بھی حوالے سے مرزائیوں کے ساتھ تعاون کرنے والا ان کی زد سے نفع نہ سکتا تھا۔ اور پیر صاحب کی دور رس قیادت کی وجہ سے الفتح کا منیت ورک اتنا مضبوط تھا کہ سیکورٹی کے فرائض انجام دینے والے کارکن بظاہر الفتح کی طرف سے معتب گردانے جاتے تھے۔ عام اجلاس میں ان کے خلاف نعرے لگتے ان کو لعن طعن کیا جاتا۔ لوگ سمجھتے کہ ایسے لوگ الفتح کے خلاف ہیں مگر یہ ساری کاروائی ایک منظم منصوبہ کے تحت ہوئی تھی۔ ابتدا پیر صاحب نے اس تنظیم کو بھیرہ تک محدود رکھا لیکن آہستہ آہستہ مضافات میں پھیلاتے رہے۔ اور مسلم نو جوان اس میں شامل ہو کر تحفظ ختم نبوت کیلئے اپنی جوانیاں وقف کرتے رہے۔ میانی، بھلر وان وغیرہ میں اس کے سب یونٹ قائم ہوئے تو ضلعی سطح پر کنونشن کا

پروگرام ترتیب دیا گیا۔ جس میں سلاوالی، سرگودھا شہر اور چند علاقائی یونٹوں کو مدعو کیا گیا تھا۔ آپ نے الفتح کا ایک ایسا گروپ بھی بنادیا جسے ہر قسم کے حالات سے نمٹنے کیلئے جہاد کی تربیت بھی دی جاتی تھی۔ اس گروپ کے بارے میں چند افراد کو ہی پتہ تھا جو آخری دم تک مخفی رہا۔ ہر روز عشاء کے بعد قبلہ پیر صاحب محفل میں اگلے روز کا لائحہ عمل تیار کرتے اور ساری رات وقفے وقفے سے ویسا پیر شہر کا چکر لگا کر حالات معلوم کرتے تھے۔

جوں جوں وقت گزرتا گیا تحریک زور پکڑتی گئی مرزائیوں اور ان کے سرپرستوں پر عرصہ حیات تنگ ہونے لگا تو انہوں نے نہایت گھناؤنی سازش کی۔ اس کی ضرورت انہیں اسلئے پیش آئی کہ ان دنوں بلا مبالغہ یوں محسوس ہوتا تھا جیسے کوئی کام بھی قائد الفتح کی مرضی کے خلاف بحیرہ میں نہیں ہو رہا۔ درجنوں ایسے انہوں نے واقعات رونما پذیر ہوئے جنہیں دیکھ کر قادیانی سرچروں کو یقین ہو گیا کہ اگر پیر صاحب اسی رفتار سے سرگرم عمل رہے تو ہماری خیر نہیں۔ اس لئے انہوں نے آپ پر قاتلانہ حملے کا پروگرام بنایا۔ بمطابق پروگرام جب رات بارہ بجے کے لگ بھگ آپ ویسا پیر الفتح کے کارکنوں کی کارکردگی کا جائزہ لے کر لوٹ رہے تھے۔ تو مخالفوں نے دخانی گرنیڈ پھینکے پھر ایک پستول کے کئی وار کئے۔ دشمن یہ سمجھا کہ ہم نے اپنا کام مکمل کر لیا ہے۔ لیکن قدرت کو کچھ اور ہی منظور تھا جب پہلا گرنیڈ پھنسا اس کی آواز کی دھمک اور دھوئیں کے باعث موٹر سائیکل قابو سے باہر ہو گئی آپ کے ساتھ افتخار الحسن صاحب تھے وہ بھی گر پڑے۔ اور ساری گولیاں ان کے اوپر سے گزر گئیں مخالف اپنے حربے میں ناکام ہو گئے کیونکہ

نور خدا ہے کفر کی حرکت پہ خندہ زن
پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا

الفتح کے قیام سے کچھ دن پہلے مجلس عمل سوشل بایکاٹ کا اعلان کر چکی تھی۔ مگر اس کے باوجود کچھ ناعاقبت اندیش مرزائیت نوازی کرتے تھے۔ الفتح کے کارکنوں نے اس کو کامیاب بنانے کیلئے مرزائی نوازیوں کا سختی سے محاسبہ کیا۔ الفتح کی طرف سے اعلان کیا گیا ”ہم حکومت کے ساتھ تعاون کرتے ہوئے مرزائیوں سے نہیں الجھیں گے۔ لیکن جو مسلمان ان سے معاملات کرتا ہوا پایا گیا جس نے سوشل بایکاٹ کی مہم کو ناکام بنانے کی کوشش کی اسے ”الفتح“ کے تجویز کردہ طریقہ سے رسوا کیا جائیگا۔“

بحیرہ شہر میں مجلس عمل کے تقریباً پچاس جلسے ہوئے جن میں سے ہر ایک پہلے سے زیادہ بارونق ہوتا تھا۔ جسکی بڑی وجہ ”الفتح“ کے جیالوں کے نعرے تھے جو فضا میں گونجتے تو مرزائیوں کے دل دہل جایا کرتے تھے۔ اور جب یہ نعرہ گونجن ”ربوہ کی دیواروں کو ایک جھٹکا اور دو، تو صرف مرزائی کو چہنی نہیں مرزائیوں کا پورا ایمان کانپ اٹھتا تھا۔

یہاں پر ”الفتح“ کے زیر اہتمام اس تاریخی کنونشن کا تذکرہ کرنا ضروری سمجھتا ہوں جس نے اہل اسلام کے دلوں کو نیا جوش اور ولولہ عطا کیا۔ 18 اگست کی صبح ہر طرف گہما گہمی تھی۔ بازار جھنڈیوں سے آراستہ تھے ہر شخص کا چہرہ عزیمت اور استقامت کا

منظر تھا۔ بس شاپ اور ریلوے سٹیشن پر ”الفتح“، کالہراتا ہوا پرچم آنے والے مہمانوں کو فوراً ہی متوجہ کر لیتا تھا۔ ضیاء الامت پیر محمد کرم شاہ صاحب کی زیر صدارت کاروائی شروع ہوئی تلاوت اور نعت کے بعد سٹیج سیکرٹری ریاض احمد خان صاحب نے ”الفتح“ کا تعارف کراتے ہوئے جذبہ جانثاری کا اعلان ان الفاظ سے کیا!

خون دل دے کے نکھاریں گے ربخ برگ گلاب
ہم نے گلشن کے تحفظ کی قسم کھائی ہے
تھوڑی دیر بعد سٹیج سیکرٹری کی طرف سے اعلان ہوا کہ قائد الفتح تشریف لاتے ہیں حاضرین کا اشتیاق بڑھ گیا، نگاہیں سٹیج پر جم گئیں۔ جناب قائد مائیک پر آئے تو ان کی آواز فضا میں ابھری!

یارب بالمصطفیٰ بلغ مقاصدنا
واغفر لنا ما مضی یا واسع الکرم
آپ نے اپنے مخصوص انداز میں فتنہ مرزائیت کی نقاب کشائی کی۔ اس کے بعد ایک بار پھر دشمن نے اپنی روایتی بزدلی کا مظاہرہ کرتے ہوئے آپ پر قاتلانہ حملہ کر دیا۔ مگر قدرت نے انھیں ایک بار پھر یہی پیغام دیا کہ!
نور خدا ہے کفر کی حرکت پہ خندہ زن
پھونگوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا
قبلہ پیر امین الحسنات شاہ صاحب اس دور سے لیکر آج تک رہبر تحریک ختم نبوت کی حیثیت سے کامیاب راہنمائی کر رہے ہیں۔
تمام تر نکالیف و مصائب کا سامنا کر کے بھی یہ اعلان کرتے ہوئے!
شع کی طرح جئیں گے بزم عالم میں
خود چلیں گے دیدہ اغیار کو پیٹا کر دیں گے
منکرین ختم نبوت کیلئے جیش جبار بنے ہوئے ہیں۔ خدا آپ کا سایہ اہلسنت کے سروں پر تادیر قائم رکھے۔ آمین بجاہ ختم المرسلین

☆☆☆☆

☆☆☆☆

☆☆☆☆

WWW.NAFSEISLAM.COM

تحریک ختم نبوت اور

علامہ شاہ احمد نورانی صدیقی رحمۃ اللہ علیہ

حافظ محمد مسعود رضوی

نگہ بلند سخن دلخواز جاں پر سوز یہی ہے رخت سفر میر کارواں کیلئے

اس معمورۂ کائنات میں بے شمار لوگ پیدا ہوئے عمریں گزاردیں چل بے۔ اب ان کا نام و نشان نہیں۔ لیکن کچھ سیما ب فطرت لوگ ایسے بھی رونق افروز ہستی ہوئے جنہوں نے اپنی حیات مستعار کا ایک ایک لمحہ وقف ذکر یا کر دیا۔ اگرچہ وہ اس عالم کو چھوڑ گئے لیکن ان کی باتیں ان کی یادیں آج بھی تازہ ہیں اور روشنی بانٹ رہی ہیں کیونکہ

ہرگز نمیر و آئندہ دلش زندہ شد بعشق ثبت است بر جریدۂ عالم دوام

انہی ستودہ صفات ہستیوں میں ایک نام قائد ملت اسلامیہ شیخ الاسلام مولانا الشاہ امام احمد نورانی صدیقی میرٹھی علیہ رحمۃ الرحمن کا بھی ہے۔ قبلہ حضرت صاحب کو اللہ نے بے شمار اوصاف حمیدہ اور خصوصیات سے سرفراز فرمایا تھا۔ نورانی صاحب کی زبان سے نکلنے والے الفاظ علم و ادب اور شریعت و سنت کے موتیوں سے لبریز ہوا کرتے تھے۔ آپ نے جمعیت علمائے پاکستان کے پلیٹ فارم سے اپنی شعلہ نوائیوں، پرائمر فنگلو اور دلائل کے سبب خطابت کی اہمیت و افادیت میں بھی اضافہ کیا۔ جہاں دیگر فرقہ ہائے باطلہ کی قلعی کھولی وہاں پر مکررین ختم نبوت کے خلاف آپ کے جہاد مسلسل کی مثال نہیں ملتی۔ گویا کہ قدرت نے انہیں عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ کے سفر کے طور پر منتخب فرمایا تھا۔ آپ ایسے اصول پسند بندے تھے کہ نہ ان کے اصول خریدے جاسکے اور نہ ہی انہیں حق بات کہنے سے باز رکھا جاسکا۔ اگر پارلیمنٹ میں آپ کی زندگی دیکھی جائے تو پورے ایوان پر بھاری ہوتے حق بات ہمیشہ ڈنکے کی چوٹ پر کہتے تھے۔ آپ نے ملکی و بین الاقوامی دونوں سطح پر فتنہ قادیانیت کے خلاف علم جہاد بلند رکھا جس میں خلوص نیت کے سبب کامیابی آپ کے قدموں کو چمتی نظر آئی۔ جب حکومت نے آٹھویں ترمیم کے خاتمے پر دستور 1973 کے اسلامی دفعات کو ختم کرنے کا سوچا تو مولانا تین تہا برسر پیکار نظر آئے۔ آپ نے فرمایا!

”آٹھویں ترمیم کے خاتمے کے نام پر دستور کی اسلامی دفعات کو ختم کرنے کی اجازت نہیں

دی جائے گی۔ 1973 کا دستور قادیانیوں کے گلے کی ہڈی بنا ہوا ہے۔ یہ لوگ آٹھویں

ترمیم کی آڑ میں بہت کچھاڑا ناچتے ہیں۔“

جب آپ نے ملک سے باہر مکررین ختم نبوت کا قلع قمع کرنا شروع کیا تو مرزا طاہر نے کہا کہ! ”پاکستان ختم ہو جائے گا“۔ آپ نے ہالینڈ میں ختم نبوت کانفرنس کرنے کا اعلان کر دیا۔ جسکی صدارت خود فرمائی اور ڈنکے کی چوٹ پر اعلان کیا کہ!

”یورپ کے مسلمانوں کو اپنے عقیدے کے تحفظ کیلئے بڑی مشکلات ہیں انہیں تکلیف دہ مراحل سے گزرنا پڑتا ہے۔ لیکن الحمد للہ اب تک انہوں نے اس سلسلہ میں بڑی قربانیاں دی ہیں۔ یہ ان کے جذبہ عشق رسول کی برکت ہے کہ یورپ کی سرزمین پر اللہ اکبر کی سرپرستی میں عشق رسول کی شمع روشن ہوئی ہے۔ ہمیں امید ہے کہ یورپ کے غیور مسلمان آئندہ بھی ختم نبوت کے تحفظ کیلئے ہر قسم کی قربانی دیں گے اور جو سازشیں مکررین ختم نبوت اسلام اور عقیدہ ختم نبوت کے خلاف کر رہے ہیں ان کا پامردی سے مقابلہ کریں گے۔ اور قادیانیوں کے عزائم کو خاک میں ملا دیں گے آپ نے حکومت پاکستان پر زور دیتے ہوئے فرمایا!۔ حکومت پاکستان کو چاہیے کہ قادیانیوں کی سرگرمیوں پر نظر رکھے اور جو پروپیگنڈہ وہ پاکستان کے خلاف کر رہے ہیں ہر سطح پر اس کا موثر جواب دے۔ مرزا طاہر پاکستان کے ختم ہونے کی باتیں کرتا ہے وہ خود ذلیل و رسوا ہوگا پاکستان ان شاء اللہ قیامت تک قائم رہے گا۔ پاکستان ختم نبوت اور عشق رسول ﷺ کا قلعہ ہے۔ اس قلعہ میں تاجدار ختم نبوت کے عزت و ناموس کا تحفظ عاشقان رسول کرتے رہیں گے،“ (ملخصاً ذین ہاگ ہالینڈ میں منعقدہ انٹرنیشنل ختم نبوت کانفرنس سے صدارتی خطاب)

آپ تحریک ختم نبوت کے بے باک نڈر سپاہی تھے کبھی بھی حکومت وقت کے سامنے اس مسئلے پر صلح کرنے میں تیار نہیں ہوئے بلکہ ہمیشہ بڑے بڑے ایوانوں میں بے خوف و خطر اس مسئلے کو حکومت کے سامنے چیلنج کرتے رہے۔ آپ نے ایک مرتبہ دوران خطاب فرمایا!

”قومی اسمبلی ابھی یہ طے کر رہی ہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی کے ماننے والوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا جائے یا نہیں۔ لیکن جہاں تک عوام کا تعلق ہے انہوں نے اپنا فیصلہ سنا دیا ہے کہ پاکستان میں قادیانیوں کا وہی مقام ہے جو یہاں کی غیر مسلم اقلیت کا جیسے ہندو، عیسائی اور یہودی وغیرہ،، لیکن قوم کے فیصلے کے باوجود حکومت کہتی ہے کہ ہمیں ابھی فیصلہ کرنا ہے حکومت کا سربراہ اور ملک کا وزیراعظم بھٹو کہتا ہے ہمیں ابھی سوچنا ہے کہ کیا کریں؟ آپ سوچیے اور اچھی طرح غور فرمائیے کہ وہ کیا کہہ رہے ہیں۔ ایک طرف وہ یہ کہتے ہیں کہ میں

خاتم النبیین کو مانتا ہوں میں مسلمان ہوں میں عقیدہ ختم نبوت پر مرنے چاہتا ہوں۔ مگر دوسری جانب جب مقام ختم نبوت کے باغیوں کا دیا نیوں کا مسئلہ آتا ہے تو وہ کہتے ہیں کہ ہم سوچیں گے، غور کریں گے۔ اسے اسمبلی میں طے کریں گے۔ اسے سپریم کورٹ میں لے جائیں گے۔

آپ کی نڈر قیادت کی وجہ سے حکومت کے ایوانوں میں کھلبلی مچی ہوئی تھی۔ بھٹو کے خلاف اس قسم کے بے خوف اور بے لاگ الفاظ کوئی اور بیان نہیں کر سکتا تھا۔ آپ نے فرمایا!

”بھٹو کو کیا پتہ کہ ختم نبوت ﷺ کے تحفظ کیلئے چودہ ہزار مسلمانوں نے سیدہ تان کر قربانی دے دی اور یہ فدا کی ناموس رسالت پر قربان ہو گئے۔ اس وقت بھٹو پاکستان میں نہیں بلکہ امریکہ میں داعش دے رہا تھا۔ اسے تاریخ کی کوئی خبر ہی نہیں۔ بھٹو تو 58ء تک بھارت کے شہری تھے وہ تو جمعہ جمعہ آٹھ دن کی پیداوار ہیں۔ انہیں کیا معلوم؟ کہ اس ملک کے بنانے والوں پر کیا گزری؟“

جب حکومت وقت نے مسجدوں میں جلسوں پر پابندی عائد کی تو آپ ایک بار پھر سیدہ پر ہو کر میدان میں اترے اور حکومت کو لاکاراکہ!

”بھٹو صاحب کان کھول کر سن لو اگر آپ میری بات نہیں سن رہے تو بھٹو کے کارندے سن لیں۔ یہ پولیس، یہ ایس ڈی ایم، یہ ڈی سی اور ڈی بی سی ہم ان کی ذرہ برابر پرواہ نہیں کرتے۔ یہ چار چار ٹکے کے ملازم امام مسجد اور خطیب کو آکر حکم دیتے ہیں کہ مسجد کے اندر جلسہ مت کرو میں پوچھتا ہوں مسجد کس کی ہے؟ ڈی سی صاحب نے بنوائی ہے؟ ڈی سی صاحب کے ابا جان نے بنوائی ہے؟ یا ڈی سی صاحب کے بابا جان نے بنوائی ہے؟ یہ مسجد تو خدائی ہے ہم مساجد میں علی الاعلان جلسے کریں گے۔ آپ نے فرمایا مسجد میں اللہ کا حکم چلنے دو کسی ڈی سی کا حکم مت چلنے دو۔“

آپ نے تحریک ختم نبوت کو مزید وسعت دیتے ہوئے بیرون ملک اس کے نیٹ ورک کو پھیلا دیا۔ آپ نے ایک مرتبہ وقت کے وزیراعظم بھٹو کو جھنجھوڑتے ہوئے فرمایا!

”اے مسٹر بھٹو آپ نے 20 دسمبر 1971 کو برسر اقتدار آنے کے بعد تین گھنٹے کے بعد تقریری تھی آپ نے کہا تھا کہ میری کسی سے کوئی رشتہ داری نہیں، نہ کوئی میرا بھائی ہے۔ یاد

کرو جب آپ نے فرمایا تھا فلاں جزل کو نکال دو، فلاں لیفٹیننٹ کو نکال دو، فلاں بریگیڈیر کو نکال دو، آپ نے 17 جزل تین گھنٹے کے اندر اندر برطرف کیے اور پھر چار مہینے کے اندر سول سروس کے 21 ملازمین کو نکال دیا۔ بھٹو صاحب آپ اپنی کرسی کیلئے تو فلاں فلاں کو نکالوا سکتے ہیں اور فلاں کو نکال دو کی گردان پڑھ سکتے ہیں بتاؤ مرزا نیوں کو کیوں نہیں نکال دیتے۔ (فرمایا بھٹو صاحب) تو اگر نہ چاہے تو بہانے ہزار ہیں۔ بھٹو صاحب قادیانیوں سے اپنی پرانی مودت چھوڑ لیے آئیے اب مسلمانوں کا ساتھ دیجئے۔ مسلمانو! اگر بھٹو نے قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار نہیں دیا تو پھر تم کیا سمجھو گے؟ یہی ناں کہ یہ بھی ان کا ساتھی ہے۔ بھٹو صاحب سن لو اگر تم نے مسلمانوں کا ساتھ نہ دیا تو تمہارا بھی وہی حشر ہوگا جو قادیانیوں کا ہو گا۔“

ایک اور مقام پر فرمایا!

”بھٹو صاحب مجھے بتائیے کہ اگر آپ کی موجودگی میں کوئی اور بندہ یہ دعویٰ کرے کہ میں پاکستان کا وزیر اعظم ہوں تو آپ اس کا کیا حشر کریں گے مگر آپ ختم المرسلین کی موجودگی میں ایک نبوت کے دعویدار کے چیلوں کو کچھ نہیں کہہ سکتے بڑا افسوس ہے۔“

﴿ناقابل فراموش کارنامہ﴾

یقین محکم، عمل پیہم، محبت فاتح عالم جہاد زندگی میں ہیں یہ مردوں کی شمشیریں یقین محکم کی سراپا تصویر، عمل پیہم کے مجسم پیکر اور محبت فاتح عالم کے بحر بے کنار میں غوطہ زن ہونے والوں کے لئے مشعل راہ علامہ شاہ احمد نورانی نے جس بھی میدان میں قدم رکھا کامیابیاں ان کے قدموں کے بوسے لیتی نظر آئیں۔ جہاں آپ نے ساری زندگی ملت اسلامیہ کی خاطر وقف کر رکھی تھی وہاں خون دل دے کے نکھاریں گے رخ برگ گلاب

ہم نے گلشن کے تحفظ کی قسم کھائی ہے
کی چلتی پھرتی تصویر تھے۔ ان کا ایک کارنامہ اہل اسلام کیلئے بالعموم اور اہل پاکستان کے کیلئے بالخصوص ناقابل فراموش حیثیت سے جزو تاریخ بن چکا ہے۔ اور وہ یہ کہ آپ اپنے یقین محکم اور عمل پیہم سے حکومتی ایوانوں میں اس بات کو منوانے میں کامیاب ہو گئے کہ قادیانی غیر مسلم اقلیت ہیں۔ اور ان کے کافر ہونے میں شک و شبہ کی دلدل میں نہیں پڑنا چاہئے۔ مکرین ختم نبوت کو غیر مسلم اقلیت قرار دلوانا ہمارے اس محسن و راہنما کا ایسا کارنامہ ہے جسے ہم کبھی بھی اپنے ذہن و فہم سے غروب ہوتا نہیں دیکھ سکیں گے۔

ملت اسلامیکہ کا یہ عظیم محسن ساری زندگی فقر اور درویشی کی زندگی میں نظر آیا۔ اور اسکی وجہ شاید یہ نہ تھی کہ ان کے پاس اسباب کم تھے یقیناً وجہ یہ تھی کہ وہ سچے اور پکے غلام مصطفیٰ تھے۔

تخت سکندری پر تھوکتے بھی نہیں ہیں بستر لگا ہوا ہے جن کا تیری گلی میں

(سقی اللہ ثراہ و جعل الجنة مثواہ) آمین بجاہ ختم المرسلین۔

☆☆☆☆

☆☆☆☆

☆☆☆☆



تحریک ختم نبوت اور

جسٹس پیر محمد کرم شاہ الازہری رحمۃ اللہ علیہ

حافظ محمد مسعود رضوی

ولادت: 21 رمضان المبارک 1336ھ بمطابق یکم جولائی 1918ء

وصال: 10 ذوالحجہ 1418ھ بمطابق 8 اپریل 1998ء

یقین محکم، عمل پیہم، محبت فاتح عالم جہاد زندگی میں ہیں یہ مردوں کی شمشیریں

سورج نصف النہار پر اپنی پوری آب و تاب کے ساتھ چمک رہا ہے دھوپ کی شدت کے باعث فضا میں سیاہ رنگ کے ڈورے آنکھوں کے سامنے اڑ رہے ہیں۔ گرمی سے پناہ لینے کیلئے پرندے درختوں کے پتوں میں چھپے بیٹھے ہیں۔ لوگ صبح کے کام کاج سے فارغ ہو کر قیلولہ کیلئے محو استراحت ہیں۔ ایک معصوم صورت طالب علم اپنے ہاتھوں میں چند کتابیں لئے شہر کی رنگینیاں چھوڑ کر موسم کی تغلیاں برداشت کرتا ہوا ایک کنوئیں کے پاس شیشم کے درختوں کے نیچے بیٹھ کر مطالعہ میں مصروف ہو جاتا ہے۔ اسکی دھڑکنیں تیز تر ہوتی جا رہی ہیں۔ وقت بہت کم ہے ابھی ظہر کی اذان ہوگی بعد از نماز مجھے واپس جا کر استاد کے سامنے حاضر ہونا ہے۔ قیلولہ کے یہ لمحات میرے لئے غنیمت ہیں۔ مجھے ان لمحات میں ہی اپنے امتحان کی تیاری کرنا ہے۔ اس کا یہ ایک دن کا معمول نہیں بلکہ لوگوں نے ان اوقات میں اسے اکثر اسی طریقہ کار پر عمل پیرا دیکھا ہے۔ کسے معلوم تھا کہ قدرت ایک طالب علم کے قیلولہ سے دست برداری کی صورت میں ملت اسلامیہ کی تعلیمی تاریخ میں ایک نیا باب رقم کر رہی ہے۔

یہ طالب علم کون تھا؟

اور اسکے مشاغل کیا تھے؟

یہ سلسلہ مشائخ چشت کے روشن چراغ حضرت بہاء الدین زکریا ملتانی رحمۃ اللہ علیہ کے علمی و عرفانی خزانوں کے معنوی جانشین، پاکستان کی سب سے بڑی عدالت کے جسٹس، ملت اسلامیہ کی امنگوں کے ترجمان، چمن اقبال کے دیدہ ور، دنیائے صحافت کی جان، غازی تحریک ختم نبوت، ضیاء الامت حضرت جسٹس پیر محمد کرم شاہ الازہری علیہ رحمۃ الرحمن تھے۔ ضیاء الامت کون؟ ضیاء الامت وہ جن کو اپنا قائد و رہبر تسلیم کرتے ہوئے غزالی زماں علامہ سید احمد سعید کاظمی یوں بیان کرتے

ہیں!

”ذی شعور رہنما، ذی اثر علماء آج علیحدہ علیحدہ حصوں میں تقسیم ہو چکے ہیں جس کی وجہ سے اہلسنت کا شیرازہ بکھرا ہوا ہے۔ یہ شیرازہ اسی صورت میں اکٹھا کیا جاسکتا ہے۔ جب تمام اکابرین اہلسنت خصوصاً علامہ پیر محمد کرم شاہ الازہری جیسی شخصیت جو کہ ہمارے لئے نہایت محترم ہیں ہماری قیادت کرتی۔ آپ نے فرمایا۔ علامہ پیر محمد کرم شاہ جیسے ذی شعور، باصلاحیت اور صاحب اثر علماء کو اس کا بیڑا اٹھانا چاہئے۔ تاکہ ہم سب مل کر ان کے دوش بدوش چل سکیں اور ہم میں اجتماعیت کی روح پیدا ہو۔“

ضیاء الامت رحمۃ اللہ علیہ کی ذات نے جہاں صحافت میں گرانقدر خدمات سر انجام دیں، جہاں دینی علوم کی نشاۃ ثانیہ میں مرکزی کردار ادا کیا، جہاں فقہانکار سنت پر ذوالفقار حیدری بن کر ٹوٹے۔ وہاں ان کی زبان و قلم ختم نبوت کے منکرین پر بھی برق صاعقہ بن کر چمکی۔ حضور ضیاء الامت عالم اسلام اور پاکستان کے بدلے توئے سیاسی و معاشرتی حالات کا اپنے دور طالب علمی میں ہی گہری نظر سے مطالعہ فرما رہے تھے۔ اس سلسلہ میں آپ نے اس وقت کے وزیر خارجہ ”ظفر اللہ“ کی ناکام پالیسیوں کا بھی ضمناً ذکر کیا ہے۔ اس کی نامرادی اور ناکامی کی وجہ کیا تھی آپ یوں رقم طراز ہیں!

”مصر میں میرے قیام کے دوران ظفر اللہ جب کبھی بھی آئے اچھا اثر چھوڑ کر نہیں آئے۔ ہمیشہ لوگوں نے یہی سمجھا کہ یہ انگریز کا ایجنٹ ہے۔“

واضح رہے کہ ظفر اللہ مرزائی تھا۔ وہ پاکستان کی بجائے اپنے اصلی آقا انگریز کے مفادات کیلئے سرگرم عمل تھا۔ جس کا ذکر ضیاء الامت کی تحریروں میں بکثرت موجود ہے۔ بعد میں جب کسی موقع پر پاکستان میں مرزائیوں کو ابھی غیر مسلم اقلیت قرار نہیں دیا گیا تھا آپ نے نہایت افسوس کا اظہار فرمایا اور لکھا!

”آخر ایسا کیوں ہے؟ جنرل ملک اصغر حسین کے ساتھ ایک حادثہ جو کہ ترکی میں ہوا جس میں وہ اپنی بیوی بچوں سمیت ہلاک ہو گئے۔ اخبار میں لکھا تھا کہ ان کی میت منگل کو پنڈی آئے گی اور انہیں ربوہ میں سپرد خاک کیا جائے گا۔ مجھے پہلے علم نہ تھا کہ وہ مرزائی ہے۔ آج کل یہاں سرگودھا ڈویژن کا حال یہ ہے کہ کاشنر باجوہ کہ بیوی مرزائی، ضلعی انتظامیہ کے بعض افراد کے ساتھ ساتھ ثانوی تعلیمی بورڈ کا چیئرمین بھی مرزائی ہے۔ غور طلب بات یہ ہے کہ ہمارے پڑھے لکھے افراد کیوں اپنے مذہب سے بے تعلق رہتے ہیں۔ اور برائے نام قسم کے مسلمان ہوتے ہیں۔ اور اسلام مخالف گروہوں کے خواندہ لوگ کیوں شدت کے

ساتھ اپنے نظریات سے وابستہ ہوتے ہیں۔ کیا ہمارا قصور ہے کہ ہم ان کو سمجھ نہیں سکتے اور اسلام کو پرکشش انداز میں پیش نہیں کر سکتے۔ یا ان کا قصور ہے۔“

مندرجہ بالا اقتباس سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ ابتداء ہی سے قبلہ پیر صاحب کے دل میں فتنہ مرزاہیت کھٹک رہا تھا۔ پھر جب آپ نے عملی زندگی کا آغاز فرمایا تو جس شعبہ میں بھی کام کرنے کا موقع ملا فتنہ مرزاہیت کو بے نقاب کرنے کی پوری کوشش فرمائی۔ سلسلہ تصانیف کے حوالے سے جائزہ لیا جائے تو قرآن کریم کی تفسیر کرتے ہوئے جب بھی کسی مقام سے گزر ہوا۔ جہاں حضور ﷺ کی شان ختم المرسلین کا پہلو دکھتا تھا۔ آپ نے کھل کر اس موضوع پر بحث فرمائی اور فتنہ مرزاہیت کے خطرناک اثرات کو نہایت ہی حکمت کے ساتھ واضح کیا۔ 1970ء میں حضور ضیاء الامت رحمۃ اللہ علیہ نے ماہنامہ ضیائے حرم کے اجراء کے ذریعے اہم موقع پر عقیدہ ختم نبوت کی ترویج اور منکرین ختم نبوت کی تردید کا بطور خاص اہتمام فرمایا۔ بالخصوص 1973 اور 1974 کے سالوں میں جب مرزائی فتنہ نے پر پرزے نکالے اور قدرت نے ان کے زہریلے اثرات سے محفوظ رکھنے کیلئے اہل پاکستان کو ان کے خلاف جہاد کی ہمت عطا فرمائی۔ قبلہ پیر صاحب کا اس وقت اس میدان میں کام کرنے کا انداز جدا گانہ تھا۔

قبلہ پیر صاحب نے ایک طرف مختلف تحریروں کے ذریعے مرزائیوں کے نظریات سے اہل اسلام کو آگاہ کیا۔ تو دوسری طرف ملکی سطح پر چلنے والی تحریک کے پلیٹ فارم سے نمایاں کردار ادا کیا۔ مرزائی فتنہ کو غیر مسلم قرار دلوانے کیلئے مختلف مکاسب فکر کے علماء پر مشتمل قیادت نے ملک کے تمام اہم شہروں میں عظیم الشان جلسوں کا اہتمام کیا۔ حضور ضیاء الامت نے ایسے تمام جلسوں میں بنفس نفیس شرکت فرمائی اور اپنا موقف کھل کر برملا بیان کیا۔

جب مرزائیوں نے اپنا گھیراٹک ہوتے دیکھا تو ان کے مرکزی راہنما نے آخری حربہ کے طور پر خاتم النبیین کی قرآنی اصطلاح کو اپنے من پسند معانی پہنا کر عوام کے ذہنوں میں عقیدہ ختم نبوت کے بارے میں تھکیک پیدا کرنے کی ناپاک جہاد کی تو حضرت ضیاء الامت رحمۃ اللہ علیہ ہی تھے جنہوں نے ”ضیائے حرم“ کے سرداروں کے عنوان کے تحت مبسوط مقالہ تحریر فرمایا۔ جسے بعد میں انجمن تعلیم المسلمین یا لکھنؤ نے پمفلٹ کی صورت میں الگ بھی شائع کرایا۔ خداوند قدوس کے فضل و احسان سے اہل پاکستان کی اجتماعی کوششیں رنگ لائیں اور پاکستان کی منتخب اسمبلی نے انگریزی استعمار کی اس آخری نشانی کو بے نقاب کر کے مرزا غلام احمد کے پیروکاروں کو غیر مسلم قرار دیا۔

29 مئی 1974ء کو ربوہ شیخ پر نشتر میڈیکل کالج کے طلباء پر مرزائیوں کے تشدد سے لیکر 1988 تک آپ نے جس انداز میں اس غبیث اقلیت کے خلاف علم جہاد بلند رکھا اس کی نظیر تاریخ میں خال خال ہی دیکھی جاسکتی ہے۔ آپ نے اس حادثہ فاجعہ کی مذمت کرتے ہوئے ان کے نظریات کو بے نقاب کیا۔ بقول ناظرین جب آپ اس واقعہ کی مذمت میں

سر دلبرائ تحریر فرما رہے تھے تو آپ کی طبیعت پر غم و اندوہ کے بادل چھائے ہوئے تھے مگر آپ کے رخ انور پر جلالِ مردِ مؤمن کے آثار پوری طرح واضح تھے آپ نے تحریر فرمایا!

”دانا کہتے ہیں کہ سانپ کی جب موت آتی ہے تو وہ راستہ پر آ کر بیٹھ جاتا ہے جب جموٹی نبوت کے غبارہ سے ہوا نکلنے کا وقت آیا تو انہوں نے ربوہ نشین پر ایسی دہشت گردی کر دی جس کی مثال مہذب سوسائٹی میں مشکل ہی سے ملے گی۔ 28 مئی کو چناب ایکسپریس جس میں نیشنل میڈیکل کالج ملتان کے تقریباً 160 طلباء پشاور سے ملتان جا رہے تھے گاڑی کو ربوہ نشین پر روک کر انہیں گھسیٹ گھسیٹ کر ڈبوں سے باہر لایا گیا اور بڑی بے رحمی سے ان کو زد و کوب کیا گیا۔ ان کی دردناک چیخوں سے فضا لرز اٹھی ربوہ کا پوپ اپنے دفتر میں بیٹھا تماشا دیکھتا رہا، ربوہ کے غنڈے اپنی اس بے غیرتی پر بڑے خوش تھے۔ وہ فرط سرت سے مرزا غلام احمد کے نعرے لگاتے ہوئے اپنے اعلیٰ سرخٹوں کے پاس آئے اور ان سے داد تحسین کے ڈوگرے وصول کئے۔ انہوں نے اپنی قوت، اپنی تنظیم اور پاکستان دشمن عناصر کی شہ پر ایسی حماقت کا ارتکاب کیا ہے جس نے انہیں عوامی حکومت کے سامنے تنگ کر دیا ہے۔ وہ حکومت جو ان کی ناز برداریوں میں حدا اعتدال سے بڑھنے میں پاک محسوس کرتی تھی اسے مجبور کر دیا ہے کہ وہ قادیانیوں کے بارے میں اپنے حسن ظن پر نظر ثانی کرے۔ (ملخصاً سر دلبرائ 1974)

وزیراعظم مسٹر ذوالفقار علی بھٹو ان دنوں اہم ملکی مسائل میں مصروف تھے لیکن ان کی ذہانت نے حالات کو فوراً بھانپ لیا۔ فوراً لاہور آئے اور تحفظ ختم نبوت کی مجلس عمل کے ارکان کو فرداً فرداً ملاقات کا موقع دیا۔ بالآخر 13 جون شام ساڑھے چھ بجے وزیراعظم نے ایک طویل نشری تقریر کی۔ آخر میں یہ اعلان کیا کہ!

”ختم نبوت پر میرا محکم ایمان ہے۔ میں اسی پر زندہ رہوں گا اور اسی پر مروتوں گا اور جو شخص حضور کو خاتم النبیین نہیں مانتا وہ میرے نزدیک کافر ہے۔ آخر میں مسٹر بھٹو نے فرمایا کہ مرزائیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کا فیصلہ میں تنہا نہیں کر سکتا۔ 30 جون کے بعد یہ مسئلہ قومی اسمبلی میں پیش کر دیا جائے گا اور عوامی نمائندے اس کا فیصلہ کریں گے۔“

اس پر قبلہ پیر صاحب نے فرمایا کہ!

”مسٹر بھٹو نے بڑی مہارت سے یہ اعلان کر کے گیند پھر قوم کی طرف پھینک دی ہے۔ ضیاء حرم کا اولین فرض ہے کہ وہ اس بارے میں اپنی رائے دلائل و براہین کے ساتھ حتمی انداز میں قارئین اور قومی اسمبلی کے ارکان کی خدمت میں پیش کر دے تاکہ اگر کسی کو اس بارے میں ذرا سا بھی تردد ہو تو دور ہو جائے۔“

آپ نے برملا الفاظ میں اعلان فرمایا!

”ملت اسلامیہ کا یہ دو ٹوک اور متفقہ مطالبہ ہے کہ قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا جائے ریوہ کو کھلا شہر قرار دیا جائے جس میں ہر پاکستانی رہائش اختیار کر سکے۔“

آپ ہرمجاز پر منکرین ختم نبوت کے خلاف مجاہد اول کی صورت میں نظر آئے۔ بالخصوص جب قادیانیوں نے پاکستان کی ساکھ کو مجروح کرنے کیلئے ایمنسٹی انٹرنیشنل میں پاکستان کے خلاف درخواست دائر کی تو اس وقت کے ملک کے سربراہ صدر محمد ضیاء الحق نے پاکستان کی طرف سے نمائندگی کرنے کیلئے جس شخصیت کا انتخاب کیا وہ ضیاء الامت ہی تھے۔ اس حوالے سے آپ لکھتے ہیں!

”سپریم کورٹ آف پاکستان کے شریعت ایبلیٹ بینچ کا اجلاس 30 جولائی 1988ء سے لاہور میں منعقد ہو رہا تھا اسی اثناء میں مرحوم و مغفور شہید صدر محمد ضیاء الحق کا ٹیلی فون موصول ہوا جس میں انہوں نے مجھے فرمایا تھا کہ یو این او کے ادارہ ہیومن رائٹس کے سب کمیشن کا اجلاس 8 اگست سے جنیوا میں منعقد ہو رہا ہے وہاں مرزائیوں نے بڑا اودھم مچا رکھا ہے۔ پاکستان کے بارے میں انہوں نے یہ پروپیگنڈا زور و شور سے شروع کر رکھا ہے کہ پاکستان میں ان کو قتل کیا جا رہا ہے ان کو ملازمتوں سے چن چن کر نکالا جا رہا ہے ان کی عبادت گاہوں کو منہدم کیا جا رہا ہے۔ صدر مرحوم نے مجھے حکم دیا کہ میں وہاں پاکستان کی نمائندگی کروں۔“

جزل صاحب نے جس امید کا بھروسہ لیتے ہوئے مملکت خدا داد پاکستان کی نمائندگی کیلئے حضور ضیاء الامت کا انتخاب کیا۔ اور آپ نے اس موقع پر صدر صاحب کی امید پر کامل اترتے ہوئے جس حسین انداز میں پاکستان اور اسلام کی نمائندگی کی وہ تاریخ کا جزو بن چکی ہے۔

آپ 11 اگست کو بھیرہ سے فارن مسٹری کے دفتر میں پہنچے متعلقہ عملے سے گفتگو ہوئی اور رات ڈیڑھ بجے ختم نبوت کے سفیر بن کر جنیوا روانہ ہو گئے۔ وہاں پہنچ کر آپ عزت مآب سعید دہلوی سے ملے جن کی وساطت سے آپ کو وہ پمفلٹ مل گئے جن میں مرزائیوں نے پاکستان اور اہل پاکستان کے خلاف بے سر و پا الزامات عاید کیے تھے۔ آپ کو بتایا گیا کہ اس دفعہ

پاکستان ہیومن رائٹس کے سب کمیشن کا ممبر نہیں ہے۔ لہذا نہ تو ہم اس میں تقریر کر سکتے ہیں اور نہ ہی میٹنگ میں حصہ لے سکتے ہیں۔ سفیر صاحب سے مل کر یہ طے پایا کہ میٹنگ کے وقفے کے دوران ہم کھانے پر دو یا تین ممبران کو مدعو کیا کریں گے تاکہ انہیں حقیقت حال سے آگاہ کیا جائے۔

قبلہ پیر صاحب فرماتے ہیں کہ میں نے کھانے پر تشریف لانے والے عمائدین کو دو تین باتیں سمجھانے کی کوشش کی پہلی تو یہ تھی کہ دنیوی نقطہ نظر سے قوموں کے علیحدہ علیحدہ ہونے کی چند وجوہات ہیں۔ ان میں وطن، زبان، نسل، چہرے کی رنگت وغیرہ کو اہمیت دی جاتی ہے۔ لیکن مذہبی نقطہ نظر سے امتوں کی علیحدگی کا ایک ہی سبب ہے کہ جب کسی امت کا خصوصی تعلق ایک نبی سے ہو جاتا ہے تو ایک علیحدہ امت مؤمن وجود میں آتی ہے۔ اگر کوئی عیسائی ہوتا تو عیسیٰ علیہ السلام کا نام لے کر اس بات کو واضح کرتے اور ساتھ یہ بھی واضح کرتے کہ آپ بھی موسیٰ علیہ السلام کو نبی مانتے ہیں مگر اس کے باوجود یہودی نہیں اور اگر کوئی یہودی ہوتا تو اس کو احساس دلاتے کہ آپ عیسیٰ علیہ السلام کو بھی مانتے ہیں مگر اس کے باوجود عیسائی نہیں۔ وجہ یہ ہے کہ آپ کا خصوصی تعلق جناب موسیٰ علیہ السلام سے ہے۔ اسی طرح ہمارے ملک میں ایک شخص پیدا ہوا جس کا نام مرزا غلام احمد قادیانی تھا اس نے دعویٰ کیا کہ وہ نبی ہے۔ اس وقت ہمیں اس سے بحث نہیں کہ وہ دعویٰ میں سچا تھا یا جھوٹا۔ بہر حال جنہوں نے اس کو تسلیم کر لیا ان کا تعلق اس سے ایسا ہی ہو گیا جیسا مسلمانوں کا محمد رسول اللہ سے یا عیسائیوں کا عیسیٰ علیہ السلام سے۔ اسی خصوصی تعلق کی بناء پر وہ ایک الگ امت بن گئے جس کو مرزائی یا قادیانی کہا جاتا ہے لیکن امت مسلمہ کا ان سے کوئی تعلق نہیں۔

آپ فرماتے ہیں میں نے دوسری بات ان کے ذہن نشین یہ کرائی کہ تکفیر کا آغاز آنجمانی مرزا کی طرف سے ہوا انہوں نے ہی حکم دیا کہ جو میری نبوت پر ایمان نہیں رکھتا وہ کافر ہے۔ نیز اپنے ماننے والوں کو مسلمانوں کے ساتھ مل کر نماز ادا کرنے اور ان کے جنازہ میں شرکت سے روک دیا۔ اور یہ واقعہ تو آفات عالم میں مشہور ہے کہ جب بانی پاکستان قائد اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا انتقال ہوا تو بے شمار مسلمانوں نے ان کی نماز جنازہ میں شرکت کی سعادت حاصل کی مگر ظفر اللہ خان جو اس وقت وزیر خارجہ تھے نے موجود ہوتے ہوئے بھی نماز جنازہ میں شرکت نہیں کی۔ جب اخباری نمائندوں نے اس سے اس کی وجہ پوچھی تو اس نے بڑی ڈھٹائی سے جواب دیا کہ ”اگر قائد اعظم مسلمان تھے تو آپ یوں سمجھیں کہ میں ایک مسلمان حکومت کا کافر وزیر ہوں اور اگر وہ کافر تھے تو آپ یوں سمجھیں کہ میں ایک کافر حکومت کا مسلمان وزیر ہوں،، ان کو غیر مسلم اقلیت قرار دیے جانے کے حالات سے آپ آگاہ ہوں گے مگر میں اتنا کہنا ضروری سمجھتا ہوں کہ یہ قرار داد مذہبی علماء کی کسی کانفرنس میں منظور نہیں ہوئی بلکہ ملک کی قانون ساز اسمبلی نے اتفاق رائے سے اسے منظور کیا ہے اور وہ بھی ہتھوں اور مہینوں کی سوچ و بچار کے بعد، یہ فیصلہ کوئی یک طرفہ نہیں بلکہ قادیانی جماعت کے امیر مرزا ناصر نے بھی اپنی جماعت کے علماء کے ساتھ اس میں

شرکت کی تھی۔

تیسری بات آپ نے جو ان زعماء کے ذہن نشین کرائی وہ یہ تھی کہ یہ لوگ بس شور مچا رہے ہیں کہ پاکستان میں ان کے حقوق پامال ہو رہے ہیں انھیں ملازمتوں سے نکالا جا رہا ہے انکی عبادت گاہوں کو پتہ خد خد کیا جا رہا ہے وغیرہ سب جھوٹ ہے۔ اسکے بارے میں آپ نے فرمایا! پاکستان کے عوام اسلام کی برکت سے اسقدر فراغ دل ہیں کہ اس ملک میں بہت سی اقلیتیں موجود ہیں۔ ہندو، عیسائی، پارسی، وغیرہ لیکن آج تک کسی نے یہ بات نہیں کی جسکا شور یہ مچا رہے ہیں۔ کبھی کسی کی جان مال آبرو پر دست درازی نہیں کی گئی۔ ہم ان سے پوچھتے ہیں کہ کونسا ایسا حق ہے جو کسی اور پاکستانی کو میسر ہے اور انکو نہیں۔ میدان تعلیم میں پرائمری سکول، مڈل سکول، ہائی سکول، کالج، پروفیشنل کالج، ٹیکنیکل کالج، پوسٹ گریجویٹ اور یونیورسٹی میں انکے داخلے پر پابندی ہے؟ ملازمتوں میں سرکاری محکموں میں سب سے اہم محکمے محکمہ دفاع کے ہیں ان میں ہوائی، بحری اور بری تمام افواج میں یہ اعلیٰ عہدوں پر فائز ہیں۔ وہاں پر جب قادیانیوں کو خبر ہوئی کہ حضرت صاحب آئے ہوئے ہیں تو انھوں نے آپ سے ملاقات کی خواہش ظاہر کی جسکی آپ نے خوشی سے اجازت مرحمت فرمائی۔ جب ملاقات کا وقت آیا تو انھوں نے ملاقات کے دوران آپ کو پمفلٹ دیے اور کہا کہ یہ ہمارے مہابلہ کا چیلنج ہے۔ آپ نے بھی قبلہ پیر سید مہر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ کی سنت کو زندہ کرتے ہوئے فرمایا!

”ہم نے یہ چیلنج عرصہ ہوا قبول کیا ہوا ہے۔ اور اسکا اعلان اخبارات کے فرنٹ پیج پر کر دیا گیا ہے۔ ہم نے اسکے لیے بارہ بیچ الاول کی رات متعین کی ہے۔“

آپ نے مرزا ناصر کو کہا کہ اوہ اس رات مینار پاکستان پر تشریف لے آئیں۔ قادیانی کہنے لگے نہیں وہاں آنے کی ضرورت نہیں وہ اپنے گھر میں دعا کریں گے۔ آپ اپنے گھر میں دعا کریں۔ مگر جب آپ نے قرآن کی روح سے مہابلہ کا مطلب واضح فرمایا اور گھر میں بیٹھ کر مہابلہ کو غلط ثابت کیا تو مرزائیوں کے پاس سوائے چپ کے روزے کے کوئی جواب نہ تھا۔ (یہ آپ کی فتح و نصرت اور علم و حکمت ہی سے ممکن ہوا تھا) اس فتح کو حاصل کرنے کے بعد آپ نے وطن عزیز کا سفر اختیار کیا اور کراچی پہنچ کر سب سے پہلا کام یہ کیا کہ سفیر صاحب سے معلوم کریں کہ رائے شماری کا کیا نتیجہ نکلا؟ جیسے جیسے سفیر صاحب سے رابطہ ہوا اور انکوفون پر پتہ چلا کہ میں بول رہا ہوں تو ان کی زبان سے بے ساختہ مبارکباد، مبارکباد کے کلمات نکلے۔ انھوں نے قبلہ پیر صاحب کو بتایا کہ اللہ نے پاکستان کو اس معرکے میں شاندار کامیابی نصیب فرمائی ہے۔ آپ رقمطراز ہیں کہ! میں نے یہ مژدہ جانفزا سنا اور اپنے رب کا شکر ادا کیا کہ جس نے اس ناچیز کو یہ خدمت سرانجام دینے کی توفیق نصیب فرمائی۔ اس خوشی کے باوجود دل میں ایک قلق موجود تھا کہ کاش یہ خوشخبری میں اپنی زبان سے اس ہستی کو سنا سکتا جس نے اس عظیم خدمت کیلئے اس بندہ ناچیز کا انتخاب کیا تھا (صدر صاحب جینوا میں ابھی میٹنگ جاری تھی کہ طیارے کے حادثے میں وصال فرما

گئے) حضرت قبلہ پیر صاحب آج ہم میں موجود نہیں مگر انکے ملت اسلامیہ کیلئے کارنامے بالخصوص ختم نبوت پر آپ کا کردار آج بھی آپ کی محبت کی شمع اہل اسلام کے سینوں میں زندہ کئے ہوئے ہے۔ کیونکہ

ہرگز نمبر آنکھ دلش زندہ شد عشق ثبت است بر جریدہ عالم دوام ما

☆☆☆☆ ☆☆☆☆ ☆☆☆☆



فاتح ربوہ قائد ملت اسلامیہ

حضرت علامہ الشاہ احمد نورانی صدیقی نور اللہ مرقدہ

صاحبزادہ ڈاکٹر ابوالخیر محمد زبیر

1857ء کی جنگ آزادی کے بعد انگریزوں اور ہندوؤں نے یہ سمجھ لیا تھا کہ مسلمان ان کے ساتھ مل کر نہیں چل سکتے لہذا دونوں نے مسلمانوں کے خلاف منظم سازشیں شروع کر دیں اور مسلمانوں کو نقصان پہنچانے کیلئے نئے نئے حربے اور منصوبے بناتے اور مسلمانوں کے عقائد و نظریات پر حملے کرتے رہے انگریز جانتا تھا کہ ایک عام مسلمان کا محور و مرکز نبی کریم ﷺ کی ذات مبارکہ ہے اور آپ ﷺ کی محبت دین کی اساس ہے لہذا مسلمانوں کے دلوں سے محبت رسول ختم کرنے کیلئے انگریزوں نے ہندوؤں کے ساتھ ملکر مختلف قسم کے حربے استعمال کئے بالخصوص آنحضرت ﷺ کی ذات مبارکہ کو متنازعہ بنانے کیلئے مرزا غلام احمد قادیانی کو کھڑا کیا جس نے 23 مارچ 1889ء کو ہندوستان کے علاقے قادیان میں قتنہ قادیانیت کی بنیاد رکھی مرزا غلام احمد قادیانی نے نہ صرف نبی ہونے کا دعویٰ کیا بلکہ انبیائے سابقین علیہ افضل الصلوٰۃ والتسلیم، صحابہ کرام، امہات المؤمنین، اہل بیت اطہار اور حسنین کریمین کی شان اقدس میں گستاخیاں کیں اس کا مقصد مسلمانوں کی توجہ سرکارِ مدینہ ﷺ قرآن مجید، حج، اور جہاد سے ہٹا کر دوسری جانب لگانا تھا تا کہ انگریز برصغیر میں اپنے اقتدار کو مضبوط سے مضبوط تر کر سکیں کیونکہ انگریز اور ہندو اس بات پر حیرت زدہ تھے کہ ہندوستان میں صدیاں گزرنے کے باوجود ناسلامانوں نے ہندو کلچر اپنایا نہ ہی اسلامی تعلیمات سے منہ موڑا لہذا مسلمانوں کو دین اسلام سے برگشتہ کرنے کے لئے انگریزوں نے قادیانی تحریک کو جنم دیا جس نے انگریز کی سرپرستی میں مسلمانوں کو جہاد فی سبیل اللہ سے روکنے کی سازش کی، کلمے میں محمد رسول اللہ ﷺ کی جگہ احمد رسول اللہ تیار کیا، قرآن حکیم کی جگہ پر اسم احمد یہ پیش کیا، قادیان کو رسول کا تخت اور مدینہ منورہ سے افضل قرار دیا اس کے پس پشت انگریز اور ہندوؤں کا فرما تھا جس نے اس کی زبردست تائید کی بلکہ بے دریغ سرمایہ بھی خرچ کیا جس کا سلسلہ آج تک جاری ہے۔ قتنہ قادیانیت کی سرکوبی کیلئے علماء حق میدانِ عمل میں نکل آئے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ نے قادیانی فتنے کی ڈٹ کر مخالفت کی اور انہیں مرتد منافق قرار دیا حضرت پیر سید مہر علی شاہ صاحب گولڑی رحمۃ اللہ علیہ نے قتنہ قادیانیت کی سرکوبی کے لئے بھرپور جدوجہد کی آپ نے مرزا قادیانی کے رد میں شمس الہدیٰ اور سیف چشتیانی جیسی معرکتہ آراء کتابیں تصنیف کر کے قادیانیوں کے ایوانوں میں زلزلہ برپا کر دیا۔ 1900ء میں مرزا قادیانی کے ساتھ مناظرے کے

لئے تمام مکاتب فکر کے جید علماء کرام اور مشائخ عظام نے آپ کو اپنا قائد بنایا آپ لاہور میں تین روز تک اس کا انظار کرتے رہے لیکن اسے گھر سے نکلنے کی ہمت نہ ہوئی امیر ملت حضرت جیسید جماعت علی شاہ محدث علی پوری نے مرزا قادیانی کے تعاقب میں لاہور میں قیام فرمایا اور اس کے دجالی نظریات کا رد کرتے ہوئے 25 مئی کو حالت جلال میں فرمایا کہ 24 گھنٹوں کے اندر لوگ مرزا کا حشر دیکھیں گے تمام عالم شاہد ہے کہ 26 مئی کو مرزا قادیانی ہیضہ کی بیماری میں مبتلا ہو اور دو پہر تک بیت الخلاء میں سرگروا صل جہنم ہوا۔

تاریخ شاہد ہے قادیانیوں نے قیام پاکستان کی بھرپور مخالفت کی اور اکھنڈ بھارت کے نظریات کو فروغ دیا ہندوستانی پرچم بلند کر کے ربوہ کی زمین اپنے نام الاٹ کرائی۔ 1946ء کے انتخابات میں مسلم لیگ کے امیدواروں کی بھرپور مخالفت کی قیام پاکستان کے بعد عالم اسلام کے سب سے بڑے دشمن اسرائیل کے ساتھ گٹھ جوڑ کر کے اس کے شہر حیف میں اپنا مرکز قائم کیا 1962ء میں 600 پاکستانی قادیانی اسرائیلی فوج میں بھرتی ہوئے جو اسرائیلی فوج کے ساتھ فلسطین، غرہ، لبنان میں خون مسلم بہا رہے ہیں 1983ء میں 300 قادیانی بھارتی فوج میں شامل ہو کر تحریک آزادی کشمیر میں مصروف ہیں اور کشمیری مسلمانوں کے خون سے ہولی کھیل رہے ہیں پاکستان کی اسلامی فوج میں بھی 420 قادیانی فوجی افسر موجود ہیں جن کا مقصد پاکستانی فوج میں شامل ہو کر جہاد کرنا نہیں کیونکہ ان کا خود ساختہ نبی جہاد کو حرام قرار دے چکا ہے وہ صرف سیاسی اقتدار چاہتے ہیں تاکہ سرورد عالم ﷺ سے بغاوت کو طاقت کے ذریعے پاکستان پر نافذ کر سکیں ختم نبوت کا انکار قادیانیوں کی اسلام دشمن فکر اور سازشوں کا حصہ ہے۔

حضرت علامہ مولانا شاہ احمد نورانی صدیقی نور اللہ مرقدہ کی پوری زندگی مقام مصطفیٰ ﷺ کے تحفظ کے لئے وقف تھی آپ کی نبی کریم ﷺ سے محبت کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ پہلی مرتبہ ممبر قومی اسمبلی منتخب ہونے کے بعد اسمبلی کے پہلے ہی اجلاس میں ہفتہ 15 اپریل 1972ء کو عبوری آئین میں اپنے زوردار دلائل سے مسلمان کی تعریف متعین کرتے ہوئے یہ لازمی قرار دیا کہ وہ ختم نبوت پر ایمان رکھتا ہو۔ اس طرح آپ نے عاشق رسول ﷺ ہونے کے ناطے، ناموس رسول ﷺ کی حفاظت کا حق ادا کیا۔ آپ نے یہ کلمات مسلمانوں کی تعریف میں درج کئے۔ مسلمان وہ ہے جو خدا کی وحدانیت، قیامت کے آنے پر قرآن پاک کے خدا کی آخری کتاب ہونے، رسول ﷺ کے خاتم النبیین ہونے اور رسول کریم ﷺ کی سنت و حدیث اور قرآن پاک کے احکامات پر کامل یقین رکھتا ہو۔ 1973ء کے آئین کی تشکیل کے مرحلے پر حضرت علامہ شاہ احمد نورانی صدیقی نور اللہ مرقدہ کی طرف سے آئین میں مسلمان کی تعریف شامل کرنے پر اصرار کا مقصد یہ تھا کہ کوئی غیر مسلم کسی طرح بھی مملکت خدا دا پاکستان کی سربراہی تک نہ پہنچ سکے۔ آپ نے اپنی جدوجہد کو جاری رکھتے ہوئے فتنہ مرزاہیت پر 30 جون 1974ء کو قومی اسمبلی میں قرارداد پیش کی اس قرارداد پر 23 ارکان اسمبلی نے دستخط کئے جو بعد میں بڑھ کر 37 ہو گئی۔ مولانا شاہ احمد نورانی

صدیقی رحمۃ اللہ علیہ نے وزیراعظم ذوالفقار علی بھٹو سمیت ہر رکن اسمبلی سے تفصیلی مذاکرات کئے اور ساتھ ہی ساتھ عوامی سطح پر رائے عامہ کو منظم کرنے کے لئے ملک گیر دورے کئے صرف پنجاب میں 40 ہزار میل سے زائد سفر کیا جس کے نتیجے میں 7 ستمبر 1974ء کو وہ گھڑی آن پہنچی جس کا اُمت مسلمہ کو 1901ء سے انتظار تھا یوں 1952ء میں شروع ہونے والی پہلی تحریک کامیاب ہوئی جس میں مولانا ظلیل احمد قادری، مولانا عبدالستار خان نیاززی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم کو فوجی حکومت نے پھانسی کا حکم سنایا تھا اور علامہ شاہ احمد نورانی رحمۃ اللہ علیہ کی قرارداد کی منظوری کے بعد قادیانی گروہ کو دائرہ اسلام سے خارج قرار دے دیا گیا اور یوں اُمت مسلمہ کا خواب 73 سال بعد حقیقت میں ڈھل گیا۔ اس تاریخی فیصلے کے نتیجے میں 50 ہزار سے زائد مرزائی اندرون و بیرون ملک مسلمان ہوئے۔ 1974ء میں جب قادیانیوں کے خلاف تحریک عروج پر تھی اور وزیراعظم ذوالفقار علی بھٹو کی حکومت کے ایک وزیر نے چیلنج کر دیا تھا کہ حزب اختلاف مسلمان کی کسی ایک تعریف پر متفق نہیں ہو سکتی تو اسی روز شام کے اجلاس میں مولانا شاہ احمد نورانی صدیقی نور اللہ مرقدہ نے دیگر اراکین کے دستخطوں کے ساتھ ایک تحریر پیش کی جس پر سب کو اتفاق تھا۔ ختم نبوت کی تحریک کے دوران جب قومی اسمبلی میں مرزا طاہر سے جرح ہوئی تو آپ نے وہ دلائل پیش کئے اور ایسے ایسے نکات و سوالات اٹھائے کہ مرزا طاہر کو اپنے عقائد بیان کرنا پڑے جس کے بعد بہت سے ارکان اسمبلی نے مولانا شاہ احمد نورانی رحمۃ اللہ علیہ سے کہا کہ مولانا ہم نہیں سمجھتے تھے کہ ان کے عقائد اتنے خراب ہیں آپ کا شکریہ آپ حقائق سامنے لائے اور اس گمراہ فتنہ سے قوم کو آگاہ کیا اس طرح قومی اسمبلی نے 7 ستمبر 1974ء کو منظور شدہ تحریک کے ذریعے قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا اور ان کے مکروہ نظریات کا پردہ چاک کیا قادیانی فتنہ کو اسٹیٹ کی سطح پر پہلی بار غیر مسلم اقلیت قرار دلو اگر امام شاہ احمد نورانی نے فتنہ قادیانیت کے تابوت میں آخری کیل ٹھونک دی اور اس گمراہ فتنے سے اُمت مسلمہ کو بچایا اللہ تعالیٰ ان کی قبر انور پر رحمتوں کی بارش فرمائے آمین۔

☆☆☆☆

☆☆☆☆

☆☆☆☆

تحریک ختم نبوت اور حضرت فقیہ اعظم

صاحبزادہ محمد محبت اللہ نوری

یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ برصغیر پاک و ہند میں جب بھی کوئی تحریک کامیابی سے ہم کنار ہوئی، اس میں مذہبیت کا عنصر کارفرما رہا۔ تحریک پاکستان ہو یا تحریک ختم نبوت، نظام مصطفیٰ ہو یا تحریک ناموس رسالت، قوم نے ہمیشہ علماء و مشائخ کی آواز پر لبیک کہی اور کامیابی نے ان کے قدم چومے۔ ان تمام تحریک میں علماء و مشائخ اہل سنت پیش پیش رہے۔ ان ہی پاکیزہ ہستیوں میں نازش علم و عمل حضرت فقیہ اعظم قدس سرہ العزیز کا اسم گرامی بھی شامل ہے۔ آپ نے ان تمام تحریک میں نمایاں کردار ادا کیا۔ قبل اس کے کہ تحریک ختم نبوت میں آپ کی خدمات پر روشنی ڈالی جائے، مناسب معلوم ہوتا ہے کہ آپ کے مختصر حالات زندگی پر ایک نظر ڈال لی جائے۔

آپ نہا آرائیں، مسلک اخفی اور مشربا قادری تھے۔ آپ کے آباء و اجداد صوفی مشرب، پاکیزہ سیرت اور صاحب دل بزرگ تھے۔ آپ کی ولادت باسعادت ۱۶ رجب المرجب ۱۳۳۲ھ، بمطابق ۱۰ جون ۱۹۱۳ء کو ہوئی۔ ابتدائی تعلیم اپنے والد ماجد زبدۃ الاسفیاء مولانا ابوالنور محمد صدیق چشتی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۳۸۰ھ/۱۹۶۱ء) اور چدامحمد حضرت مولانا احمد دین رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۳۶۱ھ/۱۹۴۲ء) سے حاصل کرنے کے بعد استاذ العلماء حضرت مولانا فتح محمد جیبوی محدث بہاول نگری رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۳۸۹ھ/۱۹۶۹ء) سے علوم عقلیہ و نقلیہ کی تحصیل کی، پھر متحدہ ہندوستان کے مختلف مدارس کا رخ کیا اور خداداد صلاحیت، ذاتی لگن اور محنت کی بنا پر علم کے کوہ ہمالہ بن گئے۔

علوم عقلیہ و نقلیہ حاصل کرنے کے بعد ۱۳۵۱ھ/۱۹۳۳ء میں مرکزی دارالعلوم حزب الاحتاف لاہور میں داخلہ لیا، جہاں شیخ الحدیث و التفسیر حضرت مولانا سید محمد دیدار علی شاہ الوری رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۳۵۴ھ/۱۹۳۵ء) اور مفتی اعظم پاکستان مولانا ابوالبرکات سید احمد قادری رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۳۹۸ھ/۱۹۷۸ء) سے دورہ حدیث شریف پڑھا۔ حضرت محدث الوری رحمۃ اللہ علیہ دورہ حدیث پڑھنے والوں کو اکثراً فرمایا کرتے!

”اس بار تم مولانا محمد نور اللہ صاحب کی طفل پڑھ رہے ہو“

دورہ حدیث مکمل کرنے کے بعد ۱۳۵۲ھ، بمطابق ۲۳ نومبر ۱۹۳۳ء کو سند و دستار فضیلت عطا کی گئی۔ اس موقع پر امام اہل سنت محدث الوری رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو مطبوعہ سند کے علاوہ خصوصی اسناد سے بھی نوازا اور ”ابوالخیر“ کنیت

عطا فرمائی۔۔۔ بعد میں مفتی اعظم مولانا ابوالبرکات رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو فقیہ زماں، محدث دوراں، فقیہ العصر، فقیہ انفس (جسم و نہایت)، مفتی اعظم اور فقیہ اعظم وغیرہ جلیل القدر القاب سے ممتاز فرمایا۔ ان گونا گوں اور متنوع القاب میں سے ”فقیہ اعظم“ کا لقب زبان زد خاص و عام ہے۔

حضرت فقیہ اعظم قدس سرہ العزیز نے تعلیم سے فراغت کے فوراً بعد درس و تدریس کا سلسلہ شروع کر دیا تھا، مختلف مقامات پر تدریسی خدمات انجام دینے کے بعد ۱۳۵ھ/ ۱۹۳۸ء میں تحصیل دیپال پور کے ایک قصبہ فرید پور میں دارالعلوم حنفیہ فریدیہ کے نام سے مدرسے کی داغ بیل ڈالی۔ یہاں کا جاگیردار نہ ماحول اور ذرائع رسل و رسائل کا فقدان اس مادر علمی کے پینے کی راہ میں رکاوٹ بننا دکھائی دیا تو ۱۳۶۴ھ/ ۱۹۴۵ء میں اسی تحصیل کے ایک اور مقام بصیر پور میں منتقل ہو گئے۔ اگرچہ یہ پس ماندہ علاقہ بھی کسی علمی ادارے کے لیے موزوں نہ تھا، مگر خلوص و الٰہیت اور مقصد سے لگن کا ثمر تھا کہ یہ چھوٹا سا مدرسہ بڑھا، پروان چڑھا اور وسائل کی عدم دستیابی کے باوجود کئی بلاکوں پر مشتمل عظیم الشان یونیورسٹی میں بدل گیا۔ اس دارالعلوم کی عظمت کے آگے اہل علم و فضل کی گردنیں خم ہیں اور احیاء دین کے ابواب اس مدرسے کے ذکر کے بغیر ناکمل دکھائی دیتے ہیں۔

حضرت فقیہ اعظم قدس سرہ العزیز نے تقریباً پچاس سال قرآن و حدیث اور دیگر علوم و فنون کا درس دیا، اسحاق کی پابندی فرمائی۔ آپ نے درس حدیث کا سلسلہ آخر عمر تک جاری رکھا۔ آپ سے فیض یافتگان جن کی تعداد ہزاروں تک پہنچتی ہے، ملکی اور عالمی سطح پر تحریری، تقریری، علمی، سیاسی اور سماجی سرگرمیوں کے ذریعے اسلام کی نشاۃ ثانیہ کے لیے راہ ہموار کر رہے ہیں۔ تعلیم سے فراغت کے بعد حضرت صدرالافاضل مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۳۶۷ھ/ ۱۹۴۸ء) کے دست حق پرست پر سلسلہ عالیہ قادریہ میں بیعت سے مشرف ہوئے۔ حضرت صدرالافاضل رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو اپنے سلاسل حدیث کی اسناد، مختلف اشغال و اعمال اور اوراد و وظائف کی اجازت اور سلسلہ عالیہ قادریہ مکیہ کے علاوہ دیگر سلاسل میں بھی اجازت و خلافت سے نوازا۔

حضرت فقیہ اعظم قدس سرہ العزیز اپنے دور کی نادر روزگار شخصیت تھے، علم و فضل، تقویٰ و طہارت، عظیم سیاست اور ہمت و استقامت میں یکنائے روزگار تھے۔ یوں تو تفسیر، حدیث اور دیگر تمام مروج علوم دینیہ میں کامل دسترس رکھتے تھے لیکن فقہ میں آپ کو تخصص کا درجہ حاصل تھا، اس لیے آپ کے ہم عصر اکابر علماء نے آپ کو فقیہ اعظم تسلیم کیا۔ حضرت فقیہ اعظم قدس سرہ العزیز فتویٰ نویسی میں غیر معمولی مہارت رکھتے تھے، آپ کی ذات مرجع خلائق تھی، ملک و بیرون ملک کے لوگ استفتاء میں آپ کی طرف رجوع کرتے۔ فتاویٰ نوریہ کی چھ ضخیم جلدوں کے مطالعہ سے آپ کے بحر علمی، وسعت نظر، عمیق مشاہدہ، قوت استدلال، صلابت رائے، جدت فکر اور فقیہی بصیرت کا بخوبی اندازہ ہوتا ہے۔

حضرت فقیہ اعظم فتاویٰ الرسول اور فتاویٰ حب المدینہ تھے۔ آپ کی محفل میں حاضری سے شرف یاب

ہونے والے اس حقیقت سے بخوبی واقف ہیں کہ سرکارِ دو عالم ﷺ کے پیارے شہر مدینہ منورہ کا ذکر آتے ہی مرغِ نیم نمل کی طرح تڑپنے لگتے، درسِ حدیث دیتے ہوئے آپ کی آنکھوں سے آنسوؤں کے چشمے اگلنے لگتے، ایسا محسوس ہوتا کہ محبوبِ پاک ﷺ کے جمال جہاں آراء کے دیدار میں محو ہیں۔

حضرت فقیہ اعظم قدس سرہ العزیز کی پوری زندگی اتباعِ نبوی اور عشقِ مصطفوی ﷺ سے عبارت تھی۔ ان کا چلنا، پھرنا، اٹھنا، بیٹھنا، غرض ہر ہر ادا سنتِ مصطفیٰ کے مطابق تھی۔ حضرت فقیہ اعظم قدس سرہ العزیز جامع الصفات شخصیت تھے۔ وہ بیک وقت بہترین مدرس بھی تھے اور اعلیٰ صلاحیتوں کے مالک منتظم بھی۔ نعت گو شاعر بھی تھے اور بلند پایہ محقق بھی۔ ژرف نگاہ مفتی بھی تھے اور شیخِ کامل بھی۔ ان گونا گوں اوصاف کے ساتھ ساتھ جوادِ مطلق نے آپ کو سیاست میں بھی بڑی فراست سے بہرہ ور فرمایا تھا۔ اگرچہ آپ معروف معنوں میں سیاسی آدمی تو ہرگز نہ تھے، مگر ملک و ملت کی زبوں حالی کی وجہ سے دل ناتواں پر بوجھ رہتا اور کڑی دھوپ کے وقت افرادِ ملت کے لیے بادل بن کر سایہ کناں ہوتے۔ چٹاں چہند ریکی انہماک کے باوجود تحریکِ پاکستان میں اپنے شیخِ کامل کی راہوں کے راہی بنے۔ آل انڈیا سنی کانفرنس بنارس (۳۰ تا ۳۱ اپریل ۱۹۴۶ء) میں شرکت سے لے کر تحریکِ پاکستان کو کامیابی سے ہم کنار کرنے تک بہت نمایاں کردار ادا کیا۔ تقاریر کے ذریعے قیامِ پاکستان کے لیے راہِ ہموار کی، مخالفینِ پاکستان کی یورش اور نظریاتی یلغار کو دلائل و براہین سے ختم کیا اور تحریکِ پاکستان کو قوتِ بہم پہنچائی۔

پاکستان قائم ہو گیا تو آپ کا دارالعلوم مہاجرین کا کیمپ بن گیا، آپ نے میزبان بن کر مہاجرین کا استقبال کیا اور انہیں قیام و طعام کی سہولتیں مہیا کیں۔ جہادِ کشمیر میں غازی کشمیر مولانا سید ابوالحسنات قادری رحمۃ اللہ علیہ (۱۳۸۰ھ/۱۹۶۱ء) کے ہم رکاب رہے۔ ۱۹۴۸ء میں ملتان میں جمعیتِ علمائے پاکستان کی تشکیل ہوئی تو اس اجلاس میں حضرت بھی شریک ہوئے۔ آپ جمعیت کے اساسی ارکان میں سے تھے اور جمعیت کی مرکزی مجلسِ عاملہ دشوری کے رکن بھی رہے۔ ۱۹۷۷ء کے ملکی انتخابات میں جمعیت کی قیادت کے اصرار اور علاقہ کے عوام و خواص اہل سنت کے پرزور مطالبہ پر بطور امیدوار قومی اسمبلی اور تحریکِ نظامِ مصطفیٰ میں بطور قائد بھرپور حصہ لیا، اس موقع پر آپ کا مثالی کردار ہمیشہ دعوتِ فکر و عمل دیتا رہے گا۔

حضرت فقیہ اعظم قدس سرہ العزیز نے یکم رجب المرجب ۱۴۰۳ھ، بمطابق ۱۵ اپریل ۱۹۸۳ء، بروز جمعہ المبارک، دو پہر ایک بجے وصال فرمایا۔ حیاتِ ظاہری کی طرح وصال کے بعد بھی آپ کا چہرہ انور پھول کی طرح کھلا ہوا تھا اور اس پر نورانیت اور مسکراہٹ بھیلی ہوئی تھی۔ روزنامہ جنگ لاہور (۱۸-۱۹ اپریل ۱۹۸۳ء) نے جنازہ کا اجتماع ڈیڑھ لاکھ بتایا۔ تاہم جماعتِ اندازے کے مطابق عوام کی تعداد دو لاکھ سے تجاوز تھی، جن میں کم و بیش چالیس ہزار نامور علماء و مشائخ اور حفاظِ کرام شریک تھے۔ نمازِ جنازہ غزالی زماں حضرت علامہ احمد سعید کاظمی رحمۃ اللہ علیہ نے پڑھائی۔ دارالعلوم خفیہ فریدیہ بصیر پور

شریف کے مشرقی حصہ میں آپ کا روضہ مبارکہ مرجع خلافت ہے۔ آپ کا سالانہ عرس مبارک کیم، دور جب المرجب کو بڑی شان و شوکت سے بصیر پور شریف ضلع اوکاڑا میں منعقد ہوا ہے۔

حضرت فقیہ اعظم قدس سرہ العزیز، صاحب تصنیف عالم دین تھے، تدریسی و انتظامی مصروفیات کے باوجود آپ نے اٹھائیس تصانیف یا دگاڑ چھوڑی ہیں، جن میں فتاویٰ نوریہ کو خصوصی اہمیت حاصل ہے۔ فقہ اسلامی کا یہ دائرۃ المعارف چھ ضخیم جلدوں پر مشتمل ہے، اس کے کئی ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں۔ علاوہ ازیں آپ نے صحیح بخاری، صحیح مسلم اور جامع ترمذی وغیرہ کتب پر عربی حواشی تحریر کیے۔

انگریزوں نے برصغیر میں قدم جمائے تو انہوں نے مسلمانوں کو ذات رسالت مآب ﷺ سے گہری قلبی عقیدت و محبت اور جہاد فی سبیل اللہ کے جذبے سے سرشار پایا۔ انگریز اسی جذبے سے خائف تھے، وہ یہ سمجھتے تھے کہ جب تک یہ جذبہ ماند نہ پڑ جائے گا تب تک مسلمانوں پر حکومت کرنے میں کامیابی نہیں ہو سکتی۔ چنانچہ اس مقصد کے لیے انہوں نے ایک طرف تحریک نجدیت کی متعدد صورتوں میں سرپرستی کی تو دوسری طرف مرزا غلام احمد قادیانی کو مسلمانوں کی وحدت ملی کو پارہ پارہ کرنے کے لیے تیار کیا۔ مرزا قادیانی نے انگریزوں سے وفاداری کا حق ادا کرتے ہوئے ترک جہاد کا دھوکا اعلان کیا اور کہا:

اب چھوڑ دو جہاد کا اے دوستو خیال دیں کے لیے حرام ہے اب جنگ اور جدال مرزا اگر دعویٰ نبوت نہ بھی کرتا، فقط جہاد کا انکار ہی اس کے کفریہ عقیدہ پر مہر تصدیق ثبت کرنے کے لیے کافی تھا۔ اس تنگ انسانیت شخص نے ۱۸۸۵ء میں مجددیت کا دعویٰ کیا، ۱۸۹۱ء میں مسیح موعود بن بیٹھا اور ۱۹۰۱ء میں مکمل نبوت کا دعویٰ کر کے مسلمانوں کے جذبات کو ٹھیس پہنچائی۔ اس شیطانی فتنہ کی روک تھام کی اذیلین کو شش کا سہرا اہل سنت و جماعت کے اکابرین کے سر جتا ہے۔ امام اہل سنت مولانا شاہ احمد رضا فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے مسئلہ ختم نبوت اور ردّ مرزائیت پر تین کتابیں تصنیف کیں، بعد ازاں قبلہ عالم حضرت پیر سید مہر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ نے تقریر و تحریر کے ذریعے اس کا رد بلیغ فرمایا اور مرزا کا اس کی زندگی میں اور اس کی موت کے بعد خوب گرم تعاقب جاری رکھا۔

قیام پاکستان کے بعد بھی فتنہ قادیانیت کا قلع قمع کرنے کے لیے بالخصوص علماء و مشائخ اہل سنت کی بھرپور جدوجہد جاری رہی۔ ۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت میں جملہ مکاتب فکر کے علماء و مشائخ نے فقیہ اعظم کے استاذ زادہ حضرت علامہ ابوالحسنات سید محمد احمد قادری قدس سرہ العزیز کی قیادت میں بھرپور حصہ لیا۔ حضرت فقیہ اعظم کو حب رسول اور دینی و مسلکی غیرت حضرت صدر الافاضل مولانا محمد فہیم الدین مراد آبادی اور حضرت محدث الوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم ایسے جلیل القدر اساتذہ سے ملی تھی، چنانچہ آپ نے اس تحریک میں بھرپور حصہ لیا۔ عقیدہ ختم نبوت کی اہمیت اور ردّ قادیانیت میں دلائل و براہین سے مرصع خطابات کے ذریعے علاقہ بھر میں تحریک کو پروان چڑھایا اور دینی شعور بیدار کیا، جس کی پاداش میں حکومت

وقت نے آپ کے وارنٹ گرفتاری جاری کیے اور ۱۲ مارچ ۱۹۵۳ء کو آپ کو، آپ کے والد ماجد حضرت مولانا ابوالنور محمد صدیق رحمۃ اللہ علیہ، تمیز رشید اور دارالعلوم کے صدر المدبرین حضرت مولانا ابوالفیض باقر نوری رحمۃ اللہ علیہ اور کئی دیگر اعزہ و تلامذہ سمیت گرفتار کر کے سنٹرل جیل ساہیوال بھجوا دیا۔ گرفتاری کے موقع پر جب پولیس کی گاڑی میں بٹھایا جانے لگا تو آپ نے دارالعلوم کے طلبہ کو محنت سے پڑھنے اور صبر و استقامت اور ہمت و حوصلہ کے ساتھ تحریک جاری رکھنے کی تاکید فرمائی۔ اس وقت بصیر پور کے عوام کا جوش و خروش دیدنی تھا، حدنگاہ تک لوگ سڑک پر لیٹ گئے، ان کا مطالبہ تھا کہ حضرت کو رہا کیا جائے، ورنہ ہمارے جسموں کو روند کر دیں حضرت کو لے جانا ہوگا۔ کئی گھنٹوں تک جاری رہنے والا یہ مظاہرہ اس وقت ختم ہوا جب حضرت نے خود باصرار لوگوں کو پیچھے ہٹنے کا حکم دیا۔ آپ کی گرفتاری کی خبر دور دور تک پھیل گئی۔ ان دنوں ایک لائق و ہونہار طالب علم مولوی دل محمد آپ کے ہاں مدرسہ میں زیر تعلیم تھے اور آپ کی شفقت و محبت سے بے حد متاثر تھے، اتفاق سے گرفتاری کے وقت وہ چھٹی پر تھے، جب گاؤں میں انہیں یہ خبر پہنچی تو تعجب سے کہنے لگے!

”ہمارے حضرت صاحب کو گرفتار کر لیا گیا ہے، اب یہاں رہنے کا کیا کام“۔۔۔۔۔

یہ کہا اور موقع پر ہی جان، جان آفریں کے سپرد کر دی۔ اللہ تعالیٰ اس شہید محبت کی قبر پر کروڑوں رحمتیں نچھاور فرمائے۔ حضرت فقیہ اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی تربیت اور عملی جدوجہد کا اثر تھا کہ آپ کے تلامذہ نے بھی اس تحریک میں بھرپور حصہ لیا، چنانچہ ساہیوال میں حضرت مولانا ابوالنور منظور احمد شاہ، مولانا ابوالفیض علی محمد نوری (اس وقت ساہیوال میں خطیب تھے)، مولانا صاحبزادہ غلام رسول حویلی لکھا اور دیگر تلامذہ کو ردّ مرزائیت کی بنا پر گرفتار کیا گیا۔ جن دنوں حضرت سیدی فقیہ اعظم کی گرفتاری عمل میں آئی، اس وقت آپ سے دورہ حدیث شریف پڑھنے والی جماعت میں خطیب پاکستان حضرت مولانا محمد شریف نوری قصوری، استاذ العلماء حضرت علامہ مولانا محمد رمضان محقق نوری اور خطیب شیریں لسان حضرت مولانا غلام حسین نوری ایسے ہونہار اور جید فضلاء شامل تھے، چنانچہ انہوں نے کورس کی تکمیل اور سالانہ تعطیلات کے باوجود دارالعلوم میں رہ کر اپنے استاذ گرامی کے مشن کو جاری رکھا اور تحریک ختم نبوت کے لیے سرگرم عمل رہے۔

حضرت فقیہ اعظم جیل میں بھی درس و تدریس اور تبلیغ دین میں مصروف رہے، اس دوران قاضی عیاض کی شفاء شریف اور مکتوبات امام ربانی وغیرہ بطور خاص آپ کے زیر مطالعہ رہیں۔ رجب المرجب، مارچ کے مہینے میں آپ کی گرفتاری عمل میں آئی تھی، رمضان المبارک شروع ہوا تو مسمیٰ کا وسط تھا اور گرمی زوروں پر تھی، ایسے میں متعدد ایسے واقعات ظہور پذیر ہوئے جن سے پتا چلتا ہے کہ نصرت الہی اور تائید غیبی آپ کے شامل حال رہی۔ ایسا ہی ایک واقعہ جیل میں آپ کے ساتھی اور تمیز رشید مولانا ابوالنور اپنی یادداشت میں تحریر کرتے ہیں!

”رجب اور شعبان گزرا کر رمضان شریف کی ۶ تاریخ کو بعد نماز صبح آڑر ملا کہ ”سب اچھا“ ہونے سے پہلے سنٹر

خالی کرد اور ڈی چکیاں میں چلے جاؤ۔ بندہ اور مولوی غلام رسول (حویلی لکھا والے) نے ”اعاٹ الیبت“ کو سروں پر اٹھایا، سنٹر سے ڈی تک ہجرت کی، یہ چکیاں دیکھ کر طبیعتیں گھبرا گئیں، سخت گرمی کا موسم اور تین آدمیوں کا بالکل تھوڑی جگہ میں رات اور دن کو بند رہنا، باعث مصیبت نظر آ رہا تھا۔ حضرت کی طبیعت میں قدرے پریشانی آئی مگر فوراً الحمد للہ کہا اور فرمایا کہ میرا رب بڑا قادر ہے، وہ اندر سے ہی ہوا بھیج سکتا ہے اور شملہ بنا سکتا ہے۔ چنانچہ روزے کھول کر بیٹھے ہی تو دل کو چین اور سکون حاصل ہوا۔ خلاف معمول حضرت کو نیند آ گئی، بندہ تھوڑی دیر پکھلا بلاتا رہا، اتنے میں ایسی ٹھنڈی ہوا چلی کہ مجھے بھی نیند آ گئی، حالاں کہ میں دوپہر کو سوچکا تھا۔ کچھ دیر کے بعد حضرت نے خود ہی فرمایا، نماز پڑھ لیں، میں نے وضو کر کے اذان پڑھی، آپ نے جماعت کرائی، نماز تراویح بھی بہت سکون سے پڑھی، بعدہ سو گئے، سحری کے وقت تک ڈی چکی شملہ کو شرمندہ کر رہی تھی۔ بجلی چمک رہی تھی، بادل گرج رہا تھا، بھیننی بھیننی ہوا کی لہریں اجسام سے ٹکرا کر نیند مسلط کر رہی تھیں اور اعضاء کو مختصر رہی تھیں۔۔۔

ابوالنصر محمد منظور کفاح نظرۃ النور، ڈی جیل منٹگری

۸ رمضان ۱۳۷۲ھ / مئی ۱۹۵۳ء

حضرت فقیہ اعظم کے والد گرامی اور حضرت مولانا ابوالفضیاء کو تو کچھ عرصہ بعد رہا کر دیا گیا جب کہ حضرت فقیہ اعظم کو تین سال قید بامشقت کی سزا سنائی گئی مگر نو ماہ بعد رہا کر دیے گئے۔ ۱۹۷۴ء میں جب دوبارہ تحریک ختم نبوت شروع ہوئی تو اس میں بھی حضرت فقیہ اعظم اور آپ کے تلامذہ نے بھرپور کردار ادا کیا۔ اس موقع پر آپ نے نہ صرف یہ کہ مقامی سطح پر بلکہ صوبہ پنجاب کے متعدد مقامات پر جلسوں اور میٹنگوں میں شمولیت کی۔ بصیر پور اور گردونواح کے مرکزی مقامات پر آپ کی سرپرستی میں ہر ہفتے ایک دو جلسے ضرور ہوتے، جن میں حضرت خود شریک ہوتے، صدارتی کلمات ارشاد فرماتے، جس سے تحریک کو تقویت ملی۔ آپ ان اجتماعات میں مسئلہ ختم نبوت کی علمی انداز میں وضاحت کرتے اور قادیانیوں کی ریشہ دوانیوں اور ملک و ملت کے خلاف ان کی سازشوں سے آگاہ کرتے اور فرماتے کہ مکررین ختم نبوت کا فری نہیں مرتد ہیں، شریعت اسلامیہ میں ان کی سزا قتل ہے، تاہم مسلمانوں کا کم از کم مطالبہ یہ ہے کہ حکومت انہیں فی الفور ڈی قرار دے اور آئینی طور پر ان کے غیر مسلم اقلیت ہونے کا اعلان کرے۔ ان جلسوں میں عوام کا عظیم اجتماع ہوتا۔ اس اثناء میں یوں تو متعدد علماء کرام کے خطابات ہوئے مگر چند بڑے بڑے اجتماعات میں علامہ احمد علی قصوری، علامہ شبیر احمد ہاشمی، علامہ ابوالفیض علی محمد نوری، علامہ محمد عارف نوری نے تاریخی خطابات کیے۔ ان ایام میں راقم اور دارالعلوم حنفیہ فریدیہ میں زیر تعلیم طلبہ نے بھی علاقہ بھر کی مساجد میں ایک پروگرام کے تحت خطابات کیے اور تحریک کے حق میں فضا سازگار بنائی۔

قائد اہل سنت علامہ شاہ احمد نورانی کے سیاست میں آنے سے بہت پہلے حضرت فقیہ اعظم سے عقیدت و محبت

بھرے تعلقات تھے، اس تحریک میں بھی وہ حضرت فقیر اعظم سے رہنمائی لیتے رہے۔ قومی اسمبلی میں ان کی پیش کردہ قرار داد کی حضرت فقیر اعظم بھرپور حمایت کا اعلان کرتے رہے، بالآخر یہ تحریک کامیابی سے ہم کنار ہوئی۔

اس تحریک میں یوں تو آپ کے متعدد علامہ نے حصہ لیا، تاہم مولانا ابوالنصر منظور احمد شاہ ساہیوال، مولانا ابوالفیض علی محمد نوری وہاڑی، مولانا غلام حسین نوری ساہیوال، مولانا زید احمد نوری میاں چنوں، مولانا عبدالعزیز نوری حویلی لکھا، مولانا خواجہ غلام حسین سیدی دیپال پور، مولانا محمد محسن قصوری بہاول نگر، مولانا محمد منشاء تابش قصوری منڈی مرید کے، مولانا محمد شریف نوری بدر لاہور، مولانا صابر علی وٹو نوری، ڈاکٹر مفتی ضیاء المجیب صابری، مولانا منظور احمد نوری قصور، علامہ شبیر احمد ہاشمی اور علامہ احمد علی قصوری وغیرہ علماء کرام کے اسماء گرامی بطور خاص قابل ذکر ہیں۔ مؤخر الذکر دونوں حضرات تو نہایت ہی سرگرم عمل رہے اور تحریک کی کامیابی کے لیے ملک کے طول و عرض میں تبلیغی دورے کرتے رہے۔ ان پر کئی مقدمات بنے، لاہور، میاں والی، ملتان کی جیلوں میں قید و بند کی صعوبتیں برداشت کیں۔

☆☆☆☆ ☆☆☆☆ ☆☆☆☆



عقیدہ ختم نبوت اور

حضرت علامہ میاں عبد الحق غور غشتوی علیہ الرحمۃ

سید منور علی شاہ بخاری قادری غور غشتوی

ضلع انک پنجاب میں علاقہ چمچھ اسلامی علوم کے لحاظ سے بلغ و بخارا کی طرح مشہور رہا ہے۔ یہاں پر ہر دور میں جید علماء کرام رہے ہیں۔ ان میں امام الصرف و النخو ماہر فی العلوم العقلیہ و النقلیہ زبدۃ الاقنیاء محقق بے مثل استاذ العلماء حضرت علامہ مولانا میاں عبدالحق صاحب غور غشتوی کا نام نہایت نمایاں رہا۔

آپ نہا انصاری اور صحابی رسول ﷺ حضرت جابر انصاری رضی اللہ عنہ کی اولاد امجاد میں سے ہیں۔ شجرہ نسب کچھ اس طرح ہے!

عبدالحق بن میر احمد بن میاں فضل احمد بن میاں مہابت خان بن محمد اعظم بن محمد فتوح بن محمد عظیم بن عبدالباقی بن عبد اللہ بن محمد لقمان رحمۃ اللہ علیہ۔

آپ کی ولادت حضرت علامہ مولانا میر احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے گھر ۱۳۰۸ھ / ۱۸۸۸ء میں موضع غور غشتی علاقہ چمچھ میں ہوئی۔ آپ تقریباً ۶ مہینے کے تھے کہ والد صاحب حضرت علامہ مولانا امیر احمد صاحب فوت ہو گئے۔ اور آپ یتیم رہ گئے اور ان کی پرورش اپنے چچا علامہ مولانا نور احمد صاحب المعروف میاں صاحب باطورے نے کی۔

رحمت الہی نے ساتھ دیا آپ علم دین حاصل کرنے کی طرف متوجہ ہوئے آپ کے چچا علامہ مولانا نور احمد صاحب کے فیضان کرم نے علم و حکمت کی دنیا میں آپ کو زبردست کامیابی سے ہمکنار کیا کیونکہ حضرت علامہ مولانا نور احمد صاحب اپنے دور کے جلیل القدر عالم ہونے کے ساتھ ساتھ خواجہ شمس الدین سیالوی رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ مجاز بھی تھے اور حکیم حازق بھی۔ آپ نے حضرت میاں عبدالحق صاحب کی تعلیم و تربیت فرمائی۔

ادھر چھوٹے بھائی حضرت علامہ فیضی میاں صاحب بھی علم و ہنر میں اپنی نظیر آپ تھے کوئی عالم ان سے مناظرہ کرنے کی جرأت نہیں کرتا تھا۔ ایک دفعہ ٹوپی تحصیل صوابی کے مولوی عبدالراؤف دیوبندی سے جو کہ مولوی اسماعیل دہلوی کے پیروکار تھے مسئلہ امکان نظیر پر مناظرہ ہوا۔ مولوی عبدالراؤف امکان نظیر کے قائل تھے اور فیضی میاں صاحب امتناع نظیر کے۔ مقام سری کوٹ میں مناظرہ ہوا آٹھویں دن مولوی عبدالراؤف نے کسی کتاب سے امکان نظیر پر عبارت پیش کی۔ فیضی

میاں صاحب نے کہا کہ یہ عبارت مشکوک ہے اس کتاب کا دوسرا نسخہ لایا گیا اس میں وہ عبارت نہ تھی پھر ایک عجیب انکشاف ہوا کہ مولوی عبدالرؤف نے ایک کاغذ پر عبارت لکھ کر کتاب میں چھپا رکھی تھی۔

حضرت علامہ میاں عبدالحق غورخشتوی علیہ الرحمہ نے ابتدائی کتابیں فارسی، گلستان، بوستان، سکندر نامہ، زلیخا، بہار دانش اپنے چچا حضرت علامہ مولانا نور احمد صاحب سے پڑھیں۔ جب میاں صاحب کی عمر ۸، ۹ سال کی تھی تو آپ کے عم محترم بھی اس دار فانی سے رخصت ہو گئے۔ صرف ونحو کی کتابیں مختلف علماء سے پڑھیں کافیہ اور منطق کے چند مسائل مولانا فضل احمد غازی سے پڑھے اور بیشتر فنون حضرت علامہ سید حبیب شاہ قاضی پوری سے پڑھے۔ شاہ صاحب کتب فنون کے حد درجہ ماہر تھے۔ اور اس قدر ذہین تھے کہ عبد الغفور، مطول، قاضی حمد اللہ، شرح مواقف، شمس بازغہ وغیرہ بغیر مطالعہ کے پڑھاتے تھے۔ کابل، قندھار، بخارا کے درجنوں طلبہ کی ہر وقت بھیر گئی رہتی۔ خاص بات یہ تھی کہ حضرت علامہ مولانا میاں عبدالحق صاحب پر نہایت ہی مہربانی اور شفقت فرماتے تھے کیونکہ ان کے والد گرامی مولانا امید احمد صاحب اور چچا مولانا نور احمد صاحب کے حضرت شاہ صاحب شاگرد تھے۔ شاہ صاحب فرمایا کرتے کہ میاں عبدالحق یہ علم تمہاری امانت ہے میرے پاس جتنا بھی سبق پڑھ سکو پڑھ لو۔ چنانچہ عبد الغفور، مطول، حمد اللہ، قاضی مبارک، شمس بازغہ، سدریہ وغیرہ ان سے پڑھیں مولانا گل نور صاحب سے سبزی، قطبی پڑھیں جو کہ مولانا فضل حق رامپوری کے شاگرد تھے۔ منطق و فلسفہ کی باقی کتابیں رئیس الاذکیا مولانا مہر دین صاحب رحمۃ اللہ علیہ تلمیذ رشید مولانا فضل حق رامپوری سے پڑھیں۔

حضرت میاں عبدالحق صاحب اپنی جوانی میں تعلیم حاصل کرنے کے لیے دیوبند بھی گئے۔ اُس وقت مولوی انور شاہ کشمیری متحن تھے۔ انھوں نے پوچھا کہ کون سی کتابوں میں امتحان دو گے؟ حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے کہا قاضی مبارک، عبد الغفور، ہدایہ اولین۔ متحن صاحب نے قاضی مبارک مشکوٰی اور تین ورق عبارت خوانی کے بعد پوچھا اس کا کیا مطلب ہے؟ میاں صاحب نے مطلب بتا دیا پھر ہدایہ کا امتحان لیا لیکن متحن صاحب کو اندازہ ہو گیا تھا اس لیے باقی کتابوں کا امتحان نہ لیا اور داخلہ دے دیا لیکن اللہ تعالیٰ کو کچھ اور ہی منظور تھا چنانچہ میاں صاحب صرف ۵ ماہ دیوبند میں رہے اور بیمار ہونے کی وجہ سے واپس اپنے وطن آ گئے۔ اور اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے دیوبندی اکابرین کی کفریہ عبارات اور غلط عقائد سے محفوظ رہے۔ اور گاؤں غورخشتی آ کر عقیدہ حق اہل سنت و جماعت سنی خفی بریلوی کی خدمت میں عمر عزیز صرف کردی آپ نے خدمت دین کے لیے درس و تدریس کا طریقہ اختیار کیا دو سال تک مکھڑ شریف میں درس و تدریس کا فریضہ سرانجام دیا۔ کچھ عرصہ دارالعلوم اسلامیہ رحمانیہ ہری پور ہزارہ میں تعلیم دی مگر بعد میں اپنے صاحبزادے مولوی خلیل الرحمن کی بیماری کی وجہ سے واپس آ گئے۔ آپ کے صاحبزادے اسی بیماری کی حالت میں انتقال فرما گئے۔ تو آپ نے اپنی ہی مسجد جو غورخشتی علاقہ چمچھ ڈھیری سرا والی کے نام سے مشہور ہے میں ۸۰ سال تک بغیر کسی معاوضہ کے چشمہ علم و فضل سے طالبان علم کو سیراب کرتے

رہے۔

مناظرے:

میاں صاحب ایک مایہ ناز مناظر اور حاضر جواب عالم دین تھے۔ انھوں نے اپنی مناظرانہ زندگی کو دو حصوں میں تقسیم کر رکھا تھا۔ ایک طرف وہ ہندوؤں کے آریہ دھرم والوں سے مناظرہ میں مصروف رہتے تو دوسری طرف غیر مقلد (اہل حدیث) دیوبندی اور مرزائیوں کا منہ توڑ جواب دینے کے لیے ہر وقت تیار رہتے۔ ایک مرتبہ آپ کا مناظرہ دیوبندی مکتبہ فکر کیساتھ بمقام مسجد موسیٰ زئی برہ زئی شریف میں ہوا اس وقت مسجد کے امام مولانا عبدالملک صاحب تھے۔ دیوبندی مکتبہ فکر کی طرف سے مولوی غلام اللہ خان (راجہ بازار راولپنڈی والے) مناظر تھے مولوی صاحب کی تمام تر چرب زبانی کے باوجود میاں صاحب نے اسے شکست فاش دی جس کا مشاہدہ علاقہ کے لوگوں نے اپنی آنکھوں سے کیا اور آج بھی وہ منظر لوگوں کی نگاہ میں جھلک رہا ہے۔

دوسری مرتبہ پھر انہی کے مشہور عالم مولوی نصیر الدین غور غشتوی سے بمقام غور غشتی آپ کا مناظرہ ہوا مناظرہ کا موضوع علم غیب رسول ﷺ تھا اس مناظرہ میں بھی دیوبندیوں کے اس شیخ الحدیث کو جس شکست اور شرم سے دوچار ہونا پڑا وہ بیان سے باہر ہے۔

عقیدہ ختم نبوت کی پاسبانی:

آپ میں دینی حمیت اور دینی شجاعت اللہ تعالیٰ نے کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔ اس لیے اہل باطل اور نت نئے اُٹھنے والے فتنوں کے مقابلے میں آپ کمر بستہ رہے۔ ایک مرزائی سے آپ کا مناظرہ بہت مشہور ہے جس کی تفصیل کچھ اس طرح ہے۔ حضرت میاں عبدالحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ مولانا محمد جان صاحب سے ملاقات کے لیے جہاز موضع تربیلا گئے تو مولانا محمد جان صاحب نے بتایا کہ مولوی عبدالجبار مرزائی سابق وزیر خان بنوں ساکن موضع گندف سیداں ضلع ہزارہ نے مجھے ایک خط لکھا ہے کہ یا تو مرزائیوں کو کافر کہنا چھوڑ دو یا ہم سے مناظرہ کرو اور میاں صاحب سے مشورہ طلب کیا کہ اب ہمیں کیا کرنا چاہیے میاں صاحب نے کہا کہ مولانا آپ اس علاقہ کے مفتی ہیں اگر آپ خاموش رہیں گے تو عوام پر غلط تاثر پڑے گا اور وہ سمجھیں گے کہ مولوی عبدالجبار مرزائی حق پر ہے چنانچہ انھوں نے مولانا میاں عبدالحق کو بھی ساتھ لے جانے پر راضی کر لیا جب لوگوں کو مناظرہ کی اطلاع ملی تو جھاز اور متعلقہ گاؤں کے اکثر لوگ ساتھ ہوئے اور جب بمقام گندف پہنچے تو گرد و نواح کے لوگوں کا جم غفیر جمع ہو گیا ادھر علما اور عوام کا بہت بڑا اجتماع تھا ادھر جب مولوی عبدالجبار مرزائی اور اس کے حواریوں کو پتہ چلا تو سخت ہراساں ہوئے بار بار بلانے کے باوجود میدان مناظرہ میں نہ نکلے بالآخر شدید اصرار کے بعد مولوی عبدالجبار مرزائی بادل ناخواستہ تقریباً شام چار بجے اپنے حواریوں سمیت آنچنچا۔ علماء اہل سنت نے متفقہ طور پر حضرت میاں عبدالحق

صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو اپنی طرف سے مناظر مقرر کیا۔ عبد الجبار نے میدان مناظرہ میں آتے ہی چرب زبانی کا مظاہرہ کیا اور کہنے لگا ہم مسلمان ہیں اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور حضور ﷺ کی رسالت پر ہمارا ایمان ہے ہم آپ کو خاتم النبیین مانتے ہیں۔ چار یا حق ہیں اور چار مذہب صحیح ہیں میں حنفی المذہب ہوں اور اہل سنت و جماعت کا عقیدہ رکھتا ہوں۔ آپ علماء و انبیاء علیہ السلام کے وارث ہیں آپ کا فریضہ کافروں کو مسلمان بنانا ہے نہ کہ مسلمانوں کو کافر قرار دینا۔

میاں عبدالحق صاحب نے فرمایا! ہم ہرگز مسلمانوں کو کافر نہیں کہتے لیکن جو شخص اہل اسلام کے خلاف عقیدہ رکھے اسے ہم مسلمان بھی نہیں کہہ سکتے۔ ہم آپ سے اس مختصر وقت میں صرف یہ پوچھنا چاہتے ہیں۔

(۱) حضرت عیسیٰ علیہ السلام زندہ ہیں یا وفات پا گئے ہیں؟

(۲) مرزا غلام احمد قادیانی کے متعلق آپ کا کیا عقیدہ ہے؟

مولوی عبد الجبار مرزائی نے جواب دیا!

(۱) حضرت عیسیٰ علیہ السلام دیگر انبیاء علیہم السلام کی طرح وفات پا چکے ہیں۔

(۲) میں مرزا غلام احمد قادیانی کو نبی ہرگز نہیں کہتا وہ مجدد تھے انھوں نے بہت سے انگریزوں کو کلہ پڑھایا اور دین کی بہت خدمت کی۔

میاں عبدالحق صاحب: یہ دونوں عقیدے اہل اسلام کے خلاف ہیں۔ اہل اسلام کا عقیدہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام حیات جسمانی کے ساتھ آسمان پر جلوہ افروز ہیں قیامت کے قریب اتریں گے اور دجال کو قتل کریں گے۔

مرزا غلام احمد قادیانی تو مسلمان کہلانے کا بھی حقدار نہیں اگر آپ حق بجانب ہیں تو اپنے ان دونوں دعویٰ پر دلیل پیش کریں۔

مرزائی مولوی: حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات اس آیت مبارکہ سے ثابت ہے۔ ”يَعِيشِي اِنْسِيْ مُتَوَفِّيْكَ

وَرَاٰفَعُكَ“ ”مُتَوَفِّيْكَ“ بمعنی ”مَمِيْتُكَ“ یعنی عیسیٰ میں تمہیں وفات دینے والا ہوں اور تمہیں اپنی طرف اٹھانے والا

ہوں اس سے بڑھ کر وفات کی کیا دلیل ہو سکتی ہے؟

میاں عبدالحق صاحب: اِنْسِيْ مُتَوَفِّيْكَ کون سا قضیہ ہے؟ (مقصود یہ تھا کہ پتہ چل جائے کہ عبد الجبار مرزائی کتنے

پانی میں ہے تاکہ ان کی سمجھ کے مطابق گفتگو کی جائے)

مولوی عبد الجبار: آپ مولوی حضرات قرآن وحدیث چھوڑ کر قضیوں اور جملوں میں الجھ کر رہ جاتے ہیں۔

میاں عبدالحق صاحب: اگر آپ کو پتہ چل جائے کہ یہ کون سا قضیہ ہے تو بحث طویل نہ ہوگی۔ سنئے! اِنْسِيْ مُتَوَفِّيْكَ

قضیہ مطلقہ عامہ ہے جس کا معنی یہ ہوتا ہے کہ اس کا حکم تین زمانوں میں سے ایک زمانے میں ثابت ہے۔ اول تو ”مُتَوَفِّيْكَ“

بمعنی ہمیت (میں تمہیں وفات دینے والا ہوں) نہیں ہے بلکہ اس کا معنی ”لَا بِضُكَّ“ (میں تمہیں قبض کرنے والا ہوں) دوسرا یہ

کہ اگر مان لیا جائے کہ مُتَوَفِّیک کا معنی وہی ہے جو تم نے ذکر کیا ہے تو چونکہ یہ تفسیر مطلقہ عامہ ہے اس لیے معنی یہ ہوگا میں تمہیں کسی وقت وفات دینے والا ہوں۔ (یعنی قریب قیامت آپ کی وفات کا وقت ہوگا) احادیث کے مطابق آیت مبارکہ کا معنی یہ ہوگا کہ پہلے آپ کو آسمانوں پر اٹھایا جائے گا پھر وقت آنے پر موت دی جائے گی اور کل نفس ذائقۃ الموت کا وعدہ پورا کیا جائے گا۔

مولوی عبد الجبار: مُتَوَفِّیک میں وفات کا ذکر پہلے اور رَافِعُک میں اٹھانے کا ذکر بعد میں ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات پہلے اور اٹھایا جانا بعد میں ہوگا آپ اس کے برعکس کہہ رہے ہیں۔

میاں عبدالحق صاحب: رَافِعُک اور مُتَوَفِّیک دونوں کے درمیان ”واو“ استعمال ہوا ہے اس کی دلالت مطلق جمع پر ہوتی ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ دونوں حکم ثابت ہیں دونوں میں کون سا پہلے کون سا پیچھے ہے اس پر کوئی دلالت نہیں قرآن مجید کا طریقہ ہے کہ اہم اور ضروری بات کو پہلے ذکر کیا جاتا ہے چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے! ”یُمرِیم اِنْتِی لِرَبِّکِ واسجدی وارکعی۔“ دیکھئے یہاں بھی درمیان میں واو ہے پہلے سجدہ کے اور پھر رکوع کا ذکر ہے۔ حالانکہ رکوع پہلے ہوتا ہے اور سجدہ بعد میں چونکہ سجدہ رکوع سے اہم ہوتا ہے اور اس میں تعظیم زیادہ ہے اس لیے اسے پہلے ذکر کیا گیا اسی طرح مذکورہ بالا آیت مبارکہ میں مُتَوَفِّیک زیادہ اہم ہے۔ کیونکہ عیسائی عیسیٰ علیہ السلام کو خدا مانتے ہیں ان کے اس گمان فاسد کو رد کرنے کے لیے پہلے مُتَوَفِّیک کا ذکر کیا گیا تاکہ ظاہر ہو جائے کہ عیسیٰ علیہ السلام کو کبھی نہ کبھی موت آنے والی ہے وہ خدا کیسے ہو سکتے ہیں ورنہ واقع میں وفات دفع جسمانی کے بعد ہوگی۔ اتنے میں عصر کا وقت ہو گیا اذان دی گئی تو مرزائی اجتماع سے علیحدہ ہو گئے۔ میاں عبدالحق صاحب نے حدیث شریف پڑھی۔ اتبعوا السواد الاعظم فانہ من شذ شذ فی النار۔ بڑی جماعت کی پیروی کرو، جو الگ ہوا جہنم میں ڈالا گیا۔

مولوی عبد الجبار: چونکہ تم ہمیں کا فر کہتے ہو اس لیے ہم تمہارے پیچھے نماز نہیں پڑھتے۔ مسلمانوں نے الگ نماز ادا کی اور مرزائیوں نے الگ اس سے اور بھی عوام پر مرزائیوں کی جہالت و گمراہی ظاہر ہو گئی نماز کے بعد عبد الجبار مرزائی کو مرزا قادیانی کی کچھ غلط اور بے ہودہ قسم کی عبارات دکھائی گئیں۔ اول تو تاویل و توجہ کے لیے طرح طرح سے بیچ و تاب کھاتے رہے لیکن میاں صاحب کی گرفت کے آگے ان کی ایک نہ چل سکی بالکل لا جواب ہو گئے اپنی ندامت کو چھپانے کے لیے پشتوں میں اپنے ساتھی سے کہنے لگے (خود پیر زور و دم ملا دیے) یعنی یہ مولوی تو کوئی آفت ہے۔ میاں صاحب نے فرمایا کہ مرزا صاحب کی گمراہیاں آپ کے سامنے پیش کر دی گئیں ہیں آپ کی مرضی ہے کہ اب راہ حق قبول کریں یا نہ کریں۔

مولوی عبد الجبار: مبہوت ہو کر اٹھ کھڑا ہوا اور یوں میاں صاحب کو مناظرے میں کامل فتح حاصل ہوئی ایک شخص نے پوچھا مولوی عبد الجبار کا کیا حکم ہے اسکے ساتھ موت شادی کی تقریبات میں شرکت کی جاسکتی ہے یا نہیں؟ میاں عبدالحق

صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ جب تک عقائد باطلہ سے توبہ نہ کریں ان کی کسی بھی تقریب میں شریک ہونا جائز نہیں۔

تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء میں آپ نے اپنے معاصر علماء اہل سنت کی معیت میں بھرپور حصہ لیا اور اس دوران غالباً ایک جیل میں چالیس روز تک قید تنہائی میں مشقت بھی اٹھائی۔ جیل میں جانے کا سبب یہ ہوا کہ ضلع انگ میں ختم نبوت کانفرنس ہوئی جس میں حضرت میاں عبدالحق صاحب نے بھی بڑے ہی جوش و جذبے اور دلائل کیساتھ مرزا غلام احمد قادیانی کا خوب رو کیا اور ان تمام کفریہ عبارات کو عوام کے سامنے بیان کیا۔ جلسہ ختم ہونے کے بعد آپ واپس اپنے گاؤں آرہے تھے کہ تربیلہ موڑ بنیوں میں آپ کو راستے میں گرفتار کر لیا گیا۔ دفعہ ۱۳۴ کے تحت آپ کو ۴ دن کی قید ہوئی اس قید کے دوران حکومت کی طرف سے بارہا آپ کو یہ پیشکش ہوئی کہ اگر آپ یہ کہہ دیں کہ آئندہ میں مرزائیوں کے خلاف کسی اجتماع میں شریک نہیں ہوں گا تو آپ کی رہائی ہو جائے گی مگر میاں صاحب نے جواب دیا کہ یہ ممکن نہیں کہ میں رہائی کے لیے صفائی پیش کروں اپنے آقا حضرت محمد ﷺ کے ناموس رسالت کے لیے مجھے جیل میں رہنا بھی پسند ہے اور یہ فانی زندگی اگر ان کے نام پر قربان ہو جائے اس میں بھی میری کامیابی و کامرانی ہے اس لیے مجھے کسی صفائی کی ضرورت نہیں۔

اس سے جہاں آپ کی حق گوئی اور جرأت مندی سمجھ میں آتی ہے وہیں تحفظ ناموس رسالت کے لیے قربانی کا جذبہ بھی موجزن نظر آتا ہے۔

تلامذہ:

چند مشاہیر تلامذہ کے نام ملاحظہ فرمائیے۔

(۱) مولانا خدا بخش

(۲) پیر شمس العارفین قاضی پور

آپ نے تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء میں بھرپور کردار ادا کیا۔ کئی مرزائی آپ کے ہاتھ پر مسلمان ہوئے۔

(۳) مولانا ہدایت الحق (مہتمم مدرسہ تحقیق العلوم غوثیہ حضور ضلع انگ)

تحریک ختم نبوت ۱۹۷۴ء میں آپ کا کردار مثالی تھا۔

(۴) پیر طریقت مولانا عبدالحق عرف بابا جی صاحب پیر زئی شریف (مہتمم جامعہ مفتاح العلوم بن گئی شریف حضور)

(۵) مولانا گل اکرام صاحب۔

تحریک ۱۹۵۳ء اور ۱۹۷۴ء میں آپ نے بھرپور حصہ لیا۔

(۶) مولانا محمد رفیع ابن مولانا گل اکرام صاحب (برہنہ)

(۷) مولانا محمد امین الحق ابن مولانا گل اکرام صاحب (برہنہ زئی شریف)

(۸) مولانا قاری محمد عثمان ابن مولانا گل اکرام (حال مقیم امریکہ نیویارک)

(۹) حضرت علامہ مولانا پیر عبدالسلام صاحب برہ زئی شریف

(۱۰) صاحبزادہ علامہ ایاز محمود ابن علامہ عبدالسلام برہ زئی شریف

(۱۱) مولانا مفتی امین الحق ابن مولانا عبدالحق عرف باباجی آف پیر زئی شریف

(۱۲) حضرت علامہ مولانا عبدالسلام بابا برہ زئی شریف

(۱۳) حضرت علامہ مولانا سید احمد علی شاہ بخاری غور غشتوی

آپ ڈاکٹر، حکیم، عالم و فاضل ہونے کیساتھ ساتھ راقم کے والد بھی ہیں۔ ابھی حال ہی میں آپ سکول ٹیچر ریٹائر ہوئے ہیں آپ کی علم طب میں مشہور تصنیف ”امراض قلب“ ہے اور علاوہ ازیں تقلید کے موضوع پر بھی آپ کی دوزبردست تصنیفات ہیں۔

اولاد و امجاد:

حضرت علامہ مولانا میاں عبدالحق صاحب کو اللہ پاک نے چار صاحبزادے عطا فرمائے۔

(۱) مولانا عبدالسلام صاحب: (دورہ حدیث پڑھتے ہوئے آپ کا انتقال ہوا)

(۲) مولانا مفتی محمد نعمان صاحب: (جامعہ رضویہ انوار العلوم واہ کینٹ میں تدریسی خدمات پر مامور تھے مگر والد محترم کی وفات کے بعد اپنے گاؤں آکر اسی مسجد میں امامت اور خطابت شروع کی۔ آپ حضرت قبلہ بابو جی گولڑہ شریف کے مرید ہیں۔ بڑے عالم فاضل ہیں اور علاقہ سمجھ کے مفتی بھی ہیں اپنے والد میاں عبدالحق صاحب کی طرح آپ میں بھی پڑھنے پڑھانے کا جذبہ کارفرما ہے۔ آپ کے شاگردوں کی فہرست بھی بہت لمبی ہے۔ آپ نے بھی تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء اور ۱۹۷۴ء میں بے مثال کردار ادا کیا۔ ابھی بہت طویل ہو چکے ہیں دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کی صحت و سلامتی کیساتھ عمر میں اضافہ فرمائے۔

(۳) مولانا حبیب الرحمن: خطیب مسجد کدہ باز بابا غور غشتی (آپ کا بھی انتقال ہو چکا ہے)

(۴) مولانا سیف الرحمن کاموکی ضلع گوجرانوالہ

تصنیفات:

سر الاسرار (عربی)

یا رسول اللہ کہنے پر ایک بہترین مقالہ

(۲) نور الانوار مع ترجمہ تہذیب البصائر (عربی اردو)

مسئلہ نور پر بہترین تحقیق

(۳) نابالغ بچے کی طلاق نہیں ہوتی خواہ سمجھدار ہی کیوں نہ ہو۔

(۴) تعمیر و بقاء مملکت پاکستان کے لیے نسخہ کیا (آئین قرآنی)

(۵) کشف الحجاب عن اتباع محمد بن عبدالوہاب نجدی۔

یہ قلمی نسخہ ہے جو کہ راقم کے پاس یہاں امریکہ میں محفوظ ہے۔

سفر آخرت:

آپ کو اللہ تعالیٰ نے خدمت دین اور تدریس علوم کے لیے تقریباً ۱۰۶ سال کی طویل عمر عطا فرمائی اور سینکڑوں شاگردوں اور ہزاروں اہل ایمان کو سالہا سال تک علم دین کے فیوض و برکات سے نوازنے کے بعد بالآخر قضائے الہی مورخہ ۱۱۴ اپریل بروز جمعرات ۱۹۹۴ء بوقت نماز عشاء نو بجکر پندرہ منٹ پر ایک لطیف و خفیف تبسم سے اپنے پاس اپنی اولاد اور پوتے پوتیوں کو ذوق آشنا فرمایا اور رو بہ قبلہ نحو خواب ہو گئے۔

آپ کی وفات کی خبر جنگل کی آگ کی طرح ہر طرف پھیل گئی دیکھتے ہی دیکھتے دور دراز سے علماء اور صلحاء کی بڑی تعداد کٹھی ہو گئی بیسگی پلکوں سے چھینرو بخشنے کا کام سرانجام پایا۔ آپ کی نماز جنازہ آپ کے بڑے صاحبزادے حضرت علامہ مفتی محمد نعمان صاحب مفتی اعظم علاقہ چھچھو ضلع انک نے پڑھائی۔

آخری آرام گاہ:

رشد و ہدایت کا یہ آفتاب اور علم و عرفان کا یہ ماہتاب غور غشی کے افق پر غروب ہوا اور آبائی گاؤں میں ہی مسکین آباد کے قریب چھوٹی منڈی میں تدفین عمل میں آئی جو زیارت گاہ عام و خاص ہے۔

☆☆☆☆

☆☆☆☆

☆☆☆☆

حضرت خواجہ غلام مرتضیٰ بیر بلوی رحمۃ اللہ علیہ

اور

رد قادیانیت

پروفیسر محمد نصر اللہ معینی

شاہ پور صدر سے چند میل شرقی جانب دریائے جہلم کے کنارے اللہ والوں کی ایک بستی بیر بل شریف گزشتہ دو صدیوں سے علم و عرفان کے ایک مرکزی حیثیت سے مشہور و معروف ہے۔ اس مرکز کے صدر نشین فرید العصر جنید وقت حضرت حافظ غلام مرتضیٰ رحمۃ اللہ علیہ تھے۔ آپ متاخرین مشائخ نقشبند میں عظیم علمی و روحانی مرتبہ کے حامل اور علوم شریعت و طریقت میں کامل تھے۔ ترجمان حقیقت خواجہ محمد عمر بیر بلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں!

[[میں نے حضرت جد امجد خواجہ غلام مرتضیٰ رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھا تھا وہ ایک طرف عالم تبحر تھے تصوف کے باریک مسائل کو معمولی اور آسان الفاظ میں ذہن نشین کر دیتے تو دوسری طرف آپ کی ایک ہی نظر مردہ دلوں کو زندہ کر دیتی تھی۔ عالم و جاہل یکساں فیض اٹھاتے۔ سلف صالحین کا طریقہ تھا بناوٹ اور تکلف کا اس میں دخل نہ تھا۔ دیکھ کر خدائے ذوالجلال یاد آ جاتا]]

حضرت غلام مرتضیٰ بیر بلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اعوان خاندان کے ایک عالم نبیل اور مرد صالح حضرت حافظ محمد اسلم کے کا شانہ نور میں ۱۲۵۱ھ میں آنکھ کھولی۔ سید العلماء تاج العرفاء حضرت غلام نبی لکھوی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں علوم مروجہ کی تکمیل کی۔ دوران تعلیم حضرت خواجہ غلام محی الدین قصوری دائم الحضوری سے شرف بیعت حاصل کیا۔ جنھوں نے چند دن خصوصی توجہ دے کر اپنے خلیفہ مجاز حضرت لکھوی کے سپرد کر دیا۔ حضرت لکھوی نے انھیں علوم ظاہری و باطنی میں یکتا کر دیا اور سلوک کی منازل طے کروا کر خلافت سے سرفراز فرمایا۔ اور بیر بل شریف میں مستدراشاودتد ریس سنبھالنے کی تاکید فرمائی۔ جلد ہی آپ کے علم و فضل کا شہرہ دور دور تک پھیل گیا اور برصغیر کے اطراف و اکناف سے تشنگان علم و معرفت حاضر ہو کر اس چشمہ شریں سے سیراب ہونے لگے۔

حضرت حافظ غلام مرتضیٰ بیر بلوی رحمۃ اللہ علیہ سے اکتساب فیض کرنے والوں میں بے شمار سعادت مند آسان علم و عرفان پر ماہ و انجم بن کر روشن ہوئے۔ ان میں حضرت احمد حسن سجادہ نشین سرہند شریف، حضرت سید محمد شاہ سجادہ نشین خانقاہ دائم الخضوری قصور، حضرت میاں محمد شفیع سجادہ نشین درس میاں وڈالاہور، حضرت محبوب عالم سوادہ شریف، حضرت مولانا شمس الدین سیرہ شریف، حضرت قاضی عطا محمد ٹلی شریف، حضرت مولانا محمد سلیم دہلوی، حضرت مولانا غلام مرتضیٰ پٹیلہ اور حضرت مولانا عبدالرسول بکھروی رحمۃ اللہ علیہم اجمعین کے نام خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

حضرت بیر بلوی کا دن تعلیم و تدریس اور خدمتِ خلق میں گزرتا اور رات کا بیشتر حصہ ذکر الہی اور مطالعہ کتب میں صرف ہوتا۔ اکثر محویت اور حیرت کی کیفیت آپ پر طاری رہتی۔ آپ نگوینی نسبت رکھتے تھے۔ آپ کے فیوضات اور کرامات کے بے شمار واقعات کتابوں میں مذکور ہیں۔ آخری عمر میں فالج کا مرض لاحق ہوا دو سال سے زائد عرصہ تک صاحب فراش رہے لیکن استقامت اور عزیمت میں زہر برابر فرق نہ آیا۔ تمام نمازیں حتیٰ کہ نماز تراویح بھی سہارے کیساتھ باجماعت ادا کرتے رہے اور تمام نمازوں کے لیے تیمم کے بجائے وضو کا اہتمام فرماتے رہے۔

۱۵ جب ۱۳۳۱ھ کو غرب آفتاب کے وقت یہ آفتاب ولایت بھی اہل جہاں کی نظروں سے اوجھل ہو گیا۔ حضرت علامہ محمد عالم آسی امرتسری، مولانا عبدالرسول بکھروی رحمۃ اللہ علیہم اجمعین اور دیگر مشاہیر علماء نے آپ کی وفات پر عربی، فارسی اور اردو میں قصائد لکھے۔ حضرت اعلیٰ حافظ غلام مرتضیٰ بیر بلوی رحمۃ اللہ علیہ صاحب تصانیف بزرگ تھے۔ اب تک عربی، فارسی میں آپ کی تصنیف شدہ مطبوعہ و غیر مطبوعہ پندرہ کتب دستیاب ہو چکی ہیں۔ جن میں سے ۵ مخطوطات پر پنجاب یونیورسٹی میں ایم اے عربی اور ایم فل عربی کے مقالہ جات مدون ہو چکے ہیں۔ جبکہ ایک مخطوط ”شمس الضحیٰ“ پی ایچ ڈی کے لیے زیر تدوین ہے۔ (تفصیلات کے لیے دیکھیے کتاب فیضان میرونی و مجلہ معین الاسلام جنوری ۲۰۰۵ء)

آپ کے تین فرزند حضرت احمد سعید، حضرت محمد سعید اور حضرت غلام رسول صاحبان علم و فضل تھے۔ اور آپ کے علمی و روحانی کمالات کے وارث تھے۔ آپ کے دو پوتے حضرت خواجہ محمد فخر الدین چشتی اور حضرت خواجہ محمد عمر بیر بلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین بڑے بلند پایہ علمی و روحانی مرتبہ بزرگ گزرے ہیں۔ حضرت خواجہ فخر الدین رحمۃ اللہ علیہ کے آثار علمیہ میں ”فیضان میرونی“ جبکہ حضرت خواجہ محمد عمر کی کتاب ”انقلاب الحقیقت“ نے طریقت کے حلقوں میں بڑی شہرت و مقبولیت پائی۔

دور رس التاب ﷺ ہی سے عقیدہ ختم نبوت پوری امت مسلمہ کا مسلمہ عقیدہ چلا آ رہا ہے۔ جب بھی کسی تاریک گوشے سے اس عقیدہ کے روشن چہرے کو دھندلانے کی کوشش کی جائے رہا نہیں نے پوری قوت سے اس کا مقابلہ کیا اور عقیدہ

ختم نبوت کے تحفظ کے لیے ہر طرح کی قربانی پیش کرنے سے بھی دریغ نہیں کیا۔

برصغیر میں ہندو اور انگریزی استعمار کی مشترکہ سازش سے جب قادیان کا شجر خبیث کاشت کر دیا گیا جس کا مقصد یہ تھا کہ محمد عربی ﷺ کے غلاموں کا ان کے آقا سے تعلق ٹوٹ جائے۔ انکی محبتوں کو تقسیم کر کے ملت اسلامیہ کی وحدت کو پارہ پارہ کر دیا جائے اور روح محمدان کے بدن سے نکال کر جذبہ جہاد کو ہمیشہ کے لیے دفن کر دیا جائے تو اہل مدرسہ کیساتھ ساتھ اہل خانقاہ بھی اٹھ کھڑے ہوئے اور اس فتنے کا سدباب کرنے کے لیے اپنی پوری ہمتیں صرف کر دیں۔

حضرت حافظ غلام مرتضیٰ ہیر بلوی رحمۃ اللہ علیہ بھی انھیں پاکباز لوگوں میں شامل ہیں جنہوں نے تمام مسلمانوں خصوصاً اپنے متعلقین اور متوسلین کو اس ایمان سوز فتنے سے خبردار کیا اور مرزا غلام احمد قادیانی کا خلیفہ اول مولوی نور الدین بھیرہ ضلع سرگودھا کا رہنے والا تھا۔ یہ ابتداء میں غیر مقلد تھا اور وہابی عقائد رکھتا تھا۔ ایک مرتبہ ہیر بل شریف کے قریب ایک گاؤں کوٹ بھائی خان میں آیا اور حضرت خواجہ غلام مرتضیٰ رحمۃ اللہ علیہ کو مناظرہ کا چیلنج دیا۔ مناظرہ بازی اگرچہ حضرت کے مزاج کے خلاف تھی لیکن آپ نے اس کا چیلنج قبول فرمایا اور مناظرہ گاہ میں تشریف لے گئے۔ فاتحہ خلف الامام کا مسئلہ زیر بحث آیا لیکن وہ حضرت کے دلائل کے سامنے نہ ٹھہر سکا آخر میں اس نے ایک روایت پیش کی۔ آپ نے اس کا حوالہ مانگا تو اس نے کہا کہ روایت بخاری میں ہے۔ حضرت کو اللہ تعالیٰ نے اتنا سوخ علمی عطا فرمایا تھا کہ آپ نے فوراً فرمایا کہ یہ روایت بخاری میں نہیں۔ مولوی نور الدین نے حوالہ دکھانے کے لیے صبح کی مہلت مانگی۔ چنانچہ مناظرہ اگلے دن تک ملتوی ہو گیا۔ صبح ہوئی تو معلوم ہوا کہ مولوی نور الدین رات کی تاریکی میں فرار ہو چکا ہے۔ مناظرے میں شکست کی شہرت ہو گئی اور وہ اپنے علاقے میں منہ دکھانے کے قابل نہ رہا۔ یہ ازیں شقی گھومتا پھرتا آخر قادیان چلا گیا اور مرزا غلام احمد قادیانی کے ہاتھ پر بیعت کر کے اس کا دست راست بن گیا۔ اس بد بخت نے جعلی نبوت کا سکہ چلانے کے لیے اپنے علاقے کے علماء اور مشائخ کی طرف مرزا کے عقائد پر مبنی خط لکھنے اور اشتہارات بھیجنے شروع کر دیئے۔ جب حضرت کو اشتہار ملا تو آپ نے اس کی سخت مذمت کی اور مرزا غلام احمد قادیانی کی طرف بایں الفاظ خط لکھا۔

:

[[مردود بارگاہ یزدانی، مقبول بارگاہ شیطانی، مرزا غلام احمد قادیانی خذکم اللہ بحرمة النبی الحقانی]]۔ [[از جمیع اہل الاسلام بعد از ادائے ما وجب آنکہ اشتہار ایشان کہ سراسر مخالف آیات ینبات بود رسیدہ و محبت ایشان بادیان باطلہ معلوم گردیدہ]]۔

[[کُلْ اِنَّا یَتَرَشَّعُ بِمَا فِیْهِ، اللّٰهُمَّ اَرِنَا الْحَقَّ حَقًّا وَوَارِقْنَا اتِّبَاعَهُ وَارِنَا الْبَاطِلَ بِاطْلًا وَارْزُقْنَا اجْتِنَابَهُ، اللّٰهُمَّ اَنْصُرْ مِنْ نَصْرِ دِینِ مُحَمَّدٍ ﷺ وَاخْذِلْ مِنْ اَعْرَاضِ عَنْ دِینِ مُحَمَّدٍ ﷺ۔ اِنْ مِتُّ عَلٰی هَذِهِ الْعَقِیْدَةِ الْفَاسِدَةِ مِتُّ عَلٰی غَیْرِ دِیْنِ الْاِسْلَام وَجَعَلْتَ قُبُورَ کَیْ اِیْهَا الطَّائِفَةُ الْخَیْثَةُ فِیْ قُبُورِ الْیَهُودِ وَالنَّصَارٰی لَا فِیْ قُبُورِ اَهْلِ الْاِسْلَام]]۔

۔ درخانہ اگر کس است یک حرفے بس است

[[اے بارگاہ یزدانی کے مردود اور درگاہ شیطانی کے مقبول مرزا غلام احمد قادیانی اللہ تمہیں اپنے نبی برحق کے صدقے ذلیل و رسوا کرے۔ تمام اہل اسلام کی طرف سے جس چیز کے تم حق دار ہو تمہیں پہنچے (یعنی لعنت) بات یہ ہے کہ تمہارا اشتہار پہنچا جو آیات ینبات کے سراسر خلاف ہے۔ اس سے باطل مذاہب کیساتھ تمہاری محبت کا پتہ بھی چلتا ہے برتن سے وہی کچھ باہر آتا ہے جو برتن کے اندر ہوتا ہے۔ اے اللہ ہمیں حق کو حق سمجھنے اور اس کی اتباع کرنے کی توفیق عطا فرما اور باطل کو باطل سمجھنے اور اس سے بچنے کی توفیق بخش۔ اے اللہ جو دین مصطفیٰ ﷺ کی مدد کرے تو اس کی مدد فرما اور جو دین مصطفیٰ ﷺ سے روگردانی کرے تو اسے ذلیل و رسوا کر دے۔ اگر تو اسی عقیدہ فاسدہ پر مر گیا تو جس پر مرے گا وہ دین اسلام نہیں ہوگا کچھ اور ہی ہوگا اور اے غیث ٹولے تمہاری قبریں یہود و نصاریٰ کے قبرستان میں بنائی جائیں گی نہ کہ اہل اسلام کے قبرستان میں]]۔

۔ اگر کسی کے خانہ عقل میں کچھ ہے تو اس کے لیے ایک ہی لفظ کافی ہے

حضرت خواجہ غلام مرتضیٰ رحمۃ اللہ علیہ غلام احمد قادیانی کی طرف یہ عتاب نامہ لکھ کر بیٹھ نہیں گئے بلکہ اپنے متعلقین کو

اس ایمان سوز فتنے سے خبردار کرنے اور انہیں اس سے محتاط رہنے کی تلقین فرمانے لگے۔ اس سلسلے میں آپ نے اپنے احباب کی طرف خطوط بھی لکھے جن میں مرزا ایت کے عقائد باطلہ سے آگاہ کرتے ہوئے انہیں محتاط رہنے کا ارشاد فرماتے۔ حضرت بیر بلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے خلیفہ مجاز حضرت محبوب عالم سوہاوی (التوفی ۱۳۰۵ھ) کی طرف ان الفاظ میں خط لکھا!

[[الحمد لله وكفى و على عباده الذين اصطفى]]۔ قال الله

تعالى: 'ومن اظلم ممن افترى على الله كذبا وقال اوحى

ولم يوحى اليه۔ عقائد مرزا قادیانی مخالف آیات صریحہ و احادیث صحیحہ و مخالف

اجماع و کشف اولیاء متقدمین و متاخرین است فلا یتبہ الا جاهل اوزندیق او

مجنون او متعصب فی الدین۔ البتہ اور ادرن انشاء پر دازی عربی و فارسی دخلے ہست۔ لہذا

بعضی اشخاص ضعیف الایمان کہ از عقل بہرہ کلی ندارند بر تحریرات و تقریرات او فریفتہ و شیفتہ

می شوند و ادعائے کاذبہ اور اشل نبوت و ولایت وغرہ ذلک تصدیق فی نما کند۔ فویل

لہم ثم ویل لہم اعود باللہ ان اکون من الجاہلین۔ دعوی نبوت

و مثل مسیحا و مجددے بودن از طرف قادیانی محض دروغ بے فروغ است زیر آنکہ ہتا بر

تصدیق ایں دعوی دلیل قوی و زدایشاں نیست کہ خصم اور احلیم نما کند۔ محض الہام و کشف محبت

بر غیر نہ گردے۔ کما تقر فی علم الکلام و قد جرت بنا مراراً أن

صاحب الکشف یغلط کثیراً مع هذا ایں جنیں کشف کہ مخالف حق صریح

باشد معتبر نیست۔ ظاہر است کہ اگر ایشاں راہلے از ولایت حاصل بودے تا احدے از

ہمنہیان اوالبتہ مہذب و موذب گردیدے و اخلاق ذمیمہ او مہذل بہ اوصاف حمیدہ گشتے

حالانکہ جملہ اوصاف ایشاں را الآن کما کان می یتیم۔ بیچ کس راول از دنیاے دول سردنہ

گردیدہ ونہ بیچ کس کما حقہ راغب بہ عبادت الہی است خوش گفت آنکہ گفت۔

سو ختم از دست صرافان گوہر ناشناس

قیمت خر مہرہ را با در برابر می کنند

من یهدی الله فهو المہتد ومن یضل فلن تجد له ولیا مرشداً

[[اللہ تعالیٰ نے فرمایا! اور اس شخص سے بڑا عالم کون ہوگا جو اللہ پر بہتان باندھے اور کہے کہ میری طرف وحی آتی ہے حالانکہ اسے کبھی وحی نہیں کی گئی۔ مرزا قادیانی کے عقائد واضح آیات اور صحیح احادیث، اجماع اُمت اور اولیائے حقہ میں و متاخرین کے صحیح کشف کے خلاف ہیں اسکا پیروکار کوئی جاہل، زندقہ، پاگل یا ہٹ دھرم ہی ہو سکتا ہے۔ مرزا قادیانی کو صرف عربی و فارسی کی انشاء پر دازی میں کچھ مہارت ہے چنانچہ بعض کمزور ایمان والے جو کہ عقل سے بے بہرہ ہیں اسکی تقریروں اور تحریروں پر فریفتہ ہو جاتے ہیں اور اس کے جھوٹے دعویٰ نبوت اور ولایت وغیرہ کی تصدیق کرتے ہیں افسوس اور تباہی ہے ایسے لوگوں کے لیے میں ایسی جہالت سے خدا کی پناہ مانگتا ہوں۔ اسکے نبوت، مثیل مسیح اور مجدد ہونے کے دعوے محض سفید جھوٹ ہیں اس کے پاس اپنے دعویٰ کے ثبوت میں کوئی قوی دلیل نہیں۔ محض الہام اور کشف سے دوسرے پر رحمت قائم نہیں ہو سکتی۔ جیسا کہ علم کلام سے ثابت ہے اور ہم نے کئی بار تحریر کیا ہے کہ صاحب کشف فظلی کر سکتا ہے اسکا کشف کئی بار صحیح نہیں ہوتا۔ جب کہ ایسا کشف جو حق کے خلاف ہو قطعاً معتبر نہیں۔ ظاہر ہے اگر انہیں ولایت سے کچھ حصہ ملا ہوتا تو ان کے نشین ضرور مہذب اور مودب ہوتے اور ان کے اخلاق ذمہ بدل کر اخلاق حمیدہ بن جاتے۔ حالانکہ انکے تمام احباب ویسے کے ویسے کورے ہیں کوئی بھی دنیا سے دل برداشتہ نہیں ہوا نہ ہی ان میں سے کوئی کما حقہ عبادت الہیہ کی طرف راغب ہوا۔ کسی شاعر نے کیا ہی اچھا کہا ہے!

[[گوہر ناشناس صرافوں سے میرا دل جلا ہے

جو کوڑی کی قیمت موتی کی قیمت کے برابر کر دیتے ہیں]]۔

جس کو اللہ تعالیٰ ہدایت فرمائے وہی ہدایت یافتہ ہے اور جس کو وہ گمراہ کرے تو اس کا کوئی راہ دکھانے والا دوست نہیں پائے گا۔

☆☆☆☆ ☆☆☆☆ ☆☆☆☆

(ماخذ)

- ۱۔۔۔ انوار مرتضوی: مولانا عبدالرسول بکھروی ۲۔۔۔ خزینہ معرفت: حضرت ابراہیم رضوی
- ۳۔۔۔ حالات حضرت غلام مرتضیٰ: خواجہ محمد عمر میر بلوی ۴۔۔۔ عرفان مرتضوی: پروفیسر محمد نصر اللہ معینی
- ۵۔۔۔ مجلہ معین الاسلام

تحریک ختم نبوت اور

حضرت خطیب الاسلام صاحبزادہ سید فیض الحسن شاہ قدس سرہ

علامہ محمد نوید اقبال مجددی

ختم نبوت کا عقیدہ اسلام کے چند بنیادی عقائد میں سے ہے۔ جس پر امت مسلمہ کا اجماع ہے۔ چنانچہ گزشتہ چودہ صدیوں میں جس نے بھی نبی بننے کا دعویٰ کیا مسلمانوں نے اسکو کافر قرار دے کر اسکے خلاف علم جہاد بلند کیا۔ میلہ کذاب سے لیکر میلہ پنجاب تک سب کا یہی حشر ہوتا رہا ہے۔

انگریز کے دور غلامی میں برصغیر کے مسلمانوں کو جس طرح دوسرے کئی مصائب سے دوچار ہونا پڑا اسی طرح ایک جھوٹی نبوت قائم کر کے امت میں انتشار پیدا کیا گیا۔ انگریز نے اسکی نبوت کو اپنی سنگینوں کے سائے میں پروان چڑھنے کا موقع دیا۔ اور کوقبول کرنے والوں کے لیے نوازشات کے دروازے کھول دیئے اس دور میں انگریزوں کے پروردہ جھوٹے نبی غلام احمد قادیانی کی سرکوبی کے لیے اور قنبر مرزائیت کو ختم کرنے کے لیے کسی ایسی جلیل القدر شخصیت کی ضرورت تھی جسکا غیر عشق رسالت ﷺ سے اٹھا ہو۔ جسکی نگاہوں میں نور صدیقیت رضی اللہ عنہ کی جھلک ہو جسکی ادائیں شجاعت علی رضی اللہ عنہ کی مظہر ہوں۔ جسکی خطابت سے باطل لرزہ براندام ہو۔ چنانچہ برصغیر پاک و ہند میں قدرت نے مسلمانوں کو خطیب الاسلام حضرت صاحبزادہ سید فیض الحسن شاہ رحمۃ اللہ علیہ کی صورت میں ایک ایسی باکمال شخصیت عطا فرمائی۔ جو اسی سانچے میں ڈھلی ہوئی تھی۔ حضرت خطیب الاسلام دنیائے روحانیت کے عظیم خانوادہ مشائخ آلومہار شریف کے فرزند ارجمند تھے۔ عشق رسول ﷺ آپ کو ورثے میں ملا تھا۔ شمع رسالت کا یہ پروانہ کسی خانہ ساز نبوت کا وجود کیسے برداشت کر سکتا تھا۔ آپ کی زندگی کا سب سے بڑا مقصد وحید عقیدہ ختم نبوت کا تحفظ تھا۔ قادیانیت کے سحر باطل کے خاتمے کے لیے آپ نے ۱۹۳۱ء سے ۱۹۸۰ء تک مسلسل جہاد کیا مجلس احرار میں آپ کی شمولیت صرف اسی مقصد کے لیے تھی۔ آپ کے کردار کے بارے میں روزنامہ ”امروز“ کا ادارہ یوں لکھتا ہے!

”قیام پاکستان سے قبل اگرچہ مجلس احرار کے رکن تھے۔ مگر حامیان پاکستان میں شامل تھے۔ ان کا موقف یہ تھا کہ قیام پاکستان کا مطالبہ درست ہے۔ اسکے حصول کے لیے ہر مسلمان کو جدوجہد کرنی چاہیے۔ وہ ہندوستان کے نیشنلسٹ مسلمانوں کے اس نظریے کے خلاف تھے کہ پہلے انگریز کو ہندوستان سے نکالو بعد میں پاکستان کا مطالبہ کرو۔ صاحبزادہ سید

فیض الحسن اس نظریے کے کٹر مخالف تھے۔ انکا موقف تھا کہ انگریز اور ہندوؤں کی بالادستی سے بیک وقت نجات حاصل کی جائے۔ اپنے نظریے کی پر جوش تبلیغ کی اور مخالفوں کا ڈٹ کر مقابلہ کیا۔ ان علمی، دینی اور ملی خدمات کا اعتراف ہر مکتب فکر کے لوگوں نے کیا۔ ۱۹۵۳ء میں تحریک ختم نبوت کا آغاز اُنکی تقریر سے ہوا۔ انہوں نے شہید گنج تحریک، شدمی تحریک اور شاتم رسول راجپال کے خلاف تحریک میں پھر پور حصہ لیا۔ قید و بند کی صعوبتیں برداشت کیں مجموعی طور پر چار سال کی قید کاٹی۔ (امروز ۲۵ فروری ۱۹۸۳ء)

مجاہد اول تحریک ختم نبوت:

۱۹۳۰ء میں تحریک کشمیر چلی تو ۲۵ جولائی ۱۹۳۱ء کو آل انڈیا کشمیر کمیٹی کا قیام عمل میں آیا۔ مرزا بشیر الدین محمود اس کمیٹی کا صدر بنا۔ مجلس احرار نے پوری تحریک اپنے ہاتھ میں لینے کے لیے رام تلانی سیالکوٹ میں بہت بڑے جلسہ کا انتظام کیا۔ جس میں حضرت خطیب الاسلام نے اعلان فرمایا!

”ہم مسلمان اس کمیٹی میں حصہ نہیں لے سکتے۔ جس کمیٹی کا صدر ایک کافر مرزا بشیر الدین محمود ہو۔“

کشمیر کمیٹی کے رکن علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ بھی تھے۔ حضرت خطیب الاسلام نے علامہ اقبال کو صورت حال سمجھا کر کمیٹی سے علیحدہ ہونے پر مجبور کیا۔ خطیب الاسلام صاحبزادہ سید فیض الحسن شاہ رحمۃ اللہ علیہ کی خاندانی وجاہت اور ان کے دلائل کی اصابت دیکھ کر اقبال مرحوم نے استعفیٰ لکھا اور کمیٹی کو توڑنے کا اعلان کیا اور یہ شعر کہل

پس خدا بر ما شریعت ختم کرو
بر رسول ما رسالت ختم کرو

اس دن سے علامہ اقبال مرحوم کی قادیانیت کے خلاف کھلی لڑائی کا آغاز ہوا۔ اور پھر وہ وقت بھی آیا کہ علامہ نے قادیانیت کو برگ حشیش، غارت گرا قوام، فتنہ ملت بیضا، یہودیت کا شنی اور مرزائیوں کو اسلام کا خدار قرار دے کر مسلمانوں سے الگ کر دینے کے مطالبے کی پر زور حمایت شروع کر دی اور یوں کہا!

فتنہ ملت بیضا ہے امامت اکی

جو مسلمان کو سلاطین کا پرستار کرے

وہ نبوت ہے مسلمان کے لیے برگ حشیش

جس نبوت میں نہیں قوت و شوکت کا پیام

یہ مرزائیت پر حضرت خطیب الاسلام کی وہ ضرب کاری تھی جسکے بعد مرزائیت سنبھل نہ سکی۔ ۱۹۳۳ء میں مجلس احرار اسلام کے مرکزی عاملہ کے انتخابات ہوئے۔ جن میں حضرت خطیب الاسلام بھی رکن منتخب ہوئے۔ مجلس احرار میں شمولیت کے بعد حضرت خطیب الاسلام نے ناموس رسالت اور عظمت ختم نبوت کے لیے بھرپور اور بے مثال جدوجہد کا آغاز کر دیا۔ اس

سلسلے میں آپ نے جو خدمات سرانجام دیں وہ تاریخ میں آب زر سے لکھی جائیں گی۔ تاریخ گواہ ہے کہ حضرت خطیب الاسلام نے قادیانیت سے اس وقت نکل کر لی جب وہ حکومت برطانیہ کے زیر سایہ طاقتور بھی تھی اور با اثر بھی۔

۳ ستمبر ۱۹۳۵ء کو اخبار الفضل میں مرزا بشیر الدین نے (جو مرزا غلام احمد قادیانی کا بیٹا تھا) مجلس احرار کے قائدین کو قادیان میں دعوت مباہلہ دی۔ اس زمانے میں قادیان مرزائیت کا گڑھ تھا اور وہاں جانا خود کو ہلاکت میں ڈالنے کا مترادف تھا۔ اس اعلان کے فوراً بعد مجلس احرار کی امرتسر میں میٹنگ ہوئی۔ اور اس چیئرمین پر غور کیا گیا اکثر احراری لیڈروں کا موقف تھا کہ وہاں پر جانا مناسب نہیں کیونکہ قادیان مرزائیوں کا گڑھ ہے لیکن حضرت خطیب الاسلام نے فرمایا!

”آپ لوگ چوڑیاں پہن لیں فیض الحسن اکیلا قادیان جائے گا چنانچہ اعلان ہو گیا کہ حضرت خطیب الاسلام قادیانیوں کے چیئرمین کا جواب دینے کیلئے قادیان جا رہے ہیں آپ کے ہمراہ ہزاروں لوگ بھی تیار ہو گئے۔ قادیان پہنچنے پر آپ کا جس طرح والہانہ استقبال کیا گیا وہ ایک تاریخی مثال ہے۔

قادیان سے حضرت خطیب الاسلام کی للکار:

آپ نے مرزا بشیر الدین کے گھر کے سامنے جلسہ منعقد کیا اور مرزا بشیر الدین کے مکان کو بطور اسٹیج استعمال کیا کیونکہ آپ کی آمد کی خبر سن کر مرزا بشیر الدین اپنے گھر سے بعد اہل و عیال بھاگ گیا تھا کیونکہ قانون الہی ہے جاء الحق و زحف الباطل جہاں حق آجائے باطل کو راہ فرار اختیار کرنی پڑتی ہے۔ حضرت خطیب الاسلام حق کی للکار تھے۔ آپ نے دوران خطاب فرمایا!

”قادیانیوں سن لو فیض الحسن تمہارے چیئرمین کا جواب دینے آ گیا ہے۔ میں حسین کا بیٹا ہوں ناموس رسالت اور عظمت ختم نبوت کے لیے ایک اور چھوٹی سی کربلا آباد کروں گا لیکن اپنے آقا کی عظمت ختم نبوت پر آنچ نہ آنے دوں گا۔“

۲۶-۲۵ مئی ۱۹۵۱ء کو لاہور میں (مرزائیوں کو مجلس قانون ساز میں کوئی سیٹ نہ ملنے پر) یوم تشکر کے سلسلہ میں ایک عظیم الشان جلسہ عام ہوا جس میں حضرت خطیب الاسلام نے تقریر کرتے ہوئے فرمایا!

”میں مطالبہ کرتا ہوں کہ احمدیوں کو اقلیت قرار دیا جائے۔ یا انہیں مجبور کیا جائے کہ وہ اس ملک کو چھوڑ دیں اور بھارت میں آباد ہو جائیں۔ گویا حضرت خطیب الاسلام پہلے مجاہد ہیں جنہوں نے قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کا بر ملا مطالبہ کیا۔

قارئین کرام! پاکستان میں تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء میں چلی جبکہ حضرت خطیب الاسلام کی خدمات ختم نبوت کا آغاز ۱۹۳۱ء میں ہو چکا تھا۔ ان شواہد کی روشنی میں حضرت خطیب الاسلام کو مجاہد اول تحریک ختم نبوت مانے بغیر چارہ نہیں۔

تحریک ختم نبوت اور پاکستان:

قیام پاکستان کے بعد ہمارے ناعاقبت اندیش حکمرانوں کی غلط پالیسیوں کے سبب قادیانی ملک پاکستان کے اہم کلیدی عہدوں پر فائز ہو گئے۔ اور درپردہ ملک کو کمزور کرنے اور اپنے مزموم عزائم کو پروان چڑھانے کی عملی کوششوں میں مصروف ہو گئے۔ ان حالات سے حضرت خطیب الاسلام رحمۃ اللہ علیہ انماض نہیں برت سکتے تھے۔ چونکہ آپ نے سرگرمی کیساتھ اس صورت حال کے خلاف جدوجہد کا آغاز کیا۔ اور اس سلسلے میں ہراول دستے کی قیادت خود سنبھالی۔ ۲۰ جون ۱۹۵۲ء میں جامع مسجد شیر نوالہ باغ گوجرانوالہ میں ایک عظیم الشان جلسے کی صدارت فرمائی اس جلسہ کی کاروائی کا آغاز ان نعروں سے ہوا۔

☆ مرزا نیت مردہ باد

☆ ظفر اللہ قادیانی کو ہٹادو

☆ مرزا نیت کو اقلیت قرار دودو

☆ دشمن دین فاسق غلام قادیانی مردہ باد

یہ جلسہ کیونکہ دفعہ ۱۴۳ کی خلاف ورزی میں منعقد ہوا تھا اس لیے حضرت خطیب الاسلام کو گرفتار کر لیا گیا۔ لیکن ملک بھر میں پرزور احتجاجی مظاہروں کی وجہ سے آپ کو جلد رہا کر دیا گیا۔ رہا ہونے کے بعد بھی عظمت نبوت کا یہ شیدائی ختم نبوت کا یہ فدائی، علم ختم نبوت کو پوری آب و تاب کیساتھ لہراتا رہا۔ چونکہ اسی سلسلے میں ۲۱-۲۲ ستمبر ۱۹۵۲ء کو آل مسلم پارٹیز کنونشن کا ڈسکہ میں اجلاس ہوا۔ تو آپ نے خصوصی خطاب فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا!

”جس طرح ہم یہ تسلیم نہیں کر سکتے کہ گیدڑ سے خربوزہ اور بلی سے گوشت محفوظ رہ سکتا ہے اسی طرح ہم یہ تسلیم کرنے کو تیار نہیں کہ ملک کے اعلیٰ ترین عہدے پر ایک قادیانی ظفر اللہ کی خواہش سے اور دوسرے قادیانیوں کی غلیظ حرکتوں اور مذموم مقاصد سے پاکستان سلامت رہ سکتا ہے۔ میں اس بات کا بھی آج یہاں اقرار کرتا ہوں کہ مرزائی اپنے باطل نظریے کے پیروہ پن کو ترک کر کے اسلام کی پناہ میں نہیں آتے تو پھر رب العزت کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اپنی تمام تر قوت اٹکے خلاف صرف کر دوں گا۔ اور پھر ہر محاذ پر انکے مذموم مقاصد کے خلاف رکاوٹ پیدا کروں گا۔“

حضرت خطیب الاسلام نے حکومت سے یہ بھی مطالبہ کیا کہ!

”مرزائیوں کی تمام زمینوں، کارخانوں اور دوسری املاک کو ضبط کر لیا جائے اور انکے شیطانی گڑھ ربوہ کا خاتمہ کیا جائے۔ حضرت خطیب الاسلام نے ختم نبوت کی جدوجہد کو تیز تر کرنے کا اعلان کیا اور ملک بھر میں جلسے شروع کیے۔ حکومت پاکستان کو مطالبہ پیش کیا کہ مرزائیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا جائے۔ ۱۶ اکتوبر ۱۹۵۲ء میں خطیب الاسلام صاحبزادہ سید فیض الحسن شاہ رحمۃ اللہ علیہ نے شیخوپورہ میں خطاب فرماتے ہوئے اور حکومت کو جھنجھوڑتے ہوئے فرمایا!

”ایک آدمی جو منصب ختم نبوت کا تحفظ نہیں کر سکتا اور اپنی ماں بہن کی عزت کا تحفظ نہیں کر سکتا اس سے کیسے امید رکھی جاسکتی ہے کہ وہ اسلامی مملکت کا تحفظ کر سکے۔ مرزا غلام قادیانی یہ کہتا ہے کہ جس شخص نے اسے نبی نہ مانا وہ ایک ناچنے والی کے بطن سے پیدا ہوا ہے۔ گویا اس حساب سے پنجاب اور ملک بھر کے تمام وزراء اور حکومت کا سربراہ جو یقیناً اس بیہودہ اور بدکردار شخص کو نبی نہیں تسلیم کرتے اسے ناچنے والی ماں کی اولاد قرار دیا جائے گا۔ میں ان وزراء اور حکومتی سربراہوں سے کہتا ہوں کہ اگر وہ حضور ﷺ کی ناموس کا تحفظ نہیں کر سکتے تو کم از کم اپنی ماؤں، بہنوں کو تو اس لعنتی کردار والے کی لغو باتوں سے محفوظ رکھیں انکا تو تحفظ کریں۔“

خطیب الاسلام کی گرفتاری اور مارشل لاء:

۱۹۵۳ء میں ملک بھر میں حضرت خطیب الاسلام کے اعلان پر تحریک ختم نبوت کا آغاز ہوا اس تحریک کا آغاز آپ ہی کی تقریر سے ہوا۔ جسٹس منیر کی تحقیقاتی رپورٹ کے مطابق تحریک ختم نبوت میں جو پہلا دستہ ۲۶ فروری کو زیر سرکردگی صاحبزادہ سید فیض الحسن روانہ ہوا وہ کراچی پہنچنے میں کامیاب ہو گیا۔ اور وہاں گرفتار کر لیا گیا ان گرفتاریوں سے پورے ملک میں برہمی اور لاقانونیت کی ایک لہر دوڑ گئی۔ اور لاہور میں بد نظمی اور ابتری کا سیلاب استقدر بے قابو ہو گیا کہ ۶ مارچ کو فوج شہر میں داخل ہو گئی اور مارشل لاء کا اعلان کر دیا گیا۔ ۱۳ فروری ۱۹۵۳ء میں اٹلی جنس بیورو گورنمنٹ آف پاکستان کراچی نے سی۔ ڈی۔ آئی پنجاب کو ایک مراسلہ روانہ کیا جس میں یہ انکشاف کیا گیا تھا کہ!

The first person who will offer himself for arrest in connection with this agitation in punjab will possibly be Sahib Zada Pir Faiz_UL_Hassian who has about 30.000 Murids.it is said all his Murids will follow suit.

Intelligence bureau

Government of Pakistan

Karachi.FEQ.14.1953

”تحریک ختم نبوت کے سلسلے میں سول نافرمانی کے لیے پنجاب میں جو شخص سب سے پہلے خود کو گرفتاری کے لیے پیش کرے گا وہ صاحبزادہ فیض الحسن ہوں گے انکے ہمراہ تقریباً ۳۰،۰۰۰ ہزار مرید بھی خود کو گرفتاری کے لیے پیش کریں گے۔“

مجاہد اول تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء سے چند اقتباسات:

تحریک سول نافرمانی اور پچاس ہزار رضا کاروں کی پیشکش:

۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت میں حضرت خطیب الاسلام کے منفرد مجاہدانہ کردار کی ایک جھلک ملاحظہ ہو! ”شہباز خطابت، فدائے ختم نبوت حضرت صاحبزادہ افتخار الحسن شاہ فیصل آبادی رحمۃ اللہ علیہ (جو تحریک ختم نبوت میں آپ کے ساتھی تھے) نے مرکزی جامعہ مسجد نقشبندیہ ماڈل ٹاؤن گوجرانوالہ میں خطاب کرتے ہوئے فرمایا!

”دیکھئے جسٹس منیر کی عدالتی تحقیقاتی رپورٹ میرے ہاتھ میں ہے ص ۱۳۳، اور ص ۲۵۹ ڈائریکٹ ایکشن اختیار کرنے کی قرارداد آل پاکستان مسلم پارٹیز کنونشن اجلاس منعقدہ ۱۸ جنوری ۱۹۵۲ء (بمقام کراچی) میں منظور کی گئی۔ اور ایک مرکزی مجلس عمل کا قیام عمل میں لایا گیا۔ ۲۲ جنوری کو خواجہ ناظم الدین کو یہ الٹی میٹم ایک غیر فوجی بغاوت کے نوٹس سے کم نہ تھا۔ خواجہ ناظم الدین اور ارباب حکومت اس عقدے کا حل تلاش نہ کر سکے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ۲۶ فروری کو مجلس عمل نے گورنر جنرل اور وزیراعظم کی کوششوں پر ختم نبوت کے فدائی رضا کاروں کے دستے بھیجنے کا فیصلہ کر لیا۔ ملک بھر میں رضا کاروں کی بھرتی کیلئے ایک مہم کا آغاز کر دیا گیا۔ صاحبزادہ سید فیض الحسن شاہ کو پہلا ڈکٹیٹر مقرر کیا گیا۔ رضا کاروں کی تعداد پچاس ہزار کی اس مقررہ تعداد سے بڑھ چکی تھی جس کی بھرتی کرنے کا ذمہ صاحبزادہ سید فیض الحسن شاہ نے لے رکھا تھا۔ رضا کاروں سے حلف ناموں پر دستخط کرائے جا چکے تھے کہا جاتا ہے کہ بعض رضا کاروں نے حلف نامے اپنے خون سے لکھ کر پیش کیے تھے۔ صاحبزادہ سید فیض الحسن شاہ کا رویہ خصوصاً جارحانہ ہو رہا ہے۔“

تو میں آج کل کے ختم نبوت کے ٹھیکیداروں سے پوچھتا ہوں کہ

☆ سب سے پہلے گرفتاری دینے والا بھی صاحبزادہ سید فیض الحسن

☆ تحریک سول نافرمانی کا پہلا ڈکٹیٹر بھی صاحبزادہ سید فیض الحسن

☆ پچاس ہزار سے زائد رضا کاروں کو بھرتی کرنے والا بھی صاحبزادہ سید فیض الحسن

☆ علامہ اقبال کو کشمیر کمیٹی سے علیحدہ کرانے والا بھی صاحبزادہ سید فیض الحسن

☆ قادیان میں جا کر جلسہ کر کے مرزا نیت کوللکار نے والا بھی صاحبزادہ سید فیض الحسن

تحریک آزادی کا آغاز بھی شیرانوالہ باغ میں اسکی پہلی تقریر سے ہوا اور تحریک ختم نبوت کا آغاز بھی راولپنڈی سیکورٹی میں اسکی پہلی تقریر سے ہوا۔ وہ تحریک آزادی کا بھی مجاہد اول ہے اور تحریک ختم نبوت کا بھی مجاہد اول ہے۔

مرزا دجال اور کذاب:

دیکھئے یہ ہے میرے پاس رپورٹ تحقیقاتی عدالت ص ۱۸۰ گوجرانوالہ ایک مقبول عام احراری صاحبزادہ سید فیض الحسن

کا وطن ہے۔ گوجرانوالہ جولائی ۱۹۵۲ء ایک کانفرنس ہوئی جس میں صاحبزادہ سید فیض الحسن نے یہ اعلان کیا کہ! ”کسی احمدی کو قتل

کرنا رضائے الہی کا موجب ہے“

احمد یوں نے ڈپٹی کمشنر سے شکایت کی کہ اس کانفرنس میں ایک مقرر نے حاضرین کو امام جماعت احمدیہ کے قتل پر اکسایا تھا۔ یہی معاملہ سیالکوٹ میں پیش آیا۔ سیالکوٹ کے ڈپٹی کمشنر نے صاحب کو بلایا اور پوچھا صاحبزادہ صاحب آپ مرزا صاحب کو برا کیوں کہتے ہیں؟ صاحبزادہ صاحب جلال میں آگئے فرمانے لگے! میں مرزا کو دجال اور کذاب کہوں گا کیونکہ اس نے ان لوگوں کو سوری اولاد کہا ہے جو اسے نبی نہیں مانتے خواجہ ناظم الدین اور مسٹر دولتانہ بھی اسی قبیل میں آتے ہیں اور تم بھی ان ہی میں شامل ہو۔ ڈپٹی کمشنر نے کہا صاحبزادہ صاحب بس آپ جائیں میں آپ کو کچھ نہیں کہہ سکتا۔

تقریباً یہی الفاظ آپ نے ۱۰ نومبر کے سیالکوٹ کنونشن میں دہرائے۔ دیکھیے رپورٹ تحقیقاتی عدالت ص ۲۷، ۲۶، ۲۵، ۲۴ نمبر کو لائل پور اور ۲۶ ستمبر کو سمندری میں کنونشن ہوا جس میں صاحبزادہ سید فیض الحسن شاہ نے کہا!

”مرزا صاحب پست چال کے آدمی تھے۔ اور اس قابل تھے کہ ان کے خلاف غنڈہ ایکٹ کے ماتحت مقدمہ چلایا جاتا۔“

دیکھیے رپورٹ تحقیقاتی عدالت ص نمبر ۳۲۶، ۱۹ اکتوبر ۱۹۵۲ء شیخوپورہ ۱۱۰ اکتوبر چوہڑکانہ میں کنونشن کے اجلاس ہوئے جس میں خطیب الاسلام صاحبزادہ سید فیض الحسن شاہ نے تقریر کرتے ہوئے کہا!

”مرزا قادیانی اور ظفر اللہ دونوں غنڈے ہیں جو شخص نبوت کی عزت اور احترام رسول کی ناموس کو نہیں بچا سکتا وہ پاکستان کو بھی نہیں بچا سکتا۔ مرزا غلام احمد نے کہا ہے جو لوگ اسکو نہیں مانتے وہ بازاری عورتوں کی اولاد ہیں۔ پنجاب کے وزیروں نے اور خواجہ ناظم الدین نے بھی اسکو نہیں مانا۔ انہیں چاہیے کہ اگر وہ ناموس رسالت کی حفاظت نہیں کر سکتے تو کم از کم اپنی ماؤں کی ناموس کی حفاظت تو کریں۔“

۲۱، ۲۲ ستمبر ۱۹۵۲ء ڈسکہ میں آل مسلم پارٹیز کنونشن ہوا۔ خطاب کرتے ہوئے صاحبزادہ سید فیض الحسن شاہ نے کہا!

”جس طرح گیدڑ کو خربوزوں کی اور بلی کو گوشت کی رکھوالی سپرد نہیں کی جاسکتی۔ اس طرح ظفر اللہ اور دوسرے مرزائیوں پر پاکستان کے متعلق اعتبار نہیں کیا جاسکتا کیونکہ یہ نمدار ہیں۔ مرزا غلام احمد وابیات تھا اس نے گڑگوٹھی سمجھ کر اس سے استعفا کر لیا تھا۔ (رپورٹ تحقیقاتی عدالت ص ۳۶۱)

آج ہر کوئی مجاہد ختم نبوت اور مجاہد نظام مصطفیٰ بنا پھرتا ہے پوچھو تاریخ والوں سے۔ پہلے تھا ہندوستانیوں سے خطاب! ”انگریزوں کو یہاں سے نکال دو۔“ پھر سیدھا خطاب! ”انگریزوں یہاں سے نکل جاؤ۔“ یہ تھا ڈائریکٹ ایکشن۔

سیالکوٹ رام تھلائی میں بہت بڑا جلسہ تھا۔ عطاء اللہ شاہ بخاری، قاضی احسان احمد شجاع آبادی، شورش کاشمیری سب اسٹیج پر موجود تھے۔ ہزاروں کا اجتماع خطیب الاسلام کا خطاب تھا۔ انگریزوں کی حکومت ڈی سی، ایس پی اور سی آئی ڈی کے افسران بالاجمع تھے۔ محمدی کچھار کے شیر نے لکارے ہوئے کہا! ”انگریز کتو یہاں سے نکل جاؤ۔“

یہ ہے میرا خطیب الاسلام جس کی مجاہدانہ للکار سے فرنگی ایوانوں میں زلزلہ آگیا وہ بلاشبہ اسلام کی ننگی تلوار تھے۔ وہ ترجمان فطرت اور پاسبان حریت تھے۔ وہ مصلحت اور نتائج کی پروا کیے بغیر نصف صدی سے زیادہ عرصہ تک باطل قوتوں سے نبرد آزما رہا۔ یہ ہے ختم نبوت کا مجاہد اول صاحبزادہ سید فیض الحسن شاہ رحمۃ اللہ علیہ جسکی جرأت رندانہ نے تحفظ ختم نبوت کا حق بھی ادا کیا اور مشائخ و علماء کی لاج بھی رکھی۔ میں کہتا ہوں کہ میرے خطیب الاسلام نے تاقیامت مسلمانوں کی نسلوں پر وہ احسان عظیم کیا ہے جسکو فراموش کر دینا انتہائی بخیلی اور ستم ظریفی ہوگی۔

هل جزاء الاحسان الا الاحسان

میں تمام مکاتب فکر کے علماء اور پاکستانی عوام سے پوچھتا ہوں کہ تم نے اپنے عظیم محسن کیساتھ کیا وفا کی ہے؟ تمہاری نسلیں بھی صاحبزادہ فیض الحسن کا حق ادا نہیں کر سکتیں۔

(ماخوذ از خطاب صاحبزادہ سید افتخار الحسن شاہ فیصل آبادی بر موقع خطیب الاسلام کانفرنس)

(نوٹ: یہ مضمون ماہنامہ دعوت تنظیم الاسلام گوجرانولہ فروری ۱۹۹۸ء سے لیا گیا ہے۔)

☆☆☆☆

☆☆☆☆

☆☆☆☆



WWW.NAFSEISLAM.COM

تحفظ عقیدہ ختم نبوت اور

مفکر اسلام علامہ پروفیسر محمد حسین آسی رحمۃ اللہ علیہ

سید صابر حسین شاہ بخاری قادری

بسم اللہ الرحمن الرحیم ، نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

مفکر اسلام، عاشق رسول، عمدۃ المحققین حضرت پروفیسر محمد حسین آسی رحمۃ اللہ علیہ (۱۹۳۹ء/۲۰۰۶ء) دنیائے اہل سنت کے ایک نامور، نڈر اور بے باک مجاہد تھے۔ آپ صاحب کردار، مصنف باکمال، ادیب بے مثال اور صوفی باصفا تھے۔ ساری زندگی نہایت سادگی سے گزاری۔

نمود و نمائش اور فخر و تکبر سے کوسوں دور رہے۔ آپ کے والدین نہایت پارسا اور پاکباز تھے۔ گویا مسلک حب نبی ﷺ کی پاسبانی آپ کو ورثہ میں ملی۔ حضرت نقشب لاثانی پیر سید علی حسین شاہ علیہ الرحمۃ (علی پور سیداں، سیالکوٹ) سے نہ صرف بیعت تھے بلکہ سید خلافت بھی حاصل تھی۔ ساری زندگی درس و تدریس میں گذری، علم و ادب کے ایسے آفتاب تھے جہاں گئے اپنی نورانی کرنوں سے اجالا کرتے گئے۔ آپ ایک ایسے غلام رسول تھے جو اپنوں کے لیے شیر و شکر اور گستاخوں کے لیے تیغ مسلول تھے اسی لیے بارگاہ نبی ﷺ میں مقبول تھے۔ (۱)

مفکر اسلام حضرت آسی رحمۃ اللہ علیہ راہ و رسم و منزل حاکم کے راہی تھے۔ آپ نے فتنوں کے تعاقب میں کوئی کسر نہ چھوڑی۔ تمام باطل فرقوں کے رد میں آپ نے قلم اٹھایا۔ ان میں دیوبندی، وہابیت، رافضیت، مودودیہ، اور قادیانیت خاص طور پر شامل ہیں۔ پیش نظر مقالہ میں آخر الذکر فتنہ قادیانیت کے رد میں آپ کی خدمات کو زیر بحث لایا جاتا ہے۔

عقیدہ ختم نبوت ہم مسلمانوں کی پہچان اور جانِ ایمان ہے۔ ہمارے پیارے نبی آخر الزمان حضرت احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ ﷺ کے بعد کسی کو نبی ماننا یا جو آپ کے آخری نبی ہونے میں شک کرے وہ بھی بالاجماع کافر ہے۔ منکرین رسالت نے ہر دور میں اس اجماعی عقیدے پر حملہ آور ہونے کی ناکام کوشش کی ہے۔ نئے نئے مدعیان نبوت سامنے آئے لیکن مجاہدین ختم نبوت نے ان مدعیان کا بروقت تعاقب کیا اور گھٹن اسلام کی پاسبانی میں کوئی کسر اٹھانہ رکھی۔ یوں تو برصغیر میں منکرین رسالت کے کئی گروہ ہیں لیکن ان میں انگریز کا خود کا شیعہ "فتنہ قادیانیت" نمایاں طور پر سامنے آیا۔ اس فتنہ کی قیادت گورداس پور کے مرزا غلام احمد قادیانی آنجنابی نے کی۔ اس نے مجددیت سے نبوت کا اپنا پرفریب جال پھیلایا اور کئی

مسلمانوں کو درغلا یا۔ اہل سنت و جماعت کے عظیم علماء و مشائخ نے اس فتنہ کے خلاف بھرپور جہاد کیا اور سادہ لوح مسلمانوں کو اس کے دام فریب سے بچانے کی سعی فرمائی۔ اگرچہ وقتی طور پر یہ فتنہ دب گیا لیکن مکمل طور پر ختم نہ ہو سکا، اسی لئے اس فتنہ کا تعاقب جاری ہے۔ مفکر اسلام حضرت آسی رحمۃ اللہ علیہ چونکہ شیفۃ رسول ﷺ تھے اسی لئے تحریک تحفظ ختم نبوت میں نمایاں طور پر سامنے آئے۔ عقیدہ ختم نبوت کے بارے میں مفکر اسلام حضرت آسی رحمۃ اللہ علیہ کے ارشادات ملاحظہ ہوں!

حضور سید عالم نور محمد ﷺ آخری رسول اور آخری نبی ہیں۔ آپ کی ختم نبوت پر ایمان اتنا ہی ضروری ہے جتنا آپ کی نبوت و رسالت پر۔ آپ کو نبی اور رسول مان کر آپ کی خاتمیت کا انکار کرنے والا سخت مکار اور اسلام کا دشمن ہے۔

عقیدہ ختم نبوت ضروریات دین میں سے ہے اور کثیر آیات کریمہ، متعدد احادیث شریفہ اور اجماع امت سے ثابت ہے۔ حضور پر نور شافع یوم النشور ﷺ کے وصال کے قریب جب کچھ لوگوں نے نبوت کا دعویٰ کیا تو خلیفہ اول سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تمام مصلحتوں کو بالائے طاق رکھ کر ان کا بروقت قلع قمع ضروری سمجھا اور اس حقیقت کو پوری طرح واضح کر دیا کہ اہل ایمان منکرین ختم نبوت کو کسی صورت برداشت نہیں کر سکتے۔

حدیث پاک کی رو سے سرکار ابد قرآن ﷺ کی بعثت کے بعد نبوت کا دعویٰ کرنے والا کاذب (جھوٹا) ہی نہیں کذاب (بہت بڑا جھوٹا) اور داجل (دھوکا دینے والا اور حق کو چھپانے والا) ہی نہیں دجال (بہت زیادہ دھوکا دینے والا) ہے۔

چنانچہ بخاری شریف میں ہے:

ترجمہ: قیامت قائم نہ ہوگی حتیٰ کہ تیس کے قریب جھوٹ بولنے والے دجال پیدا نہ ہوں۔ ان میں سے ہر ایک یہ دعویٰ کرے گا کہ وہ اللہ کا رسول ہے۔

کذاب اس لئے کہ اس نے مخلوق پر نہیں بلکہ خالق پر جھوٹ باندھا اور وہ بھی ایسا جس سے محبوب خدا علیہ التحیۃ والثناء کی فضیلت خاصہ کا انکار لازم آتا ہے اور دجال اس لئے کہ اس نے ولایت و قطیبت کا دعویٰ کر کے کوئی عام دھوکا نہیں بلکہ نبوت و رسالت کا دعویٰ کر کے بہت بڑا دھوکا دیا۔ اس دعویٰ کے بعد پھر ظلی و بدوئی وغیرہ کے الفاظ سے اپنے دجال ہونے کو مزید واضح کر رہا ہے۔ (۲)

منکرین ختم نبوت کے بارے میں مفکر اسلام حضرت آسی علیہ الرحمۃ کے جذبات و احساسات ملاحظہ فرمائیے!

”یوں تو ایمان اور کفر و متضاد حقیقتیں ہیں ہی مگر جہاں یہ تضاد اپنی انتہا کو پہنچ جاتا ہے وہ اسلام و قادیانیت کا مسئلہ ہے، اسلام میں ختم نبوت کا عقیدہ ضروریات دین میں خاص اہمیت کا حامل ہے جو شخص اللہ پر، اس کی کتابوں پر، اس کے فرشتوں پر، اس کے رسولوں پر، یوم آخرت پر اور تقدیر پر تو ایمان رکھتا ہے مگر حضور خاتم النبیین ﷺ کی خاتمیت کا منکر ہے، اسی

طرح کا فرجیہ خدا کو نہ ماننے والا یا حضور ﷺ کی رسالت کا انکار کرنے والا، بلکہ ختم نبوت کے عقیدے میں جسے شک ہو، وہ بھی مومن نہیں، اور جو ایسے شک کرنے والے کے کفر میں شک روا رکھے، وہ بھی دائرہ ایمان سے خارج ہے۔" (۳)

کافر اور مرتد میں کیا فرق ہے؟ اس کا جواب مفکر اسلام حضرت آسی علیہ الرحمۃ کے قلم سے سماعت فرمائیے!

ختم نبوت کا منکر کافر ہے اور جسے پہلے تو اقرار تھا، بعد میں انکار ہوا وہ مرتد ہے۔ کافر اسلامی حکومت کے زیر سایہ ذی بن کر سکون سے زندگی بسر کرنے کا حق رکھتا ہے مگر مرتد چونکہ حکومت کا ہی نہیں اسلام کا بھی باغی و عدا ہے، اس لئے واجب القتل ہے تاکہ آئندہ دین حق کے خلاف کوئی سازش نہ کر سکے اور وہ لوگ جو چند نکلوں کی خاطر اسلام دشمنوں کے ہاتھ اپنا ایمان و ضمیر فروخت کر دیتے ہیں، قتل کی سزا پا کر عبرت کا سامان بن سکیں۔ قادیانی مرتد ہیں اور ان کے ساتھ وہی سلوک ہونا چاہیے جو رب العالمین کی کتاب اور رحمۃ للعالمین ﷺ کی سنت کے مطابق ہے، وہ لوگ جو دنیا کی خاطر دین سے پھر گئے، اگر ان سے ان کے جرم کے مطابق سلوک کیا جاتا ہے تو یقیناً وہ جان کے لئے واپس دین کا رخ کریں گے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ اسلام مذہبی رواداری کا قائل ہے اور اسلامی حکومت نے ہمیشہ اپنی رعایا کو مذہبی آزادی سے نوازا ہے، مگر مرتدوں اور عداوں کو معاف کرتے رہنا رواداری نہیں بلکہ خود کشی ہے۔" (۴)

فتنہ قادیانیت کے بانی مرزا غلام احمد قادیانی آنجنابی کے تعارف و کردار پر مجاہدین ختم نبوت نے بہت کچھ لکھا ہے جو پڑھنے سے تعلق رکھتا ہے لیکن محافظہ عقیدہ ختم نبوت حضرت آسی علیہ الرحمۃ نے مرزا کا تعارف کچھ اس انداز سے کرایا ہے کہ دریا کو کوڑے میں بند فرمایا ہے۔ دیکھئے کس طرح صرف ایک پیرا گراف میں مرزا کی شخصیت کے تمام پہلوؤں کو احاطہ تحریر میں لایا ہے:

"اسلام دشمنی قادیانیوں کے رگ و ریشہ میں سمائی ہوئی ہے ان کی ابتدا کسی عظیم و محترم شخصیت سے نہیں ہوئی بلکہ اس فتنے کا بانی ایسا شخص تھا جو بد صورت بھی تھا اور بد سیرت بھی اور جس کے باپ دادا بھی اپنے دور میں اسلام اور مسلمانوں کے مفادات کا سودا کرتے رہے۔ اس شخص کا بچپن، جوانی اور بڑھاپا، نبوت و ولایت تو بڑی بات ہے، عام اخلاقی اعتبار سے بھی قابل تعریف نہ تھا۔ اس کے "الہام" انگریز کی طرف سے تھے اور بعض ایسے کے عدالتوں میں ان سے معذرت کرنی پڑی۔ وہ مراق کا مریض تھا اور شراب کو بطور دوا استعمال کرتا تھا۔ اس کی جوانی کی شاعری سخت آوارہ اور گھٹیا ہے۔ اسلام کے دشمن مسلمانوں کے مذہبی شخص کو برداشت نہیں کرتے تھے۔ اس لئے وہ اسلام کے نام پر معرض وجود میں آنے والے پاکستان کے دشمن تھے۔ چنانچہ مرزائیوں نے بھی مخالفت کی اور انہی کی وجہ سے ضلع گورداسپور بھارت میں شامل کیا گیا۔" (۵)

مرزا قادیانی کی نقاب کشائی کرتے ہوئے مفکر اسلام حضرت آسی رحمۃ اللہ علیہ مزید فرماتے ہیں:

"بہر حال انگریزوں کو نبوت کے جعلی مدعی کی ضرورت محسوس ہوئی تو امیدواروں سے ڈی سی آفس سیکورٹ میں

باقاعدہ انٹرویو لئے گئے۔ بذیل نسلِ غدارِ اعظم ابنِ غدارِ مرزا غلام احمد قادیانی اس امتحان میں کامیاب ٹھہرایا گیا۔ اس کا باپ بھی ۱۸۵۷ء کی جنگِ آزادی میں انگریزوں کا طرف دار تھا، بیٹا باپ سے بازی لے گیا اور تیس مردودِ ملحون شخصیات جنہیں الصادق الامین صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے کذاب اور دجال کا لقب دیا۔ ان گنتی کے افراد میں شامل ہو کر اپنے دور کا میلہ کذاب بن گیا۔ اس کا مسلمانوں، کافروں، ہندو، عیسائیوں، دہریوں غرض جس سے بھی مقابلہ ہوا، اس کو شکستِ فاش ہی ہوتی۔ کیونکہ مسلمانوں کے سوا دوسرے کافر تھے تو یہ کافر، دوسرے کاذب تھے تو یہ کذاب، دوسرے داجل تھے تو یہ دجال۔ اس نے جس کے خلاف بھی پیش گوئی کی، جھوٹی نکلی۔ انگریزوں کی رحمت سے اس نے دنیا بہت کمائی مگر اللہ کی لعنت سے وہ اس کے کسی کام نہ آئی۔ اس کا بچپن پر عیب، اس کی جوانی آوارہ، اس کا بڑھاپا شرم و حیا سے عاری بلکہ اس کی سیرت پر کسی بھی زاویہ نظر سے غور کریں، بدبو ہی بدبو، ظلمت ہی ظلمت، شر ہی شر، شیطانیت ہی شیطانیت، انسان کو جس جس زاویے سے پرکھا جاسکتا ہے اس پر کھ لیجئے، یہ ہر معیار پر ملحون، کذاب، دجال، شیطان، مرتد نظر آئے گا۔" (۶)

مرزا قادیانی کی وہ کفریہ عبارات جن میں ہمارے پیارے نبی حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ والہ وسلم، صحابہ کرام، اہل بیت اطہار کی شان میں صریح گستاخی پائی جاتی ہے۔ ان کی نشاندہی میں تو کوئی حرج نہیں لیکن ان گستاخیوں کو بار بار زبان پر لانا مناسب ہے۔ مفکر اسلام حضرت آسی رحمۃ اللہ علیہ کا درج ذیل واقعہ پڑھیے اور ان کی غیرت ایمانی کو داد دیجئے:

"یوں ہی مجھے یاد ہے کہ سیالکوٹ میں ایک نوجوان وہ ناپاک جملے تقریر کے دوران سنا رہا تھا جو مرزا قادیانی نے حضور سیدہ خاتونِ جنت سلام اللہ علیہا اور علیہا کی شان میں کیے ہیں تو میں نے اسے جلے کے بعد الگ لے جا کر پوچھا کہ اگر کوئی شخص تمہاری ماں، بہن کے بارے میں بکواس کرے تو کیا جلسہ عام میں اس کا من و عن ذکر کرو گے؟ اس نے کہا نہیں، تو میں نے کہا کہ تمام کائنات کے آقا و مولا صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی صاحبزادی ہی کو اس قابل سمجھا کہ ایک شیطان لکھے اور دوسرا اعلانیہ سنا تا پھرے۔ خیر اس نے توبہ کر لی" (۷)

تحریک ختم نبوت ۱۹۷۴ء میں مفکر اسلام حضرت آسی رحمۃ اللہ علیہ نے نہایت مجاہدانہ کردار ادا کیا۔ تحفظ ختم نبوت کے لئے مختلف مقامات پر کانفرنسوں کا انعقاد کیا۔ جلوس نکالے اور مسلمانوں کو مرزا قادیانی کی حقیقت سے آگاہ کیا اور عقیدہ ختم نبوت کی پاسبانی میں کوئی کسر اٹھانہ رکھی۔ گورنمنٹ ہائی سکول شکر گڑھ میں آپ نے ایک جلسہ میں قادیانیت کے رد میں اتنی زبردست تقریر فرمائی کہ باطل کے ایوانوں میں زلزلہ آ گیا اور حکومت نے آپ کو پابند سلاسل کر دیا البتہ عوام کے شدید دباؤ کے پیش نظر حکومت نے کچھ عرصہ بعد آپ کو رہا کر دیا تھا۔ (۸)

تحریک ختم نبوت ۱۹۷۴ء کی کامیابی کے بعد قادیانی زخمِ خوردہ ہو کر اندرونِ خانہ سازشوں میں مصروف ہو گئے۔ ۱۹۸۳ء کے بعد تو قادیانیوں نے پورے زور شور کے ساتھ اسلام کے خلاف کام کرنا شروع کر دیا۔ ان دنوں ختم نبوت یوتھ

فارس کے پلیٹ فارم پر جن سرفروش نوجوانوں نے ملک بھر میں تہلکہ مچایا اور قادیانی سازشوں کا طشت از بام کیا ان کی سرپرستی کرنے والوں میں حضور نقش لا ثانی کے منظور نظر مرید حضرت پروفیسر محمد حسین آسی رحمۃ اللہ علیہ کا نام نہایت روشن اور نمایاں تھا۔ آپ کے ایک شاگرد شجاعت علی مجاہد کو یہ سعادت حاصل ہے کہ وہ اس تحریک میں سب سے پہلے گرفتار ہوئے۔ بالآخر یہ تحریک کامیاب ہوئی اور ۱۹۸۴ء میں امتناع قادیانیت صدارتی آرڈیننس نافذ ہوا کہ کوئی قادیانی شعائر اسلام استعمال نہیں کر سکتے اور نہ ہی اپنی تبلیغ کر سکتے ہیں۔ (۹)

مفکر اسلام علامہ پروفیسر محمد حسین آسی رحمۃ اللہ علیہ نے غلبہ حق کی بحالی اور دفاع اسلام کے لئے ایک عظیم تحریک شیران اسلام کا قیام عمل میں لایا۔ آپ کی یہ تحریک تمام باطل قوتوں کے خلاف آج تک برسریکا رہے۔ قادیانیوں کے رد میں اس تحریک کا ایک خاص شعبہ ختم نبوت قائم ہے جس کے زیر اہتمام تحفظ ختم نبوت پر مشتمل لٹریچر چھپوا کر لاکھوں کی تعداد میں مفت تقسیم ہو رہا ہے۔ تحریک کے ترجمان ماہنامہ ”مجلد الحقہ“ میں بھی قادیانیت کے رد میں مقالات شائع کئے گئے ہیں۔ ستمبر ۲۰۰۱ء میں اس کا ایک شاندار ختم نبوت نمبر شائع کیا گیا تھا جو علمی حلقوں میں بے حد مقبول ہوا۔ اب اس کا ایک عظیم ضخیم تحفظ ختم نبوت نمبر بھی منظر عام پر لایا جا رہا ہے۔ ان شاء اللہ (۱۰)

تحریک شیران اسلام کے زیر اہتمام آپ شکر گڑھ میں خصوصی طور پر ختم نبوت کانفرنس کا انعقاد فرماتے تھے اور اپنے شاگردوں اور مریدوں کو حکم دیتے تھے کہ اپنے اپنے شہروں میں ختم نبوت کانفرنسوں کا اہتمام کرو، پھر آپ خود بھی علالت اور پیرانہ سالی کے باوجود ان کانفرنسوں میں جاتے اور سرپرستی فرماتے تھے۔

مفکر اسلام حضرت آسی رحمۃ اللہ علیہ ایک نامور نعت گو شاعر تھے۔ آپ نے اپنی شاعری میں بھی عقیدہ ختم نبوت کو احسن انداز میں پیش فرمایا ہے۔ نعمات میلا میں آپ نے ختم نبوت کے موضوع کو کچھ اس انداز میں پیش فرمایا ہے!

جنہیں کہتا ہے ایماں تاجور ختم نبوت کا	بالآخر خاتم پیغمبراں تشریف لے آئے
تعالیٰ اللہ جو ہیں فاتح دور نبوت بھی	وہی ہاں خاتم پیغمبراں تشریف لے آئے
سب رسولوں کے کمالات کے جامع ہیں حضور	مقطع نظم نبوت نہیں ان سا کوئی
خوب سوچو تو یہ ہے ختم نبوت کا پیام	اب سوا ان کے کسی کا نہیں چارہ کوئی
اول المخلوق کی نوری ہدایت پر سلام	خاتم قصر ہدایت کی نہایت پر سلام (۱۱)

تبرکات حرمین آپ کا ایک دوسرا نعتیہ مجموعہ ہے۔ اس میں بھی آپ نے ختم نبوت کے موضوع پر خامہ فرسائی فرمائی ہے۔ چند اشعار ملاحظہ فرمائیے!

وہ داناے سل ختم الرسل کا گنبد خضریٰ وہ شرف آدمیت کی جہیں کا جھومتا تمغا
 شاہ ختم الرسل اور مولائے کل سید الانبیاء ، مصطفیٰ مصطفیٰ
 انبیاء میں ترا ثانی نہیں تو کہ ہے ختم نبوت کا نگین
 وہ شاہ اولین و آخرین ہے وہ بے شک رحمۃ للعالمین ہے
 خواجہ کل ، کریم و ختم رسل اے رسالت کے افتخار سلام
 شاہ کونین شہنشاہ رسالت بھی ہیں فاتح و خاتم ادوار نبوت بھی ہیں (۱۲)

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی شہرہ آفاق نعت شریف جس کا مطلع ہے۔

سب سے اولیٰ و اعلیٰ ہمارا نبی

سب سے بالا و اعلیٰ ہمارا نبی

اس نعت شریف کی ردیف، زمین اور بحر میں حضرت آسی علیہ الرحمۃ نے ستائشیں لکھیں۔ ان میں بھی ختم نبوت کے موضوع کو احسن انداز میں نبھایا ہے۔ دو اشعار ملاحظہ ہوں!

سب رسولوں کا سردار ختم الرسل

ہر نبی سے ہے اعلیٰ ہمارا نبی

اول الاولیں ہے ہمارا نبی

آخر الآخیں ہے ہمارا نبی (۱۳)

آخر میں مفکر اسلام حضرت پروفیسر محمد حسین آسی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک اہم پیغام جو حکومت کے نام ہے، پیش کیا جاتا ہے!

"ظاہر ہے ہم عاجز و بے کس بندوں کی کوششیں مجموعی طور پر کوئی فیصلہ کن اثر نہیں دکھا سکتیں، ضرورت اس امر کی ہے کہ حکومت پاکستان قادیانیت کی اصل حقیقت کو پوری طرح سمجھے اور قوم کو اعتماد میں لے کر انگریز کے اس خود کاشتہ پودے کو جڑ سے اکھاڑ پھینکے، اگر پاکستان کی بقاء، ترقی و استحکام مقصود ہے تو ایسا کرنا ہی ہوگا۔ اسلامی جمہوریہ ہونے کی حیثیت سے بھی یہ

اقدام ضروری ہے کیونکہ اسلام کا تقاضا اور جمہور کا مطالبہ یہی ہے" (۱۴)

اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے محبوب حضرت احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے طفیل ہم سب کو عقیدہ ختم نبوت کا تحفظ کرنے کی توفیقات عطا فرمائے۔ آمین تم آمین، بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ والہ واصحابہ اجمعین۔

حواشی و حوالے

- (۱) دیکھئے: راقم کا مقالہ "حضور مفکر اسلام کی حیات و خدمات" مشمولہ ماہنامہ مجلہ الحقیقہ، پاکستان اگست ۲۰۰۷
- (۲) محمد حسین آسی، پروفیسر مفکر اسلام: "مرزا قادیانی کا مختصر تعارف"
- (۳) محمد حسین آسی، پروفیسر مفکر اسلام: "پاکستان میں قادیانیت"
- (۴) ایضاً
- (۵) ایضاً
- (۶) محمد حسین آسی، پروفیسر مفکر اسلام: "سب سے بڑی سعادت"
- مقدمہ برقا دیانیت اسلام اور سائنس کے کٹھنرے میں (تصنیف: عرفان محمود برق) مطبوعہ لاہور ۲۰۰۵ء، ص ۱۴
- (۷) محمد حسین آسی، پروفیسر مفکر اسلام: حضور نقش لاٹانی کا مذہبی تعامل مطبوعہ لاہور ۱۹۹۹ء، ص ۵۹
- (۸) ممنون احمد آسوی (مرید خاص مفکر اسلام) کی راقم سے زبانی گفتگو اگست ۲۰۰۷
- (۹) دیکھئے محمد عارف نقشبندی: حضور نقش لاٹانی اور تحریک ختم نبوت مشمولہ ماہنامہ مجلہ الحقیقہ پاکستان ستمبر ۲۰۰۱ء، ص ۲۲
- (۱۰) دیکھئے: ماہنامہ مجلہ الحقیقہ پاکستان کے مختلف شمارے
- (۱۱) دیکھئے: محمد حسین آسی، پروفیسر مفکر اسلام: نعمات میلا و مطبوعہ لاہور
- (۱۲) دیکھئے: محمد حسین آسی، پروفیسر مفکر اسلام: جہز کات حرمین مطبوعہ لاہور ۲۰۰۰
- (۱۳) دیکھئے: محمد حسین آسی، پروفیسر مفکر اسلام: ہمارا نبی مشمولہ ماہنامہ مجلہ الحقیقہ مارچ ۲۰۰۷
- (۱۴) محمد حسین آسی، پروفیسر مفکر اسلام: پاکستان میں قادیانیت مشمولہ ماہنامہ انوار لاٹانی لاہور فروری ۱۹۸۹ء، ص ۸
- نوٹ: یہ مقالہ "مفکر اسلام سیدنا" میں پڑھا گیا جو ۳ فروری ۲۰۰۸ کو پریس کلب راول پنڈی میں انعقاد پذیر ہوا۔

سید صابر حسین شاہ بخاری القادری

☆☆☆☆

☆☆☆☆

☆☆☆☆

شہید ختم نبوت محمد مالک شہید رحمۃ اللہ علیہ

صادق علی زاہد

ننگانہ صاحب کالواچی گاؤں چک نمبر 4 بھگلوان پورہ دس ہزار کی آبادی پر مشتمل ہے اکثریتی برادری آرائیں ہے راجپوت بھٹی، رحمانی اور انصاری برادری کے بھی چند گھرانے آباد ہیں۔ اکثریتی آبادی کا ذریعہ معاش کاشتکاری اور محنت مزدوری ہے۔ پورا گاؤں راسخ العقیدہ اہلسنت مسلمانوں پر مشتمل ہے جبکہ 6 گھر قادیانیوں کے بھی ہیں۔

محمد مالک (شہید) 1980 میں چوہدری محمد یونس آرائیں کے گھر ننگانہ صاحب کے نواحی گاؤں چک نمبر 4 بھگلوان پورہ میں پیدا ہوئے۔ آپ کے تین بھائی اور چار بہنیں (دو لڑکیاں اور دو سوتیلی) ہیں۔ آپ کے بھائیوں کے نام طارق محمود، خالد محمود اور محمد عارف ہیں۔ طارق محمود اور خالد محمود آپ سے بڑے جبکہ محمد عارف آپ سے چھوٹے اور سعودی عرب میں بسلسلہ روزگار گئے ہوئے ہیں۔ والد صاحب کی گاؤں میں اپنی ذاتی زرعی زمین ہے گاؤں کے مضبوط زمیندار ہیں۔ ایک بھائی اور تین بہنیں شادی شدہ ہیں جبکہ محمد مالک (شہید) کی ابھی تک شادی نہ ہوئی تھی۔ آپ نے پرائمری تک تعلیم گاؤں کے پرائمری سکول میں ہی حاصل کی۔ مڈل سکول چک نمبر 6 سے آٹھویں پاس کرنے کے بعد ہائی سکول چک نمبر 7 سنی بار میں نویں جماعت میں داخلہ لیا۔ اس سکول میں قادیانی لڑکے بھی زیر تعلیم تھے ایک دن قادیانی لڑکے نے جماعت میں قادیانی عقائد کی تبلیغ کی تو آپ نے اسے ٹوکا، بات بڑھ کر لڑائی تک پہنچ گئی۔ کئی دن بعد جب آپ کے والدین کو لڑائی کا علم ہوا تو انھوں نے آپ کو سکول چھڑوا دیا۔ اور آپ کو ویگن خرید کر دیدی جو آپ اپنے گاؤں سے دیگر دیہات تک لوکل چلاتے رہے۔ بعد ازاں گئے کی خرید و فروخت بھی کرتے رہے۔ آپ کا زیادہ وقت دینی و مذہبی امور کی انجام دہی میں گزرتا تھا۔ آپ کو بڑے بھائی خالد محمود اور امام مسجد سید اعجاز حسین شاہ کے بقول آپ باقاعدگی سے پانچ وقت نماز باجماعت مسجد میں ادا کرتے تھے۔ آپ کے بھائی فرماتے ہیں کہ کئی بار میری آپ سے صرف اس وجہ سے ناراضگی ہوئی کہ آپ کھیتوں میں ٹریکٹر چلا رہے ہوتے مسجد سے اذان کی آواز سنائی دیتی تو فوراً ٹریکٹر روک کر مسجد کو چل دیتے میں کہتا کہ کام بہت زیادہ ہے ادھر کھیتوں میں ہی نماز ادا کر لو لیکن آپ فرماتے جو اجر و ثواب مسجد میں نماز ادا کرنے کا ہے وہ کھیتوں میں کیسے مل سکتا ہے۔ مسجد میں نماز ادا کرنے کی برکت سے انشاء اللہ بقیہ کام خود بخود ہو جائیں گئے۔ آپ مسجد کی خدمت اور صفائی کا اپنے گھر سے کہیں زیادہ خیال رکھتے تھے ہفتہ میں کم از کم ایک بار ضرور ساری مسجد کی صفائی کرتے اور مسجد کا صحن و فرش پانی سے دھوتے۔ آپ کی بیعت پیر سید جمیل الرحمن سجادہ فہین آستانہ عالیہ

چشتیہ آباد کا موکی ضلع گوجرانوالہ سے تھی اور اپنے پیر زادے علامہ پیر نبیل الرحمن سے آپ کو عشق کی حد تک محبت تھی۔ ان کی ہر بات کو بسر و چشم قبول کرنا اپنے لیے باعث فخر سمجھتے تھے۔ 17 مئی 2008ء کو عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت ننگرانہ صاحب (صحیح العقیدہ اہل سنت و جماعت کے علماء پر مشتمل تنظیم) کے زیر اہتمام تحفظ عقیدہ ختم نبوت اور ردِ قادیانیت کے موضوع پر انعام گھر منعقد ہوا تو پیر نبیل الرحمن شاہ صاحب مہمان خصوصی کے طور پر مدعو کئے گئے۔ پیر صاحب پروگرام میں شرکت کیلئے ننگرانہ صاحب آنے سے پہلے آپ کے پاس چک نمبر 4 چلے گئے۔ کچھ دیر آپ کے پاس قیام فرمانے کے بعد پروگرام تشریف لائے اور پیر صاحب نے اپنے خطاب کے دوران فرمایا کہ چک نمبر 4 میں قادیانی اپنی عبادت گاہ تعمیر کر رہے ہیں۔ عوام کو چاہئے کہ حکومت سے پرزور مطالبہ کریں کہ وہ قادیانیوں کی خلاف اسلام و خلاف آئین پاکستان سرگرمیوں پر پابندی لگائے۔ محمد مالک (شہید) پیر صاحب کے ساتھ ہی چک نمبر 4 سے ننگرانہ صاحب آئے تھے۔ آپ نے بھی فرمایا کہ میرے گاؤں میں عام لوگ قادیانیوں سے مرعوب ہو چکے ہیں اگر کوئی میرے ساتھ تھوڑا سا بھی تعاون کرے تو میں قادیانیوں کی کردہ سرگرمیوں کے آگے بند باندھ سکتا ہوں۔

10 جون 2008ء کا واقعہ ہے کہ خطیب جامع مسجد رضوی علامہ قاری محمد اکرم صاحب نے ایک رنگین چھپا ہوا پوسٹر جس کی پیشانی پر جلی حروف ”اصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ ﷺ“ لکھا ہوا تھا اور اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے ایک فتویٰ اور قادیانیوں کے چند کفریہ عقائد پر مشتمل تھا، اپنے شاگرد محمد نواز کو دیا کہ اسے شیشہ میں فریم کروا کر جامع مسجد میں آویزاں کر دو۔ محمد نواز جسکی عمر سولہ سترہ برس ہے، فتویٰ کو فریم کر دیا اور ساتھ ہی اسکی فوٹو کا پیاں کروا کر گاؤں میں بجلی کے پولوں پر چپاں کر دیں۔

گاؤں میں اگرچہ قادیانیوں کے چند گھر ہیں لیکن دہشت گردی اور غیر قانونی سرگرمیوں کی وجہ سے پورا گاؤں قادیانیوں سے مرعوب رہتا تھا۔ جب قادیانیوں کے کفریہ عقائد اور اعلیٰ حضرت کے فتویٰ پر مبنی فوٹو کا پیاں گاؤں میں چپاں ہوئیں تو قادیانی غنڈوں اصغر ولد عبدالرحمن، خالد، ندیم، پیران اصغر، راشد، ظفر، پیران سرور، اقبال ولد اکبر نے نوٹس دیکر مسلح قادیانیوں کے ہمراہ گاؤں کا گشت لگایا اور جہاں جہاں پوسٹر لگے ہوئے تھے پھاڑ کر پھینک دیئے اور گاؤں کے چوکوں میں کھڑے ہو کر کھلے عام گالی گلوچ کیا اور دھمکیاں دیں کہ آئندہ اگر کسی نے گاؤں میں ہمارے خلاف کوئی لٹریچر تقسیم کیا یا کوئی بات کی تو اسے جان سے مار دیں گے۔ محمد نواز کے والد ماسٹر مقصود احمد اور بھائی فیصل کو بلا کر بھی دھمکیاں دیں کہ تمہارے لڑکے نے گاؤں میں اشتہارات لگائے ہیں ہم اسے جان سے مار دیں گے اس پر ماسٹر مقصود نے معذرت کر کے خلاصی کرائی۔ اسی دوران پولیس چوکی چک نمبر 5 گ ب کا قادیانی چوکی انچارج نجم احمد پولیس کی نفری لے کر گاؤں پہنچ گیا۔ اور گاؤں والوں کو ڈراتا دھمکا تا رہا۔ جو پوسٹر بچ گئے تھے اس نے اپنی موجودگی میں اترا دئیے۔ اور گاؤں کے معززین کو اکٹھا کر کے تحریری معافی نامہ لکھنے پر مجبور کرنے لگا۔ اس

پر مسلمان نوجوانوں نے کہا کہ ہم نے کوئی جرم نہیں کیا جس کے بدلے میں ہمارے بزرگوں سے معافی نامہ طلب کیا جا رہا ہے۔ چنانچہ مذکورہ چوکی انچارج بھی مسلمانوں کو برے نتائج کی دھمکیاں دیتا ہوا واپس چوکی آ گیا۔ اور ڈسٹرکٹ پولیس آفیسر نذکانہ صاحب ناصر اکبر کو اس انداز میں رپورٹنگ کی گویا کہ مسلمانوں نے قادیانیوں کے ساتھ بہت ظلم کر دیا ہے۔ D.P.O. نے متعلقہ تھانہ صدر نذکانہ صاحب کے انچارج رضا کار حسین شاہ کو موقع پر جانے کا حکم دیا رضا کار حسین شاہ موقع پر گیا اور زبردستی گاؤں والوں سے صلح نامہ لکھوا لایا۔ گاؤں کے مسلمانوں پر یہ بات بڑی شاق گزری کہ قادیانیوں نے ”الصلوة والسلام علیک یا رسول اللہ ﷺ“ لکھے ہوئے پوسٹر کو شہید کر کے تو جین رسالت کا ارتکاب کیا ہے۔ اس کے باوجود پولیس ہمیں بلاوجہ مرعوب کر رہی ہے آئندہ جمعہ کے دن قاری محمد اکرم صاحب نے خطبہ جمعہ کے دوران ساری صورت حال سے گاؤں والوں کو مطلع کرتے ہوئے ایک منظم تنظیم بنا کر قادیانیوں کی غنڈہ گردی کا مقابلہ کرنے کی تجویز پیش کی۔ چنانچہ مسلمانوں نے پندرہ بیس افراد پر مشتمل ایک وفد تشکیل دیا جس میں علامہ قاری محمد اکرم، سید اعجاز حسین شاہ، محمد سلیم، فیاض رحمانی اور محمد عارف وغیرہ شامل تھے اس وفد نے محمد مالک (شہید) کی سربراہی میں مجلس تحفظ ختم نبوت نذکانہ کے امیر محمد اسلم ناصر ایڈووکیٹ سے ملاقات کر کے ساری صورت حال سے آگاہ کیا اور اخلاقی و قانونی امداد طلب کی۔ اور قادیانیوں کے خلاف مقدمہ درج کروانے اور اسکی پیروی کے لیے محمد مالک (شہید) نے خود کو بطور مدعی پیش کیا۔ مہر محمد اسلم ناصر ایڈووکیٹ نے وکلاء کا ایک وفد تشکیل دے کر 4 چک سے آنے والے وفد کے ہمراہ D.P.O. صاحب سے ملاقات کی۔ اور انہیں اصل صورتحال سے آگاہ کیا۔ D.P.O. نے معاملہ کی سنگینی کو بھانپتے ہوئے D.S.P. صدر اور S.H.O. صدر نذکانہ صاحب پر مشتمل انکوائری کمیٹی تشکیل دے کر جینی برحقاقت تفتیش کرنے کا حکم دیا۔ انکوائری کمیٹی نے 20.06.08 کو فریقین کو شام 5 بجے تھانہ طلب کیا دونوں طرف سے بہت سے لوگ پیش ہوئے اور درخواست میں نامزد ملزم اصغر ولد عبدالرحمن نے ارتکاب جرم کا اقرار کر لیا۔ تو انکوائری کمیٹی نے ملزمان کے خلاف زیر دفعہ 295/C اندراج مقدمہ کا حکم دیا اور مقدمہ نمبر 351/08 بر خلاف اصغر، خالد، ندیم، راشد، ظفر اور اقبال درج ہو گیا۔ ملزم اصغر کو تھانہ میں موجود ہونے کی وجہ سے گرفتار کر لیا گیا جبکہ بقیہ ملزمان کی گرفتاری اور تفتیش کے لیے شل مقدمہ رانا منور S.I. کے سپرد ہوئی۔ ملزمان کا تعلق راجپوت خاندان سے تھا اور تفتیش افسر بھی راجپوت، نزدیکی گاؤں کا رہائشی اور ملزمان کا رشتہ دار تھا چنانچہ اس نے ملزمان کی گرفتاری کے لیے کوئی ریٹن کیا بلکہ مدعی مقدمہ محمد مالک (شہید رحمۃ اللہ علیہ) کو ذرا دھمکا کر مقدمہ واپس لینے پر مجبور کرتا اور محمد مالک شہید کے ہمراہ آنے والے گواہان کے ساتھ انتہائی جگ آمیز زبان سے بات کرتے ہوئے انھیں محمد مالک شہید کے ساتھ آنے سے روکتا رہا۔ شروع شروع میں آپ کے والدین نے بھی آپ کو اس مقدمہ کی پیروی سے روکنے کی کوشش کی مگر نشہ عشق رسالت سے سرشار محمد مالک (شہید رحمۃ اللہ علیہ) اپنی حقیقی منزل کی طرف بڑھتے ہوئے استقامت کا پہاڑ بن گئے اور آپ نے فیصلہ کر لیا کہ قانونی و عدالتی چارہ جوئی سے کسی صورت

پیچھے نہیں ہٹیں گے چنانچہ والدین بھی رضامند ہو گئے اور مقدمہ کی پیروی کے لیے نئی موٹر سائیکل خرید کر دے دی۔ آپ نے مجلس تحفظ ختم نبوت کے عہدہ داران کے ہمراہ متعدد بار ڈی ایس پی صدر اور انچارج تھانہ صدر ننگانہ سے ملاقات کر کے معاملہ کی سنگینی کا احساس دلایا اور ملزمان کی گرفتاری کا مطالبہ کیا لیکن کسی کے کان پر جوں تک نہ رہی۔ محمد مالک (شہید رحمۃ اللہ علیہ) نے ہر دفعہ اس خدشہ کا برملا اظہار کیا کہ گرفتاری نہ ہونے کی وجہ سے قادیانیوں کے حوصلے بہت بڑھ چکے ہیں اور وہ کسی بھی وقت مجھ پر حملہ کر کے مجھے قتل کر دیں گے لیکن اسکی کسی بات پر ڈی ایس پی سمیت کسی پولیس افسر نے کان نہ دھرا۔ 10 ستمبر 2008ء قادیانیوں ملزمان کی عبوری ضمانت کی تاریخ تھی۔ پولیس نے روایتی سستی کا مظاہرہ کرتے ہوئے دانستہ طور پر نہ ہی کسی ذمہ دار پولیس آفیسر کے ذریعے مقدمہ کا ریکارڈ عدالت میں پیش کیا اور نہ ہی ضمانتیں خارج ہونے کی صورت میں ملزمان کی گرفتاری کیلئے مناسب پولیس کا بندوبست کیا۔ بلکہ ملزمان سے ملی بھگت کر کے انھیں فرار ہونے کا پورا پورا موقع فراہم کیا۔ چنانچہ ملزمان نے درخواست ضمانت واپس لے لی اور فرار ہو گئے۔ گاؤں میں جا کر ملزمان نے کھلے عام اسلحے کی نمائش کرتے ہوئے محمد مالک (شہید) اور اس کے ساتھیوں کو دھمکیاں دینا شروع کر دیں۔ اس پر محمد مالک (شہید) اور اس کے چائرا ساتھی علامہ محمد اکرم، سید محمد اعجاز حسین شاہ، طاہر محمود، محمد عارف اور محمد سلیم نے مہر محمد اسلم ناصر ایڈووکیٹ، لیاقت علی کچی ایڈووکیٹ، چوہدری محمد ارشد ایڈووکیٹ، محمد اکرم ناز، صادق علی زاہد، محمد سرور اور مہر شوکت علی شاہد کے ہمراہ ضلعی پولیس آفیسر ننگانہ صاحب اکبر ناصر سے ملاقات کر کے پولیس کی نااہلی و سستی کا شکوہ کیا۔ لیکن D.P.O نے سیدھے منہ بات تک نہ کی جس سے صاف ظاہر ہو رہا تھا کہ عدل و انصاف فراہم کرنے کا دعوے دار ضلعی پولیس آفیسر کی انجانی قوت سے مرعوب ہو چکا ہے۔ مہر محمد اسلم ناصر ایڈووکیٹ نے D.P.O سے اپنے اس خدشے کا برملا اظہار کیا کہ قادیانی مدعی مقدمہ محمد مالک (شہید) کی جان کے در پے ہو چکے ہیں۔ اس کے باوجود D.P.O نے کوئی معقول بندوبست نہ کیا۔ اسی دن وفد نے D.S.P صدر سے بھی ملاقات کی۔ D.S.P نے بذریعہ فون S.H.O تھانہ صدر ننگانہ صاحب اور تفتیشی آفیسر رانا منور S.I کو اپنے دفتر طلب کیا۔ دو گھنٹے وفد بیٹھا رہا لیکن دونوں ہی نہ آئے اس پر D.S.P نے معذرت خواہانہ انداز میں وفد کو شام 6:00 بجے تھانہ صدر ننگانہ صاحب حاضر ہونے کیلئے کہا۔

شام 6:00 بجے پچاس کے قریب مسلمانوں کا وفد مہر محمد اسلم ناصر ایڈووکیٹ، حاجی عبدالحمید رحمانی اور محمد مالک (شہید) کی قیادت میں تھانہ صدر پہنچ گیا۔ جہاں پر D.S.P صدر اور S.H.O صدر موجود تھے۔ لیکن مقدمہ کا تفتیشی رانا منور S.I موجود نہ تھا۔ S.H.O کی ساری گفتگو کا محور مفروضہ قادیانی ملزمان کی بریت ثابت کرنا تھا۔ اور صاف نظر آ رہا تھا کہ S.H.O ملزمان کی وکالت کر رہا ہے اس پر لیاقت علی کچی ایڈووکیٹ نے اس خدشہ کا اظہار کیا کہ S.H.O نے قادیانی ملزمان

سے بھاری رشوت وصول کر لی ہے۔ جس پر D.S.P. نے کہا کہ یہ تو بین رسالت کا مقدمہ ہے کوئی مسلمان اس مقدمے میں رشوت لینے کا تصور بھی نہیں کر سکتا۔ اگر کسی پولیس آفیسر نے اس مقدمہ میں رشوت لی ہو تو ایسے ہی ہے جیسے اس نے اپنی بیوی یا بیٹی کی عزت کا سودا کیا ہے۔ جبکہ یہ کسی بھی غیر متندان انسان کیلئے نہ ممکن ہے۔ جب D.S.P. یہ بات کر رہا تھا تو S.H.O. کا رنگ زرد ہو گیا اور اسکی حالت قابل دید تھی وفد نے پر زور مطالبہ کیا کہ پولیس اپنی تفتیش اپنے وٹن کے مطابق مکمل کرتے ہوئے جو طرمان گناہگار ہیں انھیں گناہگار رکھے۔ جو بے گناہ ہیں انھیں بے گناہ رکھے۔ لیکن دونوں پولیس افسران بعد تھے کہ آپ ہی بتائیں کہ کتنے لوگ گناہگار اور کتنے بے گناہ ہیں۔ اس پر وفد نے کہا کہ ہم نے تو گناہگاروں کے خلاف ہی مقدمہ درج کرایا ہے کسی بے گناہ کے خلاف مقدمہ درج نہیں کرایا۔ چنانچہ کوئی نتیجہ نکلے بغیر وفد کو تھانہ سے فارغ کر دیا گیا۔ محمد مالک (شہید) نے D.S.P. کے سامنے متعدد بار کہا کہ S.H.O. اور تفتیشی افسر مجھے قادیانیوں کے ذریعے قتل کروانا چاہتے ہیں اگر میں قتل ہو گیا تو اسکی تمام تر ذمہ داری پولیس پر ہوگی جو کھلم کھلا قادیانیوں کی مکمل پشت پناہ بنی بیٹھی ہے اس پر S.H.O. نے کہا کہ طرمان تو بیگلی ملی بنے پھر رہے ہیں وہ کیسے آپ پر حملہ کر سکتے ہیں۔ مگر دوسرے دن ہی آپ کا خدشہ سچ ثابت ہوا اور پولیس کی ملی بھگت سب پر آشکارا ہو گئی۔ اب تو یہ بات ننگنا صاحب کے ہر پیر و جوان کی زبان پر ہے کہ پولیس نے ناموس رسالت اور محمد مالک (شہید رحمۃ اللہ علیہ) کی زندگی کا سودا قادیانیوں سے پانچ لاکھ روپے میں طے کر کے مکمل رقم حاصل کر لی تھی۔ تھانہ سے فارغ ہو کر محمد مالک (شہید) اور اس کے سب ساتھی دفتر ختم نبوت میں افطاری کرنے کے بعد اپنے گاؤں چلے گئے اگلے دن 11 ستمبر کو محمد مالک (شہید رحمۃ اللہ علیہ) قاری محمد اکرم اور محمد عارف دوبارہ ضلع کچہری ننگنا صاحب آئے اور ایک اشٹام فروش سے وقت لیا کہ وہ اپنے گاؤں سے چالیس لوگوں کو ساتھ لے کر کل کو آئیں گے جو اس بات کی گواہی دیں گے کہ قادیانیوں نے تو بین رسالت کا جرم کیا تھا اور جن طرمان کے خلاف مقدمہ تو بین رسالت درج ہے۔ یہ سب ارتکاب جرم تو بین رسالت میں پوری طرح طوٹ ہیں۔ آپ سب لوگوں سے بیانات حلفی تحریر کر دیں تاکہ میں ان کو شامل مثل کروا سکوں۔ دو بجے بعد از نماز ظہر محمد مالک (شہید) اپنے ساتھیوں کے ہمراہ ضلع کچہری ننگنا صاحب سے اپنے گاؤں چلے گئے۔

گاؤں جا کر محمد مالک (شہید) نے ان لوگوں سے رابطہ کیا جو جرم تو بین رسالت کے عینی شاہد تھے۔ ان سے شناختی کارڈز اکٹھے کیے اور انھیں اگلے دن ضلع کچہری ننگنا صاحب جانے کیلئے پابند کیا۔ اسی دوران افطاری کا وقت ہو گیا تو محمد مالک (شہید) اپنے گھر سے افطاری کیلئے پر تکلف لوازمات لے کر اپنے سب سے پیارے دوست سید اعجاز حسین شاہ (امام مسجد) کے پاس چلا گیا۔ اور دونوں دوستوں نے مل کر افطاری کی اور نماز مغرب کے بعد دونوں نے آنے والے کل کا پروگرام فائل کیا۔ اور محمد مالک (شہید) بڑی مسجد میں نماز عشاء وتر اوتح کیلئے چلا گیا مسجد میں بعد از نماز تراویح مقدمہ تو بین رسالت کی نئی صورتحال پر غور و خوض کرنے کیلئے میٹنگ بھی بلائی گئی تھی۔ رات گیارہ بجے نماز اور میٹنگ سے فارغ ہو کر محمد مالک (شہید) مسجد سے اپنے

گھر واپس جا رہا تھا۔ قاری محمد اکرم صاحب، محمد مالک (شہید) کا بھائی خالد محمود اور محمد ارشد اکٹھے مسجد سے نکلے قاری محمد اکرم صاحب کا گھر آگیا تو وہ اپنے گھر داخل ہو گئے۔ جبکہ بقیہ تینوں اپنے اپنے گھروں کو چل دیے۔ جب تینوں محمد حفیظ ولد محمد لطیف کے گھر کے سامنے چوک میں پہنچے تو بلا غمیری دو موٹر سائیکلوں پر سوار قادیانی ملزمان ندیم ولد اصغر، افتخار ولد لیس، راشد ولد سرور اور عشرت ولد وکل مجید آتشیں اسلحہ سے مسلح سامنے سے آگئے جبکہ تیسری موٹر سائیکل پر تین نامعلوم مسلح ملزمان تھوڑے فاصلے پر کھڑے ہوئے تھے۔ ملزم افتخار نے خالد محمود اور محمد ارشد کو اسلحہ کی ٹوک پر ایک طرف کر لیا۔ جبکہ ملزم عشرت نے محمد مالک (شہید) پر فائر کر دیا دوسرا فائر ملزم ندیم نے محمد مالک (شہید) پر کیا دونوں فائر محمد مالک (شہید) کے چہرہ اور گردن پر دائیں طرف لگے۔ جس سے محمد مالک (شہید) شدید زخمی ہو کر گر پڑے اور بغیر تڑپے بغیر کوئی آواز نکالے آپ کی روح پرواز کر گئی اس طرح 11 ستمبر 2008ء بروز جمعرات 10 رمضان المبارک 1429ھ گیارہویں شریف کی بابرکت رات 11 بجے آپ کو مرتبہ شہادت نصیب ہو گیا ملزمان تینوں موٹر سائیکلوں پر اسلحہ لہراتے ہوئے فرار ہو گئے۔ محمد مالک (شہید) کی شہادت کی خبر پورے ملک میں جنگل کی آگ کی طرح پھیل گئی۔ نکانہ صاحب سے مجلس تحفظ ختم نبوت کے عہدہ داروں اور کارکنوں کی بھاری تعداد وقوعہ کا علم ہوتے ہی فوراً محمد مالک (شہید) کے گاؤں چک نمبر 4 (مالک شہید والا) پہنچ گئی۔ پولیس کی بھاری نفری پہلے ہی گاؤں میں پہنچ چکی تھی۔ محمد مالک شہید رحمۃ اللہ علیہ کا جسدِ خاکی قبلہ رو چارپائی پر جائے شہادت پر ہی پڑا ہوا تھا۔ کارکنان مجلس تحفظ ختم نبوت نے جائے وقوعہ پر پہنچ کر سب سے پہلے محمد مالک (شہید) کے قدم چومے اور ضروری قانونی کارروائی و پوسٹ مارٹم کیلئے شہید کے جسدِ خاکی کو نکانہ صاحب لے آئے۔ محمد مالک (شہید) کے والد چوہدری محمد یونس صاحب صبر و استقامت کا پہاڑ بنے ہوئے تھے۔ نوجوان بیٹے کی جدائی کا غم کرتے ہوئے کبھی آنسو بہاتے اور کبھی اس کی شہادت پر فخر کرتے ہوئے ان کا سر فخر سے بلند ہو جاتا۔ اپنے حواس پر مکمل کنٹرول رکھتے ہوئے آپ نے اپنے شہید بیٹے کی شہادت کا مقدمہ نمبر 618/08 بجزم 148/302/149 پ تھانہ صدر نکانہ صاحب میں خود درج کرایا۔

جب محمد مالک شہید رحمۃ اللہ علیہ کا پوسٹ مارٹم کیا جا رہا تھا تو موقع پر موجود لوگوں نے دیکھا کہ محمد مالک شہید رحمۃ اللہ علیہ کے خون کی خوشبو سے فضا معطر ہو گئی۔ پوسٹ مارٹم کے بعد شہید کے جسدِ خاکی کو چک نمبر 4 (مالک شہید والا) لے جایا گیا۔ بعد از نماز جمعہ شہید کی نماز جنازہ کا اعلان ہو گیا نماز جمعہ تک قرب و جوار سے ہزاروں کی تعداد میں لوگ جوق در جوق چک نمبر 4 (مالک شہید والا) پہنچ گئے۔ نماز جمعہ جامع مسجد رضوی میں ادا کی گئی مسجد میں تل دھرنے کو جگہ نہ بنی لوگ قادیانیوں کے خلاف آتش زیر پا بنے ہوئے تھے اور ان کے گھروں کو صفحہ ہستی سے مٹانے پر تلے ہوئے تھے۔ اس پر قاری محمد اکرم خطیب مسجد، مہر محمد اسلم ناصر ایڈووکیٹ امیر مجلس تحفظ ختم نبوت نکانہ صاحب اور حاجی عبدالحمید رحمانی نے لوگوں کو صبر و تحمل اور استقامت و بردباری سے کام لیتے ہوئے کسی بھی غیر قانونی و غیر اخلاقی سرگرمی میں ملوث ہونے سے باز رہنے کی اپیل کی۔ اسی وقت حاجی

عبدالحمید رحمانی نے گاؤں کا نام چک نمبر 4 بھگوان پورہ کی بجائے چک نمبر 4 مالک شہید والا رکھنے کا اعلان کیا۔ جب محمد مالک شہید رحمۃ اللہ علیہ کے آبائی گھر سے جنازہ اٹھا تو پورا گاؤں معطر ہو گیا۔ کم و بیش پندرہ سے بیس ہزار تک لوگوں کا ہجوم جنازہ میں شریک تھا۔ جنازہ کو کندھا دینے کیلئے لوگ دیوانہ وار بھاگ رہے تھے جو شخص شہید کی چار پائی کو ہاتھ لگانے میں کامیاب ہو جاتا وہ اپنے مقدر پر ناز کرتا۔ ٹل سکول چک نمبر 6 کی فٹ بال گراؤنڈ انسانوں کے ہجوم سے کچا کھج بھری ہوئی تھی۔ چند منٹ کیلئے مجاہد ختم نبوت بدیع الزمان بھٹی صاحب نے پر جوش خطاب فرماتے ہوئے محمد مالک شہید رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں زبردست خراج تحسین پیش کیا اور محمد مالک شہید رحمۃ اللہ علیہ کے دست راست اور پیارے دوست علامہ سید اعجاز حسین شاہ صاحب نے نماز جنازہ کی امامت کرائی راقم الحروف کو تین دفعہ شہید ناموس رسالت کے قدم چومنے کی سعادت نصیب ہوئی۔ پھر گلاب کے پھولوں میں لپٹا شہید ناموس رسالت کا جسد خاکی زمین کی گود میں سلا دیا گیا۔ اگلے دن ملک بھر کے اخبارات میں محمد مالک شہید رحمۃ اللہ علیہ کی شہادت اور فقید المثل جنازہ کی خبریں سرخیوں سے شائع ہوئیں۔

☆☆☆☆

☆☆☆☆

☆☆☆☆



ختم نبوت اور حضرت غزالی زماں

علامہ سید احمد سعید کاظمی

صادق علی زاہد

غزالی زماں، ابوالنجم، سید احمد سعید کاظمی علیہ الرحمہ کا سلسلہ نسب سیدنا امام موسیٰ کاظم علیہ الرحمہ سے منسلک ہے۔ ۱۹۱۳ء میں آپ مراد آباد کے مضافاتی شہر امر وہہ میں پیدا ہوئے۔ والد ماجد کا اسم گرامی سید محمد مختار کاظمی علیہ الرحمہ تھا۔ ایام طفولیت میں ہی والد محترم کا سایہ سر سے اٹھ گیا۔ آپ کی تعلیم و تربیت آپ کے برادر معظم سید محمد خلیل کاظمی علیہ الرحمہ کی زیر نگرانی ہوئی۔ سید محمد خلیل کاظمی علیہ الرحمہ انتہائی فاضل، عظیم محدث اور صاحب نظر درویش تھے۔ شعر و سخن سے بھی دلچسپی تھی اور ہمیشہ حضور ﷺ کی محبت میں ڈوبی ہوئی نعین کہا کرتے تھے۔ شاہ جہان پور کے مدرسہ بحر العلوم میں مدرسہ کی خدمات انجام دیتے تھے اور سفر و حضر میں ہمیشہ حضرت علامہ کاظمی علیہ الرحمہ کو اپنے ساتھ رکھتے تھے۔

غزالی زماں نے ابتداء سے انتہائیکہ تمام تعلیم اپنے برادر معظم سے ہی حاصل کی اور آپ ہی کے دست حق پرست پر بیعت ہوئے۔ سولہ سال کی عمر میں سند فراغت حاصل کی۔ دستار بندی کے موقع پر حضرت شاہ علی حسین صاحب اثرنی کچھوچھوی علیہ الرحمہ تشریف لائے اور اپنے مبارک ہاتھوں سے آپ کو دستار فضیلت باندھی۔ اس تقریب میں حضرت مولانا معوان رامپوری علیہ الرحمہ، حضرت صدر الافاضل سید محمد نعیم الدین مراد آبادی علیہ الرحمہ، مولانا ثار احمد کانپوری علیہ الرحمہ و دیگر اکابر علماء اور مشائخ اہل سنت موجود تھے سب نے آپ کو خصوصی دعاؤں سے نوازا۔

زمانہ طالب علمی ہی میں آپ نے ”اقتناع کذب“ کے موضوع پر ایک انتہائی علمی اور پرمغز رسالہ ”شیعہ الرحمن عن الکذب والقصص“ کے نام سے رقم فرمایا۔ مختلف بد مذہبوں سے مباحثوں اور مناظروں میں حصہ لیا اور ہر بار خدا کے فضل و کرم سے کامیاب رہے۔

آپ کی پوری زندگی دین و ملت کی خدمت سے عبارت ہے۔ آپ کو دیکھ کر اسلاف کی یاد تازہ ہوتی تھی اور شریعت پر

استقامت اور متابعت سنت کا ذوق ابھرتا تھا۔ آپ کے پاس بیٹھنے سے سینہ میں عشق رسول کی بجلیاں کوندنے لگتی تھیں، اور آپ کی گفتگوں کر دل خوف خدا سے پکھل جاتا تھا۔ آپ نے عرب بھر عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ اور ردِ قادیانیت کے سلسلہ میں نہایت اہم خدمات سرانجام دی ہیں۔

مسلم لیگ کی صوبائی کونسل کے اجلاس منعقدہ ۱۹۵۲ء میں قادیانیت کے خلاف قرارداد پیش کی۔ اس قرارداد میں مسلم لیگ کے اکابرین سے کہا گیا تھا کہ وہ قادیانیت کے مضمرات اور ان کی اسلام دشمنی کا دشوں سے باخبر ہیں اور انگریزوں کے پیدا کئے ہوئے اس فتنے کے استیصال کے لئے جملہ صلاحیتیں بروئے کار لائیں۔ اس قرارداد کا مقصد یہ تھا کہ اگر ہم پاکستان میں اسلامی آئین نافذ کرنا چاہتے ہیں تو ہمیں عظمت و شان مصطفیٰ ﷺ کو ہر پہلو سے مقدم رکھنا ہوگا۔ اسلام حضور ﷺ سے عبارت ہے اور حضور ﷺ کی خاتم المرسلین کا مسئلہ حل کئے بغیر ملک میں اسلام کے نفاذ کا تصور ممکن نہیں ہے۔ کیونکہ

مصطفیٰ برساں خویش را کہ دیں ہمہ دوست

اگر بہ او نرسیدی تمام بولہبی است

پاکستان کی سیاسی و تہذیبی زندگی کے بصرین کا کہنا ہے کہ اگر یہ قرارداد اس وقت منظور کر لی جاتی تو قادیانیت کا مسئلہ اسی وقت حل ہو جاتا اور قادیانی عناصر نے بعد کے ادوار میں جس طرح قوت پکڑ کر اس مملکت کو جن عظیم نقصانات سے دوچار کیا وہ پیش نہ آتے مگر افسوس کہ آپ کی پیش کردہ اس قرارداد کو مسلم لیگی زعماء نے خاطر خواہ پذیرائی نہ دی۔ اس سے آپ کو اندازہ ہو گیا کہ یہ مسلم لیگ وہ نہیں رہی جو حضرت قائد اعظم محمد علی جناح علیہ الرحمہ کی قیادت میں اسلامی نظام کے نفاذ کا پروگرام لے کر چلی تھی۔ چنانچہ آپ نے مسلم لیگ سے علیحدگی اختیار کر لی۔ عظمت و شان رسول ﷺ کے تحفظ کے لئے، آپ نے قادیانیوں کا تعاقب جاری رکھا۔ جمعیت علمائے پاکستان، جماعت اہلسنت پاکستان، تنظیم المدارس اور دوسری متحدہ تنظیموں کی وساطت سے آپ مسئلہ ختم نبوت کی عظمت و اہمیت اجاگر کرتے رہے، تا آنکہ حکومت نے قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دے دیا۔ (۱)

۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت کے دوران آپ نے قید و بند کی صعوبتیں بھی برداشت کیں۔ قادیانیوں کی طرف سے مرزا قادیانی کے دعویٰ نبوت پر دجل کے پردے چڑھا کر اس کی نبوت کو تشریحی اور غیر تشریحی کے جھمیلوں میں ڈالنے کی کوشش کی گئی تو آپ نے اس کے رد میں بھرپور مقالہ قلمبند فرمایا۔

آپ فرماتے ہیں ”مرزائیوں نے مرزا قادیانی کی نبوت غیر تشریحی ثابت کرنے کے لئے بعض اکابر صوفیائے کرام

مثلاً شیخ اکبر محمد الدین ابن عربی علیہ الرحمہ اور امام شہرانی علیہ الرحمہ کی عبارات سے استدلال کیا ہے۔ تحقیق مقام کے لئے ہمیں سب سے پہلے مرزا قادیانی کے دعوای نبوت پر ایک نظر ڈالنے کی ضرورت ہے۔ اس سلسلہ میں مرزا کے عجیب متضاد بیانات ہیں۔ کہیں تو مرزا قادیانی نے خود کو غیر تشریحی نبی قرار دیا ہے۔ اور لکھا ہے کہ ”جس جگہ میں نے نبوت و رسالت سے انکار کیا ہے، صرف ان معنوں سے کیا ہے کہ میں مستقل طور پر کوئی شریعت لانے والا نہیں ہوں۔ اور نہ میں مستقل طور پر نبی ہوں مگر ان معنوں سے کہ میں نے اپنے رسول مقتدا سے باطنی فیوض حاصل کر کے، اور اپنے لئے اسی کا نام پا کر اسی کے واسطے سے خدا کی طرف سے علم غیب پایا ہے۔ رسول اور نبی ہوں مگر بغیر کسی جدید شریعت کے اس دور کا نبی کہلانے سے میں نے کبھی انکار نہیں کیا۔ بلکہ ان ہی معنوں سے خدا نے مجھے نبی اور رسول کہہ کر پکارا ہے۔ سو اب بھی میں انہی معنوں سے نبی اور رسول ہونے سے انکار نہیں کرتا۔“ اس عبارت میں مرزا قادیانی نے صاف لفظوں میں ”غیر تشریحی“ نبی ہونے کا دعویٰ کیا ہے۔ اب اس کے خلاف ”تشریحی نبوت“ کا دعویٰ بھی ملاحظہ فرمائیے، لکھتا ہے۔

”اگر کہو کہ صاحب شریعت افترا کر کے ہلاک ہوتا ہے۔ نہ ہر ایک مغتری تو اول تو یہ دعویٰ بلا دلیل ہے، خدا نے افترا کے ساتھ شریعت کی کوئی قید نہیں لگائی۔ ما سو اس کے یہ بھی تو سمجھو کہ شریعت کیا چیز ہے، جس نے اپنی وحی کے ذریعہ سے کچھ امر اور نہی بیان کئے اور اپنی امت کے لئے ایک قانون مقرر کیا وہی صاحب شریعت ہو گیا۔ پس اس تعریف کی رو سے بھی ہمارے مخالف ملزم ہیں۔ کیونکہ میری وحی میں امر بھی ہیں اور نہی بھی“

اس عبارت میں مرزا قادیانی نے کھلے لفظوں میں اپنے آپ کو صاحب شریعت کہا ہے۔ کہیں سرے سے مکر جاتا۔ اور اپنے ہاتھ سے اپنی نبوت کا صفایا کرتے ہوئے کہتا ہے ”نبوت کا دعوے نہیں۔ بلکہ محدثیت کا دعویٰ ہے۔ جو کہ بحکم خدا کیا گیا“ (3)

لاہوری مرزائی، عام مسلمانوں کو گمراہ کرنے کے لئے مرزا قادیانی کی وہ عبارتیں پیش کرتے ہیں۔ جن میں نبوت سے انکار ہے۔ اور قادیانی، مرزائی اعوام کو بہکانے کے لئے غیر تشریحی نبوت والی عبارتیں دکھا دیتے ہیں۔ مرزائی، اگر مرزا قادیانی کو سچا سمجھتے ہیں تو قطعی طور پر انہیں صاحب شریعت نبی مانتے ہوں گے۔ کیونکہ اربعین کی عبارت محولہ بالا میں مرزا قادیانی نے واضح طور پر اپنے آپ کو صاحب شریعت قرار دیا ہے۔ لیکن ختم نبوت کے دلائل سے ٹھک کر قادیانی مرزائی اسی بات پر زور دیتے ہیں کہ مرزا قادیانی غیر تشریحی نبی ہے۔ صرف تشریحی نبوت ختم ہوتی ہے غیر تشریحی نبوت جاری ہے۔

نبوت کی دو قسمیں، تشریحی و غیر تشریحی، جن معنی میں مرزائیوں نے بیان کی ہیں، وہ قرآن و حدیث اور دلائل شرعیہ کے بالکل خلاف ہیں۔ کوئی نبی ایسا نہیں ہوا۔ جو صاحب شریعت نہ ہو۔ مرزائیوں کو نبوت کی اس تقسیم کی دلیل میں، نہ کوئی

قرآن کی آیت ہاتھ آئی نہ کوئی حدیث، البتہ حضرات صوفیائے کرام مثلاً شیخ محی الدین ابن عربی علیہ الرحمہ اور امام شعرانی علیہ الرحمہ کی بعض عبارات سے غلط اخذ کر کے، انہوں نے اس دعویٰ کو ثابت کرنے کی ناپاک کوشش کی۔ مرزا قادیانی نے ابن عربی کو وحدت الوجود کا حامی بتایا اور وحدت الوجود کے قائلین کو لٹھ اور زندیق کہا، مرزائیوں کو شرم و حیا سے کام لینا چاہیے کہ جن صوفیاء کرام کو مرزا قادیانی نے لٹھ اور زندیق قرار دیا ہے، ان ہی کے اقوال و عبارات کو وہ مرزا قادیانی کی نبوت کی دلیل میں پیش کر رہے ہیں۔۔

قبل اس کے کہ ہم ان حضرات صوفیاء کی عبارات پیش کر کے اس مسئلہ کو واضح کریں اور مرزائیوں کی افترا پر وازی کا جواب لکھیں مناسب معلوم ہوتا ہے۔ کہ اس مقام پر صوفیاء کے مسلک اور ان کے مقصد کو با وضاحت بیان کر دیں۔

حقیقت یہ ہے کہ صوفیائے کرام کی مقدس جماعت کا کام صرف یہ ہے کہ وہ تزکیہ باطن اور صفائی قلب کے بعد اپنے دل و دماغ اور روح کو انوار معرفت سے منور کریں۔ اور فیوض و برکات سے مستفیض ہو کر خدائے تعالیٰ کی معرفت اور اس کا قرب حاصل کریں۔ ظاہر ہے کہ یہ فیوض و برکات اور انوار و کمالات آفتاب نبوت ہی کی شعاعیں ہیں اور حضور سید عالم ﷺ کی نبوت اور رسالت کا ہی فیض ہے۔ اگر بارگاہ نبوت سے کسی کو فیض نہ پہنچے۔ اور آفتاب نبوت کی شعاعیں کسی کے دل کو نہ چمکائیں تو اس کو ہرگز کوئی فضل و کمال حاصل نہیں ہو سکتا نہ اس کے دل میں کوئی نور پیدا ہو سکتا ہے۔ ہر فضل و کمال کا سرچشمہ صرف نبوت اور رسالت ہے۔

اس مقام پر یہ شبہ پیدا ہو سکتا تھا۔ کہ جب نبوت حضور ﷺ پر ختم ہو گئی۔ اور آپ ﷺ نے باب نبوت کو مسدود فرمایا تو شاید وہ تمام فیوض و برکات بھی بند ہو گئے، جو بارگاہ نبوت سے وابستہ تھے اور نبوت کا دروازہ بند ہو جانے کی وجہ سے کسی کو مقام نبوت سے کسی قسم کا کوئی فیض نہیں پہنچ سکتا۔ اگر یہ صحیح اور ختم نبوت کا یہی مفہوم لیا جائے کہ نبوت کا دروازہ بند ہو جانے سے مقام نبوت کے تمام فیوض و برکات بند ہو گئے۔ تو صوفیائے کرام کا ریاضت و مجاہدہ کرنا اور صفائی باطن اور تزکیہ نفس کر کے مقام نبوت کے فیوض و برکات اور آفتاب رسالت کے انوار سے مستفیض ہونے کی امید رکھنا بھی لغو و بے معنی ہوگا اور اس طرح صوفیائے کرام کا تمام سلسلہ تصوف اور جدوجہد سب بیکار اور لغو ہو جائیگی اس شبہ کو دور کرنے اور مقصد تصوف کو کامیاب بنانے کے لئے صوفیائے کرام کا فرض تھا کہ وہ یہ بتائیں کہ ختم نبوت کے یہ معنی نہیں ہیں کہ مقام نبوت اس طرح ختم ہو گیا۔ کہ اب کسی کو کوئی فضل و کمال نبوت کے دروازہ سے حاصل نہیں ہو سکتا۔ یہ شبہ و وسوسہ شیطانی ہے اور حقیقت یہ ہے کہ فیضان نبوت جاری ہے۔ اور ہر صاحب فضل و کمال کو اس کی استعداد کے موافق جو کمال ملا ہے یا ملے گا۔ اس کا سرچشمہ مقام نبوت ہی ہے۔ اور ختم نبوت کے معنی صرف یہ ہیں کہ کسی کو امر و نہی کے ساتھ مخاطب نہیں کیا جائے گا اور شریعت نہیں دی جائے گی۔

اس کو امر ونہی کے ساتھ مخاطب کرنا ہی تشریحی ہے۔ عام اس سے کہ وہ امر ونہی قدیم ہو یا جدید شریعت و نبوت میں کچھ فرق نہیں۔ نبوت شریعت ہے اور شریعت نبوت۔ کوئی نئی ایسا نہیں ہوا جس کو اللہ تعالیٰ نے کسی امر ونہی سے مخاطب نہ فرمایا ہو قرآن مجید میں ارشاد فرمایا قَبَعْتُ اللّٰهُ النَّبِيِّنَ مُبَشِّرِينَ وَ مُنْذِرِينَ (البقرہ ۲۱۳) ہر نبی تبشیر اور انذار پر مامور ہوتا ہے۔ اور یہی شریعت ہے۔ رسول اللہ ﷺ کے بعد نبی نہ ہونے کا یہ مطلب نہیں۔ کہ مقام نبوت کے فیوض و برکات بند ہو گئے۔ لیکن فیوض و برکات نبوت جاری ہونے کا یہ مطلب لینا بھی بالکل غلط اور باطل ہے کہ فیضان نبوت سے کوئی نبی بن سکتا ہے۔ دیکھئے تمام عالم اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم اور اس کی رحمتوں سے مستفید ہو رہا ہے۔ اور بارگاہ الوہیت سے ہر قسم کے فیوض و برکات بندوں کو حاصل ہو رہے ہیں۔ لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ بندے فیضان الوہیت سے الوہیت کا درجہ بھی پاسکتے ہیں۔ حضرات صوفیائے کرام نے اپنی عبارات میں واضح طور پر اس حقیقت کو تسلیم کیا ہے کہ فیضان نبوت جاری ہونے سے ہماری مراد یہ نہیں کہ نبوت اور شریعت جاری ہے۔ بلکہ امر ونہی کا دروازہ قطعاً مسدود ہو چکا ہے۔ اور جو شخص رسول اللہ ﷺ کے بعد اس بات کا دعویٰ کرے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے کسی بات کا ”امر“ فرمایا ہے یا کسی ”نہی“ سے مخاطب کیا ہے۔ تو ایسا شخص مدعی نبوت و شریعت ہے۔ اگر وہ احکام شرع کا مکلف ہے تو ہم ایسے شخص کی گردن مار دیں گے۔ (الیواقیت والجوہر جلد دوم ص ۳۴)

فان قال ان الله امرني بفعل المباح قلناله لا يخلون يرجع ذالك المباح واجبا في حق او مندوبا و ذالك عين نسخ الشرع الذي انت عليه حيث ميرت بالوحي الذي زعمته المباح الذي قرر الشارح مباحا مورا به يعصى العبد بتركه وان ابقاه صباحا كما كان في الشريعة فاي فائدة لهذا الامر الذي جاء به ملك وحي هذا المدعى الخ.....

اگر کوئی شخص دعویٰ کرے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے ایک مباح کام کا امر فرمایا ہے۔ تو ہم اس سے کہیں گے کہ یہ امر دو حال سے خالی نہیں۔ یا یہ کہ جس مباح کام کا اللہ تعالیٰ نے تجھے امر فرمایا ہے۔ وہ تیرے حق میں واجب ہوگا یا مندوب یہ دونوں صورتیں اس شریعت کے حق میں ناخ قرار پائیں گی۔ جس پر تو قائم ہے۔ اس لئے کہ جس کام کو شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مباح رکھا تھا تو نے اسے اپنی مزعوم کے ساتھ مامور یہ یعنی ضروری اور واجب (یا مستحب) قرار دے لیا جس کے ترک سے بندہ گنہگار یا تارک افضل ہوتا ہے اور اگر اللہ تعالیٰ نے اس امر مباح کو تیرے حق میں مباح ہی رکھا جیسا کہ وہ شرعاً پہلے سے مباح تھا تو تیری اس وحی اور امر سے کیا فائدہ ہوا؟

اس کے بعد امام شعرانی فتوحات مکہ سے شیخ اکبر محی الدین ابن عربی رحمۃ علیہ کی عبارت نقل فرماتے ہیں۔

وقال الشيخ أيضاً في الباب الحادى والعشرين من الفتوحات من قال ان الله تعالى امره بشى فليس ذالك بصحيح انما ذالك تلبيس لان الامر من قسم الكلام دو صفته و ذالك باب مسدود دون الناس الخ

شیخ اکبر محمد الدین ابن عربی علیہ الرحمہ فتوحات مکیہ کی اکیسویں فصل میں فرماتے ہیں۔ جو شخص اس بات کا دعویٰ کرے کہ اللہ تعالیٰ نے اسے کوئی امر فرمایا ہے تو ہرگز صحیح نہیں یہ تلبیس الییس ہے۔ اس لئے کہ امر کلام کی قسم سے ہے۔ اور یہ دروازہ لوگوں پر بند ہے اس کے بعد فرماتے ہیں

فقد بان لك ان ابواب الامر الالهية والنواهي قد صدت وكل من ادعاها بعد محمد ﷺ مداع شريعة اوحى بها اليه لسواء وافق شرعنا او خالف فان كان مكلفا ضربنا عنقه اولا ضربنا عنه صفحاً .

یہ بات تم پر بخوبی واضح ہوگئی کہ اللہ تعالیٰ کے اوامر و نواہی کا دروازہ بند ہو چکا ہے۔ حضرت محمد رسول ﷺ کے بعد جو شخص بھی اس امر کا مدعی ہو کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اسے امر و نہی پہنچا ہے وہ مدعی شریعت ہے۔ عام اس سے کہ جن اوامر و نواہی کا وہ مدعی ہے وہ ہماری شرع کے موافق ہوں یا مخالف، وہ بہر کیف مدعی شریعت ہی قرار پائے گا۔ اگر وہ عاقل و بالغ ہے تو ہم اس کی گردن مار دیں گے۔ ورنہ اس سے پہلو تہی کریں گے (الیواقیت والجبوا جلد ۲ ص ۳۲ طبع مصر)

شیخ اکبر محمد الدین ابن عربی فتوحات مکیہ اور امام شعرانی کی ان تصریحات سے یہ حقیقت اچھی طرح واضح ہوگئی۔ کہ جو شخص اس امر کا مدعی ہو کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے امر و نہی کے ساتھ مخاطب فرمایا ہے۔ وہ مدعی شریعت ہے نیز یہ کہ حضرات صوفیاء کرام کے نزدیک شریعت کے معنی، اللہ تعالیٰ کی طرف سے امر و نہی ہونے کے سوا کچھ نہیں۔ اب مرزا قادیانی کی تصریحات سامنے رکھ کر یہ دیکھ لیجئے۔ کہ وہ من جانب اللہ امر و نہی پانے کا مدعی ہے یا نہیں۔

اربعمین نمبر ۲ ص ۶۰۶ کی یہ عبارت ہم تفصیل سے نقل کر چکے ہیں۔ کہ مرزا قادیانی نے لکھا ”یہ بھی تو سمجھو کہ شریعت کیا چیز ہے جس نے وحی کے ذریعہ سے چند امر و نہی بیان کئے اور اپنی امت کے لئے ایک قانون مقرر کیا وہی صاحب الشریعت ہو گیا۔ پس اس تعریف کی رو سے بھی ہمارے مخالف ملزم ہیں کیونکہ میری وحی میں امر بھی ہیں اور نہی بھی۔“

مرزا قادیانی کی اس عبارت سے دو باتیں بالکل واضح ہو گئیں ایک یہ کہ شیخ اکبر محمد الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ اور امام شعرانی نے شریعت کے جو معنی بیان فرمائے ہیں مرزا قادیانی نے ان پر مہر تصدیق ثبت کر دی۔ دوسری یہ کہ مرزا قادیانی حضرات صوفیاء کرام اور خود اپنی تصریح کے مطابق مدعی شریعت ہے۔

اب میں ان مرزائیوں سے دریافت کرتا ہوں۔ جنہوں نے شیخ اکبر محمد الدین ابن عربی اور امام شعرانی کی تصانیف سے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی تھی کہ ان حضرات کے نزدیک نبوت تشریف ختم ہو گئی۔ غیر تشریف جاری ہے۔ لہذا مرزا قادیانی کا غیر تشریف نبی ہونا درست ہو گیا۔ کس حد تک ان عبارات سے آپ کو فائدہ پہنچا صوفیاء تو آپ کے لئے اغیار کا حکم رکھتے ہیں!

خود مرزا قادیانی جو تمہارا غم خوار ہے اور جس کی نبوت غیر تشریف کی خاطر آپ نے اس قدر پاؤں پیلے اس نے بھی تمہارا ساتھ نہ دیا۔ اور بول اٹھا کہ میری وحی میں امر بھی ہیں اور نہی بھی اور اس طرح میں صاحب شریعت ہوں! یہ تو ”مدعی ست گواہ چست والا معاملہ ہوا“

قارئین کرام نے اچھی طرح سمجھ لیا ہوگا کہ نبوت تشریف کا مفہوم صرف یہ ہے کہ ”اللہ تعالیٰ کی طرف سے امر و نہی پانا“، نبی چونکہ بذریعہ وحی، من جانب اللہ تعالیٰ امر و نہی کے ساتھ مخاطب ہوتا ہے۔ اس لئے ہر نبی تشریف ہوتا۔ اب اس کے بالمقابل نبوت غیر تشریف کے معنی اس کے سوا اور کچھ نہیں رہتے کہ من جانب اللہ تعالیٰ امر و نہی کا خطاب پانے کے علاوہ جس قدر فضائل و کمالات میں مثلاً ولایت، قطیبت، غوثیت اور عرفان و قرب الہی مدارج سلوک وغیرہ انوار و برکات نبوت غیر تشریف ہیں کیونکہ ان سب کا سرچشمہ مقام نبوت ہی ہے۔

اس لئے اگر صوفیاء نے یہ کہہ دیا کہ نبوت غیر تشریف جاری ہے۔ یعنی نبوت کے فیوض و برکات بند نہیں ہوئے۔ امت مسلمہ انوار و برکات نبوت سے فیضیاب ہو رہی ہے تو یہ قول اپنے مرادی معنی کے اعتبار سے بالکل صحیح ہے۔

مرزائیوں کا یہ کہنا کہ ہم مرزا قادیانی کو ”غیر تشریف“ نبی مانتے ہیں مسلمانوں کو دھوکا اور فریب دینا ہے۔ مرزا قادیانی نے اپنے دعوے کے منکرین کو ”جہنمی“ مسلمان اور غیر ناجی، کافر قرار دیا ہے ”ہر ایک شخص جس کو میری دعوت پہنچی ہے اور اس نے مجھے قبول نہیں کیا“ وہ مسلمان نہیں ہے۔“ (مکتوبات مرزا ابناہام ڈاکٹر عبدالحکیم۔ حقیقہ الوحی ص ۱۶۳) جو مجھے نہیں مانتا وہ خدا اور رسول کو بھی نہیں مانتا (حقیقہ الوحی ص ۱۶۳)

(۱) مرزا) جو شخص تیری پیروی نہ کریگا۔ اور بیعت میں داخل نہ ہوگا وہ خدا رسول کی نافرمانی کرے والا اور جہنمی ہے۔ (رسالہ معیار الاخیار ص ۸)

خدا تعالیٰ نے تمام انسانوں کے لئے اس (میری وحی) کو مدارج نجات ٹھہرایا۔ (حاشیہ اربعین ص ۷) ان عبارات سے یہ امر روز روشن کی طرح واضح ہے کہ مرزا قادیانی نے اپنے منکرین کو کافر، جہنمی قرار دیا۔ اب مرزا قادیانی کی اس عبارت کو بھی پڑھ لیجئے نتیجہ آپ کے سامنے ہے۔

”یہ نکتہ یاد رکھنے کے لائق ہے کہ اپنے دعوے کے انکار کرنے والے کو کافر کہنا یہ صرف ان نبیوں کی شان ہے جو خدا تعالیٰ کی طرف سے شریعت اور احکام جدیدہ لاتے ہیں۔ لیکن صاحب شریعت کے ماسوا جس قدر ملہم اور محدث گزرے ہیں۔ کہ وہ کیسی ہی جناب الہی میں اعلیٰ شان رکھتے ہوں، اور خلعت مکالمہ الہیہ سے سرفراز ہوں ان کے انکار سے کوئی کافر نہیں بن جاتا۔“ (تریاق القلوب حاشیہ ص ۳۲۸ طبع دوم)

مرزا قادیانی اپنے منکرین کو کافر بھی کہہ رہا ہے اور یہ بھی کہہ رہا ہے کہ صرف اس نبی کا منکر کافر ہوتا ہے۔ جو شریعت اور احکام جدیدہ لائے۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ مرزا قادیانی احکام جدیدہ اور شریعت کے مدعی ہیں۔ ناظرین کرام ازراہ انصاف بتائیں کہ مرزا قادیانی کی نبوت تشریحی کے دعوے میں اب بھی کچھ کلام کی گنجائش ہے۔!

پھر مرزائیوں کا یہ کہنا کہ مرزا قادیانی غیر تشریحی نبوت کے مدعی ہیں سراسر دجل و فریب نہیں تو کیا ہے!!

فَاعْتَبِرُوا يَا أُولِيَ الْأَبْصَارِ۔

☆☆☆☆

☆☆☆☆

☆☆☆☆



مولانا عنایت اللہ چشتی علیہ الرحمہ اور ردّ قادیانیت

صادق علی زاہد

دارالکفر قادیان میں اولین اسلامی مرکز قائم کر کے ہزاروں لوگوں کو قادیانیت کی زہرناکیوں سے بچانے والے بطل جلیل مولانا عنایت اللہ چشتی علیہ الرحمہ ۱۳۱۹ھ بمطابق ۱۹۰۱ء میں پکڑالہ ضلع میانوالی میں پیدا ہوئے آپ ایمان برادری سے تعلق رکھتے تھے آپ ضلع گجرات کے مولانا غلام رسول صاحب سے استفادہ کرنے کے لیے ان کے مدرسہ میں داخل ہوئے آپ کے بقول اسباق کا سلسلہ شروع کیا ہی تھا کہ اسی دوران میں میر علی شاہ گلڑی علیہ الرحمہ کا حسین علی آف واں پھچراں کے ساتھ واں پھچراں میں مناظرہ ہوا آپ بھی مدرسہ کے طلباء کے ہمراہ مناظرہ دیکھنے کے لیے چلے گئے اور قیام میں میر صاحب کے کیمپ میں کیا۔ حسین علی آف واں پھچراں مناظرہ ہار گئے، ہمراہی طلباء نے مولانا غلام رسول کو بتادیا کہ عنایت اللہ نے بریلوی ہونے کی وجہ سے مخالف کیمپ میں قیام کیا ہے اس پر مولانا غلام رسول آگ بگولا ہو گیا اور آپ کو مدرسہ سے نکال دیا۔ چنانچہ آپ دل برداشتہ ہو کر نکلے اور علمی پیاس بجھانے کی غرض سے (خلیفہ امام اہل سنت الشاہ احمد رضا خان بریلوی علیہ الرحمہ) مولانا امجد علی اعظمی علیہ الرحمہ مصنف بہار شریعت کے زیر سایہ اجیر شریف میں داخلہ لے لیا۔ بعد ازاں مولانا حافظ مہر محمد مدرس مدرسہ فتیہ لاہور سے دورہ حدیث پڑھا۔ ۱۹۳۰ء میں فراغت حاصل کی۔ اونچی مسجد مین بازار مزنگ لاہور میں خطیب مقرر ہوئے۔ ساتھ ساتھ مدرسہ نعمانیہ لاہور میں تدریسی خدمات سرانجام دیتے رہے ۱۹۳۳ء میں آپ اتفاقاً طور پر قادیان گئے اور ایک مسجد میں تقریر کی جس سے متاثر ہو کر اہل قادیان مسلمانوں نے مولوی عبدالکریم مہبلہ کی وساطت سے اس خواہش کا اظہار کیا کہ آپ قادیان میں مستقل قیام کریں، اس خواہش کے احترام میں آپ قادیان پہنچنے کے لئے تیار ہو گئے۔ اسی دوران مولوی عبدالکریم مہبلہ ہی کی تحریک پر مجلس احرار قادیان میں دفتر قائم کرنے پر بادل خواستہ تیار ہو گئی مگر قادیانیوں کے گھر میں بیٹھ کر ان کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر ہمہ وقت اپنی جان کو داؤد پر لگانے کا یارا کسی احرار کی کے اندر پیدا نہ ہو سکا۔ چنانچہ سب کا پروازان احرار کے انکار کے بعد مولوی عبدالکریم مہبلہ نے آپ سے قادیان دفتر کی ذمہ داری سنبھالنے کی درخواست کی جو آپ نے قبول فرمائی اس طرح آپ اس دفتر کے پہلے ناظم اور مبلغ مقرر ہوئے۔ آپ ۱۲ فروری ۱۹۳۲ء سے ۱۹۴۲ء تک قادیانیوں کے مرکز میں بیٹھ کر ان کے سینے پر موگ دلتے رہے۔ جب آپ کی سماعی سے چند سالوں میں احرار اس قابل ہو گئے کہ قادیان میں بے خطر پاؤں جما سکیں تو اپنی روایتی چال بازی سے کام لیتے ہوئے مسلکی اختلاف کا بہانہ بنا کر آپ کو اپنی جماعت سے نکال دیا۔ اس کے باوجود اس پیکر اخلاص، مرد خدا شناس نے زندگی بھر کوئی ایسا کلمہ زبان پر نہ آنے دیا جس سے قادیانیوں کو کوئی نازیبا بات کرنے کا موقع ہاتھ آجائے۔

قیام قادیان کے دوران بہت کم وقت میں لوگوں کی بہت زیادہ تعداد آپ کے حلقہ اثر میں شامل ہو گئی اور قادیانی منصوبوں کو خاک میں ملانے میں آپ کی معاون رہی۔ انہی احباب کے تعاون سے آپ نے ۲۱ تا ۲۳ اکتوبر ۱۹۳۳ء میں قادیان میں احرام تبلیغ کانفرنس منعقد کروادی۔ اس کانفرنس کے انعقاد سے قادیانوں کا بلاوجہ کا رعب و دبدبہ خاک میں مل گیا۔ آپ طویل عمر پر ۱۳ مارچ ۲۰۰۳ء کو فوت ہوئے۔ رحمۃ اللہ علیہ۔

رد قادیانیت:

مسلمانوں نے قادیانیت کے خلاف جو سب سے پہلا مرکز دارالکفر قادیان میں قائم کیا وہ آپ ہی کا رہن منت تھا۔ احرام کے پاس کوئی ایسا آدمی نہ تھا جو اپنی جان پر کھیل کر دارالکفر قادیان میں جا بے سرا کرے۔ لیکن اللہ تعالیٰ کو جب قادیانیت کے اگلے ہونے دریا کے آگے بند باندھنا منظور ہوا تو اس نے مولانا عنایت اللہ چشتی علیہ الرحمہ اور مجلس احرام کو نظریاتی و مسلکی اعتبار سے ایک دوسرے کے مخالف ہونے کے باوجود اکٹھا کر کے یہ عظیم کام لے لیا۔ آپ کے قادیان میں جانے اور قیام کرنے کی وجوہات و اسباب کیا بنے۔ آپ نے اپنی خودنوشت ”مشاہدات قادیان“ میں یہ سب تحریر کیا ہے۔ آپ کی خودنوشت ”مشاہدات قادیان“ کو معروف احرامی ابو معادیہ نے ”جی بھر کر کانٹ چھانٹ“ کے بعد شائع کیا۔ اس کا خلاصہ آپ ہی کی زبانی ملاحظہ فرمائیں۔ (”مشاہدات قادیان“ کس طرح ابو معادیہ کے ”تھے چڑھی“ اور اس نے اس کا کس طرح حلیہ تبدیل کیا یہ ایک الگ ”داستان جفا“ ہے جو انشا اللہ پھر کبھی پیش خدمت کی جائے گی)

میرا قادیان جانا:

لاہور میں میری مسجد کے سامنے ایک مرزائی ڈاکٹر کی دکان تھی۔ کبھی کبھار اس سے دل لگی کی باتیں ہو جاتی تھیں اور بچہ بچہ کے انداز میں مذہبی گفتگو بھی ہو جاتی تھی۔ ماہ دسمبر میں ایک دن وہ کہنے لگا کہ عنقریب قادیان میں ہمارا سالانہ جلسہ ہونے والا ہے۔ آپ تنگ دل ہیں اور یہاں بیٹھ کر باتیں بناتے ہیں۔ میں تب مانوں کہ ہمارے جلسہ میں قادیان آؤ اور وہاں کے تاثر سے بچ جاؤ۔ میں نے کہا ڈاکٹر صاحب وہاں کیا رکھا ہے جادہ استقامت سے بھٹکے ہوئے منہوس چہرے ہی نظر آئیں گے۔ میں نے ان سے کیا تاثر لینا ہے۔ ڈاکٹر نے کہا میں زیادہ کچھ نہیں کہتا اور نہ ہی بحث کرتا ہوں، آپ ایک بار میرے ساتھ قادیان آئیں اور وہاں کی ”برکات“ سے متاثر نہ ہوں تو میں ہارا اور آپ جیتے۔ چنانچہ ہم لوگ قادیان پہنچ گئے۔ میں نے جب اپنی رہائش گاہ دیکھ لی اور مکان سفر بھی دور ہو گئی تو مجھے جتنو ہوئی کہ یہاں کی تمام کائنات مرزائی ہے یا کہ مسلمان عنصر بھی یہاں موجود ہے؟ معلوم ہوا کہ یہاں دو مساجد ایسی ہیں جو قادیانی رسوخ سے آزاد اور خالص سنی مسلمانوں کے قبضہ میں ہیں۔ ایک ”مسجد اناریاں“ جہاں زیادہ تر انیس قوم رہتی ہے اور وہ تمام کے تمام سنی ہیں ان میں سے کوئی ایک خاندان بھی مرزائی نہیں۔ دوسری مسجد ”مسجد شیخان“ کے نام سے موسوم ہے اور شیخ قوم کی اکثریت بھی سنی ہے۔ دونوں مساجد مسلمانوں کے زیر اثر و زیر

قبضہ ہیں۔ میں مرزائی ڈیرے سے اٹھ کر پوچھتا پچھتا "مسجد اراپیاں" میں پہنچ گیا۔ دیکھا تو مسجد مسلمانوں سے بھری پڑی ہے لیکن سب افسردہ حال بیٹھے ہیں۔ افسردگی کی وجہ پوچھی تو بتایا گیا کہ ہم نے آج کے لیے ایک مولوی صاحب کو دعوت دے رکھی ہے وقت کافی گزر چکا ہے اور مولوی صاحب تشریف نہیں لائے۔ میں نے کہا کہ اگر اجازت ہو تو میں ہی کچھ خدمت کر دوں؟ وہ بڑے خوش ہوئے اور کہنے لگے کیا آپ عالم ہیں میں نے کہا میں عالم تو نہیں ہوں لیکن علماء کا خادم ہوں۔ چنانچہ میں نے مرزائیوں کے خلاف بڑی بے باکی سے ایک زنانے دارتقریر کر دی۔ مجمع بڑا خوش ہوا اور میں رخصت ہو کر اپنے مرزائی ڈیرے پر آ گیا۔ دوسرے دن جلسہ دیکھا اور پھر واپس لاہور (مزنگ) آ گیا۔ متاثر تو کیا ہوا تھا؟ الٹا مخالفت میں شدت کا پہلو لے کر واپس آیا۔ یہ ان دنوں کی بات ہے جب مشہور نائب سابقہ مرزائی مبلغ عبدالکریم مہبلہ قادیان سے ٹٹ پٹ کر امرتسر آ گئے تھے۔ قادیانیوں کا ستایا ہوا جب کوئی انسان ان کے پاس آتا، وہ امداد کے قابل تھے یا نہیں تھے لیکن وہ مشورہ ضرور صاحب دیتے تھے۔ میں کوئی ایسا اچھا مقرر تو نہیں تھا کہ کوئی سامع میری تقریر سے غیر معمولی متاثر ہوتا، لیکن میری قادیان والی تقریر اس لیے غیر معمولی موثر ثابت ہوئی کہ کوئی دوسرا آدمی قادیان آ کر اس قدر بے باکی اور بے خوفی کی جرات نہ کر سکتا۔ میری بے باکی سے وہ حیرت زدہ ہو گئے اور ان کے دل میں یہ بات پیدا ہوئی کہ یہ شخص اگر قادیان آجائے تو کیا ہی اچھا ہو؟ کیونکہ وہ لوگ قادیانیوں کے ظلم و ستم کے ستائے ہوئے تھے اور میری حق گوئی و بے باکی سے بے حد متاثر ہوئے تھے۔ میرے ذہن میں یہ تصور تک نہ تھا کہ میں نے قادیان میں کوئی غیر معمولی موثر بات کی ہے، لیکن میری اس تقریر کا یہ اثر ہوا کہ قادیان کے مسلمان باشندوں کی یہ زبردست خواہش ہو گئی کہ اگر یہ شخص قادیان آجائے تو ہمارے لیے بڑا مفید ثابت ہوگا۔ اس مقصد کے لیے وہ لوگ بصورت وفد مولوی عبدالکریم مہبلہ کے پاس آئے اور خواہش ظاہر کی کہ اگر مولوی عنایت اللہ کو قادیان لانے میں آپ ہماری امداد کریں تو ہم آپ کے بڑے شکرگزار و ممنون ہوں گے۔ میں یہاں مزنگ میں بالکل بے خبر تھا کہ ایک روز اچانک مولوی عبدالکریم مہبلہ میرے پاس تشریف لائے۔ مولوی صاحب ان ایام میں امرتسر سے اخبار "مہبلہ" نکالا کرتے تھے جو "تردید مرزائیت" کے لیے سرگرم عمل تھا۔ اسی اخبار کی وساطت سے مولوی صاحب سے معمولی واقفیت تھی۔ علیک سلیک کے بعد دریافت کیا کہ کیسے آتا ہوا؟ طویل تمہید کے بعد انھوں نے اپنا مدعا ظاہر کیا کہ "اگر آپ قادیان آنا قبول کر لیں تو اس میں دینی و مذہبی فائدہ ہوگا۔ وہاں کے لوگوں کی خوشنودی خدا کی خوشنودی کے مترادف ہے اور وہ لوگ آپ کو چاہتے ہیں اور سب سے بڑھ کر یہ کہ کفرستان میں اعلیٰ کلمہ الحق رحمت خداوندی کا باعث ہے۔" مولوی صاحب کی اس سحر انگیز اور حقیقت آمیز تقریر سے میں بے حد متاثر ہوا اور اس شرط پر آمادگی کا وعدہ کر لیا کہ اگر "مجلس احرار اسلام" اور خصوصاً سید عطاء اللہ شاہ بخاری مجھے کہیں اور پھر مجھ سے بے تعلق نہ ہو جائیں، دکھ سکھ میں میرے شریک حال رہیں۔ انھوں نے احرار لیڈروں سے گفتگو کی اور قادیان میں دفتر احرار کھولنے کی ضرورت پر زور دیا۔ پہلے تو چودھری افضل حق نے مرزائیوں کے گھر میں بیٹھ کر ان کی

مخالفت کو اچنبھا اور ناقابل عمل خیال کرتے ہوئے کہا کہ یہ کیسے ممکن ہو سکتا ہے کہ قادیان میں مرزائیوں کے خلاف مہم کامیاب ہو سکے؟ لیکن حضرت مہلبہ بھی بڑے منطقی آدمی تھے آخر کار انھوں نے چودھری صاحب کو قائل کر لیا تو چودھری صاحب نے احرار و رنگ کمیٹی کی میٹنگ طلب کر کے قرارداد پاس کروالی کہ قادیان میں احرار کا دفتر قائم ہونا چاہیے۔ منظوری کے بعد یہ سوال ابھرا کہ ہم میں سے کون ہے جو خود موت کے گھر پہنچ کر اپنی موت کو دعوت دے؟ ورننگ کمیٹی کے ممبروں میں سے تو کوئی بھی قادیان کی رہائش کے لیے آمادہ نہ تھا چنانچہ قرارداد کی منظوری کے باوجود یہ بڑا اہم مسئلہ تھا اور موزوں آدمی کے لیے سب کو تشویش تھی۔ اس کا عظیم کے لیے احرار میں سے کسی کا بھی قدم نہ بڑھتا دیکھ کر مولوی عبدالکریم نے وہاں دفتر سنبھالنے کے لیے میرانام لیا تو سب حیران ہو کر کہنے لگے کہ آدمی تو ٹھیک ہے۔ لکھا پڑھا بھی ہے، دلیر بھی ہے۔ لیکن اسے ”حصار قادیان“ میں جانے پر آمادہ کیسے کیا جاسکتا ہے؟ تو مولوی صاحب نے سارا قصہ بیان کر دیا کہ قادیان کے مسلمانوں کا مطالبہ بھی اسی کے لیے ہے اور میں اسے آمادہ بھی کرایا ہوں۔ اس طرح میں رخت سفر باندھ کر ”دارلفساد قادیان“ پہنچ گیا اور وہاں جا کر اپنا کام شروع کر دیا۔

قادیان میں اپنے شب و روز اور مساعی جلیلہ کا تذکرہ کرتے ہوئے آپ فرماتے ہیں کہ ”میرے قادیان میں بیٹھ کر کام کرنے سے قادیانیوں کی خود ساختہ حکومت اور ملوکیت کا شیرازہ بکھرنا شروع ہو گیا۔ قادیانیوں کے مظالم سے ستائے ہوئے غیر قادیانیوں اور خود مسترد شدہ قادیانیوں نے مجھے انعام خداوندی سمجھتے ہوئے میرے ساتھ ہر طرح کا تعاون جاری رکھا“ آپ کے قادیان میں تاریخی داخلہ سے قادیانیوں کو جو تکلیف ہوئی اس کا اندازہ اس قادیانی تحریر سے بخوبی لگایا جاسکتا ہے۔ ”تاریخ احمدیت جلد 6“ میں لکھا ہے۔

”قادیان میں آنیوالی اس پارٹی کے بعد ایک شخص عنایت اللہ نامی احرار کے مبلغ کی حیثیت سے پہنچ گیا۔ جنہوں نے بعض آوارہ مزاج لوگوں کو آلہ کار بنا کر احمدیوں کے خلاف رشید و انیاں شروع کرویں“ (1)

آپ مزید تحریر فرماتے ہیں ”میری عمر کے سن و شعور کوئی چوراسی منزلیں طے کر چکے ہیں۔ میں جب اپنی عمر رفتہ پر نظر دوڑاتا ہوں اور اس کا جائزہ لیتا ہوں تو دل بیٹھ جاتا ہے اور نہایت افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ اس کا بڑا حصہ امارت گیا۔ صرف وہی ایام حاصل زندگی ہیں جو قادیان میں بسر ہوئے۔ سچان اللہ کیا کیفیت جہاد تھی۔ ان ایام کو اس سپاہی کے مماثل کہا جاسکتا ہے جو میدان جنگ میں دشمنوں سے گھرا ہوا ہو اور اس کی آنکھیں دشمن کو سامنے دیکھ رہی ہوں کہ قلاں جانب اتنے فاصلہ پر دشمن کا مورچہ ہے جو اس کی تاک میں ہے کہ جب موقع طے تو حملہ کر کے اس کی زندگی کا خاتمہ کر دے اور اسے صاف نظر آ رہا ہے کہ وہ دشمن اُس کی گھات میں بیٹھا ہے۔ آپ اندازہ کر سکتے ہیں کہ اس سپاہی کے لمحات حیات کس کیفیت میں بسر ہو رہے ہوں گے؟ وہ سپاہی کیا کھاتا ہوگا؟ کیا پیتا ہوگا؟ اور اس کے سونے اور آرام کرنے کی کیا صورت ہوگی؟ اس کا کھانا اس سے زیادہ نہیں ہوگا کہ کوئی چیز پیٹ میں جائے جس سے زندگی قائم رہ سکے اور بس اسی طرح اس کا سونا اور آرام کرنا ہوگا جس سے تقاضہ

حیات پورا ہو سکے۔ اس سے زیادہ نہ تو اسے کھانے کا خیال ہو سکتا ہے اور نہ ہی اسے اپنے آرام کا تصور آ سکتا ہے۔۔۔ ہماری قادیانی زندگی بھی اسی نوعیت کی تھی ہم نے ہلاکت خیز طوفان میں کشتی ڈال دی تھی۔ میں اور میرے رفقاء رات بارہ بجے تک اس انتظار میں ہوتے تھے کہ کہیں سے کوئی ناخوشگوار اطلاع تو نہیں آ جاتی؟ اور اگر کوئی اطلاع آئے تو ہمیں کیا کرنا چاہیے؟ مرزائی جماعت اس جدوجہد میں مصروف تھی کہ "قادیان" کا نواحی علاقہ یا تو پورے کا پورا "مرزائیت" قبول کر لے۔ یا کم از کم اکثریت تو ہموا ہو ہی جائے، اس لیے انھوں نے نواح قادیان میں اپنے مشن قائم کر رکھے تھے اور لوگوں کو مرزائی بنانے میں کوئی بھی حربہ استعمال کرنے سے گریز نہ کرتے تھے ہم نے بھی ان کے ہر مشن کو اپنی نظروں میں رکھا ہوا تھا اور ان کی ہر کارروائی سے باخبر رہتے تھے اور حسب استطاعت موقع محل کے اعتبار سے مناسب کارروائی کرتے تھے۔

قادیان خاص کا معاملہ ہمارے لیے بڑا کٹھن تھا۔ ہمیں ان کے ایک ایک عمل سے باخبر رہنا پڑتا تھا اور ایسی اطلاعات حاصل کرنے کے لیے کبھی رات کے ایک دو بج جاتے تھے۔ خدا شاہد ہے کہ ہمیں اس دوران نہ کھانے کی پرواہ تھی اور نہ ہی آرام و راحت کا خیال۔ ہم نے ان کی کامیابی کے ہر راستے میں رکاوٹ کھڑی کر رکھی تھیں اور وہ بری طرح حیران و پریشان ہو گئے تھے۔ اگر ان کا بس چلتا تو وہ بڑے سے بڑا اقدام کر گزرتے؟ وہ اس وقت "فہمت الذوق کفر" کا مصداق بنے ہوئے تھے۔ اگر ان کے پہلے سے حالات ہوتے تو ان کے لیے ہمارے جیسے ناتوانوں کو قتل کر کے بغیر بذکار کے ہضم کر لینا کوئی بڑی بات نہ تھی۔ مگر حالات بدل چکے تھے اور مرزائیوں کے لیے ایسا اقدام ممکن نہ تھا۔ اور ہم بھی ہر خطرے کا سامنا کرنے کے لیے آمادہ تھے کہ جو ہوسو ہو، زندگی موت خدا کے ہاتھ میں ہے ہم اپنا مشن جاری رکھیں گے۔ چوہدری افضل حق آپ کے قادیان پہنچنے کا ذکر کرتے ہوئے تاریخ احرار میں لکھتے ہیں۔

"غرض خطرات کے ہجوم میں مولانا کو "دفاع مرزائیت کا کام سپرد کیا گیا۔" دارالکفر "میں اسلام کا جھنڈا گاڑنا معمولی اولوالعزمی نہ تھی۔ مرزائی متعدد قتل کر چکے تھے۔ قادیان میں انھیں کوئی پوچھنے والا نہ تھا۔ مولانا عنایت اللہ نے قادیان میں دفتر کھول دیا، قادیان میں احرار کا جھنڈا اہرا نے لگا۔ "سرخ جھنڈے" کو دیکھ کر مرزائی روسیہ ہو گئے۔ یہ ان کی آرزوں کی پامالی کا دھنکا۔ مرزائیوں نے اپنی امیدوں کا جنازہ دیکھا تو سر پیٹنے لگے۔ فوراً مولوی عنایت اللہ کے نام قادیان میں مکان خرید لیا گیا تاکہ مرزائی اور حکام کا یہ عذر بھی جاتا رہے کہ مولوی صاحب موصوف ایک اجنبی ہیں اور ان کا قادیان سے کوئی تعلق نہیں۔ مولوی عنایت اللہ نے اسی اجنبی، متشدد اور کافر نامہ ماحول میں جس جرأت ایمانی اور دلیری سے اپنے منصب کو نبھایا یہ ان کے نامہ اعمال اور کتاب زندگی کا سنہری باب ہے یہاں رہ کر انہوں نے اپنے عمل، قتل اور حکمت عملی سے اپنیوں اور پراپیوں کے دلوں میں ایسا گھر بنایا کہ آہستہ آہستہ دجالی گھرانوں کے راز ہائے سرستہ ان کے سامنے وا ہونے لگے۔ (۱)

قادیان میں اپنے ابتدائی ایام کا تذکرہ کرتے ہوئے آپ فرماتے ہیں۔ "مرزا محمود نے اپنی مادی طاقت سے ہٹری

انداز میں فسطائی نظام قائم کر رکھا تھا اور غیر مرزائیوں سے سودا سلف تک خرید نے کی ممانعت کر رکھی تھی مرزائیوں کے خلاف کسی امر میں شہادت مہیا کرنا محال تھا۔ سب لوگ سہمے ہوئے تھے اور آہستہ آہستہ بات کرتے تھے۔ البتہ مولوی مہر دین صاحب بڑے دلیر تھے اور کبھی کبھار کسی مولوی صاحب کو باہر سے بلوا کر تقریر کرا لیتے تھے لیکن وہ بھی کھل کر میرا ساتھ دینے سے کتراتے تھے۔ ان کا خیال یہ تھا کہ شاید چند دن رہ کر یہ شخص فتنہ کھڑا کر کے چلا جائے گا بعد میں مخالف کا خلیزہ ہمیں بھگتنا پڑے گا۔ اس لیے بیخ بچا کر مجھے ملتے تھے لیکن مرزائیت کی مخالفت ان کے دگ دریشہ میں سرایت کیے ہوئے تھی۔

ابتداء میں نوجوان طبقہ نے میرے ساتھ تعاون کیا۔ وہ ہر طرح میری امداد و خدمت گزاری کے لیے تیار رہتے تھے۔ ایک شخص امان اللہ نامی زرگر تھا۔ مولوی مہر دین نے اس کا ہمیشہ ساتھ دیا تھا۔ جب میں قادیان گیا تو بوڑھا اور کمزور ہو چکا تھا۔ میرے لیے اس کی امداد یہ تھی کہ وہ بے جھجک میرے پاس آتا تھا اور مرزا قادیانی کے چشم دید حالات سناتا۔ اس کا چھوٹا لڑکا فیض اللہ میرا دوست و بازو بن گیا۔ اسی طرح "مسجد شیناں" کے امام میاں عبداللہ نے بھی بڑا ساتھ دیا اور یہ لوگ گئی رات تک میرے ساتھ رہتے اور مرزائیوں کے ہتھکنڈوں کا ذکر ہوتا رہتا۔ شیخ برادری میں غازی عبدالحق اور شیخ عبدالغریز میرے بڑے معاون و مددگار تھے۔ وہاں جا کر یہ انکشاف بھی ہوا کہ قادیان کے قدیم باشندوں میں سے سوائے دو یا زیادہ سے زیادہ تین گھرانوں کے کسی نے بھی مرزا قادیانی کی نبوت و مہدویت کو قبول نہ کیا تھا۔ ایک گھر شیخ برادری سے اور ایک گھر سید برادری سے مرزائیت میں داخل ہوا۔ خود مرزا قادیانی کے خاندان نے بھی مرزا کی دعوت کو قبول نہ کیا تھا، مثلاً مرزا نظام الدین جو مرزا قادیانی کے چچا زاد بھائی تھے۔ مرزا کے سخت مخالف تھے۔ مرزا قادیانی نے مرزا نظام الدین کی مخالفت کا تذکرہ بہت دکھ بھرے انداز میں کیا ہے کہ وہ ہمارے "منارۃ المسیح" کی تعمیر میں رکاوٹیں ڈالتے ہیں۔

پورے قصبہ کے گرد کسی زمانہ میں مٹی کی بنی ہوئی بڑی موٹی فصیل تھی اور پھر اس کے گرد خندق بھی تھی۔ فصیل کا زیادہ حصہ اب گر چکا تھا اور خندق صرف نشیبی انداز اختیار کر چکی تھی۔ عموماً تین ماہ بارش ہوتی اور وہ تمام نشیبی حصہ جو کبھی خندق تھی، پانی سے بھر کر بڑا جوہڑ بن جاتا تھا اور قصبہ میں داخل ہونے کے تمام راستے مسدود ہو کر رہ جاتے تھے۔ ایک دفعہ اس جوہڑ سے ایک "انسانی کچا پچہ" برآمد ہوا۔ پولیس کی تفتیش میں یہ پچہ مرزائی خلیفہ مرزا محمود کی "کنواری لڑکی" کا ثابت ہوا۔ میری جوانی کا زمانہ تھا اور ان کی حرکات کی وجہ سے طبیعت میں غصہ بھی تھا۔ میں نے جمعہ کے خطبہ میں اس کا تذکرہ کر دیا۔ پھر کیا تھا، مرزائیت کی دنیا میں ایک غضب کا شور برپا ہو گیا لیکن میرا کیا کر سکتے تھے، ان کے "جن" بڑے سمجھ والے تھے۔ سوچ سمجھ کر ایکشن لیا کرتے تھے۔ پہلی تبلیغ کا نفرنس:

آپ کی کوششوں سے مرزائیوں کے سالانہ جلسہ کے مقابلہ میں تبلیغ کا نفرنس منعقد کرنے کا منصوبہ بنایا گیا۔ جو بہت کامیاب ہوا۔ اس کا نفرنس کے انتظامات و انعقاد کا تذکرہ کرتے ہوئے آپ رقم طراز ہیں۔

”احباب جماعت کے عام جذبہ کے تحت خصوصی مشورہ کے ساتھ یہ قرار پایا کہ قادیان میں ایک عظیم الشان تبلیغ کانفرنس بلائی جائے جس میں ہر کتب فکر کے علماء کو دعوت دی جائے۔ مرزائیوں کو خبر ہوئی تو انھوں نے اپنے بابا انگریز کے دربار میں دہائی دی کہ قادیان ہمارا مقدس مقام ہے اور یہاں ہماری اکثریت ہے اس لیے یہاں اور کسی جماعت کی کانفرنس نہیں ہونی چاہیے۔ اس کے جواب میں ہمارا موقف یہ تھا کہ ملک بھر میں ہمارے بیسیوں مقدس مقامات ہیں اور یہ لوگ وہاں جا کر جلسے کرتے ہیں۔ اسی طرح جہاں تک اکثریت کا سوال ہے قادیان کے سوا ہر جگہ ہماری اکثریت ہے اور ہر جگہ مرزائی اقلیت میں ہیں۔ پھر انھیں وہاں جلسے نہیں کرنے چاہئیں۔ انھیں ہماری اکثریت میں جلسے کرنے کی اجازت ہے تو پھر ہمیں بھی ان کی اکثریت میں جلسہ کرنے کی اجازت لازماً ملنی چاہیے۔ انگریز افسران ہمارے استدلال کے سامنے جھک گئے اور مرزائیوں کے شور و غوغا کے باوجود تبلیغ کانفرنس کی اجازت دینے پر مجبور ہو گئے۔

قادیان مرزائیوں کی واحد ملکیت تھی، وہ اپنی ملوکہ اراضی پر تبلیغ کانفرنس کا انعقاد کب گوارا کر سکتے تھے؟ اگرچہ ہندوؤں اور سکھوں کی ملوکہ اراضی کے کٹے بھی قادیان کی آبادی میں موجود تھے لیکن ایسا وسیع قطعہ زمین کوئی بھی نہ تھا جہاں اتنی بڑی کانفرنس کا انعقاد ممکن ہو۔ قادیان کی آبادی کے صحن متصل موضع ”رجادہ“ کے ایک سکھ ایئرنگھ کا وسیع قطعہ اراضی موجود تھا۔ یہ ایئرنگھ میرا بڑا معتقد تھا اور میرے خطبہ جمعہ میں عموماً حاضر ہو کر محظوظ ہوتا تھا۔ اس نے خود پینٹیکش کی کہ میری اراضی آپ لوگوں کے لیے وقف ہے اور کوئی دوسری خدمت ہو تو میں حاضر ہوں۔ بڑی مسرت ہوئی کہ یہ خطہ جلسہ کے لیے موزوں ترین جگہ ہے۔ مرزائیوں کو جب علم ہوا تو وہ تفکر اور سوچ میں ڈوب گئے کہ اب اس جگہ انعقاد جلسہ میں کس طرح رکاوٹ ڈالی جائے؟ چنانچہ انھوں نے پہلے تو ایئرنگھ پر اپنی طاقت کا دباؤ ڈالا۔ جب وہ نہ مانا تو منت سماجت پر اتر آئے لیکن وہ چٹان کی طرح مضبوط تھا۔ راضی تو کیا ہوتا، وہ تو رات دن انتظام جلسہ کے لیے ہماری معاونت کر رہا تھا اور مرزائیوں کی طاقت کو پرکاش کے برابر بھی خاطر میں نہ لاتا تھا۔ جب ان کا یہ حربہ بھی ناکام رہا تو انھیں ایک دوسری راہ سوچنی پڑی۔ ایئرنگھ کی اراضی چاروں طرف سے مرزائیوں کی اراضی میں گھری ہوئی تھی۔ انھوں نے ایک رات میں ایئرنگھ کی اراضی کے ارد گرد اپنی اراضی پر دیوار کھڑی کر دی۔ صبح اٹھتے تو نقشہ ہی بدلا ہوا تھا۔ ایئرنگھ کی اراضی میں داخلہ کے تمام راستے مسدود تھے اور اتنی جلدی میں کوئی قانونی کاروائی نہیں ہو سکتی تھی۔ اس لیے ہمیں ناچار ایئرنگھ کی اراضی میں کانفرنس کا ارادہ بھی ترک کرنا پڑا۔ مرزائیوں کی اس شیطانی حرکت کی خبر جب موضع رجادہ کے آریوں تک پہنچی تو وہ آئے اور اپنی اراضی کی پینٹیکش کی جو قادیان سے جانب غرب فر لاگ ڈیڑھ فر لاگ کے فاصلہ پر واقع تھی اور وہاں سے لاؤڈ سپیکر کی آواز قصبہ میں بے آسانی سنی اور سمجھی جاسکتی تھی۔ یہ اراضی کئی ایکڑوں میں پھیلی ہوئی تھی اور اس پر آریوں کے ڈی اے وی ہائی سکول کی عالی شان عمارت تعمیر کی گئی تھی۔ ہندوؤں نے یہ اراضی مع بلڈنگ کانفرنس کے لیے استعمال کرنے کی پینٹیکش کی۔ جسے ہم نے نہایت خوشی سے قبول کر لیا اور اس فیصلی تائید کے ذریعہ انعقاد جلسہ کا مسئلہ حل ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ کا راسخ ہے، اگر یہ سب نہ

بناتا تو بڑی سبکی ہوتی۔ سب سے زیادہ اعتراض مجھ پر ہوتا کہ جب جلسہ کے انعقاد کے لیے اراضی ہی نہ تھی تو پھر تم نے خواہ مخواہ جماعت کو انعقاد کانفرنس پر کیوں آمادہ کیا کیونکہ یہ کانفرنس میری تحریک پر ہی جماعت نے منظور کی تھی۔

خدا خدا کر کے یہ مسئلہ حل ہوا تو کانفرنس کے انتظامات شروع ہوئے۔ ایک بہت بڑا پنڈال تیار کیا گیا جس کے لیے امرتسر سے ٹینٹ اور خیمے منگوائے گئے۔ پنڈال کے ارد گرد مہمانوں کی رہائش کے لیے خیمے نصب کیے گئے تھے جو سینکڑوں کی تعداد میں تھے۔ پنڈال اتنا وسیع تھا کہ بیک وقت اس میں ایک لاکھ سا معین بیٹھ سکتے تھے اور اس کا وہ حصہ جولیڈروں اور علماء کے بیٹھنے کے لیے مخصوص تھا وہ ذرا اونچا تھا اور اس پر قالین بچھائے گئے تھے۔ عوام کے بیٹھنے کے لیے در یوں کا معقول انتظام کیا گیا تھا۔ کانفرنس کے کاروبار کو صحیح اور منظم رکھنے کے لیے بڑے عمدہ طریق پر تقسیم کاری شکل میں تمام کارکنوں کو الگ الگ ذمہ داریاں سونپی گئی تھیں۔ سٹیج سیکرٹری اور پنڈال کے انتظامات امرتسر کے مشہور عالم حضرت مولانا نور احمد صاحب پوروی نقشبندی مجددی رحمۃ اللہ علیہ کے صاحب زادگان کے سپرد تھے۔ 21 تا 23 اکتوبر 1934ء تک یہ عظیم الشان کانفرنس جاری رہی۔ انعقاد کانفرنس کی جائے وقوع ایک کھلا وسیع میدان تھا مگر حاضری اتنی تھی کہ ”کھوے سے کھوا چھلتا تھا“ اگر کوئی شخص اپنے ساتھی سے ایک دفعہ جدا ہو جاتا تو پھر اس کا ملنا یا ڈھونڈنا محال تھا۔ صحیح حاضری کی تعداد تو خدا کو معلوم ہے مگر میرے خیال میں ایک لاکھ سے کیا کم ہوگی۔ سی۔ آئی۔ ڈی جو حزب اختلاف کی اہمیت کو کم دکھانے کے لیے ازل سے عادی ہے، وہ بھی اپنی کمزور ڈائری میں پچاس ہزار لکھنے پر مجبور ہو گئی۔ صوبہ بھر سے سینکڑوں کی تعداد میں ہر کتب فکر کے علماء آئے ہوئے تھے۔ مولانا سید ابوالحسنات قادری خلیفہ مجدد وزیر خاں بھی تشریف لائے تھے۔ وہ میرے مہمان خصوصی تھے۔ وجہ یہ تھی کہ وہ میرے ہم مسلک تھے۔ (مولانا ظہور احمد گیلوی علیہ الرحمہ بھی کانفرنس میں شریک ہوئے تھے۔ بحوالہ رد قادیانیت کی صد سالہ تاریخ از مولانا مشتاق احمد چنیوٹی صفحہ 563 (زادہ)) کانفرنس میں شامل ہونے والے علمائے کرام بے شمار تھے۔ ان میں سے بعض کی تقاریر بھی ہوئیں۔ مولوی ظفر علی خان اور سید عطاء اللہ شاہ بخاری نے دھواں دھار تقریر کی۔

مرزا شریف احمد ابن مرزا قادیانی کی پٹائی:

جب آپ قادیان میں مقیم تھے۔ تو ماسٹر تاج الدین انصاری کو آپ کی معاونت کے لیے قادیان متعین کر دیا گیا۔ ایک دن انھوں نے منصوبہ بندی کر کے مرزا قادیانی کے سب سے چھوٹے بیٹے مرزا شریف احمد کی ٹھکانی کروادی۔ جس سے قادیانی جماعت میں تفرقتی لہج گئی۔ مرزا شریف احمد کی پٹائی کا ذکر کرتے ہوئے آپ مشاہدات قادیان میں رقم طراز ہیں۔

”محلہ شیخاں میں جو ہماری مسجد تھی۔ مرزا قادیانی اور اس کے خاندان کا راستہ گھروں سے نکل کر دفتروں کو جانے کے لیے ہماری اس مسجد کے سامنے سے گزرتا تھا اور وہاں آبادی خالص سنی مسلمانوں کی تھی۔ مرزائی مکانات ذرا قاصد پر تھے۔ مرزا قادیانی کا چھوٹا بیٹا شریف احمد ہر روز سانگیل پر اسی راستہ سے آتا جاتا تھا اور اس کا آنا جانا بالکل اکیلا اور تنہا ہوتا تھا۔

ماسٹر صاحب نے میرے علم کے بغیر محمد حنیف کو اس پر عمل کے لیے آمادہ کر لیا۔ کہ جب اس راستہ سے مرزا شریف احمد گزر رہا ہو تو اس کے چوتروں پر دو چار ڈنڈے مار کر اسے سائیکل سے گرا دے۔ دشمنی نہ کیا جائے تاکہ ان کا جھوٹا تقدس جو عوام کے ذہنوں پر مسلط ہے پامال ہو جائے۔ چنانچہ ایک دن جبکہ میں کسی ضروری کام کے لیے گورداسپور گیا ہوا تھا، مرزا شریف احمد اپنے گھر سے سائیکل پر سوار ہو کر دفتر کو چار ہاتھ کر راستہ میں محمد حنیف نے اسے جالیا اور دو چار ڈنڈے چلا کر سائیکل سے گرا کر جلدی سے کہیں روپوش ہو گئے۔ مرزا شریف کو کوئی دغمنہیں آیا تھا بلکہ معمولی خراشیں آئی تھیں، وہ سنبھلا اور سیدھا پولیس چوکی جا کر رپورٹ درج کرائی۔ اسنے میں قادیانیوں کو اطلاع ہوئی تو پوری قادیانی جماعت میں ایک ہیجان برپا ہو گیا۔ ہزاروں مرزائیوں پر مشتمل جہوم میں سے ایک مرزائی میرے دفتر میں بھی آ گیا اور حنیف کا پتا پوچھنے لگا۔ مگر حنیف تو ادھر موجود ہی نہ تھا چنانچہ اس نے دفتر میں تو کوئی دست اندازی نہ کی اور حنیف کی تلاش کر کے ناکام واپس چلا گیا۔ اس واقعہ کے متعلق عرصہ تک اخبارات کے علاوہ سٹیج پر بھی شدید واویلا ہوتا رہا۔ حنیف ڈنڈے چلا کر فوراً ماسٹر صاحب کے پاس پہنچا۔ ماسٹر صاحب نے اسے ایک پڑوسی کے مکان میں بٹھادیا اور رات کے اندھیرے میں اسے بٹالہ پہنچا دیا۔ حنیف کے خلاف پولیس نے مقدمہ درج کر دیا تو وہ خود بخود کچھری میں حاضر ہو گیا۔ مقدمہ چلا تو اسے نو مہینے سزا ہوئی۔ مرزائیوں نے اس معاملہ کو بڑا اچھا لایا یہاں تک کہ چودھری ظفر اللہ کی والدہ وائسرائے ہند کے پاس جا پہنچی اور رو کر کہا کہ ہمارے لیے قیامت آگئی ہے شرپسندوں نے ہمارے لیے قادیان کی زندگی تلخ کر دی ہے۔ میرے نبی کے بیٹے کو سربازار بیٹھا گیا ہے۔ اب ہمارے لیے قادیان میں رہائش دو بھر ہوگئی ہے۔ مرزا شریف احمد پر ہونے والے اس حملہ کو قادیانیوں نے اپنی جماعت پر حملہ گردانا اور بہت اچھا لایا۔ قادیان میں رہ کر قادیانی سازشوں سے آگاہ رہنے اور انکا سد باب کرنے کا ذکر کرتے ہوئے آپ لکھتے ہیں۔

قادیان میں میرے شب و روز:

”شام کے کھانے کے بعد دفتر میں تمام ہمدردا صاحب ہر روز بلا ناغہ جمع ہوتے تھے۔ کم و بیش رات کے گیارہ بجے تک بیٹھے رہتے، اس دوران مرزائیوں کی سرگرمیوں اور منصوبوں پر بحث ہوتی، جتنا کسی کو معلوم ہوتا وہ بیان کرتا اور دوسرے دن کے لیے پروگرام تیار کیا جاتا۔ مرزائی امت اور خلیفہ کے تازہ اعمال و افعال کا جائزہ بھی لیا جاتا۔ صبح کے لیے کسی کی کسی کام پر ڈیوٹی لگائی جاتی تو اسے بتا دی جاتی۔ کوئی ڈیوٹی دے کر آتا تو اس کی رپورٹ بھی سن لی جاتی اور اس کے متعلق مناسب کارروائی کا پروگرام بھی طے کر کے متعلقہ اصحاب کو بتا دیا جاتا۔

قادیان مرکزی قصبہ تھا۔ نواح میں بہت سے دیہات تھے جنہیں ضروریات زندگی کے حصول کے لیے قادیان آنا پڑتا تھا۔ ہم نے اپنے ہمسوا تمام دکانداروں سے کہہ رکھا تھا کہ دیہات سے سودا سلف خریدنے کے لیے آنے والے دیہاتیوں سے دریافت کر لیا کریں کہ تمہارے گاؤں میں کوئی مرزائی گیا ہے تو وہ کون تھا؟ اس کا کیا نام تھا؟ اس نے وہاں جا کر کس آدمی

سے ملاقات کی اور کیا کہتا تھا وغیرہ وغیرہ؟ تمام دکاندار ہماری اس ہدایت سے آگاہ تھے۔ شام کے بعد آجاتے اور اپنی اپنی اطلاعات بہم پہنچاتے، ان اطلاعات پر غور و خوض کے بعد مناسب تدابیر اختیار کی جاتی تھیں۔ غازی عبدالحق، میاں عبد اللہ، چودھری فیض اللہ وغیرہ احباب تو شام کے بعد ہمارے ہاں ضرور آتے تھے۔ ان کے علاوہ مختلف برادریوں کے لوگ بھی آجاتے تھے۔ وہاں ایک قریشی خاندان بھی آباد تھا۔ مرزائیوں کا مخالف اور ہمارا مخلص و ہمدرد تھا۔ اس خاندان کے ایک فرد کا نام ہدایت علی شاہ تھا نماز جمعہ مسجد آرائیاں میں ادا ہوتی تھی۔ دیہات سے ہزاروں آدمی آجاتے تھے۔ ہندوؤں اور سکھوں کی بھی خاصی تعداد موجود ہوتی تھی۔ خطبہ جمعہ میں ہفتہ بھر کا جائزہ لیا جاتا۔ کوئی واقعہ ہو جاتا تو عوام کو اس سے مطلع کیا جاتا تھا۔ حکومت کا ڈائری نوٹس ہینڈ کاٹھیل موجود ہوتا جو مکمل ڈائری نوٹ کرتا۔ ڈپٹی کمشنر گورداسپور جمعہ کی ڈائری کا مختصر ہوتا تھا۔ قیام امن کے لیے پولیس کی مسلح گارد مسجد کے باہر موجود ہوتی تھی۔ مسجد کی جانب شرق ایک مرزائی کا مکان تھا۔ وہاں مرزائی ڈائری نوٹس موجود ہوتا اور مکمل ڈائری لے کر غلیفہ محمود کو پہنچاتا تھا۔ ہم نے بھی انتظام کر رکھا تھا کہ مرزا محمود کے خطبہ جمعہ کی ڈائری ہمیں پہنچ جائے۔ مرزائیوں کا خاصا عنصر مرزا محمود سے نالاں تھا اور وہ بیچ بچا کر ہمارے پاس آتا رہتا تھا اور جماعتی راز بہم پہنچاتا تھا۔ اسی عنصر کے ذریعہ مرزا محمود کے خطبہ کی خفیہ ڈائری ہم تک پہنچ جاتی تھی۔ نواحی دیہات میں بھی مجھے ضرور جانا پڑتا تھا کیونکہ جہاں مرزائیوں کا اثر

انداز ہونے کی اطلاع پہنچتی اس کے ازالہ کے لیے وہاں پہنچنا ضروری ہو جاتا تھا۔ جوانی تھی، صحت تھی، رفقا کو ساتھ لے کر پہنچ جاتا۔ سواری میسر آتی تو ٹھیک ورنہ پیدل مارچ ہی ہوتا، غازی عبدالحق اور چوہدری فیض اللہ خصوصاً میرے ہم سفر ہوتے تھے۔ تازہ اطلاعات کے لیے مرزائیوں نے بورڈ نصب کر رکھے تھے اور وہ اپنے جماعتی اعلانات لکھ کر اپنی پوری مرزائی قوم کو باخبر رکھتے تھے ہم نے بھی ایک مقام پر بورڈ نصب کر کے اپنی جماعت کو تازہ واقعات سے باخبر رکھنے کے لیے جماعتی اطلاعات لکھنا شروع کر دیں۔ عموماً یہ اعلانات و اطلاعات مرزائیوں سے تحفظ اور بچاؤ کے متعلق ہوتے تھے ایک مرزائی نے اس بورڈ پر ”مرزائی“ کا لفظ مٹا دیا۔ مجھے علم ہوا تو میں نے جا کر دوبارہ لکھ دیا۔ میں وہاں سے ہٹا تو اس نے ”مرزائی“ کا لفظ پھر مٹا دیا۔ مجھے علم ہوا تو میں نے پھر لکھ کر منادی کرادی کہ ”ہم نے بورڈ لکھ دیا ہے اب اگر کسی نے گڑبڑ کی تو پھر اسے کوئی ہمت دلائی مٹائے گا۔ پولیس چوکی والوں نے بھی یہ منادی سنی تو اس بورڈ کی حفاظت کے لیے ایک سپاہی کی ڈیوٹی لگادی اور اس کے بعد کسی کو ہمت نہ ہوئی۔

قیام قادیان کے دوران آپ نے قادیانیت کے اڈے ہونے طوقان کے آگے اپنی حکمت عملی سے ایسا مضبوط بند باندھ دیا کہ قادیانی بوکھلا گئے۔ ان کی بوکھلاہٹ کا اظہار تاریخ احمدیت جلد 6 کے آخری حصہ میں صاف طور پر ملاحظہ کیا جاسکتا ہے۔ آپ دس سال تک قادیان میں مقیم رہ کر فی سبیل اللہ جہاد میں مصروف رہے۔ آپ ”ومن الناس من یشری نفسه ابتغاء مرضات اللہ“ کا عملی نمونہ تھے۔ ذرا چشم تصور میں نگاہ تو کریں کہ ایسا دشمن جس کے ہر جائزہ و ناجائز فعل پر مہر تصدیق ثبت کرنے کے لیے حکومت اشارہ ابرویٰ منتظر کھڑی تھی اور جو اپنے راہ کے کانٹوں کو کھٹکانے لگانے کے لیے اعلانیہ قتل کر کے

یا اغواء کر کے نابود کر دیتے تھے۔ غیر تو غیر خود جماعت کے ارکان و عہدہ داران بھی آتش انتقام کی نذر ہونے سے محفوظ نہ تھے۔ اُس کے گھر میں جا کر بیٹھ جانا اس کی ہر طرح کی حرکات و سکنات کی نگرانی کرتے ہوئے اسکے مکروہ عزائم پر قدغن لگانا اور سرعام اسکی بھیا تک سازشوں کو آشکارا کرنے کی جرات کرنا صرف اسی خدا رسیدہ ہستی کے بس کی بات ہو سکتی ہے جس نے اپنی جان کو رضائے الہی کے عوض فروخت کر دیا ہو۔ آپ کی تفصیلی خدمات یکجا کی جائیں تو کئی کتابیں بن جائیں کیونکہ آپ کی زندگی کا ہر لمحہ ردِ قادیانیت کے لیے وقف تھا جس کی تفصیل اسکی کرنا یقیناً محال ہے۔ آپ نے خود ”مشاہدات قادیان“ کے نام سے اپنی قادیان میں گزری زندگی کے چیدہ چیدہ واقعات مرتب کر کے شائع کر دیے تھے جو یقیناً قابلِ مطالعہ اور قابلِ تقلید کتاب ہے۔ آپ کی خدمات کی جھلک مشاہدات قادیان کے علاوہ تاریخِ احرار از چوہدری افضل حق میں بھی ملاحظہ کی جاسکتی ہے مزید برآں تاریخِ احمدیت جلد ششم میں بھی قادیانیت پر آپ کی طرف سے لگائے گئے چرکوں کی جھلک موجود ہے۔ اس جگہ ضمنائے بات بھی پیش نظر رہے کہ ردِ قادیانیت کے حوالے سے اولیت کا سہرا ہمیشہ اکابرینِ اہلسنت (بریلوی مکتب فکر) کے سر ہی رہا ہے۔ قادیانیوں کے خلاف سب سے پہلا فتویٰ تکفیرِ مولا نا غلام دہلوی علیہ الرحمہ نے دیا، سب سے پہلا نو جداری مقدمہ مولانا کرم الدین دہیر علیہ الرحمہ آف بھین ضلع جہلم نے دائر کیا اور کامیابی حاصل کی، مناظرہ کے لیے بھی سب سے پہلے مولا نا غلام دہلوی علیہ الرحمہ ہی میدانِ عمل میں نکلے، تنبیخِ نکاح کا سب سے پہلا مقدمہ 1917ء میں مولا نا نواب دین رعای علیہ الرحمہ نے گورداسپور کی عدالت میں دائر کر کے کامیابی حاصل کی جبکہ قادیانیوں کے گھر میں بیٹھ کر ان کو چاروں شانے چت کرنے کا سہرا بھی مولانا عنایت اللہ چشتی علیہ الرحمہ کے سر پر ہی سجا۔ ”یہ بڑے نصیب کی بات ہے“ میری دلی دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ختم نبوت کے مجاہد کبیر مولانا عنایت اللہ چشتی علیہ الرحمہ اور دیگر سب مجاہدین ختم نبوت کی ارواحِ مقدسہ کو نبی الانبیاء ﷺ کے قدموں میں جگہ دے اور مجھ جیسے خاکی کو ان مجاہدین کے قدمین میں بیٹھنے کے فخر سے نواز دے تو زہے مقدر۔

☆☆☆☆

☆☆☆☆

☆☆☆☆

امیر ملت اور تحریک ختم نبوت

محمد صادق قصوری

۱۸۵۷ء میں جب مغل سلطنت کا ٹٹمنا تھا ہوا چراغ گل ہو گیا اور انگریز براعظم کے فرمانروا بن گئے تو انہوں نے مسلمانوں کی ملی وحدت کے حصار میں شکاف پر شکاف پیدا کرنے شروع کر دیئے۔ اپنے ہمنوا علماء کی جماعت تیار کر کے مختلف طریقوں سے اسلام اور پیغمبر اسلام ﷺ پر رکیک حملوں کا محاذ کھول دیا تاکہ مسلمان جہاد سے روگرداں ہو کر مدافعت کے محاذ پر آجائیں محاذ کی جگہ مناظرہ لے لے جہاد کا خدشہ مٹ جائے عظمت رسول اللہ ﷺ کے فلک بوس مینار گر جائیں تو مسلمانوں کی کایا پلٹ ہو جائے گی نیچے برطانوی سلطنت کے استحکام کی راہیں ہموار ہو جائیں گی۔ بقول حکیم الامت اقبال!

یہ فاقہ کش جو موت سے ڈرتا نہیں زرا روح محمد اس کے بدن سے نکال دو

فکر عرب کو دے کر فرنگی تھلیات اسلام کو حجاز و یمن سے نکال دو

عیار انگریز نے اپنے عزائم کی تکمیل کے لیے بہت سے علماء کو خرید اُن پر نوازشات کی بارش کر دی اور اُن سے اسلام دشمنی اور رسول دشمنی کا خوب کام لیا۔ مسلمانوں کی وحدت کو پارہ پارہ کرنے کے لیے نئے نئے فرقے ایجاد کئے جن میں سے ایک قادیانی فرقہ بھی ہے جس کے بانی مرزا غلام احمد قادیانی ہیں۔

مرزا غلام احمد قادیانی بن مرزا غلام مرتضیٰ بن مرزا اعطاء محمد بن مرزا گل محمد قوم مغل برلاس ۴۰-۱۸۳۹ء میں قادیان (مشرقی پنجاب) اڑیا میں پیدا ہوا۔ آباؤ اجداد سمرقند سے ترک سکونت کر کے ہندوستان آئے تھے جہاں انھیں بادشاہ وقت کی طرف سے بہت سے دیہات بطور جاگیر ملے تھے جو رفتہ رفتہ مرزا غلام مرتضیٰ کے زمانہ میں پانچ بلکہ اس سے بھی کم رہ گئے۔ مرزا غلام احمد نے اپنے والد کے ملازم فضل الہی سے قرآن شریف ناظرہ اور کچھ فارسی پڑھی۔ فضل احمد سے عربی اور منطق، حکمت اور نحو وغیرہ کی تعلیم مولوی گل علی شاہ سے حاصل کی۔ علم طبابت اپنے باپ سے حاصل کیا کتب بینی کا شوق کثرت سے شروع ہی سے تھا۔ حصول علم کے بعد اپنے والد کے ساتھ انگریزی عدالتوں میں اپنے اجداد کے بعض کھوئے ہوئے دیہات کے حصول کے لیے مقدمات میں مشغول رہا۔ (۱)

۱۸۶۳ء میں مرزا غلام احمد ڈپٹی کمشنر سیالکوٹ کی کچھری میں محرر (کلرک) بھرتی ہو گیا۔ کچھری کے ملازموں کے لیے انگریزی سیکھنے کیلئے ایک مدرسہ قائم ہوا جس میں چھوٹے ملازمین رات کو انگریزی پڑھا کرتے تھے۔ مرزا صاحب نے بھی

تھوڑی بہت انگریزی سیکھی اور دوران ملازمت سیالکوٹ کے پادری مسٹر بٹلر ایم اے سے رابطہ پیدا کیا۔ وہ مرزا صاحب کے پاس اکثر و بیشتر آتا اور دونوں تجزیے میں بات چیت کرتے رہتے۔ بٹلر نے وطن واپس جانے سے پہلے مرزا صاحب سے تجزیہ میں کئی ایک طویل ملاقاتیں کیں۔ پھر اپنے وطن ڈپٹی کمشنر کے پاس گیا اور اس سے کچھ کہا اور پھر انگلستان چلا گیا۔ ادھر مرزا صاحب استعفیٰ دیکر قادیان آ گئے۔

۱۸۶۹ء کے اوائل میں انگلستان کی حکومت نے برٹش پارلیمنٹ کے ممبروں، اخبارات کے ایڈیٹروں اور چرچ آف انگلینڈ کے نمائندوں پر مشتمل ایک وفد ہندوستان بھیجا جس کا مقصد یہ تھا کہ وہ پتہ چلائے کہ ہندوستانی عوام میں وفاداری کس طرح پیدا کی جاسکتی ہے۔ اور مسلمانوں کے جذبہ جہاد کو سلب کر کے انھیں کس طرح رام کیا جاسکتا ہے۔ اس وفد نے واپس جا کر دو رپورٹیں مرتب کیں جن ارکان نے ہندوستان میں برطانوی سلطنت کی آمد (The Arrival of British Empire in india) کے عنوان سے رپورٹ لکھی انہوں نے لکھا!

”ہندوستانی مسلمانوں کی اکثریت اپنے روحانی رہنماؤں کی اندھا دھند پیروی کا رہے۔ اگر اس وقت ہمیں کوئی ایسا آدمی مل جائے جو حواری نبی (اپاٹلک پرافٹ) ہونے کا دعویٰ کرے تو اس شخص کی نبوت کو حکومت کی سرپرستی میں پروان چڑھا کر برطانوی مفادات کے لیے مفید کام کیا جاسکتا ہے۔“

ان رپورٹوں کے فوراً بعد ہی مرزا صاحب نے اپنا سلسلہ شروع کر دیا۔ برطانوی ہند کے سنٹرل انٹیلی جنس کی روایت کے مطابق ڈپٹی کمشنر سیالکوٹ نے چار اشخاص کو انٹرویو کے لیے طلب کیا۔ ان میں سے مرزا صاحب نبوت کیلئے نامزد کیے گئے۔ (۲)

مرزا صاحب کی پہلی تصنیف ”براہین احمدیہ“ چار حصوں میں شائع ہوئی۔ ۱۸۸۰ء میں پہلے دو حصے شائع ہوئے ۱۸۸۲ء میں تیسرا اور ۱۸۸۳ء میں چوتھا۔ مرزا صاحب کے فرزند ثانی مرزا بشیر الدین احمد کی تالیف سلسلہ احمدیہ کے مطابق مرزا صاحب کو ماموریت کا تاریخی الہام مارچ ۱۸۸۲ء میں ہوا اس پہلے آپ نے ۱۸۸۰ء میں ملہم من اللہ ہونے کا اعلان کیا اور اپنے مجدد ہونے کا دعویٰ کیا۔ دسمبر ۱۸۸۸ء میں اعلان کیا کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں بیعت لینے کا حکم فرمایا ہے۔ ۱۸۹۱ء میں اپنے مسیح موعود ہونے کی خبر دی اور ظلی نبی ہونے کی اصطلاح ایجاد فرمائی۔ ۱۹۰۱ء میں نبوت کا دعویٰ کیا اور نومبر ۱۹۰۴ء میں کرشن ہونے کا اعلان داغابی وہ سال تھے جب انگریزی سیاست اپنے استعماری عروج پر وان چڑھانے کے لیے پنجاب اور سرحد کے مسلمانوں کا شکار کر رہی تھی اور اس کے سامنے بیرون ہندوستان کی مسلمان ریاستوں کو اپنے دام میں لانے کا منصوبہ بھی تھا۔ مرزا غلام احمد اُن کے تمام نکات کے جامع ہو کر سامنے آئے جو انگریزوں کے ذہن میں تھے۔ انہوں نے انگریزی

سلطنت کے استحکام و اطاعت کی بنیادی اپنی الہام پر رکھی۔ اور ایک نئی کاروب دھار کر انگریزی سلطنت کی وفاداری سے انحراف کو جنم کی سزا کا مستحق قرار دیا۔ اپنی ربانی سند کے مفروضہ پر جہاد کو منسوخ کر ڈالا۔ اور ان لوگوں کو حرامی قرار دیا جو اسکے بعد جہاد کا نام لیتے یا اُس کی تلقین کرتے تھے۔ (۳)

علمائے اسلام اور مشائخ عظام نے مرزا غلام احمد قادیانی کے رد میں پوری سرگرمی دکھائی مگر اس سلسلہ میں جو کوششیں سنوی ہند امیر ملت حضرت پیر حافظ سید جماعت علی شاہ محدث علی پوری رحمۃ اللہ علیہ نے کیں وہ تاریخ کا ایک سنہرے باب ہے۔ آپ نے اس فتنہ کی سرکوبی کیلئے قیمن من و جن کی بازی لگادی اور ڈٹ کر مقابلہ کیا۔ بارہا مرزا کو لاکھ راہ فرار اختیار کرتا رہا، بالآخر حضرت قدس سرہ کی بددعا کے نتیجے میں لقمہ اجل بنا۔ (۴) مرزا قادیانی نے جب اپنے ہال و پر نکالنے شروع کیے تو حضرت امیر ملت قدس سرہ نے مندرجہ ذیل اعلان جاری فرما کر اسکے دعووں کی قلعی کھول دی!

(۱) سچا نبی کسی استاد کا شاگرد نہیں ہوتا۔ اس کا علم لدنی ہوتا ہے، وہ روح قدس سے تعلیم پاتا ہے، بلا واسطہ اسکی تعلیم و تعلم خداوند قدوس سے ہوتی ہے۔ جھوٹا نبی اسکے برخلاف ہوتا ہے۔

(۲) ہر سچا نبی اپنی عمر کے چالیس سال گزرنے کے بعد یکدم بحکم رب العالمین مخلوق کے رو برو دعویٰ نبوت کر دیتا ہے اور انی رسول اللہ کے الفاظ سے دعویٰ کرتا ہے۔ بتدریج اور آہستہ آہستہ کسی کو درجہ نبوت نہیں ملا کرتا۔ جو نبی ہوتا ہے وہ پیدائش سے نبی ہوتا ہے جھوٹا نبی اسکے برخلاف آہستہ آہستہ دعویٰ کے بعد نبوت کا دعویٰ کرتا ہے۔

(۳) حضرت آدم علیہ السلام سے لیکر حضور خاتم الانبیاء ﷺ تک جتنے نبی ہوئے تمام کے نام منفرد تھے۔ کسی سچے نبی کا نام مرکب نہ تھا۔ برعکس اس کے جھوٹے نبی کا نام مرکب ہوا۔

(۴) سچا نبی کوئی ترکہ نہیں چھوڑتا جبکہ جھوٹا نبی ترکہ چھوڑ کر مرتا ہے اور اولاد کو وارث قرار دیتا ہے۔ (۵)

اسکے بعد آپ نے قادیانی فتنہ کی بیخ کنی کے لیے ملک گیر دورے فرمائے اور اسکی عیار یوں کو خوب بے نقاب کیا۔ آپ کے دو خلفاء حضرت مولانا غلام احمد انکسار تری (ف ۱۹۲۷ء) اور حضرت سید محبوب احمد شاہ المعروف پیر خیر شاہ امرتسری (ف ۱۹۲۰ء) نے بارہا قادیان جا کر مرزائی عقائد کی تردید فرمائی۔ مرزا صاحب یا انکے کسی حواری کو ان حضرات کے مد مقابل آنے کی جرأت نہ ہو سکی۔

اگست ۱۹۰۰ء میں جب مرزا نے حضرت پیر سید مہر علی شاہ گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ (ف ۱۹۳۷ء) کو دعوت مناظرہ دی تھی تو حضرت امیر ملت قدس سرہ بھی حضرت گولڑوی کیساتھ لاہور میں موجود تھے۔ مرزا صاحب کے فرار کے بعد بادشاہی مسجد میں حضرت گولڑوی کے اعزاز میں جو جلسہ منعقد ہوا تھا اس میں بھی حضرت امیر ملت نے ایک ایمان افروز باطل سوز تقریر فرمائی تھی۔ اسی طرح جب مرزا کے خلیفہ اول حکیم نور الدین نے نارووال ضلع یاںکوت میں اپنا تبلیغی کیمپ لگایا اور سادہ لوح لوگ

اسکے دام فریب میں پھنسنے لگے تو حضرت امیر ملت اُس وقت صاحب فراش تھے چار پائی سے اٹھائیں جاتا تھا لیکن آپ نے حکم دیا کہ میری چار پائی اٹھا کر ہی نارووال لے چلاؤ کہ اس فتنہ کی سرکوبی میں اپنا فرض ادا کر سکو۔ چنانچہ متواتر چار جگہ آپ کی چار پائی اٹھا کر نارووال لے جاتے رہے اور آپ خطبہ جمعہ المبارک میں مرزائی عقائد کا تار و پود نکمیرتے رہے۔ ناچار حکیم نور الدین کو راستہ مانہنا پڑا۔ (۶) فرار کی تفصیل سے آگاہی کیلئے حضرت گولڑی کی سوانحری مہر منیر ملاحظہ فرمائیں (قصور)

۱۲ اکتوبر ۱۹۰۴ء کو مرزا بذات خود اپنے حواریوں کے انبوه کثیر کیساتھ سیالکوٹ میں اپنے مذہب کی تشہیر و اشاعت کے لیے وارد ہوا۔ اُن دنوں یہاں مرزائیت کا بڑا شہرہ تھا۔ ڈپٹی کمشنر سیالکوٹ کے دفتر کا سپرنٹنڈنٹ مرزائی تھا۔ لہذا مرزا صاحب کو اپنے مشن میں کامیابی و کامرانی کی غالب اُمید تھی۔ حضرت امیر ملت قدس سرہ فوراً سیالکوٹ پہنچے اور مختلف بازاروں، محلوں، اور مسجدوں میں بڑے پیمانے پر جلسے منعقد کیے اور تقریباً ایک ماہ تک سیالکوٹ میں قیام فرما کر اپنے مخصوص مجاہدانہ انداز میں خطاب فرماتے رہے۔ آپ دلائل قاہرہ کیساتھ ختم نبوت کے مسئلے کو تفصیلاً سمجھاتے اور دینِ متین اور عقائدِ حقہ پر قائم رہنے کی تاکید فرماتے تھے۔ آپ ارشاد کرتے کہ!

”دوسری نئی چیزوں کے اختیار میں کوئی مضائقہ نہیں لیکن دین اپنا وہی پرانا رکھو۔“

دورانِ قیام تمام اخراجات آپ نے اپنی جب مبارک سے برداشت کئے۔ مرزا کو مقابلہ میں آنے کی جرأت نہ ہوئی۔ جس قدر لوگ اسکی بیعت کے لیے تیار تھے۔ وہ یہ ذلت و رسوائی دیکھ کر بدظن ہو گئے۔ اور حضرت امیر ملت قدس سرہ کے حلقہ ارادت سے وابستہ ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے مرزا کو پھر تازیت سیالکوٹ کا رخ کرنے کی ہمت نہ ہو سکی۔ (۷)

سیالکوٹ کے اس عظیم معرکہ کے دوران ایک اہم واقعہ پیش آیا کہ مرزا صاحب کے ایک پیروکار مولوی عبدالکریم ننگرانے اپنے کپ کے اندر معراج النبی ﷺ پر لکچر دیتے ہوئے یوں بکواس کی کہ!

”لوگ کہتے ہیں مُراقِ آیا، مُراقِ آیا۔ لیکن ہم یہ پوچھتے ہیں کہ جب ایڑیاں اور گھٹنے رگڑتے ہوئے وہی نمک سے بھاگ کر پہاڑوں اور غاروں میں چھپتا پھرتا تھا تو اُس وقت مُراق کیوں نہ آیا؟“

جب یہ گستاخانہ کلمات حضرت امیر ملت قدس سرہ نے اپنی جلسہ گاہ میں سنے تو آپ نے دورانِ تقریر یہ جوش لہجے میں فرمایا کہ! ”وہ شخص بے دین ہے جس نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شان میں گستاخی کی ہے وہ بہت جلد اور ذلت کی موت سے مارا جائے گا۔“

دوسرے دن ایک غیر جانبدار شخص نے مولوی عبدالکریم کو خواب میں دیکھا کہ وہ کہہ رہا ہے کہ مجھے حضرت امام زین

العابدین رضی اللہ عنہ نے پنچہ مارا ہے۔ اور اُس وقت وہ یوں دکھائی دے رہا تھا کہ شانے سے لیکر کر تک پکا باندھے ہوئے دیوار سے سہارا لیکر کھڑا ہے اور انتہائی کرب کی حالت میں ہے۔ اس خواب کی تعبیریوں کی گئی کہ حضرت امیر ملت قدس سرہ نے دورانِ تقریر جوش و خروش میں آکر میز پر زور سے اپنا ہاتھ مارا تھا جو رات کو حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کا پنچہ بن کر ظاہر ہوا تھا۔ چنانچہ تھوڑے عرصے کے بعد مولوی عبدالکریم سرطان (گدو دانہ) سے ہلاک ہو گیا۔ یہ بد بخت مولوی عبد الکریم سیالکوٹ میں پیدا ہوا تھا۔ ابتدائی تعلیم محل تک تھی بلکہ اس میں بھی حساب کے مضمون میں فیل ہو گیا تھا۔ پھر عربی، فارسی کی پرائیویٹ تیاری کر کے وہیں مشن سکول میں مدرسہ فارسی متعین ہو گیا۔ ایک روز ایک پادری سے الجھ کر مستعفی ہو گیا۔ اس وقت نیچری خیال کا حامل تھا بعد میں مولوی نور الدین خلیفہ اول مرزا قادیانی کی وساطت سے مرزائی ہو گیا اور قادیاں میں خطیب و امام مسجد بنارہا۔ اور حضرت امیر ملت قدس سرہ کی بددعا سے ہلاک ہو کر سب سے پہلے قادیاں کے، ہشتی مقبرہ میں دفن ہو کر جہنم رسید ہوا۔ (۸)

۱۹۰۸ء میں حضور اقدس امیر ملت قدس سرہ نے ایک دفعہ پھر جھوٹے نبی کی شناخت کے عنوان سے جو ارشادات فرمائے تھے وہ آج تک قادیانی جماعت کی چھاتی کا کابوس بنے ہوئے ہیں۔ پڑھیے اور مرزائیت پر دو دو حرف بھیجتے جائیے۔ کسی نبی کا نام مرکب نہیں ہوا، مفر دی رہا مثلاً نوح، یسٰی، موسٰی، یحییٰ، اور یس علیہ الصلوٰۃ والسلام جس کا نام مرکب ہو وہ جھوٹا ہے۔

(۲) کسی نبی کا دنیا میں کوئی استاد نہ تھا۔ اگر کوئی دنیا کے استاد سے سبق سیکھ کر پیغمبری کا دعویٰ کرے وہ جھوٹا ہے۔
(۳) جس پیغمبر پر وحی نازل ہوئی وہ وحی نازل ہوتے ہی اپنی نبوت کا اعلان کر دیتا تھا۔ جو شخص سیزھی در سیزھی مدارج طے کر کے آخر میں نبوت کا دعویٰ کرے وہ جھوٹا نبی ہے۔
(۴) کسی نبی نے عمر بھر جھوٹ نہیں کہا جو شخص ایک دفعہ بھی جھوٹ بولے وہ جھوٹا نبی ہے۔

(۵) ایک نام کے دو پیغمبر نہیں ہوتے اور نہ ہو سکتے ہیں غلام، غلام ہی ہے اور آقا آقا ہی ہے۔ غلام آقا کی برابری نہیں کر سکتا۔ (۹) (یاد رہے کہ مرزا کا پورا نام مرزا غلام احمد قادیانی تھا مگر اس نے حضور سید عالم ﷺ کی غلامی سے منحرف ہو کر دعویٰ نبوت کر کے دین و دنیا میں ذلت و رسوائی کو اپنا مقصد ٹھہرایا۔ قصوری)

۶ مئی ۱۹۰۸ء کو مرزا اپنی اہلیہ کے علاج کیلئے لاہور میں خواجہ کمال الدین کے مکان پر وارد ہوا تو اپنا دام فریب بھی پھیلانے لگا۔ اُس کے ساتھیوں نے لاہور شہر کے مختلف گوشوں میں تبلیغی کام شروع کر دیا تو اہلیانِ لاہور نے حضرت امیر ملت قدس سرہ کی خدمت میں حاضر ہو کر مرزائیت کی بیخ کنی کی درخواست کی۔ آپ لاہور تشریف لائے اور آتے ہی براہِ رتھ روڈ پر خواجہ کمال الدین کے مکان کے سامنے والے باغ (اب باغ والی جگہ پر اسلامیہ کالج واقع ہے) میں ایک بہت بڑا سلج قائم کیا اور

اٹلج کیساتھ لنگر پکانے کا انتظام کیا تاکہ عوام و خواص بروقت کھانا کھا سکیں۔ اس جگہ کئی روز تک مجالس و عظ و تقریر ہوتی رہیں اور مقتصدات مرزاہیت کی تردید کی جاتی رہی۔ حضرت امیر ملت قدس سرہ نے مقامی علماء کے علاوہ بہت سے بیرونی علماء کو بھی مدعو کر کے مرزاہیت کی اینٹ اینٹ بجا دی۔ ان جلسوں سے حضرت مولانا مفتی محمد عبداللہ ٹوکی (ف ۱۹۲۰ء) مولانا پروفیسر اصغر علی روجی (ف ۱۹۵۲ء) جیسے مشہور زمانہ علماء کے علاوہ حضرت امیر ملت قدس سرہ کے خلفاء مثلاً حضرت مولانا محمد حسین قصوری (ف ۱۹۲۷ء) مولانا امام الدین رائے پوری (ف ۱۹۵۲ء) مولانا محمد شریف کوٹلوی (ف ۱۹۵۱ء) مولانا نور الحسن سیالکوٹی (ف ۱۹۵۵ء) مولانا پیر خیر شاہ امرتسری (ف ۱۹۲۰ء) مولانا غلام احمد اٹکل امرتسری (ف ۱۹۲۷ء) خطاب فرماتے تھے۔

حضرت امیر ملت نے مرزا کو مقابلہ میں آکر اپنی صداقت کا ثبوت دینے کی دعوت دی اور پانچ ہزار روپے کے انعام کا بھی اعلان فرمایا لیکن مرزا کو مقابلہ میں آنے کی سکت نہ تھی لہذا نہ آ سکا۔ کسی شخص نے مرزا کے گوش گزار یہ بات کی کہ پیر جماعت علی شاہ صاحب لاہور میں اس مقصد کیلئے آئے ہیں کہ مرزا بھاگ جائے۔ مرزا ابولا یہ شخص وہ نہیں جو بھاگ جائے بلکہ اگر وہ بارہ برس بھی رہے تو قدم نہ ہلے گا۔ یہ خبر کسی نے حضرت امیر ملت کو پہنچا دی تو آپ نے فرمایا: ”اگر وہ بارہ برس ٹھہر سکتا ہے تو ہم چوبیس برس کا ڈیرا جمائیں گے مگر مرزا کا تو خدائی فیصلہ ہو چکا ہے۔“

جب مرزا اپنے بپانگ دہلی و دعوں اور بے شمار لاف زنیوں کے باوجود میدان میں نہ آیا تو پھر آپ نے ۲۲ مئی ۱۹۰۸ء کو ہندوستان کے عظیم مسلمان فرمانروا حضرت اورنگزیب عالمگیر رحمۃ اللہ علیہ کی بنا کردہ شاہی مسجد (المعروف بادشاہی مسجد لاہور) میں ایک عظیم الشان جلسہ کا انعقاد کیا۔ اس جلسے میں برصغیر کے نامور علماء بھی موجود تھے۔ لاکھوں مسلمانوں نے آپ کی امامت میں نماز جمعا کی۔ بعد نماز جلسے کا آغاز ہوا جس میں شمس العلماء مولانا مفتی عبداللہ ٹوکی (استاذ گرامی حضرت امیر ملت) پروفیسر اورینٹل کالج لاہور مولانا پروفیسر اصغر علی روجی و دیگر بہت سے علمائے کرام نے خطاب فرمایا۔ آخر میں آپ نے صدارتی تقریر کرتے ہوئے فرمایا!

”مرزا صاحب تو حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر اپنی فوقیت جگاتے ہیں لیکن میں حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کا غلام ہوں وہ تو اعلان کرنے پر بھی مقابلے کے لیے نہ آئے میری عادت پیشن گوئی کرنے کی نہیں ہے۔ البتہ اس سے قبل نومبر ۱۹۰۴ء میں ایک دفعہ مرزا کے مقابلے میں میری زبان سے چند کلمات بطور پیشن گوئی کے نکل گئے تھے جس کا ایک ایک لفظ اللہ تعالیٰ نے پورا فرمادیا اور تھوڑے ہی عرصہ کے بعد مرزا کا حارری عبدالکریم ذلت کی موت مر گیا۔ اب پھر میرے دل میں بار بار خیال آ رہا ہے جس کو میں باوجود کوشش کے ضبط نہیں کر سکتا۔ اور وہ خیال یہ ہے کہ مرزا غلام احمد عنقریب ذلت اور رسوائی کی موت مرے گا اور تم انکی موت اپنی آنکھوں سے دیکھو گے۔ میری اس پیشن گوئی کو مرزا کی پیشن گوئی کی طرح مت

سمجھنا۔“

اسکے بعد آپ نے مزید ارشاد کیا!

”جب تک مرزا یہاں سے چلا نہ جاوے میں لاہور سے نہیں جاؤں گا۔“

حضرت پیر مرعلی شاہ گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ بھی اس جلسہ میں تشریف لائے تھے۔ جلسہ کے اختتام پر انہوں نے

حضرت امیر ملت قدس سرہ سے کہا!

”شاہ صاحب میں تو واپس جاتا ہوں آپ اپنا کام جاری رکھیں۔“

حضرت امیر ملت نے اُن سے کہا!

آپ مجھے اکیلا چھوڑ کر کیسے تشریف لے جائیں گے؟

حضرت گولڑوی نے فرمایا!

”میں گھر سے شکار کرنے آیا تھا مجھے معلوم ہوا کہ یہ شکار میرے مقدر میں نہیں بلکہ آپ کے لیے مقدر ہے۔ اس

لیے آپ ٹھہریں اور اپنا کام کرتے رہیں۔“

چنانچہ اگلے دن حضرت گولڑوی واپس گولڑہ شریف تشریف لے گئے۔

آپ نے مرزا کو ہر طرح سے لکارا اسے دعوت دی کہ وہ میان میں آکر اپنے دعویٰ نبوت کو سچا ثابت کرے مناظرہ

کر لے یا مہابہلہ کرے پانچ ہزار روپیہ کا انعام وصول کرے۔ اگر مرزاجی میدان میں نہیں آسکتے تو ہم اُن کے پاس جانے کو تیار

ہیں مگر مرزاجی کو کوئی بات بھی ماننے کی جرأت نہ ہو سکی۔

آخر کار ۲۵ مئی ۱۹۰۸ء بروز پیر رات کے جلسہ میں لاہور و بیرون لاہور کے ہزاروں مسلمانوں کے شاخصیں مارتے ہوئے سمندر

سے خطاب کرتے ہوئے آپ نے ارشاد فرمایا!

”ہم نے مرزا کا بہت انتظار کیا ہے لیکن وہ سامنے نہیں آیا۔ پشتگوئی کرنا میری عادت نہیں

لیکن میں یہ بتانا چاہتا ہوں کہ مرزاجی کا خدا کی فیصلہ ہو چکا ہے خدا کے فضل و کرم سے وہ

میرے مقابلے میں نہیں آئے گا کیونکہ میرا نبی (ﷺ) سچا ہے اور میں صدق دل سے اس

سچے نبی کا غلام ہوں۔ آپ دیکھیں گے کہ اللہ تعالیٰ چوبیس گھنٹوں کے اندر اندر اپنے حبیب

پاک (ﷺ) کے صدقے ہمیں اس جھوٹے نبی سے نجات عطا فرمائے گا۔“

جب آپ نے یہ پیشین گوئی فرمائی تو ہزاروں مسلمانوں نے یک زبان ہو کر آمین کی صدائیں بلند کیں۔ یہ پیشین

گوئی آپ نے رات دس بجے فرمائی اور ۲۶ مئی کو صبح دس بج کر دس منٹ پر مرزاجی آنجمانی ہو گئے۔ مولانا روم نے سچ فرمایا

ہے!

گفتہ اوگفتہ اللہ بود

گر چہ از حلقوم عبد اللہ بود

مرزا غلام احمد قادیانی نے ایک بار کہا تھا کہ!

”جو کوئی پیسے کی موت مرے گا وہ کتے کی موت مرے گا۔“

آسمان کا تھوکا منہ پر آیا جس رات حضرت امیر ملت قدس سرہ نے پٹن گونی فرمائی تھی اسی رات تھوڑی دیر بعد مرزا کو ہیضہ ہوا۔ نصف شب گزرنے تک مرض نے شدت اختیار کر لی۔ مرنے سے چھ گھنٹے قبل زبان بند ہو گئی نجاست منہ کے راستے نکلتی رہی اور اسی حالت میں ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء صبح دس بجکر دس منٹ پر خاتمہ ہو گیا۔ مرزا جی کی تاریخ وفات ہے۔

لَقَدْ دَخَلَ فِي قَعْرِ جَهَنَّمَ

۱۳۳۶ھ

جس وقت حضرت امیر ملت قدس سرہ نے مرزا کی ہلاکت کی پیشگوئی فرمائی تھی تو لوگوں نے اُسے پوری اہمیت نہ دی مگر جب پوری ہو گئی تو حد درجہ حیران ہوئے۔ اس پیشگوئی کا مرزائیوں نے آج تک ذکر نہیں کیا۔ مولانا مفتی محمد عبد اللہ ٹوکی (ف۔ ۱۹۲۰ء) نے فرمایا کہ ”ہم پہلے تو اس پیشگوئی کو معمولی سمجھتے تھے آخر وہ تو سب سے بڑھ کر نکلی۔“ (۱۰)

حضرت امیر ملت قدس سرہ نے جب مرزا کی ہلاکت کی خبر سنی تو فوراً سجدہ شکر بجالائے اللہ تعالیٰ کا شکر یہ ادا کیا کہ اس نے مسلمانوں کے ایمان کو محفوظ رکھا۔ اپنے حبیب پاک ﷺ کی صداقت ظاہر فرمائی اور مسلمانوں کو صراطِ مستقیم پر قائم رکھا۔ مرزا کی ہلاکت کی خبر آنا فانا پورے لاہور میں پھیل گئی۔ مسلمانوں نے جگہ جگہ مسجدوں بازاروں اور محلوں میں شکرانہ کے جلے منعقد کئے۔ ان بیشتر جلسوں میں حضرت امیر ملت خود شریک ہوئے اور اپنے مواعظِ حسنہ سے لوگوں کو مستفید و مستفیض فرماتے رہے۔ اس سلسلے میں تین روز تک اسلامیہ کالج (ریلوے روڈ) کے میدان میں جلے منعقد ہوتے رہے جن میں لا تعداد لوگ شریک ہوتے رہے بلکہ یوں کہنا مناسب ہوگا کہ لاہور شہر کا کوئی گھرایا نہ ہوگا جس کے ایک دو افراد نے ان جلسوں میں شرکت نہ کی ہو۔ اس کے بعد اکناف و اطراف لاہور میں بڑے بڑے جلے ہوئے تقریباً ہر جلسے میں علمائے کرام کی تقریروں کے بعد حضرت امیر ملت قدس سرہ کا خصوصی خطاب ہوتا تھا۔ ان تمام جلسوں میں بے شمار لوگ قادیانی عقائد سے تائب ہو کر دوبارہ مسلمان ہوئے اور ان میں سے اکثر و بیشتر نے آپ کے دستِ حق پرست پر بیعت کر کے سلسلہ عالیہ نقشبندیہ میں داخل ہونے کی سعادت حاصل کی۔ سلسلہ عالیہ میں داخل ہونے والوں کی تعداد ہر روز اتنی زیادہ ہوتی تھی کہ آپ سٹیج پر کھڑے ہو کر سب کو داخل سلسلہ فرماتے تھے۔ (۱۱) مرزا قادیانی کی منحوس لاش کو جب نہایت نیکی کی حالت میں بٹالہ کی طرف لے گئے تاکہ قادیان لے جا کر دفن کیا جائے تو اہل اسلام نے نہایت تذلیل و تحقیر کی۔ (۱۲)

مرزا کی ہلاکت کے بعد بھی حضرت امیر ملت روم زائیت میں جوش و خروش سے سرگرم عمل رہے اور دلائل قاہرہ سے ختم نبوت کے مسئلے کو ثابت فرماتے۔ مرزائیوں نے بوکھلا کر آپ کے خلاف ہر قسم کے ہتھکنڈے استعمال کر کے اعلائے کلمۃ الحق سے باز رکھنے کی سعی کی مگر آپ نہ تو پریشان ہوئے اور نہ ہی آپ کی سرگرمیوں میں سرمو فرق آیا۔ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے نصرت و کامیابی آپ کے شامل حال رہی۔

فانوس بن کر جس کی حفاظت ہوا کرے وہ شمع کیا بجھے جسے روشن خدا کرے

ایک دفعہ رعیہ خاص ضلع سیالکوٹ کے ایک گاؤں میں حضرت امیر ملت قدس سرہ خطاب فرما رہے تھے کہ محمد علی جولہ مرزائی ساکن سنگھڑہ نے حضور سید عالم ﷺ کی شان اقدس میں بے ادبی کے کچھ الفاظ کہے۔ حضرت اقدس ایسی گستاخی کی کب تاب لا سکتے تھے۔ آپ نے خود اپنے دست مبارک سے اسے زد و کوب کیا۔ یہ دیکھ کر دوسرے مسلمان بھی اٹھ کھڑے ہوئے اور اس بد بخت اور غیبت جولہ کو سخت سزا دی۔

مرزائی تو پہلے ہی آپ کی حق گوئی و بیباکی سے ذلیل و خوار ہو کر بدلہ لینے کی فکر میں تھے۔ اس واقعہ سے وہ نہایت ہی ذلیل حرکتوں پر اتر آئے اور تحصیلدار رعیہ (رعیہ خاص اُن دنوں تحصیل ہوا کرتی تھی اور تحصیلدار ہندو تھا) کی عدالت میں ایک جھوٹا مقدمہ دائر کر دیا کہ! ”یہ شخص (حضرت امیر ملت قدس سرہ) مسلمانوں کو گاوڑ کشی پر برا بھینٹہ کرتا ہے۔ حکومت برطانیہ کے خلاف بہت کچھ کہتا رہتا ہے۔ محمد علی جولہ نے اسے ان حرکتوں سے روکا تو اس نے محمد علی کو سخت زد و کوب کیا۔“

ماسٹر خواجہ محمد کرم الہی ایڈوکیٹ سیالکوٹ (۱۹۵۹ء) خلیفہ مجاز حضرت امیر ملت و سیکرٹری مرکزی انجمن خدام الصوفیہ (الہند) سیالکوٹ کے دیگر یاران طریقت نے سیالکوٹ کے انگریز ڈپٹی کمشنر کی عدالت میں تبدیلی مقدمہ کی درخواست پیش کی۔ اُس نے درخواست قبول کرتے ہوئے ایک انگریز مجسٹریٹ کی عدالت میں مقدمہ منتقل کر دیا۔ سب سے پہلے حضرت اقدس امیر ملت کی حاضری عدالت کا معاملہ زیر بحث آیا۔ خواجہ کمال الدین وکیل مرزائی کو چونکہ آپ سے خصوصی عداوت و خصومت تھی بدیں وجہ اُس نے زور دیا کہ یہ شخص معمولی حیثیت کا مالک ہے اسکا عدالت میں حاضر ہونا ضروری ہے حضرت امیر ملت کی طرف سے کئی وکیل پیروی کر رہے تھے انہوں نے اور ماسٹر محمد کرم الہی ایڈوکیٹ نے یہ موقف اختیار کیا کہ!

”آپ مسلمانوں کے بہت بڑے مقتدا اور رہنما ہیں۔ آپ کے کئی لاکھ معتقدین سارے ملک میں پھیلے ہوئے ہیں۔ آپ کو حاضری عدالت سے مستثنیٰ کیا جائے۔“ انگریز مجسٹریٹ نے فریقین کے وکلاء کے تفصیلی دلائل سننے کے بعد یہ فیصلہ کیا کہ!

”شاہ صاحب نہایت قابل تعظیم بزرگ ہستی ہیں۔ اُن کی شان اس سے ارفع ہے کہ وہ ایسے چھوٹے مقدمہ میں عدالت میں بلائے جائیں لہذا حکم کیا جاتا ہے کہ شاہ صاحب عدالت میں حاضر نہ ہوں اور اُن کی طرف سے وکیل پیروی

کرنے۔

محمد علی جولہا نے مرزائی جماعت کی مدد سے سیشن جج کی عدالت میں نگرانی کی درخواست دے دی وہاں سے بھی مقدمہ خارج ہوا تو مرزائیوں نے ہائی کورٹ سے رجوع کیا اور زور دیا کہ آپ کا دوران مقدمہ حاضری عدالت ہونا لازم قرار دیا جائے۔ فریقین کی طرف سے قابل وکیل اور لائق بیرسٹر بیرونی کر رہے تھے۔ آپ کی طرف سے کئی بیرسٹر بلا معاوضہ پیش ہوتے رہے جن میں سر میاں محمد شفیع بیرسٹر (ف ۱۹۳۲ء) بھی شامل تھے بحث بھی انہوں نے ہی کی تھی۔ ہائی کورٹ میں بھی حضرت اقدس کو کامیابی ہوئی اور آپ کو حاضری عدالت سے مستثنیٰ رکھا گیا۔ جب اس اقدام میں مرزائیوں نے ہائی کورٹ تک منہ کی کھائی تو اصل مقدمہ میں ایڈیوچی کا زور تک لگایا مگر سیالکوٹ کے مجسٹریٹ نے اصل مقدمہ میں بھی خارج کر دیا۔ اس کے بعد مرزائیوں کو دوبارہ اپیل کرنے کی ہمت نہ ہوئی اور ذلیل و خوار ہو کر خاموشی سے بیٹھ گئے۔ (۱۳)

بار بار ذلیل و خوار ہونے کے بعد مرزائیوں نے حضرت امیر ملت قدس سرہ کے مغلے صاحبزادے حضرت بیرسید خادم حسین شاہ رحمۃ اللہ علیہ (ف ۱۹۵۱ء) کے خلاف ایک فوجداری مقدمہ دائر کر دیا تاکہ اپنی بار بار کی تذلیل کا بدلہ لیا جاسکے۔ صاحبزادہ صاحب اُسوقت اورینٹل کالج لاہور میں مولوی فاضل کا امتحان دے رہے تھے۔ اس مقدمہ کی بیرونی کے لیے حضرت اقدس تقریباً ایک سال تک مسجد پٹولیاں (اندرون لوہاری دروازہ لاہور) قیام فرما رہے۔ مرزائیوں کی خواہش تھی کہ آپ کو طرح طرح سے پریشان کر کے تبلیغ و ارشاد کا سلسلہ ختم کر دیا جائے مگر اُن کی یہ خواہش بھی پوری نہ ہو سکی۔ مسجد پٹولیاں میں قیام کے زمانے میں آپ کا فیض عام جاری رہا۔ ہزاروں کی تعداد میں لوگ جوق در جوق حاضر ہوتے رہے اور اپنے دامن میں فیوض و برکات سمیٹ کر لے جاتے۔ بے شمار لوگ سعادت بیعت سے مشرف ہوئے۔ آپ کا لنگر بڑے وسیع پیمانے پر قائم تھا۔ ہر رات آپ وعظ و تقریر فرماتے جس میں دور و نزدیک کے لوگ شرکت کرنے کے لیے آتے اور فیض یاب ہوتے۔

مقدمہ کی بیرونی کیلئے حضرت مولانا محرم علی شاہ چشتی (ف ۱۹۳۲ء) آپ کی طرف سے وکیل تھے۔ دوسرے وکلاء بھی موجود تھے لیکن بحث میاں سر محمد شفیع بیرسٹر نے کی اور پہلے کی طرح اب بھی وہ کسی قسم کے سختانہ کے روادار نہ ہوئے۔ ماسٹر کرم الہی ایڈووکیٹ مقدمہ کی بیرونی کے لیے سیالکوٹ سے برابر آیا کرتے تھے۔ موخر الذکر نے جو خدمات انجام دیں وہ آب زر سے لکھنے کے قابل ہیں۔ جس رات کی صبح فیصلہ سنایا جانا تھا وہ رات حضرت امیر ملت قدس سرہ نے حضور داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ کے دربار گوہر بار میں بسر کی۔ صبح ہوتے ہی آپ نے خادم حاجی عبداللہ امرتسری کو حکم دیا کہ! ”آج فیصلے کی تاریخ ہے زردہ پلاؤ کی دیکھیں چڑھاؤ۔“ حاجی صاحب نے عرض کیا کہ بری ہونے کا فیصلہ ہو جائے تو دیکھیں چڑھائیں گے، آپ نے ارشاد فرمایا! ”تم ابھی سے کام شروع کرو واللہ تعالیٰ بری کرے گا۔“

چنانچہ انگریز جج نے باعزت بری ہونے کا فیصلہ سنایا تو حق کا بول بالا اور دشمنوں کا منہ کالا ہو گیا جب فیصلے کی اطلاع حضرت امیر ملت قدس سرہ کو پہنچائی گئی تو آپ کیساتھ سب لوگ سجدہ شکر بجالائے خوشیاں منائی گئیں خیرات کی گئی سارا دن اور رات زردہ و پلاؤ کا عالم نگر جاری رہا۔ (۱۴)

گزشتہ صفحات میں ذکر کیا جا چکا ہے کہ حضرت امیر ملت قدس سرہ نے بادشاہی مسجد لاہور کے جلسہ عام اعلان فرمایا تھا کہ!

”اگر مرزائی اپنے دین کو سچا ثابت کر دیں تو پانچ ہزار روپے انعام دوں گا۔“

یہ اعلان اخبارات میں بھی شائع ہوا اور اشتہارات کی شکل میں بھی عام کیا گیا مگر کبھی کسی نے انعام حاصل کرنے کی جرأت نہ کی۔ البتہ ایک دفعہ مرزائیوں کی طرف سے اشتہار تقسیم کیے گئے کہ ہم اپنا مسلمان ہونا ثابت کرتے ہیں پہلے تم روپیہ بنک میں جمع کراؤ۔ اُس وقت حضرت اقدس علی پور سیدائیں شریف سے سیالکوٹ تشریف لے جا رہے تھے جب ٹرین سیالکوٹ کے اسٹیشن پر پہنچی تو بہت سے اشتہار اُس سیکنڈ کلاس کے ڈبے میں ڈال دیئے گئے جس میں آپ سفر فرما رہے تھے اشتہار دیکھا تو مطالبہ کا علم ہوا۔ چنانچہ دوسرے دن بنک میں روپیہ جمع کرا دیا مگر مرزائیوں کو میدان میں آنے کی جرأت نہ ہوئی۔ (۱۵)

قتلہ تہذیب کے دور میں بھی آپ متواتر رومزائیت میں مصروف کار رہے، جھوٹے نبی کی جھوٹی نبوت پر ضرب کاری لگاتے رہے کیونکہ آپ کی زبان اقدس پر ہر وقت قال اللہ اور قال الرسول ہی ہوتا تھا تو پھر بھلا ختم نبوت پر ڈاکہ زنی کیسے برداشت کر سکتے تھے۔ ۲۲ دسمبر ۱۹۲۳ء کو اکبری مسجد آگرہ میں جلسہ عام سے خطاب کرتے ہوئے ایک بار پھر اعلان فرمایا!

(۱) حضرت آدم علیہ السلام سے لیکر حضور سرور کائنات ﷺ تک تقریباً ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبر علیہم السلام مبعوث ہوئے سب کے اکہرے یعنی منفرد نام تھے مرکب نام نہ تھے۔ مثلاً آدم، شیث، نوح، وغیرہ مگر مرزائی فرقہ کے بانی غلام احمد کا نام دہرا ہے ایک غلام اور دوسرا احمد دو لفظ ہیں۔ بھلا جب ایک لاکھ چوبیس ہزار نبیوں میں سے کسی کا نام بھی دہرا نہیں ہے تو غلام احمد دہرے نام کا آدمی کیسے پیغمبر بن گیا۔

(۲) انبیاء علیہم السلام اور خصوصاً حضرت سرور کائنات ﷺ کا کوئی استاد نہ تھا۔ اگر کوئی استاد ہوتا تو اس کی تعظیم واجب ہوتی مگر یہ خاصان خدا خود ہی سب سے زیادہ واجب التعظیم تھے اس لیے کوئی انکا استاد نہ ہوا جس کی تعظیم کرتے ہاں غلام احمد کا استاد گل شاہ تھا اس سے بھی ثابت ہوا کہ اس کا دعویٰ نبوت جھوٹا اور باطل ہے۔

(۳) سب نبیوں نے چالیس سال کی عمر میں نبوت کا دعویٰ کیا اور ایک دم دعویٰ کیا۔ تدریجی دعویٰ نہیں کیا مگر غلام احمد نے اول کہا میں محدث ہوں پھر مجدد ہونا پھر مہدی ہونے کا دعویٰ کیا پھر مسیح بن گیا اور نبوت کا دعویٰ کر دیا۔ لعنة الله على

حاشیہ میں ذکر کیا گیا ہے کہ حضرت امیر ملت قدس سرہ نے ۱۹۲۵ء میں آل انڈیا سنی کانفرنس مراد آباد کے موقع پر اپنے صدارتی خطبہ میں بھی مرزائیت پر ضرب کاری لگائی تھی۔ اسی اجلاس میں مرزائیوں کے خلاف ایک قرارداد بھی منظور کی گئی جو درج ذیل ہے۔

”یہ اجلاس عام جو سات کروڑ مسلمانان ہند کا قائم مقام اور ہر حصہ ملک کے علمائے اہلسنت و جماعت پر مشتمل ہے۔ مرزائیوں کی صدائے احتجاج کی بنا پر لیگ آف نیشنز اور گورنمنٹ آف انڈیا کو توجہ دلاتا ہے کہ حکومت افغانستان کا اہلاک قادیانیان مذہبی مسئلہ ہے۔ اس میں کسی حکومت کی مخالفت آواز صریح مذہبی مداخلت ہوگی جسکو مسلمان کسی طرح بھی گوارا نہیں کر سکتے۔ لہذا لیگ اور گورنمنٹ کو اس مسئلہ میں ہرگز دخل نہ دینا چاہئے۔“ (۱۷)

انجمن خدام الصوفیہ ہند کے سیکرٹری جنرل خواجہ محمد کرم الہی ایڈووکیٹ نے ۱۳ دسمبر ۱۹۲۸ء کو روزنامہ سیاست لاہور میں ایک بیان شائع کرایا جس میں تحریر کیا تھا کہ!

”مرزا صاحب کی جماعت ابتداء سے حضرت قبلہ عالم روحی فدائے (حضرت امیر ملت) اور آپ کے غلاموں کی مخالفت پر کمر بستہ رہی ہے۔ ۱۹۲۵ء کے سالانہ جلسہ انجمن خدام الصوفیہ کے موقع پر مرزا قادیانی کے چند معتقد علی پور شریف آئے۔ اُنکی نیت فساد اور شرارت کی تھی۔ چنانچہ اُن میں سے ایک نے مرزا کے اعتقادات اور الہامات کا ذکر شروع کر دیا۔ ایک مولوی صاحب نے جلسے میں مرزا کے اعتقادات کی تردید کی ایمان کی حقیقت بیان کی اور مسئلہ ختم نبوت پر مکمل روشنی ڈالی۔ اس موقع پر حضرت قبلہ عالم امیر ملت قدس سرہ نے اعلان فرمایا کہ مرزا کے ایمان کو صحیح ثابت کرنے والے کو دس ہزار روپے انعام دیا جائے گا۔ اسکے بعد سے سیکلوٹ کی مرزائی جماعت اور حضرت قبلہ عالم کے غلامان سیکلوٹ کے مابین اشتہار بازی ہوتی رہی ہے۔ اب اُن کے مطالبہ پر ہم نے دس ہزار روپے امپیریل بینک سیکلوٹ میں جمع کرا کے اعلان کر دیا ہے اور دعوت دی ہے کہ مرزا بشیر الدین محمود مرزا کے ایمان کو سچا ثابت کر دیں مگر مخالفین اس اعلان کے بعد سے خاموش ہیں معلوم ہوتا ہے کہ سب کو سکستہ ہو گیا ہے کوئی سامنے نہ آیا جو اپنا مدعا ثابت کر سکتا اور اتنا بڑا انعام حاصل کرتا۔“ (۱۸)

مندرجہ بالا تفصیل سے ظاہر ہوتا ہے کہ مرزاجی اور اُنکے حواریوں کو کبھی بھی سامنے آ کر اپنا موقف اور عقیدہ ثابت کرنے کی جرأت نہ ہو سکی اور ہمیشہ حق کا بول بالا ہی رہا۔ حضرت امیر ملت قدس سرہ کی رد مرزائیت کی خدمات کا اعتراف خود انصاف پسند مرزائیوں نے بھی کیا ہے۔ آپ کے نبیرہ اعظم جو ہر ملت حضرت پیر سید اختر حسین شاہ رحمۃ اللہ علیہ (ف ۱۹۸۰ء) روایت فرماتے ہیں!

”ایک بار ریل میں ایک سینئر سب جج میرے ہم سفر تھے وہ مرزائی تھے۔ انہوں نے باتوں باتوں میں کہا کہ ہندوستان میں تین طاقتوں نے بیک وقت اپنے اپنے عقائد کی تبلیغ کا کام شروع کیا تھا۔ انگریزوں نے عیسائیت کی، مرزا نے

اپنے مذہب کی اور شاہ صاحب نے (امیر ملت) نے دین حق کی تبلیغ شروع کی۔ انگریز کے پاس بہت زیادہ دولت، طاقت اور حکومت تھی، مرزا صاحب نے بھی چندہ اکٹھا کر کے بڑی دولت جمع کر لی تھی اور تنخواہ دار مبلغین کی ایک مستقل جماعت قائم کی تھی۔ اس کے برعکس شاہ صاحب اکیلے ہی سرگرم عمل تھے۔ آپ کے پاس کوئی سرمایہ بھی نہ تھا آپ نے چندہ بھی نہیں کیا اور مبلغین کی جماعت کو بھی ملازم نہیں رکھا مگر میں اپنے سیا لکوٹ کے علاقے پر ہی غور کرتا ہوں تو نظر آتا ہے کہ بدو ملی کا صرف ایک زمیندار سدھ صاحب عیسائی ہوا ہے اور چودھری عنایت اللہ ترہگ کا ذیلدار اور میرے والد صاحب اور صرف چند گھر گھنیا لیاں کے مرزائی ہوئے ہیں علاقے کے باقی تمام لوگ جولاکھوں کی تعداد میں ہیں شاہ صاحب کے ہاتھ پر بیعت ہوئے اور اپنے دین پر قائم رہے۔“

حضرت جوہر ملت فرماتے ہیں کہ میں نے اسکی تقریر سن کر کہا کہ ایہ اللہ کی دین ہے جو کوئی بھروسے پر کام کرتا ہے اور اسباب ظاہر کا پابند نہیں ہوتا اللہ تعالیٰ اسے کامیاب فرماتے ہیں۔ (فان حزب الله هم الغالبون) ”آگاہ رہو کہ بے شک خدا کی جماعت ہی کو غلبہ حاصل ہوا کرتا ہے۔“ (۱۹)

حضرت امیر ملت قدس سرہ کی ان بے مثال دینی خدمات سے متاثر ہو کر حضرت صاحبزادہ سید فیض الحسن شاہ (ف ۱۹۸۴ء) سجادہ نشین آلومہار شریف ضلع سیا لکوٹ نے یوں خراج تحسین پیش کیا تھا وہ فرماتے ہیں کہ!

”حضرت امیر ملت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی نوجوانی کے زمانے میں تمام ملک ہندوستان میں کفر و ظلمت کا دور دورہ تھا اور اسلام کو کسی ایسی اولوالعزم ہستی کا انتظار تھا جو تارکیوں کو منار کو نور ایمان سے دلوں کو روشن کر دے کفر و الحاد کا عقاب ہر طرف شکار کی تلاش میں گرم پرواز تھا۔ اور دورے سے کلمہ گو گوشہ نشینی میں عافیت سمجھ رہے تھے۔ اگر ایمان کی بجلی کبھی گمراہی کے تاریک پردوں کو چاک کرتی تو اپنی شہرہ چشمی کی وجہ سے خلقت اُس روشنی سے فیض پانے سے محروم رہتی۔ عوام الناس عادات و اخلاق اور اعمال و افعال کے لحاظ سے کفر میں ایسے رنگے ہوئے تھے کہ اسلامی شان و امتیاز سے یکسر بیگانہ تھے۔ غیر اسلامی رسوم و شعائر کو دین و ایمان سمجھ بیٹھے تھے اور صبحۃ اللہ کے خداوندی رنگ کا انکو احساس ہی نہ رہا تھا۔ کافرانہ رواج اس قدر عام تھے کہ بے چاروں کو خدا رسول کی تعلیمات سے یکسر بیگانگی تھی۔ کفر و شرک کے پجاری رشد و ہدایت سے نہر آزماتے اور ہندوستان سے اسلام کا نام مٹا دینے پر کمر بستہ غرض پورا برصغیر شمال سے جنوب اور مشرق سے مغرب تک اپہین میں اسلام کے آخری دور سے مماثل نظر آتا تھا۔ ایسے وقت میں جبکہ روشیں ویران اور آجوبوئیں خشک ہو چکی تھیں کہ اچانک ابر رحمت نمودار ہوا۔ گزار عالم میں آثار حیات ہو پیدا ہوئے۔ اس کا قاطر بہار آفریں اور مردہ زمین کو حیات جاوداں بخشے والا تھا۔ انسانیت کے پشمرہ چہرے پر رنگ شباب نکھرنے لگا بادخزاں کے ہزیمت خوردہ درختوں کی عریاں شاخوں کو از سر نو خلعت برگ و بار عطا ہوا کہ وہ آفتاب عالم طلوع ہوا۔ اس زیر اعظم نے شب و روز سفر کی صعوبتیں برداشت کر کے ان سرگھوں مسلمانوں کی

آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر انگو پٹا روشن کر دیا۔ ان سیاہ ذروں کو تانبہ ستارے بنادیا۔ اپنی تمازت عالمیت سے پشمر دلوں کو گر مایا اور تازہ خون پیدا کیا۔ خوابیدہ احباب کو جگایا اور ہوشیار کیا۔ اور میدانِ عمل میں لاکھڑا کیا اور ان سے کام لیا۔ حالانکہ اس وقت نہ کوئی واعظ تھا نہ وعظ سننے والا، نہ جلسہ تھا نہ جلوس، نہ انجمن تھی نہ کارکن۔ صرف حضرت امیر ملت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ ہی سب کچھ تھے۔ اور آپ نے یکہ وتجاہا عیاء دین کا بیڑہ اٹھایا تھا۔“ (۲۰)

رد مرزائیت کے بارے میں حضرت امیر ملت قدس سرہ کی خدمات جلیلہ کی چند جھلکیاں آپ نے ملاحظہ فرمائیں ہیں۔ افسوس کہ عدم فراہمی مواد کے سبب تفصیل نہیں دی جا سکی ورنہ آپ کی خدمات کا احاطہ کرنے کے لیے کئی دفتر درکار ہوتے۔ برصغیر میں حضرت امیر ملت ہی کی وہ واحد شخصیت ہے جس نے میدانِ عمل میں مرزائیت کا مقابلہ کر کے اسکا ناظمہ بند کیا۔ یہی وجہ ہے کہ مرزائی سب سے زیادہ دشمنی کا مظاہرہ بھی آپ کیساتھ ہی کرتے تھے۔ اور لوگوں نے بھی قادیانی فتنہ کی سرکوبی اور بیخ کنی کے لیے کام کیا ہے مگر ان کا کام جزوی ہے۔ کسی نے کتاب لکھ دی کسی نے ایک آدھ جلسہ سے خطاب کیا۔ مگر کلی کام صرف اور صرف حضرت امیر ملت قدس سرہ کا ہے پس پردہ رہ کر کام کرنا اور بات ہے میدانِ عمل میں آکر نعرہ مستانہ لگانا اور چیز ہے۔ حکیم الامت علامہ اقبال (ف ۱۹۳۸ء) نے جی ہی تو کہا ہے!

الفاظ ومعنی میں کچھ تفاوت نہیں لیکن

ملا کی اڈاں اور مجاہد کی اڈاں اور

مرزائی آپ سے اس حد تک مخالفت و محاصرت رکھتے تھے کہ انہوں نے آپ کی مخالفت کا کوئی موقع ہاتھ سے نہ جانے دیا۔ فتنہ ارتداد کے خطرناک موقع پر حضرت امیر ملت نے جو کارہائے نمایاں انجام دیئے تھے وہ تاریخ کا ایک روشن باب ہے۔ فرقہ مرزائیہ نے اس فتنے میں حد درجہ بے غیرتی کا ثبوت دیا تھا اور اپنی معاندانہ کاروائیوں سے فساد کے اندر ایک اور فساد برپا کر دیا تھا جو اسلامی جماعتیں شرمی کو روکنے میں سرگرم عمل تھیں ان سب سے بد بخت مرزائیوں کی محاصرت تھی لیکن خاص طور پر وہ امیر ملت کے دشمن تھے اور آپ کے ارسال کردہ مبلغین کیلئے زحمتوں اور مزاحمتوں کا سبب بنتے تھے مگر خدا کے فضل سے وہاں بھی ہر موقع پر آنکھوں کھٹکست کا سامنا کرنا پڑا اور آپ کے مبلغین باوجود انکی محاصرت و مخالفت کے کامیابی سے ہمکنار ہوئے۔ (۲۱)

الغرض حضرت امیر ملت قدس سرہ تادم واپس مرزائیت کی تردید میں ہمہ وقت مشغول و مصروف رہے۔ ۱۹۵۱ء میں آپ کی رحلت ہوئی اور ۱۹۵۳ء میں ملکی سطح پر تحریک ختم نبوت چلی۔ اس تحریک میں آپ کے فرزند اکبر اور سجادہ نشین اول سراج الملت حضرت پیر سید حافظ محمد حسین شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ (ف ۱۹۶۱ء) سب سے چھوٹے صاحبزادے شمس الملت حضرت پیر سید نور حسین شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ (ف ۱۹۷۸ء) اور نبیرہ اعظم جو ہر ملت پیر سید اختر حسین شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ (ف ۱۹۸۰ء) نے بھرپور کردار ادا کیا۔ شیخ الاسلام مجاہد ملت حضرت مولانا محمد عبدالستار خان نیاززی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی

اس تحریک میں تاریخی کردار ادا کیا اور سزائے موت کے حقدار ٹھہرائے گئے۔ یہ سزائے موت بعد میں عر قید میں تبدیل ہو گئی تھی یہ بھی حضرت امیر ملت قدس سرہ کے فیض نظر کا اثر تھا کیونکہ حضرت نیاز ی صاحب نے تحریک پاکستان کے دور میں اور پاکستان بننے کے بعد تحریک نفاذ اسلام میں پیر صاحب ماکی شریف محمد امین الحسنات (ف ۱۹۶۰ء) کیساتھ حضرت امیر ملت قدس سرہ کی زیرِ یکان سرفروشانہ خدمات انجام دیکر حق گوئی و بے باکی اور سرفروشی کا سبق سیکھا تھا۔ (۲۲)

۱۹۷۴ء میں جب تحریک ختم نبوت ساحل کامیابی سے ہمکنار ہوئی۔ ملک کے سب سے بڑے با اختیار ادارے قومی اسمبلی نے مرزا نیوں کو غیر مسلم قرار دے دیا تو میں نے چشم تصور سے دیکھا کہ حضرت امیر ملت قدس سرہ کی روح انور اُس دن خوشی سے پھولے نہ ساتی تھی اور اولاد و مجاہد سے ارشاد فرما رہی تھی کہ!

”میرے بیٹو! میں نے زندگی بھر حق و صداقت کا ساتھ دیا ہے اور جابر سے جابر سلطان کے سامنے کلمہ حق کہنے سے بھی گریز نہیں کیا۔ لہذا تم ہر اُس تحریک کو کچل دو ہر اُس جماعت کے خلاف جہاد کرو اور ہر اُس شخص کو کفر کر دار تک پہنچا دو جو ختم نبوت پر یقین نہیں رکھتا اور جو جناب رسالت مآب ﷺ کی نبوت پر ڈاکے ڈالتا ہے۔

میرے بچو! تم پر تحفظ ختم نبوت کا دو ہر افرض ہے کیونکہ تم امت رسول ہو اور آل رسول بھی۔ جاؤ! میدانِ عمل میں نکل کر ہر اُس قلم کو توڑ دو جو توہین رسالت کے لیے اٹھتا ہے۔ ہر اُس زبان کو کاٹ کر رکھ دو جو گستاخی رسول ﷺ کے لیے کھلتی ہے اور ہر اُس تنظیم کو ملیا میٹ کر دو جس کا مقصد ہر میں اسم محمد سے جالا کرنا نہیں ہے۔

اٹھو! کمر ہمت باندھ کر نعرہ بحبیر و رسالت بلند کرنے کے لیے من و دھن کی بازی لگا دو میری دعائیں تمہارے ساتھ ہیں۔

قوتِ عشق سے ہر پست کو بالا کر دے دہر میں اسم محمد سے اجالا کر دے (اقبال)

(حواشی و حوالے)

(۱) اکاویہ علی الغادیہ ج دوم از مولانا محمد عالم امرتسری، امرتسر ۱۹۳۳ء ص ۲۰۰۔ مذاہب الاسلام از مولوی نجم الغنی رامپوری لاہور ۱۹۷۸ء ص ۶۵۸۔۔۔ مشاہدات قادیان از مولانا عنایت اللہ چشتی ملتان ۱۹۸۷ء ص ۲۶۶

(۲) قادیانی مذہب کا علمی محاسبہ از پروفیسر محمد الیاس برنی مطبوعہ لاہور طبع ختم ۹۱۔۔۔ تحریک ختم نبوت از شورش کشمیری مطبوعہ لاہور ۱۹۷۶ء ص ۲۳، ۲۴

(۳) تحریک ختم نبوت ص ۲۳، ۲۴، اسلامی مذاہب از شیخ محمد ابو زہرہ مصری مترجم پروفیسر غلام احمد حریری مطبوعہ فیصل آباد طبع سوم ص ۳۸۸، ۳۸۹

(۴) اکاویہ علی الغادیہ ج اول از مولانا محمد عالم آسی امرتسری مطبوعہ امرتسر ۱۹۳۱ء ص ۳

(۵) ماہنامہ انوار الصوفیہ قصور بابت اپریل مئی ۱۹۶۱ء ص ۳۳۔۔۔ ماہنامہ ضیائے حرم لاہور ختم نبوت نمبر دسمبر ۱۹۷۷ء ص

۳۵۔۔۔ ایمان پروریادیں از مولوی اللہ وسایا دیوبندی مطبوعہ ملتان ۱۹۸۶ء ص ۳۶

نوٹ: حضرت امیر ملت قدس سرہ نے یہی اعلان آل انڈیا سنی کانفرنس مراد آباد ۱۹۲۵ء کے صدارتی خطبہ میں بھی ارشاد کیا۔ لیکن آغاز میں یہ کلمات فرمائے!

”اب ہندوستان میں جہاں ہر وقت آزادی مذہب کی ڈیک ماری جاتی ہے ہر روز نئے نئے مذہب حشرات الارض کی طرح پیدا ہو رہے ہیں۔ مرزا غلام احمد قادیانی کے دعویٰ پیغمبری کے بعد کئی ایک پیروان مرزا غلام احمد نے پیغمبری کے دعوے کئے۔ مرزا غلام احمد پہلے سیالکوٹ کی پکھری میں اہمدی کے عہدے پر ملازم تھا۔ وہاں سے مختاری کا امتحان دیا جس میں ناکامی ہوئی پھر آہستہ آہستہ مریم، عیسیٰ، مسیح، مہدی، نبی کل نبیوں کا نمچوڑ، معاذ اللہ خدا کا بیٹا خدا کا پیدا کرنے والا وغیرہ پھر کرشن گوپال بن کر اس جہان سے سدھارا۔

اعلان کے اختتام پر فرمایا!

”مرزائی جو مرزا غلام احمد کے پیرو ہیں وہ ختم نبوت کے قائل نہیں ہیں۔ اس طرح وہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مدارج رسالت و نبوت میں کمی کرنے والے ہیں۔ یہ حضور ﷺ کے مدارج مرزا غلام احمد کیلئے مانتے ہیں پھر ان سے اہل سنت و جماعت کس طرح اتفاق کر سکتے ہیں۔ ہم نے ان کو نہیں چھوڑا وہ خود ہم سے علیحدہ ہو کر گمراہ ہو گئے۔ نہایت حیرت و استعجاب کی بات ہے کہ مرزائی خود سرکار دو عالم ﷺ کی غلامی چھوڑ کر اور کی غلامی اختیار کریں اس پر بھی انکو مسلمان سمجھا جائے۔ نفاق تو وہ خود کرتے ہیں جماعت ناجیہ کو خود انہوں نے چھوڑا۔ بموجب فتویٰ اہل سنت و جماعت وہ خود دین اسلام سے منحرف ہو کر مرتد ہو گئے اور چاہ ضلالت میں جا گرے۔ بے وفائی تو انہوں نے خود کی جو راہ راست سے پھسل گئے۔ طوق غلامی نبی آخر الزماں ﷺ انہوں نے گلے سے اتار دیا۔ اس پر طرہ یہ ہے کہ بعض دوست ہم کو کہتے ہیں کہ ان سے اتفاق کرونا اتفاقی کے مرکب وہ ہیں اور شکایت الٹنی ہماری۔

گلدہم سے ہے بے وفائی کا کیا طریقہ ہے آشنائی کا

(سیرت امیر ملت ص ۶۱۸، ۶۱۹، ملفوظات امیر ملت ص ۱۸۹ تا ۱۹۱، خطبات آل انڈیا سنی کانفرنس ص ۲۱۳، ۲۱۴)

(۶) ماہنامہ ضیائے حرم ختم نبوت نمبر ص ۳۶، ۳۵

(۷) برکات علی پور شریف از خیر شاہ امرتسری، امرتسر ۱۳۲۶ھ ص ۹، سیرت امیر ملت مطبوعہ ۱۹۷۵ء ص ۲۳۵۔۔۔ ایمان پروری

یادیں ص ۳۷

(۸) اکاوی علی الغادیہ ج دوم از مولانا محمد عالم آسی امرتسری مطبوعہ ۱۹۳۲ء ص ۳۸۷، ۳۸۸

- (۹) فیضان امیر ملت از مرزا ذوالفقار علی بیگ جماعتی مطبوعہ حیدرآباد دکن ۱۹۵۹ء ص ۹۶، ۹۷
- (۱۰) اکاویہ علی الغاویہ ج دوم ص ۳۸۶ تا ۳۸۵، سیرت امیر ملت ص ۲۳۲ تا ۲۳۹، مہر منیر از مولانا فیض احمد فیض ص ۴۰۶، برکات علی پور ص ۱۵۸، ۱۵۹، صوفیاء نقشبند ص ۳۵۶، ماہنامہ شمس الاسلام بمبیرہ ضلع سرگودھا جنوری ۱۹۳۳ء ص ۱
- (۱۱) سیرت امیر ملت ص ۲۳۹
- (۱۲) ماہنامہ ضیائے حرم لاہور ختم نبوت نمبر ص ۴۷، اکاویہ علی الغاویہ ج دوم ص ۱۵۹
- (۱۳) سیرت امیر ملت ص ۲۵۱، ۲۵۰
- (۱۴) ایضاً ص ۲۵۱، ۲۵۲
- (۱۵) ایضاً ص ۲۵۲، ۲۵۳
- (۱۶) ایضاً ص ۶۶۰، ۶۶۱
- (۱۷) ماہنامہ اشرفی کچھوچھو شریف انڈیا بابت مئی ۱۹۲۵ء ص ۲۰۔ ماہنامہ ترجمان اہلسنت کراچی سنی کانفرنس ملتان نمبر ص ۶۷، ۶۸
- (۱۸) سیرت امیر ملت ص ۲۵۳
- (۱۹) ایضاً ص ۲۵۳، ۲۵۴
- (۲۰) ایضاً ص ۱۵۳، ۱۵۵
- (۲۱) ایضاً ص ۲۵۴
- (۲۲) رپورٹ تحقیقاتی عدالت ۱۹۵۳ء ص ۱۳۳، فیضان امیر ملت ص ۸۵

☆☆☆☆

☆☆☆☆

☆☆☆☆

مجاہد ملت اور تحریک ختم نبوت

محمد صادق تصوری

۱۹۵۲ء میں جب بنیادی اصولوں کی کمیٹی نے (B.P.C Report) پیش کی اور صدر مملکت کے مسلمان قرار دیے جانے کے باوجود مسلمان کی تعریف نہ کی تو مجاہد ملت مولانا محمد عبدالستار خان نیازی رحمۃ اللہ علیہ نے بحیثیت داعی تحریک پاکستان گروپ ایک جامع اور مکمل مسودہ آئین خلافت پاکستان پیش کیا جو اُس وقت کے انگریزی اور اردو اخبارات میں شائع ہوا۔ دراصل مولانا نیازی کی زندگی میں یہی وہ انقلابی کارنامہ ہے جو آپ کو دوسرے علماء سے ممتاز کرتا ہے۔ اس مسودہ آئین میں مولانا نیازی نے قومیت کی اساس عقیدہ خاتمیت پر رکھی تھی اور غیر مسلموں کیلئے ذیلی ایوان تجویز کیا تھا۔ گویا آپ کا مسودہ آئین بی بی پی سی رپورٹ پر زبردست تنقید تھی اور یہی تنقید بالآخر تحفظ ختم نبوت کی اساس بنی۔

۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت کا سبب چودھری سر ظفر اللہ خاں (آجہا نی ۱۹۸۵ء) کی ایک تقریر بنی جو اس نے دسمبر ۱۹۵۲ء میں کراچی میں کی تھی۔ اس تقریر کے دوران کسی شخص نے ظفر اللہ خاں سے پوچھا کہ آپ نے حضرت قائد اعظم کا جنازہ کیوں نہ پڑھا تھا؟ اس پر اس نے جواب دیا!

”یوں سمجھ لیجئے کہ ایک کافر نے مسلمان کا جنازہ نہیں پڑھایا ایک مسلمان نے کافر کا جنازہ نہیں پڑھا۔“

اس سے مسلمان مشتعل ہو گئے پنجاب میں بڑا شور مچا رہا ہوا۔ اُس وقت چودھری ظفر اللہ خاں بدستور پاکستان کا وزیر خارجہ تھا۔ اس بیان پر غور کرنے کیلئے اوائل جنوری ۱۹۵۳ء میں برکت علی اسلامیہ ہال لاہور میں آل پاکستان مسلم پارٹی رکنوں کی منعقد ہوا جس میں علماء و مشائخ نے ختم نبوت کے سلسلے میں غور و خوض کیا اور ۲۱-۲۰ جنوری ۱۹۵۳ء کو کراچی میں ہونے والے مرکزی کنونشن کیلئے مندوبین منتخب کیے جن میں مولانا نیازی کا نام بھی شامل تھا مگر کراچی کنونشن کی انتظامیہ کمیٹی نے جان بوجھ کر مولانا کو نظر انداز کر دیا۔ کیونکہ اُن کا خیال تھا کہ مولانا نیازی گرم آدمی ہیں یہ وہن پاس کر کے رکھ دیں گے۔ اُن کا پروگرام تھا کہ نرم روی سے چلیں چنانچہ مولانا نیازی کے سوا پنجاب سے تیرہ مندوبین نے شرکت کی۔

اتفاق ایسا ہوا کہ جن دنوں کراچی میں ختم نبوت کنونشن منعقد ہوا مولانا نیازی کسی کام کے سلسلے میں پہلے ہی وہاں موجود تھے۔ انہوں نے وہاں ”اخوان المسلمون“ کی طرز پر اجتماع کیا تھا جس میں پنجاب، اندرون سندھ اور سرحد سے

کارکنوں کی کثیر تعداد نے شرکت کی تھی۔ اس کے بعد مولانا کراچی سے واپس آ گئے۔

کراچی کنونشن میں مندرجہ ذیل مطالبات مرتب کیے گئے۔

(۱) مرزائیوں کو اقلیت قرار دیا جائے۔

(۲) وزیر خارجہ ظفر اللہ خاں کو برخواست کیا جائے۔

(۳) قادیانوں کے سلسلے میں آئین میں ترمیم کی جائے اور انہیں کلیدی آسامیوں سے الگ کیا جائے۔

تحریک ختم نبوت میں مولانا نیازی نے مثالی کردار ادا کیا۔ آپ کو اس تحریک میں خصوصیت حاصل تھی وہ یہ کہ آپ پنجاب اسمبلی کے ممبر تھے۔ نیز تحریک پاکستان میں کام کرنے کی وجہ سے مسلم لیگی کارکنوں سے آپ کے گہرے تعلقات تھے۔

ختم نبوت کا مسئلہ حل کرنے کے لیے تحریک کی ضرورت تھی لہذا ”مجلس عمل تحریک ختم نبوت“ عمل میں آئی مولانا ابو الحسنات محمد احمد قادری رحمۃ اللہ علیہ (ف ۱۹۶۱ء) مجلس عمل کا صدر چنا گیا۔ ۲۵ فروری ۱۹۵۳ء کو صدر مجلس عمل مولانا ابوالحسنات قادری (ف ۱۹۶۱ء) مولانا عبدالخالق بدایونی (ف ۱۹۷۰ء) اور احراری لیڈر سید عطاء اللہ شاہ بخاری (ف ۱۹۶۱ء) مجلس عمل کے نمائندے بن کر وزیراعظم خواجہ ناظم الدین (ف ۱۹۶۳ء) سے ملاقات کرنے کیلئے کراچی گئے تو انہیں گرفتار کر لیا گیا۔

دراصل ممتاز دولتانہ (ف ۱۹۹۵ء) وزیر اعلیٰ پنجاب نے ایک سازش کے تحت کہا کہ میں تمہاری تحریک سے متفق ہوں اور تمہارا مطالبہ آئینی ہے لہذا مرکز سے رجوع کرو۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ قائدین گرفتار ہو گئے۔ اس کے بعد جو جھٹکا بھی کراچی روانہ ہوتا پولیس اُسے راستے ہی میں ٹرین سے اتار لیتی کسی رضا کار کو بھی منزل مقصود (کراچی) تک نہ پہنچنے دیا گیا اور ہر طرف حکومت نے رکاوٹیں کھڑی کر دیں۔ نتیجہ تحریک فیل ہونے لگی۔

۲۷ فروری ۱۹۵۳ء کو لوگ مولانا نیازی کے پاس گئے اور کہا کہ موجودہ صورت حال کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے کیا ہم لوگوں کو کراچی جا کر گرفتاریاں دینی چاہئیں؟ اس پر مولانا نے فرمایا کہ میں نہ اس کی مخالفت کرتا ہوں اور نہ حمایت لیکن یہ ضرور کہوں گا کہ لاہور سے ۵۰ میل دور کراچی جا کر اپنے آپ کو گرفتاری کے لیے پیش کرنا مناسب نہیں ہے اس سے تحریک کو فائدہ نہیں پہنچے گا۔ پنجاب کی گورنمنٹ اگرچہ مسئلہ ختم نبوت کو حل نہیں کر سکتی کیونکہ قانون سازی کے اختیارات مرکزی حکومت کے پاس ہیں مگر چونکہ حکومت پنجاب مرکزی گورنمنٹ کے ماتحت ہے اگر کرنا ہے تو یہاں کی گورنمنٹ کا نظام معطل کرو۔ اس سے مرکزی حکومت پر خود بخود دباؤ پڑے گا۔ میری سکیم تو یہ ہے کہ پنجاب اسمبلی کا گھیراؤ کر لو اور ارکان اسمبلی کو مجبور کر دو کہ قادیانوں سے متعلق بل پاس کرایا جائے۔ میاں ممتاز دولتانہ غلط کہتا ہے کہ اس تحریک سے متفق ہے اگر ایسا ہے تو وہ صوبائی اسمبلی میں جا کر قرارداد پاس کرے۔ تحریک کو ساحل کامیابی سے ہمکنار کرنے کیلئے ضروری ہے کہ کراچی والے کراچی میں، پنجاب والے پنجاب میں اور سرحد والے سرحد میں کام کریں۔ اس طرح یہ تحریک ملک گیر صورت اختیار کرے گی اور

صوبے مجبور ہو کر مرکز پر دباؤ ڈالیں گے۔ اسی رات مولانا نیازی نے موچی دروازہ لاہور میں ایک جلسہ عام سے خطاب کرتے ہوئے اسی بات پر زور دیا۔ ۲۸ فروری ۱۹۵۳ء تک تحریک ختم نبوت کے تقریباً تمام لیڈروں کو گرفتار کیا جا چکا تھا اور تحریک بغیر امام کے رہ گئی تھی۔ آپ نے مولانا مودودی (ف ۱۹۷۹ء) کے ہاں جا کر کہا کہ سب لوگ تو گرفتار ہو چکے ہیں اس تحریک کو زندہ رکھنے کیلئے کیا لائحہ عمل اختیار کیا جائے؟ مولانا مودودی نے کہا کہ ان حالات میں کچھ لوگوں کو انڈر گراؤنڈ چلے جانا چاہیے اور باقیوں کو اوپر رہ کر کام کرنا چاہیے۔ اس پر مولانا نیازی نے کہا! آدمی تو بس یہی ہیں (سید خلیل احمد قادری ابن مولانا ابو الحسنات قادری رحمۃ اللہ علیہ، مولانا راشد پناہوی اور چند دوسرے لوگ) جو یہاں بیٹھے ہیں۔ ان میں انڈر گراؤنڈ کتنے جائیں گے اور اوپر کتنے رہیں گے؟ ہاں اگر آدمی زیادہ ہوتے تو پھر اور بات تھی۔ مولانا مودودی نے جواب دیا ”میں تو جب تحریک فیل ہونے لگے گی تب اسے سنبھالوں گا“ مولانا نیازی نے کہا! ”پھر آپ اسے سنبھال نہیں سکیں گے، سنبھالنا ہے تو اسے اب سنبھالنے جب یہ بغیر لیڈر کے اور بغیر قیادت کے ہے۔“ خیر مولانا نیازی مایوس ہو کر واپس لوٹ آئے۔

واپس آ کر مولانا نیازی نے دوستوں سے مشورہ کیا کہ اب کیا کیا جائے؟ ان دوستوں میں مولانا محمد ابراہیم علی چشتی (ف ۱۹۶۸ء) اور حکیم محمد انور باری (ف ۱۹۷۷ء) تھے اور پھر فیصلہ کیا کہ تحریک کو قدرے سیاسی رنگ دیا جائے کیونکہ خالص مذہبی تحریک کو دبانا انتظامیہ کیلئے نسبتاً آسان تھا۔ چنانچہ ۲۸ فروری ۱۹۵۳ء کو مولانا نیازی نے ایک بیان جاری کیا کہ ختمیت امام رسالت نظریہ پاکستان کی بنیاد ہے اگر اسے ختم کر دیا گیا تو پھر پاکستان کا تصور بھی ختم ہو جائے گا اسکا انکار غداری ہے۔

۳ مارچ ۱۹۵۳ء کو مولانا نیازی نے اپنا مرکزی دفتر مسجد وزیر خاں لاہور میں قائم کیا۔ آپ کی کوشش یہی تھی کہ تحریک تشدد کی راہ اختیار نہ کرے اس لیے آپ نے تمام رضا کاروں کو یہی ہدایت دی کہ پراسن اور منظم رہنا ہے۔ تصادم اور کسی قسم کی بھی گڑبڑ سے گریز کرنا ہے۔ نعرے ثبت ہونے چاہئیں مثلاً

(۱) ظفر اللہ خان کو وزارت خارجہ سے برطرف کیا جائے۔

(۲) آئین میں ترمیم کی جائے۔

(۳) قادیانیوں کو اقلیت قرار دیا جائے۔

(۴) قادیانیوں کو کلیدی آسامیوں سے ہٹایا جائے۔

مولانا نیازی نے لاہور میں اجتماعات کیلئے دوماں کنوینسٹریس تھے ایک دہلی دروازہ جہاں دن کو جلسہ ہوتا تھا دوسرا مسجد وزیر خاں جہاں نماز عشاء کے بعد جلسہ ہوتا تھا۔ لوگ پنجاب اور سرحد سے قافلہ در قافلہ مسجد وزیر خاں میں آرہے تھے۔ مولانا نے صورت حال کا جائزہ لینے کے بعد مسجد وزیر خاں میں ایک مجلس عمل قائم کر دی تاکہ تحریک کو موثر بنایا جاسکے۔ کراچی میں ایک سویلین

سرکاری افسر سے مولانا کا رابطہ تھا جو تحریک کے متعلق انکو حکومت کے عزائم اور پالیسیوں سے قبل از وقت خبردار کر دیتا تھا۔ وہ صاحب محکمہ خوراک میں ایک اعلیٰ عہدے پر فائز تھے۔ انہی نے مولانا کو پیغام بھیجا کہ کراچی میں پانچ پانچ آدمیوں کی گرفتاریاں پیش کرنے کی بجائے لاہور پنجاب میں تحریک چلائیں۔

مجدوزیر خاں کا دروازہ لوہے کا تھا۔ رات کو مولانا کے کارکن اس میں برقی روچھوڑ دیتے تھے تاکہ کوئی اندر داخل نہ ہو سکے۔ پہرے کیلئے باری باری لوگوں کی ڈیوٹیاں لگتی تھیں۔ مولانا مسجد کے اندر جا کر بھیس بدل لیتے تھے۔ مسجد کے مینار کے اندر اوپر جا کر ایک بڑی عجیب مگر کشادہ جگہ بنی ہوئی تھی وہاں مولانا نیازی کا ڈیرہ تھا۔ پھر مولانا نے کوڈورڈز بھی بنا رکھے تھے تاکہ رات کو آنے والوں کی شناخت کی جاسکے اور صرف تحریک کے لوگ ہی مسجد کے اندر داخل ہو سکیں۔ مولانا محمد ابراہیم علی چشتی (ف ۱۹۶۸ء) مولانا کے پاس پیغامات بھیجا کرتے تھے۔

۴ مارچ ۱۹۵۳ء کی صبح مولانا نے ایک ایک سورضا کاروں کے تین جتنے مسجد وزیر خاں میں ترتیب دیئے۔ اُن میں سے ایک جتنے کو ضلع پکھری، ایک کو سیکرٹریٹ اور ایک کو گورنر ہاؤس روانہ کیا۔ جتنے کی صورت یہ ہوتی تھی کہ پکھتر آدمی اس کے اندر ہوتے تھے اور انکے گرد پچیس آدمیوں کا گھیرا ہوا تھا تاکہ کوئی غیر آدمی اندر آ کر ختم نبی کا روائی نہ کر سکے۔ ان جتنوں کو ہدایت کی تھی کہ بُرا سن رہیں اور پولیس سے متصادم نہ ہوں۔ اگر پولیس راستہ میں حائل ہو تو راستہ بدل لیں۔ جتنوں کے لیے نعرے تیار کیے گئے تھے اور انہیں ہدایت تھی کہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا ورد کرتے جانا ہے۔ اگر لاشی چارج کیا جائے تو لاشیاں کھاؤ مگر بڑھتے جاؤ۔ گولی چلے تو منتشر ہو کر گلیوں کے اندر چلے جاؤ اور اگلے چوک میں پھر جمع ہو جاؤ۔ چنانچہ ایک جتنہ بخیر وعافیت ضلع پکھری پہنچ گیا۔ سول سیکرٹریٹ والا جتنہ بھی کچھ گرفتاریوں کے بعد اپنی منزل تک پہنچ گیا اور اس نے وہاں کام بند کر دیا۔ گورنمنٹ ہاؤس (گورنر ہاؤس) جانے والا جتنہ جب چوک والگراں میں پہنچا تو پولیس نے لاشی چارج کیا۔ اس جتنے میں سید غلیل احمد قادری بھی شامل تھے۔ انہوں نے مولانا نیازی کی ہدایت کے برعکس وہاں یہ بات کہہ دی کہ جب لاشی چلے تو سب زمین پر لیٹ جائیں۔ چنانچہ جب لاشی چارج ہوا تو جتنے میں شامل سب رضا کار زمین پر لیٹ گئے۔ پولیس نے بے تحاشہ لاشیاں برسا لیں۔ ایک نوجوان نے گلے میں حائل شریف لٹا رکھی تھی فردوس علی شاہ ڈی۔ ایس۔ پی نے اُس نوجوان کو ایسی ٹھوک ماری کہ حائل شریف دور جاگری نوجوان تڑپ کر حائل شریف کو اٹھانے کو اٹھا تو خالم بد بخت ڈی۔ ایس۔ پی نے پورے زور سے ڈنڈے برسائے۔ اس پر لوگ مشتعل ہو گئے۔ مختصر یہ کہ جتنہ گورنر ہاؤس نہ پہنچ سکا کچھ لوگ گرفتار ہو گئے اور کچھ واپس لوٹ آئے جبکہ دوسرے دونوں جلوس منزل مقصود تک پہنچ گئے۔

حائل شریف کی بے حرمتی کے واقعہ کے بعد نوجوان ڈی۔ ایس۔ پی کے پیچھے لگ گئے اُن دنوں لاہور میں روزانہ دو جلے ہوا کرتے تھے۔ ایک جلسہ نماز عصر سے پہلے دہلی دروازہ کے باہر اور دوسرا بعد از نماز عشاء مسجد وزیر خاں میں۔ مولانا

نیازی ان دونوں جلسوں سے خطاب کرتے تھے۔ مسجد وزیر خاں کے جنوبی حصے میں واقع ایک حجرے میں بیٹھ کر مولانا نیازی رضا کاروں کو ہدایت دیا کرتے تھے۔ انکی ڈیوٹیاں لگاتے تھے۔ مغرب کی نماز میں شریک ہونے والے مولانا نیازی آخری آدمی ہوتے تھے۔ پولیس والوں نے یہ سیکم بنائی کہ جب لوگ نماز پڑھ رہے ہوں تو مولانا نیازی پر ہلہ بول کر انہیں گرفتار کر لیا جائے۔ اس سے تحریک خود بخود ختم ہو جاتی گی۔

۴ مارچ ۱۹۵۳ء کی شام کو مولانا نیازی حسب معمول رضا کاروں کو ہدایات دے رہے تھے کہ اس اثناء میں ایک شخص آیا اور حجرے کے اندر جھانک کر مولانا کی طرف دیکھا اور پھر آگے بڑھ گیا۔ مولانا نیازی نے رضا کاروں سے کہا یہ آدمی مشتبہ ہے اسے پکڑو مولانا کی بات سن کر وہ آدمی بھاگ کھڑا ہوا مگر رضا کاروں نے اسے پکڑ لیا اور بہت مارا۔ اس واقعہ کے فوراً بعد ڈی۔ ایس۔ پی فردوس شاہ اور تھانیدار مظفر خاں پولیس کی پوری جمعیت کے ساتھ مولانا کو پکڑنے کیلئے مسجد وزیر خاں کی طرف بڑھے ابھی وہ مسجد کے اندر داخل نہیں ہوئے تھے کہ ان نوجوانوں نے جو اسی صبح گورنمنٹ ہاؤس بھیجے جانے والے رضا کاروں کے جتنے میں شامل تھے فردوس شاہ کو پہچان لیا کہ اس نے ٹھنڈا مارا تھا جس سے حائل شریف دور جا کر گئی تھی چنانچہ نوجوانوں نے فردوس شاہ کو مسجد کے دروازے میں داخل ہونے سے قتل ہی چھروں سے پھاڑ ڈالا۔ جب باقی پولیس والے آگے بڑھے تو ان سے رائفلیں چھین لیں اور مسجد کے دروازے بند کر دیئے۔

اسکے بعد رضا کاروں نے مولانا نیازی کے پاس آ کر رپورٹ کی تو مولانا نے ان سے کہا کہ یہ تم نے برا کیا۔ پولیس سے رائفلیں نہیں چھینی چاہئیں تھیں۔ پولیس نے مسجد میں داخل ہونے کی ایک اور کوشش کی۔ مسجد کی پچھلی جانب سے سیڑھیاں لگا کر اندر اترنا چاہا تو رضا کاروں نے مولانا نیازی کو اطلاع کر دی۔ رضا کاروں کے پاس نقلی ہندو قیس اور لوہے کی ٹوپیاں تھیں۔ مولانا نے رضا کاروں سے کہا کہ اس وقت کوئی مسجد کے اندر نہ آئے۔ رضا کاروں نے سیڑھی پر چڑھ کر مسجد کے اندر آنکی کوشش کرنے والے سپاہی کو سیڑھی سمیت پوری قوت سے واپس دھکیل دیا۔ وہ سیڑھی سمیت نہ جانے کہاں جاگرا اور مر کپ گیا۔

مولانا نیازی کو اسی روز یہ اندازہ ہو چکا تھا اب ان کی تحریک قتل ہو جائے گی کیونکہ اس میں تشدد آ گیا تھا۔ ڈی۔ ایس۔ پی کے قتل کے بعد تحریک پر امن نہیں رہی تھی۔ پھر ایک مصیبت یہ بھی ہوئی کہ کچھ لوگ اس تحریک کے ذریعہ اپنا سیاسی کیریئر بنانے کی کوشش کر رہے تھے۔ اور اس قسم کا پروپیگنڈا کر رہے تھے کہ مولانا نیازی نے اپنی متوازی حکومت قائم کر لی ہے حالانکہ ایسی کوئی بات نہیں تھی۔

فردوس شاہ کے قتل کے بعد مولانا نیازی نے جلسہ میں اسکی تعزیت کی اور کہا کہ مسلمان آدمی اگر ڈیوٹی کے دوران مارا جائے تو اسکی موت حق ہے۔ ہمیں اسکی موت کا افسوس ہے کہ وہ بیچارہ مارا گیا۔ اسکے باوجود مولانا کو پتہ چل گیا کہ میاں ممتاز

دولتانہ وزیر اعلیٰ پنجاب نے اس قتل کو ایک پلانٹ کرنے کا منصوبہ بنالیا ہے۔ لاہور میں رائے نصر اللہ خاں نامی ایک ایم ایل اے ہوتے تھے انہوں نے مولانا نیازی کو اطلاع دی کہ آپ کے خلاف فردوس شاہ کے قتل کا مقدمہ درج کر لیا گیا ہے۔ اس پر مولانا نیازی نے کہا جو اللہ کو منظور ہے وہی ہوگا۔ مولانا نیازی نے فردوس شاہ کی موت پر تقریبی ریزولیشن منظور کرنے کے علاوہ رضا کاروں کو بھی پرامن رہنے کی ہدایت کر دی تھی۔

فردوس شاہ کے قتل کے واقعہ کے بعد پولیس نے مجاہدین پر بے تحاشہ تشدد کیا اور بے حد فائرنگ کی۔ قادیانی بھی فوج اور پولیس کی وردی میں باہر سے آکر فائرنگ میں شریک ہوئے۔ اس موقع پر مسلمان کارکنوں نے بے پناہ قربانیاں پیش کیں۔ دہلی دروازہ کے باہر چار نو جوانوں کی ڈیوٹی تھی پولیس نے ایک ایک کر کے چاروں کو گولی کا نشانہ بنایا۔ ایک جلوس مال روڈ سے آ رہا تھا اسکے نعرے صرف لا الہ الا اللہ، نعرہ بکبیر اور نعرہ رسالت تھے۔ وہاں زبردست فائرنگ ہوئی لیکن نو جوان سینہ کھول کر سامنے آتے رہے اور جام شہادت نوش کرتے رہے۔

ستم گرد ہر آء ہنر آزمائیں
تو حیر آزما ہم جگر آزمائیں

۶ مارچ ۱۹۵۳ء کو حکومت نے شرارت کر کے ایک پوسٹر نکالا کہ آج مولانا محمد عبدالستار خان نیازی نماز جمعہ شامی مسجد میں پڑھائیں گے۔ انکا مقصد مجاہدین کی قوت کو تقسیم کرنا تھا۔ مولانا نیازی نے اپنے ایک سرفروش کارکن بشیر احمد مجاہد سے کہا کہ اس پوسٹر کی تردید کرو۔ اس نے ایک جیسی لی اس پر لاؤ ڈسٹیکر لگایا اور تمام شہر میں اعلان کر کے پوسٹر کی تردید کر دی۔ اور ساتھ ہی یہ اعلان کیا کہ جمعہ کی نماز بدستور مسجد وزیر خاں میں ہی ادا کی جائیگی۔

اسی روز جمعہ سے قبل غلیظہ شجاع الدین (ف ۱۹۵۵ء) سپیکر پنجاب اسمبلی بیگم سلمیٰ تصدق حسین (ف ۱۹۹۵ء) اور بعض دوسرے اکابر شہر ایک وفد کی صورت میں مولانا نیازی کے پاس گورنر پنجاب مشر آئی چندر بیکر (ف ۱۹۶۰ء) کا پیغام لائے کہ صوبائی حکومت تحریک کے مطالبات سے اتفاق کرتی ہے اور اس سلسلہ میں ایک وزیر اور ایک اعلیٰ افسر کو مرکزی حکومت سے بات چیت کرنے کیلئے کراچی بھیج دیا ہے نیز صوبائی حکومت آپ سے بات چیت کرنے کے لیے تیار ہے۔ مولانا نیازی نے ان ارکان وفد سے کہا کہ ہماری صلح اور بات چیت اسی صورت میں ہی ہو سکتی ہے کہ!

(۱) ہمارے گرفتار شدہ آدمیوں کو رہا کر دیا جائے۔

(۲) قادیانیوں کو اقلیت قرار دینے کا مطالبہ تسلیم کیا جائے۔

(۳) مرکزی حکومت کو قائل کرنے کیلئے ایک آدمی ہمارا اور ایک حکومت پنجاب کا مرکزی حکومت کیساتھ اس سلسلے میں مذاکرات کرے۔

(۴) ہماری تحریک پرامن رہے گی لیکن آپ کو بھی ہماری تحریک ختم کرنے کی کوششیں بند کرنا ہوں گی۔

اس وقت لوگوں میں اتنا مذہبی جوش تھا کہ بیگم سلمیٰ تھنق حسین کو باہر نکالنے کیلئے مولانا نیازی نے برقعہ مٹکوا کر اسے پہنا کر رخصت کیا۔ ورنہ ڈر تھا کہ مذہبی لوگ بے پردگی کے باعث ان پر حملہ کر دیں گے۔ مولانا نیازی نے اپنے رضا کاروں کی گھرائی میں انہیں مسجد سے باہر پہنچایا۔ جمعہ المبارک کی نماز کے وقت مولانا نے ایک تقریر تیار کی جس میں آپ نے اپنا موقف پیش کیا۔ اس موقع پر مسجد کے اندر سی آئی ڈی کی بھاری نفری موجود تھی بلکہ انہوں نے سٹیج پر خود قبضہ کرنے اور مولانا کو سٹیج سے نیچے پھینکنے کی کوشش بھی کی۔ مولانا نے دیکھا کہ کچھ لوگوں نے سٹیج پر ان کے گرد ایک گھیرا سا بنا لیا تھا۔ کچھ لوگ تحریک کیلئے پیسے دینے کے بہانے بار بار سٹیج پر آ رہے تھے حالانکہ مولانا کو تحریک کیلئے وہاں پیسے کی کیا کمی تھی وہاں تو کپکپائے کھانے آ رہے تھے۔ ڈرموں کے ڈرم دودھ آ رہا تھا۔ القصہ مولانا نیازی نے تقریر کی اور اپنا نقطہ نظر واضح کیا۔

مولانا کی یہ ایمان افروز اور باطل سوز تقریر آج بھی لاہور کے عاشقان رسول ﷺ کے کانوں میں گونج رہی ہے۔ مسجد وزیر خاں کے میناروں پر لاؤڈ سپیکرز باندھ دیئے گئے تھے جس سے مولانا کی آواز باغیانہ طور تک لوگوں نے سنی۔ جنرل اعظم خاں (ف ۱۹۹۳ء) ان دنوں لاہور کے جی اوی تھے۔ مولانا نیازی نے اپنی تقریر میں ان پر واضح کیا کہ ہمارا عقیدہ خون میں گردش کرتا ہے اور ہمارے خون کے اندر ہمارے بزرگوں کی شجاعت موجود ہے۔ ہمارے بزرگوں نے جو انگریز کے چودھویں رسالے میں شامل تھے انگریز کے حکم پر بغداد میں گولی چلانے سے انکار کر دیا تھا کہ ہم ہزاروں روپے خرچ کر کے پیران پیر رحمۃ اللہ علیہ کے دربار میں آتے ہیں اور تم ہمیں یہاں گولی چلانے کو کہتے ہو۔ ہم یہاں گولی نہیں چلائیں گے۔ مولانا نے سلسلہ تقریر جاری رکھتے ہوئے کہا کہ! ”ہمارا عقیدہ ہے کہ حضور سید عالم ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں اور تم انکی پاداش میں ہم پر تشدد کرنا چاہتے ہو۔“

مولانا نیازی نے گزشتہ سطور میں ذکر کردہ تجاویز پر اپنے ساتھیوں سے مشورہ کیا اور منظوری کا فیصلہ دیا۔ مگر طحیوں اور بے دینوں کا مقصد علماء کو کچلنا تھا اس لیے ادھر یہ بات چیت ہوئی اور ادھر وفد کے واپس لوٹنے ہی ایک سازش کے تحت لاہور میں مارشل لاء لگا دیا گیا۔ مارشل لاء کے نفاذ میں سب سے زیادہ ہاتھ وزیر داخلہ سکندر مرزا (ف ۱۹۶۹ء) کا تھا۔ اس صورت حال سے کارکنوں کے حوصلے پست ہو گئے مگر مولانا نیازی نے رات کو مسجد وزیر خاں میں جلسہ کا اعلان کر دیا۔ حکومت نے مسجد کی بجلی کاٹ دی جس سے مقررین بھی گھبرا گئے۔ مولانا نے اس رات تاریخی تقریر کی۔ ختم نبوت کا مذہبی اور سیاسی پس منظر بیان فرمایا اور مسجد وزیر خاں کو فتح ہونے والا قلعہ قرار دیا۔

مولانا نے لوگوں کا حوصلہ بڑھانے کیلئے ایک واقعہ سنایا کہ جب ابراہیم مکہ کو فتح کرنے آیا تو اس کیساتھ فوج کا بہت بڑا لشکر اور ہاتھی تھے۔ اس نے کہا کہ! ”مکہ کے سردار سے میری بات کراؤ۔“ اس موقع پر حضور سید عالم ﷺ کے جد امجد حضرت عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کی لوگوں نے اس سے بات کرائی۔ ترجمان کے ذریعے گفتگو ہوئی حضرت عبدالمطلب نے کہا

کہ! ”تیری فوج نے میرے اونٹ پکڑ لیے ہیں میرے اونٹ واپس کر دو۔“ ابراہہ نے حضرت عبدالملک سے کہا کہ! میں تمہیں بڑا سمجھدار اور عقلمند آدمی سمجھتا تھا مگر آپ تو میری توقع کے خلاف نکلے ہیں۔ میں قریش کے مرکز اور تمہاری سیادت عزت و احترام کا خاتمہ کرنے آیا ہوں اور تمہیں صرف اپنے اونٹوں کی فکر ہے۔ اس وقت حضرت عبدالملک نے ایک یادگار جواب دیا تھا کہ میں اپنے اونٹوں کا مالک ہوں اور اس گھر کا بھی ایک مالک ہے وہ اسکی حفاظت خود کریگا۔ **انا رب للیبیت رب یمتعه**۔ مولانا نیازی نے مثال دیکر کہا کہ اللہ تعالیٰ ناموس رسالت کا خود محافظ ہے۔ تمہیں تو جا شاری اور وفاداری کے اظہار کا موقع ملا ہے وہ تمہارا محتاج تو نہیں اللہ تعالیٰ اپنی شان کا خود محافظ ہے۔

۷ مارچ کو مولانا نے مارشل لاء دفعہ ۱۴۳ اور رات کو کرفیو کے باوجود گرفتاریاں دینے کیلئے چار چار افراد کی ٹولیاں روانہ کیں۔ ۸ مارچ کو بھی ایسا ہی کیا گیا۔ ۹ مارچ کو پنجاب اسمبلی کا سیشن شروع ہو رہا تھا مولانا پنجاب اسمبلی کے رکن تھے لہذا اسکی تیاری میں لگ گئے۔ کیونکہ سب لوگوں کی رائے یہ تھی کہ آپ اسمبلی میں جا کر خود ختم نبوت ریزولیشن پیش کریں۔ مولانا نیازی کا ان دنوں طریقہ یہ تھا کہ مسجد وزیر خاں میں رات کا جلسہ کر کے سب کارکنوں کو سلا کر چوکی پہرہ بٹھا کر مسجد کے جنوب مغربی مینار سے سڑھی کے ذریعہ ایک ساتھ والے مکان میں اترتے اور ایک دوسری جگہ جا کر سوتے تھے۔ مارشل لاء کے نفاذ کے بعد یہ واضح ہو گیا تھا کہ ان حالات میں تحریک نہیں چل سکتی۔ ۹ مارچ کو فیصلہ ہوا کہ سب گرفتاریاں پیش کر دیں دریں اثناء مارشل لاء حکام مسجد کے اندر داخل ہوئے اور انہوں نے مسجد، حجروں اور تالاب سے پانی نکال کر تلاشی لی اور پھر تمام لوگوں کو گرفتار کر لیا گیا۔ اب مولانا کا پروگرام یہ تھا کہ گرفتاری دینے کے بجائے پنجاب اسمبلی میں جائیں اور وہاں ختم نبوت کے سلسلے میں ارکان اسمبلی کو قائل کرنے کی کوشش کریں۔ مگر ہوا یہ کہ ادھر مولانا کے خلاف مقدمہ درج کر لیا گیا اور ادھر اسمبلی کا اجلاس ۱۶ مارچ تک کیلئے ملتوی ہو گیا۔ اب سوال یہ تھا کہ گرفتاری سے بچنے کیلئے مولانا ایک ہفتہ کس طرح اور کہاں گزاریں؟۔ اندرون موچی دروازہ چینی نوالی مسجد کے پاس ایک سکول میں میر یعقوب نامی ایک شخص رہتے تھے۔ تقریریں کر کے مولانا کا گلہ بیٹھ گیا تھا اس لیے وہاں گھی گرم کر کے گھی کی گدیاں مولانا کی گردن پر باندھ کر کھڑکی مگنی۔ اس کے بعد انہوں نے کہا ہمارا مکان ایک قلعہ ہے آپ یہیں آ جائیں ہمیں سے ہم آپ کو پنجاب اسمبلی میں پہنچانے کا انتظام کر لیں گے۔ ۱۳ مارچ تک مولانا اسی مکان میں رہے۔ اُس روز خبر ملی کہ اسمبلی کا اجلاس مزید ایک ہفتہ تک ملتوی کر دیا گیا ہے اور اب یہ اجلاس ۲۲ مارچ کو ہوگا مولانا نے میر یعقوب سے کہا! اب کوئی ایسی صورت ہونی چاہیے کہ اجلاس کے دوران انھیں اسمبلی ہال میں پہنچا دیا جائے کیونکہ اسمبلی ہال سے پولیس کسی شخص کو گرفتار نہیں کر سکتی۔ اس پر انہوں نے کہا کہ اسمبلی ہال کے باہر پولیس کا بڑا سخت پہرہ ہے اس لیے ایسا نہیں ہو سکتا۔ مولانا نے کہا پھر ایسا کریں کہ انہیں لاہور سے باہر نکالا جائے اور باہر سے لاہور آنے والی بس میں بٹھا دیا جائے اُس زمانے میں قصور و غیرہ سے آنیوالی بسیں شارع فاطمہ جناح اور چیرنگ کراس سے ہو

کرا سبلی ہاؤس کے سامنے سے گزرا کرتی تھیں۔ مولانا کا پروگرام یہ تھا کہ وہ اسبلی ہاؤس کے بالکل سامنے اتر کر دوڑ کر اندر چلے جائیں گے پھر پولیس انہیں اسبلی ہال کے اندر سے گرفتار نہیں کر سکتی۔ اس طرح وہ اسبلی میں اپنا مؤقف پیش کر سکیں گے۔

میر یعقوب چار بھائی تھے۔ میر اسلم، میر اکرم اور میر اشرف انہوں نے وہاں کے عبدالرحمن نمبردار سے مل کر باہر سے آنے والے گھسیاروں کیساتھ مولانا نیازی کو لاہور سے باہر نکالنے کا منصوبہ بنایا۔ چنانچہ اس مقصد کیلئے ایک ریڑزہ حویلی میاں خاں کے باہر سڑک پر کھڑا کر دیا گیا۔ مولانا نے دیہاتیوں کی طرح چادر باندھ لی پاؤں میں چٹل تھی اور سر پر منڈا سا باندھ لیا۔ اس طرح بالکل دیہاتی بن گئے۔ مولانا نیازی میر برادران کے گھر سے نکلے تو اُن کی چال میں لڑکھڑاہٹ تھی۔ لوگوں نے پوچھا کیا بات ہے؟ میر برادران نے جواب دیا ہمارا مہمان ہے بیچارہ بیمار ہے۔ لوگوں نے کہا بڑا سوہنا جوان ایسہ کیہ ہو گیا وچارے نوں؟ اقصہ مولانا کو ریڑزے میں لٹا کر گھاس پھونس سے ڈھانپ دیا گیا کوچوان نے ریڑزے کو پانس والے بازار کی طرف نکالا۔ پھر میوہ پتال کے آؤٹ ڈور وارڈ کی جانب سے گزر کر مولانا چورہچی سے نکلے اور موضع ڈھولنوال کی طرف بڑھنے لگے۔ راستے میں پولیس والوں نے کہا آگے ملٹری ہے یہ بات سن کر کوچوان ریڑزے کو کچے راستے میں لٹکر چلنے لگا حتیٰ کہ چوہنگ کے نواحی گاؤں شاہ پور میں جا پہنچے۔ مولانا کیساتھ نمبردار عبدالرحمن کے علاوہ چار مسلح سائیکل سوار بھی تھے انہیں ہدایت تھی کہ اگر کوئی مولانا نیازی کی طرف آئے تو بے دروغی فائر کھول دیں وہاں سے مولانا بس میں سوار ہو کر اکاڑہ پہنچے اور پھر راتوں رات پاکپتن شریف چلے گئے۔ وہاں حضرت میاں علی محمد خاں سجادہ نشین بسی شریف (ف ۱۹۷۱ء) سے ملے۔ حضرت میاں صاحب نے کہا کہ اگر مجھ سے کسی نے آپ کی موجودگی کے بارے میں پوچھا تو میں سچی بات کروں گا جھوٹ نہیں بولوں گا۔ چنانچہ مولانا اُن کے ہاں سے نکل کر ایک اور صاحب کے ہاں ٹھہرے۔

۲۲ مارچ کو مولانا نیازی پاکپتن سے لاہور واپسی کے خیال سے قصور پہنچے اور شیخ فضل دین گلی مہتیا نوالی کے مکان پر ٹھہرے۔ دن قصور میں گزرا۔ مولانا کا سر گرم کارکن بشیر احمد جہاد (ف ۱۹۹۸ء) بھی قصور پہنچ گیا۔ مولانا کا پروگرام یہ تھا کہ ۲۳ مارچ کی صبح قصور سے نکلیں گے اور بس میں بیٹھ کر اسبلی ہاؤس پہنچ جائیں گے مگر شیخ فضل دین کے لڑکے محمد اسلم نے مخبری کر دی کہ مولانا نیازی ہمارے ہاں موجود ہیں۔ ۲۳ مارچ کی صبح مولانا فجر کی نماز کیلئے اٹھے تو پولیس پہنچ گئی اور مولانا کو گرفتار کر لیا۔ اس پر اُس کے لڑکے محمد اسلم نے پولیس سے کہا کہ مولانا کے ساتھ ایک دوسرا آدمی بھی موجود ہے۔ چنانچہ بشیر احمد جہاد کو بھی گرفتار کر لیا گیا۔ (شیخ فضل دین کے لڑکے محمد اسلم نے مخبری کر کے عذاب الہی کو دعوت دی جلد ہی اس کے خاندان پر مصائب و آلام کے پہاڑ ٹوٹنے لگے۔ شیخ فضل دین انتہائی پریشانی بے چارگی اور کمپری کے عالم میں فوت ہو گیا۔ اُس کے بعد محمد اسلم حالات کی تاب نہ لا کر مکان فروخت کر کے رام گلی لاہور چلا گیا اور وہاں پاگل ہو کر مر گیا۔ قصوری)

پولیس مولانا اور بشیر مجاہد کو قصور تھا نہ میں لگتی ناشتہ وغیرہ وہیں کرایا گیا اور کار میں بٹھا کر شاہی قلعہ لاہور میں لیجا یا گیا۔ وہاں مولانا کو دس نمبر کوٹھری میں رکھا گیا۔ ۲۳ مارچ سے ۹ اپریل تک اسی سیل میں پولیس والے مولانا کا بیان ریکارڈ کرتے رہے۔ دو راتیں مسلسل جگائے رکھا اور مطلقاً سونے نہ دیا۔ ایس پی سی آئی ڈی چودھری محمد حسین جو بعد میں ڈائریکٹر جنرل سی آئی ڈی بنے مولانا کا بیان قلمبند کرتے رہے۔ وہ مولانا سے پوچھتے رہے کہ آپ نے فلاں فلاں تاریخ کو اپنی تقریر میں کیا کہا؟ مولانا بتاتے کہ میں نے یہ کہا یہ کہا اور میرے دلائل ایسا کہنے کے یہ تھے۔ تیسرے روز چودھری محمد حسین کہنے لگے مولانا ان دلائل سے تو آپ دشمن کو بھی قائل کر لیں گے۔ مولانا کے خلاف کئی لوگوں نے گواہیاں دیں۔ ایک ڈی ایس پی راجہ فضل داد بتا دیا کرتے تھے کہ مولانا فلاں فلاں لوگوں نے آپ کے متعلق یہ گواہیاں دی ہیں۔ ایک بار ایک ایس پی پولیس قلعہ میں گیا اور اپنے ماتحتوں کو حکم دیا کہ مولانا کورات بھر جگائے رکھو۔ مولانا نوافل پڑھتے وقت جب سجدے میں جاتے تو پولیس کے سپاہی انہیں ہلانا شروع کر دیتے انکا خیال تھا کہ شاید مولانا سجدے میں جا کر سو جاتے ہیں۔ دراصل وہ چاہتے تھے کہ مولانا انہیں کچھ اور بھی بتائیں مگر حقیقت تو وہ پہلے ہی بتا چکے تھے۔

ایک روز وہاں ملٹری کا کوئی بریگیڈر آیا وہ پولیس سے باتیں کر رہا تھا۔ مولانا اپنی کوٹھری میں سے اس کی باتیں سننے کی کوشش کرتے رہے اس نے مولانا کے متعلق پولیس سے کچھ پوچھا۔ اس پر مولانا نے اس بریگیڈر کو متوجہ کر کے کہا! ”جنٹلمین اگر تم میرے خلاف معاندانہ عزائم رکھتے ہو تو تمہیں جان لینا چاہیے کہ کوئی شخص میرے قریب آنے کی جرأت نہیں کر سکتا۔ اگر کسی نے میرے قریب آنے کی کوشش کی تو میں اسے گلا دبا کر ہلاک کر دوں گا۔“

اس پر اس نے معذرت خواہانہ انداز میں کہا کہ نہیں خان صاحب ہم آپ کی بات نہیں کر رہے ہیں۔ شاہی قلعہ لاہور سے مولانا کو سنٹرل جیل میں منتقل کر دیا گیا۔ مولانا کو اسی جگہ رکھا گیا جہاں بھگت سنگھ دت کو رکھا گیا تھا۔ سنٹرل جیل لاہور ایشیا کی سب سے بڑی جیل تھی جس میں تین میل کا چکر تھا۔ آج اسی جگہ پر شادمان کالونی بنی ہوئی ہے۔

۱۵ اپریل ۱۹۵۳ء کو مولانا نیازی کیخلاف فوجی عدالت میں ڈی ایس پی فردوس شاہ کے قتل اور بغاوت کا کیس چلا۔ الزام یہ تھا کہ مولانا عبدالستار خان نیازی نے پولیس کو مسجد وزیر خاں کے اندر داخل ہوتے دیکھ کر لوگوں سے کہا! ”پولیس کے کتے آگئے ہیں اب جا میں نہ پائیں“

استغاثہ نے خون آلود مٹی اٹھا کر عدالت میں پیش کی جس میں پولیس کے بقول فردوس شاہ کا خون جذب ہوا تھا۔ مولانا نے اپنی صفائی میں کہا کہ قتل مسجد وزیر خاں کے دروازے کے باہر ہوا ہے اور ت میں موقع پر موجود نہیں تھا۔ میں تو مسجد کے اندر تھا۔ وہ کونسا خطیب یا مقرر ہے جو مسجد کے دروازے میں کھڑا ہو کر تقریر کر رہا ہو جبکہ مجمع مسجد کے اندر ہو؟ پھر لاؤ ڈسٹیکر بھی مسجد

کے اندر نصب ہے۔ اس لیے یہ الزام غلط ہے اور یہ پولیس کا پہلا جھوٹ ہے۔ پھر استغاثہ نے عدالت میں جو خون آلود مٹی پیش کی ہے یہ بھی فرضی ہے کیونکہ جب جائے قتل کا معائنہ کیا گیا تو پتہ چلا کہ فردوس شاہ کے مقام قتل پر مسجد کے باہر سینٹ کا فرش ہے اس لیے مٹی کا ثبوت بھی جعلی ہے۔ استغاثہ اور صفائی دونوں جانب سے متحدہ گواہ پیش ہوئے یہ ساری کاروائی ۲۵ اپریل کو مکمل ہوگئی یعنی دس دن میں۔

مقدمہ بغاوت کے بعد مولانا نیازی کو خرابی صحت کی بنا پر ہسپتال منتقل کر دیا گیا جو جیل کے اندر ہی تھا۔ مئی کی صبح کو سیکش ملٹری کورٹ کا ایک آفیسر اور ایک کمیٹین فیصلہ سنانے کیلئے مولانا کو لینے آئے۔ پرنٹنڈنٹ جیل مولانا نیازی کو ایک الگ کمرے میں لے گیا جہاں قتل کے الزام میں مولانا کے ساتھ نو آدمی اور بھی تھے۔ سب پر فردوس شاہ ڈی ایس پی کے قتل کا الزام تھا۔ ملٹری عدالت نے فیصلہ سنا تے ہوئے کہا! ”قتل کے الزام میں ہم آپ سب کو باعزت بری کرتے ہیں۔“ مولانا نیازی کے علاوہ نو آدمی جو اس کیس میں ملوث تھے وہ چلے گئے۔ مولانا کو ملٹری والوں نے روک لیا اور کہا! آپ پر بغاوت کا الزام بھی ہے مولانا نے جواب دیا ہاں الزام تو ہے اس پر انہوں نے جیب سے ایک کانڈ نکالا کہ تمہارے متعلق یہ فیصلہ ہے۔

"You will be hanged by neck till you are dead"

تمہاری گردن پھانسی کے پھندے میں اس وقت تک لٹکا لی جائے گی جب تک تمہاری موت واقع نہ ہو جائے۔
اسکے جواب میں مولانا نے فرمایا!

"Is that all? I was prepared to take more than that. If i would have got one hundred thousand lives, I would have laid down those lives for the cause of Holy Prophet Muhammad may the peace glory of God be upon him."

یہی کچھ سزا لائے ہوا گرمیرے پاس ایک لاکھ جانیں ہوتیں تو میں ان سب کو محمد مصطفیٰ ﷺ کی ذات گرامی پر قربان کر دیتا۔
آرڈر سناتے ہوئے افسر نے کہا!

"Plese sign it"

اس پر دستخط کیجئے۔

مولانا نیازی!

"I will sign it when i kiss the rope"

افس!

"You will have sign it"

مولانا نیازی!

"I have already told you that i will sign it when i kiss the rope.i am in your cluches and i am behind the bars.Take me to the gallows and hang me.

افر!

"Mr.Niazi!Our officers will enquire from us whether you were serve with the notice of death warrant."

مسٹر نیازی! ہمارے آفیسرز ہم سے پوچھیں گے کہ تم نے موت کے وارنٹ کا نوٹس دیا ہے یا نہیں تو میں کیا جواب دوں گا۔

مولانا نیازی!

"If you so fear from your officers,well,I sign it for you."

اگر آپ کو اپنے افسران ہی کا خوف ہے تو میں آپ کی خاطر اس پر دستخط کئے دیتا ہوں۔

چنانچہ مولانا نیازی نے بڑے اطمینان سے اس پر دستخط کر دیئے اور دستخطوں کے ساتھ ۱۹۵۳ء کی تاریخ بھی درج کر دی۔ افسر نے آپ کی ہمت کے بارے میں پوچھا تو آپ نے فرمایا! تم میری ہمت (Morale) کے بارے میں پوچھتے ہو تو وہ آسمانوں سے بھی بلند ہے تم اسکا اندازہ نہیں کر سکتے۔

کسی کی زندگی میں اگر یہ مرحلہ آجائے تو معمولی نہیں ہوتا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنا خصوصی فضل و کرم فرما کر مولانا نیازی کو اس وقت بہت حوصلہ دیا۔ افر کے جانے کے بعد مولانا جب کمرے میں اکیلے رہ گئے تو انکا حوصلہ بہت بلند تھا۔ تائید ایزدی سے ان کو سورہ ملک کی یہ آیت یاد آگئی۔

خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَيٰوةَ لِيَبْلُوَكُمْ اَيُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا (پارہ ۲۹ سورہ ملک ۲)

اسی نے موت اور زندگی کو پیدا کیا تاکہ تمہاری آزمائش کرے کہ تم میں کون اچھے کام کرتا ہے۔

مولانا نیازی نے اس سے یہ تاثر لیا کہ موت و حیات کا خالق صرف اللہ تعالیٰ ہے یہ لوگ میری زندگی کا سلسلہ منقطع نہیں کر سکتے۔ اگر اس مقصد کے لیے جان بھی جائے تو اس سے بڑی زندگی کیا ہو سکتی ہے۔ اس کے ایک لمحہ کے بعد مولانا پر خوف کا حملہ ہوا مگر پھر فوراً یہ شعر ان کی زبان پر آ گیا۔

ہر غیب از غیب جانے دیگر است
کشتگان نخر تسلیم را

مولانا وجد کی حالت میں یہ شعر بار بار پڑھتے اور جھومتے اسی عالم میں آپ کمرے سے باہر آگئے تو جیل سپرنٹنڈنٹ مہر محمد حیات نے یہ خیال کیا کہ ملٹری کورٹ نے آپ کو بری کر دیا ہے۔ چنانچہ اس نے کہا!

”نیا زنی صاحب مبارک ہو آپ بری ہو گئے۔“

اس کا خیال تھا کہ فردوس شاہ کے قتل میں مولانا کیساتھ کے نو مجرم بری ہو گئے تھے لہذا مولانا بھی بری ہو گئے ہوں گے۔ مولانا اسکی بات سن کر مسکرائے اور کہا! ”میں اس سے بھی آگے نکل گیا ہوں“ اس نے کہا! کیا مطلب؟ مولانا نے فرمایا! حضور سید عالم ﷺ کے غلاموں اور عاشقوں کی فہرست کے کسی کونے میں میرا نام بھی اب ضرور شامل ہوگا۔ وہ پھر بھی نہ سمجھا تو مولانا نے فرمایا! اب خود ہی سمجھ لو کہ میری بات کا مطلب کیا ہے؟ اس پر اس نے اثبات میں سر ہلایا اور بولا۔ تو چلیں پھر اب یہ اچکن، طرہ اور پگڑی اتار دیں اور پچانسی کے قیدی کا لباس پہن لیں۔

وہ مولانا کو اپنے ساتھ لے گیا۔ مولانا نے اچکن اتار دی پگڑی الگ رکھ دی۔ کریمہ منگوا یا تو وہ بھی تنگ۔ مولانا نے کہا! یا رو میرے جسم کے مطابق کرتہ لاؤ یہ سب کے سب تنگ ہیں۔ اس پر جیل شاف کے ایک آدمی نے کہا! نیا زنی صاحب یہاں آ کر تو بڑے بڑے پہلوان سکر جاتے ہیں اور آپ ہیں کہ پھیل رہے ہیں کوئی کرتہ آپ کو فٹ ہی نہیں آتا۔ مولانا نے کہا! ہم نے موت خود خریدی ہے اس لیے کوئی کرتہ فٹ نہیں آتا۔ چلو صرف پاجامہ ہی لا دو۔ پاجامہ منگوا یا گیا تو اس نے کہا کہ ہم اس میں ازار بند نہیں دالیں گے۔ مولانا نے پوچھا کہ یہ کیا طریقہ ہے اس نے جواب دیا یہ اس لیے ہے کہ کہیں آپ ازار بند سے خودکشی نہ کر لیں۔ مولانا نے کہا تم لوگ احق ہو جسے شہادت کی موت مل رہی ہو وہ بھلا خودکشی کیوں کرے گا؟۔

مولانا نے پاجامہ نہیں پہنا بلکہ چادر باندھ لی۔ جیل میں اس وقت تین ہزار سے زیادہ قیدی تھے جن میں اکثریت تحریک ختم نبوت کے رضا کاروں کی تھی۔ مولانا کی سزائے موت کی خبر پر عالم اسلام میں زبردست اضطراب پیدا ہوا۔ اندرون ملک بھی زبردست احتجاج ہوا۔ ادھر جیل میں قیدی آپ کو دیکھ کر روتے تھے۔ جب آپ کو پچانسی کی کوٹھڑی میں لے جایا گیا تو آپ نے لوگوں کو اطمینان دلایا اور فرمایا کہ! ”کتنے عاشقان رسول ﷺ جام شہادت نوش کر رہے ہیں۔ اگر میں بھی اس نیک مقصد کیلئے جان دے دوں تو میری خوش قسمتی ہوگی لہذا رونے کی بجائے میرے لیے استقامت کی دعا کرو۔“

۷ مئی سے ۱۳ مئی ۱۹۵۳ء تک مولانا نیا زنی پچانسی کی کوٹھڑی میں رہے۔ آپ کا زیادہ تر وقت نماز و فوافل میں گزرتا تھا۔ جیل میں خود اذان دیتے تھے اور نماز پڑھتے تھے۔ قرآن وحدیث کے علاوہ مکتوبات امام ربانی آپ کے زیر مطالعہ رہتے تھے۔ اگرچہ ملٹری والوں نے مولانا کو سزائے موت سناتے ہوئے بڑا ڈرامہ کیا۔ مولانا سے سزائے موت کے پروانے پر باقاعدہ دستخط بھی کروائے گئے۔ پھر اسکی عبارت خاصی خوفناک تھی مگر اللہ تعالیٰ نے انہیں صبر واستقامت دی۔ فوجیوں نے سزائے موت سنائے جانے کے بعد مولانا کے مورال اور رویے کی بہت تعریف کی اور یہاں تک کہا کہ ہم نے ایسا بہادر آدمی

آج تک نہیں دیکھا۔ اس نے سزائے موت کو پامردی سے سنا۔ ہمارے جرنیل بھی ایسے بہادر نہیں ہوتے شاید اسی باعث ان لوگوں کو مولانا سے جذباتی لگاؤ ہو گیا تھا۔

۱۴ مئی ۱۹۵۳ء کو سزائے موت عمر قید میں تبدیل ہو گئی تو جذباتی کارکن ایک دوسرے کو مبارک باد دینے اور خوشیاں منانے میں مصروف رہے۔ کسی نے بھی کاغذات مکمل کرانے کی جانب توجہ نہ دی۔ چنانچہ کوٹھی ٹوٹنے کے باوجود مولانا کو مزید ایک رات پھانسی کی کوٹھڑی میں رہنا پڑا۔ ۱۵ مئی کو مولانا سات دن اور آٹھ راتیں پھانسی کی کوٹھڑی میں گزارنے کے بعد گورا وارڈ میں منتقل ہو گئے۔ یہ سنٹرل جیل لاہور کا مشہور وارڈ تھا۔

سزائے موت کو چودہ سال قید با مشقت میں تبدیل کر نیچے بعد گورنمنٹ نے ایک آرڈر نکالا جن کے تحت مولانا اس سزا کے خلاف اپیل کر سکتے تھے مگر مولانا نے اپیل نہ کی۔ جسٹس محمد شریف نے از خود سارا کیس دیکھا اور سزا کم کر کے تین سال کر دی۔ جون ۱۹۵۴ء میں مولانا کو راولپنڈی جیل منتقل کر دیا گیا۔ فروری ۱۹۵۵ء میں واپس لاہور جیل میں لایا گیا۔ اسکے بعد مولانا نے عدالت عالیہ میں رٹ کی کہ جس قانون کے تحت ہمیں سزا دی گئی ہے اسے گورنر کی منظوری حاصل نہیں ہو سکتی تھی کیونکہ مجلس آئین ساز جو قانون ساز بھی تھی پہلے ہی توڑ دی گئی۔ یہی صورت راولپنڈی سازش کیس کی تھی جس کے تحت فیض احمد فیض (ف ۱۹۸۴ء) اور انکے ساتھیوں پر مقدمہ چلایا گیا تھا۔ چنانچہ مولانا نے عدالت میں یہ موقف اختیار کیا کہ جس قانون کے تحت ہمیں سزا دی گئی ہے وہ قانون قانون ہی نہیں ہے۔ یوں ۱۲۹ اپریل ۱۹۵۵ء کو دو سال سے زیادہ عرصہ جیل میں کاٹ کر مولانا ضمانت پر رہا ہوئے۔ بعد ازاں مئی ۱۹۵۵ء میں آپ کو اس کیس سے باعزت بری کر دیا گیا۔

رہائی کے دو ماہ بعد شیر نوالہ گیٹ لاہور کی جامع مسجد میں مولانا نیازی نے پھر مسئلہ ختم نبوت پر تقریر کی جس پر بنگال ریگولیشن ۱۸۱۸ء کے تحت نظم و نسق میں فتور ڈالنے داخلی طور پر اضطراب پیدا کرنے اور مسلح بغاوت کے الزام میں ۸ جولائی ۱۹۵۵ء کو پینل ہاؤس لاہور کے اسی کمرے یعنی کمرہ نمبر ۴ بی بلاک سے گرفتار کر کے سنٹرل جیل ساہیوال میں بھیج دیا گیا۔ جہاں مولانا کو بحیثیت شاہی قیدی رکھا گیا۔ اس زمانے میں ایم اے فاروقی سیکرٹری داخلہ اور سکندر مرزا (ف ۱۹۶۹ء) وزیر داخلہ تھے۔ مولانا کو اسے کلاس دی گئی۔

بنگال ریگولیشن کے خلاف چارہ جوئی کی کوئی صورت نہیں تھی تاہم مولانا نے اپنے دوستوں کو چار پانچ کاغذوں پر دستخط کر کے دیئے تھے تاکہ اگر وہ چاہیں تو عدالت سے رجوع کر سکیں۔ سابق جسٹس ذکی الدین پال (ف ۲۰۰۰ء) میاں محمود علی قصوری (ف ۱۹۸۷ء) آفتاب فرخ اور محمد اسماعیل بھٹی جیسے نامور قانون دانوں نے آپ کے مقدمے کی پیروی کی اور ۲۶ جولائی کو جسٹس محمد رستم خان کیانی (ایم آر کیانی ف ۱۹۶۲ء) نے آپ کی گرفتاری کو خلاف قانون قرار دے کر آپ کی رہائی کا حکم صادر کر دیا۔ سردار عطاء محمد لغاری (ف ۱۹۹۲ء) ان دنوں ہوم سیکرٹری تھے۔ مولانا نیازی کے جگری دوست حکیم محمد انور

بابری (ف ۱۹۷۷ء) ان کے پاس گئے اور کہا کہ مولانا نیازی کی رہائی کا آرڈر ہو گیا ہے آپ پلیز آرڈر بنادیں۔ مگر لغاری صاحب نے بہانے شروع کر دیئے کہ یہ ہے وہ ہے دیر ہو گئی ہے۔ اس پر بابری صاحب نے کہا اگر آپ نے فوراً پلیز آرڈر نہ بنایا تو میں آپ کے خلاف ابھی عدالت میں چارہ جوئی کروں گا۔ اس پر عطا محمد لغاری نے جسٹس ایم آر کیانی کو فون کیا کہ بابری صاحب کہتے ہیں کہ اگر ہم نے آج مولانا نیازی کی رہائی کا آرڈر نہ بنایا تو یہ میرے خلاف تو بین عدالت کا مقدمہ کریں گے۔ جسٹس ایم آر کیانی نے کہا: ”ہاں جب ہمارے پاس کس آئے گا تو دیکھیں گے“ یہ سن کر عطا محمد لغاری گھبرا گئے اور فوراً ریلیز آرڈر بنادیا۔ یوں مولانا کی رہائی عمل میں آئی۔ یاد رہے کہ ساہوال سنٹرل جیل میں مولانا نیازی کو ایئر کنڈیشنر کی پیشکش کی گئی تو آپ نے کہا: ”اگر سکندر مرزا اپنی جیب خاص سے کرتا ہے تو فحشک ہے ورنہ میں قومی خزانے پر بوجھ نہیں ڈالنا چاہتا“۔

۱۹۹۲ء دسمبر کو پنجاب یونیورسٹی نے بین الاقوامی اسلامی کالوئیم (مذاکرہ) منعقد کیا جس میں دنیا بھر سے مستشرقین کو

مدعو کیا گیا تھا۔ علامہ علاؤ الدین صدیقی (ف ۱۹۷۷ء) اس وقت پنجاب یونیورسٹی میں شعبہ اسلامیات کے سربراہ تھے۔ میاں افضل حسین (۱۹۷۰ء) وائس چانسلر تھے۔ ان لوگوں نے قادیانی رہنما چودھری ظفر اللہ خاں (ف ۱۹۸۵ء) کو ہنگ سے بلوایا۔ اس نے اسلامی شریعت کے موضوع پر خطاب کرنا تھا۔ مولانا کے نزدیک یہ بات قابل اعتراض تھی۔ اول چودھری ظفر اللہ خاں اسلام کی وکالت نہیں کر سکتے۔ دوسرے یہ کہ مستشرقین ہر مسئلے پر بحث کر سکتے ہیں لیکن ہمارے اصول و مسلمات دین جو طے شدہ ہیں ان پر بحث نہیں کی جاسکتی۔ جیسے خدا ایک ہے، حضرت محمد ﷺ نبی آخر الزماں ہیں، قرآن حکیم الہامی کتاب ہے۔ اور تیسرے یہ کہ جہاں مقالات کا ترجمہ انگریزی اور عربی میں کیا جائے اسکے ساتھ ساتھ یہ کام اردو میں بھی ہونا چاہیے۔ چوتھا مطالبہ یہ تھا کہ اس اجتماع میں علماء کو بھی اظہار خیال کی دعوت دی جائے۔

اس موقع پر مولانا نیازی کی کوششوں سے مجلس تحفظ اسلام کے نام سے ایک تنظیم بنائی گئی۔ لاہور ہول میکوڈ روڈ میں ہر مکتبہ فکر کے ایک سو علماء اکٹھے ہوئے مثلاً مولانا ابوالحسنات محمد احمد قادری (ف ۱۹۶۱ء) صاحبزادہ سید فیض الحسن (ف ۱۹۸۳ء) مولوی احمد علی لاہوری دیوبندی (ف ۱۹۶۲ء) مولوی داؤد غزنوی الجہدیت (ف ۱۹۶۳ء) مولوی غلام غوث ہزاروی دیوبندی (۱۹۸۱ء) ماسٹر تاج الدین انصاری (ف ۱۹۷۰ء) وغیرہ۔ مولانا نیازی کو اس تنظیم کا صدر چنا گیا۔ مولانا نیازی نے علمائے کرام کی طرف سے پریس کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ ہونے والے مذاکرے میں تین طرح کے لوگ شریک ہو رہے ہیں۔

(۱) غیر مسلم مستشرقین

(۲) قادیانی

(۳) پاکستان اور اسلامی ملکوں کی یونیورسٹیوں کے مسلمان پروفیسر

ان میں سے ہمیں صرف قادیانیوں کی شرکت پر اعتراض ہے۔ ان کے علاوہ باقی سب مسلم اور غیر مسلم مستشرقین کا ہم پر جوش استقبال کریں گے اور انکی عزت افزائی کی کوشش کریں گے۔ قادیانیوں پر ہمیں شدید اعتراض اس لیے ہے کہ وہ اسلام اور پاکستان کے کھلے دشمن ہیں اور دوسری نبوت کے قائل ہیں۔ تحفظ ختم نبوت کی بے مثال قربانیاں بھی اسی عقیدے کے تحفظ کیلئے دی گئی تھیں۔ قادیانی پاکستان کے بھی کھلے دشمن ہیں جیسا کہ حال ہی میں حکومت نے خود اُنکے متعلق انکشاف کیا ہے۔ مسلمانوں کی سب مستند مذہبی جماعتیں اُن کو خارج از اسلام قرار دے چکی ہیں اور انکو اسلام اور پاکستان کے لیے شدید خطرے کی حیثیت سے دیکھتی ہیں۔ اس وجہ سے ہم قادیانیوں کی شرکت کے سخت خلاف ہیں۔ اسکی بڑی وجہ یہ ہے کہ اس اجتماع میں قادیانیوں کو غیر مسلم مستشرقین کی نظر میں عزت اور وقار کا مقام حاصل ہو جائے گا جس سے قادیانی اسلام اور پاکستان کے خلاف ناجائز فائدہ اٹھانے کی کوشش کریں گے۔ ہم مجلس مذاکرہ کے منتظمین کی اس حرکت کیخلاف نفرت و حقارت کا اظہار کرتے ہیں کہ انہوں نے چودھری ظفر اللہ خاں کو اسلامی قانون کے شعبہ کا صدر بنایا اور اس طرح اُس کو شریعت اسلامی کا خود ساختہ ترجمان بنا کر اس کو اسلام کے نمائندے کی حیثیت دی جس سے پاکستان اور اسلام دونوں کو گزند پہنچنے کا شدید خطرہ ہے۔ ہم یونیورسٹی کے وائس چانسلر کی اس حرکت کے خلاف بھی شدید احتجاج کرتے ہیں۔

اس بارے میں ہمارا واضح موقف یہ ہے کہ ہم ظفر اللہ خاں اور دوسرے قادیانیوں کی شرکت کو ہرگز ہرگز برداشت نہیں کریں گے کیونکہ یہ اجتماع اسلامی مذاکرہ ہے اور قادیانیوں کو ہم کسی طرح مسلمانوں کے امور میں مداخلت اور اُن پر بحث و تنقید کا حق نہیں دیتے۔ کیونکہ وہ اس پردے میں بھی قادیانیت کی تبلیغ کریں گے۔ جیسا کہ ہمیشہ ہوتا رہا ہے۔

مولانا نیازی نے اپنی جدوجہد کا آغاز کیا تو اخبارات میں شوریج کیا۔ مولانا نے مطالبہ کیا کہ اول تو چودھری ظفر اللہ خاں اس اجتماع میں نہ آئیں۔ آئیں تو اجلاس میں شریک نہ ہوں۔ شریک ہوں تو مسلمانوں کی طرف نہ بیٹھیں بلکہ غیر مسلم سکالروں کیساتھ بیٹھیں وہ اسلامی نشست کی صدارت نہیں کر سکتے۔

اس جدوجہد کا یہ اثر ہوا کہ اس مذاکرہ کے منتظمین نے مولانا اور انکے حامی علماء کو بھی دعوت نامے بھیجے لیکن مولانا کا موقف یہ تھا کہ ہمارے مطالبات کو تسلیم کیا جائے جب ہم شرکت کریں گے۔ مولانا نے اس معاملے میں بہت زور ڈالا۔ ہوم سیکرٹری اور گورنر پنجاب سردار عبدالرب نسر (ف ۱۹۵۸ء) سے ملے۔ پھر دھمکی دی کہ تم جانتے ہو کہ تحریک ختم نبوت کے لوگوں کیساتھ ہمارا رابطہ ابھی تک باقی ہے۔ اگر ظفر اللہ خاں یونیورسٹی میں آگیا تو ہم یونیورسٹی پر ہلے بول دیں گے آگ لگا دیں گے۔ مولانا نیازی کی ان مساعی کا اثر یہ ہوا کہ مقالات کا ترجمہ اردو میں کیا گیا یہ بھی ملے ہو گیا کہ ہمارے اصول و مسلمات دین کو مستشرقین نہیں چھیڑیں گے اور ظفر اللہ خاں بھی کانفرنس میں نہیں آئیں گے۔ منتظمین نے ظفر اللہ خاں کو آمدورفت کا خرچہ ہزار روپے دیا تھا ٹکٹ بھیجا تھا وہ پاکستان تو آیا لیکن کانفرنس ہال میں داخل ہونے کی جرأت نہ کر سکا۔ پریس والوں

نے اس سے سوال کیا کہ آپ آئے تو ہیں لیکن کانفرنس ہال کے اندر کیوں نہیں گئے؟ اُس نے جواب دیا کہ آپ لوگوں کو پتہ ہے کہ یہاں ایجنڈیشن ہے۔ تحریک ختم نبوت پر جس شخص نے لاہور میں آگ لگا دی تھی وہ لوگوں کو بھڑکا رہا ہے۔ مصلحت اسی میں ہے کہ میں نہ جاؤں۔

اس موقع پر علماء نے مکمل اتحاد و یکجہتی کا ثبوت دیا تھا۔ مولانا نیازی کی ولولہ انگیز قیادت میں علماء نے سرحد کی بازی لگادی اور یوں اسلام دشمن اور نام نہاد مفکرین کی سازشیں ناکام ہو گئیں۔ جب بھی علماء کرام جمع ہوئے مسئلہ مشترکہ ہوا اور مولانا نیازی جیسا نہ کہنے والا قائد بنا تو پھر بات بن گئی۔ ۱۹۷۴ء میں دوبارہ اور فیصلہ کن تحریک ختم نبوت چلی تو مولانا نیازی ایک بار پھر سرکف ہو کر میدانِ عمل میں اترے۔ اپوزیشن کی تمام دینی و سیاسی جماعتوں پر مشتمل آل پاکستان مجلس عمل تحفظ ختم نبوت کی تشکیل ہوئی تو آپ کو مرکزی نائب صدر منتخب کیا گیا۔ آپ نے ملک گیر دورے فرما کر قادیانی مکر و فریب کے جال کو تار تار کر کے مسلمانوں کے دلوں میں عشق رسول ﷺ اور تحفظ ناموس رسالت کے جذبے کی شمع فروزاں کی اور مقام مصطفیٰ ﷺ کے کعبے کو گرانے والے ابرہہ کی جماعت کو یہ بتادیا کہ غلامانِ محمد ﷺ اس وقت تک چین سے نہیں بیٹھیں گے جب تک کہ دہر میں اسمِ محمد ﷺ سے اجالا نہ ہو جائے۔

۹ جون ۱۹۷۴ء کو ملک کی اٹھارہ دینی و سیاسی جماعتوں کا ایک مشترکہ اجلاس لاہور میں منعقد ہوا جس میں متفقہ طور پر یہ فیصلہ کیا گیا کہ اگر حکومت نے مجلس عمل کے مطالبات جمعرات ۱۳ جون تک تسلیم نہ کیے تو ۱۴ جون بروز جمعہ المبارک ملک گیر ہڑتال کی جائے گی۔ یہ کنونشن صبح ۱۰ بجے سے ۳ بجے سہ پہر تک جاری رہا۔ بعد میں مولانا نیازی نے ایک پریس کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے کنونشن کے فیصلوں کا اعلان کیا۔ انہوں نے کہا کہ کنونشن میں حکومت سے مطالبہ کیا گیا ہے کہ وہ صدر اور وزیر اعظم کے حلف کو پیش نظر رکھتے ہوئے قادیانی فرقہ کو غیر مسلم اقلیت قرار دے کر قادیانیوں کو کلیدی آسامیوں سے فوراً ہٹائے کیونکہ ختم نبوت کے نام پر قائم کردہ ملک میں ختم نبوت کے باغی آسامیوں پر فائز نہیں رہ سکتے۔

مولانا نیازی نے اپنی پریس کانفرنس میں بتایا کہ کنونشن نے مطالبہ کیا ہے کہ حکومت کو اس امر کا موقع نہ دیا جائے کہ وہ کہے کہ مجلس عمل اپنے مطالبات منوانے کیلئے تشدد پر اتر آتی ہے۔ مولانا نے حکومت کو متنبہ کیا کہ اگر ہمارے جائز مطالبات تسلیم نہ کئے گئے تو حکومت کو بھی باغیانہ ختم نبوت کے زمرہ میں شمار کیا جائے گا اور اُس وقت ہم حکومت کے کسی حکم کو ماننے کے پابند نہ ہوں گے۔ مولانا نے کہا کہ کنونشن میں یہ بھی واضح کر دیا ہے کہ سر دست ہمارا رتصادم حکومت سے نہیں ہے یہ تو قادیانی جماعت خود ہم ہے الجھ پڑی ہے اور ربوہ شیش پر جو بربریت اور درندگی کا مظاہرہ ہوا ہے اُسکے نتیجے میں از خود عمل کے طور پر کاروائی ہوئی ہے۔ انہوں نے کہا کہ جس علاقہ میں بھی جانی نقصان ہوا ہے وہاں پہل قادیانیوں ہی نے کی ہے۔ ہم چاہتے ہیں کہ یہ جھگڑا ہمیشہ کیلئے ختم ہو جائے کیونکہ یہ ملک تو حید اور ختم نبوت کے نظریہ پر حاصل کیا گیا ہے اور ختم نبوت پر ایمان دستور

کا حصہ ہے اس لیے کسی شخص فرقہ اور گروہ کو یہ اجازت نہ دی جائے کہ وہ نظریہ پاکستان یا عقیدہ توحید کی مخالفت کرے اور اکثریت کی دل آزاری کرے۔ قادیانی روز ازل ہی سے پاکستان کیخلاف ہیں اور انہوں نے علاقہ قادیان کو الگ یونٹ بنوانے کیلئے گورداسپور کو اقلیت میں بدل دیا اور پٹھان کوٹ سے کشمیر کا راستہ بھارت کو دے دیا۔ قادیانی آج بھی کہتے ہیں کہ بھارت اور پاکستان ایک ہو جائیں۔ مرزا ابشر الدین محمود کو ربوہ میں امانتاً دفن کیا گیا ہے اور اس کی وصیت ہے کہ اسے قادیان میں دفن کیا جائے۔

مولانا نیازی نے مزید کہا کہ موثر عالم اسلامی کے اجلاس مکہ میں ۱۰۰ ممالک کے نمائندوں نے مطالبہ کیا تھا کہ قادیانیوں کو کافر قرار دیا جائے لیکن اگر اہل اسلام حکومت سے مطالبہ کریں کہ صدر اور وزیر اعظم کے حلف کے تحفظ کی خاطر قادیانیوں کو اقلیت قرار دیا جائے تو ہمارا یہ مطالبہ مذہبی جنون یا ملائیت کی تنگ نظری نہیں۔ ہمارے سامنے اس ضمن میں چینی اور روس کیونشنوں کی مثال موجود ہے۔ مولانا نیازی نے ظفر اللہ خاں کی حالیہ پریس کانفرنس کا ذکر کرتے ہوئے کہا کہ وہ حکومت پاکستان کی عدلیہ اور انتظامیہ سے بالا بالا ایک داخلی مسئلہ کے ضمن میں عالمی رائے عامہ کو مداخلت کی دعوت دے رہا ہے اور یہ ثابت کرنا چاہتا ہے کہ وہ ایک بین الاقوامی گروہ ہے ان حالات میں ایسے گروہ کو جسکی وفاداری بھی منکوک ہے کنونشن یہ مطالبات کرنے میں حق بجانب ہے۔

تحریک ختم نبوت کے سلسلہ میں مولانا نیازی کو جن مصائب و آلام سے دوچار ہونا پڑا اخبارات کی قائلیں اُن کی شاہد عادل ہیں۔ مولانا نے اپنی علالت بڑھاپے اور حکومت کی ستم رانیوں کی بالکل پرواہ نہیں کی۔ مسلم مسجد بیرون لوہاری گیٹ لاہور میں مولانا نے خطبہ تحفہ المبارک دیتے ہوئے قادیانیت کی دجھیاں بکھیر دیں۔ اسکے بعد آپ نے مسجد وزیر خاں میں اپنے ساتھیوں سمیت گرفتاریاں پیش کرنا تھیں مگر جب مولانا مسلم مسجد سے واپس اپنے گھر تشریف لے گئے تو حنیف راے وزیر اعلیٰ پنجاب کے ایماء پر آپکو گرفتار کر لیا گیا اور نماز عشاء کے بعد رہا کر دیا گیا۔ اس تحریک کے دوران مولانا نیازی نے بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں ایک خط لکھا جو اپنے دوست الحاج چودھری فتح محمد بنالوی کے ہاتھ شیخ غلام رسول المعروف بلینوالے (ف ۱۹۸۶ء) جو مسجد نبوی میں جاروب کش تھے کو پہنچایا۔ اُس خط میں یہ لکھا تھا کہ حضور سید عالم ﷺ کی بارگاہ یکس پناہ میں سلام عرض کریں اور پھر درخواست کریں کہ آپ نے ڈیوٹی سخت لگا دی ہے۔ بڑی مشکلات ہیں، رکاوٹیں ہیں، ساز و سامان نہیں ہے۔ آپ ﷺ توجہ فرمائیں کہ وسائل پیدا ہوں اور روکاؤں دور ہوں۔ جب یہ خط بابا غلام رسول کو پہنچا اور انھیں بتایا گیا کہ یہ خط مولانا عبدالستار خان نیازی نے نبی کریم ﷺ کی بارگاہ عالیہ میں ارسال کیا ہے تو انہوں نے جواب دیا کہ وہ نیازی طرزے والا میں اُسکو جانتا ہوں۔ میں نے اسے پچھلے سال حج کے موقع پر دیکھا تھا۔ آپ مجھے خط دے دیں رات کو میں حضور اقدس ﷺ کے دربار میں عرض کروں گا۔ صبح کو جواب لے لیتا۔ پھر جواب آیا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ

”رکاوٹیں دور ہوں جائیں گی، غیب سے سامان پیدا ہو جائے گا“۔ اور پھر واقعی غیب سے سامان پیدا ہو گیا، مرزا نیت کا مسئلہ حل ہو گیا تحریک ختم نبوت کا میانی سے ہمکنار ہو گئی۔ یکم ستمبر ۱۹۷۷ء کو حضرت اورنگزیب رحمۃ اللہ علیہ کی بنا کردہ مسجد بادشاہی مسجد لاہور میں مجلس عمل تحفظ ختم نبوت کے زیر اہتمام تاریخی جلسہ سے خطاب کر کے آپ نے تحریک کو فیصلہ کن مراحل میں داخل کر دیا۔ بالآخر آپ کی کوششیں رنگ لائیں اور ۷ ستمبر ۱۹۷۷ء کو پاکستان کی قومی اسمبلی نے قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دے کر قادیانی تابوت میں آخری کیل ٹھونک دی اور یوں حضور نبی کریم ﷺ کا ارشاد گرامی پورا ہو گیا۔

مولانا نیا زی نے اپنی چلائی ہوئی تحریک کو اپنی زندگی ہی میں کامیاب اور بار آور دیکھ کر بارگاہ ایزدی میں سجدہ شکر ادا کیا اور دربار مصطفیٰ ﷺ میں انھوں کا نذرانہ پیش کرتے ہوئے عرض گزار ہوئے کہ!

”یا رسول اللہ ﷺ میں نے مقام مصطفیٰ ﷺ کے تحفظ کی خاطر تن من و دھن کی بازی لگا دی تھی تحفہ دار کو بھی چوما تھا اور اپنی تمام حقیر مساعی اس سلسلہ میں صرف کر دی تھیں تاکہ جھوٹے نبی کی جھوٹی نبوت کا قلع قمع ہو جائے۔ یا رسول اللہ ﷺ مقام شکر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے میری ان ناچیز کاوشوں کو قبول فرما کر آپ کی ختم نبوت کا جھنڈا گاڑ دیا ہے اور جھوٹے نبی کی جھوٹی نبوت کو ہمیشہ کیلئے مردود قرار دے دیا ہے۔ لیکن پھر بھی آپ کی غلامی کا احسن طریقے سے حق ادا نہ کر سکا۔ حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا۔

میں اپنی اس کوتاہی، سستی اور غفلت پر شرمندہ اور پشیمان ہوں۔ یا رسول اللہ ﷺ میری لاج رکھ لیجئے۔

کردہ خویش حیرانم، سیاہ شد روز عصیانم

پشیمانم، پشیمانم، یا رسول اللہ ﷺ

☆☆☆☆

☆☆☆☆

☆☆☆☆

WWW.NAFSEISLAM.COM

ختم نبوت اور

حضرت خواجہ محمد ضیاء الدین سیالوی رحمۃ اللہ علیہ

ابوالبال محمد سیف علی سیالوی

مجاہد اعظم، سرتاج الاولیاء، گلشن پیر سیال کے مہکتے ہوئے پھول، وارث علوم رسول حضرت خواجہ محمد ضیاء الدین سیالوی رحمۃ اللہ علیہ کا شمار ان نقوش قدسیہ میں ہوتا ہے جو علم و عمل، فقر و درویشی، حق و صداقت اور امت مسلمہ کے ناخدا گزرے ہیں۔ حضور مجاہد اعظم خواجہ محمد ضیاء الدین سیالوی علیہ رحمہ 17 رمضان المبارک 1304ھ بمطابق 9 جون 1887ء بروز جمعۃ المبارک بعد طلوع آفتاب عالم اسلام کے عظیم روحانی مرکز سیال شریف ضلع سرگودھا میں اشرف الاولیاء خواجہ محمد دین سیالوی رحمۃ اللہ علیہ کے گھر میں پیدا ہوئے۔ تاریخی نام منظور حق ہے۔ آپکو بچپن ہی سے علوم اسلامیہ کا بے حد شوق تھا۔ قرآن مجید حفظ کرنے کے بعد ممتاز افضل سے علم دین کی تکمیل کی۔ 2 رجب المرجب 1327ھ کو اشرف الاولیاء خواجہ محمد دین سیالوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ انتقال فرما گئے تو آپ باقاعدہ طور پر سجادہ نشین بنے اور (21) برس آپ نے سجادگی کے فرائض بڑی عمدگی سے ادا فرمائے۔

حسن و جمال:

حضور مجاہد اعظم خواجہ حافظ محمد ضیاء الدین سیالوی علیہ رحمۃ القوی قد و قامت، حسن و جمال اور صورت و سیرت میں بے مثال تھے۔ ایک انگریز لکھتا ہے کہ پنجاب میں میں نے دو جوان خوبصورت دیکھے ہیں۔ بن داڑھی والوں میں ملک خضر حیات ٹوانہ اور داڑھی والوں میں حضرت خواجہ محمد ضیاء الدین (سجادہ نشین سیال شریف)۔ آپ نہ صرف قرآن کریم کے حافظ تھے بلکہ بائبل پر بھی مکمل عبور رکھتے تھے۔ مطالعہ کتب سے اس قدر لگاؤ کہ اکثر و بیشتر شام کا کھانا رات کے دو تین بجے تناول فرماتے تھے۔ ملک اور بیرون ملک سے دینی کتب کا بہت بڑا ذخیرہ منگوا کر کتب خانہ میں خاصی توسیع کی۔ دینی علوم کی اشاعت کیلئے آپکی کوششیں ہمیشہ عروج پر رہیں، آپ نے عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ کیلئے 1329ھ میں قادیانیت کے زد میں ایک مستقل کتاب ”معیار المسیح“ تصنیف فرمائی۔ ”معیار المسیح“ کے چند اقتباسات آپکی خدمت میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہے ہیں۔ جس سے آپکو حضور مجاہد اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی ختم نبوت پر علمی خدمات کا پتہ چلے گا۔ معیار المسیح کے صفحہ 12 پر آپ مرزا کو لکارتے ہوئے ارقام فرماتے ہیں کہ پھر تو دجال ایک قوم بھی نہ رہا۔ بلکہ بہت سے گروہ اور قوموں میں منقسم ہو گیا۔ صاحب ذرا ہوش میں آئیے اور خیال فرمائیے کہ یہ نصاریٰ دجال نہیں بن سکتے اور ریل گاڑی گدھا نہیں بن سکتی اور

علاوہ ازیں حدیث سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ عیسیٰ بن مریم شرق دمشق میں اتریں گے یعنی بیت المقدس میں دو فرشتوں کے کاندھے پر ہاتھ رکھے ہوئے اور ان کے دم سے کافر مر جائیں گے، جہاں تک نظر جائے گی وہاں تک ان کا دم پہنچے گا۔ مگر آپ کے مرزا صاحب کی آسانی منکوحہ یعنی محمدی بیگم کو اس کا خاوند پہلو میں بیٹھا کر آج تک عیش اُڑا رہا ہے اور زندہ ہے۔ حالانکہ مرزا صاحب کی پیشین گوئی بڑے زور سے نکلی تھی کہ یہ تین سال کے اندر مر جائیں گے مگر دُعا کے برعکس پیشین گوئی غلط پڑی اور اسی افسوس میں مرزا صاحب اس سے پہلے ہی مر گئے۔ صفحہ 25 پر حضور ثالث غریب نواز خواجہ محمد ضیاء الدین سیالویؒ ”وَلَقَدْ يَسْرَنَا الْقُرْآنَ لَلَّذِكْرِ فَهَلْ مِنْ مَدَكُورٍ“ نقل فرمانے کے بعد راقم ہیں کہ یہ آیت چار دفعہ اللہ تعالیٰ عزوجل نے سورہ قمر میں بیان فرمائی ہے۔ مناسب ہے کہ آپ اس سے فصاحت پکڑیں اور کاذب مسیح سے پرہیز کریں کہ ان کی طرح اور بھی پہلے جھوٹی نبوت کا دعویٰ کر چکے ہیں اور کئی بعد میں کرتے رہیں گے۔ چنانچہ حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے ہی خبر فرمادی ہے۔ مثلاً ابن صیاد اور مسلمہ کذاب وغیرہ۔ عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ”لَا تَقُومُ السَّاعَةُ حَتَّىٰ يَمُوتَ كَذَّابُونَ ذُجَابُونَ قَرِيبٌ مِنْ ثَلَاثِينَ مِثْلَهُمْ يَزْعُمُ أَنَّهُ رَسُولُ اللَّهِ“ روایت ہے ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے ”نہ قائم ہوگی قیامت یہاں تک کہ اٹھائے جائیں گے جھوٹے مکار تقریباً تیس تک ہر ایک گمان کرے گا کہ وہ نبی ہے یعنی ہر ایک نبوت کا دعویٰ کرے گا اور بہت سے ہو گزرے ہیں۔ ان میں سے شہروں میں اور ناکامیاب و ہلاک کیا، اللہ عزوجل نے ان کو اور اس طرح کرے گا۔ باقی مدعیوں کے ساتھ اور ذال خارج ہے۔ اس تنگی سے کہ وہ دعویٰ الوہبیت کا کرے گا۔

صفحہ 27 پر حضور ثالث غریب نواز خواجہ محمد ضیاء الدین سیالوی علیہ رحمۃ القوی حضرت سیدنا ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی ایک روایت درج فرماتے ہیں کہ ”اتَّبِعُوا السَّوَادَ الْأَعْظَمَ فَإِنَّهُ مِنْ شَذِذٍ فِي النَّارِ“ حضور سرور عالم ﷺ نے فرمایا ہے تا بعداری کرو، بڑی جماعت کی اس لئے کہ جو غصص اکیلا ہوا، اسے آگ میں ڈالا جائے گا۔ متذکرہ فرمان مصطفوی ﷺ رقم کرنے کے بعد حضور ثالث غریب نواز مرزا قادیانی کی دجیمیں بکھیرتے ہیں۔ پس جو غصص سواد اعظم کی اتباع چھوڑ کر اپنی رائے سے قرآن مجید کے الفاظ میں تاویلیں کرے وہ ایسی حدیثوں کا مصداق ہوگا۔ اگر برخلاف اجتماع امت مرحومہ کے جو آپ نے قرآن سے مراد لی ہے۔ وہ مانی بھی جائے تو بھی کیا وجہ ہے کہ اس سے خاص مرزا صاحب ہی مراد لئے جائیں اور عموماً خلفائے راشدین و اولیاء المکتومین کیوں نہ لئے جائیں اور یہ جو آپ نے بیان کیا ہے قرآن کے تابع ہوتا ہے اور شمس سے نور حاصل کر کے اور لو کو مستفید کرتا ہے، کیا یہ وصف ان خلفاء عظام و اولیاء کرام میں جن کے الہامات و کرامات اظہر من الشمس ہیں موجود نہ تھے۔ یہ خیال کیجئے کہ گروہ کے گروہ مشرکین و یہود و نصاریٰ انکے ہاتھ سے اسلام لائے ہیں اور ظاہری و باطنی فیوض سے فیضیاب ہوئے ہیں۔ آپ ہی بتلائیں کہ مرزا قادیانی کی دعوت سے کتنے مشرک یا یہود و نصاریٰ اسلام لائے

اور دینی فیض پایا۔ پھر بڑا تعجب ہے کہ ایک چودھویں صدی کا آدمی قمر بنا۔ حضرت قمر تو ہمیشہ شمس کے تابع ہوتا ہے نہ کہ (1300) تیرا سو سال بعد قمر تو قیامت تک شمس کا تابع رہے گا۔ آپکا بنایا ہوا قمر تو خاک میں مل گیا۔ ایسی کچی تاویلوں سے کام ہرگز نہیں لکھتا، یہ صرف خطا اور پگھلہ پن ہے۔

صفحہ 38 پر حضرت سیدنا امام مہدی رضی اللہ عنہ کے تعارف، حسب و نسب اور فضائل و خصائل پر تین حدیثیں نقل کرنے اور مہدویت و نبوت کے جھوٹے دعویدار قادیانی شیطان کا پول یوں کھولتے ہیں کہ ”پس ان احادیث سے صاف معلوم ہوا کہ امام مہدی سید ہوگا اس کا نام محمد ہوگا اور اسکے والد کا نام عبداللہ، پس اس سے بخوبی واضح ہوا کہ امام مہدی نہ عیسیٰ بن مریم علیہ السلام ہیں۔ نہ غلام احمد قادیانی بلکہ یہ ایک علیحدہ شخصیت ہے۔ باقی رہی حدیث لا مہدی الا عیسیٰ علیہ السلام جس پر آپکا بڑا زور ہے، اوّل تو یہ حدیث، ضعیف ہے، نقادان حدیث مثل محمد ابن جزری وغیرہم نے اسکی تصنیف کی ہے۔ پس آیات و احادیث صحیحہ کا کس طرح مقابلہ کر سکتے ہو۔ شیخ محمد اکرم صابری نے اس حدیث کو اپنی کتاب اقتباس الانوار میں کلام مخذوف پر حمل فرمایا ہے یعنی لا مہدی بعد المہدی المشہور الذی مومن اولاد محمد و علی علیہم السلام الا عیسیٰ بلکہ مرزا صاحب کے ایک شعر سے بھی ان کا دو ہونا ثابت ہے۔

مہدی وقت و مہدی دوراں ہر دوراں شہسوار می بینم

☆☆☆☆ ☆☆☆☆ ☆☆☆☆

www.NAFSEISLAM.COM

سات ستمبر قادیانیوں کی شکست کا دن

مولانا محمد شہزاد قادری ترائی

قادیانیوں اور مسلمانوں کے درمیان اختلاف کا آغاز بیسویں صدی کی ابتداء سے ہوا۔ انیسویں صدی کے اختتام تک اگرچہ مرزا غلام احمد قادیانی مختلف قسم کے دعوے کرتا رہتا تھا جن کی بنا پر مسلمانوں میں قادیانیوں کے خلاف بے چینی پیدا ہو چکی تھی۔ مگر اس وقت تک مرزا غلام احمد قادیانی نے کوئی ایک صریح دعویٰ نہیں کیا تھا۔

مگر ۱۹۰۲ء میں یہود نصاریٰ کی سرپرستی سے مرزا غلام قادیانی سے صریح نبوت کا جھوٹا دعویٰ کیا۔ دعویٰ کرنے کے بعد برٹش حکومت نے اس غبیث کے جھوٹے دعوؤں کو خوب پانی دے کر مضبوط کیا جس کی وجہ سے عام مسلمانوں اور قادیانیوں کے درمیان اختلافات شدید ہو گئے۔

پوری امت مسلمہ کا اس بات پر اجماع ہے کہ حضور ﷺ آخری نبی ہیں اور جو اس کا انکار کرے وہ کافر ہے۔

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ
وَلَكِن رَّسُولَ اللَّهِ وَخَاتَمُ النَّبِيِّينَ ط
وَكَانَ اللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ
عَلِيمًا (الاحزاب: ۴۰)

مجھ تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ
نہیں ہاں اللہ کے رسول ہیں اور سب نبیوں
کے پچھلے اور اللہ سب کچھ جانتا ہے۔

اس آیت مبارکہ سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ حضور ﷺ خاتم النبیین یعنی آخری نبی اور نبوت کے سلسلے کے ختم ہونے پر

مہر ہیں۔

حدیث: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بے شک حضور ﷺ نے فرمایا! مجھے تمام انبیاء علیہم السلام پر چھ باتوں میں فضیلت دی گئی ہے ایک تو یہ کہ مجھے جو امع الکلم عطا کیے گئے ہیں دوسرے یہ کہ رعب دیا گیا ہے تیسرے یہ کہ میرے لیے مال غنیمت حلال کر دیا گیا اور زین میرے لیے پاک اور سجدہ گاہ بنا لی گئی اور میں تمام مخلوقات کے لیے رسول بنا کر بھیجا گیا اور ختم کی گئی مجھ پر نبوت۔ (بحوالہ مسلم شریف)

حضور ﷺ کے خاتم النبیین ہونے پر صحابہ کرام علیہم الرضوان کا اجماع:

قرآن و حدیث کے بعد شریعت اسلامی میں تیسرا اہم درجہ صحابہ کرام علیہم الرضوان کا اجماع ہے۔ یہ بات معتبر

دلیلوں اور تاریخی ثبوت سے ثابت ہے کہ حضور ﷺ کے پردہ فرمانے کے بعد جن دجالوں نے نبوت کا دعویٰ کیا اور جن لوگوں نے ان کے چھوٹے دعوؤں کو تسلیم کیا ان سب کے خلاف صحابہ کرام علیہم الرضوان نے علم جہاد بلند کیا۔

اس سلسلے میں خصوصیت کیساتھ مردودا عظم مسیلہ کذاب کا معاملہ قابل ذکر ہے۔ مسیلہ کذاب صرف حضور ﷺ کے خاتم النبیین ہونے کا منکر نہ تھا بلکہ اس نے حضور ﷺ کے وصال سے پہلے جو خط آپ ﷺ کو لکھا تھا اس کے الفاظ کچھ اس طرح تھے!

”مسیلہ رسول اللہ (معاذ اللہ) کی طرف سے محمد رسول اللہ ﷺ کی طرف۔ آپ ﷺ پر سلام ہو آپ ﷺ کو معلوم ہو کہ میں آپ ﷺ کیساتھ نبوت کے کام میں شریک کیا گیا ہوں۔ معاذ اللہ (بحوالہ طبری ج ۲ ص ۳۹۹ مطبوعہ مصر)

اسکے علاوہ مورخ طبری نے یہ روایت بھی بیان کی ہے کہ مسیلہ کے ہاں جواز ان دی جاتی تھی اس میں اشدھان محمد رسول اللہ کے الفاظ بھی کہے جاتے تھے۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اس کے خلاف علم جہاد بلند کیا۔ مسیلہ کذاب کی ایک لاکھ فوج سے صرف دس ہزار مسلمانوں نے جنگ کی۔ اور تمام صحابہ علیہم الرضوان نے اسے کذاب کہا اس لیے کہ حضور کے بعد کوئی نبی پیدا نہیں ہو سکتا۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا دوبارہ نزول نبی کی حیثیت سے نہیں ہوگا۔ نہ ان پر وحی نازل ہوگی نہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی نیا پیغام یا نئے احکام لائیں گے نہ وہ شریعت مصطفیٰ ﷺ میں کوئی اضافہ یا کمی کریں گے نہ ان کو تجدید دین کیلئے دنیا میں لایا جائے گا نہ وہ آکر لوگوں کو اپنے اوپر ایمان لانے کی دعوت دیں گے اور نہ وہ اپنے ماننے والوں کی ایک الگ امت بنائیں گے۔ وہ صرف اس کار خاص کے لیے بھیجے جائیں گے اور وہ یہ ہوگا کہ دجال کے فتنے کا خاتمہ کر دیں۔ اس کام کے لیے حضرت عیسیٰ علیہ السلام ایسے طریقے سے نازل ہوں گے کہ جن مسلمانوں کے درمیان انکا نزول ہوگا انہیں اس امر میں کوئی شک نہیں رہے گا کہ یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہیں جو حضور ﷺ کی بشارت کے مطابق ٹھیک وقت پر تشریف لائے ہیں۔ وہ آکر مسلمانوں کی جماعت میں شامل ہو جائیں گے جو بھی اس وقت مسلمانوں کے امام ہوں گے اسکی اقتداء میں نماز پڑھیں گے تاکہ اس شک کی کوئی ادنیٰ سی گنجائش بھی نہ رہے کہ وہ اپنی سابق پیغمبرانہ حیثیت کی طرح اب پھر پیغمبری کے فرائض انجام دینے کیلئے واپس آئے ہیں۔ ان سب باتوں کی بناء پر ان کی آمد سے مہر نبوت کے ٹوٹنے کا قطعاً کوئی سوال پیدا نہ ہوگا۔

مرزا کو جو نبی نہ مانے وہ کافر ہے۔ (معاذ اللہ)

جب علماء اہلسنت نے قادیانیوں کو کافر قرار دینے کی تحریک اٹھائی تو قومی اسمبلی کے ایک رکن نے علماء اہلسنت سے کہا کہ آپ کیوں قادیانیوں کے پیچھے پڑے ہیں تو اس وقت کے رکن قومی اسمبلی حضرت علامہ عبدالمصطفیٰ الازہری اعظمی رحمۃ اللہ علیہ وہاں پر موجود تھے۔ آپ نے فرمایا کہ ٹھہر جاؤ ابھی فیصلہ ہو جائے گا۔ علامہ الازہری نے قادیانیوں کے ذمہ دار شخص کو بلوایا اور اس سے پوچھا کہ اگر کوئی مرزا غلام احمد قادیانی کو نبی نہ مانے تو آپ اسکو کیا کہیں گے؟ قادیانی نے جواب دیا کہ ہم

اس کو کافر مانتے ہیں یہ سن کر قومی اسمبلی کے رکن جو یہ کہہ رہے تھے کہ آپ قادیانیوں کے پیچھے کیوں پڑے ہیں؟ کھڑے ہو گئے اور کہنے لگے کہ یہ تو ہم سب کو کافر کہہ رہا ہے۔ الغرض یہ ثابت ہوا کہ جو شخص مرزا غلام احمد قادیانی کو نبی نہ مانے وہ قادیانیوں کے نزدیک کافر ہے۔

قادیانیوں کے خلاف سب سے پہلے کفر کا فتویٰ اعلیٰ حضرت امام اہلسنت مولانا الشاہ احمد رضا خان صاحب فاضل بریلی رحمۃ اللہ علیہ نے دیا جسکی تمام علماء کرام اور مفتیان کرام نے تائید کی۔
غیر مسلم اقلیت:

علماء اہلسنت خصوصاً علامہ شاہ احمد نورانی صدیقی صاحب، علامہ عبدالمصطفیٰ الازہری، حضرت علامہ عبدالستار خان نیازی، حضرت علامہ سید شاہ تراب الحق قادری کی دن رات محنتوں سے آخر کار حکومت پاکستان نے 7 ستمبر 1974ء کے مبارک دن قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا۔

☆☆☆☆ ☆☆☆☆ ☆☆☆☆



WWW.NAFSEISLAM.COM

اولیائے امت اور قادیانیت کا بھیانک چہرہ

مولانا محمد شہزاد قادری ترائی

حضرت پیر سید مہر علی شاہ گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں!

مجھے ابتداء میں سیر و سیاحت اور آزادی بہت پسند تھی۔ حجاز مقدس کے سفر میں میری ملاقات حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر کی رحمۃ اللہ علیہ سے مکہ مکرمہ میں ہوئی حضرت حاجی صاحب صحیح کشف کے مالک تھے۔ جب انکو میری آزاد اور بے باک طبیعت کا علم ہوا تو شدید اصرار اور تاکید سے حکم دیا کہ چونکہ غفریب ہندوستان میں ایک فتنہ (قادیانی) ظاہر ہونے والا ہے لہذا تم وطن واپس چلے جاؤ اگر تم بالفرض خاموش بھی رہو گے تو بھی یہ فتنہ ترقی نہیں کر سکے گا۔ اور اس طرح ملک میں آرام رہے گا۔ چنانچہ میں پورے وثوق کے ساتھ حاجی صاحب کے اس کشف کو مرزا قادیانی کے فتنہ سے تعبیر کرتا ہوں اور آنحضرت ﷺ نے بھی خواب میں مجھے حکم دیا کہ یہ مرزا قادیانی غلط تاویل کی قینچی سے میری احادیث کے ٹکڑے ٹکڑے کر رہا ہے اور تو خاموش ہے۔ اس کے بعد جو کچھ لکھا گیا وہ عام لوگوں کی خیر خواہی کیلئے لکھا گیا۔ اس لیے کہ فساد عقائد لوگوں کے لیے زہر قاتل کی حیثیت رکھتے ہیں۔ کتاب وسنت ائمہ کرام اور امت مرحومہ کے علماء کے صحیح عقائد کی بنیاد پر اس کی حقیقت کو آشکار کیا۔ (ملفوظات طبیات ص ۱۲۶، ۱۲۷)

پیر سید مہر علی شاہ نے اپنے حجرے میں آنکھیں بند کیں اور دیکھا کہ آنحضرت ﷺ قعدے کی حالت میں جلوہ فرما ہیں۔ حضور ﷺ سے چار بالشت کے فاصلے پر پیر صاحب باادب بیٹھے ہیں لیکن مرزا غلام احمد اس جگہ سے دور حضور ﷺ کی طرف پیٹھ کیے بیٹھا ہے۔ (تحریک ختم نبوت ص ۵۰ آغا شورش کشمیری)

مرزا قادیانی کے دعویٰ نبوت پر حضرت امیر ملت

پیر سید جماعت علی شاہ محدث علی پوری رحمۃ اللہ علیہ کا پانچ نکاتی بیان

(۱) سچا نبی کسی استاد کا شاگرد نہیں ہوتا۔ اس کا علم لدنی ہوتا ہے۔ وہ روح القدس سے تعلیم پاتا ہے۔ بلا واسطہ اس کی تعلیم و تعلم خداوند قدس سے ہوتی ہے۔ جھوٹا نبی اس کے برخلاف ہوتا ہے۔

(۲) ہر سچا نبی اپنی عمر کے چالیس سال گزرنے کے بعد یکدم اپنے رب العالمین مخلوق سے روبرو دعویٰ نبوت کر دیتا ہے اور بتدریج آہستہ آہستہ اس کو درجہ نبوت ملتا ہے وہ نبی ہوتا ہے۔ وہ پیدائش سے نبی ہوتا ہے جھوٹا نبی برخلاف اسکے آہستہ آہستہ نبوت

کا دعویٰ کرتا ہے۔ پہلے وہ محدث مجروح ہونے کا دعویٰ کرتا ہے۔

(۳) حضرت آدم علیہ السلام سے لیکر حضور خاتم الانبیاء تک جتنے بھی نبی ہوئے تمام کے نام منفرد تھے۔ کسی سچے نبی کا نام مرکب نہ تھا۔ برعکس اسکے جھوٹے نبی کا نام مرکب تھا۔

(۴) سچا نبی کوئی ترک نہیں چھوڑتا اور جھوٹا نبی ترک چھوڑ کر مرتا ہے اور اولاد کو محروم الارث کرتا ہے۔

(۵) مرزائی جو کہ غلام احمد کے پیرو ہیں وہ ختم نبوت کے قائل نہیں اور حضور ﷺ کی رسالت و نبوت میں کمی کرنے والے ہیں اور حضور ﷺ کے مدارج کو مرزا غلام احمد کے لیے مانتے ہیں۔ (بحوالہ ماہنامہ انوار الصوفیہ اپریل، مئی ۱۹۴۱ء ص ۳۳)

اعلیٰ حضرت امام اہلسنت امام احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کا فتویٰ

آپ فرماتے ہیں کہ!

”قادیانی مرتد و منافق ہیں۔ مرتد و منافق وہ کہ کلمہ اسلام اب بھی پڑھتا ہے۔ اپنے آپ کو مسلمان بھی کہتا ہے اور پھر اللہ تعالیٰ اور رسول ﷺ یا کسی نبی کی توہین کرنا یا ضروریات دین میں سے کسی شے کا منکر ہے۔ اس کا ذبح محض نجس مردار حرام قطعی ہے۔ مسلمانوں کے بایکات کے سبب قادیانیوں کو مظلوم سمجھنے والا اور اس سے میل جول چھوڑنے کو ظلم اور ناحق سمجھنے والا اسلام سے خارج ہے اور جو کافر کو کافر نہ کہے وہ بھی کافر ہے۔ (احکام شریعت)

اور فرمایا کہ!

”اس صورت میں فرض قطعی ہے کہ تمام مسلمان موت و حیات کے سب علاقے اس سے قطع کر لیں۔ بیمار پڑنے پر پوچھنے کو جانا حرام، مرجائے تو جنازے پر جانا حرام ہے۔ اس کو مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کرنا حرام ہے اسکی قبر پر جانا حرام ہے۔ (فتاویٰ رضویہ شریف)

نگاہ ولایت اور قادیانی کذاب کا دعویٰ نبوت

مرزا غلام احمد قادیانی ایک روز مولانا پیر سید حسن شاہ صاحب قادری رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا تو حضرت نے اسے ہدایت فرمائی کہ عقیدہ اہلسنت و جماعت پر ثابت قدم رہے اور خواہشات نفسانیہ اور ہوائے شیطانیہ کا غلام نہ بن جائے۔ جب یہ کلام حافظ عبدالوہاب صاحب (جو حضرت کے شاگرد اور مرید اور یونیورسٹی میں عربی کے پروفیسر تھے، سنا تو عرض کیا حضور آپ نے اسے اس طرح ہدایت فرمائی اسکی کیا وجہ ہے؟ اس کا جواب فرمایا کچھ مدت بعد اس شخص (غلام احمد) کا دماغ خراب ہو جائے گا اور یہ نبوت کا دعویٰ کرے گا۔ کیونکہ مجھے اللہ تعالیٰ کی عطا سے معلوم ہوا ہے کہ قادیان سے قرن شیطان کا

ظہور ہوگا اور وہ نبوت کا دعویٰ کرے گا۔ (ارشاد ص ۱۶۱)

اس پٹن گوئی کے چھتیس سال بعد مرزا غلام احمد قادیانی نے مسیحیت و نبوت کا دعویٰ اگل دیا۔ (خیائے حرم دسمبر ۷۷ء)
راولپنڈی میں منعقدہ مشائخ کانفرنس کے موقع پر شیخ الاسلام و المسلمین حضرت خواجہ محمد قمر الدین سیالوی

رحمۃ اللہ علیہ کے خطاب سے اقتباس قادیانی مسئلہ!

”کہا جاتا ہے کہ قادیانیوں کو اقلیت قرار دو۔ اقلیت تو ذمیوں کو کہا جاتا ہے جو شخص اسلام کو چھوڑ کر دوسرا دین اختیار کرے وہ کافر نہیں، وہ مرتد ہے اور مرتد کی سزا شریعت میں قتل ہے۔ اگر حکومت میرے ہاتھ میں ہوتی تو میں قادیانیوں کا فیصلہ شریعت کے مطابق کرتا جس کی نظیر سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے قائم کی تھی۔“ (خیائے حرم دسمبر ۷۷ء)

امیر شریعت جانشین شیخ الاسلام خواجہ محمد حمید الدین سیالوی مدظلہ صدر مرکز الدعوة الاسلامیہ نے پہلی سالانہ عظمت تاجدار ختم نبوت کانفرنس کے موقع پر فرمایا!

”قادیانیت عالم اسلام کے اتحاد میں زبردست رکاوٹ ہے۔ اس کا قلع قمع کئے بغیر ملت اسلامیہ کا وجود خطرے میں ہے۔ قادیانیت اسلام دشمن طاقتوں کی گہری سازش ہے۔ اس بدترین ناسور کے خلاف جہاد مسلمانوں کا اہم ترین فریضہ ہے۔“ (بحوالہ قادیانیوں کو اسلام کی دعوت از علامہ غلام رسول سعیدی ص ۷) ختم نبوت کونسل یو۔ کے

جسٹس پیر کرم شاہ الازہری رحمۃ اللہ علیہ

قادیانیت منکرین ختم نبوت کا ایسا گردہ ہے جسے انگریز نے عالم اسلام کی بچ کئی کے لیے خود کاشت کیا اور پھر اس کے تمام مفادات کا تحفظ کیا۔ یہ لوگ اعلیٰ عہدوں پر فائز ہونے کے باعث دن رات پوری امت مسلمہ اسلام اور وطن عزیز کے خلاف تباہ کن ریشہ دیوانیوں میں مصروف ہیں۔ یہ مارا آستین ہیں۔ یہ لوگ بیرونی ممالک میں اسلام کا لبادہ اوڑھ کر اسلام دشمن طاقتوں کی جاسوسی، تجزیہ کاری اور پاکستان کی جڑیں کاٹنے کا کام کرتے ہیں۔ عالم اسلام کے اول دشمن اسرائیل کے دارالحکومت تل ابیب میں انکا مشن پوری سرگرمی سے کام کر رہا ہے۔ اسرائیل کی فوج میں باقاعدہ قادیانی موجود ہیں۔ ان حالات میں اس فتنہ کے تدارک کی ذمہ داری امت محمدیہ ﷺ کے ہر فرد پر عائد ہوتی ہے۔ قادیانیت کے خلاف خواص و عوام میں ایک نیا شعور پیدا ہو رہا ہے جس سے قادیانیت کی زہرناکیوں اور ریشہ دیوانیوں کے خلاف نفرت کا احساس عام ہو رہا ہے۔ سابق چیف سپریم کورٹ آف پاکستان سجادہ نشین آستانہ عالیہ بھیرہ شریف سرگودھا)

شیخ الحدیث حضرت علامہ سید محمود احمد رضوی رحمۃ اللہ علیہ

خاتم النبیین ("اليوم اكملت لكم دينكم" آج ہم نے تمہارا دین مکمل کر دیا۔ اپنی نعمت تم پر تمام کر دی اور تمہارے لیے دین کی حیثیت سے اسلام کو پسند کیا) (سورۃ مائدہ) یہ آیت ۹ ذی الحجہ ۱۰ھ کو نازل ہوئی۔ اس بشارت میں یہ اشارہ تھا کہ دین کی عمارت میں کسی نہ کسی اینٹ کی ضرورت تھی جو حضور ﷺ کے وجود سے کامل ہو گئی۔ ایسی کہ اب اس میں کوئی جگہ باقی نہ رہی۔

ولكن رسول الله و خاتم النبیین (احزاب)

کہ حضور نبیوں کے خاتم ہیں۔ حضور ﷺ نے خاتم کے معنی خود متعدد احادیث میں بیان فرمادیے۔

انا خاتم النبیین لا نسی بعدی میں انبیاء کا خاتم ہوں میرے بعد کوئی نبی نہیں۔

تکمیل دین اور ختم نبوت کو بطور تمثیل بیان کرتے ہوئے حضور ﷺ نے فرمایا! میری اور دیگر انبیاء کی مثال ایسی ہے جیسے کسی نے کوئی عمدہ محل بنایا جسے دیکھ کر لوگ اس کی عمدگی خوبصورتی کی تعریف کریں لیکن اس محل کے ایک گوشہ میں ایک اینٹ کی جگہ خالی ہو جسے دیکھ کر لوگ یہ کہیں اگر اس جگہ کو بھی پورا کر دیا جاتا تو خوب ہوتا۔ اس کے بعد حضور ﷺ نے فرمایا! تو میں وہی آخری اینٹ ہوں۔

وانا خاتم النبیین میں پیغمبروں کا خاتم ہوں

فختمت لانبیاء تو پیغمبری کا سلسلہ ختم ہو گیا (بخاری و مسلم)

حضور ﷺ نے دیگر انبیاء کے مقابلے میں اپنے مخصوص فضائل میں ختم نبوت کا ذکر نمایاں طور پر فرمایا ہے۔ نبوت مجھ پر ختم کر دی گئی (مسلم) میں پیغمبروں کا اس وقت بھی خاتم تھا جبکہ آدم پانی اور مٹی میں پڑے ہوئے تھے۔ (کنز العمال ص ۶۱۰۴ ج ۶)

لفظ خاتم کے معنی آپ نے خود فرمادیے (آخری نبی) اور حضور ﷺ کے بعد نبی کے پیدا ہونے کے امکان کو خود حضور ﷺ نے ختم فرمادیا۔ اے علی تم اس بات پر خوش نہیں کہ تم میں اور مجھ میں وہ نسبت ہے جو ہارون اور موسیٰ میں تھی۔

الا انه ليس نبي بعدی (بخاری) مگر یہ کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں۔

حضور ﷺ خاتم النبیین نے فرمایا! بنی اسرائیل کی نگرانی اور سیاست انبیاء کرتے تھے جب ایک نبی وصال فرماتا تو دوسرا نبی پیدا ہو جاتا اور۔۔۔ میرے بعد کوئی نبی نہیں۔ اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو وہ عمر ہو سکتے تھے۔ اس حدیث میں "لو كان" کا لفظ ہے۔ لو امر محال کے لیے آتا ہے جس سے واضح ہوا کہ حضور ﷺ کے بعد کسی نبی کا پیدا ہونا محال ہے۔ میرے پانچ نام ہیں۔ محمد، احمد، ماحی، خدا میرے ذریعے کفر کو مٹائے گا۔ خدا میرے جھنڈے تلے بروز حسرت ساری مخلوق کو جمع فرمائے گا

اور میں عاقب ہوں۔ الذی لیس بعدہ نبی (آخری) ہوں جس کے بعد کوئی نبی پیدا نہیں ہوگا۔

رسالت و نبوت کا سلسلہ منقطع ہو گیا۔ میرے بعد نہ کوئی رسول نہ کوئی نبی۔ اس لیے جو شخص بھی حضور ﷺ کے بعد کسی بھی تاویل سے نبوت کا دعویٰ کرے وہ کافر مرتد دائرہ اسلام سے خارج ہے۔ جیسے مرزا قادیانی اور اسے نبی ماننے والے۔ قادیانی اور اسکے مسیح بزرگ یا مسلمان ماننے والے جیسے لاہوری مرزائی یہ سب کافر مرتد دائرہ اسلام سے خارج ہیں۔ ان سے میل جول، سلام، کلام، محبت، نکاح وغیرہ سخت حرام ہے۔ ان کا ذبح کیا ہوا جانور مردار ہے۔ معاذ اللہ کسی لڑکی کا مرزائی سے نکاح خالص زنا ہے۔ اسی طرح مرزائی لڑکی سے کسی مسلمان لڑکے کا نکاح فاسد و باطل ہے۔ مرزائی قادیانی ہوں یا لاہوری اسکے ہوٹلوں میں پکا ہوا گوشت مردار حرام ناپاک ہے اور گوشت کے علاوہ دیگر اشیاء مکروہ ہیں۔ (دین مصطفیٰ ص ۵۶، ۵۸)

عقیدہ تحفظ ختم نبوت اور امام احمد رضا

برصغیر پاک و ہند میں امام احمد رضا فاضل بریلوی کے خانوادے نے منکرین ختم نبوت اور قادیانیت کا رد کیا۔ امام احمد رضا محدث بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے مرزا قادیانی کو صرف کافر ہی نہیں قرار دیا بلکہ اس کو مرتد منافق بھی کہا ہے اور اپنے فتوؤں میں اس کو اسکے اصلی نام غلام قادیانی کے نام سے تعبیر کیا ہے۔ مرتد و منافق وہ شخص ہے جو کلمہ اسلام پڑھتا ہے اپنے آپ کو مسلمان کہتا ہے اس کے باوجود اللہ تعالیٰ یا رسول اللہ ﷺ یا کسی نبی یا رسول کی توہین کرتا ہے یا ضروریات دین سے کسی شے کا منکر ہے۔ اس کے احکام کافر سے بھی سخت تر ہیں۔ امام صاحب نے مرزا غلام قادیانی اور منکرین ختم نبوت کے رد ابطال میں متعدد فتاویٰ کے علاوہ جو مستقل رسائل تصنیف کیے ہیں ان کے نام یہ ہیں۔

(۱) ”جزاء اللہ عندہ و بابائے ختم النبوۃ“ یہ رسالہ ۱۳۱۷ھ میں تصنیف ہوا۔ اس میں عقیدہ ختم نبوت پر ۱۲۰ حدیثیں اور منکرین کی تکفیر پر جلیل القدرائے کتب تصدیقات پیش کی گئی ہیں۔

(۲) ”السوء العقاب علی السج الکذاب“ یہ رسالہ ۱۳۲۰ھ میں اس سوال کے جواب میں تحریر ہوا کہ اگر ایک مسلمان مرزائی ہو جائے تو کیا اسکی بیوی اس کے نکاح سے نکل جائے گی؟ امام احمد رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ دس وجوہات سے مرزا غلام قادیانی کا کفر ثابت کر کے احادیث کے نصوص اور دلائل شرعیہ سے ثابت کیا کہ سنی مسلمہ عورت کا نکاح باطل ہو گیا۔ وہ اپنے کافر مرتد شوہر سے فوراً علیحدہ ہو جائے۔

(۳) ”قبر الدیان علی فرقہ بقادیان“ یہ رسالہ ۱۳۲۳ھ میں تصنیف ہوا اس میں جھوٹے مسیح قادیان کے شیطانی الہاموں اس کی کتابوں کے کفر یہ اقوال سیدنا عیسیٰ علیہ السلام اور انکی والدہ ماجدہ سیدہ مریم رضی اللہ عنہا کی پاک و طہارت اور ان کی عظمت کو اجاگر کیا ہے۔

(۴) ”المبین ختم النبین“ یہ رسالہ ۱۳۲۶ھ میں اس سوال کے جواب میں تصنیف ہوا کہ خاتم النبین میں لفظ النبین پر جو الف

لام ہے وہ مستغرق کا ہے۔ یہ عہد خارجی کا ہے۔ امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ نے دلائل کثیرہ سے واضح ثابت کیا ہے کہ اس پر لام استغراق کا ہے اور اس کا منکر کا فر ہے۔

(۵) ”الجزرالہ الدیان علی المرتد القادیان“ یہ رسالہ ۳ محرم الحرام ۱۳۳۰ھ کو ایک استفتاء کے جواب میں لکھا گیا اور اسی سال ۲۵ صفر المظفر ۱۳۳۰ھ کو آپ کا وصال ہوا۔

(۶) ”المعتقد المعتقد“ امام احمد رضا کے مسند افتاء سے ہندوستان میں جو سب سے پہلا رسالہ قادیانیت کے رد میں شائع ہوا وہ ان کے صاحبزادے مولانا مفتی حامد رضا خان نے ۱۳۱۵ھ/۱۸۹۶ء ”انصار المربانی علی اسراف القادیانی“ کے نام سے تحریر کیا تھا جس میں مسئلہ حیات عیسیٰ علیہ السلام کو تفصیل سے بیان کیا گیا ہے اور غلام قادیانی کذاب کی مثیل مسج ہونے کا زبردست رد کیا گیا ہے۔ امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ نے خود اس رسالے کو سراہا ہے۔ مذکورہ بالا طور سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ منکرین نبوت اور قادیانیوں کی رد میں امام احمد رضا کس قدر سرگرم، مستعد متحرک اور فعال تھے۔ وہ اس فتنے کے ظہور ہوتے ہی اس کی سرکوبی کے درپے تھے۔ اس فتنے کی رد میں امام احمد رضا کی مساعی جلیلہ اس قدر قابل ستائش اور قابل توجہ ہے کہ ہر موافق و مخالف نے انھیں قدر کی نگاہ سے دیکھا ہے۔ (روزنامہ جنگ ہفتہ ۲۸ جمادی الثانی ۱۳۲۳ھ ۷ دسمبر ۲۰۰۲ء)

☆☆☆☆

☆☆☆☆

☆☆☆☆

تاجدار گولڑہ اور معرکہ قاد یانیت

محمد طارق قر

چراغ مصطفیٰ سے شرار بوسی

ستیزہ کار رہا ہے ازل سے تا امروز

معرکہ حق و باطل ازل سے جاری ہے اور اب تک جاری رہے گا۔ باطل جب بھی جس شکل میں آیا اللہ تعالیٰ نے اس کی سرکوبی کے لیے حق کو کسی نہ کسی صورت میں بھیج دیا۔ باطل نروذ کی شکل میں نمودار ہوا تو حق سیدنا ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کی صورت میں بساط عالم پر ابر بہار بن کر چھا گیا اور باطل قہر مذلت میں گم ہو کر رہ گیا۔ باطل اگر فرعون کی شکل میں ظاہر ہوا تو آفتاب حق سیدنا موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام کے قالب صدق و صفا میں طلوع ہوا۔ باطل مسیلہ کذاب بنکر آیا تو حق سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی صورت میں مد مقابل ہوا۔ باطل یزید کی شکل میں آیا تو حق سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کی صورت میں ظاہر ہوا اور باطل اگر مرزا قادیانی کی شکل میں آیا تو حق غوث دوراں مجدد زماں حضرت پیر سید مہر علی شاہ صاحب گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ کی صورت میں ظہور پذیر ہوا۔

موسیٰ و فرعون و شیم و یزید

ایں دقوت از حیات آمد پدید

مسیلہ کذاب اور اسود غسی سے جھوٹے مدعیان نبوت کا جو سلسلہ شروع ہوا تھا وہ گزشتہ صدی کے دجال لعین مرزا غلام احمد قادیانی تک پہنچا ہوا ہے۔ ان تمام جھوٹے دعویداران نبوت نے اپنے مذہب کو بڑی طمع سازی کیساتھ پیش کیا۔ لیکن مرزا غلام احمد قادیانی نے دجل و فریب میں تمام انہر تلکس کو پیچھے چھوڑ دیا۔ لیکن حق و باطل کا امتیاز ہو کر رہتا ہے چلد ہی مرزا کی اس طمع سازی سے پردہ اٹھا اور علماء و اولیاء نے اس فتنہ کو کچلنے کے لیے عظیم کارنامے سرانجام دئے ان میں زبدۃ المحققین قطب العارفین سید الواصلین مہر شریعت و طریقت مجدد دین و ملت حضرت پیر سید مہر علی شاہ گولڑوی قدس سرہ العزیز کا اسم گرامی سر فہرست ہے۔

مکاشفات و مشاہدات:

۱۔ حضرت قبلہ عالم گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے خواب میں دیکھا تھا کہ حضرت رسالت آب علیہ السلام نے مجھے فرمایا کہ یہ مرزا قادیانی اپنی تاویلات فاسدہ کی مقراض سے احادیث کو ککڑے ککڑے کر رہا ہے اور تم خاموش بیٹھے ہو۔ پس اس فرمان کے بعد جو کچھ میں نے تحریر کیا ہے وہ تماہل اسلام کی خیر خواہی اور نصیحت کے لیے کیا ہے۔ اور مرزا کے عقائد باطلہ کا

فساد جو اثر میں سم قاتل ہے کتاب وسنت اور علمائے اُمت مرحومہ کے عقائد صحیح کی روشنی میں ظاہر کر دیا ہے۔ (۱)

۲۔ ایک اور کشف کے متعلق حضرت قبلہ عالم گولڑوی کی ایک خودنوشت یادداشت کے متعلقہ حصہ کا ترجمہ ذیل میں پیش کیا جاتا ہے! ”جن دنوں مرزا غلام احمد قادیانی نے بظاہر تحقیق حق کی غرض سے اشتہارات کے ذریعہ دعوت دی تھی اور میں اسے منظور کرنے کا ارادہ کر رہا تھا مجھے اس نعت عظمیٰ کا شرف حاصل ہوا کہ میں اپنے حجرہ میں بحالت بیداری آنکھیں بند کیے تبھا بیٹھا تھا کہ میں نے آنحضرت ﷺ کو دیکھا کہ قعدہ کی حالت میں جلوس فرما ہیں اور یہ عاصی بھی چار باشت کے قاصطے پر اسی حالت میں باادب تمام شیخ کی خدمت میں مرید کی حاضری کی طرح بالمقابل بیٹھا ہے اور مرزا غلام احمد اس جگہ سے دور مشرق کی طرف منہ کیے اور آنحضرت ﷺ کی طرف پشت کر کے بیٹھا ہے۔ اس رویت کے بعد میں بیچ احباب لاہور پہنچا لیکن مرزا اپنے تاکید و وعدہ سے پھر گیا اور لاہور نہ آیا۔“ (۲)

۳۔ حضرت پیر مر علی شاہ صاحب ۱۸۹۰ء میں بغرض ادائیگی حج بیت اللہ گئے اور حجاز مقدس میں سکونت پذیر ہونے کا ارادہ فرمایا تو حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر کی رحمۃ اللہ علیہ نے بتا کر کشف آگاہ ہو کر فرمایا کہ عنقریب سرزمین ہند میں ایک بہت بڑا فتنہ ظاہر ہونے والا ہے جس کا سد باب آپ کی ذات سے متعلق ہے اگر اس وقت آپ اپنے وطن میں بالفرض خاموش بھی بیٹھے رہے تو بھی ملک کے علماء اس فتنہ کی زد سے محفوظ رہیں گے۔ چنانچہ بعد ازاں وطن لوٹنے پر مکاشفات و مشاہدات کے ذریعہ آپ کو معلوم ہوا کہ اس فتنہ سے مراد ”فتنہ قادیانیت“ تھا کیونکہ حضرت حاجی صاحب کی پیشگوئی کے مطابق اگلے ہی سال یعنی ۱۸۹۱ء میں مرزا قادیانی نے مناظر اسلام، مامور اور مجدد کے دعوؤں سے آگے قدم بڑھا کر مثیل مسیح اور پھر رفع و نزول حضرت سیدنا عیسیٰ علیہ السلام سے انکار کر کے انکی موت اور اپنے مسیح موعود ہونے کا اعلان کر دیا۔ (۳)

ان مکاشفات و مشاہدات سے یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہو جاتی ہے کہ اللہ رب العزت نے اعلیٰ حضرت گولڑوی کی تخلیق دین اسلام کی حفاظت و سر بلندی کے لیے فرمائی اور مرزا قادیانی کے دعویٰ نبوت سے پہلے ہی اس باطل قوت سے نہر آزما ہونے کے لیے قدرت نے تاجدار گولڑوی کو منتخب فرمایا۔ گویا کہ رد قادیانیت میں آپ مامور من اللہ، مامور من الرسول ﷺ اور مامور من الشیخ تھے۔

قادیانی کا دعویٰ مسیح موعود:

قادیانی نے اپنے مسیح موعود ہونے کا اعلان بایں الفاظ کیا ”میرا دعویٰ یہ ہے کہ میں وہ مسیح موعود ہوں جس کے بارے میں خدائے تعالیٰ کی تمام کتابوں میں پیشگوئیاں ہیں کہ وہ آخری زمانہ میں ظاہر ہوگا۔“ (۴)

حضرت قبلہ عالم گولڑوی مکاشفات و مشاہدات کی بنا پر اس فتنہ سے پوری طرح آگاہ تھے کہ اس اثناء میں مرزا غلام احمد کی جانب سے آپ کو ایک دعوت نامہ موصول ہوا جس کا مضمون یہ تھا کہ میں مسیح موعود ہوں اور خدائے تعالیٰ کی طرف سے

احیائے دین اور عروج اسلام کیلئے مامور کیا گیا ہوں۔ آپ اس مشن میں میری اعانت کریں۔“

آپ نے جواب لکھوایا کہ! ”میں آپکو مسیح موعود اور مامور من اللہ نہیں مانتا آپ اپنی توجہ حسب سابق غیر مسلموں کیساتھ مناظرات اور تبلیغ اسلام پر مرکوز رکھیں اور عند اللہ ماجور ہوں۔ (۵)

شمس الہدایہ فی اثبات حیات المسیح علیہ السلام:

کچھ عرصہ کے بعد مرزا قادیانی نے اپنی کتاب ”ایام الصلح“ میں تمام علماء و مشائخ کو چیلنج کیا کہ اس وقت آسمان کے نیچے کسی کی مجال نہیں جو میری برابری کا دعویٰ کر سکے۔ میں اعلانیہ اور بلا کسی خوف کے کہتا ہوں کہ اے مسلمانو! تم میں بعض لوگ محدثیت اور مفسریت کے بلند بانگ دعوے کرتے ہیں اور بعض ازراہ ناز میں پر پاؤں بھی نہیں رکھتے اور کئی خدا شناسی کا دم بھرتے ہیں اور چشتی، قادری، نقشبندی اور سہروردی اور کیا کیا کہلاتے ہیں ان سب کو میرے سامنے تولاؤ۔“ (۶)

اس چیلنج کے بعد پیر مرہٹلی شاہ صاحب نے ایک رسالہ ”شمس الہدایہ فی اثبات حیات المسیح علیہ السلام کے نام سے تحریر فرمایا اور آپ نے اس رسالہ کے مقدمہ میں مرزا کی لاف زنی کو ذکر کرنے کے بعد تحریر فرمایا کہ! آپ نے بجا فرمایا وہ لوگ چونکہ مفسر اور محدث اور خدا شناس ہیں تو پھر لاف زنی اور گردن فرازی ان سے ظاہر ہو بلکہ وہ لوگ تو چاہتے ہیں کہ آپکو بھی اللہ تعالیٰ ایسی لافوں سے بچائے اور فوق کل ذی علم علیم اور بلی عبدنا خضر کی طرف توجہ دلائے۔

خاکساران جہاں را سخاوت منکر تو چودانی کہ دریں گرد سوارے باشد (۷)

اس رسالہ میں حضرت قبلہ عالم گولڑوی نے نزول مسیح اور حیات مسیح علیہ السلام کے عقیدہ کو انتہائی محققانہ انداز میں بیان فرمایا۔ اور قرآن و سنت کی روشنی میں ثابت کیا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمانوں پر زندہ موجود ہیں اور قرب قیامت میں دوبارہ دنیا میں تشریف لا کر اپنے فرائنض مضمینی کو سرانجام دیں گے۔ اور یہ عقیدہ ملت اسلامیہ کے اجماعی اور متفق علیہ عقائد میں سے ہے اور قادیانی کا دعویٰ مسیحیت غلط اور باطل ہے۔

دعوت مبارزت:

مرزا قادیانی نے حضرت قبلہ عالم گولڑوی اور چیمپاسی علماء کرام کو مناظرے کا چیلنج کیا۔ پیر صاحب نے جوابی اشتہار میں فرمایا کہ مشائخ عظام اور علماء کرام کو تشریف آوری سے بغیر از تنقیح اوقات و تکلیف عبث کیا حاصل ہوگا۔ لہذا عرض کرتا ہوں کہ شرق سے غرب تک ان بزرگواروں کو آپ کیوں تکلیف محض دیتے ہیں۔ فقط یہ ایک ہی نیاز مندا نکا حاضر ہو جائے گا۔ (۸)

تاجدار گولڑہ نے قادیانی کے اس چیلنج کو قبول فرمایا اور ۲۵ اگست ۱۹۰۰ء کو لاہور میں مناظرہ ہونا طے پایا۔ اس اعلان کے ساتھ ہی ہندوستان کے طول و عرض سے علماء و مشائخ کے علاوہ عام لوگ بھی لاہور پہنچنا شروع ہو گئے۔ تمام مکتبہ فکر کے علماء و عوام ایک پلیٹ فارم پر جمع تھے۔ اور اتفاق و اتحاد کی بابرکت لہر نے پورے ہندوستان کے مسلمانوں کو اپنی پلیٹ میں لیا ہوا

تھا۔ جسکا سہرا عالم اسلام کے بطل جلیل پیر سید مہر علی شاہ صاحب کے سر تھا۔ وہی اس معرکہ میں ایک رہبر و رہنما کی حیثیت رکھتے تھے کیونکہ علمی طور بھی تمام اسلامی فرقوں نے انہیں اس معاملہ میں اپنا قائد تسلیم کر لیا تھا۔

حضرت قبلہ عالم گولڑوی حسب وعدہ ۱۲۳ اگست کو لاہور تشریف لے گئے ۱۲۵ اگست کا دن مناظرے کے لیے مقرر تھا۔ لوگ حق و باطل کے اس معرکہ کو دیکھنے کے لیے بادشاہی مسجد میں جمع ہو رہے تھے۔ قادیانی حضرات اس بات کو بار بار دہرا رہے تھے کہ مرزا صاحب ضرور تشریف لائیں گے۔ لیکن مرزا کو نہ آنا تھا اور نہ آیا۔ جب قادیانی حضرات کا آخری وفد مرزا صاحب کے نہ آنے کی خبر لے کر پہنچا تو قادیانی حلقے میں بہت انتشار پیدا ہو گیا۔ بعض نے قادیانیت سے دستبرداری کا اعلان کیا ان میں لاہور کے مشہور قادیانی بابو الہی بخش صاحب بھی تھے۔ جنہوں نے بعد میں پیر مہر علی شاہ صاحب کی تعریف و توصیف میں مختلف پمفلٹ بھی لکھے اور انکی فتح و نصرت پر انہیں مبارکباد دی۔ اس طرح قادیانی لکاکر کے جواب میں تاجدار گولڑہ کی قیادت میں مسلمانوں کی یلغار نے قادیانیت کا منہ پھیر دیا۔

تھی خبر گرم کہ غالب کے اڑیں گے پرزے
دیکھنے ہم بھی گئے پر یہ تماشا نہ ہوا (۹)

حق و باطل:

شورش کا شمیری صاحب لکھتے ہیں کہ ”قادیانی جماعت کے ایک وفد نے حضرت پیر مہر علی شاہ صاحب کی خدمت میں حاضر ہو کر کہا کہ آپ مرزا قادیانی سے مباہلہ کر لیں۔ ایک اندھے اور لنگڑے کے حق میں آپ دعا کریں دوسرے اندھے اور لنگڑے کے حق میں مرزا قادیانی دعا کرے جسکی دعا سے اندھا اور لنگڑا ٹھیک ہو جائیں وہ سچا ہے اس طرح حق و باطل کا فیصلہ ہو جائے گا۔ سید پیر مہر علی شاہ صاحب نے جواب دیا کہ یہ بھی منظور ہے اور جاؤ مرزا قادیانی سے یہ بھی کہہ دو اگر مردے بھی زندہ کرنے ہوں تو آ جاؤ۔ مہر علی شاہ مردے زندہ کرنے کیلئے بھی تیار ہے۔ سچ ہے کہ جو شخص حضور نبی کریم ﷺ کی ختم نبوت کے تحفظ کیلئے کام کرتا ہے اسکی پشت پر نبی کریم ﷺ کا ہاتھ ہوتا ہے۔ قادیانی وفد یہ جواب پا کر واپس چلا گیا اور کچھ پتہ نہیں چلا کہ مرزا اور ان کے حواری کہاں ہیں۔

جب مرزا صاحب کی تعلیمات بہت بڑھ گئیں تو حضرت قبلہ نے انکی ملہمانہ خوشیوں کا تجزیہ کرتے ہوئے دور و حافی پہنچ کیے ایک یہ کہ کاغذ پر قلم چھوڑ دو سچا قلم خود بخود چلے گا اور تفسیر قرآن لکھ دے گا دوسرا یہ کہ حسب وعدہ شاہی مسجد میں آؤ ہم دونوں اسکے عینار سے چھلانگ لگتے ہیں جو سچا ہو گا وہ سچ جائے گا جو کاذب ہو گا مر جائے گا۔ مرزا صاحب نے جواب میں اس طرح چپ سادھی گویا دنیا سے رخصت ہو گئے ہیں۔ (۱۰)

تاجدار گولڑہ کی قادیانی کے بارے میں پیشنگوی:

حضرت قبلہ عالم گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ سیفِ چشتیائی میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کردہ ابن عساکر

کی حدیث نزول ابن مریم علیہ السلام کو درج فرمانے کے بعد تحریر فرماتے ہیں کہ اس حدیث کے آخر میں یہ بھی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام حج و عمرہ کریں گے اور میری قبر پر کھڑے ہو کر سلام پیش کریں گے اور میں اسکا جواب دوں گا۔ اور ہم بخش گوئی کرتے ہیں کہ مدینہ منورہ زادہا اللہ شرفا میں حاضر ہو کر سلام عرض کرنا اور جواب سے مشرف ہونا یہ نعمت قادیانی کو کبھی نصیب نہ ہوگی۔ (۱۱)

چنانچہ آپ کی یہ بخش گوئی پوری ہوئی اور مرزا قادیانی کو نہ تو حج و عمرہ نصیب ہوا اور نہ ہی مدینہ شریف کی حاضری جو مسیح موعود کے لیے ضروری تھی اور اس سے اسکا کذب و کفر واضح ہو گیا۔

تاجدار گولڑہ کی تالیفات و خدمات پر علمائے کرام کے تاثرات:

۱۔ مولانا رفیق دلاوی صاحب رقطراز ہیں کہ مرزائیت کی تردید میں جو ہزاروں لاکھوں کتابیں لکھی گئی ان میں شاید سب سے پہلی کتاب ”شمس الہدایہ“ تھی جو پیر مہر علی شاہ صاحب گولڑوی نے جو علم حدیث میں مولانا احمد علی صاحب محدث سہارن پوری مرحوم کے شاگرد ہیں زیب رقم فرمائی۔ اس کتاب میں مسئلہ حیات مسیح علیہ السلام کو اس طرح منسوخ کیا گیا ہے کہ اس کے بعد کسی دلیل کی حاجت نہیں رہتی جب یہ کتاب شائع ہوئی تو مرزائی حلقوں میں کھرام مچ گیا۔ (۱۲)

۲۔ مولانا فیض احمد فیض صاحب رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت قبلہ عالم گولڑوی کی یہ تصنیف لطیف شمس الہدایہ فی اثبات حیات المسیح علیہ السلام برصغیر کے علمی طبقہ میں نہایت مقبول ہوئی حتیٰ کہ مسلک اہل حدیث کے مشہور عالم مولانا عبدالباق غزنوی صاحب آپکو خراج تحسین پیش کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ”کتاب شمس الہدایہ در رد ملاحدہ و زنادقہ عصر خذلہم اللہ از نظر احقر گزشت از مطالعہ اش حظ وافرو خیر ظاہر برداشتیم کثر اللہ تعالیٰ امثالکم و نور ربالکم وجعل الی کل خیر مالکم“۔ ”لکھنؤ اور زنادقہ عصر کے رد میں کتاب شمس الہدایہ احقر کی نظر سے گزری اور اس کے مطالعہ سے میں نے حظ وافر اور خیر ظاہر کو حاصل کیا ہے۔ (۱۳)

۳۔ شمس الہدایہ کے مطالعہ سے بعض لوگ مرزائیت سے تائب ہو گئے حتیٰ کہ کتاب ”صاعدہ رحمانی برخل قادیانی“ کے مصنف مولانا حبیب اللہ امرتسری صاحب نے جو ایک مکتوب حضرت کی خدمت میں ارسال کیا اس میں کہا کہ مرزائیوں کی کتاب ”عسل مصفی“ پڑھ کر میرے دل میں قسم قسم کے شکوک شبہات پیدا ہو گئے تھے۔ مگر الحمد للہ جناب کی تصانیف ”سیف چشتیائی“ اور ”شمس الہدایہ“ نے میرے مذہب و دل میں تسلی بخش امرت نکایا۔ نیز چند مرزائیوں نے اسے پڑھا۔ چنانچہ حکیم الہی بخش صاحب مرحوم مع اپنے لڑکے کے آخر مرزائیت سے توبہ کر گئے اور اسلام پر فوت ہوئے۔ (۱۴)

۴۔ مولانا انور شاہ کشمیری صاحب نے اپنی کتاب ”عقیدۃ الاسلام فی حیات عیسیٰ علیہ السلام“ کے دیباچے میں سیف

چشتیائی کو مسئلہ حیات مسیح علیہ السلام پر ایک بہترین کتاب قرار دیا ہے۔ (۱۵)

۵۔ مولانا اشرف علی تھانوی صاحب تفسیر بیان القرآن میں سورۃ النساء کی آیہ کریمہ **وَقَوْلِهِمْ اَنَا قَتَلْنَا الْمَسِيحَ عِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ رَسُولَ اللَّهِ** کے تحت لکھتے ہیں کہ! ”حیات و موت عیسوی کی بحث میں کتاب سیف چشتیائی قابل مطالعہ ہے۔“ (۱۶)

۶۔ تھانوی صاحب نے اپنے رسالہ ”قائد قادیان“ میں رد قادیانیت میں لکھی گئی تصانیف کا تذکرہ کرتے ہوئے شمس الہدیہ اور سیف چشتیائی کا بھی تذکرہ کیا ہے۔ اور سیف چشتیائی کے بارے میں لکھا ہے کہ اس کا جواب مرزا سے نہ ہو سکا۔ (۱۷)

۷۔ مولانا ظفر احمد عثمانی صاحب تفسیر بیان القرآن کی تلخیص میں تحریر کرتے ہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام کی حیات و موت کی بحث میں کتاب سیف چشتیائی قابل مطالعہ ہے۔ (۱۸)

۸۔ مولانا ثناء اللہ امرتسری صاحب اپنے رسالہ ”تاریخ مرزا“ میں لکھتے ہیں کہ! ”ایک وقت مرزا صاحب کی توجہ پیر مہر علی شاہ صاحب سجادہ نشین گولڑہ شریف ضلع راولپنڈی کی طرف ہو گئی فریقین نے اس مضمون پر کتابیں لکھیں آخر مرزا صاحب نے بذریعہ اشتہار انکو لاکا رکھا کہ میرے مقابل سات گھنٹہ زانو بزا نو بیٹھ کر چالیس آیات قرآنی کی عربی میں تفسیر لکھیں جو بقطع کلاں بیس ورق سے کم نہ ہو پھر جسکی تفسیر عمدہ ہوگی وہ وہید من اللہ سمجھا جائے گا لیکن اس مقابلہ کے لیے پیر موصوف کی شمولیت یا انکی طرف سے چالیس علماء کا پیش کردہ مجمع ضروری ہے اس سے کم ہوں گے تو مقابلہ نہ ہوگا۔“

اس دعوت کے مطابق پیر گولڑہ صاحب بغرض مقابلہ اگست ۱۹۰۰ء بمقام لاہور پہنچ گئے لیکن پیر صاحب نے چالیس علماء کی شرط کو فضول سمجھا اور مقابلہ تفسیر نویسی کے لیے بذات خود پیش ہوئے مگر مرزا صاحب تشریف نہ لائے بلکہ قادیان سے ایک اشتہار بھیج دیا کہ پیر صاحب گولڑہ مقابلہ سے بھاگ گئے۔ (۱۹)

۹۔ مولانا ثناء اللہ امرتسری صاحب نے اپنے رسالہ ”تفسیر نویسی کا چیلنج اور فراز“ میں بھی پیر مہر علی شاہ صاحب کی رد قادیانیت میں خدمات کو سراہا ہے۔ (۲۰)

۱۰۔ اردو دائرہ معارف اسلامیہ کے مقالہ نگار ڈاکٹر عبدالغنی صاحب قبلہ عالم گولڑوی کے بارے میں یوں رقمطراز ہیں! ”مرزا غلام احمد قادیانی (۱۹۰۸م) نے جب پہلے مسیح موعود پھر نبی ہونے کا دعویٰ کیا تو پیر صاحب نے یکے بعد دیگرے ”شمس الہدیہ فی اثبات حیات المسیح“ اور سیف چشتیائی“ تصنیف کر کے حیات مسیح اور ختم نبوت کے مسائل پر کتاب و سنت کی روشنی میں مدلل بحث فرمائی۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ پیر صاحب نے حاجی امداد اللہ مہاجر جکی صاحب کی پیشگوئی کے مطابق قادیانیت کے سلسلے میں بڑا مؤثر کردار انجام دیا۔ (۲۱)

۱۱۔ مولانا اللہ وسایا صاحب ”سیف چشتیائی“ پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ! ”برصغیر کے معروف روحانی بزرگ اور صاحب دل حضرت مولانا پیر مہر علی شاہ گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ جنکا وجود مرزا نیت کے بانی مرزا قادیانی کے لیے درہ عمر کی حیثیت رکھتا تھا۔ مرزا قادیانی آپ کے سائے سے بھی اس طرح بھاگتا تھا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے نام سے شیطان بھاگتا ہے۔ انہوں نے ایک کتاب حیات مسیح علیہ السلام پر شمس الہدیہ تحریر کی جو دراصل مرزا قادیانی کی لکھی ہوئی سورۃ الفاتحہ کی تفسیر اعجاز مسیح کا جواب تھی۔ مولانا پیر مہر علی شاہ گولڑوی کی کتاب شمس الہدیہ کا جواب مرزا قادیانی نے محمد احسن امر وہی قادیانی سے بنام ”شمس بازغہ“ لکھوایا اس شمس بازغہ کا جواب پیر مہر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ نے ”سیف چشتیائی“ کے نام سے تحریر کیا۔ خالص علمی و معلوماتی خزانہ ہے جس سے صرف اہل علم ہی فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔۔۔ اس کتاب کا سن اشاعت ۱۹۰۰ء ہے اسکے بعد قادیانی ۰۸ سال زندہ رہا مگر جواب دینے کی توفیق نہ ہوئی۔ اور اس کا جواب آج تک قادیانی اُمت کے ذمہ ہے۔ وان لم تفعلوا ولن تفعلوا فاتقوا النار (۲۲)

۱۲۔ ہندوستان کے مشہور عالم مولانا فضل حق رام پوری نے ایک سال اجیر شریف میں عرس کے موقع پر حضرت قبلہ بابو جی رحمۃ اللہ علیہ سے حضرت قبلہ عالم قدس سرہ العزیز کے متعلق فرمایا تھا کہ! ”یوں تو حضرت کے کمالات بہت بیان ہوئے ہیں لیکن میں تو اس دماغ کا شیدائی ہوں جس سے سیف چشتیائی ظہور میں آئی ہے۔ (۲۳)

۱۳۔ مولانا رفیق دلاوری صاحب ”انتر تلخیص“ میں تحریر کرتے ہیں کہ! ”مرزا نے ۲۲ فروری ۱۹۰۱ء کو رسالہ اعجاز مسیح جس میں سخت لٹھ انداز میں سورہ فاتحہ کی تفسیر لکھی تھی شائع کیا اور اسے قرآن پاک کی طرح معجزہ کی حیثیت سے پیش کیا مرزائیوں نے اس کی اشاعت پر بڑا اودھم مچایا اور کہا کہ قرآن کے بعد اسکی کوئی نظیر پیش نہیں کی جاسکتی۔ علمائے اُمت نے فرمایا کہ دعویٰ اعجاز چھوٹا نہ بڑی بات ہے اسکی عبارت تک درست نہیں۔ حضرت پیر مہر علی شاہ گولڑوی نے سیف چشتیائی میں نہ صرف اعجاز مسیح کی غلطیوں کے انبار لگا دیئے اور مرزائیوں کی حماقت ظاہر کی بلکہ یہ بھی دکھا دیا کہ سلطان القلم صاحب نے کس کس کتاب سے کیا کیا عبارتیں چرائی ہیں۔ (۲۴)

۱۴۔ مولانا علامہ محمد صدیق ہزاروی صاحب مدظلہ لکھتے ہیں کہ! ”جس طرح حضرت پیر مہر علی شاہ علیہ الرحمۃ نے قادیانی دجال کی گرفت فرمائی ہے وہ ایک ناقابل تردید کامیاب کوشش ہے اسکے ساتھ ساتھ حضرت پیر صاحب کا طرہ امتیاز یہ ہے کہ قلمی میدان میں آپ کو نہ صرف اس اعتبار سے سبقت حاصل ہے کہ سب سے پہلے مرزا کے خلاف آپ کا قلم حرکت میں آیا بلکہ آج تک رد قادیانیت میں لکھی جانے والی کتب میں علمی اعتبار سے آپ کی کتب سب سے آگے ہیں۔ (۲۵)

۱۵۔ مولانا ممتاز احمد چشتی صاحب لکھتے ہیں! ”آپ نے شمس الہدیہ اور سیف چشتیائی جیسی معرکہ الآرا تحقیقی کتابوں کے ذریعے قادیانیت کے ایوان میں تزلزل ڈال دیا اور مرزا نیت پر ضرب کاری لگا کر ختم نبوت کے تحفظ کا جھنڈا بلند

کیا۔ قادیانیت کی تردید کرنے والا ہر فرد بشر علمی و تحقیقی میدان میں آغجاب کے خرمن علم کا خوشہ چین ہے اور آپ کے جراتمند انا اقدام کا ممنون ہے۔ (۲۶)

۱۶۔ آغا شورش کا شمیری صاحب نے لکھا ہے کہ حضرت پیر صاحب قبلہ نے اردو میں ”شمس الہدیٰ فی اثبات حیات المسیح“ لکھ کر مرزا صاحب کا ظلم پاش پاش کیا۔ اس میں کتاب و سنت سے واضح فرمایا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر زندہ موجود ہیں وہ قیامت کے قریب زمین پر تشریف لائیں گے۔ مرزا صاحب کا یہ دعویٰ غلط ہے کہ وہ وفات پا گئے اور مسیح موعود نہیں ہوں۔ اس کتاب سے قادیان میں تہلکہ مچ گیا اور تمام ملک کے حلقہ علماء میں ان کے دعویٰ مسیحیت کی دجیاں بکھر گئیں۔ (۲۷)

۱۷۔ محمد حیات خان صاحب سیف چشتیائی کے پیش لفظ میں تحریر کرتے ہیں۔ حضرت کی یہ تصنیف یعنی سیف چشتیائی اپنے نادرا استدلال، بلند پایہ علمی مضامین اور مسئلہ زیر بحث پر سوال و جواب کے پیرایہ میں واضح اور دل نشین انداز اور تجربہ کے باعث نہایت مقبول ہوئی ہے۔ (۲۸)

۱۸۔ جناب خالد شبیر احمد صاحب قبلہ عالم کی فتنہ قادیانیت کے رد میں خدمات پر سیر حاصل بحث کرنے کے بعد آخر میں رقمطراز ہیں! ”اور یوں پیر مہر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ کیساتھ یہ مرزا غلام احمد کا یہ دور آویزش ختم ہو گیا۔ جس کیساتھ ہی پیر مہر علی شاہ کا نام نامی تاریخ محاسبہ قادیانیت میں ایک روشن داتا بن گیا۔ (۲۹)

۱۹۔ صادق علی زاہد صاحب اپنی کتاب ”علاء حق اور رد فتنہ مرزائیت“ میں تحریر کرتے ہیں کہ حضور قبلہ عالم کی رد قادیانیت کے سلسلہ میں خدمات کا ایک زمانہ معترف ہے اس وقت سے لیکر آج تک اکثر مورخ و محقق اپنی کتب اور تحریروں میں تسلیم کرتے چلے آ رہے ہیں کہ حضرت پیر صاحب کی علمی اور روحانی قیادت اس تحریک کی شکست میں ایک کارگر حربہ ثابت ہوئی۔ مستقل تصنیفات کے علاوہ تردید قادیانیت کے سلسلہ میں حضرت قبلہ عالم کے کئی ایک فتاویٰ بھی مختلف کتب میں موجود ہیں جن میں اعلیٰ حضرت نے سائیکوں کو بڑے کافی و شافی انداز میں مطمئن کیا ہے۔ ان میں مولانا حبیب اللہ امرتسری کے وہ اٹھ سوالات اور قبلہ عالم کی طرف سے ان کے جوابات قابل ذکر ہیں جنکا ذکر مولانا موصوف نے اپنی کتاب ”صاحدہ رحمانی بر نقل قادیانی“ میں کیا ہے۔ (۳۰)

۲۰۔ رائے محمد کمال صاحب رقمطراز ہیں کہ! ”پیر مہر علی شاہ صاحب علیہ الرحمۃ نے جس طرح شیطانی نبوت کے دعویدار مرزا قادیانی کا ناظمہ بند کیا اس سے کون آگاہ نہیں۔ عالمانہ وقار کا وہ روحانی معرکہ جب سرکار گولڑہ اعجاز میحانی سے مردے زندہ کر دینا چاہتے تھے نوک خامہ از خود لکھنے کیلئے ایک اشارہ ابرو کا منتظر تھا۔ عالمگیر مسجد کے مینار سے چھلانگ کا چیلنج دیا ایک خواہش تھی کہ آگ کے لپکتے ہوئے شعلوں کو اپنے حق شناس وجود مسعود سے بہار گلستان بنا دیں مگر باطل حق کے حضور نہ

اڑسکا۔ مرزا کو زنا نہ سوجھی۔ انصاف یہ ہے کہ آج تمام اہل اسلام حضرت قبلہ پیر صاحب کی مساعی جلیلہ کا بھی فیضان دیکھ رہے ہیں۔ وگرنہ قادیانیت ایک ایسا دام فریب تھا کہ نہ جانے مسلمان کب تک تاریکیوں میں بھٹکتے رہتے۔ علماء کرام کی صدائے حق اس قدر سر بلع الاثر نہ تھی جتنی ایک مرد مومن کی اذان۔“ (۳۱)

۲۱۔ حضرت علامہ عبدالکیم شرف قادری صاحب رحمۃ اللہ علیہ تاجدار گولڑہ کو خراج عقیدت اس انداز میں پیش کرتے ہیں! ”کل فرعون موسیٰ کے مطابق دنیا میں جب بھی کوئی باطل کا ہرکارہ ابھرا ہے اللہ تعالیٰ نے اس کی سرکوبی کے لیے کسی حق آگاہ شخصیت کو مقرر فرما دیا سر زمین قادیان سے نبوت کا جھوٹا مدعی اٹھتا ہے اور کچھ لوگ دین سے بے خبری یا آزادی کی بناء پر اسکے زرخیز غلام بن جاتے ہیں تو وہ سمجھتا ہے کہ میں واقعی مسند نبوت پر فائز ہو گیا ہوں اور دنیا میں کوئی میرے مد مقابل نہیں جم سکتا۔ اسنے میں گولڑہ کی مقدس سر زمین سے مہر عالم تاب حضرت پیر سید مہر علی شاہ گولڑہ کی جبروتی آواز حق کی حمایت میں بلند ہوتی ہے جسکی ہیبت سے خانہ باطل میں صف ماتم بچھ جاتی ہے۔ انگریز کے تیار کردہ مدعی نبوت پر کیفیت مرگ طاری ہو جاتی ہے اور حق اپنی تمام تر رعنائیوں کیساتھ جلوہ گر ہو جاتا ہے۔۔۔ مذاہب باطلہ کو ہر محاذ پر شکست فاش دینے والے حضرت پیر مہر علی شاہ گولڑہ ان حالات میں کیونکر چپ رہ سکتے تھے آپ نے ”شمس الہدیۃ فی اثبات حیات المسیح“ لکھی جس میں کتاب وسنت کے دلائل قاہرہ سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات ثابت کر کے بتایا کہ مرزائے قادیانی کا دعویٰ مسیحیت محض فریب اور جھوٹ کا پلندہ ہے اس کتاب کے شائع ہوتے ہی ایوان مرزائیت میں زلزلہ آگیا۔“ (۳۲)

۲۲۔ تاجدار گولڑہ رحمۃ اللہ علیہ شمس الہدیۃ پر قادیانی کے اعتراضات کا جواب دیتے ہوئے سیف چشتیائی میں فرماتے ہیں! ”شمس الہدایت اسم باسمی سب رسائل مولد سے جدا گانہ طور پر ممتاز ہے۔ کیونکہ وہ عطاوہ تحقیقات علیہ کے خیر و برکت بھی ساتھ رکھتا ہے جس کی روشنی اور نور سے ہزار ہا گم گشتگان وادی مرزائیت سے صراط مستقیم پر آئے۔ یہ وہ عصائے موسیٰ ہے جس نے تمہارے تیس سال کے سحروں اور شعبدہ بازیوں کو دفعہ ہی نگل لیا۔“ (۳۳)

رد قادیانیت میں قبلہ عالم قدس سرہ العزیز کی خدمات و تالیفات سنگ میل کی حیثیت رکھتی ہیں۔ اور اس وقت تمام مسلمان مورخین اور محققین تسلیم کرتے چلے آ رہے ہیں کہ تاجدار گولڑہ رحمۃ اللہ علیہ کی علمی، روحانی اور مجددانہ قیادت معرکہ قادیانیت میں ایک کارگر حربہ ثابت ہوئی۔ اللہ تعالیٰ آپ کے مزار پر انوار پر بے شمار رحمتوں کا نزول فرمائے۔ آمین ثم آمین۔

وصلی اللہ علی النبی الامین محمد والدہ و بارک وسلم

حوالہ جات

۱۔ ملفوظات مہر یہ طبع گولڑہ شریف اسلام آباد ص ۶۵

۲۔ مولانا فیض احمد فیض، مہر مزید طبع گولڑہ شریف اسلام آباد ص ۲۰۳، ۲۰۴ (۱ اکتوبر ۲۰۰۴ء)

۳۔ مہر منیر ص ۲۰۳

مولانا اللہ وسایا، مراۃ القادیانیہ عربی مترجم محمد ابراہیم النبی جمعیۃ تحفظ ختم النبوة ملتان، ۱۰۰۰۹۹ء

۴۔ خالد شبیر احمد تاریخ محاسبہ قادیانیت کا روان ادب ملتان ص ۷۳ (۱۹۸۷ء) بحوالہ تحفہ گولڑیہ مرزا غلام احمد قادیانی ص ۱۹۵

۵۔ مہر منیر ص ۲۰۶

۶۔ پیر مہر علی شاہ، شمس الہدیۃ فی اثبات حیات المسیح علیہ السلام گولڑہ شریف اسلام آباد ص ۳

۷۔ شمس الہدیۃ فی اثبات حیات المسیح علیہ السلام ص ۳

۸۔ مہر منیر ص ۲۲۰، تاریخ محاسبہ قادیانیت ص ۱۸۳

۹۔ تاریخ محاسبہ قادیانیت ص ۱۸۸

۱۰۔ آغا شورش کاشمیری، تحریک ختم نبوت ص ۵۲، بحوالہ محمد طاہر رزاق ناموس محمد ﷺ کے پاسان طبع مجلس تحفظ ختم نبوت ملتان ص

۱۸۰، ۱۸۱، محمد شباب القادری تذکرہ تاجدار گولڑہ شریف مشتاق بک کارنر لاہور ص ۱۰۶

۱۱۔ پیر مہر علی شاہ سیف چشتیانی طبع گولڑہ شریف اسلام آباد ص ۱۰۸ جون ۲۰۰۴ء

۱۲۔ مولانا رفیق دلاوری، ائمہ تلمیس مکتبہ تعمیر انسانیت لاہور ۲/۳۳۹ (۱۹۷۸ء)

۱۳۔ مہر منیر ص ۲۰۷

۱۴۔ مہر منیر ص ۵۲۹، ۵۳۰

۱۵۔ مولانا انور شاہ کشمیری مجموعہ رسائل الکشمیری عقیدۃ الاسلام فی حیاۃ عیسیٰ علیہ السلام طبع المجلس العلمی کراچی ۲/۳۷

۱۶۔ مولانا شرف علی تھانوی تفسیر بیان القرآن مکتبہ الحسن لاہور ۲/۱۷۱

۱۷۔ مولانا اللہ وسایا احتساب قادیانیت عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت ملتان ۲/۱۶۵ (قائد قادیان، اشرف علی تھانوی) ۲۰۰۱ء

۱۸۔ مولانا ظفر احمد عثمانی حاشیہ ترجمان القرآن للتحانوی طبع ادارۃ القرآن والعلوم السلامیہ کراچی ص ۱۵۵

۱۹۔ احتساب قادیانیت ۸/۵۲۶ (تاریخ مرزا، ثناء اللہ امرتسری ص ۳۳، ۳۵ (فروری ۲۰۰۳ء)

۲۰۔ احتساب قادیانیت ۹/۲۳۸، ۲۳۹ (تفسیر نویسی کا چیلنج اور فرار، ثناء اللہ امرتسری اپریل ۲۰۰۳ء)

۲۱۔ اردو دائرہ معارف اسلامیہ طبع دانش گاہ پنجاب لاہور ۲۱/۸۹۶

۲۲۔ مولانا اللہ وسایا، قادیانیت کے خلاف قلمی جہاد کی سرگزشت طبع مرکزی مجلس ختم نبوت ملتان ۹۸، ۹۹

۲۳۔ مہر منیر ص ۲۵۱

۲۴۔ ائمہ تلمیس ۲/۳۳۷

- ۲۵۔ مولانا محمد صدیق ہزاروی، حضرت پیر مہر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ اور رد قادیانیت رضا کیڈمی لاہور ص ۱۱
- ۲۶۔ مولانا ممتاز احمد چشتی، انوار العارفین طبع ملتان ص ۳۱۱
- ۲۷۔ تحریک ختم نبوت بحوالہ تذکرہ تاجدار گولڑہ شریف ص ۱۰۳
- ۲۸۔ سیف چشتیائی، پیش لفظ طبع گولڑہ شریف اسلام آباد جون ۲۰۰۴ء
- ۲۹۔ تاریخ محاسبہ قادیانیت ص ۲۰۶
- ۳۰۔ صادق علی زاہد، علماء حق اور رد فقہ مرزائیت، گنبد خضریٰ پبلیکیشنز لاہور ص ۳۷۱ جنوری ۲۰۰۱ء
- ۳۱۔ رائے محمد کمال، سازشوں کا دیباچہ ص ۱۶۸، ۱۶۹
- ۳۲۔ ضیائے حرم تحریک ختم نبوت نمبر بھیرہ شریف سرگودھا ص ۷۲
- ۳۳۔ سیف چشتیائی ص ۹۰

☆☆☆☆

☆☆☆☆

☆☆☆☆



تحریک ختم نبوت اور جامعہ رضویہ ضیاء العلوم

مولانا سید ذاکر حسین شاہ (ایم اے)

دور اول:

انگریز کے خود کاشٹے پودے مرزا غلام احمد قادیانی نے اعلان نبوت سے امت مسلمہ کو جس خلفشار میں مبتلا کیا وہ محتاج بیان نہیں علمائے کرام اور اولیائے عظام نے اس سلسلہ میں جس جرأت و ہمت کا مظاہرہ فرمایا وہ بھی محتاج تعارف نہیں ہے۔ ہمدردان ملت میں سے علامہ اقبال مرحوم نے اپنی شاعری میں جس حکیمانہ انداز سے اس انگریز ساختہ نبوت پر تنقید فرمائی ہے وہ ملت کا سرمایہ ہے۔

ہمارے مشائخ عالی مقام سے جس طرح مرزا آنجنمانی کو سیدی اعلیٰ حضرت مجدد مہر علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے موضوع سخن بنایا اور برصغیر میں اجماع امت کے پہلے داعی بنے وہ بھی تاریخ کا تابناک حصہ ہے۔ یہ سلگتی چنگاری ۱۹۵۳ء میں شعلہ بھڑالہ بن گئی تحریک کو لاہور میں مارشل لاء لگا کر اور مسلمانوں پر تشدد کے پہاڑ توڑ کر کچل دیا گیا علمائے اسلام نے عموماً اور علمائے اہلسنت نے خصوصاً اس تحریک کے لیے بڑی قربانیاں دیں۔ سرمایہ اہل سنت مجاہد ملت مولانا عبدالستار خان نیاز ی رحمۃ اللہ علیہ کو سزائے موت سنائی گئی مگر قادیان و قیوم اللہ کریم نے انہیں محفوظ رکھا۔

بانیان جامعہ کی خدمات:

اس تحریک میں جامعہ کے ناظم اعلیٰ جو کہ اس وقت دارالعلوم عزیزیہ (بھیمبرہ) ضلع سرگودھا کے موقوف علیہ کے طالب علم تھے نے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ اور بھیمبرہ سے جو قافلہ گرفتاریاں پیش کرنے کے لیے سرگودھا روانہ ہوا اس کے امیر شاہ صاحب ہی تھے۔ عاشقانِ رسول کے اس قافلہ کی روانگی کے وقت علماء و مشائخ اور بھیمبرہ کے فیور مسلمانوں کا حد نظر تک جم غفیر الوداع کہنے کے لیے موجود تھا۔

حضرت مولانا سید حسین الدین شاہ صاحب کو سرگودھا سے گرفتار کیا گیا اور جرم عشقِ رسول میں تین ماہ کی قید شاہ پور جیل میں کاٹی۔ مبلغ اسلام حضرت مولانا سید شاہ عبدالرحمن مدظلہ العالی ہمارے ادارے کے ناظم اعلیٰ کے برادر گرامی ہیں۔ آپ ملک کے نامور خطیب اور شعلہ نوا مقرر ہیں پہلی تحریک مرزاہیت کے دوران آپ ملکوال کی مرکزی مسجد کے خطیب تھے۔ آپ

نے ملک بھر میں عموماً اور ضلع گجرات میں خصوصاً تحریک کے لیے بڑا کام کیا۔ آپ کی خطابت کے جو ہر خوب چمکے۔ تحریک میں آپ کی اوالعزم خطابت نے پورے علاقے میں جان ڈال دی۔ آپ نے شب و روز بڑی لگن سے تحریک کو چلایا اور بڑی جاں فشانی سے آگے بڑھتے رہے۔ مولانا سید حسین الدین شاہ صاحب کے چچا زاد برادر بزرگ علامہ سید علاؤ الدین شاہ صاحب کو اس تحریک میں بھرپور حصہ لینے کی وجہ سے گرفتار کر کے چار ماہ کی قید با مشقت سنائی گئی انہوں نے بڑی خندہ پیشانی سے یہ چار ماہ کی قید مشقت ساری صعوبتوں کیساتھ کاٹی بات وہی تھی کہ

۔ شادم از زندگی خویش کہ کارے کردم

جامعہ رضویہ کے مہتمم اور شیخ الجامعہ علامہ سید غلام محی الدین شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ قبلہ اس پہلی تحریک ۱۹۵۳ء کے وقت دارالعلوم عزیز یہ بھیرہ کے صدر مدرس تھے۔ آپ کے شاگردوں نے تحریک میں گرفتاریاں پیش کیں۔ بھیرہ کے عظیم الشان اور تاریخی جلوس میں آپ بہ نفس نفیس شامل تھے۔ دارالعلوم عزیز یہ کے مہتمم حضرت مولانا افتخار احمد بگوی رحمۃ اللہ علیہ نے قبلہ شاہ صاحب کو با اصرار کہا کہ تحریک میں آپ مہربانی فرما کر اگلی صف میں نہ آئیں کیونکہ دارالعلوم کے ذمہ داروں کی گرفتاریوں کا شدید خطرہ ہے جب ہم گرفتار ہو جائیں تو جامع مسجد اور مدرسہ کا نظام آپ نے سنبھالنا ہوگا اور ہر طرح کی کمک پہنچانا ہوگی۔ اسی سکیم کے تحت شاہ صاحب قبلہ نے کام جاری رکھا اور عظیم الشان مسجد کے خطیب دارالعلوم عزیز یہ کے مہتمم اور ناظم اعلیٰ کی گرفتاری کے بعد سارا نظام بحسن خوب چلایا اور کسی قسم کا خلا پیدا نہیں ہونے دیا مختلف جیلوں میں اشیائے ضرورت کی فراہمی بھی احسن طریقے سے شاہ صاحب نے جاری رکھی۔

راقم الحروف نے بھی اس تحریک میں پوری طرح حصہ لیا بے شمار جلسوں کو خطاب کیا۔ دارالعلوم عزیز یہ سے جب منتظمین اور شاہ صاحب گرفتار ہو گئے تو راقم نے وہاں کئی تقاریر کیں احتجاجی جلوسوں میں شمولیت کی۔ سرگودھا شہر اور دہار کے کئی قصبات میں تقاریر کیں چند دن سرکاری مہمان خانہ کی مہمانی کا بھی شرف پایا۔ انہی دنوں میں مولوی فاضل کی تیاری میں مصروف تھا عشق کی وادی میں پاؤں رکھے تو مطالعہ کر گیا لیکن سرکار عرش وقار علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بندہ پروریاں کام آئیں اور پنجاب یونیورسٹی سے یہ امتحان بھی اسی سال پاس کر لیا۔

دور ثانی تحریک ۱۹۷۴:

۱۹۷۴ء میں تحریک ایک دفعہ پھر قوت سے اٹھی مرزائی فتنہ کو جڑوں سے اکھاڑنے کے لیے ملت میدان میں اتر آئی جلسوں اور جلوسوں کی بہتات تھی فضا میں بحکیر درسات کے نعرے گونج رہے تھے اور حضور پاک ﷺ کے نام نامی کی برکت سے ان مساجد و مدارس میں بھی یا رسول اللہ کے نعرے بلند ہوتے تھے جہاں اس نعرے پر شرک و کفر کا فتویٰ دیا جاتا تھا اور نعرہ لگانے والے کو قتل کا مستوجب گردانا جاتا تھا بہر حالات کے دھارے نے ایسے لوگوں کو بھی میدان میں لاکھڑا کیا۔

باطل نئے روپ میں:

مرزائی فتنہ پوری دسیسہ کاریوں سے مسلمانوں کو کھست دینے پر چل گیا بین الاقوامی چکر چلائے گئے اپنے مربی انگریز سے اعانت طلب کی گئی۔ امریکہ کو مدد کے لیے پکارا گیا۔ اپنے خود کاشتہ پودا کی نگہداشت کے لیے پورا مغربی پریس مذہبی آزادی کے نام پر مسلمانان پاکستان کے خلاف زہر اگلنے لگ گیا۔

مرکزی مجلس عمل:

مئی ۱۹۷۷ء میں جب ربوہ کے اسٹیشن پر کچھ نوجوان مسلمان طالب علموں کو ختم نبوت زندہ باد کا نعرہ لگانے کی پاداش میں مرزائیوں نے حملہ کر کے زد و کوب کیا تو اتنا ہی ابھرے گا جتنا کہ دباؤ گے کے مصداق مرتدین کے اس ذلیل حربے نے مسلمانان پاکستان کو بیدار کر یا اور سارا ملک آنا قانا سراپا احتجاج بن گیا ان حالات کو دیکھتے ہی عوام کو پروگرام دینے اور منظم کرنے کے لیے مختلف مکاتب فکر اور سیاسی جماعتوں کے زعماء پر مشتمل مرکزی مجلس عمل تحفظ ختم نبوت کی تشکیل عمل میں لائی گئی اور پہلے ہی اجلاس میں مولانا سید حسین الدین شاہ صاحب کی غیر موجودگی میں آپ کا نام مرکزی ارکان میں شامل کیا گیا آپ نے اس ذمہ داری کو قبول کیا مجلس عمل کے پالیسی ساز اجلاسوں میں شرکت کی بحث میں حصہ لیا اور اس تحریک کو کامیاب بنانے کے لیے شب و روز کام کیا مرکز کے علاوہ علاقائی اور شہری کمیٹیوں کی تشکیل میں حصہ لیا اور راہنمائی کی۔ شاہ صاحب کی قیادت میں جامعہ کے اساتذہ اور طلبہ اور متعلقین نے بھی بھرپور حصہ لیا بے شمار جلوس نکالے گئے ان گنت جلسے ہوئے سوشل بائیکاٹ کی حمایت اور مرزائیوں کے خلاف اشتہارات نکالے گئے ادارہ کو اس کی سزا بھی دی گئی شاہ صاحب پر مقدمات قائم ہوئے مگر وہ اپنے راستے پر چلتے رہے۔

حکومت کی نئی چال کا دفاع کیسے ہوا؟

۱۹۷۷ء کی اس تحریک میں مرزائیوں کے خلاف سوشل بائیکاٹ کے موثر حملہ نے بہت کام کیا جس سے مرزائیت اور اس کے ہمدرد تھلا اٹھے یہاں حکومت نے تحریک اور خاص طور پر سوشل بائیکاٹ کے فتویٰ کو غیر مؤثر بنانے کے لیے کچھ علماء اور اصحاب سجادہ کو آگے لانا چاہا اس سلسلے میں ان لوگوں کی طرف سے کچھ پیش رفت ہوئی علماء و مشائخ سے رابطے قائم ہوئے۔ اہل سنت و جماعت کے خلاف اس عظیم سازش کے خطرہ کو محسوس کرتے ہوئے مولانا سید حسین الدین شاہ صاحب میدان عمل میں اتر آئے اس تحریک میں اگرچہ مشائخ عظام بھرپور حصہ لے رہے تھے مگر مجلس عمل میں مشائخ کا کوئی نمائندہ نہ ہونے کی وجہ سے یہ خطرہ بھی تھا کہ بعد میں مخالفین کا پروپیگنڈہ مشائخ کی عظمت کو نقصان نہ پہنچائے چنانچہ راقم الحروف کو ارشاد ہوا کہ آستانہ عالیہ سیال شریف حاضری دی جائے اور حضور شیخ الاسلام والمسلمین خواجہ سیدی محمد قمر الدین رحمۃ اللہ علیہ کو عرض کیا جائے کہ وہ مشائخ کانفرنس کے لیے وقت عطا فرمائیں۔ ۱۳ جولائی ۱۹۷۷ء کی تاریخ کانفرنس کے لیے متعین ہوئی اور

پوری تندرستی سے جامعہ رضویہ ضیاء العلوم کی انتظامیہ اساتذہ طلبہ خدام اور متوسلین اس عظیم کانفرنس کے انتظام و اہتمام میں لگ گئے۔

حکومت کی طرف سے رکاوٹیں:

مشائخ کانفرنس کی تاریخ جوں جوں قریب آتی گئی حکومت کی طرف سے رکاوٹیں بڑھتی چلی گئی اس وقت تک جامعہ رضویہ ضیاء العلوم کی مرکزی عمارت جامع مسجد بزرگ منڈی اور یہاں کا دارالافتاء تھانڈاؤن ڈی بلاک کا ابھی آغاز ہی ہوا تھا کانفرنس ڈی بلاک میں ہونا قرار پائی تھی کیونکہ وہ کھلی جگہ تھی مگر ایف ایس ایف نے اس جگہ نگرانی شروع کر دی اور ۱۳ جولائی سے پہلے ہی وہاں ایک طرح کی چھاؤنی بنائی۔ ۱۲ جولائی سے جگہ کو گھیرے میں لے لیا گیا اور ۱۳ جولائی کو بہت بڑی تعداد میں ایف ایف ایس ایف کے جوانوں کے ساتھ پولیس بھی شامل ہو گئی اور اس جگہ کے پورے ماحول کو گھیر کر باہر سے آنے والے سارے راستے مسدود کر دیئے۔

متبادل انتظام:

حضرت مولانا سید حسین الدین شاہ صاحب نے جب جلسہ گاہ کو مسدود پایا تو اپنے رفقاء سے متبادل صورت پر غور فرمایا۔

حاجی غلام حیدر صاحب مرحوم و مغفور:

بھئے پلائے وڈ کے مالک جناب حاجی غلام حیدر صاحب ان کے بھائی حاجی محمد شفیع صاحب اور دوسرے بھائی حاجی غلام احمد صاحب نے شاہ صاحب کو تجویز پیش کی کہ ہمارے سٹریٹ میں ان کی کوشیوں کو جلسہ گاہ قرار دیا جائے اور قیام و طعام کی خدمت بھی ہمارے سپرد کر دی جائے۔ چنانچہ مختصر سے وقت میں درمیان کی دیواریں بنادی گئیں محبت نے صبح سے ظہر تک ساری عمارت میں سفیدی اور رنگ و روغن کرا دیا۔

بقول حضرت مولانا سید حسین الدین شاہ صاحب مدظلہ السامی حاجی غلام حیدر مرحوم نے کہا کہ اگر مسئلہ کو حل کرنے میں حکومت تاخیری حربے استعمال کرتی ہے یا اسے ختم کرنے کی کوشش کرتی ہے تو میں مکہ مکرمہ مدینہ طیبہ سے کچھ با اثر افراد بلا کر حکومت پر دباؤ ڈال سکتا ہوں۔

یہ قربانی اور ایثار کا عمدہ مظاہرہ تھا جو حاجی صالح مرحوم نے اسلام کی خدمت کیلئے کیا۔ اب یہ طے ہوا کہ باہر سے آنے والے علماء اور مشائخ جو فی بنک چوک (بازار تلواڑاں) پہنچیں آگے جامعہ رضویہ کے خدام موجود ہوں اور وہ اپنی گاڑی کی پیشوائی میں مہمانوں کو حاجی غلام حیدر صاحب کی کوشی پر لے جائیں بہت سے احباب نے اس مقصد کے لیے اپنی گاڑیاں جامعہ رضویہ کو پیش کر رکھی تھیں علماء و مشائخ کے قافلے پہنچنا شروع ہوئے اور خدام انہیں ہار لے سٹریٹ میں لیجاتے رہے۔

بدنام زمانہ کی رسوائی:

ایف ایف والے پولیس کی بھاری جمعیت سمیت سٹیلائٹ ٹاؤن میں پہرہ دیتے رہے اور سوچتے رہے کہ شاید کانفرنس منسوخ ہوگئی ہے علماء و مشائخ نہیں آرہے ہیں۔ جامعہ کے کچھ روایتی دوست سوچتے رہے کہ اگر خدام جامعہ کانفرنس منسوخ کرتے ہیں تو اہل سنت ان سے بدظن ہوں گے اور اگر کانفرنس کرتے ہیں تو ایف ایف ایس۔ ایف اور پولیس کی لالچیوں اور راکٹوں کی زد میں ہوں گے اور خوب تماشہ ہوگا۔ مگر عشق و محبت نے اپنے اظہار کے لیے نیا راستہ تلاش کر لیا اور تماشہ دیکھنے والوں کی حسرتیں ان کے سینوں میں ہی مدفون ہو گئیں۔ مقصد ناکراؤ نہیں تھا بلکہ تحریک کو کامیابی سے ہم کنار کرنا تھا۔

حضور شیخ الاسلام کی تشریف آوری:

راقم الحروف انتظامات دیکھنے کے لیے بازار کواڑاں سے بذریعہ لیاقت روڈ جونہی گوالمنڈی روڈ کی طرف پلٹا تو پل سے اترا میں ہی حضور شیخ الاسلام کی گاڑی ہماری گاڑی کے پاس سے گزر گئی میں جب ہارلے سڑیٹ پہنچا تو پیر ونی گیٹ رنگا جا رہا تھا میں نے سب احباب کو یہ خوشخبری سنائی کہ حضرت شیخ الاسلام تشریف لائے ہیں اور ابھی چند لمحات میں ہی جلسہ گاہ میں پہنچنے والے ہیں۔ سب حضرات کٹھی سے باہر سڑک پر آگئے اور چند منٹوں کے بعد حضور شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ کی گاڑی آگئی کبیر و رسالت کے نعروں پتوں پھولوں اور ہاروں سے حضور سیالوی رحمۃ اللہ علیہ کا عشق و محبت کے کارواں نے استقبال کیا۔

حضور شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ نے اپنا روایتی لباس زیب تن کر رکھا تھا۔ سیال شریف کی روایتی کپڑے کی چادر گوشہ ٹوپی سرخ کناری والی فرق اقدس پہنچی ہوئی تھی جسے گھنگریالے بالوں نے گھیر رکھا تھا کھلے بازوؤں والی روایتی کھلی قمیض پہن رکھی تھی چونکہ آپ بتائیں نہیں پہنا کرتے تھے لہذا گرمی اور طویل سفر کی وجہ سے ساری پشت مبارک پسینے سے شرابور تھی۔ اپنا روایتی تہ بند باندھے ہوئے تھے جو تہ مبارک زیب پا تھا۔ شہنشاہ ولایت کی اس سادگی میں بلا کی کشش تھی۔

کانفرنس کی کاروائی:

یہ عظیم الشان کانفرنس ٹھیک ساڑھے چھ بجے شام حضور شیخ الاسلام سیالوی رحمۃ اللہ علیہ کی صدارت میں شروع ہوئی۔ ملک کے گوشے گوشے سے آئے ہوئے کثیر تعداد میں علماء و مشائخ نے شرکت کی۔ تلاوت کتاب حکمت کے بعد مفسر قرآن حضرت پیر محمد کرم شاہ صاحب نے افتتاحی کلمات ارشاد فرمائے چند کلمات یہ ہیں!

[یہ وقت لمبی تقریر کا نہیں ہے ہمیں اس وقت فیصلہ کن تجاویز پیش کرنی ہیں مرزائی مارا ستین

تحفظ ختم نبوت کی تحریک شروع ہے اس فتنہ کے تدارک کی ذمہ داری ہم پر دوسروں سے

زیادہ عائد ہوتی ہے ہم نے اگر اس میں کوتاہی کی تو ہماری آئندہ نسلیں ہمیں کبھی معاف نہیں کریں گی۔ ہماری خوش نصیبی ہے کہ حضور شیخ الاسلام سیالوی رحمۃ اللہ علیہ کی عظیم قیادت ہمیں میسر ہے ان کی دعوت پر آج یہاں پاکستان بھر کے مشائخ عظام جمع ہیں میں سب کی طرف سے اعلان کرتا ہوں کہ حضرت خواجہ غریب نواز جوارشاد فرمائیں تن من و جن کی بازی لگا کر ہم سب اس پر عمل کریں گے۔ حضرت غریب نواز حکم فرمائیں ہم تعمیل کیلئے حاضر ہیں۔]]

حضور شیخ الاسلام کا خطاب:

پیر صاحب نے جو نبی خطاب فتح کیا حضور پیر سیال اٹھے اور حمد و صلوٰۃ کے بعد فرمایا!

[[پاکستان بنانے کے وقت ہمارے ذہنوں میں ہرگز ہرگز یہ تصور نہ تھا کہ ہم اسے روس یا امریکہ کے نظاموں کے ماتحت چلائیں گے اس وقت ہمارے ذہنوں میں صرف اور صرف یہ تصور تھا کہ پاکستان میں اسلام کا بول بالا ہوگا۔۔۔ اسی مقصد کے لیے سب مشائخ حجروں سے میدان عمل میں نکل آئے اور اسی مقصد کے لیے انہوں نے قید و بند کی صعوبتیں برداشت کیں۔ میں بھی اس زمانے میں گرفتار ہوا حکومت نے مجھے گوبر اور گندے پانی سے بھری ہوئی ایک کوثڑی میں بند کر دیا جس میں نہ تو میں پیٹھ سکتا اور نہ ہی نماز پڑھ سکتا تھا اس کے ساتھ ہی انگریز حکومت نے میری ساڑھے گیارہ مربع زمین ضبط کر لی اسی پر کفایت نہ کرتے ہوئے مجھے طرح طرح کی چالوں اور ہتھکنڈوں سے ڈرایا تاکہ میں تحریک پاکستان کی حمایت سے باز آ جاؤں لیکن میرا جواب تھا کہ عزت صرف اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے اگر میں نے ایک لمحہ کے لیے بھی یہ سوچا کہ مجھے اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی مٹا سکتا ہے تو میں مشرک ہو جاؤں گا۔ مشائخ نے یہ سب کچھ پاکستان کے لیے کیا۔ جہاں اللہ تعالیٰ کے دین کا نفاذ ہوتا تھا۔ پاکستان بن گیا مگر۔۔۔۔۔

قائد نے میرے خط کے جواب میں لکھا آپ اطمینان رکھیں پاکستان میں یقینی طور پر اسلامی قانون ہی نافذ ہوگا لیاقت علی خان سے میری ملاقات ہوئی میں نے انہیں واضح طور پر کہا اسلامی قوانین کے نفاذ میں لیت و لعل سے کام لو گے تو مٹ جاؤ گے خان صاحب کا جواب تھا واقعی ہم اسلام کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتے اور مشرقی پاکستان کو تو صرف اسلامی قانون کی بدولت ہی ہم اپنے ساتھ رکھ سکتے ہیں۔ افسوس کہ ہم ایسا نہ کر سکے اور مشرقی پاکستان ہم سے الگ ہو گیا۔ اور اب بھی اگر اسلامی قوانین کا نفاذ نہ ہوا تو صوبائی عسکریں ہمیں مزید کھلے کھلے کر دیں گی۔ اسکا علاج صرف بھٹو صاحب کو اتارنا نہیں ہے سابقہ حکومتوں نے کیا کیا؟ انہوں نے ظفر اللہ خان قادیانی کو وزیر خارجہ بنایا انہوں نے منکرین رسول ﷺ منکرین قرآن اور منکرین اجماع کو بڑی بڑی آسامیوں پر تعینات کیا۔ اب بھی لوگ سیاسی فوائد کے خواب دیکھ رہے ہیں۔۔۔۔۔ مشائخ

عظام ہمیں اس وقت خون دینے والے مجنوں کی ضرورت ہے چوری کھانے والوں کی نہیں آپ عوام نہیں خواص ہیں اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اُمت کے افراد خواص ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ قادیانیوں کو اقلیت قرار دو تو ذمیوں کو کہا جاتا ہے جو شخص اسلام کو چھوڑ کر دوسرا دین اختیار کرے وہ مرتد ہے جس کی سزا شریعت میں قتل ہے اگر میرے ہاتھ میں حکومت ہوتی تو میں قادیانیوں کا شریعت کے مطابق فیصلہ کرتا جس کی نظیر سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے قائم کی بہر حال یہ اب مسلمانوں کا ادنیٰ مطالبہ ہے کہ قادیانیوں کو ذمی قرار دیا جائے حکومت کو یہ کم سے کم مطالبہ فوراً تسلیم کر لینا چاہیے اور قادیانیوں کو اقلیت قرار دینے میں دیر نہیں کرنی چاہیے۔]]

پھر شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ نے قرآنی آیات سے مرزائیوں کے خلاف سوشل بائیکاٹ کا جائزہ اور ضرور ہونا ثابت فرمایا اور ہدایت فرمائی کہ اس مرتد ٹولہ سے ہر قسم کا میل جول ختم کر دیا جائے۔ یہ بات قابل ذکر ہے کہ حضرت درد گردہ کی شدید تکلیف میں جلتا تھے پھر بھی طویل سفر فرمایا اور بڑی جامع اور مدلل مگر مختصر تقریر فرمائی۔ یہ بھی ارشاد ہوا کہ حکومت درمیان سے ہٹ جائے میں صرف ایک ہفتہ میں ربوہ کی اینٹ سے اینٹ مجادوں گا کسی صاحب نے عرض کیا حضور یہ سات دن کا عرصہ زیادہ ہے آپ نے فرمایا تین دن سہی۔

حضور پیر سیال کی تقریر کے خاتمہ پر حضرت پیر محمد کرم شاہ صاحب نے حضرت شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ کی طرف سے چند ضروری تجاویز پیش کیں اور اپیل کی کہ مشائخ کرام اپنے اپنے حلقوں میں تحفظ ختم نبوت کا کام تیز کر دیں۔ پیر صاحب نے پھر یہ قرار داد پیش کی۔

قرارداد:

بسم اللہ الرحمن الرحیم ط

محمدہ و صلی علی رسولہ الکریم ط

راولپنڈی ۱۳ جولائی ۱۹۷۴ء کو پاکستان مشائخ کانفرنس کا ایک ہنگامی اجلاس آج یہاں شیخ الاسلام و المسلمین حضرت خواجہ محمد قمر الدین صاحب سیالوی دامت برکاتہم العالیہ سجادہ نشین دربار عالیہ سیال شریف منعقد ہوا۔ اجلاس میں مندرجہ ذیل قرار داد متفقہ طور پر منظور کی گئی۔

[[کل پاکستان مشائخ کانفرنس کا یہ اجلاس عوام و خواص اور ارباب حکومت پر واضح کر دینا اپنا دینی و ملی فرض سمجھتا ہے کہ مسئلہ ختم نبوت کتاب و سنت و اجماع اُمت سے ثابت ہے۔ ۱۹۵۳ء میں تمام مکاتب فکر کے ۳۵ علمائے کرام نے حال ہی میں رابطہ عالم اسلامی کے اجلاس منعقدہ مکہ مکرمہ میں عالم اسلام کی ۱۲۴ دینی تنظیموں کے نمائندوں نے متفقہ طور پر یہ فیصلہ کیا ہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی کو نبی یا مجدد ماننے والے دائرہ اسلام سے خارج ہیں اس لیے مرزائیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا

جائے۔ یہ مسئلہ زنا عی نہیں ہے بلکہ اجماعی اور قطعی مسئلہ ہے اس مسئلہ کے متعلق اسلامی مشاورتی کونسل یا سپریم کورٹ کی رائے لینے کی ضرورت نہیں ہے۔ اس مسئلہ کو اسلامیان پاکستان کی امتگوں کے مطابق حل کرنے کا واحد طریقہ یہ ہے کہ قومی اسمبلی میں فی الفور آئین میں ترمیم کر کے مرزائیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا جائے۔

مشائخ کانفرنس کا یہ اجلاس حکومت سے مطالبہ کرتا ہے کہ وہ جلد از جلد اس مسئلہ کو قومی اسمبلی میں بطور مل پیش کر کے منظور کرائے اور ممبران قومی اسمبلی سے مطالبہ کرتا ہے کہ وہ اس بل کی حمایت و تائید کر کے اپنے قومی اور ملی فرض کو ادا کریں اور اپنے منتخب کرنے والے افراد کے اعتماد کو ٹھیس نہ پہنچائیں۔ مشائخ کانفرنس کا یہ اجلاس مرکزی مجلس عمل تحفظ ختم نبوت پاکستان پر کئی اعتماد کا اظہار کرتا ہے اور مرکزی مجلس عمل کی قراردادوں اور مطالبوں کی توثیق و تائید کرتا ہے۔ مشائخ کانفرنس کا یہ اجلاس کلمہ حق بلند کرنے والے علماء و طلباء و دیگر مسلمانوں کی گرفتاریوں اور مسئلہ ختم نبوت سے متعلق ہر قسم کے مواد کی طباعت و اشاعت پر حکومت کی طرف سے پابندی کو سخت تشویش کی نگاہ سے دیکھتا ہے اور حکومت سے پرزور مطالبہ کرتا ہے کہ وہ گرفتار شدہ علماء و طلباء کو فوراً رہا کرے اور ان کے خلاف قائم کردہ تمام مقدمات واپس لے لے اور تمام تاروا اور بے جا پابندیوں کو فی الفور ختم کرے۔ مشائخ کانفرنس کا یہ اجلاس مسلمانان پاکستان سے پرزور اپیل کرتا ہے کہ وہ ناموس رسالت کی خاطر مرزائیوں سے ہر شعبہ زندگی میں مکمل بائیکاٹ جاری رکھیں کیونکہ ایسا کرنا قرآن و سنت سے ثابت ہے۔

تشہیر قرارداد:

قرارداد کی متفقہ منظوری کے بعد حضرت مولانا سید حسین الدین شاہ صاحب مدظلہ نے جو اس عظیم کانفرنس کے منتظم تھے تجویز پیش فرمائی کہ اخبارات پر سرکاری پابندیوں کی وجہ سے قرارداد اگر شائع نہ ہوئی تو مشائخ عالی مقام اسے سائیکلو سٹائل کرا کے مسلمانوں میں تقسیم کرانے کا بندوبست کریں۔

بعض شرکاء کے اسماء گرامی:

اس عظیم الشان کانفرنس میں جن مشائخ ملت نے شمولیت فرمائی ان میں سے تمبر کا ہم کچھ ناموں کا ذکر کر رہے ہیں۔

- ۱۔ حضرت شیخ الاسلام علامہ خواجہ حافظ محمد قمر الدین سیالوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ
- ۲۔ حضرت گرامی دیوان آل محتبی علی خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ سجادہ نشین اجیر شریف (حال فتح جنگ روڈ)
- ۳۔ حضرت سجادہ نشین جلال پور شریف۔
- ۴۔ نمائندہ آستانہ عالیہ گولڑہ شریف۔
- ۵۔ حضرت حافظ خواجہ ظہور الہی شاہ صاحب سجادہ نشین چورہ شریف۔
- ۶۔ حضرت پیر محمد ایوب شاہ صاحب سجادہ نشین چورہ شریف۔

- ۷۔ پیر محمد کرم شاہ صاحب سجادہ نشین بھیرہ شریف۔
- ۸۔ حضرت پیر محمد شاہ صاحب قطبال شریف۔
- ۹۔ حضرت پیر محمد یعقوب صاحب بگہار شریف۔
- ۱۰۔ حضرت پیر محمد محمود الرحمن صاحب سجادہ نشین چھوہر شریف۔
- ۱۱۔ حضرت پیر غلام نظام الدین شاہ صاحب خواجا آباد شریف۔
- ۱۲۔ حضرت صاحبزادہ محمد طیب شاہ صاحب دربار قادریہ سری کوٹ شریف۔
- ۱۳۔ حضرت علامہ پیر محمد چشتی صاحب جامعہ فوشیہ معینیہ پشاور۔
- ۱۴۔ حضرت صاحبزادہ عبدالملک صاحب آستانہ اکبریہ میانوالی۔
- ۱۵۔ مولانا پیر محمد گل الرحمن صاحب بنگرام ہزارہ۔
- ۱۶۔ حضرت صاحبزادہ عبدالحق صاب ہندیال شریف۔
- ۱۷۔ حضرت مولانا ساجد الرحمن صاحب بگہار شریف۔
- ۱۸۔ حضرت پیر محمد امیر شاہ صاحب پشاور۔
- ۱۹۔ سجادہ نشین صاحب دربار کنجیاں شریف ہزارہ۔
- ۲۰۔ علامہ سید ابوالبرکات صاحب حزب الاحناف لاہور۔
- ۲۱۔ علامہ امین الحسنات سید غلیل احمد قادری لاہور۔
- ۲۲۔ مولانا محمد فاضل عباسی صاحب نمائندہ مولانا مفتی محمد حسین نعیمی لاہور۔
- ۲۳۔ علامہ مفتی عبدالقیوم ہزاروی صاحب جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور۔
- ۲۴۔ علامہ سید محمود احمد رضوی صاحب حزب الاحناف لاہور۔
- ۲۵۔ مفتی شائستہ گل صاحب ضلع مردان۔
- ۲۶۔ ابوالنصر علامہ سید منظور احمد شاہ صاحب جامعہ فریدیہ ساہیوال۔
- ۲۷۔ مولانا خدا بخش صاحب کیمبل پور (انگل)۔
- ۲۸۔ مولانا مفتی عبدالملک صاحب مانسہرہ۔
- ۲۹۔ علامہ سید غلام محی الدین شاہ صاحب شیخ الحدیث جامعہ رضویہ راولپنڈی۔
- ۳۰۔ علامہ سید عبدالرحمن شاہ صاحب خطیب ہری پور ہزارہ۔

۳۱۔ علامہ مولانا سید حسین الدین شاہ صاحب ناظم اعلیٰ جامعہ رضویہ راولپنڈی۔

۳۲۔ مولانا سید محمد ذاکر شاہ صاحب ایم اے دھرنہ۔ جہلم۔

نیشنل اسمبلی اور جامعہ رضویہ:

نیشنل اسمبلی نے ایک سوال نامہ جاری کیا۔ علمائے کرام اور دانشوروں سے مطالبہ ہوا کہ ان سوالات کے تقابلی جوابات لکھے جائیں۔ غالباً یہ سوال نامہ ۴۶ سوالوں پر مشتمل تھا جو مولانا شاہ احمد نورانی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت پیر صاحب تونسہ شریف کو جوابات کے لیے دیا گیا تھا اور ان حضرات نے اس عظیم خدمت کے لیے جامعہ رضویہ کو منتخب فرمایا۔ ایک تو اس سوالنامے کو جدید قانونی زبان میں لکھا گیا تھا۔ دوسرا اس کے جوابات کے لیے نہ صرف سارے قادیانی لٹریچر بلکہ اسلامی ذخیرہ علمی کی ضرورت تھی۔ راقم الحروف کو یہ سعادت حاصل ہے کہ حوالہ جات کی تہذیب و تدوین کے لیے حضرت قبلہ سید حسین الدین شاہ صاحب نے مجھے منتخب فرمایا۔

مرزا قادیانی کی کتابیں راولپنڈی، بھیرہ، سلطانپور اور دیگر مقامات سے شاہ صاحب نے اپنے ذرائع سے حاصل کیں میری حیرت کی انتہا نہ رہی جب میں نے دیکھا کہ قادیانی کی طرف سے نکلنے والے اشتہارات اور پمفلٹ تک شاہ صاحب قبلہ نے ڈھونڈ نکالے ہیں۔ میں نے ان دنوں زیادہ وقت سبزی منڈی کی جامعہ مسجد کے بالائی حصہ میں حضرت شاہ صاحب کے کمرے میں گزارا آپ مطلوبہ عبارات دکھاتے اپنی رائے ظاہر فرماتے اور میرا قلم اسے صفحہ قرطاس پر اتارتا جاتا۔ اللہ کریم نے شاید اسی دن کے لیے مجھے بھی یہ توفیق عطا فرمائی تھی کہ میں نے مرزا اور ان کے حلیفوں کا سارا لٹریچر پڑھا تھا انکے دانشوروں اور قلم کاروں کے نظریات کو امعان نظر سے پڑھا تھا اب وہ خوب کام آیا۔ یہ حقیقت ہے کہ اگرچہ ایک پورا بورڈ شاہ صاحب نے اس کام پر لگا رکھا تھا مگر ۹۸ فیصد کام شاہ صاحب اور اس فقیر نے کیا۔ ہم حوالہ جات مختلف عنوانوں کے تحت لکھ کر نیشنل اسمبلی میں اپنے علماء کو بھیج رہے تھے جو وہاں بطور ایم این اے موجود تھے۔ راقم نے اپنے ذرائع کو استعمال کر کے اسمبلی کے کئی اجلاسوں کی کاروائی بھی سنی۔

قائد ملت اسلامیہ علامہ شاہ احمد نورانی رحمۃ اللہ علیہ نے کھلے جلسوں میں ہماری ان کاوشوں کی بھرپور تحسین فرمائی اور مورچوں میں پہنچنے والا اسلحہ قرار دیا۔ ہم نے اسمبلی کے سارے سوالات کے ترتیب وار جوابات لکھے یہ جوابات اسمبلی میں بھی بھیجے گئے پھر جن کتابوں کے حوالہ جات نقل ہوئے تھے وہ بھی اسمبلی میں جمع کرائیں گئیں تاکہ اسمبلی کے متعلقہ لوگ ہمارے حوالے اصل کتابوں سے مل کر دیکھ لیں۔ یہ کتابیں کافی وقت کے بعد غالباً فیصلہ صادر ہونے کے بعد واپس حاصل کی گئیں یہ کتابیں سینکڑوں کی تعداد میں تھیں۔ شاہ صاحب قبلہ کی جدوجہد سے بڑی مشکلات کے بعد حاصل ہوئیں تھیں اور طویل انتظار کے بعد اصل مالکوں کو بڑی حفاظت سے پہنچائی گئیں۔ حضور شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ نے بھی بعض ممبران اسمبلی کی راہنمائی کے

لیے علماء کا ایک بورڈ ہمارے پاس بھیجا تھا جس کی شاندار پذیرائی حضرت ناظم اعلیٰ نے فرمائی۔ جزاہ اللہ عن المسلمین خیر الجزاء۔

دعا و فتح مبین:

ستمبر کا پہلا عشرہ قومی اسمبلی میں فیصلے کا عشرہ تھا ساری قوم کی نگاہیں ادھر لگی ہوئی تھیں اور ہر کان گوش برآواز تھا۔ نہ صرف پاکستان بلکہ پوری دنیا آخری فیصلہ کی منتظر تھی۔ ۶ ستمبر بروز جمعہ کو جامع مسجد بزرگ منڈی میں یوم دعا کا اہتمام کیا گیا کہ مولیٰ تعالیٰ شہدا تحفظ ختم نبوت کے وسیلہ سے فتح مبین عطا کرے۔

مرکزی مجلس عمل کے ناظم اعلیٰ علامہ مولانا سید محمود احمد رضوی رحمۃ اللہ علیہ حزب الاحناف لاہور نے بہ چشم پرئم نہایت عجز و انکساری سے دعا مانگی اور قلب کی گہرائیوں سے حاضرین نے آمین کہی۔ ایسا روح پرور سماں تھا کہ اختتام محفل پر کچھ لوگ کہتے سنے گئے کہ سوز کا عطا ہونا فضل الہی ہے۔ ہمیں اُمید ہے فتح و نصرت مسلمانوں کو نصیب ہوگی اور ایسے ہی ہوا۔ ۷ ستمبر کو قومی اسمبلی اور سینیٹ نے قادیانیوں کے دونوں گروپوں اور ان جیسے لوگوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دے کر متفقہ طور پر قرارداد پاس کر لی۔

☆☆☆☆

☆☆☆☆

☆☆☆☆



قاطع مرزائیت، گنجینہ علم

علامہ محمد عالم آسی امرتسری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

میاں ضمیر احمد آسی

ولادت باسعادت

ایک فاضل اجل درویش جس نے اپنی پوری زندگی مخلصانہ علمی خدمات میں صرف کر دی۔

(عرشی امرتسری: تذکرہ آسی، مرتبہ حکیم غلام قادر چشتی مرحوم، مطبوعہ ملتان، ص ۹۸)

عارف نامدار درویش گردوں و اقر حضرت علامہ مولانا حکیم حافظ ابوالدراستہ محمد عالم آسی نقشبندی مجددی راگھوی ثم امرتسری قدس سرہ بروز جمعہ المبارک بتاریخ ۱۲/۱۱/۱۳۹۸ھ کو موضع کولتار ڈ تحصیل حافظ آباد ضلع گوجرانوالہ میں پیدا ہوئے۔

(یادداشت ابوالآسی حضرت مولانا حکیم حافظ مفتی حمید الدین الشہیر بہ عبدالحمد کولوی ثم راگھوی قدس سرہ)

(حضرت علامہ محمد عالم آسی علیہ الرحمہ کی تاریخ پیدائش، سن پیدائش اور مقام پیدائش کے متعلق مختلف بیانات ملتے ہیں، لیکن صحیح تاریخ پیدائش، سن پیدائش اور مقام پیدائش یہی ہے جو ہم نے بیان کیا ہے۔ میاں ضمیر احمد آسی)

خاندان کا اجمالی تعارف

حضرت علامہ آسی قدس سرہ ویر (جاٹ) قوم سے تعلق رکھتے تھے، تاہم آپ کا خاندانی پس منظر روحانی و علمی ہے، آپ کے والد گرامی کا اسم گرامی نام نامی حضرت مولانا حکیم مفتی حافظ حمید الدین الشہیر بہ عبدالحمد چشتی نقشبندی قادری سہروردی (کولوی ثم راگھوی) قدس سرہ تھا، جو انتہائی زاہد و عابد ہونے کے ساتھ ساتھ اپنے دور کے عظیم فاضل اور مفتی تھے، علاوہ ازیں بے مثل خطاط اور قابل طبیب بھی تھے، شعر و ادب سے لگاؤ تھا اور فقیر تخلص فرماتے تھے، ۱۲/۱۱/۱۳۳۱ھ کو وفات پائی، مزار پر انوار کولتار ڈ میں ہے۔

حضرت علامہ آسی رحمۃ اللہ علیہ کے جد امجد کا نام حضرت مولانا حکیم مفتی میاں غلام احمد المعروف بہ حضرت حضوری قدس سرہ تھا، جن کا امتیازی وصف عشق ختم الرسل مولائے کل علیہ السلام تھا، آپ کو آنحضرت ﷺ کے جمال و روئے زیبا کی کئی بار زیارت نصیب ہوئی، آپ نے ۱۸/ربیع الاول ۱۳۹۹ھ کو وفات پائی اور کولتار ڈ میں ہی نحو خواب ابدی ہوئے۔

جد امجد کی دُعا

علامہ آسی قدس سرہ کے برادر خرد حضرت علامہ مولانا حکیم محبوب عالم راگھوی علیہ الرحمہ اپنے والد بزرگوار سے روایت فرماتے ہیں کہ جب آپ کی عمر چھ سات ماہ ہوئی تو ایک دن آپ کے دادا ولی کامل حضرت مولانا غلام احمد علیہ الرحمہ متوطن کو لوٹا رخصت حاصل حافظ آباد ضلع گوجرانوالہ نے آپ کے منہ میں اپنی زبان مبارک ڈال کر چوسائی اور پنجابی کا یہ شعر پڑھا۔

محمد عالماں چل علم پڑے علم دی بات نوں مضبوط پھڑیے

خدا کے حکم سے ہر دو الفاظ ”چل“ اور ”مضبوط“ کا ایسا اثر ہوا کہ عالم شاہ ہے۔

(مولانا حکیم محبوب عالم: تذکرہ آسی، مطبوعہ ملتان، ص ۳)

تعلیم

حضرت علامہ آسی قدس سرہ نے ابتدائی تعلیم والد گرامی اور نانا جان مولانا حکیم مفتی غلام حسن نقشبندی قادری (متوفی ۱۱ جمادی الثانی ۱۳۳۸ھ، مدفون موضع بھٹی چک، ضلع گوجرانوالہ) سے حاصل کی، بعد ازاں مدرسہ نعمانیہ لاہور چلے گئے اور وہاں استاد الافاضل حضرت مولانا غلام مفتی غلام احمد (کوٹ اسحاقی)، عربی زبان کے ادیب مولانا محمد حسن فیضی اور دیگر اساتذہ مدرسہ نعمانیہ سے فیض یاب ہوئے، ازیں علاوہ مولانا غلام محمد یگویی علیہ الرحمہ خطیب بادشاہی مسجد لاہور، فخر الاماثل حضرت مولانا غلام قادر بھیروی رحمۃ اللہ علیہ (یگیم شاہی مسجد لاہور) اور مفتی عبداللہ ٹوکی (اورینٹل کالج لاہور) جیسے عظیم افاضل وقت سے اکتساب علم کیا۔

بعد ازاں مولوی عالم، مولوی فاضل، منشی فاضل، ادیب فاضل، مختار عدالت، حکیم حاذق اور زبدۃ الحکماء کے امتحانات پاس کئے، ان امتحانات میں سے مولوی فاضل اور زبدۃ الحکماء کے امتحانات میں پنجاب بھر میں اول آئے اور طلائی تمغے حاصل کئے، بعد میں ہندی اور انگریزی زبانوں میں بھی کافی مہارت پیدا کر لی، جس کی دلیل آپ کے بیاضات کی مختلف تحریریں ہیں، آخر عمر میں قرآن مجید بھی حفظ کر لیا تھا۔

درس و تدریس

جامعہ نعمانیہ سے فراغت کے بعد جامعہ نعمانیہ ہی میں اول مدرس مقرر ہوئے، پھر کچھ عرصہ بعد مدرسہ رحیمیہ ٹیلا گنبد میں پڑھاتے رہے، اسی طرح جب مولوی فاضل کے امتحان میں پنجاب بھر میں اول آئے اور آپ کو ایک سال لئے ۳۰ روپے ماہوار وظیفہ ملا تو اورینٹل کالج میں بھی پڑھاتے رہے، بعد ازاں امرتسر چلے آئے، وہاں مدرسہ نضرۃ الحق حنفیہ سے منسلک ہوئے۔

(ماہنامہ معلومات، لاہور، شمارہ دسمبر ۱۹۷۱ء)

مگر کچھ عرصہ پڑھانے کے بعد لاہور چلے آئے اور یہاں ایک پریس میں سنگ سازی کرتے رہے پھر امرتسر چلے گئے۔ (قلمی یادداشت از حکیم محمد موسیٰ امرتسری علیہ الرحمہ) اور ایم اے ہائی اسکول میں عربی کے اوّل مدرس مقرر ہوئے، اسی طرح جب یہ اسکول کانچ بنا تو آپ پروفیسر ہو گئے اور بالآخر یہیں سے ریٹائر ہوئے۔

(تذکرہ آسی، مطبوعہ ملتان، ص ۲۱)

آپ نے انجمن اسلامیہ امرتسر (جس کے تحت اسکول اور کانچ چلتے تھے) کی ملازمت سے فراغت کے بعد بھی پرائیویٹ طور پر تدریس کا شغل جاری رکھا اور یہ سلسلہ تدریس کسی ایک علم پر موقوف نہیں ہوتا تھا بلکہ طالبان علم آپ سے مختلف علوم کی تحصیل کیا کرتے تھے جن میں تفسیر، حدیث، فقہ، اصول حدیث، اصول فقہ، منطق، فلسفہ، صرف و نحو، ادب فارسی، کتابت، طبابت بالخصوص عربی ادب وغیرہ شامل تھے۔

(قلمی یادداشت از حکیم محمد موسیٰ امرتسری علیہ الرحمہ)

علم و فضل کی ادنیٰ جھلک

آپ کے شاگرد عظیم عربی دان (مترجم رسائل تفسیریہ وغیرہ) ڈاکٹر پیر محمد حسن مرحوم، اسلام آباد لکھتے ہیں :

”حضرت آسی علیہ الرحمہ کے بارے میں مشہور ہے کہ وہ ادیب اور عربی زبان کے ماہر تھے، یہ ایک حقیقت ہے کہ جو دسترس آپ کو عربی زبان پر حاصل تھی، شاذ و نادر ہی کسی کو حاصل ہوئی ہوگی، مگر ان کا یہ پہلو بھی کما حقہ علماء پر ظاہر نہ ہو سکا، امرتسر کے لوگ حضرت آسی کو علم کا بند کٹواں کہا کرتے تھے۔

علامہ مفتی نور احمد امرتسری کی مقتدر رائے

مفتی امرتسر مولانا نور احمد امرتسری علیہ الرحمہ (محشی و صحیح مکتوبات شریف حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ) جو کہ علامہ آسی کے پیر بھائی ہونے کے علاوہ آپ کے ہم عصر بھی تھے، فرماتے ہیں :

”مولانا آسی اس اندھے کنویں کی مانند ہیں، جس کہ تہہ تک رسائی نہ ہو سکے، ان کے علوم کا اندازہ نہیں ہو سکتا۔“

(تذکرہ آسی، مطبوعہ ملتان، ص ۲۳۔ بعنوان ایک اہم رائے)

تلامذہ

حضرت آسی کے بے شمار تلامذہ ہیں، چند ایک کے نام درج ذیل ہیں :

صاحبزادہ محمد عمر عبیر بلوی، مولانا محمد الدین غریب، ڈاکٹر پیر محمد حسن ایم اے پی ایچ ڈی، اسلام آباد، حافظ محمد عبداللہ ایم اے اکاؤنٹس جنرل آفس لاہور، مولانا غلام ترنم امرتسری (مدفون لاہور)، فخرالاطباء حکیم فقیر محمد چشتی نظامی (مدفون بجوار

میاں میر رحمۃ اللہ علیہ لاہور، حکیم غلام قادر چشتی امرتسری (آپ حضرت آسی کے رفیق خاص اور اُن کے مزار کے متولی تھے، مدفون ملتان)، مولانا پیر حبیب اللہ نقشبندی (مدفون گجرات، پنجاب) ابوالہیان مولانا محمد داؤد فاروقی ابن مولانا نور احمد امرتسری (مدفون امرتسر) استاذ الاطباء حکیم محمد نور الدین نظامی امرتسری، صدر مجلس اطباء (مدفون بورے والا ضلع دہاڑی)، استاذ الاطباء حکیم محمد شمس الدین نظامی امرتسری حکیم حاذق، (مدفون پاکپتن)، حکیم محمد جلال الدین امرتسری (مدفون پاکپتن)، حکیم اہل سنت حکیم محمد موسیٰ امرتسری بانی مرکزی مجلس رضا لاہور (مدفون بجوار حضرت میاں میر رحمۃ اللہ علیہ، لاہور)، عبدالمجید جامی (تھانی لینڈ) محمد شریف ساجد (راولپنڈی)، آغا خلش کاشمیری (مدفون بمبئی)، مولانا پیر عبدالسلام ہمدانی امرتسری (مدفون لاہور)۔

بیعت

حضرت علامہ آسی قدس سرہ، شہرہ آفاق شیخ طریقت حضرت شاہ ابوالخیر عبداللہ محی الدین فاروقی نقشبندی مجددی مظہری دہلوی قدس سرہ سے نہ صرف بیعت بلکہ مجاز بھی تھے۔

(مکتوب گرامی ڈاکٹر پیر محمد حسن، اسلام آباد، بنام راقم غفرلہ، محرمہ ۲۸/۱۲/۱۹۷۹ء)

حضرت شاہ ابوالخیر دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۱۹۲۳ء) کے حالات آپ کے عظیم فرزند حضرت شاہ ابوالحسن زید فاروقی ازہری دہلوی علیہ الرحمہ (متوفی ۱۹۹۳ء) نے ”مقامات خیر“ اور ”مقامات اخیار“ کے نام سے اُردو اور فارسی میں مرتب کی ہیں۔

وفات

حضرت علامہ آسی قدس سرہ کا وصال ۲۸/شعبان المعظم ۱۳۶۳ھ/۱۹۴۴ء بروز جمعہ المبارک دن کے ایک بجے امرتسر میں ہوا، آپ کا مزار پختہ بنا ہوا تھا مگر تقسیم ہند کے بعد اس کا نشان مٹا دیا گیا۔

(سید شرافت نوشاہی: اعجاز التورنخ، مطبوعہ گجرات، ص ۴۰)

تصانیف

تفسیر قرآن

حضرت علامہ آسی قدس سرہ کی دینی تحقیق کا آخری مرحلہ ”تفسیر قرآن“ تھا، مگر انہوں نے وفات سے قبل دیا اور آپ یہ کام ادھورا چھوڑ کر راسی دار بھا ہوئے، حضرت کے وہ تمام مسودات جن پر آپ نے تفسیر کا کام شروع کیا تھا، راقم کے پاس محفوظ ہیں، اور یہ وہ عدد نسخہ قرآن مجید، دور جثروں اور تین پاکٹ بکس پر مشتمل ہیں، ان شاء اللہ العزیز ان نوادر کا کسی موقع پر تعارف کرایا جائے گا، تاہم احقر یہاں صرف ان مضامین کے اسماء پر اکتفا کرتا ہے جو آپ نے تفسیر قرآن کے سلسلے میں

سپر قلم فرمائے۔

۱۔ مضامین القرآن: سورۃ فاتحہ (قرآن مجید کا ابتدائی جزو)، مطبوعہ ماہنامہ البیان امرتسر، اپریل ۱۹۳۳ء۔

۲۔ تشریحات متعلقہ سورۃ فاتحہ، مطبوعہ ہفت روزہ الفقہ، امرتسر، ۱۲/محرّم/۲۱/جون (۱۳۳۸ھ/۱۹۲۹ء) ۱۱۵
جمادی الثانی ۱۳/نومبر (۱۳۳۸ھ/۱۹۲۹ء)۔

۳۔ سورۃ فیل کی تفسیر اور علامہ فراہی، مطبوعہ ماہنامہ شمس الاسلام بھیرہ، اکتوبر ۱۹۳۸ء تا جون ۱۹۳۹ء۔
گرائمر

علامہ عرش امرتسری راقم طراز ہیں کہ :

”عربی گرائمر کے تو مولانا آسی امام ومجد تھے، نہایت سہل طریقے ایجاد کئے تھے، جن کی مدد سے ذہین طالب علم تھوڑے ہی عرصے میں بہت کچھ سیکھ لیتا تھا، اور عربی ادب میں تو امرتسر میں ان کا کوئی سہیم و نظیر نہیں۔“
(تذکرہ آسی، مطبوعہ ملتان، ص ۱۲)

ایک دوسری جگہ لکھتے ہیں :

”بہت بڑے بڑے عالم و فاضل ان کے شاگرد تھے، کسی سے معاوضہ نہیں لیتے تھے..... عربی گرائمر کی تعلیم کا نیا اور سہل طریقہ ان ہی کی ایجاد ہے۔“

(ماہنامہ فیض الاسلام، راولپنڈی، شمارہ مارچ ۱۹۷۹ء، ص ۲۷)

جب کہ حضرت آسی کے ایک دوسرے شاگرد ڈاکٹر ظہور الدین احمد کہتے ہیں کہ :

”عربی میں کمال قدرت رکھتے تھے، عربی میں شعر بھی کہہ لیتے تھے، صرف ونحو میں ان کا تسلط مسلم تھا، تعریف و تحلیل میں ان کا جواب نہیں تھا..... آپ کے صرف ونحو کے چودہ اصول مشہور تھے، جن کو ان پر مہارت ہوگئی، سمجھ لیجئے عربی گرائمر میں اسے مہارت ہوگئی، طلبہ کی سہولت کے لئے انہوں نے عربی حروف جار اور دیگر حروف کو منظوم کر رکھا تھا، تاکہ یاد کرنے میں آسانی ہو۔“

(مکتوب ڈاکٹر ظہور الدین احمد بنام راقم غفرلہ، محررہ ۱۰/مارچ ۱۹۸۰ء)

حضرت کی کتب گرائمر عربی، فارسی وغیرہ کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

۱۔ رموز الازاء لاتختصار الطباء (طبع دوم) ۱۹۲۱ء/۱۳۴۳ھ، صفحات ۳۲

۲۔ رموز الازاء لاتختصار الطباء، طبع ثالث، مطبوعہ فروری ۱۹۳۲ء، صفحات ۳۸

۳۔ عربک لچر یعنی کتاب الصرف جدید، مطبوعہ اگست ۱۹۳۲ء، صفحات ۱۱۲

- ۴۔ منظومہ الخو اردو، مطبوعہ جولائی ۱۳۵۱ھ/۱۹۳۲ء، صفحات ۴۸
- ۵۔ کتاب الخو جدید ملقب بہ عربک ٹیچر، مطبوعہ ۱۳۳۵ھ/۱۹۲۷ء، صفحات ۱۶۰
- ۶۔ بطلانہ الاجوبہ فی حل مسئلۃ العاشرۃ المتبحر، مطبوعہ مارچ ۱۹۲۵ء، صفحات ۶۴ (یونیورسٹی کے پرنسپل کا صل)
- ۷۔ التراجع الاریض، مطبوعہ ستمبر ۱۹۱۳ء، صفحات ۴۸ (دری کتب کے تراجم معہ ابتدائی صرف نحو)
- ۸۔ نقشہ صرف کبیر باب اول مع صرف صغیر ابواب ثلاثی مجرد (چارٹ)، سن طباعت ندارد
- ۹۔ نقشہ ”الکلام“ (چارٹ)، سن طباعت ندارد
- ۱۰۔ نقشہ ”المکملہ“ (چارٹ)، سن طباعت ندارد
- ۱۱۔ اردو گرامر میں ایک نقشہ ”نقشہ صرف اردو“ کے نام سے تیار فرمایا تھا۔
- ۱۲۔ فارسی گرامر میں ایک رسالہ، سرگزشت گرامر خان، مطبوعہ ۳۰ فروری ۱۹۱۳ء، صفحات ۹۶ (بظرف مکالمہ) رقم فرمایا، یہ بھی حضرت علامہ آسی قدس سرہ کے تحقیقی ذہن کا ایک لاجواب اور انوکھا شاہکار ہے۔

ردِ مرزائیت

حضرت علامہ آسی قدس سرہ کی شہرت مدام کا سبب آپ کی ردِ مرزائیت میں مشہور کتاب ”الکاوید علی الغاویہ“ بھی ہے، یہ کتاب دو جلدوں میں ہے اور ردِ مرزائیت وغیرہ میں ایک دائرۃ المعارف (انسائیکلو پیڈیا) کی حیثیت رکھتی ہے، علاوہ ازیں حضرت نے اور بھی بہت کچھ لکھا جس کی تفصیل حسب ذیل ہے :

- ۱۔ الکاوید علی الغاویہ (اردو) جلد اول، مطبوعہ مارچ ۱۹۳۱ء، صفحات ۴۱۶
- ۲۔ الکاوید علی الغاویہ (اردو) جلد دوم، مطبوعہ ستمبر ۱۹۳۴ء، صفحات ۴۵۰
- ۳۔ الحجدۃ الناری علی قلوب النجۃ الکفار (غیر مطبوعہ۔ اردو) الکاوید علی الغاویہ، جلد دوم اضافوں کے ساتھ نئے

روپ میں۔

- ۴۔ الکاوید علی الغاویہ (عربی) غیر مطبوعہ
- ۵۔ الحججۃ علی السلام فی الذب عن حریم الاسلام (عربی، مطبوعہ) یہ مرزائی غلام رسول راجیکی کے پمفلٹ کے جواب میں لکھا گیا۔

۶۔ مضامین، وہ مضامین جو آپ نے ردِ مرزائیت میں وقفہ فوقتاً رقم فرمائے، ان کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

- ۱۔ خیالات آسی واقعات صلیبی پر ایک نظر (منظوم اردو)، مطبوعہ الفقہ، امرتسر، ۱۴ فروری تا ۱۷ اپریل ۱۹۴۲ء
- ۲۔ نازۃ الحسان علی مصباح القدیان، مطبوعہ الفقہ، امرتسر، ۷ جنوری تا ۷ فروری ۱۹۳۳ء

- ۳۔ تنقیدات نادر شاہیہ بر تبلیغات مذہب مرزائیہ، مطبوعہ الفقیہ، امرتسر، ۲۸ فروری تا ۱۳ مئی ۱۹۳۳ء
- ۴۔ مرزائی تعلیم کے پانچ مباحث اور اہل حق کا ایک پر لطف تعاقب، مطبوعہ الفقیہ، امرتسر ۲۸ جولائی تا ۷ اگست ۱۹۳۷ء
- ۵۔ اظہار حقیقت مرزائیت بجواب حقیقت احمدیت، مطبوعہ الفقیہ، امرتسر ۲۱ اگست تا ۱۳ ستمبر ۱۹۳۳ء
- ۶۔ مرزائیت اور اہل اسلام میں فرق، مطبوعہ الفقیہ، امرتسر ۷ جون تا ۷ دسمبر ۱۹۳۹ء (یہ مضمون اس عرصے میں تین بار مسلسل چھپا)
- ۷۔ ضمیمہ کاویہ، مطبوعہ الفقیہ، امرتسر ۷ مئی تا ۲۸ جون ۱۹۳۱ء
- ۸۔ مسیح قادیانی کی الوہیت پر ایک جلتی ہوئی نظر، مطبوعہ الفقیہ، امرتسر ۷/۱۳ مارچ تا ۲۸ مارچ ۱۹۳۳ء
- ۹۔ ایک مسلمان اور مرزائی کی باہمی گفتگو، مطبوعہ الفقیہ، امرتسر ۲۱ اپریل ۱۹۳۶ء
- ۱۰۔ قادیانی نبوت پر ایک غلط قرآنی استدلال اور اس پر بصیرت افروز تبصرہ، مطبوعہ الفقیہ، امرتسر ۷ اکتوبر ۱۹۳۲ء
- ۱۱۔ توفی سے قبض روح یا موت مراد نہیں، مطبوعہ الفقیہ، امرتسر ۷ جنوری ۱۹۲۹ء
- ۱۲۔ لفظ توفی پر ایک پراسرار تبصرہ، مطبوعہ الفقیہ، امرتسر ۲۸ جنوری ۱۹۲۹ء
- ۱۳۔ مسیح الارض القادیانی اور موسیٰ علیہ السلام کی زندگانی جاویدانی، مطبوعہ الفقیہ، امرتسر، ۲۸ جنوری ۱۹۳۳ء
- ۱۴۔ کیا پہلو پلو کاف برجھی کے زخم سے کوئی نیم مردہ زندہ رہ سکتا ہے، مطبوعہ الفقیہ، امرتسر، ۲۸ جنوری ۱۹۳۳ء
- ۱۵۔ عہد قادیانیت میں مدعیان نبوت، مطبوعہ الفقیہ، امرتسر، ۱۴ فروری ۱۹۴۰ء
- ۱۶۔ پسرش یادگاری پنٹم، مطبوعہ الفقیہ، امرتسر، ۷ اپریل ۱۹۳۵ء
- ۱۷۔ کوائف امرتسر، مطبوعہ الفقیہ، امرتسر، ۱۳ جون ۱۹۳۶ء
- ۱۸۔ امیر شریعت اور مرزائی بیعت، مطبوعہ الفقیہ، امرتسر، ۷ اپریل ۱۹۳۷ء
- ۱۹۔ مرزائی لٹریچر کا ایک اور غلط مسئلہ، مطبوعہ الفقیہ، امرتسر، ۷ اپریل تا ۲۱ اپریل ۱۹۳۷ء
- ۲۰۔ کیا مرزائی اہل سنت کی مسجد میں قادیانیت کی نشر و اشاعت کر سکتے ہیں؟ مطبوعہ الفقیہ، امرتسر، ۲۱/۱۳ دسمبر

۱۹۳۵ء

رد اہل قرآن یا چکڑالوی

اہل قرآن کو چکڑالوی، کتر بنی فرقہ یا اُمت مسلمہ امرتسر کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ گو حضرت علامہ آسی نیان کی تردید بھی الکاویہ علی الغادیہ کے آخری صفحات میں فرمادی تھی، تاہم سخی مزید کے طور پر آپ نے چند مضامین بھی رقم فرمائے،

جن کی تفصیل حسب ذیل ہے :

- ۱۔ القول المقبول فی اطاعت الرسول، مطبوعہ اطاعت نمبر، الفقیہ، امرتسر، ۷/۱۳ دسمبر ۱۹۲۹ء
- ۲۔ قرآن الاقرآن فی ریحان القرآن، مطبوعہ الفقیہ، امرتسر، ۲۱ مارچ تا ۷ مئی ۱۹۳۵ء
- ۳۔ فریضہ قربانی اور احکام قربانی، مطبوعہ الفقیہ، امرتسر، ۲۱ فروری تا ۷ مارچ ۱۹۳۵ء
- ۴۔ مسئلہ قربانی پر اُمت مسلمہ امرتسر کا حملہ اور اس کی مدافعت، مطبوعہ ماہنامہ ٹمس الاسلام، بمبیرہ شریف، جولائی ۱۹۴۳ء

۵۔ مسئلہ قربانی پر ایک سرسری نگاہ، مسلم اور مسلمہ کے درمیان تبادلہ خیالات (قلمی غیر مطبوعہ)

۶۔ التقید علی وراعت التحفید (رسالہ)

ردّ مشرقی یا خاکساری مذہب

اکاویہ علی الغاویہ، جلد دوم کے آخری صفحات پر ردّ مشرقی میں اگرچہ حضرت نے اپنا فرض ادا کر دیا تھا، تاہم اس کی تردید میں حضرت نے چند رسائل اور مضامین مزید رقم فرمائے جن کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

- ۱۔ الاعتباہیہ علی الافتتاحیہ (غیر مطبوعہ) (کتاب کا سن تصنیف معلوم نہ ہو سکا)
- ۲۔ الاعتباہیہ علی الافتتاحیہ، مشرقی کا تذکرہ غلط (مضمون) مطبوعہ ٹمس الاسلام، بمبیرہ، مارچ ۱۹۴۰ء تا جولائی ۱۹۴۲ء
- ۳۔ تبصرہ علی التذکرہ (رسالہ) سن تصنیف نادر، صفحات ۶۴
- ۴۔ مشرقی سے ایک اہم سوال اور کے ہوا خواہوں سے جواب کا مطالبہ (منظوم)، مطبوعہ ٹمس الاسلام، بمبیرہ، ربیع

الاؤل ۱۳۶۱ھ / اپریل ۱۹۴۲ء

۵۔ مساجد اسلام اور مسلمانان عالم دشمن اسلام مشرقی کی نظر میں، مطبوعہ ٹمس الاسلام، بمبیرہ، ذی قعدہ

۱۳۶۱ھ / دسمبر ۱۹۴۲ء

ردّ دہابیہ

حضرت علامہ آسی قدس سرہ نے ردّ دہابیہ میں بھی بہت سے رسائل اور مضامین لکھے، ان رسائل و مضامین سے مختلف موضوعات اخذ ہوتے ہیں، چنانچہ رقم ان رسائل اور مضامین کو موضوعات کے اعتبار سے متعارف کرائے گا۔

- ۱۔ مسئلہ میلاد النبی ﷺ - دہابیہ فرقہ کے نزدیک یہ مبارک عمل بدعت ہے، حضرت علامہ آسی قدس سرہ نے اس مسئلہ کی تشریح و توضیح اور دہابیہ کی تردید میں جو رسائل اور مضامین رقم فرمائے ان کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

۱۔ الارشاد الی الباحث المیلاد، مطبوعہ میلاد نمبر، الفقیہ، امرتسر، ربیع الاؤل ۱۳۵۱ھ / جولائی ۱۹۳۲ء، ادارہ الفقیہ

کی طرف سے یہ کتابی صورت میں بھی شائع ہوئی تھی۔

۲۔ المیلا فی القرآن، مطبوعہ الفقہ امرتسر (ضمیمہ میلاد نمبر) ربیع الاول ۱۳۵۲ھ، یہ رسالہ بھی پمفلٹ کی صورت میں دستیاب تھا۔

۳۔ ضمیمہ میلاد نمبر الفقہ، ماہ ربیع الاول ۱۳۵۱ھ

۴۔ ذکر خیر العباد فی محافل الواعظ والمیلا، ضمیمہ میلاد نمبر الفقہ ۳ ربیع الاول ۱۳۵۲ھ

۵۔ تذکرہ حالات یوم النبی علیہ الصلوٰۃ والسلام، ضمیمہ میلاد نمبر الفقہ، ۳ ربیع الاول ۱۳۵۲ھ

۶۔ مجالس میلاد اور علامہ ابن تیمیہ، مطبوعہ الفقہ امرتسر، ۱۴ مئی ۱۹۴۱ء

۷۔ مجالس میلاد اور مجالس ولیمۃ القرآن، مطبوعہ الفقہ امرتسر ۲۸/۲ مارچ ۱۹۴۲ء

۸۔ محفل میلاد مقدس، مطبوعہ الفقہ امرتسر ۷ ستمبر ۱۹۲۹ء

مسئلہ قہ مبارک

۱۹۲۴ء میں جب نجدیوں نے حرمین شریفین پر قبضہ کیا تو انہوں نے مزارات و مقامات مقدسہ کو زمین کے برابر کر دیا، اس موقع پر علماء اہل سنت (برصغیر) نے احتجاج کیا، اور ان کے اس اقدام کو صریحاً قرآن و سنت کی خلاف قرار دیا، اس موقع پر حضرت آسی نے بھی اس مسئلہ پر اپنے خیالات کا اظہار کیا اور ایک رسالہ لکھا اور ایک مضمون طبع کرایا۔

۱۔ ازالة الرین والین عن مشاہد الحرمین الشریفین، مطبوعہ ۱۹۲۵ء

۲۔ بنائے قباب عالیہ بر مزارات مشائخ قدیمہ و حالیہ، مطبوعہ الفقہ امرتسر، ۷/۱۴ ستمبر ۱۹۳۶ء

مسئلہ قیام رمضان

غیر مقلد علماء نے اس مسئلہ کے سلسلہ میں اختلافی بحران پیدا کرنے کی سعی مذموم کی ہے، حضرت علامہ آسی نے اس مسئلہ کی توضیح و تشریح کے سلسلہ میں چند مضامین سپرد قلم فرمائے جن کی تفصیل درج ذیل ہے۔

۱۔ قیام شہر رمضان، مطبوعہ الفقہ امرتسر، ۲۱ نومبر ۱۹۲۹ء

۲۔ قیام رمضان عشرون رکعت و صلوٰۃ التراويح، مطبوعہ الفقہ امرتسر، ۲۱/۱۴ نومبر ۱۹۳۹ء

۳۔ رسالہ تراویح، مطبوعہ الفقہ امرتسر، ۷ ستمبر ۲۸/۲۱ ستمبر ۱۹۴۲ء

۴۔ دفع اعتراضات اہل الرائے، مطبوعہ الفقہ امرتسر، ۷ اکتوبر ۱۹۴۲ء تا ۷/۱۱ اپریل ۱۹۴۳ء

رسالہ ضربات الحنفیہ

یہ رسالہ حضرت علامہ آسی قدس سرہ نے مدیر اخبار محمدی (دہلی) کے رسالہ ”ضرب محمدی“ کے جواب میں رقم فرمایا،

جس کا جواب مدیر محمدی دہلی نے اخبار محمدی میں ہی دیا تھا، پھر جواب الجواب حضرت علامہ آسی نے الفقیہ امرتسر میں ”ضمیمہ ضربات الخفیہ“ کے عنوان سے دیا تفصیل حسب ذیل ہے۔

- ۱۔ ضربات الخفیہ علی ہامات الوہابیہ۔ مطبوعہ یکم ذی الحجہ ۱۳۳۷ھ
- ۲۔ ضمیمہ ضربات الخفیہ، مطبوعہ الفقیہ امرتسر، ۲۳ محرم الحرام ۱۳۳۹ھ / ۲۱ جون ۱۹۳۰ء تا ۱۸ رمضان ۱۳۳۹ھ

۷ فروری ۱۹۳۱ء

مضامین

وہ مضامین جو حضرت نے مختلف موضوعات پر رد و ہابیہ کے سلسلے میں رقم فرمائے، تفصیل درج ذیل ہے :

- ۱۔ کیا نبی ﷺ غیب دان نہ تھے، مطبوعہ الفقیہ امرتسر، ۱۴ اگست ۲۱ / ۲۸ اگست ۱۹۳۳ء
- ۲۔ تقلید شخصی اور اجتہاد، مطبوعہ الفقیہ امرتسر، ۲۱ / ۲۸ جون تا ۱۴ جولائی ۱۹۳۳ء
- ۳۔ تقلید اور اتباع سلف، مطبوعہ الفقیہ امرتسر، ۲۱ جنوری ۱۹۳۹ء
- ۴۔ مطاببات، مطبوعہ الفقیہ امرتسر، ۲۱ جنوری ۱۹۳۹ء
- ۵۔ القول السنی فی معراج النبی، مطبوعہ الفقیہ امرتسر، (معراج نمبر) ۷ جنوری ۱۹۳۰ء
- ۶۔ ایک شہاد اور اس کا دفعیہ، مطبوعہ الفقیہ امرتسر، ۷ مارچ تا ۲۱ مارچ ۱۹۲۹ء
- ۷۔ فقرہ سمع اللہ لمن حمدہ اور اس کی شرکائہ تشریح، مطبوعہ الفقیہ امرتسر، ۱۴ تا ۲۱ مارچ ۱۹۳۸ء
- ۸۔ فلنعة ربنا اعداد و مل..... مطبوعہ الفقیہ امرتسر، ۲۸ نومبر ۱۹۲۸ء
- ۹۔ رسالہ اشرفیہ، مطبوعہ الفقیہ امرتسر، ۲۸ نومبر ۱۹۲۸ء
- ۱۰۔ تحسین ناشائس، مطبوعہ الفقیہ امرتسر، ۷ اکتوبر ۱۹۳۲ء
- ۱۱۔ ارشادات عالیہ، مطبوعہ الفقیہ امرتسر، ۷ اکتوبر ۱۹۳۳ء

مضامین (متفرق موضوعات)

وہ مضامین جو حضرت علامہ نے متفرق موضوعات پر رقم فرمائے، ان کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

- ۱۔ موجودہ معاشرت نشاں پر ایک نظر، مطبوعہ الفقیہ امرتسر، ۲۸ مارچ ۱۹۲۹ء
- ۲۔ استفتاء، مطبوعہ الفقیہ امرتسر، ۲۸ مارچ ۱۹۲۹ء
- ۳۔ استفتاء، مطبوعہ الفقیہ امرتسر، ۲۱ / ۲۸ مارچ ۱۹۳۳ء
- ۴۔ موعظۃ للمحتبین (قلبی، غیر مطبوعہ، ناکمل)

- ۵۔ اختلاف سنی شیعہ (قلمی، غیر مطبوعہ)
 - ۶۔ رفع الیدین کرنا خلاف حکم رسول ہے، مطبوعہ الفقہ امرتسر، ۲۱ اگست ۱۹۳۶ء
 - ۷۔ وہابیہ ہند کی تاریخ پر اجمالی نظر، مطبوعہ الفقہ امرتسر، ۲۱ اگست ۱۹۳۶ء
 - ۸۔ حقیقت مسیح از روئے بائبل، مطبوعہ الفقہ امرتسر، ۲۱ اگست ۱۹۳۶ء
 - ۹۔ مناظرہ سنی و شیعہ، فی بنات الرسول الامین، مطبوعہ الفقہ امرتسر، ۲۱ اگست ۱۹۳۶ء
 - ۱۰۔ کیا وید شروع دنیا ہی سے ہیں، مطبوعہ الفقہ امرتسر، ۲۱ اگست ۱۹۳۶ء
 - ۱۱۔ عیسائی صاحبان کے چند اعتراض اور ان کے جوابات، مطبوعہ الفقہ امرتسر، ۱۲ مارچ ۱۹۳۱ء
- رسائل علامہ آسی

- ۱۔ حجاب الغیب، کل صفحات ۱۶ (سن ندارد)
- ۲۔ تذکر شاہ جیلان، کل صفحات ۳۲، مطبوعہ ۱۹۳۵ء
- ۳۔ براہین الحنفیہ لدفاع الفقہ النجدیہ، کل صفحات ۸۰، (سن ندارد)
- ۴۔ لمعہ تنقید پر نور توحید، مطبوعہ الفقہ امرتسر، ۲۱/۲۸ نومبر ۱۹۳۸ء

تراجم آسی

- ۱۔ قیام رمضان و شرون رکعت و صلوٰۃ الترویج (رسالہ) (عربی۔ اردو)، مطبوعہ الفقہ امرتسر، ۱۷ نومبر ۱۹۳۹ء
- ۲۔ العقائد الصحیحہ فی تردید الوہابیہ، تصنیف حکیم الامت خواجہ محمد حسن جان سرہندی ٹنڈو سائیں داد (سندھ) متن عربی (اردو ترجمہ) از علامہ آسی، مطبوعہ ۱۳۶۰ھ

- ۳۔ ہدی الرسول والنعمان فی اثبات شرائط الجمعہ باوضح البرہان۔ متن عربی، تالیف مولانا غلام حسن نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ (بھٹی چک شریف، گوجرانوالہ) یہ بزرگ حضرت آسی کے تانا تھے، اردو ترجمہ معی ضمیرہ جات، علامہ آسی، مطبوعہ ۱۳۳۳ھ

تالیفات آسی

- ۱۔ وضع الطوار محمدی ﷺ، مطبوعہ ۱۳۲۹ھ، کل صفحات ۴۸، اس کی ابتداء میں علامہ کا مبسوط مقدمہ ہے، یہ کتاب حضرت مولانا غلام احمد کے پنجابی اور فارسی کلام کی شرح پر مشتمل ہے۔

- ۲۔ ہدی الرسول والنعمان فی اثبات شرائط الجمعہ باوضح البرہان۔ متن عربی، تالیف مولانا غلام حسن نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ

علامہ آسی نے نہ صرف اس کتاب کے عربی متن کا اردو ترجمہ کیا بلکہ متن کی مناسبت سے مندرجہ ذیل عنوانات کے تحت رسائل لکھے جن سے کتاب کی افادیت بڑھ گئی، رسائل کے نام یہ ہیں :

۱۔ لہنے الفیف فی بحث شرائط الجمعة یجسب الکم والکیف (عربی)

۲۔ الفرق بین المذہب والمشرّب، کما بین المشرق والمغرب (عربی)

مطب الآسی

حضرت علامہ آسی کی دو بیاضیں راقم کے پاس محفوظ ہیں، علاوہ ازیں ایک مضمون ”گردن توڑ بخار“ مطبوعہ الفقہ امرتسر، ۲۱ اپریل ۱۹۳۵ء بھی راقم کو ملا ہے۔

کلام آسی

حضرت آسی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام عربی، اردو اور فارسی میں ملتا ہے، چنانچہ راقم کے پاس جو ذخیرہ ہے ذیل میں اس کی تفصیل درج کی جاتی ہے۔

اردو

۱۔ خیالات آسی، واقعات صلیبی پر ایک نظر، مطبوعہ الفقہ امرتسر، ۱۴ فروری ۱۹۳۲ء

۲۔ مشرقی سے ایک اہم سوال اور اس کے ہوا خواہوں سے جواب کا مطالبہ، مطبوعہ مجلس الاسلام بمبیرہ ربیع الاول

۱۳۶۱ھ

۳۔ رسالہ منظومۃ النخ (اردو) مطبوعہ ربیع الاول ۱۳۵۱ھ

۴۔ تاریخ وفات حضرت مولانا نور احمد امرتسری رحمۃ اللہ علیہ، مطبوعہ مکتوبات مجدد الف ثانی ۱۳۸۴ھ، ص ۱۵

۵۔ متفرقات

فارسی

قصیدہ مدحیہ حضرت مولانا احمد سعید بیر بلوی والد گرامی قدر خواجہ محمد عمر بیر بلوی قدس سرہ، مطبوعہ انوار مرتضوی،

ص ۱۷۱

۲۔ قطعہ تاریخ وفات مولانا غلام مرتضی بیر بلوی جد امجد محمد عمر بیر بلوی قدس سرہ، مطبوعہ انوار مرتضوی، ص ۱۶۶

۳۔ قطعہ تاریخ وفات مولانا غلام مرتضی بیر بلوی قدس سرہ بلحاظ تیارہی مقبرہ از کنگول آسی

۴۔ فرد بلحاظ مضمون بالا از کنگول آسی

۵۔ قطعہ تاریخ وفات خلف الرشید نجی بخش بن مولوی علاء الدین رحمۃ اللہ علیہ از کنگول آسی

- ۶۔ قصیدہ تاریخِ تازیانہ نقشبندیہ، از کنگول آسی
 ۷۔ قصیدہ مدحیہ از کنگول آسی
 ۸۔ قیل فی انتقال صاحب الکمال مولانا مولوی واستاذی غلام احمد نور اللہ مرقدہ از کنگول آسی
 ۹۔ تاریخ وصال حضرت مولانا مرحوم از کنگول آسی
 ۱۰۔ رثاء بر عطاء وصال پر ملال شیخ مٹھو صاحب نور اللہ مرقدہ از کنگول آسی
 ۱۱۔ متفرقات

عربی

- ۱۔ مرثیہ مولانا غلام مرتضیٰ رحمۃ اللہ علیہ (پیر بلوی) مطبوعہ انوار مرتضوی، ص ۱۵۶
 ۲۔ اشعار فی الاغ واغ الاب از مکتوب حضرت علامہ آسی بنام خواجہ محمد عمر بہر بلوی قدس سرہ
 ۳۔ قطعہ تاریخ وقات حضرت مولانا نور احمد رحمۃ اللہ علیہ، مطبوعہ الفقیر امرتسر
 ۴۔ قطعہ تاریخ وقات حضرت مولانا غلام مصطفیٰ قاسمی امرتسری رحمۃ اللہ علیہ، مطبوعہ الفقیر امرتسر
 ۵۔ متفرقات

بیاضات آسی

حضرت علامہ آسی نے حاصل مطالعہ کو تحریر میں لانے کے لئے بیاضیں بھی تیار فرمائیں، ان کو کنگول آسی کا نام دیا، یہ کنگول چار جلدوں میں ہیں اور راقم کے پاس موجود ہیں۔

☆☆☆☆

☆☆☆☆

☆☆☆☆

WWW.NAFSEISLAM.COM

حضرت الحاج پیر نظیر احمد موہڑوی اور ردِ قادیانیت

صوفی میاں محمد رشید

در بارِ عالیہ نقشبندیہ موہڑہ شریف ضلع راولپنڈی میں کوہ مری کے قریب سرسبز پہاڑوں میں شادو آباد ہے۔ یہاں پر حضرت خواجہ محمد قاسم موہڑوی علیہ الرحمہ اور الحاج پیر نظیر احمد موہڑوی علیہ الرحمہ کے مزارات مربع خلافت ہیں۔ الحاج پیر نظیر احمد موہڑوی علیہ الرحمہ کی ساری زندگی نسبتِ رسولی کو عام کرنے میں گزری۔ صوفی میاں محمد رشید نے نسبتِ رسولی میں آپ کے احوال و آثار کو سطحِ قرطاس پر منتقل کیا ہے آپ نے حضرت الحاج پیر نظیر احمد موہڑوی علیہ الرحمہ سے براہِ راست جو کچھ بھی سنا اسے محفوظ کر لیا۔ اس ضمن میں قادیانیت کے تعاقب و رد میں سرکارِ موہڑوی کی زبان فیضِ ترجمان سے انہوں نے جو کچھ سنا وہ ملاحظہ فرمائیے۔ (مدیر اعلیٰ ماہنامہ الحقیقہ)

ایک دفعہ مولوی محمد اشرف جو قادیانیوں کے مبلغین کا سیکرٹری جنرل اور اپنے کام میں بڑا چالاک اور بیدار مغز تھا اپنے چند حواری مولویوں کے ہمراہ میرے پاس آیا اور کہا کہ ہم امیرِ جماعتِ قادیان (مرزا بشیر الدین محمود) کی طرف سے مامور ہیں کہ آپ سے بحث کریں اور آپ کے فتوے کو مشعلِ راہ بنائیں کہ قادیانیوں کا طریقہ حقیقت میں صحیح ہے یا غلط ہے۔ انکی یہ بات تحقیق و تلاش کی غرض سے نہ تھی بلکہ مجادلانہ و مکارانہ رنگ میں پیش کر رہے تھے اور حق کی تلاش مقصود نہ تھی۔ چنانچہ ان سے تین دن بعد بحث و مباحثہ کا وقت ٹھہرا اور وہ چلے گئے۔ ان تین دن کی مہلت میں میں نے کوشش کی کہ کوئی ایسا اعلیٰ درجے کا مباحثہ مولوی مل جائے جو ان سے بحث کر سکے۔ اس مقصد کیلئے ایک اشتہار بھی دیا گیا کہ جو مولوی صاحبان مناظرہ کے لیے تشریف لائیں گے آمد و رفت، خوراک و رہائش کے علاوہ معقول یومیہ الاؤنس بھی دیا جائے گا۔ اللہ اللہ کر کے سات آٹھ مولوی صاحبان اکٹھے ہو گئے تیسرے دن حسب وعدہ مولوی اشرف اپنی ایک بڑی پارٹی لیکر آ گیا۔ میں نے کہا کہ کچھ بحث آج ہوگی اور کچھ کل اسی طرح تدریجاً بحث کا سلسلہ جاری رکھیں گے۔ اُس نے منظور کر لیا اور مناظرہ مولوی صاحبان آسنے سامنے بیٹھ گئے مجھے انہوں نے حکم مقرر کر لیا۔ سوالات کا سلسلہ قادیانی مولوی صاحبان نے شروع کیا میں نے اپنے مولوی صاحبان سے کہا کہ سوالات کے جوابات دیئے جائیں۔ جو سوالات بھی اُن (قادیانیوں) کی طرف سے کیے گئے وہ معقول تھے اور انکے جوابات جو میرے مولوی صاحب نے دیئے وہ معقول تھے مگر صحیح نہ تھے۔ اس لیے میں نے فیصلہ دیا کہ سوالات تو ٹھیک ہیں مگر جوابات درست نہیں اس بات پر مولوی صاحبان مجھ سے ناراض ہوئے۔ اُدھر محمد اشرف اور اس کے ساتھی میری

تائید کی وجہ سے پھولے نہیں ساتے تھے۔ دو دن یہ سلسلہ بحث جاری رہا اور انہوں نے اصرار کیا کہ اب ہم مناظرہ پیر صاحب سے براہ راست کریں گے۔ تیسرے دن جب اشرف صاحب معہ کثیر پارٹی کے تشریف لائے تو میں نے انہیں کہا!

(۱) چونکہ آپ کے مولوی صاحبان تنخوادار ہیں اور وہ مزدوری لیکر یہاں بحث کرنے کے لیے آئے ہیں اس لیے وہ بھانت بھانت کی بولیاں بول کر شور و غوغا کرتے ہیں۔ اس لیے میری پہلی شرط یہ ہے کہ میں صرف مولوی اشرف سے بات چیت کروں گا البتہ اگر انہیں کسی سوال کا جواب سمجھ نہ آئے تو اپنے ساتھیوں سے پوچھ کر جواب دے سکتے ہیں۔ چونکہ انکا حوصلہ پہلے دو دنوں میں بڑھ گیا تھا اس لیے انہوں نے یہ شرط مان لی۔

(۲) دوسری شرط یہ ہے کہ اس بحث کے دوران ہمارے درمیان ایک ثالث ہونا چاہیے جو ہمارے جوابات کی جانچ کرتا رہے اور اس کا فیصلہ جانین کو تسلیم کرنا پڑے گا۔ میں نے ثالث کا انتخاب ان کے مولوی محمد اسماعیل کو کیا۔ جس سے وہ بہت خوش ہوئے۔

(۳) تیسری شرط یہ ہے کہ اس مباحثے میں ایک مجسٹریٹ کا ہونا ضروری ہے جو دونوں کے سوالات لکھ کر اس پر طرفین کے دستخط لیتا رہے اور اسی طرح جوابات پر بھی ایسا کرے تاکہ یہ ایک ریکارڈ کی مکمل صورت بنے۔ یہ شرط بھی منظور کر لی گئی۔

(۴) چوتھی شرط یہ ہے کہ بطور حفظ ماقدم پولیس کا ایک اعلیٰ افسر مع پولیس پارٹی کے حاضر رہے تاکہ امن برقرار رہے۔ یہ شرط بھی انہوں نے تسلیم کر لی۔

چنانچہ یہ شرائط طے کر کے ان پر طرفین سے دستخط لے لیے گئے۔

مجسٹریٹ صاحب اور پولیس افسر مع پارٹی کے ہر دو فریقین کے تقاضے اور درخواست پر موقع پر آگئے اور مباحثہ

شروع ہوا۔

قادیانیوں کی طرف سے مولوی اشرف نے چند سوالات مثل ممات عیسیٰ علیہ السلام وغیرہ پیش کئے۔ میں سب کو تسلیم کرتا گیا اس پر مولوی اشرف نے خوشی کے انداز میں کہا بتاؤ پھر اب کیا رائے ہے؟ میں نے جواب دیا! ابھی تک آپ کی طرف سے سوالات تھے اور میں جواب دے رہا تھا۔ اب میری باری سوالات کی ہے یہ بھی سنیں اور جواب دیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق جو کچھ آپ کہتے ہیں ہمیں اس سے بحث نہیں عیسیٰ علیہ السلام خواہ چالیس دفعہ وفات پائیں ہمیں اس سے کیا غرض۔ ہم تو ان کے دین پر نہیں ہیں۔ آپ میرے سوالات سنئے اور جواب دیجئے۔ چنانچہ میں نے سوالات شروع کیے۔

(۱) اگر آپ یہ ثابت کر سکیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بوقت وفات یا اس سے قبل کوئی وصیت فرمائی ہو کہ میرے بعد میرے ولی عہد اور وارث مرزا غلام احمد قادیان ہوں گے تو پیش کریں۔ اگر آپ سچے ہیں تو کسی تفسیر سے یا کسی کتاب سے یا مرزا صاحب کی اپنی تحریر کردہ کتاب سے۔ چنانچہ مولوی اشرف صاحب اس سوال کا جواب نہ دے سکے۔ مجسٹریٹ صاحب

نے ہم دونوں کے دستخط لے لیے۔

(۲) کیا آپ کسی مستند کتاب کا حوالہ بتا سکتے ہیں جو متقدمین میں سے کسی نے لکھی ہو کہ مرزا صاحب نبی ہوں گے مثلاً تفسیر وغیرہ۔ جب مولوی اشرف عاجز آگیا تو میں نے کسی غیر مستند کتاب کا حوالہ مانگا۔ مثل رسالہ، اخبار یا کسی ہندو، یہودی یا عیسائی کی کسی کتاب سے ہی بتاؤ میں ماننے کو تیار ہوں۔ چنانچہ جواب نفی میں دیا گیا تو یہ سوال وجواب بھی درج کر لیے گئے اور میرے اور مولوی اشرف کے دستخط کرا لیے گئے۔

(۳) میں نے مولوی اشرف سے پوچھا کیا آپ مرزا غلام احمد صاحب کو نبی مانتے ہیں جواباً اس نے کہا بے شک۔ میں نے کہا کہ تم ان کے کردار اور جملہ حالات سے بھی واقف ہو گے۔ جواب ملا بے شک۔ سوال پوچھا کہ تم کو نبیوں، رسولوں اور ولیوں کے متعلق بھی پوری واقفیت ہوگی۔ جواب دیا ٹھیک ہے۔ آپ چونکہ مبلغین کے ہیڈ سیکرٹری ہیں اس لیے سب سے زیادہ مرزا صاحب کی نبوت کے متعلق واقفیت کے مالک بھی ہوں گے۔ جواب دیا گیا ہاں مجھے کافی واقفیت ہے۔ میں نے کہا بتاؤ کہ نبوت کا موضوع کیا ہے؟ اور نبوت کیا چیز ہے؟ جواباً کہا کہ یہ پتہ نہیں۔ نہ ہی اُسے ہماریوں سے امدا دل سکی۔ لہذا یہ سوال وجواب بھی نوٹ کر لیے گئے اور ہردو کے دستخط لے لیے گئے۔

(۴) میں نے پوچھا کہ ولایت کا موضوع کیا ہے؟ اور ولایت کیا چیز ہے؟ ولایت کی ابتدا کیا ہے؟ اور ولایت کی انتہا کیا ہے؟ اس سوال کا جواب دینے سے بھی مولوی اشرف مع معاونین کے قاصر رہا۔ چنانچہ یہ سوال وجواب بھی نوٹ کر لیے گئے اور ہمارے دستخط لے لیے گئے۔

(۵) میں نے کہا بتاؤ ولایت اولیٰ ہے یا نبوت؟ اور کیا نبی بھی ولایت کی منازل طے کرتا ہے کہ نہیں؟ جواب ندارد۔ دستخط لے لیے گئے۔

(۶) میں نے پوچھا مرزا غلام احمد کی نبوت کا موضوع کیا ہے؟ جواب ندارد۔ دستخط لئے گئے۔

(۷) میں نے پوچھا کیا غیر نبی کسی کو نبی قرار دے سکتا ہے؟ جواب ندارد۔ دستخط لیے گئے

ان ساتوں سوالوں کے جواب میں فردا فردا وہ یہی کہتے رہے کہ ہم اس کا جواب بعد میں دیں گے۔ چنانچہ مناظرہ ختم ہو گیا اور تمام مرزائی مولوی خاموش چلے گئے اور آج تک وہ کسی سوال کا جواب نہیں دے سکے اور اس موضوع پر انہوں نے کبھی بات بھی نہیں کی بلکہ نہ تو مولوی اشرف سے پھر کبھی ملاقات ہوئی اور نہ ہی کوئی قادیانی مبلغ ملنے کے لیے آیا۔ اپنے قارئین کی دلچسپی کے لیے راقم الحروف اختصار سے جوابات عرض کرتا ہے۔

(۱) موضوع نبوت کیا ہے؟ رسول اور نبی اللہ تعالیٰ اور مخلوق کا رابطہ اور وسیلہ ہوتا ہے۔

(۲) موضوع ولایت کیا ہے؟ معرفت الہی اور ولایت کبریٰ کا حصول۔ ولی اللہ (ساک) مخلوق اور نبی اور اللہ کے

درمیان رابطہ ہے۔

(۳) مرزا صاحب کی نبوت کا موضوع کیا ہے؟ مرزا صاحب کی نبوت آیت قرآنی!

والذین یؤمنون بما انزل الیک وما انزل من قبلک (البقرہ ۴)

”جو اس کتاب پر جو (اے محمد) تم پر نازل ہوئی اور جو کتابیں تم سے پہلے انبیاء پر نازل ہوئیں سب پر ایمان لاتے ہیں۔“

کے مطابق مرزا صاحب ان دونوں درجوں سے خارج ہیں لہذا وہ صاحب ایمان بھی نہیں تو نبی کیسے ہو سکتے ہیں۔

(۴) کیا ولایت کے حصول کے بغیر نبی ہو سکتا ہے یا نہیں؟ نبوت سے پہلے ولایت کبریٰ کا مقام ہر نبی کو حاصل ہو جاتا ہے جو نبی است رسول کا مقام ہے اس کے بغیر کوئی نبی نہیں ہو سکتا۔

(۵) ولایت کا معیار کیا ہے؟ خدائی اللہ ہو کر بقا باللہ ہونا جو متابعت رسول ﷺ کے بغیر ممکن نہیں۔

(۶) نبی کی ولایت افضل ہے یا نبوت؟ جس کا عقیدہ ہو کہ ولی نبی سے افضل ہے وہ زندیق ہے۔

(۷) کیا غیر نبی کسی کو نبی قرار دے سکتا ہے؟ ہرگز نہیں۔ نبوت وہی چیز ہے اکتسابی نہیں۔ اسکی بنیاد وحی الہی پر ہے جیسا کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے غار حرا میں پہلی وحی کے موقع پر حضور اکرم ﷺ کو خطاب فرمایا! یا محمد انت رسول اللہ وانا جبریل۔ اے محمد ﷺ آپ اللہ کے رسول ہیں اور میں جبریل ہوں۔

حضور ﷺ کے بعد قیامت تک کوئی نبی نہیں آ سکتا اور جو شخص اپنے نبی ہونے کا دعویٰ کرتا ہے اور جو اس دعوے کو

تسلیم کرتا ہے وہ دائرہ اسلام سے خارج اور مرتد ہے۔

☆☆☆☆

☆☆☆☆

☆☆☆☆

WWW.NAFSEISLAM.COM

تحریک ختم نبوت اور علمائے اہل سنت کشمیر

سید زاہد حسین نعیمی

مسلمانوں کا بنیادی عقیدہ ہے کہ حضرت محمد ﷺ پر ایمان کے ساتھ ساتھ جملہ انبیاء کرام حضرت آدم علیہ السلام سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک اللہ تعالیٰ کے جو برگزیدہ انبیاء و رسل ہیں اُن سب پر ایمان لانا لازم اور ضروری ہے۔ بالکل اسی طرح اگر کوئی تمام انبیاء کرام کو اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ بندے مانتے ہوئے اُن کی نبوت و رسالت پر ایمان رکھتا ہے لیکن حضرت محمد ﷺ کو اللہ تعالیٰ کا آخری نبی و رسول نہیں مانتا تو بلاشبہ وہ بھی کافر ہے اور دائرہ اسلام سے خارج ہے اس پر قرون اولیٰ سے اب تک اجماع ہے۔

تاریخ پر نظر ڈالنے سے بخوبی اندازہ ہوتا ہے کہ نبوت و رسالت کے ظاہری زمانہ میں بھی کچھ لوگوں نے اپنی نبوت کا اعلان کیا جن کی تفصیل سیرت کی کتابوں میں موجود ہے۔ اور یہ کہ نہ صرف انکار بلکہ حضرت محمد ﷺ کی نبوت کے اقرار کے ساتھ ساتھ اپنی نبوت کا اعلان کرنا بھی اسی میں شامل ہے یہی وجہ ہے کہ اُن تمام افراد کے خلاف اعلان جہاد کیا گیا جنہوں نے اپنی اپنی نبوت کا اعلان کیا ہے۔ اسلام میں اسے عقیدہ ختم نبوت کہا جاتا ہے جس کی بنیاد سورۃ الاحزاب کی مشہور آیت ہے:

”ما کان محمد اباً احد من رجالکم ولكن رسول الله وخاتم النبیین ط“ (الاحزاب ۴۰)

ترجمہ: محمد (ﷺ) تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں مگر وہ اللہ کے رسول ہیں اور نبیوں کے سلسلہ کو ختم کرنے والے ہیں۔ اسی طرح کی بکثرت آیات و احادیث رسول ﷺ سے اسلام کے اس بنیادی عقیدہ کی تائید ہوتی ہے کہ حضرت محمد ﷺ آخری نبی ہیں اُن پر دین کی تکمیل ہو چکی ہے اُن پر نازل ہونے والی ابدی و آفاقی کتاب قرآن حکیم ہر نقص سے پاک اور قیامت تک رشد و ہدایت کا ذریعہ ہے اللہ تعالیٰ نے اپنے دین کو مکمل کر کے اُسے پسندیدہ دین قرار دیا ہے۔ اب نہ نبی کی، نہ دین کی اور نہ ہی کسی نئی کتاب کی ضرورت باقی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے نبی حضرت محمد ﷺ کو اللہ تعالیٰ کا آخری نبی ماننا ہی مسلمان ہونے کی دلیل ہے اور یہی اجماع امت ہے۔ اس لیے مسئلہ کذاب سے مرزا غلام احمد قادیانی تک یا مابعد اگر کوئی اپنی نبوت کا اعلان کرتا ہے تو اُس کے کفر میں شک نہیں کیا جاسکتا بلکہ شک کرنے والا بھی کافر قرار دیا جائے گا۔

بہر حال پورے برصغیر میں اس فتنے کی سرکوبی کیلئے علماء و مشائخ اہل سنت نے جو بے مثل قربانیاں دی ہیں ان کی فہرست بہت طویل ہے۔ اس فتنے کو جڑ سے اکھاڑ پھینکنے میں علماء اہل سنت کشمیر نے بھی اپنی توانائیاں خرچ کیں۔ اور فتنہ

قادیانیت کا بھرپور مقابلہ کیا۔ اور ہر حالت میں تحریری، تقریری طور پر اس فتنے رد کیا۔ سطور ذیل میں اُن علماء و مشائخ کا ذکر ہے جنہوں نے اس فتنے کا ڈٹ کر مقابلہ کیا اور قید و بند کی صعوبتیں برداشت کیں۔

مشائخ:

قبلہ عالم پیر سید مہر علی شاہ مجدد گولڑی علیہ الرحمہ نے مرزا غلام احمد قادیانی کے خلاف جب تحریک کا باضابطہ اعلان کیا تو انہوں نے علماء و مشائخ کا ایک اجلاس گولڑہ شریف بلوایا۔ جس میں کشمیر کے علماء مشائخ بھی شریک ہوئے ان میں کچھ اُن کے ہیر بھائی تھے اور کچھ اُن کے فیض یافتہ تھے۔ اور کچھ اُن کے مریدین و عقیدت مند تھے۔ جن مشائخ نے قبلہ پیر صاحب کی دعوت پر اس اجلاس میں شرکت فرمائی ان میں بذیل مشائخ شامل تھے۔

(۱) پیر سید محمد شاہ سوہادی۔ سوہادہ شریف تحصیل باغ آزاد کشمیر

(۲) پیر سید نیاز علی شاہ چشتی نظامی۔ سرسیداں تحصیل باغ آزاد کشمیر

(۳) حافظ سید مبارک شاہ چشتی نظامی۔ کیات کلاں تحصیل راولا کوٹ آزاد کشمیر

علاوہ ازیں ان کے فیض یافتہ علماء بھی شامل ہوئے جن کا تعلق مجیرہ تحصیل راولا کوٹ، جھب، جوبلی، تحصیل باغ سے تھا۔ ان مشائخ و علماء نے پیر سید مہر علی شاہ گولڑی کا بھرپور ساتھ دیا۔ اس کے علاوہ مظفر آباد سے بھی علماء و مشائخ نے شرکت کی۔

مفتی سید شاہ حسین گردیزی نے ”تجلیات مہر انور“ میں قبلہ پیر مہر علی شاہ علیہ الرحمہ کے فیض یافتہ علماء و مشائخ کا ذکر کیا ہے جن میں کشمیر سے متعلق بھی ہیں لیکن اُن کی ”فتنہ قادیانیت“ کے متعلق خدمات کا ذکر نہیں کیا شاید اُن تک معلومات نہ پہنچی ہوں یہ کس طرح ہو سکتا ہے کہ پیر صاحب کے مریدین کشمیر میں ”فتنہ قادیانیت“ کو خاموشی سے بھلتے پھولتے دیکھتے رہے۔ بہر حال اس پر تحقیق کی ضرورت ہے۔

علماء اہل سنت:

علماء اہل سنت کی ایک بڑی کھپ نے ”فتنہ قادیانیت“ کا بھرپور رد کیا وہ ملک کے جس کونے میں تھے انہوں نے تحریک ختم نبوت میں اہم کردار ادا کیا۔ اُن کی یہ خدمات تاریخ میں ہمیشہ یاد رکھی جائیں گی۔

مفتی غلام قادر کشمیری:

مفتی صاحب ریاست پونچھ کی تحصیل جوبلی کے گاؤں شاہ پور میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم اپنے والد گرامی مولانا نوروی سے حاصل کی۔ اعلیٰ تعلیم دارالعلوم نعمانیہ لاہور، دارالعلوم منظر اسلام بریلی شریف اور دارالعلوم نعیمیہ مراد آباد میں نامور علماء اہل سنت سے حاصل کی۔ آپ کی بے شمار دینی اور ملی خدمات ہیں۔ فتنہ قادیانیت کا آپ نے بھرپور تحریری و تقریری رد فرمایا۔ کراچی (پاکستان) میں قیام کے دوران تحریک ختم نبوت میں آپ کی خدمات بے مثال ہیں۔ تحریک نظام مصطفیٰ ۱۹۸۳ء

کے دوران عظیم الشان جلسہ بمقام ماڈل کالونی منعقد کیا جس میں کثیر تعداد میں علماء و مشائخ اور عوام اہل سنت نے شرکت فرمائی۔ فتنہ قادیانیت کے رد میں یہ جلسہ اپنی مثال آپ تھا۔ اس کے جواب میں قادیانیوں نے آپ پر قاتلانہ حملہ کیا۔ آپ اس حملے میں شدید زخمی ہوئے۔ ناٹگوں میں راڈز ڈلوائی گئیں لیکن آپ چلنے پھرنے سے معذور ہو گئے۔ اس کے باوجود آپ اس فتنہ کا رد کرتے رہے۔ راقم السطور نے ۱۹۹۰ء میں سنی جہاد کونسل کے اجلاس بمقام سنی حنفی دارالعلوم عباسپور پونچھ ان سے ملاقات کا شرف حاصل کیا تھا۔ چلنے پھرنے کے قابل نہ تھے۔ ۲۳ جنوری ۲۰۰۱ء میں آپ کا وصال ہوا۔

حافظ محمد عالم محدث سیالکوٹی:

حافظ محمد عالم صاحب ۱۹۲۷ء میں ریاست جموں کشمیر کے ایک گاؤں رانجنھن میں پیدا ہوئے۔ لاہور کے نامور دینی اداروں میں مشہور علماء کرام سے تعلیم حاصل کی۔ آپ کی دینی و ملی خدمات بکثرت ہیں تاہم آپ کی سب سے اہم خدمت تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء میں بھرپور کردار ہے۔ جب ۱۹۵۳ء میں تحریک ختم نبوت چلی تو آپ اُس وقت دارالعلوم حزب الاحناف لاہور میں فرائض تدریس انجام دے رہے تھے۔ آپ نے تحریک ختم نبوت میں بھرپور حصہ لیا جس کی پاداش میں آپ کو حکومت نے پابند سلاسل کر دیا۔ لیکن آپ کو پھر بھی باز نہ رکھا جاسکا۔ جب جیل سے رہا ہوئے تو پھر بھی آپ نے کلمہ حق بلند کیا۔ تحریک ختم نبوت کو کامیاب بنانے میں آپ نے اہم کردار ادا کیا۔ تحریک مصطفیٰ میں جلوس کی قیادت کرتے ہوئے گولی لگنے سے شدید زخمی ہوئے لیکن پھر بھی آپ کے عزم میں کوئی فرق نہ آیا۔ ۲۰ اگست ۱۹۹۹ء کو آپ کا برطانیہ میں انتقال ہوا۔ سیالکوٹ میں تدفین ہوئی۔

پروفیسر غلام الدین قادری:

آپ کی ولادت ۱۹۳۴ء میں متبوضہ کشمیر کے شہر راجوری میں ہوئی۔ ابتدائی تعلیم اپنے والد مولانا فیروز الدین سے حاصل کی۔ آپ نے اعلیٰ تعلیم پاکستان کے اعلیٰ تعلیمی اداروں سے حاصل کی۔ آپ نے ۱۹۷۴ء میں چلنے والی تحریک ختم نبوت میں بھرپور کردار ادا کیا۔ اسی سلسلہ میں قید و بند رہے لیکن آپ کے عزم و استقلال میں کوئی فرق نہ آیا۔ تحریک مصطفیٰ اور پھر تحریک ختم نبوت میں آپ کا کردار بھی بڑا نمایاں ہے۔ آپ تحریروں و تقریر کے ذریعے فتنہ قادیانیت کا رد کرتے رہے۔

مولانا محمد اسلم نقشبندی:

آپ ۱۹۴۱ء میں کوٹلی کی تحصیل سہنہ کے ایک گاؤں منڈی میں پیدا ہوئے۔ آپ نے ثانوی تک تعلیم ہائی سکول کھاڑ میں حاصل کی ازاں بعد مدرسہ تعلیم القرآن سلطانپہ آگہار سے حاصل کرنے کے بعد فیصل آباد کے مدرسہ جامعہ رضویہ سے حاصل کی۔ آپ نے ۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت میں اہم کردار ادا کیا۔ آپ مجلس تحفظ ختم نبوت ضلع کوٹلی کے صدر کی حیثیت سے تحریک ختم نبوت کی سرپرستی کرتے رہے اور بالخصوص کوٹلی میں قادیانیوں کی سرگرمیوں کو روکنے میں عوام و خواص کو بیدار

کیا۔ یقیناً آپ کا یہ بڑا کارنامہ ہے۔

مولانا محمد اسماعیل قریشی:

آپ کوٹلی کے ایک گاؤں میں قاضی نور عالم کے ہاں پیدا ہوئے۔ آپ کی بھی بہت سی دینی دہلی خدمات ہیں۔ کوٹلی میں مسلمانوں کو مرزائیوں کے عقائد کا زیادہ علم نہ تھا۔ آپ نے ۳۲-۱۹۳۱ء میں قادیانیوں کے عقائد کو پردہ اخفا سے نکال کر پہلی بار بتایا کہ یہ خاتم الانبیاء ﷺ کی نبوت کے منکر ہیں۔ اس لیے دین اسلام سے خارج ہیں۔ اس بناء پر مسلمانوں کے ساتھ ان کا رشتہ و ناٹھ نہیں ہو سکتا۔ آپ ایک نڈر مقرر و خطیب تھے۔ بالخصوص میلاد کے جلوسوں کا اہتمام ہوتا تو آپ کا موضوع قادیانی عقائد کا رد ہوتا۔ آپ نے بطور خاص جماعت انصار اللہ کے پلیٹ فارم سے قادیانیوں کا بھرپور رد کیا۔ چونکہ کوٹلی میں مرزائیوں کے عقائد سے لوگ زیادہ واقف نہ تھے اس لیے کچھ لوگ آپ کے خلاف بھی ہوئے لیکن آپ نے ان کی پرواہ نہ کی اور ایک عرصہ کے بعد قادیانیوں نے جب اپنا چہرہ دکھایا تو آپ کی ہر بات سچ ثابت ہوئی۔ بے شک اگر یہ کہا جائے کہ کوٹلی اور مضافات میں تحریک ختم نبوت کی بنیاد آپ کا عظیم کارنامہ ہے اس میں کوئی مبالغہ نہ ہوگا۔

صاحبزادہ مفتی ظہور احمد:

آپ کی ولادت ۱۹۳۳ء میں کولاز ضلع میرپور میں ہوئی۔ والد گرامی مفتی عبدالکھیم اور دادا مولانا محمد عبداللہ لاڑوی اپنے وقت کے جید علماء میں شمار ہوتے تھے۔ آپ نے ابتدائی تعلیم اپنے والد گرامی اور دادا سے حاصل کی اور ازاں بعد ملک کے نامور علماء سے علم حاصل کیا جدید علوم میں بھی دسترس حاصل کی۔ ۱۹۶۳ء میں جب پاکستان میں تحریک ختم نبوت چلی تو آپ اُس وقت برطانیہ میں اشاعت دین کی خدمت میں مصروف تھے۔ آپ نے برطانیہ میں بھی قادیانیوں کے خلاف علم حق بلند کیا اور پھر ملک واپس تشریف لائے اور تحریک ختم نبوت کو منظم کرنے میں اہم کردار ادا کیا۔ آپ اسلامی نظریاتی کونسل کے ممبر مقرر ہوئے تو آپ نے سرکاری سطح پر قادیانیوں کی سرگرمیوں پر نظر رکھنے پر زور دیا اور آزاد کشمیر قانون ساز اسمبلی کی قرارداد کی روشنی میں آزاد کشمیر میں ان کے حقوق کے تعین پر زور دیا۔ تاکہ قادیانی غیر مسلم اقلیت کے تحت حقوق کی پابندی کریں۔

مولانا محمد ہدایت اللہ قادری

آپ راجہ محمد یعقوب خان کے ہاں سرین تحصیل بنیاں ضلع مظفر آباد میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم محل تک اپنے گاؤں میں حاصل کی۔ اعلیٰ تعلیم پاکستان کی نامور دینی درسگاہوں سے حاصل کی۔ آپ نے تحریک ختم نبوت میں نمایاں کردار ادا کیا۔ جمیعت علماء پاکستان کے شہرہ نائب ناظم تھے۔ اور اسی عہدہ پر رہتے ہوئے آپ نے تحریک ختم نبوت میں بڑی جانفشانی سے کام کیا اور قید و بند کی تکالیف برداشت کیں۔ ۱۹۶۳ء کی تحریک ختم نبوت میں آپ کا بہت نمایاں کردار رہا ہے۔ ۱۹۶۸ء میں دربار سائیں سہلی سرکار کے خطیب مقرر ہوئے۔ چند سال پہلے انتقال ہو چکا ہے۔

مولانا سید غلام مصطفیٰ بخاری عقیل:

آپ کی ولادت ۱۹۵۶ء میں پیرسید زمان شاہ تحصیل حویلی ضلع پونچھ میں ہوئی۔ ابتدائی تعلیم کے بعد اعلیٰ تعلیم کے حصول کے لیے پاکستان کی مشہور درسگاہوں میں داخلہ لیا۔ جدید و قدیم تعلیم میں دسترس حاصل کی۔ آپ کی بے شمار دینی و ملی خدمات ہیں۔ ۱۹۷۳ء میں جب قادیانیوں کے خلاف تحریک ختم نبوت چلی تو آپ نے جمعیت علماء پاکستان اور انجمن طلباء اسلام کے پلیٹ فارم سے اس تحریک میں نمایاں کردار ادا کیا۔ آپ کی شعلہ بیانی نے مسلمانوں کو بیدار کیا اور شاہیدی کوئی جگہ ایسی ہو جہاں آپ نے تقریر کی ہو اور آپ کے خلاف مقدمہ درج نہ ہوا ہو۔ تحریک ختم نبوت میں بھرپور کردار ادا کرنے کے جرم میں آپ کے خلاف دو مقدمات قائم ہوئے اور آپ دو ماہ تک جیل میں رہے۔ آپ کے خلاف ایک سال تک عدالت میں مقدمہ چلتا رہا لیکن آپ مسلسل اپنا حق ادا کرتے رہے۔

مولانا محمد بشیر مصطفوی:

آپ ۱۹۳۵ء میں مقبوضہ کشمیر کے شہر جوری میں پیدا ہوئے۔ ۱۹۴۲ء میں ہجرت کر کے پاکستان تشریف لائے اور میرپور میں سکونت اختیار کی۔ ابتدائی تعلیم کے بعد اعلیٰ تعلیم مکھی شریف و دیگر اعلیٰ درسگاہوں کے علاوہ پنجاب یونیورسٹی سے حاصل کی۔ میرپور میں جامعہ محمدیہ نظامیہ کی بنیاد رکھی۔ پاکستان میں مختلف تحریکات میں حصہ لیا بالخصوص ۱۹۷۳ء میں جب تحریک ختم نبوت کا آغاز ہوا تو آپ اس کے روح رواں تھے۔ آپ نے جبکہ ختم نبوت پر تقاریر کیں۔ اس تحریک کی کامیابی پر خود قائد تحریک علامہ شاہ احمد نورانی علیہ الرحمہ آپ کے پاس تشریف لائے اور آپ کی خدمات کو سراہا۔ آپ جمعیت علماء جموں کشمیر اور جماعت اہل سنت کے زیر انتظام ہونے والی مختلف مقامات پر ختم نبوت کانفرنسوں میں بھرپور کردار ادا کرتے اور یہ سلسلہ هنوز جاری ہے۔

صاحبزادہ محمد سلیم چشتی:

آپ کا تعلق خواں مظفر آباد سے ہے۔ آپ ۱۹۵۶ء میں پیدا ہوئے ابتدائی تعلیم کے بعد جامعہ رضویہ سبزی منڈی راولپنڈی سے علامہ سید حسین الدین شاہ مدظلہ اور مولانا غلام محی الدین سلطانپوری علیہ الرحمہ سے اکتساب علم کیا۔ دوران طالب علمی میں ہی تحریک ختم نبوت میں شریک ہوئے اور نمایاں کردار ادا کیا۔ آپ کو تحریک ختم نبوت میں بھرپور کردار ادا کرنے کے جرم میں ۱۹۷۳ء میں گرفتار کر لیا گیا اور چودہ دن جیل میں قید رہے۔ لیکن آپ کے جذبے میں کوئی فرق نہ آیا۔ آپ تحریک نفاذ نظام مصطفیٰ ﷺ کے سلسلہ میں ۱۹۷۷ء میں بھی گرفتار ہوئے۔

مولانا محمد عالم نقشبندی:

آپ کی ولادت مولانا علم دین کے ہاں لڈر شریف میں ہوئی۔ آپ نے ابتدائی تعلیم اپنے گاؤں میں حاصل کی پھر ہندوستان کی مشہور درس گاہ جامعہ نعیمیہ مراد آباد میں تحصیل علم کیا اور مفسر قرآن صدر الافاضل حضرت علامہ مولانا مفتی سید محمد نعیم الدین مراد آبادی علیہ الرحمہ سے دورہ حدیث شریف کیا۔ آپ نے ہندوستان میں چلنے والی تمام تحریکوں میں حصہ لیا۔ آپ تحریک پاکستان، تحریک آزادی کشمیر اور تحریک ختم نبوت کے سرگرم قائد و رہنما تھے۔ آپ نے بطور خاص تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء اور ازاں بعد ۱۹۶۴ء میں بھرپور کردار ادا کیا اور جیل میں سزا کاٹی اور اپنی شعلہ بیانی سے لوگوں کے دلوں کو گرماتے رہے۔ ازاں بعد آپ نے میرپور میں سکونت اختیار کی اور قادیانیوں کی ریشہ دوانیوں سے مسلمانوں کو آگاہ کرتے رہے۔ میرپور میں آپ نے ایک مدرسہ جامعہ اسلامیہ انوار العلوم قائم کیا پھر آپ برطانیہ سکونت پذیر ہو گئے لیکن وہاں بھی آپ حق کا علم بلند کرتے رہے۔

مولانا محمد عالم رضوی:

آپ ریاست پونچھ کی تحصیل حویلی میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم کے بعد اعلیٰ دینی تعلیم پاکستان کی مشہور دینی درس گاہوں سے حاصل کی آپ میں قائدانہ صلاحیتیں کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھیں۔ جماعت اہل سنت جموں کشمیر کے ناظم اعلیٰ رہ چکے ہیں۔ جمعیت علماء جموں کشمیر کے پلیٹ فارم سے تحریک ختم نبوت میں اہم کردار ادا کیا۔ میرپور اور کوٹلی میں ختم نبوت کانفرنسوں میں بھرپور کردار ادا کیا۔ حیرت انگیز فیض پوری کا اس معاملہ میں آپ کا تعاون مثالی ہے۔ مفتی سید حبیب الرحمن شاہ بخاری:

آپ کی ولادت ۱۹۴۲ء میں وادی مظفر آباد میں مولانا پیر سید رکن عالم شاہ بخاری کے ہاں ہوئی۔ ابتدائی تعلیم کے بعد اعلیٰ تعلیم محدث اعظم پاکستان شیخ الحدیث والٹیر مولانا سر دار احمد چشتی قادری رضوی علیہ الرحمہ سے حاصل کی اور ۱۹۵۵ء میں واپس مظفر آباد آ گئے۔ آپ نے تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء اور تحریک ختم نبوت ۱۹۶۴ء میں اہم کردار ادا کیا۔ جمعیت علماء پاکستان کے پلیٹ فارم سے قادیانیوں سے مناظرے کیے اور مختلف میدانوں میں ان کو شکست فاش دی۔ آزاد کشمیر میں جماعت اہل سنت اور جموں کشمیر کے پلیٹ فارم سے قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دلانے میں آپ کا کردار نمایاں تھا۔ آپ اعلیٰ سرکاری عہدہ رکھنے کے باوجود علم حق بلند کرتے رہے اور کبھی ملازمت کی پرواہ نہ کی۔

صاحبزادہ غلام یاسین شاہ بخاری:

آپ کی ولادت ۱۹۳۷ء میں ناز شیر علی تحصیل باغ آزاد کشمیر میں ہوئی۔ ابتدائی تعلیم کے بعد آپ نے مزید تعلیم گولڑہ شریف سے حاصل کی۔ آپ شعلہ بیاں مقرر اور شرین زباں خطیب ہیں۔ جمعیت علماء پاکستان اور جمعیت علماء جموں کشمیر کے رہنماؤں میں آپ کا شمار ہوتا ہے۔ آپ کی دینی و ملی خدمات بیشمار ہیں۔ آپ نے ۱۹۷۳-۷۴ء میں تحریک ختم

نبوت میں بھرپور کردار ادا کیا۔ آزاد کشمیر و پاکستان میں سرگرم رہے اور مختلف جلسوں کی قیادت کی۔ علامہ شاہ احمد نورانی اور مولانا عبدالستار خان نیازی سے خصوصی تعلقات تھے۔ آزاد کشمیر میں ختم نبوت کے عنوان سے کئی کانفرنسز کرائیں۔

صاحبزادہ پیر عتیق الرحمن فیض پوری:

آپ کی ولادت ۱۹۵۸ء میں آستانہ عالیہ ڈھانگری شریف میرپور مین ہوئی ابتدائی تعلیم کے بعد پاکستان کی اعلیٰ دینی درسگاہوں سے اعلیٰ تعلیم حاصل کی۔ نوجوانی ہی میں اہل سنت کے رہنماؤں میں شمار ہوا۔ جمعیت علماء جموں کشمیر کے مرکزی صدر ہیں اور آزاد کشمیر قانون ساز اسمبلی کے ممبر ہیں۔ قادیانیوں کی سرگرمیوں کا سختی سے نوٹس لیا۔ کوٹلی، میرپور اور دیگر کئی علاقوں میں ختم نبوت کانفرنسوں کا انعقاد کرایا۔ آپ نے آزاد کشمیر اسمبلی ۱۲۹ پر ۱۷ مئی ۱۹۷۳ء کی قرارداد کی تجدید کرائی جس میں قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا گیا تھا۔ تاریخ میں ختم نبوت کے حوالہ سے آپ کا کردار ہمیشہ یاد رکھا جائے گا۔

تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء اور ۱۹۷۳ء میں پاکستان میں مجاہد ملت مولانا عبدالستار خان نیازی اور علامہ شاہ احمد نورانی کی خدمات تاریخ کا ایک اہم حصہ ہیں جب پاکستان کی قومی اسمبلی میں قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دیا گیا لیکن آزاد کشمیر کے علماء و مشائخ کی اُن تھک محنت اور کوشش کا نتیجہ یہ نکلے کہ آزاد کشمیر قانون ساز اسمبلی نے ۱۲۹ پر ۱۷ مئی ۱۹۷۳ء کو قادیانیوں کے تمام گروپوں بشمول لاہوری اور قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا۔ آزاد کشمیر اسمبلی کو یہ تاریخی فیصلہ کرنے میں تاریخ ہمیشہ یاد رکھے گی۔

آزاد کشمیر کے سابق وزیراعظم سردار محمد عبدالقیوم خان قانون ساز اسمبلی کشمیر کے رکن میجر ریٹائرڈ سردار محمد ایوب خان کا ایک ایمان افروز واقعہ یوں لکھتے ہیں!

”سردار محمد ایوب خان جب مدینہ منورہ سے حج کر کے واپس آئے تو انہوں نے کہا کہ میں واپس جا کر اسمبلی میں قادیانیوں کے خلاف قرارداد پیش کروں گا۔ میں نے انہیں کہا کہ بھئی ہم اسکے لیے تیار نہیں ہیں۔ اچانک آپ نے یہ بات کر دی کچھ سوچنے کا موقع ملنا چاہیے کہ اس کے نتائج اور عوامل کیا ہوں گے؟ کیسے کریں گے؟۔ انہوں نے کہا آپ جو مرضی کریں اس کو مسترد کر دیں لیکن میں روضہ رسول کے سامنے یہ وعدہ کر آیا ہوں میں ضرور پیش کروں گا۔ میں نے کہا اچھی بات ہے آپ پیش کریں جب انہوں نے پیش کر دی تو اس پر بڑا ہنگامہ ہوا۔ ایک گوشے سے دوسرے گوشے تک ملک ہل گیا۔ پھر اس کے نتیجے میں بیٹا لوگ ہیں جن کو پہلی بار سوچنا پڑا کہ کیا واقعی ہم اسلام پر ہیں یا نہیں۔ بہت سے قادیانی ایسے ہیں جن کو سوچنا پڑا کہ آیا ہم ٹھیک راستے پر ہیں یا نہیں۔ اور کئی لوگ ایسے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے اس کے بعد ہدایت نصیب کی۔ بلکہ اس قرارداد کا اثر پھر یہاں تک پہنچا کہ مراکش کے سفیر اس وقت میرے پاس آئے اور انہوں نے مجھے بتایا کہ مراکش میں شاہ حسین ہیں ان کی سر نظر اللہ خان کے ساتھ دوستی تھی جب وہ وزیر خارجہ تھے۔ انہوں نے ایک قلعہ زمین بھی وہاں لیا ہے جس میں تبلیغ کیلئے

بین الاقوامی ریڈیو اسٹیشن بھی قائم کر رہے ہیں اور اسکا سارا سامان بھی آگیا تھا۔ آزاد کشمیر اسمبلی نے قرارداد منظور کی تو ہم یہ سوچنے پر مجبور ہوئے کہ بجٹی یہ مسلمان بھی ہیں یا کہ نہیں۔ چنانچہ انہوں نے سارا کچھ بند کیا۔ اسی طرح میرے پاس دیگر اسلامی ممالک کے سفیر آئے اور کہنے لگے کہ تمہاری وجہ سے ہمیں پہلی بار سوچنے کا موقع ملا کہ یہ مسلمان ہیں یا نہیں۔ یا کیا صورت ہے ورنہ پہلے ہم جیسے مسلمانوں کے کئی فرقے ہیں انکو بھی مسلمانوں کا ہی ایک فرقہ سمجھتے تھے۔ اس طرح آزاد کشمیر یا پاکستان کے اندر ہی اس کا اثر نہیں ہوا بلکہ ہماری اس قرارداد کا اثر ساری دنیا کے اندر ہوا اور اسکا بڑا فوٹس لیا۔“

(آزاد کشمیر میں اسلامی قوانین کا نفاذ ص ۱۱۵، ۱۱۴)

۱۲۹ اپریل ۱۹۷۳ء میں آزاد کشمیر قانون ساز اسمبلی میں ایک قرارداد کے ذریعے قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا گیا۔ بعد میں علماء و مشائخ کی جدوجہد سے ۳۰ جون ۱۹۷۴ء کو پاکستان کی قومی اسمبلی میں قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دینے کی قرارداد پیش ہوئی۔ یہ قرارداد جمعیت علماء پاکستان کے رہنما اور ممبر قومی اسمبلی پارلیمانی لیڈر علامہ شاہ احمد نورانی نے پیش کی۔ اس قرارداد پر ۱۲۲ افراد کے دستخط تھے بعد میں یہ تعداد بڑھ کر ۳۷ ہو گئی۔ یہاں خاص بات یہ ہے کہ دیوبندی مکتبہ فکر کے مولانا غلام غوث ہزاروی اور مولانا عبدالحکیم نے اس قرارداد پر دستخط نہ کیے۔ بالآخر ایک طویل بحث و مباحثہ کے بعد قومی اسمبلی کی خصوصی کمیٹی نے متفقہ طور پر درج ذیل رپورٹ پیش کی۔

الف: پاکستان کے آئین میں حسب ذیل ترامیم کی جائیں۔

۱۔ دفعہ ۱۰۶ (۳) میں قادیانی جماعت اور لاہوری جماعت کے اشخاص (جو اپنے آپ کو احمدی کہتے ہیں) کا ذکر کیا جائے۔

۲۔ دفعہ ۳۶۹ میں ایک نئی شق کے ذریعے منکرین ختم نبوت کی تعریف کی جائے۔

مذکورہ بالا سفارشات کے لیے خصوصی کمیٹی کی طرف سے متفقہ طور پر منظور شدہ مسودہ قانون منسلک ہے۔

ب: مجموعہ تعزیرات پاکستان دفعہ ۲۹۵ الف میں حسب ذیل تشریح درج کی جائے۔

تشریح: کوئی مسلمان جو آئین کی دفعہ ۳۶۹ کی شق (۳) کی تصریحات کے مطابق محمد ﷺ کے خاتم النبیین ہونے کے تصور کے

خلاف عقیدہ کی تبلیغ کرے وہ دفعہ ہذا کے تحت مستوجب سزا ہوگا۔ (عقیدہ ختم نبوت اور تحریک ۱۹۷۴ء ص ۹۸، ۹۷)

یوں مسلمانان پاکستان اور آزاد کشمیر نے اللہ تعالیٰ کا شکر یہ ادا کیا کہ پاکستان کی قومی اسمبلی نے متفقہ طور پر مرزائیوں بشمول قادیانی اور لاہوری گروپ کو غیر مسلم اقلیت قرار دیکر آئین کا حصہ بنادیا۔

حوالہ جات

(۱) تاریخ کشمیر۔ از سید محمود آزاد

(۲) انوار علمائے اہل سنت سندھ۔ از صاحبزادہ محمد زین العابدین راشدی

- (۳) پیر مہر علی شاہ اور ردّ قادیانیت۔ از مولانا محمد صدیق ہزاروی
- (۴) عقیدہ ختم نبوت اور تحریک ۱۹۷۷ء۔ از ملک محمد محبوب الرسول قادری
- (۵) خاتم النبیین۔ از مصباح الدین
- (۶) آزاد کشمیر میں اسلامی قوانین کا نفاذ۔ از سردار محمد عبدالقیوم خان
- (۷) کاروانِ قمر (امام نورانی نمبر) کراچی شمارہ نمبر۔ دسمبر ۲۰۰۴ء
- (۸) ماہنامہ ضیائے حرم دسمبر ۲۰۰۹ء لاہور
- (۹) روزنامہ نوائے وقت۔ راولپنڈی۔ مورخہ ۱۲۸ اکتوبر ۱۹۸۴ء

☆☆☆☆

☆☆☆☆

☆☆☆☆



بدراشاخ حضرت پیر سائیں محمد اسلم اویسی رحمۃ اللہ علیہ کی

تحریک ختم نبوت میں خدمات

علامہ پیر محمد تقی بٹہ اویسی ایم اے

ختم نبوت ملتِ اسلامیہ کا ایک ایسا اجتماعی عقیدہ ہے جس پر آج تک مسلمانوں میں کبھی بھی اختلاف نہیں ہوا ہے۔ کیونکہ بعد از تو حید یہی ایک عقیدہ ہے جس پر پوری ملتِ اسلامیہ کی عمارت قائم ہے۔ اگر یہ عقیدہ متزلزل ہو جائے تو تمام اصول دین کی اصلیت منہدم ہو جائے۔ اس لئے مشاہیر اسلام نے اس عقیدہ کے دوام کیلئے اپنے اپنے ادوار میں بھرپور کوششیں کیں۔

نبی کریم ﷺ کی ظاہری حیات مبارکہ کے بعد جھوٹی نبوت کے دعویداروں نے سر اٹھانا شروع کیا۔ عشا قان مصطفیٰ نے خلیفہ اول حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی قیادت میں ان کی سرکوبی کیلئے بھرپور جدوجہد کی۔ بالآخر وہ دعویدار اپنی جھوٹی نبوت کیساتھ داصل جہنم ہوئے۔

قیام پاکستان سے پہلے مرزائیت کا ناپاک ناسور اپنے انگریز آقاؤں کی حفاظت میں زن، زر، زمین کے بل بوتے پر پھیلتا گیا اور قیام پاکستان کے بعد انگریز کے پروردہ حکمرانوں کی گود میں مسلمان معاشرے میں نوکریوں کے لالچ میں پروان چڑھتا گیا۔

اہل حق نے مرزائیت کے خلاف شروع ہی سے آواز بلند کرنا شروع کی اور اس فتنہ کے قلع قمع کیلئے بھرپور جدوجہد کی 1953ء سے اس جدوجہد نے ایک تحریک کی صورت اختیار کی علماء و مشائخ کو پابند سلاسل کیا گیا سبیش کورٹس میں مقدمات چلائے گئے۔ پچاسی کی سزائیں سنائیں گئیں۔ مگر حق پرستوں کے حوصلوں کو کوئی سزا بھی پست نہ کر سکی۔

1973ء مرزائیت کے نکتہ عروج کا سال تھا۔ جنہوں نے غیر مسلم آقاؤں کے اشارے پر مسلمانان پاکستان کو غلام بنانے کی سازش کی اور ملک پاکستان کے حصے بخرے کرنے کے لئے کوششیں تیز کر دیں۔ علمائے ربانی و مشائخ عظام مرزائیت کے ناپاک عزائم کو خاک میں ملانے کے لئے میدان عمل میں نکلے۔ جن کی بھرپور جدوجہد کے نتیجے میں مرزائیوں کو اقلیت قرار دیا گیا۔

انہی بلند حوصلہ مشائخ عظام کی فہرست میں ایک عظیم نام میرے شیخ کامل حضرت بدراشاخ پیر سائیں محمد اسلم اویسی

رحمۃ اللہ علیہ کا نام نامی بھی ہمیشہ تاریخ کے سنہرے حروف میں لکھا جائیگا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کا مونگی میں پیدا ہوئے اور حضرت سائیں فقیر اللہ اویسی رحمۃ اللہ علیہ سے دست بیعت ہوئے۔ والدین کی اکلوتی اولاد تھے۔ ناز و نعم میں پلنے والے دامن مرشد سے وابستہ ہوئے تو فقر کو اپنا اوڑھنا بچھوٹا بنایا۔ زندگی بھر اللہ و رسول ﷺ کے دین کی تبلیغ اور اصلاح اُمت کو اپنا فریضہ جانا۔ عقائد و اعمال میں پختگی پیدا کرنے کے لئے محبت مرشد سے فیضیاب ہو کر ایک عالم فوجیں اویسیہ سے سیراب کیا اور اپنے پیرو مرشد حضرت سائیں فقیر اللہ اویسی رحمۃ اللہ علیہ کے پہلو میں آج بھی دربار عالیہ اویسیہ علی پور چٹھہ شریف میں مدفون ہیں۔ حضرت سائیں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے عقیدہ ختم نبوت کیلئے بھرپور جدوجہد فرمائی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اس سلسلہ میں ملک کے طول و عرض کے دورے فرمائے مرزائیت کے قابل نفرت نظریات کی آگاہی کیلئے مختلف جگہوں پر جلسے منعقد کئے۔ تمام مکاتب فکر کے علماء و مشائخ کے اجلاس بلائے۔ جن میں عقیدہ ختم نبوت کے حق میں قراردادیں منظور کروائیں۔

علی پور چٹھہ کا تاریخ ساز جلسہ جو تھانہ بازار میں منعقد ہوا۔ جس میں قائد ملت اسلامیہ علامہ شاہ احمد نورانی رحمۃ اللہ علیہ نے خطاب فرمایا وہ بھی حضرت پیر سائیں محمد اسلم اویسی رحمۃ اللہ علیہ ہی کی سرپرستی میں منعقد ہوا۔ جلسہ میں ہزاروں لوگوں کی شرکت آپ کی کادشوں کا شمر تھا۔

حضرت قبلہ بدر المشائخ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے علاقہ کے مرزائیوں کا سوشل بائیکاٹ کروایا۔ قبلہ بدر المشائخ کی اس تحریک سے پہلے علاقہ بھر کے مسلمان مرزائیوں سے ملے جلے کھاتے پیتے بلکہ رشتہ داریاں بھی کرتے تھے۔ آپ کے ارشادات عالیہ کی روشنی میں مسلمانان علاقہ مرزائیوں کے مذموم عزائم سے باخبر ہوتے اور اسی وجہ سے مسلمانوں نے مرزائیوں سے ملنا جلنا بند کر دیا۔

حضور بدر المشائخ اپنے خطبات میں عقیدہ ختم نبوت بڑے بھرپور انداز میں بیان فرماتے۔ رد مرزائیت قرآن و حدیث سے فرماتے۔ علی پور چٹھہ کا مین روڈ جس پر مرزائیوں نے اپنی عبادت گاہ پر مسجد لکھا تھا۔ حضرت بدر المشائخ رحمۃ اللہ علیہ نے علاقہ کے علماء مشائخ کے تعاون سے اس جگہ کو مرزائیوں سے واگزار کر دیا۔ الحمد للہ آج پورے علاقہ میں ان کی کوئی عبادت گاہ نہیں ہے۔

ایک مرتبہ مرزائیوں کا ایک وفد بشیر احمد مرزائی کی قیادت میں حضرت قبلہ بدر المشائخ کی بارگاہ میں حاضر ہو کر عرض گزار ہوا کہ حضرت ہم آپ کا بہت احترام کرتے ہیں۔ جہاں دیکھ لیں ہمارے سر نیاز مندی سے جھک جاتے ہیں۔ لیکن آپ ہماری مخالفت کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا میری عزت سرکارِ دو عالم ﷺ کی عزت سے زیادہ نہیں اٹھو یہاں سے نکل جاؤ مجھے تم سے عزت کروانے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ سرکارِ دو عالم ﷺ کی ناموس کیلئے مجھے اپنی جان بھی قربان کرنا پڑی تو دریغ نہیں کروں گا۔ چنانچہ وہ بھی شرمندہ ہو کر چلے گئے۔ آپ نے کبھی راہ چلتے کسی مرزائی کے سلام کا جواب نہ دیا تھا بلکہ انہیں دیکھ کر

آپ اپنا چہرہ مبارک پھیر لیا کرتے تھے۔

الحمد للہ حضرت بدر المشائخ رحمۃ اللہ علیہ کی کاوشوں کا نتیجہ ہے کہ علاقہ کے سرمایہ دار مرزائی یہاں سے نقل مکانی کرنے پر مجبور ہوئے اور آج علاقہ علی پور چٹھہ میں عظمت مصطفیٰ ﷺ اور سرکارِ مدینہ ﷺ کی ختم نبوت کا جھنڈا بلند ہے۔

جبکہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے عظیم فرزند عالمی مبلغ اسلام حضرت علامہ پیر سائیں غلام رسول اویسی دامت برکاتہم العالیہ سجادہ نشین دربار عالیہ اویسیہ علی پور چٹھہ شریف تحریک اویسیہ پاکستان کے پلیٹ فارم سے آج بھی عقیدہ ختم نبوت جو کہ اسلام کی اساس ہے کا دفاع تقریری و تصفیعی طور پر کر رہے ہیں۔

اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کو ختم نبوت کے عقیدہ پر متفق و متحد ہو کر اسلام کی کھیتی کو سرسبز و شاداب رکھنے کی توفیق عطا

فرمائے۔ آمین!

☆☆☆☆

☆☆☆☆

☆☆☆☆



﴿اٹھواں باب﴾
اقبالیات

مفت اسلام

WWW.NAFSEISLAM.COM

عقیدہ ختم نبوت اور فکر اقبال

پروفیسر محمد الیاس اعظمی (لاہور)

مفکر اسلام حضرت علامہ ڈاکٹر محمد اقبال (متوفی ۱۹۳۸ء) برصغیر کی وہ عبقری اور نادر روزگار شخصیت تھے کہ جن کو عین حیات اور بعد از مرگ بھی فکر اسلامی کی تشکیل اور تعین میں ایک اہم مقام حاصل رہا ہے۔ بالخصوص برصغیر پاک و ہند میں امت مسلمہ کے ملی تشخص اور فکری نظریہ حیات کے احیاء میں جو کردار تھا حضرت اقبال نے ادا کیا ہے وہ دیگر طبقات حیات میں سے ایک فرد یا ایک جماعت مل کر بھی عشر شیرا دہنیں کر سکے۔

اقبال کو حضور ایزدی سے فکری قیادت کا وہ اعلیٰ و ارفع مقام عطا کیا گیا تھا کہ ہمارے برصغیر کی تاریخ میں کوئی بڑے سے بڑا عالم، مفکر اور دانشور اس مقام کو چھو بھی نہیں سکتا۔ دیگر بہری وجوہات کے علاوہ اس کی ایک بڑی وجہ اقبال کا بیک وقت اسلامی اور غیر اسلامی فلسفہ حیات کا گہرا اور ناقدانہ مطالعہ تھا۔ اقبال نے فلسفہ جدید (مغربی فلسفہ) کو قریب سے ہو کر دیکھا اور پڑھا تھا۔ اس کی خوبیاں، خامیاں سب پر عیاں تھیں۔ ایک مسلم مفکر ہونے کی حیثیت سے فلسفہ اسلام کا ایک ایک پہلو ان کی نگاہ میں تھا۔ فلسفہ قدیم و جدید کے گہرے مطالعے کیساتھ ساتھ انہوں نے مسلم و غیر مسلم تاریخ کا انتہائی گہرا مطالعہ بھی کر رکھا تھا۔ چنانچہ تاریخ کے اس مطالعہ نے بھی اس کی فکر ساری راہیں متعین کرنے میں اہم کردار ادا کیا تھا۔

بیسویں صدی کے ریلج اول کی پہلی دودہائیوں پر مشتمل برصغیر کی مسلم اعتقادی، سیاسی و تہذیبی اور فکری زندگی پر ایک طائرانہ نظر ڈالنے سے ایک عام شخص بھی ان پر فکر اقبال کے اثرات نمایاں دیکھنے لگتا ہے۔ اقبال کی فکر راست کا یہی پہلو تھا جس نے اسے بالخصوص مسلمانوں اور بالعموم ہندوستان سے تعلق رکھنے والی تمام اقوام و افراد کی نگاہ میں معتبر بنا دیا اور زندگی کے ہر پہلو سے متعلق ان کی رائے کو عزت اور قبولیت کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا۔

علامہ اقبال نے فکر اسلامی کے ارتقاء کے حوالے سے مسلم معاشرے میں مختلف ادوار اور مراحل کے موقع پر پیدا ہونے والے مسلم فرقوں اور گروہوں کی تاریخ انکے فکرو فلسفہ اور ان کے وجود میں آنے کے تاریخی، سیاسی، تہذیبی، تمدنی، علمی، فکری اور نظریاتی وجوہ و اسباب کا کھوج لگایا اور گہرے تجزیے اور مشاہدے کے بعد انکے مسلم معاشرے پر مرتب ہونے والے اثرات کا جائزہ بھی لیا تھا جس کے باعث وحدت ملی پارہ پارہ ہو چکی تھی۔ اقبال جو دراصل ملت اسلامیہ کی چشم بینا کی حیثیت رکھتے تھے اس لیے وہ مسلمانوں کے اندر اٹھنے والی ہر نئی تحریک اور پیدا ہونے والی نئی

جماعت کے عقائد و نظریات، فکر و فلسفہ، قیادت اور اسکے طریقہ کار پر نہ صرف نگاہ رکھتے تھے بلکہ اسکا ناقدانہ جائزہ لیکر اپنا ماہرانہ تبصرہ بھی کیا کرتے تھے۔

قادیانیت جس نے انیسویں صدی کے آخری سالوں میں برطانوی گورنمنٹ کی گود میں جنم لیا تھا اور اپنی پیدائش کے بعد تھوڑی مدت میں ہی یہ برصغیر پاک و ہند کا سب سے بڑا فکری فتنہ بن گیا تھا۔ اس فتنہ نے ابتداء میں جب بڑے بڑے اہل علم کو متاثر کیا اور عوام کا تو کیا کہنا جو اس طرف مائل ہوتے جا رہے تھے۔ اس فتنہ کے بانی نے اپنی دعوت کو قرآن کی دعوت بنا کر پیش کیا تھا اور کہا کرتا تھا

جمال و حسن قرآن نور جاں ہر مسلمان ہے

قمر ہے چاند اوروں کا ہمارا چاند قرآن ہے

(برائین احمدیہ حصہ اول ص ۱۹۸)

چنانچہ حضرت اقبال نے اس تحریک کے بالکل ابتدائی دنوں میں اس کو ٹھیکہ اسلام کا نمونہ قرار دیا تھا (یاد رہے کہ یہ اس زمانے کی بات ہے جب مرزا کے کفر اور گمراہی پر مبنی دعاوی مظر عام پر نہیں آئے تھے۔ الیاس) مگر جب مرزا کا کفر طشت از بام ہو گیا تو دیگر مسلم رہنماؤں کی طرح حضرت اقبال نے بھی قادیانیت کو اسلام دشمن اور نبوت محمدیہ سے بغاوت اور قوم و ملت کا دغا دار اور اس کے خلاف ایک سازش قرار دیا۔ یوں اقبال نے ملت اسلامیہ کے وجود میں پیدا ہو جانے والے اس ناسور اور اسکی مضرت رسانیوں کا بروقت اظہار کر کے اعتقادات کے باب میں ایک تاریخی کارنامہ سرانجام دیا ہے۔ اقبال کی اس فکری رہنمائی سے بالخصوص جدید تعلیم یافتہ طبقہ کے ذہنوں میں قادیانیوں کے پیدا کردہ ٹھکوک و شبہات کا نہ صرف ازالہ ہو گیا بلکہ انکا دین و ایمان بھی ختم نبوت پر پختہ اعتقاد کے حصار میں آکر محفوظ ہو گیا۔

حضرت اقبال اپنے مشہور خطبات میں دین اسلام میں ختم نبوت کی حقیقت اسکی ضرورت و اہمیت کو واضح کرتے ہوئے فرماتے ہیں!

[[اسلام کا ظہور استقرائی فکر (INDUCTIVE INTELLECT) کا ظہور ہے۔ اس میں نبوت اپنی تکمیل کو پہنچ گئی اور اس تکمیل سے اس نے خود اپنی خاتمیت کی ضرورت کو بے نقاب دیکھ لیا۔ اس میں یہ لطیف نکتہ پنہاں ہے کہ زندگی کو ہمیشہ کیلئے عہد طفولیت کی حالت میں نہیں رکھا جاسکتا۔ اسلام نے مذہبی پیشوائیت اور وراثتی بادشاہت کا خاتمہ کر دیا۔ قرآن مجید غور و فکر اور تجربات و مشاہدات پر بار بار زور دیتا ہے اور تاریخ

فطرت دونوں کو علم انسانی کے ذرائع ٹھہراتا ہے۔ یہ سب اسی مقصد کے مختلف گوشے ہیں جو ختم نبوت کی تہ میں پوشیدہ ہیں۔ پھر عقیدہ ختم نبوت کی ایک بڑی اہمیت یہ بھی ہے کہ اب نوع انسانی کی تاریخ میں کوئی شخص اس امر کا مدعی نہیں ہو سکتا کہ وہ کسی مافوق الفطرت اختیار (Super Natural Authority) کی بنا پر دوسروں کو اپنی اطاعت پر مجبور کر سکتا ہے۔ ختم نبوت کا عقیدہ ایک ایسی نفسیاتی قوت ہے جو اس قسم کے دعویٰ اقتدار کا خاتمہ کر دیتی ہے۔]] (تفصیل جدید الہیات ص ۱۹۳، بزم اقبال ۱۹۵۰ء)

پنڈت جواہر لال نہرو نے لکھتے والے ”ماڈرن ریولیو“ میں قادیانیت کے دفاع میں سلسلہ وار تین مقالات لکھے تو قادیانی کے ہندو وکیل کی طرف سے پھیلائی جانے والی غلط فہمیوں کو دور کرنے اور شکوک و شبہات کا ازالہ کرنے کیلئے حضرت اقبال نے ”سوسنار کی ایک لوہار کی“ ضرب المثل کے مطابق ”اسلام اور احمدیت“ کے عنوان سے ایسا معرکہ الآراء مقالہ لکھا کہ وکیل اور موکل دونوں منہ سکتے رہ گئے۔ حضرت علامہ کے اس مقالہ کا جواب جواہر لال نہرو تو کیا دیتے خود قادیانی فضلاء بھی اقبال کے اٹھائے ہوئے علمی نکات اور فکری و نظریاتی واضح سوالات کے جواب دینے سے قاصر رہے۔

حضرت علامہ نے ۲۱ جون ۱۹۳۶ء میں جواہر لال نہرو کے نام ایک نجی خط میں قادیانیت سے متعلق اپنے جذبات کا اظہار کرتے ہوئے لکھا!

[[میرے ذہن میں اس سے متعلق کوئی ابہام نہیں کہ احمدی اسلام اور ہندوستان دونوں کے غدار ہیں]]- (تحریک ختم نبوت از شورش کا شیریں ص ۹۰)

اس دور کے اقبال کے اخباری بیانات اور خطابات و بیانات کے مطالعہ سے اندازہ ہوتا ہے کہ اقبال احوالے سے کس اضطراب کا شکار تھے۔ چنانچہ انہوں نے اپنے ایک بیان میں اپنی اس خواہش کا اظہار کیا تھا کہ!

[[قادیانیوں اور جمہور مسلمانوں کی نزاع نے جو مسئلہ پیدا کیا ہے وہ نہایت اہم ہے اور ہندوستان نے اس کی اہمیت کو حال ہی میں محسوس کرنا شروع کیا ہے۔ میرا ارادہ تھا کہ ایک کھلی چٹھی کے ذریعہ انگریز قوم کو اس مسئلہ کی معاشرتی اور سیاسی الجھنوں سے آگاہ کروں لیکن افسوس کہ میری صحت نے ساتھ نہ دیا]]- (تحریک ختم نبوت ص ۹۸)

علامہ اقبال بنیادی طور پر ایک فلسفی تھے اس لیے وہ معاملہ کی تہہ تک جا کر اس کے علل و اسباب کا کھوج لگاتے تھے اور پھر اس سے ایسا منطقی نتیجہ نکالتے تھے کہ جس کا انکار کرنا یا اس کو جھٹلانا آسان نہیں ہوتا تھا چنانچہ دین اسلام میں نبوت محمدی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے مقابلہ میں کسی نئی نبوت سے پیدا ہونے والے نتائج اور ان کے عواقب کو بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں!

[[اسلام دینی حیثیت سے ان تمام مذاہب سے زیادہ گہرا ہے جو جزوی طور پر مذہب اور جزوی طور پر نسل سے تشکیل پاتے ہیں۔ اسلام نسلی تخیل و تصور کی کاملاً نفی کرتا اور اپنی اساس قطعاً دینی اعتقاد پر رکھتا ہے چونکہ اسکی اساس ہی دینی ہے جو سر تا پا روحانیت ہے۔ اس لیے خونی رشتوں سے کہیں زیادہ لطیف ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مسلمان ایسی تمام تحریکوں کے بارے میں بہت زیادہ حساس ہیں جنہیں وہ اپنی اساسی وحدت کے لیے خطرناک سمجھتے ہیں۔ چنانچہ ہر ایسی مذہبی جماعت جو تاریخی طور پر اسلام سے وابستہ ہے لیکن اپنی بنیاد کسی نئی نبوت پر رکھتی ہے اور ان تمام مسلمانوں کو کافر قرار دیتی ہے جو اس کے مبینہ الہامات پر اعتقاد نہیں رکھتے۔ مسلمان اس جماعت کو اسلام کی وحدت کیلئے ایک خطرہ تصور کرتے ہیں اور ایسا ہونا بھی چاہیے کیونکہ وحدت اسلامی کا تحفظ ختم نبوت کے عقیدہ ہی سے ممکن ہے]]۔ (تحریک ختم نبوت ص ۹۸)

چنانچہ وحدت اسلامی کے اسی تصور کو اپنے اشعار کی صورت میں یوں پیش کرتے ہوئے اپنی مشہور نظم ”ہندی اسلام“ میں لکھتے ہیں!

ہے زندہ فقط وحدت افکار سے ملت
وحدت ہو فنا جس سے وہ الہام بھی الحاد
وحدت کی حفاظت نہیں بے محویت بازو
آتی نہیں کچھ کام یہاں عقل خداداد
مُلا کو جو ہے ہند میں سجدے کی اجازت
ناداں یہ سمجھتا ہے کہ اسلام ہے آزاد

۱۰ جون ۱۹۳۵ء کو اخبار ”شمسین“ کے ایڈیٹر کے نام ایک خط میں دین اسلام کی اعتقادی حدود کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں!

[[اسلام لازماً ایک دینی جماعت ہے جس کے حدود مقرر ہیں یعنی وحدت والوہیت پر ایمان، انبیاء پر ایمان اور رسول کریم ﷺ کی ختم رسالت پر ایمان دراصل یہ آخری یقین ہی وہ حقیقت ہے جو مسلم اور غیر مسلم کے درمیان وجہ امتیاز ہے اور اس امر کیلئے فیصلہ کن ہے کہ فرد یا گروہ ملت اسلامیہ میں شامل ہے یا نہیں؟ مثلاً برہمہو خدا پر یقین رکھتے ہیں اور رسول کریم کو خدا کا پیغمبر مانتے ہیں لیکن انہیں ملت اسلامیہ میں شمار نہیں کیا جاسکتا کیونکہ قادیانیوں کی طرح وہ انبیاء کے ذریعہ وحی کے تسلسل پر ایمان رکھتے ہیں اور رسول کریم ﷺ کی ختم نبوت کو نہیں مانتے]]۔ (حرف اقبال ص ۷۷ امرتبہ لطیف احمد شیرانی)

عقیدہ ختم نبوت کی یہی وہ دینی و مذہبی، سیاسی و سماجی اور روحانی و اعتقادی اہمیت ہے جس کے باعث اقبال جیسا دانشور جہاں بھی یہ خطرہ محسوس کرتا ہے کہ مسلمانوں کے اس تشخص اور اسلام کے امتیازی عقیدہ پر حرف آتا ہے تو وہاں وہ بے لاگ اور بے جھجک ختم نبوت سے متعلق اپنے عقیدہ و فکر کو پیش کر دیتے ہیں اور اسی سلسلہ میں کسی قسم کی مداخلت کا شکار نہیں ہوتے۔

اقبال ایک مفکر و مصلح ہونے کے علاوہ اس دور میں مسلمانوں کے نامور سیاسی اور سماجی رہنما بھی تھے۔ انہیں بالعموم سیاسی اور سماجی سٹیج پر اپنے خیالات کے اظہار کا موقع بھی ملتا رہتا تھا چنانچہ وہ حسب موقع ہر مقام اور ہر سٹیج پر اپنی فکر اور نظریے کا اظہار کر دیتے تھے۔ اس سلسلہ میں انجمن حمایت اسلام لاہور کے صدر اور کشمیر کمیٹی کے ایک متحرک اور موثر ممبر ہونے کی بنا پر اپنے بیانات و خطابات کے ذریعہ احمدیت کا اصلی چہرہ علامۃ الناس کے سامنے رکھنے میں انہوں نے اہم ترین کردار ادا کیا ہے۔

۲۵ جولائی ۱۹۳۱ء کو مرزا بشیر الدین محمود (ابن مرزا غلام احمد قادیانی) نے بعض نامور مسلمانوں کا ایک اجلاس بلا کر ”آل انڈیا کشمیر کمیٹی“ کا قیام عمل میں لایا۔ اس کشمیر کمیٹی میں حضرت اقبال اور ان کے بعض معتمد ساتھی بھی شامل تھے لیکن ان پر چند ہی دنوں میں یہ حقیقت منکشف ہو گئی کہ مرزا بشیر الدین محمود اس کشمیر کمیٹی کے ذریعہ اور اپنی جماعت کی معرفت کیا گل کھلانا چاہتا ہے۔ چنانچہ انہوں نے اس کمیٹی کے دیگر ممبران سے ختم ہٹوک کر مطالبہ کیا کہ آل انڈیا کشمیر کمیٹی کا آئندہ سربراہ غیر قادیانی ہونا چاہیے۔ اقبال کے اس بیان اور مطالبہ سے مسلمان رہنماؤں میں ایک نئی سوچ پیدا ہونے لگی تو دوسری طرف احمدیت قادیانیت کے پیروکاروں میں صف ماتم بچھ گئی کہ اقبال جیسی ہستی نے یہ مطالبہ کیوں کیا ہے؟

جن دنوں علامہ اقبال نے آل انڈیا کشمیر کمیٹی کے اراکین سے یہ مطالبہ کیا تھا کہ کمیٹی کا آئندہ سربراہ غیر قادیانی ہونا

چاہیے انہیں دنوں علامہ نے اپنے خاص دوست نواب حمید اللہ خان والی بھوپال کے ذریعہ مہاراجہ کشمیر کو اس امر پر آمادہ کیا تھا کہ وہ مسلمانان کشمیر کے جائز مطالبات کی تحقیق کیلئے ایک کمیشن (کمیٹی) مقرر کریں۔ تو اس پر حکومت کشمیر نے اقبال کی حسب خواہش ”گلائی کمیشن“ مقرر کر دیا مگر اس کمیشن میں جو مسلم مطالبات کا جائزہ لینے کیلئے مقرر کیا گیا تھا اس میں مسلم اراکین کی جگہ قادیانیوں کو رکھنا ضرور کر دیا گیا۔ ان دنوں علامہ اقبال آل انڈیا مسلم کانفرنس کے صدر تھے چنانچہ انہوں نے گلائی کمیشن کی تشکیل پر اعتراض کیا اور ۲۱ مارچ ۱۹۳۳ء کو منعقد ہونے والے آل انڈیا مسلم کانفرنس کے اجلاس میں حسب ذیل قرارداد منظور کروائی!

[[گلائی کمیشن میں جو مسلمان اراکین لیے گئے ہیں انہیں مسلم جماعت سے مشورہ کیے بغیر نامزد کیا گیا ہے اس لیے گلائی کمیشن کی موجودہ حیثیت اس کانفرنس کیلئے ناقابل قبول ہے۔ یہ کانفرنس حکومت کشمیر سے مطالبہ کرتی ہے کہ وہ مسلم جماعت سے مشورہ کر کے مسلمان اراکین کو مقرر کرے]]

کشمیر کی صورتحال کے حوالے سے علامہ اقبال اور ان کے رفقاء کا احتجاج اس قدر شدید تھا کہ مرزا بشیر الدین محمود اس کے سامنے ٹھہر نہ سکا۔ چنانچہ اس پر مرزا بشیر الدین محمود نے ۱۷ مئی ۱۹۳۳ء کو کشمیر کمیٹی کی صدارت سے استعفیٰ دے دیا۔

مرزا بشیر الدین کے کمیٹی کی سربراہی سے استعفیٰ کے بعد علامہ اقبال کو متفقہ طور پر کمیٹی کا صدر منتخب کیا گیا۔ مگر ان کے انتخاب پر قادیانی حلقے سخت پاور ہے تھے۔ چنانچہ وہ اپنے امیر جماعت کی صدارت و قیادت کے علاوہ کسی دوسرے مسلمان جو غیر قادیانی بھی ہوں کی سربراہی میں کام کرنے پر تیار نہ تھے۔ بایں وجہ وہ ہمیشہ کمیٹی کے اندر تفرقہ و انتشار پھیلانے میں کوشاں رہے۔ قیادت کی کوئی بات ان کیلئے قابل قبول نہ ہوتی تھی۔ یوں جب یہ کشمیر کمیٹی اپنی افادیت کو بیٹھی۔ جس کو صدر کمیٹی نے بھی ذاتی طور پر محسوس کیا تو علامہ اقبال صرف ایک ماہ بعد ہی کمیٹی کی صدارت سے دست کش ہو گئے اور پریس بیان میں اس کی وجوہات بیان کرتے ہوئے کہا!

[[بد قسمتی سے کمیٹی میں کچھ ایسے لوگ بھی ہیں جو اپنے مذہبی فرقے کے امیر کے سوا کسی دوسرے کا اتباع کرنا سرے سے گناہ سمجھتے ہیں۔ مجھے ایسے شخص سے ہمدردی ہے جو کسی روحانی سہارے کی ضرورت محسوس کرتے ہوئے کسی مقبرے کا مجاور یا کسی زندہ نام نہاد پیر کا مرید بن جائے]]

اسے اس بیان پہلے انہوں نے یہ بھی فرمایا کہ!

[[مجھے پتہ چلا ہے کہ یہ لوگ (قادیانی) دراصل کمیٹی کو دوائے حصوں میں تقسیم کرنا چاہتے ہیں جن میں اتحاد صرف برائے نام ہوگا چنانچہ میں نے اپنا استعفیٰ پیش کرنے سے پہلے

ممبران کو اپنی رائے سے اچھی طرح آگاہ کر دیا تھا]]۔

اقبال نے استعفیٰ کی مزید وجوہات بیان کرتے ہوئے کہا!

[[ایک صاحب نے مجھے صاف طور پر کہا کہ وہ کسی کشمیر کمیٹی کو نہیں مانتے اور جو کچھ انہوں نے یا ان کے ساتھیوں نے اس ضمن میں کیا وہ ان کے امیر کے حکم کی تعمیل تھی۔ مجھے اعتراف ہے کہ میں نے ان کے اس بیان سے اندازہ لگایا ہے کہ تمام احمدی حضرات کا یہی خیال ہوگا اور اس طرح میرے نزدیک کشمیر کمیٹی کا مستقبل مشکوک ہو گیا ہے]]۔

کشمیر کمیٹی میں قادیانیوں کی ریشہ پویائیوں اور ان کی سازشوں کو سامنے رکھتے ہوئے حضرت اقبال نے اسی بیان میں کمیٹی کو ختم کرنے کا مشورہ دیتے ہوئے کہا!

[[جہاں تک مجھے علم ہے کشمیر کمیٹی کی عام پالیسی کے متعلق ممبران میں کسی قسم کا اختلاف نہیں۔ پالیسی سے اختلاف کی بنا پر کسی نئی پارٹی کی تشکیل پر اعتراض کرنے کا کسی کو حق نہیں پہنچتا لیکن جہاں تک میں نے حالات کا جائزہ لیا ہے کشمیر کمیٹی کے چند ارکان کو جو اختلافات ہیں وہ بالکل بے سنگے ہیں۔ ان حالات کے پیش نظر مجھے اس امر کا یقین ہے کہ کمیٹی میں اب ہم آہنگی کے ساتھ کام نہیں ہو سکتا اور ہم سب کا مفاد اسی میں ہے کہ موجودہ کمیٹی کو ختم کر دیا جائے]]۔ (مخلصا مفکر پاکستان ص ۳۱۵، ۳۱۸)

جب علامہ اقبال نے قادیانیوں کی ستم ظریفیوں سے جھگ آ کر کشمیر کمیٹی کی صدارت سے استعفیٰ دے دیا۔ اور کمیٹی کو عملاً ختم کر دیا تو اس کے بعد قادیانیوں نے ”تحریک کشمیر“ کے نام سے ایک اور تنظیم قائم کی اور حسب معمول عیاری سے کام لیتے ہوئے علامہ اقبال کو ہی انہوں ان نوزائیدہ تحریک کشمیر کی صدارت کی پیشکش کی لیکن چونکہ وہ مومن تھے جس سے متعلق ارشاد نبوی ﷺ ہے کہ! [[مومن ایک سوراخ سے دو بار نہیں ڈسا جاتا]]۔ اقبال جو کشمیر کمیٹی کی صورت میں پہلے ہی ایک تجربہ کر چکے تھے وہ دوبارہ اس چال میں نہ پھنسے بلکہ اس کے بعد انہوں نے کمال سنجیدگی اور مزید گہرائی کیساتھ قادیانیت اور اسکے

عراق کا مطالعہ شروع کر دیا چنانچہ وہ فکر و نظر کے نتیجہ میں جان گئے کہ قادیانی اپنے عقائد و نظریات کے فروغ کیلئے تحریک کشمیر کا نام استعمال کرنا چاہتے ہیں۔ اصل مقصود انکا اپنے مخصوص مفادات کا حصول ہے چنانچہ انہوں نے تحریک کشمیر کی صدارت کی قادیانی پیشکش کو پورے جذبہ ایمانی سے ٹھکرا دیا۔ چنانچہ ۱۲ اکتوبر ۱۹۳۳ء کو انہوں نے قادیانیت کے حوالے سے اپنے دوسرے باطل حکم، قادیانیت سوز بیان میں قصر قادیانیت پر وہ کاری ضربیں لگائیں کہ جس سے اسکے درود یوار کی ایک ایک اینٹ ہل کر رہ گئی۔

:

علامہ مرحوم نے نہ صرف یہ کہ صدارت کی پیشکش کو قبول نہ کیا بلکہ اس سے متعلق اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا!

ہوئے فرمایا!

[[میں تو ایسی پیشکش کے متعلق سوچنا ہی غلط سمجھتا ہوں۔ یہ پیشکش جو مجھے کی گئی ہے یقیناً ایک فریب ہے]]۔ (شاہد حنیف مفکر پاکستان ص ۲۰)

قادیانیوں کے متعلق علامہ اقبال کے بیانات سے قادیان میں صف ماتم کا بچھنا تو عقل میں آتا ہے مگر اس پر ایک ہندو کا مضطرب ہونا فہم سے بالاتر ہے۔ جب پنڈت جواہر لال نہرو نے قادیانیت کی وکالت کرنا شروع کی اور قادیانیوں سے متعلق مسلمانوں میں عام پائی جانے والی روش پر پریشانی کا اظہار کیا تو اس پر علامہ نے جواہر لال کے اضطراب کی وجہ بیان کرتے ہوئے فرمایا!

[[میرا میلان فکر یہ ہے کہ قادیانیت کے بارے میں میرے بیان نے جو اس کے سوا کچھ نہ تھا کہ ایک مذہبی اصول کی تشریح جدید انداز میں کی گئی تھی۔ (پنڈت جی اور قادیانی) مسلمانوں کے سیاسی مذہبی اتحاد و یکجہتی کے ممکنات کو خصوصیات سے ہندوستان کے اندر ناپسند کرتے ہیں۔ اگرچہ دونوں کے وجوہ مختلف ہیں]]۔ (شورش کشمیری تحریک ختم نبوت ص ۱۰۴)

:

علامہ اپنے بیانات پر قادیانی اضطراب کا اصل سبب بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں!

[[قادیانی بھی مسلمانان ہند کی سیاسی بیداری پر مضطرب ہیں کیوں کہ محسوس کرتے ہیں کہ مسلمانان ہند کا سیاسی اقتدار بڑھ جائے گا تو قادیانیوں نے رسول عربی ﷺ کی امت سے اپنے ہندوستانی نبی کی نئی امت نکالنے کے لیے جو منصوبے تیار کر رکھے ہیں۔ وہ یقیناً درہم

برہم ہو جائیں گے۔ میں نے مسلمانان ہند کو یہ جتانے کی کوشش کی تھی کہ ہندوستان کے اندراگنی تاریخ کے موجودہ نازک دور میں داخلی اتحاد و ہم آہنگی حد درجہ ضروری ہے اور میں نے ان انتشار انگیز قوتوں کی خلاف انہیں تنبیہ کی تھی جو اصلاحی تحریکات کا لباس پہن کر بروئے کار آئی ہیں۔ میرے لیے یہ امر کم حیرت افزا نہیں کہ میری ان کوششوں نے پنڈت جی کیلئے اس قسم کی قوتوں سے اظہار ہمدردی کا موقع بہم پہنچا دیا ہے۔]] (تحریک ختم نبوت ص ۱۰۴، ۱۰۵)

:

یہ ایک حقیقت ہے کہ قادیانیت کے مقابلہ میں علماء کرام تحریر و تقریر، مناظرہ و مباہلہ اور تصنیف و تالیف کے میدان میں برسریکا رہے۔ انہیں کامیابیاں بھی ملی ہیں لیکن ہر طرح کی کوشش کے باوجود طبقہ علماء کو اس میدان میں مکمل کامیابی بوجہ حاصل نہیں ہو سکی جس کی بنیادی وجہ یہ تھی کہ نژادوں اور جدید تعلیم یافتہ طبقہ قادیانیوں کے ظاہری اعمال اور ان کی معاشرتی زندگی سے دھوکہ کھاتے ہوئے ہمیشہ انہیں مسلمانوں کا ہی ایک طبقہ اور فرقہ سمجھتا رہا ہے جبکہ ہمارے علماء کا استدلال وہی پرانا تھا۔ چنانچہ قادیانیوں کے کفر سے متعلق علماء کی رائے کو بالعموم اسی نقطہ نظر سے دیکھا جاتا تھا۔ نیچے قادیانی پھیلتے چلے گئے۔ حضرت اقبال اگرچہ جدید تعلیم رکھنے کے باوجود فکر قدیم رکھنے والے ایک مخلص اور سچے مسلمان تھے۔ وہ عصر جدید کی زبان سے بھی آگاہ تھے اور اسکے طرز استدلال سے بھی بہرہ ور تھے چنانچہ انہوں نے قادیانی مسئلہ کے حوالے سے ملت اسلامیہ کے جذبات کو بھانپتے ہوئے ہر موقع پر اس کی نبض پر ہاتھ رکھا اور ملی اضطراب کے مرض کی اصلی اور حقیقی وجہ تلاش کی۔ پنڈت نہرو کیساتھ اپنی خط و کتابت میں قادیانی مسئلہ کی نزاکت، اسکے مقاصد، اسکے عواقب اور ہندوستانی بالخصوص پنجاب کی مسلم معاشرت پر اس کے ممکنہ مضراثرات کا دلائل کی روشنی میں جائزہ لیکر آخر میں سچے تلے الفاظ میں قادیانی قضیہ کا جو حل پیش کیا بالآخر ۷۷ سال بعد علماء اسی پر متفق ہوئے اور پاکستان کی قومی اسمبلی نے بھی اجتماعی طور پر وہی فیصلہ دیا جو بعد میں آئین کا مستقل حصہ قرار پایا اور قادیانی ہمیشہ کیلئے غیر مسلم اقلیت قرار پائے۔

:

قادیانی مسئلہ کا حل پیش کرتے ہوئے اقبال لکھتے ہیں!

[[میرے نزدیک حکومت کیلئے بہترین راستہ یہ ہے کہ وہ قادیانیوں کو ایک الگ جماعت قرار دیدے اور ان کی اپنی پالیسی کے بھی عین مطابق ہوگا۔ ادھر مسلمان بھی ان کے ساتھ وہی رواداری برتیں گے جو وہ باقی مذاہب کے بارے میں اختیار کرتے ہیں۔]]

(حرف اقبال ص ۱۰۹)

یہ ایک تلخ حقیقت ہے کہ جس طرح مرزا نے مذہبی رہنما کے روپ میں ایک بہروپیہ کا کردار ادا کیا ہے ہماری تاریخ میں اور بھی بہت سے کردار ایسے پائے جاتے ہیں جنہوں نے منبر و محراب اور چہ دستار کی آڑ میں دین اسلام اور ایمان کی بنیاد و اساس پر سخت حملے کیے۔ دل کھول کر اہانت رسول کی۔ اپنی مذمومہ شیطانی توحید کے تسور کو عام کرنے کیلئے مقام رسالت کو مشکوک بنانے کی سعی بدکی۔ جس کے نتیجے میں بالآخر امت مختلف گروہوں میں بٹ گئی۔ ایسی ہی جدید گروہ بندیوں میں سے ایک طبقہ ہندوستان کے ضلع سہارنپور کے ایک گاؤں ”دیوبند“ میں پیدا ہونے والا بھی ہے۔ اس کے اپنے مخصوص عقائد و نظریات میں بالخصوص شان رسالت میں تنقیص کرنا ان کی ایک خاص علامت ہے۔

علامہ محمد اقبال نے اس مخصوص گروہ اور قادیانیت پر تبصرہ کرتے ہوئے فرمایا تھا!

[[قادیان اور دیوبند اگرچہ ایک دوسرے کی ضد ہیں لیکن دونوں کا سرچشمہ ایک ہے اور دونوں اس تحریک کی پیداوار ہیں جسے عرف عام میں وہابیت کہا جاتا ہے]]- نذیر نیازی

سید: اقبال کے حضور حصہ اول ص ۲۶۱ طبع اول ۱۹۷۱ء اقبال اکادمی کراچی)

☆☆☆☆

☆☆☆☆

☆☆☆☆

www.NAFSEISLAM.COM

اسلام اور قادیانیت

حکیم الامت شاعر مشرق ڈاکٹر علامہ محمد اقبال قادری رحمۃ اللہ علیہ

مرتب: لطیف احمد شیروانی

مترجم: محمد روز خان

مترجم کی طرف سے تعارف:

زیر نظر علمی مواد حکیم الامت علامہ محمد اقبال کی تحریروں، تقریروں اور بیانات پتہ منی جناب لطیف احمد شیروانی کی تالیف کے صفحہ نمبر ۱۷ تا ۲۰۰ حصہ سوم کے طور پر درج ذیل عنوانات کے نام سے پھیلا ہوا ہے۔

۱۔ قادیانیت اور صحیح العقیدہ مسلمان

۲۔ مجلہ نور وغیرہ کی بحث کا جواب

۳۔ روزنامہ سٹیشن مین کو ایک خط

۴۔ رومن حکمرانی میں یہود کی سالمیت

۵۔ اسلام اور احمدیت

۶۔ احمدیوں کے بارے میں پنڈت جواہر لال نہرو کو لکھا گیا خط مورخہ ۲۱ جون ۱۹۳۶ء

یہ مواد وقتاً فوقتاً مختلف سمتوں سے اٹھائے گئے اعتراضات کے جوابات کے طور پر وجود میں آیا اس کا مطالعہ اس امر پر سیر حاصل روشنی ڈالتا ہے کہ حضرت اقبال کی دور رس نگاہ میں مسئلہ ختم نبوت کتنا اہم ہے اس کتاب کے ایڈیشن ۱۹۴۳ء، ۱۹۴۸ء، ۱۹۷۷ء میں شائع ہوئے۔ کتاب کا پہلا ایڈیشن مولف نے ”شاملو“ کے قلمی نام سے شائع کرایا۔ وقت گزرنے کیساتھ ساتھ کتاب کے حجم میں اضافہ ہوتا رہا۔ کتاب کا ۱۹۷۷ء والا ایڈیشن اقبال اکادمی لاہور کا شائع کردہ ہے یہی ایڈیشن راقم کے سامنے ہے۔

مترجم نے مرتب کے حواشی کیساتھ ساتھ مزید حواشی دیے ہیں۔ ترجمہ سے استفادہ میں آسانی کے لیے مشکل الفاظ کے معانی بھی قوسین میں دیئے ہیں۔ (محمد روز خان)

۱۔ قادیانیت اور صحیح العقیدہ مسلمان: (۱)

قادیانیوں اور صحیح العقیدہ مسلمانوں میں مباحثہ کی وجہ سے پیدا شدہ مسئلہ انتہائی اہم ہے۔ ہندوستانی مسلمانوں نے ابھی سے اسکی اہمیت کو محسوس کرنا شروع کیا ہے۔ میرا ارادہ تھا کہ مسئلہ کے سماجی اور سیاسی مضمرات (پوشیدہ باتیں یا معاملات) کی وضاحت کرتے ہوئے انگریز قوم کو ایک کھلا خط لکھوں لیکن بد قسمتی سے میری صحت نے مجھے ایسا کرنے سے روک دیا۔ پھر بھی ایک ایسے معاملہ پر جو میرے خیال میں ہندوستانی مسلمانوں کی تمام اجتماعی زندگی پر اثر انداز ہوتا ہے۔ چند الفاظ پیش کرنے پر خوش ہوں۔ ہاں اس بات کی کھل کر نشاندہی کی جاتی ہے کہ میرا کسی دینی بحث میں پڑنے کا کوئی ارادہ نہیں اور نہ میرا مطلب قادیانی تحریک کے بانی کے ذہن کا نفسیاتی تجزیہ کرنے کا ہے۔ اول الذکر ان لوگوں کے لیے دلچسپی کا باعث نہیں ہوگا جن کے لیے یہ بیان کرنا مقصود ہے اور موخر الذکر کے لیے ہندوستان میں ابھی وہ وقت نہیں آیا۔ میرا لکھنا عمومی تاریخ اور تقابل دین کے ایک طالب علم کا ہے۔

ہندوستان بہت سے مذہبی گروہوں کی سر زمین ہے۔ اور اسلام ان مذہبی گروہوں کے مقابلے میں جن کا کچھ ڈھانچہ مذہبی اور کچھ نسلی نظریہ سے متعین ہوتا ہے زیادہ گہرے مفہوم میں دینی قوم ہے۔ اسلام نسلی نظریہ کو مجموعی طور پر مسترد کرتا ہے اور اسکی بنیاد محض دینی نظریہ پر استوار کرتا ہے۔ اسلام اپنے آپ کو صرف اور صرف دینی نظریہ پر استوار کرتا ہے۔ جو نظریہ مکمل طور پر روحانی اور پیچھے خونی رشتہ سے بہت زیادہ لطیف اور آسانی ہے۔ مسلم معاشرہ قدرتی طور پر ان قوتوں کے بارے میں زیادہ حساس ہے۔ جنہیں وہ اپنے استحکام کے لیے مضرب خیال کرتا ہے۔ کوئی مذہبی معاشرہ جو تاریخی طور پر اسلام کے اندر سے ابھرتا ہے اور جو اپنی بنیادوں کے لیے نئی نبوت کا دعویٰ کرتا ہے اور اعلان کرتا ہے کہ وہ تمام مسلمان کافر ہیں جو مبینہ وجوہ کی سچائی تسلیم نہیں کرتے اس مذہبی معاشرہ کو ہر مسلمان لازماً اسلام کی سالمیت کیلئے سنجیدہ خطرہ تصور کرے گا۔ یہ ضرور بالضرور ہونا چاہیے کیونکہ مسلم معاشرہ کی سالمیت کا حصول فقط ختم نبوت کے نظریہ سے ہے۔

یہ نظریہ خاتمیت شاید بنی نوع انسان کی ثقافتی تاریخ میں نہایت قدیمی نظریہ ہے۔ اس کی اہمیت صحیح طور پر وہ لوگ جان سکتے ہیں جو قبل از اسلام مغربی اور وسطی ایشیاء کی مجوسی ثقافت کی تاریخ کا مطالعہ مطالعہ کرتے ہیں۔ جدید تحقیق کے مطابق مجوسی ثقافت کے تصور میں زرتشت، یہودی، عیسائیت، چارباکی اور صابائی مذہبوں سے وابستہ ثقافتیں شامل ہیں۔ اس عقیدہ کی حامل قوموں کے ہاں نبوت کے تسلسل کا نظریہ ضروری تھا۔ پیچھے وہ مسلسل اُمید کی حالت میں رہتے تھے۔ غالباً مجوسی انسان نفسیاتی طور پر اُمید کی اس حالت سے استفادہ کرتے دور جدید کا انسان روحانی طور پر مجوسی انسان سے بہت زیادہ آزاد ہے۔ مجوسی رویہ کا نتیجہ قدیم اقوام کا عدم استحکام اور تمام قوموں کے مذہبی ہم جوؤں کی تشکیل جدید تھا۔ جدید دنیا نے اسلام میں حریص اور جاہل ملائیت نے جدید پریس سے فائدہ اٹھاتے ہوئے ۲۰ ویں صدی کے چہرے پر قبل از اسلام کے پرانے مجوسی نکتہ نظر کو زور سے پھیلنے کی بے شرمی کی حد تک کوشش کی۔ ظاہری بات ہے کہ اسلام جو دنیا کی تمام مختلف اقوام کو ایک قوم کے طور

پر جوڑنے کا مدعی ہے۔ وہ خود کی ایسی تحریک سے سمجھوتہ نہیں کر سکتا جو اس کے استحکام کے لیے خطرہ ہو اور جو انسانی معاشرہ میں مزید دراڑیں ڈالنے پر کاربند ہو ان دو شکلوں میں سے جو قبل از اسلام کی مجوسیت کے جدید احیاء نے اختیار کی ہو مجھے قادیانیت سے بھایت بہت زیادہ دیا نندار نظر آتی ہے کیونکہ بھایت اسلام سے کھلم کھلا انحراف (منہ موڑنا) کرتی ہے جبکہ قادیانیت باطن میں مکمل طور پر اسلام کے دلولہ اور تمنائے عروج سے معاندت کیساتھ بظاہر اسلام کے کچھ زیادہ اہم غلوہر کو اپنائے رکھتی ہے۔ اس کا ایک حاسد خدا کا تصور جو اپنے مخالفوں کیلئے زلزلوں اور طاعون کا دافر ذخیرہ رکھتا ہے۔ اس کا نبی کو کاہن سمجھنے کا تصور اس کا روح مسیح کے تسلسل کا تصور جسے مکمل طور پر یہودانہ ہے کہ اس کی تحریک کو بڑی آسانی سے شروع کی یہودیت کی طرف رجوع گردانا جا سکتا ہے۔ روح مسیح کے تسلسل خصوصاً یہودیت کے مقابلے میں زیادہ تر یہودی تصوف سے تعلق رکھتا ہے۔ پروفیسر یو بر جس نے پوش مسیح بائبلیم کی شروع کردہ تحریک کا جائزہ لیا ہے ہمیں بتاتا ہے کہ یہ خیال کیا گیا تھا کہ روح مسیح علیہ السلام انبیاء کے توسل سے زمین پر اترتی ہے۔ اور اگرچہ نفوس قدسیہ (صادقین) کی ایک طویل قطار موجودہ وقت میں پھیلی ہوئی ہے قبل از اسلام کے مجوسی نظریات کے دباؤ کے تحت مسلم فارس میں بدعتی تحریکوں نے بار بار کی تجسیم نو کے نظریہ پر پردہ ڈالنے کے لیے دوبارہ بروز، طول اور ظل کے الفاظ ایجاد کر لیے۔ مسلم شعور کے لیے کم صدمہ رساں بنانے کے لیے ایک مجوسی نظریہ کے لیے نئے اظہارات ایجاد کرنا ضروری تھا۔ حتیٰ کہ مسیح موعود کی ترکیب الفاظ مسلمانوں کے مذہبی شعور کی پیداوار نہیں ہے۔ یہ ایک ناجائز اظہار ہے اور اس کا آغاز قبل از اسلام کے مجوسی نکتہ نظر میں ہے۔

ہم اس نظریہ کو پہلے وقتوں کے اسلامی، دینی اور تاریخی ادب میں نہیں پاتے۔ اس نمایاں حقیقت کا انکشاف پروفیسر وٹس نک کی کتاب ”تغیر پاک کی احادیث میں ہم آہنگی“ نے کیا یہ کتاب کم از کم احادیث کے گیارہ مجموعوں اور اسلام کی اولین تاریخ کی تین دستاویزات پر مشتمل ہے۔ اگلے وقتوں کے مسلمانوں کے اس بیان کی طرف کبھی توجہ نہ کرنے کی وجہ ایک انسان بخوبی سمجھ سکتا ہے۔ اس بیان (مسیح موعود سے متعلق) نے انھیں غالباً اس وجہ سے متاثر نہیں کیا کہ ان کے خیال میں یہ بیان تاریخی عمل کے ایک غلط تصور کی دلالت کرتا تھا۔ مجوسی ذہن وقت کو ایک پابند دائرہ حرکت خیال نہیں کرتا تھا۔ ایک مسلسل تخلیقی تحریک کے طور پر تاریخی عمل کی صحیح نوعیت کی وضاحت کی ناموری عظیم مسلمان مفکر اور مورخ ابن خلدون کے لیے مختص تھی۔ لہذا ہندوستانی مسلمانوں نے قادیانی تحریک کی مخالفت میں جس شدت جذبات کا اظہار کیا ہے وہ جدید عمرانیات (انسانی معاشرت، رہنما سہنا کا علم) کے طالب علم کے لیے بالکل قابل فہم ہے اوسط درجے کا مسلمان جسے اگلے دن سول اینڈ ملٹری گزٹ کے لکھاری نے نظریہ ختم نبوت کو پوری طرح سمجھنے کی بجائے قادیانی تحریک کی مخالفت پر زیادہ تر تحفظ ذات کے لیے متاثر ہوا ہے نام نہاد روشن خیال مسلمان نے شاذ و نادر ہی اسلام میں عقیدہ ختم نبوت کی حقیقی ثقافتی اہمیت سمجھنے کی کوشش کی ہے اور آہستہ اور غیر محسوس انداز میں تحریک مغربیت نے اُسے مزید تحفظ ذات کے جبلی وصف (پیدائش سے ساتھ

ساتھ رہنے والے اوصاف) سے بھی محروم کر دیا ہے۔ ان نام نہاد روشن خیال مسلمانوں میں سے کچھ اپنے برادرانِ ایمانی کو برداشت کی تبلیغ کرنے کی حد تک جا چکے ہیں۔ میں سربر برٹ ایمرن (۲) جنہوں نے مسلمانوں کو رواداری کا مشورہ دیا ہے سے بڑی آسانی سے صرف نظر کر سکتا ہوں کیونکہ ایک یورپی باشندہ جو ایک مختلف ثقافت میں پیدا ہوا اور پلا بڑھا بصیرت میں ایسا اضافہ نہیں کرتا یا شاید نہیں کر سکتا جو بصیرت کسی فرد کیلئے ایسا مسئلہ سمجھنا ممکن بنا دے جو مسئلہ ایک انتہائی مختلف ثقافتی عکس نظر رکھنے والی قوم کے ڈھانچے کیلئے بہت مہلک ہو۔

ہندوستان میں حالات بہت زیادہ مخصوص نوعیت کے ہیں۔ مذہبی قوموں کا یہ ملک جہاں ہر قوم کا مستقبل اس کی سالمیت میں ہے اور اس پر اہل مغرب حکمرانی کرتے ہیں جو مذہب میں عدم مداخلت کی پالیسی کے سوا اختیار نہیں کر سکتے۔ یہ فراخ دلانہ اور ناگزیر پالیسی ہندوستان ایسے ملک میں بے جا نتائج پر منتج ہوئی ہے جہاں تک اسلام کا تعلق ہے یہ کہنا ماننا آرائی نہیں ہے کہ انگریزوں کے ماتحت ہندوستان میں مسلمانوں کی سالمیت رومیوں کے ماتحت مسیح علیہ السلام کے دور میں یہودی قوم کی سالمیت کے مقابلے میں بہت ہی کم محفوظ ہے۔ ہندوستان میں کوئی مذہبی مہم جو اپنا ناجائز فائدہ اٹھانے کے لیے کوئی دعویٰ کر سکتا ہے۔ اور بنی قوم تراش سکتا ہے ہماری یہ رواداریا ست کسی اصل قوم کی ایک انجیر کے برابر بھی پروا نہیں کرتی بشرطیکہ مہم جو (حکومت کو) اپنی وفاداری کا یقین دلائے اور اس کے پیروکار باقاعدگی سے ریاست کو ٹیکس دیتے رہیں۔ اسلام کے لیے اس پالیسی کا مفہوم ہمارے عظیم شاعر اکبر نے بالکل درست طور پر لیا ہے۔ جو حسب معمول اپنے ظریفانہ اسلوب میں کہتا ہے

گورنمنٹ کی خیر مناد یا رو انا الحق کہو اور پھانسی نہ پاؤ

(دوستو اہل برطانیہ کی ناموری کے لیے دعا گو رہو خدا کی کا دعویٰ کرو اور زنجیروں، پھانسی اور رسوائی سے بھی بچے رہو) میں عقیدہ کے پختہ ہندوؤں کی بہت زیادہ تعریف کرتا ہوں جو نئے دستور میں مذہبی تشکیل نو کے حاملین کے خلاف تحفظ کا مطالبہ کرتے ہیں۔ واقعہ یہ مطالبہ مسلمانوں کو پہلے کرنا چاہیے تھا جو ہندوؤں کے برعکس سماجی ڈھانچے سے نسلی نظریہ کو یکسر خارج کرتے ہیں حکومت کو موجودہ صورتِ احوال پر تنقید کی سے غور کرنا چاہیے اور اگر ہو سکے تو کوشش کرے کہ وہ عام مسلمان کی ذہنی کیفیت کو سمجھے جو اپنی قوم کے استحکام کے لیے اس کو مطلقاً مہلک خیال کرتا ہے۔ بہر حال اگر کسی طبقہ کے استحکام کو خطرہ ہو تو اس طبقے کیلئے ایک ہی راستہ کھلا ہے اور وہ ہے اس کا انتشار کی قوتوں کے خلاف اپنا دفاع کرنا۔ تو پھر اپنے دفاع کے طریقے تھے کیا ہیں۔

بحث و مباحثہ پر مشتمل تحریریں اور اس شخص کے دعوؤں کو غلط ثابت کرنا جس کو اس کی آبائی قوم ایک مہم جو خیال کرتی ہو۔ کیا یہ انصاف پر مبنی ہے کہ آبائی قوم کو رواداری کا درس دیا جائے جس کے استحکام کو خطرہ ہو اور اگر سرکش گروہ کو سزا سے بے

خونی کیساتھ تشہیری مہم جاری رکھنے کی اجازت دی جائے جبکہ تشہیری مہم بہت زیادہ مہذبانہ نہ بھی ہو؟ اگر اپنے آبائی مکہ نظر سے باغی ایک گروہ حکومت کے لیے کچھ خصوصی خدمات کرنے والا واقع ہو تو حکومت کو آزادی ہے کہ وہ جس طرح بھی ان کی خدمات کا صلہ دے سکتی ہے دے۔ دوسرے طبقات اس سے بغض رکھیں گے لیکن اس بات کی توقع رکھنا بہت زیادہ غیر مناسب ہوگی کہ کوئی قوم اُن قوتوں کو خاموشی سے نظر انداز کر دے جو اس کی اجتماعی زندگی پر تشویشناک حد تک اثر انداز ہونے کی طرف میلان رکھتی ہو۔ اجتماعی زندگی اپنی تحلیل کے حوالے سے اتنی ہی حساس ہے جتنی انفرادی زندگی۔ اس سلسلے میں مزید کچھ کہنا شاید ہی ضروری ہو کہ مسلم فرقوں کا دین سے متعلق معمولی باتوں پر الجھنان کے باہمی کفر و بدعت کے الزامات کے باوجود زندگی کے قوی اصولوں پر اثر انداز نہیں ہوگا۔ ایک مزید نکتہ ہے جو حکومت کی خصوصی توجہ کا طالب ہے۔ ہندوستان میں مذہبی مہم جو کی جدید روشن خیالی کی بنیاد پر حوصلہ افزائی لوگوں کو مذہب کے بارے میں زیادہ سے زیادہ لا تعلق رکھنے کی طرف میلان رکھتی ہے اور آخر کار ہندوستانی اقوام کی زندگی سے اہم مذہبی عنصر کو خارج کر دے گی۔ پھر ہندوستانی ذہن مذہب کا کوئی اور بدل تلاش کرے گا جس کا امکان ہے کہ وہ ہریانہ مادہ پرستی کی شکل جو روس میں ظاہر ہو چکی ہے سے کچھ بھی کم نہ ہوگا۔

لیکن مذہبی مسئلہ ہی صرف وہ مسئلہ نہیں جو پنجابی مسلمانوں میں اضطراب پیدا کر رہا ہے۔ میرے مطالعہ کے مطابق سیاسی نوعیت کے دوسرے جھگڑے (بھی) ہیں جن کی طرف سر ہر برٹ ایمرسن نے انجمن (۳) کی سالگرہ پر اپنے خطاب میں اشارہ کیا ہے۔ بلاشبہ سیاسی نوعیت کے بھی ہیں لیکن وہ پنجابی مسلمانوں کی وحدت پر اس خطرناک حد تک اثر انداز ہو رہے ہیں جتنا مذہبی مسئلہ۔ حکومت کی پنجابی مسلمانوں کو متحد دیکھنے کیلئے فکر مندی کا شکر یہ ادا کرتے ہوئے میں تجویز کرنے کی جسارت کروں گا کہ حکومت تھوڑا سا اپنی پالیسیوں کا جائزہ لے۔ میں مسلمانوں میں شہری اور دیہاتی کی تفریق کے بارے میں پوچھتا ہوں جس تفریق نے مسلمان قوم کو کاٹ کر دو گروہوں میں تقسیم کر دیا ہے اور دیہاتی گروہ بہت سے ذیلی گروہوں میں بٹ کر مسلسل ایک دوسرے کیساتھ حالت جنگ میں ہے۔

سر ہر برٹ ایمرسن کو افسوس ہے کہ پنجابی مسلمانوں میں باقاعدہ قیادت کا فقدان ہے لیکن میں سر ہر برٹ کو احساس دلانا چاہوں گا کہ دیہاتی اور شہری کی تقسیم حکومت نے پیدا کی ہے۔ پھر اسے حریص سیاسی مہم جوؤں کے ذریعے برقرار رکھا ہے۔ جن کی نگاہیں اپنے ذاتی مفادات پر جمی ہیں۔ حالانکہ پنجاب میں اتحاد اسلام پر اس امر نے مسلمانوں کو پہلے ایک حقیقی رہنما پیدا کرنے کا اہل نہیں چھوڑا۔ مجھے نظر آ رہا ہے کہ یہ سکیم اس لیے بھی وجود میں لائی گئی ہے کہ حقیقی قیادت کا چہنما ہی ناممکن بنا دیا جائے سر ہر برٹ ایمرسن کو مسلمانوں میں قیادت کے فقدان پر افسوس ہے۔ مجھے تو حکومت کی طرف سے ایسے نظام کے تسلسل پر افسوس ہے جس نے صوبے میں حقیقی قائد کے ظہور کی تمام امیدوں کو کچل کر رکھ دیا ہے۔

پس تحریر:

میں سمجھتا ہوں کہ اس بیان نے بعض لوگوں میں کچھ غلط فہمی پیدا کی ہے۔ یہ سوچا گیا ہے کہ میں نے حکومت کو طاقت کے بل بوتے پر قادیانی تحریک دبا دینے کی نہایت گہری تجویز دی ہے اس طرح کی کوئی چیز نہیں۔ میں نے واضح کر دیا ہے کہ مذہب میں عدم مداخلت کی پالیسی ہی ایسی پالیسی ہے جسے ہندوستان کے حکمران اپنا سکتے ہیں کسی اور پالیسی کا امکان نہیں ہے۔ مجھے تسلیم ہے کہ میری سوچ کے مطابق ہر پالیسی مذہبی اقوام کے مفادات کے لیے نقصان دہ ہے لیکن اس سے بچاؤ کا کوئی ذریعہ نہیں اور جو بھگت رہے ہیں ان کو مناسب طریقوں سے اپنے مفادات کا تحفظ کرنا ہوگا۔ میرے نکتہ نظر سے ہندوستان کے حکمرانوں کے لیے مناسب راستہ یہی ہے کہ وہ اعلان کر دیں کہ قادیانی ایک علیحدہ قوم ہیں ایسا کرنا قادیانیوں کی اپنی پالیسی کے عین مطابق ہوگا۔ اور ہندوستان کے مسلمان بالکل دوسرے مذاہب کی طرح ان کو گوارا کر لیں گے۔

۲۔ مجلہ نور وغیرہ کی بحث کا جواب:

[گذشتہ بیان پر نکتہ چینی کرتے ہوئے مجلہ نور (قادیانی ہفت روزہ) نے رائے زنی کی۔ دوسرے عظیم مفکروں کی طرح وہ (ڈاکٹر اقبال) الفاظ کی وحی کے ذریعہ اللہ اور بندے میں راز و نیاز پر یقین نہیں رکھتے۔ اس الزام کے بارے میں پریس کے ایک نمائندے نے انٹرویو کیا ڈاکٹر اقبال نے فرمایا!]

مجلہ نور نے اس الزام کی بنیاد میرے ایک اردو شعر پر رکھی ہے!

ہم کلامی ہے غیرت کی دلیل خامشی پر مٹا ہوا ہوں میں

یہ سادہ سی اردو ہے اس کا مطلب صرف یہ ہے کہ انسان کی روحانی زندگی میں الفاظ پر مبنی راز و نیاز سے بلند ایک سطح ہے لیکن شعر کا الفاظ پر مبنی نظریہ یہ بطور دینیائی نظریہ کے کوئی تعلق نہیں اس کے لیے میں مجلہ نور کو اپنی کتاب ”تفکیر جدید“ (۴) کا ضرور حوالہ دوں گا۔ اس کتاب میں میں نے صفحہ نمبر ۲۱ پر لکھا!

”احساس اور خیال کا عضویاتی تعلق (جیسے اعضاء کا باہم تعلق ہوتا ہے) الفاظ پر مبنی وحی کے بارے میں قدیم دینیاتی مباحثہ جس نے ایک دفعہ مسلمان دینی مفکرین کو اذیت میں مبتلا کر دیا تھا پر روشنی ڈالتا ہے۔ واضح طور پر بیان نہ کیا جاسکے والا احساس فکر میں اپنا نصیبہ پورا کرنا چاہتا ہے۔ جو اپنی باری پر نظر آسکے والے لباس کی صورت میں نشوونما دے سکتا ہے۔ یہ کہنا محض کوئی استعارہ نہیں کہ سوچ اور لفظ دونوں ایک ساتھ احساس کی کوکھ سے نکلتے ہیں۔ اگرچہ منطقی فہم انھیں زمانی ترتیب دے سکتا ہے۔ اور انھیں باہم جدا جدا گمان کر کے اپنے لیے مشکل پیدا کر سکتا ہے ایک مفہوم میں لفظ کی بھی وحی کی جاتی ہے۔“

[مجلہ نور کی پیش کی گئی روایت کہ ہر صدی کے آغاز پر مجددین ظہور پذیر ہوتے ہیں کے بارے میں سوال پر ڈاکٹر

اقبال نے فرمایا!

میر نور روایت نقل کرتا ہے جو بالکل ریاضی کے انداز میں تاریخی عمل کی تصویر پیش کرتی ہے۔ میرا جبکہ انسان کی روحانی صلاحیت اور روحانی انسان کی پیدائش کے امکان پر یقین ہے۔ مجھے یہ یقین نہیں کہ تاریخی عمل اس طرح ریاضیاتی ہوتا ہے جس طرح جملہ نور کا خیال ہے۔ ہم با آسانی تسلیم کر سکتے ہیں کہ تاریخی عمل کی نوعیت کو سمجھ لینا ہماری ذہنی صلاحیت سے ورا ہے۔ میں اس کے خلاف جو کہہ سکتا ہوں وہ سارا یہ ہے کہ مجھے یہ نظر آتا ہے کہ یہ اسی طرح طے شدہ اور بالکل ریاضی کے انداز میں نہیں تھے جیسا کہ جملہ نور کا خیال ہے۔ میرا قدرے ابن خلدون کی طرف میلان ہے جو تاریخی عمل کو ایک آزاد حقیقی تحریک خیال کرتا ہے اور ایسا عمل خیال نہیں کرتا جو پہلے ہی ایک حتمی نشاندہی کیساتھ عمل میں لایا جا چکا ہے۔ یہ نقطہ نظر نئے وقتوں میں ابن خلدون سے زیادہ وضاحت اور سائنسی صحت کیساتھ بر گسان نے پیش کیا ہے۔ جملہ نور کی نقل کی روایت کو غالباً جلال الدین سیوطی نے اپنے مفاد کیلئے مقبول عام بنایا ہے۔ اور اسے زیادہ اہمیت نہیں دی جاسکتی۔ یہ روایت بخاری اور مسلم جن دو کتابوں کو زیادہ قابل بھروسہ مانا جاتا ہے نے نقل نہیں کی۔ یہ کچھ روحانی حضرات کی تاریخی عمل کی نوعیت کی بصیرت ہو سکتی ہے لیکن یہ افراد کی ذاتی بصیرت منطقی استدلال کے لیے کوئی بنیاد نہیں بن سکتی۔ یہ وہ اصول ہے جسے ماہر رواۃ نے ہمیشہ مد نظر رکھا ہے۔

[سوال کیا گیا کہ کیا انہوں نے طلوع آفتاب (جو ایک قادیانی ہفت روزہ ہے) میں شائع شدہ ایک لیکچر دیکھا ہے جس میں مصنف نے ڈاکٹر اقبال کے ایک لیکچر کا حوالہ دیا ہے اور ان پر تضاد کا الزام لگایا ہے۔ ڈاکٹر صاحب نے جواب فرمایا!]

جی مجھے افسوس ہے میرے پاس مطلوبہ لیکچر کی کوئی نقل نہیں نہ اصل انگریزی میں نہ اردو ترجمہ میں جو مولانا ظفر علی خان نے کیا تھا۔ جہاں تک مجھے یاد آ رہا ہے وہ لیکچر ۱۹۱۱ء یا اس سے قبل دیا تھا۔ مجھے یہ تسلیم کرنے میں کوئی جھجک نہیں کہ ربیع صدی قبل مجھے اس تحریک سے اچھے متانج برآمد ہونے کی توقع تھی۔ پہلے پہل حتیٰ کہ ممتاز مسلمان مولوی چراغ علی مرحوم نے جو اسلام پر بہت سی انگریزی کتب کے مصنف ہیں تحریک کے بانی کے ساتھ تعاون کیا تھا اور میں سمجھتا ہوں انہوں نے براہین احمدیہ نامی کتاب میں قابل قدر حصہ لیا تھا۔ لیکن ایک مذہبی تحریک کی اصل مافیہ اور اس کی روح اپنا آپ ایک دن میں ظاہر نہیں کرتی۔ یہ اپنے آپ کے کھلنے میں عشرے لیتی ہے۔

تحریک کے دونوں فریقوں کے اندرونی جھگڑے اس حقیقت کا ثبوت ہیں کہ جو لوگ بانی کیساتھ ذاتی طور پر رابطے میں تھے وہ بھی کبھی طور پر باخبر نہ تھے کہ تحریک کی نشوونما کیسے ہوگی؟۔ ذاتی طور پر میں تحریک کے بارے میں اس وقت شکوک و شبہات میں مبتلا ہوا جب غیر مبہم انداز میں بانی اسلام کی نبوت سے برتر ایک نئی نبوت کا دعویٰ سامنے لایا گیا اور دنیائے اسلام کو کافر قرار دیا گیا۔ بعد ازاں میرا شک بڑھ کر قطعی بغاوت ہو گیا۔ جب میں نے تحریک سے وابستہ ایک کو نقد س آب پیغمبر اسلام کا ذکر حقارت آمیز زبان میں کرتے اپنے کانوں سے سنا۔ آپ ان کی جڑوں کی بجائے ان کے ثمرات سے انھیں جانیں

گے۔ اگر میرا موجودہ انداز آپ سے تضاد کا شکار ہو رہا ہے تو خوب صرف ایک زندہ اور سوچتے انسان کو اپنی سوچ سے اختلاف کرنے کا حق ہے۔ صرف پتھر ہی اپنے برعکس نہیں کرتے۔ جیسے ایمر بن کھتا ہے! ”ان سے اللہ کی جانب سے وحی کے امکان اور پیغمبر پاک کے بعد وحی کا ملین مصلحین کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپ نے جواب دیا۔“

بہتر یہ ہے کہ میں اس سوال کا جواب آپ کو اپنی ”اسلام میں الہیات کی تشکیل جدید“ کا حوالہ دیکر دوں جس کے صفحہ ۱۲۲، ۱۲۱ پر میں نے لکھا! ”نظریہ ختم نبوت یوں نہ لینا چاہیے کہ زندگی کا حتیٰ المقدّر آخر کار عقل کا جذبہ کی مکمل جگہ لینا ہے۔ اس طرح کی کوئی چیز نہ ممکن ہے نہ مطلوب ہے۔ نظریہ کی فراست پر مبنی قدر یہ ہے کہ اس کا رجحان اس طرف ہے کہ صوفیانہ تحریر کی جانب ایک آزاد ناقدانہ رویہ یہ عقیدہ اپنا رکھا جائے کہ تاریخ انسانی میں یہ عقیدہ کہ تمام شخص اقداری جو اپنے مافوق الفطرت ظہور کا دعویٰ کرتی ہو ختم ہو چکی ہے۔ عقیدہ کی یہ قسم ایک نفسیاتی قوت ہے جو اپنے اعتبار کی نشوونما کرتی ہے اس عقیدہ کا مقصد انسان کے باطنی تجربہ کے میدان میں علم کے تازہ مناظر (کا باب) کھولا جائے جو بالکل اس طرح جیسے اسلام کے پہلے نصف کلیہ نے انسان کے خارجی تجربہ کے ناقدانہ مشاہدہ کی روح پیدا کی ہے اور اسکی نشوونما کی ہے کہ فطرت کی قوتوں کو اس خدائی کردار سے محروم کر دیا جائے جس کے ساتھ اگلی ثقافتوں نے انہیں لباس پہنایا تھا تو صوفیانہ تجربہ کتنا ہی غیر معمولی ہو اب مسلمان اُسے مکمل فطرتی تجربہ خیال کریں جو انسانی تجربات کے دوسرے پہلوؤں کی طرح ناقدانہ چھان بین کے لیے کھلا ہو یہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ابن صیاد کے نفسیاتی تجربہ کی جانب رویہ سے واضح ہے۔ اسلام میں تصوف کا مقصد صوفیانہ تجربہ کو کسی ضابطہ کے تحت لانا رہا ہے۔ گرچہ یہ ضرور تسلیم کیا جائے کہ ابن خلدون ہی وہ واحد مسلمان تھا جو ایک مکمل سائنسی جذبہ کے تحت اس تک پہنچا۔

شروع کا جملہ صاف بتاتا ہے کہ لفظ کے نفسیاتی مفہوم میں اولیاء یا اولیائی کردار کے لوگ ہمیشہ ظاہر ہوتے رہیں گے۔ آیا مرزا صاحب اس قسم سے تعلق رکھتے تھے یا نہیں یہ ایک علیحدہ سوال ہے۔ واقعی جب تک بنی نوع انسان کا روحانی ظرف برداشت کرتا رہے گا وہ انسان کو زندگی کے بہتر مثالی تصورات (نہایت اعلیٰ خیالات یا اوصاف) دکھانے کیلئے تمام ملکوں اور قوموں سے ابھرتے رہیں گے کوئی دوسری رائے رکھنا انسانی تجربات کے معنی پر کمیوں کا اڑانا ہے۔ فرق صرف اتنا ہے کہ جدید انسان کو اپنے صوفیانہ تجربات کا ناقدانہ جائزہ لینے کا حق ہے۔ ختم نبوت کا مطلب دوسرے نکات سمیت یہ ہے کہ دینی زندگی میں ہر طرح کی شخصی اقداری جس کا انکار دائمی عذاب میں مبتلا کرتا ہے ختم ہو چکا ہے۔

[”سلیٹس مین“ میں ایک پاری نوجوان مسٹر ڈن شاکی طرف سے ایک شائع شدہ مکتوب کے بارے میں سوال کیا گیا۔ ڈاکٹر اقبال نے فرمایا:]

میرے پاس اس کے بارے میں کہنے کو اس کے سوا کچھ نہیں ہے میں اس کے بڑے دعویٰ کہ اسلام کی خارجی اور داخلی

تاریخ میں ایرانی عنصر کے بہت زیادہ کردار سے پوری طرح متفق ہوں۔ ایرانی اثر و رسوخ اتنا پھیلا ہوا ہے کہ سمنگر کو اسلام کی مجوسیانہ طبع کاری کا دھوکہ ہوا ہے۔ اور اس نے عملاً اسلام کو مجوسی مذہب سمجھ لیا ہے۔ میں نے اپنی ”تفحیل جدید“ میں کوشش کی ہے کہ اسلام کو اس پر چڑھے خول سے آزاد کر دوں اور مجھے اُمید ہے کہ میں اس بارے میں اپنی کتاب ”بے مطالعہ قرآن کا تعارف“ میں مزید کام کروں گا۔ مجوسی فکر اور مذہبی تجربہ نے مسلم دینیات، فلسفہ اور تصوف میں بہت زیادہ سرایت کی ہے واقعی یہ ثابت کرنے کے لیے شہادت موجود ہے کہ تصوف کے بہت سے مدارس جنہیں اب اسلامی کہا جاتا ہے نے صرف مجوسی نوعیت کا مذہبی تجربہ دہرایا ہے۔ میں مجوسی ثقافت کو انسانی ثقافت کی دوسری شکلوں میں سے ایک خیال کرتا ہوں۔ اور میں نے یہ اصطلاح بدنام کرنے کے لیے استعمال نہیں کی۔ اسکے فیصلہ کن نظریات تھے۔ اسکے فلسفیانہ مباحث اس کی سچائیاں اور خطائیں تھیں لیکن جب ایک ثقافت اپنے زوال کے آثار دکھانا شروع کر دیتی ہے تو اس کے فلسفیانہ مباحث اس کے نظریات اور مذہبی تجربہ کی شکلیں جامد اور غیر متحرک ہو جاتی ہیں۔ مجوسی ثقافت کی تاریخ میں اُس وقت ایسے ہی تھاجب اسلام ظاہر ہوا اور میرے ثقافتی تاریخ کے مطالعہ کے مطابق اُس ثقافت کے خلاف ایک شدید احتجاج میں شامل ہو گیا۔ یہ ظاہر کرنے کیلئے کہ اسلام نے فکر بلکہ مذہبی تجربہ کی بھی نئی راہیں کھلوانے کا عزم کیا قرآن میں بذات خود قطعی ثبوت موجود ہے۔ تاہم ہمارے مجوسی ورثہ نے حیات اسلام کا گلا گھونٹ دیا اور اسکی اصل روح اور عروج کی تہنوں کو کبھی بڑھنے نہ دیا۔

۳۔ سٹینس مین کو ایک خط: ۱۷

[سٹینس مین نے ڈاکٹر اقبال کا ”قادیانی اور صحیح العقیدہ مسلمان“ پر اپنا بیان پہلے ادارتی مقالہ میں تبصرہ کیا تھا شائع کیا۔ جو اب مندرجہ ذیل مضمون سٹینس مین کو لکھا گیا اور وہ ۱۰ جون ۱۹۳۵ء کو شائع کیا گیا]

میں اپنے بیان پر آپ کے ناقدانہ ادارتی مقالہ جو ۱۴ مئی کے شمارہ میں شائع ہوا پر آپ کا بہت مشکور ہوں۔ جو سوال آپ نے ادارتی مقالہ میں اٹھایا ہے بہت اہم ہے اور میں واقعی بہت خوش ہوں کہ آپ نے یہ سوال اٹھایا ہے۔ میں نے یہ سوال اپنے بیان میں نہیں اٹھایا تھا کیونکہ میں نے محسوس کیا تھا کہ قادیانیوں کی علیحدگی پسند پالیسی جس پر وہ مذہبی اور سماجی معاملات میں پختہ مزاجی کیا تھا اس وقت سے چل رہے ہیں جب سے اُن کے ہاں نبوت کی مخالف بنیادوں پر ایک نئی قوم استوار کرنے کا نظریہ پیدا ہوا اور اس تحریک کے خلاف مسلمانوں کے احساسات میں شدت پیدا ہوئی۔ یہ یقیناً حکومت کا فرض تھا کہ وہ ہندوستان کی مسلمان قوم کی طرف سے رسمی نمائندگی کا انتظار کیے بغیر مسلمانوں اور قادیانیوں کے مابین بنیادی اختلاف کے بارے میں انتظامی آگاہی حاصل کرے۔ سکھوں کے معاملہ کے بارے میں حکومتی رویہ سے جس نے ۱۹۱۹ء سے لاہور ہائی کورٹ جس کے عدالتی فیصلہ کے باوجود کہ سکھ ہندو (ہی) ہیں انتظامی طور پر علیحدہ سیاسی اکائی تصور نہیں کیا لیکن بعد ازاں سکھوں کی طرف سے کسی رسمی نمائندگی کے بغیر ہی انھیں علیحدہ سیاسی اکائی سمجھ لیا گیا مجھے ایسا محسوس کرنے کی حوصلہ افزائی کی گئی۔

تاہم اب آپ نے یہ سوال اٹھایا ہے جس میں اب ایک ایسے معاملہ پر جسے میں انگریزوں اور مسلمانوں دونوں کے تکیہ نظر سے بہت اہمیت والا خیال کرتا ہوں چند خیالات کا اظہار کروں گا۔ آپ مجھ سے چاہتے ہیں کہ میں مکمل طور پر واضح کر دوں کہ میں کب اور کہاں کسی طبقے کے مذہبی اختلاف کے سرکاری طور پر ادراک کو نظر انداز کر سکتا ہوں میں نشاندہی کرتا ہوں!

اول: یہ کہ اسلام لازماً ایک دینی قوم ہے جسکی حدود مکمل طور پر متعین ہوں۔ اللہ کی توحید پر ایمان تمام انبیاء پر ایمان اور (حضرت) محمد (ﷺ) کی ختم نبوت پر ایمان۔ آخر میں بیان کردہ عقیدہ درحقیقت ایسا عنصر ہے جو مسلمانوں اور غیر مسلموں میں حد بندی کرتا ہے اور یہ فیصلہ کرنے کا اہل کرتا ہے کہ کوئی فرد یا گروہ کسی قوم کا حصہ ہے یا نہیں مثلاً بھموا اللہ پر ایمان رکھتے ہیں اور وہ حضرت محمد (ﷺ) کو بھی اللہ کے انبیاء میں سے ایک مانتے ہیں پھر بھی اُن کو (اہل) اسلام کا لازمی جزو قرار نہیں دیا جاسکتا۔ کیونکہ وہ قادیانیوں کی طرح انبیاء کے ذریعے وحی کے تسلسل کے نظریہ پر ایمان رکھتے ہیں اور حضرت محمد (ﷺ) کی ختم نبوت پر ایمان نہیں رکھتے۔ جہاں تک مجھے علم ہے کسی اسلامی فرقہ نے حد بندی کی یہ لیکر کبھی عبور کرنے کی جرأت نہیں کی۔ ایران میں بہائیوں نے کھلم کھلا ختم نبوت کے اصولوں کو مسترد کر دیا ہے۔ اور ساتھ ہی صاف طور پر انہوں نے تسلیم کر لیا ہے کہ وہ اب ایک نئی قوم ہیں۔ اور لفظ کے فنی مفہوم میں مسلمان نہیں ہیں۔ ہمارے عقیدہ کے مطابق اسلام اللہ کا نازل کردہ دین ہے لیکن اسلام کا ایک معاشرہ یا ایک قوم کے طور پر وجود بغیر پاک کی شخصیت پر منحصر ہے۔ میرے تکیہ نظر سے قادیانیوں کے لیے صرف دور استے کھلے ہیں۔ بہائیوں کی پیروی کریں یا اس نظریہ کو اپنی تمام مضمرات کیساتھ قبول کرنے کے لیے بہائیوں کے اسلام کے عقیدہ ختم نبوت سے اس کی تمام تعبیرات (معنی دینا) کیساتھ پرہیز کریں ان کی زمانہ ساز تعبیرات محض اس خواہش کی پابند ہیں کہ وہ صرف واضح سیاسی مفاد کیلئے اسلام کے دائرہ میں رہنے کے خواہش مند ہیں۔

دوم: ہمیں دنیائے اسلام کے بارے میں قادیانیوں کے رویے اور ان کی اپنی پالیسی کو قطعاً نہیں بھولنا چاہیے۔ بانی تحریک نے قادیانیوں کو تنبیہ کرتے ہوئے کہ وہ مسلمانوں سے میل جول نہ رکھیں آبائی قوم (مسلمانوں) کو خراب دودھ اور اپنے پیروکاروں کو تازہ دودھ کہا تھا۔ مزید برآں اُن کا مبادیات (ایسی اہم باتیں جن کا شروع میں ہی جان لینا ضروری ہو) سے انکار اور اُن کا اپنے آپ کو ایک قوم کے طور پر نیا نام (احمدی) دینا اسلام کی باجماعت نمازوں میں عدم شمولیت اور شادی بیاہ وغیرہ کے معاملات میں اُن کی مسلمانوں سے لافعلی اور سب سے بڑھ کر اُن کا یہ اعلان کہ تمام دنیائے اسلام کا فر ہے یہ سب کچھ قادیانیوں کا اپنی طرف سے واضح اعلان علیحدگی ہے۔ واقعی اُوپر بیان کردہ حقائق صاف طور پر ظاہر کرتے ہیں کہ قادیانی سکھوں کے ہندومت سے دوری کے مقابلے میں اسلام سے زیادہ دور ہیں کیونکہ سکھ ہندوؤں کو رشتے دیتے لیتے ہیں اگرچہ سکھ ہندو مندروں میں پوجا نہیں کرتے۔

سوم: یہ جاننے کیلئے کسی خاص ذہانت کی ضرورت نہیں کہ قادیانی دینی اور سماجی معاملات میں علیحدگی کی پالیسی پر چلتے ہوئے

سیاسی طور پر اسلام کے دائرہ میں رہنے کیلئے فکر مند ہیں سرکاری ملازمت کے میدان میں سیاسی فوائد سے ہٹ کر جو انہیں اسلام کے دائرہ میں رہ کر حاصل ہوتے ہیں۔ یہ واضح ہے کہ ان کی موجودہ آبادی کی رو سے جو آخری مردم شماری کے پیش نظر ۵۶ ہزار ہے وہ ملک کی کسی قانون ساز اسمبلی میں واحد نشست کے بھی اہل نہیں ہیں۔ لہذا انہیں اس مفہوم میں سیاسی اقلیت نہیں کہا جاسکتا جس مفہوم میں آپ اظہار کرتے رہتے ہیں۔ یہ حقیقت کہ قادیانیوں نے تاحال ایک الگ سیاسی اکائی کے طور پر علیحدگی کا مطالبہ نہیں کیا ظاہر کرتی ہے کہ وہ اپنی موجودہ حالت میں اپنے آپ کو قانون ساز اسمبلیوں میں کسی نمائندگی کے اہل نہیں پاتے۔ ایسی اقلیتوں کے تحفظ کے لیے نیا دستور اہتمام کے بغیر نہیں ہے۔ میرے خیال میں یہ واضح ہے کہ علیحدگی کے لیے حکومت تک رسائی کے معاملہ میں قادیانی کبھی اقدام نہیں کریں گے۔ مسلمان قوم قادیانیوں کی ان کی آبائی قوم سے علیحدگی کا مطالبہ کرنے میں حق بجانب ہے اگر حکومت فوری طور پر اس مطالبہ سے متفق نہیں ہوتی تو ہندوستانی مسلمان مجبوراً یہ شک کرنا شروع کر دیں گے کہ برطانوی حکومت نئے دین کو اسی حالت میں رکھنا چاہتی ہے اور علیحدگی میں تاخیر کر رہی ہے کیونکہ وابستگان کی قلیل تعداد کے پیش نظر یہ سروسٹ صوبے میں ایک چوتھی قوم کے طور پر رو بہ عمل رہنے کے اہل نہیں جبکہ مقامی دستور میں پنجابی مسلمانوں کو جو پہلے ہی معمولی اکثریت میں ہیں موثر انداز میں نقصان پہنچائیں گے۔ ۱۹۱۹ء میں حکومت نے سکھوں کی علیحدگی کیلئے رسمی نمائندگی کا بھی انتظار نہیں کیا۔ اب انہیں (حکومت کو) قادیانیوں کی طرف سے رسمی نمائندگی کا کیوں انتظار کرنا چاہیے؟

۳۔ رومن دور حکمرانی میں یہودی سالمیت: ۹

[چند روزہ ”اسلام“ کے نمائندہ خصوصی نے ڈاکٹر سر محمد اقبال سے پوچھا کہ کیا قادیان کے مرزا بشیر الدین محمود نے اپنے حالیہ خطاب جمعہ میں جو قادیانی مجلہ ”طلوع آفتاب“ میں رپورٹ کیا گیا اُن کا نقطہ نظر درج ذیل پیرا میں صحیح طریقے سے پیش کیا گیا ہے!

انہیں حکومت سے ایک شکایت ہے جب وہ کہتے ہیں کہ انگریز اتنے بھی عقلمند واقع نہیں ہوئے جتنے رومن دور مسیح میں تھے کیونکہ رومنوں نے آخر کار مسیح علیہ السلام کو مصلوب کر دیا۔ یہ رومنوں کی اس کاروائی کو منظور کرنے کے سوا کچھ نہیں جب انہوں نے اپنی اتھارٹی کے تحت کاروائی کرنے کے بجائے یہودیوں کے مشتبہ پر شور مطالبہ کا اثر قبول کرتے ہوئے مشروط طور پر اُن کے حوالے کر دیا۔

ہمارے نمائندہ خصوصی نے کہا کہ! اوپر کے پیرا میں الفاظ ”رومنوں کی کاروائی کو منظور کرنا“ کی طرف آپ کی خصوصی توجہ یہ دریافت کرنے کیلئے مبذول کرانا ہوں کہ کیا ایسا جملہ پیغمبر اسلام کی ختم نبوت پر آپ کے اس بیان میں موجود ہے جو کچھ عرصہ پیچھے ہندوستانی اور ایٹنگو ہندوستانی پولیس میں شائع ہوا تھا۔ سر محمد اقبال نے فرمایا!]

یہ غلط انداز میں پیش کرنے کے قادیانی فن کی خاص مثال ہے۔ مرزا محمود میرے بیان میں ایک جملہ پڑھتے ہیں جسے وہ نقل نہیں کرتے اور جسے میں اپنے اس بیان میں نہیں پاسکا۔ معاملہ کی اصل یہ نظر آتی ہے کہ وہ اپنے مخصوص خیالات کے بارے میں تصور کرتے ہیں کہ وہ ایک خاص جملہ ہے۔ یہ واضح ہے کہ چونکہ اُن کے پاس میرے بیان کے مرکزی نکتہ کے خلاف کہنے کے لیے کچھ نہیں اُن کا مطلب یہ ہے کہ وہ اپنے بے چارے پیروکاروں اور شاید حکومت کو بھی اس عقیدہ کے بارے میں دھوکہ دے سکیں کہ چونکہ میرا خیال ہے کہ رومنوں کے ماتحت یہودیوں کا تحفظ ہندوستان میں انگریزوں کے ماتحت مسلمانوں کے مقابلے میں بہتر طور پر کیا گیا۔ اس کے بعد یہ آتا ہے کہ میں یہودی مجلس کلیسا کے فیصلے کو رومن گورنر کا منظور کرنا ایک نیک عمل سمجھتا ہوں اسے بڑے غلط انداز میں پیش کرنے کی مثال تصور میں نہیں آسکتی۔ میرا ارادہ رومنوں کے بارے میں کوئی اخلاقی فیصلہ کرنے کا نہ ہوتا۔ میرے بیان نے صورت حال کا خالصتاً سیاسی جائزہ لیا تھا تا کہ اخلاقی نکتہ نظر سے۔ نکتہ سارا یہ ہے کہ رومن خود کو دستوری طور پر یہودی مجلس کلیسا کے فیصلوں کو ان معاملات میں منظور کرنے کا پابند خیال کرتے تھے۔ یہودی جسے درست یا غلط طور پر اپنی سوسائٹی کے لیے خطرناک تصور کرتے تھے۔ خاص کر عیسیٰ (علیہ السلام) کے خلاف عدالتی کارروائی کے موقع پر یہ بد قسمتی تھی کہ رومنوں کو بطور ریاست یہودی مجلس کلیسا کا مطالبہ اس شخص کے بارے میں جو ہمارے عقیدہ کے مطابق ایک برحق نبی تھے ماننا پڑا۔ اگر یہ معاملہ کسی مذہبی مہم جو کا ہوتا تو کسی نے رومنوں کو کہ انہوں نے یہودی مجلس کلیسا کے فیصلہ کو منظور کر لیا یہودیوں کو مقدمہ چلانے کے مطالبہ پر اخلاقاً الزام نہ دیا ہوتا ذاتی طور پر میں اس دستوری تحفظ کی اہمیت سے انکار نہیں کرتا جو رومنوں نے یہودیوں کو دیا تھا۔ اگرچہ میں اس تحفظ کی اخلاقی قدر و قیمت کے بارے میں مختلف نکتہ نظر رکھتا ہوں۔ غالباً ایک دن قادیانی بذات خود اپنے باغی و غیبروں کے خلاف تحفظ مانگیں گے جن کی پیدائش اور نشوونما کو قادیانیوں کے اسلامی دینی تصورات کو بازاری بنانے نے ممکن بنایا۔ کسی وقت بھی ان میں سے کوئی ایک کافی قوت جمع کر کے اپنے گروہ کی موجدہ تنظیم کے لیے خطرہ بن سکتا ہے۔ میرے نزدیک یہ حیران کن معاملہ ہے کہ ایک گروہ جس نے اپنی پیدائش اور نشوونما کے لیے جدید ریاست کی آزادی پر مکمل انحصار کر لیا ہے مذہبی مہم جوؤں کی خلاف اسلام کے تحفظ کے لیے میرے مطالبہ پر ناراض ہو۔

قادیانی منطق دوبارہ میرے بیان میں تجویز دیکھتی ہے کہ انگریز قوت کو چاہیے تھا کہ قادیانی تحریک کو قوت سے دبا دے میں اپنے بیان میں مکمل طور پر واضح کر دیا ہے کہ دین میں عدم مداخلت کی پالیسی ہندوستان کے لیے ناگزیر ہے جو نمایاں طور پر دینی اقوام کا ملک ہے۔ میں آزاد خیالی کا مدافع نہیں ہوں اور میں اسے خیالات کا ایسا مجموعہ گردانتا ہوں جو آدمی کو وہ بنانے کی طرف میلان رکھتا ہے جو اسے نہیں ہونا چاہیے۔ لیکن پھر بھی میں اُس (آزاد خیالی) کو جدید دنیا میں طاقتور قوت ہونے سے انکار نہیں کر سکتا۔ نظر آتا ہے کہ مرزا محمود یا تو لفظ ناگزیر کا مطلب نہیں جانتا یا بڑی آسانی سے اُسے یکسر نظر انداز کر

دیتا ہے۔

رومنوں نے عیسیٰ علیہ السلام اور اُن کے پیروکاروں کو ایک نئے دین والی قوم تسلیم کر لیا ہوگا لیکن یہودی معاشرے کو تحفظ دینے کا یہ طریقہ عیسائیوں کیلئے کھانا تھا۔ کیونکہ جب یسوع علیہ السلام کو پیلطس کے سامنے لایا گیا تو اس وقت ان کے پیروکار ساتھ نہ تھے۔ تاہم ہندوستان میں انگریزوں کیلئے راستہ کھلا ہے کہ وہ انتظامی طور پر قادیانیوں کو ایک جدا قوم تسلیم کر لیں جس میں دینتداری کیساتھ ماننا ہوں کہ یہ اسن کیلئے واحد راستہ ہے۔ قادیانیوں کو اس قوم کا لازمی جزو بننے کیلئے فکر مند نہیں ہونا چاہیے جس کو وہ کافر قوم خیال کرتے ہیں۔

۵۔ اسلام اور احمدیت: ۱۰

پنڈت جواہر لال نہرو کے ماڈرن ریویو کلکتہ میں تین مضامین چھپنے پر مجھے مختلف مذہبی اور سیاسی مکاتیب نظر کے مسلمانوں کے بہت سے خطوط موصول ہوئے۔ ان خطوط کے بعض کھساری مجھ سے چاہتے ہیں کہ میں مزید وضاحت کروں اور ہندوستانی مسلمانوں کے احمدیوں کے بارے میں رویہ کا جواز پیش کروں دوسرے مجھے کہتے ہیں کہ مختصر آبادوں کے مسئلہ احمدیت کے بارے میں میرا کیا خیال ہے؟ اس بیان میں میری پہلی تجویز یہ ہے کہ اُن کے مطالبات تسلیم کر لیے جائیں جنہیں میں بالکل جائز خیال کرتا ہوں بعد ازاں پنڈت جواہر لال نہرو کے اٹھائے گئے سوالات کا جواب دوں گا۔ تاہم مجھے ڈر ہے کہ اس بیان کے اجزا پنڈت جی کی دلچسپی کے نہیں ہوں گے۔ اور اُن کا وقت بچانے کے لیے انھیں مشورہ دیتا ہوں کہ ایسے اجزا سے آگے گزر جائیں۔

میرے لیے یہ کہنا بہت کم ضروری ہے کہ میں مشرق اور شاید دنیا بھر کے سب سے بڑے مسئلہ پر پنڈت جی کی دلچسپی کو خوش آمدید کہتا ہوں۔ میں سمجھتا ہوں کہ وہ ہندوستان کے پہلے قوم پرست رہا ہیں جنہوں نے عالم اسلام کی موجودہ روحانی بے چینی کو جاننے کے لیے خواہش کا اظہار کیا ہے۔ اس کے مکمل رد عمل اور بہت سے پہلوؤں کے پیش نظر ہندوستان کے اعلیٰ فکر سیاسی رہنما اس مسئلہ کے حقیقی فہم کے لیے جس نے دنیا کے اسلام کو جلائے اضطراب کر دیا ہے ذہن کھلا رکھیں۔

تاہم میں اس بیان کے کسی قاری یا پنڈت جی سے یہ حقیقت نہیں چھپانا چاہتا کہ پنڈت جی کے مضامین نے لمحہ بھر کے لیے احساسات کو قدرے تکلیف دہ الجھا دیا ہے اُن کو وسیع ثقافتی ہمدردیوں کا حامل انسان جانتے ہوئے میرا ذہن اس نکتہ نظر کی طرف میلان رکھے بغیر نہیں رہ سکتا کہ اُن کی خواہش کہ وہ اٹھائے گئے سوالات کو سمجھیں بالکل جائز ہے۔ پھر بھی جس انداز سے انہوں نے اپنا نکتہ نظر بیان کیا ایک نفسیاتی کیفیت کو افشا کر رہا ہے جسے ان سے منسوب کرنے میں مشکل محسوس کرتا ہوں میرا میلان اس سوچ کی طرف ہے کہ قادیانیت الہ میرے بیان نے جو جدید خطوط پر دینی عقیدہ کی تشریح سے زیادہ ہیں پنڈت جی اور قادیانیوں دونوں کو مشکل سے دوچار کر دیا ہے دونوں اندر سے غصہ میں ہیں کیونکہ میرا بیان خصوصاً ہندوستان میں

مختلف وجوہات کی بنا پر مسلمانوں کے دینی اور سیاسی استحکام کے امکانات رکھتا ہے یہ بالکل واضح ہے کہ ہندوستانی قوم پرست جس کی سیاسی مثالیت (نہایت اعلیٰ قسم کے اوصاف و خیالات جو بطور مثال پیش کیے جاسکیں) نے شمال، مغربی ہندوستانی اسلام (مسلمانوں) کے دل میں اپنے فیصلے خود کرنے کی خواہش کی پیدائش کا احساس درحقیقت عدم رواداری کی بنا پر عملاً ختم کر دیا ہے۔ میرے نکتہ نظر سے اسکی سوچ غلط ہے کہ ہندوستانی قومیت کے لیے ملک کے ثقافتی وجودوں کو باہمی تعامل (مل جل کر کام کرنا) کے ذریعے اسیر اور برداشت کا مادہ رکھنے والی ثقافت کے طور پر ترقی دے کر مکمل طور پر دبا دینے میں ہے۔ ان ہتھکنڈوں کے ذریعے حاصل کی گئی قومیت کا مطلب باہمی تکنیوں نیز تشدد کے سوا کچھ نہ ہوگا اسی طرح یہ بھی صاف ظاہر ہے کہ قادیانی بھی ہندوستان میں مسلمانوں کی سیاسی بیداری و قاری دقار میں بلندی سے یقیناً عربی پیغمبر کی اُمت میں سے ہندوستانی پیغمبر کیلئے ایک نئی اُمت تراشنے کے اُن کے عزائم کو کھست ہوگی۔ میرے لیے یہ تھوڑے اچھپے کی بات نہیں کہ ہندوستانی مسلمانوں کو متاثر کرنے کی میری کوششیں جو ہندستان میں اُن کی تاریخ کے توشیٹاک موقع پر اندرونی ربط کے لیے انتہائی اہم ہیں اور میرا اُن انتشار کی قوتوں اور اصلاحی تحریک کا روپ دھارنے والوں کو تنبیہ کرنے پر چنڈت جی ایسی قوتوں سے ہمدردی کریں۔

تاہم میں نہیں چاہتا کہ میں چنڈت جی کے محرکات کا تجزیہ کرنے کے ناخوشگوار کام کے پیچھے پڑا ہوں۔ اُن لوگوں کے فائدہ کے لیے جو عام مسلمانوں کے قادیانیوں کے خلاف رویہ کی تشریح چاہیں۔ میں ڈورنٹ کی کتاب ”داستان فلسفہ“ کا ایک پیرا نقل کروں گا مجھے امید ہے کہ قاری کو مسئلہ قادیانیت پر واضح سوچ دے گا۔ ڈورنٹ نے چند جملوں میں عظیم فلسفی سپوزا سے یہودیوں کی معاشرتی لائقیت کا خلاصہ پیش کر دیا ہے۔ قاری ہرگز نہ سوچے کہ یہ پیرا نقل کر کے میرا مقصد بانی تحریک احمدیت اور سپوزا میں کسی قسم کا تقابل کر کے طفر کرنا ہے۔ دونوں میں ذہانت اور کردار کے لحاظ سے انتہائی حیران کن دوری ہے۔ سرشار الہی سپوزا نے کبھی بھی دعویٰ نہیں کیا کہ وہ کسی نئی عظیم کامرکز ہے اور یہ کہ وہ تمام یہودی جو اُس پر ایمان نہیں لاتے وہ یہودیت سے باہر ہیں۔ لہذا ڈورنٹ کا پیرا یہودیوں کے سپوزا سے لائقیت کے رویہ کے مقابلے میں مسلمانوں کے قادیانیوں کیساتھ رویہ پر زور دار طریقہ سے منطبق ہوتا ہے۔ وہ پیرا یوں ہے۔

”مزید برآں پادریوں کو انیسٹرڈیم میں چھوٹے یہودی گروپوں کو عدم استحکام سے بچانے کیلئے مذہبی اتفاق رائے ہی واحد ذریعہ نظر آتا ہے جو اُن کے اتحاد کو محفوظ رکھنے اور یوں دنیا میں بکھرے ہوئے یہودیوں کی بقاء یقینی بنانے کا آخری ذریعہ تھا۔ اگر اندرونی ربط اور بیرونی دقار قوت حاصل کرنے کے لیے غیر مذہبی اقتدار اور وسائل کی حامل ان کی اپنی ریاست ہوتی اپنا مذہبی قانون (شہروں سے متعلق) ہوتا اور اپنے ادارے ہوتے تو وہ زیادہ

رودادار ہوتے مگر ان کے نزدیک حب الوطنی اور اعتماد ان کا مذہب تھا معبد کی دینی مجلس اُن کی سماجی اور سیاسی زندگی اور مذہبی رسومات اور عبادت کا بھی مرکز تھی اور بائبل جسکی صداقت پر سپیوز کو اعتراض تھا اپنی عوام کا سفری دلیس تھی ان حالات میں انہوں نے نئی راہ اپنانے کو غداری اور روداداری کو خود کشی تصور کیا۔“

یہودی ایسٹریڈیم میں ایک اقلیتی قوم کے طور پر رہ رہے تھے وہ سپیوزا کو جس سے ان کی قوم کے تحلیل ہو جانے کا ڈر تھا ایک عدم استحکام لانے والا عنصر خیال کرنے میں بالکل حق بجانب تھے۔ اُسی طرح ہندوستانی مسلمان قادیانی تحریک کو جو تمام دنیائے اسلام کو کافر قرار دیتے ہیں اور ان سے معاشرتی مقاطعہ کرتے ہیں سپیوزا کی مابعد الطبیعات (فلسفہ وغیرہ) سے یہودی کی اجتماعی زندگی کو لاحق خطرہ سے زیادہ خطرناک قرار دینے میں حق بجانب ہیں۔ میرا ایمان ہے کہ ہندوستانی مسلمان جبلی طور پر حالات کی اس مخصوص نوعیت کا احساس رکھتا ہے۔ ہندوستان میں جن حالات میں اُسے رکھا گیا ہے اور قدرتی طور پر کسی اور ملک کے مسلمانوں کے مقابلے میں عدم استحکام کی قوتوں کے بارے میں زیادہ حساس ہیں۔ میرے نکتہ نظر سے ایک اوسط درجے کے مسلمان کی یہ جبلی بصیرت بالکل درست ہے اور مجھے کوئی شک نہیں کہ ہندوستانی مسلمان کے شعور میں یہ بصیرت بہت گہری اساس رکھتی ہے۔ اس طرح کے معاملے میں روداداری کی باتیں کرنے والے لفظ روداداری کے استعمال کرنے میں جس کا مجھے ڈر ہے کہ اُسے قطعاً نہیں سمجھتے انتہائی بے پروا ہیں۔ روداداری کا جذبہ انسان کے مختلف رجحانات سے ابھر سکتا ہے جیسا کہ کہن کہتا ہے!

”ایک روداداری اس فلسفی کی ہوتی ہے جس کے نزدیک سارے مذاہب مساوی طور پر سچے ہیں۔ ایک روداداری اس مورخ کی ہوتی ہے جس کے نزدیک تمام مساوی طور پر غلط ہوتے ہیں۔ ایک روداداری اس سیاستدان کی ہوتی ہے جس کے نزدیک سب مساوی طور پر کام کرتے ہیں۔ ایک روداداری اس انسان کی ہوتی ہے جو فکر و عمل کے تمام طریقوں سے صرف نظر کرتا ہے کیونکہ وہ خود ان طور طریقوں سے بے نیاز ہوتا ہے ایک روداداری اس کمزور کی ہوتی ہے جو خودداری کی شدید کمزوری کی بنا پر پسند ویدہ چیزوں اور اشخاص سے وابستہ ڈھیروں ذلت جیب میں ڈال لیتا ہے۔“

یہ بالکل واضح ہے کہ اس طرح کی تمام روداداریوں کی کوئی اخلاقی حیثیت نہیں اس کے برعکس یہ روداداریاں یقیناً اس انسان کے روحانی افلاس کا انکشاف کرتی ہیں جو یہ روداداریاں برتتا ہے۔ صحیح روداداری یعنی اور روحانی وسعت کے ذریعے پیدا کی جاتی ہے۔ روداداری روحانی طور پر مضبوط انسان کی ہوتی ہے جو اپنے ایمان کی سرحدوں کے بارے میں غیر متند ہوتے

ہوئے اپنے علاوہ دوسرے مذاہب والوں کے بھی تمام قسم کے عقائد کو برداشت کر سکتا ہے بلکہ ان کو سراہا بھی جاسکتا ہے اس طرح کی رواداری کا صرف سچا پکا مسلمان ہی اہل ہے۔ اس کا اپنا عقیدہ فکر کے مختلف زاویوں سے تشکیل پاتا ہے اس وجہ سے وہ باسانی دوسروں کے عقائد سے ہمدردی اور ان کی ستائش کی بنیاد پالیتا ہے۔ ہمارا عظیم ہندوستانی شاعر امیر خسرو ایک بت پرست کے قصے میں خوبصورتی سے اس طرح کی رواداری کا جوہر واضح کرتا ہے۔ بت پرستوں کی بتوں کیساتھ شدید وابستگی کا جائزہ پیش کرنے کے بعد اپنے مسلمان قاریوں کو یوں خطاب کرتا ہے۔

ہم زوئے آموز پرستش گری ۱۲

اے کز بت طعنہ بہ ہندو بری

صرف ایک سچا محبت الہی ہی جائزہ کی قدر و قیمت سراہا سکتا ہے اگرچہ اس کو ان دیوتاؤں کی طرف لے جایا جاتا ہے جنہیں وہ خود نہیں مانتا۔ ہمارے مبلغین رواداری کی حماقت اس آدمی کے رویے کی وضاحت پر مشتمل ہے جو اپنے غلط ایمان کی سرحدوں کے بارے میں ایک طرح کی عدم رواداری کے طور پر حمیت (غیرت) رکھتا ہے۔ وہ غلطی سے اس رویہ کو اخلاقی کمتری کی علامات خیال کرتے ہیں وہ نہیں سمجھتے کہ اس کے نکتہ نگاہ کی قدر و قیمت لازماً حیاتیاتی (حیات) سے تعلق رکھنے والی ہے جہاں کسی گروپ کے افراد جبلی طور پر یا منطقی دلیل کی بنیاد پر محسوس کرتے ہیں کہ ان کی اجتماعی سماجی تنظیم جس سے ان کا تعلق ہے خطرے میں ہے ان کے مدافعتی رویہ کی قدر و قیمت کا اندازہ زیادہ تر ان کے حیاتیاتی معیار کے حوالے سے لگانا چاہیے۔ اس سلسلہ میں ہر فکر و عمل کی قدر و قیمت کا اندازہ زندگی سے متعلق اس معیار سے لگانا چاہیے جو معیار یہ فکر و عمل رکھتے ہیں۔ اس صورت احوال میں سوال یہ نہیں کہ کیا جس انسان کو کافر قرار دیا جائے اس کے خلاف کسی فرد جماعت کا (ایسا) رویہ اخلاقاً اچھا ہے یا برا۔ سوال یہ ہے کہ یہ (رویہ) حیات بخش ہے یا حیات تلف کرنے والا۔ پنڈت جواہر لال نہرو یہ سوچتے نظر آتے ہیں کہ ایک معاشرہ جس کی بنیاد دینی اصولوں پر اُٹھائی گئی ہو وہ سرکاری تحقیقاتی ادارہ ضروری قرار دیتا ہے تاریخ عیسائیت کی حد تک یہ واقعی درست ہے۔ لیکن پنڈت جی کے نکتہ نظر کے برعکس تاریخ اسلام ظاہر کرتی ہے کہ اسلامی زندگی کے پچھلے تیرہ سو سالوں میں مسلمان ممالک میں تحقیقاتی ادارے کا قیام بالکل انجانا رہا ہے۔ قرآن صریحاً ایسے تحقیقاتی ادارے کے قیام کو ممنوع قرار دیتا ہے۔ ”دوسروں کی کمزوریوں کی ٹوہ نہ لگاتے پھر واور نہ ہی اپنے بھائیوں کی غیبت کرتے رہو“ ۱۳ واقعی چند جی تاریخ اسلام سے معلوم کر لیں گے کہ یہود و نصاریٰ کو اپنے وطنوں میں مذہبی اذیت کے ہاتھوں بھاگنے پر ہمیشہ اسلامی ممالک میں پناہ ملی۔ دو مسئلے جن پر اسلام کا نظریاتی ڈھانچہ استوار ہے اس حد تک سیدھے سادہ ہیں کہ اس مفہوم کی بدعت جو بدعتی کو دائرہ اسلام سے خارج کر دے تقریباً ناممکن ہے۔ یہ درست ہے کہ جب کوئی شخص بدعتی نظریات رکھنے والا قرار دیا جائے تو موجود سماجی نظر کو خطرہ میں ڈال دیتا ہے۔ ایک آزاد مسلم ریاست ضرور کاروائی کرے گی۔

لیکن اس صورت میں ریاست کی کاروائی مذہبی کے بجائے خالصتاً سیاسی تاملات کے تحت ہوگی۔ مجھے بخوبی آگاہی

ہے کہ پنڈت جی کی طرح کوئی شخص جو ایسے معاشرہ میں پلا بڑھا ہو جس (معاشرہ) کی اچھی طرح طے شدہ حدود ہیں اور نیچے داغلی بیونگی بھی نہ ہو یہ سوچنے میں دقت محسوس کرتا ہے کہ ایک مذہبی معاشرہ لوگوں کے عقائد کے بارے میں ریاست کی طرف سے تحقیقاتی کمیشن قائم کیے بغیر رہ سکتا ہے یہ کارڈنیل نو مین سے ان کے نقل کیے گئے جیرا سے بالکل واضح ہے اور متعجب ہیں کہ میں کہاں تک کارڈنیل کا مقلوہ اسلام پر منطبق کروں گا۔ مجھے اجازت دیں کہ میں انھیں بتا دوں کہ اسلام کے ڈھانچے اور کیتھولک مذہب کے مابین بہت بڑا فرق ہے۔ کیتھولک مذہب میں پیچیدگی اور اے منطق کردار اور بہت سے عقائد جو عیسائیت کی تاریخ بتاتی ہے نے نئی کافرانہ تعبیرات کے امکان کو سینے سے لگائے رکھا ہے محمدؐ کے سیدھے سادے عقیدہ کی بنیاد دو مسئلوں پر قائم ہے کہ اللہ ایک ہے اور حضرت محمد (ﷺ) نفوس قدسیہ کی تظار کے آخری فرد ہیں جو وقتاً فوقتاً انسانیت کو زندگی گزارنے کے درست طریقوں کی رہنمائی کرنے کیلئے تمام ادوار اور تمام ممالک میں ظہور پذیر ہوتے رہے ہیں۔ اگرچہ جیسے کہ کچھ عیسائی لکھاری خیال کرتے ہیں کہ کسی عقیدہ کی تعریف اور اے منطق (جہاں دلیل یا گفتگو کام نہ دے سکے) مسئلہ کے طور پر کی جائے جسے مذہبی استحکام کے حصول کیلئے اسکا مابعد الطبیعیاتی مفہوم جانے بغیر مان لیا جائے پھر تو اسلام کے ان دو سادہ سے مسائل کی بھی بطور عقیدہ وضاحت نہیں کی جاسکتی۔ کیونکہ دونوں کو انسانی تجربہ کی حمایت حاصل ہے اور بخوبی منطقی استدلال ماننے کے قابل ہیں۔ کفر کا سوال جسے فتویٰ درکار ہوتا ہے کہ کیا اس کا بانی دائرہ اسلام میں ہے یا دائرہ اسلام سے خارج ہے اس وقت پیدا ہوتا ہے اگر کوئی دینی معاشرہ جس کی بنیاد ان دو مسئلوں پر رکھی گئی ہو (اور) فقط جب بدعتی ان دونوں مسئلوں یا دونوں میں سے کسی ایک کو مسترد کر دے۔ اس طرح کا کفر و بدعت تاریخ اسلام میں شاذ و نادر ہی ہوا ہے۔ جبکہ اس کی سرحدوں سے بدگمان اس کی سرحدوں میں آزادی تعبیر کی اجازت دیتا ہے اور چونکہ اس طرح کفر و بدعت جو اسلام کی سرحدوں کو متاثر کرتی ہے کا مظہر تاریخ اسلام میں کم کم رہا ہے۔ اسی لیے جب اس طرح کی بغاوت ابھرتی ہے تو اوسط سطح کے مسلمان کا احساس قدرتی طور پر شدید ہوتا ہے یہی وجہ ہے کہ مسلم فارس کا بہائیوں کے خلاف احساس اتنا شدید تھا۔ یہی وجہ ہے کہ ہندوستانی مسلمانوں کا قادیانیوں کے خلاف احساس اس قدر شدید ہے۔

یہ درست ہے کہ مسلمان مذہبی فرقوں میں معمولی نوعیت کے دینیاتی اور فقہی اختلافات پر کفر و بدعت کا الزام لگانا قدرے عام ہے۔ چھوٹے چھوٹے دینیاتی نکات اور انتہائی کفریہ صورتوں میں لفظ کفر کے اس بلا امتیاز استعمال میں جن میں کافر سے معاشرتی مقاطعہ شامل ہو جاتا ہے کچھ ان دونوں کے تعلیم یافتہ مسلمان جن کو مسلم دینیاتی تنازعات کا کوئی علمی علم نہیں ہوتا مسلم قوم میں سماجی اور سیاسی انتشار کی علامات دیکھتے ہیں تاہم یہ ایک انتہائی غلط خیال ہے۔ مسلم دینیات کی تاریخ ظاہر کرتی ہے کہ چھوٹے چھوٹے اختلافی نکات پر کفر و بدعت کے باہمی الزامات نے ایک انتشار پر ورتوت کے طور پر کام کرنے سے دور رہ کر درحقیقت احترامی (ہر اچھی بات کو اہمیت دینا) دینیاتی فکر کو تحریک دی ہے۔ پروفیسر برگرائے کہتا ہے! جب

محمدی قانون کے ارتقاء کی تاریخ پڑھتے ہیں تو ہم دیکھتے ہیں کہ ایک طرف ہر دور کے فقہاء خفیف ترین محرک پر ایک دوسرے کو کفر و بدعت کے باہمی الزامات کی حد تک برا بھلا کہتے ہیں اور دوسری طرف بالکل وہی لوگ اتحاد مقصد کے بڑے بڑے اتفاق کیساتھ اپنے پیش روؤں کے اسی نوعیت کے جھگڑوں میں ہم آہنگی پیدا کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

مسلم دینیات کا طالب علم جانتا ہے کہ مسلم ماہرین قانون کے ہاں اس نوعیت کی بدعت کو فنی طور پر بدعت سے نچلے درجے کی بدعت جانا جاتا ہے یعنی اس نوعیت کی بدعت جس میں مجرم کا (دین سے) اخراج شامل نہیں۔ تاہم یہ تسلیم کر لیا جائے کہ ملاؤں کے ہاتھوں جن کی ذہنی سست روی تمام طرح کے اختلافات کو حرف آخر سمجھتی ہے اور نتیجہ اختلاف میں اتحاد سے نااہل ہے یہ چھوٹی سی بدعت بڑے فساد کا منبع بن سکتی ہے۔ اس فساد کا تذکرہ اپنے دینیاتی مکاتیب فکر کے طلباء اسلام کی احترامی روح کی نسبتاً بہتر بصیرت اور ان کو نئے سرے سے منطقی تضاد کی کارگزاری کو دینیاتی جدلیات میں اصول تحریک کے طور پر شروع کر کے کیا جاسکتا ہے۔ بڑی بدعت (کفر) کہنے کا سوال صرف اُس وقت پیدا ہوتا ہے جب کسی مفکر یا مصلح کی تعلیم اسلام کی اعتقادی سرحدوں کو متاثر کر دے۔ بدقسمتی سے قادیانیت کی تعلیمات کے سلسلہ میں یہ سوال اُبھرتا ہے۔ یہاں یہ نشاندہی ضرور کر دی جائے کہ احمدی تحریک دو حصوں میں منقسم ہے جنہیں قادیانی اور لاہوری کے طور پر جانا جاتا ہے اول الذکر کھلم کھلا بانی تحریک کو مکمل نبی مانتے ہیں موخر الذکر نے ایمان یا پالیسی کے طور پر قدرے نرم سی قادیانیت کی تبلیغ کرنا قرین مصلحت پایا ہے۔ تاہم یہ سوال کہ کیا قادیانیت کا بانی نبی تھا جس کے مشن کے انکار کا لازمی نتیجہ وہ ہوتا ہے جسے میں بڑی بدعت کا نام دیتا ہوں، فریقین کے مابین متنازعہ معاملہ ہے احمدیوں کے اس اندرونی مباحثہ کے استحقاق کا فیصلہ کرنا میرے مقاصد کیلئے غیر ضروری ہے میں ان وجوہات کی بنا پر جو ابھی واضح کی جائیں گی اعتقاد رکھتا ہوں کہ کسی مکمل نبی کا تصور جس کے انکار کا لازمی نتیجہ اسلام سے نکل جانا ہوتا ہے احمدیت کا جزو لازم ہے اور قادیانیوں کا موجودہ سربراہ لاہوریوں کے امام کی نسبت روح تحریک سے زیادہ مطابقت رکھتا ہے۔

میں نے اسلام میں عقیدہ ختم نبوت کی ثقافتی قدر و قیمت کسی اور جگہ پوری طرح واضح کی ہے اس کا مفہوم عام فہم ہے محمد ﷺ جنہوں نے ایک قانون دیکر جو انسانی شعور کی انتہائی گہرائی سے لے لینے کے قابل ہے اپنے پیروکاروں کی گلو خلاصی کرائی ہے کے بعد کسی انسان کے سامنے روحانی دست برداری نہیں۔ دینیاتی طور پر نظریہ یہ ہے کہ وہ سماجی تنظیم جو اسلام کہلاتی ہے مکمل اور دائمی ہے حضرت محمد ﷺ کے بعد کوئی ایسی وحی ممکن نہیں جس کا انکار کفر ہو جو ایسی وحی کا دعویٰ کرتا ہے خدا را سلام ہے چونکہ قادیانیوں کا ایمان ہے کہ بانی تحریک احمدیہ ایسی وحی کا حامل ہے وہ اعلان کرتے ہیں کہ تمام دنیائے اسلام کا کافر ہے۔ بانی کا اپنا استدلال جو قرون مظلمہ کے ماہر دینیات کے شایان شان ہے کہ اگر اسلام کے پیغمبر اقدس کی نبی پیدا کرنے والی روحانیت کا ثبوت ہے لیکن اگر آپ اس سے پوچھیں کہ کیا محمد (ﷺ) کی روحانیت ایک سے زیادہ انبیاء تخلیق کر سکتی ہے؟ اس کا

جواب نہیں میں ہے۔ دراصل اس کا یہ معنی ہے کہ محمد ﷺ آخری نبی نہیں ہیں۔ تاریخ انسانیت میں بالعموم اور ایضاً میں اس مفہوم میں کہ محمد ﷺ کا کوئی پیروکار کبھی بھی منصب نبوت تک نہیں پہنچ سکتا محمد ﷺ کی نبوت ناقص ہونے کی علامت ہے۔ جیسے کہ میں اسکی ذہنی نفسیات پڑھتا ہوں وہ اپنی نبوت کے دعویٰ کی دلچسپی میں اُس سے فائدہ اٹھاتا ہے جسے وہ اسلام کے پیغمبر اقدس کی تخلیقی صلاحیت بیان کرتا ہے اور عین اُسی وقت پیغمبر پاک کی روحانیت کی تخلیقی صلاحیت کو صرف ایک نبی یعنی احمدیہ تحریک کے بانی تک محدود کر کے ان کو ختم نبوت سے محروم کرتا ہے۔ اس طرح نیا نبی خاموشی سے اُن کی ختم نبوت چرا لیتا ہے جن کو اپنا روحانی چدا محمد ہونے کا دعویٰ دار ہے۔

وہ اسلام کے پیغمبر پاک کا بروز ہونے کا مدعی ہے۔ بروز ہوتے ہوئے آہستہ آہستہ یہاں تک پہنچ جاتا ہے کہ درحقیقت اسکی ختم نبوت محمد ﷺ کی ختم نبوت ہے لہذا معاملہ کا یہ نکتہ نظر پیغمبر پاک کی ختم نبوت کی خلاف ورزی نہیں کرتا۔ دو ختم نبوتوں اپنی اور پیغمبر پاک کی کو متعارف کراتے ہوئے وہ نظریہ ختم نبوت کے زمانی مفہوم سے نا آشنا ہو جاتا ہے تاہم یہ واضح ہے کہ لفظ بروز مکمل مشابہت کے مفہوم میں بھی قطعاً اسکی مدد نہیں کر سکتا کیونکہ بروز ہمیشہ اصل کی دوسری سمت رہتا ہے صرف تجسیم نو (کسی نئے جسم میں آنا) کے مفہوم میں ہی ایک بروز اصل کا سا ہوتا ہے یوں اگر ہم لفظ بروز سے مراد روحانی صفات میں ملتا جلتا لیں تو دلیل بے اثر رہتی ہے۔ اسکے برعکس اگر ہم اس سے مراد لفظ کے آریائی مفہوم میں اصل کی تجسیم نور مراد لیں تو استدلال بظاہر معقول ہوتا ہے لیکن اس کا مصنف مجوی بھیس میں ظاہر ہوتا ہے۔

چین کے عظیم مسلمان صوفی محی الدین ابن عربی کی سند پر یہ مزید دعویٰ کیا گیا ہے کہ ایک مسلمان ولی کیلئے اسکے روحانی ارتقاء میں ممکن ہو جاتا ہے کہ پیغمبرانہ شعور کے وصف کی قسم کا تجربہ کرے۔ میں ذاتی طور پر شیخ محی الدین ابن عربی کا نکتہ نظر نفسیات کی رو سے مبالغہ آمیز سمجھتا ہوں لیکن اُسے درست فرض کرتے ہوئے میرا خیال ہے کہ قادیانی استدلال اُن کے اصل موقف کی مکمل غلط فہمی پر مبنی ہے۔ شیخ اسکو خالصتاً ذاتی کامیابی خیال کرتے ہیں جو معاملات کی نوعیت کے تحت ایسے کسی ولی کو نہ حق دیتا ہے نہ دے سکتا ہے کہ وہ اعلان کرے کہ جو اس پر ایمان نہیں لاتا دائرہ اسلام سے خارج ہے دراصل شیخ کے نکتہ نظر کے مطابق ہو سکتا ہے کہ ایک ہی دور یا ایک ہی املاک میں ایک سے زیادہ ولی ہوں جو پیغمبرانہ شعور حاصل کر لیں۔ مضبوطی سے پکڑنے کا نکتہ یہ ہے کہ جبکہ کسی ولی کیلئے نفسیاتی طور پر پیغمبرانہ تجربہ حاصل کرنا ممکن ہے اسکے تجربہ پر کسی کوئی سیاسی و سماجی حیثیت نہیں ہوگی جو اُسے کسی نئی تنظیم کا مرکز بنادے اور اُسے حق دے کہ وہ اس تنظیم کو محمد ﷺ کے پیروکاروں کیلئے ایمان و کفر کا معیار بنادے اس صوفیانہ نفسیات کو ایک طرف رکھتے ہوئے میں فتوحات کے متعلقہ صفحات کا مطالعہ کرنے کے بعد قائل ہو گیا ہوں کہ عظیم چینی صوفی محمد ﷺ کی ختم نبوت پر اتنا محکم ایمان رکھتے ہیں جتنا کوئی صحیح العقیدہ مسلمان اور اگر وہ اپنے صوفیانہ مکاشفے میں دیکھ لیتے کہ ایک دن مشرق میں تصوف میں کوئی ہندوستانی اتاڑی اپنی صوفیانہ نفسیات کے تحت پیغمبر ﷺ کی ختم نبوت کو

تلف کرنے کا متلاشی ہوگا تو وہ یقیناً ایسے خداران اسلام کے خلاف دنیاۓ اسلام کو تنبیہ کر کے ہندوستانی علماء کی پیش بندی کر لیتے۔

حصہ دوم

اب احمدیت کی اصل کی طرف آتے ہیں۔ اسکے ماخذات اور جس انداز سے قبل از اسلام کے مجوسی نظریات نے اسلامی تصوف کی وساطت سے اسکے معصف کے ذہن پر کام کیا ہے تقابلی مذہب کے نکتہ نظر سے انتہائی دلچسپ ہوگا۔ تاہم میرے لیے ناممکن ہے کہ میں یہاں زیر بحث لاؤں۔ یہ کہنا کافی ہے کہ احمدیت کی اصل نوعیت قرون مظلمہ کے تصوف اور دینیات کی دھند کے پیچھے مستور ہے۔ اسی لیے ہندوستانی علماء نے اسے خالصتاً دینی تحریک کے طور پر لیا اور اس سے بننے کے لیے دینی ہتھیار لیکر نکلے۔ تاہم مجھے یقین ہے کہ تحریک سے بننے کیلئے یہ صحیح طریقہ نہیں تھا۔ اسی لیے علماء کی کامیابی صرف جزوی تھی۔ بانی تحریک کی مہیہ (بیان کی گئی) وحیوں کا محتاط نفسیاتی تجزیہ اسکی شخصیت کی باطنی زندگی کی تشریح کیلئے شاید موثر طریقہ ہوگا۔ اس سلسلہ میں میں مولوی منظورالحی کے بانی تحریک کی وحیوں کا ذکر کروں گا جو نفسیاتی تحقیق کیلئے بھرپور اور قسم قسم کا مواد پیش کرتی ہیں۔ میری رائے میں کتاب بانی تحریک کے کردار اور شخصیت کیلئے کفایتی ہے اور میں اُمید کرتا ہوں کہ ایک دن جدید نفسیات کا کوئی نوجوان طالب علم اس کا سنجیدہ مطالعہ شروع کر دے گا۔ اگر وہ قرآن کو اپنے معیار کے طور پر لے گا جیسا کہ اسکو ضرور ان اسباب کی بنا پر کرنا چاہیے جن کی وضاحت یہاں نہیں کی جاسکتی اور وہ بانی تحریک احمدیہ کے تجربات اور ہم عصر غیر مسلم تصوف مثلاً بنگال کے رام کرشنا کے تقابلی جائزہ تک اپنے مطالعہ کو وسعت دے گا تو اُسے یقیناً اُس تجربہ کی لازمی صفت کے طور پر جس کی بنیاد پر احمدیت کے بانی کے لیے نبوت کا دعویٰ کیا گیا ہے ایک سے زیادہ اہمجنوں سے واسطہ پڑے گا۔

ایک سادہ سے آدمی کے نکتہ نظر سے اُسی طرح کا موثر اور مفید طریقہ کم از کم ۱۹۷۹ء ہندوستان مسلم دینیات کی تاریخ کی روشنی میں احمدیت کے حقیقی مافیہ کو سمجھنا ہے۔ دنیاۓ اسلام کی تاریخ میں ۱۹۷۹ء انتہائی اہم ہے۔ اس سال ٹیپو شہید ہوئے اور ان کی شہادت کا مطلب ہندوستان میں سیاسی وقار کی مسلم اُمیدوں کا خاتمہ تھا۔ اُسی سال جنگ نوار پوڑی لگتی جس نے ترکی بیڑہ کی تباہی دیکھی۔ ٹیپو کی تاریخ شہادت کے کتبہ جسے مزار ٹیپو کے زائرین دیواروں پر کندہ پاتے ہیں کے الفاظ دشمن گوئی پر مبنی تھے۔ جانے والا عظمت ہندوستان و روم ہے۔ یوں ۱۹۷۹ء میں ایشیاء میں اسلام کا سیاسی زوال اپنے عروج تک پہنچ گیا لیکن بالکل اُسی طرح جیسے یوم جینا پر جرمنی کی تذلیل میں سے نئی جرمن قوم اُبھری اُسی طرح کی سچائی کیساتھ کہا جاسکتا ہے کہ سال ۱۹۷۹ء میں اسلام کی سیاسی تذلیل کے بعد جدید اسلام اور اُس کے مسائل اُبھرے میں اس نکتہ کی وضاحت مضمون کے حتمہ میں کروں گا۔ اس وقت میں قاری کی توجہ کچھ سوالات کی طرف مبذول کرنا چاہتا ہوں جو ۱۹۷۹ء میں ٹیپو کی شہادت اور ایشیاء میں پوری سامراجیت کی نشوونما کے وقت سے مسلم اُٹھیا میں سامنے آئے کیا اسلام میں خلافت کا قیام قطعی طور پر مذہباً

شامل ہے۔ کس طرح ہندوستانی مسلمان اور جہاں تک اس نظریہ خلافت کا معاملہ ہے ترکی ریاست سے باہر کے تمام مسلمان خلافت ترکیہ سے تعلق رکھتے ہیں۔ کیا ہندوستان دارالحرب ہے یا دارالسلام ہے۔ اسلام میں نظریہ جہاد کا حقیقی مفہوم کیا ہے۔ قرآنی آیت ”اللہ کی اطاعت، رسول کی اطاعت کرو اور اُن اہل امر کی (یعنی حکمرانوں کی) جو تم میں سے ہوں“ ۱۲ میں تم میں سے کلمات کا مفہوم کیا ہے؟۔ نئی پاک کی ان احادیث کا جو ظہور امام مہدی کی پیشین گوئی کرتی ہیں (اصول روایت کی روشنی میں) مرتب کیا ہے؟۔ یہ سوالات اور بعض دوسرے جو نیچے پیدا ہوئے جن کے اسباب صاف ظاہر ہیں صرف ہندوستانی مسلمانوں کیلئے سوالات تھے۔ یورپی سامراجیت جو تیزی سے دنیائے اسلام میں سرایت کر رہی تھی۔ بڑے قریب سے ان سوالات میں دلچسپی لے رہی تھی۔ ان سوالات کے پیدا کیے ہوئے مباحث ہندوستان میں تاریخ اسلام کا ایک بہت دلچسپ باب بناتے ہیں۔ داستان طویل ہے اور ہنوز کسی طاقتور قلم کی منتظر ہے۔ مسلمان سیاستدان جن کی نگاہیں بڑی حد تک صورت حال کے ان حقائق پر مرکوز تھیں علماء کے ایک گروہ کو ہموار بنانے میں کامیاب ہوئے کہ مذہبی استدلال کی ایسی راہ اختیار کریں جیسے مسلمان سیاستدانوں نے سوچا کہ صورت حال کے مناسب تھی لیکن جس عقیدہ نے صدیوں سے ہندوستان میں عوام کے شعور پر حکمرانی کی تھی اس کو محض منطق کے زور پر سرنگوں کرنا آسان نہ تھا۔ ایسی صورت حال میں منطق سیاسی مصلحت کی بنیاد پر یا متون اور احادیث کو نئے رخ پر ڈال کر آگے بڑھتی دونوں حالتوں میں استدلال عوام الناس کو متاثر کرنے میں ناکام ہو جاتا۔ اسلام کے مضبوط مذہبی عوام الناس کو صرف ایک چیز فیصلہ کن حد تک متاثر کرتی اور وہ ہے خدا کی اختیار۔ پختہ عقائد کے موثر استعمال کے لیے ضروری پایا گیا کہ وحی پر مبنی بنیادیں تلاش کر لی جائیں۔ سیاسی طور پر دینی عقائد میں پائے جانے والے سوالات جن کا اوپر ذکر کیا گیا ہے کو مناسب طریقے سے نئے رخ پر ڈالیں یہ وحی پر مبنی بنیاد احمدیت کے ذریعے مہیا کی گئی ہے اور احمدی بذات خود دعویٰ کرتے ہیں کہ انہوں نے برطانوی سامراجیت کی سب سے بڑی خدمت کی ہے سیاسی اہمیت کے حامل دینی خیالات کیلئے وحی پر مبنی تغیرانہ دعویٰ اس اعلان کے مترادف ہے کہ جو لوگ مدعی کے خیالات قبول نہیں کرتے پکے کافر ہیں اور اُن کا مقدر جہنم کے شعلے ہیں۔ جہاں تک میں تحریک کی اہمیت سمجھتا ہوں احمدیوں کا عقیدہ ہے کہ مسیح ایک عام فانی انسان کی موت مرے اور اُن کے دوسرے ظہور کا مطلب صرف یہ ہے کہ ایک ایسے آدمی کا ظہور جو روحانی طور پر اُن کی طرح ہے۔ تحریک کو کسی قدر ایک منطقی شکل و شباہت بخشا ہے لیکن حقیقتاً وہ روح تحریک کیلئے لازمی نہیں ہے۔ میرے خیال میں ایک مکمل نبوت کیلئے وہ صرف ابتدائی اقدامات ہیں جو اکیلے اُن مقاصد تحریک کے کام آسکتے ہیں جس تحریک کو بالآخر خیر سیاسی قوتیں وجود میں لائیں گی۔ فرسودہ خیالات کے ممالک کیلئے یہ کوئی استدلال نہیں بلکہ دلکش سند ہے۔ کافی زیادہ جہالت اور خوش اعتقادی کا عادی جو حیران کن طور پر بعض دفعہ اچھی ذہانت کیساتھ ساتھ ہوتا ہے اور ایک آدمی کو جفا کی دلیر بھی ہو یہ اعلان کرنے میں کہ وہ خدائی وحی کا وصول کنندہ ہے جس کے انکار کا قدرتی نتیجہ دائمی عذاب ہو ایک غلام مسلمان ملک میں نئی سیاسی دینیات

ایجاد کرنے کے لیے اور ایک ایسا طبقہ کھڑا کرنے کے لیے جس کا عقیدہ غلامانہ کمینگی ہو آسان سی بات ہے اور پنجاب میں مبہم دینی بیانات کا کمزور بننا ہوا جال بھی آسانی سے معصوم دہقانوں کو قابو کر سکتا ہے جو صدیوں سے ہر قسم کے ناجائز انتفاع (فائدہ اٹھانا) کی مصیبت میں ڈالے جاتے رہے ہیں۔ پنڈت جواہر لال نہرو تمام مذہبوں کے صحیح العقیدہ پیروکاروں کو متحد ہونے اور یوں جسے وہ ہندوستانی قومیت خیال کرتے ہیں کے آنے میں دیر کر سکیں۔ یہ طنزیہ مشورہ احمدیت کو ایک اصلاحی تحریک کے طور پر ظاہر کرتا ہے۔ پنڈت جی نہیں جانتے کہ جہاں تک ہندوستان میں اسلام کا تعلق ہے احمدیت مذہبی اور سیاسی دونوں طرح کے نہایت بلند اہمیت کے مسائل میں دخل اندازی کرتی ہے جیسے کہ میں نے اوپر واضح کیا ہے کہ مسلم دینی اوادار کی تاریخ میں احمدیت کی کارگزاری ہندوستان کی موجودہ سیاسی غلامی کیلئے وحی پر مبنی بنیادیں پیش کرتا ہے۔ خالص دینی معاملات کو ایک طرف رکھتے ہوئے صرف سیاسی مسائل کی بنیاد پر میرا خیال ہے کہ پنڈت جواہر لال نہرو کی طرح کے آدمی کے منہ سے زیب نہیں دیتا کہ وہ ہندوستانی مسلمانوں کو رجعت پسندانہ قدامت پسندی کا الزام دیں مجھے کوئی شک نہیں کہ وہ اگر احمدیت کی اصل نوعیت کو سمجھ لیتے ہیں تو وہ ہندوستانی مسلمانوں کے رویہ کو ایک مذہبی تحریک کیساتھ جو ہندوستان کے دکھوں کے لیے خدائی اختیار کا دعویٰ کرتی ہے بہت زیادہ سراسر ہے۔

اس طرح قاری دیکھ لے گا کہ احمدیت کے بے روفی جسے ہم آج ہندوستانی اسلام کے چہرے پر دیکھتے ہیں ہندوستان کے لیے دینی افکار کی تاریخ میں اچانک ظاہر ہونے والا عجیب و غریب واقعہ نہیں جن نظریات نے بالآخر اس تحریک کی شکل اختیار کی وہ تحریک احمدیہ کے بانی کی پیدائش سے بھی بہت پہلے دینی مباحث میں نمایاں مقام حاصل کر چکے تھے۔ میرا مقصد نہ طنز کرنا ہے کہ بانی احمدیت اور اس کے رفقاء نے جان بوجھ کر اس پروگرام کی منصوبہ بندی کی۔ میں یہ کہنے کی جسارت کرتا ہوں کہ تحریک احمدیہ کے بانی نے ایک صداسنی لیکن کیا یہ صداقت و حیات کے خالق سے آئی تھی یا لوگوں کے روحانی افلاس سے ابھری تھی لازماً تحریک اور ان افکار و جذبات کی نوعیت پر منحصر ہے جو اس نے اپنے سامعین کو دیے ہیں قاری کو قطعاً یہ نہیں سوچنا چاہیے کہ میں استعاراتی (علامات والا یعنی علامتوں میں بات کرنا) زبان استعمال کر رہا ہوں۔ اقوام کی داستان حیات ظاہر کرتی ہے کہ جب کسی قوم میں زندگی کا جوار بھانا اترنا شروع کرتا ہے تو زوال بذات خود تحریک کا ذریعہ بن جاتا ہے جو اس کے شعراء، فلاسفہ، اولیاء و سیاستدانوں کو تحریک دیتا ہے اور انھیں داعیوں کی ایک ایسی جماعت میں تبدیل کر کے جس کا واحد منصب اس کے دلکش فن منطق کے ذریعے اُس سب کو جو ان لوگوں کے نزدیک عمر بھر گھٹایا اور قابل نفرت ہوتا ہے ناموری عطا کرتا ہے وہ داعی غیر شعوری طور پر روایتی اقدار کی جڑیں کھوکھلی کر کے درخشاں امیدوں کو مایوسیاں پہناتا دیتے ہیں اور یوں اپنے شکار بننے والوں کے روحانی جوش کو تباہ کر دیتے ہیں۔ ان لوگوں کی خستہ حالت کا تصور کیا جاسکتا ہے جن کو خدائی سند کی بنیادوں پر اپنے سیاسی ماحول کو حرف آخر کے طور پر قبول کرنے کیلئے مجبور کر دیا جاتا ہے میرا خیال ہے کہ یوں وہ تمام اداکار

جنہوں نے احمدیت کے ڈرامے میں حصہ لیا زوال کے ہاتھوں میں معصوم آلہ کار تھے۔ اسی طرح کے ڈرامے کی اداکاری پہلے ہی ایران میں کی گئی تھی۔ لیکن اُس ڈرامے نے تمام دینی اور سیاسی معاملات میں قیادت نہیں کی اور نہ وہ کر سکتا تھا جو احمدیت نے ہندوستان میں اسلام کیلئے پیدا کیے۔ روس نے بابت کو برداشت کیا اور ہابیوں عشق آباد میں پہلا تبلیغی مرکز کھولنے کی اجازت دی انگلستان نے ووکنگ میں انھیں اپنا پہلا تبلیغی مرکز کھولنے کی اجازت دیتے ہوئے احمدیوں کیساتھ ویسی ہی برداشت کا مظاہرہ کیا۔ آریا روس اور انگلستان نے سامراجی مصلحت کی بنا پر خالصتاً فراخ دلی سے رواداری کا مظاہرہ کیا۔ ہمارے لیے فیصلہ کرنا مشکل ہے۔ بالکل واضح ہے کہ اس رواداری نے ایشیا میں اسلام کیلئے مشکل مسائل کھڑے کیے۔ اسلام کے ڈھانچے کے پیش نظر میرے ذہن میں زرہ برابر بھی شک نہیں کہ اسلام اپنے لیے پیدا کی گئی مشکلات میں سے مزید کنڈن بن کر نکلے گا حالات بدل رہے ہیں ہندوستان میں معاملات نے پہلے ہی ایک نیا رخ اختیار کیا ہے۔ ہندوستان میں جمہوریت کیلئے آنے والا نیا جذبہ یقیناً احمدیوں کا طلسم توڑ دے گا اور انھیں اپنی دینی اختراعات کی یقینی فضولیت کے بارے میں قائل کر لے گا۔

نہ ہی اسلام قرون مظلمہ کے تصوف کے احیاء کو نظر انداز کرے گا جس نے پہلے ہی اپنے پیروکاروں کی صحت مند جبلت کو لوٹ لیا ہے اور اس کے بدلے میں صرف دھندلی سی سوچ دے دی ہے۔ گزشتہ صدیوں کے دوران میں اس تصوف نے اسلام کے بہترین دماغوں کو کئی معاملات معمولی درجے کے لوگوں کیلئے چھوڑتے ہوئے جذب کر لیا ہے۔ جدید اسلام برداشت نہیں کر سکتا کہ اس تجربہ کو دہرایا جائے اور نہ یہ برداشت کر سکتا ہے کہ ڈیڑھ سو سال تک پنجاب کو اُن دینیاتی مسائل میں الجھائے رکھنے کے تجربہ کو دہرایا جائے جن مسائل کا زندگی سے قطعاً کوئی تعلق نہیں۔ اسلام سے پہلے ہی تازہ ٹکرو عمل کے روز روشن میں سے گزر چکا ہے اور کوئی ولی کوئی پیغمبر اُسے قرون مظلمہ کے تصوف کی دھند میں واپس نہیں لاسکتا۔ ۱۵

حصہ سوم

اب مجھے پنڈت جواہر لال نہرو کے سوالات کی طرف آنے دیجئے۔ مجھے اندیشہ ہے کہ پنڈت جی کے مضامین عملاً اسلام یا انیسویں صدی میں اس کی دینی تاریخ سے شناسائی کا انکشاف نہیں کرتے نہ ہی ظاہر ہوتا ہے کہ میں اُن کے سوالات کے موضوع پر جو پہلے ہی لکھ چکا ہوں انہوں نے پڑھ رکھا ہے۔ میرے لیے ممکن نہیں کہ وہ تمام جو پہلے لکھ چکا ہوں دوبارہ یہاں پیش کروں اور نہ ہی ممکن ہے کہ انیسویں صدی کے اسلام کی تاریخ یہاں لکھوں جس کے بغیر عالم اسلام کی موجودہ صورت احوال کا پورا فہم ناممکن ہے۔ ترکی اور جدید اسلام کے عنوان پر سینکڑوں کتابیں اور مضامین لکھے جا چکے ہیں اس مواد کا زیادہ تر میں مطالعہ کیا ہے اور غالباً پنڈت جی نے بھی اسکا مطالعہ کیا ہے تاہم میں انھیں یقین دلاتا ہوں کہ اُن لکھاریوں میں سے کوئی ایک بھی اُن اثرات کی نوعیت یا سبب جس نے یہ اثر پیدا کیا ہے نہیں سمجھتا لہذا ضروری ہے کہ میں انیسویں صدی کے دوران

میں ایشیاء میں مسلم فکر کے بڑے دھاروں کا اختصار سے ذکر کروں۔

میں نے اوپر کہا ہے کہ سال ۱۷۹۹ء میں مسلمانوں کا سیاسی زوال اپنے عروج کو پہنچ گیا تھا اس حقیقت کہ اسلام نے عملاً دنیا میں اپنا مقام فوراً حاصل کر لیا سے بڑا اسلام کی اندرونی قوت حیات کا کوئی ثبوت نہیں ہے۔ انیسویں صدی کے دوران میں سید احمد خان ہندوستان میں، سید جمال الدین افغانی افغانستان میں اور مفتی محمد عالم جان روس میں پیدا ہوئے تھے۔ یہ حضرات غالباً محمد بن عبدالوہاب سے متاثر ہوئے تھے جو ۱۷۰۰ء میں پیدا ہوئے تھے جو نام نہاد وہابی تحریک کے بانی ہیں جن کو صحیح طور پر جدید اسلام میں زندگی کی پہلی دھڑکن کہا جاسکتا ہے۔ سید احمد خان کا سارا رسوخ ہندوستان تک محدود رہا۔ تاہم غالباً وہ پہلے جدید مسلمان ہیں جنہوں نے آنے والے دور کے مثبت کردار کی جھلک دیکھ لی تھی۔ اہل اسلام کے مصائب کا علاج روس میں مفتی عالم جان نے جدید تعلیم تجویز کیا تھا لیکن سید احمد خان کی حقیقی عظمت اس حقیقت پر مشتمل ہے کہ وہ پہلے ہندوستانی مسلمان تھے جنہوں نے اسلامی تعلیمات کو نئے رخ پر ڈالنے کی ضرورت محسوس کی اور اس کے لیے کام کیا ہمیں انکے دینی خیالات سے اختلاف ہو سکتا ہے لیکن کوئی اس حقیقت سے انکار نہیں کر سکتا کہ ان کی بنیاد پر روح ہی تھی جس نے پہلے پہل جدید دور کا اثر لیا۔

ہندوستانی مسلمانوں کی انتہائی قدامت پسندی جو زندگی کے حقائق پر اپنی گرفت کھوپچا تھی سید احمد خان کے دینی رویہ کا اصل مفہوم دیکھنے میں ناکام رہی۔ ہندوستان کے شمال مغرب میں ایک ملک جو باقی ہندوستان کی نسبت بہت قدیم اور پیشواؤں کا استحصال زدہ ہے۔ سید کی تحریک کا تعاقب فوراً احمدیت نے کیا جو سامی اور آریائی تصوف کا عجیب و غریب ملغوبہ ہے۔ جس کے ہاں اسلامی تصوف کے مطابق روحانی بقاء فرد کی باطنی زندگی کی تطہیر پر مشتمل نہیں ہے بلکہ مسیح موعود کا اہتمام کر کے عوام الناس کے متوقع رویہ کو مطمئن کرنے میں ہے۔ اس مسیح موعود کا کام فرد کو اضمحلال بخش حال سے نکالنا نہیں بلکہ غلامانہ انداز میں اس کی ہدایات کے سامنے اپنی اتنا سے دست برداری کیلئے تیار کرنا ہے یہ رد عمل اپنے اندر بہت لطیف تضاد رکھتا ہے یہ اسلام کے شعبہ کو تو برقرار رکھتا ہے مگر اس ارادہ کو تباہ کر دیتا ہے جس سے وہ شعبہ مضبوط کرنا مقصود ہے۔

مولانا سید جمال الدین افغانی ایک مختلف چھاپ کے انسان تھے۔ فضل ربانی کے بھی انداز والے ہیں۔ دینی فکرو عمل میں دونوں میں ہمارے دور کے بہت زیادہ ترقی یافتہ مسلمانوں میں سے ایک افغانستان میں پیدا ہوئے جو دنیا کی تقریباً تمام اسلامی زبانوں پر عبور رکھتے تھے۔ اور جسے نہایت دلکش فصاحت عطا کی گئی۔ ان کی بے قرار روح ایران، مصر اور ترکی کے کچھ ممتاز ترین افراد پر اثر انداز ہوئی ایک مسلمان ملک سے دوسرے مسلمان ملک کی طرف ہجرت کرتی رہی۔ ہمارے دور کے کچھ عظیم ترین ماہرین دینیات مثلاً محمد عبیدہ اور کچھ نوجوان نسل کے افراد جو بعد ازاں سیاسی رہنما ہوئے مثلاً مصر کے زاعفلول پاشا ان کے شاگرد تھے۔ حضرت افغانی نے تحریر کم کیا اور تقریر زیادہ کی اور اس طرح ان سب کو جن کا ان سے رابطہ قائم ہوا

چھوٹے چھوٹے جمال الدینوں میں بدل دیا۔ انہوں نے ہرگز نبی یا مجدد ہونے کا دعویٰ نہیں کیا پھر بھی ہمارے دور کے کسی آدمی نے بھی ان سے زیادہ روح اسلام کو متحرک نہیں کیا اُن کی روح تاہنوز عالم اسلام میں کارفرما ہے اور کوئی نہیں جانتا کہ کہاں رکے گی۔ پھر بھی یہ پوچھا جاسکتا ہے کہ ان عظیم مسلمانوں کے حقیقی مقاصد کیا تھے جواب یہ ہے کہ انہوں نے دیکھا کہ دنیائے اسلام پر تین بڑی قوتیں حکمران ہیں اور انہوں نے اپنی ساری توانائی ان قوتوں کے خلاف بغاوت برپا کرنے میں لگا دی۔

(۱) ملائیت:

علماء ہمیشہ سے اسلام کیلئے بڑی قوت کا ذریعہ رہے ہیں لیکن صدیاں گزرنے کے دوران خصوصاً بغداد کی تباہی سے وہ انتہائی قدامت پسند ہو گئے اور اجتہاد جس کا مطلب فقہی معاملات میں آزادانہ رائے قائم کرنا ہے کی کوئی آزادی نہیں دیتے۔ وہابی تحریک جو انیسویں صدی کے مسلمان مصلحین کیلئے بیداری جذبہ کا ذریعہ تھی حقیقتاً علماء کے غیر لچکدار رویوں کے خلاف بغاوت تھی یوں انیسویں صدی کے مسلم مصلحین کا مقصد اول بڑھتے ہوئے تجربات کی روشنی میں فقہی تعبیر نو کیلئے حریت اور اعتماد کو نئی سمت دکھانا تھی۔

(۲) تصوف:

خاص و عام مسلمان ایسے تصوف سے متاثر ہو گئے تھے جس تصوف نے حقائق پر غور نہ کیا۔ لوگوں کو کمزور کر دیا اور ہر طرح کے توہم میں ڈوبائے رکھا اور تصوف روحانی تعلیم کی ایک قوت کی ارفع حالت سے گر کر محض لوگوں کی جہالت اور خوش اعتقادی سے ناجائز فائدہ اٹھانے کا ایک ذریعہ بن گیا تھا۔ اس نے بتدریج اور نظر نہ آتے ہوئے فتنائے اسلام کے اوسان خطا کر دیئے تھے اور فقہ اسلام کے سخت گیر نظم و ضبط سے تلاش سکون کی حد تک اُسے نرم کر دیا تھا انیسویں صدی کے مصلحین اس تصوف کے خلاف بغاوت میں اُٹھ کھڑے ہوئے اور مسلمانوں کو جدید دنیا کے روز روشن کی طرف بلایا۔ یہ سن کہ وہ مادیت پسند تھے اُن کا مشن مسلمانوں کی آنکھوں کو روح اسلام کی طرف کھولنا تھا جو مادیت کو فتح کرنے کی طرف لگی ہوئی تھیں اور اس سے پیچھے ہٹنے کیلئے نہیں۔

(۳) مسلمان بادشاہ:

جن کی پوری توجہ ان کے اپنے حکمرانہ مفادات پر جمی ہوئی تھی اور جب تک انکے مفادات محفوظ ہوتے تھے وہ اپنا ملک سب سے اونچی بولی دینے والے کو بیچنے سے جھجکتے نہ تھے۔ دنیائے اسلام میں ایسے حالات کے خلاف مسلمان عوام کو بغاوت کیلئے تیار کرنا سید جمال الدین افغانی کا خصوصی مشن تھا۔ عالم اسلام کے فکر و احساس میں اُس وقت ماہیت کی تفصیل یہاں بیان کرنا ممکن نہیں ہے جس کا باعث یہ مصلحین بنے۔ تاہم ایک چیز واضح ہے کہ انہوں نے بڑی حد تک لوگوں کے ایک

دوسرے گروہ مثلاً زاغلول پاشا، مصطفیٰ کمال اور رضا شاہ کیلئے زمین تیار کی۔ مصلحین نے ترجمانی کی۔ استدلال دیا اور وضاحت کی لیکن ان کے بعد آنے والا گروہ جو اگرچہ جامعاتی تعلیم میں کم تر تھا اپنی صحت مند جبلت پر اعتماد کرتے ہوئے سورج کی روشنی میں بزور بازو وہ کچھ کر گزرنے کی جرأت رکھتا تھا زندگی کے نئے تقاضے جن کا مطالبہ کرتے تھے۔ ایسے لوگ غلطیوں کا ارتکاب کر سکتے ہیں لیکن تاریخ اقوام بتاتی ہے کہ اُن کی غلطیاں بھی بعض دفعہ اچھا پھل دیتی ہیں اُن میں محض باتیں بنانے کی بجائے زندگی ہوتی ہے جو اپنے مسائل حل کرنے کے لیے ان تھک جدوجہد کرتی ہے یہاں اس بات کی نشاندہی کر دی جائے کہ سید احمد خان، جمال الدین افغانی اور مسلم ممالک میں موخر الذکر کے شاگرد مغرب زدہ مسلمان نہ تھے یہ ایسے لوگ تھے جنہوں نے پرانے مدارس کے ملاؤں کے آگے زانوئے تلمذ تہہ کیے تھے۔ انہوں نے اُسی دینی اور روحانی فضا میں سانس لیا تھا جس کی انہوں نے بعد میں تعمیر مکدر کرنا چاہی جدید نظریات کا دباؤ تسلیم کیا جاسکتا ہے لیکن اس طرح اختصار کیساتھ اوپر بتائی گئی تاریخ واضح طور پر ظاہر کرتی ہے کہ جو انقلاب ترکی میں آیا ہے اور جو غالباً جلد یا بدیر دوسرے ممالک میں بھی آجائے گا تقریباً سارے کا سارا اس کے اندر کی قوتوں کا طے کردہ ہے۔ جدید دنیائے اسلام کا سطحی مشاہدہ کرنے والا بھی سوچ سکتا ہے کہ دنیائے اسلام کا موجودہ بحران سارے کا سارا غیر ملکی قوتوں کی کارکردگی ہے۔

تو کیا ہندوستان سے باہر کی دنیائے اسلام یا خصوصاً ترکی نے اسلام چھوڑ دیا ہے پنڈت جواہر لال نہرو کا خیال ہے کہ ترکی بطور ایک مسلم ملک کے ختم ہو گیا ہے وہ یہ محسوس کرتے نظر نہیں آتے کہ یہ سوال کہ کسی فرد یا گروہ نے اسلام کا رکن ہونا ختم کر دیا ہے مسلم کتبہ نظر سے خالصتاً فقہی سوال ہے اور اس کا فیصلہ ضرور اسلام کی ساخت کے متعلق اصولوں کی روشنی میں کیا جائے۔ جب تک کوئی شخص اسلام کے دو بنیادی اصولوں اللہ کی توحید اور پیغمبر پاک کی ختم نبوت کا وفادار ہے کمزور ترین مثلاً بھی اُسے دائرہ اسلام سے باہر نہیں نکال سکتے اگرچہ اُسکی متن قرآن کی اور فقہ کی توضیحات کا غلط ہونا بھی مان لیا جائے لیکن شاید پنڈت جواہر لال نہرو کے ذہن میں فرضی یا حقیقی نئے خیالات ہیں جو اتنا ترک نے متعارف کرائے ہیں۔ آئیے لمحہ بھر کیلئے اُن کا جائزہ لیں کیا یہ ترکی میں ایک عمومی مادہ پرستانہ نکتہ نظر کی چشم رفت ہے جو اسلام کے لیے خطرناک نظر آتی ہے۔ اہل اسلام نے بہت زیادہ قطع تعلقی کی ہے۔ اب وقت ہے کہ مسلمان حقائق کی طرف دیکھیں۔ مادیت دین کیخلاف بہت بڑا اہتھیار ہے لیکن یہ مثلاً وں اور صوفیوں کی چالاکیوں کے خلاف بڑا اہتھیار بھی ہے جو دانستہ جہالت اور خوش اعتقادی سے ناجائز فائدہ اٹھانے کیلئے لوگوں کو چکر میں ڈالتے ہیں۔ روح اسلام مادے کے ساتھ اپنے رابطہ سے نہیں گھبراتا بلاشبہ قرآن کہتا ہے ”تو دنیا میں اپنا حصہ نہ بھول“۔ بحالہ گزشتہ چند صدیوں کی دنیائے اسلام کی تاریخ پر غور کرتے ہوئے ایک غیر مسلم کیلئے سمجھنا مشکل ہے کہ مادہ پرستانہ نکتہ نظر کی ترقی ایک خود اعتمادی کی شکل ہے تو کیا پھر پرانے لباس کا خاتمہ یا لاطینی رسم تحریر کو متعارف کرانا (ہی دائرہ اسلام سے اخراج کے لیے مواد ہے) بطور دین اسلام کا کوئی ملک نہیں بطور معاشرہ اسکی کوئی زبان نہیں کوئی مخصوص لباس نہیں

حتیٰ کہ قرآن کا ترکی زبان میں مطالعہ ایسی چیزیں ہیں کہ مسلمانوں کی تاریخ میں اس کی نظیر نہ ملتی ہو۔ ذاتی طور پر میں اسے بصیرت کی تشویشناک غلطی سمجھتا ہوں۔ کیونکہ عربی زبان کا جدید طالب علم بالکل اچھی طرح جانتا ہے کہ غیر یورپی زبان جس کا مستقبل ہے وہ صرف عربی زبان ہے لیکن اطلاعات ہیں کہ ترکوں نے پہلے ہی ملکی زبان میں قرآن کا مطالعہ کرنا ترک کر دیا ہے تو پھر کیا تعداد ازواج یا اجازت یافتہ علماء (ایسے مسائل اسلام سے اخراج کا جواز) ہیں قانون اسلام کے تحت مسلمان ریاست کا امیر قانون کی اجازت منسوخ کرنے کا اختیار رکھتا ہے اگر وہ قائل ہو جائے کہ یہ (اجازتیں) سماجی بدعنوانی کا باعث بننے کی طرف میلان رکھتی ہیں۔ جہاں تک اجازت یافتہ علماء کا تعلق ہے اگر مجھے ایسا کرنے کا اختیار ہوتا تو میں یقیناً اُسے متعارف کرانا افسانہ طراز مثلاً کی اختراعات اوسط درجے کے مسلمان کی حماقت کی وجہ سے ہیں اُسے لوگوں کی مذہبی زندگی سے خارج کرتے ہوئے اتنا ترک نے وہ کچھ کیا ہے جس پر ابن تیمیہ اور شاہ ولی اللہ کے دل باغ باغ ہو جائے۔ نبی پاک ﷺ کی ایک روایت ہے جسکو مشکوٰۃ شریف میں بیان کیا گیا ہے کہ صرف اسلامی ریاست کے امیر کا مقرر کردہ فرد یا افراد لوگوں کو تبلیغ کرنے کا حق رکھتے ہیں۔ میں نہیں جانتا کہ اتنا ترک کو کبھی اس روایت کا علم ہوا پھر بھی اسکے اسلامی شعور نے حیران کن انداز میں اس اہم معاملے میں اس کے دائرہ عمل کو منور کیا ہے سوئٹزرلینڈ کے مجموعہ قوانین کو اس کے قانون وراثت سمیت اختیار کرنا یقیناً ایک تشویشناک غلطی ہے جو اصلاحات کیلئے جوانی کے جوش سے پیدا ہوئی ہے اور آگے بڑھنے کی کی شدید خواہش رکھنے والے انسان کے لیے قابل معافی ہے۔ دینی پیشواؤں کی چالاکیوں کی بدلوں پرانی زنجیروں سے خلاصی (۸) کی شادمانی بعض دفعہ انسان کو عمل کی غیر آزمودہ راہوں کی طرف ہانک لے جاتی ہے لیکن ترکی اور باقی عالم اسلام نے بھی تاہنوز اسلامی قانون وراثت کے مخفی پہلوؤں کو معلوم کرتا ہے جنہیں قرآن کریم مسلم قانون کا نہایت قدیم ترین شعبہ بیان کرتا ہے کیا یہ (اسلام سے خروج) خلافت کا خاتمہ یا دین و ریاست میں علیحدگی ہے۔ اپنی اصل کے اعتبار سے اسلام سامراجیت نہیں ہے خلافت کے خاتمہ میں جو عملاً بنو امیہ کے دور میں ملوکیت کی قسم بن چکی تھی۔ یہ روح اسلام ہی تو ہے جس نے اتنا ترک کی وساطت سے عمل کر دکھایا ہے خلافت کے معاملہ میں ترکوں کا اجتہاد سمجھنے کے لیے ہم صرف ابن خلدون سے رہنمائی لے سکتے ہیں جو عظیم ترین فلسفی مورخ اسلام اور جدید تاریخ کے بانی ہیں میں یہاں اپنی تشکیل جدید سے ایک پیروہ نقل کرنے سے زیادہ کچھ نہیں کر سکتا۔

ابن خلدون اپنے مشہور مقدمہ میں تین واضح آراء کا ذکر کرتے ہیں!

(۱) عالمگیر امامت اللہ کا مقرر کردہ ادارہ ہے اور نیچے ناگزیر ہے۔

(۲) یہ محض مصلحت پر مبنی معاملہ ہے۔

(۳) یہ کہ ایسے ادارے کی کوئی ضرورت نہیں۔

آخری رائے خارجیوں نے اپنائی تھی جو اسلام میں جمہوریت کے اولین حامی تھے۔ معلوم ہوتا ہے کہ جدید ترکی پہلی رائے بدل کر دوسری رائے اختیار کر چکی ہے۔ یعنی معتزلہ کی رائے کی طرف جو عالمگیر امامت کو صرف مصلحت کے تابع معاملہ خیال کرتے تھے۔ ترکوں کی دلیل ہے کہ ہماری سیاسی فکر میں ہماری رہنمائی ہمارے گذشتہ سیاسی تجربہ سے ہونی چاہیے جو واضح طور پر اس حقیقت کی طرف نشاندہی کرتا ہے کہ عملاً عالمگیر خلافت کا نظریہ ناکام ہو چکا ہے یہ اس وقت قابل عمل نظریہ تھا جب اسلامی مملکت صحیح سالم تھی۔ اس مملکت کے اختتام پر خود مختار سیاسی اکائیاں ابھری ہیں وہ نظریہ زیر عمل نہیں رہا اور جدید اسلام کے نظم میں زندہ عنصر کے طور پر کام نہیں کر سکتا۔

دین و ریاست میں علیحدگی کا نظریہ اسلام کے لیے اجنبی نہیں امام کی غیبت کبریٰ کا عقیدہ ایک طرح سے شیعی ایران میں کافی عرصہ قبل اس علیحدگی پر منتج ہوا تھا۔ اسلام کے دینی اور سیاسی فرائض منصبی میں علیحدگی کے نظریہ کو یورپی دین و ریاست میں علیحدگی کے نظریہ کیساتھ ہرگز ملڈ نہ کیا جائے۔ اول الذکر صرف فرائض منصبی کی تقسیم ہے جیسا کہ مسلم ریاست کی شیخ الاسلام اور وزرا کے دفاتر کی بتدریج تخلیق سے ظاہر ہے۔ موخر الذکر روح اور مادے کی مابعد الطبیعیاتی محویت (دو ہونا، جوڑا ہونا) پر مبنی ہے۔ عیسائیت نے راہبوں کی فرمائش کے طور پر آغاز کیا جس نے دنیاوی معاملات سے کوئی واسطہ نہ رکھا۔ اسلام بالکل آغاز سے ہی ایک مدنی معاشرہ تھا جس کے قوانین نوعیت کے اعتبار سے مدنی تھے جسکی اصل عقیدہ کی رو سے وحی پر مبنی ہے۔ جس مابعد الطبیعیاتی محویت پر یورپی نظریہ کی بنیاد ہے۔ مغربی اقوام میں (وہ محویت) تلخ پھل لائی ہے۔ کئی سال قبل امریکہ میں ایک کتاب لکھی گئی جو ”گرمج دکا گو میں آئیں“ کہلاتی تھی۔ اس کتاب پر تبصرہ کرتے ہوئے ایک امریکی مصنف کہتا ہے! ”مسٹر میڈل کی کتاب سے سیکھنے کے قابل یہ سبھی ہے کہ بڑی خرابیاں جن میں انسانیت آج مبتلا ہے اُن سے صرف ریاست بذات خود بد عنوان سیاسی کل پرزوں کے حوالے کر دی گئی ہے اور ایسے کل پرزے نہ صرف برائیوں سے بھننا چاہتے ہی نہیں بلکہ وہ بھننے کے اہل ہی نہیں اور یہ کہ شہریوں کی اپنے عوامی فرائض سے آگاہی کے سوا کوئی چیز بے شمار دسیوں لاکھوں کو خستہ حالی اور خورد ریاست کو ذلت سے نہیں بچا سکتی۔

مسلم سیاسی تجربے کی تاریخ میں اس علیحدگی کا مطلب صرف فرائض منصبی کی علیحدگی ہے نہ کہ نظریات کی۔ یہ وثوق سے نہیں کہا جاسکتا کہ مسلم ممالک میں دین و ریاست کی علیحدگی کا مطلب مسلم دستور سازی کی سرگرمی کی لوگوں کے احساس سے آزادی ہے جن کو صدیوں سے اسلامی روحانیت نے تربیت اور ترقی دی ہے۔ تجربہ ہی ظاہر کرے گا کہ جدید ترکی میں یہ نظریہ کیسے کام کرے گا۔ ہم امید کر سکتے ہیں کہ یہ خرابیاں نہیں پیدا کرے گا جو اس نے یورپ اور امریکہ میں پیدا کی ہیں۔

میں نے اوپر مختصر آئے نظریات کے بارے میں پنڈت جواہر لال نہرو کی نسبت زیادہ تر مسلم قاری کے لیے بحث کی

ہے جن نئے نظریات کا ذکر پنڈت جی نے خصوصاً کیا ہے وہ ترکوں اور ایرانیوں کی طرف سے نسلی اور قوم پرستانہ نظریات کا بطور مثال اپنانا ہے۔ وہ سوچتے نظر آتے ہیں کہ ایسی مثالیت اپنانے کا مطلب ایران اور ترکی کا ترک اسلام ہے۔ تاریخ کا طالب علم بخوبی جانتا ہے کہ اسلام اُس وقت ظہور پذیر ہوا جب اتحاد کے پرانے اصول مثلاً خوئی رشتہ داری اور اقتداری ثقافت ناکام ہو رہے تھے۔ لہذا اسلام وحدت انسانی کے اصول گوشت پوست میں نہیں بلکہ ذہن انسانی میں پاتا ہے۔ بے شک اس کا انسانیت کو سماجی پیغام ہے کہ اپنے آپ کو نسل پرستی سے دور کر دیا و طرفی جنگ کے ہاتھوں ختم ہو جاوے یہ کہنا کوئی مبالغہ آرائی نہیں ہے کہ اسلام فطرت کے نسل سازی کے منصوبوں کو شک کی نظر سے دیکھتا ہے اور اپنے مخصوص اداروں کے ذریعے ایک ایسا نکتہ تخلیق کرتا ہے جو فطرت کی قوت ہائے نسل سازی کے خلاف جوابی کاروائی کرتا ہے۔

انسانی تربیت کی جانب عیسائیت اور بدھ مت نے دو ہزار سال یا زیادہ عرصہ میں جتنا بھی کیا ہے اسلام نے ایک ہزار سال اُن سے بہت زیادہ کام کر دیا ہے۔ یہ معجزہ سے کم نہیں کہ ہندوستان کا مسلمان نسل اور زبان کے اختلاف کے باوجود مراسم میں خود کو اپنے گھر میں پاتا ہے۔ پھر بھی یہ نہیں کہا جاسکتا کہ اسلام نے کلی طور پر نسل کی مخالفت کی ہے اس کی تاریخ دکھاتی ہے کہ سماجی اصلاح میں یہ زیادہ تر اس تجویز پر اعتماد کرتا ہے کہ ہندرتج نسل پرستی ختم کی جائے اور کم از کم مزاحمت کے طریقوں پر چلتا ہے قرآن فرماتا ہے: ”واقعی ہم نے تمہیں چھوٹے بڑے قبیلوں میں بنایا تاکہ تم پہچانے جاؤ لیکن اللہ کے ہاں تم میں سے بہترین وہ ہے جو تم میں سب سے زیادہ متقی ہے۔“ نسل کے مسئلہ کی طاقتوری اور نسل پرستی کے خاتمہ کے لیے بنی نوع انسان کو جیسے لازماً زیادہ وقت درکار ہوگا اور مسئلہ نسل کی طرف اسلام کا جو رویہ ہے پر غور کرتے ہوئے یعنی بذات خود ایک نسل ساز عنصر بنے بغیر ہی دل چیتے کو بھکنایا صرف منطقی اور قابل عمل رویہ ہے۔ سراسر تھ کیٹھ کی کتاب ”مسئلہ نسل“ میں ایک غیر معمولی حیرا ہے جو یہاں نقل کرنے کے قابل ہے۔ ”اور اب انسان اس حقیقت سے آگاہ ہو رہا ہے کہ فطرت کا ابتدائی مقصد یعنی تعمیر نسل جدید دنیائے معاشیات کی ضرورت سے مطابقت نہیں رکھتا اور انسان اپنے آپ سے پوچھ رہا ہے کہ مجھے کیا کرنا ہوگا؟ اب تک فطرت نے جو تعمیر نسل کا کام اپنا رکھا اُسے ختم کیجئے اور دائمی سکون پائیے؟ یا فطرت کو اس پرانے رستے پر چلنے رہنے دیجئے اور اس کا لازمی نتیجہ جنگ لے لیں؟ انسان کو کوئی نہ کوئی رستہ منتخب کرنا ہوگا درمیانی راہ ممکن نہیں ہے۔“

لہذا یہ واضح ہے کہ اگر اتنا ترک اتحاد عالم تورانیت سے متاثر ہے تو وہ حالات و وقت سے مخالفت کی نسبت روح اسلام کے خلاف کچھ زیادہ نہیں چل رہا اور اگر وہ نسلوں کی حمیت پر یقین رکھتا ہے تو یقیناً نئے وقتوں کے تقاضوں سے جو مکمل طور پر روح اسلام کے ہم آہنگ ہیں مارکھا جائے گا ۱۹۲۱ء کی طور پر میرا خیال نہیں کہ وہ اتحاد عالم تورانیت سے متاثر ہے جیسا کہ مجھے یقین ہے کہ اس کا اتحاد عالم تورانیت، اتحاد عالم سلوونیت یا اتحاد عالم جرنیت یا اتحاد عالم سیکسونیت کو صرف دندان شکن سیاسی جواب ہے۔ اگر اوپر کے حیرا کا مفہوم صحیح طور پر سمجھ لیا جائے تو قوم پرستانہ مثالیت کے ضمن میں اسلام کا رویہ جاننا مشکل نہیں

ہے فرد اپنے وطن سے محبت کرنے یا وطن کی عزت پر قربان ہو جانے کے مفہوم میں قوم پرستی اسلامی عقیدہ کا جزو ہے یہ قوم پرستی اسلام کے ساتھ اس وقت جھگڑے میں داخل ہو جاتی ہے جب یہ سیاسی نظریہ کا کردار ادا کرنا شروع کر دیتی ہے اور استحکام کا اصولی ہونے کا دعویٰ کرتی ہے یہ مطالبہ کرتے ہوئے کہ اسلام صرف ذاتی نکتہ نظر کے پس منظر کی جانب ہٹ جائے اور قومی زندگی میں زندہ عنصر کے طور پر رہنا ختم کر دے۔ ترکی، ایران، مصر اور دوسرے اسلامی ممالک میں یہ (قومیت پرستی) کبھی مسئلہ نہیں بنے گی ان ممالک میں مسلمان غالب اکثریت بناتے ہیں اور ان کی اقلیتیں مثلاً یہودی، عیسائی اور زرتشتی قانون اسلام کے تحت یا تو اہل کتاب ہیں یا اہل کتاب کی طرح ہیں جن کیساتھ اسلام بلا روک ٹوک سماجی تعلقات کی بشمول ازدواجی رشتہ داریاں اجازت دیتا ہے۔ یہ (قومیت پرستی) مسلمانوں کیلئے صرف ان ممالک میں مسئلہ بنتی ہے جہاں مسلمان اقلیت میں ہیں اور قومیت پرستی (بطور مسلم) ان کا مکمل صفایا مانگتی ہے مسلم اکثریت والے ملکوں میں اسلام قومیت پرستی کو جگہ دے دیتا ہے کیونکہ وہاں اسلام اور قومیت عملاً ایک جیسے ہوتے ہیں اقلیت والے ملکوں میں ایک ثقافتی اکائی کے طور پر خود اختیاری کی تلاش جواز رکھتی ہے ہر صورت میں وہ اپنے اصولوں سے پوری طرح ہم آہنگ ہوتی ہے۔

اوپر والا بیچارہ اختصار کیساتھ آج کی دنیائے اسلام کی اصل صورت احوال کا خلاصہ پیش کرتا ہے اگر یہ ٹھیک طور پر سمجھ لیا جائے تو واضح ہو جائے گا کہ اسلام کے استحکام کے مبادیات خارجی اور داخلی قوتوں کے ہاتھوں ہرگز متزلزل نہ ہونگے۔ جیسا کہ میں نے پہلے وضاحت کی ہے کہ استحکام اسلام کے ڈھانچے سے متعلق دو اصولوں پر غیر متبدل ایمان پر مشتمل ہے جس میں پانچ جانے پہچانے اعمال ایمانی کا اضافہ کیا گیا ہے۔ یہ ہماری اسلامی استحکام کے لازمی اجزاء ہیں جو ایسی مفہوم میں پیغمبر پاک کے دونوں سے حال ہی میں بھائیوں کی طرف سے ایران اور قادیانوں کی طرف سے ہندوستان میں غلغل ڈالنے تک رہے ہیں۔ یہ (ڈھانچہ) دنیائے اسلام میں عملاً یکساں روحانی فضا کیلئے ضمانت دیتا ہے یہ اسلامی ریاستوں کے سیاسی اتحاد کو آسان بناتا ہے جو اتحاد عالمی ریاست (مثالی) یا مسلم ریاستوں کی انجمن یا بہت سی آزاد ریاستیں جن کے معاہدے اور معاونت کا تعین خالصتاً معاشی اور سیاسی تا ملاط (سوچ بچار کرنا) کرتے ہیں۔ اس سادہ سے عقیدہ کا نظریاتی ڈھانچہ کیساتھ تعلق زمانے کیساتھ ویسی ہی رہتا ہے۔ اس تعلق کی گہرائی صرف مخصوص قرآنی آیات کی روشنی میں ہی سمجھی جاسکتی ہے جن کی وضاحت یہاں فوری طور پر ہمارے پیش نظر نکتہ سے ہٹے بغیر نہیں کی جاسکتی۔ لہذا سیاسی طور پر استحکام اسلام صرف اس وقت متزلزل ہوتا ہے جب مسلمان ریاستیں یک دوسرے سے برسر پیکار ہو جاتی ہیں اور دینی طور پر استحکام اسلام اس وقت متزلزل ہوتا ہے جب مسلمان ایمان سے وابستہ بنیادی عقائد اور اعمال سے بغاوت کر دیتے ہیں۔ یہ داغی استحکام کے لیے مفید ہے کہ اسلام اپنے اندر کسی باغی گروہ کو برداشت نہیں کر سکتا۔ دائرہ اسلام سے باہر ایسا گروہ اتنا ہی زیادہ رواداری کا حق دار ہے جس طرح کسی دوسرے عقیدہ کے پیروکار مجھے نظر آ رہا ہے کہ اس لمحہ اسلام عبوری دور سے گزر رہا ہے یہ سیاسی استحکام کی ایک شکل سے دوسری

شکل اختیار کر رہا ہے جیسے تاریخ کی قوتوں نے ابھی متعین کرنا ہے۔ دنیائے جدید میں واقعات اتنی تیزی سے حرکت کر رہے ہیں کہ کوئی پیشین گوئی کرنا تقریباً ناممکن ہے کہ سیاسی طور پر متحد اسلام کا غیر مسلموں سے سلوک کیا ہوگا۔ اگر سیاسی طور پر عالم اسلام کے اتحاد کے حالات کبھی آتے ہیں تو اس سوال کا جواب صرف تاریخ دے سکتی ہے۔ میں یہی کچھ کہہ سکتا ہوں کہ ایشیاء اور یورپ کے راستے میں پڑے ہوئے اور زندگی پر مشرقی اور غربی نکتہ ہائے نظر کا احتجاج ہوتے ہوئے اسلام کو مشرق اور مغرب میں ثالث کا کردار ادا کرنا چاہیے لیکن اُس وقت کیا بنے گا جب یورپی حاکمیتیں ایک ناقابلِ مصلحت اسلام تخلیق کر دیں گی۔ یورپ میں روز بروز بڑھتے ہوئے حالات اسلام کی طرف یورپی نکتہ نظر کی بنیادی قلب پابیت کا مطالعہ کر رہے ہیں ہم صرف اُمید ہی کر سکتے ہیں کہ سیاسی بصیرت اپنے آپ کو سامراجی حرص کے احکامات اور ناجائز معاشی انشعاع کے ہاتھوں دھندلانے نہیں دے گی۔ جہاں تک انڈیا کا تعلق ہے میں پورے اعتماد سے کہہ سکتا ہوں کہ مسلمانانِ انڈیا ایسی کسی مثالیت کو نہیں مانیں گے جو ان کی ثقافتی ہستی کو برباد کرنا چاہے گی ان پر غیر متذبذب اعتماد کیا جائے کہ وہ دین اور حب الوطنی کے تقاضوں میں ہم آہنگی پیدا کرنا جانتے ہیں۔

آغا خان کے بارے میں میرے لیے یہ دریافت کرنا مشکل ہے کہ کوئی چیز پنڈت جواہر لال نہرو کو آغا خان ۱۲ پر حملہ کرنے کی طرف لگتی ہے۔ شاید وہ سوچتے ہیں کہ قادیانی اور اسماعیلی ایک ہی زمرے میں آتے ہیں صاف ظاہر ہے وہ نہیں جانتے کہ اسماعیلیوں کی مذہبی تعبیرات جتنی ہی غلط ہوں وہ اسلام کے بنیادی اصولوں پر ایمان رکھتے ہیں۔ یہ درست ہے کہ وہ داعیِ امامت کو مانتے ہیں لیکن انکے نزدیک امام وحی الہی کا وصول کرنے والا نہیں ہوتا وہ صرف قانون کا شارح ہوتا ہے۔ ابھی چند روز ۲۳ پہلے کی بات ہے (دیکھئے ستارہ الہ آباد ۱۲ مارچ ۱۹۳۳ء) کہ آغا خان نے اپنے پیروکاروں کو یہ کہہ کر خطاب کیا! ”گواہی دو کہ اللہ ایک ہے۔ محمد (ﷺ) اللہ کے رسول ہیں قرآن اللہ کی کتاب ہے۔ کعبہ سب کا قبلہ ہے۔ تم مسلمان ہو اور تمہیں مسلمانوں کیساتھ رہنا چاہیے مسلمانوں کو السلام علیکم کہہ کر سلام کرو۔ اپنے بچوں کے اسلامی نام رکھو۔ مسلمانوں کیساتھ مسجدوں میں باجماعت نمازیں ادا کرو۔ باقاعدگی سے روزے رکھو۔ اپنی شادیوں کے مراسم نکاح کے اسلامی قانون کے تحت بجالاؤ۔ تمام مسلمانوں سے اپنے بھائیوں کی طرح برتاؤ کرو۔“

اب پنڈت جی فیصلہ کریں کہ کیا آغا خان اسلامی اتحاد کی نمائندگی کرتے ہیں یا نہیں؟

پنڈت جواہر لال نہرو کی طرف احمدیوں کے بارے میں خط ۲۳

مورخہ ۲۱ جون ۱۹۳۶ء

آپ کے خط کا جو میں نے کل وصول کیا بہت بہت شکریہ جس وقت میں نے آپ کے مضامین کے جواب میں لکھا مجھے یقین تھا کہ آپ کے ہاں قادیانیوں کے سیاسی رویہ کے بارے میں کوئی تصویر نہیں۔ دراصل میرے جواب لکھنے کی بڑی وجہ

بالخصوص آپ کو یہ دکھانا تھا کہ (ان لوگوں میں) مسلمانوں سے وفاداری کیسے پیدا ہوئی اور بالآخر کیسے اُس نے احمدیت میں وحی پر مبنی بنیاد پالی۔ میرا تحقیقی مضمون شائع ہونے کے بعد مجھے بڑی حیرانی کی حد تک پتہ چلا کہ تعلیم یافتہ حضرات کے ہاں بھی ان تاریخی وجوہات کا کوئی تصور نہیں جنہوں نے احمدیت کی تعلیمات کو (یہ) رنگ روپ دیا۔ مزید برآں پنجاب میں اور کچھ دوسری جگہوں پر آپ کے مسلمان مداحوں نے آپ کے مضامین پر اضطراب محسوس کیا کیونکہ انہوں نے سوچا کہ آپ کو احمدی تحریک سے ہمدردی ہے یہ اضطراب بڑی حد تک اس حقیقت کی وجہ سے تھا کہ احمدی آپ کے مضامین (کی اشاعت) پر شاداں و فرحاں تھے۔ احمدی چھاپہ خانہ آپ کے خلاف غلط فہمی کا زیادہ تر ذمہ دار تھا۔ تاہم مجھے یہ جان کر خوشی ہوئی ہے کہ آپ کے بارے میں میرا یہ تاثر غلط تھا۔ مجھے خود یقینی مسائل میں پڑنے کی کم دلچسپی ہے لیکن احمدیوں سے انکی اپنی شرائط کیساتھ مقابلے کے لیے قدرے ہاتھ پاؤں مارنے پڑے۔ میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ میرا تحقیقی مضمون اسلام اور ہندوستان کے بہترین مقاصد کے تحت لکھا گیا۔ میرے ذہن میں کوئی شک نہیں کہ احمدی اسلام اور انڈیا دونوں کے غدار ہیں۔ ۱۹۵۷ء میں آپ سے ملاقات کا موقع کھودینے پر مجھے انتہائی افسوس تھا ان دنوں میں بہت بیمار تھا اور اپنے کمرے کو نہ چھوڑ سکا۔ گذشتہ دو سال سے مسلسل بیماریوں کی وجہ سے میں عملًا تنہائی کی زندگی گزار رہا ہوں۔ آپ مجھے ضرور بتائیں کہ اگلی دفعہ آپ پنجاب کب آئیں گے۔ کیا آپ کو شہری آزادیوں کیلئے آپ کے مجوزہ اتحاد کے بارے میں میرا خط ملا۔ جیسا کہ آپ نے اپنے خط میں وصول ہونے کی اطلاع نہیں دی مجھے ڈر ہے کہ آپ کو (میرا خط) نہیں ملا۔

حواشی و حوالا جات

(۱) اسلام اور قادیانیت لاہور تاریخ درج نہیں

(۲) گورنر پنجاب

WWW.NAFSEISLAM.COM

(۳) انجمن حمایت اسلام لاہور

(۴) اسلام میں دینی افکار کی تشکیل جدید

(۵) لا الہ الا اللہ

(۶) ابن صیاد اور ابن صائد کا نا دجال ہی ہے جس کے بارے میں ترمذی شریف کے ابواب الفتن میں احادیث مروی ہیں۔ نفس مضمون سے متعلق ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے جس کا اقتباس یہ ہے کہ نبی ﷺ نے ابن صیاد کی پیٹھ پر ہاتھ مار کر فرمایا کیا تو گواہی دیتا ہے کہ میں اللہ کا رسول ہوں؟ ابن صیاد نے آپ کی طرف دیکھا اور کہا میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ امیوں کے رسول ہیں (ابن عمر رضی اللہ عنہ) نے کہا پھر ابن صیاد نے کہا کیا آپ گواہی دیتے ہیں کہ میں اللہ کا رسول ہوں نبی ﷺ نے فرمایا تیرے پاس کیا کچھ (وحی) آتی ہے اس نے کہا کہ کبھی بات سچ ہو جاتی ہے اور کبھی جھوٹ پھر نبی ﷺ نے

فرمایا تجھ پر معاملہ غلط ملط ہو گیا ہے۔

(۷) جہاں تک علم میں آیا ہے یہ تعارف نہ لکھا جاسکا۔

(۸) اس خط کا دو تہائی سے زیادہ اسلام لاہور مورخہ ۲۲ جون ۱۹۳۵ء میں دوبارہ پیش کیا گیا۔

(۹) اسلام بابت ۲۲ جون ۱۹۳۵ء

(۱۰) اسلام اور احمدیت مورخہ ۲۲ جنوری ۱۹۳۶ء (صفحات ۲ تا ۴)

(۱۱) اسلام اور احمدیت مورخہ ۲۲ جنوری ۱۹۳۶ء (صفحات ۱۶۱ تا ۱۶۶)

(۱۲) اے ہندو کو بت پرستی کا طعنہ دینے والے اُس سے کچھ بھی لے کہ عبادت کس طرح کی جاتی ہے۔

(۱۳) سورۃ الحجرات آیت نمبر ۱۲

(۱۴) النساء آیت نمبر ۵۹

(۱۵) غائبانہ انداز خطاب کا یہ رخ جاہلانہ تصوف اور جعلی نبوت کی طرف ہے۔

(۱۶) زندگی رواں دواں ندی کی مانند ہے۔ ندی کی راہ میں پہاڑ، وادیاں اور میدان آتے ہیں۔ اسی طرح زندگی کو بھی ہر طرح کے حالات و مسائل سے واسطہ پڑتا ہے۔ نت نئے سامنے آنے والے مسائل کا واحد حل اسلام میں اجتہاد ہے۔ حضرت اقبال کو اس تلخ حقیقت کا خوب احساس تھا کہ ملوک، علماء اور بعض صوفیاء پیروں کی اکثریت طالب جاہ جمود پسند بلکہ جمود پرست قوتوں کے نمائندہ بلکہ معاونین خصوصی کا کردار ادا کر رہی ہے ان کے کلام میں ان عناصر سے بیزاری جگہ جگہ ملتی ہے۔ مثلاً رخ سوئے بت خانہ وارد پیر ماور از ضرورت ہائے ملت بے خبر (اسرار و رموز اندرز میر نجات ص ۷۰) گھر پیر کا بجلی کے چراغوں سے ہے روشن اور زراغوں کے تصرف میں عقابوں کے نشیمن (بال جبریل: باغی مرید ص ۲۱۹) اے کشتہ منلائی و سلطانی و پیری (ارمغان حجاز آواز، غیب ص ۲۸) کیا نہ پیچو گے جوئل جائیں گے صنم پتھر کے (بانگ درا، جواب شکوہ ص ۲۰۱) تم باذن اللہ جو کہہ سکتے تھے وہ رخصت ہوئے خانقاہوں میں مجاور رہ گئے یا گورکن (بال جبریل خانقاہ ص ۲۱۴) مشہور کیا گیا تھا کہ محمد بن عبد الوہاب جمود و فکر و عمل اور جاہلانہ تصوف کے خلاف سامنے آئے۔ اسی بنا پر حضرت اقبال نے انہیں اسلام کے سینے کی دھڑکن سے منسوب کیا جہاں تک وہابی تحریک کے عقائد کا تعلق ہے حکیم الامت کا اُن سے دور کا بھی واسطہ نہیں آپ کا جناب رسالت مآب ﷺ سے والہانہ لگاؤ اور دیگر اہل اللہ سے دلی عقیدت مندی و ہابیت کو کہاں نصیب۔ فکر اقبال یا عشق اقبال ملاحظہ ہو!

چشم تو مانی الصدور (اسرار و رموز، عرض حال ص ۱۶۸) نگاہ عشق و مستی میں وہی اول وہی آخر (بال جبریل ص ۴۱) خدا را گفت مارا مصطفیٰ بس (ارمغان حجاز، حضور رسالت ص ۵۹)

روح راجز عشق او آرام نیست (پیام مشرق پیش کش ص ۲۱) از خدا محبوب تر گرد و نمی (اسرار و رموز، رکن دوم، رسالت ص

۱۰) تو بارش میں جاو با خاصا بیٹا میر کہ من دارم ہوئے منزل دوست (ارمغانِ حجاز، حضور حق ص ۱۹) طور مو جے از غبار خانہ اش کعبہ را بیت الحرم کا شانہ اش (اسرار و رموز، خودی از عشق ص ۱۹) تجو دے نیست اے عبدالعزیز! میں بروم از مشرہ خاک در دوست (ارمغانِ حجاز، حضور رسالت ص ۶)

حقیقی اولیاء اور علماء کو خراجِ تحسین پیش کرتے ہوئے فراخ دلی کا مظاہرہ کرتے ہیں اُن کی صفات عالیہ کا تذکرہ کرتے ہیں اور ان کیساتھ اپنے تعلق پر فخر کرتے ہیں آپ خود سلسلہ قادریہ سے متعلق تھے حضرت سید علی ہجویری کو خندم ام اور آپ کی قبر اطہر کو پیر بنجر را حرم کہا (اسرار و رموز حکایت نوجوان ص ۵۱) حضرت مجدد الف ثانی کو ہند میں سرمایہ ملت کا نجم بان کہا (بال جبریل، پنجاب کے پیر زادوں سے ص ۲۲۱) مولانا نور الدین عبدالرحمن جامی کے تودہ کشتہ ہیں (اسرار و رموز، خودی از عشق ص ۲۱) حضرت نظام الدین اولیاء کے دربار پر عرض کیا ہے۔ شکفتہ ہو کے کلی دل کی پھول ہو جائے یہ التجائے مسافر قبول ہو جائے باغِ درا، التجائے مسافر ص ۹۶) پیررومی اُن کے رفیقِ راہ ہیں۔ (جاوید نامہ، خطاب بر جاوید ص ۲۰۸) عشق رسالت مآب میں وارفتگی۔ حیاتِ النبی، علم غیب، استد اور توسل ایسے وہابیت مخالف مضامین اقبالیات میں بکثرت ملتے ہیں بہر طور اچھوں اور بروں میں فرق قائم رکھنا ہی متوازن فکر کی علامت اور صحت مندرجہ عمل کا ضامن ہے۔ اقبال کے ہاں یہی کچھ ہے۔

۱۷) القمص آیت نمبر ۷

۱۸) حرم رسوا ہوا پیر حرم کی کم نگاہی سے جوانانِ تباری کس قدر صاحبِ نظر نکلے (باغِ درا، مبلوغ اسلام ص ۲۷۲ طبع اول ستمبر ۱۹۲۳ء)

۱۹) تشکیلِ جدید الہیات اسلامیہ ص ۱۳۹ تا ۱۵۰

۲۰) الحجرات آیت نمبر ۱۳

۲۱) دانائے راز نے عالمِ اسلام کی خیر خواہی میں مسلمانوں میں ابھرنے والی ہر قیادت کی سرگرمیوں کو حسنِ ظن سے دیکھا۔ اسی طرح انہوں نے ابتداً اُتار ترکِ مصطفیٰ کمال پاشا (وفات ۱۹۳۸) اور ایران کے رضا شاہ کبیر سے ملتِ اسلامیہ کی جرأت مندانہ قیادت کیلئے اُمید وابستہ کر لی مگر یہ خوش گمانی زیادہ دیر نہ رہ سکی

۔ نہ مصطفیٰ ندر رضا شاہ میں ہے نمود اس کی کرد و حشرِ مشرقِ بدن کی تلاش میں ہے ابھی

(ضربِ کلیم، مشرق طبع اول جولائی ۱۹۴۳ء)

۲۲) نہرو نے دوسری باتوں کے علاوہ لکھا تھا ”مجھے طویل عرصہ سے ایک مبہم قسم کا خیال رہا ہے کہ وہ (آغا خان) بمشکل صحیح العقیدہ مسلمانوں سے تعلق رکھتے ہیں اور میں نے اُن کے اس بالکل حیران کن انداز کی تعریف کی ہے جس میں انہوں نے مکمل

مل جانے کا اہتمام کیا ہے اور باوقار طریقے سے اپنی شخصیت میں نہایت متضاد صفات اٹھائے پھرتے ہیں اور اُن گونا گوں سرگرمیوں میں حصہ لیتے ہیں جو باہم مخالفانہ اور ناقابل مصالحت نظر آتی ہیں۔ (ماڈرن ریویو کلکتہ نومبر ۱۹۳۵ء ص ۵۰۵)

(۲۳) گویا اسلام اور احمدیت کے زیر عنوان مضمون مارچ ۱۹۳۳ء میں لکھا گیا

(۲۴) جواہر لال نہرو کی کتاب ”پرانے خطوط کا گلدستہ“ لندن ۱۹۶۰ء ص ۱۸ تا ۱۸۸ دو بارہ پیش کیے گئے۔

(۲۵) اقبال کے خطوط میں تحریف کے عنوان سے ۶ مئی ۲۰۰۰ء کے روزنامہ نوائے وقت راولپنڈی میں یہ افسوسناک اطلاع چھپی کہ لاہور کے ایک اشاعتی ادارہ فکشن ہاؤس نے جدوجہد آزادی پر ایک نظر کے عنوان سے پنڈت جواہر لال نہرو کی کتاب کا اردو ترجمہ شائع کیا ہے جس میں ملک اشفاق نے علامہ اقبال کے اس جملے کہ احمدی اسلام اور انڈیا دونوں کے غدار ہیں میں تحریف کر کے یوں کر دیا کہ احمدیوں اور مسلمانوں میں زیادہ اختلاف نہیں اور نہ ہی احمدی ہندوستان کے لیے دہشت گرد ہیں نیز یہ کہ مترجم مذکور نے اس خط کے چند اہم حصے جن میں قادیانیت کے بارے میں علامہ کے عقائد کی صحیح ترجمانی ہوتی ہے حذف کر دیئے ہیں۔

☆☆☆☆

☆☆☆☆

☆☆☆☆



کلام اقبال میں ذکر ختم نبوت و ردِ قادیانیت

پروفیسر محمد یوسف صاحب

<p>دین فطرت از نبی آمویم ایں گہر از بحر بے پایاں اوست تانہ ریں رمدت ز دست مارد پس خدا بر ما شریعت ختم کرد رونق ارما محفل ایام را خدمت ساقی گری ہما گذاشت لانی بعدی ز احسان خدا ست قوم ما سرمایہ قوت ازد حق تعالیٰ نقش ہر دعویٰ گلست</p>	<p>در رہ حق شعلے افرخیم ماکہ یکجا نیم از احسان اوست ہستی ماباابد ہمہ شود بر رسول ما رسالت ختم کرد روز رسل راختم و ما اقوام را داد مارا آخریں جامے کہ داشت بردہ ناموس دین مصطفیٰ است حفظ سر وحدت ملت ازد تاابد اسلام راہ شیرازہ بست</p>
---	--

دل نہ غیر اللہ مسلمان برکند
 نعرہ لا قوم بعدی می زند

اسرار خودی ص ۱۰۲ شیخ غلام علی ایڈمنسٹر لاء لاہور ۱۹۷۵ء

(جہاد) ضربِ کلیم ص ۲۸

<p>دنیا میں اب رہی نہیں تلوار کارگر مسجد میں اب یہ وعظ ہے بے سود بے اثر ہو بھی تو دل ہیں موت کی لذت سے بے خبر کہتا ہے کون اُسے کہ مسلمان کی موت مر دنیا کو جس کے ہنچے خونیں سے ہو خطر یورپ زرہ میں ڈوب گیا دوش تا کر</p>	<p>فتویٰ ہے شیخ کا یہ زمانہ قلم کا ہے لیکن جناب شیخ کو معلوم نہیں کیا؟ تیغ و تنگ دست مسلمان میں ہے کہاں کافر کی موت سے بھی لرزتا ہو جس کا دل تعلیم اُس کو چاہیے ترک جہاد کی باطل کے فال و فر کی حفاظت کے واسطے</p>
---	---

ہم پوچھتے ہیں شیخ کلیسا نواز سے حق سے اگر فرض ہے تو زیبا ہے کیا یہ بات	مشرق میں جنگ بڑھ رہی تو مغرب میں بھی ہے شر اسلام کا محاسبہ یورپ سے درگزر
---	---

(ہندی اسلام) ضرب کلیم ص ۳۴

ہے زندہ فقط وحدت افکار سے ملت وحدت کی حفاظت نہیں بے قوت بازو مٹا کر جو ہے ہند میں سجدے کی اجازت	وحدت ہو فتا جس سے وہ الہام بھی الحاد آتی نہیں کچھ کام یہاں عقل خدا داد ناداں یہ سمجھتا ہے کہ اسلام ہے آزاد
---	--

(الہام اور آزادی) ضرب کلیم ص ۳۸

محکوم کے الہام سے اللہ بچائے	غارت گر اقوام ہے وہ صورت چنگیز
------------------------------	--------------------------------

(نبوت) ضرب کلیم ص ۳۹

وہ نبوت ہے مسلمان کے لیے برگِ حشیش	جس نبوت میں نہیں قوت و شوکت کا پیام
------------------------------------	-------------------------------------

وہ دانائے سب ختم الرسل مولائے کل جس نے نگاہِ عشق و مستی میں وہی اول وہی آخر	غبارِ راہ کو بخشا فردغِ وادیِ سینا وہی قرآن وہی فرقان وہی یسین وہی طہ
--	--

بال جبریل ص ۲۴

بے خبر تو جو ہر آئینہ ایام ہے تو زمانے میں خدا کا آخری پیغام ہے

بانگِ وراص ص ۱۵۹

۱۹۰۲ء میں انجمن حیات اسلام کے جلسے میں پڑھی گئی ایک نظم بحوالہ مفکر پاکستان ص ۴۲۱ محمد حنیف شاہد

اے کے بعد از تو نبوت شد بہر مفہوم شرک بزمِ راروشن نہ نور شمعِ عرفاں کردہ ای

اقبال اور قادیانیت ص ۹۶ شائع کردہ شورش کاٹھیری

ختم نبوت ضروری

اسلام میں نبوت چونکہ اپنے معراجِ کمال کو پہنچ گئی لہذا اس کا خاتمہ ضروری ہو گیا۔

تفصیل جدید الہیات اسلام ص ۱۹۳ بزمِ اقبال لاہور ۱۹۵۸ء

۱۰ جون ۱۹۳۵ء کو اخبار اسٹیسٹمین کو ایک خط:

اسلام ایک دینی جماعت ہے جس کے حدود مقرر ہیں یعنی وحدت الوہیت پر ایمان، انبیاء پر ایمان اور رسول کریم

ﷺ کی ختم رسالت پر ایمان۔ دراصل یہ آخری یقین ہی وہ حقیقت ہے جو مسلم اور غیر مسلم کے درمیان وجہ امتیاز ہے اور اس امر کے لیے فیصلہ کن ہے کہ فرد یا گروہ ملت اسلامیہ میں شامل ہے یا نہیں۔ مثلاً! خدا پر یقین رکھتے ہیں اور رسول کریم کو خدا کا پیغمبر مانتے ہیں لیکن انھیں ملت اسلامیہ میں شمار نہیں کیا جاسکتا کیونکہ قادیانیوں کی طرح وہ انبیاء کے ذریعہ وحی کے تسلسل پر ایمان رکھتے ہیں اور رسول کریم کی ختم نبوت کو نہیں مانتے۔ (حرف اقبال ص ۱۱۷)

اقبال کا عقیدہ:

۱۴ جنوری ۱۹۲۳ء کو خان نیاز الدین خاں کے نام ایک خط لکھتے ہیں!

[[میرا عقیدہ ہے کہ نبی کریم زندہ ہیں اور اس زمانے کے لوگ بھی اسی طرح مستفیض ہو سکتے ہیں جس طرح صحابہ ہوا کرتے تھے لیکن اس زمانے میں تو اس قسم کے عقائد کا اظہار بھی اکثر دماغوں کو ناگوار ہوگا۔ اس واسطے خاموش رہتا ہوں]]۔ (اقبال نامہ حصہ دوم ص ۳۱ مرتبہ شیخ عطاء اللہ شیخ محمد اشرف تاجر کتب کشمیری بازار لاہور)

اسلامی وحدت کے لیے خطرہ:

مسلمان ان تحریکوں کے معاملہ میں زیادہ حساس ہے جو اس کی وحدت کے لیے خطرناک ہیں۔ چنانچہ ہر ایسی مذہبی جماعت جو تاریخی طور پر اسلام سے وابستہ ہو لیکن اپنی بنائے ہوئی نبوت پر رکھنے اور بزم خود اپنے الہامات پر اعتقاد نہ رکھنے والے تمام مسلمانوں کو کافر سمجھے مسلمان اسے اسلام کی وحدت کے لیے ایک خطرہ تصور کرے گا اور یہ اس لیے کہ اسلامی وحدت ختم نبوت سے ہی استوار ہوتی ہے۔ (مضمون قادیانی اور جمہور مسلمان حرف اقبال ص ۱۰۴ مرتبہ لطیف احمد خاں شیروانی ناشر علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی اسلام آباد)

اصل میں دونوں ایک ہیں:

قادیان اور دیوبند اگرچہ ایک دوسرے کی ضد ہیں لیکن دونوں کا سرچشمہ ایک ہے اور دونوں اس تحریک کی پیداوار جسے عرف عام میں وہابیت کہا جاتا ہے۔ (اقبال کے حضور حرف اقبال ص ۲۶۱ مرتبہ سید نذیر نیازی طبع اول ۱۹۷۱ء اقبال اکادمی کراچی)

قادیانی افکار کا تتبع:

حقیقت یہ ہے کہ مولانا حسین احمد یا ان کے دیگر ہم خیالوں کے افکار میں نظریہ وطنیت ایک معنی میں وہی حیثیت رکھتا ہے جو قادیانی افکار میں انکار خاتمیت کا۔ (جغرافیائی حدود اور مسلمان مقالہ، مقالات اقبال ص ۲۷۸ مرتبہ سید عبدالواحد معینی، محمد عبداللہ قریشی ناشر آئینہ ادب چوک مینار نارنگی لاہور)

روس نے بابی مذہب کو روک رکھا اور بابیوں کو اجازت دی کہ وہ اپنا پہلا تبلیغی مرکز انگل آباد میں قائم کریں۔ انگلستان نے بھی

احمدیوں کے ساتھ رواداری برتی اور ان کو اپنا پہلا تبلیغی مرکز و ونگ میں قائم کرنے کی اجازت دی۔

اقبال احمدیوں کی محفل میں:

سیالکوٹ کی ایک مسجد میں مرزا صاحب دعوائے مسیحیت کے ابتدائی ایام میں صبح اپنے عقیدت مندوں کے حلقہ میں تازہ الہامات سنایا کرتے تھے ایک روز مجھے جودل لگی سو جمی تو میں بھی وہاں جا پہنچا اور کہا کہ مجھے بھی الہامات ہوئے ہیں میں عربی کے چند جملے جن میں احمدیوں اور ان کے مذہب کی بابت مزاحیہ رنگ میں نوک جھونک تھی سنائے جس سے وہ طائفہ سخت برہم ہوا اور مجھے بھاگنا پڑا۔ (ملفوظات اقبال ص ۲۹۷، مفکر پاکستان ص ۳۱۹)

دونوں پریشان:

میں نے قادیانیت کے متعلق جو بیان دیا تھا (جس میں ایک مذہبی نظریہ کی محض جدید اصول کے مطابق تشریح کی گئی تھی) اس سے پنڈت جی اور قادیانی دونوں پریشان ہیں۔ غالباً اس کی وجہ یہ ہے کہ مختلف وجوہ کی بنا پر دونوں اپنے دل میں مسلمانان ہند کے مذہبی اور سیاسی استحکام کو پسند نہیں کرتے۔ (پنڈت نہرو کے سوالات کا جواب، حرف اقبال ص ۱۲۰)

قادیانیوں کو اقلیت قرار دیا جائے:

میری رائے میں حکومت کے لیے بہترین طریق کار یہ ہوگا کہ وہ قادیانیوں کو ایک الگ جماعت تسلیم کرے یہ قادیانیوں کی پالیسی کے عین مطابق ہوگا اور مسلمان ان سے ویسی رواداری سے کام لے گا جیسے وہ باقی مذاہب کے معاملہ میں اختیار کرتا ہے۔ (حرف اقبال ص ۱۰۹)

☆☆☆☆

☆☆☆☆

☆☆☆☆

عقیدہ ختم نبوت اور علامہ اقبال

ڈاکٹر محمد ظفر اقبال نوری (امریکہ)

یہ بات طے ہے کہ قرآن حکیم نے عقیدہ ختم نبوت کو بڑی وضاحت و صراحت سے بیان کیا ہے اور یہ بھی کہ حضرت اقبال کو قرآن پاک سے حد درجے کا شغف اور حضور ختمی مرتبت صاحب قرآن ﷺ سے انہاد رہے کا عشق تھا اس لیے یہ بات وہم و گمان میں بھی نہیں آسکتی کہ وہ قرآنی عقیدے کا انکار کرنے والے اور حضور خاتم النبیین ﷺ کی قصر نبوت میں نقب لگانے والے کسی جھوٹے مدعی نبوت کے طرفدار ہو سکتے ہیں۔ اسلامی طرز زندگی کی بنیاد اقبال کے نزدیک قرآن حکیم ہے۔

۔ گرتوی خواہی مسلمان زمیستن نیست ممکن جذبہ قرآن زمیستن

یہی وجہ ہے کہ وہ بچپن سے لے کر تادم آخریں تلاوت قرآن کے ذوق لازوال سے سرشار رہے۔ اور قرآن حکیم کے اسرار و رموز پر تدبر و تفکر کا ذوق بھی انہیں اپنے والد گرامی شیخ نور محمد سے ورثے میں ملا تھا۔ جنہوں نے بچپن ہی میں اقبال کو سمجھا دیا تھا کہ قرآن کو اس طرح پڑھا کر کہ گویا یہی نازل ہوا ہے۔ اور پھر انکی تلاوت قرآن اور تدبر قرآن کا یہ عالم تھا کہ ساری عمر انکی یہ عادت نہ گئی۔ حتیٰ کہ آخری عمر میں جب انکے گلے نے کام چھوڑ دیا تو وہ روزانہ کسی دوسرے شخص کو بلوا کر اس سے تلاوت قرآن سنتے تھے۔ اور اس پر اقبال کے سوانح نگار متفق ہیں کہ اقبال اپنے مطالعہ قرآن کے نوٹس لیتے رہتے تھے اور آخری عمر میں انکی خواہش اور تمنا تھی کہ وہ جدید پیرائے میں قرآن کریم کی کوئی تفسیر لکھ سکتے۔ اور یہ بات انکے اشعار پڑھ کر بھی محسوس کی جاسکتی ہے کہ وہ فکر قرآن کا کس قدر گہرا ادراک رکھتے تھے۔ ان کے سارے کلام میں جا بجا ایسے اشعار ملتے ہیں جن کے مضامین بلکہ بعض جگہ الفاظ بھی قرآن حکیم سے مستعار لیے گئے ہیں۔ اگر عقیدہ ختم نبوت کے حوالے سے بھی کلام اقبال کا جائزہ لیا جائے تو کئی ایک شعرا انکے عقیدے اور نکتہ نظری صاف وضاحت کرتے ہیں۔

ضرب کلیم میں ہندی مسلمان کے عنوان سے ایک نظم ہے

غدار وطن اس کو بتاتے ہیں برہمن

پنجاب کے ارباب نبوت کی شریعت

کہتی ہے کہ یہ مومن پارنیہ ہے کافر

دوسرے شعر کی تشریح میں مولانا غلام رسول مہر لکھتے ہیں ”اس شعر میں اشارہ اس عقیدے کی طرف ہے جو قادیانیوں سے منسوب ہے کہ جو شخص مرزا غلام احمد کو نبی نہ مانے وہ مسلمان نہیں ہو سکتا۔“

جہاد کے عنوان سے ایک نظم کے یہ اشعار ملاحظہ ہوں!

دنیا میں اب رہی نہیں تلوار کارگر مسجد میں اب یہ وعظ ہے بے سود و بے اثر	فتویٰ ہے شیخ کا یہ زمانہ قلم کا ہے لیکن جناب شیخ کو معلوم کیا نہیں
---	---

غلام رسول مہر نے ان کی شرح میں لکھا!

”شیخ نے فتویٰ دے دیا ہے کہ اب قلم کا زمانہ آ گیا ہے اور دنیا میں تلوار نام کی چیز نہیں رہی لہذا اسے چھوڑ دینا چاہیے اور صرف قلم سے کام لے کر اسلام کی خوبیاں بیان کرنی چاہیے۔“ اس مضمون کے فتوے یا اطلاعات مختلف لوگوں کی طرف سے کیے گئے جن میں قادیانی حضرات بھی تھے اور بعض اور لوگ بھی وہ سب انگریزوں کے طرف دار تھے۔“

بہتر ہوتا اگر مہر صاحب دوسرے لوگوں کی نشاندہی کر دیتے۔ سکھوں کے خلاف جہاد کی بناء پر شاہ اسماعیل دہلوی اور سید احمد کو تحریک آزادی کے ہیرو قرار دیا جاتا ہے۔ سید صاحب کی سوانح عمری ”حیات طیبہ“ کے مصنف مرزا حیرت دہلوی نے اس کتاب میں لکھا کہ!

”حضرت شاہ اسماعیل دہلوی کلکتہ میں جہاد کے موضوع پر تقریر فرما رہے تھے، موضوع تقریر سکھوں کے مظالم ٹھہرے ان سے ایک شخص نے دریافت کیا کہ آپ انگریزوں کے خلاف جہاد کا فتویٰ کیوں نہیں دیتے؟ آپ نے جواب دیا ”ان سے جہاد کسی طرح واجب نہیں ہے، ایک تو ہم انکی رعیت میں، دوسرے ہمارے مذہبی ارکان ادا کرنے میں وہ ذرا بھی دست اندازی نہیں کرتے، ہمیں انکی حکومت میں ہر طرح کی آزادی حاصل ہے۔ بلکہ اگر ان پر کوئی حملہ آور ہو تو مسلمانوں کا فرض ہے کہ وہ اس سے لڑیں اور اپنی گورنمنٹ پر آجنگ نہ آنے دیں۔“

ان جملہ ہائے معترضہ کے بعد اصل مجرم مرزا قادیانی کا فتویٰ بھی ملاحظہ فرمائیں!

(۱) ”آج سے دین کے لیے لڑنا حرام کیا گیا۔ اب اس کے بعد جو دین کیلئے تلوار اٹھاتا ہے اور غازی نام رکھ کر کافروں کو قتل کرتا ہے وہ خدا اور اس کے رسول کا نافرمان ہے۔“ (اشتبہار چندہ منارۃ المسیح ضمیمہ خطبہ الہامیہ)

(۲) آج کی تاریخ تک تمیں ہزار کے قریب یا کچھ زیادہ میرے ساتھ جماعت سے جو برٹش انڈیا کے متفرق مقامات میں آباد ہے اور ہر شخص جو میری بیعت کرتا ہے اور مجھ کو مسیح موعود مانتا ہے اسی روز سے اس کو یہ عقیدہ رکھنا پڑتا ہے کہ اس زمانے میں جہاد قطعاً حرام

ہے۔ کیونکہ مسیح آچکا خاص کر میری تعلیم کے لحاظ سے اس گورنمنٹ انگریزی کا سچا خیر خواہ اسکو بنانا پڑتا ہے۔ (گورنمنٹ انگریزی اور جہاد ضمیمہ صفحہ نمبر: ۷)

اسی ضمن میں مرزا کے یہ اشعار بھی اسکے منکر جہاد ہونے پر دال ہیں۔

اب چھوڑ دو جہاد کا اے دوستو خیال	دین کے لیے حرام ہے اب جنگ اور قتال
اب آگیا مسیح جو دین کا امام ہے	دین کیلئے تمام جنگوں کا اب اختتام ہے
اب آسمان سے نور خدا کا نزول ہے	اب جنگ اور جہاد کا فتویٰ فصول ہے
دشمن ہے وہ خدا کا جو کرتا ہے اب جہاد	منکر نبی کا ہے جو یہ رکھتا ہے اعتقاد

(ضمیمہ تحفہ گولڑویہ، صفحہ ۳۹)

یقیناً اسی لیے اقبال نے مرزا اور ریمواؤں کی گوشلی کی اور آخر میں سرکار برطانیہ کے ذلّ خواروں سے سوال کیا کہ۔

ہم پوچھتے ہیں شیخ کلیسا نواز سے	مشرق میں جنگ شر ہے تو مغرب میں بھی ہے شر
حق سے اگر غرض ہے تو زیبا ہے کیا یہ بات	اسلام کا محاسبہ یورپ سے درگزر

(ضرب کلیم)

نظم ہندو اسلام

ہے زندہ فقط وحدت افکار سے ملت	وحدت ہو فنا جس سے وہ الہام بھی الحاد
-------------------------------	--------------------------------------

یعنی قوم صرف افکار و نظریات میں اتحاد و یکسانیت کی بنیاد پر ہی زندہ رہ سکتی ہے۔ جو قوم فکری انتشار کا شکار ہو جائے وہ اپنا وجود کھودیتی ہے۔ اور جو الہام قوم کی یکجہتی اور اتحاد کو فنا کرے وہ الہام بھی الہام نہیں بلکہ الحاد ہے۔

امامت

قتنہ ملت بیضا ہے امامت اس کی	جو مسلمان کو سلاطین کا پرستار کرے
------------------------------	-----------------------------------

(ضرب کلیم)

یعنی جو مدعی امامت و قیامت مسلمانوں کو بادشاہوں کا پجاری بنائے اسکی امامت قوم کیلئے فائدے کی بجائے قتنہ و آزمائش کا باعث ہوتی ہے۔ اور ظاہر ہے کہ مرزا قادیانی نے پوری کوشش کی کہ مسلمانان ہند کو سلطنت برطانیہ کا پرستار بنایا جائے۔ ملاحظہ

ہو!

”چنانچہ میں نے اس مقصد کے انجام کے لیے اپنی ہر ایک تالیف میں یہ لکھنا شروع کیا کہ اس گورنمنٹ برطانیہ کے ساتھ کسی طرح مسلمانوں کو جہاد درست نہیں اور نہ صرف اس قدر

بلکہ بار بار اس بات پر زور دیا کہ چونکہ گورنمنٹ برطانیہ برٹش انڈیا کی رعایا کی محسن ہے اس لیے مسلمانان ہند پر لازم ہے کہ نہ صرف اتنا ہی کریں کہ گورنمنٹ برطانیہ کے مقابلہ بدرادوں سے رکس بلکہ اپنی جی شکرگزاری اور ہمدردی کے نمونے بھی گورنمنٹ کو دکھادیں۔“ (اشتہار لائق توجہ گورنمنٹ مندرجہ تبلیغ رسالت، جلد سوئم، صفحہ نمبر: ۱۹۳)

نبوت

میں نہ عارف، نہ مجدد، نہ محدث، نہ فقیہہ ہاں مگر عالم اسلام پہ رکھتا ہوں نظر عصر حاضر کی شب تار میں دیکھی میں نے وہ نبوت ہے مسلمان کے لیے برگ حشیش	مجھ کو معلوم نہیں کیا ہے نبوت کا مقام فاش ہے مجھ پہ ضمیر فلک نیلی قام یہ حقیقت کہ ہے روشن صفت ماہ تمام جس نبوت میں نہیں قوت و شوکت کا پیام
--	---

(ضرب کلیم)

اس نظم کے آخری شعر میں بھی مرزا کی منکر جہاد نبوت کا تذکرہ ہے۔ یعنی ایسی خود ساختہ نبوت جو مسلمانوں کیلئے قوت و شوکت کی بجائے بے چارگی اور بے بسی کی پیامبر ہو اسے نبوت نہیں بھنگ کی پتی سمجھنا چاہیے۔ کیونکہ بھنگ پنی کر انسان بے ہوش ہو جاتا ہے اور اسکے اعضا ڈھیلے پڑ جاتے ہیں۔ اس لیے جو قیادت جھوٹی نبوت کے نام پر مسلمانوں پر مردہ دلی طاری کر رہی ہے وہ نبوت نہیں برگ حشیش ہے۔

اسلامیہ کالج کا خطاب پنجاب کے مسلمانوں سے:

اس عنوان سے اقبال نے ایک نظم ۱۹۰۲ء میں انجمن حمایت اسلام کے سالانہ اجلاس میں پڑھی۔ اس کے نویں بند کا مندرجہ ذیل شعر علامہ اقبال کے عقیدہ ختم نبوت کا اظہار کرتا ہے۔

اے کہ بعد از تو نبوت شد بہر مفہوم شرک
بزم راروشن ز نور شمع عرفان کردہ ای
اقبال بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں عرض کرتے ہیں کہ یا رسول اللہ ﷺ آپ ﷺ کے بعد اگر کوئی بد بخت کسی بھی مفہوم میں نبوت کا دعویٰ کرتا ہے وہ شرک فی الثبوت کا مرتکب ہوتا ہے۔ جب آپ ﷺ نے معرفت و عرفان کی شمع روشن کر کے بزم جہاں میں روشنیاں اورا جالے بکھیر دیئے ہیں تو اب بھلا کسی اور نبی کی گنجائش کہاں رہتی ہے۔

ضرب کلیم کی طرح رموز بے خودی میں بھی علامہ اقبال ارکان اساسیہ اسلام کے رکن اول توحید کے بعد رکن دوم رسالت کی وضاحت کرتے ہیں اور اس میں جہاں رسالت مآب ختم المرسلین ﷺ کی عظمت و محبت کا ذکر کرتے ہوئے انہیں مرکز ملت قرار دیتے ہیں۔ وہیں پر اس عقیدے کا بھی اعلان کرتے ہیں کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے قوم مسلم پر اپنی شریعت کا

اور ہمارے رسول گرامی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات بابرکات پر رسالت کا اختتام فرمادیا ہے۔ اس نظم کے چند اشعار ملاحظہ فرمائیے۔

حق تعالیٰ پیکر ما آفرید	از رسالت درتن ما جاں دمید
حرف بے صوت اندریں عالم بدیم	از رسالت مصرع موزوں شدیم
از رسالت در جہاں نگوین ما	از رسالت دین ما آئین ما
از رسالت صد ہزار ما یک است	جزو ما از جزو مالا ینک است

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے ہمارا یعنی امت مسلمہ کا پیکر تخلیق فرمایا اور پھر رسالت سے اس بدن میں جان پھونگی۔ ہم تو اس دنیا میں ایسے الفاظ تھے جنکی کوئی آواز نہ تھی۔ اور پھر رسالت نے بے ربط لفظوں کو موزوں مصرع کی لڑی میں پرو دیا۔ رسالت ہی سے اس جہان میں ہمارا وجود ہے اور رسالت ہی سے ہمارا دین اور ہمارا آئین ہے۔ رسالت ہی سے ہم لاکھوں ہونے کے باوجود ایک ہیں، اسی کی بدولت ہمارا ایک جزو دوسرے جزو کا جزو لا ینفک ہے۔ ان اشعار میں رسالت محمدیہ کو وحدت ملت اسلامیہ کا سبب قرار دیا گیا ہے۔ جبکہ مرزائی نبوت نے اس وحدت کو پارہ پارہ کر دیا۔

آں کہ شان اوست بعدی من ترید	از رسالت حلقہ گر دما کشید
حلقہ ملت محیط افزاستے	مرکز او وادی بطحا ستے
ماز حکم نسبت او ملتسم	اہل عالم را پیام رحمتسم
از میان بحر او خیزیم ما	مثل موج از ہم نمی ریزیم ما

ترجمہ: اللہ تبارک و تعالیٰ کی یہ شان ہے کہ وہ جسے چاہتا ہے ہدایت عطا فرماتا ہے۔ اس نے رسالت کی صورت ہمارے گرد و راہ کھینچ دیا ہے۔ یعنی جو اس دائرے کے اندر آگیا، ہدایت پا گیا۔ دائرہ ملت جس کا مرکز وادی بطحا ہے، ہر دم وسعت پذیر ہے۔ ہم حضور نبی اکرم ﷺ کی نسبت سے ایک ملت ہیں اور جہان والوں کے لیے رحمت کا پیغام ہیں۔ ہم رسالت کے سمندر سے اٹھے ہیں اور موج کی طرح ایک دوسرے سے جدا نہیں ہوتے۔

ان اشعار میں بھی ذات رسول ﷺ ہی کو مرکز ملت قرار دیا گیا ہے۔

امتش در حرز دیوار حرم	نعرہ زن مانند شیران دراجم
معنی حرفم کنی تحقیق اگر	بگتری بادیدہ صدیق اگر
قوت قلب و جگر گرد نبی	از خدا محبوب تر گرد نبی

ترجمہ: حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی امت دیوار حرم کی پناہ میں ہے۔ اور اس طرح تارہ زن ہے جس طرح جنگل میں

شیر۔ اگر تو میری بات کی تحقیق کرے اور اگر تو سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی آنکھ سے دیکھے تو نبی کریم ﷺ قلب و جگر کی قوت بن جاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ سے بھی زیادہ محبوب بن جاتے ہیں۔

ان اشعار میں بھی ذات رسالت مآب ﷺ کو حصار امت قرار دیا گیا ہے۔ یعنی رسول رحمت ﷺ نے اپنی امت کو حرم کے حصار میں بٹھا دیا ہے جس طرح شیر اپنے بچوں کو جنگل میں بحفاظت بٹھا دیتا ہے۔ اور اگر تو غور و فکر کرے تو یقیناً اس نتیجے پر پہنچے گا کہ رسول اللہ ﷺ کی ذات بابرکات انسان کے قلب و جان کی قوت بن جاتی ہے اور پھر ایسا مرحلہ آتا ہے کہ ذات نبی ﷺ ذات خدا جل و علا سے بھی محبوب نظر آنے لگتی ہے۔

غور طلب امر یہ ہے کہ اقبال جب از خدا محبوب تر گرد نبوت کے کس طرح حامی ہو سکتے ہیں جو نہ صرف رسول اکرم ﷺ کے کمالات و صفات میں شرکت کا دعویدار ہو بلکہ ان سے بڑھ جانے کا احقنا اعلان بھی کرتا ہو۔ مرزا کی بہت سی لغویات میں سے نمونے کے طور پر درج ذیل اشعار پر غور فرمائیں۔

احمد آخروں ماں است آخریں جام ہمیں جام است

ترجمہ: میرا نام احمد آخروں ماں ہے اور میرا جام ہی سے آخری جام ہے۔

در شین (مرزا کا منظوم مجموعہ)

پھر کہتا ہے!

انبیاء گرچہ بودہ اندیے	من بعرفاں نہ مکترم ز کے
آدم نیز احمد مختار	در برم جامہ ہمہ ابرار

ترجمہ: میں عرفاں و معرفت میں کسی بھی نبی سے مکترم نہیں۔ میں ہی آدم ہوں، میں ہی احمد مختار ہوں۔ میں نے تمام ابرار کا لباس پہنا ہوا ہے۔ (نزول المسح، از مرزا قادیانی)

”اخبار پیغام صلح“ میں تو کسی اکمل نامی خمیش نے یوں ہرزہ سرائی کی!

محمد پھر اتر آئے ہیں ہم میں	اور آگے سے ہیں بڑھ کر اپنی شان میں
محمد دیکھنے ہوں جس نے اکمل	غلام احمد کو دیکھے قادیان میں

قارئین انداز فرمائیں کیا یہ جھوٹے مدعی نبوت اور اسکے تعالیٰ باز پیر و کاروں کی اقبال جیسا عاشق رسول حمایت کر سکتا ہے؟ جس کا عقیدہ ہو۔

از خدا محبوب تر گرد نبی

قوت قلب و جگر گرد نبی

از رسالت ہم نوا کشتم ما	ہم نفس ہم مدعا کشتم ما
-------------------------	------------------------

کثرت ہم مدعا و حدت شود	پختہ چوں وحدت شود ملت شود
زنده ہر کثرت ز نبرد وحدت است	وحدت مسلم ز دین فطرت است

ترجمہ: اقبال مزید فرماتے ہیں کہ رسالت نے ہمیں ہم نوا اور ہم آہنگ کیا ہے۔ رسالت ہی کی برکت سے ہم ایک دوسرے کے ساتھی، رفیق اور ہمدرد بنے۔ اسی کی برکت سے ہم سب کا نصب العین ایک ہو گیا۔ جب ایک مدعا ایک مقصد اور ایک نصب العین والے اکٹھے ہو جاتے ہیں تو ان میں ایک وحدت آ جاتی ہے۔ یہی وحدت پختہ اور پاکدار ہو جاتی ہے تو ملت کی شکل اختیار کر لیتی ہے۔ ہر کثرت وحدت کے بندھن ہی کی وجہ سے زندہ ہوتی ہے اور مسلمانوں کی وحدت دین فطرت اسلام کی وجہ سے ہے۔

دین فطرت از نبی آموختیم	در رہ حق مشعلے افروختیم
ایں گہرا ز بحر بے پایان اوست	ما کہ یکجا شیم از احسان اوست
تا نہ ایں وحدت ز دوست ما رود	ہستی ما با ابد ہدم شود

ترجمہ و تشریح: دین فطرت ہم نے نبی اکرم ﷺ سے سیکھا اور پھر راہ خدا میں مشعل روشن کر دی۔ یہ دین فطرت بھی حضور رحمت ﷺ کے بے پایاں سمندر سے نکلا ہوا ایک موتی ہے اور ہم جو یکجان ہوتے ہیں تو یہ بھی حضور ﷺ کا احسان ہے۔ جب تک ہمارے ہاتھ سے یہ وحدت کا رشتہ نہیں چھوٹے گا ہمارا وجود بحیثیت ملت ابدالا باد تک باقی رہے گا۔

پس خدا بر ما شریعت ختم کرد	بر رسول ما رسالت ختم کرد
روقی از ما محفل ایام را	اُو رسل را ختم و ما اقوام را
خدمت ساقی گری با ما گزاشت	داد ما را آخرین جاے کہ داشت

ترجمہ و تشریح: پس خدا نے اپنی شریعت ہم پر ختم کر دی اور ہمارے رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام پر رسالت ختم فرمادی۔ اب بزم جہاں کی رونق ہمارے ہی دم قدم سے رہے گی۔ ہمارے رسول ختم الرسول اور ہم قوموں کے خاتم ہیں۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے ساقی گری کی خدمت ہمارے سپرد فرمادی ہے۔ اور اہل جہاں کو فلاح و ہدایت کا جو آخری جام وہ عطا کرنا چاہتا تھا وہ اس نے ہمیں عطا کر دیا ہے۔

لا نبی بعدی ز احسان خدا است	پردہ ناموس دین مصطفیٰ است
قوم را سرمایہ قوت ازو	حفظ برّ وحدت ملت ازو
حق تعالیٰ نقش ہر دعویٰ نکست	تا ابد اسلام را شیرازہ بست
دل ز غیر اللہ مسلمان مر کند	نعرہ لا قوم بعدی می زند

ترجمہ و تشریح: پہلے شعر میں حضرت اقبال حدیث رسول ﷺ سے تلخ لائے ہیں۔ ”لانی بعدی“ میرے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔ حدیث رسول ﷺ ہے اقبال کہتے ہیں کہ! لانی بعدی ہمارے حق میں اللہ کا احسان ہے۔ اور ناموس دین مصطفیٰ ﷺ کا تحفظ اسی سے ہے۔ یہی تصور ملت اسلامیہ کے لیے سرمایہ قوت اور وحدت ملت کے راز کی حفاظت بھی اسی سے ہے۔ اللہ تعالیٰ نے (حضور سرکارِ دو عالم ﷺ کی ختم نبوت کے ذریعے) تا ابد اسلام کی شیرازہ بندی فرما کر (ہر نئے اور پرانے دین کے) دعوائے (سر بلندی) کا نقش مٹا دیا۔ جب اللہ تعالیٰ کا یہ احسان اور حضور خاتم النبیین ﷺ کا عشق مسلمان کے دل میں سما جاتا ہے تو پھر مسلمان اللہ تعالیٰ کی ذات پر کامل توکل کر لیتا ہے اور غیر اللہ سے دل اٹھا لیتا ہے اور میرے بعد کوئی قوم نہیں ہے کا نعرہ مستانہ بلند کرتا ہے۔

قارئین کرام! اب تک آپ نے حضرت اقبال کی شاعری میں عقیدہ ختم نبوت کے بیان و اظہار سے آگاہی حاصل کی۔ صرف شاعری پر موقوف نہیں انھوں نے نثر میں بھی عقیدہ ختم نبوت پر دلائل فراہم کیے ہیں۔ اور نثر میں انکی شہرہ آفاق تصنیف ”تفکیر جدید الہیات اسلامیہ“ مجموعہ خطبات ہے۔ یہ خطابات انگریزی زبان میں دیے گئے تھے اور ان کا ترجمہ سید نذیر نیازی نے اقبال ہی کے کہنے پر کیا تھا۔ اس میں پانچواں خطبہ ”اسلامی ثقافت کی روح“ کے عنوان سے ہے۔ اس میں بھی انھوں نے عقیدہ ختم نبوت کو فلسفہ اور عقل کی روشنی میں بڑی شد و بد سے ثابت کیا ہے۔ اقتباس ملاحظہ ہو!

”اس لحاظ سے دیکھا جائے تو یوں نظر آئے گا جیسے پیغمبر اسلام کی ذات گرامی کی حیثیت دنیا سے قدیم اور جدید کے درمیان ایک واسطہ کی ہے۔ بہ اعتبار اپنے سرچشمہ وحی کے آپ ﷺ کا تعلق دنیا سے قدیم سے ہے لیکن بہ اعتبار اس کی روح کے آپ ﷺ کا تعلق دنیا سے جدید سے ہے۔ یہ آپ ﷺ کا ہی وجود ہے کہ زندگی پر علم و حکمت کے وہ تازہ سرچشمے منکشف ہوئے جو اس کے آئندہ رخ کے عین مطابق تھے۔ لہٰذا اسلام کا ظہور جیسا کہ آگے چل کر خاطر خواہ طریق پر ثابت کر دیا جائے گا۔ استقرائی عقل کا ظہور ہے۔ اسلام میں نبوت چونکہ اپنے معراج کمال کو پہنچ گئی، لہٰذا اس کا خاتمہ ضروری ہو گیا۔ اسلام نے خوب سمجھ لیا تھا کہ انسان ہمیشہ سہاروں پر زندگی بسر نہیں کر سکتا، اس کے شعور ذات کی تکمیل ہوگی تو یونہی کہ وہ خود اپنے وسائل سے کام لینا سکھے۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام نے اگر دینی پیشوائی کو تسلیم نہیں کیا، یا موروٹی بادشاہت کو جائز نہیں رکھا، یا بار بار عقل اور تجربے پر زور دیا، یا عالم فطرت اور عالم تاریخ کو علم انسانی کا سرچشمہ ٹھہرایا تو اس لیے کہ ان سب کے اندر یہی نکتہ مضمر ہے۔ کیونکہ یہ سب تصور خاتمیت کے مختلف پہلو ہیں۔ لیکن یہ غلط فہمی نہ ہو کہ

حیات انسانی اب واردات باطن سے جو باعتبار انبیاء کے احوال و واردات سے مختلف نہیں، ہمیشہ کے لئے محروم ہو چکی ہے۔ قرآن مجید نے ”آفاق و انفس“ دونوں کو علم کا ذریعہ ٹھہرایا ہے۔ اور اسکا ارشاد ہے کہ آیات الہیہ کا ظہور محسوسات و مدركات میں، خواہ ان کا تعلق خارج کی دنیا سے ہو یا داخل کی، ہر کہیں ہو رہا ہے۔ لہذا ہمیں چاہیے اسکے ہر پہلو کی قدرو قیمت کا کما حقہ اندازہ کریں اور دیکھیں کہ اس سے حصول علم میں کہاں تک مدد مل سکتی ہے۔ حاصل کلام یہ ہے کہ تصور خاتمیت سے یہ غلط فہمی نہیں ہونی چاہیے کہ زندگی میں اب صرف عقل ہی کا عمل دخل ہے۔ جذبات کے لیے اس میں کوئی جگہ نہیں۔ یہ بات نہ کبھی ہو سکتی ہے نہ ہی ہونی چاہیے۔ اس کا مطلب صرف یہ ہے کہ واردات باطن کی کوئی شکل بھی ہو ہمیں بہر حال حق پہنچتا ہے کہ عقل و فکر سے کام لیتے ہوئے اس پر آزادی سے تنقید کریں۔ اسی لیے کہ اگر ہم نے ختم نبوت کو مان لیا تو گویا عقیدہ یہ بھی مان لیا کہ اب کسی شخص کو اس دعوے کا حق نہیں پہنچتا کہ اس کے علم کا تعلق چونکہ کسی مافوق الفطرت سرچشمے سے ہے لہذا ہمیں اس کی اطاعت لازم آتی ہے۔ اس لحاظ سے دیکھا جائے تو خاتمیت کا تصور ایک طرح کی نفسیاتی قوت ہے جس سے اس قسم کے دعوؤں کا قلع قمع ہو جاتا ہے۔“

خطبات کے اس طویل اقتباس میں اگر خط کشیدہ الفاظ پر غور کیا جائے تو یہ حقیقت اظہر من الشمس ہو جاتی ہے کہ حضرت اقبال کے ہاں عقیدہ ختم نبوت نہ صرف اسلام کا اساسی عقیدہ ہے بلکہ عقل و شعور کے اعتبار سے اب کسی نبی کا آنا ناممکن و محال ہے۔ اقبال چونکہ کسی تازہ نبوت کے امکان ہی کے قائل نہیں اس لیے انھوں نے دارالعلوم دیوبند کے بانی مولانا قاسم نانوتوی کے اس نکتہ نظر کو بھی اچھی نگاہ سے نہیں دیکھا جس میں کہا گیا تھا کہ!

اگر بالفرض حضور ﷺ کے بعد بھی کوئی نبی آجائے تو آپ ﷺ کی خاتمیت پر فرق نہیں پڑتا۔“

اپنی تصنیف ”تہذیب الناس“ میں بانی دارالعلوم نے یہ بھی لکھ رکھا ہے کہ!

”انبیاء اگر امتوں سے افضل ہوتے ہیں تو علم میں ہی ہوتے ہیں، جہاں تک عمل کا تعلق ہے اس میں امتی ان کے برابر بھی ہو سکتے ہیں اور بعض اوقات بڑھ بھی جاتے ہیں۔“

اسی فکر کو بنیاد بناتے ہوئے مرزا غلام احمد قادیانی نے نبی ہونے کا دعویٰ کیا اور کہا کہ میرے نبی ہونے سے نبی اکرم ﷺ کی خاتمیت پر کوئی فرق نہیں پڑتا اور پھر اس نے یہ جرات بھی کی کہ اس کو حضور ﷺ پر جزوی فضیلت حاصل ہے۔ حضرت اقبال اس کو برداشت نہیں کر سکے اور انھوں نے علامہ سید سلیمان ندوی کو ایک خط لکھ کر استفسار کیا کہ!

”کیا کوئی شخص جزوی طور پر رسالت مآب ﷺ سے افضل ہو سکتا ہے۔ اگر کوئی شخص جو اسلام کا مدعی ہے یہ کہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی کو حضور رسالت مآب ﷺ پر جزوی فضیلت حاصل ہے اس واسطے کہ مرزا غلام احمد قادیانی ایک زیادہ متمدن زمانہ میں پیدا ہوئے تو کیا ایسا شخص تو بین رسالت کے جرم کا مرتکب ہے؟“ بالفاظ دیگر اگر تو بین رسول جرم قابلِ تعزیر ہے تو عقیدہ مذکور تو بین رسول کی حد میں آتا ہے یا نہیں؟“ (مکاتیب اقبال مرتبہ شیخ عطا اللہ)

علامہ ندوی کا تعلق بھی چونکہ مولانا نانوتوی ہی کے فکری قبیلے سے تھا اس لیے انھوں نے اقبال کو جواب دیا کہ!

”حضور ﷺ پر کسی کو جزوی فضیلت ہونا جائز ہے اور ایسا کہنا نہ کفر ہے اور نہ تو بین نبی کا باعث۔ البتہ مقتضائے محبت کے خلاف ہے۔“ (اقبال اور قادیانی فیم آسی: بحوالہ سازشوں کا دیباچہ از رائے محمد کمال)

حضرت اقبال نے علامہ ندوی کے نکتہ نظر کو کبھی تسلیم نہیں کیا اس لیے ”انوار اقبال“ کے مصنف بشیر احمد ڈار کے مطابق انھوں نے اپنے نقطہ نظر کا اظہار یوں فرمایا!

”ختم نبوت کے معنی یہ ہیں کہ کوئی شخص بعد اسلام اگر یہ دعویٰ کرے کہ مجھ میں ہر دو اجزا نبوت کے موجود ہیں، یعنی یہ کہ مجھے الہام وغیرہ ہوتا ہے اور میری جماعت میں داخل نہ ہونے والا کافر ہے تو وہ شخص کافر ہے اور واجب القتل ہے۔ مسئلہ کذاب کو اسی بنا پر قتل کیا گیا حالانکہ (ابی جعفر محمد بن جریر) طبری لکھتا ہے کہ وہ رسالت مآب ﷺ کی نبوت کا مصدق تھا اور اس کی اذان میں حضور ﷺ کی نبوت کی تصدیق تھی۔“ (انوار اقبال از بشیر احمد ڈار)

(علامہ اقبال اور قادیانیت)

حکیم الامت شاعر مشرق حضرت علامہ اقبال ان رجال کار میں سے ہیں جو صدیوں کے بعد پیدا ہوتے ہیں اور بچے علم و عمل اور تعلیمات سے انسانیت کی ایسی خدمت کرتے ہیں کہ انکے فکر و فلسفہ کا فیضان عملی ان کے بعد بھی صدیوں تک جاری رہتا ہے۔ ایسی ہی شخصیات کے لیے اقبال کہتا ہے۔

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدار اور پیدا

یقیناً حضرت اقبال خود بھی ایسے ہی دیدار تھے جن سے اہل جہاں صدیوں تک اخذ فیض کرتے رہیں گے۔ ایسی شخصیات کے

ساتھ ایک المیہ یہ رونما ہوتا ہے کہ ایک طرف وہ لاکھوں کروڑوں لوگوں کے قلب و روح کو متاثر کرتے ہیں اور ان کے محبوب بن جاتے ہیں اور دوسری طرف قلیل تعداد میں انکے حاسدین اور ناقدین بھی پیدا ہو جاتے ہیں۔ جو موقع بے موقع چلے بہانے سے کثیر خلق کی مدد و محبت کے خلاف زہرا گھتے رہتے ہیں۔ علامہ اقبال کے خلاف قلیل سے بھی قلیل تر تعداد میں کچھ لوگ ہیں جو وقتاً فوقتاً اپنے خبث باطن کا اظہار کرتے رہتے ہیں۔ ویسے بھی ہمارے عہد میں فکری باشتیوں نے تعصب کے کدال اور حسد کے پھاڑے لے کر اکابر فکری کی مہم شروع کر رکھی ہے۔ اس سے نہ تو ان فکری باشتیوں کے قدم میں اضافہ ہوتا ہے اور نہ ہی ان کو گراں جیسی عظیم شخصیات کی عزت و عظمت کا کوئی ننگرہ ٹوٹتا ہے۔ البتہ عوام کے دل و دماغ میں تشکیک کے کاغذ چھب جاتے ہیں۔ بہت سی باتیں غلط العام ہو جاتی ہیں۔ جن پر کوئی یقین بھی نہیں کرتا مگر محفلوں میں کبھی تقفن طبع کے لیے اور کبھی اپنی جموئی علیت ظاہر کرنے کے لیے دھرایا جاتا ہے۔ اسی طرح بے سرو پاتیاں حضرت اقبال کے متعلق بھی سینہ گزٹ کے طور بھی کہی جاتی رہی ہیں۔ وہ شراب پیتے تھے، گانا سننے جاتے تھے، انھوں نے قتل کر دیا تھا۔ اسی طرح آجکل ایک غلط فہمی کی ایک اور گردیوں اڑائی جا رہی ہے کہ وہ مرزائی تھے یا مرزائیوں سے انکا کوئی تعلق تھا۔ پہلے وہ قادیانی تھے پھر سیاسی وجوہات کی بنا پر ان سے الگ ہو گئے۔ پہلے جو اتہامات ہیں انکا تو کوئی سرچر ہی نہیں ہے وہ ہستی جس کی زندگی کی راتیں کبھی سوز ساز رومی اور کبھی بیچ و تاب رازی میں گزری ہوں۔ خاک مدینہ و نجف جسکی آنکھ کا سرمہ ہو اور دانش فرنگ کا جلوہ بھی جسے خیرہ نہ کر سکا ہو، جو تصویر ہی تصور میں ہمہ وقت مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کی طرف محسوس رہتا رہا ہو

بایں چیری راہ بطحا گر قہیم	نوا خواں از سرور عاشقانہ
چوآں مرغی کی در صحرا سر شام	کشايد پر ر فکر آشیانہ

اور کبھی اس سے بھی آگے بڑھ کر وہ بارگاہ راستتاب ﷺ میں عرض گزار رہا ہو

تو فرمودی رہ بطحا گر قہیم	وگر نہ جز تو مارا منزل نیست
---------------------------	-----------------------------

رسول رحمت ﷺ کا نام نامی آتے ہی جس پر گریہ طاری ہو جاتا ہو اس کے بارے میں شراب و شباب کے فسانے مشہور کرنا حسد اور تعصب کا شاخسانہ ہی ہو سکتا ہے۔ ان کے مستند سوانح نگار فقیر سید وحید الدین کی ”فقیر روزگار“ پڑھئے یا فرزند اقبال کی تحقیقی تصنیف ”زندہ رود“ کا مطالعہ کیجئے۔ کہیں آپ کو ان لایعنی الزامات کا شائبہ تک نظر نہیں آئے گا۔ اگر تحقیق کی جائے تو اسکے پیچھے بھی قادیانی لابی اور قادیانی نواز صحافی عبدالمجید سالک اور مٹھی جیسے نام نہاد مداحین اقبال کے نام ملیں گے۔ جنہوں نے زیب درستاں کے لیے یا قادیانیوں کو فائدہ پہنچانے کے لیے ایسی کمزور باتیں لکھ دیں جن کو بنیاد بنا کر لوگوں نے ہزار داستان تراش لی۔ ”زندہ رود“ میں فرزند اقبال ڈاکٹر جاوید اقبال نے سختی سے اس تاثر کی تردید کی ہے کہ علامہ اقبال اپنی زندگی کے کسی بھی مرحلے پر قادیانی یا ان کا قادیانیوں سے کوئی مہر و محبت کا تعلق تھا۔ مرزا قادیانی کے سیکلکوت میں بسلسلہ ملازمت

قیام کی وجہ سے کچھ لوگوں سے جو روابط تھے اسی طرح خاندان اقبال کے کچھ لوگوں کا بھی اس سے رابطہ رہا۔ انکے دعویٰ نبوت کے بعد اکثر نے ان کو چھوڑ دیا اور کچھ پھر بھی اس کے دام تزدیہ سے باہر نہ نکل سکے۔ اس سلسلہ میں ”زندہ رود“ کا اقتباس ملاحظہ فرمائیں!

”اقبال کی زندگی میں ان کے احمدی نقادوں نے ان کے متعلق یہ باتیں نہ کہی تھیں۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ بعد کی سوچ بچار کا نتیجہ ہیں۔ بہر حال اس بات میں کوئی صداقت نہیں کہ اقبال نے اپنی زندگی کے کسی بھی مرحلے پر مرزا غلام احمد کی بیعت کی یا احمدیت کے ساتھ ان کا گہرا تعلق رہا۔ اسی طرح یہ کہنا بھی درست نہیں کہ ان کے والد شیخ نور محمد احمدی تھے۔ البتہ ان کے بڑے بھائی شیخ عطا محمد نے اپنی زندگی کے ایک حصے میں احمدی مسلک کو قبول کیا اور کچھ مدت تک جماعت احمدیہ میں شامل رہے۔ مگر بقول ان کے فرزند شیخ مختار احمد اور دختران عنایت بیگم، وسیمہ بیگم کے انھوں نے بعد ازاں احمدیت کو ترک کر کے جماعت سے رشتہ توڑ لیا تھا۔ شیخ عطا محمد، اقبال کی وفات کے تقریباً دو سال بعد ۲۲ دسمبر، ۱۹۶۰ء کو سیالکوٹ میں فوت ہوئے۔ اور انھیں امام صاحب کے معروف قبرستان میں دفنایا گیا۔ ان کے جنازے میں راقم بھی شریک تھا، نماز جنازہ شہر کے ایک سنی امام مولوی سکندر خان نے پڑھائی۔ البتہ شیخ اعجاز احمد اور ان کے چند احمدی احباب نے غالباً شیخ عطا محمد کے گزشتہ یا مفروضہ عقیدے کے پیش نظر علیحدہ نماز جنازہ پڑھی۔ شیخ عطا محمد کی اولاد میں صرف شیخ اعجاز احمد احمدی عقیدہ رکھتے ہیں۔“ (بحوالہ زندہ رود، صفحہ نمبر: ۶۲۵) از ڈاکٹر جاوید اقبال

”زندہ رود“ ہی میں ڈاکٹر جاوید اقبال نے اقبال کے احمدی بھتیجے اور ”مظلوم اقبال“ کے مصنف شیخ اعجاز احمد کے ایک خط کے مندرجات نقل کیے ہیں جس میں ملت قادیانیہ کے پرانے الزامات دہرائے ہیں اور دلائل دینے کی کوشش کی ہے کہ اقبال پہلے مرزا غلام احمد قادیانی کو اسلامی مفکر اور احمدیوں کو اچھے مسلمان سمجھتے تھے۔ بعد ازاں ۱۹۳۵ء میں بعض احراری علماء کے کہنے میں آکر انھوں نے قادیانیوں کی مخالفت شروع کر دی۔

ڈاکٹر جاوید اقبال نے شیخ اعجاز احمد کے دلائل کا بڑا مفصل اور مضبوط جواب دیا ہے۔ جسے زندہ رود میں دیکھا جاسکتا ہے۔ اقبال یا انکے والد شیخ نور محمد مرحوم کے قادیانی ہونے کی تردید کے لیے کہیں دور جانے کی ضرورت نہیں مرزا قادیانی کے بیٹے اور چالیسین مرزا بشیر الدین محمود کی گواہی کافی ہے۔ ملاحظہ ہوا

”ڈاکٹر سراقبال جو سیالکوٹ کے رہنے والے تھے ان کے والد کا نام شیخ نور محمد تھا.... شیخ نور محمد نے غالباً ۱۹۸۱ء میں مولوی عبدالکیم صاحب مرحوم اور سید حامد علی شاہ صاحب مرحوم کی تحریک پر حضرت مسیح علیہ السلام (مرزا قادیانی) کی بیعت کی تھی۔ ان دنوں سر محمد اقبال سکول میں پڑھتے تھے اور اپنے باپ کی بیعت کے بعد اپنے آپ کو احمدیت میں شمار کرتے تھے۔ اور حضرت مسیح علیہ السلام (مرزا قادیانی) کے معتقد تھے۔ چونکہ سراقبال کو بچپن سے ہی شعر و شاعری کو شوق تھا اس لیے ان دنوں میں انھوں نے سعد اللہ لدھیانوی کے خلاف حضرت مسیح علیہ السلام (مرزا قادیانی) کی تائید میں ایک نظم بھی لکھی تھی۔ مگر چند سال بعد جب آپ کالج پہنچے تو ان کے خیالات میں تبدیلی آگئی اور انھوں نے اپنے باپ کو سمجھا بھا کر احمدیت سے منحرف کر دیا۔ چنانچہ شیخ نور محمد صاحب نے حضرت مسیح علیہ السلام (مرزا قادیانی) کی خدمت میں ایک خط لکھا جس میں یہ تحریر کیا کہ آپ میرا نام اس جماعت سے الگ رکھیں۔ اس پر حضرت مسیح علیہ السلام (مرزا قادیانی) کا جواب میر حامد شاہ کے نام گیا، جس میں لکھا تھا کہ شیخ نور محمد کو کہہ دیں کہ وہ جماعت سے الگ ہی نہیں بلکہ اسلام سے بھی الگ ہیں۔ ڈاکٹر سر محمد اقبال اپنی زندگی کے آخری ایام میں احمدیت کے شدید مخالف رہے اور ملک کے نو تعلیم یافتہ طبقہ میں احمدیت کے خلاف جواز ہر پھیلا ہوا ہے اسکی بڑی وجہ ڈاکٹر سر محمد اقبال کا مخالفانہ پراپیگنڈہ تھا۔“ (حوالہ سیرت مہدی، جلد نمبر: ۳، مرزا بشیر احمد ایم اے)

اس حوالہ کو پڑھ لینے کے بعد کون دانا شخص ملت قادیانیہ کے اس پراپیگنڈے پر یقین کرے گا کہ وہ ۱۹۳۰ء تک مرزا کی بیعت میں رہے ان کو مجھ دانتے تھے۔ جب وہ میٹرک کے بعد کالج پہنچے ہی مرزا غلام احمد قادیانی کی بیعت سے اپنے والد کو منحرف کرا لیتے ہیں اور مرزا موصوف ان کے والد کو دائرہ اسلام ہی سے خارج کر دیتے ہیں تو پھر بھلا علامہ اقبال کے مرزائیت سے وابستہ رہنے کی کیا منطق پختی ہے۔ خود اقبال کے برادر زادہ شیخ اعجاز احمد نے بھی علامہ اقبال کی مرزا سے بیعت کو تسلیم نہیں کیا۔

”علامہ اقبال چچا جان کے متعلق ”زندہ روڈ“ میں لکھا ہے کہ!

”اس بات میں کوئی صداقت نہیں کہ علامہ اقبال نے کسی مرحلے پر مرزا غلام احمد کی بیعت کی تھی۔ مجھے احمدیہ لٹریچر میں علامہ اقبال کی کسی مرحلے پر بیعت کرنے کی کوئی معتبر شہادت نظر نہیں آئی۔“ (مظلوم اقبال: شیخ اعجاز احمد صفحہ: ۹۰-۱۸۹)

بعض لوگ کہتے ہیں کہ اگر علامہ اقبال قادیانیت کو اچھا نہیں سمجھتے ہوتے تو اپنے قادیانی پیغمبر شیخ اعجاز احمد کو جاوید اقبال اور اپنی بیٹی منیرہ بیگم کا گارڈین کیوں مقرر کیا۔ ڈاکٹر جنس جاوید اقبال کے بقول اسکی وجہ انکا اقبال کا برادر زادہ ہونا اور اخلاق و کردار کے اعتبار سے اصول کا عالی ظرف، بردبار، سادہ، نیک شفیق، حلیم کن اور صلح کن طبیعت کا حامل ہونا تھا۔ اس لیے اقبال انکو صالح آدمی سمجھتے تھے۔ ڈاکٹر جاوید اقبال کے بقول!

”شیخ اعجاز احمد کی صالحیت کی ایک مثال یہ ہے کہ انھوں نے کسی پر اپنا عقیدہ ٹھونسنے کی کوشش نہیں کی۔ لہذا انکی اولاد میں سے جو دو بیٹوں اور تین بیٹیوں پر مشتمل ہے کوئی بھی انکے عقیدے اور مسلک کا حامی نہیں بلکہ ختم نبوت کے مسئلے پر ان سب کا موقف وہی ہے جو مسلمانوں کا موقف ہے۔ دوسری مثال انکی صالحیت کی یہ ہے کہ اقبال کے نابالغ بچوں کے ولی کی حیثیت سے انھوں نے اپنے فرائض نہایت دیانتداری اور خوش اسلوبی سے انجام دیئے۔ اور راقم اور منیرہ انکا یہ احسان کبھی فراموش نہیں کر سکتے۔“ (زندہ رود، صفحہ نمبر: ۶۲۶، از ڈاکٹر جاوید اقبال)

علامہ اقبال نے بقول جاوید اقبال اپنے قادیانی پیغمبر کو دیانتدار اور صالح آدمی سمجھتے ہوئے اپنے نابالغ بچوں کے گارڈین گروپ میں شامل کیا لیکن انہیں اسکے قادیانی ہونے کا افسوس بھی تھا۔ اس لیے وہ اسکا نام گارڈین کی فہرست سے خارج کر کے سر راس مسعود کو اس کی جگہ مقرر کرنا چاہتے تھے۔ سر راس مسعود کے انکار کے بعد انھوں نے شیخ اعجاز احمد ہی کو بحال رکھا۔ ملاحظہ ہو!

علامہ اقبال کا خط محررہ ۱۰ جون ۱۹۳۷ء بنام سر راس مسعود

”نمبر ۳: شیخ اعجاز احمد میرا بڑا بھتیجا ہے، نہایت ہی صالح آدمی ہے۔ مگر افسوس ہے کہ دینی عقائد کی رو سے قادیانی ہے۔ تم کو معلوم ہے کہ ایسا عقیدہ رکھنے والا مسلمان بچوں کا گارڈین ہو سکتا ہے یا نہیں۔ اس کے علاوہ وہ خود بہت عیال دار ہے اور عام طور پر لاہور سے باہر رہتا ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ اسکی جگہ تم کو گارڈین مقرر کروں۔ مجھے امید ہے کہ تمہیں اس پر کوئی اعتراض نہ ہوگا۔“ ڈاکٹر جاوید اقبال نے زندہ رود میں اس خط کو ”اقبال نامے“ مرتبہ اخلاق اثر بھوپال سے لیا ہے اور ذکر کیا ہے کہ یہ خط ”اقبال نامہ“ مرتبہ شیخ عطا اللہ صفحات پر بھی موجود ہے۔ لیکن خط کی فوٹو کاپی کے مطابق اصل عبارت یوں ہے ”تم کو معلوم ہے کہ قادیانیوں کے عقیدے کے مطابق تمام مسلمان کافر ہیں۔ اس واسطے یہ امر شرعاً مشتبہ ہے

کہ ایسا عقیدہ رکھنے والا آدمی مسلمان بچوں کا گارڈین ہو سکتا ہے یا نہیں۔“ (حصہ ایک خط کا اقبالیت، جلد ۲۸، شمارہ ۲ جولائی ۱۹۸۷ء)

اس خط سے بھی ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت اقبال قادیانیوں کو مسلمانوں سے الگ جماعت سمجھتے تھے۔ ڈاکٹر جاوید اقبال نے قادیانیوں کے اس پراپیگنڈے کی تردید بھی کی ہے جس میں دعویٰ کرتے ہیں کہ شروع میں علامہ اقبال قادیانیوں کے حامی تھے بعد میں مخالف ہوئے۔ اس ضمن میں انھوں نے انجمن حمایت اسلام کے سالانہ اجلاس منعقدہ ۲۲ فروری ۱۹۰۲ء میں اقبال کی پڑھی گئی نظم بعنوان ”اسلامیہ کالج کا خطاب پنجاب کے مسلمانوں سے“ کے نوید بند کا نعتیہ شعر نقل کیا ہے:

اے کہ بعد از تو نبوت شد بہر مفہوم شرک بزم راروشن زو رشح عرفاں کردہ

اور پھر تہرہ کرتے ہوئے لکھا ہے!

”اس شعر کو نظم میں شامل کرنے سے صاف ظاہر ہے کہ اس زمانے میں عقیدہ ختم نبوت کے بارے میں احمدیت نے جو الجھاؤ پیدا کر دیا تھا اور جس کے باعث مسلمانوں کے ذہن مضطرب تھے اس کی تردید مقصود تھی۔ ورنہ کسی بھی مفہوم میں ختم نبوت کے عقیدے کو تسلیم نہ کرنا اقبال کے نزدیک شرک فی النہی کیوں قرار پاتا۔“ (زندہ رود، صفحہ نمبر: ۶۲۶)

اس کے بعد ڈاکٹر جاوید اقبال نے علامہ اقبال کی ایک اہم نظم کا ذکر کیا ہے جو پیغام بیعت کے جواب میں لکھی گئی۔ جو ”محزن“ بابت مئی ۱۹۰۲ء میں اور محمد دین فوق کے اخبار ”خبرہ“ فولادسورہ ۱۱ جون ۱۹۰۲ء میں شائع ہوئی۔ اس نظم کو احمدی ہفت روزہ ”الحکم“ قادیان نے اپنی ۱۰، ۱۱، ۱۲ اور ۲۳ جنوری ۱۹۰۳ء کی اشاعت میں نقل کیا اور مرزا غلام احمد کے ایک مخلص مرید سید حامد شاہ کا منظوم جواب بھی شائع کیا۔ ”باقیات اقبال“ اور ”معاصرین اقبال کی نظر میں“ کے مرتب محمد عبداللہ قریشی کے مطابق سید حامد شاہ مولانا سید میر حسن کے عزیز تھے اور اقبال کے دوست اور ہم محلہ تھے۔ ممکن ہے انھوں نے ہی اقبال کو مرزا بیت کی بیعت کے لیے لکھا ہوا اور پھر جواب میں اقبال کی نظم پڑھ کر اس کا جواب لکھا ہو۔

اقبال کی نظم ملاحظہ ہو!

پردہ میم میں رہے کوئی	اس بہلاوے کو جانتا ہوں میں
تھکے چن چن کے باغ الفت کے	آشیانہ بنا رہا ہوں میں
ایک دانہ پر ہے نظر تیری	اور خرمن کو دیکھتا ہوں میں
تو جدائی پہ جان دیتا ہے	وصل کی راہ سوچتا ہوں میں
بھائیوں میں بگاڑ ہو جس سے	اس عبادت کو کیا سراہوں میں

مرگ اغیار پہ خوشی ہے تجھے	اور آنسو بہا رہا ہوں میں
میرے رونے پہ ہنس رہا ہے تو	تیرے ہنسنے کو رو رہا ہوں میں

(باقیات اقبال: بحوالہ زندہ رود ص ۶۲۷)

قادیانیوں کے اخبار ”الحکم“ قادیان نے ۱۲۸ اگست ۱۹۱۰ء کو ایک خبر شائع کی کہ شیخ یعقوب علی تاراب کی نوای کا نکاح بعد از نماز مغرب پانچ سو حق مہر پر ڈاکٹر محمد اقبال سے ہوا۔ اس پر عثمان اقبال کو بہت صدمہ ہوا کہ انھوں نے کیوں کسی قادیانی سے ناطہ جوڑا ہے۔ اس پر اقبال نے فوراً تردید کی بیان شائع کروایا جو ”پیر اخبار“ مورخہ ۱۵ ستمبر ۱۹۱۰ء میں شائع ہوا!

”اس عبارت سے میرے اکثر احباب کو غلط فہمی ہوئی اور انھوں نے مجھ سے زبانی اور بذریعہ خطوط استفسار کیا ہے۔ سب حضرات کی آگاہی کے لیے بذریعہ آپ کے اخبار کے اس امر کا اعلان کرتا ہوں کہ مجھے اس معاملے سے کچھ سروکار نہیں ہے۔ جن ڈاکٹر صاحب کا ذکر ایڈیٹر صاحب ”الحکم“ نے کیا ہے وہ کوئی اور صاحب ہوں گے۔“ (معاصرین اقبال کی نظر میں، مرتبہ: محمد عبداللہ قریشی)

”خطوط اقبال“ کے مرتب رفیع الدین ہاشمی کے مطابق احمدیہ اخبار ”الفضل“ نے لاہوری قادیانی گروہی جھگڑے میں علامہ اقبال سے منسوب یہ بیان کہ عقائد کے لحاظ سے قادیان والے سچے ہیں مگر مجھے لاہور والوں سے ہمدردی ہے۔ مورخہ ۱۹ اکتوبر، ۱۹۱۵ء کو شائع کیا۔ اس کی تردید علامہ اقبال نے جاری کی جو پیغام صلح مورخہ ۱۵ نومبر ۱۹۱۵ء میں شائع ہوئی۔ ملاحظہ ہو!

”اختلاف سلسلہ احمدیہ کے متعلق وہی شخص رائے دے سکتا ہے جو مرزا صاحب مرحوم کی تصانیف سے پوری آگاہی رکھتا ہو اور یہ آگاہی مجھے حاصل نہیں ہے۔ اسکے علاوہ یہ بات بدیہی ہے کہ غیر احمدی مسلمان جو رسول اللہ ﷺ کے بعد کسی نبی کے آنے کا قائل نہ ہو وہ کس طرح یہ بات کہہ سکتا ہے کہ عقائد کے لحاظ سے قادیان والے سچے ہیں۔“ (خطوط اقبال، مرتبہ رفیع الدین ہاشمی: بحوالہ زندہ رود، صفحہ نمبر: ۶۲۸)

۱۹۱۶ء میں جب قادیانیوں کی طرف سے مرزا قادیانی کی نبوت پر ایمان نہ لانے والوں کے کافر ہونے کا اعلان کیا تو تب بھی حکیم الامت علامہ اقبال خاموش نہ رہے بلکہ انھوں نے اپنا بیان اس طرح جاری کیا!

”جو شخص نبی کریم ﷺ کے بعد کسی ایسے نبی کا قائل ہو چکا ہے جس کا انکار ملتزم کفر ہو وہ اسلام سے خارج ہے۔“ (گفتار اقبال، صفحہ نمبر: ۲۲ مرتبہ محمد رفیق افضل)

مندرجہ بالا تمام اقتباسات سے یہ حقیقت کھل کر سامنے آ جاتی ہے کہ علامہ اقبال اچانک حادثاتی طور پر قادیانیوں کے خلاف

نہیں ہوئے بلکہ شروع سے راسخ العقیدہ مسلمان تھے۔ اس سلسلہ میں انکے خلاف اڑائی گئی ساری دھول اس آخری اقتباس سے چھٹ جائے گی جس میں انھوں نے اپنے مذہبی عقائد کا اظہار کیا ہے۔ یہ انکی خصوصی تحریر ہے جو انھوں نے اپنے بیٹے جاوید اقبال کے نام اپنی یادداشت کی کتاب میں ۱۷ اکتوبر ۱۹۳۵ء میں لکھی۔ اس میں جاوید اقبال کو چند نصیحتوں کے بعد لکھا!

”باقی دینی معاملات میں میں صرف اس قدر کہنا چاہتا ہوں کہ میں اپنے عقائد میں بعض جزوی مسائل کے سوا جو ارکان دین میں سے نہیں ہیں، سلف صالحین کا پیرو ہوں اور یہی راہ بعد کامل تحقیق کے محفوظ معلوم ہوتی ہے۔ جاوید کو بھی میرا یہی مشورہ ہے کہ وہ اس راہ پر گامزن رہے اور اس بدقسمت ملک ہندوستان میں مسلمانوں کی غلامی نے جو دینی عقائد کے نئے فرقے مختص کر لیے ہیں، ان سے احتراز کرے۔ بعض فرقوں کی طرف لوگ محض اس لیے مائل ہوتے ہیں کہ ان فرقوں کے ساتھ تعلق قائم کرنے سے دنیوی فائدہ ہے۔ میرے خیال میں بڑا بد بخت ہے وہ انسان جو صحیح دینی عقائد کو مادی منافع کی خاطر قربان کر دے۔ غرض یہ ہے کہ طریقہ حضرات اہل سنت محفوظ ہے اور اسی پر گامزن رہنا چاہیے اور ائمہ اہل بیعت کے ساتھ محبت اور عقیدت رکھنی چاہیے۔“ (زندہ رود، صفحہ نمبر: ۷۷)

کیا اپنے نکت جگر، نور نظر جاوید اقبال کے نام اس وصیتی تحریر کے بعد بھی کوئی سوچ سکتا ہے کہ علامہ اقبال کا قادیانیت سے کوئی بھی علاقہ ہو سکتا تھا۔

(علامہ اقبال سے قادیانیوں کی مخالفت)

یہ بات تو اظہر من الشمس ہے کہ حکیم الامت علامہ اقبال کبھی بھی ملت ضالہ قادیانیہ میں شامل نہیں رہے اور شروع ہی سے عقیدہ ختم نبوت پر اپنے غیر متزلزل ایمان کا مسلسل اظہار کرتے رہے تھے۔ تاہم یہ بات بھی صحیح ہے کہ انھوں نے اس شد و مد سے قادیانیت کی پہلے مخالفت نہیں کی جس شدت سے انھوں نے ۱۹۳۵ء میں انکی مخالفت فرمائی۔ اور اس معاملے میں وہ تنہا نہیں ہیں ہندوستان کے بہت سے علماء بھی شروع شروع میں مرزا قادیانی خلاف نہیں تھے تا آنکہ اس نے مجددیت اور محدثیت سے بڑھ کر مہدی اور مسیح موعود کے بعد نبی ہونے کا دعویٰ کر دیا۔ تب ہی علماء مرزا کے خلاف صف آراء ہوئے۔ اوائل میں قادیانیوں کے خلاف محاذ آرائی نہ کرنے کی ایک وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ مذہبی جماعتوں کے افکار و نظریات اور انکی تصحیح و تغلیظ حضرت اقبال کا میدان فکر نہ تھا۔ وہ دنیا بھر کے مسلمانوں میں بالعموم اور ہندوستانی مسلمانوں میں بالخصوص ایک نئی روح پھونکنا چاہتے تھے۔ اسلامی دنیا پہ چھائی غلامی کی سیاہ رات کا خاتمہ چاہتے تھے۔ منتشر امت مسلمہ کی شیرازہ بندی کے ذریعے

اسلام کی نشاۃ ثانیہ کے آرزو مند تھے۔ اس لیے فرقہ وارانہ مناظروں اور مسلکی بحثوں سے وہ الگ ہی رہے۔ ملت میں سیاسی سماجی اور روحانی بنیادوں پر ایک انقلاب برپا کرنا ان کا مطمح نظر تھا۔ اسی لیے انھوں نے ختم نبوت کے متعلق اپنے عقیدے کا برملا اظہار تو کیا مگر مرزا قادیانی کے خلاف کوئی تحریری محاذ نہ کھولا۔ ویسے بھی شروع شروع میں مرزا کا تعارف ایک اسلامی سکالر اور عیسائی مشنریوں کے خلاف ایک پر جوش مناظر کا تھا۔ اسی وجہ سے علماء کو بھی اسے سمجھنے میں دیر لگی۔ اسکی موت کے بعد ۱۹۱۹ء تک بھی اقبال اعتراف کرتے ہیں کہ انھیں مرزا کی ساری تصانیف اور آراء سے آگاہی حاصل نہیں ہے۔ اسی لیے اس ابتدائی دور میں انھوں نے مرزا قادیانی یا قادیانی جماعت کے بارے میں کوئی اچھے جملے کہے تو اس پر انھیں مطعون نہیں کیا جاسکتا۔

حیرت ہے کہ مرزائی امت کا خلیفہ ثانی مرزا بشیر الدین محمود ایک طرف اپنی تصنیف ”سیرت مہدی“ میں اعتراف کرتا ہے کہ اقبال نے اپنے لڑکپن ہی میں اپنے والد شیخ نور محمد کو روزِ غلا کراہیت سے برگشتہ کر دیا تھا اور مرزا قادیانی نے شیخ نور محمد کو اپنی جماعت اور دائرہ اسلام سے خارج کر دیا تھا اور دوسری طرف وہ تاریخ احمدیت کی آٹھویں جلد میں صفحہ نمبر: ۱۸۸ پر لکھتا ہے:

”سر محمد اقبال کو کچھ عرصے سے میری ذات اور جماعت احمدیہ سے عموماً بغض پیدا ہو گیا ہے۔ اور اب انکی حالت یہ ہے کہ یا تو کبھی وہ انہی عقائد کی موجودگی میں جو ہماری جماعت کے اب بھی ہیں جماعت احمدیہ سے تعلق موانست اور مواخات رکھنا برا نہیں سمجھتے یا اب کچھ عرصہ سے وہ اسکے خلاف خلوت و جلوت میں آواز اٹھاتے رہتے ہیں۔ میں ان وجوہات کے اظہار کی ضرورت محسوس نہیں کرتا جو اس تبدیلی کا سبب ہوئے ہیں۔ ۱۹۱۱ء میں اقبال علی گڑھ میں مسلمان طلباء کو تعلیم دے رہا تھا کہ پنجاب میں اسلامی سیرت کا ٹھینٹہ نمونہ اس جماعت کی شکل میں ظاہر ہوا ہے جسے فرقہ قادیانی کہا جاتا ہے۔ ۱۹۳۵ء میں ایک دوسرے اقبال کی صورت میں بدل دیا جو یہ کہہ رہا ہے کہ ”میرے نزدیک قادیانیت سے بہائیت زیادہ ایماندار ہے کیونکہ بہائیت نے اسلام سے اپنی علیحدگی کا اعلان واضح طور پر کر دیا لیکن قادیانیت نے اپنے چہرے سے منافقت کا نقاب الٹ دینے کی بجائے اپنے آپ کو محض نمائشی طور پر جزو اسلام قرار دیا اور باطنی طور پر اسلام کی روح کے تحلیل کو تباہ و برباد کرنے کی پوری کوشش کی۔“

تعجب ہے کہ تضاد تو خود مرزا بشیر الدین کے بیانات میں ہے مگر تضاد بیانی کا الزام علامہ اقبال کے سر دھر دیا ہے۔ حالانکہ اگر علامہ اقبال کی تحریر کو سیاق و سباق سمیت دیکھا جائے تو اس کا وہ مطلب نہیں جو مرزا بشیر الدین نے لیا ہے۔ دراصل سیرت کے ٹھینٹہ نمونے والی عبارت علامہ اقبال کی ایک ترجمہ شدہ کتاب ”ملت بیضا ہر ایک عمرانی نظر“ سے لی گئی ہے۔ اقبال کا اصل جملہ انگلش میں یوں ہے۔

In the punjab the initially muslim type of character has found a powerfull expression in the so called Qadiani sect.

اس جملے میں ترجمہ نگاروں نے سہواً so called کا ترجمہ نہ کیا وگرنہ اسے نام نہاد قادیانی فرقہ لکھا اور پڑھا جاتا تو اقبال کی اصل عبارت کا مفہوم سمجھ آ جاتا۔ تاہم انکی ابتدائی دور کی ان ایک دو تحریروں اور تقریروں پر اقبال کی زندگی ہی میں انھیں سامنا کرنا پڑا۔ ۱۹۳۵ء میں ایک قادیانی ہفتہ وار ”لائٹ“ کے نمائندے نے اقبال کا انٹرویو لیا اور ایک اور قادیانی ہفتہ وار ”سن رائز“ کے مطابق انکی طرف سے مرزائیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیے جانے کے مطالبے پر اعتراض کرتے ہوئے انکی انہی پرانی تحریروں اور تقریروں کا حوالہ دیا تو علامہ اقبال نے جواب فرمایا!

”یہ تقریر میں نے ۱۹۱۱ء یا اس سے قبل کی تھی اور مجھے یہ تسلیم کرنے میں کوئی باک نہیں کہ اب سے ریلوے صدی پیشتر مجھے اس تحریک سے اچھے نتائج کی امید تھی۔ کسی مذہبی تحریک کی اصل روح ایک دن میں نمایاں نہیں ہو جاتی۔ اسے اچھی طرح ظاہر ہونے کے لیے برسوں چاہئیں۔ ذاتی طور پر میں اس تحریک سے اس وقت بیزار ہوا تھا جب ایک نئی نبوت نے بانی اسلام کی نبوت سے برتر ہونے کا حتمی طور پر دعویٰ کیا۔ اور تمام مسلمانوں کو کافر قرار دے دیا۔ بعد میں یہ بیزاری بغاوت کی حد تک پہنچ گئی جب میں نے تحریک کے ایک رکن کو اپنے کانوں سے آنحضرت ﷺ کے متعلق نازیبا کلمات کہتے سنا، درخت جڑ سے نہیں پھل سے پچکانا جاتا ہے۔ اگر میرے موجودہ رویہ میں کچھ ناقص ہے تو یہ بھی ایک زندہ اور سوچنے والے انسان کا حق ہے کہ وہ اپنی رائے بدل سکے۔ بقول امیر سن (صرف پتھر اپنے آپ کو نہیں جھٹلا سکتے۔)“ (کتابچہ احمدیت، اسلام اور ختم نبوت، ادارہ طلوع اسلام مطبوعہ ۱۹۵۴ء)

مرزا بشیر الدین محمود نے تو وہ وجوہات بیان کرنے کی ضرورت محسوس نہیں کی جن کے باعث علامہ اقبال نے قادیانیوں کے بارے میں اپنی رائے تبدیل کی لیکن ”مظلوم اقبال“ کے مصنف اور اقبال کے قادیانی پیچھے شیخ اعجاز احمد اسے مجلس احرار کا فتنہ سمجھتے ہیں۔ جس نے کشمیر کمیٹی کے قیام کے دوران اقبال اور جماعت احمدیہ کے تعاون میں رخنہ ڈالا (زندہ رود، صفحہ نمبر: ۶۴۱) ڈاکٹر جاوید اقبال نے شیخ اعجاز احمد کے اس موقف کے رد میں وضاحت فرماتے ہوئے لکھا کہ ”اقبال اور مجلس احرار کے نظریات میں ہمیشہ فرق رہا۔ مجلس احرار خلافت کمیٹی کی کوکھ سے نکلی تھی اور نظریات کے اعتبار سے جمیعت علماء ہند کی طرح نیشلسٹ مسلمانوں کی جماعت اور کانگریس کی ہمو اتھی۔ احراری قائدین نے عام طور پر اقبال اور ان کے نظریات کی مخالفت کی

..... اقبال نے جس طرح تحریک احمدیہ کے خلاف اپنے خیالات کا برملا اظہار کیا اسی طرح مولانا حسین احمد مدنی کے نظریہ قومیت کے خلاف اظہار رائے کرتے ہوئے کمال جرأت اور بے باکی سے فرمایا!

”حقیقت یہ ہے کہ مولانا حسین احمد مدنی اور ان کے ہم خیال قومیت کے بارے میں جو نظریہ رکھتے ہیں وہ ایک لحاظ سے اسی طرح ہے جو رسول اللہ ﷺ کے خاتم النبین ہونے سے انکار کرنے میں قادیانیوں کا ہے۔ دوسرے الفاظ میں قومیت کے علم برداریہ چاہتے ہیں کہ موجودہ زمانے کی ضرورت کے پیش نظر مسلمانوں کو ہر زمان و مکاں کے لیے قانون الہی کے ساتھ نئی پوزیشن اختیار کرنی چاہیے۔ جس طرح قادیانی ایک نئی نبوت کی اختراع سے قادیانیوں کو فکر و نظر کی ایک نئی راہ اختیار کرنے کو کہتے ہیں۔ جس سے بالآخر حضرت محمد ﷺ کے خاتم المرسلین ہونے سے انکار کی منزل آ جاتی ہے۔ بظاہر قومیت کا یہ تصور ایک سیاسی نظریہ ہے اور حضرت محمد ﷺ کے خاتم النبین ہونے سے قادیانیوں کا انکار ایک دینی مسئلہ ہے لیکن ان دونوں کے درمیان ایک گہرا داخلی تعلق ہے جس کو واضح طور پر اس وقت پیش کیا جاسکے گا جب کوئی خدا وادبصیرت سے بہرہ ور مسلمان مؤرخ ہندوستانی مسلمانوں کی تاریخ مرتب کرے گا۔ اور اس میں بظاہر جاندار فرقوں کے مذہبی فکر کو خاص طور پر پیش نظر رکھے گا۔“ (اقبال کی تقریریں اور بیانات، مرتبہ آے آرطابق، صفحہ نمبر: ۱۰۱)

سوچنے کی بات ہے اگر اقبال کو مجلس احرار یا کانگریس کے ہم نوا علماء سے ذرا بھی ہمدردی اور تعلق خاطر ہوتا تو وہ مولانا حسین احمد مدنی کے خلاف اپنے درج ذیل شہرہ آفاق اشعار سید نذیر یازی کو بیاض میں درج کرنے اور ارمغان حجاز میں شامل کرنے کا حکم نہ فرماتے۔

غیم ہنوز نماند رموز دیں ورنہ	ز دیوبند حسین احمد چہ بولہی است
سرد بر سر منبر کہ ملت از وطن است مصطفیٰ	چہ بے خبر ز مقام محمد ﷺ عربی است
برساں خویش را کہ دیں ہمہ اوست	اگر بہ او نہ رسیدی تمام بولہی است

محولہ بالا عبارت میں علامہ اقبال نے کانگریسی علماء اور قادیانیوں کے درمیان جس گہرے داخلی تعلق کا ذکر کیا ہے وہ ذرا سی تحقیق سے سامنے آ جاتا ہے۔ مجلس احرار اور جمعیت علماء ہند کی کانگریس نوازی تو کسی سے ڈھکی چھپی نہیں ہے لیکن قادیانی بھی اس میدان میں ان سے پیچھے نہیں تھے۔ جمعیت علماء ہند والے بھی پنڈت نہرو کو اپنے اجتماعات میں بلاتے تھے اور قادیانی بھی اس معرکے میں ان سے پیچھے نہیں تھے۔ قادیان کے اخبار ”الفضل“ کی مورخہ ۳۱ مئی ۱۹۳۶ء کی اشاعت میں ۲۸ مئی ۱۹۳۶ء کو لاہور میں پنڈت نہرو کے زبردست استقبال کی خبر شائع کی گئی جس کے مطابق قادیانیوں کے سیاسی شعبے میشل لیگ کور کے پانچ سو سے زائد رضا کاروں نے فخر قوم اور فخر وطن کے القابات سے نوازتے ہوئے پنڈت نہرو کا استقبال کیا اور اسکے حق میں زبردست نعرہ بازی کی۔ اس سے کانگریس سے قادیانی جماعت کے تعلق کو بخوبی سمجھا جاسکتا ہے۔ پنجاب کے

یونینسٹ لیڈر سر فضل حسین کی ڈائری مرتبہ ڈاکٹر وحید احمد سے بھی کانگریس قادیانی اتحاد کی تفصیلات دیکھی جاسکتی ہیں۔ جس کے مطابق قادیانیوں نے سر فضل حسین کی جماعت کو کامیاب کرانے کے لیے بے تحاشہ پیسہ خرچ کیا۔ انگریز بھی یونینسٹ پارٹی کی سرپرستی کر رہا تھا، قادیانی رقم لگا رہے تھے۔ کانگریس نے بھی کانگریسی مسلمان امیدوار کھڑے کیے ہوئے تھے۔ ان حالات میں مسلم لیگ کو شکست کا سامنا کرنا پڑا۔ کانگریس کی فتح اور مسلم لیگ کی شکست پر قادیانیوں نے جشن فتح منایا۔ ”فاروق قادیان“ ۱۱ نومبر ۱۹۳۸ء کی اشاعت میں مرزا بشیر الدین محمود کا بیان اس حقیقت کی نشاندہی کرنے کے لیے کافی ہے!

”اس میں کوئی شک نہیں کہ ہم نے مسلم لیگ کی مخالفت کی ہے کیونکہ مسلم لیگ جو میری مالی امداد کے بغیر جلسہ تک نہیں کر سکتی تھی اس کی پنجاب شاخ نے قادیانیوں کو مسلم لیگ سے خارج کرنے کی سفارش کی تھی۔ پنجاب کے مسلم لیگیوں نے یہ سوچا تھا کہ اس طرح پنجاب میں ووٹوں کی اکثریت حاصل کر لیں گے۔ لیکن خدا نے انھیں اس غلط فیصلے کی سخت سزا دی کہ پورے پنجاب میں مسلم لیگ نے صرف ایک سیٹ حاصل کی۔ دوسرے لفظوں میں وہ سیاسی میدان میں ہمارے جیسے ثابت ہوئے چنانچہ مسلم لیگ کی یہ زلت آمیز شکست ہماری بہت بڑی کامیابی ہے۔“ (فاروق قادیان، ۱۱ نومبر ۱۹۳۸ء)

قضیہ کشمیر کمیٹی:

اقبال ختم نبوت کے بارے میں اپنے عقیدے کا اظہار تو ہمیشہ کرتے رہتے تھے مگر انھوں نے کبھی قادیانیوں کے خلاف بحیثیت جماعت کوئی معاندانہ بیان نہیں دیا تھا۔ اسکی ضرورت اس وقت پیش آئی جب انھیں کشمیر کمیٹی میں قادیانیوں کے ساتھ مل کر کام کرنے کا موقع ملا۔ قادیانی خلیفہ اور اسکے حواریوں کی منافقت، مفاد پرستی اور سیاسی چال بازیوں کی پالیسیوں نے اقبال کو ان سے اس قدر متنفر کیا کہ وہ کھل کر قادیانیوں کی ریشہ دوانیوں کو بے نقاب کرنے کے لیے میدان عمل میں اتر آئے۔ یہی بات قادیانی امت کو ناگوار گزری اور وہ اقبال کے خلاف صف آراء ہو گئی۔ تفصیل اس جمال کی یہ ہے کہ جوں جیل میں تو یوں قرآن کا ایک افسوس ناک واقعہ پیش آیا تو کشمیری عوام سراپا احتجاج بن گئے۔ اس حادثہ کی مذمت پر احتجاجی جلسہ ہو رہا تھا جس میں ایک عبدالقدیر نامی مقرر نے سخت اشتعال انگیز تقریر کر ڈالی۔ اسے گرفتار کر لیا گیا۔ اس کے مقدمے کی سماعت جیل کے اندر ہو رہی تھی اور عوام جیل کے سامنے جمع ہو رہے تھے۔ ایسے میں پولیس نے ۱۳ جولائی ۱۹۳۱ء کو گولی چلا کر ۱۸ مسلمانوں کو شہید کر دیا۔ جس سے کشمیری مسلمانوں میں غم و فساد کی لہر دوڑ گئی۔ بعد ازاں تحقیق سے معلوم ہوا کہ عبدالقدیر نامی شخص کشمیری بھی نہیں تھا، وہ قادیانی اور انگریزوں کا ایجنٹ تھا اور انہی کے منصوبے پر کام کر رہا تھا۔ اور دوسرے یہ کہ احتجاج کرنے والے

مظاہرین پر گولی چلانے کا حکم بھی ڈوگرہ حکام نے نہیں دیا تھا۔ یہ کارنامہ بھی انگریزوں کی سی آئی ڈی کے لیے کام کرنے والے چند سپاہیوں نے انگریز حکام کے ایما پر ہی سرانجام دیا تھا۔ جب لوہا گرم ہو گیا تو کشمیر کی وادی ایک زبردست عوامی تحریک کے لیے تیار ہو گئی تو مرزا بشیر الدین محمود نے انگریزوں سے اپنی طے شدہ سازش کے تحت گرم لوہے پر چوٹ لگانے کا فیصلہ کیا۔ عامۃ المسلمین کے گرم گرم جذبات سے فائدہ اٹھانے کے لیے مسلمان زعماء کا ایک اجلاس طلب کیا تا کہ کشمیری مسلمانوں کی مدد کی جاسکے۔ چونکہ اجلاس خود مرزا بشیر الدین محمود نے ہی طلب کیا تھا اس لیے سرکار نے مرزا محمود ہی کو اس وقت تکمیل پانے والی کشمیر کمیٹی کا صدر اور ایک قادیانی عبدالرحیم درد کو سیکرٹری منتخب کر لیا۔ علامہ اقبال بھی اس کمیٹی کے ممبر تھے۔ کمیٹی چونکہ عارضی طور پر بنائی گئی تھی خیال تھا کہ کشمیری مسلمانوں کا مسئلہ حل کرنے کے بعد اسے توڑ دیا جائے گا۔ اس لیے اس کوئی باقاعدہ دستور نہیں بنایا گیا۔ صدر کشمیر کمیٹی مرزا بشیر الدین محمود ہی تمام اختیارات کا مالک تھا اور اس نے اپنے قادیانی ارکان کے ذریعے وادی کشمیر میں کشمیری مسلمانوں کی حمایت اور مدد کے بہانے اپنے نظریات پھیلانے کا کام شروع کر دیا۔ جس پر غیر قادیانی ارکان کو بجا طور پر شکایت ہوئی جن میں اقبال بھی شامل تھے۔ چنانچہ ان سب نے مل کر تجویز پیش کی کہ کشمیر کمیٹی کا کوئی دستور بنایا جائے۔ یہ بات قادیانی ارکان کو اچھی نہ لگی اور یوں مرزا بشیر الدین محمود نے کشمیر کمیٹی کی صدارت سے استعفیٰ دے دیا۔ ارکان نے علامہ اقبال کو صدر چن لیا جبکہ قادیانیوں نے اپنی الگ تنظیم تحریک کشمیر قائم کر لی۔ قادیانی ممبر بدستور کشمیر کمیٹی میں گھسے رہے اور تخریب کاری کرتے رہے۔ علامہ اقبال کو ان کا یہ طریقہ بالکل اچھا نہیں لگا اور انھوں نے کمیٹی سے استعفیٰ دے دیا اور اپنے بیان میں وضاحت کرتے ہوئے کہا!

”بدقسمتی سے کمیٹی میں بعض ارکان کسی وفاداری کے پابند نہیں سوائے اپنے مذہب فرقے کے امیر کے ساتھ وفاداری کے۔ اس کی وضاحت حال ہی میں ایک احمدی وکیل نے اپنے پبلک بیان میں کر دی ہے۔ جو میر پور میں لوگوں کے کیس کر رہا تھا۔ اس نے صاف اعتراف کیا ہے کہ وہ کشمیر کمیٹی کو تسلیم نہیں کرتا اور وہ یا اس کے ساتھی جو کچھ بھی کرتے ہیں صرف اپنے امیر کے حکم پر کرتے ہیں۔ بہر کیف اگر مسلمانان ہند اپنے کشمیری بھائیوں کی مدد کرنا چاہتے ہیں تو ایک اور کشمیر کمیٹی بنا سکتے ہیں۔“ (اقبال کی تقریریں، تحریریں اور بیانات: مرتبہ لطیف احمد شیروانی)

قادیانیوں نے تحریک کشمیر بنا کر اقبال کو اس کی صدارت سنبھالنے کی پیش کی تو اقبال نے اپنے بیان میں کہا!

”قادیانی ہیڈ کوارٹر کی طرف سے ابھی تک ایسا کوئی واضح بیان نہیں جاری ہوا کہ اگر قادیانی حضرات مسلمانوں کی سیاسی تنظیم میں شامل ہوں گے تو ان کی وفاداریاں منقسم نہ ہوگی۔“

دوسری طرف واقعاتی طور پر یہ ظاہر ہو گیا ہے کہ جسے قادیانی پر لیس ”تحریک کشمیر“ کے نام سے پکارتا ہے اور جس میں بقول قادیانی اخبار ”الفضل“ مسلمانوں کو محض اخلاقی طور پر شامل ہونے کی اجازت دی گئی ہے، ایک ایسی تنظیم جس کے مقاصد و محرکات آل انڈیا کشمیر کمیٹی سے مختلف ہیں۔“ (اقبال کی تقریریں، تحریریں اور بیانات: مرتبہ لطیف احمد شیروانی)

بعد ازاں اقبال نے آل انڈیا کشمیر کمیٹی کی صدارت سے بھی استعفیٰ دے دیا۔ انہی دنوں اس وقت کے گورنر پنجاب سر ہربرٹ ایمرسن نے انجمن حمایت اسلام کے سالانہ جلسے سے خطاب کیا اور اس میں قادیانیوں کے خلاف مسلمانوں کے احتجاج کا ذکر کرتے ہوئے انھیں رواداری کا سبق دیا۔ انگریز گورنر نے نہ صرف قادیانیوں کے خلاف مظاہروں پر ناپسندیدگی کا اظہار کرتے ہوئے مسلمانوں کو رواداری کی تلقین کی بلکہ مسلمانوں کے باہمی نفاق پر انفسوں کا اظہار کرتے ہوئے مسلمانان پنجاب کو مشورہ دیا کہ وہ اپنی قوم میں کوئی بلند پایہ لیڈر پیدا کریں۔ اقبال نے گورنر ایمرسن کے خطاب کے جواب میں ”قادیانیت اور صحیح العقیدہ مسلمان“ پہلا مضمون لکھا جو ایڈیٹر نائٹنر، ٹریبون، سٹار آف انڈیا، کلکتہ، دکن ٹائمز وغیرہ انگلش اخباروں میں چھپا۔ اردو اخباروں میں ترجمہ شائع ہوا۔ اس مضمون کا خلاصہ ڈاکٹر جاوید اقبال نے ”زندہ روڈ“ میں اپنے الفاظ میں یوں کیا!

”قادیانیت اور صحیح العقیدہ مسلمان میں مختصر اقبال کا استدلال یہ تھا کہ مسلمانوں کی ملتی وحدت کی بنیادیں مذہبی تصور پر ہیں۔ اگر ان میں کوئی گروہ ایسا پیدا ہو جو اپنی اساس ایک نئی نبوت پر رکھتے ہوئے یہ اعلان کرے کہ تمام مسلمان جو اس کا موقف قبول نہیں کرتے وہ کافر ہیں تو قدرتی طور پر ہر مسلمان ایسے گروہ کو ملت اسلامیہ کے استحکام کے لیے ایک خطرہ قرار دے گا۔ اور یہ بات اس لیے بھی جائز ہوگی کہ مسلم معاشرے کو ختم نبوت کا عقیدہ ہی سا لیت کا تحفظ فراہم کرتا ہے۔ اقبال کے نزدیک قبل از اسلام مجوسیت کے جدید احیاء نے جن دو تحریکوں کو جنم دیا ان میں ایک بہائیت ہے اور دوسری قادیانیت۔ بہائیت اس اعتبار سے زیادہ دیانت پر مبنی ہے کہ وہ اسلام سے علیحدگی کا راستہ اختیار کرتی ہے۔ لیکن قادیانیت اسلام کے بعض اہم عقائد کو برقرار رکھتے ہوئے اسکی روح اور نصب العین سے انحراف کرتی ہے۔ اقبال کے بیان کے مطابق ”بروز“، ”حلول“ اور ”عل“ کی اصطلاحات مسلم ایران میں منحرف تحریکوں نے اختیار کیں۔ اور مسیح موعود کی اصطلاح بھی مسلم دینی شعور کی تخلیق نہیں ہے۔ آخر میں فرماتے ہیں کہ ہندوستان کے حاکموں کے لیے بہترین راستہ یہی ہے کہ قادیانیوں کو ایک علیحدہ مذہبی فرقہ قرار دیں۔“ (زندہ روڈ، صفحہ نمبر: ۶۱۰)

علامہ اقبال کے مضمون ”قادیانیت اور صحیح العقیدہ مسلمان“ کا خلاصہ پیش کرتے ہوئے ڈاکٹر جاوید اقبال نے ایک اہم بات کا ذکر نہیں کیا۔ جس میں عام مسلمانوں کی سمجھداری اور نام نہاد تعلیم یافتہ طبقہ کی کج فہمی کا ذکر ہے۔ آج تک پڑھے لکھے حضرات ذوالفقار علی بھٹو کی طرف قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیے جانے کے فیصلے پر سنج پارہتے ہیں کہ یہ اقدام بھٹو مرحوم نے مذہبی جماعتوں اور علماء کے پریشر میں آکر کیا تھا۔ اس سلسلہ میں خود ڈاکٹر جاوید اقبال کے بیانات بھی حیران کن اور محل غور ہیں!

”ہم پاکستان میں یہ بحث نہیں کرنا چاہتے کہ کوئی صحیح مسلمان ہے یا نہیں۔ ہمارا مسئلہ ہماری قومیت کو قائم دائم رکھنا تھا۔ لیکن آپ دیکھیں کہ بھٹو جیسا شخص مولویوں کے دباؤ میں ایک کیونٹی کوالیتی کیونٹی قرار دیتا ہے۔ میری نگاہ میں یہ مسئلہ نہیں ہے کہ قادیانی مسلمان ہیں یا نہیں بلکہ ملکی سالمیت کا مسئلہ ہے۔“ (انٹرویو ڈاکٹر جاوید اقبال، روزنامہ خبریں: ۱۸ اگست ۱۹۹۷ء)

اسی طرح روزنامہ جنگ لاہور ۱۳ اگست ۱۹۹۳ء کی اشاعت کے مطابق ڈاکٹر جاوید اقبال صاحب ان الفاظ میں قادیانیوں کی حمایت کر چکے ہیں!

”قائد اعظم زندہ ہوتے تو قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار نہ دیتے، ان کی وزارت میں ظفر اللہ خان قادیانی شامل تھا۔“

قیاللعجب! ناظمہ سرگرمیاں ہے اسے کیا کہیے۔ زندہ رود میں ڈاکٹر جاوید اقبال صاحب نے خود ہی علامہ اقبال کی طرف سے قادیانیوں کے غیر مسلم قرار دیے جانے کے مطالبے کا ذکر کیا ہے اور اب خود ہی اس مطالبے کو مولویوں کا پریشر فرما رہے ہیں۔ خیر اس جملہ معترضہ کا مقصد ڈاکٹر جاوید اقبال صاحب کی مذمت کرنا نہیں بلکہ اس حقیقت کی نشاندہی کرنا ہے کہ مغربی تعلیم یافتہ طبقے نے قادیانی مسئلہ کو سمجھنے میں جو ٹھوکر کھائی تھی آج تک وہی ٹھوکر کھاتا چلا آرہا ہے۔ اور اسے اسلام کا بنیادی مسئلہ سمجھنے کی بجائے محض مولویوں کی نادانی اور ہٹ دھرمی کا شاخسانہ سمجھ رہا ہے۔ علامہ اقبال نے کس قدر صحیح گرفت فرمائی تھی ملاحظہ ہو!

”ہندی مسلمانوں نے قادیانی تحریک کے خلاف جس شدت احساس کا ثبوت دیا ہے وہ اجتماعیات کے طالب علم پر واضح ہے۔ عام مسلمان جسے پچھلے دنوں سول اینڈ ملٹری گزٹ کے ایک صاحب نے ملا زادہ کا خطاب دیا تھا۔ اس تحریک کے مقابلے میں حفظ نفس کا ثبوت دے رہا ہے۔ اگرچہ اسے ختم نبوت کے عقیدہ کی پوری سمجھ نہیں۔ نام نہاد تعلیم یافتہ مسلمانوں نے ختم نبوت کے تمدنی پہلو پر کبھی غور نہیں کیا۔ اور مغرب کی ہوائے انھیں حفظ نفس کے جذبے سے عاری کر دیا ہے۔ بعض ایسے ہی نام نہاد تعلیم یافتہ مسلمانوں نے اپنے مسلمان

بھائیوں کو رواداری کا مشورہ دیا ہے۔“ (اقبال کی تقریریں اور بیانات: مرتبہ، اے آر طارق)

خیر یہ اقتباس تو اس لیے پیش کیا گیا کہ آج کا بڑھا لکھا اور اپنے آپ کو عبقری سمجھنے والا لبرل مسلمانوں کا طبقہ سمجھے کہ قادیانیوں کو صرف مسجد کے ملا ہی غیر مسلم نہیں سمجھتے مغربی تعلیم یافتہ اور جدید افکار پر نظر رکھنے والے حضرت اقبال کا بھی یہی موقف تھا کہ قادیانی عام مسلمانوں سے الگ غیر مسلم اقلیت ہیں۔ اور انھوں نے انگریز حکومت سے انھیں غیر مسلم قرار دینے کا مطالبہ بھی کیا تھا۔ علامہ اقبال کے اس مضمون پر پورا قادیانی پریس چیخ پڑا تھا۔ لائٹ اور سن رائز جیسے قادیانی ہفت روزوں نے اقبال کے خلاف خوب کھل کر تنقید کی۔ سن رائز کے نمائندے کے اعتراض کے جواب میں علامہ اقبال نے جو کچھ کہا اس کا بھی اس مضمون میں پہلے ذکر گزر چکا ہے۔ اسی طرح ”اسٹیشنمین“ نے بھی اپنے لیڈنگ آرٹیکل میں قادیانیوں کو مسلمانوں سے علیحدہ اقلیت قرار دینے کے مطالبے پر شدید اعتراض کیا۔ علامہ اقبال نے اس لیڈنگ آرٹیکل کا بھی جواب دیا اور اپنے مطالبے کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا!

”جو سوال آپ نے اپنے مضمون میں اٹھایا ہے وہ فی الواقع بہت اہم ہے اور مجھے مسرت ہے کہ آپ نے سوال کی اہمیت کو محسوس کیا..... میں نے اپنے بیان میں اسے نظر انداز کر دیا تھا کیونکہ میں یہ سمجھتا تھا کہ قادیانیوں کی تفریق کی پالیسی کے پیش نظر جو انھوں نے مذہبی اور معاشرتی معاملات میں ایک نئی نبوت کا علان کر کے کی ہے، خود حکومت کا فرض ہے کہ قادیانیوں اور مسلمانوں کے درمیان اختلاف کا لحاظ رکھتے ہوئے آئینی اقدام اٹھائے اور اس کا انتظار نہ کرے کہ مسلمان کب مطالبہ کرتے ہیں۔ مجھے اس احساس میں سکھوں کے متعلق رویے سے بھی تقویت ملی جو سکھ ۱۹۱۹ء کے بعد آئینی طور پر علیحدہ تصور کر لیے گئے۔ حالانکہ انھوں نے کوئی مطالبہ نہیں کیا تھا۔ بلکہ لاہور ہائی کورٹ نے فیصلہ کیا تھا کہ سکھ ہندو نہیں۔ اب چونکہ آپ نے یہ سوال اٹھایا ہے میں چاہتا ہوں کہ اس مسئلے کے متعلق جو برطانویوں اور مسلم دونوں کے زاویہ نگاہ سے نہایت اہم ہے چند معروضات پیش کروں..... ہمارا ایمان ہے کہ اسلام بحیثیت دین خدا کی طرف سے ظاہر ہوا لیکن اسلام بحیثیت سوسائٹی یا ملت رسول کریم ﷺ کی ذات کا مرحوم منت ہے۔ میری رائے میں قادیانیوں کے لیے دوراستے ہیں یا وہ بھائیوں کی تقلید کریں اور ختم نبوت کے اصول کو صریحاً جھٹلا دیں اور یا پھر ختم نبوت کی تاویلوں کو چھوڑ کر اس اصول کو پورے مفہوم کے ساتھ قبول

کر لیں۔ انکی جدید پالیسی محض اس غرض سے ہیں کہ انکا شمار دائرہ اسلام میں ہوتا کہ انھیں سیاسی فائدے پہنچ سکیں۔“

اسی بیان میں علامہ اقبال نے یہ وضاحت بھی فرمائی کہ یہ مسلمان نہیں جو قادیانیوں کو اپنے سے الگ کرنا چاہتے ہیں بلکہ قادیانیوں نے خود اپنے لیے یہ راستہ اختیار کیا ہے۔ ملاحظہ ہو!

”ثانیاً ہمیں قادیانیوں کی حکمت عملی اور دنیاۓ اسلام سے متعلق انکے رویے کو بھی فراموش نہیں کرنا چاہیے۔ بانی تحریک نے ملت اسلامیہ کو سڑے ہوئے دودھ سے تشبیہ دی تھی اور اپنی جماعت کو تازہ دودھ سے اور اپنے پیروکاروں کو ملت اسلامیہ سے میل جول رکھنے سے علیحدہ رہنے کا حکم دیا تھا۔ اسکے علاوہ انکا بنیادی اصول سے انکار جیسے اپنی جماعت کا نیا نام (احمدی) مسلمانوں کی باجماعت نماز سے قطع تعلق، نکاح وغیرہ کے معاملات میں مسلمانوں سے بائیکاٹ اور ان سب پر مستزاد اعلان یہ کہ دنیاۓ اسلام کا فرہے یہ تمام امور قادیانیوں کی علیحدگی پر دلالت کرتے ہیں۔“

اس بیان میں حضرت اقبال نے یہ وضاحت فرمائی کہ جب قادیانی مذہبی اور معاشرتی معاملات میں اپنے آپ کو علیحدہ گردانتے ہیں تو سیاسی طور پر مسلمانوں میں کیوں رہنے پر اصرار کرتے ہیں۔ اقبال کے مطابق ابھی قادیانیوں کی تعداد محض ۵۶۰۰۰ ہے جو انھیں اسمبلی کی ایک نشست بھی نہیں دلا سکتی۔ اس لیے وہ اس وقت تک علیحدگی کا مطالبہ نہیں کریں گے جب تک انکی مقدار مؤثر نہ ہو جائے۔

قارئین کرام! حضرت اقبال کا خدشہ سو فیصد درست ثابت ہوا۔ قادیانیوں نے تقسیم ہند کے وقت اپنے آپ کو مسلمانوں سے علیحدہ شمار کیے جانے کا مطالبہ کر کے ضلع گورداسپور کو ہندوستان میں شامل کرنے کا راستہ ہموار کیا اور یوں ہمیشہ کے لیے پاک بھارت کے درمیان مسئلہ کشمیر کھڑا کرنے کا بھی یہی باعث ہوا۔ الغرض علامہ اقبال شرح صدر کے ساتھ سمجھ چکے تھے کہ قادیانی مسلمانوں کو نقصان پہنچا رہے ہیں اس لیے وہ اپنی شدید علالت کے باوجود بھی قادیانی سازشوں کو بے نقاب کرنے میں مصروف رہے۔ جب قادیانی پریس علامہ اقبال کی ضرب مومنانہ پر چیخ کر دھائی دے رہا تھا تو پنڈت جواہر لعل نہرو کو انکا درد اٹھا اور بقول ڈاکٹر جاوید اقبال وہ بھی اس بحث میں کود پڑے۔ اور انھوں نے اپنے تین انگریزی مضامین بعنوان ”اتحاد اسلام“ نکلنے کے رسالے ماڈرن رویو میں نومبر ۱۹۳۵ء میں شائع کرائے اور ان میں قادیانیوں سے متعلق علامہ اقبال کے نظریات کو غلط ثابت کرنے کی کوشش کی۔ اقبال نے پنڈت نہرو کے مضامین کا نہایت مدلل اور جامع جواب اپنے مضمون ”اسلام اور احمدیت“ میں دیا جو ”اسلام“ مورخہ ۲۲ جنوری ۱۹۳۶ء میں شائع ہوا۔

پنڈت نہرو کانگریس کے رہنما تھے اور کانگریس اکھنڈ بھارت کی علمبردار تھی اور ہندوستان کے اندر مسلمانوں کو الگ سیاسی شخص یا خود مختاری دینے کے لیے آمادہ نہیں تھی۔ اس نے بہت سے نیشنلسٹ علماء کو بھی اپنا ہمنوا بنا رکھا تھا جو اس بات کا پرچار کر رہے تھے کہ ہندوستان میں بسنے والے ہندو مسلم سکھ سب ایک قوم ہیں۔ جبکہ علامہ اقبال کی قیادت میں مسلمانان ہند اب اس حقیقت کو جان رہے تھے کہ انھیں بالآخر اپنی دینی، سیاسی بقا کے لیے ہندوستان سے الگ شخص اختیار کرنا ہوگا۔ ہندو اس سوچ کو اپنے لیے ایک خطرہ سمجھتے تھے اس لیے پنڈت نہرو نے بظاہر مسلمانوں کے فائدے کے لیے ”اتحاد اسلام“ کے نام سے مضامین لکھے مگر ان مضامین کے مندرجات پڑھ کر یہ اندازہ لگانا مشکل نہیں کہ پنڈت نہرو کی دلچسپی اتحاد اسلام سے نہیں مسلمانوں کے سیاسی عدم استحکام سے ہے۔ اسی لیے انھوں نے اقبال کی فکر کو پنجاب تک محدود قرار دیتے ہوئے بین الاقوامی مسئلہ وطنیت پر روشنی ڈالی کہ اب دنیا بھر میں وطنی قوم پرستی کا رجحان پیدا ہو رہا ہے جس سے اقبال بے خبر ہیں۔ عرب دنیا میں بھی اسلام کی بجائے علاقائی قوم پرستی کی لہر دوڑ رہی ہے۔ ظاہر ہے یہ بات پنڈت نہرو کے کانگریسی نکتہ نظر کی تائید کرتی تھی۔ اس لیے انھوں نے اس موقع سے بھرپور فائدہ اٹھاتے ہوئے اقبال اور دیگر مسلم علمائین کی زیر قیادت مجتمع ہوئی اسلامی سیاسی وحدت کو منتشر کرنے کے لیے قادیانیوں کی حمایت اور علامہ اقبال کی مخالفت میں مضامین لکھے۔ اور ان میں دیگر سوالات کے ساتھ ساتھ یہ سوال بھی اٹھایا کہ ”سراغ آخان ہندوستانی مسلمانوں کے قائد ہیں۔ کیا وہ اسلام کے تصور عقیدہ استحکام پر پورا اترتے ہیں جو اقبال پیش کر رہے ہیں؟ اس طرح انھوں نے اسماعیلی جماعت کو بحیثیت مجموعی تنقید کا نشانہ بنایا۔ اس سے انکا ایک مقصد تو مسلمانوں کو سراغ آخان اور انکی اسماعیلی جماعت کی مالی اور سیاسی حمایت سے محروم کرنا مقصود تھا اور دوسرے ہو سکتا ہے اسی اصول پر آگے چل کر وہ یہ سوال اٹھانا چاہتے ہوں کہ قائد اعظم محمد علی جناح کا قتل اگر اسماعیلی جماعت سے ہے تو وہ کس طرح مسلمانان ہند کے قائد ہو سکتے ہیں۔ (اگرچہ مسلمان جانتے ہیں کہ حضرت قائد اعظم اسماعیلی فرقے کی بجائے عام مسلمانوں کے نظریات اور عقائد اختیار کر چکے تھے) لیکن پنڈت نہرو ایک تیر سے بہت سے شکار کرنا چاہ رہے تھے۔

اپنے مضامین میں انھوں نے یہ تاثر بھی دینے کی کوشش کی کہ قادیانیوں کے خلاف مجلس احرار کی تحریک کو کانگریس کی حمایت حاصل نہیں۔ اس سے ایک طرف تو وہ قادیانیوں کو اپنے قریب لانا چاہ رہے تھے دوسری طرف مجلس احرار کو کانگریس نوازی کے الزام سے بریت کا موقع فراہم کر رہے تھے۔ اور تیسرے مسلمانوں میں سیاسی خلفشار کو فروغ دینے کی کوشش کر رہے تھے۔ تاکہ وہ کسی ایک نصب العین اور کسی ایک سیاسی قیادت کے پرچم تلے جمع نہ ہو سکیں۔ اسی لیے حضرت اقبال جیسے دور اندیش مفکر نے پنڈت نہرو کی چالوں کو سمجھ کر ان مضامین میں اٹھائے گئے تمام سوالوں کا مسکت جواب دیا۔ علامہ اقبال کا مضمون ”اسلام اور احمدیت“ پورے متن کے اردو ترجمے کے ساتھ فہم آسی کی کتاب ”اقبال اور قادیانی“ میں موجود ہے۔ بہت ساری دیگر کتب میں اسکے اقتباسات موجود ہیں۔ طوالت سے بچنے کے لیے چند ایک حوالے پیش کیے جاتے ہیں۔

پنڈت جی کے مضامین کا ذکر کرتے ہوئے حضرت اقبال نے لکھا!

”میں اس واقعہ کو پنڈت جی اور قارئین سے پوشیدہ نہیں رکھنا چاہتا کہ پنڈت جی کے مضامین نے میرے ذہن میں احساسات کا ایک دردناک پہچان پیدا کر دیا ہے۔ یہ جاننے ہوئے کہ پنڈت جی ایک ایسے انسان ہیں جو مختلف تہذیبوں سے وسیع ہمدردی رکھتے ہیں میرا ذہن اس خیال کی طرف مائل ہے کہ وہ جن سوالات کو سمجھنے کی خواہش رکھتے ہیں وہ بالکل خلوص پر مبنی ہیں تاہم جس طریقے سے انھوں نے اپنے خیالات کا اظہار کیا ہے اس سے ایسی ذہنیت کا پتہ چلتا ہے جس کو پنڈت جی کی طرف منسوب کرنا میرے لیے دشوار ہے میں اس خیال کی طرف مائل ہوں کہ میں نے قادیانیت کے متعلق جو بیان دیا تھا اس سے پنڈت جی اور قادیانی دونوں پریشان ہیں۔ غالباً انکی وجہ یہ ہے کہ مختلف وجوہ کی بنا پر دونوں اپنے دل میں مسلمانان ہند کے مذہبی اور سیاسی استحکام کو پسند نہیں کرتے۔ یہ ایک بدیہی بات ہے کہ ہندوستانی قوم پرست جیسے سیاسی تصورات نے احساسِ حقانیت کو کھل ڈالا ہے اس بات کو گوارہ نہیں کرتے کہ شمال مغربی ہند کے مسلمانوں میں احساسِ خود مختاری پیدا ہو۔ میری رائے میں انکا خیال غلط ہے کہ ہندوستانی قومیت کے لیے ملک کی مختلف تہذیبوں کو مٹا دینا چاہیے۔ تاکہ ان ہندوستانی تہذیبوں کے باہمی عمل و اثر سے ہندوستان ایک ترقی پذیر اور پائیدار تہذیب کو نمودے سکے۔ ان تہذیبوں سے جو تہذیب نمود پائے گی اسکا نتیجہ بجز باہمی تشدد اور تلخی کے اور کیا ہوگا؟ یہ بات بھی بدیہی ہے کہ قادیانی بھی مسلمانان ہند کی سیاسی بیداری سے گھبرائے ہوئے ہیں۔ کیونکہ وہ محسوس کرتے ہیں کہ مسلمانان ہند کے سیاسی نفوذ کی ترقی سے انکا مقصد یقیناً فوت ہو جائے گا۔ یعنی پیغمبر عرب ﷺ کی امت سے ہندوستانی پیغمبر کی ایک نئی امت تیار کریں۔ حیرت کی بات ہے کہ میری یہ کوشش کہ مسلمانان ہند کو اس امر سے متنبہ کروں کہ ہندوستان کی تاریخ میں جس دور سے وہ گزر رہے ہیں انکا اندرونی استحکام کس قدر ضروری ہے۔ اور انتشار انگیز قوتوں سے محترز رہنا کس قدر ناگزیر ہے۔ جو اسلامی تحریک کے بھیس میں پیش ہوتی ہیں اور پنڈت جی کو موقع دیتی ہیں کہ وہ ایسی تحریکوں سے ہمدردی کریں۔“

اسی مضمون میں علامہ اقبال نے ختم نبوت کے تصور اور اس سلسلے میں مرزا قلام احمد قادیانی اور اسکے پیروکاروں کی غلطی کی

نشاہت کر رہے ہوئے لکھا!

”ختم نبوت کے تصور کی شافی قدر و قیمت کی توضیح میں نے کسی اور جگہ کر دی ہے۔ اسکے معنی بالکل سلیس ہیں۔ حضرت محمد ﷺ کے بعد جنہوں نے اپنے پیروکاروں کو ایسا قانون عطا کیا ہے جو خیر انسان کی گہرائیوں سے ظہور پذیر ہوتا ہے۔ ایسی آزادی کا رتبہ دکھایا ہے کہ کسی اور انسانی ہستی کے آگے روحانی حیثیت سے سر نیا زخم نہ کیا جائے۔ دینیاتی نقطہ نظر سے اس نظریے کو یوں بیان کر سکتے ہیں کہ وہ اجتماعی اور سیاسی عظیم جسے اسلام کہتے ہیں مکمل اور ابدی ہے۔ حضرت محمد ﷺ کے بعد ایسے الہام کا امکان ہی نہیں ہے جس کا انکار کفر کو مستلزم ہو۔ جو شخص ایسے اسلام کا دعویٰ کرتا ہے وہ اسلام سے غداری کرتا ہے۔ قادیانیوں کا اعتقاد ہے کہ تحریک احمدیت کا بانی الہام کا حامل تھا۔ وہ تمام عالم اسلام کو کافر قرار دیتے ہیں۔ خود بانی احمدیت کا استدلال جو قرون وسطیٰ کے متکلمین کے لیے زیبا ہو سکتا ہے یہ ہے کہ اگر کوئی دوسرا نبی پیدا نہ ہو سکے تو پیغمبر اسلام کی روحانیت نامکمل رہ جائے گی۔ وہ اپنے دعوے کے ثبوت میں خود اپنی نبوت کو پیش کرتا ہے۔ لیکن آپ اس سے پھر دریافت کریں کہ حضرت محمد ﷺ کی روحانیت ایک سے زیادہ نبی پیدا کرنے کی صلاحیت رکھتی ہے تو اس کا جواب نفی میں ہے۔ یہ خیال اس بات کے برابر ہے کہ حضرت محمد ﷺ آخری نبی نہیں ہیں میں آخری نبی ہوں۔ اس امر کو سمجھنے کی بجائے کہ ختم نبوت کا اسلامی تصور نوع انسانی کی تاریخ میں بالعموم اور ایشیا کی تاریخ میں بالخصوص کیا قدر رکھتا ہے۔ بانی احمدیت کا خیال ہے کہ ختم نبوت کا تصور ان معنوں میں کہ حضرت محمد ﷺ کا کوئی پیروکار نبوت کا درجہ حاصل نہیں کر سکتا خود حضرت محمد ﷺ کی نبوت کو نامکمل پیش کرتا ہے۔ جب میں بانی احمدیت کی نفسیات کا مطالعہ اگلے اپنے دعویٰ نبوت کی روشنی میں کرتا ہوں تو معلوم ہوتا ہے کہ وہ اپنے دعوے کے ثبوت میں پیغمبر اسلام ﷺ کی حقیقی قوت کو صرف ایک ہی نبی یعنی تحریک احمدیت کے بانی تک محدود کر کے پیغمبر اسلام کے آخری نبی ہونے سے انکار کر دیتا ہے۔ اس طرح یہ نیا پیغمبر چپکے سے اپنے روحانی مورث کی ختم نبوت پر متصرف ہو جاتا ہے۔“

یقیناً علامہ اقبال نے قادیانیت کے خلاف یہ ایک ایسا سوال اٹھایا جس کا جواب وہ قیامت تک نہیں دے سکیں گے۔ اقبال نے

قادیانیوں کو بھی لا جواب کیا اور پنڈت نہرو کو بھی ہر سوال کا جواب دیا۔ مسلمانوں کی خیر خواہی میں پنڈت نہرو کے مشوروں کا جواب دیتے ہوئے انھوں نے لکھا!

”پنڈت نہرو مشورہ دیتے ہیں کہ تمام مذاہب کے راسخ العقیدہ لوگ متحد ہو جائیں اور اس چیز کی مزاحمت کریں جس کو وہ ہندوستانی قومیت سے تعبیر کرتے ہیں۔ یہ طرز آئین مشورہ اس بات کو فرض کر لیتا ہے کہ احمدیت ایک اصلاحی تحریک ہے۔ وہ نہیں جانتے کہ جہاں تک ہندوستان میں اسلام کا تعلق ہے احمدیت میں اہم ترین مذہبی اور سیاسی امور تنقیح طلب مضمحل ہیں۔ جیسا کہ میں نے اوپر تشریح کی ہے۔ مسلمانوں کے مذہبی تفکر کی تاریخ میں احمدیت کا وظیفہ ہندوستان کی موجودہ غلامی کی تائید میں الہامی بنیاد فراہم کرتا ہے۔ خالص مذہبی امور سے قطع نظر سیاسی امور کی بنا پر بھی پنڈت جواہر لال نہرو کے شایان شان نہیں کہ وہ مسلمانان ہند پر رجحان پسند اور قدامت پسند ہونے کا الزام لگائیں۔ مجھے یقین ہے کہ وہ اگر احمدیت کی اصل نوعیت کو سمجھ لیتے تو مسلمانان ہند کے اس رویہ کی ضرورت تعریف و تحسین کرتے جو ایک مذہبی تحریک کے متعلق اختیار کیا گیا ہے جو ہندوستان کے تمام آفات و مصائب کے لیے الہامی سند پیش کرتی ہے۔“

علامہ اقبال نے پنڈت نہرو کی طرف سے اسامیلیوں کی بابت اٹھائے گئے سوال کا جواب بھی دیا اور بھائیوں اور قادیانیوں کا موازنہ کر کے قادیانیوں کو بدتر قرار دیا۔ سر آغا خان کے متعلق انکا جواب ملاحظہ فرمائیں!

”ہر بائیس آغا خان کے متعلق میں دو ایک لفظ کہنا چاہتا ہوں میرے لیے اس امر کو معلوم کرنا دشوار ہے کہ پنڈت نہرو نے آغا خان پر کیوں حملے کیے۔ شاید وہ خیال کرتے ہیں کہ قادیانی اور اسماعیلی ایک ہی زمرے میں آتے ہیں وہ اس بات سے بداحتسابے خبر ہیں کہ اسماعیلیوں کی دینی تاویلات کتنی ہی غلط ہوں پھر بھی وہ اسلام کے بنیادی اصولوں پر ایمان رکھتے ہیں۔ یہ سچ ہے کہ اسماعیلی سلسل امامت کے قائل ہیں لیکن انکے نزدیک امام حامل وحی نہیں ہوتا۔ وہ محض قانون کا مفسر ہوتا ہے۔ کل ہی کی بات ہے کہ ہر بائیس سر آغا خان نے اپنے پیروؤں کو حسب ذیل الفاظ میں خطاب فرمایا! ”گواہ رہو کہ اللہ ایک ہے اور محمد ﷺ اس کے رسول ہیں۔ قرآن اللہ کی کتاب ہے، کعبہ سب کا قبلہ ہے۔ تم مسلمان ہو اور مسلمانوں کے ساتھ زندگی بسر کرو۔ مسلمانوں سے السلام علیکم کہہ کر ملو۔ اپنے بچوں کے

اسلامی نام رکھو۔ مسلمانوں کے ساتھ مسجد میں نماز پڑھو، پابندی سے روزے رکھو، اسلامی قانون نکاح کے مطابق اپنی شادیاں کرو۔ تمام مسلمانوں کے ساتھ بھائیوں کی طرح برتاؤ کرو۔“

بھائیوں اور قادیانیوں میں ایک مماثلت کا بھی ذکر حضرت اقبال نے ان الفاظ میں کرتے ہوئے قادیانیوں کے متعلق اپنی تشویش کا اظہار ان الفاظ میں کیا!

”ایران میں بھی اسی قسم کا ڈرامہ کھیلا گیا تھا لیکن اس میں وہ سیاسی امور پیدا ہوئے اور نہ ہو سکتے تھے جو احمدیت نے اسلام کے لیے ہندوستان میں پیدا کیے۔ روس نے بانی مذہب کو رواد رکھا اور بانیوں کو اجازت دی کہ وہ اشک آباد میں اپنا پہلا مرکز قائم کریں۔ انگلستان نے بھی احمدیوں کے ساتھ رواداری برتی اور انکو اپنا پہلا تبلیغی مرکز و ونگ میں قائم کرنے کی اجازت دی۔ ہمارے لیے اس امر کا فیصلہ کرنا کہ آیا روس اور انگلستان نے ایسی رواداری کا اظہار شہنشاہی مصلحتوں کی بنا پر کیا یا وسعت نظری کی وجہ سے۔ اس قدر تو واضح ہے کہ اس رواداری نے اسلام کے لیے پیچیدہ مسائل پیدا کر دیئے ہیں۔ اسلام اس ہیئت ترکیبی کے لحاظ سے جیسا کہ میں نے اس کو سمجھا ہے مجھے یقین کامل ہے کہ اسلام ان دشواریوں سے جو اس کے لیے پیدا کی گئی ہیں زیادہ پاک صاف ہو کر نکلے گا۔ زمانہ بدل رہا ہے، ہندوستان کے حالات ایک نیا رخ اختیار کر چکے ہیں، جمہوریت کی ایک نئی روح جو ہندوستان میں پھیل رہی ہے وہ یقیناً احمدیوں کی آنکھیں کھول دے گی، انھیں یقین ہو جائے گا کہ انکی دینیاتی ایجادات بالکل فضول ہیں۔“

۱۲ جون ۱۹۳۶ء کو پنڈت نہرو کے نام اپنے ایک خط میں حضرت اقبال نے لکھا!

”میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ ان مضامین کو لکھتے وقت ہندوستان اور اسلام کی بہتری میرے پیش نظر تھی اور میں اپنے ذہن میں اس امر کے متعلق کوئی شبہ نہیں پاتا کہ احمدی اسلام اور ہندوستان دونوں کے خداری ہیں۔“

اقبال اور قادیانیت کی خاصیت کے عنوان کو میں یہیں پر چھوڑتا ہوں اگرچہ اقبال کے خلاف قادیانیوں کی انگریز نوذی اور ایام شباب کی رنگینیوں کے متعلق پھیلانے گئے بے سرو پا الزامات کا بھی تحقیقی جواب دیا جاسکتا تھا مگر مضمون کی طوالت کے خوف سے صرف حضرت اقبال کے ان اشعار پر اختتام کرتا ہوں۔

وہ نبوت ہے مسلمان کے لیے برگِ حشیش جس نبوت میں نہیں قوت و شوکت کا پیام

عصرِ من پیغمبرے ہم آفرید	آنکہ در قرآن خود را ہم ندید
تن پرست و جاہ مست و کم نگاہ	اندرویش بے نصیب از لا الہ

☆☆☆☆

☆☆☆☆

☆☆☆☆



﴿نواں باب﴾
سُنّی تنظیمات

www.nafseislam.com

دعوتِ اسلامی کی مَدَنی بہاریں قادیانیوں کی توبہ

محمد حنیف امجد

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَزَّوَجَلَّ ساری دنیا میں ”نیکی کی دعوت“ کو عام کرنے کے لئے تبلیغِ قرآن و سنت کی عالمگیر غیر سیاسی تحریک دعوتِ اسلامی شب و روز کوشاں ہے۔ اس مَدَنی تحریک کی بنیاد آج سے تقریباً 26 سال قبل ۱۴۰۱ھ، 1981ء میں باب المدینہ کراچی میں شیخ طریقت، امیر اہلسنت حضرت علامہ مولانا ابوبلال محمد الیاس عطاری قادری رضوی دامت برکاتہم العالیہ نے رکھی۔ آپ دامت برکاتہم العالیہ کی پُر خلوص اور انتھک کوششوں کی بَرَکت سے دیکھتے ہی دیکھتے اس تحریک کا پیغام تادم تحریر کم و بیش 66 ممالک میں جا پہنچا اور مختلف شعبہ جات میں 35 سے زائد مجالس کا قیام عمل میں آیا۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَزَّوَجَلَّ دعوتِ اسلامی کی مَدَنی کام کی خوب خوب بہاریں ہیں، مثلاً کئی بگڑے ہوئے نوجوان توبہ کر کے راہِ راست پر آگئے، جو بے نمازی تھے نمازی بن گئے، ماں باپ سے ناز بیارویہ اختیار کرنے والے باادب ہو گئے، جس کی حرکتوں کی وجہ سے کبھی پورا محلہ بیزار تھا وہ سارے علاقے کی آنکھ کا تار بن گیا، گانے سننے کے شوقین مَدَنی مذاکرات اور سنتوں بھرے بیانات سننے لگے، فحش کلامی کرنے والے نعتِ مصطفیٰ صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم پڑھنے لگے، یورپی ممالک کی رنگینیوں کو دیکھنے کے خواہش مند گنبدِ خضروے و کعبۃ المشرّفہ کی زیارت کے لئے بے قرار رہنے لگے، مال کی محبت میں جینے، مرنے والے فکرِ آخرت کی مَدَنی سوچ کے حامل بن گئے، فحش رسائل و ڈائجسٹ کے شائقین امیر اہلسنت دامت برکاتہم العالیہ و علمائے اہلسنت دامت فیوضہم کے رسائل اور دیگر دینی کتب کا مطالعہ کرنے لگے، تفریح کی خاطر سفر کے عادی عاشقانِ رسول کے ہمراہ راہِ خدا عَزَّوَجَلَّ میں سفر کرنے والے بن گئے، ”کھاؤ، پیو اور جان بٹاؤ“ کے نعرے کو اپنی زندگی کا مقصد سمجھنے والوں نے اس مَدَنی مقصد کو اپنا لیا کہ ”مجھے اپنی اور ساری دنیا کے لوگوں کی اصلاح کی کوشش کرنی ہے۔ ان شاء اللہ عَزَّوَجَلَّ“ علاوہ ازیں کفر و ضلالت کے اندھروں میں بھٹکنے والے کفار کو نورِ اسلام نصیب ہونے کی خبریں بھی موصول ہوتی رہتی ہیں، ان میں سے قادیانیت سے تائب ہونے والوں کی

4 منتخب مَدَنی بہاریں ملاحظہ ہوں۔

(1) قادیانی آفیسر کی توبہ

ایک مرتبہ شیخ طریقت، امیر اہلسنت حضرت علامہ مولانا ابوبلال محمد الیاس عطار قادری رضوی دامت برکاتہم العالیہ کی بارگاہ میں ایک مکتوب پہنچا جس میں کسی شخص نے کچھ اس طرح سے لکھا تھا کہ میں قادیانی مذہب سے تعلق رکھتا ہوں اور ایک بڑے عہدے پر فائز ہوں، میں اب تک کم و بیش 70 مسلمانوں کو گمراہ کر کے قادیانی بنا چکا ہوں۔ سردار آباد (فیصل آباد) میں ہونے والے دعوت اسلامی کے اجتماع میں تنقیدی ذہن لے کر شریک ہوا لیکن آپ کا بیان سن کر دل کی دنیا زبردہ ہو گئی پھر کسی مبلغ نے آپ کے بیانات کی کیٹشیں حقے میں دیں۔ دل کی کیفیات تو ایک بیان سن کر ہی بدل چکی تھیں مگر جب دیگر کیٹشیں سنیں تو لرز اٹھا اور ساری رات روتا رہا، اب مجھے کیا کرنا چاہئے؟“ بانی دعوت اسلامی نے انفرادی کوشش کرتے ہوئے بلاتا خیر مکتوب روانہ فرمایا کہ فوراً توبہ کر کے اسلام قبول کر لیجئے اور جتنے مسلمانوں کو (معاذ اللہ عز و جل) مرتد کیا ہے انہیں مسلمان بنانے کی کوئی صورت نکالئے۔“

الحمد للہ عز و جل! جب یہ مکتوب اس آفیسر تک پہنچا تو آپ دامت برکاتہم العالیہ کی انفرادی کوشش کی برکت سے اس نے فوراً توبہ کی اور مسلمان ہو گیا۔ اس آفیسر اسلامی بھائی کے باپ اور خاندان والوں نے اس پر بہت سختیاں کیں لیکن وہ ثابت قدم رہے اور بیوی بچوں سمیت باب المدینہ (کراچی) میں امیر اہل سنت دامت برکاتہم العالیہ کی بارگاہ میں حاضر ہو کر اپنے اسلام کا اظہار بھی کیا۔ امیر اہل سنت دامت برکاتہم العالیہ کے بیان سننے کی برکت سے آخر کار اس کے پورے خاندان کو قادیانی مذہب سے نجات حاصل ہوئی اور وہ دامن اسلام سے وابستہ ہو گئے۔

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

(2) 43 قادیانی کیسے مسلمان ہونے؟

باب الاسلام سندھ کے شہر نواب شاہ ساکن ٹرورڈ کے مقیم اسلامی بھائی کے بیان کا خلاصہ ہے کہ پہلے پہل میں قادیانی مذہب سے تعلق رکھتا تھا اور جوانی کے نشے میں مست ہو کر دوستوں کے گھر مٹ میں اپنے اخروی انجام سے بے پرواہ عیش و عشرت کی زندگی بسر کر رہا تھا۔ میری زندگی پر چھائی ہوئی کفر کی تاریکی کچھ اس طرح سے چھٹی کہ قادیانی ہونے کے باوجود میرے دوستی مسلمان لڑکوں کے ساتھ تھی جو میرے مذہب سے لاعلم تھے۔ میرے چند دوست تبلیغ قرآن و سنت کی غیر سیاسی تحریک دعوت اسلامی کے مدنی ماحول سے وابستہ ہو کر شیخ طریقت، امیر اہلسنت دامت برکاتہم العالیہ سے مرید ہو کر عطاری بن گئے۔ حیرت انگیز طور پر میں نے اپنے نوجوان ماڈرن دوستوں میں کچھ ہی عرصہ میں انقلابی تبدیلی محسوس کی۔ جو نہی

نماز کا وقت ہوتا وہیں چھوڑ کر مسجد میں باجماعت نماز پڑھنے چلے جاتے۔ اُن کی فحش گوئی کی عادت جاتی رہی۔ پھر ان میں سے چند ایک نے نہ صرف اپنے چہرے پر سنت کے مطابق داڑھی سجالی بلکہ سبز بزماء شریف کا تاج بھی اپنے سر پر سجالیا۔ شروع شروع میں ہم انہیں بہت ستاتے اور ان پر طرح طرح کے جھلے کتے مگر وہ جواب دینے کے بجائے مسکراتے رہتے۔ وہ مجھے بھی دعوت اسلامی کے سنتوں بھرے اجتماع میں چلنے کی دعوت دیتے لیکن میں چونکہ حقیقتاً قادیانی تھا اور گھروالوں کی طرف سے مذہبی لوگوں کے ساتھ بیٹھنے اٹھنے کی سختی سے ممانعت تھی، لہذا مال منول کر جاتا۔ ایک روز میرے جی میں آئی کہ چل کر دیکھنا چاہئے کہ ان کے سنتوں بھرے اجتماع میں ایسی کیا بات ہے کہ یہ بے نمازی اور ماڈرن نوجوان کچھ ہی عرصے میں نہ صرف نمازی بلکہ تہجد گزار اور سنتوں کے حامل بن گئے، یہ اپنے پیر و مرشد کے تقویٰ و پرہیزگاری کا بار بار بڑی عقیدت سے تذکرہ کرتے ہیں، اُن سے بھی ملنا چاہئے کہ وہ کیسی ہستی ہیں۔

یوں ایک بار میں ان کے ہمراہ دعوت اسلامی کے نواب شاہ شہر میں ہونے والے سنتوں بھرے اجتماع میں جا پہنچا۔ یہ غالباً 1988ء کی بات ہے۔ وہاں میں نے مبلغ دعوت اسلامی کا بیان سنا جو بڑا دلنشین اور بُرا تاثیر تھا۔ پھر ذکر اللہ عز و جل کی صداؤں اور رورو کر کی جانے والی دُعا نے مجھے بہت متاثر کیا۔ پھر جب سب نے کھڑے ہو کر صلوٰۃ و سلام پڑھنا شروع کیا تو میں بھی شامل ہو گیا۔ اس کا سُزور بیان سے باہر ہے۔ میں نے اُس اجتماع میں کثیر نوجوانوں کو دیکھا جن کے چہروں پر داڑھیاں اور سروں پر سبز بزماء تھے۔ ان کے چہروں کی نورانیت، حیاء سے جھکی ہوئی نگاہیں، سنت کے مطابق بدن پر سفید لباس اور سر پر ٹفٹس، بقدر ضرورت گفتگو کا باادب انداز، خوش اخلاقی اور مٹناری دیکھ کر مجھ پر ایک ہیبت سی طاری ہو گئی۔ بے ساختہ میری آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔ اب میں اپنے دل میں اسلام کی محبت محسوس کرنے لگا مگر کسی سے اظہار نہ کر سکا۔ اگلی جمعرات جب میں اجتماع میں پہنچا تو میں نے ایک مبلغ کو اپنے بارے میں بتا کر روتے ہوئے عرض کی کہ مجھے مسلمان کر لیجئے۔ انہوں نے فوراً مجھے قادیانیت سے توبہ کروا کر کلہ طیبہ پڑھوایا اور یوں میں اسلام جیسی عظیم دولت سے مالا مال ہو گیا۔ یہ اطلاع جلد ہی گھر تک پہنچ گئی۔ میرے والدین کراپے سے باہر ہو گئے اور مجھے خوب بُرا بھلا کہا بلکہ مارا بھی۔ مگر مدنی ماحول کی برکت سے میں نے زبان چلانے کے بجائے صبر کیا۔ میری آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ مجھے روتا دیکھ کر والد صاحب بھی نرم پڑ گئے اور مجھے پیار سے سمجھانے لگے۔ مگر اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَزَّوَجَلَّ میرے دل میں اسلام کی محبت دن بدن بڑھتی چلی گئی۔ میں پابندی سے دعوت اسلامی کے ہفتہ وار سنتوں بھرے اجتماع میں شریک ہونے لگا اور امیر اہلسنت دامت بَرَکَاتُہُمُ الْعَالِیَہ کے ذریعے مرید ہو کر ”عطاری“ بھی بن گیا۔

کچھ عرصے بعد باب المدینہ کراچی (گزار حبیب مسجد) میں امیر اہلسنت وامت بزرگاتم العالیہ کی بارگاہ میں حاضری کی سعادت ملی تو میں نے آپ وامت بزرگاتم العالیہ میں اپنے قبول اسلام کی بہار سنائی اور اپنے والدین و دیگر گھر والوں کیلئے اسلام قبول کرنے کی دُعا کے لئے درخواست کی۔ آپ میرے قبول اسلام کا سن کر بہت خوش ہوئے، مجھے سینے سے لگایا، دُعا کی اور تسلی دیتے ہوئے فرمایا: اِنَّ حَسَاءَ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ جلد آپ کے گھر والے بھی اسلام قبول کر لیں گے۔ نواب شاہ واپس آنے کے بعد میں نے گھر والوں کو امیر اہلسنت وامت بزرگاتم العالیہ کے رسائل پڑھانے اور وقتاً فوقتاً انفرادی کوشش کرنے کا سلسلہ جاری رکھا۔ ایک ولی کامل کی دُعا کی بَرَکت سے صرف 15 یا 20 دن کے اندر اندر اَلْحَمْدُ لِلّٰہ عَزَّوَجَلَّ والدین سمیت گھر کے تقریباً 13 افراد نے قادیانیت سے توبہ کر کے اسلام قبول کر لیا۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہ عَزَّوَجَلَّ توجہ مرشد سے میں نے اپنے خاندان کے دیگر افراد پر بھی انفرادی کوشش کی۔ جس کی بَرَکت سے کم و بیش 2 سال بعد میرے پھوپھا گھر کے تقریباً 17 افراد سمیت لوگوں کے بھوم میں قادیانیت سے توبہ کر کے مسلمان ہو گئے۔ وہ دعوت اسلامی اور امیر اہلسنت وامت بزرگاتم العالیہ سے بے حد متاثر تھے۔ اسلام قبول کرنے کے تقریباً 2 سال بعد کم و بیش 60 سال کی عمر میں نماز ادا کرنے کے بعد تسبیح پڑھتے پڑھتے مسجد ہی میں ان کی روح حقّسِ عمری سے پرواز کر گئی۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہ عَزَّوَجَلَّ دعوت اسلامی کے مدّنی ماحول کی بَرَکت سے مزید انفرادی کوشش جاری رہی اور 2003ء میں میرے تایا زاد بھائی خاندان کے تقریباً 12 افراد سمیت مسلمان ہو گئے۔ میری بچوں کی والدہ اپنے قادیانی رشتے داروں میں امیر اہلسنت وامت بزرگاتم العالیہ کے رسائل تقسیم کرتی رہتی ہیں اس کی بَرَکت کی خواتین اسلام قبول کر چکی ہیں۔

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب ! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

(3) گوٹنگا قادیانی

صوبہ پنجاب کے شہر خوشاب میں ایک گوٹنگے بہرے اسلامی بھائی جو دعوت اسلامی کے مدّنی ماحول کی بَرَکت سے گناہوں سے تاب ہو کر نیکیوں کی راہ پر گامزن ہو چکے تھے۔ اُن کے گھر کے قریب ایک گوٹنگے بہرے شخص کی رہائش تھی جو قادیانی تھا۔ یہ ”خصوصی اسلامی بھائی“ اُس گوٹنگے قادیانی سے ملاقات کر کے اشاروں کی زبان میں انفرادی کوشش کرتے ہوئے راہِ حق کی دعوت پیش کیا کرتے اور اسے سمجھاتے کہ دین اسلام ہی وہ واحد مذہب ہے جس میں دنیا و آخرت کی بھلائیاں پوشیدہ ہیں اور حقیقی قلبی سکون بھی اسی مذہبِ حق کی قبولیت میں ہے۔ وہ گوٹنگا قادیانی دعوتِ اسلامی کے گوٹنگے مبلغ کی پُر تاثیر اصلاحی باتوں میں دلچسپی تولیتاً مگر کوئی واضح جواب نہ دیتا۔ وہ (گوٹنگا قادیانی) کچھ دنیوی مسائل کی وجہ سے بہت پریشان تھا اور

سکون کی تلاش میں تھا۔ اسی دوران دعوتِ اسلامی کے گونگے مبلغ نے اسے دعوتِ اسلامی کے بین الاقوامی تین روزہ سنتوں بھرے اجتماع میں شرکت کی دعوت دی۔ جسے اس نے قبول کر لیا۔ جب وہ ”گوٹکا قادیانی“ مدینہ الاولیاء (ملتان شریف) دعوتِ اسلامی کے سنتوں بھرے اجتماع میں شرکت کے لئے صحرائے مدینہ پہنچا تو ہر طرف سبز سبز عمامہ شریف کی بہاریں اور درودِ سلام کی صدائیں تھیں، الغرض ایک عجیب روح پُر درماں تھا۔ یہ مناظر دیکھ کر وہ گوٹکا قادیانی اس مَدَنی ماحول سے اس قدر متاثر ہوا کہ اس نے وہیں اجتماع میں اپنے باطل مذہب قادیانیت سے توبہ کی اور کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو گیا اور شیخ طریقت، امیرِ اہلسنت، بانی دعوتِ اسلامی، حضرت علامہ مولانا ابوبلال محمد الیاس عطار قادری رضوی ضیائی دامت برکاتہم العالیہ سے مرید ہو کر ”عطاری“ بھی بن گیا۔

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب ! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

(4) بال بال بچ گیا

مدنی تربیت گاہ باب المدینہ (کراچی) سے ایک مدنی قافلہ 3 دن کیلئے باب المدینہ کے اطراف میں واقع ایک گوشہ میں پہنچا۔ اس مدنی قافلے میں دعوتِ اسلامی کی مرکزی مجلس شوریٰ کے ایک رکن بھی شامل تھے۔ تیسرے اور آخری دن جب دوپہر کے کھانے سے پہلے سیکھنے سکھانے کا حلقہ لگا ہوا تھا تو ایک نوجوان مسجد میں آیا اور کہنے لگا کہ ”مجھے کچھ پوچھنا ہے۔“ چنانچہ دو اسلامی بھائی اسے ایک طرف لے گئے۔ اس نوجوان نے کہا: ”میں مسجد کے قریب سے گزر رہا تھا کہ اچانک میرے دل میں خیال آیا کہ یہاں ایک قافلہ آیا ہوا ہے، ان سے معلومات حاصل کرتا ہوں کہ مسلمانوں اور قادیانیوں میں کیا فرق ہے؟“ پھر اس نے بتایا کہ ”میری معلومات کے مطابق قادیانی بھی ہماری ہی طرح ہوتے ہیں، دونوں کے پاس ایک جیسا قرآن پاک ہے، ان کی تمام عبادتیں ہماری عبادتوں کی مثل ہیں۔ میرے کافی دوست اس طرف (قادیانیوں کی طرف) مائل ہو چکے ہیں اور میں بھی پچھلے ہفتے قادیانی بننے کے فارم پر سائن کرنے والا تھا مگر کسی وجہ سے نہیں کر سکا، اب آپ مدنی قافلہ والے مجھے صحیح معلومات فراہم کریں کہ مسلمان اور قادیانی میں کیا فرق ہے؟“ اس نے مزید بتایا کہ ”میں ان کی عبادت گاہ میں بھی جا چکا ہوں، میرے پاس ان کی بہت کتابیں بھی ہیں، میرا یہ ذہن بنایا گیا ہے کہ نمازیں پانچ نہیں ہوتیں بلکہ تین ہوتی ہیں جو تین منٹ میں ادا کی جاسکتی ہیں۔“ اس کی بات سننے کے بعد اسلامی بھائیوں نے اُسے سمجھانا شروع کیا۔ کچھ ہی دیر کی انفرادی کوشش کے بعد الحمد للہ عَزَّوَجَلَّ اس نے توبہ کر کے دوبارہ کلمہ پڑھا اور عطاری سلسلہ میں بھی داخل ہو گیا۔

صَلُّوا عَلَى الْحَبِيبِ ا صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَى مُحَمَّدٍ

☆☆☆☆ ☆☆☆☆ ☆☆☆☆



جدوجہد کا سفر (انجمن طلباء اسلام)

معین الدین نوری

ترتیب: سید محمد جواد الحسن کاظمی

طلبہ کسی بھی قوم کا سب سے متحرک طبقہ ہوتے ہیں۔ یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ جس تحریک کو نوجوان طبقہ کی حمایت حاصل نہ ہو سکی وہ تحریک اپنے منطقی انجام تک پہنچنے سے پہلے ہی دم توڑ گئی۔ انجمن طلباء اسلام کے نظریات کے حامل طلبہ اور نوجوانوں نے جب تحریک پاکستان میں عملاً شامل ہونے کا اعلان کیا اور قائد اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی قیادت میں حصول پاکستان کیلئے کوششیں تیز کر دیں تو قائد اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے مسلم سٹوڈنٹس فیڈریشن پنجاب کے صدر مجاہد ملت مولانا عبدالستار خان نیازی رحمۃ اللہ علیہ سابق وفاقی وزیر مذہبی امور کی ایک تقریر سننے کے بعد فرمایا: ”جب مسٹر نیازی جیسے لوگ ہمارے ساتھ ہیں تو ہم پاکستان کو ضرور حاصل کر لیں گے“۔ انجمن طلباء اسلام انہیں بزرگوں کے نظریات کی متحمل طلبہ تنظیم ہے جس نے اپنے قیام سے لیکر آج تک ہر اہم تحریک میں بے مثال کارنامے سرانجام دیئے ہیں اور اپنے محبت وطن ہونے کا ثبوت دیا ہے۔ انجمن طلباء اسلام نے جن تحریکوں میں اپنا کردار ادا کیا ان میں سے بالخصوص تحریک ختم نبوت کا مختصر جائزہ پیش خدمت ہے۔

WWW.NAFSEISLAM.COM

تحریک ختم نبوت:

ختم نبوت پر مرثیے کا جذبہ انجمن طلباء اسلام کو اپنے اسلاف سے ملا۔ ۱۹۵۳ء میں جب پہلی مرتبہ قادیانیت کے خلاف تحریک چلی تو انجمن طلباء اسلام کے اکابر علماء کرام نے اس تحریک میں بھرپور حصہ لیا۔ اس تحریک کا آغاز انجمن کے ایک فکری رہنما سید فیض الحسن شاہ رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۲۳ فروری ۱۹۸۴ء) کی تقریر سے ہوا اور اس تحریک کا پہلا قافلہ فیض الحسن شاہ صاحب کی قیادت میں کراچی سے چلا اور گرفتار ہوا۔ اس تحریک کے دوران انجمن کے فکری سرپرست اور تحریک پاکستان کے ممتاز رہنما مجاہد ملت مولانا عبدالستار خان نیازی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۲ مئی ۲۰۰۱ء) کو پھانسی کی سزا سنائی گئی تو انھوں نے اس سزا کو اپنی خوش نصیبی سمجھا اور اس سلسلے میں حکومت کو کوئی معافی نامہ پیش کرنے سے انکار کر دیا۔ اس تحریک میں انجمن کے سابق صدر احمد عبداللہ کور کے بھائی کو بھی گرفتاری کا شرف حاصل ہوا۔

مئی ۱۹۷۷ء میں جب تحریک ختم نبوت نے دوبارہ زور پکڑا تو مرکزی مجلس تحفظ ختم نبوت کے سیکرٹری جنرل انجمن کے سرپرست حضرت علامہ سید محمود احمد رضوی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۱۱۵ اکتوبر ۱۹۹۹ء) تھے۔ ابتداء میں تحریک ختم نبوت ہلکے پھلکے انداز میں جاری تھی مگر جب انجمن طلباء اسلام نے کام شروع کیا تو پھر اس تحریک کو زندگی ملی۔ اس وقت احمد عبداللہ انجمن کے مرکزی صدر اور نور کمال راجپوت سیکرٹری جنرل تھے۔ اس ضمن میں بچے یونی کے رکن قومی اسمبلی علامہ عبدالمصطفیٰ الازہری کی پیش کردہ مسلمان کی تعریف جو پاکستان کے آئین کا حصہ بنی ۱۹۷۴ء کی تحریک ختم نبوت کی اہم بنیاد تھی۔ ۲۹ مئی ۱۹۷۷ء کو انجمن کے تحت الوقاد ریوہ پر یوم جدوجہد منایا گیا۔ ۳۰ جون ۱۹۷۴ء کو قومی اسمبلی میں قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کی قرارداد پیش کرنے کا سہرا علامہ شاہ احمد نورانی صدیقی رحمۃ اللہ علیہ کے سر بندھا۔ تحریک ختم نبوت میں انجمن طلباء اسلام نے علماء کرام کے شانہ بشانہ بھرپور حصہ لیا اور تحریک کو جلا بخشی۔ اس تحریک کے دوران بھی انجمن نے مقررین کی چار چھاپہ پارٹیمیں تشکیل دیں۔ ان ٹیموں کے مقررین اچانک کسی جگہ پہنچ کر تقریریں کرتے اور تقریر کے فوراً بعد دیگر جگہوں پر تقریر کرنے کیلئے اس طرح غائب ہو جاتے کہ خفیہ ادارے انکو ڈھونڈتے رہ جاتے۔ تحریک ختم نبوت کے دوران انجمن نے ملک بھر میں تقریباً ۱۳۷۵ جلسے منعقد کیے۔

تحریک ختم نبوت کے دوران انجمن کے کارکنان نے قید و بند کی صعوبتیں بھی جھیلیں۔ تحریک ختم نبوت میں سب سے پہلی گرفتاری کا شرف اس وقت کے ناظم کراچی حافظ محمد تقی رحمۃ اللہ علیہ کو حاصل ہوا اور سب سے آخری گرفتاری ۶ ستمبر ۱۹۷۷ء کو انجمن کے بانی رکن صدر اور سابق وفاقی وزیر حاجی محمد حنیف طیب مدظلہ کی ہوئی جو آرام باغ کراچی میں ختم نبوت کے ایک مظاہرے میں انجمن کے کارکن عبدالجید گاؤں اور جنرل سیکرٹری کراچی محمد افضال قریشی کو پولیس سے چھڑاتے ہوئے دی گئی۔ اس کے اگلے روز ہی قومی اسمبلی نے قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دے دیا۔ ان احباب نے قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دیئے جانے کا سرکاری اعلان جیل میں رہ کر سنا۔ تحریک ختم نبوت کے دوران انجمن کے محمد اقبال اظہری، امجد علی چشتی، قاری عطاء اللہ، راؤ ارتضیٰ حسین اشرفی، محمد خان لغاری، حاجی محمد امین، شوکت علی وحید رضوان، حافظ حنیف، سید لیاقت علی، محمد محفوظ الحق مشہدی، رانا لیاقت علی، حافظ منظور الحق، افضال ڈپٹی اور چھانگا مانگا کے کسمن کارکن ارشاد جاوید تو بار بار پابند سلاسل کیے گئے۔ اس دوران ہدایت اللہ مجاہد نے دفتری امور بڑی خوش اسلوبی سے انجام دیئے۔ تحریک کے دوران ایک ہی شہر اور گاؤں سے انجمن کے ۲۴،۲۵ کارکن بھی گرفتار ہوئے۔ پنجاب کے ناظم محمد اقبال اظہری نے تحریک کے دوران تقریباً ۲۵ جلسوں سے خطاب کیا۔ آپ لاکھ پور سے گرفتار ہوئے اور چالیس دن قید ہوئے۔ اس سلسلے میں جب ۲۱ اگست ۱۹۷۷ء کو لاہور ہائی کورٹ کے جسٹس ڈاکٹر نسیم حسن شاہ نے پنجاب کے نائب ناظم اول امجد علی چشتی، سیکرٹری نشر و اشاعت محمد خان لغاری اور گوجرانوالہ کے محفوظ احمد کی رہائی کی ضمانت پر یہ حکم صادر کیا کہ کارکنان انجمن رہائی کے بعد ختم نبوت پر تقریریں نہیں کریں گے تو کارکنان

نے اس مشروط عدالتی حکم کو ماننے اور جیل سے رہا ہونے سے انکار کر دیا۔ ان طالب علم رہنماؤں نے عدالت میں کہا کہ ”ختم نبوت کے موضوع پر اظہار رائے کرنا انکا بنیادی حق اور ایمانی تقاضہ ہے اور دنیا کی کوئی طاقت انکو اس حق سے محروم نہیں کر سکتی۔“ (بحوالہ اخبارات)

ختم نبوت پر انجمن نے متعدد پمفلٹوں اور پوسٹروں کے علاوہ ناظم پنجاب محمد اقبال انظہری کے تحریر کردہ ۳ کتابچے ”قادیانی کفریات، مرزا قادیانی کی کہانی، قادیانی مسئلہ“ اور مفتی عبدالقیوم ہزاروی بانی جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور رحمۃ اللہ علیہ کا کتابچہ ”قادیانیوں کے سوشل بائیکاٹ کا شرعی جواز“ بھی شائع کر کے پورے ملک میں تقسیم کیا۔ جبکہ اس سلسلے میں شائع کردہ خصوصی پوسٹر ”ثابت ہو چکا ہے“ پورے ملک میں چسپاں کیا گیا۔ ۲۵ اگست ۷۴ء کو ملتان میں اور یکم دسمبر ۷۴ء کو لاہور میں منعقدہ مشاورت کے اجلاسوں میں تحریک ختم نبوت کے کارکنان کو خراج تحسین پیش کیا گیا۔ اجلاس میں تحریک کے گرفتار شدگان کو قانونی امداد کی مشکلات پر گہرے افسوس کا اظہار کیا گیا۔ ۲۴ مئی ۷۵ء کو کراچی میں منعقدہ مشاورت کے اجلاس میں حکومت سے مطالبہ کیا گیا کہ وہ ۷ ستمبر ۷۴ء کو پارلیمنٹ کے اجلاس میں قادیانیوں سے متعلق فیصلوں پر عمل درآمد کو یقینی بنائے۔ اور تحریک ختم نبوت میں گرفتار افراد کو رہا کیا جائے۔ اجلاس میں قادیانیوں کے خلاف ۲۹ مئی ۷۴ء کو یوم جدوجہد منانے کا فیصلہ کیا گیا۔ ۲ ستمبر تا ۸ ستمبر ۷۴ء ہفتہ تحفظ ختم نبوت منایا گیا۔

۱۱ ستمبر ۱۹۹۹ء میں جنرل پرویز مشرف نے مارشل لاء نافذ کیا اور آئین معطل کرنے کا اعلان کیا۔ جس سے یہ محسوس ہوا کہ قادیانیوں سے متعلق آئینی شق بھی معطل ہو گئی ہے تو انجمن طلباء اسلام و علماء اہلسنت نے اس امر پر شدید احتجاج کیا۔ اس سلسلے میں ۱۱ مئی ۲۰۰۰ء کو لاہور میں بھرپور جلوس نکالا گیا۔ جو اس مارشل لاء حکومت کے خلاف پہلا احتجاجی پروگرام تھا۔ جس کے بعد پرویز مشرف نے ٹیلی وژن کے ذریعے قانون انتہاء قادیانیت اور قانون تحفظ ناموس رسالت کو برقرار رکھنے کا اعلان کیا۔ مارچ ۲۰۰۱ء میں قادیانیت مردہ باد مہم منائی گئی۔ انجمن طلباء اسلام و ثقافت ختم نبوت کے عنوان پر ملک بھر میں مختلف جلسوں کا اہتمام کرتی رہتی ہے۔

☆☆☆☆

☆☆☆☆

☆☆☆☆

تحریک ختم نبوت میں

انجمن طلباء اسلام کا کردار

تصور روجی

۲۹ مئی ۱۹۷۴ء کو ربوہ کے ریلوے سٹیشن پر مرزائیوں نے نشتر میڈیکل کالج کے طلباء کے وفد سے جو بیہمانہ سلوک کیا اس کا عامۃ المسلمین میں بالعموم اور طلباء برادری میں بالخصوص شدید رد عمل ہوا۔ ہر شہر اور قصبہ میں طلباء سڑکوں پر نکل آئے۔ اور فقہ مرزائیت کی اینٹ سے اینٹ بجانے لگے۔ مجلس عمل تحفظ ختم نبوت پاکستان کا قیام تو بعد میں عمل میں آیا لیکن طلباء اس سے پہلے ہی مرزا غلام احمد کذاب کے پیروکاروں کی خلاف ورزی ہو چکے تھے۔ ۱۹۵۳ء کی تحریک تحفظ ختم نبوت اور ۱۹۷۴ء کی تحریک تحفظ ختم نبوت میں بنیادی فرق یہ ہے کہ ۱۹۵۳ء کی تحریک کی قیادت سراسر علماء کے ہاتھوں میں تھی جبکہ ۱۹۷۴ء کی تحریک کی عملی رہنمائی طلباء کر رہے تھے۔

معاصر تاریخ کا مطالعہ کیا جائے تو یہ حقیقت الم نشرح ہوئی ہے کہ موجودہ دور میں وہی تحریک کامیابی سے ہسکتا رہوئی ہے جسے طلباء کی تائید و حمایت حاصل رہی۔ دنیا کے گوشے و خطہ میں سامراجیت، سرمایہ دار اور اشتراکیت کے خلاف قومی تحریکوں کی عملی قیادت طلباء ہی کے ہاتھ میں ہے۔ طلبہ کسی قوم کے دست و پا زد ہوتے ہیں جنہیں آج تک کوئی بڑے سے بڑا جابر اور عیار بھی نہیں توڑ سکا۔ تحریک ختم نبوت ۷۴ء بھی طلباء کے جوش و خروش اور جذبہ و ولولہ کی صدائے بازگشت تھی جسے وطن عزیز کے گوشہ گوشہ میں سنا گیا اور پوری ملت نے بیک آواز ہو کر طلباء کے اس نعرہ مستانہ کا جواب ایمان افروز جواب دیا وہ تاریخ کا زریں باب ہے۔

طلباء برادری میں ۲۹ مئی کے سانحہ ربوہ کی خلاف ورزی جو شدید رد عمل ہوا وہ ایک قدرتی امر تھا۔ جن خوش نصیب آنکھوں نے تحریک پاکستان کا عہد آفریں دور دیکھا ہے جبکہ ملت اسلامیہ بیک وقت انگریز اور ہندو کے سامراجی اور توسیعی عزائم کے خلاف نبرد آزما تھی اور اس میں طلبہ کے تاریخ ساز کردار کا قریب سے مشاہدہ کیا ہے وہ اس امر کی تائید کرتے ہیں کہ تحریک پاکستان کے بعد پہلی مرتبہ پوری قوم نے اتحاد کامل کا مظاہرہ کر کے بظاہر ناممکن کو ممکن بنادیا اور قادیانیت کے سامراجی فتنہ کو ارض پاک میں ہمیشہ کے لیے دفن کر دیا گیا۔ تحریک پاکستان کی طرح تحریک ختم نبوت میں بھی طلباء نے ہر اول دستے کا کردار ادا کیا۔

انجمن طلباء اسلام سواد اعظم اہل سنت و جماعت طلبہ کی وہ واحد نمائندہ تنظیم ہے جو ۱۹۶۸ء کو کراچی میں قائم ہوئی اور انتہائی قلیل عرصے میں محض کارکنوں کے جذبہ اخلاص اور شائندہ روزِ جدوجہد سے پاکستان کے گوشہ گوشہ میں پھیل گئی۔ انجمن کے کارکنوں نے تحریک ختم نبوت میں جس حیرت انگیز عزیمت و استقامت کا مظاہرہ کیا اور بے سروسامانی کے عالم میں دن رات کام کر کے اپنی قومی ذمہ داریوں کو ادا کیا۔ تاریخ میں اس کا ذکر عزت و ناز سے کیا جائے گا۔ سطور ذیل میں طلبائے اہل سنت و جماعت کی اسی ایمان افروز جدوجہد کا اجمالی تعارف مقصود ہے۔

واقعہ ربوہ کے فوراً بعد ہی انجمن طلباء اسلام پورے پاکستان میں سرگرم عمل ہو گئی۔ انجمن کے کارکن ہر جگہ عوام کو حالات کی نزاکت اور اہمیت سے متعارف کراتے رہے۔ اسی دوران قادیانیوں نے اپنے خلاف عدیم المثال عوامی ردِ عمل سے گھبرا کر اور رائے عامہ کی ہمدردیاں حاصل کرنے کے لیے دیدہ زیب طباعت و کتابت کیساتھ کروڑوں کی تعداد میں چھوٹے چھوٹے پمفلٹ چھپوا کر گھر گھر ڈالنے شروع کر دیئے تھے۔ جس میں یہ غلط تاثر دینے کی سعی ناکام کی گئی کہ وہ ختم نبوت کے عقیدہ کے قائل ہیں اور حضور سید المرسلین ﷺ کو خاتم النبیین تسلیم کرتے ہیں قرآن و حدیث اور اسلام کے دیگر احکام پر انکا ایمان ہے۔ اس لیے انکے خلاف کیا جانے والا پروپیگنڈا محض سیاسی ہے اور اس کی کوئی دینی حیثیت نہیں ہے۔ عین اسی وقت حکومت نے مرزائیوں کے خلاف لٹریچر کی اشاعت پر پابندی لگا دی تھی۔ حتیٰ کہ انکے خلاف کوئی خبر بھی اخبار میں شائع کرنے کی اجازت نہ تھی۔ انجمن طلباء اسلام وہ واحد جماعت ہے جس نے سب سے پہلے ایک یادگار پمفلٹ ”قادیانی کفریات مرزا غلام احمد قادیانی کی تحریرات کی روشنی میں“ مرتب کیا۔ جس میں توحید و رسالت، ختم نبوت، قرآن و حدیث، صحابہ و اہلبیت، مکہ و مدینہ، حج و جہاد کے بارے میں قادیانی نظریات کو آشکارا کیا۔ اسکے علاوہ ۲ اور پمفلٹ ”قادیانی مسئلہ“ اور مرزا قادیانی کی کہانی کچھ اسکی کچھ اسکے امتیوں کی زبانی“ مرتب کیا۔ جس میں مرزا قادیانی کذاب اور اس کے رشتہ داروں اور پیروکاروں کی تحریرات کی روشنی میں سے اقتباسات دے کر یہ واضح کیا گیا تھا کہ مرزا قادیانی کس قسم کا آدمی تھا۔ سنسکر شدید پابندیوں کے باوجود انجمن طلباء اسلام نے ان پمفلٹوں کو ۴ ہزار کی غیر معمولی تعداد میں شائع کر کے عوام میں مفت تقسیم کیا جسے عوام نے ہاتھوں ہاتھ لیا۔

انجمن طلباء اسلام نے نہ صرف پنجاب بلکہ ملک کے دوسرے حصوں میں بھی مرزائیت کے خلاف بالخصوص سندھ اور کراچی میں تحریک ختم نبوت کو جس انداز سے پروان چڑھایا اسے قومی حلقوں نے بہت سراہا۔ کراچی میں تو یہ عالم تھا کہ انجمن کے کارکن ہر مسجد میں دو دو تین تین کی تعداد میں جاتے اور نماز عصر کے بعد جب نمازی مسجد سے نکلنے لگتے تو ان سے مختصر خطاب کرتے جس سے عوام کو تحریک کے مقاصد سے آگاہی حاصل ہوتی۔ انجمن کے مجاہدوں نے ریلوے اسٹیشنوں پر کھڑی گاڑیوں اور لاری اڈوں پر موجود بسوں کے مسافروں سے مختصر خطاب کیا اور اس طرح اپنی رابطہ عوام کی مہم جاری

رکھی۔ حکومت کی طرف سے زبردست پابندیوں کے باوجود طلباء نے اس جوش و خروش کو کسی مقام پر ٹھنڈا نہ ہونے دیا۔

تحریک تحفظ ختم نبوت کے سلسلہ میں سب سے پہلے جس طالب علم کو گرفتاری پیش کرنے کی سعادت حاصل ہوئی وہ انجمن طلباء اسلام کراچی کے ناظم اور مایہ ناز مقرر جناب حافظ محمد تقی تھے۔ انکے بعد تو پنجاب اور سندھ میں گرفتاریوں کا ایسا سلسلہ چل نکلا جو کہیں ختم نہ ہونے پر آتا تھا۔ حافظ تقی کے بعد انجمن کے جو رہنما گرفتار ہوئے ان میں پنجاب کے ناظم قائد طلباء جناب محمد اقبال انظہری، راولاٹلی حنین اشرفی، رضوان کلیل تبسم، قاری عطاء اللہ، رانا لیاقت علی خان، محمد ارشاد جاوید، محمد خاں لغاری، عبدالرحمن مجاہد، غلام ربانی قمر، حافظ محمد یوسف، سید غلام مصطفیٰ شاہ، حافظ منظور الحق، حاجی محمد حنیف طیب (سابق وفاقی وزیر) اور اقبال قریشی کے اسمائے گرامی قابل ذکر ہیں۔ ان میں سے اقبال انظہری، راولاٹلی حنین اشرفی، رضوان کلیل تبسم نے لائل پور جیل کی دیواروں میں پورے چالیس روز کا چلہ مکمل کیا۔ دوران اسیری جناب محمد اقبال انظہری نے راقم الحروف کو جو خط لکھا اس میں اس عزم کا اظہار کیا کہ وہ ناموس مصطفیٰ ﷺ کے تحفظ کے لیے پوری زندگی بھی جیل میں رہیں تو کوئی مضائقہ نہیں۔ نیز انہوں نے کہا کہ وہ اپنی ۲۳ سالہ زندگی میں یہی چالیس دن ہی سرمایہ آخرت سمجھتے ہیں۔ تحریک کے دوران قومی پریس نے بھی انجمن کا بھرپور ساتھ دیا اور انجمن کی خبروں کو نمایاں طور پر شائع کیا۔ ایک مختلط اندازے کے مطابق انجمن نے اس تحریک تحفظ ختم نبوت کے دوران ۵۷۱۳ جلسہ ہائے عام منعقد کیے۔ اکثر ہمارے کارکنوں کو رات میں ایک سے زائد جلسوں سے خطاب کرنا پڑتا تھا۔ لاہور شہر کے باہر انجمن کے تین گروپ تشکیل دئے گئے تھے جنہوں نے پنجاب کے طول و عرض کا دورہ کیا اور عوام الناس کو ذہنی طور پر اس تحریک تحفظ ختم نبوت کے لیے تیار کیا۔ وحید گروپ جو شوکت علی وحید صاحب کے نام پر رکھا گیا تھا۔ ان کے ہمراہ محمد انظہر نعیم زرعی یونیورسٹی فیصل آباد (سردار آباد) اور محمد ارشاد ناسا ساہیوال تھے۔ انکے ذمہ پنجاب کے مغربی اضلاع کا دورہ تھا۔ دوسرا لغاری گروپ تھا جو محمد خاں لغاری صاحب کی زیر قیادت تشکیل دیا گیا تھا۔ انکے ساتھی عبدالرحمن مجاہد بہاول نگر اور محمد ارشاد جاوید چھانگا مانگا تھے۔ انکے ذمہ جنوبی اضلاع کا دورہ تھا۔ تیسرا گروپ چشتی گروپ امجد علی چشتی صاحب کے نام سے منسوب ہوا انکے ساتھی تھے سید محمد محفوظ الحق شہیدی آف بھکھی شریف اور محفوظ احمد مختار گوجرانوالہ انکے ذمہ شمالی اضلاع کا دورہ تھا۔ لاہور شہر کو براہ راست امین گروپ (حاجی محمد امین) کے زیر نگرانی دے دیا گیا۔ انکے ساتھی تھے رانا لیاقت علی خان، خالد محمود، حافظ محمد یوسف، تصور روجی (راقم) حافظ منظور الحق اور محمد اعجاز فاروقی۔ اس گروپ نے انتہائی مستعدی سے نہ صرف لاہور میں اپنی سرگرمیاں جاری رکھیں بلکہ پنجاب کے جزل بیکر ٹری ہدایت اللہ مجاہد سے تعاون کر کے پنجاب کے اندرونی اضلاع سے بھی مسلسل رابطہ رکھا۔

تحریک تحفظ ختم نبوت میں انجمن کا کردار ادھورا رہ جائے گا اگر یہاں انجمن کے صوبائی مجلس عاملہ کے تاریخ ساز اجلاس کا ذکر نہ کیا جائے جو یکم جولائی ۷۷ء کو لاہور میں قائم مقام صوبائی ناظم جناب امجد علی چشتی کی زیر صدارت منعقد

ہوا۔ آئیں حکومت وقت اور قومی اسمبلی کو بروقت متنبہ کیا گیا کہ اگر فیصلہ قومی اسمبلی کے مطابق نہ ہوا تو حالات کے خراب ہونے کی تمام تر ذمہ داری برسر اقتدار ٹولہ پر ہوگی نیز اس اجلاس میں ایک قرارداد کے ذریعے عوام الناس سے اپیل کی گئی کہ وہ قادیانیوں کے خلاف سماجی بائیکاٹ ہم کو مزید تیز کر دیں۔ قادیانیوں کے خلاف سماجی بائیکاٹ کی شرعی حیثیت کو مزید واضح کرنے کے لیے فتویٰ شائع کیا گیا۔ یہ فتویٰ انجمن کے استفسار پر حضرت مفتی اعظم علامہ مفتی محمد عبدالقیوم ہزاروی بانی جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور رحمۃ اللہ علیہ نے مرتب کیا تھا۔ جس نے بے پناہ مقبولیت حاصل کی۔ اسی دوران انجمن طلباء اسلام نے ایک اور کارنامہ سرانجام دیا اور خوف و ہراس کی اس فضا میں ”ثابت ہو چکا ہے“ کے نام سے ایک شاندار اشتہار شائع کیا جس میں حکمرانوں پر واضح کیا گیا کہ قادیانیوں کے خلاف سماجی بائیکاٹ اس وقت تک جاری رہے گا جب تک کہ قوم کے تمام مطالبات کو من و عن تسلیم نہیں کر لیا جاتا۔

یکم ستمبر کو بادشاہی مسجد لاہور میں عظیم الشان تاریخی ختم نبوت کنونشن منعقد ہوا۔ فی الواقع یہ اسلامیان پاکستان کا باطل سوز اجتماع تھا۔ اس میں وطن عزیز کے گوشہ گوشہ سے علماء، مشائخ، سیاسی زعماء اور عوام لاکھوں کی تعداد میں شریک ہوئے۔ اس تاریخی کنونشن میں بعض طلبہ تنظیموں نے باہمی چیچکشل کی بنا پر جو افسوسناک ہنگامہ آرائی کی وہ قابلِ مذمت تھی۔ اس سے ہر دردمند محب وطن کے جذبات مجروح ہوئے۔ یہ صرف انجمن طلباء اسلام ہی تھی جس نے عدیم المثال اجتماع میں مکمل نظم و ضبط کا مظاہرہ کیا اور گہرے ہوش و تدبر کا ثبوت فراہم کیا۔ جسے خاص و عام نے تحسین و آفرین کی نگاہوں سے دیکھا اور یوں انجمن ایک امن پسند اور اصول پرست طلبہ تنظیم کی حیثیت سے ابھر کر سامنے آئی۔

تحریک تحفظ ختم نبوت کے دوران کراچی اور اندرون سندھ سے جو حضرات لاہور تشریف لائے ان کے اسمائے گرامی یہ ہیں۔ جناب حاجی محمد حنیف طیب صاحب (سابق وفاقی وزیر) محمد یعقوب قادری، حافظ محمد تقی، امان اللہ خاں نیازی، ان حضرات نے پنجاب کے کئی اہم شہروں کا دورہ کیا اور عظیم الشان جلسہ ہائے عام سے خطاب کیا۔ قابلِ فخر امر یہ ہے کہ ہمارے ساتھیوں نے طوق و سلاسل کی پابندیوں کے باوجود حق و صداقت کا پرچم سرگرم نہیں ہونے دیا اور دن رات ختم المرسلین ﷺ کی غلامی کے نشہ سے سرشار ہو کر مکرہ عدالت میں بھی ڈنکے کی چوٹ یہ اعلان کیا کہ ختم نبوت جیسے بنیادی عقیدے پر اظہار خیال کرنا ہمارا حق ہے۔ اور اسے دنیا کی کوئی طاقت روک نہیں سکتی۔ اللہ تعالیٰ کا احسان ہے کہ انجمن کے مجاہدوں کی قربانیاں رائیگاں نہیں گئیں اور بالآخر حکومت کو عوامی مطالبات کو من و عن تسلیم کرنے کے لیے جھکنا پڑا۔ عظیم ہیں وہ لوگ جنہوں نے برقی گولیوں کی بوچھاڑ میں تنگی سنگینوں کے سائے تلے اپنی عظیم جدوجہد کو جاری و ساری رکھا۔ اور کسی موقع پر بھی اس میں ذرہ برابر لرزش نہ آنے دی۔ موجودہ تحریک ختم نبوت میں مجلس عمل کے سیکرٹری جنرل جناب علامہ سید محمود احمد رضوی نے جو کردار ادا کیا وہ ہماری ملی تاریخ کا تابندہ باب ہے۔

☆☆☆☆ ☆☆☆☆ ☆☆☆☆

نوٹ: یہ مضمون ماہنامہ رضوان لاہور (دسمبر ۱۹۷۷ء و جنوری ۱۹۷۸ء) سے لیا گیا۔



﴿دسواں باب﴾
قبول حق

WWW.NAFSEISLAM.COM

مرزا مسرور احمد (موجودہ سربراہ قادیانی جماعت) کے بھائی

شیخ مرزا راحیل احمد کا قبول اسلام

انٹرویو: امانت علی چودھری

دین اسلام کا زندہ معجزہ

”دنیا کفر میں دراڑیں مرزا غلام احمد قادیانی کا پوتا مرزا بشیر الدین کا بیٹا اور موجودہ قادیانی گروہ کے خلیفہ مرزا مسرور احمد کے بھائی شیخ مرزا راحیل احمد نے اسلام قبول کر لیا۔“ (روزنامہ نوائے وقت لاہور 28 جمادی الثانی 1424ھ 27 اگست 2003)

(انجمن تحفظ تاجدار ختم نبوت پاکستان (ہیڈ آفس چک سکندر نمبر 30) تحصیل کھاریاں ضلع گجرات)

شیخ راحیل احمد وہ خوش نصیب انسان ہیں جو حال ہی میں قادیانی مذہب سے تابع ہو کر حلقہ بگوش اسلام ہوئے ہیں وہ پچھلے چودہ سال سے کولون (جرمنی) میں اپنے خاندان کے ساتھ رہائش پذیر ہیں۔ جشن عید میلاد النبی ﷺ کی تقریب میں شرکت کیلئے وہ ڈنمارک تشریف لائے تو ہم نے ماہنامہ وطن نیوز کے لیے ان کا انٹرویو کیا جو قارئین وطن نیوز کی خدمت میں پیش کر رہے ہیں۔

شیخ راحیل احمد 1947ء یعنی تقسیم ہند اور قیام پاکستان کے وقت قادیان (ہندوستان) میں ایک قادیانی خاندان میں پیدا ہوئے۔ قیام پاکستان کے بعد ان کا خاندان گوجرانوالہ میں منتقل ہو گیا۔ جب جماعت احمدیہ نے ربوہ کی زمین حاصل کر لی تو ان کے خاندان نے مستقل طور پر ربوہ میں رہائش اختیار کر لی۔ شیخ راحیل احمد نے میٹرک تک تعلیم ربوہ میں حاصل کی اور کراچی سے بی اے کا امتحان پاس کیا انہوں نے چالیس سال تک پاکستان (ربوہ) میں مختلف عہدوں مثلاً نائب قائد، معتمد مجلس وغیرہ پر جماعت احمدیہ کے لیے خدمات انجام دیں۔

شیخ راحیل احمد جب ڈنمارک تشریف لائے تو چیف ایڈیٹر ماہنامہ وطن نیوز ڈنمارک امانت علی چودھری نے ان سے انٹرویو کیا۔ جب ان سے حلقہ اسلام میں داخل ہونے اور قادیانی مذہب سے تابع ہونے کا سبب پوچھا گیا تو وہ یوں گویا ہوئے! میرے دادا مرزا غلام احمد کے پیروکار تھے اس طرح سے میں پیدا ہوئی قادیانی تھا اور میری تعلیم و تربیت بھی اسی ماحول

میں ہوئی لیکن کچھ عرصہ سے میں اپنے لاشعور میں ایک غلامحسوس کرتا تھا ذہنی اور دلی اطمینان اور سکون نہیں تھا ایسا لگتا تھا کہ جیسے مجھ سے کوئی چیز چھین گئی ہے انہوں نے بتایا کہ میری زندگی میں اچانک یہ موڑ نہیں آیا اس کے لیے مجھے بہت لمبا راستہ طے کرنا پڑا ہے۔ انہوں نے بتایا کہ میں نے باریک بینی کیساتھ مرزا غلام احمد کی تصنیف کردہ کتب کا مطالعہ شروع کر دیا۔ میں مطالعہ کیساتھ ساتھ مختلف لوگوں کیساتھ مکالمہ بازی بھی کرتا رہا انہوں نے کہا کہ یہ بات سچ نہیں ہے کہ میں کسی عالم دین کی تقریر و تحریر سے متاثر ہو کر دائرہ اسلام میں داخل ہوا ہوں بلکہ اس گھڑی تک پہنچنے کے لیے میں نے پورے چھ سال تک مرزا کی کتابوں اور احمدی لٹریچر کا مطالعہ کیا ہے۔ میں جوں جوں مطالعہ کرتا جاتا تھا میرے سامنے مرزا غلام احمد کے جھوٹ کے پردے ہوا ہوتے چلے گئے۔ آخر میں اس نتیجہ پر پہنچا کہ جس اسلام کا احمدیہ پلیٹ فارم سے پرچار ہو رہا ہے دراصل یہ صحیح نہیں ہے۔ جماعت احمدیہ اسلام کے بنیادی اصولوں سے انحراف کر رہی ہے۔

شیخ راحیل نے کہا! جب میں نے یہ پڑھا کہ مرزا غلام احمد اپنی عمر کے باون سال تک حیات مسیح اور رسول اکرم ﷺ کی ختم نبوت پر یقین اور اعتقاد رکھتے آئے تھے اور حضور ﷺ کو آخری نبی نہ ماننے والے کو کافر کہتے آئے ہیں تو مجھے یقین ہو گیا کہ یہ ان کا دو غلاپن اور قول و فعل میں صریح تضاد ہے شیخ صاحب نے کہا کہ مرزا صاحب کی اپنی تحریروں میں بہت زیادہ تضاد پایا جاتا ہے انہوں نے اپنی تصنیف براہین احمدیہ میں لکھا ہے! میں نے اللہ تعالیٰ کے اشارے اور قرآن کے مطابق خود کو معلم اور مجدد لکھا ہے اس میں وہ لکھتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ زندہ ہیں لیکن گیارہ سال بعد ان کو دوبارہ الہام ہوتا ہے کہ حضرت عیسیٰ فوت ہو چکے ہیں اگر ہم ان کی دونوں اطلا میں صحیح مان بھی لیں تو پھر اس گیارہ سالہ عرصہ میں وہ کب فوت ہوئے تھے؟ اور اگر عیسیٰ علیہ السلام پہلی ہی وفات پا چکے ہیں تو مرزا صاحب کا دعویٰ جو انہوں نے خدا کے اشارے اور الہام کے تحت براہین احمدیہ میں لکھا ہے غلط ہے۔ یعنی ان کے دونوں دعوؤں میں سے ایک ضرور غلط ہے۔

راحیل صاحب سے پوچھا گیا کہ آیا کوئی شخص قدم بقدم مرحلہ وار ترقی کرتے ہوئے نبوت کے منصب تک پہنچ سکتا ہے؟ تو انہوں نے کہا کہ خدا تعالیٰ کی طرف سے جس کسی کو بھی نبوت ملتی ہے وہ پیدائشی نبی ہوتا ہے بلکہ اس کا فیصلہ عالم ارواح میں ہو چکا ہوتا ہے لیکن مرزا صاحب کا مسئلہ یہ ہے کہ پہلے وہ مناظر اسلام کے طور پر مشہور ہوئے بعد میں معلم، مجدد، مہدی اور پھر مثیل مسیح کا دعویٰ کر دیا اور پھر تھوڑے ہی عرصہ بعد وفات مسیح کا دعویٰ کرتے ہوئے مسیح موعود کے منصب پر براجمان ہو گئے اس کے بعد ان کو روکنے والا کون تھا وہ بروزی نبی، ظلی نبی سے ہوتے ہوئے (نعوذ باللہ) محمد ﷺ اور تہاؤز کرتے کرتے حضور ﷺ سے بھی بڑا اپنا مرتبہ بتانا شروع کر دیا اور یہاں تک کہ خدائی کے دعوے تک جا پہنچے۔

شیخ راحیل احمد صاحب سے جب دریافت کیا گیا کہ مرزا صاحب کو نبوت کی پٹری پر کس نے ڈالا؟ تو انہوں نے کہا کہ مرزا غلام احمد بیمار انسان تھا وہ مراق، مانیخ لیا اور مسٹر یا جیسے موذی امراض میں مبتلا تھا۔ اس قسم کے آدمی کے دعوے تو

خدا کی تک بھی پہنچ جاتے ہیں جو انہوں نے کیے جب ایک بار دعوے کرتے چلے گئے اور سب حدوں کو پھلانگ گئے اور مرزا صاحب نے جو زبان درازی اہل بیت، اہمات المؤمنین اور خلفائے راشدین کے بارے میں کی۔ میری زبان وہ الفاظ ادا کرنے سے قاصر ہے۔ ان سے جب پوچھا گیا کہ یہ انگریزوں کا لگایا ہوا پودا ہے؟ تو شیخ صاحب نے کہا کہ دونوں فریقوں نے ایک دوسرے کو استعمال کیا اور اپنا پنا فائدہ اٹھایا ہے۔

جب شیخ راجیل احمد سے جماعت احمدیہ کے ماننے والوں کی تعداد کے بارے میں دریافت کیا گیا تو انہوں نے بتایا کہ جماعت کا تو دعویٰ ہے کہ ان کی تعداد ۲۰۰ ملین ہے لیکن یہ سفید جھوٹ کے سوا اور کچھ نہیں۔ انہوں نے بتایا کہ جماعت احمدیہ غریب ممالک یعنی افریقہ میں اپنا پیسہ خرچ کر کے وہاں کے غریب عوام کو اپنے ساتھ ملائی ہے یعنی ان کی ضروریات کو کیش کیا جاتا ہے اس وقت ان کی تعداد افریقہ کے علاوہ جزائر غرب الہند (انڈونیشیا) میں زیادہ ہے ان کا یہ دعویٰ ہے کہ جرمنی میں ان کی تعداد ایک لاکھ ہے لیکن یہ بھی جھوٹ ہے ایک لاکھ تو درکنار ایک ہزار بھی نہیں ہے۔

شیخ راجیل احمد نے بتایا کہ جماعت احمدیہ کا باقاعدہ دفتر اسرائیل میں بھی موجود ہے جب کسی بھی سربراہ کا تقرر اسرائیل میں ہوتا ہے تو وہ اپنے کاغذات اسرائیل کے وزیراعظم کو پیش کرتا ہے جماعت احمدیہ یہودیوں کیساتھ پورا پورا تعاون کر رہی ہے اور اس کے صلے میں وہ بھی ہر ممکن مدد کرتے ہیں۔

جب ان سے یہ دریافت کیا گیا کہ جماعت احمدیہ کوئی خطہ زمین حاصل کرنے کی کوشش کر رہی ہے جہاں ان کی اپنی حکومت ہو؟ تو شیخ صاحب نے بتایا کہ یہ ان کی دیرینہ خواہش چلی آرہی ہے کہ کسی خطہ میں ان کی اپنی حکومت ہو اس کے لیے انہوں نے بہت پاپڑ پیلے ہیں۔ جماعت احمدیہ نے اقتدار کی خاطر سینی گال میں فوجی انقلاب کی کوشش بھی کی ہے۔ وہ اپنی حکومت کے لیے ہر حربہ استعمال میں لا رہے ہیں۔ ایسی ہی کوشش افریقہ میں بھی کی جارہی ہے شیخ صاحب نے کہا کہ قادیانیوں کو ربوہ میں صرف ۱۲ مربع میل کا علاقہ ملا وہاں پر انہوں نے کونسا ظلم ہے جو روا نہیں رکھا۔ لوگوں کی عزتوں کے سودے کیے گئے، وہاں کے باشندوں کیساتھ غلاموں سے بدتر سلوک کیا گیا اگر وہاں پر یہ عالم تھا تو اگر ان کو کہیں حکومت مل گئی تو وہ دنیا کی تاریخ کا سیاہ دن ہوگا۔

جماعت کے چندے کے بارے میں انہوں نے بتایا کہ وہ صرف ایک چندہ وصول نہیں کرتے چندے کی بہت سی مدات ہیں سب سے پہلے تو ہر کسی کو اپنی آمدنی کا 1/16 حصہ چندہ دینا ہوتا ہے پھر اگر کسی نے ہشتی مقبرہ میں دفن ہونے کی وصیت کی ہوئی ہے تو وہ شخص 1/10 حصہ مزید ادا کریگا۔ یہ بنیادی چندہ ہے اس کے علاوہ پچاس سے زائد ایسی مدات ہیں مثلاً بچوں کی تنظیم، بچیوں کی تنظیم، نوجوانوں، عورتوں، بوڑھوں وغیرہ کی تنظیمات اور دیگر بہت سی جگہیں اور تنظیمات ہیں جہاں چندہ اکٹھا کیا جاتا ہے۔ انہوں نے بتایا کہ ذرا خیال کریں کہ اگر خاندان کا صرف ایک ہی فرد کمانے والا ہو تو اس پر چندے کا

کتنا بڑا بوجھ ہوگا جب چندے کے مصرف کے بارے میں دریافت کیا گیا تو انہوں نے بتایا کہ یہ تو جماعت کے بڑے بڑے عہدیدارین کو بھی معلوم نہیں ہے کہ چندہ کہاں استعمال ہوتا ہے انہوں نے کہا کہ یہ ایک ایسا مافیاء ہے جس نے سادہ لوح لوگوں کو اس طرح پٹا ناز کیا ہوا ہے کہ آنکھیں بند کیے عمل کیے جا رہے ہیں۔ شیخ راحیل نے بتایا کہ ان بڑوں کی بڑی بڑی رقمیں سوئٹزر لینڈ کے بینکوں میں جمع ہیں اور جو یہ کہتے ہیں ہم سود نہیں کھاتے ذرا بتائیں تو سہی کہ ان رقوم کا سود کہاں جاتا ہے۔ انہوں نے کہا کہ جماعت احمدیہ میں کوئی جمہوریت یا مشاورت نہیں ہے۔ جماعت کے سربراہ اور اس کے خاندان کے چند افراد ہی سیاہ و سفید کے مالک ہیں۔ جمع ہونے والی ساری دولت چند ہاتھوں میں ہے اور یہ لوگ مرزا غلام احمد کی ہوشیاری، چالاکی یا جو بھی نام دے لیں کو بڑی ہوشیاری سے جاری رکھے ہوئے ہیں اور انہوں نے لاکھوں معصوم لوگوں کا برین واش کیا ہوا ہے۔

شیخ راحیل احمد سے جب سوال کیا گیا کہ آپ کے بیوی بچے بھی آپ کے ساتھ مسلمان ہوئے ہیں تو انہوں نے کچھ یوں بتایا کہ میرے اعلان کے بعد بچے تو فوراً تیار ہو گئے لیکن میری زوجہ کچھ مذہب کا شکار تھی کہ مدت سے ہمارے آباؤ اجداد احمدیت سے منسلک چلے آ رہے ہیں اس لیے ہمیں یہ مذہب نہیں چھوڑنا چاہیے گویا یہاں پر بھی تاریخ و ہرانی جاری تھی کہ جب رسول اللہ ﷺ نے کفار مکہ کے سامنے دین اسلام کی دعوت رکھی تو وہ بھی بول اٹھے کہ ہمارے آباؤ اجداد صدیوں سے جس مذہب کو مانتے چلے آ رہے ہیں کیا آپ ہمیں اس سے منحرف کرنا چاہتے ہیں تو یہی بات اب ہمارے گھر میں ہو رہی تھی میں نے اپنی بیوی کو کہا کہ میں تو کل اسلام میں داخلے کا اعلان کرنے والا ہوں آپ کی مرضی میں آپ کو مجبور نہیں کروں گا۔ رات کو میری بیوی نے جائے نماز بچھائی اور اللہ تعالیٰ سے رورو کر دعا کرنے لگی کہ خدا یا میرا شوہرا احمدیت کو چھوڑ کر گمراہ ہو رہا ہے اس کو بچائیں۔ جب وہ بیدار ہوئی تو میں مسجد میں اسلام قبول کرنے کی تیاری میں مصروف تھا تو اس نے کہا کہ ٹھہریں میں بھی آپ کے ساتھ ہی جا رہی ہوں میں نے پوچھا کہ یہ تبدیلی کیسے؟ تو اس نے جواب دیا کہ جب میں روتے روتے مصلے پر سونگی تو میں نے خواب میں دیکھا کہ میں آپ اور ہماری بیٹی ہم تینوں ایک مسجد کے قریب کھڑے ہیں جس کی چھت سرکنڈول اور گھاس پھوس کی بنی ہوئی ہے ہم نے اس چھت کو لپیٹ کر نیچے پھینکا تو اس کے نیچے جو چھت تھی وہ چاندی کی طرح سفید خوبصورت اور پکی اینٹوں کی بنی ہوئی تھی گویا معلوم ہوا کہ احمدیت کی چھت ناپائیدار اور گھاس پھوس سے بنی ہوئی ہے اور جو اصل مضبوط چھت ہے وہ اسلام کی چھت ہے تو اللہ تعالیٰ نے اسے شرح صدر عطا فرمائی اور صبح تک وہ ہر قسم کے شکوک و شبہات سے نکل چکی تھی اور رسول اللہ ﷺ کی محبت پہلے سے کہیں بڑھ کر ہمارے دلوں میں موجزن ہو چکی ہے یہ اسی محبت رسول ﷺ کا فیض ہے کہ آج میں ڈنمارک میں متعدد جگہوں پر عید میلاد النبی ﷺ کی روحانی محافل میں شمولیت کر کے نعتوں اور برکتوں کو سمیٹ رہا ہوں اور یہ اللہ تبارک و تعالیٰ کا فضل ہے وہ جس کو چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے۔

شیخ راحیل احمد سے جب پوچھا گیا کہ دائرہ اسلام میں داخل ہونے کے بعد اب آپ کے کیا ارادے ہیں؟ تو انہوں نے کہا کہ میں چاہتا ہوں کہ یورپ میں ایک بڑی لائبریری اور ریسرچ سنٹر قائم کیا جائے جہاں پر ہر قسم کی کتب کا ذخیرہ ہو۔ اس ریسرچ سنٹر میں قرآن پاک کا مختلف زبانوں میں ترجمہ کیا جائے انہوں نے بتایا کہ جرمنی میں میری اپنی ذاتی لائبریری میں ساڑھے تین ہزار کتابیں موجود ہیں اس قائم ہونے والی لائبریری میں میں اپنی ساری کتابیں عطیہ کر دوں گا۔ انہوں نے کہا کہ یہ لائبریری اور ریسرچ سنٹر کسی شخص کی ملکیت نہیں ہوگا بلکہ وہ صرف رسول اللہ ﷺ کی ملکیت ہوگا۔

شیخ راحیل نے کہا کہ اب میں چاہتا ہوں کہ اسلام کی اس قدر خدمت انجام دوں کہ اللہ تعالیٰ جو غفور الرحیم ہے میرے سابقہ گناہ معاف فرمادے میں قادیانیت کے خلاف کام کر کے اپنے نئے پرانے ساتھیوں کو اس لادینی حملے سے بچانا چاہتا ہوں۔

شیخ راحیل سے جب پوچھا گیا کہ اسلام قبول کرنے کے بعد خود کو کیسا محسوس کرتے ہیں؟ تو انہوں نے بتایا کہ اب خود کو ہلکا پھلکا پر مسرت اور خوش بخت انسان محسوس کرتا ہوں ایسے لگ رہا ہے کہ مجھے ایک جبری غلامی سے نجات حاصل ہوئی ہے اور اب رسول اللہ ﷺ کی صحیح اتباع میں آنے والا خوش نصیب آزاد انسان ہوں جب سے میں دائرہ اسلام میں داخل ہوا ہوں مجھے اتنی زیادہ محبت ملی ہے جس کا میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا۔

آخر میں جب راحیل صاحب کو کہا گیا کہ مسلمانوں اور وطن نیوز کے قارئین کو آپ کیا پیغام دینا چاہتے ہیں تو وہ یوں گویا ہوئے کہ مرزا غلام احمد کی زندگی کا ٹھنڈے دل و دماغ کیساتھ مطالعہ کریں ایک غیر جانبدار انسان کے ناطے ان کی زندگی کے پورے حالات و واقعات پڑھیں تو آپ دیکھیں گے کہ آپ کے سامنے اصل حقیقت کھل کر واضح ہو جائے گی میں اپنے سابقہ قادیانی ساتھیوں سے بھی درخواست کرتا ہوں کہ خدا کے لیے لکیر نہ بنیں جاہلیت کا دور ختم ہو چکا ہے آنکھیں بند کیے اندھیروں کی جانب سفر نہ کریں قرآن پاک کا غیر جانبداری سے مطالعہ کریں مرزا کی ان کتابوں کا بھی مطالعہ کریں جو نظروں سے اوجھل کر دی گئی ہیں سچ اور جھوٹ کھل کر آپ کے سامنے آ جائے گا۔

مسلمانوں سے درخواست ہے کہ نفرت سے کام نہیں چلے گا قادیانوں کیساتھ سماجی رابطے قائم رکھیں نفرت مریض سے نہیں مرض سے ہونی چاہئے ایک وقت آ جاتا ہے کہ علاج سے مریض صحت یاب ہو جاتا ہے میری مثال آپ کے سامنے ہے۔ ان کے سامنے دلیل، حکمت، تدبر اور دلائل کیساتھ اپنا موقف پیش کریں وہ سوچنے پر مجبور ہو جائیں گے۔

رسول اکرم ﷺ کا ارشاد پاک ہے کہ کسی کے جھوٹے خدا کو بھی گالی نہ دو تا کہ وہ تمہارے سچے خدا کو برا بھلا نہ کہہ سکے۔ انہوں نے کہا کہ میں نے مرزا صاحب کو ہر گوشے سے سٹڈی کیا ہے تب جا کر کہیں باطل سے تائب ہو کر دائرہ اسلام میں عافیت اور پناہ حاصل کی ہے۔

آخر میں شیخ راجیل احمد صاحب نے بتایا کہ میرا ایک پرانا دوست ہے جو مسلمان ہے اور اس کا نام جمشید بھٹی ہے وہ کراچی میں ایک فرم میں انجینئر ہے جمشید موضع کھرانہ ضلع گجرات کا رہنے والا ہے وہ گزشتہ 37 سالوں سے میرے پیچھے لگا ہوا ہے کہ مسلمان ہو جاؤ۔ اب جب کہ میں مسلمان ہو گیا ہوں تو وہ خوشی کے مارے دھاڑیں مار مار کر رونے لگا کہ اللہ تعالیٰ نے میرے دوست کو گمراہی کی دلدل سے نکال لیا ہے۔ یہ میں نے اس لیے بتایا کہ غور کریں میرا دوست کب سے میرے لیے پریشان تھا اس نے مجھ سے نفرت نہیں کی آج ہماری محبت اور پیار کا انداز کیا ہوگا یہ آپ خود اندازہ کر سکتے ہیں۔

واعلمینا الا البلاغ۔

☆☆☆☆

☆☆☆☆

☆☆☆☆



ہیرا پھیری نہیں چلے گی (مبشر کی آپ بیتی)

علامہ مفتی پیر سائیں غلام رسول قاسمی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

میں ایک روایتی قادیانی تھا۔ قادیانیوں کے گھر پیدا ہوا لہذا مجھے اتنا ہی پتہ تھا کہ ہم احمدی ہیں۔ میں تھوڑا بڑا ہوا تو سکول کے لڑکے مجھے قادیانی کہتے تھے اور مجھ سے دور دور رہتے تھے۔ ایک دن میں نے اپنی امی کو بتایا کہ لڑکے مجھے قادیانی کہتے ہیں۔ امی یہ قادیانی کون ہوتے ہیں؟ امی نے مجھے سمجھایا کہ بیٹا ہم لوگ حضرت مرزا غلام احمد قادیانی کے پیروکار ہیں۔ ہم انہیں اللہ کا نبی مانتے ہیں۔ ان کی وجہ سے یہ لوگ ہمیں قادیانی کہتے ہیں۔ بعض لوگ ہمیں مرزائی بھی کہتے ہیں۔

وقت گزرتا گیا اور ہائی سکول تک میرے خلاف کوئی خاص محاذ آرائی نہیں ہوئی۔ جب میں کالج گیا تو وہاں کے لڑکوں کی عادت مختلف تھی۔ کسی کا تعلق کسی مذہبی تنظیم سے تھا اور کسی کا تعلق کسی سیاسی جماعت سے تھا۔ کسی کو اپنے کام سے کام تھا اور کوئی مذہبی بحث مباحثے میں حصہ لیتا تھا۔ کالج کے بعض لڑکوں میں مروت اور رواداری بھی پائی جاتی تھی۔ تقریباً یہی صورت حال اساتذہ کی بھی تھی۔ مگر اساتذہ نسبتاً محتاط اور سنجیدہ تھے۔

میں ایسی صورت حال میں اکثر سہاسہا اور الگ تھلگ رہتا تھا۔ ایک مرتبہ گرمیوں کی چھٹیوں میں لڑکوں نے پکنک کا پروگرام بنایا۔ کالج کی روایات کے مطابق نہ کوئی مجھے اس پروگرام سے خارج کر سکتا تھا اور نہ ہی میں خود اس سے نکل سکتا تھا۔ میں نے بھی اپنے حصے کی رقم جمع کرادی۔ ایبٹ آباد کے ایک تفریحی مقام ٹھنڈیانی پر جانے کا پروگرام طے ہوا۔

35 طلباء کا قافلہ ایبٹ آباد کے لیے رخصت ہوا۔ راستے میں بعض نمازی لڑکے ہر نماز کے لیے کوچ رکواتے اور نماز پڑھتے تھے۔ بعض لڑکے نماز نہیں پڑھتے تھے مگر انہیں نماز کے لیے کوچ روکنے پر اعتراض بھی نہیں تھا۔

میں سب لڑکوں کے ساتھ پہلی نماز باجماعت پڑھنے لگا تو ایک لڑکے ناصر نے مجھے پکڑ لیا اور کہا کہ تم قادیانی ہو۔ تم اپنی نماز الگ پڑھو۔ میں نے اپنی نماز الگ پڑھی۔ ناصر ایک نہایت بااخلاق لڑکا تھا، اس کا تعلق ATI سے تھا۔ مگر اس کی یہ حرکت مجھے بہت بری محسوس ہوئی۔

نماز پڑھنے کے بعد جب سب لڑکے گاڑی میں بیٹھے تو ناصر اپنی سیٹ بدل کر میرے ساتھ بیٹھ گیا۔ اس نے مجھے کہا

مبشر! تمہیں میری بات بری لگی ہوگی؟ میں نے مروت سے کام لیتے ہوئے کہا۔ نہیں، یہ تو آپ لوگوں کا حق ہے کہ کسی کو اپنے ساتھ ملنے دیں یا نہ ملنے دیں۔

ناصر نے کہا: ہم تو چاہتے ہیں کہ تم ہمارے ساتھ مل جاؤ۔ اسلام کے دروازے ہر کسی کے لیے کھلے ہیں۔ مگر ہمارے ساتھ ملنے کا طریقہ یہ ہے کہ تم مسلمان ہو جاؤ۔ میں نے کہا میں مسلمان ہی تو ہوں۔ ناصر نے کہا یہ غلط فہمی ہے جو تمہارے ماں باپ نے یا تمہارے مذہبی لیڈروں نے تمہارے دل میں ڈالی ہے۔ ہمارے نبی کریم ﷺ آخری نبی ہیں اور ان کے بعد کسی دوسرے نبی کو ماننے والا مسلمان نہیں ہو سکتا۔ میں نے کہا تمہارے پاس اس کا کیا ثبوت ہے کہ حضرت محمد ﷺ آخری نبی ہیں۔ ناصر نے قرآن کی آیت سنائی جس کا ترجمہ اس نے یہ بتایا کہ محمد ﷺ آخری نبی ہیں۔ میں نے صرف ناظرہ قرآن شریف پڑھا ہوا تھا۔ میں اس آیت سے واقف نہیں تھا۔ آیت سن کر میں چونک گیا۔ لمحے بھر میں میرا بچپن، پرائمری سکول، پھر ہائی سکول اور کالج لائف میرے دماغ میں گردش کر گئی۔ میں نے سن رکھا تھا کہ ہم قرآن اور حدیث کو مانتے ہیں۔

میں نے ناصر سے کہا کہ یہ آیت مجھے دکھاؤ۔ اگلی نماز کے لیے گاڑی رکی تو اس نے مسجد سے مترجم قرآن مجید لکیر جلدی سے مجھے وہ آیت دکھا دی۔ وہ سورۃ احزاب کی آیت نمبر ۴۰ تھی۔ اس کے نیچے ترجمہ وہی لکھا ہوا تھا جو ناصر نے مجھے زبانی سنایا تھا۔ میں مزید پریشان ہو گیا۔

میں نے کہا میں اس پر تحقیق کروں گا۔ ناصر نے کہا بڑے شوق سے تحقیق کرو مگر صرف قادیانیوں کے پاس جا کر ہی تحقیق نہ کرنا۔ مسلمان علماء کے پاس بھی جانا اور جہاں میری ضرورت ہو مجھے بتانا۔ ورنہ جانبداری تمہیں آنکھیں نہیں کھولنے دے گی۔ ناصر کی بات مجھے معقول لگی۔ میں نے کہا اللہ خیر کرے۔

پکنک سے واپسی پر ناصر میرے ساتھ کھل کر گفتگو کرنے لگا اور میں بھی اس کے ساتھ کافی فری ہو گیا۔ ایک دن ناصر مجھے اپنے کسی عالم کے پاس لے گیا۔ اس عالم نے مجھے ختم نبوت کے موضوع پر اچھے خاصے دلائل فراہم کیے۔ وہ دلائل مختصراً مندرجہ ذیل تھے۔

(۱)۔ کسی نبی کے آنے کا مقصد یا تو یہ ہوتا ہے کہ پرانی شریعت کو منسوخ کرے اور اپنی شریعت رائج کرے۔

ہمارے نبی کریم ﷺ کی شریعت قیامت تک کے لیے ہے۔ اللہ تعالیٰ قرآن شریف میں فرماتا ہے: فرما دو کہ اے لوگو! میں تم سب کی طرف رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں (اعراف: ۱۵۸)۔ دوسری جگہ فرماتا ہے: ہم نے تمہیں سارے جہانوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا ہے (الانبیاء: ۱۰۷)۔ لہذا یہ شریعت منسوخ نہیں ہو سکتی اور اب کسی نبی کو کوئی شریعت لے کر آنے کی ضرورت نہیں۔

(۲)۔ کسی نبی کے آنے کا دوسرا مقصد یہ ہو سکتا ہے کہ پہلی شریعت میں کوئی کمی اور کمزوری رہ گئی ہو تو نیا نبی آ کر اسے دور کرے۔

ہمارا دین ایک مکمل ضابطہ حیات اور کامل دین ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ہم نے تمہارے لیے تمہارے دین کو مکمل کر دیا ہے، تم پر اپنی نعمت تمام کر دی ہے اور تمہارے دین کا نام اسلام رکھ دیا ہے (المائدہ: ۳)۔ اب بتاؤ کوئی نیا نبی یہاں آ کر کیا کرے گا؟

(۳)۔ اس کے بعد مولانا صاحب نے مجھے وہ آیت بھی سنائی جسے میں ناصر سے سن چکا تھا اور قرآن مجید میں دیکھ چکا تھا۔ محمد تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں بلکہ اللہ کے رسول ہیں اور آخری نبی ہیں (احزاب: ۴۰)۔

انہوں نے بتایا کہ اس آیت میں خاتم النبیین کے الفاظ موجود ہیں۔ اور نبی کریم ﷺ نے خود اس کی وضاحت اس طرح فرمائی ہے۔ میں خاتم النبیین ہوں میرے بعد کوئی نبی نہیں (بخاری جلد ۱ صفحہ ۵۰۹، مسلم جلد ۲ صفحہ ۳۹۷)۔

(۴)۔ اس کے علاوہ انہوں نے مجھے درجنوں احادیث سنائیں۔ جن میں سے بعض مندرجہ ذیل ہیں۔

حدیث نمبر ۱:- كَانَتْ بَنُو إِسْرَائِيلَ تَسْؤُسُهُمُ الْأَنْبِيَاءُ كُلَّمَا هَلَكَ نَبِيٌّ خَلَفَهُ نَبِيٌّ وَإِنَّهُ لَا نَبِيَّ بَعْدِي وَسَيَكُونُ خُلَفَاءُ فَيَكْفُرُونَ قَالُوا فَمَاذَا تَأْمُرُنَا يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ فَوَا بَيْعَةَ الْأَوَّلِ فَأَلَاوُلِ اعْطُوا حَقَّهُمْ فَإِنَّ اللَّهَ سَأَلَهُمْ عَمَّا اسْتَرْعَاهُمْ (بخاری جلد ۱ صفحہ ۳۹۱، مسلم جلد ۱ صفحہ ۱۲۶، مشکوٰۃ صفحہ ۳۲۰، المستدرک صفحہ ۶)۔

ترجمہ:- بنی اسرائیل میں لوگوں کی اصلاح کا کام انبیاء کے ذمے تھا۔ ایک نبی کے بعد دوسرا نبی آ جاتا تھا۔ لیکن میرے بعد کوئی نبی نہیں۔ بلکہ اب خلفاء ہوں گے اور کثرت سے ہوں گے۔ صحابہ نے پوچھا یا رسول اللہ! پھر ہمارے لیے کیا حکم ہے۔ فرمایا پہلے کی بیعت مجاہد بس پہلے کی بیعت مجاہد۔ تم ان کا حق ادا کرتے رہو۔ اللہ ان سے ان کی رعایا کے بارے میں خود پوچھ لے گا۔

حدیث نمبر ۲:- إِنَّ مَقْلِي وَمَقْلَ الْأَنْبِيَاءِ مِنْ قَبْلِي كَمَقْلِي رَجُلٍ بَنَى بَيْتًا فَأَحْسَنَهُ وَأَجْمَلَهُ إِلَّا مَوْضِعَ لَبْنَةٍ مِنْ رَاوِيَةٍ فَجَعَلَ النَّاسُ يَطْوُونَ بِهِ وَيَتَعَجَّبُونَ لَهُ وَيَقُولُونَ هَلَا وَضِعَتْ هَذِهِ اللَّبْنَةُ قَالَ قَاتَا اللَّبْنَةُ وَأَنَا خَاتَمُ النَّبِيِّينَ (بخاری جلد ۱ صفحہ ۵۰۱، مسلم جلد ۲ صفحہ ۲۲۸، ترمذی جلد ۲ صفحہ ۲۲۲، المستدرک صفحہ ۷)۔

ترجمہ:- میری اور مجھ سے پہلے انبیاء کی مثال ایسی ہے جیسے ایک آدمی نے حسین و جمیل محل بنایا ہو مگر کونے میں ایک اینٹ کی جگہ چھوڑ دی ہو۔ لوگ آ کر اس محل میں گھوم پھر کر دیکھتے ہیں اور اس کی خوبصورتی پر حیران ہوتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ ایک اینٹ کی جگہ کیوں خالی ہے۔ بس میں وہ آخری اینٹ ہوں۔ اور میں خاتم النبیین ہوں۔

حدیث نمبر ۳:- سَيَكُونُ فِي أُمَّتِي كَذَّابُونَ فَلَا تُؤْنُوا كُلَّهُمْ يَزْعُمُ أَنَّهُ نَبِيٌّ وَأَنَا خَاتَمُ النَّبِيِّينَ لَا نَبِيَّ بَعْدِي (بخاری جلد ۱ صفحہ ۵۰۹، مسلم جلد ۲ صفحہ ۳۹۷)۔

ترجمہ:- میری امت میں تیس جموعے ٹھنکے ہوں گے، ان میں سے ہر ایک نبوت کا دعویٰ کرے گا۔ حالانکہ میں آخری نبی ہوں۔ میرے بعد کوئی نبی نہیں۔

حدیث نمبر 4:- إِنَّ الرِّسَالَةَ وَالنَّبُوَّةَ قَدْ انْقَطَعَتْ فَلَا رَسُولَ بَعْدِي وَلَا نَبِيَّ (ترمذی جلد ۲ صفحہ ۵۳، المستدر صفحہ ۷)۔

ترجمہ:- بلاشبہ رسالت اور نبوت دونوں منقطع ہو چکی ہیں۔ اب میرے بعد نہ تو کوئی رسول ہوگا اور نہ کوئی نبی۔

حدیث نمبر 5:- بُعِثْتُ أَنَا وَالسَّاعَةُ كَهَاتَيْنِ (بخاری جلد ۲ صفحہ ۹۶۳، مسلم جلد ۲ صفحہ ۴۰۶، المستدر صفحہ ۷)۔

ترجمہ:- میں اور قیامت دو اگھیوں کی طرح جڑے ہوئے ہیں (یعنی میرے اور قیامت کے درمیان کوئی نبی نہیں)۔

حدیث نمبر 6:- أَنَا الْعَاقِبُ وَالْعَاقِبُ الَّذِي لَيْسَ بَعْدَهُ نَبِيٌّ وَفِي رِوَايَةٍ لَيْسَ بَعْدَهُ أَحَدٌ (مسلم جلد ۲ صفحہ ۲۶۱، المستدر صفحہ ۷)۔

ترجمہ:- میں عاقب ہوں، اور عاقب وہ ہوتا ہے جس کے بعد کوئی نبی نہ ہو، ایک حدیث کے الفاظ یہ ہیں کہ عاقب وہ ہوتا ہے جس کے بعد ایک بھی نہ ہو۔

حدیث نمبر 7:- أَمَّا تَرْضَى أَنْ تَكُونُ مِنِّي بِمَنْزِلَةِ هَارُونَ مِنْ مُوسَى إِلَّا أَنَّهُ لَا نَبِيَّ بَعْدِي (بخاری جلد ۱ صفحہ ۵۲۶، مسلم جلد ۲ صفحہ ۲۷۸، مشکوٰۃ صفحہ ۵۶۳، المستدر صفحہ ۲۹)۔

ترجمہ:- اے علی! کیا آپ خوش نہیں کہ آپ میرے وہی کچھ لگتے ہیں جو موسیٰ کے ہارون لگتے تھے۔ فرق صرف یہ ہے کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا۔

حدیث نمبر 8:- لَوْ كَانَ بَعْدِي نَبِيٌّ لَكَانَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ (ترمذی جلد ۲ صفحہ ۲۰۹، مشکوٰۃ صفحہ ۵۵۸، المستدر صفحہ ۲۸)۔

ترجمہ:- اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو عمر بن الخطاب ہوتا۔

میں یہ ساری گفتگو سننے کے بعد اپنے گھر گیا۔ میرے والد صاحب نے میرے چہرے کی پریشانی دیکھ کر کہا ”خیر تو ہے آج کچھ پریشان لگ رہے ہو“ میں نے کہا ابو میرے ساتھ ایسے ایسے واقعہ پیش آیا ہے۔ ناصر اور مولوی صاحب کی گفتگو نے مجھے پریشان کر دیا ہے۔ ابو نے کہا دفع کرو۔ یہ مولوی لوگ محض جھگڑا لہوتے ہیں۔ ان کا اخلاق احمدیوں کے اخلاق کا نصف بھی نہیں ہو سکتا۔ میں نے کہا ابوائیوں نے میرے ساتھ کوئی بداخلاقی نہیں کی، نہ ہی کوئی جھگڑا کیا ہے۔ ویسے یہ بات اخلاق یا بداخلاقی کی ہے بھی نہیں۔ بات تو دلائل کی ہے۔ میں جو آیتیں اور حدیثیں سن کر آ رہا ہوں آخر ہمارے پاس ان کا کیا

جواب ہے؟

ابو نے کہا مجھے لگتا ہے تم گمراہی کی طرف جا رہے ہو۔ میں نے کہا اگر یہ گمراہی ہے تو مجھے ضرور اس سے بچائیے۔ مولوی صاحب کے سوالوں کے صحیح جواب مل جائیں تو میں یقیناً اس گمراہی سے بچ جاؤں گا۔ میرے ابو کے پاس بھی اس موضوع پر کوئی خاص معلومات نہیں تھیں۔ ابو نے مجھے احمدیت کے یہ دور سائل پڑھنے کو دیے۔

(۱) - آیت خاتم النبین اور جماعت احمدیہ کا مسلک (۲) - وصال ابن مریم۔

لیکن یہ بات مجھے فوری طور پر کھٹک رہی تھی کہ یہ کتنا میں مرزا صاحب کی اپنی لکھی ہوئی نہیں تھیں۔ پھر بھی میں نے ان رسائل کا غور سے مطالعہ کیا مگر مولوی صاحب کے سیدھے سیدھے سوالوں کے جواب ان میں نہیں تھے۔ میں نے یہ بات ابو کو بھی بتائی۔ ابو مجھے احمدیہ بیت الحمد میں ایک مربی صاحب کے پاس لے گئے۔

مربی صاحب ہمیں کھڑے ہو کر ملے اور خیریت پوچھنے کے بعد چائے کا آرڈر دے دیا۔ ابو نے کہا یہ میرا بیٹا ہے۔ اسے کچھ سمجھائیں، میں اس کے بارے میں کافی مشکوک ہوں۔ مربی صاحب نے مجھ سے پوچھا کیا بات ہے بیٹا؟

میں نے کہا فلاں مولوی صاحب نے مجھے قرآن شریف سے یہ آیات دکھائی ہیں۔ یہ یہ حدیثیں بھی دکھائی ہیں۔ جن سے بظاہر تو حضرت محمد ﷺ کا آخری نبی ہونا ظاہر ہو رہا ہے۔ میرا ذہن بالکل خالی ہے۔ آپ مجھے ان باتوں کے جواب سمجھا دیں میں بڑے آرام سے مطمئن ہو جاؤں گا۔

مربی صاحب نے کہا جماعت احمدیہ پوری دنیا میں وسیع پیمانے پر کام کر رہی ہے۔ دنیا کے تقریباً تمام ممالک میں ہمارے مراکز قائم ہیں۔ ٹی وی اور انٹرنیٹ پر ہمارا کام نہایت منظم طریقے سے جاری ہے۔ انفرادی طور پر ہمارے مبلغین زبردست کام کر رہے ہیں۔ اور لوگ دھڑا دھڑا سلسلہ احمدیہ میں شامل ہو رہے ہیں۔

میں نے کہا یہ بڑی اچھی باتیں ہیں مگر یہ میرے سوال کا جواب نہیں۔ (غیر متعلقہ گفتگوں کر میں تھوڑا سا بور ہوا)۔ میں نے کہا یہ سارے کام دنیا کے تمام مذاہب کر رہے ہیں۔ حتیٰ کہ میرے کالج میں کئی مذہبی تنظیمیں بھی اپنے اپنے طرز پر کام کر رہی ہیں۔ اور غیر احمدی علماء ٹی وی اور میڈیا پر چھائے ہوئے ہیں۔ مکہ اور مدینہ دونوں غیر احمدیوں کے قبضے میں ہیں۔ دنیا بھر میں غیر احمدیوں کی بے شمار حکومتیں قائم ہیں۔ جبکہ ہماری اذان اور لٹریچر پر بھی پابندی ہے۔ سو سال سے زائد عرصہ گزر جانے کے باوجود پوری دنیا میں ہماری ایک آزاد سلطنت بھی قائم نہیں ہو سکی۔

مربی صاحب میری بات کو کانٹے ہوئے میرے ابو سے مخاطب ہو کر بولے آپ کا بچہ بری صحبت سے متاثر ہو چکا

ہے۔

میں نے کہا آپ میرے سوال کا جواب دے دیں۔ بری صحبت کے اثرات ختم ہو جائیں گے۔ مربی صاحب نے کہا کہ ہم ہر نماز میں پڑھتے ہیں کہ اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیہم یعنی اے اللہ ہمیں سیدھی

راہ دکھا، ان لوگوں کی راہ جن پر تیرا انعام ہوا۔ جن پر انعام ہوا وہ چار قسم کے لوگ ہیں۔ نبی، صدیق، شہید اور صالح۔

اب سوال یہ ہے کہ ہم لوگ صالحین کی راہ پر چل کر صالح بن سکتے ہیں، شہداء کی راہ پر چل کر شہید بن سکتے ہیں۔

صدیقین کی راہ پر چل کر صدیق بن سکتے ہیں تو پھر نبیوں کی راہ پر چل کر نبی کیوں نہیں بن سکتے؟

ہیرا پھیری نہیں چلے گی:

میرے انداز گفتگو میں کچھ جسارت سی آگئی۔ میں نے کہا ربی صاحب! میں ایک سیدھا سادا طالب علم ہوں۔

میں نے آپ کے سامنے حدیثوں کے صاف الفاظ بیان کیے ہیں کہ حضرت محمد ﷺ آخری نبی ہیں۔ یہ الفاظ بھی بیان کیے ہیں

کہ آپ ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں۔ آپ مجھے بتائیں کہ کیا یہ الفاظ غلط ہیں؟ پھر یہ بھی بتائیں کہ کیا کسی آیت میں یا کسی حدیث

میں یہ الفاظ آتے ہیں کہ محمد ﷺ آخری نبی نہیں ہیں۔ یا آپ ﷺ کے بعد نبوت جاری ہے؟

صاف الفاظ کا جواب صاف الفاظ سے دیجیے۔ ہیرا پھیری سے نہیں۔ اب ایک طرف صاف الفاظ ہوں کہ میرے

بعد کوئی نبی نہیں۔ دوسری طرف آپ دو مختلف آجوں کو جوڑ کر ”چونکہ چنانچہ“ کے ذریعے ایک نتیجہ پیدا کر رہے ہوں تو بتائیے

میں کس طرف جاؤں؟

ربی صاحب نے کہا چلیے اگر آپ کے سوال کا جواب میں نہیں دے رہا تو آپ ہی میرے سوال کا جواب دے

دیجیے۔

میں نے ربی صاحب سے پوچھا: کیا کسی آیت یا حدیث میں ہے کہ آئندہ کوئی صالح نہیں ہوگا یا آئندہ کوئی

شہید نہیں ہوگا یا آئندہ کوئی صدیق نہیں ہوگا؟

میں نے صاف محسوس کیا کہ میرے سیدھے سے سوال سے ربی صاحب اچھے خاصے پریشان ہو گئے۔ کچھ دیر

خاموشی رہی۔ پھر میں نے اپنا سوال دوہرایا۔ میں نے کہا میری راہنمائی کریں۔ جس طرح حدیث میں ہے کہ میرے بعد کوئی

نبی نہیں، اسی طرح اگر کسی حدیث میں ہو کہ میرے بعد کوئی صدیق، شہید اور صالح نہیں۔ تو وہ حدیث مجھے دکھائیے۔ میرا مسئلہ

حل ہو جائے گا۔ اتنے میں چائے آگئی۔ چائے کے دوران ربی صاحب سے ملنے دو آدمی آ گئے۔ معلوم ہوا کہ وہ دونوں بھی

ربی تھے۔ ربی صاحب نے میرا ان سے تعارف کروایا اور میرا یہی سوال ان کے سامنے رکھ دیا۔ ان دونوں نے کہا یہ لڑکا گمراہ

ہو رہا ہے۔ اسے دوسرے کالج میں داخل کروادیں۔ میں سمجھ گیا کہ میرے سوال کا جواب صرف ایک ربی نہیں بلکہ اس پورے

مذہب کے پاس ہی نہیں ہے۔

ایک ربی صاحب نے کہا کہ اگر حضرت محمد ﷺ آخری نبی ہیں تو پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام جب قیامت کے قریب

دوبارہ آئیں گے تو اس وقت ختم نبوت کا کیا بنے گا؟ اگر حضرت عیسیٰ نبی کی حیثیت سے آئیں گے تو حضرت محمد ﷺ آخری

نبی نہیں رہیں گے اور اگر حضرت عیسیٰ نبی کی حیثیت سے نہیں آئیں گے تو اسکا مطلب یہ ہوگا کہ ایک نبی سے اسکی نبوت جھین لی گئی۔

میں نے نہایت معذرت سے کہا کہ آپ پھر ہیرا پھیری سے کام لے رہے ہیں۔ میں آپ سے ایسی آیت یا حدیث پوچھ رہا ہوں جس میں ہو کہ حضرت محمد ﷺ آخری نبی نہیں۔ آپ کبھی اھدنا الصراط المستقیم پڑھ دیتے ہیں اور کبھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو لے آتے ہیں۔ یہ جو کچھ آپ بیان کر رہے ہیں یہ محض کھینچا تانی ہے۔ اس طرح کی انکل سے تو بہت کچھ ثابت کیا جاسکتا ہے۔ میں نے آپ کو حدیث دکھائی ہے کہ حضرت محمد ﷺ آخری نبی ہیں۔ آپ وہ حدیث دکھائیں جس میں اسی طرح صاف الفاظ ہوں کہ آپ ﷺ آخری نبی نہیں۔

مرنبی ہر ایک نے کہا یہ لڑکا اپنی ضد پر انک گیا ہے۔ سمجھنے کی کوشش نہیں کر رہا۔ میں نے قسم کھا کر کہا کہ میں بالکل غلط ہوں اور میں آپ کی ہر بات کو سمجھ بھی رہا ہوں۔ اول تو آپ میرے اصل سوال کا جواب نہیں دے رہے۔ دوم یہ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام والی بات میرے دل کو نہیں لگی۔ اتنا تو مجھ جیسا طالب علم بھی سمجھ رہا ہے کہ حضرت عیسیٰ کو نبوت پہلے ہی مل چکی ہے۔ اب ان کی دوبارہ تشریف آوری کو ختم نبوت کے خلاف کہنا پہلی ہیرا پھیری سے بھی بڑھ کر ہیرا پھیری ہے۔ میں اپنے ضمیر کے خلاف آپ کی باتوں کی تصدیق کیسے کروں؟ ابو نے کہا مجھے کسی کام سے جانا ہے۔ ہم انشاء اللہ پھر کبھی حاضر ہوں گے۔ ابو نے ان سے اجازت لی اور ہم گھر واپس آ گئے۔

اگلے روز کالج میں میری ملاقات ناصر سے ہوئی۔ میں نے گزشتہ روز کی ساری روداد ناصر کو سنائی۔ ناصر مجھے دوبارہ اسی عالم کے پاس لے گیا۔ میں نے ان سے وہی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی دوبارہ آمد والا سوال پوچھا۔ انہوں نے کہا کہ آپ نے ایک طالب علم ہو کر مربی صاحب کو ان کی باتوں کے جواب صحیح صحیح دیے ہیں۔ لیکن میں آپ کو مرزا قادیانی کے ایسے بیانات آنکھوں سے پڑھا سکتا ہوں جن میں انہوں نے صاف لکھا ہے کہ مسیح کی حیات یا وفات کا مسئلہ کوئی اہم مسئلہ نہیں اور اس کا اسلام کی صداقت سے کوئی تعلق نہیں۔ مرزا صاحب کے اصل الفاظ ان کی اپنی کتابوں میں اس طرح ہیں۔

(۱)۔ اول تو یہ جاننا چاہیے کہ مسیح کے نزول کا عقیدہ کوئی ایسا عقیدہ نہیں ہے جو ہمارے ایمانیات کی کوئی جزو یا ہمارے دین کے رکنوں میں سے کوئی رکن ہو۔ بلکہ صد ہا پیشینگوئیوں میں سے یہ ایک پیشین گوئی ہے جس کا حقیقت اسلام سے کچھ بھی تعلق نہیں۔ جس زمانہ تک یہ پیشین گوئی بیان نہیں کی گئی تھی اس زمانہ تک اسلام کچھ ناقص نہ تھا اور جب بیان کی گئی تو اس سے اسلام کچھ کال نہیں ہو گیا (ازالہ اوہام صفحہ ۶۳)۔

(۲)۔ کل میں نے سنا تھا کہ ایک شخص نے کہا کہ اس فرقہ میں اور دوسرے لوگوں میں سوائے اس کے کچھ فرق نہیں کہ یہ لوگ وفات مسیح کے قائل ہیں اور وہ لوگ وفات مسیح کے قائل نہیں۔ باقی سب عملی حالت مثلاً نماز، روزہ، زکوٰۃ اور حج وہی

ہے۔ سو سمجھنا چاہیے کہ یہ بات صحیح نہیں کہ میرا دنیا میں آنا صرف حیاتِ صبح کی غلطی دور کرنے کے واسطے ہے اگر مسلمانوں کے درمیان صرف یہی ایک غلطی ہوتی تو اسے کے واسطے ضرورت نہ تھی کہ ایک شخص خاص مبعوث کیا جاتا اور الگ جماعت بنائی جاتی اور ایک بڑا شور مچا کیا جاتا۔ یہ غلطی دراصل آج نہیں پڑی بلکہ میں جانتا ہوں کہ آنحضرت ﷺ کے تھوڑے ہی عرصہ بعد یہ غلطی پھیل گئی تھی اور کئی خواص اور اولیاء اور اہل اللہ کا یہی خیال تھا۔ اگر یہ کوئی ایسا اہم امر ہوتا تو خدا تعالیٰ اسی زمانے میں اس کا ازالہ کر دیتا (احمدی اور غیر احمدی میں فرق صفحہ ۲)۔

(۳)۔ ہماری یہ غرض ہرگز نہیں کہ مسیح علیہ السلام کی وفات و حیات پر جھگڑے اور مباحثے کرتے پھرو۔ یہ ایک ادنیٰ سی بات ہے (ملفوظات احمد جلد ۲ صفحہ ۲۱۲ قدیم صفحہ ۷۲)۔

مولوی صاحب نے مرزا صاحب کی اصل کتابیں میرے سامنے رکھ دیں۔ یہ حوالے میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیے۔

میں نے یہ سب حوالہ جات نوٹ کر لیے اور اگلے روز مرنبی صاحب کے پاس اکیلا ہی جا پہنچا۔ انہیں یہ حوالہ جات دکھانے کے بعد میں نے پوچھا کہ کیا یہ حوالے درست ہیں؟ مرنبی صاحب کافی دیر تک خاموش بیٹھے انہیں دیکھتے رہے۔ تقریباً چندرہ منٹ کے بعد بولے کہ یہ لوگ ہم سے علمی بحث نہیں کرتے بلکہ حضرت مرزا صاحب کے حوالوں کا سہارا بہت لیتے ہیں۔ میں نے کہا حضرت مرزا صاحب ہمارے نبی ہیں اگر یہ لوگ ان کی بات ہمارے سامنے رکھیں تو یہ ان کا حق ہے۔ ہمیں اس کا جواب دینا چاہیے یا پھر حضرت مرزا صاحب کی بات ماننی چاہیے۔ میں نہایت معذرت کے ساتھ عرض کرتا ہوں کہ دو ملاقاتوں میں آپ کی کوئی بات میرے اندر نہیں اتر سکی۔ اگر یہ لوگ حضرت مرزا صاحب کے بیانات سے ہمیں مطمئن نہ کریں تو آخر کس کا حوالہ ہمارے لیے قابلِ اطمینان ہوگا؟ لیکن مرنبی صاحب کے پاس میری ان باتوں کا جواب نہیں تھا۔ مرنبی صاحب کا ضمیر مجھے محکوک لگنے لگا۔ اور اس دن پہلی مرتبہ میرا دل باقاعدہ طور پر احمدیت کے بارے میں تذبذب کا شکار ہو گیا۔ کوفت کھا کر مرنبی صاحب سے اجازت چاہی اور گھر چلا گیا۔

اگلے روز میں ناصر کو ساتھ لے کر اسی عالم کے پاس گیا۔ میں نے ان سے حیاتِ صبح کا ثبوت مانگا۔ انہوں نے بتایا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا زندہ آسمان پر جانا اس آیت سے ثابت ہے۔

یقیناً یہودیوں نے اسے قتل نہیں کیا بلکہ اللہ نے اسے اپنی طرف اٹھا لیا (النساء: ۱۵۷-۱۵۸)۔ انہوں نے اس موضوع پر تقریباً ایک سوا حدیث بھی دکھائیں جن میں سے چند احادیث مندرجہ ذیل ہیں۔

(۱)۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اِنَّ عِيسٰى لَمْ يَمُتْ وَاِنَّهٗ رَاجِعٌ اِلَيْكُمْ قَبْلَ يَوْمِ الْقِيَمَةِ یعنی عیسیٰ نہیں مرے بلکہ وہ قیامت سے پہلے پہلے تمہاری طرف واپس آنے والے ہیں (در منثور جلد ۲ صفحہ ۲۶)۔

(۲)۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان پر جانے کا واقعہ حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے اس طرح بیان فرمایا ہے کہ: جب اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان پر اٹھانے کا ارادہ فرمایا تو عیسیٰ علیہ السلام اپنے گھر کے چشمے پر نہا کر گھر سے نکلے۔ آپ کے سر سے پانی کے قطرے ٹپک رہے تھے۔ باہر بارہ حواری موجود تھے۔ آپ نے فرمایا کہ تم میں سے کون چاہتا ہے کہ میری جگہ قتل کیا جائے اور درجہ میں میرے ساتھ رہے۔ اس پر ایک نوجوان کھڑا ہوا گیا اور خود کو اس کام کے لیے پیش کر دیا۔ عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا بیٹھ جا اور پھر عیسیٰ علیہ السلام نے دوبارہ وہی فرمایا۔ پھر وہی نوجوان کھڑا ہو گیا اور عرض کیا کہ میں حاضر ہوں۔ عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا پھر تو ہی وہ شخص ہے۔ اس کے فوراً بعد اس پر عیسیٰ علیہ السلام کی صورت ڈال دی گئی اور عیسیٰ علیہ السلام مکان کے روشندان سے آسمان پر اٹھا لیے گئے۔ یہودی عیسیٰ علیہ السلام کی گرفتاری کے لیے گھر میں داخل ہوئے اور اس حواری کو عیسیٰ سمجھ کر گرفتار کر لیا اور قتل کر کے صلیب پر لٹکا دیا۔ ابن کثیر فرماتے ہیں کہ اس کی سند صحیح ہے اور بہت سے سلف سے اسی طرح مروی ہے (تفسیر ابن کثیر جلد ۳ صفحہ ۲۲۸)۔

(۳)۔ ”اللہ کی قسم تم میں عیسیٰ ابن مریم ضرور نازل ہوگا۔ حکومت کرے گا، عدل کرے گا، صلیب کو توڑ دے گا اور خنزیر کو قتل کرے گا (یعنی صلیب پرستی اور خنزیر خوری ختم ہو جائے گی) جنگ بند کرے گا (یعنی امنِ عامہ کی وجہ سے جنگ کی ضرورت ہی نہ رہے گی)، دولت اس قدر بھائے گا کہ اسے کوئی بھی قبول نہ کرے گا۔ نوبت یہاں تک آ جائے گی کہ لوگ ایک سجدہ کرنا دنیا اور اس کی ہر چیز سے بہتر سمجھیں گے۔“ پھر ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اگر چاہو تو یہ آیت پڑھ لو **وَإِنْ أَهْلَ الْكِتَابِ إِلَّا لِيُؤْمِنُوا بِهِ قَبْلَ مَوْتِهِ وَيَوْمَ الْقِيَمَةِ يَكُونُ عَلَيْهِمْ شَهِيدًا** کہ تمام اہل کتاب اس کی موت سے پہلے پہلے اس پر ایمان لائیں گے اور وہ قیامت کے دن ان پر گواہ ہوگا (بخاری جلد ۱ صفحہ ۴۹۰، مسلم جلد ۱ صفحہ ۸۷، ترمذی جلد ۲ صفحہ ۴۷، ابن ماجہ صفحہ ۲۹۹، واللفظ للبخاری، المستدرک صفحہ ۷۵)۔

(۴)۔ اللہ تعالیٰ مسیح ابن مریم کو بھیجے گا۔ وہ دمشق کے مشرقی سفید مینار کے پاس نازل ہوگا۔ اس نے دوزخ و چادر میں اوڑھی ہوں گی۔ وہ فرشتوں کے کندھوں پر ہاتھ رکھے ہوں گے۔ جب اپنے سر کو جھکاے گا تو اس میں سے قطرے ٹپکیں گے اور جب سر اٹھائے گا تو جو اہرات جیسے موتی گریں گے۔ اس کے سانس کی ہوا جس کا فرنگ پہنچے گی وہ مر جائے گا۔ وہ دجال کو لڑنے کے دروازے کے پاس پکڑ کر قتل کر دے گا (مسلم جلد ۲ صفحہ ۴۰۱-۴۰۳، ترمذی جلد ۲ صفحہ ۴۹، ابوداؤد جلد ۲ صفحہ ۲۳۷، ابن ماجہ صفحہ ۲۹۷)۔

(۵)۔ **يَنْزِلُ أَحْيَىٰ ابْنُ مَرْيَمَ مِنَ السَّمَاءِ** یعنی میرا بھائی ابن مریم آسمان سے نازل ہوگا (کنز العمال جلد ۷ صفحہ ۲۶۸، مجمع الزوائد جلد ۷ صفحہ ۳۳۹، المستدرک صفحہ ۷۵)۔

اس دفعہ میں نے ناصر کو بھی اپنے ساتھ ہی لیا اور ہم دونوں ربی صاحب کے پاس پہنچ گئے۔ میں نے یہ سارے

دلائلِ مربی صاحب کو دکھائے اور ان کا جواب طلب کیا۔ مربی صاحب نے کہا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اٹھائے جانے سے مراد روحانی مرتبے کا بلند ہونا ہے۔ میں نے کہا یہ کس نے کہا ہے کہ اٹھائے جانے سے مراد روحانی مرتبے کی بلندی ہے؟ وہ آیت دکھائیے یا وہ حدیث دکھائیے۔ ناصر بھی میرے ساتھ ہو کر اسی بات پر ڈٹ گیا کہ مسلمانوں کے پاس صاف الفاظ موجود ہیں کہ ”اللہ نے اسے اپنی طرف اٹھایا“ اور یہ الفاظ بھی ہیں کہ عیسیٰ نہیں مرا۔ آپ بھی اسی طرح کے واضح الفاظ دکھائیں کہ عیسیٰ کو موت آگئی ہے یا عیسیٰ نہیں اٹھایا گیا یا عیسیٰ نہیں آئے گا۔

صاف لفظوں کا مقابلہ صاف لفظوں سے کیجیے چالاکی سے مت کیجیے اور اگر آپ چالاکی دکھائیں گے تو ہم اسے قبول کیے کر سکتے ہیں۔

پھر غضب یہ ہے کہ اس چالاکی کی بنا پر آپ کوئی چھوٹا موٹا کام نہیں کر رہے بلکہ اس پر ایک شخص کی نبوت کھڑی کر رہے ہیں۔

ختم نبوت اور حیاتِ مسیح کے موضوع پر قرآن و سنت سے جتنے دلائل ہم نے آپ کو دکھائے ہیں یہ دلائل اگر قیامت کے دن مسلمانوں نے اللہ کی بارگاہ میں رکھ کر اپنی بے گناہی کا عذر پیش کیا تو یقیناً یہ عذر قبول ہو جائے گا۔ ان دلائل کے ہوتے ہوئے مسلمان اگر کسی نئے نبی کو تسلیم نہ کریں تو آخر ان کا قصور ہی کیا ہے؟

مربی صاحب نے کہا آپ خواہ خواہ بحث کرنے آئے ہیں۔ پہلے تم اکیلے آتے تھے آج تم اپنے ساتھی کو بھی لائے ہو۔ میں نے کہا مربی صاحب اللہ کی قسم میں خواہ خواہ بحث کرنے نہیں آیا بلکہ حق کی تلاش میں آیا ہوں۔

چلیے آپ مجھے قرآن یا حدیث میں یہ لفظ دکھا دیجئے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اٹھائے جانے سے مراد ان کے روحانی درجات کی بلندی ہے؟ میں ادھر ہی بحث ختم کر دوں گا اور اپنے اس دوست کو چھوڑ دوں گا۔

مربی صاحب خاموش تھے۔ ناصر نے اپنی جیب سے ایک کاغذ نکالا جس پر مرزا صاحب کی گالیوں کی فہرست تھی۔ یہ فہرست ناصر نے اپنے مولوی صاحب کی لائبریری سے حاصل کی تھی۔ اس فہرست میں لکھا تھا کہ مرزا صاحب نے مختلف لوگوں کو مندرجہ ذیل گالیاں عطا فرمائی تھیں۔

- (۱)۔ اے بد ذات فرقہ مولویاں (انجام آتھم صفحہ ۲۱)۔
- (۲)۔ خبیث، خبیث گھوڑا، لئیم، بدکارہ کا بچہ، فاسق لعین، شیطان، پاگلوں کا لطفہ، مزور، منحوس، اذیتنی خبیثا (حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۳-۱۵)۔

- (۳)۔ تارک حیا، دروغ گو، بے شرم، چور، اس نے جھوٹ کی نجاست کھا کر وہی نجاست پیر صاحب کے منہ میں رکھ دی، کذاب، سرقہ کا الزام دینا اور صرفی نحوی قلعی نکالنا گویہ کھانا ہے (نزولِ مسیح صفحہ ۶۵-۷۲)۔

(۴) ذریعہ البغایا یعنی کھجریوں کی اولاد (آئینہ کمالات اسلام صفحہ ۵۴)۔

(۵) ہمارے مخالف جنگلوں کے خنزیر ہو گئے اور ان کی عورتیں کتوں سے بڑھ گئیں (نجم الہدیٰ صفحہ ۱۵)۔

(۶) جو ہماری فتح کا قائل نہ ہوگا تو صاف سمجھا جائے گا کہ اسے حرام زادہ بننے کا شوق ہے اور وہ حلال زادہ نہیں (انوار الاسلام صفحہ ۳۰)۔

(۷) اپنی کتاب نور الحق کے صفحہ ۱۱۸ تا ۱۲۳ تک مرزا صاحب نے کسی بے چارے پر پوری ایک ہزار لعنت بھیجی ہے۔ (۱) لعنت، (۲) لعنت، (۳) لعنت..... غرضیکہ نمبر لگا لگا کر پانچ صفحات پر ایک ہزار لعنت پوری کی ہے۔

ناصر نے یہ فہرست مرہبی صاحب کے سامنے رکھ دی اور پوچھا کیا یہ سچ ہے کہ یہ گالیاں مرزا صاحب نے دی ہیں اور یہ سب کی سب مرزا صاحب کی کتابوں میں موجود ہیں؟ مرہبی صاحب نے کہا یہ تمام گالیاں وقت کی ضرورت تھیں۔ اس وقت کے مولویوں نے مرزا صاحب کو گالیاں دی تھیں۔ مرزا صاحب نے جوابی کارروائی کی تھی۔

ناصر نے لا حول پڑھی اور کہا: انبیاء علیہم السلام وقت کی ضرورت کے تحت مختلف معجزات دکھاتے تھے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے دور میں جادو کے مقابلے پر ید بیضا اور عصا مبارک جیسے معجزات دکھانا وقت کی ضرورت تھی، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں طیبیوں کے مقابلے پر بیماروں کو شفا دینا وقت کی ضرورت تھی۔ نبی کریم ﷺ کے زمانے میں فصیح و بلیغ شاعروں کے مقابلے پر قرآن مجید کی ضرورت تھی۔ یہ گالیاں دینا کون سا معجزہ ہے اور کون سے وقت کی ضرورت ہے؟ اور اگر مخالفین گالیاں دیں تو گالی کا جواب گالی سے دینا کہاں کی نبوت ہے؟ بلکہ یہ تو ایک عام شریف آدمی کو بھی زیب نہیں دیتا کہ گالی کے جواب میں گالی دے۔ شریف لوگ گالی کا جواب دعا سے دیا کرتے ہیں نہ کہ گالیوں سے۔

پھر یہ بھی بتائیے کہ کون سے علماء نے مرزا صاحب کو گالیاں دی تھیں اور کون کون سی گالیاں دی تھیں۔ مرزا صاحب کی یہ مغفل گالیاں تو دشمنی میں بھی نہیں ملتیں۔ یہ تو کوئی خاص وحی معلوم ہوتی ہے جو شیطان اپنے دوستوں کی طرف کرتا ہے۔

ناصر مسلسل بولے جا رہا تھا۔ مرہبی صاحب نے ناصر کی بات کاٹتے ہوئے کہا کہ قرآن میں بھی گالیاں موجود ہیں۔ قرآن پر اتنا بڑا الزام سن کر میں حیرت میں ڈوب گیا۔ مجھے کچھ یاد نہیں کہ میں نے کس طرح اٹھ کر مرہبی صاحب کے منہ پر زور سے تھپڑ مار دیا۔ ناصر نے زبردستی کھینچ کر مجھے کرسی پر بٹھایا۔ مرہبی صاحب کا چھوٹا سا بیٹا ادھر ادھر کھیلتا پھر رہا تھا۔ اس نے زور سے امی امی کہنا شروع کر دیا اور بھاگ کر اپنے گھر چلا گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد مرہبی صاحب کا جوان بیٹا وہاں پہنچ گیا۔ اس نے ناصر سے معاملہ رفع دفع کر دیا تھا۔ اور ناصر گفتگو میں مصروف تھا۔ ناصر نے کہا: مرہبی صاحب قرآن میں گالیاں موجود نہیں ہیں۔ مرہبی نے کہا قرآن میں ہے کہ لعنت اللہ علی الکذابين یہ گالی نہیں تو کیا ہے؟ ناصر نے کہا یہ گالی نہیں

بلکہ ایک اصول اور قاعدہ ہے اور اس میں کسی کا شخصی طور پر نام نہیں لیا گیا۔ اور یہ کوئی ماں بہن کی گالی بھی نہیں ہے۔ جبکہ مرزا صاحب کی گالیاں آپ دو بارہ دیکھ لیجیے۔ مرزا صاحب کی گالیوں نے تو ان کی ہر کتاب کو بدبودار کر رکھا ہے۔ ہمارے نبی کریم ﷺ سے کسی نے کہا کہ ابو جہل پر لعنت بھیجیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا میں رحمت بنا کر بھیجا گیا ہوں، لعنتیں بھیجنے والا بنا کر نہیں بھیجا گیا (مسلم، مشکوٰۃ صفحہ ۵۱۹)۔

مرتب صاحب نے کہا کہ قرآن نے ولید بن مغیرہ کو حرام زادہ کہا ہے۔ ناصر نے کہا کہ قرآن نے گالی نہیں دی بلکہ بالکل سچ سے پردہ اٹھایا ہے۔ جب قرآن کی یہ آیات نازل ہوئیں تو ولید بن مغیرہ تلواریں لے کر اپنی ماں کے پاس چلا گیا۔ اس نے کہا قرآن میں میرے نو عیب نازل ہوئے ہیں، آٹھ عیب بالکل درست ہیں۔ نویں بات کہ میں حلالی ہوں یا حرامی، یہ تم ہی بتا سکتی ہو۔ سچ بتاؤ ورنہ گردن اڑا دوں گا۔ اس کی ماں نے کہا تمہارا باپ نامرد تھا۔ اور تم فلاں چرواہے کے بیٹے ہو۔ مرتب صاحب اب بتائیے۔ قرآن نے گالی دی یا سچ بتایا؟ مرتب صاحب ایک عالم ہونے کے باوجود دنگ رہ گئے اور خاموشی سے ناصر کا منہ دیکھنے لگے۔

میں وہیں بیٹھے بیٹھے قادیانی سے مکمل طور پر تائب ہو چکا تھا۔ میں نے کہا مرتب صاحب ختم نبوت کے موضوع پر مسلمانوں کے پاس جتنے دلائل موجود ہیں آپ کے پاس ان کے مقابلے پر محض ہیرا پھیری ہے، صحیح جواب نہیں ہے۔ حیات مسیح کے موضوع پر بھی مسلمانوں کے پاس جتنے مضبوط دلائل ہیں ان کے مقابلے پر آپ کے پاس محض چکر بازیاں ہیں، صحیح جواب نہیں۔ اس کے بعد مرزا صاحب کی بد اخلاقی اور ان کی گالیوں کا بھی آپ کے پاس کوئی جواب نہیں ہے۔ میں ناصر کے ساتھ اسی عالم دین کے پاس گیا اور قادیانیت سے توبہ کرتے ہوئے اسلام قبول کر لیا۔ الحمد للہ

وَمَا عَلَيْنَا إِلَّا الْبَلَاغُ

☆☆☆☆

☆☆☆☆

☆☆☆☆

میرا قبول اسلام اور قادیانیت کی تردید

عرفان محمود برقی

میرا قبول اسلام:

میری حیات مستعار میں ایک وقت ایسا بھی گزرا ہے کہ جب میں نے مرزا غلام احمد قادیانی کی تعریف میں ایک مضمون قلم بند کیا تھا۔ مرزا قادیانی سے میری عقیدت کسی علمی سطح یا حقیقت شناسی کی بناء پر نہ تھی بلکہ محض وراثت کی ایک اندھی تقلید تھی جس نے میری نگاہوں سے تصویر کے دوسرے رخ کو مکمل طور پر چھپا رکھا تھا۔

اُس دور میں مسلمانوں کے عوامی حلقوں سے اکثر یہ باتیں میرے کانوں سے ہوتی ہوئیں آئینہ ذہن سے جا کر اُتیں کہ مرزا قادیانی ایک بدسیرت جھوٹا مدعی نبوت تھا جسکی ساری زندگی بدکاریوں اور سیاہ کاریوں کی دلدلوں میں پھنسی ہوئی تھی۔ لیکن ان گوش گزاریوں کو میں فراموشیوں کے سپرد کرنا ہی لازم سمجھتا تھا کیونکہ اس طرح معترضین کے اعتراضات زیادہ تر بے بنیاد اور بلا دلیل ہوتے تھے اور اگر کوئی دلیل دی بھی جاتی تو اُن قادیانی کتب سے جن کے نام ہی میں پہلی دفعہ سنتا تھا اس لیے یہ باتیں میری عدم توجہ کا باعث بنتیں۔ تاہم اس سے ایک بڑا فائدہ یہ ہوا کہ میں نے ایک روز انتہائی سوچ بچار کے بعد منصفانہ طریق سے تحقیق کا دامن پکڑنے کا فیصلہ کیا اور اُن کتابوں کی تلاش شروع کر دی جن سے معترضین مرزا قادیانی کے کردار اور اس کی تحریرات پر اعتراضات وارد کرتے تھے اُن کتابوں میں مرزا قادیانی کی اپنی اور اسکے مریدوں کی کتابیں شامل تھیں۔

آخر ایک مدت کی جاں فشانیوں اور عرق ریزیوں کے بعد میں چند کتابیں حاصل کرنے میں کامیاب ہو گیا۔ پھر خالی الذہن ہو کر مع سباق و سابق اُن کتب کا مطالعہ کیا گیا تو میری حیرت کی انتہا نہ رہی کہ فی الحقیقت اُن کتب کی تحریرات سے بھی عیاں ہوتا تھا کہ مرزا قادیانی انگریز کالے پاک اور جھوٹا مدعی نبوت تھا جس کی شخصیت چالبازیوں، دھوکا دہیوں، سیاہ کاریوں اور بہت سی منفی عادات کی گرد سے اُٹی ہوئی تھی۔ میں جیسے جیسے مبداء فیاض کی زرہ نوازیوں سے ان حقائق سے آگاہ ہوتا گیا ویسے ویسے مرزا قادیانی سے میری چاہت و رغبت کے تمام نیچے اُدھڑتے چلے گئے اور آخر ایک دن کچے دھاگے کی طرح ہمیشہ کیلئے ٹوٹ گئے۔ میری گلشن اسلام میں داخل ہونے کی ایک بڑی وجہ میرے وہ خواب بھی تھے جو میری دینی دلچسپی کے لیے چراغِ راہ ثابت ہوئے خاص طور پر ایک خواب تو مجھے اس دور میں آیا جب میں تقریباً تیرہ چودہ برس کا تھا۔ میں کیا

دیکھتا ہوں کہ حبیب کبریٰ محمد مصطفیٰ ﷺ ہمارے محلے میں تشریف لائے ہیں۔ آپ ﷺ کے ہمراہ آپ کے چند صحابہ کرام بھی تھے حضور ﷺ اپنے دست مبارک میں پھلوں کا ایک طشت اٹھائے ہوئے بعض گھروں میں پھل بانٹ رہے ہیں لیکن جب آپ ﷺ ہماری گلی میں جلوہ افروز ہوتے ہیں تو پھل بانٹتے بانٹتے ایک قادیانیوں کے گھر سے پھلے گھر کے پاس ہی رک جاتے ہیں اور آگے نہیں بڑھتے۔ میں اپنے گھر کے دروازے میں کھڑا یہ دیکھ کر یک لخت پریشان ہو جاتا ہوں کہ حضور رحمت عالم ﷺ آگے کیوں نہیں تشریف لارہے؟ پھر جیسے ہی آپ ﷺ اپنی نظر رحمت سے میری طرف دیکھ کر قسم فرماتے ہیں اور واپس مڑ جاتے ہیں تب ساری بات میری سمجھ میں آ جاتی ہے اور میری ساری پریشانی فوراً چھٹ جاتی ہے اور میں خوش ہو جاتا ہوں اتنے میں میری آنکھ کھل جاتی ہے۔

دوسرا خواب میں نے اُس وقت دیکھا جب میں قادیانیت کے متعلق کافی تحقیق کر چکا تھا اور اس کو بہت حد تک جھوٹا گردان چکا تھا۔ اس خواب میں، میں نے دیکھا کہ ایک بہت بڑا چٹیل میدان ہے سورج کی آتشی کرنوں سے زمین کا سینہ بہت تپ چکا ہے۔ مجھ سے کچھ فاصلے پر آگ کا ایک بہت بڑا والا روشن ہے جو مزید گرمی کا باعث بن رہا ہے۔ اتنے میں ایک خوفناک قسم کا فرشتہ قادیانیوں کے جھوٹے نبی مرزا قادیانی کو اپنے بائیں ہاتھ میں پکڑے میری طرف آتا ہے اور اپنے دائیں ہاتھ سے میری بھی کلائی پکڑ کر اُس آگ کی جانب دوڑنا شروع کر دیتا ہے۔ میں اُس سے اپنی کلائی چھوڑانے کی بہت کوشش کرتا ہوں لیکن وہ نہیں چھوڑتا اور آگ کی طرف بھاگتا چلا جاتا ہے جیسے جیسے ہمارے اور اُس آگ کے درمیان فاصلہ ملتا جاتا ہے ویسے ویسے گرمی کی شدت بھی بڑھتی جاتی ہے آخر وہ فرشتہ یک لخت مجھے چھوڑ دیتا ہے اور میں فلاں بازیاں کھاتا ہوا زمین پر گر جاتا ہوں گرنے کے فوراً بعد میں جیسے ہی سر اٹھا کر اُس فرشتے کی جانب دیکھتا ہوں تو وہ الاؤ کے بہت قریب پہنچ کر مرزا قادیانی کو اُس میں پھینک دیتا ہے۔ آگ بھوکے شیر کی طرح مرزا قادیانی پر چبھتی ہے اور اسے اپنے اندر گہرائی میں لے جاتی ہے۔ اسکے ساتھ ہی میرے منہ سے ایک زوردار چیخ نکلتی ہے اور میں گھبرا کر اٹھ جاتا ہوں میرا سارا جسم پسینے سے شرابور ہو جاتا ہے۔ بیدار ہونے کے فوراً بعد میں نے بغیر کوئی لمحہ ضائع کیے قادیانیت پر مکمل لعنت بھیجی اور اسلام قبول کر لیا۔ الحمد للہ

میرے قبول اسلام کے بعد جو مخالفت کی تیز و تند آندھیاں چلیں اور ایمان کو خش و خاشاک کی طرح بہالے جانے والے سیلاب آئے ان میں حائل اگر خدائے لم یزل کی عطا کردہ ثابت قدمی اور حضور رحمت عالم ﷺ کی نگاہ فیضان نہ ہوتی تو یقیناً ایسی پیش آمدہ چیرہ دستیوں سے میرا ایمان چراغ سحری کی طرح ڈمگانے کے بعد کبھی کاگل ہو چکا ہوتا۔

میرے اسلام قبول کرنے کی خبر قادیانیوں میں جھگل کی آگ کی طرح پھیل گئی۔ انھیں میرا قبول اسلام نہایت گراں گزرا۔ اس مسئلے کے فوری حل کے لیے انھوں نے اپنے لاہور کے سب سے بڑے سینئر اور عبادت خانے دارالذکر میں اپنے جماعتی عہدیداران، مربیوں (قادیانی پنڈتوں) اور ہمارے گھر کے بعض ذمہ دار افراد کا اجلاس طلب کیا۔ اس اجلاس میں

مختلف قادیانی پنڈتوں کی ڈیوٹی لگائی گئی کہ انہوں نے ہر روز مجھے گھر میں جا کر اس بات کا درس دینا ہے کہ اس دنیا میں صرف قادیانیت ہی ایک سچا مذہب ہے اور مسلمانوں والا اسلام نہایت لعنتی ہے (نعوذ باللہ) اس اجلاس میں جماعتی عہدیدار نے میرے باپ اور بھائیوں کو بھی خوب ملامت کی کہ ان سے ایک بچہ نہیں سنبھالا گیا۔ اگر اس کے بگڑتے ہوئے عقائد کو اپنے رعب کے پیسے تلے چل دیا ہوتا تو اسکی کیا جرأت تھی کہ وہ غیر احمدیت (اسلام) قبول کرتا لہذا میرے باپ اور بھائیوں کی یہ سزا جو بڑ کی گئی کہ انھیں اب ہر صورت میں مجھے قادیانیت کے اندھے کنوئیں میں دوبارہ دھکیلنا ہے۔ چاہے اس سلسلے میں انھیں سخت اقدامات کرنے پڑیں یا بڑی سے بڑی لالچ بھی دینی پڑے تو کوئی پرواہ نہیں۔ اجلاس کے فوراً بعد قادیانی پنڈتوں اور ہمارے گھر والوں نے اپنے مشن کا آغاز کر دیا۔ اب ہر روز ہمارے گھر میں کوئی نہ کوئی قادیانی پنڈت آتا اور مجھے سمجھانے کی سرتوڑ کوششیں کرتا کہ قادیانیت ایک زندہ مذہب ہے جسکا نام اسلام ہے اور مسلمانوں والا اسلام ایک مردہ اسلام ہے۔ اب جس نے نجات کا لباس پہننا ہے وہ پہلے مرزا قادیانی کو اللہ کا نبی اور رسول مانے تب اسے جنت ملے گی وگرنہ وہ کافر اور جہنمی ہی رہے گا۔ مجھ سے جہاں تک ممکن ہوتا میں قادیانی پنڈتوں کو اس کی خرافات کا جواب دیتا اور وہ کوئی بات بنتی نہ دیکھ کر واپس چلا جاتا۔

ایک طرف قادیانی پنڈت میرے ایمان کے ننھے پھولوں کو مسلنے کی کوششوں میں مصروف تھے تو دوسری طرف ہمارے گھر والوں کے بدلتے رویے پھری ہوئی آندھیاں بن کر میرے دل میں روشن ختم نبوت کے چراغ کو گل کرنے کی کوششوں میں سرگرم عمل تھے۔ اس سلسلے میں کبھی تشدد کے حربے استعمال کیے جاتے تو کبھی لالچ کے ہتھیاروں سے کام لیا جاتا کبھی بایکٹ کا خوف دلایا جاتا، کبھی جائیداد سے عاق کرنے کی دھمکیاں دی جاتیں۔ لیکن اللہ رب العزت کی عطا کردہ ثابت قدمی کے پہاڑ کے آگے ان ارتدادی آندھیوں کا کوئی زور نہ چلتا اور میرا ایمان مزید قوی ہوتا جاتا۔

وہ فکر جس کے باعث میرے ماتھے پر تشویش کی سلوٹیں پڑتیں اور میں راتوں کو بے چینی سے کروٹیں بدلتا وہ یہ تھی کہ کسی طرح ہمارے گھر والے خصوصاً میری زندگی کی سب سے عظیم ہستی میری پیاری ماں اسلام کے منہکے گلستان میں داخل ہو جائے اور جہنم کے بھڑکتے شعلوں سے فحج جائے۔ لہذا میں نے ہمت کر کے سب سے پہلے اپنی پیاری ماں کو اسلام کی دعوت دینی شروع کی۔ ایک تو وہ پہلے ہی مجھ سے ناراض تھیں اور دوسرا اس دعوت کی وجہ سے مزید ناراض ہو گئیں۔ لیکن میں نے ہمت جاری رکھی اور انھیں قادیانیوں کی کتابوں میں چھپے کفریہ عقائد سے آگاہ کرتا گیا جن میں مرزا قادیانی کو محمد رسول اللہ، اسکی بیہودہ گوئیوں کو وحی اللہ، اسکی فضول باتوں کو حدیث نبوی، اسکی غلیظ حرکتوں کو سنت رسول، اسکی فاحشہ بیویوں کو امہات المؤمنین، اسکے گمراہ خاندان کو اہل بیت، اسکے بدکار ساتھیوں کو صحابہ کرام، اسکے درندہ صفت خلفاء کو خلفائے راشدین، اسکے گندے شہر (قادیان) کو مدینہ منورہ اور مکہ معظمہ سے بھی افضل کھسا گیا تھا۔ (نعوذ باللہ) اس تبلیغ کا اثر میری پیاری ماں پر یہ ہوا

کہ خدا کی رحمت سے وہ رفتہ رفتہ سمجھتی گئیں کہ قادیانیت اسلام کے خلاف کتنا بڑا فراڈ ہے۔ آخر انھوں نے میرے ہاتھ پر پوشیدہ طور پر اسلام قبول کر لیا۔ اور مرزا قادیانی پر لعنت بھیج دی۔ الحمد للہ۔

قبول اسلام کے کچھ عرصہ بعد انھوں نے ایک خواب دیکھا کہ وہ اپنے ہاتھوں میں دو آم پکڑے ہوئے ہیں اور ایک خوفناک قسم کی کتیا ان سے وہ آم چھیننے کی کوشش کر رہی ہے۔ آپ دوڑ رہی ہیں اور وہ کتیا متواتر آپ کا پیچھا کر رہی ہے۔ دوڑتے دوڑتے آپ ایک چمنستان میں داخل ہو جاتی ہیں اور کتیا یہ دیکھ کر واپس مڑ جاتی ہے۔ یہ خواب جب میری پیاری ماں نے مجھے سنایا تو میں نے اسکی تعبیر یہ بتائی کہ آموں یعنی پھلوں سے مراد بیٹے ہیں اور کتیا وہ قادیانی مبلغہ ہے جو ہمارے گھر میں ہمیں مرزاہیت کی تبلیغ کرنے آتی ہے وہ آپ اور آپ کے دو بیٹوں کے پیچھے زیادہ پڑی ہوئی ہے کیونکہ اسے اسی طرف سے زیادہ خطرہ محسوس ہو رہا ہے۔ لیکن خدا تعالیٰ نے آپکو اور آپ کے بیٹوں کو اس کتیا یعنی قادیانی مبلغہ کے شر سے بچا لیا ہے۔ مجھے امید ہے کہ آپ کی زندگی میں اللہ تعالیٰ میرے ایک بھائی کو بھی اسلام کی دولت عطا فرمائے گا۔ اس خواب کے چند ماہ بعد اللہ پاک نے اپنی رحمت کے موتی میرے ایک بھائی کی جھولی میں بھی گرا دیئے اور میری پیاری ماں کا ایمان شاہین بن کر بلند یوں پر پہنچ گیا۔

وہ وقت میں کبھی نہیں بھول سکتا جب میری انھوں کی رم جہم ساری رات میری پیاری ماں کے سر ہانے کو بھگوتی رہی اور خدا تعالیٰ سے فریاد کرتی رہی کہ وہ انھیں لمبی زندگی عطا فرمائے۔ انھیں دل کا شدید ایک ہوا تھا ڈاکٹروں نے ناامیدی کا اظہار کیا تھا۔ ساری رات میری پیاری ماں ہسپتال میں شدت درد سے تڑپتی رہیں اور میں اکیلا اُنکے سر ہانے دو رو دو سلام اور دعا کا ورد کرتا رہا۔ لیکن اُن کی زندگی نے وفات کی اور وہ مجھے اپنی ماما سے محروم کر کے یونہی روتا چھوڑ گئیں۔ اور 18 جولائی بروز جمعہ 2003ء کی صبح اپنے خالق حقیقی سے جا ملیں۔ انا اللہ وان علیہ راجعون۔ وفات سے ایک گھنٹہ قبل انہوں نے میرے پوچھنے پر دوبارہ اس بات کا اقرار کیا تھا کہ وہ قادیانی نہیں ہیں اور ساتھ یہ تاکید بھی کی تھی کہ اگر مجھے کچھ ہو جائے تو مسلمان میرا جنازہ پڑھیں اور مجھے مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کیا جائے۔ جب میں نے اپنے گھر والوں کے سامنے اس نصیحت کا ذکر کیا تو انھوں نے یقین نہ کیا اور اپنے قبرستان میں قبر کی کھدائی کا آرڈر دے دیا۔ قادیانی پنڈت اور قادیانی رشتے دار ہمارے گھر میں اکٹھے ہونے شروع ہو گئے۔ لیکن میں نے موقع کی نزاکت کو بھانپتے ہوئے اپنے دوستوں اور اہل محلہ میں یہ اعلان کر دیا کہ میری ماں مسلمان تھیں اور اُنکی یہ نصیحت تھی کہ مسلمان میرا جنازہ پڑھیں۔ اس اعلان کے سننے کی دیر تھی کہ ہماری گلی مسلمان مجاہدین سے گھبر گئی۔ میرے دوستوں نے مزید رابلے کر کے پورے شہر کے نامور علماء کرام کو بھی اکٹھا کر لیا۔ خطیب ختم نبوت جناب مولانا غلام حسین کلایوی مدظلہ نے جنازہ پڑھایا اور میری پیاری ماں کو لاہور کے مشہور قبرستان بدھوآد میں دفن کر دیا گیا۔ درجنوں کی تعداد میں قادیانی پاس کھڑے یہ سارا منظر دیکھتے رہے لیکن کسی کی جرأت نہ ہوئی کہ وہ جنازے کی چار پائی کو

ہاتھ بھی لگا سکے۔ یا کسی قسم کی کوئی مداخلت کر سکے۔

وفات کے بعد اکثر میری پیاری ماں مجھے خوابوں میں نہایت خوشنما جگہوں پر ملتی رہتی ہیں۔ اور یہ حوصلہ دیتی رہتی ہیں کہ میرے لال مرتے دم تک ہمت نہ ہارنا۔ مشکلات اور پریشانیوں سے کبھی نہ گھبرانا اپنے گھر والوں اور دوسرے قادیانیوں کو دعوت و تبلیغ کرتے رہنا۔ اس سے خدا تعالیٰ اور حبیب ﷺ بہت خوش ہوتے ہیں۔

☆☆☆☆

☆☆☆☆

☆☆☆☆



میں مسلمان کیوں ہوا؟

علی عرفان ڈوگر

میں مسی علی عرفان ولد عطاء اللہ قوم ڈوگر موضع عیدی پور تحصیل ضلع نارووال کارہائشی ہوں۔ مورخہ ۸ جنوری ۱۹۹۹ء سے قبل میرا دینی تعلق قادیانی جماعت سے تھا جبکہ میرے والد صاحب اب بھی اسی گروہ کے فرد ہیں۔ میں عاقل، بالغ ہوں۔ ہمارا دیہی ماحول ہے۔ دیہی آبادیوں میں حصول تعلیم کے لیے بڑا مسئلہ ہوتا ہے۔ تاہم کچھ عرصہ اہل سنت کی مسجد کو اپنی درس گاہ بنائے رکھا۔ اس کے باوجود کہ میں اہلسنت کے پاس پڑھتا تھا اپنے (قادیانی) فرقہ کو دوسرے (اصلی) مسلمانوں سے بنا برائیں بہتر سمجھتا تھا کہ ان پر اذان، کلمہ، مسجد کو مسجد نہ کہہ سکنے کی گویا کہ جملہ شعائر اسلام کا مظہر نہ ہونے کی پابندی ہے مگر پھر بھی وہ لوگ بظاہر جملہ شعائر اسلامیہ کے پابند نظر آتے ہیں۔ لہذا میں بھی قادیانی کہلانے میں ہی نجات سمجھتا تھا۔

قانون قدرت ہے واللہ یہدی من یشاء اور اللہ تعالیٰ جسے چاہے ہدایت دیتا ہے۔ جسے اس نے جام شہادت پلانا ہوتا ہے پہلے اس کا انشراح صدر فرماتا ہے۔ فمن یرد اللہ ان یرہدیہ یشرح صدرہ للاسلام۔ (الانعام: ۱۲۶) میرے شرح صدر کا سبب یہ ہے کہ جس مسجد میں، میں قرآن پاک پڑھنے کے لیے جایا کرتا تھا اسی مسجد میں مولانا قاری محمد افضل باجوہ صاحب کبھی کبھار درس قرآن دینے کے لیے آیا کرتے تھے۔ مرزا غلام احمد قادیانی بانی و امام فرقہ قادیانی کی کتابوں کے ٹھوس حوالہ جات کے ساتھ فرقہ قادیانی کے بارے میں ان کی گچی و کھری گفتگو سننے کا موقع ملتا رہا۔ مثلاً خود ہی امام جماعت قادیانی ”آسانی فیصلہ“ میں لکھتا ہے! ”اے مسلمان کی ذریت کہلو انے والو! دشمن قرآن نہ بنو اور خاتم النبیین کے بعد وحی نبوت کا نیا سلسلہ جاری نہ کرو اور اس خدا سے شرم کرو جس کے سامنے حاضر کیے جاؤ گے۔“ (آسانی فیصلہ ص ۲۰)

اور خود ہی یہ دعویٰ کر دیا کہ میں رسول بھی ہوں اور نبی بھی ہوں! (مباحثہ راولپنڈی ص ۳۶، ایک غلطی کا ازالہ ص ۴)

[[سچا خدا وہی ہے جس نے قادیان میں اپنا رسول بھیجا]] (مباحثہ راولپنڈی ص ۱۳۷، دافع البلاء ص ۱۱)

حضرت آدم علیہ السلام تا حضرت محمد ﷺ سب انبیاء علیہم السلام کی شان میں گستاخیاں، حضرت مریم و حضرت بی بی فاطمہ رضی اللہ عنہما پر افتراء و بہتان عظیم کی جرأت بھی مرزا ہی نے کی۔ نیز مرزا صاحب کا اپنا ہی قول فیصل وہ یہ کہ [[جھوٹے کے کلام میں تقص ضرور ہوتا ہے]]۔ (ضمیمہ براہین احمدیہ ص ۱۱۲) سنا تو روز روشن کی طرح مرزا صاحب کا بقول خود وہ جماعت قادیانی و

لاہوری کا جھوٹا وکافر اور خارج از اسلام ہونا ثابت ہو گیا۔ محمد عبدالملک و محمد سلیمان ڈوگر کے ہمراہ رمضان المبارک کے دو جمعوں کے موقع پر مولانا محمد فضل باجوہ کے روح پرورد و گرامتیز خطابات سننے کے بعد میں اتنا متاثر ہوا کہ مجھ پر یہ حقیقت آشکارا ہو گئی کہ اہل سنت ہی نجات و حق و صداقت امن و شرافت کی پیامبر و علمبردار جماعت ہے۔ بالآخر تیسرا جمعہ رمضان ۸ جنوری ۱۹۹۹ء کے اجتماع میں ہی میں نے قاری محمد فضل باجوہ کے ہاتھ پر قادیانیت سے توبہ کی اور جماعت حق اہل سنت و جماعت میں شمولیت کا اعلان کیا۔ میرا یقین ہے کہ آج کے اس سائنسی جدید تعلیمی دور میں ہی نہیں بلکہ قبل ازیں و بعد ازیں بھی ان شاء اللہ یہی جماعت راہ فلاح اور قرآن و سنت کی اصلی داعی ہے اور رہے گی۔

☆☆☆☆

☆☆☆☆

☆☆☆☆



﴿گیارہواں باب﴾
فتاویٰ جات

www.nafseislam.com

مرزائی کے کفر میں تامل کرنا

مفتی عبدالواحد قادری (ہالینڈ)

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر کوئی سنی مسلمان قادیانی عقائد سے باخبر ہونے کے باوجود کسی مرزائی قادیانی کو کافر جانے یا عند السؤال کافر کہنے میں تامل کرے اسکے متعلق حکم شرع کیا ہے؟ برائے مہربانی جواب سے نوازیں۔ بینواؤ تو جروا

مولانا محمد قاسم مقیم امام مسجد المدینہ دی ہیگ

الجواب: مرزا غلام احمد قادیانی اور اسکے تبعین خواہ لاہوری ہوں یا قادیانی اپنے عقائد کفریہ، خبیثہ، بدعیہ، باطلہ کی وجہ سے جمہور علماء اسلام کے نزدیک کافر و مرتد اور جہنمی ہیں۔ شفاء شریف، فتاویٰ بزازیہ اور فتاویٰ خیریہ وغیرہ میں ہے! ”اجمع المسلمین ان شاتمہ ﷺ کافر ومن شک فی عذابہ و کفرہ فقد کفر“ کہ تمام اہل اسلام کا اس بات پر اجماع ہے کہ جو بھی شان رسالت (علی صاحبہ الصلوٰۃ والسلام) میں توہین و تنقیص کرے وہ ایسا کافر ہے کہ جو بھی اس کے عذاب و کفر میں شک کرے وہ بھی کافر ہے۔

پس جو شخص مرزائی قادیانی کے عقائد باطلہ پر مطلع ہو کر اُسے کافر و جہنمی جاننے میں ذرہ برابر شک کرے یا عند السؤال انہیں کافر و جہنمی کہنے میں تامل (سوچ بچار) کرے وہ بھی دائرہ اسلام سے خارج اور مرزائی و قادیانی کا ہی ہم نوالہ و ہم پیالہ ہے کما فی فتاویٰ الحرمین سَمَّاہَا حَسَامُ الْحَرَمِینِ وَالصَّوَارِمُ الْهِنْدِیَہِ وَفِی فَتَاوِی الْعُلَمَاءِ الْعَالَمِ وَغَیْرہَا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ عبدالواحد قادری غفرلہ

خادم دار الافتاء جامعہ مدینۃ الاسلام دی ہیگ ہالینڈ

۱۱ جمادی الاولیٰ ۱۴۱۳ھ

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات کے قائل کا حکم

صدر الشریعہ مولانا مفتی محمد امجد علی اعظمی علیہ الرحمہ (مصنف بہار شریعت)

مسئلہ: جو مسلمان ہو کر یہ عقیدہ رکھے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو وفات ہو گئی۔ وہ اللہ و رسول کے نزدیک مسلمان ہے یا نہیں؟

الجواب: عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اللہ تعالیٰ نے زندہ آسمان پر اٹھالیا۔ وما قتلوه وما صلبوه ولكن شبه لهم بل دفعه الله اليه۔ آجکل قادیانی یہ کہتے ہیں کہ ان کی وفات ہو گئی اور یہ لوگ بالاجماع یقیناً کافر مرتدین ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

فتاویٰ امجدیہ ج ۳ مطبوعہ کراچی ۲۰۰۵ء ص ۴۲

قادیانیوں کی کتاب بچوں کو پڑھانا کیسا ہے؟

مسئلہ از ہاسنی ناگور مارواڑ سرسہ محمد غیاث الدین کہاروی ۳۰ صفر ۱۴۲۵ھ

قادیان ضلع گورداسپور پنجاب سے جو قاعدہ یسرنا القرآن چھپ کر شائع ہوا ہے وہ بچوں کو پڑھانا کیسا ہے؟

الجواب: مذہب قادیانی رکھنے والا یقیناً جماعاً بلا شک و شبہ کفار و مرتدین ہیں۔ ایسے لوگوں کی کتابیں بچوں کو پڑھانا ناجائز ہے۔ اگرچہ ان کتابوں میں ان کی گمراہی کی باتیں نہ ہوں مگر مصنف کی عزت دل میں پیدا ہوگی اور ان کی باتیں قبول کرنے کا مادہ پیدا ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

WWW.NAFSEISLAM.COM

فتاویٰ امجدیہ ج ۳ مطبوعہ کراچی ۲۰۰۵ء ص ۱۰۹

☆☆☆☆

☆☆☆☆

☆☆☆☆

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت کا منکر کافر ہے

سید القیام مولانا سید محمد دیدار علی شاہ محدث النوری علیہ الرحمہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین بابت اس مسئلہ کے کہ ایک شخص آنحضرت ﷺ کی ختم نبوت کا قائل نہیں ہے بلکہ اب بھی بعض لوگوں کو نبی مانتا ہے لہذا نص قطعی سے جواب باصواب دے کر ماجرہوں۔ والسلام

جواب: وهو الموفق للصواب

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حامداً و مصلياً و مسلماً، الحمد لله و الصلوة على خاتم انبياء له و رسله و آله و صحبه و سلم
اللهم رب زدني علماً۔

اللہ عزوجل اپنے کلام پاک میں ارشاد فرماتا ہے!

ما كان محمد اباً احد من رجالكم ولكن رسول الله وخاتم النبيين (القرآن الحکیم، سورہ احزاب آیت ۴۰)
ترجمہ: اور اے لوگو! محمد ﷺ تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں ہاں وہ اللہ تعالیٰ کے رسول اور سب نبیوں سے
آخری نبی ہیں۔

لہذا جو شخص حضور ﷺ کو خاتم الانبیاء و المرسلین نہیں مانتا وہ منکر ہے اس آیت کلام اللہ کا۔ اور منکر ایک بھی آیت کلام
اللہ کا کافر ہی نہیں بلکہ مرتد ہے اور مرتد کے احکام یہ نسبت کافر کے بہت سخت ہیں۔ چنانچہ فتاویٰ عالمگیری میں ہے!

اذا لم يعرف الرجل ان محمداً ﷺ اخر الانبياء عليهم و على نبينا السلام فليس بمسلم كذا في
البيضة۔ (الفتاویٰ العالمگیریہ ج ۲ ص ۲۶۳ مطبوعہ مصر)

ترجمہ: جب کوئی آدمی نہ جانتا ہو کہ حضرت محمد ﷺ آخری نبی ہیں تو وہ مسلمان نہیں ہے اور نتیجہ میں اسی طرح ہے۔

وايضاً فيه

ويجب اكفار الزيدية كلهم في قولهم بانتظار نبى من العجم ينسخ دين نبينا و سيدنا محمد ﷺ
كذا في الوجيز للكردي۔ (الفتاویٰ العالمگیریہ ج ۲ ص ۲۶۴ مطبوعہ مصر)

ترجمہ: زید یہ فرقہ کے تمام افراد کو کافر قرار دیتا واجب ہے کیونکہ وہ کہتے ہیں کہ ہم عجم کے ایک نبی کے انتظار میں ہیں جو ہمارے

آقا و مولیٰ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے دین کو منسوخ کر دے گا۔ امام کردری کی وجہ میں اسی طرح ہے۔

اور جب ایسے شخص کو کافر کہنا اور جاننا واجب ہے جو مختل ہو اور مجوز ہو و غیر جدید کے آنے کا بعد نبی کے مستقل جو غیر ہو کر تو ایسے شخص کو کافر جاننا ضروری واجب ہے جو بالفعل کسی نبی مستقل کی موجودگی کا معتقد ہو اور یہ جو عقیدہ اہل سنت کا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام قرب قیامت میں تشریف لائیں گے وہ بیرو شریعت محمد رسول اللہ ﷺ ہو کر آئیں گے نہ کہ بحیثیت نبی مستقل کے۔ حررہ ابو محمد محمد دینار علی شاہ الرضوی۔

فتاویٰ دیدار بین اول مطبوعہ لاہور ۲۰۰۶ء ص ۶۵۰ تا ۶۵۱

ترتیب و تخریج و ترجمہ: علامہ مفتی محمد علیم الدین نقشبندی مجددی

☆☆☆☆

☆☆☆☆

☆☆☆☆



قادیانیوں کی مدد یا حفاظت کرنا

علامہ مفتی جلال الدین احمد امجدی علیہ الرحمہ

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ اخلاقی طور سے انسانیت کے رشتے سے قادیانیوں کی مدد یا حفاظت کرنا جائز ہے یا ناجائز ہے؟ پوری تفصیل صادر فرمائیں نوازش ہوگی۔ بیٹو اتو جروا

از نسیم الدین وارثی کانپور

الجواب: مجدد اعظم اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی رضی اللہ عنہ ربہ القوی تحریر فرماتے ہیں! ”کتاب دافع البلاء مطبوعہ ریاض ہند صفحہ ۹ پر غلام احمد قادیانی لکھتا ہے کہ! ”سچا خدا وہی ہے جس نے قادیان میں اپنا رسول بھیجا“۔ پھر چند سطر بعد تحریر فرماتے ہیں کہ اپنی گڑھی ہوئی کتاب براہین غلامیہ کو اللہ عز و جل کا کلام ٹھہرایا کہ خدائے تعالیٰ نے براہین احمدیہ میں یوں فرمایا۔ (فتاویٰ رضویہ ج ۳ ص ۲۹۹)

اور حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمہ والرضوان تحریر فرماتے ہیں کہ! قادیانی کی تصنیف ازالہ اوہام ص ۶۸۸ میں ہے کہ حضرت رسول خدا ﷺ کے الہام و وحی غلط تھی۔ اور اسی کتاب کے صفحہ ۲۶ و صفحہ ۲۸ میں لکھتا ہے کہ قرآن شریف میں گندی گالیاں بھری ہیں۔ (بہار شریعت حصہ اول ص ۵۷) قادیانیوں کے اسی طرح کے اور بھی بہت کفری عقیدے ہیں جن کی بنا پر علمائے حرمین شریفین نے قادیانی کی نسبت بالاتفاق فرمایا کہ من شک فی عذابہ و کفرہ فقد کفر یعنی جو اس کے (معذب اور) کافر ہونے میں شک کرے وہ بھی کافر۔ (فتاویٰ رضویہ جلد ششم ص ۵۱)

اور جب قادیانی کافر و مرتد ہیں تو مرتد کے لیے بادشاہ اسلام کو حکم ہے کہ انہیں قتل کر دے۔ ملاحظہ ہو در مختار مع شامی ج سوم ص ۲۸۶ اور جب ان کے قتل کا حکم ہے اور انہیں زندہ رہنے کا حق حاصل نہیں ہے تو ان کی مدد یا حفاظت کرنا کیسے جائز ہو سکتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

☆☆☆☆

☆☆☆☆

☆☆☆☆

قادیانی اور لاہوری مرزائی مسلمان یا کافر؟

علامہ پیر سید جماعت علی شاہ علی پوری رحمۃ اللہ علیہ

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین وفقہ درج ذیل مسئلہ میں کہ!

(۱) مرزا غلام احمد قادیانی کے ماننے والے قادیانی یا لاہوری مسلمان ہیں یا کافر؟

(۲) ان کو مسلمان سمجھنے والے کیسے ہیں۔ قادیانی یا لاہوری مرزائیوں کی نماز جنازہ پڑھنی یا پڑھانی جائز ہے کہ ناجائز؟ نیز نماز جنازہ پڑھنے، پڑھانے والوں کو کوئی سزا یا کفارہ تو ادا نہیں کرنا پڑے گا بعض لوگ کہتے ہیں کہ پڑھنے والوں کے نکاح ٹوٹ گئے ہیں۔

مذکورہ سوالات کے جوابات شریعت محمد مصطفیٰ ﷺ اور فقہ حنفیہ کی روشنی میں فتویٰ کی صورت میں حل فرماویں۔

سائل: محمد علی مستری آرے والا۔ نارووال ضلع سیالکوٹ

الجواب بعونہ تعالیٰ:

قانون شریعت اسلامیہ اور قانون پاکستان کے مطابق قادیانی مرزائی جو مرزا غلام احمد کو نبی مانتے ہیں مطلقاً کافر ہیں۔ اسی طرح لاہوری جو کہ مرزا کو مجدد مانتے ہیں بھی قطعاً کافر ہیں۔ یہ لوگ ہرگز مسلمان نہیں ہیں بلکہ کافر، مرتد، خارج از اسلام ہیں۔ تفسیر ابن کثیر میں ہے!

ومن قال بعد نبینا نبی یکفر لانه انکرا لنص۔

جو شخص ہمارے نبی کے بعد کسی اور کو نبی تسلیم کرے وہ کافر ہے کیونکہ وہ نص قطعی کا منکر ہے اور نص قطعی کا منکر کافر ہے۔

تفسیر روح البیان میں ہے!

ومن ادعی النبوة بعد موت محمد لا یكون دعواه الا باطلاً۔

اور جس شخص نے محمد ﷺ کے بعد نبوت کا دعویٰ کیا وہ جھوٹا اور کذاب ہے۔

چونکہ مرزائی تمام کافر ہیں جو ان کو مسلمان سمجھے وہ بھی کافر ہے۔ جن لوگوں نے انکو مسلمان سمجھ کر جنازہ پڑھا ہے وہ کافر ہو گئے ہیں۔ ان کو چاہیے کہ وہ اپنے ایمان اور نکاح کی تجدید کریں اور جن لوگوں نے ان کا جنازہ ان کو غیر مسلم سمجھتے ہوئے پڑھا ہے

ان کا یہ جنازہ پڑھنا بھی ممنوع، حرام اور ناجائز ہے۔ لہذا غیر مشروع لفظوں کے استعمال، 'ولا تصل علیٰ احد منہم مات ابدًا'۔

اگر کافروں میں سے کوئی مر جائے تو اس کا جنازہ نہ پڑھے اور جنازہ میں شرط اول میت کا مسلمان ہونا ہے۔ فتاویٰ شامیہ میں ہے!

وشرطہا اسلام المیت۔ کہ میت کا مسلمان ہونا جنازہ کے لیے شرط ہے اور مرزائی چونکہ کافر ہیں لہذا ان کا جنازہ پڑھنا ناجائز ہے۔ جن لوگوں نے جنازہ میں شرکت کی ہے ان کو چاہیے کہ توبہ علی الاعلان کریں اور احتیاطاً اپنے نکاح اور ایمان کی یہ لوگ بھی تجدید کریں۔ واللہ ورسولہ اعلم بالصواب۔

☆☆☆☆ ☆☆☆☆ ☆☆☆☆

فتاویٰ جماعتیہ ص ۲۰۹ تا ۲۱۱

مرتب مفتی غلام رسول دارالعلوم نقشبندیہ علی پور شریف ضلع سیالکوٹ
ناشر: دارالعلوم جامعہ جماعتیہ حیات القرآن بازار پاپڑ منڈی شاہ عالمی گیٹ لاہور

اگر قادیانی سنی بن کر کسی سے نکاح کرے تو کیا نکاح ہوگا؟

مفتی محمد ظلیل خان القادری البرکاتی النوری علیہ الرحمہ

سوال: بخدمت جناب مولوی صاحب السلام علیکم!

علمائے شریعت اسلامیہ حضرت محمد ﷺ کے مطابق سنی حنفی مسلک کو مد نظر رکھتے ہوئے اس مسئلہ کے بارے میں کیا فرماتے ہیں کہ! میری شادی حیدر آباد میں ڈاکٹر سید بشیر احمد شاہ کی صاحبزادی سیدہ اُمت الکریم سے ۱۲، اگست کو ہوئی۔ شادی کے وقت مجھے قطعی طور پر علم نہیں تھا کہ یہ لوگ قادیانی ہیں۔ مجھے بتایا گیا تھا کہ مسلم سید ہیں۔ لیکن شادی کے بعد جب آہستہ آہستہ انہوں نے میرے اوپر قادیانیت کی تبلیغ شروع کی جب میرا اپنے خسر سے جھگڑا ہو گیا۔ اور جب مجھے یہ ثبوت مل گیا کہ میرے خسر قادیانی ہیں۔ میں نے اپنی آنکھوں سے دوسرے لوگوں کی موجودگی میں انہیں ”مجلس خدام احمدیہ“ یونٹ نمبر ۶ لطیف آباد حیدر آباد (قادیانیوں کی نام نہاد مسجد) میں نماز پڑھتے ہوئے کئی دفعہ دیکھ لیا اور مجھے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ وہ یہاں نماز پڑھاتے بھی رہے ہیں تو میری بیوی سیدہ اُمت الکریم اور اسکے سگے بھائی سید منیر احمد نے کہنا شروع کر دیا کہ ابا قادیانی ہیں تو کیا ہوا ہم تو قادیانی نہیں ہیں۔ میں اپنی بیوی سے کہتا رہا ہوں کہ اگر تم اپنے آپ کو سنی کہتی ہو تو میرے عقائد پر چلو اور اپنے ابا سے کہو کہ وہ قادیانیت کی تبلیغ بند کریں اور میرے معاملات میں دخل اندازی نہ کریں۔ لیکن وہ باز نہ آئے حتیٰ کہ میری بیٹی شمرین پیدا ہوئی تو انہوں نے یہ سوچ کر کہ یہ اکیلا ہے اور اب لڑکی بھی ہو چکی ہے اس لیے مجبور ہو جائے گا اپنا پورا دباؤ ڈالا۔ لیکن جب جھگڑا بڑھ گیا اور وہ کامیاب نہ ہوئے تو وہ میری بیوی اور بیٹی کو ۲۱ جولائی کو لے گئے اور آج تک واپس نہیں بھیجا۔ اب مسئلہ یہ ہے کہ میں سنی حنفی ہوں۔ میری بیوی زبانی تو کہتی ہے کہ وہ سنی ہے لیکن مجھ سنی کو چھوڑ کر عملاً اپنے قادیانی والدین کی عزت و تعظیم اور فرمانبرداری کرتی ہے اور انکا ہر طرح کا کہنا مانگتی ہے حتیٰ کہ اسکے کہنے پر مجھ سنی کو چھوڑ کر تقریباً سوا سال سے اپنے قادیانی والدین کے ساتھ رہ رہی ہے اور میرے بار بار بلانے کے باوجود نہیں آ رہی ہے یہاں یہ بھی عرض کر دوں کہ جب میری بیوی (موجودہ عمر ۳۳ سال) اور اسکا بھائی سید منیر احمد شاہ (موجودہ عمر ۳۶ سال) نابالغ تھے اس وقت انکا باپ بشیر احمد اپنا سنی مسلک چھوڑ کر قادیانی ہوا تھا۔ اس کمسنی کی عمر سے لیکر آج تک یہ دونوں بہن بھائی قادیانی باپ کے پاس اور اسکے ماحول میں پرورش پاتے رہے حتیٰ کہ سن بلوغت کو پہنچ کر بھی آج تک کبھی انہوں نے نہ تو اپنے باپ کی مخالفت کی نہ قادیانیت سے بیزاری کا اظہار اور نہ ہی اپنے سنی ہونے کا کوئی باقاعدہ اعلان کیا۔ جناب سے گزارش ہے کہ شریعت محمدی

ﷺ اور خفی سنی مسلک کی رو سے یہ فتویٰ صادر فرمائیں۔

(۱) کیا میری بیوی اور اس کا بھائی اس وقت سنی ہیں یا قادیانی؟

(۲) کیا میرا نکاح صحیح ہوا ہے یا نہیں اور اس وقت قائم ہے یا نہیں؟

مہربانی فرما کر فتویٰ پراپنے دستخط اور مہر ثابت فرمائیے اللہ تعالیٰ آپ کو اس کا اجر عظیم عطا فرمائے گا۔

واجد حسین قریشی ۲۵ نومبر ۱۹۷۹ء B-B-11/11، ایریا لیاقت آباد کراچی

الجواب: لا اله الا محمد رسول اللہ۔ حضور اقدس ﷺ کے بعد کسی کی نبوت ماننے کا جو قائل ہو وہ تو مطلقاً کافر و مرتد ہے اگرچہ کسی دلی یا صحابی کے لیے مانے۔ قال اللہ تعالیٰ 'ولکن رسول اللہ و خاتم النبیین و قال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم انا خاتم النبیین لانی بعدی۔ لیکن قادیانی تو ایسا مرتد ہے جسکی نسبت تمام علمائے کرام حرمین شریفین نے بالاتفاق تحریر فرمایا ہے کہ من شک فی کفرہ فقد کفر۔ اے معاذ اللہ مسیح موعود یا مہدی یا مجدد یا ایک ادنیٰ درجہ کا مسلمان جاننا درکنار جو اسکے اقوال ملعونہ پر مطلع ہو کر اسکے کافر ہونے میں ادنیٰ شک کرے وہ خود کافر ہے والعیاذ باللہ۔ اور قادیانی عقیدے والے یا قادیانی کو کافر و مرتد نہ ماننے والے، مرد خواہ عورت کا نکاح اصلاً، قطعاً ہرگز زہار، کسی مسلم کافر یا مرتد اس کے ہم عقیدہ یا مخالف العقیدہ غرض انسان یا حیوان جہان بھر میں کسی سے نہیں ہو سکتا، جس سے ہوگا زنائے محض ہوگا عالمگیری میں ہے الا یجوز للمرتدان یتزوج مع مرتدة ولا مسلمة ولا کافرة اصلية و كذلك لا یجوز نکاح المرتدة مع احد کذا فی المبسوط۔ تو بشیر احمد کی صاحبزادی سیدہ اگر واقعتاً اپنے باپ کے ہم عقیدہ تھی یا کم از کم عقل و تمیز کے بعد اسلام وارد تصحیح ہیں۔ تو یہ الابصار میں ہے! اذا ارتد صبی عاقل کا سلامہ۔ سمجھ والی ہونے کی حالت میں اگر اس نے قادیانیت کو قبول کیا یا اپنے باپ کو قادیانی جاننے کے باوجود مسلمان سمجھتی رہی تو اسی قدر اس کے مرتد ہونے کو بس ہے۔ تجربہ ہے کہ یہ مرتد لوگ بہت بچپن سے اپنی اولاد کو اپنے عقائد کفریہ سکھاتے ہیں۔ اور فرض کر لیں کہ وہ دل سے قادیانیت کو ارتداد جانتی ہے تب بھی اس پر فرض ہے کہ ایسوں سے نکاح توڑا لگ ہو جائے اور اپنی برأت کا اعلان کرے اور جب ایسا نہیں ہے تو اسی رسی میں باندھے جانے کے قابل ہے۔ پھر ایسے لوگوں سے ایسی قربت رکھنا یقیناً فساد و فتنہ دینی کا موجب ہوتی ہے تو سلامتی اسی میں ہے کہ اس سے دور رہی رہا جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

العبد محمد ظلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۱۲ محرم الحرام ۱۴۰۰ھ

☆☆☆☆

☆☆☆☆

☆☆☆☆

فرقہ بہائیہ کے غلط استدلال کی تردید

بھیر سید مہر علی شاہ چشتی گولڑوی

فرقہ بہائیہ کا معاذ اللہ نسخ شرع محمدی ﷺ پر اس آیت کو پیش کرنا (یدبر الامر من السماء الى الارض ثم يعرج اليه في يوم كان مقداره الف سنة مما تعدون) غلط فہم اور بے ہودہ خیال ہے۔ اُسی قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اما كان محمد ابنا احد من رجالكم ولكن رسول الله وخاتم النبيين۔ خاتم النبيين اسی کو کہا جاتا ہے کہ اس نبی کے بعد اور نبی نہ ہو۔ ایسا ہی حدیث شریف میں ہے: ان الرسالة والنبوة قد انقطعت فلا نبی بعدی ولا رسول یعنی پیغمبری ختم ہو چکی ہے میرے پیچھے کوئی پیغمبر نہ ہوگا۔ پھر بہاء الدین وغیرہ کیسے پیغمبر ہو سکتے ہیں اور شرع محمدی کس طرح منسوخ ہو سکتی ہے۔

آیہ یدبر الامر کا مطلب یہ ہے کہ خدائی بادشاہت اور کاروائی کی تدابیر دنیا میں آسمان سے زمین کی طرف اترتی رہتی ہیں۔ پھر قیامت آنے پر دنیاوی امور کی یہ سب تدابیر جاتی رہیں گی۔ اور وہ قیامت کا دن بوجہ شدت اور سختی کے کافر پر اس قدر لمبا اور دراز معلوم ہوگا کہ گویا ہزار سال کا دن ہے جیسا کہ سورہ سجدہ کی آیت مذکورۃ الصدر میں الف سنة مما تعدون آیا ہے۔ یا وہ قیامت کا دن سخت ہولناک ہونے کی وجہ سے کافر کو پچاس ہزار سال کا معلوم ہوگا سورہ معارج میں خمسين الف سنة وارد ہے۔ کوئی یہ خیال نہ کرے کہ ایک آیت میں ہزار سال اور دوسری میں پچاس ہزار سال مذکور ہے تو ایک آیت دوسری کے مخالف ٹھہری۔ اس لیے کہ ہزار سال اور پچاس ہزار سال سے مراد یہ ہے کہ کافر کو بہت لمبا اور دراز معلوم ہوگا اس کی درازی کو خواہ ہزار سال کیسے خواہ پچاس ہزار سال اور مومن کو وہ دن نماز فرضی کے وقت ادا سے کم مقدار معلوم ہوگا چنانچہ حدیث شریف میں یہی مضمون ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ آیت یدبر الامر کا مطلب وہ نہیں جیسا کسی جاہل نے نسخ شرع محمدی ﷺ کے بارہ میں سمجھا ہے۔ وہ جاہل یہ بھی نہیں سمجھتا کہ اگر اس آیت کا مطلب یہ ہوتا تو پھر آنحضرت ﷺ خاتم النبيين کیسے ٹھہرتے جب کہ معاذ اللہ بہاء الدین مع کتاب آسمانی آپ ﷺ کے بعد آنے والا پیغمبر ہوتا۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اسلام اور شرع محمدی ﷺ کو جہال اور بے دینوں کے حملوں سے بچائے۔ والسلام

۱۳۳۳ھ العبد الحق والعیسوی المذموم مہر علی شاہ غفی عنہ بقلم خود از گولڑہ

☆☆☆☆

☆☆☆☆

☆☆☆☆

قادی مہریس ۷۷ گولڈہ شریف اسلام آباد



قادیانی وبہائی کیساتھ سُنّیہ کے نکاح کا حکم

صدر الافاضل علامہ مفتی سید محمد نعیم الدین مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ

استفتاء!

کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرح متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص پہلے قادیانی تھا۔ اب قادیانی ہونے سے انکار کرتا ہے اور کہتا ہے کہ میں بہائی ہوں یعنی بہاء اللہ کا معتقد اور اسکے مذہب پر ہوں۔ بہاء اللہ وہ شخص ہے جسکی نسبت اخبار وغیرہ میں لکھا ہے اور بہت مشہور ہے کہ وہ مدعی نبوت تھا جسکا زمانہ عنقریب گزرا ہے دریافت طلب یہ امر ہے کہ مسلمہ سُنّیہ حنفیہ سیدانی لڑکی کا نکاح شخص مذکورہ سے شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ بیٹو تو جروا۔

الجواب:

بسم اللہ الرحمن الرحیم محمد و نصلی علی رسولہ الکریم۔ قادیانی مرزا کی نبوت کا قائل ختم نبوت کے معنی متواتر کا منکر ہے اور اس وجہ سے کافر ہے۔ اب بہائی ہو گیا تو اسوجہ سے اسکا کفر اٹھ نہ گیا جب تک کہ وہ اپنے کفر سے توبہ نہ کرے اور ختم نبوت کے معنی متواتر کو تسلیم نہ کرے۔ حضور ﷺ کی نبوت کے بعد کسی نبی جدید کے آنے کے خیال سے تابع نہ ہو اور تمام کفریات سے بیزاری کر کے از سر نو اسلام نہ لائے مسلمان نہیں ہو سکتا۔ بہائی ہو جانا اس کفر سے پاک نہیں کر دیتا بلکہ اب بھی وہ گندے کفر میں مبتلا ہے۔ مرزا نے جس قسم کا دین ایجاد کیا اور ضلالت کی جو راہیں اختیار کیں وہ سب اسکی طبع زاد نہیں اس نے اپنے زمانہ سے قبل کے بے دینوں و جالوں سے بہت کچھ اخذ کیا اور ان سب کا پس خوردہ جمع کر کے ایک دوکان لگائی۔ انہی میں سے بہائی فرقہ بھی ہے۔ تو قادیانی سے بہائی ہو جانا ایک ہی سلسلہ کے کفریات میں گشت لگانا ہے۔ اب سب کی مکاری ختم نبوت کے معنی متواتر کے انکار کو اپنا اصول بنانے سے چلتی ہے۔ ۸۳۵ھ میں جو پور میں ایک شخص ہوا جسکا نام میرا سید محمد تھا۔ اسکے باپ کا نام سید خاں، ماں کا نام بی بی آقا ملک۔ ماں باپ کے نام بدل کر حضور پر نور ﷺ کے ابوبن کریمین کے نام رکھے۔ ماں کا نام آمنہ اور باپ کا نام عبداللہ رکھا۔ اور یہ شخص مہدی موعود بنا۔ اس سے بھی کام نہ چلا۔ ماں باپ کا نام جاننے والوں نے اعتراض کیا تو اس ناپکار نے حضور اقدس اردا حنا فدا ﷺ کے والد ماجد کا نام عبداللہ ہونے سے انکار کر دیا۔ اور یہ مگر گڑھا کہ حضور کا اسم گرامی محمد عبداللہ ہے ابن کا لفظ راویوں کی غلطی سے زیادہ ہو گیا ہے۔۔۔ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلیٰ العظیم۔ اس شخص کے معتقدین اسکی مہدیت کی تصدیق کو فرض اور اسکا انکار کفر جاننے تھے لہذا وہ بھی اسی راستہ پر چلا ہے

جس طرح مرزا کے گھروالوں کو اسکے معتقدین اہل بیت اور اسکی بی بی کو ام المومنین کہہ کر ایوان رسالت کی نقل اتارتے ہیں۔ اسی طرح میرا سید محمد کے یہاں خلفاء راشدین ۵، صدیق ۲، مبشر بالجہ ۱۲، چوتھے فرقے، جنگ بدر، فاطمہ، حسین، ولایت سب بنا لیے گئے تھے۔ یہ لوگ اپنے گرو میرا سید محمد کو خلفاء راشدین اور تمام انبیاء و مرسلین سے افضل اور حضور ﷺ سے مرتبہ میں ہمسر و برابر ٹھہراتے تھے اور اسکو مفترض الطاعت سمجھتے تھے۔ شریعت طاہرہ کے احکام کا ناسخ اور صاحب شریعت جدیدہ ماننے تھے۔ اس پر وحی آنے کے معتقد تھے۔ چنانچہ سالہام العقاد میں اسکی وحی یوم لکھی ہے اقال الامام المہدی علیہ السلام علمت من اللہ بلا واسطہ جدید الیوم قل اتی عبد اللہ تابع محمد رسول اللہ محمد مہدی الزمان وارث نبی الرحمن عالم علم الکتاب والایمان مبین الحقیقۃ والشریفۃ والرضوان۔ اس وحی شیطانی کی زبان اور مضمون بھی قابل دید ہے یہ شخص بلا واسطہ اللہ سے اخذ علوم کا مدعی تھا ہندی میں بھی وحی کا دعویٰ کرتا تھا اور نئے نئے احکام کا نزول بتاتا تھا۔ زکوٰۃ میں بہت سی قطع و بریدیں لگائی تھیں۔ اسکے عقائد فاسدہ اور مکائد کاسدہ کہاں تک بیان کیے جائیں۔ علماء عرب و عجم اور فضلاء مکہ مکرمہ نے ان لوگوں کے کفر و قتل کے فتوے دیئے اور شاہان اسلام نے انہیں سزائیں دیں اور ہلاک کر دیا۔ پھر اس قسم کا کفر ایران سے پیدا ہوا۔

۱۸۱۹ء میں شیراز میں ایک شخص پیدا ہوا جسکا نام مرزا علی محمد تھا۔ اسی کو باب کہتے ہیں۔ اور اسکے معتقدین اس پر ایمان لانے والے بابی کہلاتے ہیں۔ یہ شخص بھی مہدی ہونے کا مدعی تھا۔ اپنے آپ کو مثل حضرت یحییٰ علیہ السلام کے اور ایک شخص کو جسکا لقب اس نے من بظہرہ اللہ جل ذکرہ مثل حضرت عیسیٰ کے ہیں۔ اس مرزا علی محمد باب نے پیغمبری کا بھی دعویٰ کیا۔ بہاء اللہ کی تعلیمات ص ۱۰ میں ہے سید مرزا علی محمد باب نے بھی پیغمبری کا دعویٰ کیا ہے۔ اس نے اپنی علیحدہ شریعت بنائی تھی۔ کتاب بہاء اللہ کی تعلیمات ص ۱۴ میں اسکا یہ قول موجود ہے میں نے جو شریعت لکھی ہے اس پر عمل کرنے کا حکم اسی وقت تم کو ملے گا جب کہ من بظہرہ اللہ ظاہر ہوگا۔ اور اس شریعت میں سے وہ جس بات کو پسند کرے گا اس پر عمل کرنے کا حکم دے گا اور جسکو وہ ناپسند کرے گا اسکو تم مٹ کرنا۔

طہران میں اس پر سب سے پہلے مرزا حسین علی اس پر ایمان لایا۔ مرزا علی محمد نے اسکو بہاء اللہ کا لقب دیا۔ اس مرزا حسین علی عرف بہاء اللہ نے دعویٰ کیا کہ وہ من بظہرہ اللہ ہے جس کی علی محمد باب نے بشارت دی ہے۔ کتاب بہاء اللہ کی تعلیمات ص ۱۹ میں ہے ایڈر بانوئل میں بہاء اللہ نے کہا کہ جس شخص کی بشارت مجھکو حضرت باب نے دی ہے اور جس کی راہ میں انہوں نے جان فدا کی وہ میں ہی ہوں من بظہرہ اللہ میرا لقب ہے۔ اس بہاء اللہ پر ایمان لانے والے بابی کہلاتے ہیں۔ کتاب مذکور کے ص ۲۰ میں ہے جنہوں نے حضرت بہاء اللہ کا دعویٰ قبول کیا ان کا نام بابی ہو گیا۔ بہاء اللہ خدا کی طرف سے بے واسطہ علم ملنے اور مبعوث من اللہ ہونے کا مدعی تھا۔ بہاء اللہ کی تعلیمات ص ۲۵ میں ہے یکا یک خدا کی قسم لطف مجھ پر

گذری اور جو کچھ ابتداء آفرینش سے اب تک ظہور میں آیا اسکا علم اس نے مجھے دیا۔ ص ۲۶ میں لکھا ہے اسی نے مجھ کو حکم دیا کہ میں اسکے نام کی منادی کروں۔ ص ۳۲ میں لکھا ہے ہم خدا اور اسکے حکم پر جو ہم پر اور ہم سے پہلے نازل ہوا ہے ایمان لاتے ہیں۔ اس بہاء اللہ نے اپنی نبوت کا سکہ جمانے کے لیے ختم نبوت کا انکار کیا۔ چنانچہ ص ۳۳ میں لکھا ہے پیغمبروں کا ظاہر ہونا محال اور غیر ممکن نہیں جانتے اور اگر کوئی شخص اس بات کو محال جانے تو پھر اس میں اور ان لوگوں میں کیا فرق ہے جنہوں نے خدا کے ہاتھوں کو بندھا ہوا سمجھا وہ کون جمہور اہل اسلام اور مخصوص اہل سنت اگر یہ لوگ خدا تعالیٰ کو مختار جانتے ہیں تو انہیں لازم ہے کہ اس شہنشاہ ازلی کے ہر حکم کو قبول کریں جو اسکے رسول کی معرفت صادر ہوں۔ ص ۳۵ میں لکھا ہے الطاف باری کی شہنشاہی اور خوشگوار ہونے چکا کر مجھے یہ حکم دیا کہ میں زمین و آسمان کے درمیان اسکے نام کی منادی کروں۔ یہ بات میں نے خود نہیں کی بلکہ خدا کی ہی طرف سے کی۔ اس کی ہدایت ہوئی تھی۔ ص ۴۱ پر یہ قول لکھا ہے میرا علم خدا کا عطا کردہ ہے کسی انسان سے حاصل نہیں کیا ہے۔ اس بہاء اللہ کی تعلیمات کے آخر حصہ کے ص ۱۷ میں لکھا ہے خدا تم کو کھانا کھانے کا حکم دیتا ہے مگر خبر وارد دوسے زائد نہ کرنا۔ تیسری طلاق کے بعد کی حرمت اور بغیر حلالہ عدم حلت کے حکم کی تبدیلی ص ۱۸ اسی کتاب میں ہے خدا نے منع کر دیا کہ جو تم تیسری طلاق کے بعد کیا کرتے تھے۔ گناہا جا سب حلال کر دیا۔ اسی کتاب کے ص ۴ میں ہے ہم نے حلال کیا تمہارے اوپر گانے اور بجانے کا سنتا۔ اس گروہ کا دستور تہذیب کرنا بھی ہے۔ اسی کتاب کے ص ۴۷ میں اسکا اقرار ہے۔

اتنے بیان سے ظاہر ہو گیا کہ مرزا غلام احمد اور بہاء اللہ ختم نبوت کے معنی متواتر کے انکار میں شریک ہیں۔ دعوے مہدیت میں شریک ہیں۔ مثل مسیح ہونے کے دعوے میں شریک ہیں۔ رسالت اور وحی کے دعوے میں شریک ہیں۔ تبدیلی احکام شرع میں شریک ہیں۔ دونوں کے کفر ہوئے۔ اب بہاء اللہ خود بھی رسول بننا ہے اور اپنے اوپر وحی آنے بے واسطہ اللہ سے علم پانے کا مدعی ہے۔ اور مرزا علی محمد کو بھی پیغمبر مانتا ہے۔ حلال کو حرام اور حرام کو حلال بھی کرتا ہے۔ کتنے کفر و میں مبتلا اور اپنے معتقدین کو مبتلا کرنے والا ہے۔ یقیناً انکی تصدیق کرنے والے کافر و مرتد خارج از اسلام ہیں۔ شفاء شریف میں ہے!

و کذلک قال من تنباء وزعم انه یوحی الیہ قالہ سحنون وقال ابن القاسم دعی الی ذلک سرا وجہراً قال اصبح وهو کالم تد لانه کفر بکتاب اللہ مع القرۃ علی اللہ وقال اشہب فی یہودی تنباء وزعم انه یوحی ارسل الی الناس او قال ان بعد نبیکم نبی انه یستتاب ان کان معلناً بذلک فان تاب والاقول و ذلک لانه مکذاب النبی ﷺ فی قوله لا نبی بعدی مفتوی علی اللہ فی دعواه علیہ الرسالۃ والنبوة۔

علامہ شرح فقہ اکبر میں فرماتے ہیں او قد یکون فی ہذا من یتستحق القتل کمن یدعی النبوة بمثل هذه الخیر عبارات او بطلت تغیر شئی من الشریعة ونحو ذلک۔

اب ثابت ہو گیا کہ وہ شخص قادیانی تھا جب بھی کافر تھا اور یہائی ہوا اب بھی کافر ہے اس کے ساتھ مسلمہ کا نکاح نہیں ہو سکتا ہمیشہ حرام ہوگا۔ والیاذباللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم و علمہ عز اسمہ اتقن واحکم۔
کتبہ العبد المعتصم بحبلہ المتین محمد نعیم الدین عفاعنہ المعین



مرزا غلام احمد قادیانی کو اگر مجدد زماں مانا جائے؟

علامہ مفتی محمد نظام الدین ملتانی رحمۃ اللہ علیہ

سوال:

مرزا غلام احمد قادیانی کو اگر مجدد زماں مانا جائے تو بجا ہے یا نہیں؟

جواب:

مرزا صاحب مذکور کو ہرگز مجدد زماں نہیں مانا جاسکتا۔ کیونکہ مجدد کے لیے چند شرائط مقرر اور متعین ہیں۔ چنانچہ کتاب مجالس الامار مجلس ۸۳ میں بایں طور مسطور ہے کہ مجدد وہ ہو سکتا ہے جسکی لیاقت علیت و بزرگی کو علمائے وقت تسلیم کر لیں۔ نہ یہ کہ وہ اپنی زبان سے میاں مٹھو طوطا کی طرح مجدد ہونے کا اپنے منہ سے دعویٰ کرے اور کہلائے۔ اور مرزا صاحب میں یہ صفت کہاں۔ دیکھو اسکی عبارت عربی جو یہاں بطور نمونہ مٹھے از خروارے تحریر کر دی جاتی ہے جس پر ادنیٰ لیاقت والے طالب علم بھی اعتراض کرتے ہیں اور ہنسی اڑاتے ہیں۔ اور مرزا صاحب کی چند تصانیف سے کتاب اعجاز المسح کی چند غلطیاں پیر مرہ علی شاہ صاحب نے سیف چشتیائی اور صاحب فیصلہ آسمانی میں بایں طور نقل کر دی ہیں۔ وہو ہذا۔ وانی سمیتہ اعجاز المسیح وقد طبع فی مطبع ضیاء الاسلام فی سبعین یوماً من شہر الصیام وکان من الہجرہ ۱۳۱۸۔ ومن شہر النصاری ۲۰ فروری ۱۹۰۱ء مقام الطبع قادیان جلع گورداسپور۔

اب ناظرین انصاف فرمادیں کہ کیا یہ عبارت صحیح ہے کیا ہمینہ رمضان شریف ۷۰ دن کا ہوتا ہے اور امید ہے کہ مرزائی صاحبان اس جگہ بھی کچھ تاویل کر لیں گے حالانکہ یہ تمام عبارت بے ربط اور خلاف محاورہ عرب کے ہے اور غلطی دوم ضلع گورداسپور کی بجائے غور و اسفور ہونا چاہیے۔ ۳) غلطی باہتمام اکھیم فضل الدین بعد التریب فضل الدین ۴) غلطی صفحہ ۲ من کل نوع الجناح۔ نوع للجناح کیونکہ کل معرفہ پرا حاطہ جزاء کا افادہ دیتا ہے اور وہ یہاں پر مقصود نہیں غلطی صفحہ ۳ کل امرہم علی النقیوی۔ اس مقام پر کل امرہم ہونا چاہیے تھا چونکہ کل مجموعی خلاف ہے۔ غلطی صفحہ ۴ فلا ایمان لہ او یضیع ایمانہ۔ دودفعہ ایمان کے لفظ کا تکرار بے قاعدہ اور خلاف محاورہ عرب ہے۔ غرضیکہ مرزا صاحب نے کہیں تو مقامات حریری و غیرہ کتب سے عبارتیں چرائی ہیں۔ لفظی اور کہیں معنوی تحریف قرآن مجید و احادیث شریف کی گئی ہے۔ جسکو پیر صاحب موصوف نے اپنی تصنیف سیف چشتیائی میں ص ۸۱ تا ۸۲ قلمبند کر دیا ہے اور ان شاء اللہ تعالیٰ فقیر بھی ہر ایک جلد میں چند اغلاط

مرزا غلام احمد قادیانی کے لکھتا رہے گا۔

اور دوسری شرط محمد کی یہ ہے کہ وہ اپنے ظاہر اور باطن کو مطابق شریعت جناب محمد رسول اللہ ﷺ کے رکھتا ہے اور اقوال و افعال اسکے ہرگز خلاف شریعت کے نہیں ہوتے اور مرزا صاحب میں یہ ہر دو صفیں موجود نہ تھیں۔ نہ تو مرزا صاحب نے باوجود استطاعت و فاضل الہیائی و مرفہ الحالی حج کیا اور نہ ہی پتلی روٹی گئیوں کی کھانے سے تین روز متواتر باز رہے اور نہ فرش چڑے اور کھجوروں کے پتوں سے بنایا اور نہ ہی مرزا صاحب نے کباب اور زردے اور پلاؤ کھانے سے منہ پھیرا اور نہ ہی جموٹے الہام بیان کرنے سے زبان کور و کا اور نہ ہی نبیوں کی توہین کرنے سے قلم بند کیا اور نہ ہی ۳۲ کروڑ مسلمانوں کی پارٹی پر کفر کا فتویٰ لگانے سے شرم کی اور نہ ہی قرآن مجید اور احادیث شریف اور اجماع اُمت کے اقوال کی تحریف معنوی کرنے سے قلم کو تھما۔

تیسری شرط محمد کی یہ ہے کہ جو بدعت اور بت پرستی اور برے کام جو لوگوں کے درمیان مروجہ اور قائم ہو چکے ہوں انکو وہ اپنی ایمانی طاقت، استقامت، حوصلہ اور حلیمی سے دور کر دیتا ہے۔ مرزا صاحب نے تو بجائے ان باتوں کے بدعت اور بت پرستی کی تیغ قائم کی۔ چنانچہ اپنی تصویریں بنوا کر ملکوں میں تقسیم کیں۔ حالانکہ یہ بالکل برخلاف قرآن مجید و احادیث صحیحہ و اجماع صحابہ علیہم الرضوان کے ہے۔ اور علاوہ اسکے اپنے آپ کو خدا کہلا نا اور آسمان و زمین کے پیدا کرنے پر اپنے آپ کو قادر سمجھنا جیسا کہ کتاب البریہ و حقیقت الوحی و دافع البلاء وغیرہ میں مذکور ہے۔ علاوہ اسکے خود مرزا صاحب کا دعویٰ کرشن جی کا بھی ہے جسکی تعلیم شرک و بدعت سے بھری ہوئی ہے۔ چنانچہ گیتا ترجمہ فیضی سے پوسٹ ماسٹر پیر بخش صاحب نے بایں طور ابیات نقل کیے ہیں۔

ابیات

من از ہر سہ عالم جدا گشتہ ام	جہی گشتہ از خود خدا گشتہ ام
منم ہر چہ ہستم خدا از من است	فنا از من است و بقا از من است
باشجار بیٹیل بدانی مرا	برگہائے نارو بدانی مرا
اگر گوش داری چنان میشوی	خدایے شوی و خدایے شوی

تتبع

ہمہ شکل اعمال مگر رفتہ اند	بہ تقلیب احوال دل گفتہ اند
گرفتار ندان آمدش اند	زہیدانشی خصم جان خود اند

اب ناظرین مرزا صاحب کے کلمات اور بھی بغور و ہوش دیکھئے اور سنیے اور انصاف فرمائیے۔ ترجمہ: میں نے اپنے ایک کشف

میں دیکھا کہ میں خود خدا ہوں اور یقین کر لیا کہ وہی ہوں من عینہ کتاب البریہ مصنفہ مرزا صاحب صفحہ ۸ سے ۷۷۔

اللہ تعالیٰ میرے وجود میں داخل ہو گیا اور میرا غضب اور علم اور تقویٰ و شیرینی اور حرکت اور سکون سب اسی کا ہو گیا اور اسی حالت میں یوں کہہ رہا تھا کہ ہم ایک نیا نظام اور نیا آسمان اور نئی زمین چاہتے ہیں سو میں نے پہلے تو آسمان اور زمین کو اجمالی صورت میں پیدا کیا جس میں کوئی ترتیب و تفریق نہ تھی پھر میں نے منشاء حق کے موافق اس کی ترتیب و تفریق کی۔ اور میں دیکھتا تھا کہ اس کے خلق پر قادر ہوں۔ پھر میں نے آسمان دنیا کو پیدا کیا۔ اور انا زمینا السماء الدنيا بمصباح۔ پھر میں نے کہا اب ہم انسان کو مٹی کے خلاصہ سے پیدا کریں گے۔ پھر میری حالت کشف سے الہام کی طرف منتقل ہو گئی اور میری زبان پر جاری ہوا۔ اردت ان استخلف فخلق آدم انا خلقنا الانسان فی احسن تقویم من عینہ کتاب البریہ ص ۷۷ سے ۹ تک۔

آگے چل کر اسی کتاب کے صفحہ ۱۹۲ میں جہاں یہ مضمون چھڑا ہوا کہ امام مہدی و عیسیٰ مسیح میں ہوں اور وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام مرچکے ہیں اور جو لوگ انکو زندہ ہونا آسمان پر مانتے ہیں وہ جاہل، احمق اور نادان ہیں۔ قرآن مجید اور احادیث کو گور سے نہیں سمجھتے اور جب انکو پوچھا جائے کہ اسکے آسمان سے اترنے اور جانیکا ثبوت کیا ہے تو پھر نہ کوئی آیت پیش کر سکتے ہیں اور نہ کوئی حدیث (۱)۔

پناہ بخدا! میرے صاحبان دیکھو مرزا صاحب کا کس قدر جھوٹ بولنا ثابت ہے حالانکہ حضرت پیر مہر علی شاہ صاحب فاضل اجل عالم بے بدل رحمۃ اللہ علیہ لاہور میں خود بحث کرنے کے لیے مع بسیار علمائے دین کے تشریف لائے اور مرزا صاحب بھاگ گئے۔ اور ایسا ہی پیر سید جماعت علی شاہ صاحب علی پوری کے مقابلہ کرنے سے بھاگتے رہے۔ آخر الامر اسکے دعویٰ کی تردید میں کتاب سیف چشتیائی و شمس الہدایت تیار ہوئیں اور اسی طرح ہزار ہا علمائے دین جواب بدلائل قاطعہ اب تک دے رہے ہیں اور خاص کر اب بھی رفیق پیر بخش صاحب پشتر پوسٹ ماسٹر انجمن تائید الاسلام کی طرف سے مستقل طور پر رسالہ ماہواری نکلتا ہے جسکے جواب دینے میں مرزا صاحب اور مرزا کے پیرو لا نسلم کا سبق پڑھ کر لا جواب ہو گئے اور ان شاء اللہ ہوتے رہیں گے۔

گر نہ بیند بروز شپہ چشم چشمہ آفتاب را چہ گناہ

اور اب فقیر بھی مرزا صاحب کے گدی نشینوں اور مقبضین کو نوٹس دیتا ہے کہ اگر مرزا صاحب اور آپ لوگ سچے ہیں تو میں ہزار روپیہ جو مرزا صاحب نے کتاب البریہ کے ص ۱۹۲ میں بطور انعام اس دعویٰ پر ارقام فرمایا ہے براہ مہربانی بصیغہ منی آرڈر روانہ فرمایا جاوے اور اپنی تحریر مطالب کے مطابق جواب ملاحظہ کر لیں مطالبہ یہ ہے!

”اگر تمام اسلامی فرقوں کی حدیث کی کتابیں تلاش کرو تو صحیح تو کیا کوئی وضعی حدیث بھی ایسی نہ پاؤ گے جس میں لکھا

ہو کہ حضرت عیسیٰ جسم غصری کے ساتھ آسمان پر چلے گئے تھے اور پھر کسی زمانہ میں زمین کی طرف واپس آئیں گے۔ اگر کوئی ایسی حدیث پیش کرے تو ہم ایسے شخص کو بیس ہزار روپے تک تاوان دے سکتے ہیں اور تو بہ کرنا اور تمام اپنی کتابوں کو جلا دینا اور اسکے علاوہ ہوگا جس طرح چاہیں تسلی کر لیں۔“ (من عینہ کتاب البریہ)

اور ص ۱۹۳ میں یوں لکھا ہے: ”جہاں کسی کا واپس آنا بیان کیا جاتا ہے عرب کے فصیح لوگ رجوع بولا کرتے ہیں نہ نزول۔“ من عینہ۔

اب ناظرین نے مرزا صاحب کی عبارت کا مطلب تو سمجھ لیا ہوگا کہ جو بعض حدیثوں میں صرف نزول کا لفظ وارد ہے وہ غیر فصیح ہے یہ لفظ ذی عزت آدمی کی خاطر بولا جاتا ہے اور یہ عام محاورہ ہے نزول من السماء اور رجوع کا کلمہ کسی حدیث وضعی کتاب مذہب اسلامیہ میں بھی اس کا ثبوت نہیں۔ اور اگر کوئی شخص دیکھا دے تو اس کو بیس ہزار علاوہ سزا اور تاوان کے دوں گا۔

میرے صاحبان ذرا انصاف سے حدیثوں کو ملاحظہ فرمائیں اور دیکھیں کیا ان میں رجوع اور نزول من السماء کا کلمہ ہے یا نہیں۔ اگر ہے تو میرزا کی صاحبان سے تحریر شدہ تاوان لے دیں اور اگر وہ نہ دیں تو سمجھ لیں یہ کذاب ہیں اور نہ ہی مرزا صاحب صادق اور مجدد ہو سکتے ہیں اور وہ دلائل یہ ہیں!

حدیث ۱:

”قال الحسن قال رسول الله ﷺ لليهود ان عيسى لم يموت وانه راجع اليكم قبل يوم القيامة“۔ (نقل از تفسیر درمنثور و سیف صفحہ ۲۵)

ترجمہ: یعنی کہا حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے واسطے جن مبین اہل یہود کے حضرت عیسیٰ علیہ السلام اب تک نہیں مرادہ تمہاری طرف آئے والا ہے قیامت سے پہلے۔ لو اس حدیث میں رجوع کا لفظ موجود ہے اور حدیث بھی صحیح ہے۔

حدیث ۲:

”روى اسحق بن بشير وابن عساكر عن ابن عباس قال قال رسول الله ﷺ فعند ذلك ينزل اخي عيسى ابن مريم من السماء“۔ (نقل از کنز العمال)

ترجمہ: یعنی کہا حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے نزدیک ہے کہ میرا بھائی عیسیٰ بن مریم آسمان سے نزول فرمائے گا۔ (اس حدیث میں کلمہ من السماء کا موجود ہے)

حدیث ۳:

”فانه لم يموت الى الآن بل رفعه الله الى هذا السماء روى ابن جرير وابن حاتم عن ربيع قال

ان النصاری اتوا النبی ﷺ الى ان قال السثم تعلمون ربنا حي لا يموت وان عيسى ياتي عليه الفناء۔۔۔ (نقل از سیف ۱۳۴)

ترجمہ: یعنی کیا تم لوگوں کو علم نہیں کہ رب ہمارا زندہ ہے۔ اس پر کبھی موت نہیں آئے گی اور عیسیٰ پر موت آئے گی۔
حدیث ۴:

”عن عبد الله بن سلام قال يدفن عيسى بن مريم مع رسول الله ﷺ و صاحبه فيكون قبره رابعا۔۔۔ (نقل از مشکوٰۃ)

ترجمہ: یعنی فرمایا کہ دفن ہوں گے حضرت عیسیٰ علیہ السلام ساتھ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اور ابو بکر و عمر کے اور ان کی قبر چوتھی ہوگی۔
حدیث ۵:

”عن ابي هريره قال قال رسول الله ﷺ كيف انتم اذا نزل ابن مريم من السماء فيكم و امامكم منكم۔۔۔ (رواہ بیہقی فی کتاب السماء والصفات)

قارئین کیا حدیث نمبر اول میں رجوع اور حدیث نمبر ۵۲ میں کلمہ من السماء کا واقعہ ہے یا نہیں۔ اب مہربانی فرما کر میرزائی حضرات کو لازم ہے کہ ایقائے عہد کریں۔ یا مرزا صاحب کی اتباع سے توبہ کریں۔ اور علاوہ اسکے مرزا صاحب کے اور بھی کلمات ہیں۔ اصل کو غور سے دیکھیں اور انصاف کریں کہ کیا یہ مطابق قرآن مجید و احادیث شریف و اجماع مسلمین و ائمہ دین مجتہدین و مجددین کے ہیں یا نہیں۔ وہو هذا انت منی بمنزلہ اولادی انت منی و انا منک۔ (نقل از کتاب دفع البلاء و معیار اہل الصطفاء ص ۱۶ انت منی و انا منک حقیتہ الوحی ص ۸۶ اور معنی ان کے یوں کیے جاتے ہیں کہ تو مجھ سے ایسا ہے جیسا کہ اولاد۔ تو مجھ سے ہے اور میں تجھ سے ہوں۔

قارئین! کیا مرزا صاحب کا یہ کہنا سچ ہے؟ ہرگز نہیں یہ صریح جھوٹ ہے اور خداوند کریم پر افتراء باندھا ہوا ہے چنانچہ قرآن شریف خدا کی تردید کرتا ہے۔ لم یلد ولم یولد۔ نہیں جتا اس نے کسی کو۔ اور نہ جتا گیا وہ کسی سے۔ لم یخذل ولم یکن له شریک فی الملک۔ و من اظلم ممن افتری علی اللہ کذباً الخ۔ الذین کذبوا علی ربہم الا لعنة اللہ علی الظالمین۔ فویل الذین یکتبون الکتاب بایدہم ثم یقولون هذا من عند اللہ لیشتروا به ثمناً قليلاً الخ۔

پس ان تمام مذکورہ بالا آیات بینات سے واضح ہوا کہ جو شخص اللہ تعالیٰ پر افتراء باندھے یعنی خدا کا بیٹا ہونے کا دعویٰ کرے یا خود خدا بنے یا اپنے ہاتھ سے کوئی کتاب لکھ کر کہے کہ یہ اللہ کا کلام ہے جو میرے منہ سے نکلتا ہے سو وہ ظالم، لعنتی اور دوزخی

ہے۔ ازالۃ الاولاد ہام ص ۵۳۳ میں بایں طور لکھا ہے کہ براہین احمدیہ خدا کا کلام ہے اور اسی کتاب کے ص ۲۶۸، ۲۶۹ میں لکھا ہے کہ انبیاء علیہم السلام جھوٹے ہوتے ہیں۔ خدا کی پناہ ایسے مجددوں سے۔

میرے صاحبان انصاف فرمائیے کہ جس آدمی کے یہ الفاظ ہوں کیا وہ آدمی بقانون شریعت حضور ﷺ مسلمان بھی رہ سکتا ہے۔ ہرگز نہیں ہرگز نہیں۔ الغرض مرزا صاحب کی صورت میں بھی چھوڑ نہیں ہو سکتے۔

☆☆☆☆ ☆☆☆☆ ☆☆☆☆

جامع الفتاویٰ مطبوعہ فیصل آباد ص ۳۲۰ تا ۳۲۵



﴿مرزائی کافر ہیں ان کے ساتھ میل جول رکھنا جائز نہیں﴾

علامہ پیر مفتی ابوالنصر محمد ریاض الدین قادری رحمۃ اللہ علیہ

استفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین درج ذیل مسائل کے بارے میں؟

- (۱) کیا مرزائیوں کے ساتھ میل جول رکھنا، ان کے ساتھ برادری بھائی چارہ رکھنا جائز ہے یا نہیں؟
- (۲) کیا ایک مرزائی مرنے کے بعد مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کیا جاسکتا ہے؟
- (۳) کیا ایک ایسا مرزائی جو حالت مرزائیت میں ہی مر گیا ہو ایک مسلمان اس کے لئے دعائے مغفرت کر سکتا ہے؟
- (۴) کیا ایک ایسے قبرستان میں جہاں مسلمانوں کے ساتھ مرزائی بھی دفن ہوں، اجتماعی دعائے مغفرت کی جاسکتی ہے؟
- (۵) اگر ایک مسلمان مرزائی ہو جائے یا مرزائی اسلام قبول کر کے دوبارہ مرزائی ہو جائے تو اس کے بارے میں ہمارا دین کیا حکم دیتا ہے؟

(سائل) حسن اختر

ہیلتھ سنٹر، دو میل، تحصیل چنڈ، ضلع انک

الجواب بعون الوهاب:

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم بسم اللہ الرحمن الرحیم: مرزائی ختم نبوت کے منکر ہونے کی وجہ سے دائرہ اسلام سے خارج ہیں۔ ان کا پیشوا ملعون و مردود، ان میں دجالوں میں سے ایک جن کے متعلق باذن اللہ عالم الغیب سید عالم نور مجسم احمد مجتبیٰ علیہ السلام نے آج سے چودہ صدیاں پہلے واضح الفاظ میں فرمادیا ہے کہ ثلاثون دجالون کذابون (الحدیث) اور ظاہر ہے کہ جسے ہمارے آقا کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے تمیں کذاب دجالوں میں شمار فرمایا ہے اسے جو لوگ اپنی بدبختی کی وجہ سے نبی یا محدود مانتے ہیں وہ مسلمان کیسے ہو سکتے ہیں؟ اور جو مسلمان نہ ہو اس کے ساتھ برادری، بھائی چارہ رکھنا تو درکنار قرآن مجید کی زد سے تو ان کے ساتھ صرف مل کر بیٹھنا بھی منع ہے۔ بشرطیکہ بیٹھنے والوں کو معلوم ہو کہ وہ ظالم دین اسلام کے دشمن ہیں۔ ارشاد باری: فلا تقعد بعد الذکر مع القوم الظالمین کے یہی معنی ہیں۔ دعائے مغفرت مسلمانوں کے لئے ہوتی ہے۔ مرزائی جو بافتاق امت کافر ہیں ان مردودوں کے لئے دعائے مغفرت کرنے کا کیا

معنی؟ کفار، منکرین دین و ایمان اور منکرین دعا و درود ہی کے لئے تو مشہور مثال زبان زد کاس و عام ہے کہ مر گیا مردود نہ فاتحہ نہ درود۔ میرے خیال میں تو سائل کو غلط فہمی ہوئی ہے ورنہ مرزائی مغفرت کے قائل ہی کہاں ہوں گے۔ یہاں ایک میں تو مرزائیوں کے ہم نوا وہابی بھی میت کی دعا سے روکتے ہیں۔ ہاں مسلمانوں کے لئے اپنے آقا کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ ارشاد گرامی ہے: ”اذا صلیت علی المیت فاخلصوا له الدعاء“ یعنی جب تم میت پر نماز پڑھ چکو تو اس کے لئے خلوص کے ساتھ دعا کرو لیکن یہ امر مسلمانوں کے لئے ہے اور صرف اہل اسلام ہی اس کے قائل و عامل ہیں۔ کوئی غیر مسلم میت کے لئے دعائے مغفرت کا قائل نہیں۔ باقی رہی یہ بات کہ اگر کوئی مرزائی اہل اسلام کے قبرستان میں دفن ہو گیا ہو اور بعد میں پتہ چلا ہو کہ وہ مرزائی تھا تو وہاں کے مسلمانوں پر لازم ہے کہ وہاں موٹے الفاظ میں نمایاں جگہ یہ لکھوائیں کہ یہاں مرزائی بھی دفن ہے اس لئے دعائے مغفرت کرتے وقت صرف مسلمانوں کی مغفرت کے لئے دعا کی جائے کیونکہ جس کے بارے علم ہو کہ یہ کفر و بدعتیہ کی پر مراء ہے اس کے لئے دعائے مغفرت مانگنا بجائے خود کفر ہے۔

خلاصہ جواب یہ ہوا کہ مرزائی گستاخ، ختم نبوت کے منکر ہونے کی وجہ سے کافر ہیں اور مسلمانوں کا کسی بھی کافر کے ساتھ بھائی چارہ رکھنا جائز نہیں۔ نہ اس کی بخشش کے لئے دعا کرنا جائز ہے اور نہ ہی اسے مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کرنے کی شریعت مطہرہ نے اجازت دی ہے۔ لہذا انھوں نے اللہ من ذلک جو آدمی مرزائی ہو یا مرزائی مسلمان ہو کر پھر مرتد ہو گیا ہو اس کے ساتھ مسلمانوں کا وہی سلوک ہونا چاہیے جو باقی کفار کے ساتھ ہوتا ہے۔ حضور سید المرسلین علیہ الصلوٰۃ والسلام کا جو گستاخ ہے اس کے ساتھ مسلمانوں کا کوئی بھائی چارہ نہیں۔

هذا عندی واللہ تعالیٰ ویاعطائہ رسولہ الاعلیٰ اعلم بحقیقۃ الاحوال۔

راقم محمد ریاض الدین خفی قادری چشتی نقشبندی سہروردی غفرلہ

۲۶ شوال المکرم ۱۴۱۸ ہجری المقدس/ ۲۴ فروری ۱۹۹۸ء

[ریاض الفتاویٰ سے ماخوذ فتویٰ]

☆☆☆☆

☆☆☆☆

☆☆☆☆

بیعت فارم پر دستخط اور مرزائیوں کے پیچھے نمازیں

محدث اعظم مولانا محمد سردار احمد چشتی رضوی رحمۃ اللہ علیہ

سوال:

زید نے اقتصادی حالات کو انتہائی کمزوری و ملازمت و جگر رہائش کے نہ ملنے کی مایوسی سے مرزائی کو دست بنایا اسکے پاس رہائش اختیار کی اور اس دوست نے دوسرے مرزائیوں کے اصرار پر زید سے اپنے بیعت فارم پر دستخط کروائے زید بظاہر مرزائی ہوا اور ان کے ساتھ نمازیں بھی ادا کیں اس خیال سے کہ نماز خدا کی اور الفاظ قرآن کے ہیں کیا فرق ہوگا اپنے آپ کو اس مدت سے مسلمان ہی تصور کرتا رہا ملازمت و رہائش و جگہ ملنے کے بعد زید نے مرزائیوں سے قطع تعلق کر دیا تو کیا وہ مسلمان رہا اور اسکا نکاح اپنی بیوی سے قائم رہے گا اگر نہیں تو دوبارہ ہو سکتا ہے یا حلالہ کی ضرورت ہوگی اگر نہیں تو نکاح کی صورت میں اسے عدت کے ایام کا خیال رکھنا پڑے گا اور وہ عرصہ کہ جب تک وہ نکاح نہ کرے یا بہت عرصہ پہلے گذر چکا ہے اس کا کفارہ ادا کرے زید نے یہ معاملہ آجکل کسی کو نہیں بتایا اسکے والدین بیوی بچے سب بے خبر ہیں نکاح ٹوٹ جانے کی صورت میں جیسا کہ زید نے بتایا اسکے مندرجہ بالا فعل سے قبل اسکی بیوی حاملہ تھی اور اس فعل کے بعد اسکو بیوی سے ملنے کا اتفاق ہوا اور اس نے بیوی سے مجامعت بھی کی کیا وہ بچہ جو ڈیڑھ دو ماہ کے بعد پیدا ہوا حرام زادہ نہ ہوگا اور اسکے دو بچے اور ہیں وہ کس صورت میں سمجھیں زید اپنے آپ کو مسلمان سمجھتا رہا اور نکاح کو بھی درست سمجھتا رہا بیوی کو علم نہیں ہے اس قسم کے بچوں کا نکاح مسلمان مرد یا عورت سے ہو سکتا ہے ایسے بچے وراثت کے حقدار ہونگے یہ معاملہ تھا۔ چار برس بعد اور دوستوں پر ظاہر ہوا ہے اور دوستوں کی بحث انتہائی پیچیدہ سمجھی گئی ہے جسکا ذکر کر دیا گیا ہے اور یہ ضروری سمجھا گیا کہ کسی ایسے مفتی سے اسکا فیصلہ ہو اس معاملہ میں شریعت مجرم کی بھول غلطی یا کم علمی کی جس حد تک بھی حمایت ہو سکے بہت غور سے فتویٰ سے مستفیض فرمادیں زید اس بحث سے نفسانی طور پر بیمار ہو گیا ہے۔ بیٹو اتو جرو۔

الجواب:

زید سے جبکہ مرزائی کے بیعت فارم پر دستخط کرائے تو زید کافر و مرتد ہو گیا۔ زید اسلام سے باہر ہو گیا اور مرزائی ہو گیا۔ اسکی نماز شرعاً نماز نہیں اور اسکا اپنے آپ کو مسلمان تصور کرنا شرعاً غلط اسکی بیوی نکاح سے باہر۔ اسکی بیوی اگر زید کے مرزائی ہونے پر بے خبر رہی تو وہ معذور ہے۔ زید کی بیوی کو جو حمل زید کے مرزائی ہونے سے پہلے ہوا اس حمل سے جو بچہ پیدا

ہوگا وہ جائز اولاد سے ہے۔ زید نے مرزائی بننے کے بعد جو جماعت کی تو قطعاً حرام مگر جو بچہ ڈیڑھ دو ماہ کے بعد پیدا ہوا تو اس بچہ کو حرام زادہ نہیں کہا جائے گا کیونکہ اس بچہ کا وجود اسکے مرزائی بننے سے پہلے ہو چکا تھا۔ ہاں اس نے جو جماعت کی وہ حرام ہے۔ پہلے بچے کے بعد جو دو بچے پیدا ہوئے وہ حرام اور زنا کے ہیں کیونکہ نکاح ٹوٹ چکا تھا اس لیے وہ دو بچے حرام کاری و زنا و بدکاری سے ہوئے اور اسکے بچے بچیاں مسلمان رہیں گے تو ان کا نکاح مسلمان عورت مسلمان مرد سے جائز ہے ایسے بچے جو حرام کاری و بدکاری سے ہیں وہ ثابت النسب نہیں ہیں ان کا چونکہ شرعاً باپ نہیں لہذا ایسے بچے ماں کی وراثت کے حقدار ہیں ماں کے توسط سے جتنے رشتہ دار ہونگے شریعت کے مطابق ایسے بچے ان رشتہ داروں کے ورثاء ہوں گے ان کی وراثت کے شریعت کے مطابق حقدار ہوں گے مسئلہ کی صورت واقعی پیچیدہ ہے اور اس پیچیدگی کا حل یہ ہے کہ وہ شخص جلد از جلد مرزائی مذہب سے توبہ کر لے نئے سرے سے کلمہ اسلام پڑھے تجدید اسلام کرے حرام کاری سے توبہ کرے تو اس کے بعد اپنی سابقہ بیوی سے دوبارہ نکاح کرے حلالہ کرنے کی یا عدت گزرنے کی اس میں ضرورت نہیں دو مسلمان گواہوں کے سامنے اس شخص میں اور اسکی بیوی میں ایجاب و قبول ہو جائے یا کسی نکاح پڑھانے والے مسلمان سے شرعی گواہوں کے سامنے ایجاب و قبول کرائے تو نکاح ہو جائے گا اس شخص پر فرض ہے کہ اپنی بیوی سے معافی مانگے کیونکہ اس نے سابقہ بیوی کی عصمت دری کی ہے اس سے حرام کاری کی ہے اور اس بیچاری کو شوہر کے مرزائی ہونے کا علم نہیں چونکہ وہ لاعلم رہی اس حرام کاری کی وجہ سے وہ گہنچا رہ نہ ہوئی مگر اس شخص کی عذر جہالت ایسے قضیہ میں مقبول نہیں توبہ کرے مسلمان ہو جائے اپنی بیوی سے دوبارہ شریعت کے مطابق نکاح کرے بس قضیہ ختم ہے۔ واللہ تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم۔

☆☆☆☆ ☆☆☆☆ ☆☆☆☆

جامع الفتاویٰ (فتاویٰ محدث اعظم پاکستان) ص ۵۲۳ تا ۵۲۴ مرتب مولانا محمد اسلم رضوی علوی

ناشر: بنی دارالاشاعت علویہ رضویہ ذبحکوث روڈ فیصل آباد

قادیانیوں کے یہاں ملازمت کرنے کا حکم

علامہ مفتی محمد وقار الدین قادری رحمۃ اللہ علیہ

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس سلسلہ میں کہ ہمارے ملک میں قادیانیوں کے کافی بڑے بڑے مل اور کارخانے موجود ہیں جو کہ روزمرہ ضروریات زندگی کی مصنوعات تیار کرتے ہیں اور انکے کارخانوں میں ہزاروں غریب مسلمان بحیثیت مزدور کام کرتے ہیں۔ کیا قادیانیوں سے مسلمانوں کو کاروبار یعنی خرید و فروخت کرنا جائز ہے یا ناجائز؟ درخواست ہے کہ مسئلہ مسئلہ کی ذرا تفصیل سے وضاحت فرمادیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے۔

طالب دعا: نواب عبدالغنی نشتر روڈ سکھر

الجواب:

قادیانی غیر مسلم قرار دیئے جا چکے ہیں لیکن کافر سے بیع و شراء کرنا جائز ہے اور انکے کارخانوں کی ملازمت بھی جائز ہے البتہ مسلمان کافر کی ایسی ملازمت نہیں کر سکتا جس میں اسکی توہین ہو مثلاً کافر کی خدمت گاری کرنا، بدن دہانا وغیرہ اسی طرح گھریلو کاموں کی ملازمت جن کا مقصد خدمت گاری کرنا ہو۔

قادیانیوں کے کفر کا بیان

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان عظام اس مسئلہ میں کہ ہمارے شہر گھارو اور ضلع ٹھٹہ کے گرد و نواح میں قادیانی رہتے ہیں۔ ان میں ایک قادیانی عبدالحجید جو انکا سیکرٹری ہے اور واٹر بورڈ فکٹر پلانٹ میں ہیڈ کلرک ہے۔ عبدالحجید قادیانی نے اپنے اور اپنے بیٹوں اور دیگر مختلف ناموں سے تمام مشروبات کی ایجنسیاں عرصہ ۲۰ سال سے لے رکھی ہیں اسی طرح تمام اخبارات و رسائل کی ایجنسیاں بھی لی ہوئی ہیں اخبار ”جنگ“ کی نمائندگی بھی ان کے پاس ہے جو تمام علاقوں میں سپلائی ہوتا ہے۔ مشروبات کی کمپنیز میں سے ”پاکولا“ والوں سے اس سلسلہ میں جب رجوع کیا گیا تو کمپنی کے وکیل نے کہا کہ قادیانی اقلیت میں ہیں ان سے لین دین میں کوئی حرج نہیں اور شرعی کوئی مسئلہ نہیں ہے۔

قادیانیوں کے دیگر معاملات میں مسلمان یا مسلمانوں کے معاملات میں قادیانی شمولیت یعنی قادیانیوں کو شادی غمی، کھانا پینا، میل جول، دفتری معاملات قادیانیوں سے دنیاوی مشاورت قادیانیوں کو اپنے برتنوں میں کھانا کھلانا پلانا، عید کی مبارک دینا، تعزیت کرنا اور دیگر جو مسلمانوں کے احکام ہیں ان میں شرکت کرنا یا ان کو شریک کرنا جائز ہے یا نہیں؟ قرآن و حدیث کی روشنی میں فتویٰ عنایت فرمائیں۔ بینوا تو جروا

سائل: حافظ عبدالخالق رکن انجمن عاشقان رسول گھارو

الجواب:

قادیانی دعوائے نبوت کرنے حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور انکی والدہ ماجدہ پر بہتان و افتراء باندھ کر اور قرآن کریم کی تکذیب کر کے ایسا کافر ہے کہ اسکے کفر پر تمام مسلمانوں کا اتفاق ہے۔ اور پاکستان میں اسے غیر مسلم قرار دیا جا چکا ہے۔ اسکے باوجود بے حیائی اور ڈھٹائی سے اپنے آپ کو مسلمان کہتا ہے اس لیے اس کے احکام کا فر ربی مجاہد کے نہیں ہیں بلکہ مرتد کے ہیں۔ اور اس کی وجہ یہ ہے کہ ابتداء میں بچہ جب یولنا شروع کرتا ہے تو ہر وہ شخص جو اپنے آپ کو مسلمان کہتا ہے اس کو کلمہ سکھاتا ہے اسکے بعد جب بچہ بڑا ہو جاتا ہے تو وہ اپنے عقائد سیکھتا ہے اور بچہ جب سمجھ دار ہو جائے تو اسکا اسلام معتبر ہو جاتا ہے اسکے بعد اگر عقائد کفر یہ سیکھتا ہے اور ان پر اعتقاد رکھتا ہے تو کافر ہو جاتا ہے لہذا یہ مرتد ہوا۔

حکومت اسلامی میں کافر اور مرتد کے احکام میں فرق ہے۔ کافر سے معاملات جائز ہیں جبکہ مرتد سے معاملات بھی جائز نہیں ہیں اور مرتد کسی مال کا مالک ہی نہیں رہتا۔ اسکا حکم یہ ہوتا ہے کہ اسکو قید کیا جائے گا اگر تین دن میں توبہ کرے گا تو یہ قبول کر لی جائے گی ورنہ قتل کر دیا جائے گا اور اسکے زمانہ ارتداد کے کمائے ہوئے مال کو غرباء پر صدقہ کر دیا جائے گا۔ ہدایہ اور عالمگیری وغیرہ میں ہے!

وان مات او قتل علی ردتہ انتقل ما اکتسبه فی اسلامہ الی ورثتہ المسلمین وکان ما اکتسبه فی حال ردتہ فیثا۔ (ہدایہ اولین ص ۲۰۱ مکتبہ شریعت علیہ ملتان)

اور اگر مرتد مر گیا یا حالت ارتداد میں قتل کر دیا گیا تو اس نے جو کچھ حالت اسلام (ایمان) میں کمایا وہ اس کے مسلمان ورثاء میں منتقل ہو جائے گا اور وہ مال جو اس نے حالت ارتداد میں کمایا تو وہ مسلمان غرباء و مساکین میں تقسیم کر دیا جائے گا۔

جب وہ اپنے مال کے مالک ہی نہیں رہے ہیں تو ان سے خرید و فروخت کرنا مسلمانوں کو ناجائز ہے۔ لہذا حکومت اسلامی میں قادیانی پر یہ احکام جاری کیے جائیں گے۔ اور ملنا جلنا، سلام کلام اور دوسرے محبت کے تعلقات قائم نہیں کیے جائیں گے۔ سوال میں قادیانیوں کے متعلق جن کاموں کا ذکر کیا گیا ہے حکومت کی ذمہ داری ہے کہ یہ تمام ایجنسیاں قادیانیوں

سے واپس لے لی جائیں۔

☆☆☆☆

☆☆☆☆

☆☆☆☆

وقار الفتاویٰ جلد اول ص ۱۷۲ تا ۲۷۳ بزم وقار الدین کراچی



﴿بارہواں باب﴾
متفرقات

www.nafseislam.com

فلسفہ ختم نبوت

حامداً لعلماء علامہ مفتی احمد میاں برکاتی مدظلہ

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم و علی الہ وصحبہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم O

انسان جب اپنے نفس سے باہر جھانکتا ہے تو اسے افق کے کناروں سے پرے غیب کا ٹھائیں مارتا ہوا ایک قلمزم تاپیدا کنار دکھائی دیتا ہے بلکہ وہ اپنے نفس کے اندر بھی جھانکتا ہے تو اُسے آغاز و انجام ایک پھیلی کی طرح نظر آتا ہے جسکی آخری حقیقت اسکی ظاہر بین عقل سے پوشیدہ ہے نہ صرف انسان کا عقل علم، لاعلمی سے شروع ہو کر لاعلمی پر ختم ہو جاتا ہے بلکہ انسانی عزائم اور اداروں کی ابتدا اور انتہا بھی بے خبری سے شروع ہو کر بے خبری پر ختم ہو جاتی ہے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے فرمایا: ”عرفت ربی بفسخ العزائم“۔ انسانی عزائم اور اداروں کے ٹوٹ جانے سے مجھے پتہ چل گیا ہے کہ اس کائنات پر اصل حکمرانی انسان سے بالاتر ایک ہستی اور طاقت کی ہے۔ ۱۔

پھر بھی جب انسان نے بہت زور لگایا تو اندازہ ہوا کہ انسان کے علم کا آغاز ایسے حالات و کوائف کے تحت ہوتا ہے جن کی تحقیق و تفتیش وہ ایک حد سے آگے نہیں کر سکتا اور انسان کا علم ایک ایسی حد پر جا کر ختم ہو جاتا ہے جس سے آگے کے مسائل فقط انسانی جستجو سے حل نہیں ہو سکتے۔ یہ بھی دیکھا گیا کہ آغاز و انتہاء کی ان دو لاعلمیوں کے درمیان انسانی علم کی جو مختصر سی زندگی ہے اسکے دوران میں بھی علم کی بقاء، انسانی معاشرے کی بقا کی محتاج ہے۔ جب علم سے علم نکر جاتا ہے جب پیچیدہ معاشرتی مسائل کا حل معلومات سے فراہم نہیں ہوتا تو اس وقت انسان کو کائنات کی فطری ہدایات کی جانب سے رہنمائی کی حاجت ہوتی ہے جسکا پیغام صرف ”نبی“ دے سکتے ہیں۔ جہاں علم انسانی کی حد ختم ہو جاتی ہے وہاں سے نبوت کی سرحد شروع ہوتی ہے۔ منصب نبوت کے حاملین ہر دور میں انسانی چندا کو گھٹست دیتے رہے مگر انسان بھٹکتا رہا۔ یہاں تک کہ رب کائنات نے ”خاتم النبیین“ کی بعثت فرما کر سلسلہ نبوت و ہدایت کی تکمیل کر دی۔

محمد کریم ﷺ کی ذات اقدس میں کائنات کے لیے ایک ایسا اسوہ کاملہ وجود میں آ گیا جسکی کامل رہنمائی سے زندگی کے تمام مسائل حل ہو سکتے ہیں۔ انسانی زندگی کے ہر پہلو کے لحاظ سے حضور ﷺ کی قائدانہ صلاحیتیں اُس مقام پر ہیں کہ انسانیت اپنی تکمیل کے لیے ہر وقت انہیں ذرہ کمال پر دیکھے گی۔ بلکہ مقام نبوت کی وسعتیں ہمیشہ ہمیشہ کے لیے انسانی ترقی

آپ کا ہر وصف اپنے کمال پر نظر آئے گا اور اگر معاذ اللہ اسی وصف کو الگ کر دیا جائے تو آپ کے اوصاف کی کمائی حیثیت ختم ہو کر ہ جائے گی۔ اور بہ نظر غائر دیکھا جائے تو آپ کے اسم ذاتی محمد سے بھی یہ کلمہ مل ہو جاتا ہے۔۔۔ یہ بات نہایت واضح ہے کہ اس کائنات میں سے سب سے پہلے ”محمد“ نام آپ کا ہی رکھا گیا۔۔۔ آپ سے پہلے کسی کا نام محمد نہ تھا۔۔۔ اور آیت مذکورہ کا آغاز بھی ماسکان محمد سے ہوا ہے۔۔۔ ذرا نام پاک محمد کے معنی پر غور کر لیجئے۔۔۔ نام مبارک محمد کا عام اور سادہ ترجمہ ہی کیا جاتا ہے کہ وہ ذات جسکی تعریف کی گئی۔۔۔ ترجمہ کی صحت میں کوئی شبہ نہیں۔۔۔ لیکن اس جامعیت کبریٰ۔۔۔ برزخ کامل کے فضائل و کمالات اس سے کہیں بلند و بالا ہیں۔۔۔ خدا کے تمام نبی اسکے نزدیک موجب توصیف ہیں۔۔۔ دنیا کے حکماء۔۔۔ علماء۔۔۔ اور فاتحین۔۔۔ عام انسانوں کی نظر میں لائق مدح و ستائش ہیں ایسے اس ترجیح کی صحت کو پورے طور پر تسلیم کرتے ہوئے اور زیادہ وسعت دی جائے۔۔۔ صاحب المفردات راغب اصفہانی ”محمد“ کے معنی لکھتے ہیں:

”الذى اجمعت فيه الخصال المحموده“ جس ذات میں تمام خصال محمودہ جمع ہوں۔ ع

یعنی مختصر لفظوں میں یہ کہا جاسکتا ہے کہ اسم محمد کے معنی ”مجموعہ خوبی“ کے ہیں لہذا اگر یوں کہا جائے تو غلط نہ ہوگا کہ نام مبارک ”محمد“ حضور کے نہ صرف نبی بلکہ خاتم النبیین ہونے کی دلیل بھی ہے۔۔۔ ایسے کہ مجموعہ خوبی اور مخلوق کامل کے آگے کوئی نقطہ ہی نہیں ہے۔۔۔ اسی حالت پر کمال کلی کی انتہاء اور معارف کا اختتام ہے۔۔۔ مستشرقین یورپ میں سے جن لوگوں نے رسول عربی ﷺ کی حیات و سیرت طیبہ کا مطالعہ کیا ہے۔۔۔ تنقیص کی ہزار کوششوں کے باوجود اعتراف کمال پر مجبور ہوئے۔۔۔ اس لفظ خاتم کو دو طرح پڑھا گیا ہے (تاء کے زبر کے ساتھ خاتم اور تاء کے زیر کے ساتھ خاتم)۔۔۔ لیکن دونوں کے معنی ایک ہیں۔ یعنی آخری نبی۔۔۔ تو اس ایک آیت مبارکہ سے ہی خوب واضح ہے کہ حضور آخری نبی ہیں اور آپ کے بعد نبوت کا باب بند ہو چکا ہے۔ اب کوئی نبی کسی طرح کا پیدا نہ ہوگا۔۔۔ اس آیت کی تائید میں علماء نے کم از کم سولہ آیات قرآنیہ جمع فرمائی ہیں۔ جن کی تفصیل کی اس مختصر مضمون میں گنجائش نہیں ہے۔۔۔ تاہم ایک اس مفہوم کی آیت ملاحظہ فرمائیں:

”اليوم اكملت لکم دينکم واتممت علیکم نعمتی“ آج میں نے تمہارے دین کو مکمل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت کو مکمل کر دیا۔ ع

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے دو چیزوں کے مکمل فرما دینے کا اعلان فرمایا ہے۔ پہلی چیز ”دین“ ہے دوسری چیز ”نعمت“ ہے۔۔۔ نعمت سے مراد ذات رسول اکرم ﷺ ہے، یا نبوت ہے، یا وحی ہے۔ ع

گویا اب اسلام کے بعد کوئی نیا دین الہی قیامت تک نہ ہوگا اور حضور کے بعد کوئی شخص نبی نہیں بنایا جائیگا۔۔۔ نبوت بھی ایک نعمت ہے۔۔۔ اور یہ نعمت بنی اسرائیل پر باقسط نازل ہوتی رہی مگر ہم پر اللہ تعالیٰ نے اس نعمت کو بھی مکمل فرمادیا اور اپنی نعمت

کاملہ محمد رسول اللہ ﷺ کی صورت میں ہم کو عطا فرمادیا۔۔۔ اب اگر اسکے بعد بھی ہم اپنی طرف سے نبی بنانے لگے تو یہ قہر خداوندی کو دعوت دینے کے مترادف ہے۔۔۔ گویا ہم نعمت خداوندی سے محرومی کا شکار نہیں بلکہ نعمت کاملہ سے مستفید ہونے کے باعث سرور و شاداں ہیں۔ ”قل بفضل اللہ و برحمته فبذلک فلیفرحوا“ ۹۔ اللہ کے فضل اور اسکی رحمت ملنے پر خوشیاں مناؤ۔

قرآن کریم کی اس نص قطعی کے علاوہ دیگر بہت سی آیات میں جن کا خلاصہ یہی ہے۔۔۔ کہ حضور اکرم ﷺ چونکہ ساری مخلوق کے رسول ہیں اور سب کو کافی ہیں اور تمام اوصاف کے جامع ہیں اسلیے یہ وصف ختم نبوت بھی آپ کو ہی عطا فرمایا گیا۔ پوری امت مسلمہ کا اس پر اجماع ہے۔

احادیث مبارکہ سے بھی فلسفہ ختم نبوت خوب واضح ہوتا ہے اور اس عنوان پر بے شمار احادیث موجود ہیں۔۔۔ جن کو ایک تحریر میں جمع کرنا نہایت مشکل ہے اگر ہم حدیث کی چھ صحیح مشہور کتب سے ہی حدیثیں بیان کریں تو ایک رجسٹر تیار ہو جائے۔ حدیث شفاعت میں ایک حدیث بخاری و ترمذی میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ کل بروز شرب تمام لوگ انبیائے کرام کے پاس سے شوکریں کھاتے پریشان حال آپ کے پاس آئیں گے تو کہیں گے: ”انت رسول اللہ وخاتم الانبیاء“۔ ۱۰۔ آپ اللہ کے رسول ہیں اور خاتم الانبیاء ہیں۔ یعنی ہم سب انبیاء کے پاس ہو کر آگئے ہیں کہیں ہماری نہ سنی گئی اور آپ آخری نبی ہیں۔۔۔ اگر یہاں بھی دھگیری نہ ہو تو پھر کہاں ہوگی؟ گویا اہل محشر کا یہ عقیدہ ہے کہ ختم نبوت کے عظیم الشان منصب کی وجہ سے حضور ﷺ شفاعت فرمانے کے زیادہ مستحق و لائق ہیں۔

خود حضور ﷺ نے مرتبہ ختم نبوت کو ”وجہ فضیلت“ قرار دیا چنانچہ مسلم اور ترمذی کی روایت ہے آپ نے فرمایا! مجھے اور انبیاء پر چھ فضیلتیں دی گئیں اسی میں فرمایا! ”ختم بی النبیین“ ۱۱۔۔۔ مجھ سے انبیاء کو ختم کیا گیا۔ عرابض بن ساریہ سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا!

میں اللہ کے نزدیک خاتم النبیین لکھا ہوا ہوں۔ ۱۲ اور بے شک آدم ابھی اپنی مٹی میں تھے۔ حضرت جابر کی روایت ہے: میں قائد مرسلین ہوں اور غر نہیں، میں خاتم النبیین ہوں اور غر نہیں۔ ۱۳۔ حضور اکرم ﷺ کے جسم مقدس پر مہر نبوت کا نبوی نشان موجود تھا اور یہ وصف کسی نبی میں موجود نہ تھا۔ حضرت علی کی روایت ابھی پیچھے گزری۔ ۱۴۔

ختم نبوت کے الفاظ کے ساتھ ایسی حدیثیں بھی وارد ہیں جن میں اللہ کے رسول ﷺ نے انبیائے کرام کو ایک عمارت سے تشبیہ دی اور خود کو ایک اینٹ سے تشبیہ دی اور عمارت نبوت کی تکمیل اپنی ذات سے بتائی مسلم شریف میں پوری تشبیہ کے بعد یوں فرمایا! ”فانا موضع اللبنت، جنت فختمت الانبیاء“۔ اس کا مل اور حسین عمارت میں جس اینٹ کی

جگہ خالی تھی میں اس اینٹ کی جگہ ہوں اور میں نے انبیاء کو ختم کیا۔ ۱۵

اس معنی اور مفہوم کے لیے بہت سے صحابہ کرام کے لفظ لانی بعدی (میرے بعد کوئی نبی نہیں) آیا ہے اس میں لفظ لا وہی ہے جو کلمہ لا الہ الا اللہ میں ہے۔ یعنی جس طرح اللہ کے سوا کسی کیلئے کسی قسم کی الوہیت ماننا شرک ہے اسی طرح ختمی مرتبت کے بعد کسی کیلئے کسی قسم کی نبوت ماننا کفر، ضلالت اور ارتداد محض ہے لا نبی بعدی کے معنی یہی ہیں کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں۔ اور خلفاء ہوں گے اور کثرت سے ہوں گے۔ ۱۶

ایک روایت یوں ہے کہ لا نبیۃ بعدی۔ ۱۸ (میرے بعد کوئی نبوت نہیں)۔ ختم نبوت کے سلسلے میں نبی کریم ﷺ نے یہ بھی واضح فرمادیا کہ لوگ میرے بعد دعویٰ نبوت و رسالت کریں گے لیکن وہ سب جھوٹے ہوں گے۔ ”فاحذر وہم“ ان سے بچنا۔ ۱۹

اسی مفہوم کے لیے حدیث میں ایک لفظ ”عاقب“ بھی آیا ہے۔ جسکے معنی ہیں سب سے آخر میں آنے والا آپ نے فرمایا وانا العاقب۔ ۲۰ اور میں سب سے پیچھے آنے والا ہوں۔

ختم نبوت کے معنی، نبوت کے چلے جانے کے بھی ہیں۔ احادیث میں اس لفظ کی بھی تصریح ہے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا: ”لم یبق من النبوة الا المبشرات قالوا وما المبشرات؟ قال الرویاء الصالحة“۔ ۲۱

نہیں باقی نبوت سے مگر بشارتیں لوگوں نے عرض کی بشارت کیا ہیں؟ آپ نے فرمایا! اچھے خواب۔

حضرت ابن عباس کی روایت یوں ہے!

لوگو! نبوت کی بشارتوں سے صرف سچے خواب رہ گئے ہیں جسے مسلمان دیکھے یا مسلمان کیلئے دیکھا جائے۔ ۲۲

ایک روایت میں یوں ہے!

”رویاء من المومن جزاء من ستة واربعین جزاء من النبوة“۔ ۲۳ ”مومن کا خواب نبوت کا چھالیساواں حصہ ہے۔“

ان کے علاوہ وہ تمام آیات جن میں حضور اکرم ﷺ کی رسالت کا عام ہونا اور قیامت تک نافذ رہنا معلوم ہوتا ہے، بڑی صراحت سے حضور ﷺ کے خاتم النبیین ہونے پر دلالت کرتی ہیں کیونکہ آپ کی رسالت کا عام ہونا اور اس کا قیامت اور بعد قیامت بھی شفع محشر بن کر جاری رہنا آپ کی ایک خصوصیت ہے۔

فقط اتنا سبب ہے انعقاد یزم محرکا

کہ ان کی شان محبوبی دکھائی جائے

اب اگر آپ کے بعد بھی نبی بنائے جاتے رہے خواہ ظنی خواہ بروزی تو آپ کی یہ خصوصیت جو خصوص قرآنیہ سے ثابت

ہے۔ ظاہر ہے باطل ہو جاتی ہے۔ فلسفہ ختم نبوت کو ڈاکٹر محمد اقبال نے بھی خوب واضح کیا ہے اور عقیدہ خاتمیت کے صدقے اُمت کو مقام خویش سے کیا آگاہ کیا ہے۔ اقبال نے آخری نبی ہونے کی خصوصیت کو آخری اُمت کے ساتھ اس طرح پیوست کیا ہے:

پس خدا برما شریعت ختم کرد	بر رسول ما رسالت ختم کرد
خدا نے ہم پر شریعت ختم کی	اور ہمارے رسول پر رسالت ختم کی

روئی از ما محفل ایام را	او رسل را ختم کرد ما اقوام را
ہمارے دم قدم سے جہان میں رونق ہے	آپ نے رسولوں کو ختم کیا اور ہم نے قوموں کو

خدمت ساقی گری باما گزاشت	داد مارا آخرین جامے کہ داشت
ساقی گری کی خدمت اس نے ہمارے سپرد کی	اور جو آخری جام تھا وہ ہمیں دیدیا

لا نبی بعدی ز احسان خداست	پردہ ناموس دین مصطفیٰ است
میرے بعد کوئی نبی نہ ہوگا (حدیث)	اور اس سے دین مصطفیٰ کی عزت کا بھرم
خدا کے احسانات میں سے ایک ہے	قائم ہے۔ ع

آبروئے ماز نام مصطفیٰ است

قوم را سرمایہ قوت ازو	حفظ سر وحدت ملت ازو
اس سے قوم کو قوت کی دولت ملی	اور ملت کی وحدت اور یگانگت کا راز بھی
	بکلی ہے

حکیم الامتہ ڈاکٹر محمد اقبال نے ان اشعار میں جو کچھ بیان کیے ہیں وہ آب زر سے لکھنے کے لائق ہیں۔ ہمارے نبی آخر الزماں ﷺ کا خاتم النبیین ہونا خود ہمارے لیے باعث فخر و فرحت ہے۔

حضرت خواجہ مخیار کا کی علیہ الرحمہ بھی ختم نبوت کے فلسفہ کو اس طرح بیان کرتے ہیں۔

گرچہ بصورت آمدی بعد از ہرہ پیغمبراں اما بمعنی بودہ سرخیل جملہ انبیاء

ڈاکٹر اقبال اسی مفہوم کو دوسری جگہ یوں بیان کرتے ہیں:

وہ دانائے سب ختم الرسل مولائے کل جس نے	غبارِ راہ کو بخشا فروغِ وادیٰ سینا
نگاہِ عشق و مستی میں وہی اول وہی آخر	وہی قرآن وہی فرقاں وہی یسین وہی طہ

اقبال کہتے ہیں کہ وہ محمد مصطفیٰ ﷺ جو ہو الاول والاخر ۲۳ کا ظہور اور جلوہ ہیں ان کی اولیت تو تخلیق نور محمدی سے خوب ظاہر ہے۔ جبکہ ختم نبوت ان کے آخر ہونے کا مظہر ہے۔

سکندر لکھنوی مرحوم فلسفہ ختم نبوت پر یوں گویا ہیں۔

وہی ہیں افضل و اشرف وہی ہیں ختم رسل	شرف ان ہی کو ملا منصبِ امامت کا
ہر اک کمال ہوا ختم ذات والا پر	رسول بن کے بڑھایا شرف رسالت کا
اُن ہی کے قلب پر نازل ہوا قرآن مبین	ہوا انھیں پہ مکمل یہ دینِ فطرت کا
ہوئی ہے ختم نبوت حبیبِ خالق پر	چلے گا کام ولایت سے اب رسالت کا
کیا ہے خاتم پیغمبراں انہیں رب نے	انہی پہ ختم ہوا سلسلہ رسالت کا
وہ شخص کاذب و مرتد ہے از روئے قرآن	اب ان کے بعد جو دعویٰ کرے نبوت کا

آخری نکتہ:

ختم نبوت کا ایک فلسفہ یہ ہے کہ چونکہ اب باب نبوت بند فرما دیا گیا اور کوئی نئی نہیں آئیں گے تو اب ولایت کا دروازہ کھول دیا گیا اگر باب نبوت بند نہ ہوتا تو فتح باب ولایت کیونکر ہوتا؟ ضرورت رحمت خداوندی تھی اور تقاضائے رحمت للعالملین تھا کہ عام امتیوں میں سے بعض خصوصیات سے نوازا جاتا تو اب کرم اسطرچ کھلا کہ ولایت کا دروازہ کھول دیا گیا اور تقسیم ولایت شروع کر دی گئی تمام اصحابِ نبی ﷺ رضوان اللہ علیہم مقام ولایت سے سرفراز فرمائے گئے اور تقسیم ولایت کا کام حضرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے سپرد فرما کر مولائے کائنات شیر خدا کو بادشاہ ولایت بنا دیا گیا اور پھر اس دروازے سے ایسے ایسے پھول مہکے جن سے آج بھی گلشن کائنات مہک رہا ہے اور اس چمنستان کرم کے پھول ہر گوشہ کو مہکا رہے ہیں۔

کیا بات رضا اس چمنستان کرم کی زہرا ہوں کلی جس میں حسین اور حسن پھول ۲۵

قرآن وحدیث کے علاوہ ختم نبوت کا عقیدہ نبی مکرم احمد ﷺ کے لیے قدیم۔۔۔ ہندو۔۔۔ وید۔۔۔ پران اور سنتوں کی بانوں میں بھی ملتا ہے چنانچہ اٹھارہ پرانوں میں سے ایک پران ہے جس میں وید ویاس جی نے اس گفتگو کو جو کاک

بھٹو جی نے گڑرجی سے بہ زبان سنسکرت کی تھی نقل کیا ہے اور تلسی داس جی نے ہندی میں اسکا ترجمہ کیا ہے۔ اس کے بارہویں اسکند چٹے کا بڈ میں ہے کہ!

تشریح: جسکی قدرت سے عجائب و غرائب کا ظہور ہوگا اور وہی اللہ کے ولی قائم ہو جائیں گے اشارہ اس طرف ہے کہ وہ ہمیشہ کے لیے ہوں گے اور سب کے لیے ہوں گے یعنی خاتم النبیین رحمۃ اللعالمین ہوں گے۔ بھوشن اتران میں یوں ہے!

کُل جگ میں ”سرب انما“ پیدا ہوں گے اسی میں یہ ہے کہ محمد (ﷺ) نام ہوگا۔ اخیر زمانے میں تشریف لائیں گے۔ خاتم النبیین ہوں گے۔ بہ حساب ابجد ”انما“ اور ”محمد“ کے اعداد ۹۲ ہیں۔

کلکی پران نامی کتاب میں یوں ہے صفحہ ۱۲ پر کہ اکلکی ادتار کے تین بھائی ہوں گے۔ ۱۔ کوی، ۲۔ سمت، ۳۔ پراک۔

کوی بمعنی بہت بڑی عقل والے یعنی عقل اور سمت بمعنی بہت بڑے علم والے یعنی جعفر اور پراک بمعنی بہت بڑے مرتبے والے یعنی علی۔ مطلب یہ ہوا کہ نبی آخر الزماں خاتم النبیین (ﷺ) کے تین بھائی بنام عقل، جعفر طیار و علی مرتضیٰ ہوں گے۔ ۲۶۔ غرضیکہ ختم نبوت کی برکات و ثمرات بے شمار ہیں جن میں سے چند اوپر مذکور ہوئیں اور اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے۔

ماخذ

(۱) بحوالہ استقامت محمد عربی نبیر ص ۶۸۲ مطبوعہ برکاتی پبلشرز کراچی ۱۹۸۸ء

(۲) شمائل ص ۵۶۷

(۳) آیت ۳۰ سورۃ الاحزاب پارہ ۲۲

(۴) صاحب المفردات ابو القاسم حسین بن الفضل راغب اصفہانی (متوفی ۵۰۲ھ) استقامت ص ۵۳۹

WWW.NAFSEISLAM.COM

(۵) تفسیر ابن جریر ص ۱۱ ج ۲۲

(۶) تفسیرات احمدیہ زیر آیت مذکورہ

(۷) آیت ۳ سورۃ المائدہ پارہ ۶

(۸) تفسیر ازہری بحوالہ ترجمان اہل سنت کراچی شمارہ اگست ستمبر ۱۹۷۷ء

(۹) آیت ۵۸ سورۃ یونس پارہ ۱۱

(۱۰) بخاری شریف ص ۶۸۵، ج ۲ ترمذی شریف ص ۳۵۱

(۱۱) مسلم ص ۱۹۹ ج ۱، ترمذی ص ۲۳۳ باب ماجاء فی الغیمۃ

(۱۲) مشکوٰۃ شریف ص ۵۱۳

(۱۳) دارمی ص ۳۱ ج ۱ مطبوعہ مصر مشکوٰۃ ص ۵۱۴

(۱۴) شاکل ص ۵۶۷

(۱۵) مسلم شریف ص ۲۳۸ ج ۱

(۱۶) بخاری شریف ص ۴۹۱ ج ۱

(۱۷) مسلم شریف ص ۱۲۶ ج ۲

(۱۸) مسلم ص ۸۷۲ ج ۲، ترمذی ص ۳۹۱ ج ۱

(۱۹) مسلم ص ۱۲۰، ص ۳۹۶ ج ۲

(۲۰) بخاری ص ۵۰۱ ج ۱، شاکل ترمذی ص ۵۹۷

(۲۱) بخاری ص ۱۰۳۵ ج ۲

(۲۲) مسلم ص ۱۹۱ ج ۱

(۲۳) ترمذی ص ۳۳۱

(۲۴) آیت ۳ سورۃ الحديد پارہ ۲۷

(۲۵) حدائق بخشش امام احمد رضا مطبوعہ لاہور

(۲۶) استقامت محمد عربی نمبر ص ۸۰ ۱۹۸۷ء

☆☆☆☆

☆☆☆☆

☆☆☆☆

WWW.NAFSEISLAM.COM

ختم نبوت سے تحفظ ناموس رسالت تک

اہمیت اور تقاضے

پروفیسر محمد اکرم رضا

حضرت سلطانِ دو عالم افتخارِ آدم و بنی آدم جناب محمد مصطفیٰ ﷺ کی ذاتِ گرامیِ حسن صورت اور جمالِ سیرت کے لحاظ سے اس قدر اکمل اور جامع ہے کہ ازل سے اب تک کے تمام شخصی محاسن ایک جگہ پر جمع کر دیئے جائیں تو پھر ان کا موازنہ محبوبِ خدا علیہ الخیر والثناء کی جامع الصفاتِ شخصیت کی ہمہ جہتی فضیلت کے ساتھ نہیں کیا جاتا۔ اسی لیے آپ کا اسمِ گرامی محمد رکھا گیا کہ آپ سے بڑھ کر کسی اور شخصیت کی تعریف و مدحت ممکن ہی نہیں ہے اور اسی لیے آپ کو احمد کے صفاتی نام سے پکارا گیا کہ آپ سے زیادہ اور کوئی ہستی اپنے خالق کی توصیف کا حق ادا نہیں کر سکتی۔ جب ایک مسلمان عشق و عقیدت کو اپنا رہنما تسلیم کر کے اپنے آقا و مولا کی عظمتوں کا تصور کرتا ہے تو درطرح حیرت میں کھو جاتا ہے کہ ہمارا نبی کس قدر اعلیٰ و اعلیٰ ہے کس قدر بلند مرتبہ اور عالی نسب ہے کس قدر فضیلت مآب اور عظمت خطاب ہے کس قدر محترم مکرم اور اکرم ہے کس قدر رحمت شعار اور دو عالم کے لیے درجہ افتخار ہے کس درجہ مظہر الطائفہ کر دگار اور بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر کے قولِ فیصل کا آئینہ دار ہے۔ فکرِ انسانی عاجز ہو کر اسی پر اکتفا کرتی ہے کہ

لَا یُمْکِنُ الثَّاءُ مَکَا کَانَ حَقُّہٗ
بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

اب یہ امر انتہائی واضح اور ناقابلِ تردید ہے کہ محبوب جس قدر بے مثال اور بے نظیر ہوگا اس کے چاہنے والوں کے دلوں میں محبت کا جذبہ اسی قدر تیز تر اور سر بلند ہوگا اور اس محبوب کی شخصیت اور احترام کے روشن نقوش محبت صادق کے قلب و جاں میں نقش ہو جائیں گے تو پھر یہ چاہت اپنی انتہائی سر بلند یوں کو چھوتے ہوئے اس عشقِ سرمدی کا روپ اختیار کر لے گی جس کی بدولت محبوب کے نام اور اس کے مقام و مرتبہ پر تصدیق ہو جانا ایک فطری تقاضا تصور کیا جاتا ہے۔ اس لحاظ سے دیکھا جائے تو سلطانِ اقالمِ دو عالم جناب محمد مصطفیٰ ﷺ محبوبِ خدا بھی ہیں اور محبوبِ خلایق بھی۔ آپ جامعِ انحصال بھی ہیں اور مجمعِ الکمال بھی۔ آپ نورِ خدا کا مظہر بھی ہیں اور عشاق کی چاہتوں کا مرکز بھی۔ آپ کے جمالِ جہاں آرا کو حسن نے ایک مرتبہ دیکھا تو پھر دیکھتا ہی رہ گیا آپ کے کمالِ سیرت کو جس نے ایک بار دل میں بسالیا پھر ہمیشہ کے لیے اسی کو چہ بے کس نواز کا ہو کر رہ گیا۔ آپ کی حیثیت اس شمعِ لازوال کی تھی جس کی تب و تاب میں جملہ انبیاء و رسل کے حامد و محاسن کی جھلک محسوس

ہوتی تھی۔ پروانے شمع کی ایک جھلک دیکھ کر قربانی دایار کے نام پر ایک لمحہ کے لیے بھی جھجک کا شکار نہیں ہوتے بلکہ اس حسن جہاں افروز پر قربان ہونے کو ہی اپنی سب سے بڑی کامرانی سمجھتے ہیں۔ حضور سرور کائنات جب شمع انوار تو حید کی صورت جلوہ گر ہوئے تو پھر جاشاریوں اور فداکاریوں کا ایک نہ ختم ہونے والا سلسلہ شروع ہو گیا۔ یہ سلسلہ صحابہ کرام کے دور سعید سے شروع ہوا اور آج تک جاری ہے اور ان شاء اللہ اب تک کی آخری ساعتوں تک ناموس مصطفویٰ پر پروانہ وارث رہونے کا یہ جذبہ اہل ایمان کے دلوں کی دھڑکن بن کر سلامت رہے گا۔

تحفظ ناموس مصطفیٰ ﷺ کی اصل روح حضور نبی کریم ﷺ کا یہ فرمان اقدس ہے کہ!

[[تم میں سے کوئی اس وقت تک کامل مومن نہیں ہو سکتا جب تک میں اسے مال و، جائیداد، اولاد، ماں باپ حتیٰ کہ اس کی اپنی زندگی سے عزیز تر نہ ہو جاؤں]]۔

حقیقۃً جالندھری کے لفظوں میں

محمد کی محبت دین حق کی شرط اول ہے	اسی میں ہوا اگر خامی تو ایماں نامکمل ہے
محمد کی غلامی ہے سند آزاد ہونے کی	خدا کے دامن تو حید میں آباد ہونے کی

تحفظ ناموس رسالت ﷺ ہر صاحب ایمان کے دل کی آواز اور اسکی عقیدت کا اعزاز ہے۔ ہر مسلمان اپنے آقا و مولا کی عزت و توقیر پر فدا ہونا حاصل ایمان سمجھتا ہے۔ یہی تعلیمات قرآنی کی تاثیر ہے اور یہی احکامات ربانی کی تفسیر ہے۔ عترت رسول پر کٹ مرنا اور ناموس رسالت پر جان لٹا دینا ابدی کامرانی کی دلیل ہے۔

میں پندرہویں صدی ہجری کے پہلے عشرہ میں مادیت کی ظاہری چکا چوند اور باطل فلسفوں سے جان بچا کر خیل کے راہوار پر سوار ہو کر عشق و عقیدت کو خضر راہ بنا کر حیات مصطفویٰ ﷺ کے ان ایمان افروز ادوار کا احاطہ کرتا ہوں جب مہر عالم تاب نبوت اپنے چاہنے والوں کے درمیان نفس نفیس جلوہ گر تھا۔ ہر طرف انوار کی ضوہاری تھی فضا میں تجلی ریز تھیں تو ہوائیں عطر بن کر حاصل زندگی تھی تو ہر لمحہ پیام کمال شوق عشاق کی آنکھیں تھیں کہ سلطان خواباں دو عالم ﷺ کے جلوؤں کو دیکھ کر سیری نہیں ہوتی تھیں۔ میں تاریخ کی اوٹ میں جھانکتا ہوں تو غرہ بدر کا آواز میرے کانوں میں گونجتا ہے۔ یہ میرے شعور کی آواز ہے جو نسلاً بعد نسل میری سانسوں اور یادوں کا احاطہ کیے ہوئے ہے۔ میرے آقا و مولا ﷺ کفار کے مقابلہ کی دعوت دیتے ہوئے انصار کے احسانات کا تذکرہ کرتے ہیں کہ کفار مکہ کی لڑائی ہم سے ہے تم اگر پیچھے ہٹنا چاہو تو میری طرف سے کوئی مواخذہ نہیں ہوگا سب دم بخود ہیں سانسیں رک چکی ہیں معا حضرت سعد بن عبادہ کی آواز گونجتی ہے

خدا کی قسم آپ فرمادیں تو ہم سمندر میں کود جائیں

ابھی سرکارِ دو عالم نے مرحبا ہی کہا تھا کہ حضرت مقداد گویا ہوئے!

”ہم قوم موسیٰ کی طرح یہ نہ کہیں گے کہ آپ اور آپ کا خدا جا کر لڑیں ہم آپ کے دائیں سے بائیں سے سامنے سے اور پیچھے سے لڑیں گے۔“

پھر تحفظ ناموس رسالت کے نام پر بدر کا معرکہ بپا ہوتا ہے۔ نئے افراد لوہے میں غرق افراد کو تھق کر رہے ہیں۔ دو نئے شاہین حضرت معاذ اور حضرت معوذ مجاہدانہ یلغار کے ساتھ آگے بڑھ کر ابو جہل پر چھپتے ہیں اور قبل اس کے کہ وہ موت کے ان معصوم پیام بروں کے جذبے کا امتحان لینے کے لیے خود کو آمادہ کر سکے یہ شاہین نہی تمواروں کیساتھ اسلام کے سب سے بڑے دشمن اور سلطان دو عالم کے سب سے بڑے بدخواہ کو فانی النار کر دیتے ہیں۔ اسکا انعام انہیں یوں عطا ہوتا ہے کہ شہادت کی خلعت لہورنگ انہیں اپنے دامن میں ڈھانپ لیتی ہے۔

یہ عقل کی نہیں عشق کی جنگ تھی یہ خرد کا نہیں بلکہ جذبے کی تپش کا معرکہ تھا۔ یہ ارضی فتوحات کی خاطر نہیں بلکہ تحفظ ناموس مصطفیٰ کی خاطر لڑا جانے والا پہلا معرکہ تھا جس میں جذبہ محبت رسول کی روشن مثالیں اس کثرت کیساتھ نظر آتی ہیں کہ عقل دم بخود ہو کر عشق کی قد آوری کے پیچھے پناہ ڈھونڈنے لگتی ہے۔ اس غزوہ میں سیدنا صدیق اکبر تحفظ ناموس رسول کے نام پر اور آپ کے بیٹے ابو جہل کی زیر قیادت لڑ رہے تھے۔ جب اس بیٹے نے اسلام قبول کر لیا تو ایک دن سیدنا صدیق اکبر سے عرض کیا!

[[ابا جان آپ غزوہ بدر میں متعدد مرتبہ میری تموار کی زد میں آئے مگر میں نے محبت پداری سے مغلوب ہو کر تموار کو

پیچھے ہٹا لیا]]۔

سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا!

[[بیٹے مجھے رب کعبہ اور شان مصطفویٰ کی قسم تو ایک مرتبہ بھی میری تموار کی زد میں آ جاتا تو مقام مصطفیٰ کے تحفظ کے

نام پر تیری گردن اڑا دیتا]]۔

تحفظ ناموس رسالت خدا کو کس قدر عزیز ہے۔ میں خود سے سوال کرتا ہوں معاذ اباطن مجھے اس دور قدسی میں لے جاتا ہے جب جنت کے گھزاروں کی بشارت دینے والے آلہ قلم ﷺ تبلیغ اسلام اور اعلائے کلمۃ الحق کے مقدس مشن کو عام کرتے ہوئے کی زندگی دشمنان تیرہ باطن کی طرف سے مسلط کردہ ہر قسم کے شدائد برداشت کر رہے تھے۔ ایک روز سلطان دو عالم نے قریش مکہ کے جھوم کو بلایا پہلے اپنے کردار کے بارے میں دریافت کیا جب بدترین مخالفین سے بھی امین اور صادق کی سند حاصل کر لی تو پھر انہیں توحید خداوندی اور اپنی رسالت کا سرمدی پیغام سنایا بس پھر کیا تھا آپ کے چند جاثاروں کے علاوہ پورا مجمع آپ پر آوازیں کسنے لگا۔ جن میں سے بدترین آوازہ آپ کا بد بخت چچا ابولہب کا تھا جس نے ذلت کی انتہا کو چھو کر کہا!

[[اے محمد (ﷺ) تمہارے وہ ہاتھ ٹوٹیں جن سے تو نے ہمیں یہاں بلایا ہے]]۔

ابولہب کے اس خبث، باطن، دریدی و ذہنی اور انتہائی ذلیل طرز گفتگو نے زمین و آسمان کو لرزادیا کرسی و عرش کچکا اٹھے وہ جس کے لبوں سے جنت کی بشارت اور شفاعت کا مژدہ عطا ہو جس کے ہاتھ اپنے انداز بخشش سے گداؤں کو فنی کر دیں اس کے بارے میں اس درجہ خرافات - ہر شخص مہربان تھا میرے آقا خاموش تھے مگر آنکھوں سے آنسوؤں کے کٹورے چھلکنے کو تھے بہت کچھ کہہ سکتے تھے مگر شانِ رحمۃ للعالمین آڑے آ رہی تھی۔ آپ کے صبر اور خاموشی کا انتقام آوازہ خداوندی نے لیا۔ اور رب کریم نے دشمن مصطفیٰ اور ناموس مصطفیٰ کے مخالف سے اس درجہ سخت انداز میں خطاب کیا کہ پورے قرآن میں اس کی مثال نہیں ملتی۔ یوں محسوس ہوتا تھا جیسے ابولہب اور اس کے خاندان پر ابیدی اور دائمی لعنتوں کے سنگتے ہوئے پتھر برس رہے ہوں۔ خدا سراپا قہر و غضب مصروف ارشاد تھا!

[[نوٹ گئے ہاتھ ابولہب کے۔ اور نوٹ گیا وہ آپ۔ کام نہ آیا اس کو مال اسکا اور نہ جو اس نے کمایا۔ اب پڑے گا ڈیک مارتی آگ میں۔ اور اس کی بیوی جو سر پر لیے پھرتی ہے ایندھن۔ اس کی گردن میں رسی ہے موج کی]]۔ (سورۃ ابولہب) اور چشمِ عالم نے دیکھا کہ وہی کچھ ہوا جو ارشاد خداوندی تھا۔ ابولہب ذلت و رسوائی کی موت مرا اور اسکی بیوی اس قدر عبرت ناک انجام سے دوچار ہوئی کہ موت کے وقت دنیا میں ہی اسکی نظروں میں عذابِ جہنم کا نقشہ کھینچ گیا۔ بچ تو یہ ہے۔ مثال ابولہب گستاخِ دربار رسالت کے نبی سے بچ بھی جائیں تو خدا سے کیسے بچتے ہیں (رضا)

قرآن حکیم نے جس قدر روزِ عظمت و شانِ مصطفویٰ پر زور دیا ہے اور جس قدر محبوبِ خدا ﷺ کی تائید کی ہے اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ خدا کو ناموس حضور کا تحفظ کس قدر عزیز ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ خدائے کریم قرآن میں حضور نبی کریم کے غیر معمولی حماد و محاسن بیان کر کے ہی آپ کے ناموس کے تحفظ کو ایمان کا لازمی جز و قرار دے سکتا تھا۔ اس لحاظ سے دیکھیں تو قرآن حکیم حضور محمد مصطفیٰ کے ظاہری و باطنی کمالات کا اعلان عام ہے۔ آپ کی رحمت عام آپ کا شفاعت انس و جان کا پیغام کہیں یلین و طہ اور مزمل و مدثر کے خطاب کہیں آپ کے شہر مقدس کی قسم کہیں آپ کی پسندیدہ اشیاء کی قسم کہیں آپ کے ایک اشارے پر تبدیلی قبلہ کا حکم کہیں آپ کے ہاتھ کو اپنا ہاتھ قرار دینا کہیں آپ کو ہر قسم کے فیوض و برکات کی کثرت کا مژدہ سنانا کہیں آپ کے دشمن کو ذلیل و خوار بنانا کہیں آپ کو دفعنا لک ذکر کر کا تاج پہنانا کہیں آپ کی اطاعت و خوشنودی کو اپنی اطاعت و خوشنودی بنانا کہیں آپ کو عرشِ علیٰ پہ بلا کر مہمان خاص کا خلعت دوام پہنانا اور کہیں آپ کے ہاتھوں دین اسلام کا اکمال کر کے آپ کو اپنی دنیا تک کے لیے محسنِ اعظم کی مسند خاص پر بٹھانا اور تمام اعزازات و اکرامات عطا کر کے خود ہی آپ کی محافظت کا ذمہ اٹھانا کہ!

کافر ارادہ کرتے ہیں کہ اللہ کے نور کو اپنی پھونکوں سے بجھا دیں۔ مگر خدا اپنے نور کو اکمال پذیر کر کے رہے گا کفار اور منکرین شانِ رسالت کو نقصان پہنچانے کے لیے جو چاہے کرتے پھریں۔

۔ نور خدا ہے کفر کی حرکت پہ خندہ زن

پھونگوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا

اب ظاہر ہے کہ ایک صاحب ایمان اس ہستی عظیم کے ناموس اور عزت کے لیے جان لڑا سکتا ہے جو خدا کو بھی عزیز ہو اور مخلوق خدا کو بھی جو افضل الخلق بھی ہو اور بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر کا مصداق بھی۔ خدا اپنے ملائکہ کی جمیعت کیساتھ جس کی شان میں رطب اللسان ہو کر فخر محسوس کر رہا ہو۔ ایسی عدم النظر ہستی پر اپنی متاع حیات لٹا کر بھی مسلمان سمجھتا ہے کہ اس نے بہت سستا سودا کیا ہے کیونکہ جس زندگی کو وہ قربان کر رہا ہے وہ تو خدا کی دی ہوئی امانت ہے جب کہ اس فداکاری کے بدلے میں جو انعامات سرمدی عطا ہو رہے ہیں وہ ایک جان کیا ہزاروں زندگیوں کی مجموعی قدر و قیمت سے کہیں زیادہ افضل و سر بلند ہیں۔

اس لیے جب ہم تحفظ ناموس رسالت کے جذبے کی اصل مقام مصطفیٰ کی رفعتوں کو قرار دیتے ہیں تو یہ عقدہ ایک آن میں حل ہو جاتا ہے کہ تحفظ مقام حضور پر قربان ہونے والے کیوں مسکراتے ہوئے موت کی وادیوں کی طرف چلتے رہے۔ موت اس کائنات کی سب سے بھیانک حقیقت ہے مگر عشاق مصطفیٰ نے اسے یوں گلے سے لگایا کہ موت کو اپنی زہرنا کی اور سفاکانہ وجود پر شبہ ہونے لگا۔ ان عشاق مصطفیٰ کے لیے موت کی حیثیت فقط ایک ٹیل کی تھی جسے عبور کر کے حبیب اپنے حبیب سے جا ملتا تھا۔ اس کے مقابلے میں اگر ہم حضور ﷺ کے مقامات سیر سے انکار کر کے آپ کی ذات والا صفات کو اپنے جیسا عام انسان یا محض خدا کا ہر کارہ تصور کریں تو کون مسلمان ہوگا جو محض اپنے جیسے انسان یا زیادہ سے زیادہ خدا کے ہر کارے کے لیے اپنی متاع حیات تصدق کر ڈالے۔

تحفظ ناموس رسالت مآب ﷺ کا احساس دل کی خلوتوں سے ابھرتا آنکھوں سے عقیدت کے آنسوؤں کا خراج لیتا جذبات کو ناموس حضور پر مر مٹنے کے لیے آمادہ کرتا اور سر کو درگاہ رسول پر فداکاری کے آداب سکھاتا ہے۔ ماضی ہو یا حال یا بعد حال کی کوکھ سے ابھرنے والا مستقبل ہر لحظہ ہر آن امت مصطفویٰ کے پیش نظر اپنے آقا و مولا کی عزت و ناموس پر کٹ مرنے کا جذبہ موجود رہا ہے۔ جیسا کہ ہم نے پہلے عرض کیا کہ عشق و عقیدت کی کھٹن راہوں پر وہی چل سکتا ہے جس کے دل میں مقام مصطفیٰ کی شمع پوری ایمانی تب و تاب کیساتھ جل رہی ہو ہم عقیدت و احترام کے حوالے سے عشاق رسول کے کارواں سالار رسید نامام مالک کے حوالے سے ایک تاریخی حقیقت کا جائزہ لیتے ہیں۔ ایک مرتبہ خلیفہ ابو جعفر منصور نے رسول اللہ ﷺ کی مسجد میں امام مالک سے مناظرہ کیا اثنائے مناظرہ میں آواز بلند کی۔ حضرت امام نے فرمایا: اے امیر المؤمنین اس مسجد میں اپنی آوازوں کو بلند مت کرو کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں یوں ادب سکھایا ہے کہ اپنی آواز حضور نبی کریم کی آواز سے پست رکھا کرو۔ حضور ﷺ کا احترام و وفات شریف کے بعد بھی ویسا ہی ضروری ہے جیسا حالت حیات میں تھا یہ سن کر ابو جعفر دھیم پڑ گیا اور کہنے لگا امام مالک کیا میں قبلہ رو ہو کر دعا مانگوں یا رسول اللہ کی جانب منہ کروں؟ امام مالک نے جواب دیا کہ تم رسول اللہ

ﷺ کی طرف سے اپنا منہ کیوں پھیرتے ہو حالانکہ قیامت کے دن تمہارے اور تمہارے باپ آدم کے وسیلہ ہیں بلکہ تم حضور ہی کی طرف منہ کرو اور آپ ہی کے وسیلہ سے دعا مانگو اللہ تعالیٰ قبول کرے گا کیونکہ ارشاد باری تعالیٰ ہے اور اگر یہ لوگ جس وقت اپنی جانوں پر ظلم کرتے ہیں آپ کے پاس آتے ہیں اور خدا سے بخشش مانگتے ہیں اور پیغمبران کے لیے بخشش مانگتے تو وہ اللہ کو معاف کرنے والا مہربان پاتے۔]]۔ (شفاء شریف، وفاق الوفاء ج اول)

اسی طرح اُم المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ اگر مسجد نبوی کے گرد کسی مکان میں بیخ کے ٹھونکنے کی آواز سنتیں تو کہلو اتیں کہ رسول کریم ﷺ کو اذیت نہ دو۔

حضرت نافع روایت کرتے ہیں کہ عشاء کے وقت حضرت عمر فاروق مسجد نبوی میں تھے ایک شخص کے ہنسنے کی آواز کان میں آئی آپ نے اسے بلا کر پوچھا تم کون ہو اس نے اپنا تعلق بنو ثقیف سے بتایا سیدنا عمر نے پوچھا کیا تم اس شہر کے رہنے والے ہو۔ اس نے کہا کہ میں طائف کا رہنے والا ہوں۔ یہ سنا آپ نے اسے دھمکایا کہ اگر تم مدینہ کے رہنے والے ہوتے تو میں تمہیں سزا دیتا۔ اس مسجد میں آوازیں بلند نہیں کی جاتیں۔ (وفاق الوفاء)

سیدنا امام مالک علیہ الرحمۃ نے تمام عمر مدینہ منورہ میں بسر کی پچاس ادب کبھی مدینہ شریف کے حرم کی حد میں بول و برا نہیں کیا۔ (شفاء شریف)

غرضیکہ کس کس صاحب نظر کا تذکرہ کیا جائے یوں تو حیات مصطفیٰ کا تصور ہی احترام و عقیدت کی حد تھا کہ حضور ہماری آوازوں کو اسی طرح سماعت فرما رہے ہیں جس طرح حیات ظاہری میں فرماتے تھے۔ اور اسی لیے وہ بلند آہنگ لہجے میں بات کرتے ہوئے اس احساس کے ساتھ لڑاٹھتے تھے کہ کہیں گستاخی کا ارتکاب نہ ہو جائے کیونکہ یہاں تو یہ تمنا بھل رہی ہوتی ہے کہ

۔ اپنی پلکوں سے دریار پہ دستک دینا اونچی آواز ہوئی عمر کا سرمایہ گیا

اس تناظر میں یہ امر مسلمہ ہے کہ محبت اسی محبوب پر اپنی جان قربان کرتا ہے جو صورت و سیرت میں اکمل ترین ہے اور جو اس کی ظاہری آنکھوں سے نہاں ہو کر بھی اسکے قلب و جاں میں عیاں ہے۔ جسے ظاہری آنکھوں سے دیکھنے کیلئے عشاق کی نگاہیں ہمیشہ ہجر کی نمی سے وضو کرتی رہتی ہیں مگر جب قرآن حکیم کے مقدس متن کے پیش نظر میں جھانکتے ہیں تو اس محبوب رب لم یزال کا نوری سراپا نگاہ باطن کو خیرہ کرنے لگتا ہے۔ دراصل حضور ﷺ کی حیات باطنی اور آپ کی بے عیب شخصیت کا تصور ہی وہ قوت ہے جو چاہنے والوں کے دلوں میں ہر آن موجزن رہتی ہے۔ یہی قوت کبھی عشق و عقیدت کا روپ اختیار کرتی ہے اور کبھی محبت و دوام کی نام پر جان سپردگی کے آداب سکھاتی ہے۔ کبھی مردہ رگوں میں خون زندگی بن کر دوڑتی اور کبھی پیچھے رگوں کی کھیتوں کو شہید الفت مولانا کفایت علی کافی رحمۃ اللہ علیہ کے جذبہ شہادت کے نام پر احساسات عشق حضور کے اس گلاب کی

تازگی عطا کرتی ہے۔

۔ پر رسول اللہ کا دین حسن رہ جائے گا

اس وقت جب کہ میں تحفظ ناموس مصطفیٰ ﷺ کے نام پر تاریخ و احادیث کے حوالے سے جھگڑاتے ہوئے ستاروں کو یکجا کر کے انہیں ایک کہکشاں کا روپ دینے کی کوشش کر رہا ہوں تو میرے سامنے کھٹ دنور کی اس طور جلوہ گری نظر آتی ہے کہ میری باطنی نگاہیں تاریخ کی اوٹ میں پناہ لے کر بھی اس کی لمحہ افشانیوں کا احاطہ نہیں کر سکتیں۔ میں ماضی حال اور مستقبل کے حوالے سے تاریخی حقائق کو ترتیب کا روپ دینا چاہتا ہوں مگر عشق و عقیدت کے ایمان افراد نظر انہیں اپنی اولیت اور زمانی و مکانی فوقیت ثابت کرنے کے لیے میرے خلمہ عاجز اور ذہن ناچختہ کی سعی کو آزمائش میں ڈال دیتے ہیں۔ واقعات اور تحفظ مقام مصطفیٰ کے نام پر قربانیوں کو ترتیب دینا مجھے اپنے بس سے باہر نظر آتا ہے۔ حق تو یہ ہے کہ چودہ صدیوں کے ایمان افراد افق پر تو اسے بکھری ہوئی داستان عقیدت کو ترتیب دینا کے آتا ہے۔ یہاں تو قدم قدم پر جان کی بازی لگتی ہے۔ دل و جان نذر کرنے پڑتے ہیں۔ یہاں لفظوں کی مناجات نہیں بلکہ عمل کی سوغات مقبول ہوتی ہیں۔ یہاں اشعار کے بے رنگ گجرے نہیں بلکہ شہادت کے لہورنگ گلدستے باریاب ہوتے ہیں۔

۔ یہ شہادت کہ الفت میں قدم رکھنا ہے لوگ آسان سمجھتے ہیں مسلمان ہونا

کفار سیدنا زید کو اپنی ہستی میں لے جا کر ظلم و تشدد کی انتہاء کر دیتے ہیں انہیں کانٹوں پر گھسیٹا جاتا ہے، پتھروں کی بارش کی جاتی ہے لباس تار تار ہے جسم دھڑ دھڑ رہتا ہے۔ میلوں تک گھسیٹ کر لے جانے کے بعد ایک میدان کو ان کا مقتل بنا دیا جاتا ہے۔ سولی گاڑ دی جاتی ہے۔ کفار کا سردار نہایت تکبر سے پوچھتا ہے کہ! [[زید اب تو تم کہتے ہو گے کہ میں نے اسلام قبول کیوں کیا اور کاش اس وقت پھانسی کے پھندے میں میری گردن نہ ہوتی بلکہ محمد کی گردن ہوتی]]۔ (نعوذ باللہ)

تو اس وقت زید نے اپنے جسم کی بکھرتی ہوئی قوتوں کو یکجا کیا پھانسی کے پھندے کو راہ وفا کا نذرانہ سمجھ کر قبول کرتے ہوئے جو جواب دیا قیامت تک ناموس مصطفیٰ کے لیے جان لٹانے والوں کو عقیدت کا چلن سکھاتا رہے گا میں پلکوں کے کناروں پر لرزاں آنسوؤں کو روک کر تاریخ کی زبان سے سیدنا زید کا یہ جواب سن کر اپنی ناسلمانی پر پشیمان ہونے لگتا ہوں کہ۔

مجھے ہو ناز قسمت پر اگر نام محمد پر
یہ سر کٹ جائے اور تیرا سر پارس کو ٹھکرائے
یہ سب کچھ ہے گوارا پر یہ دیکھا جا نہیں سکتا
کہ ان کے پاؤں کے تلوے میں اک کا نٹا بھی چھب جائے

اور پھر تاریخ کے حوالے میں تحفظ ناموس مصطفیٰ کا زریں عنوان بن کر مجھے غزوہ احد کا وہ مجاہد بھی یاد آتا ہے جو خموش

سے چور ہے اس کے جسم کا کوئی عضو ایسا نہیں جہاں تیروں اور تلواریں کے زخم نہ لگے ہوں اس پر نزع کا عالم طاری ہے۔ اسکے ساتھی اسے پانی پلانے کی کوشش کرتے ہیں مگر وہ کہتا ہے کہ میری آخری تمنائیں مصطفیٰ کی زیارت ہے جس کے لیے قربان ہو رہا ہوں آخری سانسوں میں وہ سامنے ہوں۔ حضور ﷺ کو اطلاع ملتی ہے آپ اس مجاہد کی طرف چلتے ہیں ادھر سے وہ اپنی بکھرتی ہوئی سانسوں کی ڈور کو سیٹھتے ہوئے محبوب دو عالم کی طرف بڑھتا ہے۔ گھٹتے گھٹتے وہ سلطان دو عالم کے قریب پہنچ گیا میرے آقا کی چشمِ رحمت نواز نے اس کی طرف دیکھا۔ محبوب و محبت کی نگاہیں ملیں۔ دونوں طرف آنسو تھے۔ ایک طرف کے آنسوؤں میں رحمت ہے کراں کی جلوہ سامانی تھی تو دوسری طرف کے اشکوں میں سرخروئی کی شادمانی۔

ماضی سے حال کی جانب تاریخ کا سفر جاری ہے۔ یہ روشنی کا سفر ہے۔ کہیں کہیں ایسے فرعونوں کی آوازیں ابھرتی ہیں جو انا ولا غیر کے ظلم کا شکار ہو کر ناموس مصطفیٰ پر ہاتھ ڈالنے کی کوشش کرتے ہیں مگر فوراً ہی وقت کی بساط پر ایسے فداکارانہ حضور بھی ابھرتے نظر آتے ہیں جو ان فرعونوں کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر ناموس مصطفیٰ کا پرچم اس بلندی پر لہرا دیتے ہیں کہ طاغوتی قوتوں کا ہر جھکڑا سے سرگوس کرنے میں ناکام رہتا ہے۔ مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ جیسی شخصیات ناموس رسالت کے چراغ کو ایک لمحہ کے لیے بھی گل نہیں ہونے دیتیں۔ حتیٰ کہ انگریزی استبدادیت کے مہیب سائے برصغیر پاک و ہند کے مسلم تشخص کو ختم کر کے اسے اپنی پیٹ میں لے لیتے ہیں۔

برطانوی سامراج نے اگرچہ ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی جیت لی تھی مگر وہ اس حقیقت سے بہرہ ور ہو چکا تھا کہ اس کے مظالم مسلمانوں کو تو پکچل سکتے ہیں مگر ان کے باطن میں پوشیدہ روح اسلام کو مٹا نہیں سکتے۔ مولانا کفایت علی کافی، مولانا غلام امجد شہید، مولانا فضل حق خیر آبادی، مولانا عنایت اللہ کاکوروی، مفتی صدر الدین آزاد، مولانا احمد اللہ بدایاں اور جزل بخت خان کی صورت میں شمع ناموس رسالت کے پروانوں کی فداکاری کا لالہ جانی جذبہ دیکھ چکا تھا اور اس نے سمجھ لیا تھا کہ

وہ فاقہ کش جو موت سے ڈرتا نہیں کبھی
روح محمد اس کے بدن سے نکال دو

یہی روح محمد ہے جسے ہم تحفظ ناموس رسالت کے جذبے کا دوسرا نام دے سکتے ہیں۔ اس مقصد کی خاطر اس نے تہذیب و تمدن کے کتنے ہی چال پھیلائے۔ مصلحت اندیشی کے سبق پڑھائے۔ ہندو عفریت نے برطانوی سامراج کا پورا پورا ساتھ دیا۔ ہردو باطل قوتوں کی ایک ہی تنہائی کہ مسلمان اپنے ماضی سے دستبردار ہو کر ہندو قومیت سے رشتہ استوار کر لیں۔ مگر یہاں شیخ احمد سرہندی، امام احمد رضا فاضل بریلوی، حضرت علامہ ڈاکٹر محمد اقبال کی تعلیمات دلوں کو اسلامی نظریاتی تشخص کی قدر و قیمت سے بہرہ ور کر رہی تھیں۔ مسلمانوں پر انتہائی کھٹن وقت تھا۔ ایک طرف برطانوی استعماریت کی قہر سامانیاں اور دوسری طرف ہندو سامراج کی ازلی اسلام دشمنی۔ ان سب کے ساتھ قومیت پرست مسلم علماء کا نظریہ وطنیت اور پھر اس پر مستزاد مرزا غلام احمد قادیانی کی خانہ ساز نبوت۔ کلمہ حق کہنے پر زبان کٹتی تھی۔ غلامانِ رسول پر عرصہ حیات تنگ تھا۔ ان تمام

اسلام دشمن قوتوں کا ایک ہی مدعا تھا کہ اسلامیان ہند کے باطن سے اس جذبہ کو کھرچ کر ختم کر دو جو ناموس رسالت پر معمولی سارح بھی برداشت نہیں کر سکتا اور جب میدان و فامیں آگے بڑھتا ہے تو قلت و کثرت نتائج اور انجام و عواقب سے بے نیاز ہو کر فقط محبت رسول اور ناموس مصطفیٰ ہی کو مقدم جانتا ہے۔

اس جذبہ محبت رسول کو ختم کرنے کے لیے مسلمانوں کی پرسکون زندگی کو تہہ و بالا کرنے کی خاطر انگریزوں اور ہندوؤں نے وقت کے سمندر میں کتنی ہی پتھر پھینکے مگر وہ مسلمانوں کے جذبہ عشق رسول کو ختم نہ کر سکے۔ مختلف ادوار میں غیرت اسلامی سے بہرہ ور اصحاب ایمان آگے بڑھتے رہے اور ہر ایک شاتم رسول کو عبرت ناک انجام سے دوچار کرتے رہے۔ حتیٰ کہ راجپال نے رگیلا رسول کی صورت میں بحر سکوں پنڈیر میں ایک بہت بھاری پتھر دے مارا۔

اگر عجمان رسول ﷺ اس چوٹ کو برداشت کر جاتے تو پھر ناموس رسالت پر پے در پے حملوں کا سلسلہ شروع ہو جاتا۔ مگر غازی خدا بخش اور غازی عبدالعزیز کے بعد ناموس رسالت کے عظیم پاسدار غازی علم الدین شہید نے راجپال کو اس طرح سے کیفر کردار تک پہنچایا کہ پھر کسی کو راجپال کہلانے یا کسی گستاخ رسول کو ناموس مصطفیٰ کے تقدس پر ہاتھ ڈالنے کی جرأت نہ ہوئی۔ اس ایک مرد حق نے وہ کام کر دکھایا جو بعض اوقات ایک منظم سپاہ سے بھی ممکن نہیں ہے۔ اور یہ بھی ناموس رسالت کی بالاتری کا اعجاز ہے کہ اس دور پُر آشوب میں

ایک سپاہی کی ضرب کرتی ہے کار سپاہ

غازی علم الدین شہید تو عشق مصطفیٰ ﷺ کے نام پر فدا ہو گئے مگر ہمارے لیے پیغام چھوڑ گئے کہ محبت رسول فقط زبانی دعاوی کا نام نہیں بلکہ یہ تو موت کے ہاتھ پر بیعت کرنے کا دوسرا نام ہے۔ آج غازی علم الدین شہید کا نام محض ایک شخص کا نام نہیں بلکہ یہ تو جرأت و ہمت کا استعارہ ہے۔ حمیت اسلامی کا ہتھیار ہے۔ شوکت ایمان کی تصویر ہے۔ تحفظ ناموس رسالت کی عملی تفسیر ہے۔ وقت کے قرطاس پر خون کی دھاروں سے نقش لا الہ الا اللہ رقم کرنے کا فسانہ ہے۔ اپنے آقا و مولیٰ ﷺ سے غلاموں کی وابستگی کا جذبہ بے کرانہ ہے۔

مملکت خداداد پاکستان جو غازی علم الدین شہید اور ان جیسے دوسرے عشاق مصطفیٰ ﷺ کی قربانیوں کا ثمرہ ہے۔۔۔ مگر اس ملک میں جو کہ فقط اور فقط اسلام اور حضور محمد مصطفیٰ ﷺ کے نام پر حاصل کیا گیا تھا تحفظ ناموس رسالت کے لیے ہم نے اب تک کیا کیا ہے؟۔

- ☆ کیا اب بھی ایسی دل آزار تحریریں نہیں لکھی جا رہیں جن سے ناموس رسالت آب پرزد پڑتی ہے؟
- ☆ کیا وقت کے راجپالوں نے اپنے لیے نئے نئے روپ اور چہرے تلاش نہیں کر لیے؟
- ☆ شرار پولیس کے مقابلے میں ہم اپنی مصلحت اندیشیوں کی بدولت چراغ مصطفویٰ کی کوکود ہم کرنے کا باعث تو نہیں

بن رہے؟

☆ تقسیم ہند سے قبل غیر مسلم حضوری کی شان میں معمولی سی گستاخی کرتا تھا تو پوری امت اسلامیہ کا غیض و غضب آتش فشاں بن جاتا تھا۔ آج اس سے بڑا ظلم انہوں کے ہاتھوں ہو رہا ہے مگر ہم ہیں کہ دلوں سے عشق کی آگ کے بجھنے کا آخری منظر دیکھنے کے متمنی بنے بیٹھے ہیں۔

کتنے ہی سوالات ہیں جو ناموس مصطفوی کے حوالے سے ہمیں جھنجھوڑ رہے ہیں مگر ہم نے اپنی خرد کو رہن رکھ کر اپنی متاع فکر کو متاع رائیگاں سمجھ لیا ہے۔ ہمارے احساسات پر آہستہ آہستہ مصلحت اندیشی کا کبرا جتا جا رہا ہے۔ لیکن تاریخ اس حقیقت ازلی کی شاہد ہے کہ عشق سرور کو نین محض وقتی جذبہ نہیں بلکہ یہ تو لاہوری اور سردی نغمہ ہے جو زمان و مکان کے فاصلوں اور تاریخی مسافتوں کو ایک آن میں ختم کر کے غلاموں کا رشتہ اپنے آقا و مولا سے جوڑ دیتا ہے۔ ہمارا رسول لافانی ہے۔ اسکے اقوال ارشادات فرمودات اور احکامات غیر فانی ہیں اس کی سیرت کے نقوش دائمی اور اس کے وجود کا احساس ہمارے اپنے وجود کے ہونے کی دلیل ہے۔

ورفعنا لک ذکرک کا ہے سایہ تجھ پر
ذکر اُونچا ہے تیرا بول ہے بالا تیرا
تو گھٹائے سے کسی کے نہ گھٹا ہے نہ گھٹے
جب بڑھائے تجھے اللہ تعالیٰ تیرا

☆☆☆☆ ☆☆☆☆ ☆☆☆☆

WWW.NAFSEISLAM.COM

تحفظ ختم نبوت وقت کی اہم ضرورت

محمد اختر الاسلام علمی

منصب نبوت و رسالت وہ منصب ہے جو منجانب اللہ عطا ہوا کرتا ہے، اس کے حصول میں کسی دنیاوی عمل اور کوششوں کی کارفرمائی نہیں ہوا کرتی، ایسا بھی نہیں کہ کوئی اپنی عبادت و ریاضت کی بنا پر اس منصب پر فائز ہو جائے، بلکہ اللہ رب العزت جسے چاہتا ہے خاص اپنے فضل و کرم سے اس منصب کے لیے چن لیتا ہے۔ ”ذلک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء“ لیکن اسکے ساتھ ہی ساتھ یہ بھی حقیقت ہے کہ یہ مسئلہ عہد رسالت ہی سے حساس رہا ہے، ابتدائے اسلام سے ہی جموٹے مدعیان نبوت پیدا ہوئے اور امت میں فتنہ انگیزی کرتے رہے۔ کہ خود سرکارِ دو عالم ﷺ کے مبارک عہد میں اسود غسی اور مسیلہ کذاب نے دعویٰ نبوت کیا تھا۔ اور حضور ﷺ نے اسود غسی کی سرکوبی اور اسکے قتل کیلئے دو جلیل القدر صحابی حضرت ابو موسیٰ اشعری اور حضرت معاذ ابن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو بھیجا اور حضرت فیروز دیلی کے ہاتھوں وہ بد بخت کیفر کردار کو پہنچا، جب اس کی خبر مرگ وصال آنحضرت ﷺ کو ملی تو آپ نے خوشی کا اظہار فرمایا، اور حضرت فیروز دیلی کو دعائیں دیں اور کامیاب و کامران فرمایا۔

چونکہ یہ مسئلہ ضروریات دین سے تھا کہ حضور خاتم النبیین ﷺ کے آنے کے بعد خدا کی طرف سے اور کوئی نبی نہ بھیجا جائے گا لہذا سرکارِ ختمی مرتبت ﷺ نے بھی واضح لفظوں میں فرمادیا کہ ”انا خاتم النبیین لا نسی بعدی“ (ترمذی ج ۲ ص ۳۵) میں خاتم النبیین ہوں مجھ پر نبیوں کا سلسلہ ختم ہو چکا ہے اب میرے بعد کوئی نبی نہیں۔ اور خود قرآن مجید اسکی صاف تصریح فرما رہا ہے کہ!

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَ لَكِن رُّسُولَ اللَّهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ (سورۃ احزاب ۴۰، ۳۳)	محمد تمہارے مردوں میں کسی کے باپ نہیں ہاں اللہ کے رسول اور سب نبیوں سے بچھلے۔ (کنز الایمان)
---	---

اور یہ تو بدیہی بات ہے کہ کار نبوت اللہ کے بندوں کی ہدایت و رہنمائی کے لیے ہوتا ہے مگر اہوں کو صراطِ مستقیم پر چلانے کے لیے ہی نبی مبعوث کیے جاتے ہیں حضرت آدم سے حضرت عیسیٰ علیہم السلام تک اللہ نے یہ سلسلہ جاری رکھا پھر اپنے آخری نبی حضرت محمد عربی روحی فدا اللہ ﷺ کو تمام بنی نوع انسان کے لیے رسول بنایا اور دین اسلام کو مکمل کر دیا کہ اب اسکے بعد

کوئی نیا دین نہیں آئے گا قیامت تک کے لیے صرف یہی دین اسلام صراطِ مستقیم ہے اور لوگوں کا محبوب مذہب جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے!

<p>آج میں نے تمہارے لیے تمہارا دین کامل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی اور تمہارے لیے اسلام کو دین پسند کیا (کنز الایمان)</p>	<p>الْيَوْمَ اكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَاقَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِينًا۔ (سورۃ المائدہ: ۳)</p>
--	---

تو جب اسلام اپنی مکمل اور آخری شکل میں جلوہ لگن ہو گیا اور اس کے قوانین تمام شعبہ ہائے زندگی کو محیط ہو چکے اور ہدایت و رہنمائی کا سرچشمہ قرآن نازل ہو چکا جو آج تک اپنی اصل ہیئت پر موجود ہے تو پھر کسی اور دین کی قطعی ضرورت نہیں کہ یہ اسلام کی حقانیت کے منافی ہے اسلام ہی وہ سچا اور لافانی مذہب ہے جو رہتی دنیا تک کے لیے ہدایت و کامیابی کا ضامن ہے اس میں کسی کو ذرہ برابر چوں چرا کی گنجائش نہیں۔ اس کے قوانین اٹل اور فطرت انسانی کے عین مطابق ہیں۔

اسلام کے ابتدائی ادوار سے ہی فساد اور بگاڑ کی دبا اسلام و مسلمین میں درآئی طرح طرح کے فتنے اور مسلمانوں کے مابین گمراہ فرقتے پیدا ہوتے گئے اور کیوں نہ ہو کہ یہ صادق و مصدوق کا قول ہے کہ ”میری امت فرقوں میں بٹ جائے گی“ لیکن اسکے ہی ساتھ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کی رہنمائی اور دین اسلام کے خلاف پیدا شدہ گمراہیوں کے تدارک کے لیے انبیاء کرام کی وراثت کے امین علمائے کرام کو پیدا فرماتا رہے گا کیونکہ سلسلہ نبوت ختم ہو چکا ہے اب کوئی نیا نبی آنے سے رہا۔ لہذا یہی ناسخین رسول ہیں جنہوں نے قوم کی رہنمائی کی ذمہ داری اپنے سر لیکر اسے بحسن و خوبی انجام دے رہے ہیں اور اسلام کے خلاف فتنوں کا مقابلہ کر رہے ہیں۔

آج جو سب سے بڑا فتنہ ہمارے سامنے سر اٹھائے کھڑا اور اسلام کے لیے سب سے بڑا خطرہ بنا ہوا ہے وہ ”فتنہ قادیانیت“ جسے پیدا ہوئے کم و بیش ایک صدی کا عرصہ گزر گیا۔ علمائے اسلام نے ابتداء ہی سے اس کی گرفت فرمائی، اسکی گمراہیوں اور کفریات کو اجاگر کیا، علمائے عرب و عجم نے بالاتفاق انہیں مرتد و کافر کہا، اس خصوص میں امام احمد رضا کا نام سر فہرست ہے، جہاں آپ نے ڈھیر سارے تجددی کارنامے انجام دیے، وہیں رد قادیانیت میں بھی آپ نے نمایاں کردار ادا کیا اور کئی رسالے تالیف فرمائے اور قادیانیوں پر علمائے عرب بالخصوص حرمین شریفین کے لگائے گئے فتاویٰ کو ”حسام الحرمین“ میں جمع کیا۔ فتاویٰ رضویہ میں لکھتے ہیں کہ!

”علمائے کرام حرمین شریفین نے قادیانی کی نسبت بالاتفاق فرمایا کہ من شک فی عذابہ و کفرہ فقد کفر جو اسکے کافر ہونے میں شک کرے وہ بھی کافر“ (فتاویٰ رضویہ)

(ج ۵/۵۱)

قادیانیوں کی حقیقت مزید واضح کرتے ہوئے احکام شریعت میں فرماتے ہیں!

”قادیانی مرتد منافق ہیں، مرتد منافق وہ کہ کلمہ اسلام اب بھی پڑھتا ہے، اپنے آپ کو مسلمان ہی کہتا ہے اور پھر اللہ عزوجل یا رسول اللہ ﷺ یا کسی نبی کی توہین کرتا یا ضروریات دین میں سے کسی شے کا منکر ہے“ (احکام شریعت حصہ اول ص ۱۱۲)

ختم نبوت کا عقیدہ اجماعی ہے جس پر چودہ صدیوں سے مسلمانوں کا اجماع رہا ہے کہ ہمارے نبی محمد عربی ﷺ آخری نبی ہیں اور ان پر سلسلہ رسالت ختم ہو چکا ہے اور یہ مسئلہ ضروریات دین سے ہے جس کا منکر بالاجماع کافر ہے بے شمار احادیث و آثار و آیات قرآنیہ شاہد ہیں کہ حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ ہی خاتم النبیین اور ختم المرسلین ہیں اب ان کے بعد کسی نے نبوت و رسالت کا دعویٰ کیا تو وہ جھوٹا مکار فریبی ہے اور اس کے کفر و ارتداد میں کوئی شک نہیں۔

علمائے کرام کی مساعی جلیلہ کے باعث وقتی طور پر یہ فتنہ دب گیا، مگر مکمل طور سے یہ ختم نہیں ہو سکا، بلکہ دھیرے دھیرے پھیل گیا اور اسکے ماننے والے چوری چھپے اپنا کام کرتے رہے، لوگوں کو اپنی طرف متوجہ کرتے رہے، اپنا لٹریچر دولت افرنگ کی بنیاد پر خوب پھیلاتے رہے، قادیانی پورے چابکدستی سے دیہاتوں اور قصبات میں اپنا تسلط بھانے کی کوششیں کر رہے ہیں، انکے مبلغین اور نمائندے جگہ جگہ پھر رہے ہیں اور سادہ لوح سیدھے سادے عوام کو بہکا رہے ہیں اور عوام کو سبز باغ دکھا کر اپنے دام تزییر میں پھانسنے کی کوششیں کر رہے ہیں اور اپنے لٹریچر کی اشاعت میں پانی کی طرح روپیہ بہا رہے ہیں۔

آج ضرورت ہے اس پر بند لگانے کی آج ضرورت ہے اس کے لیے ہم پورے طور پر کمر بستہ ہو جائیں اور اس محاذ پر اپنی تمام تر توانائیاں صرف کر دیں اپنے مدرسوں کے نصاب میں فتنہ قادیانیت کے رد و مناظرہ کا فن داخل کریں ان کے فتنوں سے مقابلے اور محاسبہ کرنے کا ڈھنگ طلبہ کو سکھائیں، فتنہ قادیانیت کے خطرناک منصوبوں سے انہیں آگاہی کریں تاکہ ہماری آئندہ نسل اپنے آپ کو اس فتنے سے مقابلے کے لیے تیار پائے، ذیل میں تاریخ فتنہ قادیانیت اور اس کے بانی اور اسکے کفریات و نفوات پر اجماعاً روشنی ڈالی جا رہی ہے۔

فتنہ قادیانیت:

اس جماعت کا بانی مرزا غلام احمد قادیانی بقول اپنے بیٹے مرزا بشیر الدین محمود ۱۸۳۹ء تا ۱۸۴۰ء میں پنجاب کے مقام ”قادیان“ خلیع گورداسپور میں پیدا ہوا۔ عربی فارسی کی تعلیم اس دور کے اساتذہ سے پائی اور طب کی تعلیم اپنے والد مرزا غلام قمر نقی سے لی۔ ۲۴ سال کی عمر میں انگریزی حکومت میں ڈپٹی کمشنر سیالکوٹ کے آفس میں معمولی کلرک کی حیثیت سے اپنی ملازمت کا آغاز کیا اس نوکری کو اس نے اپنے لیے ترقی کا پہلا زینہ بنایا اور تاج برطانیہ کا قرب حاصل کر گیا۔ دھیرے

دھیرے اس نے حکومت برطانیہ میں اپنا اعتماد بحال کر لیا۔ برطانوی سامراج کو بھی کسی ایسے ہی خوشامدی اور ابن الوقت کی تلاش تھی جو افراق و انتشار بین المسلمین کی صلاحیت رکھتا ہو اور کار فتنہ گری میں ماہر ہو۔ سٹیٹ کے پچاڑیوں نے مرزا کو کار آمد سمجھ کر اسے سبز باغ دکھانا شروع کیا، اور اپنی مقصد برآری کے لیے اسے استعمال کرتے رہے، مرزا نے بھی خوب حق نمک ادا کیا۔ انگریزوں کے اس ریزہ خوار نے وفاداری میں کوئی کمی نہ کی اسکے تئیں انہیں اپنے مذموم مقاصد میں کامیابی ملتی گئی۔

۱۸۷۶ء میں مرزا کے والد چل بے۔ باپ کی موت سے تو ایک طرف مرزا کو مکمل آزادی مل گئی اب اس کی سرپرستی کرنے والا کوئی نہ رہا پھر تو اس نے انگریزوں کے سپرد کردہ کاز کو اور تیز تر کر دیا۔ اس پر انگریزوں کی حوصلہ افزائی اور مادی وسائل کی فراہمی نے مزید مواقع فراہم کیے سب سے پہلے اس نے اپنے منصوبے کے مطابق اپنے آپ کو مجدد امت ہونے کا دعویٰ کیا پھر اس نے دعویٰ کیا کہ اس پر الہامات ہوتے ہیں پھر ۱۸۸۸ء میں دعویٰ کیا کہ وہ مہدی موعود ہے، رفتہ رفتہ اپنے آپ کو حضرت عیسیٰ مسیح کا مثیل کہنا شروع کیا، اور ان کی شان میں نازیبا الزامات اور ریک اتہامات تراشے، انکی عفت مآبی پر حملہ کیا، انکے آباء و اجداد کو جی بھر کے گالیاں دیں، اور اپنے آپ کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے بھی افضل ثابت کیا۔ پھر ظلی، بروزی اور غیر تشریحی نبی بنا اور بالآخر ۱۹۰۱ء میں نبوت کا کھلامعی بن گیا اور اپنے آپ کو محمد رسول اللہ ثابت کیا جیسا کہ اس کا بیٹا مرزا بشیر الدین لکھتا ہے۔

”صبح موعود مرزا غلام احمد قادیانی خود محمد رسول اللہ ہیں۔ جو اشاعت اسلام کے لیے دوبارہ تشریف لائے۔ اس لیے ہم مرزائیوں کو دوسرے کلمے کی ضرورت نہیں ہاں! محمد رسول اللہ کی جگہ کوئی اور آتا تو ضرورت پیش آتی۔“ (کلمۃ الفصل ص ۱۵۸)

بلکہ یہی نہیں یہاں تک لکھا ہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی آنحضرت ﷺ سے افضل واعلیٰ ہے اس کے معجزات حضور سے زیادہ تھے اسکی روحانیت حضور ﷺ سے بڑھی ہوئی تھی۔

”مرزا قادیانی کی روحانیت آنحضرت ﷺ سے قوی، اکمل اور ارشد ہے۔“ (خطبہ الہامیہ درخزانہ ج ۱۶، ۲۷، ۲۸ ص ۲۷)

مرزا بشیر الدین القادیانی نے اپنے باپ کی نبوت کے اثبات کے لیے ایک کتاب ”حقیقۃ النبوة“ نامی لکھی اس میں مرزا کو اسی معنی نبی تسلیم کیا ہے جیسا کہ اگلے زمانے کے انبیاء کرام مبعوث ہوتے رہے اور جس طرح انکی نبوت کا منکر کافر ہے ویسے ہی جو آج مرزا کی نبوت تسلیم نہ کرے کافر ہے اور جو مسلمان مرزا کی نبوت پر ایمان نہ لائے وہ بھی کافر و مرتد اور نجات سے محروم ہے۔ ذیل میں حقیقۃ النبوة سے چند عبارتیں پیش کی جا رہی ہیں جن سے مرزا کا دعویٰ نبوت ظاہر ہوتا ہے۔

☆ میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اسی نے مجھے بھیجا ہے اور اسی نے میرا نام نبی رکھا

ہے۔ (تمہیضہ الوحی ص ۱۶۸ از مرزا ابوالقادیانیت اور تحریک تحفظ ختم النبوة مطبوعہ ورلڈ اسلامک مشن ہالینڈ)

☆ ہمارا دعویٰ ہے کہ ہم رسول و نبی ہیں (اخبار بدر ۵ مارچ ۱۹۰۸ء بحوالہ مذکورہ)

☆ سچا خدا وہی ہے جس نے قادیان میں اپنا رسول بھیجا (دافع البلاء ص ۱۱ بحوالہ مذکورہ)

☆ خدا تعالیٰ قادیان کو اس طاعون کی خوفناک تباہی سے محفوظ رکھے گا کیونکہ یہ اس رسول کا تخت گاہ ہے (دافع البلاء

ص ۱۰ بحوالہ مذکورہ)

یہ صرف چند عبارتیں ہیں جس میں صاف و صریح ادعائے نبوت علاوہ ازیں ایسی بے شمار عبارتیں ہیں جن میں اس نے اپنی نبوت کا دعویٰ کیا ہے اور اپنی نبوت کے اثبات میں دفتر کے دفتر سیاہ کر ڈالے ہیں لیکن اسی پر بس نہیں اس دعویٰ نبوت کے علاوہ بھی اس نے اور بہت سے دعوے کیے کبھی اپنے آپ کو الوہیت کے منصب پر فائز کیا تو کبھی ابن اللہ بن گیا کبھی عیسیٰ ابن مریم بنا اور کہیں ہندوؤں کا کرشن اور تار بھی بنا گوارا کر لیا تا کہ مشرکین ہند کو بھی اپنے دام فریب میں پھنسا سکے اور انکا بھی ایک جتھا پیدا ہو سکے اور بھی نہ جانے کیا کیا اوٹ پٹا نگ دعوے کیے اسی سے انکی نفسانیت اور ہوا و حرص کا پتہ چلتا ہے اس کے ان ڈھیر سارے دعوؤں کو دیکھنے پر ایک سنجیدہ شخص لامحالہ یہ سوچنے پر مجبور ہو جاتا ہے کہ بیک وقت اتنے متضاد و باہم دعوے کرنے والا کوئی قاتر العقل اور احمق ترین شخص ہی ہوگا۔ اور مرزا کے ناپاک کپڑے مرزا بشیر الدین نے ہیضہ النبوة میں اپنے باپ کی ناجائز نبوت کی دلیل پر چند فرضی الہامات بھی گڑھے ہیں مثلاً

☆ هو الذي ارسل رسوله بالهدى ودين الحق وتهذيب الاخلاق

☆ انا ارسلنا احمد الي قوم فاعرضوا وقالوا كذب اشر

☆ انى مع الرسول اقوم والوم من يلوم

☆ انى مع الرسول اقوم وافطر واصوم

☆ انى مع الرسول اقوم ومن يلومه الوم

یہ ہیں اسکے وہ الہامات جو بقول اس کے اس پر اترے ایک عام سا شخص بھی جانتا ہے کہ نبوت و رسالت کا خاصہ بندوں کی ہدایت و رہنمائی ہوا کرتا ہے اور نبی پر اسی زبان و بیان میں وحی و الہامات ہوتے ہیں جو زبان اس کی قوم میں رائج ہوتی ہے ورنہ پھر نبوت کا اصل کام پورا ہی نہ ہو سکے گا کیونکہ جس زبان سے قوم آشنا ہوگی اسی زبان میں پیغام مؤثر ہوگا لیکن یہ کیسا نبی ہے کہ قوم اس کی پنجابی، زبان اس کی پنجابی اور الہام کبھی عربی میں کبھی انگریزی میں اور کبھی پنجابی میں اترتا ہے اس کے کذب پر یہی دلیل کافی ہے۔ ہاں! یہ بھی الہام ہے مگر الہام ربانی نہیں بلکہ الہام شیطانی۔ ان کفریہ اور خود ساختہ شیطانی الہامات کے بعد نتیجے کے طور پر مرزا بشیر الدین سوال کرتا ہے کہ!

”کیا سب نبیوں کو ہم اس لیے نبی نہیں مانتے کہ خدائے تعالیٰ نے انکو نبی کہا ہے پھر کیا وجہ ہے کہ وہی خدا جس نے موسیٰ سے کہا تو نبی ہے تو وہ نبی ہو گیا اور عیسیٰ سے کہا کہ تو نبی ہے تو وہ نبی ہو گیا، لیکن آج صبح موعود مرزا غلام احمد قادیانی سے کہتا ہے کہ تو نبی ہے تو وہ نبی نہیں ہوتا۔۔۔ اگر صبح موعود نبی نہیں تو دنیا میں آج تک کوئی نبی نہیں ہوا“ (حقیقۃ النبوة ص ۲۲۰، ۲۲۱)

یہ تو چند نمونے شتے از خروارے ہیں ورنہ مرزا کے کفریات و مہوات حد و شمار سے سوا ہیں جنہیں اگر جمع کیا جائے تو ایک دفتر تیار ہو جائے آج ضرورت ہے کہ ہم اپنے مسلمان بھائیوں کو اس فتنے سے آگاہ کریں انہیں بتائیں کہ یہ ایمان کے ڈاکو اور لٹیرے ہیں۔ قادیانیوں کے خلاف مستقل تحریک چلانے کی ضرورت ہے تاکہ انکی اصل شکل و صورت عام مسلمانوں کے سامنے آجائے اور انکے مکروہ خدو خال روشنی میں آجائیں جس سے بچا جاسکے اور مسئلہ ختم نبوت سے واضح طور پر ہر مسلمان کو روشناس کرایا جائے تاکہ وہ ان کے دام ہر گ سے بچ سکیں انکے گندے اور گھناؤنے عقائد منظر عام پر لائے جائیں۔ ابھی حال ہی میں استاذ گرامی ادیب عصر حضرت علامہ فروغ احمد مصباحی مدظلہ شیخ الجامعہ دارالعلوم علمیہ جد اشائے ہستی کی ایک تحقیقی تصنیف ”قادیانیت اور تحریک تحفظ ختم نبوت“ ورلڈ اسلامک مشن ہالینڈ کے تعاون سے شائع ہو کر منظر عام پر آئی ہے جو اس موضوع پر ایک لا جواب کتاب ہے میں نے اس مضمون میں اس سے کافی مدد لی ہے اور بالخصوص اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے رسائل۔

☆ جزاء اللہ عدوۃ بابائہ ختم النبوة (۱۳۱۷ھ)

☆ السوء والعقاب علی المسیح الکذاب (۱۳۲۰ھ)

☆ قہر الدیان علی مرتد بقادیان (۱۳۲۳ھ)

☆ المبین ختم النبیین (۱۳۲۶ھ)

☆ العجراز الدیانی علی المرتد القادیانی (۱۳۳۰ھ)

ضرور مطالعہ میں لائے جائیں جن سے قادیانیت کی پوری تفصیل اور ان پر شرعی حکم سامنے آجائیگا۔ امین شریعت حضرت علامہ مفتی محمد رفاقت حسین مظفر پوری رحمۃ اللہ علیہ (تلمیذ رشید حضرت صدر الشریعہ مصنف بہار شریعت) کی ایک نہایت عمدہ تحقیقی کتاب ہے ”قادیانی کذاب“ اسکو زیادہ سے زیادہ پھیلانے کی ضرورت ہے کیونکہ یہ عام فہم انداز میں اس موضوع پر اپنی مثال آپ ہے اللہ تعالیٰ ہمیں جادہ مستقیم پر گامزن رکھے، مگر اہیوں اور گمراہ گروں سے بچائے اور حفظ امان میں رکھے۔

☆☆☆☆

☆☆☆☆

☆☆☆☆

نبوت، شعور نبوت اور ختم نبوت

پروفیسر محمد عارف خان

شعور حقیقی اللہ تعالیٰ کی ذات پاک ہے۔ سلسلہ نبوت اللہ تعالیٰ کا الوہی نظام ہے جس کے ذریعے وہ کائنات و انسان کی راہنمائی فرماتا ہے۔ نبوت الوہی مقصد کی پابند ہے۔ راہنمائی جو انبیاء کے ذریعے ہوتی رہی ہے اُسے شعور نبوت کہا جاسکتا ہے شعور نبوت پہلے نبی حضرت آدم علیہ السلام سے لیکر آخر الزمان نبی حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ تک ایک تسلسل سے آگے بڑھا ہے۔ پہلے حضرت انسان آدم علیہ السلام کو شعور نبوت سے نوازا گیا۔ یہ شعور نبوت انسان کو منتقل ہوتا رہا انسان کا ذاتی شعور ارتقاء نبوت کے ساتھ بتدریج بلند سے بلند تر ہوتا رہا اور یوں نبی آخر الزماں حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو ایسی نبوت عطا کی گئی جو ارتقاء نبوت کے لحاظ سے بھی مکمل تھی اور انسان کے شعور ذات کی راہنمائی کے لیے بھی مکمل طور پر کفایت کرتی ہے۔ اس نبوت کا امتیاز قرآن مجید اُس کی حفاظت کا الہی بندوبست اور شعور نبوت کی کاملیت ہے۔ شعور نبوت و ختم نبوت فریضہ نبوت سے منسلک ہے۔ نبوت کے اختتام کا اعلان ہوا مگر فریضہ نبوت ابھی باقی ہے۔ شعور نبوت بطور صحیفہ الہی و پیغام الہی مکمل ہوا ہے مگر بطور عمل یہ ارتقاء انسان کے سماجی سیاسی اور معاشی میدان میں جاری رہے گا۔ فریضہ نبوت عمل کی وہ گھاٹی ہے جس پر سے انسان کو ابھی گزرتا ہے۔ راز نبوت ابھی تک پوری طرح منکشف نہیں ہوا ہے۔ قرآن آئے چودہ صدیاں گزر چکی ہیں مگر قرآن کا پیغام پوری طرح واضح و اشکاف نہیں ہوا ہے۔ قرآن زندہ اور تازہ کتاب ہے۔ اسکی زندگی مسلمہ اور اس کی تازگی اٹل ہے۔ انسان کے لیے اس کے اندر ابھی بہت کچھ ہے مگر یہ منکشف ہوگا تو کیسے؟ جبکہ نبوت کا اختتام ہو چکا ہے۔

نبوت کی تکمیل آپ ﷺ پر ہو چکی ہے۔ شعور نبوت کی تکمیل ابھی باقی ہے۔ ختم نبوت کا اعلان اُس وقت ہوا جب انسان کا شعوری ارتقاء اُس سطح پر ترقی کرتا گیا جہاں نظام نبوت کی شخصی ضرورت باقی نہیں رہی بلکہ انسان کے اندر اللہ تعالیٰ نے ارتقاء نبوت کے ذریعے وہ استعداد بخش دی جو آئندہ کی منزلیں وہ ختم نبوت کے تحت قرآن مجید سے روشنی لے کر خود آگے بڑھے گا۔ قیامت تک کے لیے اور نبی نہیں آئے گا اور آپ ﷺ اور آپ پر نازل ہونے والا صحیفہ قیامت تک کے لیے انسان کی راہنمائی کے لیے کفایت کرے گا۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ فلسفہ ختم نبوت اور علم جدید کو مد نظر رکھتے ہوئے قرآن حکیم کا مطالعہ کیا جائے تاکہ یہ زندہ کتاب تازہ پھول و برگ و بار لائے۔ ان شاء اللہ۔

☆☆☆☆

☆☆☆☆

☆☆☆☆

محبان اہل بیت کہاں ہیں ۹

مولانا حافظ غلام حسین کلیاوی

مصطفیٰ کریم ﷺ اور آپ ﷺ کے اہل بیت کی محبت ایمان کا جزو ہی نہیں بلکہ جان ایمان ہے۔ اس کے بغیر انسان نہ تو قرب خداوندی حاصل کر سکتا ہے نہ قرب مصطفیٰ ﷺ۔ خداوند قدوس اپنے محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اپنی امت سے تمام احسانات کا بدلہ اہل بیت کی محبت کی صورت میں مانگنے کا حکم دیتے ہیں۔ ارشاد خداوندی ہے!

قل لا اسلکم علیہ اجر الا المودۃ فی القربی ط

ترجمہ: اے میرے محبوب ﷺ فرمادیجیے میں اس پر تم سے کچھ اجرت نہیں مانگتا مگر قرابت کی محبت و مودت۔ اے عبد اللہ کے یتیم! آمنہ کے چاند! اے میرے پیارے اور لاڈلے رسول ﷺ آپ اعلان فرمادیجئے! اے میرے امتیو! اے میرا کلمہ پڑھنے والو میں نے تمہیں ایمان کی دولت سے سرفراز کیا میں نے تمہیں ہدایت کا راستہ دکھایا تمہیں میرے صدقے جان ملی، اولاد ملی، قرآن ملا، رمضان ملا، جہان ملا، ایمان ملا۔ حتیٰ کہ رحمان ملا، میرے صدقے تمہیں سب کچھ ملا۔ میں اس کا صلہ اور اجر تم سے کچھ نہیں مانگتا مگر اپنی قرابت کی محبت و مودت۔ اے میرے پیارے امتیو! تم میرے آل سے محبت کرنا۔ علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے پیار کرنا، تم میری لخت جگر فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا کی توقیر کرنا، تم میرے نواسوں سے محبت و عقیدت رکھنا یہ میرے احسانات کا بدلہ اور صلہ ہوگا۔

لیکن ایک فتنہ اٹھا جس کا نام قادیانیت ہے۔ قادیانیت کے بانی مرزا غلام احمد قادیانی، جہنم مکانی، نسل شیطانی نے اشارہ فرنگی پر ۱۹۰۱ء میں نبوت کا دعویٰ کیا۔ پھر اسی پر اکتفا نہ کیا بلکہ قادیان کے اس دجال، انگریز کے دسترخوان کے نگاروں پر پلنے والے اس جہنمی کتے نے اسلام کی مقدس شخصیات کے متعلق وہ توہین آمیز کلمات کہے کہ پڑھ اور سن کر دماغ کی شرابیں پھٹنے لگ جاتی ہیں۔ آنکھیں خون کے آنسو روتی ہیں۔ کیچہ منہ کو آتا ہے۔ مرزا قادیانی اور اسکی ناپاک ذریت کے زہر آلودہ قلم سے ویسے تو کوئی مقدس ہستی محفوظ نہیں۔ خداوند قدوس کی ذات سے لیکر انبیاء اولیاء، صلحاء حتیٰ کہ ادنیٰ مسلمان تک کوئی ایسی ذات نہیں جس کو ان کی پچھونما زبانیں نیش زنی نہ کرتی ہوں۔ لیکن یہاں صرف ان کی اہل بیت اطہار کی شان میں کی گئی گستاخیوں کی نشاندہی کی جائے گی۔ قادیانیوں کی کفریہ تحریروں نقل کرتے ہوئے ہاتھ ڈگمگاتے لگتا ہے۔ قلم ٹوٹنے لگتا ہے۔ دل لرزنے لگتا ہے۔ لیکن وقت پکار پکار کر کہتا ہے کہ آقائے نامدا علیہ السلام کے دیوانوں اور پروانوں کو بتادو کہ کفر و ارتداد کے بچھوکس

کس طرح نیش زنی کرتے ہیں۔ لیکن کبچہ تمام کر لکھ رہا ہوں۔ دل پر ہاتھ رکھ کر استغفر اللہ پڑھتے ہوئے ملاحظہ فرمائیے۔

سرکارِ دو عالم ﷺ کی شانِ اقدس میں قادیانیوں کی گستاخیاں:

حضور نبی کریم ﷺ کی توہین:

”یہ بالکل صحیح بات ہے کہ ہر شخص ترقی کر سکتا ہے اور بڑے سے بڑا درجہ پاسکتا ہے۔ حتیٰ کہ محمد رسول اللہ ﷺ سے بھی بڑھ سکتا ہے۔“ (نعوذ باللہ) اخبار الفضل قادیان ۱۷ جولائی ۱۹۲۲ء)

نبی پاک کو کئی الہام سمجھ نہ آئے:

”نبی سے کئی غلطیاں ہوئیں، کئی الہام سمجھ نہ آئے۔“ (ازالہ اوہام مطبع لاہوری ۳/۳۶۳ مصنفہ مرزا قادیانی)

نبی پاک ﷺ اشاعتِ دین مکمل طور پر نہ کر سکے:

”نبی ﷺ سے دین کی مکمل اشاعت نہ ہو سکی۔ میں نے پوری کی ہے۔“ (معاذ اللہ) (حاشیہ تحفہ گولڑ ویس ۱۶۵)

نبی پاک ﷺ سور کی چربی والا پتھر کھاتے تھے:

”آنحضرت ﷺ عیسائیوں کے ہاتھ کا پتھر کھا لیتے تھے حالانکہ مشہور تھا کہ اس میں سور کی چربی پڑتی ہے۔“ (نعوذ باللہ) (مکتوبات مرزا قادیانی اخبار الفضل ۲۲ فروری ۱۹۲۳ء)

روضہ رسول ﷺ کی توہین:

”روضہ اطہر مصطفیٰ ﷺ نہایت متعفن اور حشرات الارض کی جگہ ہے۔“ (معاذ اللہ) (حاشیہ تحفہ گولڑ ویس ۱۲)

حدیث مصطفیٰ ﷺ کی توہین:

”میری وحی کے مقابلے میں حدیث مصطفیٰ کوئی شے نہیں۔“ (معاذ اللہ) (اعجاز احمدی ص ۵۶)

درویش شریف کی توہین:

مرزا قادیانی اپنے بارے میں کہتا ہے ”خدا عرش پر تیری تعریف کرتا ہے ہم تیری تعریف کرتے ہیں اور تیرے پر درود بھیجتے ہیں۔“ (نعوذ باللہ) (رسالہ درود شریف بحوالہ الاربعین نمبر ۲ ص ۱۵ تا ۱۸ نمبر ۳ ص ۲۳ تا ۲۶ مصنفہ مرزا دجال)

مرزا قادیانی نبی پاک ﷺ کا مظہر:

”پس چونکہ میں اس کا رسول یعنی فرستادہ ہوں مگر بغیر کسی نئی شریعت اور نئے دعوے اور نئے نام کے بلکہ اسی نبی کریم خاتم الانبیاء کا نام پا کر اور اسی میں ہو کر اور اسی کا مظہر بن کر آیا ہوں۔“ (نعوذ باللہ) (نزول المسح ص ۲)

مرزا قادیانی نبی پاک ﷺ کا وجود:

”خدا نے آج سے بیس برس پہلے براہین احمدیہ میں میرا نام محمد اور احمد رکھا ہے اور مجھے آنحضرت ﷺ کا ہی وجود قرار دیا ہے۔“ (نعوذ باللہ) (ایک غلطی کا ازالہ ص ۱۰)

نبی ﷺ کا قادیان میں مرزا قادیانی کی صورت میں نزول:

”تو اس صورت میں کیا اس بات میں کوئی شک رہ جاتا ہے کہ قادیان میں اللہ تعالیٰ نے پھر محمد ﷺ کو اتارا۔ تاکہ اپنے وعدہ کو پورا کرے۔“ (نعوذ باللہ) (کلمۃ الفصل مصنفہ مرزا بشیر احمد قادیانی ابن مرزا قادیانی لعنتی مندرجہ رسالہ ریو آف ریلیجنس ۱۱۵ نمبر ۳ ج ۱۳)

مرزا قادیانی محمد ثانی:

”کیونکہ وہ محمد ہے غلطی طور پر پس باوجود اس شخص کے دعویٰ نبوت کے جس کا نام غلطی طور پر محمد اور احمد رکھا گیا۔ پھر بھی سیدنا محمد خاتم النبیین ہی رہا۔ کیونکہ محمد ثانی اس محمد ﷺ کی تصویر اور اسی کا نام ہے۔“ (ایک غلطی کا ازالہ ص ۷)

مرزا قادیانی کو نبی پاک ﷺ کی چادر پہنائی گئی:

”اور ہمارے نزدیک تو کوئی دوسرا آیا ہی نہیں نہ نیا نبی نہ پرانا بلکہ خود محمد رسول اللہ ﷺ ہی کی چادر دوسرے کو پہنائی گئی اور وہ خود ہی آئے ہیں۔“ (ارشاد مرزا قادیانی مندرجہ اخبار الحکم قادیان ۳۰ نمبر ۱۹۰۱ء منقول از جماعت مباحثین کے عقائد صحیح رسالہ منجانب قادیانی جماعت قادیان ص ۷۱)

اگر نبی ﷺ کا منکر کافر تو مرزا قادیانی کا منکر بھی کافر:

”اب معاملہ صاف ہے اگر نبی کریم کا انکار کفر ہے تو سچ کا انکار بھی کفر ہونا چاہیے۔ کیونکہ مسیح موعود نبی کریم ﷺ سے کوئی الگ چیز نہیں ہے بلکہ وہی ہے۔ اگر مسیح موعود کا منکر کافر نہیں تو نعوذ باللہ نبی کریم کا منکر بھی کافر نہیں کیونکہ یہ کس طرح ممکن ہے کہ پہلی بعثت میں آپ کا انکار کفر ہو مگر دوسری بعثت میں جس میں بقول حضرت مسیح موعود آپ کی روحانیت اتوئی اور اکمل اور اشد ہے۔ آپ کا انکار کفر نہ ہو۔“ (نعوذ باللہ) (کلمۃ الفصل مرزا بشیر احمد قادیانی ابن مرزا قادیانی مندرجہ رسالہ ریو آف ریلیجنس ۱۳۷ نمبر ۳ ج ۱۳)

نبی پاک ﷺ اور مرزا قادیانی میں کوئی فرق نہیں:

”اور جو شخص مجھ میں اور مصطفیٰ میں تفریق کھڑتا ہے اس نے مجھ کو نہیں دیکھا ہے اور نہیں پہچانا ہے۔“ (نعوذ باللہ) (خطبہ

مرزا قادیانی کو محمد رسول اللہ نہ ماننا قرآن کی مخالفت ہے:

”اور جس نے مسیح موعود کی بعثت کو نبی کریم کی بعثت ثانی نہ جانا اس نے قرآن کو پس پشت ڈال دیا کیونکہ قرآن پکار پکار کر کہہ رہا ہے کہ محمد رسول اللہ ایک دفعہ پھر دنیا میں آئے گا۔“ (کلمۃ الفصل مصنفہ مرزا بشیر احمد قادیانی مندرجہ رسالہ ریویو آف ریلیجنس قادیان ص ۱۰۵ نمبر ۳ ج ۱۳)

مرزا قادیانی تیرہ سو سال قبل رحمۃ اللعالمین بن کر آیا:

”یہ وہی فخر اولین و آخرین ہے جو آج سے تیرہ سو برس پہلے رحمۃ اللعالمین بن آیا تھا اور اب اپنی تکمیل تبلیغ کے ذریعہ ثابت کر گیا کہ واقعی اس کی دعوت حجج ممالک و ملل عالم کے لئے تھی۔“ (نعوذ باللہ) (اخبار الفضل قادیان ج ۳ مورخہ ۲۶ ستمبر ۱۹۱۵ء)

قادیانیوں کو نئے کلمہ کی ضرورت نہیں:

”اگر ہم بالفرض محال مان بھی لیں کہ کلمہ شریف میں نبی کریم کا اسم مبارک اس لیے رکھا گیا ہے کہ آپ آخری نبی ہیں تو تب بھی کوئی حرج واقع نہیں ہوتا اور ہمسکونے کلمہ کی ضرورت پیش نہیں آتی کیونکہ مسیح موعود نبی کریم سے کوئی الگ چیز نہیں جیسا کہ وہ (مرزا قادیانی) خود فرماتا ہے! ”صادو جودی وجودہ“ (نیز) ”من فرق بنی و بین مصطفیٰ فناعرفی و ماورائی“ اور یہ اس لیے ہے کہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ تھا کہ وہ ایک دفعہ اور خاتم النبیین کو دنیا میں مبعوث کرے گا۔ جیسا کہ آیت آخرین منہم سے ظاہر ہے۔ پس مسیح موعود (مرزا صاحب) خود محمد رسول اللہ ہے جو اشاعت اسلام کے لیے دوبارہ دنیا میں تشریف لائے۔ اس لیے ہم کو کسی نئے کلمہ کی ضرورت نہیں ہاں اگر محمد رسول اللہ کی جگہ اور آتا تو ضرورت پیش آتی۔“ (کلمۃ الفصل مصنفہ مرزا بشیر احمد قادیانی مندرجہ رسالہ ریویو آف ریلیجنس قادیان ص ۱۵۸ نمبر ۳ ج ۱۳)

ان عقائد کو چشم عدل سے پڑھنے اور دماغ انصاف سے پرکھنے والو! خدا را بتاؤ! قادیانی کلمہ طیبہ میں محمد ﷺ رسول اللہ سے کیا مراد لے رہے ہیں؟

مرزا قادیانی کی شان:

قادیانی عقیدہ ہے کہ مرزا قادیانی کی ٹھیک وہ شان وہی نام رتبہ ہے جو آنحضرت ﷺ کا تھا۔ (نعوذ باللہ) (اخبار الفضل ۱۶ ستمبر ۱۹۱۵ء قادیانی مذہب ص ۲۷۵)

تمام انسانوں کے لیے نبی اور رسول:

قادیانیوں کا عقیدہ ہے کہ چودھویں صدی کے تمام انسانوں کے لیے نبی اور رسول مرزا غلام احمد قادیانی ہے۔ نعوذ

باللہ (تذکرہ ص ۳۶۰)

مرزا رحمۃ اللعالمین ہے:

قادیانیوں کا عقیدہ ہے کہ رحمۃ اللعالمین مرزا غلام احمد ہے۔ (نحوذ باللہ (تذکرہ ص ۸۳)

مرزا سید الاولین و آخرین ہے:

مرزائی اخبار الفضل مورخہ ۲۶ ستمبر ۱۹۱۵ء کی اشاعت میں لکھتا ہے کہ مرزا وہی ختم المرسلین تھا۔ وہی فخر الاولین و

آخرین ہے۔ جو آج سے تیرہ سو برس پہلے رحمۃ اللعالمین بن کر آیا تھا۔ (قادیانی مذہب ص ۲۶۴)

مرزا قادیانی باعث تخلیق کائنات ہے:

قادیانی عقیدہ ہے کہ آسمان و زمین اور تمام کائنات کو صرف مرزا قادیانی کی خاطر پیدا کیا گیا۔ (نحوذ باللہ (حقیقہ

الوحی ص ۹۹)

مرزا قادیانی کی روحانیت آنحضرت ﷺ سے زیادہ تھی:

قادیانی عقیدہ ہے کہ آنحضرت ﷺ کا زمانہ روحانی ترقیات کی طرف پہلا قدم تھا اور مرزا قادیانی کے زمانے میں

روحانیت کی پوری تکمیل ہوئی۔ (نحوذ باللہ (خطبہ الہامیہ ص ۷۷)

مرزا قادیانی کو بڑی فتح نصیب ہوئی:

قادیانی عقیدہ ہے کہ آنحضرت ﷺ کو چھوٹی فتح نصیب ہوئی تھی اور بڑی فتح مبین مرزا قادیانی کو

ہوئی۔ (نحوذ باللہ (خطبہ الہامیہ ص ۱۹۳)

مرزا قادیانی کا اسلام افضل ہے:

قادیانی عقیدہ ہے کہ آنحضرت ﷺ کے زمانے کا اسلام پہلی رات کے چاند کی طرح ناقص اور بے نور تھا اور مرزا

قادیانی کے زمانے کا اسلام چودھویں رات کے چاند کی طرح تاباں اور درخشاں ہے۔ (نحوذ باللہ (خطبہ الہامیہ ص ۹۳)

مرزا قادیانی کے معجزے آنحضرت ﷺ سے زیادہ ہیں:

قادیانی عقیدہ ہے کہ آنحضرت ﷺ کے معجزات تین ہزار تھے (تختہ گولڑویہ ص ۶۳) اور مرزا قادیانی کے معجزے

تین لاکھ سے بھی زیادہ ہیں۔ (نحوذ باللہ (حقیقہ الوحی ص ۶۷) قادیانی عقیدہ ہے کہ مرزا قادیانی کا وہی ارتقاء آنحضرت ﷺ

سے زیادہ ہے۔ (نحوذ باللہ (ریویو مئی ۱۹۲۹ء بحوالہ قادیانی مذہب ص ۲۴۱)

آنحضرت ﷺ مرزا قادیانی کی شکل میں دوبارہ تشریف لائے ہیں:

محمد پھر اُتر آئے ہیں ہم میں	اور آگے سے بڑھ کر ہیں اپنی شان میں
محمد دیکھنے ہوں جس نے اکمل	غلام احمد کو دیکھے قادیان میں

(اخبار بدر قادیان ج ۲ ش ۳۲ مورخہ ۲۵ اکتوبر ۱۹۰۶ء) (نحوذ باللہ)

نبیوں سے مرزا قادیانی کی بیعت کا عہد:

قادیانی عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام سے لیکر حضرت محمد رسول اللہ ﷺ تک ہر ایک نبی سے مرزا قادیانی پر ایمان لانے اور اس کی بیعت و نصرت کرنے کا عہد لیا تھا۔ (نحوذ باللہ) (اخبار الفضل ۲۶ فروری ۱۹۲۳ء۔ قادیانی مذہب ص ۳۴۰)

آنحضرت ﷺ کی پیروی باعث نجات نہیں:

قادیانی عقیدہ ہے کہ اس زمانے میں آنحضرت ﷺ کی پیروی باعث نجات نہیں بلکہ صرف مرزا قادیانی کی پیروی سے نجات ہوگی۔ (نحوذ باللہ) (اربعین ص ۷۲ تا ۷۱)

مرزا قادیانی جو چاہے کر سکتا ہے:

قادیانی عقیدہ ہے کہ مرزا قادیانی جس بات کا ارادہ کرتا ہے وہ مرزا قادیانی کے حکم سے فی الفور ہو جاتی ہے۔ (تذکرہ ص ۵۲۵، ۶۵۶، ۸۶۲۔ حقیقۃ الوحی ص ۱۰۵) (نحوذ باللہ۔

یہ ہیں قادیانیوں کے وہ کفریہ عقائد جنہیں پڑھ کر رگوں میں خون کھولنے لگتا ہے۔ اور ہر پڑھنے والا مسلمان غم و غصہ کا ایک مجسم طوفان بن جاتا ہے اور اس کے دل میں قادیانیت کا سر کپکنے کا جذبہ جہاد جوش مارنے لگتا ہے۔

محمد رسول اللہ ﷺ کے متعلق جو رحمۃ للعالمین ہیں، راحت العاشقین ہیں، انیس الفریبتین ہیں، شفیع المذنبین ہیں، جو سراپا معجزہ بن کر آئے۔ جن کی ادنیٰ سی بے ادبی موجب کفر ہے وہ محمد رسول اللہ ﷺ جنکی خاطر اللہ تبارک تعالیٰ نے سارا جہاں بتایا اگر آپ ﷺ نہ ہوتے تو کائنات کا وجود بھی نہ ہوتا۔

وہ جو نہ تھے تو کچھ نہ تھا	وہ جو نہ ہوں تو کچھ نہ ہوں
جان ہیں وہ جہان کی	جان ہے تو جہان ہے

وہ محمد رسول اللہ ﷺ جن کے متعلق قرآن اعلان کرتا ہے!

لقد جاءكم رسول من انفسكم عزيز عليه ما عنتم حريص عليكم بالمومنين روف

الرحيم O

ترجمہ: بے شک تمہارے پاس تم میں سے ایک رسول تشریف لائے۔ تمہارا مشقت میں پڑنا ان پر گراں گزرتا ہے۔ تمہاری بھلائی کے چاہنے والے مسلمانوں پر رحم کرنے والے مہربان ہیں۔

تمہاری تکلیف وہ برداشت نہیں کر سکتے۔ تکلیف تمہیں ہوتی ہے اور بے چین وہ ہوتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ دنیا کے کسی رشتے کو کسی رشتے سے اتنی محبت نہیں جتنی سرکارِ دو عالم ﷺ کو اپنی امت سے ہے۔ ماں باپ بھی قیامت کے دن چھوڑ جائیں گے لیکن امام الانبیاء علیہ السلام اپنی امت کو کبھی نہیں چھوڑیں گے۔ ایسا شفیق و کریم نبی کسی کو نہیں ملا۔ اللہ تبارک تعالیٰ اس امت کو بھی مشفق نبی کے احسانات کا شکر ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

قادیانیوں کی حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شان میں گستاخیاں:

”پرانی خلافت کا جھگڑا چھوڑ دو اب نئی خلافت کو لو۔ ایک زندہ علی (مرزا قادیانی) تم میں موجود ہے۔ تم اس کو چھوڑتے ہو اور مردہ علی کو تلاش کرتے ہو“۔ معاذ اللہ (ملفوظات احمدیہ از مرزا قادیانی ج ۱ ص ۱۳۱)

علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے متعلق سرکارِ دو عالم ﷺ نے فرمایا!

”انت منی وانا منک“ تم مجھ سے ہو اور میں تم سے ہوں۔

اور فرمایا سرکارِ دو عالم ﷺ نے کہ سوائے منافق کے کوئی علی سے بغض نہیں رکھ سکتا۔ (ترمذی شریف)

معلوم ہوا حضرت علی رضی اللہ عنہ کی محبت ایمان کی علامت ہے اور آپ کی عداوت منافقت کی علامت ہے۔

قادیانیوں کی حضرت فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا کی شان میں گستاخی:

”حضرت فاطمہ نے کشفی حالت میں اپنی ران پر میرا سر رکھا اور مجھے دکھایا کہ تم مجھ سے ہو“۔ العیاذ باللہ (ایک غلطی کا ازالہ حاشیہ ص ۱۱ مصنفہ مرزا ملعون)

ہائے وہ فاطمہ رضی اللہ عنہا جن کے متعلق سرکارِ دو عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا! ”فاطمہ بفعثہ منی فمن اغضبها اغضبنی“ (الحدیث بخاری شریف ص ۵۶۲) فاطمہ میرے جگر کا ٹکڑا ہے جس نے اسکو ناراض کیا اس نے مجھ کو ناراض کیا۔ وہ فاطمہ جنہوں نے وصال کے وقت وصیت فرمائی کہ میرا جنازہ رات کے اندھیرے میں اٹھایا جائے تاکہ جیسے زندگی میں مجھے کسی غیر محرم آنکھ نے نہیں دیکھا تھا میرے جنازے پر بھی کسی غیر محرم کی نظر نہ پڑے۔ جن کے پل صراط سے گزرنے کے وقت یہ اعلان کیا جائے گا کہ اے اہل محشر! نگاہیں نیچی کر لو فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا پل صراط سے گزر رہی ہیں۔ خدا نے آپ کو اتنا پردہ دیا کہ فرشتے بھی آپ کو دیکھ نہ سکیں۔ لیکن قادیان کے حرام زادے کے زہر آلود قلم نے امام الانبیاء علیہ السلام کی لاڈلی بیٹی کی عصمت کا بھی کچھ لحاظ نہ کیا۔

قادیانیوں کی حضراتِ حسنین کریمین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی شان میں گستاخیاں:

مرزا امام حسن و حسین سے افضل:

”اور انہوں نے کہا کہ اس شخص نے امام حسن و امام حسین رضی اللہ عنہما سے اپنے تئیں اچھا سمجھا۔ میں کہتا ہوں ہاں سمجھا۔“ (نحوذ باللہ (اعجاز احمدی ص ۵۲)

حسین دشمنوں کے کشتہ اور مرزا خدا کا کشتہ:

”میں خدا کا کشتہ ہوں اور تمہارا حسین دشمنوں کا کشتہ ہے۔“ (معاذ اللہ (اعجاز احمدی ص ۸۱ مصنفہ مرزا قادیانی)

مرزا حسین رضی اللہ عنہ سے بڑھ کر:

اے قوم شیعہ! تو اس بات پر اصرار مت کرو کہ حسین تمہارا منجی ہے کیونکہ میں سچ کہتا ہوں کہ آج تم میں ایک ہے جو اس حسین سے بڑھا ہوا ہے۔“ (معاذ اللہ (دافع البلاء ص ۲۰ مصنفہ مرزا قادیانی)

ذکر حسین رضی اللہ عنہ ایک مصیبت:

”تم نے خدا کے جلال اور حمد کو بھلا دیا اور تمہارا صرف حسین ہے۔ کیا تو انکار کرتا ہے۔ پس یہ اسلام پر ایک مصیبت ہے کستوری کی خوشبو کے پاس گوہ (ذکر حسین) کا ڈھیر ہے۔“ (نحوذ باللہ (اعجاز احمدی ص ۸۲ مصنفہ مرزا قادیانی)

مرزا کی ہر گھڑی کی قربانی سو حسین کی قربانی کے برابر:

کر بلا است میر آئم صد حسین است در گریانم

کہ میرے گریان میں سو حسین ہیں۔ لوگ اس کے معنی یہ سمجھتے ہیں کہ حضرت مسیح موعود نے فرمایا ہے کہ میں سو حسین کے برابر ہوں۔ لیکن میں (مرزا بشیر الدین ابن مرزا قادیانی) کہتا ہوں اس سے بڑھ کر اس کا مفہوم یہ ہے کہ سو حسین کی قربانی کے برابر میری ہر گھڑی کی قربانی ہے۔“ (خطبہ مرزا بشیر الدین مندرجہ الفضل ج ۳ اش ۸۰ جنوری ۱۹۲۶ء)

مرزا کی بیٹی سارے انبیاء کی بیٹی:

”عزیز امتہ الخفیظ سارے انبیاء کی بیٹی ہے۔“ (الفضل قادیان ج ۲ ص ۱۵۶ مورخہ ۷ جون ۱۹۱۵ء)

حسین کو مجھ سے کیا نسبت:

”افسوس یہ لوگ نہیں سمجھتے کہ قرآن نے تو امام حسین کو انبیت کا درجہ بھی نہیں دیا بلکہ نام تک مذکور نہیں ان سے تو زید ہی اچھا رہا جس کا نام قرآن میں موجود ہے۔۔۔ میں مسیح موعود نبی اور رسول ہوں۔ اب سوچنے کے لائق ہے کہ امام حسین کو مجھ سے کیا نسبت ہے؟“ (نزد لاس ص ۴۴)

حضرت امام حسین و حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی شان حدیث کی رو سے:

نبی پاک ﷺ نے فرمایا!

ان الحسن والحسين سيد الشباب اهل الجنة۔

”حسن اور حسین دونوں جنتی نوجوانوں کے سردار ہیں۔“ (ترمذی شریف ج ۲ ص ۲۲۲)

کہیں فرمایا! ”الحسن والحسين هما ريحاني من الدنيا۔“

حسن اور حسین دونوں میرے دنیا کے پھول ہیں۔“ (ترمذی شریف ج ۲ ص ۲۲۱)

حسین منی وانا من الحسين احب الله من احب حسيناً (ترمذی شریف ج ۲ ص ۲۲۲)

”حسین مجھ سے ہیں اور میں حسین سے ہوں اور اللہ اس سے محبت کرتا ہے جو حسین سے محبت کرتا ہے۔“ رسول خدا ﷺ یوں

دعا فرماتے ہیں! اللهم انی احبهما فاحبهما واحب من احبهما اے اللہ میں حسن و حسین سے محبت

کرتا ہوں تو بھی ان سے محبت فرما اور جو ان سے محبت کرے اس سے بھی محبت فرما۔“

یہ ہے شان اہل بیت قرآن وحدیث کی رو سے۔ لیکن قادیانیوں نے جو اسلام اور اہل اسلام کے ازلی دشمن ہیں

مسلمانوں کا رشتہ سرکارِ دو عالم ﷺ اور آپ کے گھرانے سے توڑنے کے لیے اہل بیت کی محبت مسلمانوں کے دلوں سے ختم

کرنے کے لیے مسلمانوں کے ایمان لوٹنے کے لیے کس قدر دیدہ دلیری کا مظاہرہ کیا ہے۔ اہل بیت اطہار پر کس طرح رکیک

حملے کیے ہیں۔ لیکن ہم مسلمان ہیں شیخ ختم نبوت کے پروانے کھلاتے ہیں۔ عجب اہل بیت کھلاتے ہیں۔ لیکن ختم نبوت کے

ان ڈاکوؤں کے ساتھ اہل بیت کے دشمن قادیانیوں کیساتھ ہمارے دوستانہ تعلقات ہیں۔ ہم ان کیساتھ اٹھتے بیٹھتے ہیں۔ انکی

مخفلوں میں شریک ہوتے ہیں۔ انکو گلے لگاتے ہیں اور بعض ہمارے مسلمان بھائیوں کے دلوں سے دینی غیرت وحیثیت اس

قدر مٹ چکی ہے کہ انکی بیٹیاں قادیانیوں کے گھروں میں بیاہی ہوئی ہیں اور بعض نے قادیانی عورتوں سے شادیاں رچا رکھی

ہیں۔

مسلمانوں! یاد رکھو کوئی ہمارا رشتہ دار ہو بھائی ہو باپ ہو بیٹا ہو جو محمد ﷺ کا نہیں وہ ہمارا بھی نہیں۔ لیکن دنیا کے کسی

کونے میں رہتا ہو کسی قبیلے اور خاندان سے تعلق رکھتا ہو جو محمد عربی ﷺ اور آپ کی آل پاک کا غلام ہے وہ ہمارے سرکا تاج

ہے اور جو سرکارِ مدینہ ﷺ اور آپ کے اہل بیت کا دشمن ہے وہ ہمارے پاؤں کی ٹھوکر ہے۔ قادیانی خاندان نبوت کے دشمن ہیں

انکا کراؤ براہ راست سرورِ کائنات ﷺ اور آپ کے اہل بیت کیساتھ ہے لیکن اے مسلمان! ختم نبوت کے ان لٹیروں کے

ساتھ اہل بیت کے ان غداروں کے ساتھ کھاتے پیتے وقت انکی مخفلوں میں شریک ہوتے وقت امام الانبیاء ﷺ کے ان

باغیوں کو سینے سے لگا کر اطہارِ محبت کرتے وقت تیرا خمیر تجھے ملامت نہیں کرتا تیری غیرت کو جوش نہیں آتا۔ تجھے اپنے نبی سے

حیا نہیں آتی۔ ارے تجھے فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا سے شرم نہیں آتی۔ تجھے امام حسین رضی اللہ عنہ کی عظمت کا کچھ لحاظ

نہیں۔ ارے تو علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو کچھ اہمیت نہیں دیتا اگر تو اپنے نبی امام الانبیاء ﷺ کی نور نظر لخت جگر فاطمہ الزہرہ رضی اللہ عنہا کی عزت کو اپنی عزت سے مقدم سمجھتا تو ان کے دشمن اور گستاخ قادیانیوں کو دیکھ کر آگ گولا ہو جاتا۔ تیری آنکھیں سرخ ہو جاتیں۔ تیرے لبوں پر تبسم نہ آتا لیکن خاندان نبوت کے یہ دشمن اور گستاخ قادیانی تیرے سامنے دندانے بھرتے ہیں۔ انھیں دیکھ کر تیری کیفیت نہیں بدلتی۔ تیرے ماتھے پر شکن تک نہیں آتی۔ تو نے کبھی سوچا ہے؟ تو نے کبھی غور و فکر کیا ہے؟ تیرے سامنے کس کے گھر کی کھیتی اجاڑی جا رہی ہے؟ کس کے باغ کے پھول توڑے جا رہے ہیں؟ کس کے جگر کے کلکڑوں پر کاری ضربیں لگائی جا رہی ہیں؟ کس کے دل کو دکھایا جا رہا ہے؟ کس کی روح کو تڑپایا جا رہا ہے؟ کیا فاطمہ الزہرہ رضی اللہ عنہا کو نبی پاک ﷺ نے اپنے جگر کا ٹکڑا نہیں فرمایا؟ کیا حسن و حسین سرکارِ دو عالم ﷺ کے باغ کے پھول نہیں؟ انکا دل دکھانے سے محمد رسول اللہ ﷺ کا دل نہیں دکھتا؟ کیا اہل بیت کی شان میں کی گئی گستاخیوں سے سرکارِ دو عالم ﷺ کی روح انور تڑپتی نہیں ہے؟ کیا گنبد خضرا سے یہ صدا نہیں آرہی ہے کہ اے میرے پروانو! کہاں ہو؟ میری عزت کے تحفظ کی خاطر کٹ مرنے والو! کہاں ہو؟ میری خاطر ظلم تم سب نے والے ہلال و ضعیب رضی اللہ تعالیٰ عنہم جیسے مستانو! کہاں ہو؟ اے عجب اہل بیت تم کہاں ہو؟ کیا آج تم میں سے کوئی نہیں جو میرے اہل بیت کے خلاف استعمال ہونے والی زبان کو کاٹ کر رکھ دے۔ میری اور میرے اہل بیت کی شان میں کی گئی گستاخیوں پر جہنمی قادیانی لڑ بچہ کو جلا کر رکھ کر دے۔

مسلمانوں! اگر ہم تحفظ ناموس رسالت کے لیے گستاخان اہل بیت کو ٹھکانے لگانے کے لیے اپنی جان کا نذرانہ پیش کرنے کے لیے تیار نہیں ہیں تو پھر ہم سے تو گلی کا کتا بھی اچھا ہے ہم اس سے بھی گئے گزرے ہیں کہ وہ گلی محلے کا حق نمک خوب ادا کرتا ہے۔ جس کا کھاتا ہے ساری رات اسکا پہرہ دیتا ہے اور اس کے اہل عیال اور مال کی حفاظت کرتا ہے۔ وہ اپنی جان دے دیتا ہے لیکن اپنے مالک کے گھر پر کسی ڈاکو کو ڈاکہ نہیں ڈالنے دیتا۔ لیکن ہم محمد عربی ﷺ کا صدقہ کھاتے ہیں اور ہمارے زندہ رہتے ہوئے قادیانی مردود مصطفیٰ کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ختم نبوت پر ڈاکہ ڈالتے کرتے ہیں۔ خاندان نبوی ﷺ پر دیکھ چلے کرتے ہیں اور ہم لبوں پر مہر سکوت لگا کر بیٹھے ہیں۔ ہم کتے سے بدتر نہیں تو اور کیا ہیں؟ اگر ہم ختم نبوت کا تحفظ نہیں کر سکتے تو پھر ہماری نمازیں بیکار ہیں ہماری عبادت و ریاضت فضول ہے ہمارے ان بے روح سجدوں کی کوئی حقیقت نہیں۔ ہمارے بلند و آہنگ عشق و محبت کے دعوے جھوٹے ہیں ناموس رسالت کا تحفظ سب سے پہلے۔ سارا دین بعد میں اگر ناموس رسالت کا تحفظ نہیں تو کچھ بھی نہیں۔ گنبد خضرا کی زیارت کیلئے تڑپنے والے! اللہ ہر مسلمان کو یہ تڑپ نصیب فرمائے روضہ رسول ﷺ پر حاضری دینے سے پہلے یہ سوچ لینا کہ اگر رسول خدا ﷺ نے یہ فرمایا کہ تمہارے وطن میں میری عزت محفوظ نہیں تم یہاں کیا لینے آئے ہو تو کیا جواب دو گے؟ اگر آقا ﷺ نے رخ انور پھیر لیا تو کہاں جاؤ گے؟ پھر کس کا سہارا لو گے؟ پھر اندھیری راتوں کے طویل سجدوں کی کیا حیثیت ہوگی؟ پھر ہماری تسبیحیں جھیلیں کس کام آئیں گی۔

نماز اچھی حج اچھا روزہ اچھا زکوٰۃ اچھی
مگر میں باوجود اسکے مسلمان ہو نہیں سکتا
نہ کٹ مروں میں جب تک خواجہ بطلحا کی عزت پر
خدا شاہد ہے کامل میرا ایمان ہو نہیں سکتا

صرف نماز روزہ ہی بیکار نہیں بلکہ جو محمد عربی ﷺ کی عزت کے تحفظ کی خاطر کٹ مرنے کا عزم نہیں رکھتا اسکے ایمان کا ہی کوئی ثبوت نہیں۔ ناموس نبوت کے تحفظ کے لیے قربان ہو جانے کا نام ہی ایمان ہے۔ آل رسول ﷺ کے قدموں پر ثار ہو جانے کا نام ایمان ہے۔ ورنہ نہ ہمارا دین ہے نہ ہماری زندگی کا کوئی مقصد ہے۔ زندگی وہی ہے جس کا ایک ایک لمحہ ختم نبوت کا پرچم لہراتے ہوئے دشمنان رسول ﷺ ٹکراتے ہوئے گزرے جس کا اک ایک لٹکھ آل رسول ﷺ کے خدادادوں سے برسرِ پیکار گزرے۔ ورنہ ہماری زندگیوں پر تفت ہے۔ ایسی زندگی سے موت بہتر ہے۔

امام حسین رضی اللہ عنہ کی محبت کا دم بھرنے والو:

ہم شہادت کر بلا کتنے جوش و خروش سے بیان کرتے ہیں کہ نواسہ رسول ﷺ نے اپنے نانا جان کے دین کے تحفظ کی خاطر حق کی سر بلندی کی خاطر اپنے بھائی غازی عباس رضی اللہ عنہ کے بازو قلم کرائے۔ اپنے جوان بیٹے علی اکبر کی جوانی کی قربانی دی۔ معصوم علی اصغر کے خشک حلق میں تیر پیوست ہوتے دیکھے۔ قاسم کو قربان ہوتے دیکھا۔ اپنی بہن زینب کی گود خالی ہوتے دیکھی۔ میدان کر بلا کو اپنے خاندان کے خون سے رنگین ہوتے دیکھا۔ اپنے جگر کے ٹکڑوں کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا یا بالآخر اپنا سر بھی قلم کر دیا۔ لیکن نانا جان کے دین پر آج نہ آنے دی۔ اور ہم نے کبھی یہ نہ سوچا کہ ہم نے اسلام کی خاطر کیا قربانی دی ہے۔ ہم نے دین حق کی سر بلندی کے لیے کیا کیا خرچ کیا؟ ہمارا تو اسلام کی خاطر کبھی خون کا ایک قطرہ تک نہیں پٹکا۔ پسینہ بھی نہیں بہا اور دعوئی ہمارا یہ ہے کہ ہم اسلام کے سپاہی ہیں ہم اسلام کے کیسے سپاہی ہیں؟ اسلام پر تو قادیانی کتے حملہ آور ہیں اور ہم آنکھیں بند کیے بیٹھے ہیں۔ ہم بے حس نہیں تو اور کیا ہیں؟ کیا سرکارِ دو عالم ﷺ کے احسانات کا بدلہ یہی ہے؟ کیا شہید کر بلا کی غلامی کا حق یہی ہے؟ اے مسلمان تیری غیرت کہاں کھو گئی؟ تجھے کیوں بے غیرتی کا سانپ سونگھ گیا؟ تو بیدار کیوں نہیں ہوتا؟ تیرا جوش و جذبہ کیوں ختم ہو گیا؟ اٹھ امام الانبیاء ﷺ کی عزت کی پاسبانی کر۔ ختم نبوت کا تحفظ کر۔ محمد عربی ﷺ کے باغ کے پھولوں کو توڑنے والوں کے ہاتھ توڑ دے۔ خاندان نبوت کے خلاف استعمال ہونے والی زبان کے ٹکڑے ٹکڑے کر کے کتوں کے آگے پھینک دے۔ خاندان نبوت ﷺ کی غلامی کا حق ادا کر دے۔ قادیانیت کے خلاف جہاد کر مگر ختم نبوت کے لیے قہر صدیق بن جا۔ کملی والے کے ان باغیوں کو ٹھکانے لگا دے۔ یہ راج پال کی روحانی اولاد ہیں انکے لیے غیرت غازی علم دین بن جا۔ مرزا نیت کا سر کچل کے رکھ دے۔ کتے مار ہم کا آغا زکرا اور اکھواصل جہنم کر دے۔ قادیانیت کو بحرِ قلم میں

غرق کر دے۔ مرتدین کے سر کی چوٹی پر آسمانی بجلی بن کر گرا اور ان ملعونوں کو پاش پاش کر دے۔ ان گستاخان رسول ﷺ کا نام صفحہ ہستی سے منادے تاکہ گنبد خضرا میں محمد عربی ﷺ کی روح انور خوشی سے جھوم اٹھے کہ میری عزت کے محافظ ابھی زندہ ہیں۔ مرنے کے بعد کل جب تجھے قبر میں آمنہ کے لال دیکھیں تو مسکرا کر فرمائیں تو تو ہمارا ہے تو تو ہماری ناموس کا پاسبان ہے میں تیری نجات کا ذمہ دار ہوں تو میری شفاعت کا حق دار ہے۔ اللہ تبارک تعالیٰ تمام مسلمانوں کو شیخ ختم نبوت کا پروانہ بنائے۔

☆☆☆☆ ☆☆☆☆ ☆☆☆☆



قادیانیت اور تحصیل گوجرخان (ابتداء سے قیام پاکستان تک)

حسن نواز شاہ

تحصیل گوجرخان میں مذہبی سرگرمیوں، رجحانات اور علمائے کرام کے کردار و خدمات پر اب تک باضابطہ کوئی مستند کاوش میرے علم میں نہیں یا شاید اس کی ضرورت ہی محسوس نہیں کی گئی اب جہاں تک تحصیل کے حوالے سے قادیانیت کے فروغ اور اس کے رد میں علمائے کرام کی سعی کا تعلق ہے اس بارے میں اب تک کسی نے داؤد تحقیق نہیں دی، لے دے کے تاریخ راولپنڈی (جلد دوم)، تاریخ گوجرخان اور ضلع راولپنڈی تاریخ احمدیت میں مختصر اس پر کلام کیا گیا ہے لیکن وہ بجائے خود غلط سے بھرپور ہے مثلاً تاریخ راولپنڈی میں لکھا ہے کہ:-

”رابعہ محمد فضل (مرزا غلام احمد کے خاص مصاحبین میں سے تھا، ترقی کرتے کرتے رضوان یعنی مرزا غلام احمد کے دربان کا خطاب پایا۔ رضوان کی اجازت کے بغیر کوئی مرزا کو مل نہیں سکتا تھا نور الدین احمد خلیفہ اول سے زیادہ محمد فضل کا مقام تھا اور یہ امر لازمی تھا کہ اگر محمد فضل آخری ایام میں مرزا ایت سے مخرف نہ ہو جاتا تو خلیفہ بھی ہوتا۔ قادیانیوں کا اخبار ”الفضل“ کہا جاتا ہے کہ رابعہ محمد فضل کے نام کی مناسبت سے جاری کیا گیا ہے۔“ (۱)

اس اقتباس کے بارے میں جب مولوی صاحب کے پوتے ڈاکٹر منیر الدین احمد (پ: ۲۲ نومبر ۱۹۳۴ء) سے استفسار کیا گیا تو انہوں نے اس پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا کہ:-

”یہ کہ ”دادا جان مرزا غلام احمد قادیانی کے رضوان (دربان) تھے، جن کی اجازت کے بغیر کوئی شخص مرزا صاحب سے نہیں مل سکتا تھا“ دادا جان کو قادیان میں بہت کم رہنے کا موقع ملا ہے۔ جب کہ دربان کو ہمہ وقت مرزا صاحب کی خدمت میں رہنا چاہیئے۔ یا یہ کہ ”اگر آپ آخری ایام میں مرزا ایت سے مخرف نہ ہو جاتے، تو خلیفہ بننے اور نور الدین خلیفہ اول نہ ہوتے۔“ مولوی حکیم نور الدین مرزا صاحب کی وفات پر ۱۹۰۸ء میں خلیفہ منتخب ہوئے تھے۔ اور دادا جان ۱۹۳۶ء میں احمدیت سے تائب ہوئے تھے۔ دوسری طرف آپ نے ۱۸۹۷ء کو قادیان میں پہلی ہی ملاقات میں مولوی حکیم نور الدین صاحب سے کہہ دیا تھا

کہ ان کو مرزا صاحب کی خلافت ملے گی۔ اس چیز کا ذکر دادا جان کی سوانح حیات میں آچکا ہے۔ پھر یہ کہنا کہ ”اخبار“ الفضل“ کا نام دادا جان کے نام کی مناسبت سے رکھا گیا تھا“، یہ دعویٰ بھی بے بنیاد ہے۔“ (۲)

اب تاریخ گوہر خان میں مولوی صاحب کے بارے میں دی گئی معلومات کتنی مستند ہیں اس کا اندازہ صرف اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ مولوی صاحب کا نام فضل احمد لکھا ہے۔ (۳) یہی حال ضلع راولپنڈی تاریخ احمدیت کا ہے، اس کے مصنف نے مولوی صاحب کے بارے لکھا ہے کہ:

”آپ اپنے زمانہ کے ممتاز عالم دین قاہرہ کی الازہر یونیورسٹی کے فارغ التحصیل اور عربی کے مضمون کے گولڈ میڈلسٹ تھے۔“ (۴)

اگرچہ ڈاکٹر منیر الدین نے مولوی صاحب کی سوانح حیات میں تحصیل علوم کی تفصیلات لکھ دی ہیں، اس کے باوجود جب اقتباس مذکورہ بالا کے بارے ان سے استفسار کیا گیا تو انہوں نے جواباً لکھا کہ:

"My grand father did not go for study to Al.Azhar.He had his schooling in Changa Bangial from his maternal uncle Maulavi Umar Bakhsh.(5)

اور اسکی تصدیق مولوی صاحب کے اپنے بیان سے بھی ہوتی ہے جس میں انہوں نے تحصیل علم کے بارے لکھا ہے کہ:-

”تدرس وتعلم ببلاذ مختلفة وفي نواحه وطنه.“ (۶)

فروغ قادیانیت کا مختصر پس منظر:

تحصیل گوہر خان میں قادیانیت کے دونوں مکاتب فکر یعنی قادیانی و لاہوری گروہوں سے تعلق رکھنے والے موجود رہے ہیں۔ لیکن زیادہ فروغ قادیانی گروہ کو ہی حاصل ہوا اور زیادہ تر افراد اسی سے متعلق رہے۔ تحصیل میں قادیانیت کے فروغ کا سبب دو قادیانی مبلغ تھے، ایک مولوی محمد فضل خان چنگوی (ان کا تعلق قادیانی گروہ سے رہا) اور دوسرے لاہوری گروہ سے تعلق رکھنے والے مولوی غلام ربانی کشمیری۔ مولوی فضل تو عمر کے آخری سالوں میں قادیانیت سے تائب ہو گئے تھے البتہ مولوی غلام ربانی تادم وفات لاہوری گروہ سے منسلک رہے۔ ذیل میں دونوں کے مختصر احوال درج ہیں:

مولوی محمد فضل خان چنگوی:

آپ ۱۸۶۸ء کو چنگا بنگیال میں غلام محمد خان کے ہاں راجپوت برادری میں پیدا ہوئے۔ (۷) درس نظامی کی تحصیل اپنے ماموں مولوی محمد عربش نقشبندی مجددی (م: ۱۸۸۷ء) (۸) سے کی جو نقشبندی سلسلہ کے شیخ اور کئی کتب کے مصنف

تھے۔ (۹) انگریزی اور جدید علوم کی تحصیل کے لیے ۱۸۸۵ء میں آپ نے مشن ہائی سکول راولپنڈی میں داخلہ لیا۔ (۱۰) مولوی محمد عمر کی صحبت کی بدولت تصوف کے ذوق کا پیدا ہونا فطری امر تھا نیز عملی تصوف میں شیخ کی ضرورت واضح ہے پس اسی اصول کی روشنی میں آپ نے اپنے ماموں سے بیعت کی درخواست کی لیکن انہوں نے بوجہ انکار کر دیا آخر کار آپ نقشبندی مجددی سلسلہ کے ایک اور شیخ خواجہ فقیر محمد تیرا ہی (۱۲۱۳-۲۹ محرم ۱۳۱۵ھ) سے بیعت ہوئے اور تصوف کی کتب بالخصوص شیخ الاکبر محمد الدین ابن عربی (۵۶۰-۶۲۸ھ) کی امہات کتب کا مطالعہ شروع کر دیا۔ خواجہ تیرا ہی نے آپ کو خلافت سے بھی نوازا نیز آپ کو بیعت کرنے کا بھی حکم دیا۔ (۱۱) ۱۸۹۶ء میں جب آپ چک امرال، ضلع جہلم میں صوبیدار میر جو آزریری کی پکٹان شیر باز خان کے بچوں کی اتالیقی کے سلسلہ میں مقیم تھے، قادیانیت کی طرف راغب ہوئے اور مئی ۱۸۹۶ء کو بانی جماعت احمدیہ میرزا غلام احمد قادیانی (۱۸۳۵ء-۲۶ مئی ۱۹۰۸ء) کو خط لکھا جس کا جواب میرزا صاحب نے ۲۹ مئی ۱۸۹۶ء کو تحریر کیا۔ (۱۲) بعد ازاں میرزا صاحب نے آپ کو قادیان بلایا اور ۱۶ جنوری ۱۸۹۷ء کو آپ ان سے بیعت ہوئے۔ میرزا صاحب نے انہیں اپنے تین سوتیرہ خاص اصحاب میں شامل کیا، آپ کا نمبر ایک سو پچاسواں تھا۔ (۱۳)

مرزا صاحب سے قربت:

جیسا کہ ذکر ہو چکا کہ مولوی صاحب، مرزا صاحب کے تین سوتیرہ اصحاب خاص میں شامل تھے، اسی طرح مرزا صاحب نے ۲۳ فروری ۱۸۹۸ء کے ایک اشتہار بعنوان ”بمضور نواب لیفٹیننٹ گورنر بہادر دام اقبالہ“ میں اپنے نمایاں پیروکاروں کے ناموں کی فہرست دی تھی اس فہرست میں مولوی صاحب کا نام ۲۵ نمبر پر درج ہے۔ (۱۴) ۲۲ جولائی ۱۹۰۰ء کو مرزا صاحب نے ایک اشتہار شائع کیا جس میں پیر مہر علی شاہ گلڑوی (۱۸۵۹-۱۲ مئی ۱۹۳۷ء) کو عربی میں تفسیر نویسی کا چیلنج کیا اس اشتہار میں اکیس مؤیدین کے نام بطور گواہ مرقوم ہیں جن میں سترہویں نمبر پر مولوی صاحب کا نام بھی موجود ہے۔ (۱۵) اسی طرح مرزا صاحب نے اپنی تصنیف ھقیقۃ الوحی میں مولوی صاحب کے چند واقعات کو اپنی صداقت کے نشان طور پر شامل کیا۔ (۱۶)

آپ کی بدولت تحصیل گوجر خان اور گردونواح میں قادیانیت کو بہت فروغ ملا تاریخ راولپنڈی (جلد دوم) میں لکھا

ہے کہ:

”ضلع ہذا میں مرزا نیت کی اشاعت راجہ محمد فضل آف چنگا میرا تحصیل گوجر خان اور ملک غلام نبی آف

پنڈری داغلی چک بلی خان کے باعث ہوئی۔“ (۱۷)

مولوی صاحب کی وجہ سے ان کی برادری کے بالخصوص اور گردونواح کے بالعموم (ضلع راولپنڈی تاریخ احمدیت میں البدر والحکم کے حوالے سے درج فہرست اور مولوی فضل خان، ایک عالم ربانی کی سوانح حیات کے مطابق تقریباً تین

درجن سے زائد مردوزن نے مرزا غلام احمد قادیانی کی بیعت اختیار کی، (۱۸) ڈاکٹر منیر الدین کے بقول:

”اجی (مولوی محمد فضل) کے ذریعے ان کے قریبی رشتہ داروں کی اکثریت نے احمدیت کو قبول کر لیا تھا، البتہ یہ

کہنا غلط نہ ہوگا کہ اس گاؤں میں احمدیت صرف ایک کنبے تک ہی محدود رہی،“ (۱۹)

ڈاکٹر منیر الدین نے اسی بارے ایک اور مقام پر لکھا ہے کہ:-

”آپ کی مساعی کے نتیجہ میں آپ کے خاندان کے اکثر افراد جماعت احمدیہ میں داخل ہو گئے تھے، چنانچہ آپ

کی اپنی ذہوک اور ہمسایہ ذہوک حیات بخش کی نصف آبادی جس کا آپ سے قربت داری کا رشتہ تھا احمدی ہو

گئے تھے۔“ (۲۰)

ضلع راولپنڈی تاریخ احمدیتیں مرزا قادیانی سے بلا واسطہ یا بذریعہ خط بیعت کرنے والے جن افراد کی فہرست دی

گئی ہے ان میں کچھ افراد چنگا بنکیال کے قریبی گاؤں ذہوک جڈارن کے ہیں اور ایک صاحب موضع جاتلی کے ہیں۔ (۲۱) جبکہ

مولوی نبی بخش (ضلع راولپنڈی سے مرزا قادیانی کے ہاتھ پہ بیعت ہونے والے پہلے فرد) کی زوجہ کا تعلق موضع سید کراں

سے تھا۔ (۲۲)

ترک قادیانیت:

مولوی صاحب تقریباً چالیس سال تک قادیانیت سے وابستہ رہے، لیکن اس کے باوجود عمر کے آخری دور میں آپ

جماعت سے الگ ہو گئے اور اپنے تائب ہونے کا واضح اعلان کیا، رجوع کے بعد جلد ہی آپ وفات پا گئے جس کی وجہ سے

مراجعت کی خبر عام نہ ہو سکی یہی سبب ہے کہ ابوالقاسم رفیق دلاوری (۱۸۸۳-۱۹۶۰ء) نے آئمہ تلمیس یا غارنگران ایمان

میں ہفت روزہ زمیندار میں مولوی صاحب کے ۱۹۳۳ء میں شائع ہونے والے مضمون کے حوالے سے لکھا ہے کہ:

”فضل احمد مرزائی موضع چنگا بنکیال ضلع راولپنڈی کا ایک مشہور مرزائی ہے، اس کا دعویٰ ہے کہ میں مرزا صاحب

کا ظہور ہوں۔ کہتا ہے مرزا صاحب کی عمر اسی سال کی تھی لیکن جب وہ اپنی عمر کے ساٹھ سال گزار چکے تو باقی ماندہ

بست سالہ عمر مجھے تفویض فرما کر وادی آخرت کو چل دیے۔ اب میں ہی حقیقی مرزا صاحب ہوں، اس شخص کا ایک

مضمک خیز مضمون جو سراسر تعلیوں، لن ترانیوں اور طہرانہ خیالات سے مملو تھا ۱۹۳۳ء کے اواخر میں

جریدہ ”زمیندار“ میں شائع ہوا تھا۔“ (۲۳)

رفیق دلاوری کے اقتباس پہ ڈاکٹر منیر الدین تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"The contention of Abu'l Qaasim Rafiq Dilaawari regarding
Maulavi Muhammad Fazl Khan regarding His claim to have

been given the rest of the life of Mirza Ghulam Ahmad is absolutely wrong. it is his own invention. No when my grand father ever made such a claim, which is more than laughable. Mr. Dilaawari has not provided any proof of his claim. It is true that my grand father respected Mirza Ghulam Ahmad and never made derogatory remarks about him. This only shows that he was a cultured man, who respected even after leaving Jama'at Ahmadiyya its founder. He, however, said in very clear terms that Mirza Ghulam Ahmad was mistaken in interpreting his Ilhaams." (24)

اسی طرح لباب المعارف العلیمہ (جلد دوم) میں جو ۱۳ جنوری ۱۹۳۹ء / ۲۱ ذیقعدہ ۱۳۵۷ھ کو شائع ہوئی، مولوی عبدالرحیم کلاچی (م: ۱۹۵۰ء) نے اسرار شریعت کے تعارف کی ذیل میں لکھا ہے کہ :-
 ”مولوی فضل خان ساکن چنگا بنگیل، ضلع راولپنڈی جو پہلے احمدی تھا، بعد میں اپنے آپ کو نبی ملہم کہنے لگا“ (۲۵)

ترک قادیانیت اور دوبارہ مشرف بہ اسلام ہونے کے سلسلہ میں چند حوالہ جات :
 مولوی صاحب کے ترک قادیانیت کے بارے داخلی شہادتوں کے سلسلہ میں دو اہم ماخذ ہیں ایک تو خادم المسلمین کے نام سے ان کے مطبوعہ پمفلٹس کی سیریل اور دوسرے ان کے الہامات کے مجموعے یعنی کتاب الالہامات اور الہامات الہیہ اور ان کے آخری دنوں کی ڈائری ان میں الہامات کے نسخہ ہائے خطی اور ڈائری، مولوی صاحب کے پوتے ڈاکٹر منیر الدین کے پاس کرفیلڈ (جرمنی) میں ہیں، جبکہ خادم المسلمین کے پمفلٹس بھی سوائے نمبر ۱۳ اور نمبر ۱۶ کے اب تک خاصی کوشش کے باوجود مجھے دستیاب نہ ہو سکے، پس داخلی شواہد کے سلسلہ میں میرا انحصار مولوی صاحب کے پوتے ڈاکٹر منیر الدین کی تصانیف ہیں جن میں انہوں نے اپنے دادا کی کتب سے اقتباسات دیئے ہیں ذیل میں ان کی تصانیف سے چند حوالہ جات لیا جائے گا :

☆ حدیث یاراں کے نام سے ڈاکٹر منیر الدین اور سعید احمد ہمدانی کے مکتب دہلی سے شائع ہوئے ان میں سے

ڈاکٹر منیر الدین نے چند ایک مقامات پر مولوی صاحب کی ترکِ قادیانیت کے بارے صراحت سے لکھا ہے۔ ۱۵ جولائی ۱۹۹۲ء کے ایک مکتوب بنام سعید احمد ہمدانی میں لکھتے ہیں کہ:

”کیا انسان تھا میرا دادا، جس کو دنیا نے نہ پہچانا۔ جماعتِ احمدیہ میں داخل ہو کر انہوں نے اپنا نام گنوا دیا اور آخری سالوں میں جماعت کو خیر آباد کہہ کر اپنا نام اس جماعت کی تاریخ سے نکھو دیا، ایسی دلیری بہت کم لوگوں سے سرزد ہوتی ہے۔ مجھے تو یوں لگتا ہے، جیسے وہ ابنِ عربی والے ملا متی صوفیوں میں سے تھے جنہیں دنیا کی کوئی پرواہ نہ تھی۔“ (۲۶)

۳ نومبر ۱۹۹۳ء کے مکتوب میں لکھا ہے کہ!

”میں نے اپنے دادا جان پر کتاب کا آغاز کر دیا ہے، جہاں ایک طرف مجھے لطف آرہا ہے، وہاں دوسری طرف مجھے اندازہ ہو رہا ہے کہ دادا جان کو کس روحانی تکلیف سے گزرنا پڑا تھا۔ جب احمدیت کو قبول کیا تو سب لوگوں نے ان کا ساتھ چھوڑ دیا اور جب چالیس سالوں کے بعد احمدیت کو خیر آباد کہا تو ان کے بچوں نے ساتھ دینے سے انکار کر دیا، اس بات کا ذکر ان کی تحریروں میں بار بار ملتا ہے۔“ (۲۷)

۱۵ اگست ۱۹۹۵ء کے محررہ ایک خط میں لکھتے ہیں کہ

”فتوحاتِ مکہ کے بارہ میں ایک حوصلہ افزا خط پبلشر کا ملا ہے۔ میں نے اسے لکھا تھا کہ میرے دادا جان نے احمدیت سے علیحدگی اختیار کر لی تھی اور یہ اعلان ہندوستان بھر کے اخباروں میں چھپا تھا اس پر جو نوٹ مولوی ثناء اللہ امرتسری نے اپنے اخبار ’الجمہیٹ‘ میں لکھا تھا وہ اس شعر پر ختم ہوتا تھا۔

کون کہتا ہے کہ ہم تم میں جدائی ہوگی یہ ہوائی کسی دشمن نے اڑائی ہوگی“ (۲۸)

اقتباس مذکورہ بالا میں پبلشر کے نام جس خط کا ذکر آیا ہے وہ فتوحاتِ مکہ کی جدید اشاعت میں شامل ہے، اس میں صراحت کے ساتھ مرقوم ہے کہ مولوی فضل خان قادیانیت سے تائب ہو گئے تھے۔

”میرے دادا جان کا جماعتِ احمدیہ سے تعلق رہا تھا۔ البتہ انہوں نے احمدیت سے اپنی توبہ کا اعلان کر دیا تھا جو ہندوستان کے اخبارات میں شائع ہوا تھا۔ میں نے خود تین اخبارات میں اسے دیکھا ہے۔ جن میں سے اہم ترین مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری کا اخبار ’الجمہیٹ‘ تھا۔ انہوں نے اس پر جو نوٹ دیا تھا اس کے یہ الفاظ قابلِ غور ہیں: ”بہر حال ہمیں خوشی ہے کہ مولوی صاحب آج کامل محمدی اور مکمل اہل سنت بن کر جماعتِ المسلمین میں داخل ہو گئے ہیں۔ اس خوشی میں ہم یہ شعر پڑھتے ہیں:

کون کہتا ہے کہ ہم تم میں جدائی ہوگی یہ ہوائی کسی دشمن نے اڑائی ہوگی

دادا جان نے اپنے رسالہ خادم المسلمین نمبر ۵ میں لکھا تھا:

”میں اس سلسلہ کے بانی کو الہام کی غلطیوں میں الجھا ہوا سمجھتا ہوں۔ موجودہ قادیانی دلاہوری سلسلہ احمدیہ کے ہر دو پیشوا اور ان کے پیروؤں کو گمراہی میں گرفتار دیکھتا اور راہِ راست سے بھٹکا ہوا جانتا ہوں۔ میں ان سے خدا تعالیٰ کے حکم سے الگ ہو چکا ہوں۔“ (اپریل ۱۹۳۷ء)

میں چونکہ دادا جان پر ایک کتاب لکھ رہا ہوں اس لئے میں نے پوری تحقیق کر کے تسلی کر لی ہے کہ وہ احمدیت سے جدا ہو گئے تھے۔ میں بھی ان تتبع میں احمدیت سے تعلق نہیں رکھتا۔“ (۲۹)

۲۵ جولائی ۱۹۹۵ء کے مکتوب میں بھی پبلشر کے تاظر میں مولانا ثناء اللہ امرتسری کے حوالے سے مولانا کے تائب

ہونے کا ذکر موجود ہے۔ (۳۰)

قادیانی مؤرخ کی گواہی:

خواجہ منظور صادق، ضلع راولپنڈی تاریخ احمدیت میں رقمطراز ہیں:

”مگر بد قسمتی سے انہوں نے بعد میں حضرت مصلح موعود کے دور خلافت میں ۱۹۳۷ء میں جماعت سے علیحدگی اختیار کی اور یوں جماعت سے قطع تعلق کر لیا۔“ (۳۱)

اسی سلسلہ میں مؤرخ قادیانیت مولوی دوست محمد شاہد کے حوالے سے لکھتے ہیں:

”مؤرخ احمدیت مولانا دوست محمد شاہد اس سلسلہ میں یہ کہنا ہے کہ: ”چنگا بنکیال کے مولوی فضل صاحب (یکے از ۳۱۳ نمبر ۱۵) نے اسی طرح ۱۹۳۷ء میں جماعت سے علیحدگی اختیار کر لی تھی جس طرح حکیم عبدالحکیم پٹیلوی صاحب (یکے از ۳۱۳ نمبر ۱۵۹) حضرت مسیح موعود کی زندگی میں خارج از جماعت کر دیئے گئے۔ مولوی محمد فضل کو علم کا غرور ہی لے ڈوبا اور عجیب و غریب دعاوی کے بعد جماعت احمدیت سے علیحدگی اختیار کر لی جو ہندوستان کے تین اخبارات (جن میں ”الحدیث“ بھی تھا) میں شائع ہوا۔ یہ شخص چنگا بنکیال میں ہی دفن ہے۔“ (۳۲)

علاقائی حوالے:

مولوی صاحب کے رجوع کی خبر علاقہ بھر میں معروف ہے، یہی وجہ ہے کہ مختلف علاقائی علماء و مشائخ کے ہاتھوں پہ تائب ہونی کی روایات زبان زد عام ہیں۔ ذیل میں ہم ان تمام روایتوں کا جائزہ لیتے ہیں، ان روایات کا مصدقہ یا غیر مصدقہ ہونا الگ معاملہ ہے لیکن یہ مولوی صاحب کے ترک قادیانیت اور رجوع کی روایات کو تقویت ضرور دیتی ہیں۔

روایت اول:

راشد عزیز داری رقمطراز ہیں کہ:

”مولوی فضل صاحب ساکن چنگا بنگیال (تحصیل گوجرانہ ضلع راولپنڈی) کے متعلق حضرت الحاج فقیر عزت شاہ واریٹی نے بارہا جو گفتگو فرمائی اور ان کے جو احوال بیان فرمائے ان کا خلاصہ یہ ہے:

”ابتداً مولوی فضل سنی العقیدہ حنفی بریلوی مسلک سے تعلق رکھتے تھے۔ سلسلہ قادریہ نوشاہیہ کے پیاری گھرانے میں بیعت تھے اور نور و صلہ والے نابینا حافظ عبدالکریم نوشاہی صاحب سے خصوصی تعلق رکھتے تھے۔ مولوی فضل جب مرزا غلام احمد قادیانی کے پیروکار ہوئے تو آبائی مذہب و مسلک چھوڑ دیا اور تمام بزرگان سے تعلق منقطع کر لئے۔ جس کی وجہ سے نور و صلہ والے حافظ صاحب بے حد کڑھتے تھے، انہوں نے بہت زور لگایا کہ مولوی فضل راہ راست پر آجائے لیکن بات نہ بنی۔ حضرت حاجی حافظ اکمل شاہ واریٹی (خطیب برٹش انڈین آرمی، فاضل درس نظامی جامع چشتیہ کڑی شریف تحصیل ضلع جہلم) کے حافظ عبدالکریم نوشاہی کے مرشد اور حضور نوشہ پاک کے خاندان سے خصوصی تعلقات تھے۔ اسی نسبت سے حافظ اکمل شاہ صاحب اور حافظ عبدالکریم صاحب میں انس و محبت کا بہت گہرا رشتہ تھا۔ جس کی وجہ سے حافظ اکمل شاہ صاحب اکثر حافظ عبدالکریم صاحب کو ملنے نور و صلہ جاتے اور ان کے پاس کئی کئی روز قیام فرماتے۔ آخری مرتبہ بھی حافظ اکمل شاہ صاحب حافظ عبدالکریم صاحب ہی کے ساتھ چنگا بنگیال آئے۔ یہیں ان کا وصال ہوا اور سلسلہ وارثیہ کے طریقہ کار کے مطابق یہیں ان کی تدفین کر دی گئی۔ حافظ عبدالکریم صاحب نے حافظ اکمل شاہ صاحب کو مولوی فضل کے متعلق بتایا اور اپنی پریشانی کا اظہار کیا۔ حافظ اکمل شاہ صاحب نے فرمایا کہ حافظ جی پریشان نہ ہوں، ہر کام کا ایک وقت معین ہوتا ہے۔ فقیر کسی پر زور زبردستی نہیں کرتا، اُسے فی الحال اُس کے حال پر چھوڑ دیں، جب وقت آئے گا تو وہ خود واپس پلٹے گا اور پھر کبھی گمراہ نہ ہوگا۔ اس نے جس عظیم ہستی کا دامن پکڑا ہے وہ اسے بے ایمان نہیں مرنے دے گی۔ حافظ عبدالکریم صاحب یہ سن کر خاموش ہو گئے اور پھر وہ وقت آ گیا کہ جس کی طرف آپ نے اشارہ فرمایا تھا۔ ہوا یوں کہ ایک دن حافظ اکمل شاہ واریٹی ٹانگہ میں سوار گوجرانہ سے چنگا بنگیال آرہے تھے کہ راستے میں حبیب چوک کے پاس مولوی فضل کچھ لوگوں کے ساتھ کھڑا تھا، جیسے ہی ٹانگا قریب پہنچا مولوی فضل نے ٹانگا روکنے کا اشارہ کیا۔ حضرت نے کوچان کو فرمایا ٹانگا روکو۔ جیسے ہی ٹانگا رکھا مولوی فضل روتے ہوئے حضرت کے پاؤں پکڑ کر عرض گزار ہوا کہ حضور اب میری بس ہو گئی ہے اب مجھے کلمہ پڑھا دیں آپ نے فرمایا کہ کلمہ تو تم کو پڑھا ہی دیں گے لیکن جو تم نے..... پھیلایا ہے اور جن بے شمار لوگوں کو تم نے گمراہ کیا ہے، ان سب کا کیا بنے گا اس پر مولوی فضل نے کہا حضور آپ مجھے کلمہ پڑھا دیں میرا آخری وقت اب قریب ہے۔ میں باقی زندگی سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر اپنے تمام باطل خیالات و نظریات سے تاب ہو کر گوشہ نشینی میں گزارنا چاہتا ہوں۔ میں اپنے کیے پر شرمندہ ہوں اور

آئندہ کسی کو گمراہ نہیں کروں گا۔ حضرت نے وہیں انہیں کلمہ پڑھایا اور پھر مولوی فضل اس کے بعد کافی عرصہ زندہ رہے لیکن انہوں نے پھر باقی زندگی اپنے گھر یا چنگا بنکال کی مسجد میں گزاری۔ اس کے بعد وہ کسی سے ملنے نہ کہیں آتے جاتے اور نہ ہی کبھی کوئی تحریری یا تقریری کام کیا۔“ (۳۳)

تبصرہ:

مولوی فضل صاحب کی بیعت و خلافت نقشبندی سلسلہ میں خواجہ فقیر محمد سے تھی نہ کہ سلسلہ قادریہ نوشاہیہ میں۔ علاوہ ازیں حافظ اکمل شاہ وارثی سے مولوی صاحب کی ملاقات بھی مشکوک ہے کیونکہ حیات اکمل المعروف حافظ پنجابی، جو باہتمام فقیر عزت شاہ وارثی، ۲۰۰۲ء کو چمچر سے شائع ہوئی کے مندرجات کے مطابق: حافظ اکمل شاہ وارثی، سید وارث علی شاہ (م) یکم صفر ۱۳۳۲ھ/۱۹۰۵ء کے وصال (۱۹۰۵ء) کے بیالیس برس بعد تک نڈالہ، بیرانہ کلیں اور انبالہ میں مقیم رہے۔ (۳۴) ۱۹۴۷ء میں حج پر تشریف لے گئے اور واپسی دیوٹی، نڈالہ اور انبالہ میں مقیم رہے اور قیام پاکستان کے اعلان کے بعد لاہور پہنچے۔ (۳۵) قیام پاکستان کے بعد راولپنڈی تشریف لاتے تو لال کرتی میں مائی صندل وارثیہ کے ہاں قیام فرماتے۔ (۳۶) مولوی اکبر ساکن موہڑہ گھڑیال سے آپ کی دیرینہ رفاقت تھی اور انہی کے توسط سے حافظ عبدالکریم قادری نوشاہی، سجادہ نشین نور و صلہ سے ربط ہوا جو تادم آخر رہا۔ (۳۷)

مندرجہ بالا حوالہ جات سے کسی صورت حافظ اکمل شاہ وارثی کی قیام پاکستان سے قبل اس علاقہ میں آمد ثابت نہیں ہوتی، اور مولوی فضل صاحب کا انتقال ۱۴ جون ۱۹۳۸ء کو ہو گیا تھا۔ لہذا دونوں کی باہمی ملاقات کے وقوع پر شاید مزید تحقیق کی ضرورت ہے۔ اسی طرح مولوی صاحب کا حافظ عبدالکریم نوشاہی سے بیعت ہونا یا ان کا شاگرد ہونا بھی مشکوک ہے کیونکہ حافظ عبدالکریم اپنے والد میاں کمال الدین (م: مارچ ۱۹۲۲ء) کی وفات کے بعد سجادہ نشین ہوئے۔ میاں کمال الدین کے چھ بیٹے تھے جن میں آپ کا نمبر چوتھا تھا۔ (۳۸) بوقت سجادگی آپ نو عمر ہی تھے کیونکہ بچپن سال سجادگی پہنچنے کے بعد ۱۱ اپریل ۱۹۷۷ء کو آپ نے وفات پائی۔ (۳۹)

روایت دوم:

جناب طارق مجاہد چلمی (پ: یکم دسمبر ۱۹۵۵ء) راوی ہیں کہ:

”مجھ سے قاضی عبدالواحد (۱۹۱۵-۱۶ اگست ۲۰۰۰ء) نے بیان کیا تھا کہ مولوی فضل خان صاحب ان کے تانا کے

ہاتھ پتہ تاب ہوئے تھے۔“ (۴۰)

تبصرہ:

مجان اہل بیچکے صفحہ پچاس پہ قاضی عبدالواحد کے والد گرامی مولوی عبدالکیم کو میاں کمال الدین کا داماد لکھا گیا

ہے۔ (۴۱) اب مولوی عبدالحکیم کے سر اور قاضی عبدالواحد کے نانا یعنی میاں کمال الدین کی تاریخ وفات مؤلف محبان اہل چنگے مطابق مارچ ۱۹۲۲ء میں ہوئی۔ (۴۲) اور ۱۹۲۲ء تک تو مولوی صاحب قادیانیت سے وابستہ تھے، پس مذکورہ بالا روایت بھی تاریخ کی کسوٹی پہ پوری نہیں اترتی۔

روایت سوم:

جناب اظہر محمود صاحب جن کا تعلق چنگا بنگیال ہی سے ہے وہ اپنے بزرگوں سے سماعت شدہ روایت بیان کرتے ہیں کہ: مولوی صاحب، مولوی علی احمد (ان کا تفصیلی تذکرہ آگے آئے گا) کے توسط سے حافظ عبدالکریم نقشبندی (۷ جمادی الاول ۱۲۶۳-۲۸ صفر ۱۳۵۵ھ) کے ہاتھ پہ تائب ہوئے تھے۔ (۴۳)

تبصرہ:

اس روایت کی بھی دیگر ذرائع سے تصدیق نہیں ہو سکی اور بالیقین یہ بھی خلاف واقعہ ہے۔

روایت چہارم:

دوران تحقیق جب مجھے یہ معلوم ہوا کہ مولوی صاحب کا جنازہ مولانا صدیق اکبر (۱۱۳ اپریل ۱۹۱۱-۱۱۳ اپریل ۲۰۰۳ء) (۴۴) نے پڑھایا تھا، یہ مولانا علی احمد کے عزیز تھے اور موضع بلوایا (تحصیل کہوٹہ) کے رہنے والے تھے۔ ۵ مارچ ۲۰۰۸ء کو میں مولانا صاحب کے بارے معلومات لینے بلوایا پہنچا تو مولانا کے صاحبزادے ماسٹر اختر حسین (پ ۱۱۰ اپریل ۱۹۳۹ء) نے مجھے چند صفحات فراہم کئے (بقول ان کے یہ یادداشتیں مولانا صدیق اکبر نے انہیں نوٹ کرائی تھیں)، ان صفحات پہ ایک تو مولانا کی تحصیل علوم کی تفصیلات تھیں نیز یہ دعویٰ بھی درج تھا کہ مولوی صاحب، تیس سال لگاتا ربح و تحیص اور ساٹھ سال قادیانیت سے منسلک رہنے کے بعد مولانا کے ہاتھ پہ تائب ہوئے۔ نیز یہ بھی مرقوم ہے کہ جب مولوی صاحب ایک دن اچانک نماز مغرب ادا کرنے مسلمانوں کی مسجد میں تشریف لائے اور بعد از ادائیگی نماز اپنے تائب ہونے کا واضح اعلان کیا نیز اس موقع پہ ایک تحریری یادداشت بھی تیار کی گئی۔

تبصرہ:

روایت مذکورہ بالا میں لگاتار تیس سال ربح و تحیص مولوی صاحب کا ساٹھ سال قادیانیت سے منسلک رہنا دونوں خلاف واقعہ ہیں کیونکہ مولانا صدیق اکبر تحصیل علوم سے فراغت کے بعد ۱۹۳۶ء میں بطور امام مسجد مقرر ہوئے اور ۱۹۴۱ء تک ان کا وہاں قیام رہا۔ نیز مولوی صاحب ساٹھ نہیں بلکہ چالیس سال قادیانیت کے ساتھ منسلک رہے۔ اس روایت میں بھی خلطِ بحث ہے، حقیقت کیا ہے اس کا ذکر آگے آ رہا ہے۔

روایت پنجم:

اس روایت کے راوی مولوی صاحب کی ہی برادری کے ماسٹر خدا داد (پ: یکم جنوری ۱۹۲۱ء) ہیں، ان کے بقول:

”نوشہرہ ضلع گجرات کے سجادہ نشین میاں نواب علی (نوشاہی بھیری) (۴۵) چنگا میں تشریف فرماتے، چنگا میں ان کے مریدین کا خاصا حلقہ تھا اور وہ جب بھی دورے پر تشریف لاتے تو ہفتہ عشرہ قیام فرماتے تھے۔ وہ ہمیں قیام پزیر تھے کہ ایک دن نماز مغرب کے وقت مولوی صاحب اہل سنت کے ساتھ نماز پڑھنے تشریف لائے۔ اذان ہو چکی تو میاں نواب علی صاحب نے مولوی صاحب کو نماز پڑھانے کے لیے کہا مگر مولوی صاحب نے انکار کیا اور مولوی صدیق اکبر (جو اس وقت امام مسجد تھے) کو امامت کے لیے کہا اور انہی کی امامت میں نماز ادا کی۔ بعد از نماز جب نمازیوں نے مولوی صاحب سے اس خلاف واقعہ امر کے بارے استفسار کیا گیا تو انہوں نے فرمایا: ”میں گمراہی پہ تھا اللہ نے مجھے ہدایت دی“ یہاں تک کے واقعے کا میں خود شاہد ہوں، اس سے آگے کی روایت میں نے دوسروں سے سنی، میں نے خود میاں صاحب سے سماعت نہیں کی، یعنی دوسرے دن جب میاں صاحب سے لوگوں سے پوچھا کہ حضرت وہ تو قادیانی تھے اور آپ نے انہیں امامت کے لیے فرمایا؟ اس پر میاں صاحب نے فرمایا: ”کل صبح سے شام تک میرا ان سے مکالمہ ہوتا رہا جس میں بالآخر انہوں نے ہمارے حقائق کو تسلیم کیا۔ بعد از نماز ایک تحریر بھی لکھی گئی۔“ (۴۶)

روایت ششم:

اس روایت کے راوی مولانا صدیق اکبر ہیں، ان کے بقول: جب بابا فقیر محمد سے کسی نے مولوی صاحب کے قادیانی ہو جانے کے بارے استفسار کیا تو انہوں نے فرمایا: جی، ہو تو گیا ہے لیکن اس کی موت گمراہی پر نہیں ہوگی۔

نتیجہ:

اب تک دستیاب مآخذ کے مطابق میں اس نتیجے پہ پہنچا ہوں کہ مولوی صاحب کا ترک قادیانیت کا فیصلہ خود ان کے غور و فکر کا نتیجہ تھا، اگرچہ ترک قادیانیت کے فیصلے تک وہ مذہباً پہنچنے مگر ان اسباب کی تلاش ضروری ہے کہ جن کی بدولت انہوں نے اپنی زندگی کے آخری ایام میں اتنی طویل جذباتی وابستگی کے باوجود جماعت احمدیہ کو خیر آباد کہا۔ مولوی صاحب کی شخصیت پر ہر دور میں شیخ اکبر ابن عربی کے اثرات رہے، خواجہ فقیر محمد سے بیعت ہونے کے بعد انہوں نے تصوف کی کتب کا مطالعہ شروع کیا تو اس دوران انہیں ابن عربی کو پڑھنے کا بھی موقع ملا، ابن عربی کی فلسفاتی شخصیت نے انہیں اپنی لپیٹ میں لے لیا اور اس حصار سے وہ آخر دم تک نکل نہ پائے، انہیں اثرات کا نتیجہ تھا انہوں نے صاحب الہام ہونے کا دعویٰ کر دیا، بلکہ وہ مرزا صاحب سے بھی پہلے صاحب الہام ہونے کے مدعی تھے، اس دور میں چونکہ مرزا صاحب ہی ایک شخصیت تھے جو صاحب

الہام ہونے کے مدعی اور اپنی صداقت کے لئے پیش گوئیاں بھی کرتے رہتے تھے، الہامات اور پیش گوئیاں کی قدر مشترک ہی مولوی صاحب کی مرزا صاحب سے قربت کا بنیادی سبب بنی، اب مرزا صاحب کی وفات کے بعد جماعت احمدیہ میں الہام کو وہ بنیادی حیثیت حاصل نہ رہی، بلکہ امیر جماعت مرزا بشیر الدین محمود احمد نے انہیں الہامات کی اشاعت سے بھی روکا، یہ دونوں امور ان کی تصوراتی دنیا میں بھونچال کے لیے کافی تھے، مزید غلطی پہ تیل کا کام مرزا محمود کے جنسی اسکینڈل نے کیا جس کی بدولت انہیں قادیانیت پہ از سر نو غور کرنے کا موقع مل گیا جو بالآخر ترک قادیانیت کے فیصلے شہنی ہوا مگر اس کے باوجود پانی جماعت کی تکریم ان کے دل میں موجود رہی، مگر یہ تکریم ایسی ہی تھی جیسے ایک استاد کی ہونہ کہ ایک مدعی نبوت و مسیح موعود کی۔

اس کا ایک بڑا نفسیاتی ثبوت ان کے ان رجسٹروں میں ملتا ہے جن کا نام انہوں نے موافقات الہامات رکھا تھا، ان رجسٹروں میں ان کے الہامات و پیش گوئیاں مرقوم ہیں یا چسپاں اور ان کے ساتھ اخبارات کی کٹنگ جن میں ان پیش گوئیوں کے عملی ظہور کی خبریں ہیں، انہیں رجسٹروں میں مولوی صاحب کے کچھ ایسے مطبوعہ بردشرز بھی چسپاں ہیں کہ جن کے پاورقی پہ وہ اپنا نام و پتہ اس طرح لکھتے تھے **M.Fazal, an apostle of the promised messiah**۔ ایسی تمام نسبتوں کو مولوی صاحب نے خود اسی قلم سے کہ جس سے وہ اپنے الہامات قلمبند کرتے تھے اس طور مٹایا۔ **Qadian**، ایسی تمام نسبتوں کو مولوی صاحب نے خود اسی قلم سے کہ جس سے وہ اپنے الہامات قلمبند کرتے تھے اس طور مٹایا ہے کہ پڑا نہیں جاتا، اس سے ان کے نفسیاتی تناظر کا اندازہ کیا جاسکتا ہے، بلکہ ۲۸ ستمبر ۱۹۳۶ء/ ۱۱/ ۱۱/ ۱۳۵۵ھ میں خادم المسلمین نمبر ابھوان ”المکتوب المکشف“ لے جلالة الملك والى عراق خلد الله ملكه“ میں ”الحام فی النبوة“ کی سرخی کے تحت لکھا تھا کہ:

”اعلموا يا اخوتي اني سمعت من حضرة الله تعالى بواسطه محمد رسول الله عليه السلام مسئلة النبوة:

قال: (١) لاني بعد محمد (٢) لانبوة جديدة بعد نبوة محمد (٣) لاشريعة بعد شريعة محمد. (٢٤)

اسی پمفلٹ کے آخر میں خود کو: احقر العباد میرفتی بخضرہ محمد رسول اللہ ﷺ لمسیٰ والمشتھر فی الناس مولوی محمد فضل خان ابن غلام محمد، خادم المسلمین (۲۸) لکھا ہے، اسی طرح ۲۸ رجب ۱۳۵۵ھ/۱۵ اکتوبر ۱۹۳۶ء کے خادم المسلمین نمبر ۳ کے آخر میں خود کو میرفتی بخضرہ محمد رسول اللہ ﷺ لکھا۔ (۲۹)

اب جبکہ مولوی صاحب ترک قادیانیت کر چکے تو انہیں یہ احساس ضرور تھا کہ ان کی بدولت بہت لوگ گم کردہ راہ ہوئے تھے اس کے ازالے کے لیے انہوں نے شاید بطور حکمت عملی بانی جماعت کے بارے سخت لب و لہجہ اختیار نہیں کیا بلکہ شائستہ انداز میں قادیانیوں کو دعوت فکر ضرور دی، یہی وجہ ہے کہ دیگر تارکان قادیانیت کی طرح وہ مرزا صاحب کے بارے میں سخت لہجہ اختیار نہیں کرتے، میرے اس قیاس کی دلیل وہ بمفلس ہیں جو خدام المسلمین کے نام سے انہوں نے شائع کئے اور ان کے مخاطبین بھی قادیانی حضرات ہی ہیں۔ گویہ الگ بات کہ نہ تو قادیانیوں نے مولوی صاحب کی بات یہ کان دھرے اور نہ ان کے الہامات

کو درخور اعتنا سمجھا۔ اگرچہ یہ الگ حل طلب معاملہ ہے کہ شخصی الہامات کی شرعی حیثیت کیا ہے اور دوسروں کے لیے ان کے ان رد و قبول کا اصول کیا ہوگا؟ نیز مولوی صاحب کے ان الہامات کا ذریعہ کیا تھا جو انہیں بطور قادیانی ہوئے اور ان الہامات کا مآخذ کیا تھا جو انہیں ترک قادیانیت کے بعد ہوئے؟

اگرچہ مولوی صاحب کے نمبرہ ڈاکٹر منیر الدین احمد نے ان کی سوانح حیات میں ترک قادیانیت کا ایک مستقل باب باعہا ہے اور بتدریج ترک قادیانیت کے احوال کو مرحلہ وار بیان کیا ہے اور میں نے بھی چند خارجی شواہد اس مقالہ میں جمع کر دیئے ہیں مگر اس کے باوجود اس باب میں مزید تحقیق کی ضرورت ہے کیونکہ دوران تحقیق مجھے ایک تو مولوی صاحب کے الہامات کے مخطوطے میسر نہ آ سکے کہ جن میں ان کے آخری دنوں تک کے الہامات درج تھے، نہ ان کی ذاتی بیاض ہاتھ آ سکی اور نہ ہی وہ وصیت نامہ جو انہوں نے اہل دیہہ کے سامنے مسجد میں لکھا تھا جس کی نشاندہی ماسٹر خدا داد اور مولانا صدیق اکبر کرتے ہیں، علاوہ ازیں مجھے ان کے خادم المسلمین کے عنوان کے تحت شائع ہونے والے کتابچوں کی مکمل فائل بھی ذیل کی کہ میں حتی طور پر کسی نتیجے پہ پہنچتا ڈاکٹر منیر الدین نے اگرچہ مولوی صاحب کے ترک قادیانیت پہ تفصیلی کلام کیا ہے اور مولوی صاحب کا قادیانیت کو ترک کرنا بھی مسلمہ ہے لیکن اس کے باوجود ڈاکٹر منیر الدین نے بانی قادیانیت کے بارے اگلے آخری دنوں کے الہامات سے کوئی اقتباس نہیں دیا، لہذا راقم احتیاط مولوی صاحب کا فیصلہ قارئین پر چھوڑتا ہے کہ وہ کیا فیصلہ کرتے ہیں یا آنے والے کسی محقق پر جو وہ وصیت نامہ تلاش کر پائے گا نیز ان کے الہامات کے مخطوطات اور بیاض کا تفصیلی تنقیدی جائزہ لینے کے بعد کسی نتیجے پہ پہنچے گا کہ آخری ایام میں مولوی صاحب کے دل میں مرزا صاحب کی تکریم کی نوعیت کیا تھی، واللہ اعلم بالصواب

تصانیف:

دستیاب مآخذ میں اب تک آپ کی درج ذیل کتب کے نام سامنے آئے ہیں:

تحفۃ الصوفیہ

مکتوبات محمدی

خزینۃ الاسرار

تفسیر سورۃ فاتحہ

اسرار شریعت (سہ جلد)

فتوحات مکیہ (اردو ترجمہ)

وفات:

آپ نے ۱۳ جون ۱۹۳۸ء کو وفات پائی، (۵۰) ماسٹر راجہ خدا داد کے بقول:

”مولوی صاحب نے وفات سے ایک دن پہلے اپنا تابوت لکھوایا اسے دھلوایا نیز اپنا کفن بھی لکھوا کر رکھ لیا۔ بعد ازاں کوئی چیز خریدنے دوکان پہ گئے تو کسی نے حال پوچھا تو کہنے لگے ٹھیک ہوں اور پھر چاکر کچھ یاد آنے پہ فرمانے لگے افوہ! آج تو مجھے باہر نکلنے کا حکم نہیں تھا۔ دوکان سے واپس آنے کے تھوڑی دیر بعد آپ کا انتقال ہو گیا۔ اس وقت چونکہ قادیانیوں کے بارے واضح فتویٰ نہیں تھا اور اس گاؤں میں قادیانی وغیرہ قادیانی تقریباً ایک ہی برادری سے تعلق رکھتے تھے لہذا دونوں فریق باری باری جنازہ پڑھتے تھے؛ یعنی اگر قادیانی مرتا تو پہلے قادیانی اور پھر مسلمان جنازہ پڑھتے اور اسی طرح اگر کوئی مسلمان فوت ہوتا تو پہلے مسلمان جنازہ پڑھتے بعد ازاں قادیانی۔ مولوی صاحب کی وفات پہ ان کے بیٹوں نے پہلے نمازہ ادا کرنے کا خیال ظاہر کیا تو راجہ غلام جیلانی (۵۱) جو ایک نہایت سخت گیر انسان تھے نے بڑی سختی سے انہیں کہا یہ سب کو معلوم ہے کہ مولوی صاحب قادیانیت ترک کر کے تائب ہو گئے تھے، اس بارے ایک واضح یادداشت بھی موجود ہے لہذا ان کا جنازہ پہلے مسلمان پڑھیں گے اور کسی نے مزاحمت کی تو آپ لوگ مجھے جانتے ہی ہیں۔ (۵۲) لہذا پہلے مسلمانوں نے جنازہ پڑھا اور نماز جنازہ مولانا صدیق اکبر ساکن بلوچان دونوں یہاں مسلمانوں کی مسجد میں امام تھے نے پڑھایا۔ بعد ازاں قادیانیوں نے منشی تھا (۵۳) کی امامت میں جنازہ پڑھا۔“ (۵۴)

(ii)

لاہوری گروہ:

اس گروہ کے روح رواں کوٹ حبیب اللہ (داخلی کبیل) جو ڈھوک کشمیریاں / ڈھوک ڈاکٹر سرور کے نام سے معروف ہے، کے مولانا غلام ربانی کشمیری تھے۔ ان کی کوششوں اور کاوشوں سے تحصیل کے مغربی حلقے میں لاہوری گروہ کا خاصا حلقہ تشکیل پا گیا قبل اس کے کہ میں اس حلقہ کی سرگرمیوں اور اس کے مدارک پہ علمائے اہل سنت کی کوششوں کا جائزہ لوں، یہاں مختصر احوال مولانا غلام ربانی کے پیش خدمت ہیں:

مولوی غلام ربانی کشمیری

مولوی غلام ربانی کشمیری ۱۸۸۷ء کو کوٹ حبیب اللہ / ڈھوک کشمیریاں میں جناب فضل الدین کے گھر پیدا ہوئے۔ مشن ہائی سکول راولپنڈی سے میٹرک کیا اور وہیں قادیانیت سے متاثر ہو کر شامل جماعت ہوئے۔ گوٹھ حاجی اقبال ضلع نوابشاہ (سندھ) میں چونکہ ان کی زمین تھی سو ۱۹۶۷ء میں سارا خاندان وہیں منتقل ہو گیا، ان کا تعلق لاہوری گروپ سے تھا اور یہ وابستگی تادم وفات رہی مگر عمر کا آخری حصہ انہوں نے نہایت خاموشی کیساتھ بسر کیا اور جماعت کے پیغام کے ابلاغ میں کوئی دلچسپی نہیں لی، جس کا واضح ثبوت یہ ہے کہ آپ کے تینوں صاحبزادے جناب ممتاز احمد (۱۹۱۶-۱۹۸۰ء)، جناب

خورشید احمد (۱۹۲۶-۲۰۰۲ء) اور جناب جمشید احمد (پ ۲۶ اپریل ۱۹۳۰ء) والد کے مذہب پہ عمل پیرا نہیں ہوئے۔ جناب جمشید احمد ماشاء اللہ حیات ہیں اور جماعت اسلامی سے منسلک ہیں۔ ۱۵ ستمبر ۱۹۷۹ء کو مولانا غلام ربانی کا انتقال ہوا اور گوٹھ حاجی اقبال (خلع نواب شاہ) میں ہی دفن ہوئے۔ (۵۵) مولوی صاحب کی وجہ سے کوٹ حبیب اللہ کے تمام مکین لاہوری گروہ سے وابستہ ہو گئے، نیز ڈھوک بہاول بخش کے بھی کئی افراد متاثر ہوئے، قریبی گاؤں کلیل معروف سماجی شخصیت صوبیدار میجر راجہ خان بہادر کی واحد اولاد زینہ راجہ کرامت حسین بھی شامل جماعت ہو گئے جس کی نتیجے میں کئی مناظرے و مباحثے وغیرہ ہوئے۔ ان کی تفصیلات آگے اپنے مقام پر آئیں گی۔

(iii)

رد قادیانیت:

تحصیل میں رد قادیانیت کے سلسلہ میں علمائے اہل سنت اور عوام کی خدمات پہ تحریری مواد یقیناً بہت کم ہے۔ یہ بھی خدا مغفرت فرمائے حاجی راجہ محمد اشفاق احمد خان (۳۰ مارچ ۱۹۴۳ - جون ۲۰۰۸ء) کا کہ انہوں نے خاصا ریکارڈ ابھی تک سنبھالا ہوا تھا اور مقالہ ہذا کی ترتیب کے دوران ملاقات پہ انہوں نے سارا مواد راقم کے کتا بخانہ کے لیے عنایت کر دیا تھا، اس کی بدولت کئی گم شدہ کڑیوں کو جوڑنے میں خاصی مدد ملی۔ مواد کی کمیابی کی بدولت یہ ممکن ہے کہ ان میں کوئی اہم نام رہ گیا ہو۔

مولانا غلام رسول قطبالوی:

۲۰ جولائی کو مرزا غلام احمد قادیانی نے ایک اشتہار اشتہار دعوت مع ضمیمہ ضیاء الاسلام پریس قادیان سے شائع کرایا اس اشتہار کے ضمیمہ میں پیر مہر علی شاہ گلزوی کے علاوہ چھ سیاسی دیگر علماء و مشائخ کو بھی چیلنج کیا گیا، ان علماء و مشائخ میں ایک نام موضع قطبال تحصیل گوجر خان کے مولانا غلام رسول قطبالوی کا بھی تھا جو ستر ویں نمبر پہ مرقوم تھا۔ (۵۶) آپ دارالعلوم نعمانیہ میں کافی عرصہ شیخ الحدیث رہے۔ اندازاً ۱۹۲۰ء میں آپ نے وفات پائی، موضع قطبال میں ہی دفن ہوئے۔ (۵۷)

مولانا علی احمد:

آپ موضع چنگا بنگیل میں غلام حسین کے ہاں اعوان برادری میں پیدا ہوئے، تحصیل علوم کی تفصیلات تو میسر نہ آسکیں البتہ آپ کا علاقہ بھر میں فتویٰ رائج تھا، راقم کے کتب خانے میں آپ کے چند غیر مطبوعہ فتاویٰ موجود ہیں۔ (۵۸) آپ کی نسبت بیعت حافظ محمد عبدالکریم نقشبندی سے تھی نیز آپ ان سے خلافت سے بھی سرفراز تھے، مولانا چونگہ اپنے خطبات میں مثنوی مولانا روم کے اشعار بہت زیادہ پڑھا کرتے تھے لہذا حافظ صاحب انہیں مولوی مثنوی کہہ کر مخاطب فرمایا کرتے تھے۔ (۵۹) مولوی صاحب نے یکم ستمبر ۱۹۴۶ء کو وقات پائی اور ڈھوک باغ نزد چنگا بنگیل میں دفن ہوئے۔ (۶۰) قاضی محمد واصل (پ: ۲۶ نومبر ۱۹۴۸ء) اپنے والد گرامی قاضی محمد باقر فریالوی (۱۹۱۰ء - ۹ مئی ۱۹۹۳ء) سے شنیہ ایک روایت

بیان کرتے ہیں کہ: جب پیر مہر علی شاہ گولڑی، مرزا قادیانی کے چیلنج کے سلسلہ میں لاہور تشریف لے جا رہے تھے تو انہوں نے میرے دادا صاحب مولانا محمد یوسف فریالوی (م: ۲ مئی ۱۹۴۲ء) اور مولانا علی احمد کو گوجران ریلوے اسٹیشن پر بلوایا، دونوں سے قادیانیت کے بارے سوالات کئے اور دونوں میں سے مولانا علی احمد کو اپنے ساتھ لاہور لے گئے۔ (۶۱) اس روایت کی ابھی تک کسی اور ذریعہ سے تصدیق نہیں ہو سکی۔

مولانا سید محمد شاہ نواز:

آپ کوٹ جاتی (ضلع ڈیرہ اسماعیل خان) میں پیدا ہوئے۔ علوم متداولہ کی تحصیل کے بعد خواجہ احمد میروی (۱۲۵۰-۵ محرم ۱۳۳۰ھ) سے بیعت ہوئے۔ ان کی وفات کے بعد خواجہ امیر احمد بسالوی (م: ۲۱ ذی الحجہ ۱۳۵۷ھ/۱۹۳۹ء) نے آپ کو خلافت سے نوازا۔ پیر مہر علی شاہ گولڑی کے حسب ارشاد موضع گوریاں میں مستحق آباد ہو گئے، انتہائی مختصر عرصہ میں نہایت کامیابی کیساتھ دین حق کی اشاعت کی، علاقہ بھر شاید ہی کوئی ایسا مبلغ ہوا ہوگا جس نے چند سالوں میں عوام کی کایا کلپ کی ہو، ردِ شیعیت میں آپ کا نمایاں کردار ہے۔ ۲۵ جمادی الثانی ۱۳۳۸ھ کو آپ نے وفات پائی، مزار موضع گوریاں میں ہے۔ (۶۲)

مولانا شاہ نواز نے جہاں ردِ شیعیت میں نمایاں کردار ادا کیا وہیں آپ نے ردِ مرزائیت میں بھی جابجا وعظ فرمائے اور عوام کو اس فتنہ سے روشناس کرایا تھا کہ وہ بڑے جہدار راجولی (م: ۱۹۴۳ء) کے روزنامے میں ۱۱ اپریل ۱۹۲۵ء بروز جمعہ کی تاریخ کے تحت درج ہے کہ:

”موضع خوالی میں مولوی محمد شاہ نواز صاحب کا وعظ ہوا۔ نیز مرزائیوں کے ساتھ مناظرہ بھی طے تھا، ہمیں سے مولوی کرم دین [مولانا کرم الدین دبیر] بھی آئے تھے، جب کہ مرزائیوں کی طرف سے مولوی غلام ربانی کشمیری ساکن ڈھوک کشمیر یاں مع اپنے بھائی [محمد کفایت علی] بھی آگئے مگر ہار مان گئے۔ بہت زیادہ مخلوق حاضر تھی۔“ (۶۳)

راقم جب جہدار راجولی کے روزنامے سے مولانا شاہ نواز کی تبلیغی سرگرمیوں کو مرتب کر رہا تھا تو اس دوران مولانا غلام ربانی کے صاحبزادے جشید احمد صاحب سے رابطہ کیا تو انہوں نے خوالی میں منعقدہ مناظرہ کے بارے راولپنڈی کے ایک قادیانی فخر الدین ولد شکر الدین (۶۴) کہ جن کے مولانا غلام ربانی کے ساتھ خاص مراسم تھے کے ایک مکتوب بنام جشید احمد کا ذکر کیا اور میری درخواست پر اس کا کس بھی بھجوا دیا اس مکتوب میں مرقوم ہے کہ:

”ایک دفعہ مولوی شاہ نواز نے جو اس علاقہ میں بہت بڑا صرعی ثنوی عالم سمجھا جاتا تھا مرحوم مرزا صاحب غلام ربانی کو مباحثہ کا چیلنج دے دیا۔ اس مولوی کے ساتھ ہمیشہ پانچ چھ لٹھ مار [ہردار] حواری رہا کرتے تھے اور یہ تین

بھائی ہی اس علاقہ میں احمدی تھے..... جب مرزا صاحب کے احباب اور خیر خواہوں کو اس مباحثے کا علم ہوا تو انہوں نے مولوی شاہ نواز اور اس کے لٹھ مار [برادر] ”گارڈز“ اور اس کے اثر و نفوذ کے پیش نظر محترم مرزا صاحب کو پہلو تہی اور دستبرداری کا مشورہ دیا جسے انہوں نے قبول نہ کیا اور تاریخ مقررہ اور مقام مقررہ پر اپنے چند رشتہ داروں کے ساتھ پہنچ گئے۔ مولوی صاحب کے ساتھی بھی جوش و خروش سے وہاں اکٹھے ہو رہے تھے۔ مولوی شاہ نواز نے از خود مباحثہ سے انکار کر دیا۔ اس پر لوگوں میں چہ میگوئیاں شروع ہو گئیں اور اجتماع منتشر ہو گیا۔ کچھ من چلے حامی مولوی صاحب کے پاس پہنچے کہ: ”جناب آپ نے انکار کیوں کر دیا؟ آپ تو جتھہ والے تھے اور اگر مخالف کے دلائل آپ توڑ نہ سکتے تھے تو آپ کے لٹھ ماران کے سر توڑ دیجئے“ مولوی صاحب نے انہیں سختی سے ڈانٹا اور کہا: ”تم نہیں جانتے، خاموش رہو، (مرزا) غلام ربانی یہاں پستول سے مسلح ہو کر آیا تھا، جو نبی لٹھ مار گارڈ لٹھ اٹھاتے تو اس نے پستول داغ دینا تھا اور ہمیں ڈھیر کر دیا ہوتا“ جشید بھائی! یہ واقعہ مجھے مرحوم مرزا صاحب نے اپنی زبانی سنایا تھا، میں گواہی دیتا ہوں کہ انہوں نے کبھی جھوٹ نہیں بولا: (۶۵)

تبصرہ:

اقتباس مذکورہ بالا پتہ تفصیلی تبصرہ کے لیے طوالت کا خوف حائل ہے، سو چند بنیادی گزارشات پیش خدمت ہیں:

الف: مکتوب نگار کے بقول مولانا غلام ربانی اپنے چند رشتہ داروں کے ہمراہ مناظرہ کے لیے پہنچے۔ جبکہ اسی مکتوب میں مرقوم ہے کہ مولانا ربانی اور ان کے دوادر بھائی احمدی تھے۔ اور بقول جشید احمد صاحب عمر کے آخری حصہ میں ان کے برادری کے ساتھ تعلقات بحال ہوئے تھے۔ آخری عمر میں تعلقات کی بحالی سے مطلب یہی ہے کہ احمدیت اختیار کرنے کے بعد برادری سے ان کے تعلقات خراب ہو چکے تھے۔ اس تناظر میں ان کے رشتہ داروں کا مناظرہ میں ساتھ ہونا خلاف واقعہ ہے۔

ب: مکتوب نگار کا یہ کہنا کہ مولانا شاہ نواز نے مناظرہ سے انکار کر دیا تھا اور وجہ انکار گولی کا خوف تھا، یہ دونوں باتیں خلاف واقعہ ہیں۔ ایک تو مناظرہ مولانا محمد کرم الدین دہرے نے کرنا تھا نہ کہ مولانا شاہ نواز نے جیسا کہ روزنامہ چنگار نے بھی لکھا ہے۔ کیونکہ مولانا شاہ نواز کا جب بھی کہیں مناظرہ طے پاتا تو وہ مناظرہ کے لیے مولانا کرم الدین دہرے کو یا مولانا نظام الدین ملتانی کو یا مولانا ابو محمود مسعود سیالکوٹی کو بلواتے تھے۔ نیز مولانا شاہ نواز کے ساتھ چھ لٹھ بردار نہیں ہوتے بلکہ پچاس ساٹھ افراد ساتھ ہوتے تھے جو آگے آگے کلمہ و درود پڑھتے جاتے تھے نیز خوالی اور گردنواح میں کثیر تعداد ان کے مریدین و عقیدت مندوں میں شامل تھی ان حقائق کی روشنی میں مولانا شاہ نواز کا گولی سے ڈر جانا عیب ہے۔ کیونکہ جس شخص کی ساری زندگی ہی پولیس اور جالفین سے آنکھ پھولی کیلئے ہوئے گزری ہو وہ دہندوق سے ڈر جائے یہ ناممکن ہے۔

ج: مکتوب نگار چونکہ لاہوری گروپ سے متعلق ہیں اور مکتوب الیہ مسلمان سواس تناظر میں مکتوب نگار کا یہ کہنا

”جسید بھائی! یہ واقعہ مجھے مرحوم مرزا صاحب نے اپنی زبانی سنایا تھا، میں گواہی دیتا ہوں کہ انہوں نے کبھی جھوٹ نہیں بولا۔“
 مکمل واقعہ لکھنے کے بعد بالخصوص یہ جملہ لکھنے میں کیا مقاصد پوشیدہ ہیں اہل نظر خوب سمجھتے ہیں۔
 مولانا محمد عالم صحتا لوی:

آپ ۱۸۷۴ء کو موضع صحتا کی اعمان برادری میں پیدا ہوئے۔ بالترتیب بھوئی گاڑ (ضلع انک)، ڈھوک میکی (ضلع انک)، جامعہ نعمانیہ (لاہور) اور علی گڑھ میں مولانا لطف اللہ علی گڑھی (۱۲۴۴-۱۳۳۴ھ) سے اکتساب علوم کیا۔ بعد ازاں مختلف مقامات پر امامت و خطابت و تدریس کا فریضہ سرانجام دیتے رہے۔ آپ قاضی تحصیل گوجر خان بھی تھے، جبکہ نسبت بیعت سید غلام حیدر علی شاہ جلالپوری (۱۲۵۴-۱۳۲۶ھ) سے تھی۔ ۱۶ جولائی ۱۹۶۴ء کو آپ نے وفات پائی، اپنے گاؤں میں ہی مدفون ہیں۔ (۶۶) آپ نے لاہوری گروہ کے سرکردہ مولوی غلام ربانی کشمیری کا خوب تعاقب کیا اور اس فتنہ کی سرکوبی میں خاصی تگ و دو کی، اسی سلسلہ میں کئی مقدمات کا بھی آپ کو سامنا رہا۔ پس منظر اس کا یہ ہے کہ جب صوبیدار میجر خان بہادر (م: ۱۹۴۵ء) کے فرزند راجہ کرامت حسین (۱۹۱۷-۱۹۴۰ء) جو ان دنوں گورڈن کالج راولپنڈی میں انٹر کے طالب علم تھے نے جب قادیانیت اختیار کی تو صوبیدار میجر موصوف نے بہر طور اپنے بیٹے کو سمجھانے کی کوشش کی اور اس سلسلہ میں ۲۸ مارچ ۱۹۳۸ء کو ایک جلسہ منعقد کیا گیا جس میں علمائے اہل سنت نے تقاریر کیں (۶۷)، اس جلسہ میں کن علماء نے شرکت کی یہ تو معلوم نہیں ہو سکا البتہ صوبیدار میجر صاحب کے روزنامچہ میں درج ہے کہ مورخہ ۵ مارچ ۱۹۳۸ء کو انہوں نے جمعیت العلماء راولپنڈی کے امیر، شاید مولانا محمد عبدالحی (م: دسمبر ۱۹۶۸ء) سے ملاقات کی۔ (۶۸)

اس جلسہ کے نتیجے میں علاقہ بھر میں مولوی غلام ربانی اور اہلیانِ ڈھوک کشمیریاں کا معاشرتی بائیکاٹ کیا گیا، تو ایک دن مولوی صاحب اپنی ڈھوک کے چند قادیانیوں کے ہمراہ مولانا صحتا لوی جو ان دنوں چک چکوڑہ میں بطور امام قیم تھے سے جا کر ملے اور قادیانیوں سے بائیکاٹ کے غیر شرعی ہونے پر فتویٰ کی درخواست کی اور اپنی مشکلات کا رونا رویا مولانا صحتا لوی نے مولانا کشمیری اور ان کے ہمراہیوں سے فرمایا کہ آپ قادیانیت سے تاب ہو جائیں تو سبھی مسائل حل ہو جائیں گے: بقول اللہ دستاکن کا لاگجراں (۶۹):

مولوی	صاحب	نے	فرمایا	توبہ	کروں	گناہوں
دل	تھیں	مسلمان	ہو	جاؤ	مڑ	کے
آپے	مسلمان	تساؤ	بن	جاؤں	گے	بھائی
نال	تساؤ	حسد	عداوت	پھیر	نہ	کرن
فتوے	میرے	دی	پھر	ہرگز	لوڑ	نہ
					رہی	کوئی

توبہ کر کے مرزے دلوں خبر لوکاں جد ہوئی
کل علمائے دین تسانوں مومن گندے ناچیں
مومن بن جاؤ توبہ کر کے من نیک صلاحیں
اس رقتے دی نقل تسانوں شعراں وچ سناواں
نگر خان، بوراسب خان دا رقتے تے سرناواں
صرف لفظ بسم اللہ خط دے سر تے لکھیا ہویا
الرحمن لکھن دی اس نوں شرم آوندی سے گویا
بعد سلاموں رقتے اندر لکھیا اس مرزائی
ڈھو کے وچہ اسلامی جلسہ کرناں ہے ہن بھائی
کچھ علماء فیروزپوروں تے آؤن کچھ لاہوروں
جلسہ خوب ہووے گا آؤن عالم کچھ پشوروں

مگر بجائے مولانا صاحب لوی کے مشورے پہ کان دھرنے کے، مولوی صاحب کشمیری نے یوں کیا کہ واپس آ کر ایک تحریر ترتیب دی، بقول اللہ دیت (۷۰):

مولوی محمد صاحب جو ہیں صحاباں والے
سدے اساں مناظرے کارن تسان بھی آؤ تالے
چوی پنچی تاریخ مقررہ جون مہینہ ہوئی
ہے اطلاع اساڈی طرفوں آ جاوے ہر کوئی
جسدم مولوی عبدالواحد رقتہ پڑھیا بھائی
مرزائیاں دی دھو کے بازی رقتے وچوں پائی
مولوی صاحب محمد عالم نوں خبر نہ کیتی کوئی
نہ کوئی شرط مناظرے والی نال انہاں طے ہوئی
کیسی چال ایہہ مرزائیاں نے اس دھاڑے چلی
مولوی صاحب محمد عالم نوں خبر نہ کوئی سھلی
باقی ہو ر گراویں رقتے بھیج دتے ہر جانی

سوچا انہاں جو رفتے سن آؤسی بہت لوکاں
مولوی صاحب نہ ڈروے آئے اسیں کہساں اس ویلے
باقی مسلمان اسانوں آؤسن ہتھ اکیلے
منتر ساڈا پھر جاوے گا دلوں فریب بنائے
سب نوں کہساں مولوی صاحب ڈروے مول نہ آئے

جب اسی قسم کا دعوت نامہ موضع کھیل کے صوبیدار میجر (ر) راجہ خان بہادر (ان کے مختصر احوال آگے آرہے ہیں) کو ملا تو انہوں نے مولانا صاحب لوی سے ایک دتی رقعہ کے ذریعے استفسار کیا تو مولانا رقعہ ملنے کھیل آ پہنچے اور اپنی لاعلمی کا اظہار کیا اور وہیں بیٹھے بیٹھے ایک رقعہ مولوی غلام ربانی کو لکھا اور استفسار کیا کہ آپ لوگوں نے مجھے باضابطہ اطلاع کیوں نہیں دی؟ قصہ مختصر مولوی صاحب اور مرزائی و فودی آپس میں بات چیت جاری تھی کہ اتنے بڑی بات سے مولوی عبدالواحد عبدی آ پہنچے اور یوں ان تینوں افراد صوبیدار میجر خان بہادر، مولانا صاحب لوی اور مولوی عبدی صاحبان نے تاریخ مقررہ کا چیلنج قبول کر لیا، اس میں انتظامات مناظرہ و جلسہ صوبیدار صاحب کے ذمے ڈالے گئے جب کہ علمائے کرام کو لانے کا فریضہ مولوی عبدی نے اپنے سر لیا۔

دوسرے دن روپڑ شریف علاقہ سواں میں سالانہ عرس تھا اور مولوی عبدی مسند نشین خانہ خواجہ عبدالرب عثمانی (م: ۱۹۳۳ء) سے بیعت تھے، مولوی عبدی عرس میں شریک ہوئے اور بعد از ختم عرس خواجہ صاحب کی خدمت میں تمام تفصیل گوش گزار کی، خواجہ صاحب نے عرس میں شریک مولانا شمس الدین (پنڈی گھیب)، مولانا عبدالرحیم (چکوال) اور مولانا محمد مسعود (الہڑ/سیالکوٹ) کو مولوی عبدی کے ساتھ مرزائیوں سے مناظر کے لیے بھیج دیا۔ بوقت مناظرہ چکوال سے مولانا محمد اسماعیل بھی آ شریک ہوئے۔ موہڑہ ٹوری اور کھیل کے درمیان تالاب پہ مقررہ تاریخ کو جلسہ ہوا جس میں علاقہ بھر سے لوگوں کی خاص تعداد شریک ہوئی، سب انسپکٹر تھانہ جاتی بھی مع چند جوانوں کے پہنچ گئے تاکہ کسی قسم کی بدمزگی پیدا نہ ہو۔ بعد نماز جمعہ جلسہ کا باقاعدہ آغاز کیا گیا، اور رات گئے مولانا صاحب لوی چیلنج کرتے رہے کہ لاؤ اگر تمہارا کوئی مناظر ہے تو لیکن صبح تک مرزائیوں کا کوئی آدمی جلسہ گاہ میں نہ آیا۔ بعد ازاں مولانا صاحب لوی جلسہ میں موجود پٹواری حلقہ امیر حسین شاہ کو مولوی ربانی کی طرف بھیجا، مولوی صاحب پٹواری کیساتھ آ گئے اور شرائط مناظرہ لکھی گئیں، جب شرائط لکھی جا چکیں تو خدا جانے مولوی صاحب کے من کیا آئی کہ انہوں نے شرائط والا ورق بھد تضرع واپس مانگ لیا اور مناظرہ سے انکار کر دیا اور واپس اپنے گھر چلے گئے۔ بعد نماز ظہر موجود علمائے کرام نے رومرزا بیت پہ تقاریر کیں اس جلسہ میں مفتی علاقہ مولانا محمد رضا کالوسی بھی موجود تھے۔ (۱) اس جلسہ کی روداد مولوی عبدالواحد عبدی فرمائش پہ کالا گجراں ضلع جہلم کے شاعر اللہ دتہ پنجابی نظم میں ترحیب دی اور یہ ۱۹۳۸ء میں

مرکب کافکال الیکٹرک پریس راولپنڈی سٹیج یزدانی برگروہ قادیانی یعنی مناظرہ اہل اسلام با مرزائیاں در مقام موثرہ نوری و حکمت مرزائیاں کے نام سے شائع ہوئی۔ رسالہ کے آخر میں ”یہ رسالہ علمائے کرام سے تصدیق شدہ ہے“ کی سرخی کے تحت لکھا ہے کہ:

”ہم نے اس رسالہ کو پڑھا ہے، شاعر نے مناظرہ کا حال پنجابی نظم میں بیان کیا ہے، یہ واقعہ صحیح اور درست اور تمام علمائے اہل سنت والجماعت کا یہ اتفاق ہے کہ فرقہ مرزائی خواہ قادیانی ہو یا لاہوری ہو دائرہ اسلام سے خارج اور مرتد ہیں، کیونکہ مرزا غلام احمد قادیانی مدعی نبوت والوہیت ہے، وہ قطعاً خارج عن الایمان ہیں۔ اس لئے اس فرقہ سے برتاؤ کرنا جائز نہیں، شادی وغنی میں، جمعہ اور جماعت میں اور نماز جنازہ میں ان ہرگز شریک نہ ہونے دیا جائے۔ وعلینا الا البلاغ

الراقم: مولانا محمد رضا کالوسی عفی عنہ، تحصیل چکوال، بقلم خود مفتی عطا محمد رتوی عفی عنہ، تحصیل چکوال، بقلم خود ابوالفضل محمد کرم الدین از ہمیں، تحصیل چکوال، جناب مولوی مولانا بخش عفی عنہ، خطیب جامعہ مسجد راولپنڈی، جناب محمد عبدالحی صاحب مدرسہ احوال العلوم وناظم جمعیت العلماء راولپنڈی۔“ (۷۲)

اس جلسہ کے بعد جب قادیانی حضرات سے مکمل معاشرتی بائیکاٹ کیا گیا تو مولوی غلام ربانی نے اپنی تعلقات کو بروے کار لاتے ہوئے علاقہ کے نیشنلسٹ ذیلدار فکری رضا سے اپنی مشکلات کا رونا رویا، جس کے نتیجے میں فکری رضا نے مولوی غلام ربانی کو اور مولانا صحتا لوی کو کھاکرہ (تحصیل گوجران) بلوایا جہاں صبح سے لے کر ظہر تک بہر طریق فکری رضا اور دیگر علاقائی زعماء مولانا صحتا لوی پر دباؤ ڈالتے رہے کہ وہ معاشرتی بائیکاٹ کا فتویٰ واپس لے لیں لیکن مولانا صحتا لوی اکیلے ہوتے ہوئے بھی ان کے دباؤ میں نہ آئے، یوقت ظہر جمعہ دارالاجلی کو کسی طریقے سے اس کی بھیک پڑ گئی اور وہ انہیں اپنے گھر لے گئے۔ اس ناکام کوشش کے بعد مولوی ربانی موضع جند (تحصیل و ضلع چکوال) میں امیر حزب اللہ سید محمد فضل شاہ جلاپوری (۳ نومبر ۱۸۹۳ء - یکم دسمبر ۱۹۶۶ء) جو اپنے تبلیغی دورے پہ علاقہ میں آئے ہوئے تھے اور موضع جند میں حوالدار ملک محمد عباس علی (م: ۱۰ فروری ۱۹۳۳ء) کے ہاں مقیم تھے کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اپنا رونا رویا، پیر صاحب نے مولانا صحتا لوی کو جو پیر صاحب کے دادا سید غلام حیدر علی شاہ جلاپوری سے بیعت تھے کو جند بلوایا، مولانا نے تمام صورت حال پیر صاحب کے گوش گزار کی۔ پیر صاحب نے جب مولوی سے استفسار کیا تو مولوی سے ان عقاید کا انکار کیا کہ جس کی بنیاد پر فتویٰ دیا گیا تھا، ان کے انکار پر پیر صاحب کی ہدایت پہ مولانا صحتا لوی نے اپنے سابقہ فتویٰ سے رجوع کر لیا۔ اس سلسلہ میں ایک فتویٰ بھی شائع کیا جس کے ناشر مولانا کے عزیز مولانا عبدالحق صحتا لوی تھے۔ یہ فتویٰ تو راقم کی نظر سے نہیں گزرا البتہ اس کا ذکر اس کے جوابی فتویٰ میں ملتا ہے، جسے مولوی عبدالواحد عبدی نے ترتیب دے شائع کیا تھا۔ جوابی فتویٰ مولانا شمس الدین

(پنڈی گھیب) کا ہے اور مولانا نور حسین (خطیب جامع مسجد فتح جنگ)، مولانا مولابخش (خطیب جامع مسجد راولپنڈی)، مولانا غلام محمد گھوٹی (مقیم گلڑہ)، سید محمود علی شاہ (خطیب جامع مسجد ڈھوک رتہ امرال، راولپنڈی)، مولانا محمد عبدالحی (مدرس مدرسہ احیاء العلوم، ناظم جمعیت العلماء راولپنڈی) کی تائیدات کے ساتھ کشمی آرٹ پر تنگ پریس سے شایع ہوا تھا اس قضیہ کا انجام کیا ہوا یہ سردست تحقیق طلب ہے۔

صوبیدار میجر راجہ خان بہادر:

آپ راجہ احمد خان کے ہاں موضع کبیل میں پیدا ہوئے۔ پرائمری تک تعلیم حاصل کی اور انڈین آرمی میں بھرتی ہو گئے اور بطور صوبیدار میجر فوج سے ریٹائر ہوئے۔ آپ نے تین شادیاں کیں جن میں سے پہلی شادی سے کرامت حسین پیدا ہوئے، صاحبزادے گورڈن کالج راولپنڈی میں ایف کے طالب علم تھے کہ دورانِ تعلیم قادیانیت سے متاثر ہو گئے۔ یہ سچ ہے کہ اگر راجہ خان بہادر کہ جن کے قاضی محمد عالم صحتا لوی کے ساتھ گہرے خاندانی مراسم تھے اور اس کی بدولت نیز دینی رجحان کے زیر اثر انہوں نے اپنے واحد اولاد نرینہ کو عاق کر دیا اور مولانا غلام ربانی اور ان کی ہم عقیدہ افراد کی تبلیغی سرگرمیوں کے آگے نہایت مضبوط بندھ باندھا، مذکورہ بالا مناظرہ موہڑہ نوری کا اہتمام اور کل مصارف صوبیدار میجر صاحب نے برداشت کئے۔ اسی طرح یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ اگر وہ معاشرتی و معاشی ناموری کو قادیانیت کے فروغ کو روکنے کے لیے بطور شہت اقدام استعمال نہ کرتے تو ڈھوک بہاول بخش بالخصوص اور گردونواح میں بالعموم قادیانیت کے پھیلنے کے خاصے امکان تھے۔ مرزائیوں نے کیسے کیسے حربے اور ہتھکنڈے آپ کو اپنے سانچے میں ڈھالنے کے لیے اس کا اندازہ ان مکاتیب و رقعات سے ہوتا ہے جو مرزائیوں نے آپ کو تحریر کئے۔ آپ کی جملہ مساعی اور خلوص کا نتیجہ تھا کہ آپ کے صاحبزادے عمر کے آخری دنوں میں مرزائیت سے تائب ہو گئے اور باقاعدہ مولانا محمد عالم صحتا لوی کو اپنا توبہ نامہ لکھ کر دیا اور ان کے ہاتھ دوبارہ مشرف بہ اسلام ہوئے۔ جون ۱۹۳۵ء کو صوبیدار میجر صاحب کا انتقال ہوا، نماز جنازہ قاضی محمد عالم صحتا لوی نے پڑھایا، موصوف کبیل ہی میں مدفون ہیں۔ جماعت اسلامی سے تعلق رکھنے والی تحصیل کی معروف شخصیت حاجی راجہ محمد اشفاق احمد خان آپ ہی کے صاحبزادے تھے۔ (۷۳)

قاضی محمد گوہر علی علوی:

آپ موضع لودے میں قاضی فضل الدین لودوی کے گھرانے میں برادری میں پیدا ہوئے۔ علوم مروجہ کی تحصیل اپنے والد گرامی سے کی۔ آپ کی بیعت اول اپنے والد گرامی سے تھی ان کی وفات کے بعد خواجہ احمد نبی معروف بہ زلفاں والی سرکار (۱۲۸۰-۱۳۳۵ھ) (۷۳) سے تجدید بیعت کی اور خواجہ محمد سید شاہ چورانی (۱۲۷۹-۱۳۵۷ھ) (۷۵) سے خلافت و اجازت بیعت سے سرفراز ہوئے۔ (۷۶) آپ کئی علماء و مشائخ کے استاد تھے، ان میں خواجہ محمد شفیع چورانی

(۱۳۱۶-۱۳۸۶ھ) (۷۷) مؤلف برکات نقشبندیہ مع انوار تیرا سی (۱۹۵۷ء)، قاضی ارشاد الہی لودوی متخلص بہ فیضی (۱۹۱۷-۹ فروری ۱۹۸۵ء)، قاضی وجیہ السیما عرفانی (۱۳ اکتوبر ۱۹۲۰ء-۲۲ فروری ۱۹۹۱ء)، مفتی احمد عزیز اللہ شامل ہیں۔ (۷۸) بھنگالی کے معروف نقشبندی شیخ، پیر سید عبداللہ شاہ (۱۹۲۵-۱۹۸۸ء) بھی آپ کے تلامذہ میں سے تھے۔ (۷۹) ۵ ربیع الثانی ۱۳۷۰ھ/۱۴ جنوری ۱۹۵۱ء کو آپ نے وفات پائی، موضع لودے میں ہی مدفون ہیں۔ (۸۰) حسب ذیل تحریریں آپ سے یادگار ہیں:

احکام رسم المفتی / احد الانوار المذہب فی مسئلۃ الجمعۃ / الانصاف فی مسائل الاحناف / البرہان فی حرمتہ غراب الایق من الحیان / البراہین العشرہ فی اثبات الحس علی حقیقت الخلفائہ الراشدہ المہمشر / التیمان فی حرمتہ غراب الایق من الحیان / الجواہر العلویۃ فی التصاوید و الفتاویٰ فی اللسان العربی النحلی / جواہر آبدار / جواہر علویہ باشعار الصرفیۃ والنحویۃ / الجواہر العلویۃ فی اثبات الخلفائہ الراشدہ / الجواہر العلویۃ فی جواب مسئلۃ الدیوبندیۃ / حقوق الامام والمملۃ العالی / حکمتہ اللہ البالغہ (کلاس) / حکمتہ اللہ البالغہ (خورد) / رسالہ فی مسئلۃ الذبح فوق العقدہ / رسالہ فی مسئلۃ ما اهل بہ لغیر اللہ / الشرائع والنظامۃ فی عدم وقوع الطلاق بغیر الاضافۃ / الحسل العشاق فی علم القوانی / عطر التصانیف فی علم التصریف / غایۃ الصحو فی وقایۃ النجو / الفضل والعمۃ فی فضل العلم والحکمۃ / القصیدۃ العلویۃ فی علوم الہیۃ والحکمۃ / القول السدید فی وجوب التقليد / القول بالحکم فی حیات عیسیٰ ابن مریم / کشف السر واللبس فی مسئلۃ حرکت الشمس وسکون الارض / نعم الصنع / انوار المذہب فی فتویٰ الجمع / الیواقیت والجواہر فی الذکر بالجہر۔ (۸۱)

قاضی فضل احمد لودھیانوی کی معروف تصنیف انوار آفتاب صداقت میں آپ کی بھی تقریظ شامل ہے۔ آپ ان دنوں مسجد پٹولیاں لوہاری منڈی لاہور میں بطور امام اپنے فرائض سرانجام دے رہے تھے۔ (۸۲) رد قادیانیت کے سلسلہ میں القول بالحکم فی حیات عیسیٰ ابن مریم (غیر مطبوعہ) آپ سے یادگار ہے۔

اس عنوان پر مزید تحقیق کے لیے ملاحظہ فرمائیے:

اشتہارات

مولوی عبدالواحد عہدی (مرتب و اشتمر)

الاستثناء (اشتہار) بخزوند، کتاب خانہ راقم

الاستثناء (تردید فتویٰ مولوی محمد عالم شایع کردہ مولوی عبدالحق امام مسجد موضع کبیل (اشتہار) بخزوند، کتاب خانہ راقم مولانا بخش، مولانا (مرتب و اشتمر)

تردید فتویٰ کرامت حسین مرزائی (اشتہار) بخزوند، کتاب خانہ راقم کتب/ مجلات اللہ دتہ، ساکن کالا گجراں

(جہلم) فتح پزدانی برگروہ قادیانی (پنجابی/منظوم/پنجابی)، مخزنہ، کتاب خانہ راقم حسن نواز شاہ

امام احمد رضا خاں بریلوی اور علمائے گوجر خان، مشمولہ، معارف رضا، کراچی، سالنامہ، ۲۰۰۶ء، (حالات، مولوی

میر غلام مصطفیٰ)

عبدالواحد عیدی، مولوی

مرزائیوں کی بول گئی نکلڑوں کڑوں (پنجابی/منظوم/مطبوعہ)

مرزائیوں کا کفر نامہ (پنجابی/منظوم/مطبوعہ)

مراسلہ

مکتوبات و رقعات (از مرزائیہان کوٹ حبیب اللہ بنام صوبیدار میر خان بہادر)، مخزنہ، کتاب خانہ راقم

تفکر: مقالہ ہذا کی تیاری میں درج ذیل حضرات کا مشکور نہ ہونا بالیقین غیر احسن ہوگا: حاجی راجہ محمد اشفاق احمد خان (کیلی)، پروفیسر راجہ آصف محمود (چنگا بنکیال)، ڈاکٹر منیر الدین احمد (کمر فیلڈ/جرمنی)، اظہر محمود (چنگا بنکیال)، حبشید احمد (کراچی)، مفتی محمد عطار علی رضوی (چچی بہادر)، مرزا تجل حسین جلال (غزالی)، مفتی طارق محمود نقشبندی (ڈھوگ)، صوفی مسعود احمد شاہ (ڈھوک گوہر شاہ)، ملک محمد اقبال (کیال)، راجہ وقار احمد (حبیب چوک)۔

حوالہ جات و حواشی

- ۱- منہاس، راجہ محمد عارف، تاریخ راولپنڈی، لاہور، ابراہیم اینڈ سنز پرنٹرز و پبلشرز، یکم نومبر ۱۹۸۶ء، اول، ۱۹۷۰-۱۹۸۰
- ۲- احمد، منیر الدین، مکتوب بنام ما، کمر فیلڈ (جرمنی)، ۱۵ جنوری ۲۰۰۸ء
- ۳- راجہ، اکرام الحق، تاریخ گوجر خان، لاہور، مکتبہ داستان، مئی ۱۹۹۴ء، اول، ص ۸۹-۹۰
- ۴- صادق، خواجہ منظور، ضلع راولپنڈی تاریخ احمدیت، راولپنڈی، جماعت احمدیہ راولپنڈی، جون ۲۰۰۳ء، اول، ص ۷۳
- ۵- احمد، ای۔ میل بنام ما، ۱۵ جنوری ۲۰۰۷ء
- ۶- محمد فضل، اسرار شریعت (عربی): برپا ورق، نیچ المصلیٰ، چنگا بنکیال، مؤلف، ۱۳۳۲ھ/۱۹۲۳ء، اول، ص ۵۱۸
- ۷- ڈاکٹر منیر الدین احمد لکھتے ہیں: ”اجی نے اپنا سن پیدائش ”اسرار شریعت“ جلد اول کے عربی ترجمے کے خاتمے پر ۱۲۸۵ ہجری قمری دیا ہے، جبکہ اپنی قلمی سوانح حیات میں ۱۲۸۶ ہجری مطابق ۶۸-۱۸۶۷ء لکھا ہے۔“ (احمد، منیر الدین، مولوی محمد فضل خان، ایک عالم ربانی کی داستان حیات، ۲۰۰۰ء، ص ۱۵)

۸- ان کے بارے ڈاکٹر منیر الدین نے لکھا ہے کہ: ”یہ وہ بزرگ ہیں کہ جن کا سفید مزار چنگا بنگیال کی ڈھوک حیات بخش کے پرانے قبرستان کی سب سے اونچی جگہ بنا ہوا ہے، جہاں پر آج بھی دور و نزدیک سے نوبیا ہتا جوڑے سلام کرنے اور برکت حاصل کرنے کے لئے حاضر ہوتے ہیں۔ (مولوی محمد فضل خان، ص ۱۵)

ایک اور مقام پر لکھا ہے کہ: ”مولوی محمد عرب بخش کے ہاتھ پر لوگ بیعت کیا کرتے تھے، وہ نقشبندی مجددی طریقہ کے شیخ تھے اور ان کے پیروکاروں اک سلسلہ بہت وسیع تھا۔ لوگ دور دور سے ان سے فیضیاب ہونے کے لیے حاضر ہوتے تھے۔ (ص ۱۹)

۹- ایضاً، ص ۱۶: احمد، منیر الدین، سعید ہمدانی، حدیث یاراں، دہلی، معیار پبلی کیشنز، ۱۹۹۹ء، ص ۲۵۶

۱۰- ایضاً، ص ۱۶

۱۱- ایضاً، ص

۱۲- ایضاً، ص ۳۳-۳۶

۱۳- ایضاً، ص ۳۹: میرزا صاحب نے اپنی تصنیف انجام آتھم مع ضمیر میں اپنے تین سوتیرہ اصحاب خاص کی فہرست دی ہے اس میں ایک سو پچاسویں نمبر پر مولوی صاحب کا نام بھی موجود ہے۔ (غلام احمد، میرزا، انجام آتھم مع ضمیر، قادیان، مطبع ضیاء الاسلام، [۱۸۹۷ء]، ص ۳۲۷)

۱۴- بہاولپوری، مولوی عبداللطیف (مرتبہ)، مجموعہ اشتہارات، ربوہ، الشریکۃ الاسلامیہ، ۲۹/۳

۱۵- بہاولپوری، ۳/۳۳۲

۱۶- غلام احمد، مرزا، حقیقۃ الوحی، قادیان، مطبع میگزین، مئی ۱۹۰۲ء، ص ۳۸۱-۳۸۳

۱۷- منہاس، ۱۹۸-۱۹۷/۲

۱۸- صادق، خواجہ منظور، ضلع راولپنڈی تاریخ احمدیت، راولپنڈی، جماعت احمدیہ راولپنڈی، جون

۲۰۰۴ء، اول، ص ۱۸۲-۱۸۷

۱۹- احمد، مولوی محمد فضل خان، ایک عالم ربانی کی داستانِ حیات، ص ۶۱

۲۰- ایضاً، ص ۱۰۸

۲۱- خدا بخش ولد محسن خان (الہدیر، قادیان، ۲۳-۳۰ جنوری ۱۹۰۳ء، بحوالہ، صادق، ص ۱۸۶)

۲۲- صادق، ص ۲۵

۲۳- دلاوری، ابوالقاسم رفیق، آئینہ تلیس یا غار نگرانِ ایمان، لاہور، دارالتصنیف، جنوری ۱۹۳۷ء، اول، ص ۵۱

۲۴- احمد، ای-میل بنام، ۲ مارچ ۲۰۰۸ء

- ۲۵- عبدالرحیم، مولوی، لباب المعارف العلمیہ، لاہور، فیروز پرنٹنگ ورکس، ۱۳ جنوری ۱۹۳۹ء
۲۱/ ذی قعدہ ۱۳۵ھ، ۲۹/۲
- ۲۶- احمد، ہدائی، ص ۲۷۳-۲۷۴
- ۲۷- ایضاً، ص ۳۰۵-۳۰۶
- ۲۸- ایضاً، ص ۳۵۷
- ۲۹- احمد، ڈاکٹر، مکتوب بنام حاجی محمد ارشد قریشی، ہمبرگ، ۲۱ جولائی ۱۹۹۵ء، مشمولہ، فتوحات مکیہ، لاہور، تصوف فاؤنڈیشن، ۱۴۲۰ھ/ ۱۹۹۹ء، ص ۹۵
- ۳۰- احمد، ہدائی، ص ۳۴۹
- ۳۱- صادق، ص ۷۳
- ۳۲- صادق، ص ۷۳-۷۴
- ۳۳- وارثی، راشد عزیز، مکتوب بنام ما، سنگھوئی (ضلع جہلم)، ۱۲۴۲ھ پر پیل ۲۰۰۸ء
- ۳۴- حیات اکمل المعروف حافظ پنجابی، چھپر شریف، باہتمام فقیر عزت شاہ وارثی، ۷ مارچ ۲۰۰۲ء، ص ۴۸
- ۳۵- ایضاً، ص ۵۱
- ۳۸- علوی، عبدالجید، مہمان اہل بیت = تذکرہ اولیائے کرام و صلہ شریف، گوجران، دارالادب، (س-ن)، ص ۳۳
- ۳۹- ایضاً، ص ۳۶
- ۴۰- جہلمی، علاؤ طارق مجاہد، ٹیلیفونک گفتگو از راقم، یکم جولائی ۲۰۰۷ء
- ۴۱- علوی، ص ۵۰
- ۴۲- ایضاً، ص ۳۳
- ۴۳- اظہر محمود، گفتگو از راقم، چنگا بنگیال، ۲۴ فروری ۲۰۰۸ء
- ۴۴- مولانا صدیق اکبر ۱۱ اپریل ۱۹۱۱ء کو مولوی فقیر محمد (م ۱۶ اگست ۱۹۳۷ء) کے ہاں موضع بلو یا تحصیل کہوڑ کی اعوان برادری میں پیدا ہوئے قرآن پاک اپنے والد گرامی سے پڑھا، بعد ازاں اپنے نہال موضع چنگا بنگیال آ گئے، جہاں بالترتیب پرائمری سکول دریا لہ سیگن اور مڈل سکول قاضیاں سے پرائمری اور مڈل تک تعلیم حاصل کی، بعد ازاں موجودہ بی علوم کی تحصیل بالترتیب شمس آباد (ضلع انک) اور علی سیداں (ضلع سیالکوٹ) سے کی آپ کی نسبت بیعت پیر محمد علی شاہ گولڑوی سے تھی ۱۹۳۶ء میں علوم دین کے بعد چنگا بنگیال میں بطور امام مسجد مقیم رہے ۱۹۴۱ء میں پاکستان نیوی میں بطور پیش امام بھرتی

ہوئی اور ۱۹۴۳ء میں بوجہ ملازمت ترک کر کے واپس گاؤں آ گئے جہاں کھیتی باڑی کو ذریعہ معاش بنایا اور قریبی گاؤں ہنیر میں ساٹھ سال جمعہ پڑھایا۔ یکم اپریل ۲۰۰۳ء کو آپ نے وفات پائی اور موضع بلو یا میں ہی دفن ہوئے۔ صاحبزادہ ساجد الرحمن نے آپ کا جنازہ پڑھایا۔

۳۵- میاں نواب علی، مؤسس سلسلہ نوشاہیہ حاجی محمد نوشہ گنج بخش قادری (۱۰۵۴-۱۰۵۹ھ) کے خلیفہ پیر محمد پیر نوشاہی (۱۰۱۳-۲۵ ربیع الاول ۱۱۱۹ھ) کی اولاد میں سے تھے اور میاں میراں بخش بن سلطان بالا نوشہری کے صاحبزادے اور سجادہ نشین بھی۔ آپ نے ۱۰ رمضان ۱۳۵۹ھ کو وفات پائی اور نوشہرہ میں دفن ہوئے۔ آپ سے ایک تالیف ”اذکار الابرار“ یادگار ہے جو ۱۳۷۶ھ کو شائع ہوئی۔

(نوشاہی، سید شریف احمد شرافت، شریف التوارخ، جلد دوم/ حصہ دوم/ موسوم بہ طبقات نوشاہیہ، ساہیال، ادارہ معارف نوشاہیہ، ۱۴۰۲ھ/ ص ۱۷۳-۱۷۸)

۳۶- خداداد، ماسٹر راجہ، گفتگو از راقم، چنگا بنکیال، ۲۷ فروری ۲۰۰۸ء

۳۷- فضل خان، مولوی محمد، خادم المسلمین نمبر ۱، راولپنڈی، لکشمی آرٹ پریس، ۲۸ ستمبر ۱۹۳۶ء/ ۱۱ رجب ۱۳۵۵ھ، ص ۳

۳۸- ایضاً، ص ۴

۳۹- فضل خان، مولوی محمد، خادم المسلمین نمبر ۳، راولپنڈی، لکشمی آرٹ پریس، ۱۵ اکتوبر ۱۹۳۶ء/ ۲۸ رجب ۱۳۵۵ھ، ص ۲

۵۰- منیر الدین، ص

۵۱- راجہ غلام جیلانی مولوی صاحب کے چچا زاد قاضی کریم اللہ کے بیٹے تھے۔ نیز غلام جیلانی کی زوجہ زریبگم اور مولوی صاحب کی بہو اقبال فاطمہ زوجہ راجہ عبد الرحمن آپس میں بہنیں تھیں۔ (آصف محمود، پروفیسر راجہ، گفتگو از راقم، چنگا بنکیال، ۱۶ اپریل ۲۰۰۸ء)

۵۲- ڈاکٹر منیر الدین نے اس بارے لکھا ہے کہ:

"Also I don't think that Raja Ghulam Rabbani uttered those words, which were attributed to him. He could not behave to our family in this manner. My father and his brother were on their own not against the performance of

'Janaza' by non-Ahmadis"(E-mail to me 6/05/08)

- ۵۳- فٹنٹھا خان جماعت احمدیہ چنگا بنکیال نمبر ۱ کے امیر تھے، اندازاً ۱۹۷۰ء میں فوت ہوئے۔ (آصف محمود، پروفیسر راجہ، گفتگو از راقم، چنگا بنکیال، ۱۶ اپریل ۲۰۰۸ء)
- ڈاکٹر منیر الدین کا کہنا ہے کہ:

"I also doubt that from the Ahmadi side, it was Naththa Khan, about whom you can find an introduction in my book, who led the prayers. At that time the Imam of the Ahmadis was Maulavi Shah Wali, who happened to be a nephew of Maulavi Umar Bakhsh Naqshbandi (Ibid)

- ۵۴- خدا داد، ماسٹر راجہ، گفتگو از راقم، چنگا بنکیال، ۲۷ فروری ۲۰۰۸ء
- ۵۵- جمشید احمد ولد غلام ربانی، ٹیلی فونک گفتگو از راقم، کراچی، ۷ جولائی ۲۰۰۶ء
- ۵۶- بہاولپوری، مولوی عبداللطیف (مرتبہ)، مجموعہ اشتہارات، ربوہ، شرکت الاسلامیہ، ۳/۲۴۰
- ۵۷- حسن نواز شاہ، امام احمد رضا خاں بریلوی اور علمائے گوجران، مشمولہ، معارف رضا، کراچی، ۲۰۰۶ء، سالنامہ، ص ۲۱۸
- ۵۸- فاضل، قاضی محمد، گفتگو از راقم، چنگا میر، ۷ فروری ۲۰۰۸ء
- ۵۹- عالم الدین، قاضی، آثار النکرم، لاہور، انجمن حمایت الاسلام، سن، ص ۳۳۳
- ۶۰- بشیر احمد، مولوی، یادداشت در بیاض مولانا علی احمد، نوابی، کتابخانہ راقم
- ۶۱- واصل، قاضی محمد، گفتگو از راقم، فریال
- ۶۲- حسن نواز شاہ، ص ۲۱۹-۲۲۰
- ۶۳- راجولی، صوبیدار، روزنامہ، شاہ کرہ موہڑہ، ماسٹر مسعود احمد
- ۶۴- یہ بھی لاہوری گروہ سے تعلق رکھتے تھے، یاد رکھنا کہ انصار احمدیہ، حصہ دوم (لاہور، احمدیہ انجمن اشاعت اسلام، اگست ۱۹۶۹ء) میں ان کا ایک مضمون لکھ بائے گراں مایہ، راولپنڈی کی چند بزرگ شخصیات (ص ۱۵۰-۱۶۷) شامل ہے۔
- ۶۵- فخر الدین، مکتوب بنام مرزا جمشید احمد، راولپنڈی، ۱۵ دسمبر ۱۹۹۲ء
- ۶۶- حسن نواز شاہ، ص ۲۲۱-۲۲۲

- ۶۸، ۶۷- خان بہادر، صوبیدار میجر، روزنامہ، کبیل، مملوکہ، حاجی راجہ محمد اشفاق احمد خان، ص ۹۱ ب
- ۶۹- اللہ دیتے، میاں، فتح یزدانی برگرودہ قادیانی یعنی مناظرہ اہل اسلام با مرزائیاں در مقام موہرہ نوری و خلست مرزائیاں، راولپنڈی، مرکٹ نائل الیکٹرک پریس، ۱۹۳۸ء، ص ۴
- ۷۰- ایضاً، ص ۴-۵
- ۷۱- ایضاً، ص ۵-۱۰
- ۷۲- ایضاً، ص ۱۶
- ۷۳- اشفاق احمد خان، حاجی راجہ محمد، گفتگو از اقام، کبیل، ۱۰ محرم ۱۴۲۹ھ
- ۷۴- ان کے احوال کے لیے ملاحظہ فرمائیے: مجددی، محمد یوسف، جواہر نقشبندیہ، فیصل آباد، مکتبہ انوار مجددیہ، مارچ ۲۰۰۳ء، ص ۳۶۵-۳۷۰
- ۷۵- ان کے احوال کے لیے ملاحظہ فرمائیے: چکاروی، غلام حسین نقشبندی مجددی نوری، بارغ تیرا ہی غنچہ چورایاں الشتر بہ مست حال بباگی چال یعنی شجرہ طیبہ نقشبندیہ مجددیہ نوریہ چکارہ، راول پنڈی، راول پنڈی پریس، (س-ن) ص ۳۲-۴۰؛ مجددی، محمد یوسف، ص ۴۷۸-۴۸۲
- ۷۶- ظفر اقبال، قاضی، تذکرہ علمائے لودے (غیر مطبوعہ)
- ۷۷- ان کے احوال کے لیے ملاحظہ فرمائیے: مجددی، محمد یوسف، ص ۴۸۲-۴۸۴
- ۷۸- ظفر اقبال
- ۷۹- امین، راجہ محمد، راحت المریدین، عارفوالہ، مرتب، مئی ۱۹۸۷ء، ص ۶۴
- ۸۰- فیضی، قاضی محمد ارشاد الہی، فیض الرب لبیان احوال الاب، لودے، مصنف، (س-ن) ص ۲۴
- ۸۱- سعیدی، مولانا حافظ محمد عبدالستار، مراۃ التصانیف، لاہور، مکتبہ قادریہ، ستمبر ۱۹۹۸ء، جمادی الاول ۱۴۱۹ھ، دوم، ارباب اداشاریہ
- ۸۲- لودھیانوی، قاضی فضل احمد، انوار آفتاب صداقت، لاہور، کریمی پریس، [۱۹۲۰ء]، ص ۸-۹

☆☆☆☆ ☆☆☆☆ ☆☆☆☆

عقیدہ ختم نبوت کی ضرورت و اہمیت

محمد احمد ترازوی (ایم اے)

اسلام کی پوری تاریخ میں اس اجماعی عقیدے کا اظہار اس طرح سے ہوتا رہا ہے کہ جب بھی کبھی کوئی جھوٹا مدعی نبوت پیدا ہوا۔ اس کا سر قلم کر دیا گیا۔ یہ عمل اس عقیدے کے تحفظ کا ایسا عملی ثبوت ہے۔ جس کا اظہار اسلام کے ہر دور میں ہوتا رہا ہے۔ اور انشاء اللہ ہوتا رہے گا۔

عقیدہ ختم نبوت اسلام کے اُن اجماعی عقائد میں سے ہے۔ جس کو دین اسلام اصول اور ضروریات دین میں شمار کرتا ہے۔ واضح رہے کہ ضروریات دین کی اصطلاح سے مراد وہ قطعی اور یقینی امور ہیں۔ جو آنحضرت ﷺ سے بطریق تواتر قطعی ثابت ہوں۔ اور حد تو اترا یعنی شہرت عام تک پہنچ چکے ہوں۔ اور ان امور کو عام طور پر مسلمان جانتے ہوں۔

عقیدہ ختم نبوت کی ضرورت و اہمیت

اسلامی عقائد حکومت میں عقیدہ ختم نبوت کو بنیادی اور مرکزی حیثیت حاصل ہے۔ اگر کوئی شخص اسلام کے تمام تر عقائد پر غیر متزلزل یقین رکھتا ہو۔ لیکن وہ اگر نبی آخر الزماں ﷺ کی ختم نبوت سے متعلق معمولی سے بھی شک و شبہ میں مبتلا ہے۔ تو وہ کسی بھی صورت مسلمان نہیں ہو سکتا۔ بلکہ ایسا شخص بالاتفاق دائرہ اسلام سے خارج ہے۔ آج تک پوری امت مسلمہ کا اس بات پر اجماع رہا ہے کہ حضور اکرم ﷺ کی بعثت کے ساتھ ہی نبوت و رسالت کا دروازہ ہمیشہ ہمیشہ کیلئے بند ہو گیا ہے۔ اور اب آپ ﷺ کے بعد کسی نبی کے آنے کی ضرورت باقی نہیں رہی۔ لہذا اب اگر کوئی شخص کسی بھی معنوں میں دعویٰ نبوت کرتا ہے وہ بالاتفاق امت کا فرو مرتد اور کذاب و دجال قرار دیا جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں حضور ﷺ کو کئی القابات اور ناموں سے مخاطب کیا ہے۔ ہر نام اور ہر لقب آپ ﷺ کیلئے کسی نہ کسی اعزاز کا مظہر ہے۔ ربّ کریم، نبی کریم، محمد، احمد، نبی نذر، نبی امتی، نبی برہان، نبی داعی اللہ، نبی سراجا منیر، نبی شاہد و مشہود، نبی صادق، نبی یسین، نبی منزل و مدثر، نبی مطاع و مبشر، اور نبی رحمۃ اللعالمین کہہ کر پکارتا ہے۔ اور ان سب القابات کے ساتھ ایک مقام پر آپ ﷺ کو خاتم النبیین کہہ کر وہ امتیازی شان اور خصوصیت عطا کی جو دیگر تمام خصوصیات سے جدا اور انفرادی ہے۔ اور اس لفظ خاتم النبیین کے اندر آپ کی وہ امتیازی، انفرادی، اعزازی، اور خصوصی شان پوشیدہ ہے جس میں کوئی نبی اور رسول زہرہ برابر بھی آپ ﷺ کا شریک نہیں ہو سکتا۔ اسلیئے بالیقین کہا جاسکتا ہے کہ جس

طرح اللہ تعالیٰ اپنے یکتا اور خالق و مالک ہونے میں وحدہ لا شریک ہے۔ بالکل اسی طرح حضور ﷺ بھی اپنے خاتم النبیین ہونے میں وحدہ لا شریک ہیں۔ گو کہ بظاہر سلسلہ نبوت حضرت آدم علیہ السلام سے شروع ہو کر حضور اقدس ﷺ پر اختتام پذیر ہوتا ہے۔ بزم جہاں میں بحث کے اعتبار سے سب پہلے نبی حضرت آدم علیہ السلام اور سب سے آخری حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ ہیں۔ یعنی حضرت آدم علیہ السلام سے پہلے کوئی نبی نہیں اور حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے بعد کوئی نبی دروسل نہیں ہے۔ اسلئے کہ آپ ﷺ خاتم النبیین ہیں۔ اور یہی اسلام کا وہ عظیم الشان عقیدہ ہے۔ جسے عقیدہ ختم نبوت کہا جاتا ہے۔ اور جس پر دین اسلام کی عظیم الشان عمارت قائم ہے۔ دراصل یہی وہ عقیدہ ہے جو اسلام کا قلب و جگر، روح و جان، اور مرکز و محور ہے۔ اس عقیدے میں معمولی سی چلک اور نرمی انسان کو ایمان کی روشن بلندیوں سے اٹھا کر کفر کی ذلت آمیز گہرائیوں میں پھینک دیتی ہے۔

ختم نبوت کے اس عقیدے پر قرآن مجید میں کم و بیش سو سے زائد آیات مبارکہ اور زخیرہ حدیث میں دوسو سے زائد احادیث متواترہ شاہد ہیں۔ جو اس عقیدے کی حقانیت کی واضح دلیل ہیں۔ اور دلالت و ثبوت کے اعتبار سے ہر قسم کے شک و شبہ سے پاک ہیں۔ یہاں یہ بات بھی ذہن نشین رہے۔ کہ کسی مسئلہ میں قرآن کریم کی ایک آیت مبارکہ بھی قطعی الدلالت ہو۔ تو مضمون کی قطعیت کیلئے کافی ہوتی ہے۔ چہ جائیکہ قرآن کریم کی ایک سو سے زائد آیات ختم نبوت پر دلالت کرتی ہیں۔ اور اسی طرح احادیث نبویہ بھی تواتر کے ساتھ ایسی موجود ہیں۔ جس کی نظیر احادیث متواترہ کے زخیرے میں نہیں۔ گویا قرآن و حدیث میں اس قطعیت کی نظیر کسی اور مسئلہ میں نہیں ملے گی۔ جس طرح توحید الہی تمام ادیان کا اجماعی عقیدہ ہے۔ بالکل اسی طرح ختم نبوت کا عقیدہ بھی تمام کتب الہیہ، تمام انبیاء کرام اور تمام ادیان سماویہ کا متفق علیہ اور اجماعی عقیدہ ہے۔ آغاز انسانیت سے لے کر آج تک اس عقیدے پر امت کا ہمیشہ اتفاق رہا ہے کہ خاتم النبیین صرف اور صرف حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ ہی کی ذات مبارکہ ہے۔ اور سلسلہ نبوت آپ کی ذات مبارکہ پر ختم ہو چکا ہے۔ اسلام کی پوری تاریخ میں اس اجماعی عقیدے کا اظہار اس طرح سے ہوتا رہا ہے کہ جب بھی کبھی کوئی جھوٹا مدعی نبوت پیدا ہوا۔ اس کا سر قلم کر دیا گیا۔ یہ عمل اس عقیدے کے تحفظ کا ایسا عملی ثبوت ہے۔ جس کا اظہار اسلام کے ہر دور میں ہوتا رہا ہے۔ اور انشاء اللہ ہوتا رہے گا۔

عقیدہ ختم نبوت اسلام کے اُن اجماعی عقائد میں سے ہے۔ جس کو دین اسلام اصول و ضروریات دین میں شمار کرتا ہے۔ واضح رہے کہ ضروریات دین کی اصطلاح سے مراد وہ قطعی اور یقینی امور ہیں۔ جو آنحضرت ﷺ سے بطریق تواتر قطعی ثابت ہوں۔ اور حد تواتر یعنی شہرت عام تک پہنچ چکے ہوں۔ اور ان امور کو عام طور پر مسلمان جانتے ہوں۔ عہد نبوت سے لے کر آج تک ہر مسلمان اس بات پر ایمان رکھتا آیا ہے۔ کہ آپ ﷺ کی ذات مبارکہ بلا کسی تاویل اور تخصیص کے خاتم النبیین ہے۔ اسلام کی چودہ سو سالہ تاریخ میں لاکھوں علمائے امت نے اس عقیدے کو قرآن و حدیث کی تفسیر و تشریح

کرتے ہوئے واضح فرمایا۔ اور مرزا غلام احمد قادیانی کے دعوئے نبوت سے قبل کبھی یہ بحث پیدا نہیں ہوئی کہ نبوت کی کچھ اقسام ہوتی ہیں۔ اور ان میں سے کچھ خاص قسم کی نبوت آنحضرت ﷺ کے بعد بھی (نحوذ باللہ) باقی ہیں۔ یا نبوت تشریفی، غیر تشریفی، یا ظلی و بدوئی یا مجازی اور لغوی وغیرہ اس کی اقسام ہیں۔ قرآن وحدیث کے پورے ذخیرے میں اس بات کا کہیں کوئی اشارہ تک موجود نہیں ہے۔ بلکہ پوری اُمت مسلمہ اور علمائے اُمت نے نبوت کی یہ قسمیں مرزا غلام احمد قادیانی کے دعوئے نبوت سے قبل نہ دیکھیں۔ اور نہ ہی سنیں۔ دور نبوی سے صحابہ کرام و تابعین اور دور حاضر تک پوری اُمت مسلمہ اس عقیدے پر متفق اور قائم رہی کہ آنحضرت ﷺ کی ذات مبارکہ پر ہر طرح کی نبوت و رسالت کا نہ صرف اختتام ہوا ہے۔ بلکہ آپ ﷺ کی ذات مبارکہ بلا استثنا آخری نبی و رسول ہیں۔ اور آپ ﷺ کے بعد کوئی نبی یا رسول نہیں آئے گا، اور کسی بھی قسم کی کوئی نبوت خواہ وہ تشریفی ہو یا غیر تشریفی، کی کوئی گنجائش باقی نہیں ہے۔ اور آپ ﷺ کے بعد ہر مدعی نبوت کذاب و دجال شمار ہوگا۔

اجماع کی شرعی حیثیت اور مقام

ہزاروں درود و سلام اُس ذات اقدس پر جس کی بعثت کے طفیل آج ہم جیسے خطا کار و گناہ گار بھی خیر الائم، اُمت وسط، اُمت مرحومہ، اور شہدائے خلق کے القاب سے نیکارے جاتے ہیں۔ آپ ﷺ کی ذات مبارکہ کے طفیل رب تعالیٰ نے ہزار ہا انعام و اکرام اور امتیازی شان و شوکت اس اُمت کو عطا فرمائی۔ اس کی اہمیت اس بات سے واضح ہے۔ کہ اس اُمت کے علمائے مجتہدین اگر کسی مسئلہ میں ایک حکم پر اتفاق کر لیں۔ تو یہ حکم بھی ایسا ہی واجب الاتباع اور واجب التعمیل ہوتا ہے۔ جیسے قرآن وحدیث کے صریح احکام۔

بالفاظ دیگر ہم اس بات کو اس طرح بھی بیان کر سکتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ پر جب نبوت ختم کر دی گئی۔ تو آپ ﷺ کے بعد دنیا میں کوئی ہستی معصوم باقی نہیں رہی۔ جس کے حکم کو غلطی سے پاک اور ٹھیک حکم خداوندی کا ترجمان کہا جاسکے۔ اس لیے رحمت خداوندی نے اُمت محمدیہ ﷺ کے مجموعہ کو ایک بنی معصوم کا درجہ دے دیا تاکہ ساری اُمت جس چیز کے اچھے یا برے ہونے پر متفق ہو جائے۔ وہ اس بات کی علامت ہے کہ یہ کام اللہ تعالیٰ کے نزدیک ایسا ہی ہے۔ جیسا کہ اُمت کے مجموعہ نے سمجھا ہے۔ اس بات کو آپ ﷺ نے ان الفاظ میں بیان فرمایا، ”لن تجتمع امتی الضلالة“ یعنی میری اُمت کا مجموعہ کبھی بھی گمراہی پر متفق نہیں ہو سکتا۔

جس طرح قرآن مجید و احادیث سے احکام شرعیہ ثابت ہوتے ہیں۔ بالکل اُسی طرح بترتیب نصوص قرآن و حدیث اور اتفاق علمائے اُمت کے اجماع سے بھی قطعی احکام ثابت ہوتے ہیں۔ البتہ اس میں چند درجات ہیں۔ جس کے متعلق علمائے اصول کا اتفاق ہے۔ کہ اگر کسی مسئلے پر تمام صحابہ کرام کی آراء بالتصریح جمع ہو جائیں وہ بالکل ایسا ہی قطعی ہے جیسا

کہ قرآن مجید کی آیات۔ اور اگر یہ صورت ہو کہ بعض نے رائے دی۔ اور باقی صحابہ نے اس کی تردید نہیں کی بلکہ سکوت اختیار کیا تو یہ بھی اجماع صحابہ میں داخل ہے۔ اور اس سے جو حکم ثابت ہوتا ہے وہ بالکل ایسا ہی ہے جیسے احادیث متواترہ کے احکام قطعی ہوتے ہیں۔ اس لیے اجماع کو تمام اذلہ شریعہ میں سب سے زیادہ فیصلہ کن دلیل کے طور پر مانا جاتا ہے۔ کیونکہ قرآن و سنت کے معنی و مفہوم متعین کرنے میں رائے مختلف ہو سکتی ہے۔ لیکن اجماع میں اس کی گنجائش ہی باقی نہیں رہتی ہے۔ علامہ ابن تیمیہ کے مطابق ”اجماع صحابہ جت قطعیہ ہے اس کا اتباع فرض ہے۔ بلکہ وہ تمام شرعی جتوں سے زیادہ موکد اور سب سے مقدم ہے“

عقیدہ ختم نبوت پر سب سے پہلا اجماع امت

حضور اکرم ﷺ کے وصال ظاہری کے بعد امت محمدیہ میں جو سب سے پہلا اجماع ہوا وہ اس مسئلہ پر تھا کہ جو شخص حضور ﷺ کے بعد دعویٰ نبوت کرے اس کو قتل کر دیا جائے۔ کیونکہ اس کی بنیاد خود حضور اکرم ﷺ نے جھوٹے مدعی نبوت اسود بنی کے قتل پر ایک صحابی کو مامور کر کے متعین فرمائی۔ اور ان صحابی رسول نے آپ ﷺ کے حکم کی بجا آوری اسود بنی کا سر قلم کر کے کی۔

مسئلہ کذاب نے بھی حضور ﷺ کے زمانے میں دعویٰ نبوت کیا۔ آپ ﷺ کے وصال ظاہری کے بعد پہلی مہم جہاد جو سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اپنے دور خلافت میں روانہ فرمائی۔ وہ جھوٹے مدعی نبوت مسئلہ کذاب اور اس کے پیروکاروں کے خلاف تھی۔ جمہور صحابہ اکرام و مہاجرین و انصار نے مسئلہ کذاب کو محض دعویٰ نبوت کی وجہ سے اور اس کی جماعت کو اس کی تصدیق کی بناء پر کافر سمجھا۔ اور باجماع صحابہ دینا بعین ان کے ساتھ وہی معاملہ کیا گیا جو کفار کے ساتھ کیا جاتا ہے۔ یہ اسلام کا سب سے پہلا اجماع ہے۔ حالانکہ مسئلہ کذاب بھی مرزا غلام احمد قادیانی کی طرح آنحضرت ﷺ کی نبوت اور قرآن کا منکر نہ تھا، بلکہ بعینہ مرزا غلام احمد قادیانی کی طرح آپ ﷺ کی نبوت پر ایمان لانے کے ساتھ اپنی جھوٹی نبوت کا بھی مدعی تھا۔ یہاں تک کہ اس کی اذان میں برابر **أَشْهَدُ أَنْ مُحَمَّدَ رَسُولَ اللَّهِ** پکارا جاتا تھا۔ اور وہ خود بھی بوقت اذان اس کی شہادت دیتا تھا۔ مسئلہ کذاب حضور ﷺ کی نبوت اور قرآن پر ایمان لانے کے ساتھ ساتھ نماز، روزہ اور دیگر افعال اسلامی بھی ادا کرتا تھا۔ مگر ختم نبوت کا انکار اور اپنے دعویٰ نبوت کی وجہ سے باجماع صحابہ کافر سمجھا گیا۔ اسی وجہ سے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے صحابہ اکرام، مہاجرین و انصار اور تابعین کا ایک عظیم الشان لشکر حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی قیادت میں مسئلہ کذاب کی سرکوبی کیلئے روانہ فرمایا۔ اس جنگ میں حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں مسئلہ کذاب سمیت اس کے (28000) اٹھائیس ہزار جوان مارے گئے۔ مسلمانوں کی جانب سے اس جنگ میں شہید ہونے والے جلیل القدر صحابہ کرام کی تعداد (1200) بارہ سو سے زائد تھی، جس میں (700) سات سو سے زائد صحابہ کرام

حافظ القرآن اور عالم دین تھے۔ یہاں یہ بات انتہائی قابل توجہ ہے کہ آنحضرت ﷺ کی حیات ظاہری میں اسلام کے تحفظ اور دفاع کیلئے جتنی جنگیں لڑی گئیں۔ ان سب میں شہید ہونے والے کل صحابہ کرام کی تعداد (259) ملتی ہے۔ جبکہ عقیدہ ختم نبوت کیلئے لڑی جانے والی جنگ یمامہ میں (1200) بارہ سو جلیل القدر صحابہ کرام و حفاظ کرام کی کثیر تعداد شہید ہوتی ہے۔ واضح رہے کہ یہ وہ صحابہ کرام ہیں۔ جو آپ ﷺ کی زندگی کی کل کمائی اور گراں قدر اثاثہ ہیں۔ اور عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ اور دفاع کی جنگ میں اس کثیر تعداد کا جام شہادت نوش کرنا دراصل اس عقیدے کی عظمت، اہمیت اور حیثیت کو قیامت تک کیلئے متعین کرتا ہے۔

صحابہؓ کا عقیدہ ختم نبوت پر غیر متزلزل یقین

جمہور صحابہ کرام میں سے کسی ایک نے بھی مسیلہ کذاب کے خلاف اس مہم میں شرکت سے انکار نہیں کیا۔ اور کسی ایک نے بھی یہ نہیں کہا کہ یہ لوگ اہل قبلہ ہیں، بکلمہ گو ہیں، قرآن پڑھتے ہیں۔ نماز، روزہ، حج و زکوٰۃ ادا کرتے ہیں۔ ان کو کیسے کافر سمجھ لیا جائے اور نہ ہی کسی صحابی نے مسیلہ کذاب سے پوچھا کہ تو کس قسم کی نبوت کو دعویٰ کرتا ہے۔ مستقل نبوت کا مدعی ہے یا ظنی نبوت یا پھر بروزی نبوت کا مدعی ہے۔ نہ ہی کسی صحابی نے مسیلہ کذاب سے اس کی نبوت کے دلائل اور براہین پوچھے اور نہ ہی کوئی معجزہ دکھانے کا سوال کیا۔

جنگ یمامہ میں منکرین نبوت کی سرکوبی کیلئے صحابہ کرام کی کثیر تعداد کی شرکت سے اس بات کا بخوبی اندازہ ہوتا ہے کہ انہوں نے نہ تو وقت کی نزاکت کا احساس کیا، نہ ہی مسلمانوں کی بے سروسامانی ان کے عزائم کی راہ میں رکاوٹ بنی۔ اور نہ ہی مسیلہ کذاب کی جماعت کی اذان و نماز اور حلاوت و اقرار نبوت اور تمام اسلامی احکام کا ادا کرنا۔ بلکہ وہ اس سب کے باوجود منکرین ختم نبوت سے غصے کیلئے باجماع و اتفاق اٹھ کھڑے ہوئے۔ حالانکہ اس وقت اسلام سخت بے سروسامانی کی حالت میں تھا۔ آنحضرت ﷺ کا وصال ظاہری ہو چکا تھا۔ اسلام کے بیرونی دشمن یہود و نصاریٰ اور مشرکین جو ہر وقت موقع کے منتظر رہتے تھے۔ اس وقت مسلمانوں کو نگل جانے کے خواب دیکھنے لگے۔ ادھر خود مسلمانوں کے بہت سے قبائل اطراف مدینہ میں مرتد ہو کر ان کے ساتھ مل گئے تھے۔ جس کی وجہ سے مسیلہ کذاب کے فتنے نے طوفان کی شکل اختیار کر لی تھی۔ ایسے نازک ترین حالات کے باوجود سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اور جمہور صحابہ کرام نے ان میں سے کسی بات کی بھی پرواہ نہیں کی۔ بلکہ اسلامی حکومت کے استحکام اور حالات کو قابو میں کرنے کیلئے سب سے پہلا کام ہی منکرین ختم نبوت کا قلع قمع کر کے یہ ثابت کر دیا کہ عقیدہ ختم نبوت کا تحفظ اور دفاع ہی اسلام کی بقا اور استحکام کا ضامن ہے۔ اور امت محمدیہ میں جو فرقہ کسی اور مدعی نبوت کی پیروی اختیار کرے وہ اسلام اور مسلمانوں سے اتنا ہی بعید ہے۔ جتنا کہ یہود و نصاریٰ اور مشرکین۔

صحابہ کرام نے اس عقیدے کے تحفظ اور دفاع کیلئے اپنی جانوں کے نذرانے پیش کرنے سے دریغ نہیں کیا۔ اور

انہیں اس عقیدے کے اظہار میں زرا سی لغزش بھی گوارہ نہیں تھی۔ اسد الغابہ کے مطابق حضرت حبیب بن زید انصاری رضی اللہ عنہ کو آنحضرت ﷺ نے یمامہ کے قبیلے بنو حنیفہ کے مسیلہ کذاب کی طرف بھیجا، مسیلہ نے حضرت حبیب رضی اللہ عنہ سے کہا کہ کیا تم گواہی دیتے ہو کہ محمد (ﷺ) اللہ کے رسول ہیں۔ حضرت حبیب رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہاں میں گواہی دیتا ہوں اس بات کی کہ محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔ پھر مسیلہ نے آپ سے پوچھا کہ کیا تم اس بات کی گواہی دیتے ہو کہ میں (مسیلہ کذاب) بھی اللہ کا رسول ہوں۔ حضرت حبیب رضی اللہ عنہ نے جواب میں فرمایا میں بہرہ ہوں تیری یہ بات نہیں سن سکتا۔ مسیلہ کذاب بار بار آپ سے یہی سوال کرتا رہا اور آپ ہر بار اسے یہی جواب دیتے رہے۔ مسیلہ ہر بار آپ کے مایوس کن جواب پر آپ کا ایک ایک عضو کاٹتا رہا۔ حتیٰ کہ حضرت حبیب رضی اللہ عنہ کے جسم کے کھڑے کھڑے کر کے ان کو شہید کر دیا گیا۔ حضرت حبیب بن زید انصاری رضی اللہ عنہ نے ایک ایک کر کے اپنے جسم کے کھڑے کھڑے کروانا گوارہ کر لیا۔ لیکن آنحضرت ﷺ کی نبوت میں کسی جھوٹے نبی کی نبوت کی شراکت گوارہ نہیں کی۔

عقیدہ ختم نبوت کا تحفظ کیوں ضروری ہے ؟

ہم اچھی طرح جانتے ہیں جس طرح درخت کا تصور بغیر جڑ کے اور عمارت کا تصور بغیر بنیاد کے محال ہے۔ بالکل اسی طرح اسلام کا تصور بھی بغیر عقیدہ ختم نبوت کے محال ہے۔ اسلام کی عظیم الشان عمارت کی بنیاد اسی عقیدے پر قائم و دائم ہے۔ ختم نبوت کے تصور کا مطلب یہ ہے کہ مسلمانوں کا اپنے نبی سے تعلق اور رشتہ اتنا مضبوط، پائیدار اور ازل وابدی ہے کہ وہ آپ ﷺ کے بعد کسی اور کی آمد کا تصور بھی نہیں رکھتے اور نہ ہی رکھ سکتے ہیں، کیونکہ جوں ہی ان کی نگاہیں کسی اور کی طرف اٹھیں گی۔ ان کے سارے پرانے رشتے ناطے ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہو جائیں گے۔ نہ ہی اللہ سے ان کا تعلق قائم رہے گا، نہ ہی نبی ﷺ سے، نہ ہی صحابہ و اہل بیت سے، نہ ہی امہات المؤمنین اور بزرگان دین سے اور نہ ہی قرآن و سنت سے۔ کیونکہ مسلمانوں نے اللہ کو پہچانا ہی آپ ﷺ کی وساطت سے ہے۔ سنت کی روشنی آپ سے ملی۔ صحابہ سے تعلق بنا تو آپ ﷺ کے حوالے سے گویا نبی کے دامن سے وابستہ ہوئے تو سارے رشتے قائم ہو گئے۔ اور نبی کا دامن چھوٹا تو سارے رشتے ٹوٹ گئے۔ اس لیے امت مسلمہ چودہ سو سال سے اس امر کے بارے میں انتہائی حساس رہی کہ تفصیل نبوت میں کہیں کوئی شکاف نہ پڑنے پائے۔ اور اگر کبھی باطل کی ریشہ دوانیوں سے ایسا ہونے کے امکانات نظر آئے بھی۔ تو امت نے جوان جسموں کو دیوار بنا کے اس ناپاک منصوبے کو ناکام و نامراد کر دیا۔ اور قصر اسلام کی حفاظت کا فریضہ سرانجام دے کر رسول اللہ ﷺ کے ذاتی خدمت گار کے طور پر سامنے آئے گویا وہ اس طرح رب العزت، انبیاء علیہم السلام، صحابہ کرام، اہل بیت، امہات المؤمنین، اولیائے اکرام، قرآن و حدیث اور حرمین شریفین کی عزت و ناموس کے تحفظ کی مقدس ذمہ داری بھی نبھاتے ہیں۔ اور ان سب سے اپنا تعلق مضبوط بناتے ہیں۔

خلیفہ اول سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ عقیدہ ختم نبوت کے سب سے پہلے محافظ ہیں۔ اور اس عقیدے کی بنیادوں کو مضبوط کرنے کیلئے اصحاب رسول نے اپنے خون کی قربانی دی۔ اصحاب رسول کا مقدس لبو عقیدہ ختم نبوت کے بانٹنے کو سیراب کرتا ہے۔ عقیدہ ختم نبوت کے سپہ سالار اول حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور صحابہ کرام کے دور سے لے کر 1953ء اور 1974ء کی تحریک ختم نبوت تک ہزاروں علماء، صلحا، مشائخ اور اُمت محمدی کا یہی چلن رہا ہے کہ جب بھی تقاضائے محبت بڑھتا ہے۔ اُمت دل و جان جھیلی پر سجا کر میدان کارزار میں عقیدہ ختم نبوت کے دفاع کیلئے موجود ہوتی ہے۔ کیونکہ اُمت محمدیہ اچھی طرح جانتی ہے کہ حضور اکرم ﷺ کی ذات اقدس کا تحفظ اور ختم نبوت سے محبت کا مطلب حضور اکرم ﷺ سے محبت والفت ہے۔ اور ختم نبوت سے دوری کا مطلب آپ ﷺ سے دوری ہے۔ اور حضور ﷺ کی ذات مبارکہ سے دوری اُمت کی طور بھی گوارہ نہیں کر سکتی ہے۔ کیونکہ یہ اُمت ہمیشہ حضور ﷺ سے قربت کے بہانے ڈھونڈتی ہے۔ اور عقیدہ ختم نبوت سے بڑھ کر کہیں قربت و محبت نہیں مل سکتی ہے۔ اسی لیے اُمت مسلمہ عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ کیلئے ہمیشہ متحد و متفق رہی۔ اور اس عقیدے کا دفاع و تحفظ اُمت مسلمہ کے ایمان کا ہمیشہ سے لازمی جز رہا ہے، اور رہے گا۔

تحفظ عقیدہ ختم نبوت اُمت کی وحدت اور کامیابی کا راز

حضور اکرم ﷺ کے خاتم النبیین ہونے کے عقیدے میں دراصل اُمت مسلمہ کی وحدت اور کامیابی کا راز مضمر ہے۔ اور یہی وہ عقیدہ ہے جس پر اُمت مسلمہ چودہ سو سال سے کبھی بھی تذبذب اور اختلاف رائے کا شکار نہیں ہوئی۔ بلکہ یہ حقیقت الظہر من الغسب ہے کہ جب بھی کسی کا ذب نے اس متفقہ عقیدے کے خلاف رائے دی، اُمت نے اُسے سرطان کی طرح اپنے جسم سے کاٹ کر طلعہ کر دیا۔ اسلئے کہ اُمت اچھی طرح جانتی ہے کہ عقیدہ ختم نبوت کا تحفظ یا منکرین ختم نبوت کا استیصال درحقیقت دین کا ہی حصہ ہے۔ اور اس کی سب سے اہم وجہ یہ ہے کہ دین اسلام کی تمام نعمتوں کا اتمام آپ ﷺ کی ذات اقدس پر ہوا ہے۔ اور اسی وجہ سے رب تعالیٰ نے اس شعبہ کو بھی آپ کی ذات مبارکہ سے وابستہ فرما دیا ہے۔ لہذا یہی وجہ تھی کہ آپ ﷺ نے سب سے پہلے خود اپنے زمانے میں پیدا ہونے والے جھوٹے مدعیان نبوت کا استیصال کر کے قیامت تک کیلئے اُمت مسلمہ کو منکرین عقیدہ ختم نبوت سے نمٹنے کی راہ عمل متعین فرما کر سنت مبارکہ جاری فرمائی۔

روایت کے مطابق اسود غسانی کے استحصال کیلئے خود نبی اکرم ﷺ حضرت فیروز بلخی رضی اللہ عنہ اور طلحہ اسدی کے مقابلے میں جہاد کیلئے حضرت ضراب بن ازور رضی اللہ عنہ کو روانہ فرمایا۔ آپ ﷺ کا یہ عمل مبارک قیامت تک کیلئے اُمت مسلمہ کیلئے ایسی مثال ہے۔ جس سے واضح ہوتا ہے کہ اُمت مسلمہ کی فلاح و بقا اور خیر و برکت اس عقیدے کے تحفظ سے وابستہ ہے۔ اور اگر کوئی جھوٹا مدعی نبوت اس متفقہ عقیدے میں نقب لگانے کی کوشش کرتا ہے۔ تو عقیدہ ختم نبوت پر کامل یقین رکھنے والوں پر لازم ہے کہ وہ جان و جواہروں میں ڈال کر نہ صرف اس عقیدے کا تحفظ کریں۔ بلکہ منکرین ختم نبوت کو کیفر کردار

تک بھی پہنچائیں۔ چنانچہ خیر القرون سے لے کر آج تک امت مسلمہ ایک لمحے کیلئے بھی اس فرض سے غافل نہیں ہوئی ہے۔

☆☆☆☆

☆☆☆☆

☆☆☆☆



فتنہ انکار ختم نبوت اور اسکا منطقی انجام

ملک محبوب الرسول قادری

سنت الہیہ یہ ہے کہ وہ اپنی مخلوق کی رہنمائی کے لیے اشرف المخلوقات انسانوں میں سے مختلف ادوار میں انبیاء و مرسلین کو مبعوث فرماتا رہا اور پھر اس نے کمال فضل و کرم فرماتے ہوئے سب سے آخر میں سید الانبیاء امام المرسلین حضور سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ کو بھیج کر انکی ختم نبوت کا اعلان یوں فرمایا!

”محمد ﷺ تم مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں لیکن وہ اللہ کے رسول اور خاتم النبیین ہیں“ (الاحزاب ۴۰)

مفردات راغب میں ہے کہ!

”حضور ﷺ کو خاتم النبیین اس لیے کہا جاتا ہے کہ آپ نے نبوت کو کمال و اتمام تک پہنچا دیا۔ اس صورت میں آپ نے نبوت کو ختم کر دیا۔۔۔ تفسیر ابن جریر میں ہے کہ! ”وہ اللہ کے رسول اور خاتم النبیین ہیں جنہوں نے نبوت کو ختم کر دیا پس مہر نبوت لگا دی گئی اب یہ حضور ﷺ کے بعد قیامت تک کسی کے لیے کھولی نہیں جائے گی۔۔۔“ حضور سید الانبیاء ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ! ”میں تخلیق سے پہلے اور بعثت میں ان سے آخر میں ہوں ایک روایت میں حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کو فرمایا کہ انبیاء میں اوّل حضرت آدم علیہ السلام ہیں اور آخر میں، میں محمد ﷺ ہوں۔۔۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا! میں محمد ہوں، میں احمد ہوں، میں ماحی ہوں کہ میرے ذریعہ سے کفر مٹ جائے گا۔ میں حاشر ہوں کہ میرے بعد لوگ حشر میں جمع کیے جائیں گے اور میں عاقب ہوں اور عاقب وہ ہے جس کے بعد کوئی نبی نہیں۔۔۔ آپ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ! ”میری امت میں تمیں کذاب پیدا ہوں گے اور ان میں سے ہر ایک (جھوٹی) نبوت کا دعویٰ کرے گا حالانکہ میں آخری نبی ہوں میرے بعد کوئی نبی نہیں۔“ معلوم ہوا کہ عقیدہ ختم نبوت اسلام کی اساس ہے۔ بقول اقبال!

۔ لانی بعدی زاحسان خداست

حضور سید عالم ﷺ کی پیشن گوئی کے مطابق مسیلہ کذاب سے لیکر مرزا غلام احمد قادیانی تک مختلف ادوار میں کئی سیاہ باطن افراد نے نبوت کے جھوٹے دعوے کیے اور عبرتناک انجام کو پہنچتے رہے۔۔۔ مرزا غلام احمد قادیانی (۱۸۳۹ء-۱۹۰۸ء) کا وجود گذشتہ صدی میں سب سے بڑے فتنے کے طور پر منصہ شہود پر آیا۔ اور اپنی قبیل کے سابقہ تمام پیشروؤں کی طرح نہایت عبرتناک انداز میں اپنے انجام بد کو پہنچا۔۔۔ وہ استعماری ایجنٹ تھا اس لیے اس نے حق نمک ادا

کرتے ہوئے ہر مرحلے میں انگریزوں سے ہمیشہ وفاداری کا عملی مظاہرہ کیا مختلف ادوار میں اس نے مختلف دعاوی کیے اور بالآخر قعر نبوت میں ڈاکر زنی کا مرتکب ہوا۔ مرزا قادیانی نے اپنی جھوٹی نبوت کے آغاز میں خود ہی کہا کہ!

”میرے پانچ اصول ہیں جن میں دو حرمت جہاد اور اطاعتِ برطانیہ ہیں۔“ (تبلیغ رسالت ص ۱۰۷)

اسی طرح اسی کتاب کی ساتویں جلد میں رقمطراز ہے کہ! ”مجھے مسیح و مہدی جان لینا ہی حکم جہاد کا انکار ہے“ اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے اسی لیے تو کہا تھا کہ!

فتویٰ ہے شیخ کا یہ زمانہ قلم کا ہے
دنیا میں اب رہی نہیں تلوار کا رگر
لیکن جناب شیخ کو معلوم کیا نہیں
مسجد میں اب یہ وعظ ہے بے سود بے اثر
تبغ و تفنگ دستِ مسلمان میں ہے کہاں؟
ہو بھی تو دل ہیں موت کی لذت سے بے خبر
کافر کی موت سے بھی لرزتا ہو جس کا دل
کہتا ہے کون؟ اس کو مسلمان کی موت مر
تعلیم اس کو چاہیے تک جہاد کی
دنیا کو جس کے بچہ خونیں سے ہو خطر
باطل کے قال و فر کی حفاظت کے واسطے
یورپ زدہ میں ڈوب گیا دوش تا کر
ہم پوچھتے ہیں شیخ کلیسا نواز سے
مشرق میں جنگ شر ہے تو مغرب میں بھی ہے شر
حق سے اگر غرض ہے تو زیبا ہے کیا یہ بات
اسلام کا محاسبہ ، یورپ سے در گذر

اس حقیقت سے انکار ممکن نہیں واقعی مرزا غلام احمد قادیانی نے نبوت کا سرقہ کیا قرآن و حدیث کے مطالب میں قلمیں لگائیں۔ خود کو تمام انبیاء کا بروز کہا۔ جہاد فتح کیا۔ برطانیہ کی اطاعت لازم کی۔ حتیٰ کہ ان تمام مسلمانوں کو اسلام سے خارج کر

ڈالا جو اس کے قائل نہ تھے۔ لیکن جب یہ حقیقت کھل کر سامنے آگئی کہ مرزا غلام احمد برطانوی استعماری کی پیداوار ہے اگلے ہیروکار مسلمانوں کے روپ میں برطانوی جاسوس ہیں اور ان کے دو کام ہیں ایک مسلمان ریاستوں کی جاسوسی، دوسرے ہندوستان میں برطانوی سلطنت کی چاکری۔ لہذا ان حالات میں مرزائیوں کا مقاطعہ غیرت مسلم کی اساس ہے جس پر خصوصاً عمل درآمد کی ضرورت ہے اس وقت حضرت تاجدار گولڑہ سیدنا پیر مہر علی شاہ گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ اور اعلیٰ حضرت سیدنا امام احمد رضا خان قادری محدث بریلوی رحمۃ اللہ علیہ جیسی عظیم روحانی و علمی شخصیات نے دجال قادیان کا ناظمہ بند کیا۔ آغا شورش کاشمیری ملفوظات طیبہ مرتبہ فقیر محمد، مولوی عبدالحق کے حوالے رقمطراز ہیں! ”حضرت پیر مہر علی شاہ بیسویں صدی کے آغاز میں مشائخ پنجاب کے سلسلہ کی سب سے بڑی روحانی شخصیت تھے۔ آپ ۱۸۹۰ء میں حج کیلئے تشریف لے گئے تو آپ نے دیار رسول اللہ ﷺ ہی میں رہنے کا فیصلہ کر لیا لیکن حاجی امداد اللہ مہاجر کی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے کشف کی بناء پر آپ سے کہا کہ آپ کے ہاں ایک بہت بڑا فتنہ ظاہر ہونے والا ہے اسکا سد باب آپ کی ذات سے متعلق ہے آپ وہاں خاموش بھی بیٹھے رہے تو بھی ملک کے علماء اس فتنہ کی زد سے محفوظ رہیں گے اور عامۃ المسلمین اسکی دستبرد سے بچ جائیں گے۔“ چونکہ عقیدہ ختم نبوت اسلام کی اساس ہے اس لیے اس کے خلاف زبان دراز کرنے والے اسلام کے بنیادی و کلیدی معتقدات کے منکر ہونے کے سبب مسلمان نہیں کافر ہیں۔ اہل علم میں اس بات پر بھی بحث جاری رہی کہ قادیانی کافر ہیں یا مرتد؟ شرعاً مرتد واجب القتل ہے۔ مرزا غلام احمد قادیانی کے اس دجل و فریب سے نمٹنے کیلئے پورے برصغیر کے کونے کونے میں موجود اہل ایمان حرکت میں آ گئے بلکہ اس کی صدائے بازگشت دیار غیر میں بھی سنائی دے رہی تھی چونکہ مسئلہ براہ راست عظمت مصطفیٰ ﷺ تھا اور حضرت سیدنا امام مالک رضی اللہ عنہ کا تو فتویٰ ہے کہ! ”ایک گستاخ کی زندگی پوری امت کی موت کے مترادف ہے اور اگر ایک بھی امتی زندہ ہے تو کسی گستاخ رسول ﷺ کو زندہ رہنے کا حق نہیں دیا جاسکتا۔ یعنی جس گلی سے گستاخ نکلے اسی گلی سے حضور ﷺ کا غلام اٹھ کر اسکا کام تمام کر دے۔“ قادیانی دجال کے مقابلے اور اسکی جھوٹی نبوت کا تاج محل مٹی میں ملانے کے لیے سیدنا امام احمد رضا بریلوی، سیدنا پیر مہر علی شاہ، حضرت پیر سید جماعت علی شاہ محدث علی پوری، علامہ اقبال، سفیر اسلام مولانا شاہ عبد العظیم صدیقی، پروفیسر محمد الیاس برنی، مولانا سید دیدار علی شاہ الوری، مولانا قاضی عبدالغفور قادری (پنچہ شریف) مولانا غلام قادر بھیرودی، حضرت خواجہ ضیاء الدین سیالوی، جتہ الاسلام مولانا حامد رضا خان بریلوی، حضرت مفتی اعظم ہند مولانا محمد مصطفیٰ رضا خان بریلوی، ابوالحسنات مولانا سید احمد قادری، ابوالبرکات مولانا سید محمد احمد قادری، بابو جی حضرت خواجہ پیر سید غلام محی الدین گیلانی گولڑوی، حضرت قاضی سلطان محمود آوان شریف، حضرت مولانا محمد ذاکر محمدی شریف (جھنگ) حضرت پیر عبدالعزیز چاچڑوی، مولانا اصغر علی رومی، مولانا کریم الدین دیر، حضرت ضیاء الامت پیر محمد کریم شاہ الازہری، مفتی غلام جان ہزاروی، مولانا لطف اللہ حیدر آبادی، قائد اہلسنت مولانا شاہ احمد نورانی، شارح بخاری علامہ سید

محمود احمد رضوی، مجاہد ملت مولانا عبدالحامد بدایونی، مولانا عبدالستار خان نیازی اور مولانا غلام دہگیر قصوری سمیت ہزاروں علماء مشائخ اہلسنت نے مختلف ادوار میں بھرپور انداز میں اپنے اپنے حصے کا کردار ادا کیا۔ پنجاب میں سب سے پہلے مولانا غلام قادر بھیروی نے مرزا قادیانی کے خلاف کفر کا فتویٰ صادر فرمایا۔ ۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت میں شیخ القرآن مولانا محمد عبدالغفور ہزاروی (۱۹۱۵ء۔ ۱۹۷۰ء) مولانا عبدالحامد بدایونی (۱۸۹۸ء۔ ۱۹۷۰ء) شیخ الاسلام خواجہ محمد قمر الدین سیالوی، ابوالحسنات مولانا سید احمد قادری، مولانا شاہ محمد عارف اللہ میرٹھی اور پیر سید جماعت علی شاہ علی پوری نے قیادت کی۔ مولانا سید محمد ظلیل قادری اور مجاہد ملت مولانا عبدالستار خان نیازی سمیت تین شخصیات کو اسی تحریک میں قادیانیوں کے خلاف موومنٹ چلانے کے جرم میں سزائے موت سنائی گئی جس پر عمل درآمد نہ ہو سکا۔ مولانا سید ابوالحسنات قادری جو سیدنا امام احمد رضا بریلوی کے خلیفہ مجاز تھے وہ ۱۹۵۳ء کی تحریک کے قافلہ سالار تھے اور انکی مسجد وزیر خان اس تحریک کا مرکزی صدر مقام تھی۔ ان زعماء نے قید و بند کی صعوبتیں برداشت کیں۔ حضرت پیر سید جماعت علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ (۱۸۴۰ء۔ ۱۹۵۱ء) نے ۱۲ اکتوبر ۱۹۰۴ء کو سیالکوٹ میں مرزا قادیانی کو مناظرے کا چیلنج کیا۔ مرزا موجود تھا۔ میدان چھوڑ کر بھاگ گیا اور پھر اس کے بعد اسے ساری زندگی سیالکوٹ آنے کی جرأت نہ ہوئی، تاجدار گولڑہ، نائب غوث اعظم حضرت پیر مہر علی شاہ گولڑوی نے ۱۹۰۸ء میں مرزا قادیانی کا چیلنج مناظرہ و مہلبہ قبول کیا اور بادشاہی مسجد لاہور میں تشریف لائے مگر مرزا قادیانی میدان میں آنے کی جرأت نہ کر سکا اور بالآخر اسی مباہلے کے نتیجے میں اپنے انجام کو پہنچ گیا۔ مرزا قادیانی کی زندگی واقعی سراپا شرمندگی تھی۔ لیکن اس کے چیلے اسے مجدد وقت، مہدی، مسیح موعود، کرشن رام اور ایک رسول مانتے ہیں۔ یہ اسلام اور پاکستان کے کچے دشمن ہیں لیکن بد قسمتی سے وطن عزیز پاکستان کا پہلا وزیر خارجہ سر ظفر اللہ قادیانی تھا پاک فضا یہ کاسابق سربراہ ائرمارش ظفر چودھری قادیانی تھا کلیدی اسامیوں پر ایک سازش کے تحت قادیانی افراد کو تعینات کیا گیا اور وہ اس قوم پر مسلط رہے پاکستان میں سرگودھا سے فیصل آباد روڈ پر ایک آبادی کور بوہ (چناب نگر) کا نام دے کر اس کو نئی اسرائیل بنانے کی کوششیں کی گئیں۔ مرزا بشیر الدین کی قبر کا کتبہ آج بھی سوچنے والوں کو انکے بھیا تک ارادوں کی خبر دے رہا ہے کہ جب حالات سازگار ہو جائیں تو میری میت کو یہاں سے نکال کر قادیان میں دفن کیا جائے، جماعت پر فرض ہے کہ وہ میری اس وصیت پر ہر لحاظ سے پورا پورا عمل کرے۔ (قادیانیت کا سیاسی تجزیہ)

۱۹۷۴ء کی تحریک ختم نبوت کے آغاز میں قائد اہلسنت مولانا شاہ احمد نورانی نے ۳۰ جون ۱۹۷۴ء کو قومی اسمبلی کے فلور پر قادیانیوں کو ملکی آئین کے مطابق بھی غیر مسلم اقلیت قرار دینے کے لیے تاریخی قرارداد پیش کی، جس پر ۲۲ ارکان اسمبلی نے فوری دستخط کیے بعد ازاں بھی ارکان اسمبلی شامل ہوتے رہے اور بالآخر انکی کل تعداد ۳۷ ہو گئی، اور بہت سارے ممبران اس عظیم سعادت سے محروم رہے۔ مرزا قادیانی کی زندگی میں مولانا اشرف علی تھانوی سمیت کئی علماء اس کے خلاف کفر کا فتویٰ

صادر کرنے کے سلسلے میں سوچتے رہے اور یہ فتویٰ جاری نہ کر سکے یونہی اسمبلی میں ۱۹۷۴ء کی اس تاریخی قرارداد پر دستخط کرنے کے لیے اصرار اور بھرپور کوشش کے باوجود مولانا غلام غوث ہزاروی اور مولانا عبدالکیم دستخط کرنے سے محروم رہے جبکہ کتنے سعادت مند افراد نے اپنے پیارے نبی ﷺ کی ناموس کے تحفظ کے لیے اپنی جانوں کے نذرانے پیش کیے اور ہمیشہ کے لیے شہادت کا عظیم تمغہ و مرتبہ حاصل کر لیا۔

۔ ایں سعادت بزور بازو نیست

اس تحریک میں مولانا شاہ احمد نورانی کے ساتھ انکی جماعت کے دیگر تین ارکان حضرت مولانا محمد ذاکر محمدی شریف (جنگ) شیخ الحدیث مولانا عبدالمصطفیٰ الازہری اور مولانا سید محمد علی رضوی نے بھرپور کردار ادا کیا۔ اس وقت قومی اسمبلی میں جمعیت علماء پاکستان پہلی پارلیمانی پارٹی تھی۔ قادیانی جماعت کا سربراہ اپنا موقف پیش کرنے کیلئے خود حاضر ہوتا رہا، اور بالآخر پارلیمنٹ نے ۷ ستمبر ۱۹۷۴ء کو کلکی آئین کے مطابق قادیانی اور لاہوری تمام مرزائیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دے دیا، اور مولانا شاہ احمد نورانی کی اس تاریخی قرارداد کے نتیجے میں یہ تاریخ ساز فیصلہ پوری مسلم برادری کا سرخرو سے بلند کر گیا، اور تب سے اب تک قادیانی ذریت برابر ماتم کناں ہے اور اپنے باطل نظریات کی سزا بھگت رہی ہے، اور یہ سزا تو صرف ظاہری دنیا کی عارضی سزا ہے شام رسول کے لیے اصل سزا تو قبر اور حشر میں اللہ رب العالمین کی طرف سے تیار کی گئی ہے جو دائمی ہے اور سخت ترین ہے۔ رب کریم تاجدار ختم نبوت ﷺ کے وسیلہ جلیلہ سے ہر مسلمان کو ختم نبوت کا عرفان عطا فرمائے اور صاحب لولاک پیغمبر ﷺ کے فیضان سے ہمارے ظاہر و باطن کو منور و معطر کرے۔ آمین

☆☆☆☆ ☆☆☆☆ ☆☆☆☆

WWW.NAFSEISLAM.COM

تحفظ عقیدہ ختم نبوت

حافظ محمد مسعود رضوی

الحمد للہ رب العالمین والعاقبة للمتین والصلوة والسلام علی خاتم الانبیاء والمرسلین اما بعد اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم
بسم اللہ الرحمن الرحیم۔

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِنْ رِجَالِكُمْ وَلَكِنْ رَسُولَ اللَّهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ ط وَكَانَ
اللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمًا O ترجمہ: محمد تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہاں اللہ
کے رسول ہیں اور سب نبیوں میں پچھلے اور اللہ سب کچھ جانتا ہے۔
وقال النبی علیہ الصلوۃ والسلام انا خاتم النبیین لا نبی بعدی۔ (ابوداؤد)
فرمان مصطفوی ﷺ ”میں آخری نبی ہوں میرے بعد کوئی نبی نہیں“

ختم نبوت کا عقیدہ اسلام کے ان چند بنیادی عقیدوں میں سے ایک ہے جن پر امت کا اجماع رہا ہے۔ اگرچہ بد
قسمتی سے امت مسلمہ کئی فرقوں میں بٹ گئی۔ باہمی تعصب نے بارہا ملت کے امن و سکون کو درہم برہم کیا۔ اور فتنہ و فساد کے
بھڑکتے ہوئے شعلوں نے بڑے بڑے المناک حادثات کو جنم دیا۔ لیکن اتنے شدید اختلافات کے باوجود سارے فرقے اس
پر متفق اور مجتمع نظر آئے کہ حضور نبی اکرم ﷺ آخری نبی ہیں۔ اور حضور کے بعد کوئی نیا نبی نہیں آئے گا۔ چنانچہ گزشتہ تقریباً چودہ
صدیوں میں جس نے نبی بننے کا دعویٰ کیا اسکو مرتد قرار دے کر قتل کر دیا گیا۔ اور اسکے خلاف علم جہاد بلند کر کے اسکی جھوٹی
شہرت کو خاک میں ملا دیا گیا۔ مسلمہ کذاب نے جب نبوت کا دعویٰ کیا تو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے نتائج کی پروا کیے
بغیر اسکے خلاف لشکر کشی کی۔ اور تب تک چین کا سانس نہ لیا جب تک اس جھوٹے نبی کو موت کے گھاٹ نہ اتار دیا گیا۔ بے
شک اس جہاد میں ہزاروں کی تعداد میں مسلمان شہید بھی ہوئے جن میں سینکڑوں حفاظ کرام اور جلیل القدر صحابہ کرام رضوان
اللہ علیہم اجمعین بھی شامل تھے لیکن حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اتنی قربانی دے کر بھی اس فتنے کو زیر کرنا اور پکڑنا ضروری
سمجھا۔ بے شک آپ نورِ صدیقیت سے دیکھ رہے تھے کہ اگر زرا سا بھی تسائل برتا تو امت مسلمہ سینکڑوں گروہوں میں نہیں
سینکڑوں امتوں میں بٹ جائے گی۔ ہر امت کا اپنا نبی ہوگا اور وہ اسی کی شریعت اور سنت کو اپنائے گی۔ اس طرح اس رحمت
للعالمین کے زیر سایہ اسلام کے پلیٹ فارم پر انسانیت کے اتحاد کی ساری امیدیں ختم ہو جائیں گی۔ اور ”انسی رسول اللہ

الیکم جمیعاً“ کا سہانا منظر کبھی بھی نظر نہیں آئے گا۔

اسلام کی تاریخ میں جب بھی کسی سر پھرے طالع آزمایا فتنہ پرداز نے اپنے آپ کو نبی کہنے کی جرأت کی اس کو قتل کر دیا گیا۔ انگریز کی غلامی کے دور (برصغیر) میں ملت اسلامیہ کو جس طرح دوسرے کئی مصائب سے دوچار ہونا پڑا اسی طرح ایک جمہوریت نبوت قائم کر کے امت میں انتشار پیدا کیا گیا۔ وہ مدعی نبوت بظاہر عیسائیت کا رو کرتا تھا اور پادریوں سے مناظرے کرتا تھا اسکے باوجود انگریز کا پرلے درجے کا وفادار تھا۔ ملکہ انگلستان کی شان میں اس نے ایسے تعریفی پمفلٹ لکھے کہ کوئی باغیرت مسلمان انکو پڑھنا بھی گوارا نہیں کرتا۔ انگریز کی اسلام دشمنی اظہر من الشمس ہے انگریز نے اسکی نبوت کو اپنی سنگینوں کے سایہ میں پروان چڑھنے کا موقع دیا اور اسکو قبول کرنے والوں کیلئے بے جا نوازشات کے دروازے کھول دیئے۔ ہر مرزائی کیلئے کسی استحقاق کے بغیر اچھی سے اچھی ملازمت مختص کر دی گئی سیاسی میدان میں بھی اسکو آگے بڑھانے کی کوشش کی گئی۔ بے شک وہ شخص عیسائیت کے خلاف لکھتا اور بولتا تھا لیکن انگریز نے اس کے ذریعہ امت مسلمہ میں ایک نئی امت پیدا کر کے اور اسکے بنیادی متفق علیہ عقائد میں تشکیک پیدا کر کے جو مقصد عظیم حاصل کرنے کی سعی کی وہ بہت بڑا کارنامہ تھا اور اپنے دور رس نتائج کے اعتبار سے بڑا اہم تھا۔ مگر قدرت مسکرائی کہ نادانوں! یہ آخری پیغمبر ﷺ کا آخری دین ہے جس کی حفاظت میرے ذمے ہے اور جو ہمیشہ زندہ اور قائم رہنے کیلئے بھیجا گیا ہے۔ ہاں تم اپنی عاقبت جتنی چاہو خراب کر سکتے ہو مگر یہ گلستان کبھی خزاں رسیدہ نہ ہوگا۔ یہ شمع ہمیشہ روشن رہے گی اسکی لکھی جھپک نہیں سکتی۔ تم اپنی آگ میں جل مرو گے مگر اس عرش آشیاں ”بیت الفور“ پہ کبھی آنچ نہ آ سکے گی۔ اسلئے کہ ہمیشہ حسین، احمد بن حنبل، نعمان بن ثابت، غزالی، عبدالقادر جیلانی، مبین الدین چشتی، نظام الدین اولیاء، مہر علی شاہ، احمد رضا خان، عبدالستار خان نیازی، شاہ احمد نورانی جیسے جیلے اور غازی اور انکے تبعین اور تائین اسکے امانت دار رہیں گے۔ جو ہوش سنبھال کر قوم کے گرد و پیش پر ایک طائرانہ نظر ڈالیں گے اور ”یاران بے ایمان“ کو رنگ برنگے ملبوسات میں دیکھ کر انکے لبوں پر مسکراہٹ کھیل جایا کرے گی۔ گویا کہہ رہے ہوں۔

۔ ہر رنگے کہ خواہی جامہ پی پوش

من انداز قدرت رانی شام

”علماء امتی کا نبیاء بنی اسرائیل“ کے حقیقی مصداق علمائے اہلسنت نے ہمیشہ قرآن و سنت کے منافی عقائد کے حامل روٹا ہونے والے فرقہ باطلہ کی بیخ کنی کی۔ جہاں پر انہوں نے دیگر فتنوں کو اپنے بیان و تحریر کے ذریعے پکلا اور ”ذیاب فی ثياب“ لب پہلکہ دل میں گستاخی کی حامل جماعتوں پر ان کے اقلام برق صاعقہ بن کر گرتے رہے وہیں انھوں نے عقیدہ ختم نبوت پر بھی ہر اعتبار سے جہاد فرمایا۔ کیونکہ وہ ہمیشہ ایک ہی نعروہ متنازعہ نظر آتے تھے کہ!

۔ خون دل دے کے نکھاریں گے رخ برگ گلاب ہم نے گلشن کے تحفظ کی قسم کھائی ہے

انہوں نے ظلم وعدوان ہے قید و بند کی صعوبتیں برداشت کیں نفرت و اعتراض کے تند و تیز تیروں کا سامنا کیا۔ مگر بڑی بے باکی سے بلا لحاظ لومۃ لائم کلمہ حق بلند فرماتے رہے اور انکی زبان حال پکار پکار کر کہتی رہی کہ!۔
 دارِ موسوی ہو پہاڑوں کی نظیر
 نغمہ اپنا ہر بلندی سے سناسکتے ہیں ہم

☆☆☆☆ ☆☆☆☆ ☆☆☆☆



محبت سب سے ، نفرت کسی سے نہیں

"Love for all, hatred for none"

محمد متین خالد ایڈوکیٹ

آنجمنی مرزا قادیانی کا کہنا ہے:

”یاد رکھو منافق وہی نہیں ہے جو ایفائے عہد نہیں کرتا یا زبان سے اخلاص ظاہر کرتا ہے مگر دل میں اس کے کفر ہے بلکہ وہ بھی منافق ہے جس کی نفرت میں دورنگی ہے۔ (ملفوظات ج 6 ص 174 از مرزا قادیانی)

مرزا قادیانی کے اس قول کی روشنی میں ہم قادیانی جماعت کا مشہور نعرہ "Love for all, hatred for none" یعنی "محبت سب سے، نفرت کسی سے نہیں" کا جائزہ لیتے ہیں۔ یہ نعرہ قادیانیوں کا مرکزی مونوگرام ہے۔ قادیانی جماعت نے اپنی ویب سائٹ کے پہلے صفحہ پر سب سے اوپر نمایاں طور پر اسے چسپاں کر رکھا ہے۔ قادیانی اسے اپنے ذاتی لیٹر پیڈ، ای میل وغیرہ میں ایک تحریری و دعویٰ نعرے کے طور پر استعمال کرتے ہیں۔ ہر قادیانی لوگوں کی ہمدردیاں حاصل کرنے کے لیے اپنی تقریر و تحریر میں اسے بکثرت استعمال کرتا ہے۔

17 مئی 2005ء کو قادیانی جماعت کا موجودہ خلیفہ مرزا مسرور دورہ افریقہ کے دوران جب یوگنڈا پہنچا تو اس نے وہاں کے صحافیوں کے سوالات کے جوابات دیتے ہوئے کہا کہ میرا پیغام ہے:

"Love, love and love peace, peace and peace"

مزید کہا:

"Love for all hatred for none" ہمارا سلوگن ہے۔"

مزید کہا:

"ہم امن کا ہی پیغام دیتے ہیں کہ خدا تعالیٰ کی تعلیم کے مطابق ایک دوسرے کے ساتھ محبت و پیار سے رہیں۔" (الفضل انٹرنیشنل لندن 24 تا 30 جون 2005ء)

دلوں کو موہ لینے والا یہ انتہائی خوبصورت نعرہ درحقیقت منافقت پر مبنی اور حقائق کے بالکل خلاف ہے۔ قادیانیوں کی عملی زندگی میں یہ چیز کہیں نظر نہیں آتی۔ خود قادیانی جماعت کے بانی آنجمنی مرزا قادیانی کی تحریریں اقوام عالم بالخصوص

مسلمانوں کے خلاف گندی گالیوں اور بے پناہ نفرت و حقارت سے بھری ہوئی ہیں۔ عیسائیوں کے بارے میں مرزا قادیانی کا مندرجہ ذیل بیان پڑھیں اور آپ خود فیصلہ کریں کہ قادیانی جماعت اپنے نعرہ ”محبت سب سے، نفرت کسی سے نہیں“ میں کسی قدر تخلص ہے۔

”میں عیسائیوں کے خود ساختہ خدا کی نسبت تمام مسلمانوں سے زیادہ کراہت اور نفرت رکھتا ہوں۔ یہاں تک کہ اگر کل مسلمانوں کی نفرت عیسائیوں کے خدا کی نسبت ترازو کے ایک پلہ میں رکھ دی جائے اور میری نفرت ایک طرف تو میرا پلہ اس سے بھاری ہوگا۔“ (ملفوظات ج 3 ص 330 از مرزا قادیانی)

اسی سلسلہ میں ایک دوسرا حوالہ ملاحظہ فرمائیں:

”شکر کی بات ہے کہ ایک مرتبہ خود مجھے بھی ایسی حالت پیش آئی۔ سردی کا موسم تھا۔ مجھے غسل کی حاجت ہو گئی۔ پانی گرم کرنے کے لیے کوئی سامان اس جگہ نہ تھا۔ ایک پادری کی لکھی ہوئی کتاب میزان الحق میرے پاس تھی، اس وقت وہ کام آئی۔ میں نے اس کو جلا کر پانی گرم کر لیا اور خدا تعالیٰ کا شکر کیا۔ اس وقت میری سمجھ میں آیا کہ بعض وقت شیطان بھی کام آ جاتا ہے۔“ (ملفوظات ج 8 ص 314 از مرزا قادیانی)

مرزا قادیانی کی یہ تحریر نفرت و حقارت کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ آپ اندازہ لگائیں کہ ایک رات اُسے غسل کی حاجت ہوئی اور اس نے پانی گرم کرنے کے لیے ایک پادری کی کتاب ”میزان الحق“ کو چلبے میں رکھ کر آگ لگا کر پانی گرم کیا۔ حالانکہ یہ قوی امکان ہے کہ کتاب میزان الحق میں حوالہ کے طور پر قرآن مجید کی آیات بھی ہوں گی۔ احادیث مبارکہ بھی درج ہوں گی۔ لیکن مرزا قادیانی نے کمال گستاخی کرتے ہوئے اسے نذر آتش کر دیا اور وہ بھی کس مقصد کے لیے؟ بجائے اس پر شرمندہ ہونے کے مرزا قادیانی اپنے اس کارنامے پر خوشی کا اظہار کرتا ہے۔ قادیانی بتائیں کہ کیا یہ محبت والا کام ہے یا نفرت والا۔ کیا قادیانی کس شخص کو اجازت دیں گے کہ وہ غسل کے لیے مرزا قادیانی کی کتابیں جلا کر اس سے پانی گرم کرے اور بعد میں یہ کہے: ”محبت سب سے، نفرت کسی سے نہیں۔“

مسلمانوں کے خلاف مرزا قادیانی کی نفرت و حقارت ملاحظہ فرمائیں:

□ ”اور (جو) ہماری فتح کا قائل نہیں ہوگا تو صاف سمجھا جاوے گا کہ اس کو ولد الحرام بننے کا شوق ہے اور حلال زادہ نہیں۔“ (انوار اسلام ص 30 مندرجہ روحانی خزائن ج 9 ص 31 از مرزا قادیانی)

□ ”تلك كتب ينظر اليها كل مسلم بعين المحبة والمودة و ينتفع من معارفها و يقبلنى و يصدق

دعوتى. الا ذرية البغايا الذين ختم الله على قلوبهم فهم لا يقبلون.“

(ترجمہ) ”میری ان کتابوں کو ہر مسلمان محبت کی نظر سے دیکھتا ہے اور اس کے معارف سے فائدہ اٹھاتا ہے اور میری دعوت

کی تصدیق کرتا ہے اور اسے قبول کرتا ہے مگر ریڈیوں (بدکار عورتوں) کی اولاد نے میری تصدیق نہیں کی۔“ (آئینہ کمالات اسلام ص 547-548 از مرزا قادیانی)

سوچنا چاہیے کہ دنیا کی سواارب آبادی میں سے کتنے لوگ مرزا قادیانی کی کتابوں کو محبت و مودت کی نظر سے دیکھتے اور ان کی تصدیق کرتے ہیں؟

خود مرزا قادیانی کے پہلے دونوں بیٹوں مرزا فضل احمد اور مرزا سلطان احمد نے ہمیشہ اپنے باپ کی مخالفت کی۔ وہ جانتے تھے کہ ان کا باپ نبوت کا دعویٰ کرنے کے باوجود اپنی پہلی بیوی حرمت بی بی کے شرعی حقوق پورے نہیں کرتا۔ مرزا قادیانی نے اپنے بیٹے فضل احمد کو اپنی تمام جائیداد سے عاق کیا۔ (باوجود یہ کہ عاق کرنے والے پر حضور نبی کریم ﷺ نے لعنت بھیجی ہے) اور ان کے ساتھ ہر قسم کے تعلقات نیکی، بدی، خوشی، غمی وغیرہ میں شرکت ختم کر دی۔ مرزا قادیانی نے اپنے پہلے دونوں بیٹوں کے بارے میں ایک اشتہار شائع کیا جس میں لکھا:

□ ”سواب ان سے کچھ تعلق رکھنا قطعاً حرام اور ایمانی غیوری کے برخلاف اور ایک دیوثی کا کام ہے۔ مومن دیوث نہیں ہوتا۔“

(مجموعہ اشتہارات ج اول ص 221 از مرزا قادیانی)

یہاں یہ بھی یاد رہے کہ مرزا قادیانی کا بیٹا مرزا فضل احمد، مرزا قادیانی کو نبی نہیں مانتا تھا (اسی لیے مرزا قادیانی نے اس کا جنازہ بھی نہیں پڑھا تھا۔ بحوالہ انوار خلافت ص 91 مندرجہ انوار العلوم ج 3 ص 149 از مرزا بشیر الدین محمود ابن مرزا قادیانی) وہ مرزا قادیانی کی کتابوں کو محبت کی نظر سے نہیں دیکھتا تھا اور اس کی دعوت کی تصدیق بھی نہیں کرتا تھا۔ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا وہ بھی مرزا قادیانی کے فتویٰ ”ذبیۃ البغایا“ کی زد میں آتا ہے؟ قادیانیوں کو اس پر ضرور غور کرنا چاہیے۔

مشہور روحانی بزرگ حضرت پیر مہر علی شاہ گلوڑی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں مرزا قادیانی لکھتا ہے:

□ مجھے ایک کتاب کذاب (پیر مہر علی شاہ) کی طرف سے پہنچی ہے۔ وہ غبیث کتاب اور بھجھو کی طرح نیش زن۔ پس میں نے کہا کہ اے گلوڑہ کی زمین تجھ پر لعنت، تو ملعون کے سبب سے ملعون ہوگئی پس تو قیامت کو ہلاکت میں پڑے گی۔“ (اعجاز احمدی ص 75 مندرجہ روحانی خزائن ج 19 ص 188 از مرزا قادیانی)

عجیب بات ہے کہ مخالفت حضرت پیر مہر علی شاہ گلوڑی رحمۃ اللہ علیہ نے کی اور لعنت گلوڑہ کے تمام رہنے والوں پر کی اور وہ بھی قیامت تک۔ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر گلوڑہ کی سرزمین پر کوئی قادیانی آباد ہو گیا تو کیا وہ بھی اس ابدی لعنت کا مستحق ہوگا؟

مولانا سعد اللہ کے بارے میں لکھا:

- ”اور لکھوں میں سے ایک فاسق آدمی کو دیکھتا ہوں کہ ایک شیطان ملعون ہے۔ سفیہوں کا نطفہ ہڈگو ہے اور غبیث اور مفسد اور جھوٹ کو طمع کر کے دکھانے والا منحوس ہے جس کا نام چاہلوں نے سعد اللہ رکھا ہے۔“
- (حقیقۃ الوحی تتمہ ص 14 مندرجہ روحانی خزائن جلد 22 ص 445 از مرزا قادیانی)
- مرزا قادیانی معلم اخلاقیات کا خصائل حمیدہ کے ساتھ متصف ہونا ضروری سمجھتا ہے۔ اس کا کہنا ہے:
- ”اخلاقی معلم کا فرض یہ ہے کہ پہلے آپ اخلاق کریمہ دکھلاوے۔“
- (چشمہ مسیحی ص 12 مندرجہ روحانی خزائن ج 20 ص 346 از مرزا قادیانی)
- ”میری فطرت اس سے دور ہے کہ کوئی تلخ بات منہ پر لاؤں۔“
- (آسمانی فیصلہ ص 10 مندرجہ روحانی خزائن ج 4 ص 320 از مرزا قادیانی)
- ”خدا وہ خدا ہے جس نے اپنے رسول کو لکھنی اس عاجز کو ہدایت اور دین حق..... اور تہذیب اخلاق کے ساتھ بھیجا۔“
- (اربعین نمبر 3 ص 84 مندرجہ روحانی خزائن ج 17 ص 426 از مرزا قادیانی)
- مرزا قادیانی کے بڑے بیٹے مرزا بشیر الدین محمود کا کہنا ہے۔
- ”جب انسان دلائل سے شکست کھاتا اور ہار جاتا ہے تو گالیاں دینی شروع کر دیتا ہے اور جس قدر کوئی زیادہ گالیاں دیتا ہے اس قدر اپنی شکست کو ثابت کرتا ہے۔“
- (انوار خلافت ص 20 مندرجہ انوار العلوم ج 3 ص 80 از مرزا بشیر الدین محمود)
- افسوس! مرزا قادیانی نے اپنی کتابوں میں بے شمار جگہ اپنے مخالفین کے بارے میں نہایت غیر شائستہ اور اخلاق سے گری ہوئی زبان استعمال کی۔ صفحات کی کمی کے پیش نظر صرف چند مثالیں پیش خدمت ہیں۔
- اے مردار خور مولویو (انجام آتھم ضمیمہ ص 21 / حاشیہ، مندرجہ روحانی خزائن ج 11 ص 305 از مرزا قادیانی)
- اندھیرے کے کیڑو (انجام آتھم ضمیمہ ص 21، حاشیہ، روحانی خزائن ج 11 ص 305 از مرزا قادیانی)
- اے بد ذات (انجام آتھم ضمیمہ ص 45، روحانی خزائن ج 11 ص 329 از مرزا قادیانی)
- اے غبیث (انجام آتھم ضمیمہ ص 45، روحانی خزائن ج 11 ص 329 از مرزا قادیانی)

- اے پلید دجال (انجام آتھم ضمیمہ ص 46، روحانی خزائن ج 11 ص 330 از مرزا قادیانی)
- اسلام کے عار مولویو (انجام آتھم ضمیمہ ص 48، روحانی خزائن ج 11 ص 332 از مرزا قادیانی)
- اے ناپکار (بکر دار) (انجام آتھم ضمیمہ ص 50، روحانی خزائن ج 11 ص 334 از مرزا قادیانی)
- اے بد ذات فرقہ (انجام آتھم ضمیمہ ص 21/ حاشیہ، روحانی خزائن ج 11 ص 305 از مولویاں مرزا قادیانی)
- اَلو (ضمیمہ براہین احمدیہ پنجم ص 165، روحانی خزائن ج 21 ص 332 از مرزا قادیانی)
- امام الحقن (اتمام الحجہ ص 24، روحانی خزائن ج 8 ص 303 از مرزا قادیانی)
- انسانوں سے بدتر اور (ایام الصلح ص 166، روحانی خزائن ج 14 ص 413 از مرزا پلیدتر قادیانی)
- اے بد بخت مفتزیو (انجام آتھم ضمیمہ ص 58، روحانی خزائن ج 11 ص 342 از مرزا قادیانی)
- ایہا الکذبون (انجام آتھم ص 224، روحانی خزائن ج 11 ص 224، از مرزا الغالون قادیانی)
- اے شیخ احمقان (انجام آتھم ص 241، روحانی خزائن ج 11 ص 241 از مرزا قادیانی)
- ایہا الشیخ الفضال (انجام آتھم ص 251، روحانی خزائن ج 11 ص 251 از مرزا قادیانی)
- اول درجہ کے کاذب (آئینہ کمالات اسلام ص 601، روحانی خزائن ج 5 ص 601 از مرزا قادیانی)

- تک اسلام مولوی (آئینہ کمالات اسلام ص (د)، روحانی خزائن ج 5 ص 608 از مرزا قادیانی)
- اے کوتاہ نظر مولوی (آئینہ کمالات اسلام ص (د)، روحانی خزائن ج 5 ص 608 از مرزا قادیانی)
- اے نفسانی مولوی (ازالہ اوہام ص 105، روحانی خزائن ج 3 ص 105 از مرزا قادیانی)
- اے غبی (کم عقل) (مواہب الرحمن ص 131، روحانی خزائن ج 352 ص 19 از مرزا قادیانی)
- انسانیت کے پیرایہ (نورالحق حصہ 1، روحانی خزائن ج 8 ص 4، 5 از مرزا قادیانی) (لباس)
- سے بے بہرہ اور
برہنہ
- اے بے ایمانو (مجموعہ اشتہارات ج 2 ص 69 از مرزا قادیانی)
- بد بخت پلید طبع مولوی (ایام الصلح ص 165، روحانی خزائن ج 14 ص 413 از مرزا قادیانی)
- بے ایمان اور اندھے (انجام آتھم ضمیمہ ص 22 / حاشیہ، روحانی خزائن ج 11 ص 306 از مرزا قادیانی)
- بد ذات (انجام آتھم ضمیمہ ص 45، روحانی خزائن ج 11 ص 329 از مرزا قادیانی)
- بندروں (انجام آتھم ضمیمہ ص 53، روحانی خزائن ج 11 ص 337 از مرزا قادیانی)
- باطل پرست بطلوی (انجام آتھم ص 59، روحانی خزائن ج 11 ص 59 از مرزا قادیانی)

- بدکار آدمی (شہادت القرآن ص 84، روحانی خزائن ج 6 ص 380 از مرزا قادیانی)
- برہنہ (نور الحق ص 3 حصہ اول، روحانی خزائن ج 8 ص 5 از مرزا قادیانی)
- بھیڑیے (اعجاز احمدی ص 39، روحانی خزائن ج 19 ص 150 از مرزا قادیانی)
- بچھو (اعجاز احمدی ص 75، روحانی خزائن ج 19 ص 188 از مرزا قادیانی)
- بے حیاء (تذکرہ الشہادتین ص 38، روحانی خزائن ج 20 ص 40 از مرزا قادیانی)
- بڑا خبیث (ہفت روزہ الوحی تنہ ص 107، روحانی خزائن ج 22 ص 543 از مرزا قادیانی)
- پلید ملاؤں (ایام الصلح ص 165، روحانی خزائن ج 14 ص 413 از مرزا قادیانی)
- پلید جاہلوں (ایام الصلح ص 166، روحانی خزائن ج 14 ص 414 از مرزا قادیانی)
- پلید تر (ایام الصلح ص 166، روحانی خزائن ج 14 ص 413 از مرزا قادیانی)
- پلید دل (انجام آفتخیمہ ص 4، روحانی خزائن ج 11 ص 288 از مرزا قادیانی)
- پلید دجال (انجام آفتخیمہ ص 46، روحانی خزائن ج 11 ص 330 از مرزا قادیانی)
- ثناء اللہ کو ظلم اور ہدایت (اعجاز احمدی ص 43، روحانی خزائن ج 19 ص 155 از مرزا قادیانی)
- سے ذرہ مس نہیں (قادیانی)

- ثناء اللہ تجھے جھوٹ کا (اعجاز احمدی ص 51، روحانی خزائن ج 19 ص 163 از مرزا دودھ پلایا گیا قادیانی)
- جاہل سجادہ نشین (انجام آتھم ضمیمہ ص 18 / حاشیہ، روحانی خزائن ج 11 ص 302 از مرزا قادیانی)
- جنگل کے وحشی (انجام آتھم ضمیمہ ص 49، روحانی خزائن ج 11 ص 333 از مرزا قادیانی)
- جانور (نزدول اسح ص 8، روحانی خزائن ج 18 ص 386 از مرزا قادیانی)
- جنگلوں کے غول (اعجاز احمدی ص 81، روحانی خزائن ج 19 ص 193 از مرزا قادیانی)
- جھوٹ کا گوہ کھایا (انجام آتھم ضمیمہ ص 50، روحانی خزائن ج 11 ص 334 از مرزا قادیانی)
- جھوٹ بولنے کا سرغنہ (نزدول اسح ص 9، روحانی خزائن ج 18 ص 387 از مرزا قادیانی)
- چار پائے ہیں نہ آدمی (انجام آتھم ضمیمہ ص 10، روحانی خزائن ج 11 ص 294 از مرزا قادیانی)
- حرامی (شہادۃ القرآن ص 3 ج، روحانی خزائن ج 6 ص 380 از مرزا قادیانی)
- حرام زادہ (انوار اسلام ص 30، روحانی خزائن ج 9 ص 32 از مرزا قادیانی)
- حرص کے جنگل کے (نورالحق ص 89 حصہ 1، روحانی خزائن ج 8 ص 120 از مرزا قادیانی)
- شیطان (انوار اسلام ص 30، روحانی خزائن ج 9 ص 31 از مرزا قادیانی)

- حاطب اللیل (آئینہ کمالات اسلام ص 600، روحانی خزائن ج 5 ص 600 از مرزا قادیانی)
- غیبیہ طبع (انجام آتھم ضمیمہ ص 21 / حاشیہ، روحانی خزائن ج 11 ص 305 از مرزا قادیانی)
- خنزیر سے زیادہ پلید (انجام آتھم ضمیمہ ص 21 / حاشیہ، روحانی خزائن ج 11 ص 305 از مرزا قادیانی)
- خالی گدھے (انجام آتھم ضمیمہ ص 47، روحانی خزائن ج 11 ص 331 از مرزا قادیانی)
- غیبیہ نفس (شہادۃ القرآن ص 5، روحانی خزائن ج 8 ص 382 از مرزا قادیانی)
- غیبیہ طینت (انجام آتھم ضمیمہ ص 8، روحانی خزائن ج 11 ص 292 از مرزا قادیانی)
- غیبیہ فرقہ (انجام آتھم ضمیمہ ص 9 / حاشیہ، روحانی خزائن ج 11 ص 293 از مرزا قادیانی)
- خٹنا سوں (انجام آتھم ص 17 / حاشیہ، روحانی خزائن ج 11 ص 17 از مرزا قادیانی)
- خمیس ابن خمیس (نور الحق ص 64 حصہ 1، روحانی خزائن ج 8 ص 87 از مرزا قادیانی)
- خراب عورتوں اور (نور الحق ص 123 حصہ 1، روحانی خزائن ج 8 ص 163 از مرزا قادیانی)
- خیال کی نسل (خیاء الحق ص 9، روحانی خزائن ج 9 ص 259 از مرزا قادیانی)
- غیبیہ انفس (انوار اسلام ص 21، روحانی خزائن ج 9 ص 23 از مرزا قادیانی)

- خشک دماغ (ست بچن ص 9، روحانی خزائن ج 10 ص 121 از مرزا قادیانی)
- دل کے مجذوم (انجام آتھم ضمیمہ ص 21 / ج، روحانی خزائن ج 11 ص 305 از مرزا قادیانی)
- دجال (انجام آتھم ضمیمہ ص 46، روحانی خزائن ج 11 ص 330 از مرزا قادیانی)
- دنیا کے کیڑے (برائین بنجم ص 143، روحانی خزائن ج 21 ص 311 از مرزا قادیانی)
- دابۃ الارض (ازالہ اوہام ص 510، روحانی خزائن ج 3 ص 373 از مرزا قادیانی)
- دنیا کے کتے (استثناء ص 20، روحانی خزائن ج 12 ص 128 از مرزا قادیانی)
- دجال اکبر (انجام آتھم ص 47، روحانی خزائن ج 11 ص 47 از مرزا قادیانی)
- دیوٹوں (مجموعہ اشتہارات ج 1 ص 125 از مرزا قادیانی)
- دیوانے درندوں (ضیاء الحق ص 35، روحانی خزائن ج 9 ص 296 از مرزا قادیانی)
- دجال فریہ (انجام آتھم ص 204، روحانی خزائن ج 11 ص 204 از مرزا قادیانی)
- دجال کینہ (انجام آتھم ص 206، روحانی خزائن ج 11 ص 206 از مرزا قادیانی)
- دجال کے ہمراہیو (مجموعہ اشتہارات ج 2 ص 69 از مرزا قادیانی)
- ذلیل (ایام الصلح ص 166، روحانی خزائن ج 14 ص 413 از مرزا قادیانی)

- ذلت کے سیاہ داغ (انجام آتھم ضمیمہ ص 53، روحانی خزائن ج 11 ص 337 از مرزا قادیانی)
- ذریت شیطان (انجام آتھم ضمیمہ ص 24 / ج، روحانی خزائن ج 11 ص 308 از مرزا قادیانی)
- ذلت کے روسیاهی (انجام آتھم ضمیمہ ص 59، روحانی خزائن ج 11 ص 343 از مرزا قادیانی کے اندر غرق)
- رئیس الدجالین (انجام آتھم ضمیمہ ص 46، روحانی خزائن ج 11 ص 330 از مرزا قادیانی)
- رئیس المحدثین (انجام آتھم ص 241، روحانی خزائن ج 11 ص 241 از مرزا قادیانی)
- راس الغاوین (انجام آتھم ص 241، روحانی خزائن ج 11 ص 241 از مرزا قادیانی)
- رئیس المصلفین (انجام آتھم ص 251، روحانی خزائن ج 11 ص 251 از مرزا قادیانی)
- رٹھویوں کی اولاد (آئینہ کمالات اسلام ص 548، روحانی خزائن ج 5 ص 548 از مرزا قادیانی)
- رئیس الکبرین (آئینہ کمالات اسلام ص 599، روحانی خزائن ج 5 ص 599 از مرزا قادیانی)
- سوروں (انجام آتھم ضمیمہ ص 53، روحانی خزائن ج 11 ص 337 از مرزا قادیانی)
- سیاہ داغ (انجام آتھم ضمیمہ ص 53، روحانی خزائن ج 11 ص 337 از مرزا قادیانی)
- سگان قبیلہ (انجام آتھم ضمیمہ ص 229، روحانی خزائن ج 11 ص 229 از مرزا قادیانی)

- سلطان الکبیرین (انجام آتھم ضمیمہ ص 251، روحانی خزائن ج 11 ص 251 از مرزا قادیانی)
- سنبھاء (انجام آتھم ضمیمہ ص 253، روحانی خزائن ج 11 ص 253 از مرزا قادیانی)
- سفیہوں کا نظفہ (تترہ حقیقۃ الوحی ص 14، روحانی خزائن ج 22 ص 445 از مرزا قادیانی)
- سانپوں (نورالحق ص 23 حصہ 1، روحانی خزائن ج 8 ص 32 از مرزا قادیانی)
- سڑے گلے مردہ (انجام آتھم ضمیمہ ص 62، روحانی خزائن ج 11 ص 346 از مرزا قادیانی)
- شیطان (انجام آتھم ضمیمہ ص 4، روحانی خزائن ج 11 ص 288 از مرزا قادیانی)
- شیطین الانس (انجام آتھم ضمیمہ ص 18 / حاشیہ، روحانی خزائن ج 11 ص 302 از مرزا قادیانی)
- شیخ نجدی (انجام آتھم ضمیمہ ص 198، روحانی خزائن ج 11 ص 198 از مرزا قادیانی)
- شیخ احمقان (انجام آتھم ضمیمہ ص 241، روحانی خزائن ج 11 ص 241 از مرزا قادیانی)
- شیخ الفضال (انجام آتھم ضمیمہ ص 251، روحانی خزائن ج 11 ص 251 از مرزا قادیانی)
- شقی (انجام آتھم ضمیمہ ص 252، روحانی خزائن ج 11 ص 252 از مرزا قادیانی)
- شغال (آئینہ کمالات اسلام ص 604، روحانی خزائن ج 5 ص 295 از مرزا قادیانی)

- شیطنیت کی بدبو (آئینہ کمالات اسلام ص 301، روحانی خزائن ج 5 ص 301 از مرزا قادیانی)
- شیخ نامہ سیاہ (آئینہ کمالات اسلام ص 306، روحانی خزائن ج 5 ص 306 از مرزا قادیانی)
- شیخ مضل (کرامات الصادقین ص 27، روحانی خزائن ج 7 ص 69 از مرزا قادیانی)
- شریر بھڑیے (انجام آتھم ص 9، روحانی خزائن ج 11 ص 9 از مرزا قادیانی)
- شیخ خال بٹالوی (انجام آتھم ص 241، روحانی خزائن ج 11 ص 241 از مرزا قادیانی)
- شیخ الضالہ (اعجاز احمدی ص 76، روحانی خزائن ج 19 ص 188 از مرزا قادیانی)
- شیخ چال باز (کرامات الصادقین ص 22، روحانی خزائن ج 7 ص 65 از مرزا قادیانی)
- شیاطین (نزول المسح ص 11، روحانی خزائن ج 18 ص 389 از مرزا قادیانی)
- شریر انفس (آریہ دھرم ص 31، روحانی خزائن ج 10 ص 31 از مرزا قادیانی)
- خال بٹالوی (انجام آتھم ص 241، روحانی خزائن ج 11 ص 241 از مرزا قادیانی)
- ضلالت پیشہ (ہدیۃ الوحی ص 311، روحانی خزائن ج 22 ص 324 از مرزا قادیانی)
- طوائف (انجام آتھم ضمیمہ ص 23 / حاشیہ، روحانی خزائن ج 11 ص 307 از مرزا قادیانی)

- عالم طبع (دافع البلاء ص 18، روحانی خزائن ج 18 ص 238 از مرزا قادیانی)
- علیم نعال لعن اللہ (انجام آیتھم ضمیمہ ص 46، روحانی خزائن ج 11 ص 330 از مرزا الف الفمرۃ قادیانی)
- عبدالشیطان (انجام آیتھم ضمیمہ ص 58، روحانی خزائن ج 11 ص 342 از مرزا قادیانی)
- عورتوں کے عار (اعجاز احمدی ص 83، روحانی خزائن ج 19 ص 196 از مرزا قادیانی)
- عبدالحق کامنہ کالا (انجام آیتھم ضمیمہ ص 58، روحانی خزائن ج 11 ص 342 از مرزا قادیانی)
- غالون (انجام آیتھم ص 224، روحانی خزائن ج 11 ص 224 از مرزا قادیانی)
- غوی فی البطالہ (انجام آیتھم ص 230، روحانی خزائن ج 11 ص 230 از مرزا قادیانی)
- غاوین (انجام آیتھم ص 254، روحانی خزائن ج 11 ص 254 از مرزا قادیانی)
- غول (انجام آیتھم ص 252، روحانی خزائن ج 11 ص 252 از مرزا قادیانی)
- غبی (انجام آیتھم ضمیمہ ص 33، روحانی خزائن ج 11 ص 317 از مرزا قادیانی)
- غدار زمانہ (اعجاز احمدی ص 77، روحانی خزائن ج 19 ص 190 از مرزا قادیانی)
- غول البراری (کرامات الصادقین ص (د)، روحانی خزائن ج 7 ص 152 از مرزا قادیانی)

- غزنویوں کی جماعت پر (انجام آتھم ضمیمہ ص 58، روحانی خزائن ج 11 ص 342، لعنت 343 از مرزا قادیانی)
- فرعون سے مراد شیخ محمد (انجام آتھم ضمیمہ ص 56، روحانی خزائن ج 11 ص 340 از مرزا حسین بٹالوی قادیانی)
- فست یا عبد الشیطان (انجام آتھم ضمیمہ ص 58، روحانی خزائن ج 11 ص 342 از مرزا قادیانی)
- فاسق آدمی (تتمہ حقیقۃ الوحی ص 14، روحانی خزائن ج 22 ص 445 از مرزا قادیانی)
- قوم کے خناسوں (انجام آتھم ص 17 / حاشیہ، روحانی خزائن ج 11 ص 17 از مرزا قادیانی)
- کتے (استثناء ص 20، روحانی خزائن ج 12 ص 128 از مرزا قادیانی)
- کج طبع (آئینہ کمالات اسلام ص 301، روحانی خزائن ج 5 ص 301 از مرزا قادیانی)
- کوئہ نظر مولوی (آئینہ کمالات اسلام ص (د)، روحانی خزائن ج 5 ص 608 از مرزا قادیانی)
- کوڑمغزی (نزول المسیح ص 66، روحانی خزائن ج 18 ص 444 از مرزا قادیانی)
- کذاب (تتمہ حقیقۃ الوحی ص 128 / ج، روحانی خزائن ج 22 ص 565 از مرزا قادیانی)
- کیڑا (ضمیمہ براہین احمدیہ پنجم ص 165، روحانی خزائن ج 21 ص 332 از مرزا قادیانی)
- کینہ دور (چشمہ معرفت ص 131 ج 2، روحانی خزائن ج 23 ص 336 از مرزا قادیانی)

- کینگی (مواہب الرحمن ص 13، روحانی خزائن ج 19 ص 352 از مرزا قادیانی)
- کرگس (انجماز احمدی ص 43، روحانی خزائن ج 19 ص 155 از مرزا قادیانی)
- کجبل (کرامات الصادقین ص 6، روحانی خزائن ج 7 ص 48 از مرزا قادیانی)
- کینوں (الہدی ص 18، روحانی خزائن ج 18 ص 262 از مرزا قادیانی)
- کمینہ (انجام آیتھم ص 206، روحانی خزائن ج 11 ص 206 از مرزا قادیانی)
- کتوں (انجام آیتھم ضمیمہ ص 25، روحانی خزائن ج 11 ص 309 از مرزا قادیانی)
- کلانعام (انجام آیتھم ص 265، روحانی خزائن ج 11 ص 265 از مرزا قادیانی)
- گندی روجو (انجام آیتھم ضمیمہ ص 21 / حاشیہ، روحانی خزائن ج 11 ص 305 از مرزا قادیانی)
- گدھے (انجام آیتھم ضمیمہ ص 47، روحانی خزائن ج 11 ص 331 از مرزا قادیانی)
- گمراہ (تنبہ حقیقۃ الوحی ص 115، روحانی خزائن ج 21 ص 320 از مرزا قادیانی)
- گرگ (مواہب الرحمن ص 13، روحانی خزائن ج 19 ص 352 از مرزا قادیانی)
- گمراہی اور حرص جنگل (نور الحق ص 89 ج 1، روحانی خزائن ج 8 ص 120 از مرزا قادیانی) کے شیطان

- لمبوں (تتمہ ھقیقۃ الوحی ص 14-15 ج، روحانی خزائن ج 22 ص 445 از مرزا قادیانی)
- لاف و گزاف کے (براہین احمدیہ پنجم ص 149، روحانی خزائن ج 21 ص 317 از بیٹے مرزا قادیانی)
- مردار خور (انجام آتھم ضمیمہ 21 / حاشیہ، روحانی خزائن ج 11 ص 305 از مرزا قادیانی)
- منحوس چہروں (انجام آتھم ضمیمہ ص 53، روحانی خزائن ج 11 ص 337 از مرزا قادیانی)
- مفتریو (انجام آتھم ضمیمہ ص 58، روحانی خزائن ج 11 ص 342 از مرزا قادیانی)
- ملعونین (انجام آتھم ص 252، روحانی خزائن ج 11 ص 252 از مرزا قادیانی)
- مٹھٹھوں (آئینہ کمالات اسلام ص 402، روحانی خزائن ج 5 ص 402 از مرزا قادیانی)
- مردار (نزل المسح ص 224، روحانی خزائن ج 18 ص 602 از مرزا قادیانی)
- ملعون (تتمہ ھقیقۃ الوحی ص 14-15 ج، روحانی خزائن ج 22 ص 445 از مرزا قادیانی)
- مفسد (تتمہ ھقیقۃ الوحی ص 14-15 ج، روحانی خزائن ج 22 ص 445 از مرزا قادیانی)
- مگس طینت مولویوں (آسانی فیصلہ ص 32، روحانی خزائن ج 4 ص 342 از مرزا قادیانی)
- جذبہ الحواس (استثناء ص 20، روحانی خزائن ج 12 ص 128 از مرزا قادیانی)

- مخالفوں کی ذلت (انجام آتھم ضمیرہ ص 28 / حاشیہ، روحانی خزائن ج 11 ص 312 از مرزا قادیانی)
- مولویوں کی ذلت (انجام آتھم ص 24 / ج، روحانی خزائن ج 11 ص 24 از مرزا قادیانی)
- مولوی سخت ذلیل (انجام آتھم ص 24 / ج، روحانی خزائن ج 11 ص 24 از مرزا قادیانی)
- مکندویوں (انجام آتھم ص 224، روحانی خزائن ج 11 ص 224 از مرزا قادیانی)
- منحوس (تتمہ حقیقۃ الوحی ص 14، روحانی خزائن ج 22 ص 445 از مرزا قادیانی)
- مغرور (تتمہ حقیقۃ الوحی ص 115، روحانی خزائن ج 22 ص 551 از مرزا قادیانی)
- مجنون درندہ (آسانی فیصلہ ص 14، روحانی خزائن ج 4 ص 324 از مرزا قادیانی)
- ناپاک طبع (ایام الصلح ص 165، روحانی خزائن ج 14 ص 413 از مرزا قادیانی)
- نادان بطلالوی (انجام آتھم ص 20 / حاشیہ، روحانی خزائن ج 11 ص 20 از مرزا قادیانی)
- نفاق زدہ (انجام آتھم ص 24 / حاشیہ، روحانی خزائن ج 11 ص 24 از مرزا قادیانی)
- نیم عیسائیو (مجموعہ اشتہارات ج 2 ص 69 از مرزا قادیانی)
- نالائق نذیر حسین (انجام آتھم ص 45، روحانی خزائن ج 11 ص 45 از مرزا قادیانی)

- نجاست خور جانور (نزدول المسح ص 8، روحانی خزائن ج 18 ص 386 از مرزا قادیانی)
- ناپاکاروں (انجام آیتھم ضمیمہ ص 24 (حاشیہ)، روحانی خزائن ج 11 ص 308 از مرزا قادیانی)
- نادان صحابی (براہین احمدیہ پنجم ص 120، روحانی خزائن ج 21 ص 285 از مرزا قادیانی)
- تالائق چیلوں (ضیاء الحق ص 27، روحانی خزائن ج 9 ص 285 از مرزا قادیانی)
- ناپاک فرقہ (انجام آیتھم ضمیمہ ص 23 / ح، روحانی خزائن ج 11 ص 308 از مرزا قادیانی)
- وہ گدھا ہے نہ انسان (انجام آیتھم ضمیمہ ص 47، روحانی خزائن ج 11 ص 331 از مرزا قادیانی)
- جنگل کے وحشی (انجام آیتھم ضمیمہ ص 49، روحانی خزائن ج 11 ص 333 از مرزا قادیانی)
- ولد الحرام (انوار اسلام ص 30، روحانی خزائن ج 9 ص 31 از مرزا قادیانی)
- ولد الحلال نہیں (انوار اسلام ص 29، روحانی خزائن ج 9 ص 31 از مرزا قادیانی)
- واہ رے شیخ چلی کے (انوار اسلام ص 30، روحانی خزائن ج 9 ص 40 از مرزا قادیانی)
- والد جال البلال (انجام آیتھم ص 251، روحانی خزائن ج 11 ص 251 از مرزا قادیانی)
- ہامان (انجام آیتھم ضمیمہ ص 56، روحانی خزائن ج 11 ص 340 از مرزا قادیانی)

- ہندو زادہ (انجام آتھم ص 59 حاشیہ، روحانی خزائن ج 11 ص 59 از مرزا قادیانی)
- ہوا و ہوس کا پینا (اعجاز احمدی ص 43، روحانی خزائن ج 19 ص 154 از مرزا قادیانی)
- ہزار لعنت کا رسہ (مجموعہ اشتہارات ج 2 ص 77 از مرزا قادیانی)
- ہچو گرگ (مواہب الرحمن ص 131، روحانی خزائن ج 19 ص 352 از مرزا قادیانی)
- ہچو جنین (مواہب الرحمن ص 138، روحانی خزائن ج 19 ص 359 از مرزا قادیانی)
- یہودی صفت (انجام آتھم ضمیمہ ص 3، روحانی خزائن ج 11 ص 287 از مرزا قادیانی)
- یادہ گوہ (انجام آتھم ضمیمہ ص 19 / ج، روحانی خزائن ج 11 ص 303 از مرزا قادیانی)
- یہودی سیرت (انجام آتھم ص 24 / ج، روحانی خزائن ج 11 ص 24 از مرزا قادیانی)
- یہودی (انجام آتھم ضمیمہ ص 45، روحانی خزائن ج 11 ص 329 از مرزا قادیانی)
- یا شیخ الصلاۃ (اعجاز احمدی ص 76، روحانی خزائن ج 19 ص 188 از مرزا قادیانی)
- یک چشم (انجام آتھم ضمیمہ ص 24 / ج، روحانی خزائن ج 11 ص 308 از مرزا قادیانی)
- یہودیت کا خیر (انجام آتھم ضمیمہ ص 21 / ج، روحانی خزائن ج 11 ص 305 از مرزا قادیانی)

□ یہ غول البراری (کرامات الصادقین ص د (4)، روحانی خزائن ج 7 ص 152 از

مرزا قادیانی

اس قسم کی سیکٹروں گالیاں ہیں جو مرزا قادیانی نے اپنے مخالفین کو دیں، یہاں محض نمونہ بیان کی گئی ہیں۔
اس کے باوجود مرزا قادیانی کا دعویٰ ہے:

□ ”ناحق گالیاں دینا سفلوں اور کمینوں کا کام ہے۔“

(ست بجن ص 21 مندرجہ روحانی خزائن جلد 10 ص 133 از مرزا قادیانی)

مزید لکھا:

□ ”بدتر ایک بد سے وہ ہے جو بد زبان ہے

جس دل میں یہ نجاست بیت الخلاء بھی ہے“

(قادیان کے آریہ اور ہم، از مرزا قادیانی ص 42 مندرجہ روحانی خزائن جلد 20 ص 458)

مرزا قادیانی کا دعویٰ ہے:

□ ”لعنت بازی صدیقیوں کا کام نہیں۔ مومن لعان نہیں ہوتا۔“

(از الدوام حصہ دوم ص 660 مندرجہ روحانی خزائن جلد 3 ص 456 از مرزا قادیانی)

□ مرزا قادیانی کی خوش اخلاقی اور دوسروں سے محبت کا اندازہ اس بات سے لگائیں کہ اس نے کسی پر لعنت ڈالی تو

بجائے یہ کہنے کے کہ تجھ پر 1000 بار لعنت ہو یا تحریری طور پر اسے اس طرح لکھ دیتا مگر اس نے باقاعدہ لعنت نمبر 1

لعنت نمبر 2، لعنت نمبر 3..... لعنت نمبر 1000 تک لکھ دیا۔

(نور الحق ص 118 تا 122 مندرجہ روحانی خزائن جلد 8 ص 158 تا 162 از مرزا قادیانی)

دلچسپ بات یہ ہے کہ قادیانی جماعت اُسے ”سلطان القلم“ کہتی ہے۔ قارئین کرام کی طبع ضیافت کے لیے مرزا

قادیانی کی اصل کتاب سے اس اہم حوالہ کا عکس پیش کیا جاتا ہے۔ آپ خود فیصلہ کریں کہ قادیانی اپنے نعرہ ”محبت سب سے،

نفرت کسی سے نہیں“ میں کہاں تک مخلص ہیں؟

☆☆☆☆

☆☆☆☆

☆☆☆☆

کاش ہم بھی بیدار ہوں

پروفیسر محمد حسین آسی نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ

خدا را آنکہ کھول اور دیکھ تو اے ملتِ بیضا کہ تیری کیا روش ہے اور کیا رفتار دنیا کی

ادھر دنیا و مافیہا سے تو اس وقت تک غافل ادھر اسلام پر برسوں سے پیہم یورش اعدا کی

ڈیڑھ سو سال سے کچھ زیادہ عرصہ ہوا کہ مشرقی پنجاب کے قصبہ قادیان میں ایک شخص پیدا ہوا جس کا نام مرزا غلام

قادیانی تھا۔ بقول اسکے اسکا باپ بھی اسلام کا غدار تھا۔ چنانچہ اُس نے ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی میں مسلمانوں کا ساتھ دینے پر

اپنے بدلیسی آقاؤں کی غلامی کو ترجیح دی اُس کا بڑا بھائی دینا گھر کا تھانیدار تھا۔ اور یہ خود غدار ہی میں سب سے آگے نکل گیا یعنی

انگریزوں سے سودا بازی کر کے نبوت کا مدعی بن بیٹھا۔ انگریز مسلمانوں کے نظریہ جہاد سے بہت خطرہ محسوس کرتے تھے انھوں

نے پہلے چند ملاؤں کو خریداجن کے ذریعے جہاد کے ختم ہونے کا فتویٰ لیا۔ اس طرح مثلاً تو بدنام ہو گئے اور جو انگریز کا اصل

مقصد تھا وہ پورا نہ ہوا۔ انھوں نے سوچا جو حکم وحی کے ذریعے نافذ ہوا ہے صرف فتویٰ سے نہیں روکا جاسکتا لہذا ایک جدید نبوت

کا سہارا ضروری ہے۔ اس سلسلے میں انھوں نے کئی ضمیر فروشوں سے رابطے کیے اور باقاعدہ اُن سے سیالکوٹ کے ڈی سی آفس

میں انٹرویو لیے۔ آخر کار انھیں مرزا قادیانی پسند آ گیا جو گویا اُس دور کا سب سے بڑا ملحد، دین فروش، جھوٹا، مفسد اور کمینہ

کا ذب تھا۔ ظاہر ہے اُس نے ہر شرط پوری کر دی اور باقاعدہ طور پر انگریزوں کی وحی قبول کرنے پر تیار ہو گیا۔ سچ فرمایا سچے اللہ

نے سچے قرآن میں!

أُولَئِكَ يُسْجَدُونَ لِكُلِّ دَابَّةٍ جَ وَإِنَّ الشَّيَاطِينَ

لَيَكُونُونَ لَهُمُ الْكِبَادُ (سورۃ النعام آیت ۱۲۱)

اور بے شک شیطان ضرور اپنے دوستوں کی

طرف وحی کرتے ہیں تاکہ تم سے جھگڑیں۔

مرزا قادیانی کچھ عرصہ سیالکوٹ کینٹ کی مسجد مبارک میں بھی زیر تعلیم رہا تھا۔ سنا ہے کہ اُس کے استاد اپنی فراست

مومنانہ سے دیکھ کر کہا کرتے تھے کہ مرزا ملحد و مرتد ہوگا۔ اس بد نصیب کو بجائے اسکے کہ اپنی دین فروش اور ضمیر فروش پر کوئی

خلش محسوس ہوتی اپنے آپ کو انگریزوں کا خود کاشتہ پودا کہنے پر فخر کرتا رہا۔ دیکھیے ذرا اسکا حال۔ باپ غدار، بھائی انگریزوں کا

تھانیدار اور خود انگریزوں کا خود کاشتہ پودا اور وہ بھی خار دار۔ ایک عرصے تک انگریزوں کے نان و نمک پر گزارا کر کے بڑی

ذلت سے آخر بیت الخلا میں مر گیا اور جس ریل گاڑی کو خرد جال کہتا تھا اس میں لاہور سے قادیان لا کر دفن کیا گیا۔ مگر جس

اولاد کو پیچھے چھوڑ گیا اور جس اُمت کی تربیت کر گیا اسکی غداری میں کوئی فرق نہیں آیا۔ بلکہ گردش روزگار کے ساتھ ساتھ جہاں بھی اسے اسلام اور مسلمانوں کو نقصان پہنچانے کا موقع ملا اُس نے پہنچایا۔ سچ کہا کسی شاعر نے!

سگِ دنیا پس از مردن بھی دامگیر دنیا ہو کہ اس کتے کی مٹی سے بھی کتا گھاس پیدا ہو

پاکستان کی تحریک چلی تو ان کا قبلہ لندن ہی رہا اور انھوں نے مسلمانوں کی بڑھ چڑھ کر مخالفت کی۔ پاکستان کا قیام قریب آیا تو انھوں نے علاقہ قادیان کو الگ یونٹ بنوانے کے لیے گوردا سپور کو اقلیت میں بدل دیا اور پٹھانکوٹ سے کشمیر کا راستہ بھارت کو دے دیا۔ پاکستان بن گیا، قادیانی ادھر آ گئے مگر کیوں؟ شر و فساد کے لیے۔ آج بھی انکی سوچ تبدیل نہیں ہوئی۔ مرزا بشیر الدین محمود کو روہ میں امانتاً دفن کیا گیا ہے اور اسکی وصیت ہے کہ اسے قادیان دفن کیا جائے۔

پاکستان کے عظیم بانی حضرت قائد اعظم رحمۃ اللہ علیہ بیماری میں مبتلا رہ کر ۱۹۴۸ء میں رانی ملک بھا ہو گئے۔ چودھری ظفر اللہ خان قادیانی جسے وزیر اعظم لیاقت علی خان نے کسی مخصوص مجبوری کی بنا پر وزارت خارجہ کا قلمدان سونپا تھا نے حضرت قائد اعظم کا جنازہ پڑھنے سے انکار کر دیا تھا۔ ۱۷، ۱۸، ۱۹ مئی ۱۹۵۲ء کو قادیانیوں نے جہانگیر پارک کراچی میں اپنے سالانہ جلسے کا اہتمام کیا اور ظفر اللہ قادیانی کا خصوصی خطاب ”اسلام زندہ مذہب ہے“ کے عنوان سے رکھا۔ اس وقت کے وزیر اعظم خواجہ ناظم الدین نے عوامی دباؤ پر ظفر اللہ کو خطاب کرنے سے روکا تو اس نے جواب دیا۔ وزارت سے استعفیٰ دے سکتا ہوں مگر مذہبی پیشوا کے حکم کی خلاف ورزی نہیں کر سکتا۔ چنانچہ اس نے شرکت کی، خطاب کیا اور اصل اسلام کو مردہ اور قادیانیت کو زندہ اسلام ثابت کرنے کی کوشش کی۔ (جسٹ منیر اعوانی رپورٹ ص ۷۷)

تمام ملک میں شورش برپا ہوئی اور مجلس عمل تحفظ ختم نبوت قائم ہوئی جس کے اولین مرکزی صدر غازی کشمیر حضرت علامہ ابوالحسنات رحمۃ اللہ علیہ تھے۔ وہ حالات کو پرسکون دیکھنے کیلئے علماء کا ایک وفد لے کر وزیر اعظم (خواجہ ناظم الدین) کے پاس گئے اور اُسے سمجھایا کہ حالات قابو سے باہر ہو رہے ہیں۔ ظفر اللہ خان قادیانی کو فی الفور کاہنہ سے نکال دیا جائے۔ ویسے بھی یہ باہر جا کر اسلام کی نہیں قادیانیت کی تبلیغ کرتا ہے اور اسلام دشمنوں کا ایجنٹ ہے۔ وزیر اعظم نے جواب دیا!

”آپ مطالبہ تو کر رہے ہیں کہ سر ظفر اللہ خان کو علیحدہ کر دیا جائے مگر آپ اس مشکل کا

اندازہ نہیں کر سکتے کہ اگر ہم سر ظفر اللہ خان کو علیحدہ کر دیتے ہیں تو ہمارے کتنے کام بگڑ

جائیں گے اور ہم کن مشکلات میں پھنس جائیں گے۔“

علامہ ابوالحسنات جلال میں آ کر فرمانے لگے!

”خواجہ صاحب ہم تو اللہ کے نیک بندے سے ملنے اور اپنی گزارشات عرض کرنے آئے

تھے ہمیں معلوم نہ تھا کہ ہم سر ظفر اللہ خان کے بندے سے ملاقات کر رہے ہیں“

بہر حال تحریک چلی مسلمانوں نے قربانیاں دیں، وزارت عظمیٰ پر خواجہ ناظم الدین رہا اور نہ وزارت علیا پر ممتاز دولتانہ۔ ہاں شیعہ رسالت کے بزرگوں نے جانوں کے نذرانے دے کر یا قید و بند کی صعوبتیں برداشت کر کے اپنے عشق کا لوہا منوالیا اور ایک عرصے تک ایوانِ اقتدار پر جاں نثارانِ عظمت رسول ﷺ کی ہیبت چھائی رہی۔

ذوالفقار علی بھٹو کی وزارت عظمیٰ کے دوران مرزائیوں کے حوصلے پھر بلند ہو گئے انھیں خیال تھا کہ بھٹو اسلام کے بارے میں آزاد منہس سا آدمی ہے۔ لہذا انھوں نے ربوہ ریلوے اسٹیشن پر چند نو جوانوں پر جو ایک سیاحتی دورے سے واپس آ رہے تھے۔ مسلح حملہ کر دیا۔ چنانچہ پھر شورشِ اشھی اور آخر کار بھٹو حکومت نے عوامی دباؤ اور پارلیمنٹ کے متفقہ فیصلے سے قادیانیوں کو اقلیت قرار دے دیا۔ چنانچہ ۲۷ ستمبر ۱۹۷۷ء سے یہ آئینی طور پر بھی غیر مسلم ہیں۔ یعنی قادیانی بھی اور لاہوری پارٹی والے بھی جو مرزا کو نبی کی بجائے مجدد مانتے ہیں۔

چونکہ قادیانی اپنے آغاز ہی سے شرانگیز اور فطرت کے اعتبار سے مفسد ہیں، اس لیے کھل کر یا چھپ کر انکی مفسدانہ کاروائیاں جاری ہی رہیں۔ حتیٰ کہ قانون کو پھر ایک بار انگڑائی لینی پڑی اور ملت کی بیداری سے متاثر ہو کر جناب جنرل ضیاء الحق نے ۱۹۸۴ء امتناعِ قادیانیت آرڈیننس نافذ کر دیا جس کی رو سے مرزائی اپنی عبادت گاہوں کو مسجد کہہ سکتے ہیں نہ اُمہات المؤمنین اور صحابہ کرام جیسی اصطلاحات اپنے مرزا قادیانی کے متعلقین کیلئے استعمال کر سکتے ہیں، نیز اپنے جھوٹے مذہب کی تبلیغ بھی نہیں کر سکتے۔ حتیٰ کہ کانوں پر کلہ شریف یا کوئی آیت وغیرہ بھی نہیں لکھ سکتے۔

آرڈیننس تو یہی ہے اور نافذ بھی ہے مگر حکومتوں کے معاملات تقریباً اسی قسم کے ہیں جیسے خواجہ ناظم الدین نے بیان کیے تھے۔ چنانچہ قادیانی لوگوں نے عموماً اپنی شرارتوں میں کوئی کمی نہیں کی۔ سب سے زیادہ دکھ کی بات یہ ہے کہ انھیں فوج جیسے حساس ادارے سے بھی نکالا نہیں گیا بلکہ مدتوں تک ایٹمی توانائی کا گویا دارالہمام وہ نا پاک شخص رہا جو جنوبی قسم کا قادیانی تھا اور جسے نوٹل پرائز بھی اُس کی قادیانیت کی وجہ سے اسلام کے بدترین دشمنوں یعنی یہودیوں نے دیا تھا۔ وہ پاکستان کے خلاف جاسوسی کرتا تھا اور یوں اُس نے وطن عزیز کو حد درجہ نقصان پہنچانے کی کوشش بھی کی۔

حقیقت یہ ہے کہ اس وقت تقریباً تمام عالم کفر اسلام کو عموماً اور پاکستان کو خصوصاً صفحہ ہستی سے مٹانے کے درپے ہے۔ اسلام دشمنوں کا سب سے بڑا سرغنہ امریکہ ہے اور اسرائیلی ریاست گویا اس کی ناز پر درودہ سدھائی ہوئی کتیا ہے۔ انجمن اقوام متحدہ ایک فاحش عورت ہے جو امریکہ کے اشارے پر ناچ رہی ہے۔ امریکہ خود سب سے بڑا دہشت گرد ہے مگر دھونس دھاندلی سے جس کو چاہتا ہے دہشت گرد قرار دے دیتا ہے۔ اُس کی متعصبانہ فطرت کسی نہ کسی مسلمان کو اپنی دہشت گردی کا نشانہ بنائے رکھتی ہے۔ ہمارا جرمِ ضعیفی دیکھیے ہم کھل کے اپنے دشمن کو بھی دشمن نہیں کہہ سکتے۔ وہ ہم پر اور ظلم کرتا ہے۔ ہم اُسے مہربان کہتے ہیں۔ وہ ہمیں مارنے کی تیاری کرتا ہے ہم اُسے بھی اس کا انداز معشوقانہ سمجھتے ہیں۔ ہمارے ہاں دونوں حزب

اقتدار اور حزب اختلاف امریکہ کو اپنا حاجت روا سمجھتے ہیں اور اس کے ہلکے سے تبسم کو اپنی کامیابی کی علامت سمجھتے ہیں لہذا اُسے کسی قیمت پر بھی ناراض نہیں کرنا چاہتے۔ ہم تو ہم ہیں ہم سے زیادہ اُسے حرم کے پاسبانوں نے سرچڑھا رکھا ہے۔ وہ اسلام دشمنی کی وجہ سے یہود کی طرح قادیانیت کی پرورش بھی کرتا ہے۔ امریکی دباؤ کے تحت ہم نے قادیانیوں کو کھلی چھٹی دے رکھی ہے۔ وہ ملکی قوانین کی دھجیاں اڑائیں یا آئین پاکستان کی بھجرتی کریں ہم انھیں کچھ نہیں کہہ سکتے۔ وہ ہمارے ایٹمی پروگرام کے خلاف پروپیگنڈا کریں ہمارے راز دشمنوں تک پہنچائیں وطن عزیز میں اپنا لٹریچر پھیلائیں ہمارے دین کے خلاف ہرزہ سرائی کریں ہم اس لیے کچھ نہیں کہہ سکتے کہ وہ امریکہ کے منظور نظر ہیں۔ مرزائی یورپ افریقہ امریکہ اور دوسرے براعظموں میں ہی نہیں مسلمان ملکوں میں بھی بیسیوں مشعوں کے ذریعے قرآن پاک کے غلط ترجمے اور اسلام کا معاذ اللہ قادیانی ایڈیشن عام کر رہے ہیں اور خود وطن پاک بھی انکے مکروہ منصوبوں کی زد میں ہے کیوں؟ اس لیے کہ ہم بیدار ہوں اور اتحاد و تنظیم سے دشمنوں کی سازشوں کا جواب دیں۔

☆☆☆☆

☆☆☆☆

☆☆☆☆



حضور علیہ السلام کی رسالت ختم نبوت پر انبیاء علیہ السلام کی مستند شہادتیں

سید منور علی شاہ بخاری قادری

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بشارت:

توراة کی کتاب استثناء باب ۱۸ آیت ۱۵-۱۹ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام فرماتے ہیں!

”خداوند تیرا خدا تیرے لیے تیرے ہی درمیان سے تیرے بھائیوں میں سے میرے مانند ایک نبی مبعوث کرے گا تم اس کی طرف کان لگانا اور خداوند نے مجھے کہا کہ انھوں نے جو کچھ کہا سو خوب کہا میں ان کے لیے ان کے بھائیوں سے تجھ سا ایک نبی اٹھاؤں گا اور اپنا کلام اس کے منہ میں ڈالوں گا اور جو کچھ میں اسے حکم دوں گا وہ سب ان سے بیان کرے گا اور ایسا ہوگا کہ جو کوئی میرے کلام کو جو وہ میرے نام سے بیان کرے گا نہ سنے گا تو میں اس کا حساب اس سے لوں گا۔“

اس بشارت کے مخاطب بنی اسرائیل ہیں یہ بات علم الانساب سے ثابت ہے کہ بنی اسرائیل کے بھائی بنی اسماعیل کے سوا اور کسی نسل کے لوگ نہیں ہیں اس بشارت کے مصداق حضور پاک علیہ السلام ہی ہیں پھر جس نبی کی بشارت حضرت موسیٰ علیہ السلام دے رہے ہیں اس کے متعلق فرماتے ہیں کہ وہ میرے مانند ہوگا اور تاریخ عالم میں صرف حضرت محمد ﷺ ہی ایک نبی ہیں جن کی زبان سے مثیل موسیٰ ہونے کا دعویٰ نکلا ہے۔

اللہ تعالیٰ قرآن مجید فرقان حمید میں فرماتا ہے!

إِنَّا أَرْسَلْنَا إِلَيْكَ رَسُولًا ۖ شَاهِدًا عَلَيْكُمْ كَمَا أَرْسَلْنَا إِلَىٰ فِرْعَوْنَ رَسُولًا (سورۃ المزمل آیت ۱۵ پارہ ۲۹) ترجمہ کنز الایمان: بے شک ہم نے تمہاری طرف ایک رسول بھیجے تم پر حاضر ناظر ہیں جیسے ہم نے فرعون کی طرف رسول بھیجے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے علاوہ انبیاء بنی اسرائیل میں سے کسی نبی نے اشارۃً بھی اس کا دعویٰ نہیں کیا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دوسری بشارت:

اسی کتاب استثناء کے باب میں حضرت موسیٰ علیہ السلام فرماتے ہیں!

”خداوند سینا سے آیا اور ان پر سعید سے طلوع ہوا وہ کوہ فاران سے جلوہ گر ہوا وہ دس ہزار قدسیوں کے ساتھ آیا اور اس کے داہنے ہاتھ پر ان کے لیے ایک آتشین شریعت تھی۔“

حضرت حقوق نبی علیہ السلام کی بشارت:

حضرت حقوق نبی جن کا صحیفہ بائبل کے عہد حقیق میں شامل ہے اس طرح بشارت دیتے ہیں!

”خدا تھان سے آیا اور وہ جو قدس ہے کوہ فاران سے ظاہر ہوا اس کے جلال نے آسمانوں کو ڈھانپ لیا اور اس کی حمد سے زمین محمور ہو گئی اسکی تجلی نور کے مانند تھی اس کے ہاتھ سے کرنیں نکلیں اور وہاں اس کی قدرت مستور تھی وہ کھڑا ہوا اور اس نے زمین کو کپکپا دیا۔ اس نے نگاہ کی اور قوموں کو لرزادیا۔ قدیم پہاڑ ریزہ ریزہ ہو گئے اور پرانی پہاڑیاں اس کے آگے دھنس گئیں۔“ (باب ۳ آیت ۶-۳)

ان دو پٹھن گوئیوں میں آنحضرت ﷺ کے مقام ظہور کی صاف تصریح کر دی گئی ہے جس میں کسی کو شک و شبہ کی گنجائش نہیں ہے۔

حضرت یحییٰ علیہ السلام کی گواہی:

حضرت یحییٰ علیہ السلام جب مبعوث ہوئے تو یہودیوں نے یروشلیم سے کانہوں کو یہ تحقیق کرنے کے لیے بھیجا کہ یہ کون سے نبی ہیں؟ ان کی اس ملاقات اور حضرت یحییٰ علیہ السلام کے جواب کی کیفیت یوحنا کی انجیل باب اول آیت ۱۹-۲۷ میں اس طرح بیان کی گئی ہے!

”جب یہودیوں نے یروشلیم سے کانہن یہ پوچھنے کو بھیجے کہ تو کون ہے؟ تو اس نے اقرار کیا اور انکار نہ کیا بلکہ اقرار کیا کہ میں مسیح نہیں ہوں۔ انھوں نے پوچھا کہ پھر تو کون ہے؟ کیا الیاس ہے؟ اُس نے کہا کہ میں الیاس نہیں ہوں پھر کیا تو وہ نبی ہے؟ اس نے جواب دیا کہ نہیں پس انھوں نے اس سے کہا کہ پھر تو کون ہے؟ تاکہ ہم اپنے بھیجنے والوں کو جواب دیں۔ تو اپنے حق میں کیا کہتا ہے؟ اس نے کہا کہ میں جیسا کہ یسعیاہ نبی نے کہا ہے بیابان میں ایک پکارنے والے کی آواز ہوں کہ تم خداوند کی راہ کو سیدھا کرو۔ یہ لوگ فریسیوں کی طرف سے بھیجے گئے تھے۔ انھوں نے اس سے سوال کیا کہ اگر تو نہ مسیح ہے نہ الیاس ہے اور نہ وہ نبی ہے تو پھر ہتھمہ کیوں دیتا ہے؟ زمانہ گذشتہ کی بشارتوں کے بنا پر یہودی تین نبیوں کی آمد کے منتظر تھے ایک حضرت الیاس علیہ السلام دوسرے حضرت مسیح علیہ السلام اور تیسرے وہ نبی۔“

بائبل کے تمام مفسرین تسلیم کرتے ہیں کہ یہاں وہ نبی سے اس بشارت کی طرف اشارہ کیا گیا ہے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کتاب استثناء باب ۱۸ میں کہی ہے اور اس سے یہ صاف ظاہر ہوتا ہے کہ وہ نبی حضرت الیاس اور حضرت مسیح علیہم السلام کے علاوہ ایک تیسرے نبی تھے اور وہ تیسری حقیقت خطرہ جس کو وہ نبی سے تعبیر کیا گیا ہے ذات محمدی کے سوا اور کوئی نہ

تھی۔

حضرت مسیح علیہ السلام کی بشارتیں:

پہلی بشارت:

مکی کا انجیل باب ۲۱ آیت ۳۳-۳۶ میں کاہنوں کے سردار حضرت مسیح علیہ السلام کی ایک گفتگو نقل کی گئی ہے جس میں تمام انبیاء کی بعثت خود اپنی بعثت اور جناب حضور خاتم الانبیاء ﷺ کی بعثت کو مثیل کے پیرایہ میں نہایت لطیف طریقہ سے بیان کیا گیا ہے!

”ایک گھر کا مالک تھا جس نے انگوروں کا باغ لگایا اور اسکے چاروں طرف احاطہ گھیرا اور اس میں حوض کھودا اور برج بنایا اور اسے باغبان کو ٹھیکہ پر دیکر پر دلس چلا گیا جب پھل کا موسم قریب آیا تو اس نے اپنے نوکروں کو پکڑ کر کسی کو چٹا کسی کو قتل کیا اور کسی کو سنگسار کیا۔ پھر اس نے اور نوکروں کو بھیجا جو پہلے نوکروں سے زیادہ تھے۔ مگر باغبانوں نے اُنکے ساتھ بھی وہی سلوک کیا آخر اُس نے اپنے بیٹے کو اُن کے پاس یہ کہہ کر بھیجا کہ وہ میرے بیٹے کا تو لحاظ کریں گے جب باغبانوں نے بیٹے کو دیکھا تو آپس میں کہا وارث تو یہی ہے اُو سے قتل کر کے اسکی میراث پر قبضہ کر لیں۔ چنانچہ اسے پکڑ کر باغ سے باہر نکالا اور قتل کر دیا۔ جب باغ کا مالک آئے گا تو ان باغبانوں کیساتھ کیا کرے گا؟ کاہنوں نے کہا! کہ وہ ان بُرے آدمیوں کو بری طرح ہلاک کرے گا اور باغ کا ٹھیکہ اور باغبانوں کو دیکھا جو موسم پر اس کو پھل دیں گے۔ یسوع نے ان سے کہا۔ کیا تم نے کتاب مقدس میں کچھ نہیں پڑھا کہ جس پتھر کو مزاروں نے رو کیا وہی کونہ کے سرے کا پتھر ہو گیا۔ یہ خداوند کی طرف سے ہوا اور ہماری نظر میں عجیب ہے پس میں تم سے کہتا ہوں کہ خدا کی بادشاہت تم سے لی جائے گی اور اس قوم کو جو اس کے پھل لانے دی جائے گی۔ جو کوئی اس پتھر پر گرے گا اسکے ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں گے مگر جس کسی پر وہ گرے گا اسے پیس ڈالے گا۔“

اس تمثیل سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ نوکروں سے مراد وہ انبیاء علیہ السلام ہیں جو ابتداء آفرینش سے مبعوث ہوتے رہے ہیں۔ بیٹے سے مراد خود حضرت مسیح علیہ السلام ہیں جن کے لیے انجیل میں یہ لفظ مخصوص اصطلاحی لفظ کے طور پر استعمال ہوا ہے۔ اب رہا باغ کا مالک جس کے لحد میں آنے کا ذکر کیا گیا ہے تو وہ آنحضرت ﷺ ہیں اسکے سوا کوئی اور نہیں ہے۔

اور یہ واقعہ ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام کے مجھ خدا کی بادشاہت بنی اسرائیل سے چھینی گئی اور اس زبردست قوم کو عطا ہوئی جسکا نام امت مسلمہ ہے۔ جس نے باغ کی باغبانی بہترین طریقہ پر کی جس کے پتھر پر گرنے والا پاش پاش ہو گیا اور ہر چیز جس پر وہ گرا آخر کار سرمہ کی طرح پس کر رہ گیا۔

دوسری بشارت:

یوحنا باب ۱۲ آیت ۱۵-۱۷ میں زیادہ وضاحت کے ساتھ ظہور قدسی کی پیشین گوئی کی گئی ہے جناب مسیح علیہ السلام

اپنی قوم کو مخاطب کر کے کہتے ہیں!

”اگر تم مجھ سے محبت رکھتے ہو تو میرے احکام پر عمل کرو گے اور میں باپ سے درخواست کروں گا تو وہ تمہیں دوسرا وکیل بخشے گا کہ اب تک تمہارے ساتھ رہے یعنی حق کی روح جسے دنیا حاصل نہیں کر سکتی کیونکہ نہ اسے دیکھتی ہے اور نہ جانتی ہے۔“

یہاں لفظ وکیل یونانی فارقلیط کا ترجمہ ہے جسے انگریزی میں advocate اور comperter کے الفاظ سے داد کرتے ہیں اردو کی انجیلوں میں اس کو وکیل شفیع اور تسلی دینے والا کے الفاظ میں بیان کیا گیا ہے اس بشارت میں صرف ایک دوسرے نبی کے آنے کی پیش گوئی ہی نہیں کی گئی ہے بلکہ یہ بھی بتا دیا گیا ہے کہ اس آنے والے نبی پر نبوت ختم ہو جائے گی۔ اور اسکی شریعت ایک دائمی شریعت ہوگی کیونکہ وہ ابد تک تمہارے ساتھ رہے گا۔

تیسری بشارت:

یوحنا باب ۱۴ آیت ۲۵-۱۳ میں خاتم النبیین ﷺ کی آمد کا ان الفاظ اعلان کیا گیا ہے!

”میں نے یہ باتیں تمہارے ساتھ رہ کر تم سے کہیں لیکن وکیل جو روح القدس ہے جسے باپ میرے نام سے بھیجے گا۔ وہی تمہیں سب باتیں سکھائے گا اور جو کچھ میں تم سے کہا ہے وہ سب تمہیں یاد دلانے گا اس کے بعد میں تم سے بہت سی باتیں نہ کروں گا کیونکہ دنیا کا سردار آتا ہے اور میرے پاس اس کا کچھ نہیں ہے۔“

اس بشارت میں حضرت مسیح علیہ السلام نے تین باتوں کی تصریح کی ہے!

(۱) فارقلیط کو حضرت مسیح علیہ السلام پر فضیلت حاصل ہے اور مسیح علیہ السلام کے پاس اس کا کچھ حصہ نہیں ہے۔

(۲) فارقلیط تمام عالم کا سردار ہوگا

(۳) جس شریعت کو حضرت مسیح علیہ السلام غیر مکمل چھوڑ گئے اسے فارقلیط مکمل کرے گا ظاہر ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام کے بعد رسول اللہ ﷺ کے سوا کوئی نبی پیدا نہیں ہوگا۔

چوتھی بشارت:

یوحنا باب ۱۵ آیت ۲۵ میں حضرت مسیح علیہ السلام کا یہ قول نقل کیا گیا ہے یہ اس لیے ہوا کہ وہ قول پورا ہو جو انکی شریعت میں آیا ہے کہ انھوں نے مجھ سے بے سبب عداوت کی لیکن جب وہ وکیل آئے گا جس کو میں تمہارے پاس باپ کی طرف سے بھیجوں گا یعنی روح حق جو باپ کی طرف سے نکلتی ہے تو وہ میری گواہی دے گا۔“

اس بشارت میں صاف کہا گیا ہے کہ خود حضرت مسیح علیہ السلام کی قوم نے ان کی تکذیب کی مگر آنے والا وکیل یا فارقلیط ان کی تصدیق کرے گا اور اس حقیقت پر قرآن مجید شاہد ہے کہ بنی اسرائیل کے مقابلہ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی جیسی تصدیق اور

ان کی رسالت پر جیسی گواہی صاحب قرآن ﷺ نے دی ہے ویسی آج تک کسی نے نہیں دی۔ وہ آپ علیہ السلام ہی تھے جنہوں نے سیدہ مریم علیہا السلام سے ایک کریمہ الزام کو دور کیا۔ وہ آپ ﷺ ہی تھے جنہوں نے حضرت مسیح علیہ السلام کی صداقت کا اعلان کیا۔ وہ آپ علیہ السلام ہی تھے جنہوں نے حضرت مسیح علیہ السلام کے تمام۔۔۔ اور انکے لائے ہوئے سارے۔۔۔ کو تسلیم کیا اور ان کو الوہیت کے اہتمام سے پاک کر کے انھیں اللہ کے ایک جلیل القدر نبی کی حیثیت میں پیش کیا۔ پس حضرت مسیح علیہ السلام کی اس بشارت کا مصداق آپ علیہ السلام کے سوا اور کوئی نہیں ہو سکتا۔

پانچویں بشارت:

یوحنا کے باب ۱۶ آیت ۷-۱۴ میں حضرت مسیح علیہ السلام نے نہایت صراحت کیساتھ بعثت سید المرسلین ﷺ کی پیشین گوئی کی ہے فرماتے ہیں!

”لیکن میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ میرا جانا ہی تمہارے لیے فائدہ مند ہے کیونکہ اگر میں نہ جاؤں تو وہ وکیل (فارقلیط) تمہارے پاس نہ آئے گا لیکن اگر جاؤں گا تو اس کو تمہارے پاس بھیج دوں گا۔ مجھے تم سے اور بھی بہت سی باتیں کہنی ہیں مگر اب تم ان کی برداشت نہیں کر سکتے لیکن جب وہ یعنی حق کی روح آئے گی تو تمہیں حق کی راہ دکھائے گی ایسے کہ وہ اپنی طرف سے کچھ نہ کہے گی بلکہ جو کچھ سنے گی اور تمہیں آئندہ کی خبریں دے گی (یعنی غیب کی خبریں دے گی جس پر قرآن کی آیتیں اور حدیثیں شاہد ہیں الحمد للہ) اور میرا جلال ظاہر کرے گی۔“

اس بشارت میں سیدنا مسیح علیہ السلام نے صاف صاف فرمادیا ہے کہ ان کی بعثت کے وقت دنیا اس قابل نہیں ہوئی تھی کہ ایک مکمل اور دائمی شریعت کو برداشت کر سکتی ایسے اللہ تعالیٰ نے انکو اٹھالیا اور تکمیل دین الہی کا کام اس روح حق کے لیے اٹھارکھا جو بعد میں آنے والی تھی حق کی راہ دکھانے کا وہی مفہوم ہے جو قرآن مجید ”الْيَوْمَ اكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَتَمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَرَضِيتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِينًا“ سے ظاہر ہے۔ حضرت مسیح علیہ السلام کے ارشاد میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ وہ اپنی طرف سے کچھ نہ کہے گی بلکہ جو کچھ سنے گی وہی کہے گی جیسا کہ قرآن مجید میں بھی ظاہر ہے!

”مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَمَا غَوَىٰ ۚ وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ ۚ إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَىٰ ۚ“ (سورۃ النجم ۲: ۴) ترجمہ: تمہارے صاحب نہ بھٹکے نہ بے راہ چلے اور وہ کوئی بات اپنی خواہش سے نہیں کرتے وہ تو نہیں مگر وحی جو انہیں کی جاتی ہے۔

یہ ہمارے پیارے اور آخری نبی حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی صداقت پر ایسی صریح شہادت ہے جس سے زیادہ صریح شہادت ملنی ناممکن ہے۔

قارئین کرام!

مختصر یہ کہ جن حضرات کو اس سے زیادہ مواد کی ضرورت ہو وہ پیر محمد کرم شاہ صاحب کی لکھی ہوئی سیرت النبی ﷺ پر کتاب سات جلدوں میں بنام ضیاء النبی ﷺ ج اول ص ۳۹۶ عنوان حضور ﷺ کا ذکر خیر تورات و انجیل میں ملاحظہ فرمائیں۔

☆☆☆☆

☆☆☆☆

☆☆☆☆



چور مچائے شور

علامہ نسیم احمد صدیقی نوری

دو مختلف نظریات وضوابط کی حامل ریاستوں کی کشمکش جب ایک دوسرے کو دلائل سے زیر نہ کر سکے تو سرد جنگ کی صورت پیدا ہو گئی تو ایک شاطر گروہ نے سازشوں کے جال بننے شروع کئے۔ مخالف سردار کی ریاست میں نقب لگانے کیلئے شاطر سردار نے اپنے کمانڈرز سے کام لیا، لیکن کمانڈر وائیکشن ناکام ہو گیا کیونکہ مخالف سردار کی سپاہ چوکی اور مستعد تھی، بیرونی حملہ آوروں پر گہری نظر تھی، فیصل شہر کے اطراف و جوانب پر محافظوں کا دستہ چاق و چوبند رہتا تھا۔ شاطر سردار نے مسلسل اور برہمبارس کوشش کی کہ کسی صورت شہر کا حصار توڑنے میں کامیاب ہو جائے لیکن وہ اپنے مذموم ارادوں کو رو بہ عمل نہ لاسکا۔ تھک ہار کر اس نے کمانڈر وادرا افواج کو بالائے طاق رکھ کر اپنی قوم کے ذہین و فطین افراد سے میٹنگ کی، اور اپنے ارادوں سے انھیں آگاہ کر کے ان سے تجاویز طلب کیں۔ قوم کے دانشوروں نے مشورہ دیا کہ شہر کی فیصل کا حصار باہر سے توڑنے کے بجائے اندر سے توڑا جائے۔ شاطر سردار نے اپنی قوم کے مہاشاطروں سے اس تجویز کی وضاحت چاہی کہ "حصار شہر" کو اندر سے کیسے توڑا جائے گا؟ تو ایک فطین بولا: "میرے سردار! آپ اپنے کمانڈر و فیصل کے دروازے سے اندر داخل کیجئے۔" سردار نے کہا: "یہ ممکن نہیں اس لئے کہ وہ پہچان لئے جائیں گے۔" فطین بولا: "انہی کا بہروپ اختیار کر کے ایسا ممکن ہے۔" چنانچہ شاطر سردار نے اجلاس میں اس تجویز پر استصواب رائے طلب کیا، تمام شرکاء اجلاس نے اتفاق کیا۔ جب سب نے تائید کر دی تو شاطر سردار نے اپنی افواج اور کمانڈرز کا اجلاس بلا کر انھیں عملدرآمد کیلئے کہا۔ میک اپ اور گیٹ اب کے ماہرین نے کمانڈرز کے چہروں، بٹنوں اور لمبوسات کو بدل کر رکھ دیا۔ کمانڈر و دشمن پر روانہ ہوئے۔ "فیصل شہر" کے دروازے پر پہنچے تو دیکھا، باشندگان شہر دروازے سے آ رہے ہیں اور جارہے ہیں، کوئی شناخت یا علامت طلب نہیں کی جاتی، لہذا آسانی یہ کمانڈر و بھی شہر میں داخل ہو گئے اور پہچان لئے جانے کے اندیشے تو لاحق تھے لہذا اپنے شاطر سردار کے عزائم کی تکمیل کیلئے منصوبہ بندی کرنے کے پیش نظر شہری میں روپوش ہو گئے۔

بہروپے پکڑے گئے:-

یہ روپوشی اور گوشہ نشینی انھیں بے نقاب ہونے سے بچانہ سکی۔ چنانچہ گرفتار ہو گئے۔ اہلیان شہر دشمنوں کی شہر میں موجودگی اور گرفتاری سے سراپمہ تو ہوئے لیکن پہلے سے زیادہ متحد و مضبوط اور مربوط ہو گئے۔ دوسری جانب شاطر سردار کو جب اپنے

کمانڈر کی کوئی خیر خبر نہ مل سکی تو وہ سمجھ گیا کہ میرا منصوبہ ناکام ہو گیا۔ اس خفت پر بہت زیادہ جھنجھلا گیا اور اپنے فطین مشیروں کا اجلاس طلب کر لیا۔ اجلاس میں ناکامی کے اسباب پر غور و خوض ہوا، اور نتیجہ یہ سامنے آیا کہ مخالفین ہمارے کمانڈر کو چہروں اور لباس کے گیٹ اپ کے باوجود اس لئے پہچان گئے کہ جداگانہ طرز معاشرت نے انھیں بے نقاب کر دیا۔ اب کیا کیا جائے؟ اس ایجنڈا پر سنجیدگی سے غور و فکر شروع ہوا۔

خدا روں کی تلاش:-

شرکاء اجلاس میں شامل ایک نہایت معمر اور نہایت زیرک و چالاک مکروہ شکل و صورت کے حامل مشیر نے کہا: "ہمیں اپنے سراغ رساؤں اور جاسوسوں کے ذریعے دشمنوں کے ایسے افراد پر نظر رکھنے کی ضرورت ہے جو متاع دنیا کے لالچ میں اپنی وفاداریوں کا سودا ہم سے کرنے پر آمادہ و تیار ہوں۔ ہم ان کے جسموں کا سودا نہیں کریں گے بلکہ ان کے نظریات کا سودا کریں گے۔ ہم ان کے نظریات اپنے پاس گروہی رکھیں گے اور انھیں اپنے نظریات دیں گے یہ لوگ اپنی طور پر ہمارے غلام ہو گئے مگر اپنی قوم میں انہی کی طرز معاشرت اور بود و باش کے باعث کبھی دشمن نہیں سمجھے جائیں گے منافق بن کر یہ لوگ ہماری مکاریوں اور ریشہ دوانیوں سے اپنی قوم کے نظریات کی فحش پر نقب لگانے میں جب کامیاب ہو گئے تو پھر شہر کی فصیلیں خود ہی کمزور ہو جائیں گی اور دشمن کی ریاست ہمارے قبضہ میں آ جائے گی" اس بڑھے فطین کی تجویز سے سب نے اتفاق کیا۔ چنانچہ جاسوسوں اور سراغ رساؤں کی ٹیم تشکیل دی گئی اور اسی بڑھے کو ٹیم کا سربراہ بنادیا گیا۔ جسکی ریشہ دوانیوں اور فریب کاریوں کے نتیجے میں دشمنوں کی متحدہ صفیں منتشر اور پریشان ہو گئیں۔ اگرچہ پچھلے حملوں کو انھوں نے اپنے اتحاد سے ناکام بنایا تھا۔ جب دشمن ان کے درمیان آیا تو اسے اس لئے پہچان گئے تھے کہ وہ بہروپ بھر کر آیا تھا مگر اس کی نشست و برخاست، تہذیب و ثقافت اور طرز معاشرت معاندانہ تھی۔ مگر اب وہ منافقانہ حملوں کے سامنے بے بس ہو گئے اور شکست سے اس لئے دوچار ہوئے کہ دشمن کو نہ پہچان سکے۔ کیونکہ وہ صرف روپ یا لباس ہی میں مشابہ نہ تھا بلکہ حسب و نسب، تہذیب و ادب، معتقدات و معمولات اور کردار و اطوار سب میں ہم شکل، ہم سایہ، ہم زاد اور ہم جلیس تھا۔ پس پھر وہ قوم مات کھا گئی "دوست نما دشمن کا ڈر" اور "منافق کا شر" تو پتہ لگ گیا اور انٹیم بم سے بھی زیادہ خطرناک ہتھیار ہوتا ہے۔

سازشوں کا ماسٹر سنڈ:-

قارئین محترم! کچھ ایسے ہی "دین اسلام" کے خلاف دشمنوں نے سازشوں کے جال بنے اور انتشار و افتراق کیلئے منافقوں اور مفسدوں نے اپنے نفاق اور فساد کے شر سے ملت اسلامیہ کی صفوں کو مسموم کیا۔ اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ قوم نصاریٰ نے اپنے ہی ہاتھوں سے جنگ کی آگ بھڑکائی اور اسے "صلیبی جنگوں" کا نام دیا۔ سلطان نور الدین زنگی علیہ الرحمہ، جرنیل نجم الدین ایوب علیہ الرحمہ، جرنیل اسد الدین شیر کوہ علیہ الرحمہ، یوسف بن تاشفین علیہ الرحمہ، والی اندلس

سلطان مودود علیہ الرحمہ، الملک العادل سلطان معظم صلاح الدین ایوبی علیہ الرحمہ اور ان کے جانشینوں کے ہاتھوں عبرتناک شکست و ذلت سے دوچار ہوئے۔ ۳۹۸ھ/۱۰۹۶ء تا ۶۹۱/۱۲۹۱ء عرصہ دو سو سال تک نصرانیوں کی جارحیت انہیں مسلمانوں پر غالب نہ کر سکی تو ان نصرانیوں نے اپنی فکر و سوچ کے زاویے تبدیل کئے۔ ابتداء میں بیان کئے گئے واقعہ کے مکروہ کردار "ماسٹر مائنڈ" بڑھے کی طرح کسی انتہائی شریک و شیطانی سوچ کے حامل کھوسٹ نے فساد کا "مرکزی خیال" یوں پیش کیا کہ، "ملت اسلامیہ کے معتقدات و خیالات اور عبادات و معاملات میں مرکز و محور ایک ذات رسول اکرم ﷺ ہیں۔ ملت کا رشتہ ان ہی سے قائم ہے تو آپس میں تمام مسلمین و مومنین مربوط ہیں۔

رابطہ قائم فرد ملت سے ہے تنہا کچھ نہیں

موج ہے دریا میں بیرون دریا کچھ نہیں

اگر مسلمانوں کو جغرافیائی یا لسانی بنیاد پر لڑایا گیا تو یہ لڑائی دیر پا نہیں ہوگی اور زیادہ نقصان کے نتائج سامنے نہیں آئیں گے۔ مسلمان آپس میں لڑ کر اس "ذاتِ حَکَم" (یعنی رسول اکرم ﷺ) سے رجوع کرتے ہی اپنی لڑائی بھول کر ایک ہو جائیں گے تو ایسا کیا جائے کہ مسلمانوں کو باہم تنازعات میں الجھانے کے بجائے "ذاتِ حَکَم" ہی کو متنازع بنادیا جائے یعنی مسلمانوں کی توانائی، توجہات اور لگاؤ کے مرکزی وحدت کو نقصان پہنچایا جائے، ان کے نزدیک ذاتِ ختمی مرتبت ﷺ جیسا دوسرا کوئی نہیں۔ تو کسی "جعلی اور بناستی دوسرے" (ڈپلیکیٹ) کی گنجائش پیدا کی جائے۔

اول: نظریاتی گنجائش کہ دوسرے نبی کا امکان ہے۔

دوم: عملی طور پر کوئی نبوت کا دعویٰ کرتا ہوا سامنے آ جائے۔

انگلشٹریوٹ، نجد اور بالاکوٹ میں:-

وہ آنے والا ربوٹ ایسا ہو کہ جس کا ربوٹ ہمارے ہاتھ میں ہو۔ بس..... بس..... بس..... قارئین محترم..... یہاں تحمل سے آپ پڑھیں..... اور فقیر راقم، مکمل یقین و اعتماد اور دیانت کے تقاضوں کو ملحوظ رکھتے ہوئے لکھتا ہے۔

عرب و ہندوستان میں انگریزوں نے یہی شاخسانہ کھڑا کیا، کہ نعوذ باللہ حضور رحمۃ اللعالمین علیہ الصلوٰۃ والسلام آخری نبی نہیں ہیں۔ "ہمفرے" (برطانوی جاسوس) نے ۱۱۴۴ھ/۱۷۳۲ء میں برطانیہ میں اپنے بادشاہ کو لکھا کہ اسلام کو نقصان پہنچانے کیلئے دو آدمیوں نے اپنی دینی وفاداریوں کا مجھ سے سودا کر لیا ہے۔ ایک کا نام "محمد بن عبد الوہاب نجدی" اور دوسرے کا نام "محمد بن سعود" ہے۔ شاہ انگلستان نے "ہمفرے" کو جواب میں لکھا "مسلمانوں کے ایک "محمد الرسول اللہ (ﷺ)" کے دین کو دونوں "محمد" کے ذریعے ختم کر دو۔ چنانچہ "ہمفرے" کی شہ پر "محمد بن عبد الوہاب نجدی" نے پہلے دعویٰ نبوت کیا، لیکن جب مسلمانوں نے اس کی دماغی صحت پر شک کیا تو پھر "نجدی" نے "مصلح" ہونے کا ڈھنڈورا

پہنا شروع کیا۔ نجدی نے عظمت رسول ﷺ کو گھٹانے میں مکر وہ کردار ادا کیا اور مسلمانوں کے ایمان، جان، مال اور عزت و آبرو پر جارحانہ حملے کئے۔ بالکل اسی طرح ہندوستان میں مقتولین پالا کوٹ "اسٹیفیل دہلوی" اور "سید احمد رائے بریلوی" نے مقام مصطفیٰ ﷺ کے پاسانوں پر عرصہ حیات تک کرنے کیلئے باقاعدہ اور منظم حملے انگریزوں کی مدد سے کرنے شروع کر دیئے، جسکے نتیجے میں شمال سرحدی پہاڑی علاقوں کے غیور مسلمانوں نے ایک جنگ میں متذکرہ دونوں خبیثوں کو انکے جانشینوں سمیت واصل جہنم کیا جو باقی بچے وہ اپنے پیشواؤں کی لاشیں چھوڑ کر فرار ہو گئے۔

روبوٹ سازی، کلوننگ، فیکٹری دیوبند میں:-

ازاں بعد انگریزوں نے اپنی مکمل عملداری کے بعد ہندوستان میں ضلع "سہارنپور" کے ایک قصبہ "دیوبند" میں ایک فیکٹری لگائی، جہاں "کلوننگ" کے سانچوں (ڈائی) میں ڈھال کر ایسے روبوٹ بنانے کا مصالہ تیار کیا گیا، جو اللہ تعالیٰ کے تخلیق فرمانے ہی کی وجہ سے پہلے موجود "وجود" تھا۔ "دیوبند فیکٹری" میں "مقدس وجود" کو چیلنج کرنے یعنی ہم پلہ اور ہم مرتبہ روبوٹ بنانے کا مصالہ جب تیار ہو گیا، تو پھر "قادیان" کے ایک شخص "مرزا غلام قادیانی" پر انگریزوں نے پہلے "نانو توئی" قلم کی روشنائی کا مساج کر کے "دیوبندی مصالہ" کا لیپ چڑھا کر "روبوٹ" بنایا۔ جسکا ریموٹ وائسر اے ہند اور ملکہ برطانیہ کے ہاتھ میں تھا۔

ہندوستان میں روبوٹ کا فساد:-

انگریز حکام نے اپنے اشاروں پر اپنے روبوٹ یعنی مرزا غلام احمد قادیانی کو اسلامیان ہند کے عقائد و نظریات میں فساد برپا کرنے کیلئے استعمال کرنا شروع کر دیا۔ انگریز حکام دیوبند فیکٹری کی نئی نئی نظریاتی پروڈکشن سے فیڈنگ لیکر مرزا غلام احمد قادیانی کو پالتے رہے اور انگریزوں کی شہم سے مرزا نے عقائد اسلامیہ پر حملے کرنے شروع کر دیئے اور پیارے آقا..... کریم آقا..... بے مثل آقا..... سب کے داتا..... مخلوق میں یکتا ﷺ کی (نعوذ باللہ) برابری و ہمسری کا دعویٰ کرنے لگا۔

کلوننگ کے نتائج:-

مرزا غلام احمد قادیانی نے دعویٰ کیا کہ وہ (نعوذ باللہ) محمد رسول اللہ ہے۔

مرزائی فساد کا حوالہ نمبر:-

ملعون لکھتا ہے:- "محمد رسول والذین معہ اشداء علی الکفار رحماء بینہم..... اس وحی الہی میں میرا نام محمد رکھا گیا اور رسول بھی"۔

(ایک قطعی کا ازالہ: ۴، روحانی)

مرزا کے مطابق حضور اقدس محمد رسول اللہ ﷺ کا دوبارہ دنیا میں آنا مقدر تھا، پہلی بار کہ مکرمہ میں محمد ﷺ کی شکل میں آئے اور دوسری بار قادیان میں مرزا غلام احمد قادیانی کی بروزی شکل میں آئے۔

مرزائی فساد کا حوالہ نمبر ۲:-

"اور جان کہ ہمارے نبی کریم ﷺ جیسا کہ پانچویں ہزار میں مبعوث ہوئے (یعنی چھٹی صدی مسیحی میں) ایسا ہی مسیح موعود (مرزا غلام احمد قادیانی) کی بروزی صورت اختیار کر کے چھٹے ہزار (یعنی تیرھویں صدی ہجری) کے آخر میں مبعوث ہوئے۔" (روحانی خزائن، ۱۶: ۲۷۰)

"آنحضرت ﷺ کے دو بحث ہیں یا یہ تبدیلی الفاظ یوں کہہ سکتے ہیں کہ ایک بروزی رنگ میں آنحضرت ﷺ کا دوبارہ آنا دنیا میں وعدہ دیا گیا تھا، جو مسیح موعود اور مہدی موعود (مرزا قادیانی) کے ظہور سے پورا ہوا۔" (روحانی خزائن، ۱۷: ۲۳۹)

مرزائی فساد کا حوالہ نمبر ۳:-

اور حدیث میں بھی آیا ہے کہ حضرت نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ مسیح موعود میری قبر میں دفن کیا جاوے گا، جس سے یہی مراد ہے کہ وہ میں ہی ہوں، یعنی مسیح موعود نبی کریم ﷺ سے الگ کوئی چیز نہیں ہے، بلکہ وہی ہے جو بروزی رنگ میں دوبارہ دنیا میں آئے گا..... تو اس صورت میں کیا اس بات میں کوئی شک رہ جاتا ہے کہ قادیان میں اللہ تعالیٰ نے پھر محمد ﷺ کو اتارا۔" (کلمۃ الفصل: ۱۰۳، ۱۰۵ مولفہ مرزا بشیر احمد مندرجہ ریو آف ریلیجنز قادیان، مارچ و اپریل ۱۹۱۵ء)

مرزائی فساد کا حوالہ نمبر ۴:-

"میں بارہا بتا چکا ہوں کہ میں بموجب آیت و آخرین منهم لہما یلحقوا بہم بروزی طور پر وہی نبی خاتم الانبیاء ہوں، اور خدا نے آج سے بیس برس پہلے براہین احمدیہ میں میرا نام محمد اور احمد رکھا ہے، اور مجھے آنحضرت ﷺ کا ہی وجود قرار دیا ہے۔" (ایک غلطی کا ازالہ: ۱۰ روحانی خزائن، ۱۸: ۲۱۲)

مرزائی فساد کا حوالہ نمبر ۵:-

"خدا تعالیٰ کے نزدیک حضرت مسیح موعود (مرزا غلام احمد قادیانی) کا وجود آنحضرت ﷺ کا ہی وجود ہے یعنی خدا کے دفتر میں حضرت مسیح موعود اور آنحضرت ﷺ آپس میں کوئی دوئی یا مغایرت نہیں رکھتے، بلکہ ایک ہی شان، ایک ہی مرتبہ اور ایک ہی منصب اور ایک ہی نام رکھتے ہیں گویا لفظوں میں باوجود وہ ہونے کے ایک ہی ہیں۔" (اخبار الفضل قادیان جلد نمبر ۳، شمارہ نمبر ۳۷ مورخہ ۱۶ ستمبر ۱۹۱۵ء بحوالہ قادیانی مذہب: ۲۰۷)

مرزائی فساد کا حوالہ نمبر ۶:-

"اسی کے (مرزا) طفیل آج بروقتوئی کی راہیں کھلتی ہیں، اسی کی پیروی سے انسان فلاح و نجات کی منزل مقصود پر پہنچ سکتا

ہے وہ وہی فخر اولین و آخرین ہے، جو آج سے تیرہ سو برس پہلے رحمۃ للعالمین بن کر آیا تھا۔" (الفضل قادیان، ۲۶ ستمبر ۱۹۱۷ء بحوالہ قادیانی مذہب: ۲۱۱)

مرزائی فساد کا حوالہ نمبر ۷:-

"کمالات متفرقہ جو تمام دیگر انبیاء میں پائے جاتے تھے وہ سب حضرت رسول کریم میں ان سے بڑھ کے موجود تھے اور وہ سارے کمالات حضرت رسول کریم ﷺ سے ظنی طور پر ہم کو عطا کئے گئے، اور اسی لئے ہمارا نام آدم، ابراہیم، موسیٰ، نوح، داؤد، یوسف، سلیمان، یحییٰ، عیسیٰ وغیرہ ہے..... پہلے تمام انبیاء ظل تھے نبی کریم کی خاص خاص صفات میں اور اب ہم ان تمام صفات میں نبی کریم ﷺ کے ظل ہیں۔" (ملفوظات، سوم: ۲۷۰ مطبوعہ ربوہ)

مرزائی فساد کا حوالہ ۸:-

"جو شخص مجھ میں اور مصطفیٰ میں تفریق کرتا ہے اس نے مجھ کو نہیں دیکھا اور نہیں پہچانتا ہے۔" (خطبہ الہامیہ: ۱۷۱، روحانی خزائن ۱۶: ۲۵۸)

مرزائی فساد کا حوالہ ۹:-

"حضرت مسیح موعود (مرزا غلام احمد قادیانی) کا ذہنی ارتقا آنحضرت ﷺ سے زیادہ تھا..... اور یہ جزوی فضیلت ہے جو حضرت مسیح موعود (مرزا غلام احمد قادیانی) کو آنحضرت ﷺ پر حاصل ہے، نبی کریم کی ذہنی استعدادوں کا پورا ظہور بوجہ تمدن کے نقص کے نہ ہوا اور نہ قابلیت تھی، اب تمدن کی ترقی سے حضرت مسیح موعود کے ذریعہ ان کا پورا ظہور ہوا۔" (ریو یو آف ریلیجنز، مئی ۱۹۲۹ء بحوالہ قادیانی مذہب: ۲۶۶)

مرزائی فساد کا حوالہ نمبر ۱۰:-

"اب معاملہ صاف ہے اگر نبی کریم کا انکار کفر ہے تو مسیح موعود کا انکار بھی کفر ہونا چاہئے کیونکہ مسیح موعود نبی کریم سے الگ کوئی چیز نہیں ہے بلکہ وہی ہے اور اگر مسیح موعود کا منکر کا فر نہیں تو نفوذ باللہ نبی کریم کا منکر بھی کا فر نہیں کیونکہ یہ کس طرح ممکن ہے کہ پہلی بعثت میں تو آپ کا انکار کفر ہو مگر دوسری بعثت میں جس میں بقول حضرت مسیح موعود آپ کی روحانیت اتنی اور اکمل اور اشد ہے، آپ کا انکار کفر نہ ہو۔" (کلمۃ الفصل، ص ۱۳۶، ۱۳۷، مندرجہ ریو یو آف ریلیجنز، مارچ و اپریل ۱۹۱۵ء)

مرزائی فساد کا حوالہ نمبر ۱۱:-

"ہر ایک ایسا شخص جو موسیٰ علیہ السلام کو تو مانتا ہے مگر عیسیٰ علیہ السلام کو نہیں مانتا، یا عیسیٰ علیہ السلام کو مانتا ہے مگر محمد ﷺ کو نہیں مانتا، اور یا محمد ﷺ کو مانتا ہے مسیح موعود کو نہیں مانتا وہ نہ صرف کا فر بلکہ پکا کافر و دائرہ اسلام سے خارج ہے۔" (کلمۃ الفصل، ص ۱۱۰، مرزا بشیر احمد، ایم اے)

مرزائی فساد کا حوالہ نمبر ۱۲:-

"ہمارا یہ فرض ہے کہ ہم غیر احمدیوں کو مسلمان نہ سمجھیں اور ان کے پیچھے نماز نہ پڑھیں، کیونکہ ہمارے نزدیک وہ خدا کے ایک نبی کے منکر ہیں یہ دین کا معاملہ ہے، اس میں کسی کا اپنا اختیار نہیں کہ کچھ کر سکے"۔ (انوار خلافت ص ۹۰، از مرزا محمود احمد قادیانی)

اسلامیان ہند میں شورش:-

مرزا قادیانی کی گستاخانہ اور وہابیات تحریر و تقریر سے اسلامیان ہند میں اضطراب اور شورش کی کیفیت برپا ہوئی۔ اکثر خاندان اور افراد مرزا قادیانی کے بکواسات کو الہام سے تعبیر کر کے اس غیبت و مردود پر ایمان لے آئے۔ پنجاب میں خصوصاً لاہور، قصور، وزیر آباد، سیالکوٹ، اوکاڑہ، جہلم وغیرہ میں بعض مکمل گھرانے قادیانی ہو گئے اور بعض خاندانوں میں کوئی ایک یا دو (مرد و عورت) قادیانی و مرزائی سحر سے آسیب زدہ ہو گئے۔ پنجاب کے شہروں میں ملعون و کذاب مرزا قادیانی کا اثر اس باعث زیادہ ہوا کہ "قادیان" مشرقی پنجاب میں اور مغربی پنجاب میں "ربوہ" مرکز تھا۔

مرزائی ارتداد کے بھیانک نتائج:-

اس ارتداد کے نتیجے میں خاندان قادیانی تو بیوی مسلمان..... باپ قادیانی تو بیٹا مسلمان..... کئی خاندان تباہ و برباد ہو گئے۔ نکاح کیلئے جن کے رشتے و ناٹے طے ہو چکے تھے، مرزائی ارتداد کے زیر اثر جو قادیانی ہو گیا اس خاندان میں اب شادی کی جائے یا نہیں؟ قادیانی نماز پڑھتے بھی دکھائی دیتے تھے مساجد بھی بناتے تھے اس لئے یہ سوال بھی ہوا کہ ان کے پیچھے نماز پڑھی جائے کہ نہیں؟

ایمان فروش اور منافق نام نہاد مفتیوں اور مولویوں (جو برطانوی پاؤنڈ کے عوض ملت اسلامیہ میں انتشار برپا کرنا چاہتے تھے) نے فتوے دیئے۔ "قادیانی لڑکے..... یا قادیانی لڑکی سے نکاح کیا جاسکتا ہے"۔

"قادیانی کے پیچھے نماز پڑھنے میں کوئی مضائقہ نہیں"۔

غیر مقلدین (الحمیدیت) وہابیوں، دیوبندیوں، خارجیوں، نچریوں، پرویزیوں وغیرہ نے قادیانیوں کے رد میں فتاویٰ تحریر نہیں کئے، کیونکہ یہ گروہ تو برطانوی ایجنڈے پر ہی کام کر رہا تھا۔

علماء اہلسنت کی صدائے حق:-

ایمان فروشوں نے سرزمین ہند کو "آشوب گاہ" بنادیا..... لیکن اللہ تعالیٰ جل شانہ نے مرزائی وہابی اور دیوبندی گٹھ جوڑ کر بے نقاب کرنے کیلئے علماء حق (اہلسنت و جماعت) کو تاجدار ختم نبوت ﷺ کا پاسبان بنایا۔ مرزائیوں اور وہابیوں کی ریشہ دوانیوں اور سیہ کاریوں کو ہندوستان کے حکمرانوں، نوابوں، سیاسی راہنماؤں اور فتنہ پرور افراد (نصرانیوں، ہندوؤں اور نام نہاد

مسلمانوں) نے مزید شدی اور فساد کے مشن میں حصہ لے کر اپنی بدبختی پر مہر لگائی۔ مرزا غلام قادیانی دیوبند کے باڑہ سے بد عقیدگی کا مشروب پی کر جوان ہوا تھا، لیکن اگر امن و امان کی خاطر ارباب حل و عقد چاہتے تو مرزائیوں، وہابیوں اور دیوبندیوں کی سرکشی کو لگام دی جاسکتی تھی۔ ہائے افسوس! کہ جو ہندوستان پر حکمرانی کرتے تھے..... جو بعض ریاستوں کے نواب یا راجے تھے..... جو میدان سیاست کے شہسوار تھے..... دعویٰ تو یہ کرتے تھے کہ تمام باشندگان ہندوستان باہم شیر و شکر ہیں اور نقص امن کے اسباب کی بیخ کنی کیلئے معمولی ایٹھوز پر بھی داسرائے ہند سے قیام امن کے مطالبات کرتے تھے اپنی سیاسی دکان چکانے کیلئے پریس میں مفصل اور طویل بیانات چھپوایا کرتے تھے۔ لیکن جب مسلمانوں کے چودہ صدیوں پر محیط مسلمہ عقائد و نظریات کو دیوبندیوں اور وہابیوں نے چیلنج کیا جس کے نتیجے میں مرزا قادیانی ملت کیلئے خونخوار آدم خور بن کر سامنے آیا، اور فرقہ وارانہ فسادات برپا ہونے کا امکان یقینی ہو گیا..... فاسد عقیدوں کے پرچار کرنے والوں کو سرزنش یا تنبیہ کرنے کے بجائے..... ان کے پریس پر پابندی یا قدغن لگانے کے بجائے "جدیدیت" کے نام پر فساد یوں کا خیر مقدم کرتے ہوئے انہیں ہوا دی گئی۔

قارئین محترم! ایسے پر آشوب دور میں اللہ سبحانہ و تعالیٰ عز و جل نے اپنے پیارے محبوب ﷺ کے غلاموں میں سے ایسے بیکران استقامت و جرأت کا انتخاب فرمایا کہ جنہوں نے مزائیوں، وہابیوں اور دیوبندیوں کی شرانگیزیوں کو لگام دینے اور قلع قمع کرنے کیلئے ہر محاذ پر ہندوستان کے ہر شہر میں بدنہ ہوں کو لٹکا را۔ بریلی شریف سے شیخ الاسلام والمسلمین امام احمد رضا مجدد بریلوی علیہ الرحمہ، بدایوں سے تاج النحل حضرت علامہ عبدالقادر بدایونی علیہ الرحمہ، جلی بھیت شریف سے محدث عصر حضرت علامہ وصی احمد سورتی علیہ الرحمہ، گولڑہ شریف سے شیخ المشائخ حضرت پیر طریقت سید مہر علی شاہ علیہ الرحمہ، قصور شریف سے علامہ غلام دنگیر قصوری علیہ الرحمہ، علی پور شریف سے امیر ملت حضرت سید جماعت علی شاہ محدث علی پور شریف علیہ الرحمہ، مراد آباد سے صدر

الافاضل حضرت علامہ مفتی سید نعیم الدین مراد آبادی علیہ الرحمہ کے علاوہ پورے برصغیر پاک و ہند کی ملت اسلامیہ کے مقتدر علماء و مشائخ اہلسنت رحمہم اللہ! جنہیں نے ناموس رسالت ﷺ کی پاسپانی و حفاظت میں تن من و جن کی قربانیوں سے دریغ نہیں کیا۔ ان مجاہدین عقیدہ ختم نبوت نے شب و روز ملت اسلامیہ کے عقائد و معمولات کی حفاظت و صیانت میں کوئی دقیقہ فرو گزاشت نہیں کیا۔

ایک ہی تھالی کے چٹے بٹے:-

علماء اہلسنت کی تحریکات کے نتیجے میں اسلامیان ہند خواب غفلت سے بیدار ہوئے تو انہیں معلوم ہوا کہ بعض مدارس میں انگریزوں کے دئے گئے چندوں پر پلٹنے والے مولویان دیوبند و حائیل اور تاج برطانیہ سے "خمس العلماء" کے

خطابات حاصل کرنے والے ”مولویان ندویان“ نیز ”سلفی“ کہلانے والے ”غیر مقلدین“ وغیرہ کے رشتے نا طے مرزا غلام قادیانی سے استوار ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ان لوگوں نے مرزائیوں کی تکفیر نہیں کی عام مسلمانوں کو مرزائیوں سے رشتہ مناکحت سے نہیں روکا اور ان کے پیچھے نماز پڑھنے کی بھی اجازت دی۔ جبکہ مرزائی کہتا ہے کہ ”میرے پیروکار غیر قادیانی کے پیچھے نماز نہ پڑھیں“۔ اسلامیان ہند کو ایک صدی قبل قادیانیوں کی ریشہ دوانیوں سے آگاہ کر نیوالے صرف علماء اہلسنت تھے جبکہ ایک صدی قبل ہی یہ طے ہو چکا تھا کہ وہابی، نجدی، مہدوی و قادیانی سب ایک ہی تھالی کے چنے بٹے ہیں۔ اسلامیان ہند کی اکثریت بلکہ کل عالم اسلام میں اکثریت مذہب مہذب و مسلک حق اہلسنت و جماعت کے وابستگان و حاملین کی تھی اور آج بھی بحمدہ تعالیٰ اہل سنت کثیر تعداد میں ہیں۔ بلا د عرب میں ائمہ اربعہ (امام اعظم ابوحنیفہ، امام مالک، امام شافعی، امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ) کے علاوہ امام حسن بصری، عطاء بن ابی رباح، محمد بن کعب قرظی، قتادہ، علی بن طلحہ، امام کسائی، ابن ابی شیبہ، ابن راہویہ، علی بن مدینی، ابن جریر طبری، ابوسعید کندی، ابوالفتح نیشاپوری، شیخ ابن حیان، ابوالحسن اشعری، ابونصور ماتریدی، ابوالفتح شیرازی، امام بیہقی، امام راغب اصفہانی، امام غزالی، امام بغوی، شیخ الاکبر ابن عربی، امام ابن جوزی، امام الحرمین الجوی، شیخ عزالدین بن عبدالسلام، شیخ ابی المعالی، امام سبکی، امام خازن، امام زerkشی، امام سخاوی، امام رازی، امام سیوطی، امام شعرانی، امام عینی، امام عسقلانی، ملا علی قاری، علامہ خفاجی، علامہ ابن عابدین شامی، سلیمان کردی، ابن داؤد حنبلی، احمد برکات شافعی احمدی کی، عطاء الحسینی، سید علوی بن احمد حداد، احمد احسانی، شیخ الاسلام اسلمیل حمس الماسکی، سید مصطفیٰ مصری البولاقی، مفتی اعظم مکہ سید احمد ودلان شافعی، علامہ مہمانی، شیخ حسن الخطی الحسینی الدمشقی، الشیخ ابراہیم علمی القادری الاسکندری، ابی حامد بن مرزوق، شیخ سراج خنکی کی، شیخ جعفر حسینی برزنجی وغیرہم اکابرین چودہ صدیوں میں مسلمہ سمجھے جاتے ہیں۔ عرب کے تمام علماء متذکرہ علماء اسلام سے رجوع کرتے ہیں، انکی کتب سے استفادہ کرتے ہیں، اعتقادی امور (مثلاً توسل، علم غیب رسول، اختیارات رسول و تصرفات اولیاء وغیرہ) میں متذکرہ علماء کے اقوال و فیصلے حجت تسلیم کیے جاتے ہیں۔

متذکرہ علماء اسلام مسلک اہلسنت کے حاملین تھے اور آج بھی اسلامیان عرب و ہند سب کے نزدیک مقتدر، معتبر اور جید اکابرین میں شمار ہوتے ہیں۔ قارئین محترم! سطور بالا میں درج مختصر علماء اسلام کی فہرست کی طرح ایک فہرست سطور ذیل میں بھی ملاحظہ فرمائیں۔

ہندوستان، جنوبی ایشیا کا ”بر عظیم“ کہلاتا تھا۔ یہاں آباد مسلمانوں کے عقائد کسی طور پر بھی اہلیان عرب سے مختلف نہ تھے بلکہ باشندگان عرب قدیم الاسلام ہونے کے باعث، اپنے عربی حسب و نسب کے باعث اور سب سے بڑھ کر حجاز مقدس یعنی حرمین مطہرین سے نسبت کے باعث ہمیشہ نگاہ عقیدت کا مرکز و محور رہے ہیں۔ علماء ہند متذکرہ علماء عرب سے ہمیشہ متعارف رہے ہیں، ہاں البتہ عام اسلامیان ہند علماء عرب کی معرفت نہیں رکھتے اور اس لئے نہیں رکھتے کہ ان کے نزدیک ان کے اپنے

ہندوستانی علماء ہی مرکز عقیدت اور مرجع شریعت رہے ہیں اور ان علماء ربانین میں درج ذیل علماء و مشائخ عقائد اہلسنت کی شناخت و پہچان رہے ہیں۔

- ☆ سید سالار مسعود غازی (وصال: ۱۴۰۱ رجب ۳۶ھ / ۱۵ جون ۲۰۲۳ء)
- ☆ امام الاولیاء حضور داتا گنج بخش علی ہجویری (وصال: ۱۵ صفر المظفر ۳۶۳ھ / ۱۲ نومبر ۱۰۷۱ء)
- ☆ ابوالفتح عبدالصمد ابن عبدالرحمن اشعری لاہوری (وصال: چھٹی صدی ہجری)
- ☆ الشیخ ابوالحسن علی بن عمر بن الحکم لاہوری (وصال: ۵۲۹ھ / ۱۱۳۴ء)
- ☆ سلطان الہند خواجہ خواجگان حضرت شیخ معین الدین چشتی اجمیری (وصال: ۶ رجب ۶۳۳ھ / ۱۶ مارچ ۱۲۳۶ء)
- ☆ محدث کبیر الشیخ رضی الدین حسن صنعانی لاہوری (وصال: صفر ۶۵۰ھ / اپریل ۱۲۵۲ء)
- ☆ الشیخ الامام العالم المحدث شیخ الاسلام ابو محمد بہاء الدین زکریا ملتانی سہروردی (وصال: ۷ صفر ۶۶۱ھ یا ۶۶۶ھ / ۲۱ دسمبر ۱۲۶۱ء یا ۱۲۶۶ء)
- ☆ شیخ الشیوخ العالم حضرت خواجہ فرید الدین مسعود گنج شکر (وصال: محرم ۶۶۳ھ، ۶۶۷ھ / ۲ ستمبر ۱۲۶۵ء، ۱۲۶۹ء)
- ☆ شہباز طریقت و معرفت حضرت الشیخ الصالح عثمان بن حسن مروندی معروف بہ لعل شہباز قلندر (وصال: شعبان المعظم ۶۷۳ھ / فروری ۱۲۷۵ء)
- ☆ الشیخ الکبیر شرف الدین بوعلی شاہ قلندر پانی پتی (وصال: ۱۲ یا ۱۳ یا ۱۴ رمضان المبارک ۷۲۲ھ / ۳۰ اگست ۱۳۲۳ء)
- ☆ امام العارفین سید شاہ عبد الوادہ بکگرمی (وصال: ۳ رمضان ۷۰۱ھ / ۱۱ دسمبر ۱۶۰۸ء)
- ☆ سلطان المشائخ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء محبوب الہی (وصال: ۱۸ ربیع الثانی ۷۲۵ھ / ۳ اپریل ۱۳۲۵ء)
- ☆ شیخ غلام نقشبند کھنوی (وصال: ۳۰ رجب ۱۱۲۱ھ / ۱۵ اکتوبر ۱۷۱۰ء)
- ☆ سلطان العاشقین حضرت سید شاہ برکت اللہ عشق مارہروی (وصال: ۱۰ محرم ۱۱۳۲ھ / ۱۵ اگست ۱۷۲۹ء)
- ☆ حسان الہند شارح بخاری حضرت سید میر غلام علی آزاد بکگرمی (وصال: ۲۲ یلقدہ ۱۲۰۰ھ / ۱۵ ستمبر ۱۷۸۶ء)
- ☆ امام ربانی شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی (وصال: ۲۹ صفر ۱۰۳۴ھ / ۱۲ دسمبر ۱۶۲۳ء)
- ☆ محقق علی الاطلاق حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی (وصال: ۲۱ ربیع الاول ۱۰۵۲ھ / ۱۹ جون ۱۶۴۲ء)
- ☆ شیخ الاسلام حضرت مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی (وصال: ۲ رجب ۱۱۷۷ھ / ۱۱ مارچ ۱۷۶۱ء)
- ☆ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی (وصال: ۲۹ محرم ۱۱۷۶ھ / ۲۰ اگست ۱۷۶۲ء)
- ☆ نعمان ثانی حضرت مخدوم عبد الوادہ صدیقی سید پانی (وصال: ۱۳ رمضان ۱۲۲۳ھ / ۲۳ اکتوبر ۱۸۰۹ء)

- ☆ امام العارفین حضرت سید محمد راشد پیر سائیں روئے وحی (وصال: یکم شعبان ۱۲۳۴ھ/۲۶ مئی ۱۸۱۹ء)
- ☆ بحر العلوم حضرت علامہ عبدالحی فرنگی نخلی (وصال: ۱۲ رجب ۱۲۳۵ھ/۱۲۵ اپریل ۱۸۲۰ء)
- ☆ مجدد قرن ثالث عشر شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی (۷ شوال ۱۲۳۹ھ/۵ جون ۱۸۲۳ء)
- ☆ جرنیل اسلام حضرت شاہ احمد اللہ مدد راسی شہید (وصال: ۲۰ ذیقعدہ ۱۲۴۰ھ/۱۵ جون ۱۸۵۸ء)
- ☆ امام حریت علامہ فضل حق خیر آبادی (وصال: ۱۲ صفر ۱۲۷۸ھ/۱۹ اگست ۱۸۶۱ء)
- ☆ سیف المسلمون حضرت شاہ فضل رسول بدایونی (وصال: ۲ جمادی الاول ۱۲۸۹ھ/۸ جولائی ۱۸۷۲ء)
- ☆ فاتح عیسائیت مجاہد حریت حضرت علامہ رحمت اللہ کیرانوی ثم کی (وصال: ذوالقعدہ یارمضان ۱۳۰۸ھ/۱۸۹۱ء)
- ☆ شیخ المشائخ حضرت مولانا فضل الرحمن گنج مراد آبادی (وصال: ۲۳ ربیع الاول ۱۳۱۳ھ/۱۲ ستمبر ۱۸۹۵ء)
- ☆ سند الفقہاء حضرت خواجہ غلام صدیق شہداد کوٹی (وصال: ۲۳ ربیع الاول ۱۳۲۳ھ/۲۸ مئی ۱۹۰۵ء)
- ☆ مفتی اعظم حضرت علامہ عبدالغفور حمایونی (وصال: ۱۱ رمضان ۱۳۳۶ھ/۲۰ جون ۱۹۱۸ء)
- ☆ سند المحدثین حضرت علامہ وصی احمد محدث سورتی (وصال: ۸ جمادی الاخریٰ ۱۳۳۳ھ/۱۳ مارچ ۱۹۱۶ء)
- ☆ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث و مجدد دیر یوی (وصال: ۲۵ صفر ۱۳۳۰ھ/۲۸ اکتوبر ۱۹۱۲ء)

قارئین محترم! مندرجہ بالا ذوات قدسیرہ اسلامیان ہند کیلئے مرجع تھے..... مرجع ہیں..... اور ان شاء اللہ ان ہی کے پیروکار مرجع رہیں گے..... اپنے فیوضات و برکات سے یہ اولیاء کرام ہندوستان و پاکستان کے مسلمانوں کو متفتح فرما رہے ہیں۔ راقم السطور کا غالب گمان ہے..... نہیں، نہیں..... یقیناً کامل ہے..... حق یقیناً ہے کہ صرف برصغیر ہی نہیں بلکہ مکمل جغرافیہ عالم کے شرق تا غرب ہر مسلمان کو مذکورہ اولیاء، علماء کا عرفان حاصل ہے اور ان کے مزارات و خانقاہیں اسلامیان ہند کی عقیدتوں اور توجہات کے مراکز ہیں۔ ان اولیاء، مشائخ اور علماء کی تعلیمات ہمارے یہاں رچی بسی ہیں۔ جنوبی ایشیاء کے ناخواندہ مسلمانوں میں ناظرہ قرآن اور چند احادیث سے بھی بے بہرہ افراد پائے جاتے ہیں، لیکن یہ مذکورہ اولیاء اللہ کا فیضان ہے کہ ان کی حیات اور تعلیمات کا کچھ حصہ سینہ بہ سینہ نسل در نسل منتقل ہو رہا ہے۔

وارثان دیوبند کی حکومت برطانیہ سے فریاد:-

جب فقہانکار ختم نبوت کے اصل مجرم دارالعلوم دیوبند کے نام نہاد بانی "قاسم نانوتوی"..... "تحذیر الناس" کی مکروہ تحریر کے آئینے میں بے نقاب ہو گئے..... تو اس کی ذریت نے تاویلات پیش کرنی شروع کیں۔ مگر علماء اہلسنت نے حیلوں، تاویلوں پر جرح شروع کی اور اسلامی عوامی عدالت میں قادیانیوں، وہابیوں اور دیوبندیوں کے باہمی خفیہ روابط بے نقاب کر دیئے۔ تو "دیوبند" کے جہلاء و علماء سر جوڑ کر بیٹھے کہ "تحذیر الناس" کی عبارتوں کے نتیجے میں "نبوت" تو ہاتھ نہیں

آئی..... بلکہ رسوائی اور بدنامی مقدر بن گئی ہے..... "نانوتوی" نے "کفر بے لذت" کیا اور ہم اس کے دفاع میں "گناہ بے لذت" کا ارتکاب کر رہے ہیں۔ لہذا اپنی انگریز سرکار سے احتجاج کریں کہ "تم نے ہمیں بے وقوف بنایا ہمارے لئے "ذات حجت" کو "ذات کراہیت" بنادیا، "قاسم العلوم"، "کو" خان العلوم"، اور "قاسم الخیرات"، کو "قاسم الظلمات" بنادیا، نانوتوی صاحب سے "عقیدہ ختم نبوت" پر نقب لگا کر بند روڑے کو کھلویا اور نانوتوی صاحب کو محروم کر کے قادیانی کو "مسند نفیس" کر دیا۔ اہلیان دارالعلوم دیوبند نے انگریزوں کی فریب کاری پر بہت احتجاج کیا، شور شرابہ کیا، واویلا کیا..... وارثان دیوبند نے فریاد کی..... التجا کی..... روئے گز گزائے..... اے تاج برطانیہ سجانے والو! ہم تمہارے وفادار تھے، ہیں..... اور آئندہ بھی تمہارے وفادار رہیں گے..... تم نے ہمیں کیا کچھ نہیں دیا..... تم سب کچھ دے سکتے ہو..... تو نبوت بھی دے دیجئے..... "عقیدہ ختم نبوت" کے بند میں شکاف تو ہم نے ڈالا، ہمیں کیوں محروم کیا؟ اے میری فرنگی سرکار! تم ہر چیز کی ڈیکلیٹ کے ماہر ہو، لہذا مرزا قادیانی کے علاوہ ایک نبی اور بنادو..... نانوتوی صاحب کو نہیں بنایا تو "تبلیغی جماعت" کے مولوی الیاس کو ہی "نبی" بنادو..... دیکھو تو مولوی الیاس میں تمہیں نبی بننے کے اوصاف نظر آئیے..... دیکھو..... پڑھو..... ملفوظات اور مکاتیب میں لکھا ہے "تم مثل انبیاء کے ظاہر کئے گئے ہو"..... انگریزوں نے اس احتجاج و فریاد پر کوئی توجہ نہیں دی بلکہ اپنے ان ایجنٹوں کو کہا کہ "دارالعلوم دیوبند" میں ہمارے اعزاز میں استقبالیہ ترتیب دو تو ہم تمہیں "انعام" دیں گے۔

سرچیس مسٹن (گورنر یو پی) دیوبند میں:

دارالعلوم دیوبند کے محترم حافظ محمد احمد، جو دارالعلوم کے قابض اور عقیدہ ختم نبوت کے منکر قاسم نانوتوی کے جگر گوشہ اور جانشین ہیں۔ انہوں نے بارگاہ تاج برطانیہ میں نو حکنان ہو کر فریاد کی تھی، میرے والد گرامی کو تم نے استعمال کیا اور انعام کچھ نہ دیا۔ تو حکومت انگلشیہ ہی کے مشورہ پر اور انعام کے لالچ میں انہوں نے صوبہ یو پی کے گورنر "سرچیس مسٹن" کے اعزاز میں ایک استقبالیہ "دارالعلوم دیوبند" یکم جنوری ۱۹۱۵ء میں ترتیب دیا، اور نہایت خوشامدہ کلمات سے ترتیب دیا گیا "سپانامہ" بھی پیش کیا۔ یہ سرچیس مسٹن وہی اسلام دشمن نصرانی تھا، جس نے کانپور کی پھلی بازار کی مسجد کو منہدم کیا تھا اور اس ضمن میں مسلمان ہند کے احتجاج و غیرہ کو درخور اعتنا نہیں سمجھا تھا۔ مولانا محمد علی جوہر اپنے اخبار "ہمدرد" اور "کامریڈ" میں "جیس" کی مسلم دشمنی پر مقالات تحریر کر چکے تھے۔ ڈاکٹر ابوسلمان شاہ جہانپوری ملت فردوسی کے اس شرمناک واقعہ کے بارے میں لکھتے ہیں، "دارالعلوم میں مولانا محمد احمد اور دیوبند کے نامور عثمانی خاندان کے بطل جلیل مولانا حبیب عثمانی (ابن فضل الرحمن عثمانی) اپنے برادران گرامی قدر مولانا مفتی عزیز الرحمن عثمانی اور علامہ شبیر احمد عثمانی کے ساتھ دارالعلوم کے کتب خانے کی خلوت گاہ میں مصروف راز و نیاز تھے اور سرچیس مسٹن کے ذریعے دنیا کے سب سے بڑے استعمار و قوم وطن دشمن حکومت

سے روابط استوار و مضبوط کر رہے تھے۔“ (ماہنامہ ”الولی“ حیدرآباد نومبر دسمبر ۱۹۹۱ء صفحہ ۲۱)

سر جیمس نے سپانسمائے کے جواب میں مہتمم دارالعلوم دیوبند کو ”مفسر العلماء“ کا خطاب دیا اور ایک اہم مشورہ دیا جس پر آج تک علماء دیوبند کا رہنما ہیں چور آنکھوں میں دھول جھونکتا ہے: مشورہ میں کہا گیا کہ ”تمہیں ملت اسلامیہ میں اپنی بدنامی کا خوف ہے تو اس پر اس طرح پردہ ڈالو کہ مرزا غلام قادیانی کے تعاقب میں چور..... چور..... چور..... کی صدائیں بلند کرتے رہو۔ حتیٰ کہ لوگ تمہیں چور نہ کہیں۔ تم قادیانی کا بھی تعاقب کرو اور مسلم لیگیوں کے بھی خلاف رہو، یہ ہندوستان بائبل چاہتے ہیں، تم ہماری دوستی پر پردہ ڈال کر دکھاوے کیلئے ہمارے دشمن بن جاؤ جیسے کانگریسی اور جمعیۃ علماء ہند کے لیڈروں کی کیفیات ہیں کہ تقسیم ہند کے خلاف ہیں۔ اسلامی ریاست کے خلاف ہیں کہتے ہیں کہ انگریزوں کو یہاں سے نکالیں گے پھر آزادی حاصل ہوگی۔ تم احراری بن جاؤ..... لیگیوں کے دشمن بن جاؤ..... قائد اعظم اور پاکستان کے دشمن بن جاؤ..... علماء اہلسنت اور خانقاہوں کے مشائخ کرام کے دشمن بن جاؤ..... جس شہر میں سنی ہوں..... وہاں قادیانیوں کو لٹکاؤ..... تاکہ اہلسنت والجماعت تمہیں اپنا بھائی سمجھیں اور جہاں قادیانی اور دیگر مسالک کے لوگ ہوں وہاں اعلان کرو کہ ”سنی ریاست“ نہیں بننے دیں گے..... پاکستان نہیں بننے دیں گے۔ کہیں چور بن جاؤ اور کسی جگہ سا ہو کار بن جاؤ..... اور ”عقیدہ ختم نبوت“ پر نقب لگانے کا الزام صاف ہو جائے اپنے مولویوں کو جمع کر کے ”مجلس“ بنالو جو ”ختم نبوت“ کے تحفظ کا نعرہ لگائے۔ ہم پر اپنا غصہ نکالنے کیلئے ”مجلس“ کے اجلاس ”لندن“ میں منعقد کرتے رہو۔ ہماری بادشاہت ”تاج برطانیہ“ میں ہمیں آنکھیں دکھاؤ تاکہ مسلمانوں میں تمہارا کھویا وقار بحال ہو تم پر مسلمان اعتماد کرنے لگیں۔ تم ہمیں گالیاں دو کہ انگریزوں نے اپنا ایک پٹو ”مرزا قادیانی“ کو جھوٹا نبی بنا کر پیش کیا تھا تم کہو کہ قادیانی انگریزوں کے ایجنٹ ہیں تم ہمارے شہر ”لندن“ میں ہمیں لٹکارتے رہو گے مگر ہم تمہیں کچھ نہ کہیں گے بلکہ ”مجلس“ کے اجلاس کیلئے اپنی ویزا پالیسی میں نرمی یا تبدیلی کر کے تمہارے بڑے اور چھوٹے تمام مولویوں کو برطانیہ کا ”ملٹی پل“ ویزا جاری کرینگے۔ یاد رکھنا کہ ”قادیانی“ ہمارے دوست ہیں، تم بھی ہمارے دوست ہو اور تم دونوں بھی تو آپس میں دوست دوست ہی تھے بس ہم سے ایک انعام لینے میں ”قادیانی“ سبقت لے گئے تو تم ان کے تعاقب میں لگے رہو اور..... چور..... چور..... چور..... کا شور مچاتے رہو..... ہم سنتے رہیں گے..... ہم پُچ رہیں گے..... ہم دیکھتے رہیں گے..... ہم ہنستے رہیں گے..... کہ منظور ہے پردہ تیرا.....

☆☆☆☆ ☆☆☆☆ ☆☆☆☆

عقیدہ ختم نبوت اور اسمائے پاک ﷺ

علامہ نسیم احمد صدیقی نوری

- ۱۔ اَخِرُ النَّبِیِّیْنَ (آخری نبی) اَخِرُ الْاِیَّامِ (سب سے آخری نبی)
- ۲۔ اَخِرُ الْاَنْبِیَاءِ بَعَثًا (نبیوں میں سب سے آخر میں دنیا میں تشریف لانے والے)
- ۳۔ الْاَكْلِلِ (انبیاء و اولیاء کے سرتاج) اکرم الناس (لوگوں میں سب سے زیادہ معزز)
- ۴۔ اکرم ولد ادم (آدم علیہ السلام کی اولاد میں سب سے زیادہ افضل)
- ۵۔ اکرم عباد اللہ (اللہ تعالیٰ کے بندوں میں سب سے زیادہ بزرگ)
- ۶۔ اکرم الاولین والآخرین (پچھلوں اور آگلوں میں سب سے زیادہ معزز و افضل)
- ۷۔ الامام (پیشوا) امام الخیر (بھلائی کے پیشوا)
- ۸۔ امام العالمین (تمام جہانوں کے پیشوا) امام العالمین (تمام عمل کرنے والوں (عابدوں) کے پیشوا)
- ۹۔ امام المتقین (تمام پرہیزگاروں کے پیشوا) امام الرسل (تمام رسولوں کے امام و پیشوا)
- ۱۰۔ امام النبیین (تمام انبیاء کے پیشوا اور سردار) امام النبوة (نبوت کے پیشوا سرتاج نبوت)
- ۱۱۔ امام الناس (تمام لوگوں کے پیشوا) الاوسط (سب سے ممتاز)
- ۱۲۔ الاولی (سب سے برتر، حقدار) الاول (مخلوق میں سب سے پہلے)
- ۱۳۔ اول الناس (انسانوں میں سب سے مقدم)
- ۱۴۔ اول الرسل (رسولوں میں سب سے پہلے پیدا ہونے والے)
- ۱۵۔ اول المومنین (اللہ تعالیٰ پر سب سے پہلے ایمان لانے والے)
- ۱۶۔ اول المسلمین (اللہ تعالیٰ کے سب سے پہلے فرمانبردار)
- ۱۷۔ اول من تنشق عنه الارض (قیامت کے دن جن کی سب سے پہلے قبر اٹھ کر کھلے گی)
- ۱۸۔ اول من یجوز علی الصراط (سب سے پہلے پلی صراط پار کرنے والے)
- ۱۹۔ اول من یقرع باب الجنة (سب سے پہلے جنت پر دستک فرمانے والے)

- اول من يدخل الجنة ﷺ (سب سے پہلے جنت میں تشریف لے جانے والے)
- اول شافع ﷺ (سب سے پہلے شفاعت فرمانے والے)
- اول مشفع ﷺ (سب سے پہلے جن کی شفاعت منظور ہوگی) (الحاشیہ) (لوگوں کو جمع فرمانے والے)
- الحجة ﷺ (دلیل، محبت) حجة اللہ ﷺ (اللہ تعالیٰ کی واضح نشانی) (الحجة البینة ﷺ) (واضح و مکمل نشانی)
- الحجة البالغة ﷺ (غالب و مکمل دلیل) حجة اللہ علی الخلائق ﷺ (مخلوق پر اللہ تعالیٰ کی روشن دلیل)
- البرہان ﷺ (اللہ کی دلیل) (البینة ﷺ) (روشن اور واضح دلیل) (الخاتم ﷺ) (آخری نبی)
- الخاتم ﷺ (انبیاء کرام میں سب سے خوب تر) خاتم النبیین ﷺ (نبیوں میں آخری)
- خاتم المرسلین ﷺ (آخری رسول) خاتم الرسل ﷺ (آخری رسول)
- خاتم النبوة ﷺ (سلسلہ نبوت کا خاتمہ فرمانے والے) (الخاتم لما سبق ﷺ) (سابقہ شریعتوں کو ختم فرمانے والے)
- خیر الانام ﷺ (تمام مخلوق سے بہتر) خیر الانبیاء ﷺ (تمام انبیاء علیہا السلام سے بہتر)
- خیر البریۃ ﷺ (مخلوق میں بہترین) خیر الناس ﷺ (لوگوں میں سب سے بھلے)
- خیر العالمین ﷺ (تمام جہانوں میں سب سے بہتر)
- خیر خلق اللہ ﷺ (اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں سب سے بہتر)
- خیر من وطئ الثری ﷺ (روئے زمین میں قدم رکھنے والوں میں سب سے بہترین)
- رحمة للعالمین ﷺ (تمام جہانوں کے لیے رحمت)
- رحمة للعالمین ظہورہ ﷺ (جن کی تشریف آوری تمام جہانوں کے لیے باعث رحمت ہوئی)
- السلطان ﷺ (تمام جہانوں کے بادشاہ صاحب اقتدار) (السید ﷺ) (سردار، آقا)
- سید الکونین ﷺ (دونوں جہانوں کے سردار، اس مفہوم میں زمان و مکان داخل ہیں یعنی رسول اکرم ﷺ ماضی، حال و مستقبل اور دنیا و آخرت کے سردار ہیں) (سید الفقہین ﷺ) (جن و انس کے سردار)
- سید ولد ادم ﷺ (تمام بنی آدم کے سردار) (سید العرب والعجم ﷺ) (تمام عرب و عجم کے سردار)
- سید الناس ﷺ (تمام لوگوں کے سردار) (سید العالمین ﷺ) (تمام جہانوں کے سردار)
- سید الانبیاء والمرسلین ﷺ (تمام نبیوں اور رسولوں علیہا السلام)
- صاحب العلامة ﷺ (علامت نبوت والے)
- صاحب العلامات الظاہرات ﷺ (نبوت کی ظاہری نشانیوں والے)

صاحب القرآن العظيم ﷺ (عظیم المرتبت قرآن مجید والے)

صاحب الکلمۃ العلیا ﷺ (بلند کلمے والے) صاحب الحجۃ ﷺ (ویل والے)

صاحب المعجزات ﷺ (معجزات کے حامل) صاحب الدرۃ الرفیعۃ ﷺ (بلند مرتبے والے)

صاحب الخاتم ﷺ (مہربوت والے) صاحب الخزان ﷺ (خزانوں کے مالک) یہاں مطلق معنی مراد لیے جائیں گے۔ یعنی اللہ تعالیٰ کی عطا سے، محبوب، رسول عظیم ﷺ و صحبہ و بارک و سلم زمین و آسمان، عالم امر و امکان اور دنیا و عقبی کے جملہ خزانوں کے مالک ہیں۔ اور آپ ﷺ ہی ان خزانوں کو تقسیم فرماتے ہیں۔ یعنی دولت و ثروت و رزق و نعمت، عزت و منصب، ایمانی فراست و دینی بصیرت، حمیت و غیرت و شہادت و طہوت، جاہ و جلال، حسن و جمال، اقبال و کمال، عروج و زوال، اور انعامات جنت سب کچھ سرور و مسلاں خاتم پیغمبراں کے دربار گہر بار سے عطا ہوتا ہے۔

صاحب الرعب ﷺ (رعب و شہمت والے)

صاحب کوثر ﷺ (حوض کوثر کے مالک۔ خیر کثیر کے حامل ہر عزت و عظمت اور ہر مرتبہ و درجہ کی کثرت پانی والے کریم آقا صاحب السلطان ﷺ) (سلطنت و اقتدار والے)

صاحب التاج و المعراج ﷺ (تمام فضیلتوں کی خلعت فاخرہ کا تاج سر اقدس پر سجانے والے اور اخص خاصائص معجزہ معراج شریف کا شرف رکھنے والے)

صاحب الحوض المورود ﷺ (ایسے حوض والے جہاں پیاسے پیاس بجھانے آہیں)

صاحب المقام المحمود ﷺ (مقام محمود پر فائز)

صاحب المقام الموعود ﷺ (بارگاہ الہی سے وعدہ کیے ہوئے مقام عظیم کے حامل)

صاحب المظہر المشہود ﷺ (سب سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ عز و جل کے ذات بزرگ و برتر کے عدم الشکل مظہر)

الصادع بما امر اللہ ﷺ (اللہ تعالیٰ عز و جل کے احکامات کو دلیل سے بیان فرمانے والے)

صراط اللہ ﷺ (اللہ تعالیٰ عز و جل تک جانے کا راستہ) صفوۃ اللہ ﷺ (اللہ تعالیٰ عز و جل کے منتخب و مقرب)

الطراز المعلمہ ﷺ (ممتاز صفات کی وجہ سے پہچانے جانے والے۔ شرف امت اور ہدایت کی لیے شاہراہ دین کی نشاندہی کے لیے مینارہ نور)

الظفور ﷺ (ہر زمانے میں بہت زیادہ کامیاب اور فتح یافتہ) ہر دور و زمن میں آپ ﷺ کی کامیابی کا اطلاق اس لیے کیا گیا ہے، کہ ادوار گزشتہ میں جماعت مسلمین دین کے دشمنوں پر فتح مندی کے لیے آپ ﷺ کے بابرکت اسم گرامی کا وسیلہ کام آتا ہے۔

العاقب ﷺ (سب سے آخر میں تشریف لانے والے)

العروة الوثقی ﷺ (اللہ تعالیٰ عزوجل تک پہنچنے کا مضبوط ذریعہ)

عصمة اللہ ﷺ (اللہ کی پناہ و حفاظت) عصمة لادرا مل ﷺ (مسکینوں اور محتاجوں کی مرجع اور پناہ)

العلم ﷺ (نشانی) علم الايمان ﷺ (ایمان کی نشانی) علم الهدی ﷺ (ہدایت کی نشانی)

علمہ یقین ﷺ (یقین کی نشانی) العلی ﷺ (بڑے بلند مرتبہ والے)

العماد ﷺ (سب کے سہارے۔ دین کے ستون)

الغالب ﷺ (صاحب اقتدار) العین ﷺ (سربراہ آوردہ۔ افضل نبی)

عین العز ﷺ (سراپا عزت و وقار۔ عزت کا سرچشمہ)

عین الغر ﷺ (صاحبان عزت کی روشن جبینوں کے لیے مرکز نگاہ) عین النعیم ﷺ (نعمتوں کا سرچشمہ)

الغنی باللہ ﷺ (اللہ تعالیٰ عزوجل کی عطا کی وجہ سے سب سے بے نیاز) غیث البلاد (دنیا بھر کے لیے باران رحمت و

کرم) الفاتح ﷺ (فتح دہندہ اور کامیاب) الفتح ﷺ (سب سے بڑے فتح دہندے والے، مددگار)

الفار قلیط ﷺ (حق و باطل میں نمایاں فرق فرمانے والے) یہ اسم گرامی تو ریت شریف و انجیل مقدس میں بھی بیان ہوا ہے

، یہ عبرانی زبان کا لفظ ہے۔ رسول اکرم نور مجسم ﷺ کی تشریف آوری کی بشارت و نوید دیتے ہوئے حضرات انبیاء کرام و مرسلین

عظام و علیہ الصلوٰۃ والسلام اجمیع جن اسماء گرامی سے اپنی اپنی قوموں کو مژدہ سنایا کرتے تھے، ان اسماء مقدسہ میں یہ نام

فار قلیط بھی بیان کرتے تھے۔

الفاروق ﷺ (حق و باطل میں بہت زیادہ اور خوب عمدہ فرق ظاہر فرمانے والے) الفرو د ﷺ (بے مثال)

الفرط ﷺ (پیشوا) فضل اللہ ﷺ (اللہ تعالیٰ عزوجل کا آپ ﷺ کے ذریعہ سے امت پر فضل و کرم)

الفلاح ﷺ (جن کے ذریعہ باطل کو نابود کیا جائے اور نجات و کامیابی عطا کیجائے)

فواتح الفوز ﷺ (کامیابی کے دروازے کھولنے والے)

فواتح النور ﷺ (روشنی و اجالے کو اجاگر کرنے والے)

فواتح الكنوز ﷺ (خدائی خزانوں کی کنجیوں کے مالک یعنی خزانہ رحمت کے منہ کھولنے والے)

فتحا المسلمین ﷺ (دنیا و آخرت میں مسلمانوں کے مددگار)

القاسم ﷺ (اللہ تعالیٰ عزوجل کی نعمتوں کو تقسیم فرمانے والے) رسول اکرم سید عالم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں! میرے نام پر

نام رکھ لیا کرو، لیکن میری کنیت نہ رکھا کرو کیونکہ قاسم صرف میں ہی ہوں پس بیشک میں تمہارے درمیان (فیضان و انعامات

الہیہ) تقسیم کرتا ہوں۔ سموا با سمی و لا تکتوا بکتبی فاما انا قاسم اقسام بینکم۔ (صحیح البخاری، صحیح المسلم
(۲۰۶:۲)

دوسری روایت میں ہے انما انا خازن و انما يعطى الله یعنی بیشک میں خازن ہوں اور اللہ مجھے عطا فرماتا ہے (مسلم
:اول: ۳۳۳، مستدرک امام احمد: ۶۶: ۵۹۵) سلسلہ الاحادیث الصحیحہ للہبانی: ۱: ۲: ۱۰: ۲: رقم
(۹۷۳:)

تیسری روایت میں ہے انما انا قاسم واللہ يعطی (ترجمہ) بیشک میں ہی تقسیم فرمانے والا ہوں اور اللہ تعالیٰ عزوجل
مجھے عطا فرماتا ہے۔ (مشفق علیہ) بخاری، مسلم، :اول: ۳۳۳)
امام مسلم علیہ الرحمہ نے متعدد طرق سے کئی روایات اس ضمن میں نقل کی ہیں، مثلاً
فانما بعثت قاسما اقسام بینکم (ترجمہ) بے شک مجھے قاسم مبعوث کیا گیا میں تمہارے درمیان تقسیم کرتا ہوں۔ (مسلم
دوم: ۲۰۶:)

مزید فرمایا! انا ابو القاسم اقسام بینکم (ترجمہ) میں ابو القاسم ہوں میں ہی تمہارے درمیان تقسیم کرتا ہوں۔ (حوالہ:
المرجع السابق)

مزید فرمایا! انما جعلت قاسما اقسام بینکم (ترجمہ) بے شک مجھے تقسیم کرنے والا ہی بنایا گیا ہے اور میں تمہارے
درمیان تقسیم کرتا ہوں۔ (حوالہ: ایضاً)
القائد غزالیؒ (قائد، پیشوا، راہنما)

قائد الغر المحجلین علیہم السلام (روشن چہروں، سفید ہاتھوں و پیروں والوں کے پیشوا اور امام) یعنی صحابہ کرام و اہلبیت اطہا
رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے جملہ امور نماز میں اور دیگر معاملات میں امام اور راہنما۔

قائد الخیرؒ (بھلائی کے راہنما) القائد الى الخیرؒ (بھلائی کی جانب بھلائی کی راہنمائی فرمانے والے)
القاهرؒ (کافروں پر غالب) القتالؒ (جہاد فرمانے والے)
القتولؒ (جہاد کی جانب رغبت دلانے والے بہت زیادہ بہادر)

قد ما یاؒ (مقام و مرتبہ میں سب سے آگے۔ سب کے پیشوا) قرآن مجید آیت مقدسہ ہے ایہا الذین امنوا
لا تقدموا بین یدی اللہ و رسولہ۔

القطبؒ (امت کے نگہبان۔ سربراہ) القیمؒ (نگراں، اللہ کے احکام کو قائم فرمانے والے)
القیومؒ (اللہ کی دی ہوئی طاقت سے افراد کائنات اور عالم آب و گل کو قائم رکھنے والے) یہ اسم شریف اللہ تعالیٰ عزوجل

کے لیے بولا جائے گا تو اس کا مطلب ہوگا کہ خود قائم اور سب مخلوق کو قائم رکھنے والا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے رسول اکرم ﷺ کو اپنی ذات و صفات کا مظہر بنایا ہے لہذا محبوب معظم ﷺ کی صفات عظیمہ سے متصف ہیں۔ اس اعتبار سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو جب القیوم کہا جائے گا تو اس کا مفہوم ہوگا، اللہ تعالیٰ جو قیوم ہے اس نے آپ ﷺ کو دنیا کے قائم و ثابت کی لیے تخلیق قائم فرمایا ہے اس اعتبار سے جملہ مخلوقات عالمین میں کوئی آپکا ہمر نہیں۔ القاہر ﷺ۔ (غالب)

القدوس ﷺ (عیوب سے پاک) (القرب ﷺ) (اللہ کا قرب رکھنے والے)

قوام المومنین ﷺ (ایمان والوں کا سہارا اور بنیاد) (القسم ﷺ) (خو بصورت) (القطب ﷺ) (سربراہ)

القوی ﷺ (زور آور) (الکامل ﷺ) (باکمال) (کافۃ الناس ﷺ) (سب لوگوں کے لیے بھیجے ہوئے)

الکامل فی جمیع امورہ ﷺ (سب چیزوں میں باکمال) (الکریم ﷺ) (بڑے نئی اور فیاض)

کریم الطبیعة ﷺ (شریف الطبع) کریم الحسب ﷺ (پاکیزہ حسب نسب والے)

کاشف الکرب ﷺ (غموں سے نجات دلانے والے)

کشاف مظلمة ﷺ (مظالم کو ختم کرنے والے) (المو مل ﷺ) (جن سے امیدیں وابستہ ہوں)

الماضی علی انفاذ امر اللہ ﷺ (اللہ کے حکموں کو کر گزرنے والے)

المامون ﷺ (جن کی پیروی کی جائے) (الماحی ﷺ) (برائی کو مٹانے والے) (المانع ﷺ) (عطا کرنے والے)

المبرد ﷺ (بے نقص و بے عیب) (المبلغ ما مولہ ﷺ) (اپنے مقصد تک پہنچے ہوئے)

المترحم ﷺ (رحم کرنے والے) (المجاب ﷺ) (جن کی دعا قبول ہو)

مجیب الدعوة ﷺ (پکار کا جواب دینے والے)

المتمم ﷺ (پورا کرنے والے) (المجیر ﷺ) (بٹھا دینے والے)

مجرم المیعة ﷺ (مردار کو حرام کرنے والے) (المحرم للظلم ﷺ) (ظلم کو حرام قرار دینے والے)

المتمم لمکارم الاخلاق ﷺ (اخلاقی قدروں کو پورا کرنے والے)

المحکم ﷺ (فیصلہ فرمانے والے) (محرم الخبائث ﷺ) (بری چیزوں کو حرام کرنے والے)

المحرم ﷺ (حرام قرار دینے والے) (المحلل ﷺ) (حلال فرمانے والے)

المحید امتہ عن النار ﷺ (اپنی امت کو آگ سے بچانے والے) (المحید ﷺ) (بچانے والے)

المخلص ﷺ (نجات دہندہ) (المختص بالقرآن ﷺ) (جنہیں خاص طور پر قرآن دیا گیا)

المختص بالشرف ﷺ (عظمت و شرافت کے ساتھ جن کو مخصوص کی گیا)

المختص بآن لا تنقطع ﷺ (ایسی نشانیاں دیا گیا جو کبھی ختم نہ ہوں گی)

المرتجى ﷺ (جن سے امیدیں وابستہ ہوں) المزيل ﷺ (کالیف کو دور کرنے والے)

مزيل الغمة ﷺ (غم کو دور فرمانے والے) مفتاح الجنة ﷺ (جنت کی کنجی)

مفتاح الرحمة ﷺ (رحمت کی کنجی) المطهر ﷺ (پاک کرنے والے)

المعطي ﷺ (عطا کرنے والے) المعقب ﷺ (نیوں میں سب سے آخر میں تشریف لانے والے)

المعقب ﷺ (جن کی نسل قیامت تک جاری رہے گی) المقفصی ﷺ (سب پیغمبروں کے بعد آنے والے)

القسم ﷺ (اللہ کی نعمتوں کو تقسیم فرمانے والے) القفی ﷺ (جن کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا)

القصور عليه ﷺ (جن کو غیب کی باتیں بتائی جاتی ہیں) الماویٰ ﷺ (جائے پناہ) الملجأ ﷺ (پناہ گاہ)

ملج الوجه ﷺ (دل کش و جاذب نظر چہرے والے) النادی ﷺ (مدد کو پہنچنے والے)

المنقر ﷺ (نجات دہندہ) المنفذ لحکم الله ﷺ (اللہ تعالیٰ کے احکام کو نافذ کرنے والے)

المنجی ﷺ (نجات دلانے والے) المنتصر ﷺ (مدد فرمانے والے) المنجد ﷺ (فریادرس)

الموصل ﷺ (منزل مقصود تک پہنچانے والے)

المورود حوضه ﷺ (جن کے حوض پر پیاسے پیاس بجھانے آئیں) المهدی ﷺ (عطا کرنے والے)

الناظر من خلقه ﷺ (پچھے والوں کو بھی دیکھنے والے) نعمة الله ﷺ (اللہ کی خاص نعمت) النور ﷺ (نور)

نور الامم ﷺ (تمام امتوں کے نور) نور الله الذي لا يطفأ ﷺ (اللہ کا نور جو بجھایا نہیں جاسکتا)

الوحيد ﷺ (یکہ) الوکیل ﷺ (کار ساز) الوهاب ﷺ (بہت عطا فرمانے والے)

هدى للعالمين ﷺ (تمام جہانوں کے لیے باعث ہدایت)

هدى للمتقين ﷺ (پرہیزگاروں کے لیے باعث ہدایت)

الهادي الى الحق ﷺ (حق کی طرف رہنمائی فرمانے والے) الھام ﷺ (بہادر سردار)

☆☆☆☆

☆☆☆☆

☆☆☆☆

نبوت کے جھوٹے دعویدار اور اُنکا انجم

پروفیسر ڈاکٹر مفتی ناصر الدین صدیقی قادری

عقیدہ ختم نبوت قرآن مجید، احادیث مبارکہ اور اجماع اُمت مسلمہ سے ثابت ہے کہ حضور اکرم نور مجسم فخر دو عالم سیدنا محمد مصطفیٰ ﷺ اللہ رب العزۃ کے بندے اور انبیاء و رسل علیہم السلام میں آخری ہیں۔ سلسلہ نبوت و رسالت اللہ رب العزۃ نے آپ پر ختم کر دیا ہے۔ عہد رسالت مآب ﷺ سے عصر حاضر تک بیس (۲۰) سے زائد افراد نے نبوت کا جھوٹا دعویٰ کیا لیکن اللہ تبارک و تعالیٰ نے ان سب کو برے انجام سے دو چار کیا۔ سوائے ان کے جنہوں نے توبہ کی اور تجدید ایمان کی۔ ذیل میں اُن افراد کی فہرست پیش کی جاتی ہے جنہوں نے جھوٹا دعویٰ نبوت کیا۔

(۱) مسلمانہ کذاب (یمامہ) نے عہد رسالت میں دعویٰ کیا تھا لیکن عہد صدیقی میں ۱۳ھ میں حضرت وحشی رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں مارا گیا۔

(۲) اسود بنی یمنی نے بھی عہد صدیقی میں دعویٰ کیا۔ اسے فیروز دیلمی نے قتل کیا۔

(۳) طلحہ اسدی نے بھی دعویٰ کیا تھا لیکن عہد فاروقی میں توبہ و تجدید ایمان کر کے مسلمان ہو گیا تھا۔

(۴) سجاح بنت حارث نے عہد صدیقی میں دعویٰ کیا لیکن عہد معاویہ میں توبہ کر کے مسلمان ہو گئی تھی۔

(۵) حارث نے بعد خلیفہ عبدالملک اموی دعویٰ کیا تو خلیفہ نے اپنے دربار میں اُسے نیزے سے قتل کروادیا۔

(۶) مغیرہ بن سعید نے خلیفہ ہشام بن عبدالملک کے عہد میں دعویٰ کیا جسے حاکم عراق خالد بن عبداللہ نے جلوا دیا تھا۔ جس نے دعویٰ کیا تھا۔

(۷) بیان بن سمعان کو بھی مغیرہ بن سعید کیساتھ جلوا دیا گیا تھا۔

(۸) صالح بن طریف ۸۷ھ تک اپنے دعوے پر قائم رہا پھر الیاس کے حق میں دستبردار ہوا۔ الیاس اور اسکا بیٹا یونس

۳۸۲ھ تک ظلماً حکومت کرتے رہے اور ہلاک ہوئے اسکے بیٹے ابوغفیر محمد بن معاذ ابوالانصار ابو مسعود عسلی نے بھی دعویٰ کیا اور ۳۶۹ھ میں ایک لڑائی میں مارا گیا۔

(۹) اسحاق افراسیابی ۱۳۵ھ میں ظاہر ہوا اور خلیفہ جعفر منصور کے عہد میں مارا گیا۔

(۱۰) استاد رئیس خراسانی بھی کذاب تھا جو خلیفہ جعفر منصور کے عہد میں مارا گیا۔

- (۱۱) علی بن محمد خارجی نے ۲۳۹ھ میں بحرین میں دعویٰ کیا۔ ۲۷ محرم ۲۷۵ھ میں مارا گیا۔
- (۱۲) حمدان بن اشعث قرمطی کوئی نے بھی دعویٰ کیا لیکن اسکا انجام تاریخ میں نہیں ملتا۔
- (۱۳) علی بن محمد فضل یمنی بغداد میں ۳۵۳ھ میں زہر دے کر ہلاک کیا گیا۔
- (۱۴) حامیم بن من اللہ ۳۱۹ھ میں ایک جنگ میں مارا گیا۔
- (۱۵) عبدالعزیز باسندی، حاکم ابوعلی بن مظفر کے لشکر نے اسے ہلاک کیا۔
- (۱۶) ابوطیب احمد بن حسین متھنی نے بھی دعویٰ کیا تھا لیکن بعد میں اس نے بھی توبہ کر لی تھی۔
- (۱۷) عبدالحق بن صہبن مرسی نے ۳۵۳ھ میں دعویٰ کیا اور ۶۶ھ میں فصد کھلوانے پر خون بند نہ ہونے سے ہلاک ہوا۔
- (۱۸) میر محمد حسین مشہدی نے اورنگزیب عالمگیر کے زمانے میں ہندوستان آ کر دعویٰ کیا بادشاہ فرغ میر بھی اس سے متاثر ہوا۔ یہ طبعی موت مرا۔

- (۱۹) مرزا غلام احمد قادیانی ۱۸۴۰ھ میں پیدا ہوا اور ۱۹۰۸ھ میں بیت الخلاء میں مرا۔
- (۲۰) محمد یوسف علی نے لاہور میں مارچ ۱۹۹۷ء میں دعویٰ کیا جسے گرفتار کیا گیا۔

حوالہ جات

- (۱) بحوالہ مجموعہ رسائل رد مرزاہیت: امام احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کراچی۔
 - (۲) جزا اللہ عدو: ایضاً نوری کتب خانہ لاہور
 - (۳) وہابیت اور مرزاہیت: مولانا ضیاء اللہ قادری رحمۃ اللہ علیہ قادری کتب خانہ سیالکوٹ
 - (۴) فتاویٰ ختم نبوت: جسٹس عیسیٰ محمد کرم شاہ الازہری رحمۃ اللہ علیہ ضیاء القرآن پبلیکیشنز کراچی
 - (۵) ختم نبوت: مولانا حافظ محمد ایوب دہلوی رحمۃ اللہ علیہ مکتبہ رازی کراچی
 - (۶) منکرین رسالت کے مختلف گروہ: علامہ ارشد القادری رحمۃ اللہ علیہ مکتبہ فریدیہ ساہیوال
 - (۷) نجد سے قادیان براستہ دیوبند: مولانا ضیاء اللہ قادری رحمۃ اللہ علیہ قادری کتب خانہ سیالکوٹ
 - (۸) السوء العقاب: امام احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ ادارہ تصنیفات امام احمد رضا کراچی
 - (۹) قہر الدیان: ایضاً (۱۰) قادیانی مرتد: ایضاً
 - (۱۱) متیاس النبوۃ: مولانا محمد عمر اچھروی رحمۃ اللہ علیہ
 - (۱۲) مرزا غلام احمد قادیانی کے مذہب پر آخری ضرب ورلڈ فیڈریشن آف اسلامک مشن پاکستان وغیرہ۔
- اس موضوع پر مزید کئی کتب موجود ہیں اور علمائے اہلسنت نے تحریک ختم نبوت میں جو خدمات انجام دیں ہیں وہ

تاریخ میں ایک روشن باب ہیں۔ اللہ رب العزۃ ہمیں تحفظ ختم نبوت وناموس رسالت کے حوالے سے بھی خدمات جاری رکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

☆☆☆☆

☆☆☆☆

☆☆☆☆



نبوت امامت اور قادیانیت

راجا رشید محمود

گورداسپور مغربی پنجاب بھارت کا ایک ضلع ہے ضلع گورداس پور میں ایک بستی کا نام قادیان ہے قادیان میں مرزا غلام مرتضیٰ نامی شخص سکونت پذیر تھا۔ ۱۸۵۷ء میں مسلمانوں نے برطانوی علماء انگریزوں کے خلاف تلوار اٹھائی اور برطانیہ سے آزادی کی جنگ لڑی کم و بیش چھ ماہ تک معرکہ رہا لیکن اختلاف و عدم مرکزیت کی بنا پر بے انتہا جانی و مالی قربانیاں بے ثمر رہیں۔ مگر انگریز اور مسلمان کی دشمنی مسلم ہو گئی۔ مدت تک غیور مسلمان انگریز سے اٹکا دتا جھڑپیں لیتے رہے اور آخر تک علماء کا بڑا گروہ ان سے نفرت کا اظہار کرتا رہا ان کے مقابلے میں بے خمیر افراد کا ایک ٹولہ تھا جو گردنیں جھکا کر انگریز کی فرمانبرداری کے لیے آگے بڑھا اور زمین و جاگیر کے بچے گلوں میں ڈال کر ملکہ و کٹورہ کا غلام بنانا زمینداروں میں غلام مرتضیٰ بھی تھا۔

مرزا غلام احمد بن غلام مرتضیٰ اپنی تصنیف ”نور الحق“ میں رقمطراز ہے!

”میرا باپ اسی طرح خدمات میں مشغول رہا۔ یہاں تک کہ پیرانہ سالی تک پہنچ گیا اور سفر آخرت کا وقت آ گیا اور ہم اسکی تمام خدمات لکھنا چاہیں تو اس جگہ نہ سما سکیں اور ہم لکھنے سے عاجز رہ جائیں۔ پس خلاصہ کلام یہ ہے کہ میرا باپ سرکار انگریز کے مرام کا ہمیشہ امیدوار اور عند الضرور خدمتیں بجالاتا رہا یہاں تک کہ سرکار انگریزی نے اپنی خوشنودی چشمت سے اسکو معزز کیا اور ہر ایک وقت اپنے عطاؤں کیساتھ اسکو خاص فرمایا اور اسکی غم خواری فرمائی اور اسکی رعایت اور اسکو اپنے خیر خواہوں اور مخلصوں میں سمجھا۔ پھر جب میرا باپ وفات پا گیا تب ان خصلتوں میں اسکا قائم مقام میرا بھائی ہوا جسکا نام مرزا غلام قادر تھا اور سرکار انگریزی کی عنایات ایسی ہی اسکے شامل حال ہو گئیں جیسی کہ میرے باپ کے شامل حال تھیں اور میرا بھائی چند سال کے بعد فوت ہو گیا پھر ان دونوں کی وفات کے بعد میں انکے نقش قدم پر چلا اور انکی بیروتوں کی پیروی کی۔“ (نور الحق حصہ اول ص ۲۸)

انگریزوں کی تاحال وفاداری کے اس پرچارک نے دراصل اس وقت جو سب سے بڑا کام کیا وہ ”جہاد“ جیسے حکم اسلام کی نفی اور عقیدہ ختم نبوت کا انکار ہے ایک علان سے وہ استعماریوں کا قوت بازو ہوا اور دوسرے علان سے اس نے بخیال خود اسلام میں رخنہ ڈال دیا۔ غلام احمد برلاس قوم سے ہونے کا مدعی ہے (۱)۔ عبدالقادر کے بقول کوئی مستند و ستاوین ایسی نہیں جس کی بنا پر صحیح تاریخ ولادت بتائی جاسکے البتہ مرزا بشیر احمد نے بعض تحریروں سے اندازہ لگایا کہ غلام احمد ۱۳ فروری ۱۸۳۵ء

مطابق ۱۴ شوال ۱۲۵۰ھ پیدا ہوا (۲)۔ پروفیسر محمد الیاس برنی نے اپنی معرکہ الآراء تصنیف ”قادیانی مذہب کا علمی محاسبہ“ میں مرزا کا سن ولادت ۳۰۔ ۱۲۳۹ھ لکھا ہے (۳)۔ جنگ آزادی کے دس گیارہ سال بعد غلام احمد قادیانی نے الہام کا دعویٰ کیا ۱۸۸۸ء کے اواخر میں بیعت لینے لگا اور ۱۸۹۱ء سے مسیح و مہدی فرزند بنا اور ۱۹۰۱ء میں نبی ہونے کا دعویٰ کر کے ۱۹۰۸ء میں مر گیا۔

مسلمان پہلے ہی دن سے انہیں کافر مان رہے تھے مگر برطانوی حکومت اور اسکے زیر اثر افسر ہی انکی حمایت پر کمر بستہ رہے آخر مسلمانوں کی بھرپور جدوجہد سے مجبور ہو کر پاکستان کی قومی اسمبلی نے ۱۹۷۴ء میں قادیانی اور لاہوری یعنی بقول خود انکے احمدی جماعت کے افراد کو غیر مسلم اور کافر اقلیت قرار دیا اور ۱۹۸۳ء میں اس اعلان پر عمل درآمد کے لیے حکومت کے سربراہ نے متعلقہ آرڈی نینس جاری کر دی۔

خاتم النبیین کے نئے معنی:

مرزا غلام احمد قادیانی نے اپنی جعلی نبوت کے اثبات میں قرآنی نص میں تحریف معنوی کی اور خاتم النبیین کی نئی تعبیر کی اور لکھا!

”وہ خاتم الانبیاء ہے مگر ان معنوں سے نہیں کہ آئندہ اس سے کوئی روحانی فیض نہیں ملے گا بلکہ ان معنوں سے کہ وہ صاحب خاتم ہے بجز اسکی مہر کے کوئی فیض کسی کو نہیں پہنچ سکتا اور اسکی امت کے لیے قیامت تک مکالمہ اور مخاطبہ الہیہ کا دروازہ کبھی بند نہ ہوگا۔ (۴) مرزا صاحب کے ملفوظات میں ہے ”مجھ پر اور میری جماعت پر جو یہ الزام لگایا جاتا ہے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کو خاتم النبیین نہیں مانتے یہ ہم پر افتراء عظیم ہے ہم جس قوت، یقین، معرفت اور بصیرت کیساتھ آنحضرت ﷺ کو خاتم الانبیاء مانتے اور یقین کرتے ہیں اسکا لاکھواں حصہ بھی دوسرے لوگ نہیں مانتے۔۔۔ خدا تعالیٰ نے ہم پر ختم نبوت کی حقیقت کو ایسے طور پر کھول دیا ہے کہ اس عرفان کے شربت سے جو ہمیں پلایا گیا ایک خاص لذت پاتے ہیں جس کا اندازہ کوئی نہیں کر سکتا۔“ (۵)

مرزا صاحب نے مزید کہا!

”خاتم النبیین کے معنی یہ ہیں کہ آپ کی مہر کے بغیر کسی کی نبوت کی تصدیق نہیں ہو سکتی۔ جب مہر لگ جاتی ہے تو وہ کاغذ سند ہو جاتا ہے اور صدقہ سمجھا جاتا ہے اسی طرح آنحضرت کی مہر اور تصدیق جس پر نہ ہو وہ صحیح نہیں ہے۔“ (۶)

قادیانیوں پر اہل اسلام کی طرف سے جو اعتراض کئے جاتے ہیں انہوں نے خاتم النبیین کے معنی کے متعلق ان میں سے ایک اعتراض کا جواب یوں دیا!

”خاتم النبیین کے معنی ہیں نبیوں کی مہر جس طرح مہر کاغذ پر اپنے نقوش ثبت کرتی ہے اسی طرح آنحضرت ﷺ کے

نقش قدم پر چلنے سے حسب استعداد انسان میں آپ کے فیضان نبوت کے نقوش ثبت ہو جاتے ہیں گویا دوسرے انبیاء کی نسبت اللہ تعالیٰ نے آپ کو خاتم النبیین کا منصب دیکر یہ خاصیت بخشی ہے کہ آپ کی روحانی توجہ نبی تراش ہے اور آپ کا کامل قبیح نبوت کے مقام پر بھی فائز ہو سکتا ہے۔“ (۷)

نبوت کا دعویٰ:

جیسا کہ پہلے عرض کیا جا چکا ہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی نے پہلے اپنے آپ پر الہام ہونے کا دعویٰ کیا پھر مجدد بنے پھر بیعت لینا شروع کی پھر مسیح موعود اور مہدی ہونے کا دعویٰ کیا اور آخر میں ان پر انکشاف ہوا کہ وہ نبی ہیں۔ ”تاریخ احمدیت“ میں ہے ۱۹۰۰ء کے آخر اور ۱۹۰۱ء کے اوائل میں سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ؟ پر یہ انکشاف ہوا کہ مقام نبوت صرف کثرت مکالمہ و مخاطبہ سے مشرف ہونے کا نام ہے اور نئی شریعت کا لانا پہلی شریعت کا ترمیم کرنا یا براہ راست منصب نبوت و رسالت کا حصول نبی کی تعریف میں داخل نہیں ہے۔“ (۸) تعریف نبوت کی تبدیلی کا سب سے پہلا تحریری اعلان ۵ نومبر ۱۹۰۱ء کو اشتہار ”ایک غلطی کا ازالہ“ (۹) کے ذریعے کیا گیا (۱۰)۔ مرزا بشیر الدین محمود (مرزا قادیانی کا بیٹا اور دوسرا خلیفہ) لکھتا ہے! ”پس یہ ثابت ہے کہ ۱۹۰۱ء سے پہلے کہ وہ حوالے جن میں آپ نے نبی ہونے سے انکار کیا ہے اب منسوخ ہیں اور ان سے حجت پکڑنی غلط ہے۔“ (۱۱)

مرزا صاحب نے اپنے لیے نبوت کا دروازہ کھولنے کیلئے یہ دلیل دی ہے کہ خدا پہلے تو انبیاء و رسل سے کلام کرتا تھا اب کلام نہ کرے گا تو گویا اسکی یہ صفت معطل ہوگئی۔ انہوں نے لکھا ”ہمارا خدا وہ خدا ہے جو اب بھی زندہ ہے جیسا کہ پہلے زندہ تھا اور اب بھی بولتا ہے جیسا کہ وہ پہلے بولتا تھا۔۔۔ یہ خیال عام ہے کہ اس زمانے میں وہ سنتا تو ہے مگر بولتا نہیں بلکہ وہ سنتا اور بولتا بھی ہے۔ اسکی تمام صفات ازلی ابدی ہیں۔ کوئی صفت بھی معطل نہیں اور نہ کبھی ہوگی۔“ (۱۲)

ظلی نبی:

مرزا صاحب کہتے ہیں کہ وہ کوئی نئی شریعت نہیں لائے۔ سرکارِ دو عالم ﷺ کے امتی ہیں اسلیے ظلی نبی ہیں۔ حضور ﷺ کے بعد صرف اس نبوت کا دروازہ بند ہے جو احکام شریعت جدیدہ ساتھ رکھتی ہو یا ایسا دعویٰ ہو جو آنحضرت ﷺ کی اتباع سے الگ ہو کر کیا جائے لیکن ایسا شخص جو ایک طرف خدا تعالیٰ کی وحی میں امتی قرار پاتا ہے پھر دوسری طرف اس کا نام نبی بھی رکھتا ہے یہ دعویٰ قرآن شریف کے احکام کے مخالف نہیں ہے کیونکہ یہ نبوت بہ باعث امتی ہونے کے دراصل آنحضرت ﷺ کی نبوت کا ایک ٹل ہے کوئی مستقل نبوت نہیں (۱۳) ازالہ اوہام میں ہے! ”کوئی مرتبہ و مکالمہ کا اور کوئی مقام عزت اور قربت کا بجز حقیقی اور کامل متابعت اپنے نبی ﷺ کے ہم ہرگز حاصل نہیں کر سکتے ہمیں جو کچھ ملتا ہے ظلی اور طفیلی طور پر ملتا ہے۔“ (۱۴) مرزا صاحب نے بیٹا مقامات پر اپنے آپ کو ظلی نبی لکھا ہے۔ چشمہ معرفت میں ہے! ”میں اس کے رسول پر

دلی صدق سے ایمان لایا ہوں اور جانتا ہوں کہ تمام نبوتیں اس پر ختم ہیں اور اس کی شریعت خاتم الشرائع ہے مگر ایک قسم کی نبوت نہیں ہوتی یعنی وہ نبوت جو اس کی کامل پیروی سے ملتی ہے اور جو اس کے چراغ میں سے نور لیتی ہے وہ ختم نہیں کیونکہ وہ محمدی نبوت ہے یعنی اس کا عمل ہے اور اس کی ذریعہ سے ہے اور اسی کا مظہر ہے اور اسی سے فیضیاب ہے۔“ (۱۵) قادیانیوں نے بھی مرزا صاحب کی نبوت کو عمل کہا ہے لیکن اس کا مرتبہ سب انبیاء سے بڑا بتایا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام؟ نبی تھے۔ آپ کا درجہ مقام کے لحاظ سے رسول کریم ﷺ کا شاگرد اور آپ کا عمل ہونے کا ہے دیگر انبیاء علیہم السلام میں سے بہتوں سے آپ بڑے تھے ممکن ہے سب سے بڑے ہوں۔“ (۱۶)

دراصل مرزا صاحب کے دعوائی میں تدریج کا خاص خیال رکھا گیا ہے ظنی طور پر نبی بنتے بننے وہ آخر کا ظنی طور پر محمد اور احمد بن گئے آگے چل کر وہ احمد بن بیٹھے اور انہیں قرآنی آیت میں ”اسمہ احمد“ کا مصداق ٹھہرایا گیا۔ (اس کا ذکر بعد میں آئے گا) حقیقۃ الوحی میں کہتے ہیں! ”میں آدم ہوں، شیث ہوں، میں نوح ہوں، میں ابراہیم ہوں، میں اسحاق ہوں، میں اسمعیل ہوں، میں یعقوب ہوں، میں یوسف اور آنحضرت ﷺ کے نام کا مظہر اتم ہوں یوں ظنی طور پر میں محمد اور احمد ہوں۔“ (۱۷)

بروزی نبی:

کبھی مرزا صاحب اپنی نبوت کو ظنی کا نام دیتے ہیں کبھی بروزی قرار دیتے ہیں کشتی نوح میں ہے! اب بعد اسکے (خاتم الانبیاء) کے کوئی نبی نہیں مگر وہی جس پر بروزی طور سے محمدیت کی چادر پہنائی گئی۔ پس جو کامل طور پر مخدم میں فنا ہو کر خدا سے نبی کا لقب پاتا ہے۔ وہ ختم نبوت کا غلط انداز نہیں۔“ (۱۸) البدر کی ۴ ستمبر کی اشاعت میں کسی نے مرزا صاحب سے پوچھا کہ بروز کسے کہتے ہیں انہوں نے کہا ”جیسے شیشہ میں انسان کی شکل نظر آتی ہے حالانکہ وہ شکل بذات خود الگ قائم ہوتی ہے اس کا نام بروز ہے۔“ (۱۹)

مرزا صاحب نے اپنی بیویوں کو امہات المؤمنین کہا۔ اپنے گھر والوں کو اہل بیت کہلویا۔ جن لوگوں نے مرزا صاحب کی زیارت کی انہیں صحابہ قرار دیا گیا اسی قسم کے ایک صحابی سید سرور شاہ قادیانی کہتے ہیں! ”بروز کے معنی حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے خود دیکھے ہیں کہ اصل اور بروز میں فرق نہیں ہوتا۔ یہی وجہ ہے کہ آپ جب آنحضرت ﷺ کے ساتھ غلامی کی نسبت بیان کرتے ہیں تو فرماتے ہیں! ”من یک نظره ز آب زلال محمد“ لیکن آپ جب بروز کی رنگت میں جلوہ نما ہوتے تو فرماتے! ”من فرق بینی المصطفیٰ فما عرفنی ومارای“ کہ جو مجھ میں اور آنحضرت ﷺ میں ذرا فرق کرتا ہے اس نے نہ مجھے دیکھا اور نہ مجھے پہچانا۔“ (۲۰)

نئی شریعت نہیں لائے:

مرزا غلام احمد قادیانی نے کبھی اپنی نبوت کو حضور ﷺ کا ظل کہا کبھی اپنے آپ کو انکا بروز قرار دیا لوگوں کو تشریحی اور غیر تشریحی نبی کی بحث میں پھنسایا۔ پہلے زمانوں میں جو کوئی نبی ہوتا تھا وہ کسی گزشتہ نبی کی اُمت نہیں کہلاتا تھا گو اس کے دین کی نصرت کرتا تھا اور اس کو سچا جانتا تھا۔ مگر آنحضرت ﷺ کو ایک خاص فخر دیا گیا ہے کہ وہ ان معنوں سے خاتم الانبیاء ہیں کہ ایک تو تمام کالات نبوت ان پر ختم ہیں اور دوسرے یہ کہ انکے بعد کوئی نئی شریعت لانے والا رسول نہیں اور نہ کوئی ایسا نبی ہے جو انکی اُمت سے باہر ہو۔ (۲۱)

حقیقی نبی:

مرزا صاحب نے جس طرح بتدریج ترقی کی اسکی طرف توجہ دلائی جا چکی ہے لیکن یہ سمجھنا کہ مرزا صاحب کی وفات کے بعد ارتقاء کا عمل جاری نہیں رہا درست نہیں۔ مرزا صاحب تو ایک مولوی سے ترقی کی منازل طے کرتے کرتے ظلی، بروزی اور نبی شریعت کے بغیر نبی بنے لیکن ان کے صاحبزادے نے ظلی، بروزی کی جگہ اپنے والد صاحب کو حقیقی نبی قرار دیا۔ درحقیقت خدا کی طرف سے خدا تعالیٰ کی مقرر کردہ اصطلاح کے مطابق قرآن کریم کے بتائے ہوئے معنی کی رو سے جو نبی ہو اور نبی کہلانے کا مستحق ہو۔ تمام کالات نبوت اس میں اس حد تک پائے جاتے ہوں جس حد تک نبیوں میں پائے جانے ضروری ہیں تو میں کہوں گا کہ ان معنوں میں حضرت مسیح موعود حقیقی نبی تھے۔“ (۲۲)

اگرچہ اس انداز میں مرزا صاحب خود حقیقی نبی نہیں کہلائے لیکن دے لفظوں میں وہ یہ ضرور کہتے رہے کہ ان جیسا کوئی نبی نہیں تھا۔ ملاحظہ فرمائیے کہتے ہیں! ”میں سچ کہتا ہوں کہ جس کثرت تعداد اور صفائی سے غیب کا علم حضرت جل شانہ نے اپنے ارادہ خاص سے مجھے عنایت فرمایا اگر دنیا میں اس کثرت تعداد اور انکشافات تام کے لحاظ سے کوئی اور بھی میرے ساتھ شریک ہے تو میں جھوٹا ہوں۔“ (۲۳) (گویا اتنا علم غیب تو حضرت محمد ﷺ کو بھی نہیں دیا گیا تھا) العیاذ باللہ۔ ایک طویل نظم ”دلائل صداقت مسیح موعود تبلیغ عام“ کا ایک بند ملاحظہ ہوا ہے بارے میں فرماتے ہیں!

ساتھ سے ہیں کچھ برس میرے زیادہ اس گھڑی سال ہے اب تیسواں (۲۴) دعویٰ یہ از روئے شمار
تھا برس چالیس کا میں اس مسافر خانہ میں جبکہ میں نے وحی ربانی سے پایا انخار
اس قدر یہ زندگی کیا افترا میں کٹ گئی پھر عجیب تر یہ کہ نصرت کے ہوئے جاری بحار
ہر قدم میں میرے مولانا نے دیے مجھ کو نشان ہر عدد پر جہت حق کی پڑی ہے ذوالفقار
نعتیں وہ دیں مرے مولانا نے اپنے فضل سے جن سے ہیں معنی انعت علیکم آشکار (۲۵)

پہلے عرض کیا جا چکا ہے کہ مرزا صاحب نبی بن بیٹھے تو ان کی بیویاں امہات المؤمنین کیوں نہ ہوتیں انکے ساتھی صحابہ کیوں نہ کہلاتے اور ان کے گھروالے اہل بیت کیسے نہ ہوتے یہ اس بنا پر ہوا کہ مرزا صاحب کوئی ایسے ویسے نبی نہ تھے عین حضور ﷺ

تھے (نحوذ باللہ) کتنی شاعرانہ صداقت ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام؟ کا آنا اور آپ کے بعد خلیفہ اول یعنی حضرت مولوی نور الدین رضی اللہ عنہ؟ کا وجود رسول کریم ﷺ کے بعد خلیفہ اول یعنی حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ کا وجود ہے۔“ (معاذ اللہ) (۲۶)

اِسْمُهُ اَحْمَدُ کا مصداق کون:

مرزا صاحب کا نام غلام احمد تھا لیکن ان کے کئی الہامات میں انہیں احمد کے نام سے پکارا گیا خود انہوں نے اپنے بارے میں کہا!

احمد آخر زمان نام من است آخرین جاے ہمیں جام من است (۲۷)

لیکن وہ خود اس حوالے سے ارتقائی منازل ہی طے کرتے رہے انہوں نے خود یہ اعلان نہیں کیا کہ من بعدی اسمہ احمد کے مصداق وہی ہیں اس آخری منزل پر انہیں بعد میں پہنچایا گیا۔ ان کے بیٹے اور خلیفہ دوم نے لکھا ہے! ”اب یہاں سوال پیدا ہوتا ہے کہ وہ کون رسول ہے جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد آیا اور اس کا نام احمد ہے۔ میرا اپنا دعویٰ ہے اور میں نے یہ دعویٰ یوں ہی نہیں کر دیا بلکہ حضرت مسیح موعود کی کتابوں میں بھی اسی طرح لکھا ہوا ہے اور حضرت خلیفۃ المسیح اول (علیہ السلام) نے بھی یہی فرمایا ہے کہ مرزا صاحب احمد ہیں چنانچہ ان کے درسوں کے نوٹوں میں بھی یہی چھپا ہوا ہے۔ اور میرا ایمان ہے کہ اس آیت اسم احمد کے مصداق حضرت مسیح موعود علیہ السلام ہی ہیں۔“ (۲۸)

مرزا بشیر الدین محمود احمد نے ۱۹۱۵ء کے سالانہ جلسہ میں تقریر کرتے ہوئے کھل کر کہا کہ اسمہ احمد میں حضور محبوب خدا علیہ الخیرۃ والثناء مراد نہیں ہیں۔ احمد کا جو لفظ قرآن کریم میں آیا ہے وہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے متعلق ہی ہے میں اس کے ثبوت میں اپنے پاس خدا کے فضل سے دلائل رکھتا ہوں۔۔۔ اگر کوئی میرے دلائل کو غلط ثابت کر دے اور قرآن کریم سے اور احادیث صحیحہ سے یہ بات ثابت کر دے کہ احمد آنحضرت ﷺ کا نام تھا نہ کہ صفت اور یہ کہ جو نشانات احمد قرآن میں آتے ہیں وہ آنحضرت ﷺ پر چسپاں ہوتے ہیں اور یہ کہ رسول اللہ ﷺ نے یہ یحیٰں گوئی اپنے اوپر چسپاں فرمائی ہے تو میں ایسے شخص کو ایک مقرر تادان جو فریقین کو منظور ہو دینے کیلئے تیار ہوں۔“ (۲۹)

احمدی نام کی وجہ:

یہاں یہ وضاحت ضروری ہے کہ قادیانی یا مرزائی اپنے آپ کو احمدی کہلاتے ہیں اور عام طور پر یہ تاثر دیتے ہیں کہ وہ غلام احمد سے نسبت کی وجہ سے احمدی کہلاتے ہیں۔ کیونکہ قرآن کی آیت اسمہ احمد کے مصداق ان کے غلام احمد ہی تھے یہ بات درست نہیں۔ مورخ احمدیت دوست محمد شاہد لکھتے ہیں کہ! ”پنجاب میں لوگ ہمیں مرزائی کہتے ہیں اور ہندوستان کے دوسرے علاقوں میں قادیانی کے نام سے پکارتے ہیں لیکن ۱۹۰۱ء کی سرکاری مردم شماری میں یہ فرقہ اپنا شخص برقرار رکھے

ہوئے اندراج کروانا چاہتا تھا اس لیے مرزا صاحب نے اسے احمدی قرار دیا۔“ (۳۰)

یہ اعلان مرزا صاحب نے ۴ نومبر ۱۹۰۰ء کو اشتہار واجب الاظہار کے ذریعے سے کیا۔ ہمارے نبی ﷺ کے دو نام تھے ایک محمد ﷺ دوسرا احمد ﷺ۔۔۔ اسمہ احمد جمالی نام تھا جس سے یہ مطلب تھا کہ آنحضرت ﷺ دنیا میں آشتی اور صلح پھیلانے کے سوغدانے ان دونوں کی اس طرح پر تقسیم کی کہ اول آنحضرت ﷺ کی زندگی میں اسمہ احمد کا ظہور تھا اور ہر طرح سے مبراور شیکبائی کی تعلیم تھی اور پھر مدینہ کی زندگی میں اسمہ محمد کا ظہور ہوا اور مخالفوں کی سرکوبی خدا کی حکمت اور مصلحت نے ضروری سمجھی لیکن یہ پیشگوئی کی گئی تھی کہ آخری زمانہ میں پھر اسم احمد ظہور کرے گا اور ایسا شخص ظاہر ہوگا جسکے ذریعے سے احمدی صفات یعنی جمالی صفات ظہور میں آئیں گی اور تمام لڑائیوں کا خاتمہ ہو جائیگا۔ پس اسی وجہ سے مناسب معلوم ہوا کہ اس فرقہ کا نام احمدیہ رکھا جائے۔“ (۳۱)

۱۲۵ اکتوبر ۱۹۰۵ء کو ایک اور مولوی صاحب آئے اور انہوں نے یہ سوال کیا کہ خدا نے ہمارا نام مسلمان رکھا ہے آپ نے اپنے فرقہ کا نام احمدی کیوں رکھا ہے؟ حضور؟ نے اس سوال کے جواب میں مفصل تقریر فرمائی اور بتایا کہ جو لوگ اسلام کے نام سے انکار کریں یا اس نام کو عار سمجھیں ان کو تو میں لعنتی کہتا ہوں میں کوئی بدعت نہیں لایا جیسا کہ حنبلی، شافعی وغیرہ نام تھے ایسا ہی احمدی بھی نام ہے بلکہ احمدی کے نام میں اسلام اور اسلام کے بانی احمد ﷺ کیساتھ اتصال ہے۔ آجکل اس قدر طوفان زمانہ میں کہ اول آخر کبھی نہیں ہوا۔ اس واسطے کوئی نام ضروری تھا خدا کے نزدیک جو مسلمان ہیں وہ احمدی ہیں۔“ (۳۲)

رسول ہی رسول:

نبوت و رسالت کے بارے میں مرزا غلام احمد کے قہقین کے خیالات اب یہی نہیں کہ ایک ظلی یا بروزی آگیا اور بس یا کچھ اور ظلی بروزی نبی بھی آئیں گے مگر وہ حقیقی نبی نہیں ہوں گے بلکہ مرزا صاحب کے صاحبزادہ صاحب خلیفہ دوم سے ۱۹۲۷ء میں سوال کیا گیا کہ کیا آئندہ بھی نبیوں کا آنا ممکن ہے تو انہوں نے کہا: ”ہاں قیامت تک رسول آتے رہیں گے جب تک بیماری ہے تب تک ڈاکٹر کی بھی ضرورت ہے۔“ (۳۳)

الہامات:

اس رسول ہندی پر الہامات بھی بہت ہوئے۔ خداوند قدوس نے تو فرمایا تھا وما ارسلنا من رسول الا بلسان قومہ ہم نے ہر رسول پر صرف اسکی قوم کی زبان میں وحی کی لیکن مرزا صاحب پر زیادہ تروجی عربی میں نازل ہوئی اگرچہ خود انہوں نے یہ کہا تھا: ”یہ بالکل لغو اور بیہودہ امر ہے کہ انسان کی اصل زبان تو کوئی اور ہو اور الہام اسکو کسی اور زبان میں ہو۔“ (۳۳) بیشتر الہامات اس قسم کے ہیں کہ قرآنی آیات میں کچھ تحریف کر کے مرزا صاحب ولا الہام بن گیا۔ کچھ الہامات معنوی لحاظ سے عجیب و غریب ہیں مثلاً انت منی بمنزلہ ولدی تو مجھ سے بیٹے کی بجائے۔ اس سوال کے

جواب میں کہ اس الہام کے معنی کیا ہیں قادیانی حضرات کا موقف ہے کسی کو بیٹے کی بجا کہنا پیار کے اظہار کیلئے ہوتا ہے ورنہ خود مرزا صاحب فرماتے ہیں کہ خدا بیٹوں سے پاک ہے نہ اس کا کوئی شریک ہے اور نہ بیٹا ہے لیکن یہ فقرہ اس جگہ قبیل مجاز اور استعارہ میں ہے۔“ (۳۵)

قرآن پاک میں تحریف کرتے ہوئے مرزا صاحب کے خدا نے بعض جگہوں پر زبان غلط کر دی ہے یا آدم اسکن تو قرآن نے کہا تھا مرزا صاحب کے الہام میں مخاطب عورت ہو گئی لیکن فعل مذکر ہی رہا یا مریم اسکن (۳۶) اور مرزا صاحب کا خدا تو کوئی سی زبان بھی صحیح استعمال نہیں کرتا۔ چند الہامات ملاحظہ ہوں!

بہت سے سلام تیرے پر ہوں (۳۷)

"We can what we will do"

"GOD is coming by his army"

"He is with you to kill enemy" (۳۸)

ایک الہام یہ تھا!

"چون دور خسروی آغاز کردند مسلمان را مسلمان باز کردند"

مرزا صاحب خود اس کی تشریح میں کہتے ہیں! "دور خسروی سے مراد اس عاجز کا عہد دعوت ہے مگر اس جگہ دنیا کی بادشاہت مراد نہیں بلکہ آسمانی بادشاہت مراد ہے جو مجھ کو دی گئی ہے۔" (۳۹)

صبح موعود:

قارئین کرام جانتے ہیں کہ مرزا غلام احمد قادیانی نے بالاقط مختلف دعوے کیے ہیں یوں اپنی وفات سے کوئی ۱۸ برس پہلے ان پر یہ انکشاف ہوا کہ جس مسیح ابن مریم کے آنے کی خبر تھی وہ خود ہیں انکے سوانح نگار عبدالقادر لکھتے ہیں! "۱۸۹۰ء کے اواخر میں اللہ تعالیٰ نے آپ پر اس امر کا انکشاف فرمایا کہ آنحضرت ﷺ نے جس ابن مریم کے آنے کی خبر دی تھی وہ تو ہی ہے پہلا مسیح آسمان پر خاکی جسم کیساتھ ہرگز زندہ نہیں بلکہ وہ دیگر انبیاء کی طرح فوت ہو چکا ہے۔" (۴۰)

۲۵ مئی ۱۹۰۸ء وفات سے ایک ماہ قبل مرزا صاحب نے اپنی آخری تقریر کے آخر میں فرمایا! "عیسیٰ کو مرنے دو کہ اس میں اسلام کی حیات ہے ایسا ہی عیسیٰ موسوی کے بجائے عیسیٰ محمدی آنے دو کہ اس میں اسلام کی عظمت ہے۔" (۴۱)

اس طرح مرزا صاحب مسیح موعود بن بیٹھے اور اسے قرآن سے ثابت کرنے کی خاطر لکھا! "اور یہ کہنا کہ قرآن شریف میں مسیح موعود کا کہیں ذکر نہیں یہ سراسر غلطی ہے کیونکہ۔۔۔ صریح طور پر فرمادیا کہ آخری زمانہ میں جبکہ آسمان اور زمین میں طرح طرح کے خوفناک حوادث ظاہر ہوں گے وہ عیسیٰ پرستی کی شامت سے ظاہر ہوں گے اور دوسری طرف یہ بھی فرمادیا

وما کنا معذبین حتیٰ نبعث رسولاً پس اس سے مسیح موعود کی نسبت پیشگوئی کئے کئے طور پر قرآن شریف سے ثابت ہوتی ہے۔“ (۴۲)

مرزا صاحب کیا نہیں:

مرزا صاحب اپنے دعووں میں بڑے منہ زور واقع ہوئے ہیں انہوں نے اپنے آپ کو نبی کہا تو پھر کوئی ایسا نبی چھوڑا جس کا نام انہیں یاد آتا تھا وہ اس کا مسکی خود بننے جاتے تھے۔

میں کبھی آدم کبھی عیسیٰ کبھی یعقوب ہوں نیز ابراہیم ہوں سلیمان ہیں میری بیشار (۴۳)

ھچھڑا لوتی میں مرزا صاحب نے اپنے آپ کو آدم، شیث، نوح، ابراہیم، اسحاق، اسماعیل، یعقوب، یوسف اور حضور ﷺ کا مظہر اتم کہا ہے۔ (صفحہ ۷۲) کہتے ہیں! ”جیسا کہ میں ابھی بیان کر چکا ہوں مجھے اور نام بھی دیے گئے ہیں اور ہر ایک نبی کا مجھے نام دیا گیا ہے چنانچہ جو ملک ہند میں کرشن نام ایک نبی گزرا ہے جس کو رد گو پال بھی کہتے ہیں اس کا نام بھی مجھے دیا گیا ہے۔۔۔ خدا تعالیٰ نے بار بار میرے پر ظاہر کیا ہے کہ جو کرشن آخری زمانہ میں ظاہر ہونے والا تھا وہ تو یہی ہے آریوں کا بادشاہ“۔ (۴۴)

مہدی معبود:

مرزا صاحب کے دعووں کی زد سے جب کرشن نہ بچ سکا تو وہ مہدی ہونے کا دعویٰ کیوں نہ کرتے چنانچہ وہ مسیح موعود کیساتھ مہدی معبود بھی بن گئے۔

۱۷ جنوری ۱۹۰۳ء کو ایک مقدمے کے سلسلے میں جہلم پیش ہوئے تو خدام کے سامنے تقریر کرتے ہوئے کہا! ”مسلمانوں کے تمام فرقے مہدی کے خنجر ہیں مگر مہدی تو بہر حال ایک شخص ہی ہونا تھا اور وہ میں ہوں“۔ (۴۵) اگر میں شیعوں سے کہوں کہ میں تمہارا مہدی ہوں جو کچھ تمہاری روایات میں درج ہے وہ درست ہے اور اسی طرح سنیوں اور وہابیوں کو بھی کہوں تاکہ سب مجھ سے راضی ہو جائیں تو یہ ایک منافقت ہے انکو اتنا معلوم نہیں کہ مہدی کا نام حکم عدل ہے وہ تو سب فرقوں کا صحیح فیصلہ کرے گا جسکی غلطی ہوگی اسکو بتائے گا تب وہ سچا ہوگا بس یہی وجہ ہے کہ سب فرقے دشمن ہو گئے ورنہ ہم نے انکا اور کیا قصور کیا ہے“۔ (۴۶) ۱۹ اپریل ۱۹۰۴ء کو مرزا صاحب نے کہا! ”جس مہدی کو لوگ مانتے ہیں وہ ہٹکی ہے اور اسکی نسبت احادیث میں بہت تعارض ہے لیکن ہمارا دعویٰ اس مہدی کا ہے جس کی نسبت کوئی شک نہیں“۔ (۴۷)

کسی شخص نے سوال کیا کہ شیعہ اصحاب کہتے ہیں کہ امام مہدی عار سے نکلیں گے اور وہ محمد بن حسن عسکری ہیں۔ قادیانیوں نے جواب شائع کیا۔ محمد بن عسکری وفات پا چکے ہیں بزرگوں کی ایک جماعت کی گواہی شیعہ دینی لٹریچر میں آئی ہے کہ انہوں نے محمد بن حسن عسکری کی وفات پر ان کا جنازہ پڑھا اور انہیں مدینہ الرسول میں کفنا کر دفن کیا گیا انکو اور بعض دوسرے ائمہ کو قبل از وقت جلد بازی میں مہدی قرار دیا گیا امام مہدی نے آخر زمانہ میں غلبہ نصاریٰ کے وقت پیدا ہونا تھا وہی

حضرت بانی سلسلہ احمدیہ علیہ السلام ہیں جو محمد بن حسن عسکری کے بھی بروز ہیں۔“ (۴۸)
مسح و مہدی:

مرزا غلام احمد صاحب نے اس بات پر بہت زور دیا کہ مسح اور مہدی اصل میں ایک ہی شخص ہے اور وہ خود ہی ہیں (حالانکہ اپنے تمام دعویٰ کے پیش نظر انہیں یہ کہنا چاہیے تھا کہ ہزار ہا انبیاء اور دوسرے مذاہب کے سب ادتارہ وغیرہ ایک ہی شخصیت تھے) کہتے ہیں: ”ان دونوں اندرونی اور بیرونی عظیم الشان قوتوں کی اصلاح کے لیے آنحضرت ﷺ کو ساتھ ہی یہ بشارت ملی کہ ایک شخص آپ کی امت میں سے مبعوث کیا جائے گا جو بیرونی فتنہ اور صلیبی مذہب کی حقیقت کو توڑ دینے والا ہے اور اسی لحاظ سے وہ مسح ابن مریم ہوگا اور اندرونی تفرقوں اور بے راہ رویوں کو دور کر کے ہدایت کی سچی راہ پر قائم کرے گا اس لیے مہدی کہلائے گا۔“ (۴۹) نیکی کے بھی دو بروز ہیں اندرونی لحاظ سے مہدی اور بیرونی لحاظ سے مسح ابن مریم۔۔۔ مسح اور مہدی دراصل ایک ہی شخص ہیں اور اسکے دو ہی نام ہیں جو اس کی دو مختلف حیثیتوں کو ظاہر کرتے ہیں جو دفع شر اور افاضہ خیر ہیں۔“ (۵۰)

مورخ احمدیت دوست محمد شاہد لکھتے ہیں: ”مرزا صاحب نے ۲۳ مارچ ۱۸۸۹ء کو خدا تعالیٰ کے حکم سے جماعت احمدیہ کی بنیاد رکھی اور ۱۳۰ھ میں خدا کے اذن سے مسح موعود مہدی معبود ہونے کا اعلان کیا۔“ (۵۱) ۱۹۰۳ء میں فرقہ بابیہ بہائیہ کے حکیم مرزا محمود ایرانی لاہور آئے اور مرزا غلام احمد قادیانی سے بحث و مناظرہ کرنا چاہا تو روز نامہ پیسہ اخبار لاہور میں مرزا قادیانی کے بارے میں چھپا گوا آپ نے ساتھ مسح موعود کے مہدی معبود ہونے کا دعویٰ کیا ہے اور خود کو مہدی اصلی ہونے کیساتھ مسح کا صرف مثیل قرار دیا ہے مگر لوگ آپ کے ادعائے مہودیت پر اتنی توجہ نہیں کرتے جتنی کہ مسیحیت پر کر رہے ہیں۔ درآنجا نیکہ علماء کے نزدیک مہدی آخر الزمان کی فضیلت مسح موعود پر ثابت ہے۔“ (۵۲)

مرزا بشیر الدین محمود احمد کہتے ہیں: ”حضرت مرزا غلام احمد کا دعویٰ تھا کہ آپ کو اللہ تعالیٰ نے خلق اللہ کی ہدایت اور رہنمائی کے لیے مبعوث فرمایا ہے اور یہ کہ آپ وہی مسح ہیں جن کا ذکر احیث میں آتا ہے اور وہی مہدی ہیں جن کا وعدہ آنحضرت ﷺ کے ذریعہ دیا گیا ہے۔“ (۵۳)

اس وقت کا مصلح مسح موعود اور مہدی معبود کے سوا اور کوئی نہیں اور یہ چونکہ مسح موعود ہونے کے مدعی صرف بانی سلسلہ احمدیہ ہیں اس لیے ان کے دعویٰ کو رد کرنا گویا خدا تعالیٰ کی سنت کا ابطال اور رسول کریم ﷺ کے اقوال کی ہتک ہے۔“ (۵۴)

مہدی معبود ہونے کے مدعی مرزا غلام احمد کہتے ہیں: ”میں یہ پیش گوئی کرتا ہوں کہ میرے بعد قیامت تک کوئی ایسا مہدی نہیں آئے گا جو جنگ اور خونریزی سے دنیا میں ہنگامہ برپا کرے۔ اور خدا کی طرف سے ہو اور نہ کوئی ایسا مسح آئے گا جو

کسی وقت آسمان سے اترے گا ان دونوں سے ہاتھ دھو لو۔۔۔ جو شخص آنا تھا وہ آچکا وہ میں ہوں جس سے خدا کا وعدہ پورا ہوا۔“ (۵۵)

امام حسین رضی اللہ عنہ سے افضل:

مرزا صاحب کے ظنی اور بروزی نبی پھر حقیقی نبی ہونے مسیح موعود اور مہدی ہونے کا تفصیلی ذکر آچکا ہے۔ اب حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ پر مرزا صاحب کی فضیلت کا احوال بھی سن لیں مرزا صاحب کا مشہور شعر ہے

کر بلا نیست سیر ہر آنم صد حسین است در گریبانم (۵۶)

مسلمانوں کے پیغم تعاقب کے باعث اب قادیانیوں نے اس کی تاویلات کرنا شروع کر دیں ہیں اس میں بانی سلسلہ احمدیہ نے لطیف ہیرایہ میں اپنی مشکلات کا ذکر فرمایا ہے۔ شعر کا سادہ مفہوم یہ ہے کہ میں ہر آن کر بلاؤں سے گزرتا ہوں اور حسین کی طرح سینکڑوں مشکلات میں گھرا ہوا ہوں۔ (۵۷)

آئیے مرزا صاحب کے ارشادات کو چانچتے ہیں کہ آیا ان کے نزدیک اس شعر کے یہی معنی ہیں جو ان کے پیروکار بیان کر کے مسلمانوں کو دھوکہ دینا چاہتے ہیں یا ان کی مراد کچھ اور ہے مرزا کہتے ہیں! ”افسوس یہ لوگ نہیں سمجھتے کہ قرآن نے تو امام حسین کو رتبہ اہلبیت کا بھی نہیں دیا بلکہ نام تک مذکور نہیں ان سے تو زید ہی اچھا رہا جس کا نام قرآن شریف میں موجود ہے انکو آنحضرت ﷺ کا بیٹا کہنا قرآن پاک کی نص صریح کینلاف ہے جیسا کہ آیت **ماکان محمد ابا احد من رجالکم** سے سمجھا جاتا ہے اور ظاہر ہے کہ حضرت امام حسین رجال میں سے تھے۔ عورتوں میں سے تو نہیں تھے۔ حق تو یہ ہے کہ اس آیت نے اس تعلق کو جو امام حسین کو آنحضرت ﷺ سے بوجہ پسر دختر ہونے کے تھا نہایت ہی ناچیز کر دیا ہے خدا نے اور اسکے پاک رسول نے بھی مسیح موعود کا نام نبی اور رسول رکھا اور تمام خدا کے نبیوں نے اس کی تعریف کی ہے اور اسکو تمام انبیاء کے صفات کا ملکہ مظہر ٹھہرایا ہے۔ اب سوچنے کے لائق ہے

کہ امام حسین کو اس سے کیا نسبت ہے؟“ (۵۸) اسکے بعد قصیدہ اعجازیہ مرزا صاحب کا خاص الہام ہے۔ (۵۹) اسکے چند اشعار ملاحظہ فرمائیے!

وقالو علی الحسین فضل نفسه اقول نعم واللہ ربی سیظہم

اور انہوں نے کہا کہ اس شخص نے امام حسین سے اپنے تئیں اچھا سمجھا میں کہتا ہوں کہ ہاں اچھا سمجھتا ہوں اور میرا خدا اعتریب ظاہر کر دے گا۔

واما حسین فاذا کروا دشت کریلا الی هذه الا یام فنبکون فانظروا

اور مجھ میں اور تمہارے حسین میں بہت فرق ہے کیونکہ مجھے تو ہر ایک وقت خدا کی تائید اور مدد مل رہی ہے مگر حسین پس تم دشت

کر بلا کو یاد کر لو اب تک تم روتے ہو

وانی قتیل الحب ولكن حسینکم قتیل العد وفالفرق اجلی واطہر

اور میں محبت کا کشتہ ہوں لیکن تمہارا حسین دشمنوں کا کشتہ ہے پس فرق کھلا کھلا اور ظاہر ہے (۶۰)

۸ جنوری ۱۹۰۴ء کو ریاست مالیر کوئلہ کے مشیر اعلیٰ نے مرزا صاحب سے مختلف سوالات کئے ایک سوال کے جواب

میں مرزا صاحب نے کہا! ”میرے اس دعویٰ پر کہ میں امام حسین سے افضل ہوں شور مچایا جاتا ہے لیکن اگر پوچھا جاوے کہ آئیہو المسیح حسین سے افضل ہے یا نہیں تو اس کا کیا جواب ہے؟ مشیر اعلیٰ نے پوچھا پھر آپ کے نزدیک کیا ہے؟۔ مرزا صاحب

نے کہا! ”خدا تعالیٰ نے تو مجھے یہی بتایا ہے کہ میں افضل ہوں۔“ (۶۱)

کر بلا نیست سیر ہر آنم والے شعر کی تشریح میں میاں بشیر الدین محمود احمد لکھتے ہیں! ”لوگ اسکے معنی یہ سمجھتے ہیں کہ حضرت مسیح موعود نے فرمایا میں حسین کے برابر ہوں لیکن میں کہتا ہوں اس بڑھ کر اس کا مفہوم یہ ہے کہ سو حسین کی قربانی کے برابر میری ہر

گھڑی کی قربانی ہے۔“ (۶۲)

جماعت احمدیہ سے متعلق بعض سوالات کا جواب دینے والے منافقت مآب توجہ فرمائیں کہ خود ان کے نبی صاحب

کیا کہتے ہیں! ”وہ لوگ جو میری اس بات سے کہ میں امام حسین سے افضل ہوں گھبراتے ہیں بجائے اسکے کہ مجھ پر اعتراض کریں صاف طور پر میرے مقابلہ میں آئیں میں ان سے پوچھوں گا کہ جس قسم کے نشانات میں اپنی سچائی اور منجانب اللہ

ہونے کے پیش کرتا ہوں اس قسم کے نشانات تم بھی پیش کرو اور پھر اسی قدر تعداد دکھاؤ میں مرثیہ نہیں سنوں گا بلکہ نشانات کا مطالبہ کروں گا جس کو حوصلہ ہے اور جو امام حسین کو سجدے کرتے ہیں وہ ان کے خوارق اور نشانات کی فہرست پیش کریں اور

دکھائیں کہ کس قدر لوگ ان واقعات کے گواہ ہیں اس مقابلہ میں یقیناً یہ ماننا پڑے گا کہ واقعات میں قافیہ نگہ ہے۔ مبالغہ سے ایک بات کو پیش کر دینا اور ہے اور حقیقی طور سے واقعات کی بناء پر اسے ثابت کر دکھانا مشکل ہے۔“ (۶۳)

حواشی و حوالہ جات

۱۔ عبدالقادر سابق سودا گراں، حیات طیبہ مسجد احمدیہ لاہور ایڈیشن دوم ۹۶ ص ۱

۲۔ ایضاً ص ۱۲

۳۔ الیاس برنی پروفیسر محمد، قادیانی مذہب کا علمی محاسبہ شیخ محمد اشرف تاجر کتب خانہ لاہور

۴۔ غلام احمد قادیانی مرزا، حقیقۃ الوحی ص ۲۷

۵۔ غلام احمد قادیانی مرزا، ملفوظات جلد اول ص ۳۳۲

۶۔ ملفوظات جلد پنجم ص ۲۹۰

- ۷۔ اسد اللہ قریشی محمد (مرتب) جماعت احمدیہ سے متعلق بعض سوالات کے جوابات نظارت اصلاح و ارشاد ربوہ ۱۹۷۳ء ص ۹
- ۹۔ قادیانی اپنے آپ کو احمدی اور اپنی جماعت کو جماعت احمدیہ کہتے ہیں۔ وجہ تسمیہ اپنے مقام پر آئے گی)
- ۸۔ دوست محمد شاہد، تاریخ احمدیت جلد سوم ادارۃ المصنفین ربوہ سن، ص ۱۸۹
- ۹۔ اشتہار ایک غلطی کا ازالہ مشمولہ الحکم قادیان، ۱۰ نومبر ۱۹۰۱ء ص ۵۔ ۷
- ۱۰۔ دوست محمد شاہد تاریخ احمدیت جلد سوم ص ۱۹۲ (حاشیہ میں یہ وضاحت بھی ہے کہ پہلے ۱۹۰۰ء میں مولوی عبدالکریم اپنے خطبات جمعہ میں اس کا اظہار کرتے رہے ۱۷ اگست ۱۹۰۰ء کے خطبے میں مولوی صاحب نے مرزا صاحب کو مرسل ثابت کیا اور لا نفرت بین احمدیہ والی آیت ان پر چسپاں کی جسے مرزا صاحب نے پسند کیا۔
- ۱۱۔ بشیر الدین محمود احمد میاں حقیقۃ النبوة ص ۱۲۱
- ۱۲۔ الوصیۃ بحوالہ صداقت حضرت مسیح موعود تقریر از جلال الدین شمس مجلس انصار اللہ مرکز ربوہ ایڈیشن چہارم مئی ۱۹۸۳ء ص ۱۰۴، ۱۰۵
- ۱۳۔ غلام احمد قادیانی مرزا ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم طبع اول ص ۱۸۱
- ۱۴۔ غلام احمد قادیانی مرزا، ازالہ اوہام جلد اول تالیف ۱۸۹۱ء ص ۱۳۸
- ۱۵۔ چشمہ معرفت ص ۳۲۳ (بحوالہ آیت خاتم النبیین اور جماعت احمدیہ کا مسلک مجلس انصار اللہ مرکز ربوہ سن، ص ۷
- ۱۶۔ الفضل قادیان ۱۲۹ اپریل ۱۹۲۷ء جلد ۱۴ نمبر ۸۵
- ۱۷۔ غلام احمد قادیانی مرزا حقیقۃ الوحی ص ۷۲
- ۱۸۔ غلام احمد قادیانی مرزا کشتی نوح ص ۲۴
- ۱۹۔ غلام احمد قادیانی مرزا ملفوظات جلد ششم ص ۱۲۲
- ۲۰۔ اخبار الفضل قادیان ۲۶ جنوری ۱۹۱۶ء
- ۲۱۔ غلام احمد قادیانی مرزا ضمیمہ چشمہ معرفت ص ۹
- ۲۲۔ بشیر الدین محمود احمد میاں القول فی الفصل ص ۱۲
- ۲۳۔ غلام احمد قادیانی مرزا تریاق القلوب ص ۱۴۷
- ۲۴۔ معلوم ہوتا ہے مرزا صاحب حساب میں بھی کمزور تھے۔ ۴۰ برس کے تھے جب ان پر وحی آنا شروع ہوئی ساٹھ برس سے کچھ زیادہ عمر کے ہوئے تو نبی بننے کی تیسویں سالگرہ کیسے ہو گئی؟۔
- ۲۵۔ غلام احمد قادیانی مرزا درشن اردو مجموعہ کلام ص ۹۷

۲۶۔ اخبار الفضل قادیان ۱۴ مارچ ۱۹۳۶ء جلد ۳۳ شمارہ ۶۲

۲۷۔ الفضل قادیان ۷ دسمبر ۱۹۳۳ء

۲۸۔ بشیر الدین محمود احمد میاں انوار خلافت ص ۲۱

۲۹۔ الفضل قادیان ۱۹ اگست ۱۹۱۶ء جلد شمارہ ۲۲

۳۰۔ دوست محمد شاہد مولف تاریخ احمدیت جلد سوم ادارۃ المصنفین ربوہ ص ۱۶۱

۳۱۔ غلام احمد قادیانی مرزا تبلیغ رسالت جلد نمبر ص ۹۱

۳۲۔ بدر ۳ نومبر ۱۹۰۵ء بحوالہ تاریخ احمدیت جلد سوم ص ۴۴۱

۳۳۔ الفضل قادیان ۲۷ فروری ۱۹۲۷ء جلد ۱۴ شمارہ ۶۸

۳۴۔ غلام احمد قادیانی مرزا چشمہ معرفت ص ۲۰۹

۳۵۔ جماعت احمدیہ سے متعلق بعض سوالات کے جوابات ص ۳۹

۳۶۔ غلام جیلانی برق ڈاکٹر حرف محرمانہ طابع علمی پرنٹنگ پریس لاہور بار اول ۱۹۵۳ء ص ۲۳۳، ۲۳۵

۳۷۔ غلام احمد قادیانی مرزا ھیتہ الوحی ص ۱۰۲

۳۸۔ براہین بحوالہ ھیتہ الوحی ص ۳۰۳ (حاشیہ میں لکھا ہے چونکہ یہ غیر زبان میں الہام ہے اور الہام الہی میں ایک سرعت ہوتی ہے اس لیے ممکن ہے کہ بعض الفاظ کے ادا کرنے میں کچھ فرق ہو اور یہ بھی دیکھا گیا ہے کہ بعض جگہ خدا تعالیٰ انسانی محاورات کا پابند نہیں ہوتا۔ ھیتہ الوحی ص ۳۰۴)

۳۹۔ تجلیات الہیہ ص ۳ بحوالہ ہماری ہجرت اور قیام پاکستان سید زین العابدین ولی اللہ شاہ ربوہ کی سالانہ جلسہ اپریل ۱۹۳۹ء میں تقریر دارالتجلید لاہور ص ۷۲

۴۰۔ عبدالقادر سابق سوداگر مل حیات طیبہ ص ۹۸

۴۱۔ تاریخ احمدیت جلد سوم ص ۵۴۶

۴۲۔ غلام احمد قادیانی مرزا ۲۲ ھیتہ الوحی ص ۶۳

۴۳۔ اسد اللہ قریشی محمد، جماعت احمدیہ سے متعلق بعض سوالات کے جوابات ص ۴۲

۴۴۔ غلام احمد قادیانی مرزا ۲۲ ھیتہ الوحی ص ۸۵

۴۵۔ مرزا صاحب تو کہہ رہے ہیں کہ مہدی ایک ہی ہونا تھا وہ خود ان کی صورت میں ہو گیا لیکن ”ظہورہ مرزا“ کچھ اور کہتا ہے انکے بیٹے اور خلیفہ دوم مرزا بشیر الدین محمود احمد کہتے ہیں رسول کریم ﷺ کی پشتگوئیوں سے پتہ چلتا ہے کہ آئندہ بھی کئی تغیرات

ہوں گے مہدی کے متعلق جو پیشگوئیاں ہیں ان سے معلوم ہوتا ہے کہ کئی مہدی ہوں گے۔ ان مہدیوں میں سے ایک مہدی تو خود حضرت مرزا صاحب ہیں اور آئندہ بھی کئی مہدی آسکتے ہیں۔ اخبار الفضل قادیان ۲۷ فروری ۱۹۲۷ء سیرت المہدی حصہ

سوم ص ۱۶۹-۱۷۰ بحوالہ تاریخ احمدیت جلد سوم ص ۲۷۶، ۲۷۷

۴۷۔ غلام احمد قادیانی مرزا ملفوظات جلد ششم ص ۴۲۳

۴۸۔ جماعت احمدیہ سے متعلق بعض سوالات کے جوابات ص ۴۳

۴۹۔ ملفوظات جلد اول ص ۴۴۵

۵۰۔ ملفوظات جلد اول ص ۴۵۱، ۴۵۵

۵۱۔ دوست محمد شاہد چودھویں صدی کی غیر معمولی اہمیت احمد اکیڈمی رپورہ ۱۹۸۱ء ص ۷۷، ۷۸

۵۲۔ روزنامہ پیسہ اخبار لاہور ۱۱ اگست ۱۹۰۴ء بحوالہ جواب لیکچر جناب قادیانی بہائی پبلشنگ کمپنی نیو دہلی چوتھا ایڈیشن ۱۹۳۶ء

ص ۱۴، ۱۳

۵۳۔ مرزا بشیر الدین محمود احمد دعوت الامیر الشریکۃ الاسلامیہ رجسٹرڈ رپورہ ص ۴۸

۵۴۔ دعوت الامیر ص ۹۹

۵۵۔ غلام احمد قادیانی مرزا مجموعہ اشتہارات جلد سوم ص ۵۲۰

۵۶۔ غلام احمد قادیانی مرزا درمبین مجموعہ کلام ص ۲۸۷

۵۷۔ جماعت احمدیہ سے متعلق بعض سوالات کے جوابات ص ۳۲

۵۸۔ غلام احمد قادیانی مرزا نزول المسیح ص ۳۵، ۵۰

۵۹۔ برنی پروفیسر محمد الیاس قادیانی مذہب کا علمی محاسبہ ص ۸۷، ۸۸

۶۰۔ غلام احمد قادیانی مرزا، اعجاز احمدی ص ۵۲، ۶۹، ۸۱

۶۱۔ ملفوظات جلد ششم ص ۲۸۳

۶۲۔ اخبار الفضل قادیان ۲۶ جنوری ۱۹۳۶ء خلیفہ قادیان کا خطبہ جمعہ

۶۳۔ غلام احمد قادیانی مرزا ملفوظات جلد ششم ص ۲۰۳

☆☆☆☆

☆☆☆☆

☆☆☆☆

فتنہ قادیانیت کے خلاف مملکت خداداد کا تاریخ ساز فیصلہ

7 ستمبر کے حوالے سے ایک خصوصی تحریر

سید صابر حسین شاہ بخاری

مدیر اعلیٰ ماہنامہ الحقیقہ

ادارہ فروغ افکار رضا برہان شریف ضلع انک

یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ ہمارے آقا و مولا پیارے نبی حضرت احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ ﷺ اللہ تعالیٰ کے آخری نبی ہیں۔ آپ پر سلسلہ نبوت تمام ہو چکا ہے۔ اس عقیدہ نبوت پر امت مسلمہ کا شروع سے اجماع ہے۔ اور پھر یہ ضروریات دین میں سے ہے۔ ہمارے پیارے نبی حضرت احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ ﷺ کے بعد کسی کو نبی مانا یا جو آپ کے آخری نبی ہونے میں شک کرے وہ بھی بالاجماع کافر ہے۔ منکرین رسالت نے ہر دور میں اس اجماعی عقیدے پر حملہ آور ہونے کی ناکام کوشش کی ہے۔ نئے نئے مدعیان نبوت سامنے آئے لیکن مجاہدین تحفظ ختم نبوت نے ان مدعیان کا بروقت تعاقب کیا اور گلشن اسلام کی پاسبانی میں کوئی کسر اٹھانہ رکھی۔ یوں تو برصغیر میں منکرین رسالت کے کئی گروہ ہیں لیکن ان میں انگریز کا خود کاشتہ فتنہ قادیانیت نمایاں طور پر سامنے آیا۔ اس فتنہ کی قیادت گورداسپور کے مرزا غلام احمد قادیانی کے حصے میں آئی۔

مسئلہ پنجاب مرزا غلام احمد قادیانی نے جب مجددیت سے نبوت کا اپنا پر فریب جال پھیلا یا اور کئی سادہ لوح مسلمانوں کو درغلا یا اور ختم نبوت کے قرآنی ایمانی اجماعی عقیدے کا انکار کر کے دائرہ اسلام سے خارج ہو گیا تو علمائے حق اور مشائخ عظام نے انگریز کے اس خود کاشتہ پودے کو جڑ سے اکھاڑنے میں کوئی کسر اٹھانہ رکھی۔ یوں تو تمام مکاتب فکر نے فتنہ قادیانیت کے خلاف اپنی آواز اٹھائی ہے لیکن ان میں علمائے اہل سنت کا کردار نہایت واضح ہے۔ ان میں حضرت علامہ مولانا غلام دہگیر قصوری وہ پہلی شخصیت ہیں جنہوں نے تحریک قادیانیت کے خلاف سب سے پہلے ۱۸۸۳ء میں فتویٰ کفر جاری کر کے پہلی ضرب لگائی۔ اس ضمن میں آپ نے تین رسائل بنام

تختہ دہگیر یہ (۱۸۸۳ء)

رحم الباطلین (۱۸۸۶ء)

فتح رحمانی (۱۸۹۶ء)

تصنیف فرما کر مرزا کے مکروفریب کی خانہ ساز نبوت کے تار و پود بکھیر کر رکھ دیئے۔ اس کے بعد یہ سلسلہ چل نکلا اور خاندان رضویہ کے عظیم چشم و چراغ حجۃ الاسلام حضرت علامہ حامد رضا خان بریلوی علیہ الرحمہ نے سن ۱۸۹۷ء میں ”الصارم الربانی علی اسراف القادیانی“ تحریر فرمائی۔ مفتی اعظم ہند علامہ الشاہ محمد مصطفیٰ رضا خان نوری بریلوی علیہ الرحمہ (خلف اصغر امام احمد رضا خان علیہ الرحمہ) نے ”صحیح یقین بر ختم النبیین“ تصنیف فرمائی۔ امام احمد رضا محدث بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے خود قلم مرزائیت کے خلاف چھٹا قابل تردید رسائل لکھے اور مسلمانوں کو اس فتنہ سے دور رہنے کی تلقین کی۔ آپ کی زندگی کی آخری تصنیف ”الجزر الدیانی علی المرتد القادیانی“ بھی اس فتنہ کے رد میں ہے۔

سلطان العلماء حامل علم لدنی حضرت پیر سید مہر علی شاہ گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ برق الہی بن کر سامنے آئے اور ایسی لا جواب کتاب ”سیف چشتیائی“ تصنیف فرمائی کہ مرزائی آج تک اس کے جواب سے عاجز ہیں۔ پروفیسر محمد الیاس برنی رحمۃ اللہ علیہ نے ”قادیانی مذہب کا علمی محاسبہ“ لکھ کر اس کا ناطقہ بند کیا۔ مولانا قاضی غلام گیلانی رحمۃ اللہ علیہ نے ”تبیخ غلام گیلانی برگردن قادیانی“ لکھ کر مرزا کی خوب گرفت فرمائی اور یہ کتاب بریلی شریف سے چھپ کر سامنے آئی۔ مولانا محمد عالم آسی رحمۃ اللہ علیہ نے ”الکادوی علی القادیانی“ مولانا محمد عمر اچھروی رحمۃ اللہ علیہ نے ”متھاس نبوت“ جیسی عظیم کتب لکھ کر مرزائیت کو لگام دی۔ مولانا غلام قادر بھیروی نے فتویٰ جاری کیا تھا کہ مسلمان مرد یا عورت کا نکاح قادیانیوں کیساتھ حرام و ناجائز ہے۔ رد مرزائیت میں علمائے حق تحریری خدمات کا احاطہ تحریر میں لانا ایک الگ موضوع ہے۔

کذاب قادیانی نے ۲۲ جولائی ۱۹۰۰ء کو ایک اشتہار شائع کیا اور اس میں چھپاسی علماء کو دعوت مناظرہ دی ان میں حضرت پیر سید مہر علی شاہ گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ کا نام بھی تھا۔ مناظرہ کا موضوع عربی میں قرآنی آیات کی تفسیر لکھنا قرار پایا۔ تاجدار گولڑہ نے ۲۵ جولائی ۱۹۰۰ء کو ایک مکتوب میں مرزا کی دعوت مناظرہ قبول کر لی۔ ۲۵ جولائی ۱۹۰۰ء لاہور کے مقام پر مناظرہ ہونا قرار پایا۔ تاجدار گولڑہ کے علاوہ علماء اہل سنت اور دیگر فرقوں کے اکابر جمع ہو گئے۔ بادشاہی مسجد میں بالاتفاق علماء حضرت پیر سید مہر علی شاہ گولڑوی مناظر اسلام مقرر ہوئے۔ بار بار اعلان اور تقاضا کے مرزا نے راہ فرار میں ہی اپنی عافیت کبھی۔ اس طرح باوجود طلب مناظرہ کے مرزا قادیانی میدان مناظرہ میں نہ خود آیا نہ نمائندہ بھیجا اور قادیانیوں کو شکست فاش ہوئی۔

علامہ صوفی نواب الدین رمداسی چشتی نے قادیانیوں سے تنبیخ نکاح کا سب سے پہلا مقدمہ جیتا۔ مقدمہ گورداسپور کے دوران مسلمانوں کی طرف سے تنہا آپ ہی تھے اور مرزائیوں کے خلاف عدالت میں فتویٰ بھی آپ ہی نے دیا تھا۔ بالآخر اللہ تعالیٰ نے حق کو فتح دی اور فیصلہ آپ کے ہی حق میں ہوا اور یوں سب سے پہلے عدالت سے مرزائیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دلوانے کا سہرا بھی حضرت نواب الدین کے سر بندھا۔ یہ فیصلہ ۱۹۲۵ء میں ہوا تھا اور فیصلہ کرنے والا جج ایک انگریز تھا۔

مقدمہ بہاولپور میں بھی جب شہریوں نے سنا کہ صوفی نواب الدین رمداسی گواہی دیں گے اور جرح کریں گے تو دکانیں اور تعلیمی ادارے بند ہو گئے تھے۔ مقدمہ بہاولپور میں اس وقت کے جج اکبر صاحب نے مقدمہ گورداسپور کے فیصلے کو مثال مانتے ہوئے مرزائیوں کے خلاف فیصلہ صادر کیا تھا۔

۲۲ مئی ۱۹۰۸ء کو امیر ملت پیر سید جماعت علی شاہ محدث علی پوری رحمۃ اللہ علیہ نے بادشاہی مسجد لاہور میں جمعہ المبارک کے خطبہ میں مرزا کو مہلبہ کا چیلنج دیا۔ مرزا لاہور ہی میں موجود تھا بار بار کے تقاضا کے باوجود آپ کے سامنے نہ آیا حضرت امیر ملت نے ۲۶، ۲۵ مئی ۱۹۰۸ء کی درمیانی شب پیشگوئی فرمائی کہ چند ہی دنوں میں مرزا عبرتناک موت سے دوچار ہوگا۔ چنانچہ آپ کی پیشگوئی کے مطابق مرزا ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء قبل دوپہر عبرتناک موت سے مر کر واصل جہنم ہوا۔

قیام پاکستان کے بعد مرزائیوں نے اس مملکت خداداد کے خلاف سازشوں کا جال بچھا دیا سو بہ بلوچستان کو قادیانی سٹیٹ بنانے کا خواب دیکھنے لگے ان نازک حالات کے پیش نظر فتنہ مرزائیت کے انسداد کے لیے ملک گیر تحریک کا آغاز ہوا۔ اس تحریک میں تمام مکاتب فکر نے حصہ لیا مگر قیادت اور موثر قوت اہل سنت کی تھی۔ اوائل دسمبر ۱۹۵۲ء میں تمام مکاتب فکر کے علماء و زعماء نے مولانا ابوالحسنات سید محمد احمد قادری کو اپنا متفقہ قائد تسلیم کیا۔ اس تحریک کے تین اہم بنیادی مطالبات تھے۔

۱۔ ظفر اللہ قادیانی کو وزارت خارجہ سے ہٹایا جائے۔

۲۔ مسلمان کی تعریف آئین میں شامل کی جائے۔

۳۔ حضور خاتم النبیین ﷺ کی تعلیمات کو آخری حجت تسلیم کیا جائے۔

تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء کو کچلنے کے لیے حکومت نے کوئی کسر اٹھا نہ رکھی۔ اس تحریک میں تقریباً دس ہزار مسلمان شہید ہوئے ایک لاکھ گرفتار ہوئے اور دس لاکھ مسلمان متاثر ہوئے۔ علامہ ابوالحسنات قادری اور دیگر قائدین کی کراچی میں گرفتاری کے بعد مجاہد ملت مولانا عبدالستار خان نیازی نے تحریک کو باحسن طریق چلایا۔ ۶ مارچ ۱۹۵۳ء کو مارشل لاء لگا دیا گیا۔ مولانا نیازی اور دیگر علماء کو گرفتار کر لیا گیا۔ مقدمات فوجی بیچوں میں چلائے گئے۔ مولانا نیازی اور مولانا ظلیل احمد قادری کو سزائے موت سنائی گئی۔ یہ سزا بعد میں عرقید میں تبدیل ہو گئی مگر ان مجاہدین کے عزم صادق کی بدولت یہ سزا معاف ہو گئی۔

۲۹ مئی ۱۹۷۴ء میں ریوہ ریلوے اسٹیشن پر مسلمان طلباء پر قادیانیوں نے فائرنگ کر کے اپنے عزائم کو واضح کر دیا۔ اس سانحہ سے مسلمان سراپا احتجاج بن گئے۔ مرکزی مجلس عمل قائم کی گئی جس کے صدر محمد یوسف بخوری اور جنرل بیکر ٹری علامہ سید محمود احمد رضوی رحمۃ اللہ علیہ منتخب ہوئے۔ اس تحریک کو منظم کرنے میں علماء و مشائخ اہل سنت نے نمایاں کردار ادا کیا۔ پیر قاضی فضل رسول حیدر رضوی کی بے لوث قیادت نے اس تحریک میں جان پیدا کر دی۔ قومی اسمبلی میں جن سنی زعماء نے بھرپور

کردار ادا کیا ان میں علامہ شاہ احمد نورانی، مولانا عبدالمصطفیٰ الازہری، مولانا سید محمد علی رضوی، مولانا محمد ذاکر اور مفتی ظفر علی نعمانی رحمۃ اللہ علیہم اجمعین ممتاز ہیں۔

۱۳ جولائی ۱۹۷۴ء کو راولپنڈی میں ایک عظیم الشان مشائخ کانفرنس بلائی گئی۔ کانفرنس کے داعی حضرت شیخ الاسلام خواجہ قمر الدین سیالوی رحمۃ اللہ علیہ اور منتظم شیخ الحدیث والفقیر علامہ سید حسین الدین شاہ مدظلہ العالی تھے۔ اس کانفرنس میں پچاس سے زائد علماء و مشائخ نے شرکت کی۔ عوام کا ایک جم غیر تھا۔ اس کانفرنس میں متفقہ طور پر جو قرارداد منظور کی گئی اسکا خلاصہ کچھ اس طرح ہے:

[[مرزا غلام احمد قادیانی کو نبی یا مجدد ماننے والے دائرہ اسلام سے خارج ہیں اس لیے مرزائیوں کو غیر مسلم قرار دیا جائے]]۔

سینکڑوں علماء و مشائخ اہل سنت نے قید و بند کی صعوبتیں برداشت کیں۔ چالیس کے قریب افراد نے جام شہادت نوش کیا۔ پارلیمانی تاریخ میں پارلیمنٹ کے اندر پہلی بار مرزائیت کے خلاف بحث کا آغاز علامہ شاہ احمد نورانی کی ۱۱۵ اپریل ۱۹۷۲ء کی اس تقریر سے ہوا جس میں آپ نے مسلمان کی تعریف کو آئین میں شامل کرنے کا مطالبہ کرتے ہوئے کہا: [[مسلمان صرف وہ ہے جو اللہ کی وحدانیت اور حضور نبی کریم ﷺ کے آخری نبی ہونے پر یقین رکھتا ہے۔ مرزائی اور قادیانی مسلمان نہیں ہیں]]۔

مولانا کوثر نیازی کے چیلنج پر علامہ عبدالمصطفیٰ الازہری نے مسلمان کی مختصر اور جامع تعریف پیش کی جس کو متفقہ طور پر قومی اسمبلی میں پیش کیا گیا۔ علامہ شاہ احمد نورانی نے ۳۰ جون ۱۹۷۴ء کو قومی اسمبلی میں ایک تاریخی قرارداد پیش فرمائی کہ قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا جائے۔ قرارداد کا مسودہ تیار کرنے کے بعد خان عبدالولی خان اور فوٹو بخش بڑنجو سے دستخط لیے گئے دونوں نے بغیر کسی لیت و لعل کے دستخط کر دیئے اس قرارداد پر حزب اختلاف کے ۱۲۲ افراد جن کی تعداد بعد میں ۳۷ ہو گئی تھی نے دستخط کیے البتہ جمعیت علماء اسلام کے مولوی غلام فوٹو ہزاروی اور مولوی عبدالکیم نے اس قرارداد پر دستخط نہیں کیے۔ اس تحریک میں علامہ شاہ احمد نورانی رحمۃ اللہ علیہ کو قومی اسمبلی کی خصوصی کمیٹی اور ہر کمیٹی کا ممبر بھی منتخب کیا گیا۔ آپ نے پوری ذمہ داری کیساتھ دونوں کمیٹیوں کے اجلاس میں شرکت کی۔ قادیانیت سے متعلقہ ہر قسم کا لٹریچر اسمبلی کے ممبروں میں تقسیم کرنے کے علاوہ ممبروں سے ذاتی رابطہ بھی رکھا۔ اس تحریک میں آپ نے تین ماہ کے دوران صرف پنجاب کے علاقے میں تقریباً چالیس ہزار میل کا دورہ کیا ڈیڑھ سو شہروں، قصبوں اور دیہاتوں میں عام جلسوں سے خطاب کرنے کے علاوہ سینکڑوں کتابوں کا مطالعہ کیا۔ مولانا شاہ احمد نورانی رحمۃ اللہ علیہ کی قیادت میں مولانا سید محمد علی رضوی، علامہ عبدالمصطفیٰ الازہری اور مولانا محمد ذاکر نے اسمبلی کی خصوصی کمیٹی میں مرزا ناصر اور لاہوری گروپ کے صدر الدین پرانٹارنی جنرل کے توسط سے قریباً

۶ سوالات کیے کل ۷۰ سوالات اور جرح کے نتیجے میں مرزائیوں کا دجل و فریب اچھی طرح بے نقاب ہوا اور آخر کا تمام مسلمان عوام اور علماء کی متفقہ کاوشیں اور قربانیاں رنگ لائیں اور ۷ ستمبر ۱۹۷۷ء کو دنیا کے سارے اسلامی ملکوں میں یہ قابل فخر اعزاز صرف مملکت خداداد پاکستان کو حاصل ہوا کہ اس کی پارلیمنٹ نے انکار نبوت کی بنیاد پر مرزائیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دے کر قانونی اور سیاسی طور پر دائرہ اسلام سے خارج کر دیا۔

☆☆☆☆ ☆☆☆☆ ☆☆☆☆



نعت اور عقیدہ ختم نبوت

سید صابر حسین شاہ بخاری (مدیر اعلیٰ)

سیدہ فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا

يَا خَاتَمَ الرُّسُلِ الْمُبَارَكِ صُنْوَ صَلَّى عَلَيْكَ مُنْزِلُ الْقُرْآنِ

اے آخری رسول! آپ کی برکت و سعادت کی جوئے فیض ہیں۔

آپ پر تو قرآن نازل کرنے والے نے بھی درود و سلام بھیجا ہے۔

حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ

اذ جاءنا احكامه كل الصحف صار العدم

قرآنہ برہاننا فسحا لادیان مضت

حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ

مِنَ اللّٰهِ مَشْهُودٌ يَلُوحُ وَيَشْهَدُ

أَعَزَّ عَلَيْهِ لِلنَّبُوَّةِ خَاتَمٌ

علامہ سید احمد سعید کاظمی

ختم آپ کی ہستی پر ہر ایک بڑائی ہے

کیا شان شہنشاہ کو نہیں نے پائی ہے

محمد علی ظہوری

اول آخر کا دولہا ہمارا نبی

راز دار ازل، تاجدار ابد

شبیر احمد ہاشمی

ختم دور انبیاء بعثت رسول اللہ کی

وجہ تخلیق جہاں خلقت رسول اللہ کی

نعیم صدیقی

دیں کی تکمیل کا پیغام سنانے والے

تو نبوت کے قصیدے کا مقدس مقطع

احسان دانش

لے کے قرآن آخری پیغام پر پیدا ہوئے

اب نہ اتریں گے صحیفے، اب نہ آئیں گے رسول

خواجہ غلام محی الدین قادری

زمہداء ولایت تابخاتم رہبر وہادی بہر دور و زمانہ اندر محمدی محمد ہے

شورش کاشمیری

اس ذات پر رحمت ختم ہوئی نبیوں کی شہادت ختم ہوئی
یعنی کہ نبوت ختم ہوئی پھر کوئی نہ اس کے بعد آیا
محمد یعقوب حاکم

احمد مرسل، ختم رسولاں ﷺ
شافع محشر، رحمت یزدان ﷺ

سیف زلفی

ذات ختم المرسلین خورشید، عنبر، تازگی
حیدر و حسنین و زہرا، روشنی، خوشبو، حنا

محشر بدایونی

دل کو عرفان ذات ختم رسل
انتہائے یقین سے ملتا ہے

ضیاء القادری

حضور رحمت عالم، حضور ختم الرسل
بشر کے وہم سے بالاتر آپ کے درجات

مختار بخاری

ختم الرسل کی شوکت و عظمت نہ پوچھئے
محبوب کبریا ہیں، رسول رحیم ہیں

غلام شبیر بخاری

بحر ہدایت کا لہجہ سخاوت، گنج سعادت، مہر رسالت
رہبر اعظم، مرسل خاتم ﷺ

رابعہ نہال، سیدہ

آئے ختم المرسلین عالم منور ہو گیا
ذرہ ذرہ یوں چمک اٹھا کہ اختر ہو گیا

کامل جو ناگروسی

خدا نے سب سے پہلے کر رکھا تھا خاتم شد پر
نبوت کا، رسالت کا، ہدایت کا، شفاعت کا

سجاد مرزا

اے حبیب خدا، خاتم الانبیاء ذکر کرتا ہے رب علی آپ کا جن و انس، ملائک بھی خوشنما میرے آقا یہ مرتبہ آپ کا

شر نعمانی

آپ ہیں ختم زل آپ سراپا رحمت یہ حقیقت میرے ایمان کا پیمانہ ہے

احمد ندیم قاسمی

حرف اتممت علیکم ہے گواہ حسن تکمیل ہے بحث ان کی

محشر رسول مگری

ہے اتباع پیبری اتباع خدا جو فیض ہم کو ملا ختم المرسلین سے ملا

نور اس کا سب سے پہلے پیدا کیا خدا نے غنفر عباس قیصر فاروقی، میجر

ہیں غایت تخلیق میں وہ اوّل و آخر آغاز سے پہلے ہیں وہ انجام سے پہلے

ستار غفاری

گہنکارو! مبارک ہو کہ ختم المرسلین آئے شفع المذنبین آئے، شفع المذنبین آئے

أمة اللہ تنیم

حضرت اقدس مرسل خاتم المرسلین مظہر دین اور رہبر عالم اسلام

محمد عبدالعزیز شرقی

جو پہنچا بام نبوت پر انبیاء کا کمال تو ذات ختم نبوت کا انتخاب ہوا

ضیاء القادری بدایونی

خیر البشر ختم الرسل تم بخدا ہو کونین میں تم سا کوئی انسان نہیں دیکھا

راغب مراد آبادی

رہ ختم الانبیاء کا میں اگر غبار ہوتا مرا سر بلند رہتا میں فلک وقار ہوتا

جس سے راغب ہوں خوش خاتم المرسلین ایک ہی ایسی خوبی ہو انسان میں

کشف برداران ختمی مرتبت کو کیا خبر باب جنت کب کھلا، کیسے کھلا، کیونکر کھلا

شہزاد محمد دی

خدا نے صورت ختم الرسل میں بھیج دیا
ہر اک سوال کا کامل جواب کیا کہنا
اے ختم الرسل! ناخ ادیان و صحائف
اے نور مبیں، جلوہ رخن سراپا

نظیر لدھیانوی

خاتم عہد سلاطین ہوا آنا تیرا سکدا ب حشر تک چلا رہے گا تیرا

محمد اعظم چشتی

تیرا ثانی تو کہاں دھر میں اے ختم رسل ہم نے دیکھا نہیں اب تک کہیں سایہ تیرا

عزیز حامل پوری

کہیں ممکن نہیں دنیا میں نمونہ تیرا کون جانے؟ ترا اول ترا آخر کیا ہے

ضیاء القادری

کردیا ختم نبوت کو خدا نے تم پر عہد آدم کی قسم، عہد مسیح کی قسم

قمریہ دانی

ناخ ادیان، رسالت ہے تمہاری واہ وا قاطع باطل شریعت ہے تمہاری واہ وا

WWW.NAESEISLAM.COM

دو جہاں ہیں تابع فرمان ختم الرسلیں دہر میں کوئی نہیں ہم نشان ختم الرسلیں

بے چین رچپوری

امام دو جہاں ختم الرسل صدر المخلآ آئے	کر مگار دو عالم دافع رنج و بلا آئے
ختم الرسل پیہر سب رہبروں کے رہبر	دونوں جہاں کے سرور، محبوب رب اکبر
اے ختم رسل آپ ہیں سچے رہبر	ہیں آپ بس شافع روز محشر

عبداللہ افضل

لولا کہ لما حق نے کہا شان میں جس کی وہ ختم رسل ہے، وہ شہنشاہ و بشر ہے

محمد ظہور علی اقدس

سارے نبی ہیں چاند مگر چاندنا تمام کیا بات ہے مدینہ کے ماہِ تمام کی

سیدہ تسنیم رحمت

رحمتوں کے خزینوں کے مالک نبی، آسمانوں زمینوں کے وارث نبی
سید المرسلین خاتم الانبیاء مرحبا مرحبا شانِ صلی علی

حافظ چشتی تونسوی

مقابل میں خدا کے اور نہیں کوئی خدا ٹھہرا نہ امکاں میں کوئی ممکن نظیر مصطفیٰ ٹھہرا

سید ولایت شمس آبادی

احمد قحنام اور تھا خیر البشر لقب ختم الرسل ہے مہر نبوت حضور کی

شبیر نعمانی باغدروی

اے رسول خدا تم پہ لاکھوں سلام خاتم الانبیاء تم پہ لاکھوں سلام

مشتاق احمد عاجز

اے میرے واحد خدا کے آخری بچے نبی نعت کہنے کو عطا ہوا زسرنوزندگی

غلام ربانی فروغ

بہاریں اور بھی آئیں مگر محمد و مرے یک بہار آخرِ دوراں بہار جاودانی ہے

مرزا اقبال بیگ نعیم

رسولوں میں شرف جس کو ملا مستثنیٰ کا بھلا لگتا ہے جس کو تاج ختم المرسلین کا

سعید بدر

اے ختم رسل، رحمت کل، صاحب اخلاق ہیں زیرِ نگین آپ کے سب انفس و آفاق

امین گیلانی سید

سر پر ہر عاصی کے ہے احسانِ ختم المرسلین دور تک ہے گوشہٴ دامنِ ختم المرسلین

سکندر لکھنوی

شاخِ سدہ منزل آغاز ختم المرسلین عرش سے ہے ماوراءِ پر واز ختم المرسلین

فیضی سید

وہ صدرِ آخریں ہیں رسالت کی بزم کے صدر اور پھر نہ بن سکا صدرِ احلا کے بعد

عارف امرتسری

ہونا زکیوں نہ دینے کو اپنی قسمت پر تمام نبیوں کے ہیں پیشوا دینے میں

افضل تحسین

وہ نبی پاک ، ختم المرسلین
فخر عالم ، خاتم ادیان ہے
سلسلہ تجھ پر کیا حق نے رسالت کا تمام
تیری ہی ذات گرامی پر ہوئی تکمیل دیں
آپ ہی حسن ازل ہیں آپ ہی حسن ابد
آپ ہی نور ہدئی ہیں اولیس و آخرین
ہم ہر ایسے نبی کو قتل کے قابل سمجھتے ہیں
جو دشمن راستی کا ہے جو سچائی کا قاتل ہے
سمجھنے کا ہے دل سے مسئلہ ختم نبوت کا!
یہ طے ہے اب نبی دنیا میں کوئی نہ آئے گا
مکمل ہو چکا ہے دین بھی اخلاق بھی ان پر
جو آئے بھی نبی کوئی تو وہ کیا چیز لائے گا؟

شیخ غلام حسین جعفر

مکان والا مکان کی منزلوں کے راز داں ہو کر نبوت ختم ہے جن پر وہ ختم الانبیاء آئے

خواجہ قمر الدین سیالوی

آں جملہ رسل ہادی برحق کہ گزرفضل تو اسے ختم رسل دادہ گواہی

حاجی سلطان احمد سالک

ہوا اسلام کا غوغا جہاں میں جن کے آنے سے رہے گا دین حق ان کا یہ ختم المرسلین آیا

بدر الدین بدر

کس نے بخشا پستیوں کو دہریں میں عالی مقام کس کے اعزاز نبوت کو ہوا حاصل دوام

جو ہر نظامی

سب انبیاء سے گر چہ بظاہر، تو ہے مؤخر
ہے مرتبے میں لیکن مقدم تیرے سوا کون

شیم بھیروی

مخبرِ گردشِ صبح و سہا ہے، کن فیکون اول و آخر
ان کا تبسم ان کا تکلم ﷺ

سیف زبیری

مانا کہ صحیفے اور بھی ہیں جو دوسرے نبیوں پر اترے

قرآن کی عظمت برحق ہے یہ ختمِ رسل کے نام آیا

واحد حسین نشان

ظہورِ اولیس و آخریں ختمِ الرسل تم ہو
لیے پختِ مبارک پر نبوت کا نشان آئے

بشیر احمد بشیر

فراقِ ختمِ رسل میں یہ معجزہ تو ہوا
جو پہلے داغِ تھااب ہے چراغِ سینے کا

محمد حسین نیلوی

رسول اللہ اشرفِ انبیاء ہیں
نبی اللہ خاتمِ انبیاء ہیں

محمد نازیم

فخر کون و مکاں، باعث کن فکاں
رحمت دو جہاں، ہادی انس و جاں
خاتم الانبیاء مصطفیٰ مصطفیٰ

سعید مرزا

آپ کی بعثت سے پہلے بھی نبی آئے مگر
آپ کے آنے سے آقا دینِ حق کامل ہوا

حکیم تائب رضوی

مقتدی سارے نبی اور محمد تھے امام
راز تھا اول و آخر کا عیاں آج کی رات

جان محمد جان

مدحتِ ختمِ الرسل ہے جان کا شیوا قدیم
رازِ بخشش کا یہی ہے رازِ داں فرما گئے

اسلم کاشمیری

مٹانے جہالت کی تاریکیوں کو رسالت کے ماہ تمام آگئے ہیں

منظر جعفری

وہ عزت ملی سرور انبیاء کو کہ جبریل تھاے زمام آگئے ہیں

راجا حسن

جہالت کی دنیا کو پر نور کرنے رسالت کے ماہ تمام آگئے ہیں

تائب رضوی

ستاروں کی ضو ماند کیسے نہ ہوگی نبوت کے ماہ تمام آگئے ہیں

نذر صابری

ختم رسل بھی تو ہے شانِ انبیاء بھی تو خیر البشر بھی تو ہے خیر الوراء بھی تو

تو مقصد کن، مظہر حق، ہادی عالم تو ختم رسل، رحمت کل، سرور دیں ہے

ساحر

جنت سے جو بڑھ کر ہے وہ طیبہ کی زمیں ہے کونین میں طیبہ ہے کہ خاتم میں نکلیں ہے

شاکر

تو خاتم کونین کا رخشدہ نکلیں ہے تو فجر رسل، مہبط جبریل امیں ہے

محمد عنایت وحید

ہے سارے انبیاء میں الگ آپ کا مقام سارے ہی انبیاء پر فضیلت ہے آپ کی

ڈاکٹر غلام یحییٰ انجم

انبیاء مرسلین اب تک آتے رہے
درس توحید رب سب سناتے رہے
جن کی توصیف سب گنگناتے رہے
اب وہی خاتم المرسلین آگئے

سید محمد محدث کچھوچھو

حبیب خاص خدا ختم انبیاء و رسل

سوا حضور کے کوئی بھی دوسرا نہ ہوا
نبیوں کے خاتم خدا کے موید رسولوں کی محفل کے صدر مجید
ہمارے پیغمبر ہمارے محمد علیہ الصلوٰۃ علیہ السلام

مسرور کیفی

صدیوں کی داستان کا حسن تمام بھی دل پر رہے جو نقش وہ لہو بھی آپ ہیں

مختار جمیری

وہ امین و صادق محرم وہ نبی آخری ذی حسم
وہ شفیع یوم نشور ہیں وہ حضور ہیں وہ حضور ہیں

عیش بخاری

شاہ عالی صفات پر ہے درود ختم مُرسل کی ذات پر ہے درود

چودھری فضل حق

وہ کہ ہیں مقصود کن وہ کہ ہیں اصل فگار آپ ہی ختم الرسل آپ حدِ اویس

راجا رشید محمود

درود آقا و مولا پر جو بھیچا اول و آخر نہ کوئی فاصلہ پایا دعا میں اور اجابت میں

رشید قیسرانی

کوئی شمس رو، کوئی زہرہ و ش، کبھی نام عرش مقام تھے بڑے نام تھے
مگر ایک نام جہان اسم کا آخری جو امام تھا، ترا نام تھا

داغ

اے شہنشاہِ رسل فخرِ رسل ختمِ رسل خوب سے خوب خوش اسلوب ہوا خوب ہوا

سیما اکبر آبادی

وہ خود آئینہ ہے خود اپنے آئینے کا جو ہر بھی
خدا کا آخری پیغام بھی ہے اور پیغمبر بھی

حافظ انور لدھیانوی

سر پہ اُس کے تاج شرافت، پشت پہ اُس کے مہر نبوت
اُس کی جبین پر نور رسالت صلی اللہ علیہ وسلم

شاہ ابوالمعالی غفرتی

سید الکوین ختم الانبیاء والمرسلین مطلع نور ہدایت ماہ اوج سروری

حافظ برخوردار راجھا

کیا ظلم قریش تے جو کافرا عرب پایا ختم المرسلین نالے جو اصحاب

مولوی نور الدین

کیا کروں میں نعت ختم المرسلین ہے محمد مصطفیٰ رحمت یقین

رشک ترابی

لاریب وہی تجھ آخر ہے کہ جس نے اعلان صداقت کا سرعام کیا ہے

سعید مرزا

آپ کی بعثت سے پہلے بھی نبی آئے مگر آپ کے آنے سے آقا دین حق کامل ہوا

پروفیسر غلام جیلانی اصغر

تکمیل دوعالم یہ ہے وہ مہر نبوت اس واسطے پھر کوئی پیغمبر نہیں آیا

سردار علی شاہین

کل نیماں و سلطان ہو یا ایہہ پیار دیاں سوغاتاں نہیں

شبلی پانی پتی

کامل ہے میرا ایمان کہ میرے نبی کے بعد بس ہو گیا ہے ختم نبوت کا سلسلہ

منظور علی ہاشمی

ہک لکھ چوی ہزار پیغمبر دا سردار کہائے
سب جہانناں دی ہے رحمت، اللہ آپ بتائے

احمد یار خان بلوچ

محمد مصطفیٰ آئے حبیب کبریا آئے وہ بعد آئے مگر بن کر امام الانبیاء آئے

ثاقب ملک

محمد اسم اول اسم آخر محمد مبتداء ومنتہا ہیں

شفیع ضامن

جس نے دنیا کو دیا دین مکمل تو ہے تیرے مرسل کی قسم آخری مرسل تو ہے

محمد صدر خان

سردار سب رسولوں کے اور رہنما ہیں آپ
اک نور بے کراں ہیں حبیب خدا ہیں آپ
سب انبیاء کو آپ کا ہے اقتداء قبول
وہ مقتدی ہیں رہبر کل انبیاء ہیں آپ

شیم عزیز، پروفیسر

غل تھا آتے ہیں لولاک والے پیا ابتداء، انتہا، مصطفیٰ، مجتبیٰ

محمد صدیق اختر

اوہنوں نیماں دا میں بادشاہ کہہ دیاں ابتدا کہہ دیا انتہا کہہ دیاں
دل تے چاہندا اے اختر خدا کہہ دیاں میرے ایمان نوں ایہہ گوارا نہیں

سرفراز ظفر، ڈاکٹر

اطاعت خاتم مرسل میں ہے حب خداوندی یہی ہے اصل ایمان اور یہی فرمان ربانی

بیدار سردی

اوہ چہنے انصاف کر کے دیا تے دلاں نوں صاف کر کے دیا
اوہ جیہڑا اے آخری پیغمبر، درود اوس تے سلام اوس تے

عبدالقادر خاں

کہ وہ موعود نبی تیرے سوا کوئی نہیں میرے ممدوح محمد، ہے مجھے پورا یقین

آصف راز

آپ ہی ثابت ہی ختم المرسلین ابتداء تا انتہاء میرے نبی

محمود کاشف

اول الانبیاء آخر الانبیاء

سوچ سے ماورا آپ کا مرتبہ

اقبال قریشی

مٹھے مدنی داسو ہوتا ہے نام مٹھوا آیا نیماں دا بن کے امام مٹھوا

محمد شجاع منعم

لکھ نہیں سکتا میں منعم مدحت سلطان کل ختم ہے جس پر نبوت وہ رسول محترم

سلیمان جاذب

کوئی نہیں ہے ان سا پییر بلاشبہ ہے دو جہاں میں واضح رسالت حضور کی

انور حسین نقیس الحسنی

ہاں نقش پائے ختم زسل میرا تخت ہے ہاں میرے سر کا تاج نعال رسول ہے
کنور محمد اعظم خان خسروی

وہ ایک ذات کہ جو حرف آخر حق ہے

قلم نے پہلے کبھی جس سے کچھ لکھا بھی نہیں

اشک امرتسری

احمد مرسل افضل و اکرم، ساقی کوثر، شافع محشر

سب سے مؤخر سب سے مقدم ﷺ

سرفراز قریشی

وہ جس کا خلق ہے خلق عظیم، اس ذات والا کو

کمال آدمیت، انتہائے انبیاء کہیے

خیال یتا کی

وہ جو ہر دور کی تاریخ کا رخ بدلے گا

سارے نبیوں کا وہ سر تاج وہ سرور اترا

زیب عثمانیہ لودھیانوی

یہ تو ناچز کا ایمان ہے یا ختم رسل

ہر نفس آپ کا فیضان ہے یا ختم رسل

محمد عبدالقدیر صدیقی حسرت

بتوں کی شوکت و عظمت جہاں سے کیوں نہ ہو باطل

اڑاتا پرچم توحید ختم المرسلین آیا

حفیظ تائب

آدمی کے اولیں درو آشنا شاہ ہدی آگئی کے آخری پیغامبر خیر البشر

عسلی نثر

اے حبیب احمد اے اول کن ختم رسل تیری ہستی کا تصدیق ہیں جہاں کے جزو کل

عابد نظامی

تجھ سا کوئی آیا ہے، نہ آئے گا جہاں میں تو خاتم کونین کا رخشندہ نکلیں ہے

واصف علی واصف

مبارک اہل ایمان کو کہ ختم المرسلین آئے مبارک صدمبارک بانی دین میں آئے

محبوب گوالیاری

محبوب یہ بھی ختم نبوت کی ہے دلیل آئندہ آسمان سے نزول کتاب بند

قدیر احمد قدرا تقادری

دامن ختم الرسل کی قدر ٹھنڈی ٹھنڈی چھاؤں میں
دل کے ویرانے کو اپنے گلستاں کرتے چلو
یا د ختم الرسل کے صدقے میں
زندگی میں بہار آتی ہے
شاہ ہر دوسرا مصطفیٰ مصطفیٰ
خاتم الانبیاء مصطفیٰ مصطفیٰ

مفتی احمد میاں حافظ المرکاتی

یہی اول یہی آخر ہیں ختم ان پر رسالت ہے

شر لو لاک حاضر اور شر لو لاک ناظر ہیں

محمد عارف قادری

آج محبوب رب العلی آگئے
آگئے خاتم الانبیاء آگئے

شاہ رفیع الدین دہلوی، مولانا

احمد المختار یازین الوری	یا خاتما للرسل ما اعلاک
اے احمد مختار! اے زینت مخلوقات عالم	اے خاتم رسول! کوئی آپ سے بڑھ کر نہیں

مولانا اختر رضا خان بریلوی

کرنا تھا خدا کو ہم پر آشکارا	آخری نبی ہے اس کو سب سے پیارا
کوئی بھی نبی ہو پچھلی اُمّتوں کا	تم کو سب پہ سبقت یا رسول اللہ

نعرہ رسالت یا رسول اللہ

اکبر الہ آبادی

وہ حبیب خدا، سید المرسلین
خاتم الانبیاء شاہ دنیا و دیں

فیض رسول فیضان

حریم لامکاں و عالم بالا! مبارک ہو!
تہمارے پاس ختم المرسلین تشریف لاتے ہیں
چودھری خوشی محمد ناظر

قلب مسلم کو داغ سینہ فروز
جو غم ختم انبیاء نہ ملا

وجاہت حسین وجاہت

کبھی جو وقت پڑا، ہم ثبوت دے دیں گے
یہ فقر جاں ہے فقط آخری نبی کے لیے

محمد اعظم چشتی

ہو الاول ہو الآخر ہو الظاہر ہو الباطن
مٹایا عشق نے جھگڑا مقدم اور مؤخر کا

راغب مراد آبادی

جس سے راغب ہوں خوش خاتم المرسلین
ایک ہی ایسی خوبی ہو انسان میں

گوہر لیسانی

شافع محشر، شوکت عالم علیہ السلام
شاہ و رسولان، مرسل خاتم ﷺ

عارف معین بے

ہے رسالت آپ کی ہر اک زمانے کے لیے
عزیز لودھیانوی

خاتم الانبیاء ہے لقب آپ کا
اور نبوت کا حسن و جمال آپ ہیں
صادق نسیم

تابندگیاں جس کی ازل تا بابد ہیں
اس خاتم دوراں کے درخشندہ نگین آپ
زیب ظفیری لنگامی

سورج کی ضرورت کچھ نہ پڑے اور چاند کی حاجت کچھ نہ رہے
جب آپ سا خاتم ہستی کو تابندہ نگینہ مل جائے

اداجعفری بدایونی

یہی حرف اول یہی حرف آخر
یہ تعبیر قرآن زبان صداقت
میاں محمد بخش

نور محمد روشن آیا آدم جدوں نہ آیا
اول آخر دئے پاسے اوہول کھلویا
ابوالحانی مولانا محمد غلام ربانی

وہی اول وہی آخر وہی ظاہر وہی باطن
وہی قاسم وہی خاتم وہ ختم المرسلین آیا
سید جمیل احمد نقوی

میری جانب بھی ہو اک نگاہ کرم اے شفیع الوری خاتم الانبیاء
آپ نور ازل آپ شمع حرم آپ شمس الضحیٰ خاتم الانبیاء

ماہر القادری

شریعت کا ہے یہ اصرار ختم الانبیاء کہیے
محبت کا تقاضا ہے کہ محبوب خدا کہیے
سید امین گیلانی

نبی آتے رہے آخر میں نبیوں کے امام آئے
وہ دنیا میں خدا کا آخری لے کر پیام آئے
شاہ محمد بسطین شاہجہانی

شاہ کون و مکاں، اے حبیب خدا، خاتم المرسلین خاتم الانبیاء ﷺ
تابش و طلعت جملہ ارض و سما، خاتم المرسلین خاتم الانبیاء ﷺ

امام احمد رضا بریلوی

ختم دور رسالت پہ لاکھوں سلام

فتح باب نبوت پہ بے حدود وود

مفتی خلیل خان خلیل برکاتی

کہنے کو اور بھی تھے اولو العزم انبیاء
خالق نے تم کو صدر چنا بزم نور کا
مبارک ہو نبی الانبیاء تشریف لے آئے
مبارک ہو شہر مشکل کشا تشریف لے آئے

رعنا اکبر آبادی

مشیت تھی کہ آخر میں بہار اولیں آئے

گل معنی کھلا جب رحمتہ للعالمین آئے

اعجاز رحمانی

آپ پہلی کرن آخری روشنی

خلقت اولیں خاتم المرسلین

سید ہاشم رضا

ابتدائے آفرینش اور ختم المرسلین

محسن انسانیت روح رواں ہر دور کے

سید سلیم گیلانی

ہر ابتدا کی انتہا خیر البشر خیر الوری

اے ختم خیل انبیاء، خیر البشر خیر الوری

محمد حنیف الاسدی

کوئی ان کے بعد نبی ہوا؟ نہیں! اُن کے بعد کوئی نہیں
کہ خدا نے خود بھی تو کہہ دیا! نہیں! اُن کے بعد کوئی نہیں

خاطر غزنوی

تمام نبیوں کے سردار و تاجدار و درود

فراز عرش کے مہماں، جہاں کے والی

محمد حقیر فاروقی

لکھی ہے مدح میں نے عمر بھر ختم رسالت کی
نہیں بیکار مصرع کوئی ہرگز میرے دیوان کا

خاتم الانبیاء سلام علیک

اے شہِ دوسرا سلام علیک

محسن کاکوری

بیدار ہوئے خاتم النبیین
مہر عرفان و عزو جمکین
اک مخبر صادق البیان ہے
پیغمبر آخر الزماں ہے

عزیز الدین خاکی القادری

خالق نے اس طرح سے نبوت تمام کی کوئی نبی نہ آیا شہِ دوسرا کے بعد

مفتی اعظم محمد مصطفیٰ رضا نوری

تم ہو فتح باب نبوت	تم سے ختم دور رسالت
ان کی پچھلی فضیلت والے	صلی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

صلی اللہ صلی اللہ

تمہارے بعد پیدا ہو نبی کوئی نہیں ممکن
نبوت ختم ہے تم پر کہ ختم الانبیاء تم ہو

حافظ نور محمد انور

نوید جاں فزا اہل زمیں کو دی فرشتوں نے مبارک ہو جہاں میں آج ختم المرسلین آئے

ضیاء الحسن ضیاء

خاتم الانبیاء شہِ دیں ہیں آیتیں کہہ رہی ہیں قرآن کی

فطرت قریشی

کھڑے ہیں بہر استقبال صف بستہ نبی سارے
ہوئی تکمیل دیں جس سے وہ ختم المرسلین آیا

نیر حسین جوش مچھلی شہری

وہ اک تنظیم کارکنات اول و آخر
ازل کی دوش پر رکھے ہوئے سرمایہ محشر
مشتاق مبارک
ختم ہے تیری ذات پر سلسلہ پیغمبری
تجھ پہ ثار جان و دل مظہر شان و اداری
صدر رام پوری
روزِ ازل تھا آپ پر صنعتِ حق کا خاتمہ
اس لیے ذاتِ پاک پر ختم ہوئی پیغمبری
سید فیضی
وہ صدر آخری تھے رسالت کی بزم کے
کوئی نہ صدر بن سکا صدرِ اعلیٰ کے بعد
فضل اکبر کمال
لوگ اُس ہادیِ برحق کو سمجھتے جو کمال
مسئلہ ختم نبوت کا نہ پیدا ہوتا
ہوشِ سردی

تصویرِ ختم ہے عالم یارائے بیاں زیبا ہی نہیں
امکانِ ثنائے ختمِ رسل لفظوں میں سا سکتا ہی نہیں

صادقِ نسیم
تا بند گیاں جس کی ازل تا پابد ہیں
اُس ختمِ دوراں کے درخشندہ نگیں آپ
سبطین احمد بدایونی
حق کے انعام آخر پہ بے حد درود
اب کے اتمامِ نعمت پہ لاکھوں سلام
حافظ آفتاب وارثی
جس کی فرقت میں زمانہ کروٹیں لیتا رہا
وہ نبی ختمِ رسل فخرِ الانام آئی گیا
اخترِ اولیں بیک
جب بھی چلی ہیں فرطِ حوادث کی آندھیاں
ختمِ الرسل نے آ کے مجھے آسرا دیا
علامہ محمد سلیم اختر فتح پوری
تجھ سا پیدا نہ ہوا اور نہ ہوگا کوئی
حق کی تو آخری برہانِ رسولِ عربی
رحمت اللہ شہزاد
جتنے نبی بھی آئے، پیغام دے گئے ہیں
سردار سب کے آقا بعد از خدا محمد

زہیر کجانی

نبیوں نے دی جن کی بشارت، جن پہ ہوئی تکمیل رسالت
ابراہیم کا حُسنِ دعا ہیں علیہ السلام

ظفر علی شاہ عباسی

وہ نبیوں کا سر تاج ختمِ الرسل ہے
خدا کو ہے ہر اک سے پیارا محمد

فیض الحسن ناصر

آشنائے سب کی پیشوائے رسل
خاتم الانبیاء مصطفیٰ مصطفیٰ

خوشی محمد ناظر

سلام اُس پر قیامت تک نبوت جس کی جاری ہے
رہنِ منت فیضانِ دنیا جس کی ساری ہے
سلام اُس پر کہ بعد اس کے نبی پیدا نہیں ہوگا
کہ یہ فرض اب سپردِ حاملانِ علم دیں ہوگا
مگر جھوٹی نبوت کا اگر دعویٰ کہیں ہوگا
تو اس کذاب کا یہ کذب ہی داغِ جبین ہوگا

عزیز وارثی

ستاروں نے صدا دی رحمۃ للعالمین آئے
شریعت کے علم بردار ختمِ الرسل آئے

ڈاکٹر ظہیر الدین علوی

جس کی نہیں مثال وہ رسلِ تمہی تو ہو
جو ہے خاتمِ انبیاء وہ رسلِ تمہی تو ہو

عنایت گورداسپوری

وہ آقا زینتِ عالم بھی، فخرِ انبیاء بھی ہے
خدا کا آخری پیغامبر بھی درِ پا بھی ہے

رشید وارثی

انبیاء میں وہ ختمِ رسل ہیں
ہیں مصطفیٰ محمد، ہیں مجتبیٰ محمد (صلی علیہ وسلم)
ختمِ رسل کے اسوہ کامل کی شکل میں

مکمل ہو گئی ہے خدا کے نظام کی
منصب ہے ترا ختم رسل، رحمت عالم
رجے میں سواتھ سے فقط ذات خدا ہے
یہ بھی تو وصف ختم رسل کی دلیل ہے
تھی پشت پہ جو مہر نبوت حضور کی

سید نصیر الدین نصیر گیلانی

دنیا میں رسول انس و جاں آتے ہیں
تغیر آخر الزماں آتے ہیں
میلاد مناؤ اے مقدر والو!
سلطان رسولان جہاں آتے ہیں

جگن ناتھ کمال کرتار پوری

امین جس وحدت آئے ختم المرسلین آئے
محمد مصطفیٰ محبوب رب العالمین آئے

پیارے لال رونق دہلوی

تم وہ ہو حق نے بنایا جن کو شاہ انبیاء
تم وہ بالا ہے سب نبیوں میں جس کا مرتبہ

بلوان سنگھ راجا

اسی پر ابتدا ٹھہرے اسی پر انتہا ٹھہرے

ہو الاول، ہو الآخر کا مطلب نور احمد ہے

کنج بہاری لعل برق

وہ میرے پیشوا ٹھہرے وہ میرے رہنما ٹھہرے

جو محبوب خدا ٹھہرے، جو خاتم الانبیاء ٹھہرے

سردار گور بخش سنگھ مخمور چاندھری

یہ فیض ہے ولادت ختمی مآب کا

ظلمت کدوں میں ہیں سحر نو کی تابشیں

رانا بھگوان داس بھگوان

شانِ معراج سے بس یہ عقدہ کھلا
مرکزِ عشق ہیں خاتم الانبیاء
لا نبی بعدی ہے قول محبوب حق
ورد اسکا ہے بھگوان صبح و مسا

شیخ فرید الدین اعطار

سید الکونین، ختم المرسلین

آخر آمد بود فجر الاولین

بوعلی شاہ قلندر

خلق را آغاز و انجام از تو هست

اے امام اولیں و آخرین

ناشر مجازی

فدا ہے جان میری عظمت ختم نبوت پر

کچل دوں گا خلاف اس کے کہیں ہوفتنہ گر پیدا

نظامی گنجوی

کنت نبیا کہ علم پیش برو

ختم نبوت محمد پرورد

غلام مصطفیٰ مجددی

نبی اعظم ، رسول آخر
محمد ، احمد، شفیع و حاشر
تمام جس پر ہوئی نبوت
وہ خاتمیت کا کنز ظاہر

میاں محمد بخش عارف کامل

نور محمد روشن آیا آدم جدوں نہ ہویا

اول آخر، دویں پاسے اول کھلویا

ایہہ محمد بخش مصنف مرشد سنے قریباں
ختم نبیاں دی وچہ امت رہن اندر مسکیناں
لا الہ الا اللہ اس تے ختم عبارت

پاک رسول محمد سرور جس نے ختم رسالت

مولوی غلام رسول

جس حق خاص شفاعت کبریٰ ختم رسل اتفاقی

نبی صغی واسید سرور نے کوثر داساتی

مفتی احمد یار خان نسیمی، حکیم الامت سا لک

مبدأ جو اس گلشن کے تھے وہ منجھی یہی تو ہیں

باغ رسالت کی ہیں جڑ اور ہیں بہار آخری

بہل

اے ختم رسل اے شیخ حرم اے لطف کا سامان کیا کہنا

اے محسن اعظم ہادی کل، اخلاق مجسم صلی علی

سید محفوظ علی صابر القادری بریلوی

اوصاف لم یزل ہیں وہ ختم الرسل ہیں

مظہر ہیں ذات حق کا صبح شب ولادت

یقیناً دینِ فطرت کا مکمل سلسلہ ہو گا

سبب یہ ہے کہ ختم الانبیاء تشریف لاتے ہیں

صوفی رہبر چشتی

سلامی کے لیے سدرہ سے جبریل امیں آئے

عدم سے سوئے ہستی پائے ختم المرسلین آئے

جلیل نقوی

رہبر حق نما، خاتم الانبیاء

اے رسول خدا، خاتم الانبیاء

سید عارف مجبور رضوی

خاتم دور رسالت بالیقین

رب کا پیارا، آمنہ کا لال ہے

شک ذرا اس میں نہیں کرنا روا

سوچ یہ، ایمان کرے کنگال ہے

محمد اقبال فاروقی بھکری

محفوظ ہے اس واسطے ایمان ہمارا

کہ ختم نبوت پہ ہے ايقان ہمارا
بند ہو گیا دروازہ نبوت کا جوں ہی کہ
مبعوث ہوا احمد ذی شان ہمارا

زیب ظفیری لنگانی (صوبیدار میجر ر)

سورج کی ضرورت کچھ نہ پڑے اور چاند کی حاجت کچھ نہ رہے
جب آپ سا خاتم ہستی کو تابندہ نگینہ مل جائے

غلام مصطفیٰ عشقی

سید الاصفیاء سلام علیک

خاتم الانبیاء سلام علیک

ڈاکٹر احمد حسین قریشی قلعہ داری

امام الانبیاء شاہ رسولان
حبیب کبریا محبوب دوراں
محیط لطف حق را اولیں موج
بشان آخرین ختم نبیاں

سید مظفر احمد ضیاء

آپ ہی سچے ہیں آپ کی بعثت کے بعد کیسے ممکن ہے کہ کوئی شخص پیغمبر لگے

حافظ لدھیانوی

ہمیں ہے ناز کہ نسبت ہے شاہ والا سے ہم امتی ہیں ترے آخری نبی تم ہو

امداد اللہ احمد ذکی

عرش رب کے کئیں، عین حق کے قرین انبیاء کے نگین خلق کے شہ نشین
آخر مرسلین مظہر صبح دیں انتہا ابتدا مظہر کبریا

خان اختر ندیم نقشبندی

جانِ رسل! وہ شانِ رسالت ہے آپ کی

جس پر ہوا ہے ختم رسالت کا سلسلہ

☆☆☆☆

☆☆☆☆

☆☆☆☆

عقیدہ ختم نبوت کے نفسیاتی اثرات

پروفیسر شہباز احمد چشتی ایڈووکیٹ

حکیم الامت علامہ ڈاکٹر محمد اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے ایک مقالے (اسلام اور احمدیت) میں عقیدہ ختم نبوت کے فکری و تمدنی پہلوؤں پر بڑی تفصیل سے روشنی ڈالی ہے۔ اور اس عقیدہ کے نفسیاتی پہلوؤں کا ذکر کرتے ہوئے اقبال نے اس خواہش کا اظہار کیا ہے کہ میں چاہتا ہوں کہ مستقبل میں نفسیات کا کوئی طالب علم میدان عمل میں آنے اور عقیدہ ختم نبوت کے نفسیاتی پہلوؤں کا ذکر کرتے ہوئے نفسیاتی سطح پر اس عقیدہ کی حقانیت کو ثابت کر دے۔

میں نفسیات کا طالب علم تو نہیں ہوں میرا Subject تو Law ہے میں قانون اور دین کا طالب علم ہوں تاہم اس موضوع کی افادیت کے باعث اس پر لب کشائی کی جسارت کر رہا ہوں۔

علامہ اقبال نے اپنے مقالے میں کہا کہ قادیانیوں نے اپنے باطل عقیدہ کی تائید کیلئے اشعخ محمدی الدین ابن عربی کے ایک قول کا حوالہ دیا ہے کہ انکے نزدیک ایک اُمتی پیغمبرانہ مشاہدات و تجربات سے گزر سکتا ہے علامہ فرماتے ہیں میرے نزدیک یہ خیال نفسیاتی طور پر ناچنٹا ہے اور اگر اسے درست بھی تسلیم کر لیا جائے تو اس حد تک ترقی صوفی کی شخص کا میاں ہے جس کو حاصل کرنے کے بعد وہ ہرگز یہ دعویٰ نہیں کر سکتا کہ جو مجھے نہ مانے وہ دائرہ اسلام سے خارج اور مردود و جنمی ہے۔ علامہ نے فرمایا کہ میں نے ابن عربی کی فتوحات مکیہ کے متعلقہ حصے کا مطالعہ کیا ہے اس سے تو یہ ثابت ہوتا ہے کہ یہ قول قادیانیوں کے خلاف جاتا ہے اور ابن عربی عقیدہ ختم نبوت کے اس شدت سے قائل تھے جیسے کوئی صحیح سنی العقیدہ شخص ہو سکتا ہے۔ علامہ فرماتے ہیں کہ میرے نزدیک اگر شیخ ابن عربی کو کشف کے ذریعے معلوم ہو جاتا ہے کہ مشرق میں ہندوستان کے ایک ملک میں ایک شخص پیدا ہونے والا ہے جو عقیدہ خاتمیت محمدی میں دراڑیں ڈالنے کی کوشش کرے گا تو وہ یقیناً اس دور کے علماء کو متنبہ فرما دیتے کہ اس فتنے سے بچ کر رہنا۔

جوڈ Joad ایک جگہ لکھتا ہے کہ اگر کسی انسان میں علم کی وسعت ہو تو وہ مفکر یا فلاسفر ہوتا ہے اور اگر انہیں جذبات کی گہرائی ہو تو وہ تخلیقی ناب Creative Genius ہوتا ہے۔ جبکہ قرآن مجید یہ کہتا ہے کہ جس ذات میں علم کی بلندیاں حقانیت کی وسعتیں اور تخلیقی جذبات کی گہرائیاں انتہائی اعتدال کیساتھ یکجا ہو جائیں ہیں تو اسے نبی کہا جاتا ہے۔ یہاں ایک وضاحت ضروری ہے کہ وہی چونکہ انسانی چیز نہیں بلکہ وہی ہے اس لیے بعض لوگ بطور خاص قادیانی یہ سمجھتے ہیں کہ نبی میں

کسی ذاتی صلاحیت اور قابلیت کی ضرورت نہیں ہوتی۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی وحی کسی نہ کسی ذریعے سے انسانوں تک پہنچانی ہوتی ہے اس لیے اسی مقصد کیلئے جو بھی انسان سامنے آجائے خدا اسکے ذریعے وحی کو انسانوں تک پہنچا دیتا ہے۔

اہل علم سے یہ بات مخفی نہیں کہ یہ خیال بنیادی طور پر ناقص اور مقام نبوت سے یکسر بے خبری کا نتیجہ ہے۔ وہ وحی جسکو انھانے سے پہاڑ انکار کر دیں مگر انسان کامل اور قلب محمدی اسکو اٹھانے کے لیے تیار ہو جائے وہ عام سینہ یا عام انسان کیسے ہو سکتا ہے۔ اس لیے میں ضروری سمجھتا ہوں کہ پہلے نبوت و ولایت کا بنیادی فرق واضح کر دوں تاکہ بات سمجھنے میں آسانی پیدا ہو۔

۱۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ ولایت تکمیل ذات کیلئے ہوتی ہے جبکہ نبوت تکمیل شریعت کیلئے ہوتی ہے۔ اس لحاظ سے ولایت نبوت کا ذیلی شعبہ ہے لہذا جب اسلام کی شریعت نے یہ فیصلہ صادر فرما دیا ہے ”اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَ اَتَمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَ رَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا“ تو پھر شریعت کی تکمیل کے بعد نبوت کا تقاضا کرنا بلکہ اسکے بارے میں سوچنا بھی نفسیاتی طور پر فکری افلاس اور نظری اپانچ پن کا نتیجہ ہے۔ اس تصور کے واضح ہو جانے کے بعد اب یہ سمجھنے کی ضرورت ہے کہ ولایت نبوت کی گروہ کو بھی نہیں پاسکتی اور ایک صوفی کا گزران دواڑ میں ہو ہی نہیں سکتا جن سے وحی کا نزول ہوتا ہے۔ ایک صوفی کو جو کچھ ملتا ہے وہ اسکے اپنے کسب و ہنر کا نتیجہ ہوتا ہے جبکہ نبوت یکسر ایک وہی عطیہ ہے مگر یہ بھی اچانک نہیں مل جاتی بلکہ اللہ پاک جس سینہ کو وحی کا محافظ بناتا ہے پہلے اسے ریاضت تربیت اور تزکیہ کی بھٹی سے گزارتا ہے (اگر چہ ان چیزوں کا حصول نبوت سے تعلق شرط نہیں ہے) لیکن نزول وحی کیلئے اس سینہ کو ہر کشاف سے پاک کرنا مقصود ہوتا ہے جیسے شق صدر کا واقعہ اسکی واضح دلیل ہے۔

۲۔ اور اب ایک اور لطیف نکتہ سمجھنے کی کوشش کریں کہ جس کو تصوف کی دنیا میں روحانی ترقی کہا جاتا ہے وہ دراصل انسان کی نفسیاتی قوتوں کی بیداری اور نشوونما ہوتی ہے یعنی یہ اسکی داخلی قوتیں ہوتی ہیں جبکہ وحی خارج سے انکشاف حقیقت کا نام ہے جسے نزول کی اصطلاح سے تعبیر کیا جاتا ہے نبی کو جب وحی ملتی ہے تو وہ صوفی کے کشف کی طرح اسکے مستور حقائق کے پر کیف مناظر میں کھو کر خود ہی لطف اندوز ہوتا رہتا ہے بلکہ وہ مخلوق کی ہدایت کیلئے ان چھپے ہوئے حقائق کے چہرے سے نقاب پلٹ دیتا ہے۔

۳۔ علامہ اقبال نے اپنے خطبات میں سے پانچویں خطبے کا آغاز ایک صوفی بزرگ عبدالقدوس گنگوہی کے ان کلمات سے کیا ہے۔ محمد عربی ﷺ فلک الافلاک کی بلند یوں پر پہنچ کر واپس تشریف لائے۔ خدا شاہد ہے کہ میں اس مقام پر پہنچ جاتا تو کبھی واپس نہ آتا۔

۱۔ علامہ اقبال فرماتے ہیں کہ تصوف کے تمام لٹریچروں میں ان جیسے الفاظ کا ملنا غالباً مشکل ہے جو ایک فقرے کے اندر شعور

نبوت اور تصوف کے اس قدر لطیف نفسیاتی فرق کو اس طرح واضح کر دیں۔

ب۔ ایک صوفی اپنی انفرادی تجربہ گاہ سے واپس نہیں آتا اور اگر واپس آتا بھی ہے اسلیے کہ اسے واپس آنا پڑتا ہے تو اسکی یہ مراجعت بنی نوع انسان کیلئے کوئی معنی نہیں رکھتی اسکے برعکس ایک نبی کی مراجعت حقیقی مقصد کیلئے ہوتی ہے وہ اسلیے آتا ہے تاکہ زمانے کے طوفان پر قابو پا کر تاریخ کے دھاروں کا رخ بدل کر رکھ دے ایک صوفی کیلئے اسکی انفرادی تجربہ گاہ آخری مقام ہوتی ہے۔ جبکہ ایک نبی کے دل میں اس سے دلوں انگیز نفسی قوتیں بیدار ہوتی ہیں جن کا مقصد یہ ہے کہ دنیائے انسانیت میں ایک ہمہ جہت انقلاب برپا کر دیں۔

ج۔ یہ آرزو کہ جو کچھ اس نے دیکھا ہے وہ ایک جیتی جاگتی دنیا کے پیکر میں متشکل ہو جائے، نبی کے دل میں پیش پیش ہوتی ہے۔ وحی کے تجربے کی قدر و قیمت دیکھنے کا طریقہ یہ ہے کہ یہ دیکھا جائے کہ صاحب وحی نے انسانیت کو جس قالب میں ڈھالا ہے وہ کیسا ہے اور اسکے پیغام کی روح سے جس قسم کی دنیائے تمدن و ثقافت ابھر کر سامنے آئی ہے وہ کس انداز کی ہے حضور نبی مکرم ﷺ کی ختم نبوت نے انسانیت پر ہمہ جہت علمی و فکری، تہذیبی و ثقافتی، معاشی و سیاسی اور نفسیاتی اثرات چھوڑے ہیں اسوقت چونکہ ہم صرف نفسیاتی اثرات کا جائزہ لے رہے ہیں اسلیے حضور ﷺ کی نبوت کے نفسیاتی اثرات کو دو حصوں میں تقسیم کرتے ہیں جن میں ایک انفرادی نفسیاتی اثرات جبکہ دوسرے اجتماعی نفسیاتی اثرات شامل ہیں۔

۱۔ انفرادی اثرات: Individual Effects

حضور نبی کریم روف الرحیم ﷺ کی ختم نبوت کے انفرادی اثرات یہ ہیں کہ پہلے تو آپ کی اپنی ذات پاک ہی لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ کی صورت میں انسانوں کیلئے بہترین نمونہ تھی۔ آپ کی سیرت کی مہک نے تباہ حال نسل انسانی کو انسانیت کی معراج کبریٰ سے ہمنما کر دیا۔ آپ کی بعثت کا مقصد چونکہ ایک انسان مرتضیٰ کی تیار یاں تھا اسلیے ہر وہ انسانی کمال یا خوبی جو کسی ذات میں پائی جاسکتی ہے وہ کاملاً محمد رسول اللہ ﷺ کی ذات پاک میں موجود تھی۔ جبکہ آپ سے پہلے حال یہ تھا کہ باقی انبیاء جو اسوہ ہائے زندگی لیکر آئے وہ انسانی زندگی کے تمام شعبوں پر محیط نہیں تھے۔ مثلاً حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے مجردی زندگی گزاری اسلیے ازدواجی زندگی کیلئے آپ کی سیرت میں کوئی نمونہ نہیں تھا اسی طرح حضرت سلیمان علیہ السلام نے شاہی زندگی گزاری اور فقر کیلئے انکی زندگی میں کوئی نمونہ نہیں تھا۔ اس طرح نفسیاتی سطح پر ہر ایک انسان کامل اور انسان مرتضیٰ کا تصور اسکے پیروکاروں میں نہیں پایا جاتا تھا مگر حضور نبی کریم ﷺ کی ختم نبوت نے اس نفسیاتی بحران کا خاتمہ فرمادیا۔ اور اب ایک حاکم وقت بھی کہہ سکتا ہے کہ میں حضور ﷺ کی سیرت کا منبع ہوں اور کلہاڑا چلانے والا مزدور بھی سینہ تان کر کہہ سکتا ہے کہ میری زندگی اسوہ مصطفیٰ ﷺ کی اطاعت میں ہے۔

قارئین! آپ کو یہ پڑھ کر خوشگوار حیرت ہوگی کہ انسان کی انفرادی زندگی کی تعمیر اور تشکیل کے جتنے بھی تقاضے ہیں

آقائے دو جہاں رحمۃ اللہ علیہ نے ان سب کی تکمیل فرمائی۔ ماہرین نفسیات کے مطابق کسی بھی انسان کی شخصی زندگی میں سب سے بڑی تبدیلی یہ ہے کہ اسکے نقطہ نظر اور زاویہ نگاہ کو تبدیل کر دیا جائے یعنی وہ شخص جو طلب دولت میں اندھا ہو چکا ہے اسکے زاویہ نگاہ میں ایسی تبدیلی لائی جائے کہ وہ فقر میں شامی کا مزہ پانے لگے۔ تاریخ گواہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت نے یہ کام کیا۔ آپ نے اپنے کردار کی بدولت انسان کی کاپالیٹ کر رکھ دی کہ!

☆ جو شراب اور جوئے کے رسیا تھے وہ دیکھتے ہی دیکھتے صالحت کے پیکر بن گئے۔

☆ جو قتل و غارت گری اور خونخواری میں لطف پاتے تھے وہ رشتہ اخوت میں جڑ گئے۔

☆ جو کھیتی ہوئی بچیوں کو زندہ درگور کر دیتے تھے وہ مجسمہ رحمت بن گئے۔

☆ جن کے کردار کے لطف کی وجہ سے سرچکرانے لگتے وہ تہذیب و تمدن کے امام بن گئے۔

الغرض حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت نے خاک نشینوں کو عرش نشین غلاموں کو آقا قائی اور آقاؤں کو خواجگی کا منصب عطا فرمایا۔ ہمارے آقا و مولا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت سے پہلے اور قرآن سے پہلے کسی ارضی و سماوی کتاب نے انسان کو اس بلند مقام پر نہیں پہنچایا جس کی خبر قرآن نے دی ہے علامہ اقبال نے ایک جگہ لکھا ہے مسخر لکم ما فی السموات وما فی الارض یہ الفاظ آپ کو قرآن کے سوا کسی بھی کتاب میں نہیں ملیں گے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک ایک ارشاد نے آپ کے غلاموں کی زندگیوں میں ایسا انقلاب برپا کیا کہ ملائکہ بھی انکی زندگی پر رشک کرتے تھے۔ ایک دن حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے مخاطب ہو کر فرمایا! او جشن کے بیٹے انکا انداز سخا ط ب سن کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ انور غصے سے سرخ ہو گیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مخاطب ہو کر فرمایا اے عمر تم سے ابھی جہالت کی بو ختم نہیں ہوئی آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان کا حضرت عمر کی نفسیات پر ایسا گہرا اثر پڑا کہ آپ نے بقیہ ساری زندگی حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو یا سیدی بلال کہہ کر پکارا۔

۲۔ اجتماعی اور معاشرتی اثرات: Collective and Social Effects

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت نے جس طرح انسان کی شخصی کمزوریوں کو دور فرما کر اسے انسان مرتضیٰ بنایا اس طرح آپ نے اسلامی معاشرے کو نفسیاتی طور پر اس قدر مستحکم بنایا کہ وہ جنت نظیر معاشرہ کہلاتا تھا۔ ایک مغربی مفکر کہتا ہے کہ! ”مثالی معاشرہ وہ ہے جس میں ہر شخص ہی سینٹ یا ولی ہو“۔ اس لحاظ سے دیکھا جائے تو جو معاشرہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تربیت سے وجود میں آیا آسمیں ایک معمولی سپاہی سے لیکر ایک جرنیل تک ایک عام شہری سے لیکر سربراہ مملکت تک ہر شخص کردار کا مجسمہ اور ولایت کا پیکر نظر آتا ہے اور ولایت بھی ایسی نہیں جو دنیا سے کنارہ کشی سے عبارت ہو بلکہ وہ ایسے دلی تھے کہ انہوں نے معاشرے میں رہ کر دیوں کی سی زندگی بسر کی اور یہ سارا نبوت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کا فیضان تھا۔ اگر ہم تاریخ کے بند درپچوں میں جھانکیں اور دیگر معاشروں اور نظام ہائے حیات کا جائزہ لیں تو کوئی معاشرہ بھی کامل واکمل نظر نہیں آتا مثلاً!

☆ اہل سپاٹ نے بدنی تربیت کو اتنی اہمیت دی کہ باقی ہر چیز کو نظر انداز کر گئے انہوں نے زندگی کے اس مادی پہلو پر زور دینے میں اس قدر غلو سے کام لیا کہ اگر کسی بچے کا جسم کمزور ہوتا تو اسے چھینے کے حق سے ہی محروم کر دیا جاتا۔

☆ پھر قدیم یونانی تاریخ کو پڑھ لیں انکے ہاں جمہوریت کی بڑی دھوم دھام تھی مگر علماء کی نصف سے زیادہ آبادی غلاموں پر مشتمل تھی وہ حق رائے دی اور آزادی گفتار سے بھی محروم تھے آپ کو علم ہوگا کہ آزادی گفتار کے جرم کی پاداش میں ستر اٹھ کوزہ ہر کا پیالہ پینا پڑا۔

☆ اور اگر بدھ مت کو دیکھیں تو اس مذہب نے بدن اور اسکی ضروریات سے آنکھیں پھیر لیں۔

☆ اور الہامی مذاہب میں سے یہودیت کا مطالعہ کریں تو رسوم و رواج نے اس مذہب کی بنیادی روح کو کچل کر رکھ دیا۔ اور یہودیوں نے کہا کہ خدا کیساتھ خصوصی تعلق کی بنا پر ان کے گناہ بے اثر ہوتے ہیں جبکہ اسکے برعکس عیسائیت نے معاشرے کو بالکل آزاد چھوڑ دیا اور انہوں نے کہا حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے مصلوب ہو کر انکے گناہوں کا کفارہ ادا کر دیا ہے۔

☆ پھر دیگر نظام ہائے حیات کا دو لفظی جائزہ لیں تو پتہ چلتا ہے کہ کیونز م نے اپنی بنیادی طبقاتی منافرت پر رکھی اور بدنی ضروریات کے تقاضوں پر اس قدر زور دیا کہ انسان کو عقل و روح کے تقاضوں سے محروم کر کے محنت کش حیوان کے درجے پر لے آئے جبکہ فاشر م نے انسان کو حیوان کے بجائے احساسات سے عاری مشین بنا دیا۔ اور سرمایہ دارانہ نظام نے نصف آبادی کو معمولی بدنی ضروریات سے محروم کر کے اعلیٰ انسانی اقدار سے ہی نیچے گر ادیا۔ اس طرح ان نئے اور پرانے نظاموں میں سے ایک نظام بھی انسانیت کا سچا خیر خواہ نہیں ہے۔ مگر جب ہم محمد رسول اللہ ﷺ خاتم النبیین کے مثالی معاشرے کو دیکھتے ہیں تو اس میں اس قدر توازن و اعتدال نظر آتا ہے کہ انسان کی انفرادی اور اجتماعی کردار کی تعبیر کا کوئی گوشہ اسکے توازن سے باہر نہیں ہے۔

یہ معاشرہ ایک فرد کے جسم، عقل اور روح تینوں تقاضوں کو پورا کرتا ہے۔ اسی متوازن معاشرے میں نہ تو اجتماعیت نے انفرادی شخصیتوں کو پھلنے پھولنے سے روکا اور نہ ہی انفرادی شخصیتوں نے اجتماعیت کو خطرے میں ڈال کر افراتفری کا ماحول پیدا کیا ان بدنی ضروریات کی تکمیل یا عدم تکمیل نے انسانوں کو حیوان بنایا اور نہ عقلی کا دھنوں نے روحانیت کے چراغوں کو بجھایا اور نہ روحانی معرفتوں نے عقل و عمل کا دامن چھڑایا۔ نہ قومیت نے انسانیت کے بین الاقوامی پہلو کو نظروں سے اوجھل ہونے دیا اور نہ بین الاقوامی رحمان نے قومی ضروریات کو نظر انداز کیا۔ اور اس کردار ساز مسیحائے ﷺ نے اس معاشرہ کو اس قدر جامع و کامل بنایا کہ جبرائیل و میکائیل بھی اس معاشرے کی عظمت کو سلام کرنے لگے کیونکہ اس سے بڑا منتظم، مستحسن اور محمود معاشرہ انسانی تاریخ میں قائم نہیں ہوا تھا۔

اگر ایک اور نقطہ نظر سے دیکھا جائے تو تاجدار کائنات ﷺ دنیائے قدیم اور دنیائے جدید کے درمیان بطور حد فاصل دکھائی دیتے ہیں یعنی اگر یہ دیکھا جائے کہ آپ کی وحی کا سرچشمہ کیا ہے تو آپ دنیائے قدیم سے متعلق نظر آئیں گے اور اگر یہ دیکھا جائے کہ آپ کی وحی کی روح کیا ہے تو آپ دنیائے جدید کے مقتداء و پیشوا نظر آئیں گے۔ آپ کی بدولت زندگی نے علم کے ان سرچشموں کا سراغ پایا جنکی اسے اپنی شاہراہوں کیلئے ضرورت تھی۔ آقا کے آنے سے نبوت اپنی تکمیل کو پہنچ گئی اور نبوت نے تکمیل سے خود اپنی خاتمیت کی ضرورت کو بے نقاب دیکھ لیا اس میں یہ راز اور نقطہ پنہاں ہے کہ زندگی کو ہمیشہ عہد طفولیت میں نہیں رکھا جاسکتا اسلام نے عقیدہ ختم نبوت کے ذریعے اپنی پیشوائی اور وراثتی بادشاہت کا خاتمہ کر دیا۔ اور اس عقیدہ کی سب سے بڑی عظمت یہ ہے کہ اس سے لوگوں کے باطنی واردات اور روحانی کیفیات کے متعلق ایک آزادانہ اور ناقدانہ طرز عمل قائم ہوتا ہے اس لیے عقیدہ ختم نبوت کا سب سے بڑا نفسیاتی فائدہ یہ حاصل ہوا کہ اب نوع انسانی کی تاریخ میں کوئی شخص اس امر کا دعویٰ نہیں کر سکتا کہ وہ کسی مافوق الفطرت اختیار کی بنا پر دوسروں کو اپنی اطاعت پر مجبور کرے (حتیٰ کہ مسیح موعود بھی یہ دعویٰ نہیں کر سکتے یعنی اس لحاظ سے تشریف نہیں لائیں گے کہ انکی اتباع کی جائے بلکہ وہ حضور ﷺ کے امتی بن کر تشریف لائیں گے) اس لیے ختم نبوت کا عقیدہ ایک ایسی نفسیاتی قوت ہے جو اس قسم کے تمام دعوؤں کو ملیا میٹ کر کے رکھ دیتی ہے۔ اب کسی شخص کے باطنی مشاہدات کتنے ہی غیر معمولی کیوں نہ ہوں ان پر اسی طرح تنقید کی نظر ڈالی جاسکتی ہے جس طرح انسانی مشاہدات کے دوسرے پہلوؤں پر آزادانہ رائے قائم کی جاسکتی ہے۔

نشاط روح بن کر عشق کا پیام آتا ہے مگر دل جکے زندہ ہوں انہی کے نام آتا ہے

☆☆☆☆ ☆☆☆☆ ☆☆☆☆

WWW.NAFSEISLAM.COM

قادیانائزیشن

شبیر ابوطالب

تاریخ اس بات کی گواہ ہے کہ جو نظریہ، فکر اور سوچ حقانیت اور سچائی پر مبنی ہو ہمیشہ اس کے خلاف سازشوں اور فتنوں کا آغاز کیا جاتا ہے۔ ایک مسلمان کی حیثیت سے ہمارا یہ ایمان ہے کہ اسلام دنیا کا سب سے سچا مذہب اور مکمل ضابطہ حیات ہے جس کی حقانیت اور صداقت پر کوئی شک و شبہ نہیں کیا جاسکتا۔ دین اسلام کے اس انقلابی اور انسانیت کی فلاح پر مبنی پیغام کے باعث اوّل روز سے اسکے خلاف فتنوں اور سازشوں کا آغاز کر دیا گیا۔ چونکہ مسلمانوں کے عشق کا مرکز و محور ذاتِ مصطفیٰ ﷺ ہے اسی لیے دشمنان اسلام کے لیے یہ ضروری تھا کہ اگر وہ اسلام کو نقصان پہنچانا چاہتے ہیں تو سب سے پہلے قلبِ مسلم سے عشقِ رسول ﷺ کو ختم کیا جائے کیونکہ

یہ فاقہ کش جو موت سے ڈرتا نہیں کبھی

روحِ محمد ﷺ اسکے بدن سے نکال دو

یہی وجہ ہے کہ جب اسلام دشمنوں نے اسلام کے مقابل فتنوں کو پروان چڑھانے کا فیصلہ کیا تو ان کے مکروہ عزائم کا نشانہ ذاتِ پاکِ مصطفیٰ ﷺ ہی بنی۔ ان فتنوں کے لیے ازل سے اب تک کئی گستاخانِ مصطفیٰ سامنے آئے مگر عشاقِ انِ مصطفیٰ ﷺ نے ہر دور میں ان کا مقابلہ کیا۔ کبھی ایڑ چہل تو کبھی مسیلمہ کذاب، کبھی سلمان رشدی تو کبھی ڈنمارک کے اخبارات، غرض کہ ہر دور میں اسلام کے مقابل آنے والے چہرے تو مختلف تھے مگر ان کے پیچھے ان حدت پسند یہودی، عیسائی اور مت پرستوں کا ہی چہرہ چھپا تھا جو روحِ زمین پر مسلمانوں کے وجود کو گوارا کرنے کے لیے تیار نہیں ہیں۔ ان فتنوں اور فتنہ پروروں میں ایک نام ملحون "مرزا غلام قادیانی" کا ہے جس نے آج سے کم و بیش ایک سو سال پہلے جھوٹی نبوت کا دعویٰ کر کے فتنہ قادیانیت کی بنیاد رکھی اور مسیلمہ کذاب کی اولاد ہونے کا ثبوت دیا اور غلامانِ محمد مصطفیٰ ﷺ کو کافرت دینے کے لیے دشمنانِ محمد مصطفیٰ ﷺ سے مال و متاع بٹورا لیکن آج تک مسلمانانِ عالم اس فتنے کا مردانہ اور مقابلہ کر رہے ہیں۔

قادیانیوں کا اصل مقصد جہاں مقامِ مصطفیٰ ﷺ کو گھٹانا ہے وہاں یہ گروہ کسی طور اسلام اور پاکستان کا بھی حامی نہیں رہا۔ قادیانی ہمیشہ سے اکھنڈ بھارت کے حامی ہیں اور اسی نظریہ کی تکمیل کی کوشش کر رہے ہیں تاکہ یہودی طرز پر قادیانی ریاست کی راہ بھی ہموار کی جاسکے یہی وجہ ہے کہ ان کے مضبوط مراکز تل ابیب (اسرائیل)، بھارت، لندن، فریکلفٹ

(جرمنی) اور نیویارک (امریکہ) میں قائم ہیں۔ اپنی علیحدہ ریاست کے قیام تک قادیانی اسی کوشش میں لگے ہیں کہ انہیں پاکستان میں وہی مقام حاصل ہو جائے جو امریکہ میں یہودیوں کو حاصل ہے۔ قادیانی گروہ نے ہمیشہ یہ کوشش کی ہے کہ وہ مسلمانوں کی طرح رہیں، مسلمانوں جیسی عبادت گاہیں قائم کریں اُس عبادت گاہ کا نام بھی مسجد رکھیں اور اپنے نام بھی مسلمانوں کے ناموں کی مثل رکھیں تاکہ دنیا کو دھوکہ دیا جاسکے کہ قادیانی غیر مسلم نہیں بلکہ مسلمان ہی ہیں۔ اسکے علاوہ قادیانی گروہ ہمیشہ اس تاک میں رہتا ہے کہ اُسے پاکستان کے حساس اداروں کے اہم ترین عہدے میسر آسکیں جسکا آغاز چوہدری ظفر اللہ قادیانی، ڈاکٹر عبدالسلام اور ایم ایم احمد قادیانی سے ہوا اور یہ سلسلہ آج تک جاری ہے۔ یہ بات بھی تاریخ کا حصہ ہے کہ چوہدری ظفر اللہ قادیانی نے قائد اعظم محمد علی جناح کی نماز جنازہ تک نہیں پڑھی بلکہ غیر مسلم سفارتکاروں کے ساتھ ہاتھ باندھ کر پیچھے کھڑا رہا اسی طرح ڈاکٹر عبدالسلام نے بھی کئی مواقعوں پر قائد اعظم اور پاکستان کے خلاف بھرپور ہرزہ سرائی کر کے پاکستان دشمنی اور انگریز دوستی کا ثبوت دیا۔ 1970ء کی دہائی میں حکومت پاکستان کے اسلامی تبلیغی فنڈز بد قسمتی سے ایم ایم احمد قادیانی کے ذریعے تقسیم ہوتے تھے اور ہر مرزائی قادیانی براہ راست ایم ایم احمد کی اجازت سے اسٹیٹ بینک پہنچتا اور بڑی آسانی سے زر مبادلہ حاصل کر لیا کرتا تھا۔ آج بھی اس کے اعداد و شمار اسٹیٹ بینک سے حاصل کیے جاسکتے ہیں یعنی جو فنڈز اسلام کی تبلیغ پر خرچ ہوتا تھے وہ قادیانیت کی ترویج و اشاعت کے لیے استعمال ہوتے رہے جس کا ذمہ دار ایم ایم احمد قادیانی تھا۔ یہاں یہ بھی بتانا ضروری سمجھتا ہوں کہ ملک کو دو لخت کرنے کے بھی اصل ذمہ دار قادیانی ہی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ مشرقی پاکستان کے مسلمان ایم ایم احمد قادیانی سے سخت نفرت کیا کرتے تھے جو بجٹ میں مالیاتی تقسیم سے لے کر داخلی معاملات تک ہمیشہ وہاں کی عوام کے ساتھ نا انصافی اور زیادتی کرتا رہا جس سے ہمیں اس عظیم سانحے سے دوچار ہونا پڑا۔ ان اہم عہدوں پر متعین ہونے کے بعد قادیانی امریکی یہودی مشن کی تکمیل کے لیے ہراول دستے کا کردار ادا کرتے ہیں جسکا ثبوت یہ ہے کہ امریکی وزارت خارجہ نے کچھ عرصے پہلے تک اپنی official web site پر جن تین پاکستانی قوانین کو تبدیل کرنے کے لیے حکومت پاکستان سے مطالبہ کیا تھا ان میں سے ایک قانون یہ بھی تھا کہ "قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کے بجائے انہیں مسلمان ہی تسلیم کیا جائے۔"

ذرا غور کیجیے کہ برطانیہ جیسے مہنگے ترین ملک میں جہاں ایک ٹی وی چینل کو دیکھنے کے لیے ماہانہ 15 پاؤنڈ (Rs.2200/=) ادا کرنے پڑتے ہیں وہاں قادیانیوں کا ٹی وی چینل MTA بالکل مفت دیکھا جاسکتا ہے اور حکومت برطانیہ اسے مفت صرف اس لیے پیش کر رہی ہے کیونکہ قادیانی مسلمانوں کے دشمن اور غیر مسلموں کے دوست ہیں۔ قادیانی ٹولہ ہمیشہ پاکستان کی نظریاتی سرحدوں اور مذہب مسلمہ کے استحکام کو نقصان پہنچانے کی کوششوں میں مصروف عمل رہتا ہے جس کے لیے فرقہ واریت لسانیت اور عصیت کے نام پر مسلمانوں کو آپس میں لڑایا جاتا ہے اور اس بات کے واضح ثبوت موجود ہے کہ ان تمام فسادات کی پیچھے

قادیانیوں کا ہی ہاتھ ہے۔ اب آئیے یہ جاننے کی کوشش کرتے ہیں کہ عقیدہ ختم نبوت کیا ہے؟ اور ہم مسلمان مرزا غلام قادیانی اور اس فتنے کے خلاف کیوں علم جہاد بلند کیئے ہوئے ہیں؟ قرآن پاک کی اس آیت مبارکہ میں واضح طور پر یہ کہ دیا گیا ہے کہ " (اے لوگو) حضرت محمد ﷺ تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہاں وہ اللہ کے رسول ہیں اور سب نبیوں میں پچھلے (سب سے آخری نبی) ہیں اور اللہ تعالیٰ سب جانتا ہے۔" (پارہ 22 سورہ الاحزاب آیت 40)

اللہ تعالیٰ کے واضح ارشادات کے بعد درج ذیل احادیث کے ذریعے عقیدہ ختم نبوت کو زیادہ بہتر طریقے سے سمجھا جاسکتا ہے۔ چنانچہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا "مجھے تمام مخلوق کی طرف مبعوث کیا گیا اور مجھ پر نبوت ختم کر دی گئی (صحیح مسلم ج 1، جامع ترمذی ج 1 ص 188)"

ایک اور جگہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا "بے شک رسالت و نبوت ختم ہو گئی تحقیق میرے بعد نہ کوئی رسول ہے اور نہ ہی نبی۔ (جامع ترمذی ج 2 ص 51)" اس کے علاوہ حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا "میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو وہ عمر بن خطاب ہوتے۔ (جامع ترمذی ج 2 ص 209)"

یہاں مختصر قرآن وحدیث کی رؤ سے عقیدہ ختم نبوت کی وضاحت ہو گئی ایسی کئی سومرید آیات اور احادیث اس نکتے کی دلیل کے طور پر پیش کی جاسکتی ہیں اس کے علاوہ ایسی روایات بھی موجود ہیں جو مستقبل میں عقیدہ ختم نبوت کے خلاف ممکنہ فتنوں اور فتنہ پرستوں کی نشاندہی بھی کرتے ہیں چنانچہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ "قیامت قائم نہ ہوگی یہاں تک کہ بہت سے جھوٹے دجال نکل آئیں گے جو (30) کے قریب ہو گئے ان میں سے ہر ایک رسول اللہ ہونے کا دعویٰ کریگا (صحیح بخاری ج 2 ص 1054)"

یاد رہے کہ مسلمہ کذاب نے جب نبوت کا دعویٰ کیا تو امیر المومنین خلیفہ رسول حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے منہاج کی پرواہ کیے بغیر اس کے خلاف لشکر کشی کی اور اس ملعون کو موت کے گھاٹ اتار کر جہنم کا سانس لیا۔ بے شک اس جہاد میں ہزاروں کی تعداد میں مسلمان شہید ہوئے جن میں سینکڑوں حفاظ قرآن صحابہ کرام بھی شامل تھے۔ یہ نگاہ صدیقیت تھی کہ آپ نے اتنے بڑے نقصان کے باوجود اس فتنے کو ختم کرنا ضروری سمجھا کیونکہ آپ دیکھ رہے تھے کہ اگر اس جھوٹی نبوت کے فتنے کو فروغ نہ کیا گیا تو امت محمدی سینکڑوں امتوں میں بٹ جائے گی اور ہر امت کا اپنا نبی ہوگا اور ہر امت اُس جھوٹے نبی کی شریعت کو اپنائے گی۔ یہ بات بھی ذہن میں رکھنی چاہیے کہ مسلمہ کذاب آخری نبی حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی نبوت کا منکر نہیں تھا بلکہ وہ اپنے دعویٰ نبوت کے ساتھ ساتھ حضور ﷺ کی رسالت کو بھی تسلیم کرتا تھا۔ آج بھی مرزا قادیانی کے پیروکار عام مسلمانوں کو دھوکہ دینے کے لیے حضور پر نور ﷺ کی ذات سے متعلق بظاہر ایسے ہی مثبت رد عمل کا اظہار کرتے ہیں لیکن

مندرجہ بالا روایتوں اور قرآنی آیات کی روشنی میں تمام مکاسب فکر کے مستند علماء کرام نے یہ ثابت کیا کہ حضور کو آخری نبی نہ ماننے والا اور خود کے لیے نبوت کا دعویٰ کرنے والا کافر ہے۔ یہی نہیں بلکہ جو قادیانی کو کافر نہ مانے وہ بھی کافر ہے یہاں تک کہ بعض جید علماء کے نزدیک قادیانیوں کی نماز جتنا زہ میں شرکت کرنے والا اور ان کے لیے دُعاے مغفرت کرنے والا بھی اپنے آپ کو دائرہ اسلام سے خارج ہی سمجھے۔ اسی نقطہ کی بنیاد پر سعودی عرب میں مرزائیوں اور قادیانیوں پر مکمل پابندی ہے اور اگر حکومت کے علم میں یہ بات آجائے کہ فلاں شخص قادیانی ہے اور وہ قادیانیت کی تبلیغ کر رہا ہے تو اُسے فوراً گرفتار کر لیا جاتا ہے۔ مرزا غلام احمد قادیانی نے اپنی تحریروں کے ذریعے مسلمانانِ عالم کے جذبات کو ٹھیس پہنچائی ذیل میں اپنے بارے میں اُس کے اپنے خیالات کی مختصر جھلک پیش کی جا رہی ہے جس سے اُس ملعون کی ذہنی گندگی کا اندازہ کیا جاسکتا ہے مرزا غلام قادیانی کہتا ہے۔

(1) میرا مرتبہ حضرت امام حسین علیہ السلام سے بھی افضل ہے۔

(رسالہ عقائد مرزا میں اشتہار معیار الاخبار)

(2) قرآن شریف خدا کی کتاب ہے اور میرے منہ کی باتیں ہیں۔

(3) میرا (مرزا قادیانی) کا نام اللہ نے اُمتی بھی رکھا اور نبی بھی۔ (ازالہ اوہام)

(4) جو شخص مجھے بے عزتی سے دیکھتا ہے وہ خدا کو بے عزتی سے دیکھتا ہے اور جو مجھے قبول کرتا ہے وہی اُس خدا کو قبول کرتا ہے جس نے مجھے بھیجا ہے۔ (ضمیمہ انجام)

(5) مرزا قادیانی نے حضور ﷺ کی معراج جسمانی کا بھی انکار کیا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو قس گالیاں بھی دیں۔

ان تمام روایتوں کے باوجود بھی اگر کوئی ذی شعور مسلمان جو خود کے لیے اُمّت محمدی اور عاشق رسول ﷺ ہونے کا دعویدار ہے اور وہ اس فتنے کے خلاف خاموشی اختیار کیے ہوئے ہے اُس کے لیے حضرت پیر سید مہر علی شاہ گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ کا وہ خواب ہی کافی ہے جس سے متعلق آپ نے ملفوظات مہر یہ (ص 65) میں لکھا کہ "میں نے خواب میں دیکھا کہ ختمی مآب ﷺ نے مجھ سے فرمایا کہ یہ مرزا قادیانی اپنی تاویلات فاسدہ سے میری احادیث کو ٹکڑے ٹکڑے کر رہا ہے اور تم خاموش بیٹھے ہو"۔ اس خواب کے بعد حضرت پیر سید مہر علی شاہ گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ نے مرزا قادیانی کے خلاف علمِ جہاد بلند کیا اور آپ نے اپنی علمی و روحانی قوت سے اُس ملعون کو ذلیل و رسوا کر دیا۔ اسی طرح سے تمام مسلک کے علماء کرام نے عقیدہ ختم نبوت کے لیے اپنی انتھک جدوجہد سے وارث الانبیاء ہونے کا حق ادا کیا جن میں قاضی ذکر نام مولانا غلام دہلوی، حضرت پیر مہر علی شاہ، مولانا شاہ احمد رضا خان بریلوی، علامہ شاہ عبدالعلیم صدیقی، پروفیسر الیاس برنی، پیر سید جماعت علی شاہ محدث علی پوری، علامہ سید ابوالحسنات سید محمد احمد قادری، مولانا سید خلیل احمد قادری، مولانا عبدالستار خان نیازی، ممتاز شیعہ عالم علامہ

مظفر شمس، مفتی محمود، مولانا یوسف بنوری، پروفیسر غفور احمد، مفتی محمد حسین نعیمی، علامہ عبدالغفور ہزاروی، علامہ سید احمد سعید کاظمی، مولانا محمد سردار احمد قادری، علامہ سید محمود احمد رضوی، علامہ عبدالمصطفیٰ الازہری، مولانا محمد ذاکر، مولانا محمد علی رضوی، مولانا عبدالحق اور پھر خصوصاً قائد ملت اسلامیہ حضرت علامہ شاہ احمد نورانی صدیقی نے نہ صرف 7 ستمبر 1974ء کو پاکستان کی قومی اسمبلی میں قادیانیوں کے خلاف قرارداد پیش کر کے انہیں آئین میں غیر مسلم اقلیت قرار دوا دیا بلکہ یورپ، امریکہ، افریقہ اور کینیڈا سمیت دنیا بھر میں ختم نبوت کا نفر نسز منعقد کر کے قادیانیوں کا راستہ روک دیا۔ اگر یہاں خان عبدالولی خان، الٹی بخش سومرو، چوہدری ظہور الہی، جناب شیر باز خان مزاری، جناب ذوالفقار علی بھٹو کا تذکرہ نہ کیا جائے تو یہ یقیناً نا انصافی ہوگی۔

محترم قارئین، آج کے حالات کے تناظر میں ہمیں اس پر غور کرنا چاہیے کہ پاکستان میں وہ کون سی قوتیں ہیں جو قادیانیوں کو ان کی سرگرمیاں اور تبلیغ جاری رکھنے کے لیے راستہ فراہم کر رہی ہیں، وہ کون سے صوبے کا گورنر ہے جو معطل قادیانی تبلیغی طلباء کو دوبارہ یونیورسٹی میں بحال کرنے کے احکامات جاری کر رہا ہے، وہ کون سی سیاسی جماعت ہے جس کا قائد لندن میں انتقال کرنے والے قادیانی پیشوا کی نہ صرف نماز جنازہ میں شرکت کرتا ہے بلکہ اس کی مغفرت کی بھی دعا کرتا ہے، وہ کون سی قوت ہے جو کراچی سمیت ملک بھر بشمول آزاد کشمیر میں نہ صرف اہم عہدوں پر قادیانیوں کو متعین کر رہی ہے بلکہ نئی قادیانی آبادیاں بسائی جا رہی ہیں۔

آج کا مسلمان اور عشق رسول ﷺ کا دعویدار کیا کر رہا ہے؟ ہمیں دیگر سیاسی، مسلکی، معاشرتی، معاشی معاملات پر میڈیا کو ریج اور مارک ٹیکنیک نقطہ نظر سے ذرائع آمدنی و مالی فوائد کے حامل ایڈیٹرز پر تو بہت کچھ کرنے اور کہنے آتا ہے مگر اس اہم، حساس اور ایمانی معاملے پر ہمارے لب خاموش ہیں اور کہیں سے کوئی آواز نہیں آ رہی حالانکہ پاکستان میں قادیانی سرگرمیاں روز بروز بڑھتی جا رہی ہیں اور انہیں سرکاری کوارٹرز میں بسایا جا رہا ہے پولیس، وزارت داخلہ اور اہم ایجنسیوں میں انہیں تعینات کیا جا رہا ہے۔ اس مضمون کے ذریعے حکومت وقت سے میرا یہ مطالبہ ہے کہ قادیانی ٹی وی چینل کے نشریات روکنے کے لیے ان کا سٹیل ایٹ سسٹم جام کر دیا جائے، قادیانی ویب سائٹس کو بھی جام کیا جائے، ان کی عبادت گاہ کا نام مسجد رکھنے پر پابندی عائد کی جائے، پانچویں جماعت سے گریجویشن تک کی نصابی کتب میں عقیدہ ختم نبوت کا لازمی مضمون شامل کیا جائے، جس میں یہ واضح کیا جائے کہ حضور پر نور ﷺ کو آخری نبی نہ ماننے والا کافر ہے۔ کیونکہ میرے نزدیک اگر اگلے دس سال تک عالم اسلام اور بالخصوص پاکستان کو کسی نظریہ سے خطرہ ہے تو وہ "قادیانائزیشن" ہے اس لیے پوری امت مسلمہ قادیانائزیشن کے خلاف اٹھ کھڑی ہو۔

ختم دور رسالت پہ لاکھوں سلام

فتح باب نبوت پہ بے حد درود

بے شک ہم امت محمدی ﷺ سب سے افضل امت ہیں اور ہم پر حضور پر نور ﷺ کو بڑا ناز تھا تو پھر آئیے اور مقام مصطفیٰ

ﷺ کے تحفظ کے لیے اپنی جان و مال کو قربان کرنے کا عہد کریں اور عقیدہ ختم نبوت کا تحفظ کریں۔

☆☆☆☆

☆☆☆☆

☆☆☆☆



ختم نبوت ﷺ (تاریخی جھروکوں سے)

شبیر حسین

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلَكِن رَّسُولَ اللَّهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ ط
وَكَانَ اللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمًا (الاحزاب: ۴۰)

ترجمہ: محمد ﷺ تمہارے مردوں میں کسی کے باپ نہیں ہاں اللہ کے رسول ہیں اور سب نبیوں میں پچھلے اور اللہ سب کچھ جانتا ہے۔

حدیث میں ہے:

عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ ان رسول اللہ ﷺ قال ان مثلی و مثل الانبیاء من قبلی کمثل رجل بنی بیتاً فاحسنه واجمله الا موضع لبنۃ من زاویۃ فجعل الناس یطوفون بہ و یعجبون لہ یقولون ہلا وضعت ہذہ اللبنۃ فانا اللبنۃ وانا خاتم النبیین (بخاری شریف ج ۶/۳۵۳۵، مسلم: رقم: ۲۲۸۶)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا! میری اور مجھ سے پہلے انبیاء کی مثال اس شخص کی طرح ہے جس نے گھر بنایا پھر اس کو خوبصورت اور جمیل بنایا لوگ اس کے ارد گرد تعجب کرتے ہوئے طواف کریں اور وہ یہ کہیں یہ اینٹ کیوں نہیں رکھی گئی پس حضور ﷺ نے فرمایا! وہ اینٹ میں ہوں اور میں خاتم النبیین ہوں۔ (صحیح بخاری کتاب المناقب باب خاتم النبیین ج ۱ ص ۵۰۱)

۲) عن ابی ہریرۃ ان رسول اللہ ﷺ قال ارسلت الی الخلق کافۃ و ختم بہ النبیون۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مجھے تمام مخلوق کی طرف رسول بنا کر بھیجا گیا ہے اور نبیوں کا خاتمہ مجھ پر ہوا۔ (صحیح مسلم ج ۱ کتاب المساجد ص ۲)

یہ حقیقت ہے کہ حضور سرور کائنات ختم الرسل ﷺ ہی آخری نبی ہیں آپ کے بعد کوئی نبی نہ آیا ہے اور نہ قیامت تک آسکتا ہے اگر کوئی دعویٰ نبوت کرنے کی کوشش کرتا ہے وہ کافر ہے اسکا اسلام سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ اسلام کی چودہ سو سالہ

تاریخ میں جب بھی کسی سرچرے، طالع آزمایا، ناکار اور فتنہ پرداز نے اپنے آپ کو نبی کہنے کی جرأت کی اس کو قتل کر دیا گیا انگریز کی غلامی کے دور میں ملت اسلامیہ کو جس طرح دوسرے کئی مصائب سے دوچار ہونا پڑا اسی طرح ایک جھوٹی نبوت قائم کر کے اُمت میں انتشار پیدا کیا گیا۔ وہ مدعی نبوت بظاہر عیسائیت کا رد کرتا تھا۔ عیسائیوں سے مناظرے کرتا تھا۔ اسکے باوجود انگریز کا پرلے درجے کا وفادار تھا بلکہ انگریز کی شان میں اس نے ایسے تعریفی پمفلٹ لکھے کہ کوئی باغیرت مسلمان انکو پڑھنا بھی گوارا نہیں کرتا انگریز کی اسلام دشمنی اظہر من الشمس ہے جنہوں نے ہندوستان میں مسلمانوں کی حکومت کا تختہ الٹ دیا سلطنت عثمانیہ کو پارہ پارہ کر دیا۔

الحمد للہ! مسلمان نبی مکرم ﷺ کے عہد سے لیکر آج تک اسی عقیدے پر قائم ہیں کہ آپ اللہ تعالیٰ کے آخری نبی ہیں اسلام کا دیا ہوا یہ نظام حیات بھی انہی کے صدقے سے ملا ہے انگریز اس وقت بھی مسلمانوں کو اسلام سے پھیرنے کی کوشش کر رہا ہے حالانکہ ایسے لوگوں کا نام و نشان مٹ جاتا ہے۔ تاریخ کا مطالعہ کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے میلہ کذاب کو داصل جہنم کر دیا جب اس نے جھوٹی نبوت کا دعویٰ کیا۔ حالانکہ میلہ نبی اکرم ﷺ کی رسالت پر ایمان بھی رکھتا تھا اسکے باوجود ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اس کو مرتد اور واجب القتل یقین کر کے اس پر لشکر کشی کی اس کو کفر کر دار تک پہنچا کر آرام کا سانس لیا۔

ہر دور میں حق اور باطل نبرد آزما ہوا حق کامیاب ہوا اور باطل کو شکست ملی اس پر ہمارے علماء و مشائخ نے بہت کام کیا جو تحریری طور پر ہمارے اداروں اور ہماری لائبریریوں میں موجود ہے۔ وہ لوگ جو اسلام و حضور ختم مرتبت ﷺ کو اذیت دیتے رہے ہیں انکی ہمیشہ یہ کوشش رہی ہے کہ اُمت محمدیہ ﷺ کے خلاف (لڑاؤ اور حکومت کرو) کی حکمت عملی رہی استعمال کی جائے۔ اسی ناپاک سازش کے تحت برطانوی ہند میں مرزا غلام احمد قادیانی جو کہ ایک فشی کا عہدہ سنبھالے ہوئے تھا سے دعویٰ نبوت کروایا گیا حضور خاتم النبیین ﷺ کی اس خاص صفت جلیلہ پر علماء و مشائخ نے رد عمل کا اظہار کیا اور آئینی طور پر ۱۹۷۴ء میں قادیانیت کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا۔

اسی طرح اگر ہم پاکستان کی تاریخ پر بھی نظر دوڑائیں بقول علامہ جمیل احمد نعیمی صاحب کے پاکستان کی بد قسمتی ہے کہ تقسیم ہند کے نتیجے میں قادیان (گورداسپور سے) اٹھ کر یہ فتنہ تمام حشر سامانیوں کیساتھ پاکستان کے حصہ میں آیا اور برطانوی سامراج نے اپنی سرپرستی میں قادیان کے بدلے میں اس گروہ باطل کو انگریز گورنر پنجاب کے ذریعہ سے ضلع جھنگ میں ربوہ موجودہ چناب نگر کی اراضی کوڑیوں کے دام دلا دی دوسری طرف ناعاقبت اندیش حکمرانوں جو اس فتنہ کے سیاسی نقصانات سے ناواقف تھے انہوں نے چودھری ظفر اللہ خاں قادیانی کو پاکستان کا پہلا وزیر خارجہ نامزد کر دیا۔ خیال رہے قادیانی ٹولہ اول وقت سے ہی تقسیم ہند کے خلاف تھا اور آج بھی اس تقسیم کو ختم کرا کے اکھنڈ بھارت کے منصوبے پر عمل پیرا ہے

اس تحریک سے دینی نقصان تو یہ ہوا کہ بعض نام نہاد دین سے ناواقف مسلمان انگریز کی نوکری اور چھوکری کے چکر میں آکر مرتد ہو گئے اور سیاسی نقصان یہ کہ انگریزوں کی سرپرستی میں تقسیم ہند سے قبل قادیان میں اور تقسیم کے بعد ریاست میں ریاست قائم کرنے کی جرات کی اور ظفر اللہ خان کی سرپرستی میں صوبہ بلوچستان کی پسماندگی سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اس صوبے کو قادیانی سٹیٹ بنانے کا اعلان کیا۔

۱۹۷۴ء میں تحریک ختم نبوت زوروں پر چلی ۳۰ جون ۱۹۷۴ء کو ایک قرارداد مرزائیوں کو غیر مسلم اقلیت دینے کی خاطر حزب اختلاف کی طرف سے پیش کی گئی اس وقت بائیس افراد نے اس پر دستخط کیے البتہ مولوی غلام غوث ہزاری اور مولوی عبدالکیم نے اس پر دستخط نہیں کیے۔ اس تمام جدوجہد کا سہرا قائد اہلسنت علامہ الشاہ احمد نورانی صدیقی رحمۃ اللہ علیہ کے سر ہے۔

سید محمد حفیظ قیصر نے لکھا ہے! ”اس وقت کے شیخ نے بہت ہنگامہ کیا مگر وزیراعظم بھٹو مولانا الشاہ احمد نورانی سے مکالمے کے دوران اپنے منشور کے اس جملے کی بنا پر شکست کھا کر چلے گئے کہ اسلام ہمارا دین ہے۔ اب بھٹو کا بھی یہی موقف تھا کہ اسلام کی بات ہے اور ہینچلز پارٹی اسکی مخالفت نہیں کریگی۔ آخر مولانا شاہ احمد نورانی کا سچا عشق رسول جیت گیا اور مرزا ناصر قومی اسمبلی میں ۱۸۰ سوالات میں لا جواب ہو کر شکست سے دوچار ہوا اسی طرح ۳۰ جون ۱۹۷۴ء کو اس تاریخی قرارداد نے انجام تک پہنچا دیا مزید یہ کہ ۱۱۱۳ اسلامی تنظیموں اور انجمنوں نے متفقہ طور پر یہ فیصلہ کر دیا کہ قادیانیت جو اپنے آپ کو اسلام کا ایک فرقہ کہلاتی ہے یہ سب کافر ہیں۔ اب وہ وقت آن پہنچا تھا کہ پاکستان کی سیاسی تاریخ کے اس دور میں قومی اسمبلی نے یہ اعلان کیا کہ مرزا غلام احمد قادیانی کے پیروکار خواہ انہیں لاہوری قادیانی کے نام سے پکارا جائے مسلمان نہیں ہیں اور یہ کہ اسمبلی میں بل پیش کیا جائے کہ اس اعلان کے دستور میں ضروری ترامیم کے ذریعے عملی جامہ پہنایا جاسکے۔

۷ ستمبر ۱۹۷۴ء کو وہ وقت آیا جس کا انتظار سن ۱۹۰۰ء سے تھا جس طرح صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے مسیلہ کذاب کو اس کے انجام سے دوچار کیا تھا آج انہیں کی اولاد میں سے مولانا الشاہ احمد نورانی صدیقی رحمۃ اللہ علیہ کی قرارداد کے مطابق حکومت نے باضابطہ طور پر قادیانی گروہ کو دائرہ اسلام سے خارج قرار دے دیا یوں اُمت مسلمہ کا خواب ۳۷ سال بعد حقیقت میں ڈھل گیا۔

تاریخی حقائق کے انجام کے حوالے سے اگر ہم غور کریں تو اس طرح کا جھوٹا عقیدہ رکھنے والوں کا انجام کیا ہوا ہے ہر دور میں کذاب پیدا ہوئے تو انکا انجام بھی تاریخ کے اوراق میں محفوظ کیا گیا۔

(۱) اسود بنی نے ۱۱ھ میں نبوت کا دعویٰ کیا اور فیروز دہلی نے محل میں گھس کر اسکی گردن توڑ کر اسکو ہلاک کر دیا۔

(۲) مسیلہ کذاب نے ۱۲ھ میں نبوت کا دعویٰ کیا حضرت وحشی نے جنگ یمامہ میں اس کو نیزہ مار کر ہلاک کر دیا۔

(۳) عتی ثقفی نے ۲۷ھ میں نبوت کا جھوٹا دعویٰ کیا تو معصب بن زبیر رضی اللہ عنہ نے اسکو مارا۔

(۴) حارث کذاب دمشقی نے ۲۹ھ میں نبوت کا جھوٹا دعویٰ کیا خلیفہ عبدالملک مروان کے حکم پر ہلاک کیا گیا۔

(۵) مغیرہ عجلی نے ۱۱۹ھ میں نبوت کا دعویٰ باطلہ کیا خلیفہ ہشام بن عبدالملک کے دور میں امیر عراق خالد بن عبداللہ قسری نے اسے زندہ جلا کر رکھ کر دیا۔

(۶) بیان بن سمان حمیری نے ۱۱۹ھ میں نبوت کا جھوٹا دعویٰ کیا امیر عراق خالد بن عبداللہ قسری نے اسے زندہ جلا دیا۔

(۷) ابوفریذ نیشاپوری نے نبوت کا جھوٹا دعویٰ کیا عبداللہ بن شعبہ رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو گرفتار کر کے ابو مسلم خراسانی کے دربار میں پیش کیا جنہوں نے تلوار سے اس کا سر قلم کر دیا۔

(۸) اسحاق اخرس مغربی نے نبوت کا جھوٹا دعویٰ کیا خلیفہ ابو جعفر منصور کی فوج سے شکست کھا کر ہلاک ہوا۔

(۹) استاد ربیع خراسانی نے نبوت کا جھوٹا دعویٰ کیا خلیفہ ابو جعفر منصور کے حکم پر خازم بن خزیمہ نے اس کی فوج کو شکست دی اور اسکو گرفتار کر کے اسکی گردن اڑادی۔

(۱۰) علی بن محمد خارجی نے ۲۰۷ھ میں نبوت کا دعویٰ کیا خلیفہ معتد کے زمانے میں موفق نے اسکی فوج کو شکست دے کر اس کا سر کاٹ کر نیزوں پر چڑھایا۔

(۱۱) بابک بن عبداللہ ۲۲۲ھ نے نبوت کا جھوٹا دعویٰ کیا خلیفہ معتمد کے حکم پر اس کا ایک عضو کاٹ کر الگ کر دیا گیا۔

(۱۲) علی بن فضل یمنی ۳۰۳ھ میں دعویٰ نبوت کیا بغداد کے لوگوں نے اسکو زہر دے کر ہلاک کر دیا۔

(۱۳) عبدالعزیز باسندی ۳۲۹ھ میں نبوت کا دعویٰ کیا لشکر اسلامی نے محاصرہ کر کے شکست دی اور سر کاٹ کر خلیفہ المسلمین کو بھیجا دیا۔

(۱۴) حامیم مجلسی نے ۳۲۹ھ میں نبوت کا دعویٰ کیا قبیلہ معمودہ سے احواز کے مقام پر ایک لڑائی میں مارا گیا۔

(۱۵) ابو منصور عیسیٰ برغواہی نے ۳۶۹ھ میں نبوت کا دعویٰ کیا بلکنین بن زحری سے جنگ میں شکست ہوئی اور ہلاک ہوا۔

(۱۶) اصغر تغلشی نے ۴۳۹ھ میں نبوت کا جھوٹا دعویٰ کیا حاکم نصر الدولہ بن مروان نے ایک دستہ بھیج کر اسکو گرفتار کروایا اور جیل میں ڈال دیا جہاں یہ ہلاک ہوا۔

(۱۷) احمد بن قسی نے ۵۶۰ھ میں نبوت کا جھوٹا دعویٰ کیا حاکم عبدالؤمن نے گرفتار کر کے قید میں ڈال دیا جہاں یہ ہلاک ہوا۔

(۱۸) عبدالحق مرسی نے ۴۶۸ھ میں نبوت کا دعویٰ کیا اس نے ایک روز فصد کھلوایا قہر الہی سے خون بہتا رہا یہاں تک کہ ہلاک ہوا۔

(۱۹) عبدالعزیز طرابلسی نے ۷۱۷ھ میں نبوت کا دعویٰ کیا حاکم طرابلس کے حکم پر ایک لشکر نے اس کو گرفتار کر کے قتل کر دیا۔

(مقدمہ عقیدہ ختم نبوت)

☆☆☆☆

☆☆☆☆

☆☆☆☆



ضیاد خود اپنے دام میں

شہزاد احمد نقشبندی

دیوبندیوں کو اہلسنت اور امام اہلسنت علامہ مولانا الحافظ القاری الشاہ احمد رضا خان محدث بریلوی علیہ الرحمۃ سے شکوہ ہے کہ یہ خواہ مخواہ ان کی اور ان کے اکابرین کی تکفیر کرتے ہیں۔ اہلسنت اور امام اہلسنت نے کسی کی خواہ مخواہ تکفیر نہیں کی ہے لکہ اکابرین دیوبند نے اپنی کتب میں جو گھٹیا اور گستاخانہ عبارات لکھی ہیں ان پر مطلع ہونے کے بعد ایک مفتی ہونے کی حیثیت سے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان محدث بریلوی رحمۃ اللہ علیہ پر یہ بات فرض تھی کہ پہلے اتمام حجت کے لیے علمائے دیوبند کو ان کی گھٹیا عبارات سے رجوع کرنے کے لیے خطوط لکھے لیکن علمائے دیوبند بس سے مس نہ ہوئے شاید انھوں نے اپنی عبارات کو آسمان سے اتری ہوئی عبارات سمجھ لیا تھا کہ ان سے رجوع نہ کیا جاسکے۔ اس اتمام حجت کے بعد جب اعلیٰ حضرت کو علمائے دیوبند کے رجوع کی کوئی صورت نظر نہیں آئی تو انھوں نے مجبوراً ان کی تکفیر کی۔ علمائے دیوبند کو چاہیے تو یہ تھا کہ وہ عقل کے ناخن لیتے اور اُمت کو اس فتنہ عظیمہ جس سے آج اُمت دوچار ہے سے بچانے کے لیے اپنی عبارات سے رجوع کرتے لیکن افسوس رجوع شاید علمائے دیوبند کی شان کے خلاف تھا کہ انھوں نے اسے اپنے لیے کسر شان سمجھا۔

یہ کام تو علمائے دیوبند سے نہ ہو سکا ”الناچور کو قوال کو ڈانٹنے“ کے مصداق اعلیٰ حضرت کو ہی مورد الزام ٹھہرانے لگے۔ حالانکہ جب بھی کبھی یہی عبارات نام ظاہر کیے بغیر مفتیان دیوبند کو ارسال کی گئیں ان کی طرف سے بھی کفر کے فتوے لگائے گئے۔ اسی طرح کی ایک تازہ مثال ذیل میں پیش کی جانے والی علمائے دیوبند کی عبارات اور ان پر علمائے دیوبند کی طرف سے کفر کے فتوے قارئین کی خدمت میں پیش کی جاتی ہے۔

پہلی عبارت جس پر مفتیان دیوبند سے فتویٰ طلب کیا گیا ہے سابق مہتمم دارالعلوم دیوبند قاری طیب قاسمی کی کتاب ”آفتاب نبوت ص ۸۲ مطبوعہ ادارہ اسلامیات لاہور“ کی عبارت ہے۔ استفتاء میں زید سے مراد قاری طیب ہی ہے اور عمرو سے مراد فاضل دیوبند عامر عثمانی ہے (عامر عثمانی نے مہتمم صاحب کی اسی عبارت پر تبصرہ کرتے ہوئے اپنے ماہنامہ ”عجلی“ میں جو لکھا تھا اسے عمرو کے فرضی نام سے استفتاء میں نقل کیا گیا ہے) اور بکر فرضی کردار ہے۔ جامع مسجد گنبد والی کے مفتی محمد شریف عابر سے اس عبارت پر فتویٰ طلب کیا گیا ہے تو مفتی صاحب نے اس عبارت کا جو جواب دیا ہے اسے ملاحظہ فرمائیے اور مفتی صاحب کو ان کی علمی قابلیت پر داد دیجئے۔

الجواب: الحمد لله تعالى جل مجده العلی العظیم رحمہ و نصلی علی رسولہ الکریم و علی آلہ واصحابہ اجمعین فانہم کانوا علی الہدی المستقیم۔ درج ذیل دو آیتیں مع ترجمہ تحریر ہیں۔ ان میں غور کرنے سے انشاء اللہ العزیز زید۔ عمرو۔ بکراپنے مسئلہ کو بتوفیقہ تعالیٰ سمجھ جائیں گے۔ آیتیں مع ترجمہ ملاحظہ ہوں۔

استغفرلہم اولا تستغفرلہم ان تستغفرلہم سبعین مرة فلن يغفرلہم۔ الآیہ (پ ۱۰ سورۃ التوبہ رکوع ۱۶/۱۰۔ آیت نمبر ۸۰)

(نوٹ: اس آیت میں آخری الفاظ ہیں فلن يغفر الله لهم جبکہ مفتی صاحب نے لکھا ہے فلن يغفر لهم۔ یہ مفتی صاحب کے لیے باعث عبرت ہے کیونکہ مفتی صاحب نے جس نظریے کے تحت اس آیت کو نقل کیا ہے وہ نظریہ مفتی صاحب کے اندر کے نفاق کو ظاہر کرتا ہے۔)

ترجمہ: آپ ان کے لیے بخشش مانگیں۔ اگر آپ ان کے لیے ستر بار بھی بخشش طلب فرمائیں تو بھی اللہ تعالیٰ ان کو ہرگز نہ بخشے گا۔

(۲) ورسلاً قد قصصنہم علیک من قبل و رسلاً لم نقصصہم علیک۔ الآیہ (پ ۶ سورۃ النساء رکوع ۳/۲۳ آیت ۱۶۴)

ترجمہ: اور کتنے رسول انکے واقعات ہم نے آپ پر قبل ازیں بیان کیے اور کتنے ہی رسول ہیں کہ ہم نے آپ پر ان کے حالات بیان نہیں کیے۔

فظہ واللہ اعلم یا صواب خادم ابلسنت والجماعت محمد شریف عابر بقلم خود مفتی جامعہ حنفیہ تعلیم الاسلام

جامع مسجد گنبد والی جہلم شہر

مفتی صاحب کے اس جواب کو پڑھنے کے بعد یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ مفتی صاحب مفت کے مفتی ہیں۔ بالکل مفت و مفت۔ جب ایک مفتی کی یہ علمی اوقات ہے تو ان جاہل بستر بردار امیروں کی علمی اوقات کیا ہوگی جو من و دمن کے پٹھو اٹھائے کچھ چیلے ساتھ لیے قریہ گر گر گھومتے اور مساجد میں لوگوں کو آؤ دین کی باتیں کریں کی دعوت دیتے نظر آتے ہیں۔ بے حیاء لوگ معلوم نہیں کہ استغناء کیسے کیا جاتا ہے اور بیٹھ گئے ہیں مسند افتاء پر اور انکار کرتے ہیں انبیاء کے کمالات کا۔

پہلی بات تو یہ ہے کہ مفتی صاحب نے جو پہلی آیت بطور دلیل پیش کی ہے منافقین کے حق میں نازل ہوئی ہے۔ دیکھئے تفسیر ابن عباس۔ (استغفرلہم) یقول: ان تستغفر لعبد الله بن ابی و جد بن قیس و معتب بن قشیر و أصحابہ نحو سبعین رجلاً (ولا تستغفرلہم) سواء علیہم (ان تستغفرلہم سبعین مرة فلن يغفر الله لهم ذلك) العذاب (بأنهم كفروا بالله ورسوله) فی السر (لا یهدی) لا یغفر (القوم

الفاسقین) المنافقین عبد اللہ بن ابی وأصحابہ۔ (تفسیر ابن عباس ص ۲۰۰ قدیمی کتب خانہ کراچی)

منافقین کی بخشش ان کے نفاق کی وجہ سے نہیں ہوگی۔ آیت میں تو ستر باری بات ہے اگر ستر ہزار بار بھی ان کے لیے بخشش کی دعا کی جاتی تو اللہ ان کو نہیں بخشے گا۔ لیکن جب مومنین کی باری آئی تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا!

ولو انهم اذلعلوا انفسهم جآؤك واستغفر لهم الرسول لودلوا الله توابا رحیما۔ (سورة النساء آیت ۶۴)
پارہ ۵

اس آیت میں ایک بار بخشش کی دعا کی بات کی گئی ہے کہ تم رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہو جاؤ اور استغفار کرو اور رسول بھی تمہارے لیے استغفار کریں تو اللہ کو تو یہ قبول کرنے والا اور مہربان پاؤ گے۔

یہ ہے اس آیت کی درست تفسیر لیکن مفتی صاحب کو چونکہ اپنے اندر کی کیفیت تو معلوم ہے اس لیے دوسروں کو بھی اپنے اوپر قیاس کرتے ہوئے انھوں نے اس آیت کو پیش کیا۔

فقیر اس فتویٰ کی وضاحت کے لیے جب گنبد والی مسجد میں پہنچا تو مفتی صاحب اپنے حجرے میں بیٹھے تھے۔ ان کے ایک طرف مرد حضرات اور دوسری طرف ننگے منہ، ننگے سر عورتیں بیٹھی ہوئی تھیں اور مفتی صاحب کے ہاتھ میں ایک چھڑی تھی جس سے جھاڑ پھونک کر رہے تھے اور ایک مہر بھی تھی جس پر تعویذ کندہ تھیں مفتی صاحب اس مہر سے کاغذ پر تعویذ چھاپ چھاپ کر اپنے پاس بیٹھے ہوئے سائلین کو دے رہے تھے۔ ایک طرف تو یو بندی حضرات تعویذوں اور پیری مریدی کے خلاف آئے روز تقاریر میں یکواں کرتے رہتے ہیں اور دوسری طرف خود لوگوں کو تعویذ دیتے ہیں۔ اسی کا نام ہے منافقت۔ جب مفتی صاحب سے اس فتویٰ کی وضاحت طلب کی گئی تو انھوں نے جو وضاحت کی اس کا خلاصہ یوں ہے کہ حضور ﷺ بالکل بے اختیار ہیں اتنے بے اختیار کہ نہ تو انھیں کچھ انبیاء کے حالات معلوم تھے اور نہ ہی ان کی دعا پر اللہ کسی کی مغفرت فرمائے گا۔ (نعوذ باللہ)

اگر مفتی صاحب کا فتویٰ درست مان لیا جائے تو سابق مہتمم قاری طیب قاسمی کی عبارت لنواور اگر ان کی عبارت کو درست مان لیا جائے تو مفتی صاحب کا فتویٰ غلط ہے۔ یہ ہے وبال رسول کی گستاخیوں کا۔

اب زرا دوسرا فتویٰ ملاحظہ فرمائیے جو اسی عبارت کے بارے میں دیوبندیوں کے شیخ القرآن (مرنے کے بعد جن کا چہرہ نہیں دکھایا گیا تھا اور عینی شاہدین کے مطابق ان کے تابوت پر یہ الفاظ لکھے ہوئے تھے ”طبی وجوہات کی بنا پر یہ منہ دکھانے کے قابل نہیں ہے“) کے مدرسہ تعلیم القرآن کے مفتی عنایت الرحمن سے لیا گیا ہے۔

الجواب حامداً ومصلياً

(۱) صورتِ مسئلہ میں زید کا یہ کہنا کہ ”حضور کی شان محض نبوت ہی نہیں نکلتی بلکہ نبوت بخش بھی نکلتی ہے کہ جو بھی نبوت کی استعداد

پایا ہوا فرد آپ کے سامنے آگیا نبی ہو گیا، سراسر غلط ہے اس لیے کہ آپ علیہ السلام کی صفت خاتم النبیین ہے یعنی آپ اللہ کے آخری نبی ہیں آپ پر نبوت کا سلسلہ ختم ہو چکا ہے آپ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا یہ اُمت کا اجماعی عقیدہ ہے جو قرآن و احادیث متواترہ سینا بت ہے اور جو یہ عقیدہ رکھے کہ آپ کی صفت نبوت بخشی ہے وہ ختم نبوت کا منکر ہونے اور نبوت کو کسی چیز کہنے کی وجہ سے دائرہ اسلام سے خارج ہے۔

(۲) زید کے اس قول پر مطلع ہونے کے بعد اس کو امام بنانا اور اس کی تعظیم کرنا کسی صورت صحیح نہیں ہے۔

(۳) اگر زید کے الفاظ واقعی یہی ہیں جو سوال میں نقل کیے گئے ہیں تو اس کے قول کو ظاہر پر محمول کریں گے، اس کی کوئی تاویل نہیں کی جاسکتی ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح

عنایت الرحمن

ریاض محمد

دارالافتاء تعلیم القرآن راولپنڈی

دارالافتاء تعلیم القرآن راولپنڈی

ج ۱۳۳۰/۱۲/۵

ج ۱۳۳۰/۱۲/۵

لیجے قاری طیب صاحب سے تو جان چھوٹ گئی۔ اور پھر فتویٰ دینے والا کوئی بریلوی نہیں ہے کہ یہ کہہ کر جان چھڑالیں کہ ان کا تو کام ہی یہی ہے کہ مسلمانوں کی تکفیر کرتے ہیں لیکن اسے کیا کہیں؟

تیسرا فتویٰ جس عبارت کے بارے میں لیا گیا ہے وہ عبارت بھی قاری طیب قاسمی کے مجموعہ خطبات حکیم الاسلام صفحہ ۶۷ ج ۲ مطبوعہ دارالاشاعت کراچی کی عبارت ہے۔ دارالعلوم تعلیم القرآن کے مفتی کا فتویٰ ملاحظہ فرمائیے

الجواب حامداً ومصلیاً

ختم نبوت کا صحیح مفہوم وہی ہے جو قرآن و حدیث کے قطعی نصوص سے ثابت اور اُمت کا متواتر اور اجماعی عقیدہ ہے کہ آنحضرت ﷺ آخری نبی ہیں آپ ﷺ کے بعد کسی کو نبوت عطا نہیں کی جائے گی۔ اس مفہوم کو باقی رکھ کر اگر اس لفظ میں نکات بیان کیے جائیں تو درست ہے۔ اپنی عقل و فہم کے مطابق ہر صاحب علم نکات بیان کر سکتا ہے لیکن ان نکات سے متواتر عقیدہ کی نفی کی جائے جیسا کہ زید کا یہ کہنا کہ خاتم النبیین کا یہ معنی کرنا کہ نبوت کا دروازہ بند ہو گیا دنیا کو دھوکہ دینا ہے۔ یہ معنی کرنا قرآن و حدیث کے قطعی نصوص کے بالکل خلاف ہے۔ جس سے بچنا انتہائی ضروری ہے اور اس سے نہ بچنا ضلالت و گمراہی ہے لیکن زید کے اس قول میں تاویل کی گنجائش ہے۔ اگر اس سے زید کی مراد یہ ہو کہ خود نبی علیہ السلام کی نبوت تاقیامت جاری رہے گی اور اس معنی میں نبوت بالکل منقطع نہیں ہوئی یا یہ کہ حضور علیہ السلام نے جو علوم چھوڑے ہیں وہ قیامت تک باقی رہیں گے یا علوم نبوت کے انوار و برکات مراد ہوں نہ یہ کہ کسی اور کے لیے نبوت کا اثبات ہو تو یہ صحیح ہے لیکن

اگر زید کا مقصد اس کلام سے کسی اور شخص کے لیے نبوت کا اثبات ہو تو یہ کفر ہے۔ جیسا کہ قادیانی نے بھی خاتم النبیین کے معنی نبوت بند ہونے کے منکر ہیں۔ اور اس سے ان کا مقصد ختم نبوت کا انکار ہے جو کہ کفر ہے تو اس صورت میں زید کو امام بنانا یا اس کی تعظیم کرنا ہرگز جائز نہیں اور اس کے پیچھے پڑھی ہوئی نمازوں کا اعادہ بھی ضروری ہے۔

وما علینا الا البلاغ المبین

☆☆☆☆ ☆☆☆☆ ☆☆☆☆

مفتی صاحب نے جو دلائل دیئے ہیں ان کے عکس ملاحظہ فرمائیے۔



علامات ظہور امام مہدی

صاحبزادہ سید محمد زین العابدین راشدی

آئے دن امام مہدی ہونے کا دعویٰ کیا جا رہا ہے اسی لیے یہاں حضرت امام مہدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حیات و شخصیت کے متعلق صحت مند مواد جمع کیا ہے تاکہ قارئین حضرت امام مہدی سے متعلق آگاہی پاکیں اور جعلی مہدی کو پرکھ سکیں۔
نسب شریف:

عن ام سلمة قالت سمعت رسول الله ﷺ يقول المهدى من عترتى من اولاد فاطمة (رواہ ابوداؤد، مشکوٰۃ باب قیامت)

ترجمہ: حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ! میں نے نبی کریم ﷺ کو فرماتے سنا کہ ”مہدی میری اولاد، اولاد فاطمہ (رضی اللہ عنہا) سے ہے۔“

لا تذهب الدنيا حتى يبعث الله رجلا من اهل بيتي يراطى اسمه اسمي واسم ابيه اسم ابي (کنز العمال ج ۷ ص ۱۸۸ عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ)

ترجمہ: نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ! دنیا ختم ہونے سے پہلے اللہ تعالیٰ میرے اہل بیت سے ایک مرد اٹھائے گا۔ اس کا اور اس کے والد کا نام میرا اور میرے والد کا نام ہوگا۔ (یعنی محمد بن عبد اللہ)

ان کا نام محمد ہوگا لقب مہدی۔ بعض جاہل کہتے ہیں کہ وہ حضور ﷺ ہی ہوں گے جو اس شکل میں تشریف لائیں گے یہ عقیدہ کفر ہے۔ یہاں صاف ارشاد ہے کہ وہ میرے اہل بیت یعنی اولاد فاطمہ سے حسی سید ہونگے۔ ان کا نام محمد بن عبد اللہ ہو گا۔ اس حدیث مبارکہ سے ان روافض (شیعہ) کا رد ہو گیا جو کہتے ہیں کہ امام مہدی پیدا ہو چکے ہیں۔ ان کا نام محمد بن حسن عسکری ہے یہ قلعہ ہے وہ پیدا ہوں گے (مرآۃ شرح مشکوٰۃ)

امام مہدی والد کی طرف سے حسی سید ہونگے اور والدہ کی طرف سے حسینی (مرآۃ ہفتم ص ۲۷)

نورانی صورت و عدل و انصاف:

عن ابی سعید الخدری قال قال رسول اللہ ﷺ المہدی منی اجلی الجبہتہ اقنی الانف یملاء الارض قسطاً و عدلاً کما ملئت ظلماً و جوراً بملك سبع سنین (رواہ ابوداؤد، مشکوٰۃ)

ترجمہ: ”حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا! مہدی مجھ سے ہیں (یعنی میری اولاد سے ہیں) چوڑی پیشانی والے اوچی ناک والے، زمین کو عدل و انصاف سے بھر دیں گے جیسے وہ ظلم و ستم سے بھری ہوئی تھی۔ سات سال سلطنت کریں گے۔ اس حدیث مبارکہ میں امام مہدی کی نورانی صورت کے خدوخال، عدل و انصاف (یعنی نظام مصطفیٰ ﷺ کا نفاذ) اور یہ بتایا گیا ہے کہ حضرت امام مہدی سات سال تک حکومت کریں گے۔ معلوم ہوا کہ حضرت امام مہدی حضور پر نور ﷺ کے ہم شکل بھی ہوں گے۔ حضور کی جیتی جاگتی تصویر کہ یہ دونوں صفیں حضور پر نور ﷺ کی ہیں کہ!

۱۔ چوڑی پیشانی ۲۔ اوچی ناک شریف
کشادہ پیشانی اور اوچی بینی انتہائی حسن ہے۔ تکی اوچی ناک! سبحان اللہ (مرآۃ)
سقاوت اگلے گھر کی ہے:

عن النبی ﷺ فی قصتہ المہدی قال فیجی الیہ الرجل فیقول یا مہدی اعطنی اعطنی قال فیحشی له فی ثوبہ ما استطاع ان یحملہ (رواہ الترمذی، مشکوٰۃ)
ترجمہ: ”نبی کریم ﷺ نے امام مہدی کے قصے کے بارے میں فرمایا! پھر آئے گا نکلے پاس ایک شخص کہے گا۔ اے مہدی! مجھے دیجیے مجھے دیجیے۔ فرمایا! آپ اس کے کپڑے میں لپ بھر کے ڈالنے رہیں گے جس قدر اٹھانے کی وہ طاقت رکھے گا۔“
انتہائی نئی ہونا امام مہدی کی ایک نشانی ہوگی علامہ مفتی احمد یار خان نعیمی بدایونی رحمۃ اللہ علیہ اسکی شرح میں فرماتے ہیں کہ! حضرت امام مہدی رضی اللہ عنہ جیسے صورت میں حضور پر نور ﷺ کے مشابہ ہوں گے ویسے ہی سیرت و اخلاق میں بھی ان کی طبیعت میں جود و سخا، رحم و کرم انتہائی ہوگا۔ گھنٹی بھر بھر دینا جو مگلتے سے نہ اٹھ سکے یہ حضور پر نور ﷺ کی ہی سقاوت ہے۔ حضور پر نور ﷺ نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو اتنا دیا کہ گھنٹی ان سے نہ اٹھ سکے۔ (مرآۃ)
امام مہدی کے ظہور کی کیفیت:

صدر الشریعہ علامہ مفتی امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ علیہ رقم طراز ہیں کہ حضرت امام مہدی رضی اللہ عنہ کا ظاہر ہونا اسکا اجمالی واقعہ ہے کہ دنیا میں جب سب جگہ کفر کا تسلط ہوگا اس وقت تمام ابدال بلکہ تمام اولیاء ہر جگہ سے سمٹ کر حرمین شریفین کو ہجرت کو جائیں گے صرف وہیں اسلام رہے گا اور ساری زمین کفرستان ہو جائے گی۔ رمضان شریف کا مہینہ ہوگا ابدال طواف

کعبہ میں مصروف ہوں گے اور حضرت امام مہدی بھی وہاں ہوں گے۔ اولیاء اللہ انہیں پہچانیں گے ان سے درخواست بیعت کریں گے وہ انکار کریں گے دفعہ غیب سے ایک آواز آئے گی **هَذَا خَلِيفَةُ اللَّهِ الْمَهْدِي فَاسْمَعُوا لَهُ وَاطِيعُوا** یہ اللہ کا خلیفہ مہدی ہے اسکی بات سنو اور اسکا حکم مانو تمام لوگ ان کے دست مبارک پر بیعت کریں گے وہاں سے سب کو اپنے ہمراہ لیکر ملک شام کو تشریف لے جائیں گے۔ (بہار شریعت ج ۱، ص ۲۴)

ظہور کے وقت آپ کی عمر چالیس سال کی ہوگی جب آپکی بیعت کی خبر مشہور ہوگی تب مدینے کی فوجیں کے کوروانہ ہوں گی شام، یمن اور عراق کے اولیاء اللہ اور ابدال بھی آپ کی خدمت شریف میں حاضر ہوں گے اور بہت سی عربی فوجیں بھی جمع ہو جائیں گی اور خزانہ جو کے میں گڑا ہوا ہے جس کو باج الکعبہ کہتے ہیں آپ نکال نکال کر مسلمانوں میں تقسیم کریں گے۔ جب یہ خبر مسلمانوں میں مشہور ہوگی تو خراسان کے رہنے والوں میں سے ایک شخص جسکے لشکر کے سپہ سالار کا نام منصور ہوگا آپ کی مدد کے لیے بہت سی فوجیں بھیجے گا اور وہ راستے میں نصاریٰ اور بددینوں کے بڑے بڑے گروہوں کو صاف کرینگے اور وہی سفیانی جسکا انصیال بنو کلب کی قوم میں ہے حضرت امام علیہ السلام سے لڑنے کے لیے فوج بھیجے گا جب وہ فوج کے اور مدینے کے درمیان والے میدان میں پہنچے گی اور پہاڑ کی ترائی میں اترے گی سب کے سب دھنس کر زمین کے اندر ڈوب جائیں گے۔ حضرت امام مہدی کے سے کوچ کر کے مدینے کو چلے جائیں گے وہاں سے دمشق تک پہنچے گے یکا یک دوسری طرف سے نصاریٰ (عیسائی) کی فوج مقابلے میں آجائے گی حضرت امام مہدی علیہ السلام کی فوج چوتھے دن تھوڑے سے لوگ جو نیموں کی حفاظت کے لیے رہ جایا کرتے تھے آپ جناب کے ہمراہ ہو کر لڑیں گے اس دن اللہ تعالیٰ پوری فتح عطا فرمائے گا اور نصاریٰ کے لوگ اس قدر قتل ہوں گے کہ ان میں سے بچے ہوئے لوگوں میں ریاست کی بونٹک باقی نہ رہے گی۔

☆☆☆☆ ☆☆☆☆ ☆☆☆☆

WWW.NAFSEISLAM.COM

۲۳۰	قادیانی ورم کا طبی ماسہ (جدا دل)	محمد مصطفیٰ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم	۵۱۲	رمضان ۱۴۲۳ھ	اکتوبر ۲۰۰۳ء	ایک کراچی بھری نکلتا
۲۳۱	حیات عیسیٰ علیہ السلام	=====	۲۰	==	==	قادیانی ورم کا طبی ماسہ
۲۳۲	قادیانیت سوز	محمد بدیع اکرمی بھٹی	۶۳	رمضان ۱۴۲۵ھ	اکتوبر ۲۰۰۴ء	امیر حسن کھڑا نواز
۲۳۳	تحریک تحفظ ختم نبوت اور قادیانیت	مولانا فاروق احمد صاحب مصلیٰ	۱۱۲	رجب ۱۴۲۵ھ	اگست ۲۰۰۴ء	=====
۲۳۴	تحفظ ختم نبوت	محمد اسد محمد قادری	۶۸	۱۴۲۵ھ	۲۰۰۴ء	ایک کراچی بھری نکلتا
۲۳۵	کتاب انصاف	مولانا محمد امجد الدین میرزا پادی	۶۳	==	==	امیر حسن کھڑا نواز
۲۳۶	جھوٹے نبیوں کا انجام	سید رفیع علی کرمانی	۲۵۳	رمضان ۱۴۲۵ھ	اکتوبر ۲۰۰۴ء	=====
۲۳۷	حقیقی مسند نبوت	محمد رفیع شیرانی	۲۸	شعبان ۱۴۲۵ھ	ستمبر ۲۰۰۴ء	ایک کراچی بھری نکلتا
۲۳۸	روحانی شریعت روزہ و روز قادیانیت	سید جہانیت رسول شاہ	۲۳	۱۴۲۵ھ	۲۰۰۴ء	=====
۲۳۹	کورس (۱۹۹۸ء تا ۲۰۰۴ء)					
۲۴۰	مرزا زینت الدین صاحب اپنے آئینے میں	سید محمد جمال الدین کاشمی	۲۲	شعبان ۱۴۲۵ھ	ستمبر ۲۰۰۵ء	امیر حسن کھڑا نواز
۲۴۱	عقیدہ ختم نبوت	محمد اویس پٹوئی	۷	شعبان ۱۴۲۵ھ	==	==
۲۴۲	مسند ختم نبوت	صاحبزادہ افتخار حسن زیدی	۲۰	ربیع الثانی ۱۴۲۶ھ	مئی ۲۰۰۵ء	==
۲۴۳	دعوت ختم نبوت	محمد اسد محمد قادری	۳۲	==	==	ایک کراچی بھری نکلتا
۲۴۴	قادیانی ورم کا طبی ماسہ (جدا دل)	محمد مصطفیٰ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم	۵۱۸	جمادی الاول ۱۴۲۶ھ	جون ۲۰۰۵ء	=====
۲۴۵	شیان نبوت (حصہ سوم)	مولانا محمد رفیع پٹوئی	۶۸۵	ربیع الثانی ۱۴۲۶ھ	مئی ۲۰۰۵ء	امیر حسن کھڑا نواز
۲۴۶	فتنہ قادیانیت کیا ہے	محمد امین گلزادی	۲۳	مطرب ۱۴۲۶ھ	مارچ ۲۰۰۵ء	ایک کراچی بھری نکلتا
۲۴۷	روحانی شریعت روزہ و قادیانیت کورس (۱۹۹۸ء تا ۲۰۰۵ء)	سید جہانیت رسول شاہ	۳۲	۱۴۲۶ھ	۲۰۰۵ء	=====
۲۴۸	کچا کیا ہے	محمد اسد محمد قادری	۸	مطرب ۱۴۲۶ھ	مارچ ۲۰۰۶ء	=====
۲۴۹	قادیانی سازشیں	سید محمود رفیع پٹوئی	۸	==	==	=====
۲۵۰	دعوت غور و فکر	رانا محمد اکرم طاہر	۳	==	==	=====
۲۵۱	قادیانی مسلمانوں کو کیا سمجھتے ہیں؟	صوفی محمد ارباب خان نیازی	۳	==	==	=====
۲۵۲	اسلامی ہمہ گیر قادیانی دم	سید محمد امین نقوی	۸	==	==	=====
۲۵۳	مرزا قادیانی کی بگڑی ہوئی	محمد عبدالغفور صاحب چانڈی	۸	==	==	=====
۲۵۴	خاتم النبیین	مفتی احمد ابراہیم صاحب	۸	==	==	=====
۲۵۵	عقیدہ ختم نبوت اور فتنہ قادیانیت (سوال و جواب)	سادق علی زاپر	۲۳۶	==	==	=====
۲۵۶	تحفظ ختم نبوت اور جاری ذمہ داریاں	میر محمد اسلم صرانیہ کیٹ	۳۲	۱۴۲۸ھ	۲۰۰۷ء	=====
۲۵۷	شش روزہ شیعہ دل و دماغ قادیانیت کورس	سید جہانیت رسول شاہ	۸	جمادی الاول ۱۴۲۸ھ	جون ۲۰۰۷ء	=====
۲۵۸	قادیانیوں کی ڈپاک جبراست	صوفی محمد امین گلزادی	۳	شعبان ۱۴۲۸ھ	اگست ۲۰۰۷ء	=====
۲۵۹	قادیانیوں کے غدارانوں سے دم کے گھڑاوں تک	شیبہ اسد	۸	==	ستمبر ۲۰۰۷ء	=====

۲۶۰	مرزا سیدی یحییٰ کی مگر دوس کوں	مولانا احمد سعید قادری ساکنی	۸	۱۳۲۸ھ	۲۰۰۷ء	ایک لاکھ تیرہ سو بیس نکاح
۲۶۱	مسلم شتم نبوت کی نذر آیت	علامہ مفتی ابوالخیر محمد صادق	۸	مئی ۱۳۲۸ھ	مارچ ۲۰۰۶ء	*****
۲۶۲	انصار امیر الہابی علی کرشن قادری	مفتی صاحبزادہ عثمان				قادری نقشب ۸۱
۲۶۳	غیر مصداق در درمزا بیت	پیر محمد شاہ جمال پوری				*****
۲۶۴	غضب آسمانی پر مرزا کے قادری	مولانا نور الحسن سیالکوٹی				*****
۲۶۵	قادری جتنے کا ارتداد	مولانا قاری احمد علی بھٹی		غیر ملجود		*****
۲۶۶	قہر خدائی برکتہ قادری	مولانا نظام الدین مٹائی				*****
۲۶۷	لیٹس چارٹی غلبہ بے حد بے انصاری	مولانا کریم الدین بٹکاری				قادری نقشب ۸۳
۲۶۸	فتویٰ جازا رسوخ بیانات	مولانا منصور احمد بٹ				*****
۲۶۹	درمزا قادری	غلام محمد ابراہیم چھوڑی		غیر ملجود		*****
۲۷۰	شتم نبوت (انگریزی)	علامہ شاہ احمد نورانی				*****
۲۷۱	حیات کس	*****				*****
۲۷۲	چاہت الرشید اللہ کی لرید	سید حبیب اللہ قادری				*****
۲۷۳	شتم نبوت	سید ابراہیم شاہ شجاع الدین				*****
۲۷۴	نکھتہ سید مرزا بہان مرزا	سید محمود علی اللہ				*****
۲۷۵	بہاوت احمدیہ کا سرخ سفاک	سید محمد قادری				*****
۲۷۶	مرزا نبیل کے ہاتھ	مولانا عبدالقادر بجاویٹی				قادری نقشب ۸۳
۲۷۷	قادری دعوت پر ہمارے استفسارات	قاری محمد تاج الدین				*****
۲۷۸	قادری مرزا کی کہانی	ایمان شاہ محمد قادری				*****
۲۷۹	قادری کے نظام	*****				*****
۲۸۰	کرشن قادری کے بیانات پڑھائی	*****				*****
۲۸۱	حقیرہ شتم نبوت اور امام احمد رضا خان	سید فریم ریاض رضوی	۲۳			ایک لاکھ تیرہ سو بیس نکاح
۲۸۲	حلیا شتم نبوت (۲ حصے)	مولانا محمد حمزہ چھوڑی	۷۰۳			قلمی جہاں ۳۰
۲۸۳	حلیا شتم نبوت (تیسرا حصہ)	*****	۷۰۰			فہرست مفتی محمد امین قادری
						ص
۲۸۴	حیات نبوی علیہ السلام	علامہ محمد عمر الدین	۱۳۵			قلمی جہاں ۹۰
۲۸۵	اسیر اللہ علیہ القلع دعوتی افلاک	مفتی عبدالغفار قادری	۱۴۰			قادری نقشب ۸۱
۲۸۶	فتنہ قادیان	علامہ سید محمود رضوی	۱۶			قلمی جہاں ۲۲۲
۲۸۷	مسلم شتم نبوت	علامہ غلام علی ادکاڑوی				فہرست مفتی محمد امین قادری
						ص
۲۸۸	نہر سے قادیان راستہ بے بند	علامہ شعیب اللہ قادری	۲۳۳			گوشہ محققین نکاح
۲۸۹	شتم نبوت	علامہ سید احمد سعید علی	۱۲			*****
۲۹۰	اردالمسیحی محمد اسلام احمدی	صوفی اللہ دوست خان بھٹا	۱۹			*****
۲۹۱	قادری حرم اور اسلام	مفتی محمد شرف اللہ قادری بکمرات	۱۰			*****

۲۹۲	قادیانوں کا فکری بحران	صوفی ارباب زاد خان نیاز کی کراچی	فہرست متعلقہ مآثرین قادری
۲۹۳	فتح نبوت	علامہ سارشد قادری	۲۳
۲۹۴	خاتم النبیین	علامہ عبدالمصطفیٰ الازہری	۷
۲۹۵	عقبت تاجدار فتح نبوت	متعلقہ محرم ہجری ۱۴۰۰	۶۰
۲۹۶	تہذیب دینی و سرمدیالی قادیانی	پروفیسر شاہ جلال قادری	۴۰
۲۹۷	فتح نبوت	مولانا ابوالخیر محمد بشیر کھٹولی	۵۳
۲۹۸	فتح نبوت	متعلقہ نظام ہر مکتبہ اسلامی	غیر مطبوعہ
۲۹۹	فتح نبوت	حافظ محمد عیوب	۷۰
۳۰۰	خاتم النبیین	علامہ سلام علی	۲۵
۳۰۱	سیف رحمانی علی راس اللہ قادری	متعلقہ نظام ہر مکتبہ اسلامی	غیر مطبوعہ
۳۰۲	مکرمین رسالت کے تحفہ کردہ	علامہ سارشد قادری	۲۸
۳۰۳	علوم نبوت	پروفیسر محمد شاہ جلال قادری	۱۱۲
۳۰۴	قادیانیت کے خلاف فلسفہ کی نورانی تاریخ	فیہم اختر نورانی	۱۶
۳۰۵	تحریک تحفہ فتح نبوت کا پس منظر	سرمد شاہ جلال قادری	۱۶
۳۰۶	پروفیسر شاہ جلال قادری اور دہشت گردانیت	محمد اکرم بابر خان مظہر عباس	۸
۳۰۷	دین فطرت (اشاعت نمبر ۱۶)	اے سچے سچے سچے گروپ لیسل آباد	۳
۳۰۸	مرزائیوں کے خلاف دہشت گردانہ کی نکال دیا	امجد نورانی	
۳۰۹	مرزائیت اپنے آئینہ میں	سید محمد جمال الدین کاشی	۱۶
۳۱۰	سازش کا انکشاف	سید محمد سعید الحسن	۲۸
۳۱۱	حضرت پروفیسر شاہ جلال قادری دہشت گردانیت	محمد صدیق بزارادی	۱۶
۳۱۲	انہم بہرہ دہانی برحق قادیانی	عبدالرحمن بیکانی بھودی	۴۰
۳۱۳	فتح رسالت	مسلم بی بی	۱۳۸
۳۱۴	فتح نبوت پر مستند دلیل	ظہیر الرحمن قادری	۱۸
۳۱۵	خاتم النبیین	محمد شریف خالد رضوی	۱۶
۳۱۶	خاتم النبیین	امام الدین دہلوی	۴۰
۳۱۷	لاہندہ الائنس	پاکستان کونسل	۱۶
۳۱۸	مرزا نظام احمد قادیانی کے حالات (سنہ ۱۹۰۰ء)	مولانا محمد انور محمد سعیدی	۲۵۰
۳۱۹	مرزا کی کہانی ان کی اپنی قادیانی	امام اللہ شاہ بکوانی	۲۴
۳۲۰	قادیانوں کا ارتداد اور مولانا نظام احمد مرشد کا اجتہاد	محمد الدین	۱۶

فہرست متعلقہ مآثرین قادری	۲۳
۲۳	۷۰
۷۰	۱۰۰
۱۰۰	۱۵۸
۱۵۸	۲۰۳
۲۰۳	۲۳۸

۳۷۷	عقلمانی جہاد	۱۱۴	محمد صادق قادری	۳۲۱	عقلمانی جہاد
۳۷۸	عقلمانی جہاد	۴۶	مولانا غلام جہاں	۳۲۲	ادب و فرائض
۳۷۹	عقلمانی جہاد	۴	امیر افضل خان	۳۲۳	قادیانی فتنے کا علاج
۳۸۰	عقلمانی جہاد	۸	پروفیسر عبداللہ ملک	۳۲۴	مرزا غلام احمد قادیانی اور اسکے بارہ نکات
۳۸۱	عقلمانی جہاد	۱۶	=====	۳۲۵	انتخابات مرزا
۳۸۲	عقلمانی جہاد	۱۳	=====	۳۲۶	سلسلہ بیادہ فرقہ مرزائیہ
۳۸۳	عقلمانی جہاد	۲۸	علامہ محمد رفیع عثمانی	۳۲۷	پاگل اپنے آپ سے نہیں
۳۸۴	عقلمانی جہاد	۲۸	سید ارمین علی کرمانی	۳۲۸	مرزائی کافر کیوں؟
۳۸۵	عقلمانی جہاد	۱۷	سید محمد یونس شاہ کاکلی	۳۲۹	حقیقت مرزائیت و فرات و قادیانی
۳۸۶	عقلمانی جہاد	۳۲	مفتی محمد امین فیصل آباد	۳۳۰	سوشل ڈائنامکس کی شرعی حیثیت
۳۸۷	عقلمانی جہاد	۲۳	ڈاکٹر طاہر القادری	۳۳۱	گستاخ رسول کی سزا کے بارے میں اختلاف کا جواب
۳۸۸	عقلمانی جہاد	۲۳	سید محمد کریم شاہ لاہوری	۳۳۲	اسلام اور مردانیت
۳۸۹	عقلمانی جہاد	۱۶	حافظ غلام حسین کپالوی	۳۳۳	عجائب علیہ کبھی ہیں
۳۹۰	عقلمانی جہاد	۸	مفتی ابو ذر محمد صادق	۳۳۴	مسئلہ ختم نبوت
۳۹۱	عقلمانی جہاد	۱۶	حاجی محمد اسماعیل	۳۳۵	مرزا غلام احمد قادیانی اپنی کتابوں کے آئینے میں
۳۹۲	عقلمانی جہاد	۸۰	امیر سلطان احمد سید کاکلی	۳۳۶	گستاخ رسول کی سزا
۳۹۳	عقلمانی جہاد	۴	محمد امجد علی	۳۳۷	کلہ شبہ اور قادیانی سازش
۳۹۴	عقلمانی جہاد	۱۶	ذہرا محمد فضل	۳۳۸	توحید شمع نبوت اور محمد طاہر القادری
۳۹۵	عقلمانی جہاد	۸۰	سید محمد امین نقوی	۳۳۹	لامنی بعدی
۳۹۶	عقلمانی جہاد	۱۶	=====	۳۴۰	محمد رسول اللہ

☆☆☆☆☆ ☆☆☆☆☆ ☆☆☆☆☆

WWW.NAFSEISLAM.COM

﴿تیرہواں باب﴾
کتابیات

WWW.NAFSEISLAM.COM

تحفظ ختم نبوت میں

فیض ملت علامہ محمد فیض احمد اویسی رضوی کی تصنیفات

محمد احمد حسن قادری

شیخ انیسیر والحدیث حضور مفسر اعظم صاحب کتب کثیرہ حضرت علامہ مولینا ابو الصالح محمد فیض احمد اویسی رضوی صاحب مدظلہ وطن عزیز پاکستان کے عظیم مصنف اور جماعت اہل سنت کے صاحب تصنیف بزرگ ہیں۔ سینکڑوں موضوعات پر آپ کی تین ہزار سے زائد تصانیف موجود ہیں۔ درج ذیل سطور میں ہم مولینا فیض احمد اویسی مدظلہ کا مختصر تعارف اور تحفظ ختم نبوت ورد قادیانیت کے موضوع پر لکھی جانے والی آپ کی تصانیف پر مختصر تعارفی نوٹ لکھیں گے۔

حضور فیض ملت مدظلہ کی شخصیت اور خدمات پر لکھنے کیلئے تو ایک وسیع دفتر درکار ہے۔ شاید کوئی سنی ادیب اسلام کے عظیم مصنف اہل سنت کے اس عظیم حسن (امام احمد رضا بریلوی علیہ الرحمہ کے بعد ایسا مصنف جس کا مد مقابل کہیں نظر نہیں آتا) کے حالات واقعات اور خدمات پر جامع کتاب تصنیف کر دے۔ لیجئے! حضرت علامہ مولینا فیض احمد اویسی مدظلہ کا مختصر تعارف اور خدمات بسلسلہ تحفظ ختم نبوت سے متعلق پڑھیے اور بزرگان دین کے نقش قدم پر چلتے ہوئے تحفظ ختم نبوت کیلئے اپنا فریضہ سرانجام دیجیے۔

تعارف حضرت مولینا فیض احمد اویسی مدظلہ:-

حضرت اویسی کا اسم شریف محمد فیض احمد ہے۔ آپ ۱۹۳۲ء کو حضرت مولینا نور احمد کے ہاں حامد آباد ضلع رحیم یار خان میں پیدا ہوئے۔ آپ کا تعلق لدڑ خاندان سے ہے جن کے متعلق بعض کے نزدیک یہ ہے کہ یہ خاندان حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی اولاد سے ہے۔ حضرت اویسی مدظلہ نے حفظ قرآن حکیم کی تعلیم حضرت حافظ سراج احمد، حافظ جان محمد اور حافظ غلام طہین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے حاصل کی قاری کی کتب حکیم مولینا اللہ بخش علیہ الرحمہ سے پڑھی۔ علوم عربیہ کی کتب متداولہ حضرت مولینا خورشید احمد، مولینا عبدالکریم، اور مولینا سراج احمد سے پڑھیں۔ درس حدیث کی تعلیم محدث اعظم پاکستان حضرت علامہ مولینا سردار احمد قادری رضوی رحمۃ اللہ علیہ سے حاصل کی۔ ۱۹۵۲ء میں تعلیم مکمل کر کے اپنے آبائی گاؤں حامد آباد میں واپس آ گئے اور ایک دینی ادارہ منبع الفیض قائم کیا یہ ادارہ پندرہ سال تک علم کی شمع روشن کئے ہوئے تھا ابھی سفر خدمت دین جاری تھا کہ حضور فیض ملت بہاد پور تشریف لے آئے اور دارالعلوم اویسیہ رضویہ کے نام سے ایک ادارہ قائم فرمایا جو اس وقت

وطن عزیز پاکستان کا ایک عظیم تعلیمی ادارہ ہے۔ حضرت مولینا فیض احمد اویسی مدظلہ نے حضرت الحاج خواجہ محمد الدین اویسی علیہ الرحمہ سجادہ نشین دار بر عالیہ حضرت خواجہ حکم الدین سیرانی علیہ الرحمہ کے دست حق پرست پر بیعت کی اور سلسلہ قادریہ میں حضور مفتی اعظم ہند مولینا مصطفیٰ رضا خان نوری بریلوی علیہ الرحمہ کی طرف سے سند مجاز بھی حاصل ہے۔ مملکت خداداد پاکستان میں نظام مصطفیٰ ﷺ کے نفاذ اور مقام مصطفیٰ ﷺ کے تحفظ کی خاطر قائد اہل سنت حضرت مولانا شاہ احمد نورانی صدیقی علیہ الرحمہ کی قیادت میں مصروف عمل جمعیت سے منسلک رہے ہیں۔ آپ کے چار صاحبزادے بنام (۱) حضرت حافظ مفتی محمد صالح اویسی علیہ الرحمہ (۲) حضرت حافظ عطاء الرسول اویسی (۳) حضرت حافظ محمد فیاض احمد اویسی (۴) حضرت حافظ محمد ریاض اویسی ہیں ایک صاحبزادی بھی ہے جبکہ ممالک اسلامیہ و دیگر ممالک مختلفہ میں آپ کے تلامذہ کثیر تعداد میں موجود ہیں جو خدمت دین کا فریضہ سرانجام دے رہے ہیں۔ خدمت دین کا فریضہ سرانجام دینے والے اس عظیم بزرگ کو یہ سعادت بھی حاصل ہے کہ حرمین شریفین اور مسجد نبوی شریف میں متعدد بار اعکاف بیٹھنے کی سعادت سے شرف ہوئے ہیں۔ اللہ کریم عزوجل کے حضور التجاء ہے کہ نبی کریم ﷺ کے طفیل ہمارے اس عظیم بزرگ کا سایہ تادیہ ہمارے سروں پر قائم رہے۔ آمین۔

حضرت فیض ملت کی تصانیف پر ایک نظر:-

حضور مفسر اعظم پاکستان حضرت علامہ مولینا فیض احمد اویسی صاحب مدظلہ کی درج ذیل کتب خدمت اسلام کا ایک منہ بولتا ثبوت ہے۔

- | | |
|--------------|---|
| ۱۶ جلدوں میں | (۱) ترجمہ روح البیان بنام فیوض الرحمان |
| ۱۰ جلدوں میں | (۲) عربی تفسیر بنام فضل النان تفسیر آیات القرآن |
| ۳۰ جلدوں میں | (۳) اردو تفسیر بنام فیض القرآن |
| ۵ جلدوں میں | (۴) العلمعات فی شرح مشکوٰۃ |
| ۱۰ جلدوں میں | (۵) فیض الرسول فی اسباب النزول |
| ۲۵ جلدوں میں | (۶) شرح حدائق بخشش |
| ۱۰ جلدوں میں | (۷) شرح مشکوٰۃ |
| ۱۰ جلدوں میں | (۸) الفیض الباری شرح صحیح البخاری |
| ۵ جلدوں میں | (۹) احادیث موضوعہ |
| ۱۰ جلدوں میں | (۱۰) مواعظ اویسیہ |
| ۱۰ جلدوں میں | (۱۱) کنگول اویسی |

۱۰ جلدوں میں	(۱۲) فیصلہ ہشت مسئلہ
۱۰ جلدوں میں	(۱۳) فتاویٰ اویسیہ
۸ جلدوں میں	(۱۴) احادی وارضی صراطی شرح داری
۵ جلدوں میں	(۱۵) رسائل اویسیہ
۵ جلدوں میں	(۱۶) راز و نیاز
۵ جلدوں میں	(۱۷) خواتین کا اسلامی نصاب
۱۵ جلدوں میں	(۱۸) تفسیر اویسی
۱۰ جلدوں میں	(۱۹) ترجمہ مسلم مع مختصر حاشیہ
۵ جلدوں میں	(۲۰) ترجمہ ترمذی مع مختصر حاشیہ
۵ جلدوں میں	(۲۱) بیاض اویسی
۵ جلدوں میں	(۲۲) اویسی نامہ
۱۰ جلدوں میں	(۲۳) انوار المغنی فی شرح دارقطنی
۵ جلدوں میں	(۲۴) الاحادیث السنیہ فی الفتاویٰ الرضویہ
۱۰ جلدوں میں	(۲۵) نعم الحامی شرح جامی

اسکے علاوہ اور بھی کافی ساری کتب ہیں جو کہ دو، تین، اور چار جلدوں پر مشتمل ہیں نیز حضرت اویسی صاحب مدظلہ کی کل تصانیف کی فہرست ”بنام علم کے موتی“ کے مطابق حضرت کی کتابوں کی تعداد تین ہزار سے زائد ہے۔ درج ذیل سطور میں ہم حضرت اویسی مدظلہ کی خدمات بسلسلہ تحفظ ختم نبوت تحریر کرنے کی سعادت حاصل کر رہے ہیں۔

حضرت مولینا فیض احمد اویسی مدظلہ اور تحفظ ختم نبوت :-

وطن عزیز کے عظیم مصنف اور صحافی جناب علامہ ملک محبوب الرسول قادری صاحب مدظلہ نے حضرت فیض ملت مولینا فیض احمد اویسی صاحب مدظلہ کا ایک انٹرویو کیا تھا اُس میں ختم نبوت کے حوالہ سے دو سوال تھے جو کہ درج ذیل ہیں اور ساتھ حضرت اویسی صاحب مدظلہ کے جوابات بھی شامل ہیں۔

سوال - ختم نبوت اور جہاد کے موضوعات پر کوئی علمی کام؟

جواب - ختم نبوت اور جہاد پر فقیر (حضرت مولینا فیض احمد اویسی) کے متعدد رسالے ہیں کچھ مطبوعہ ہیں اکثر غیر مطبوعہ۔

سوال - تحریک ختم نبوت کے حوالے سے آپ کا کام؟

جواب۔ جب پاکستان میں تحریک ختم نبوت چلی تھیں فقیر ہر دونوں (۱۹۵۳ء، ۱۹۷۴ء) میں اپنے اکابر کے ماتحت تحریکوں میں شامل رہا۔

ملک محبوب الرسول قادری کے سوالات کے جوابات کے سلسلے میں حضرت مولانا فیض احمد اویسی صاحب مدظلہ سے یہ بات بھی واضح طور پر عیاں ہوگئی کہ آپ جہاد ختم نبوت کی ان تحریکوں تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء اور تحریک ختم نبوت ۱۹۷۴ء میں بھی شامل تھے۔ درج ذیل سطور میں ہم حضور فیض ملت کی تصانیف کی فہرست ”علم کے موتی“ میں درج کتب میں تحفظ ختم نبوت اور رد قادیانیت کے موضوع پر تصانیف کو نمبر وار درج کر رہے ہیں آخر پر جو کتب ہمارے پاس موجود ہیں انکا مختصر تعارف لکھ رہے ہیں۔

فہرست تصانیف فیض ملت بِرُؤِ قادیانیت:-

نمبر شمار	سیریل نمبر	نام کتاب	کیفیت
۱	-	مرزا کے عقائد و اخلاق	مطبوعہ
۲	۰۲۹	آئینہ مرزا نما	=
۳	۳۷۰	قادیانی کافر کیوں؟	=
۴	۳۷۱	القول الجلی فی الکوفۃ تہذیب الی زیارۃ الولی	=
۵	۳۷۲	القول الفصح فی قبراہ	=
۶	۳۹۱	امام مہدی رضی اللہ عنہ	غیر مطبوعہ
۷	۵۲۱	الامبراء فی حیاۃ النبی	=
۸	۵۲۷	انگریز کا پٹھو (قادیانی)	=
۹	۵۵۵	ابن النبیان فی النبی آخر الزمان ﷺ	=
۱۰	۵۷۳	اویسی نوٹ بک	=
۱۱	۵۹۰	اسلام کی فتح (مناظرہ مسلمان و مرزائی)	=
۱۲	۶۹۵	ابطال الباطل الکلام الجاہل الماثل	=
۱۳	۹۲۵	پنجابی دجال	=
۱۴	۹۳۶	تقابل مذاہب وادیان	=
۱۵	۱۲۰۶	جھوٹے نبی	=

=	حیات علی علیہ السلام	۱۲۳۷	۱۶
=	حالات امام مہدی رضی اللہ عنہ	۱۲۴۰	۱۷
=	حملہ قادیانی برامام شعرانی	۱۳۱۶	۱۸
=	خدا کی خدائی محمد مصطفیٰ کی مصطفائی	۱۳۶۵	۱۹
=	خود مدعی خود منکر (قادیانی)	۱۳۸۷	۰۲
=	خلافت خاتم الانبیاء علیہ السلام	۱۴۰۳	۲۱
=	دشمن احمد علیہ السلام کی شدت کیجیے	۱۴۵۳	۲۲
=	دجال کا جال	۱۴۹۲	۲۳
=	ریاض الجنان فی حیاۃ النبی آخر الزمان	۱۵۳۸	۲۴
=	رد بد مذہب	۱۵۴۶	۲۵
=	رد مرزائیت	۱۵۸۱	۲۶
=	السیف الموصول علی شاتم الرسول	۱۶۲۳	۲۷
=	شہدائے ناموس رسول ﷺ	۱۸۰۹	۲۸
=	عقائد نامہ	۱۹۶۲	۲۹
=	فیصلہ حق و باطل زمر مرزائیت	۲۱۳۲	۳۰
=	فرقے ہی فرقے	۲۱۳۸	۳۱
=	قادیانی انگریزی پودا	۲۲۱۳	۳۲
=	قادیانی کی کہانی اسکی ربانی	۲۲۹۱	۳۳
=	قہر سبحانی بردجال قادیانی	۲۲۹۲	۳۴
=	گستاخ نبوت کا انجام بد	۲۳۹۵	۳۵
=	گستاخ واجب القتل	۲۴۰۴	۳۶
=	گستاخ رسول کا قتل	۲۴۰۵	۳۷
=	لانہی بعدی	۲۴۲۶	۳۸
=	مرزائیت کی شرارت	۲۵۰۱	۳۹

=	مرزا غلام احمد قادیانی کے جھوٹے دعوے	۲۵۵۰	۴۰
=	المہدیؑ والہ	۲۵۵۳	۴۱
=	بد مذہب لڑکیوں اور لڑکوں سے نکاح	۲۷۸۶	۴۲
=	کلمہ الحق	۲۹۶۹	۴۳
=	علمائے امتی کا انبیاء بنی اسرائیل (کے سوال کا جواب)	-	۴۴

درج بالا فہرست میں درج کتب مجاہدین ختم نبوت کیلئے ایک عظیم ذخیرہ ہیں۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ انکی اشاعت کا اہتمام کیا جائے۔ درج بالا کتب و رسائل کی تعداد تینتالیس ہے۔ جن میں سے صرف چند رسائل و کتب مطبوعہ ہیں۔ مطبوعہ کتب میں سے تین کتب راقم کے پاس موجود ہیں ان تین کتب کا مختصر تعارف ذیل کی طور میں تحریر کر رہا ہوں۔

(۱) آئینہ مرزا نما:-

حضرت مولینا فیض احمد اویسی رضوی صاحب مدظلہ بقلم خود اس کتاب کے شروع میں رقم طراز ہیں کہ!

”مرزا غلام احمد قادیانی بالاتفاق علمائے دین و مشائخ اسلام کافر و مرتد ہے اور خارج از اسلام ہے اس کے ساتھ جو بھی اس کے جھوٹے دعوائے نبوت و دیگر دعوائی باطلہ کو حق اور سچ سمجھتا ہے وہ بھی کافر، مرتد، خارج از اسلام ہے۔ مجددین و ملت شیخ الاسلام والمسلمین امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ نے اپنی تصنیف ”حسام الحرمین شریف“ و دیگر تصانیف مبارکہ میں اس کے کفر و ارتداد پر براہین قاطعہ و دلائل ساطعہ قائم فرما کر علمائے ملت و مشائخ اسلام کی تصدیقیں و تقریظیں ثبت فرمائی ہیں۔ فقیر انکے فیض سے یہ رسالہ ”آئینہ مرزا نما“ مرزا قادیانی کی کفریہ عبارات کا مجموعہ پیش کر رہا ہے۔ (آئینہ مرزا نما ص ۴) نیز اس رسالہ میں قادیانی کی کفریہ عبارات اللہ تعالیٰ نبی کریم ﷺ و دیگر انبیاء کرام علیہم السلام حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام، صحابہ کرام و اہلبیت اطہار رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین قرآن و حدیث حرمین طہین اولیاء کرام و علماء عظام سے متعلق ترتیب وار درج کی ہیں تاکہ قارئین کرام آستین کے سانپ قادیانیوں کے گروہ اور انگریزی نبی مرزا غلام احمد قادیانی کے کفریات سے آگاہ ہو اور اپنے ایمان کا تحفظ کر سکیں۔ آخر کتاب قادیانی عبادت گاہ کی ایک تصویر شامل اشاعت کی ہے جس پر قادیانی کلمہ تحریر ہے جس میں محمد ﷺ

کی جگہ احمد لکھا ہوا ہے۔ رب کریم عزوجل نبی کریم ﷺ کے دامن اقدس سے وابستہ رکھے۔ آمین!

(۲) القول الفصح فی قبر المسیح:-

اس کتاب کے پیش لفظ میں حضور فیض ملت تحریر فرماتے ہیں کہ!

”آج کل ذریت مرزا (یعنی مرزائی/قادیانی/احمدی) کا زور بڑھتا جا رہا ہے۔ اور عوام کے سامنے اپنی تحقیق کی ڈیگیں مارتے پھرتے ہیں کہ مسیح ابن مریم علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام جب فوت ہو گئے تو پھر اُن کیلئے واپس تشریف لانے کا کیا معنی؟ جب کہ انکی قبر کشمیر (سرینگر) میں موجود ہے۔ مجھے انکے اس دھوکے سے تعجب ہوا کہ یا اللہ عزوجل جہالت کا بیڑا غرق کیوں نہیں ہو جاتا جبکہ سورج کی روشنی سے بھی زیادہ واضح امر ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام نہ فوت ہوئے نہ ہی انکی قبر کا سوال پیدا ہوتا ہے لیکن باطل پرستی کے سامنے اگر حق بائیں معنی خاموش ہو جائے تو باطل سرائٹا ہوا غریب عوام کو کھاتا ہے۔ فقیر خادم اسلام (حضرت مولینا فیض احمد اویسی) نے قلم کے زور سے یہ مختصر رسالہ پیش کیا ہے اللہ تعالیٰ اہل حق کیلئے تقویت اور اہل باطل کو حق قبول کرنے کی توفیق بخشے اور میرے لیے باعث نجات بنائے۔ آمین! (القول الفصح ص ۲)

(۳) مرزا قادیانی کے عقائد و اخلاق:-

کتاب کے نام سے ہی موضوع واضح ہے خود مصنف حضرت فیض ملت صاحب مدظلہ لکھتے ہیں کہ!

”جس قادیانی کے لیے نبوت کی کوشش جاری ہے۔ اُس کے اخلاق و عقائد کیسے تھے اس سے مصنف مزاج خود سمجھ لے کہ جس شخص کے اخلاق و عقائد اتنے گھٹیا ہوں وہ کس منہ سے اپنے آپ کو مثل مسیح یا نبی ہونے کا دعویٰ کرتے رہے۔ اس رسالہ میں مرزا قادیانی کی وہ عبارات جو معجزات مصطفیٰ ﷺ کے انکار، ختم نبوت کے انکار، جہاد کے خلاف وغیرہ جیسے موضوع پر ہیں ترتیب دی گئی ہیں۔

الحاصل! حضرت فیض ملت مولینا محمد فیض احمد اویسی صاحب مدظلہ نے جہاں خدمت اسلام کے سلسلہ میں تفسیر، حدیث، فقہ، تصوف، تاریخ، سائنس، عقائد و اعمال، اصلاح معاشرہ جیسے موضوعات پر اپنا قلم رواں رکھا وہیں حضرت مفسر اعظم حضور فیض ملت دامت برکاتہم العالیہ نے عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ منکرین ختم نبوت بالخصوص فتنہ قادیانیت کے خلاف

اپنا قلم رواں رکھا۔ رب کریم اللہ عزوجل کے حضور التجا ہے کہ نبی کریم مدنی سرکارِ بچال سیدنا محمد مصطفیٰ ﷺ کے طفیل ہم سب کو دامن مصطفیٰ ﷺ سے وابستہ رکھتے ہوئے تحفظ ختم نبوت کا فریضہ سرانجام دینے کی توفیق عطا فرمائے۔ اور ہم کو حضور فیض ملت حضرت علامہ مولینا فیض احمد ایسی رضوی صاحب مدظلہ کے فیض روحانی سے مستفید ہونے اور آپ کی تصانیف جو کہ صرف ختم نبوت کے موضوع پر تین درجن سے زائد اور کل تین ہزار سے زائد ہیں ان کتب کی اشاعت کے اہتمام کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

☆☆☆☆

☆☆☆☆

☆☆☆☆



تعارف رسائل ختم نبوت

محمد احمد حسن قادری

اللہ تعالیٰ عزوجل نے انبیاء کرام و رسولان عظام کو انسانیت کی رشد و ہدایت کے لیے زمین پر مبعوث فرمایا تاکہ انسان کی اصلاح اور رہنمائی ہوتی رہے یہ مقدس سلسلہ نبوت و رسالت حضرت سیدنا آدم علیہ السلام سے شروع ہوا اور اپنے نقطہ کمال پر پہنچ کر حضرت سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ پر ختم ہوا۔ معروف بہ اس کو عقیدہ ختم نبوت کہتے ہیں تمام اہل اسلام کا متفقہ اجماعی عقیدہ ہے کہ اللہ کے آخری نبی و رسول حضرت سیدنا محمد ﷺ ہیں خود نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میں آخری نبی ہوں میرے بعد کوئی نبی نہیں تمام اکابرین اسلام، صحابہ کرام، اہل بیت اطہار، ائمہ المومنین، ائمہ کرام، مفسرین، محدثین، مورخین اور اولیائے امت رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا یہی عقیدہ ہے۔

سواد اعظم اہل سنت و جماعت کے صحافتی میدان میں شائع ہونے والے رسائل کے وہ ضخیم نمبرز جو تحفظ ختم نبوت کے موضوع پر شائع ہوئے ان رسائل کا تعارف تحریر کرنے کے لیے یہ سطور تحریر کی جا رہی ہیں۔ تحفظ ختم نبوت کے موضوع پر رسائل کے بے شمار خاص نمبرز ہیں مگر اس مضمون میں صرف ان نمبرز کا تعارف تحریر کیا گیا ہے جو راقم الحروف کے پاس موجود ہیں۔ راقم نے رسائل کو خود پڑھ کر تعارف تحریر کیا ہے۔ اس تحریر میں رسائل کے نام، ایڈیٹرز کے نام، خاص اشاعتوں کے عنوان اور صفحات سن تالیف و اشاعت ترتیب دے کر ایک فہرست تیار کی گئی ہے تاکہ قاری کو پڑھنے اور سمجھنے میں آسانی رہے۔ آگے رسائل کا تعارف تحریر کیا گیا ہے علمائے حق و مشائخ عظام نے جہاں تحریک ختم نبوت میں اپنا کردار ادا کیا ہے وہیں اہل صحافت اخبار و رسائل کے ایڈیٹرز بھی کسی سے پیچھے نہیں رہے۔ پڑھیے اور تحفظ ختم نبوت کیلئے میدان عمل میں اتر کر اپنا کردار ادا کیجئے اللہ کریم عزوجل بوسیہ نبی کریم ﷺ تمام رسائل کے ایڈیٹرز معاونین اور منتظمین کو بہتر جزا دے اور ان پر اپنی رحمت فرمائے۔

فہرست رسائل ختم نبوت

نمبر شمار	نام ماہنامہ	نام اشاعت خاص	نام ایڈیٹر	صفحات	سن اشاعت/ھ	سن اشاعت/ء
1	تائید الاسلام	بشارت محمدی	بابو جی بخش لاہوری	104	1336ھ	1918ء
2	=====	کرشن قادیانی	=====	32	1338ھ	1920ء
3	=====	مباحثہ ختم نبوت فی ابطال رسالت قادیانی	=====	164	1339ھ	جون 1921ء
4	=====	کاشف مغالطہ قادیانی	چودھری محمد حسین	44	1339ھ	جولائی 1921ء
5	تائید الاسلام	تحقیق صحیحی کی تبریح	بابو جی بخش لاہوری	54	1341ھ	ستمبر 1922ء
6	=====	تردید نبوت قادیانی	=====	231	1343ھ	1925ء
7	=====	کلمی چٹھی	=====	32	=====	=====
8	عس الاسلام	برق آسمانی بر ختم نبوت قادیانی	مولانا تلوار احمد بھگوی	215	1350ھ	1932ء
9	=====	قادیان نمبر	=====	56	1351ھ	1933ء
10	رضوان	ختم نبوت نمبر	سید محمود احمد رضوی	118	1372ھ	1952ء
11	ماہ طیبہ	بنیادی مسئلہ ختم نبوت کا بیان	ابوالنور بشیر کوٹلوی	112	=====	=====
12	ترجمان المل منت	ختم نبوت نمبر	مولانا جمیل احمد نقوی	120	1391ھ	1972ء
13	ضیائے حرم	تحریک ختم نبوت نمبر	پیر محمد کرم شاہ	160	1394ھ	1974ء
14	قومی ڈائجسٹ	قادیانیت نمبر	مجیب الرحمن شانی	285	1408ھ	1988ء
15	منہاج القرآن	ختم نبوت کانفرنس نمبر	محمد جاوید قادری	104	=====	=====
16	کنز الایمان	ختم نبوت نمبر	محمد نعیم طاہر رضوی	112	1418ھ	1997ء
17	جہان رضا	ختم المسلمین نمبر	پیر زادہ اقبال احمد قادری	64	1421ھ	2001ء
18	الحقیقہ	ختم نبوت نمبر	پروفیسر محمد حسین آسی	64	1422ھ	2001ء
19	لائمی ہندی	=====	سر دار محمد خان لغاری	240	1423ھ	2002ء
20	=====	مجاہدین ختم نبوت نمبر	سید محمد اجمل گیلانی / محمد افضل نقشبندی	296	1424ھ	2003ء
21	اسلامی فیضان	ختم نبوت نمبر (اخبار)	صاحبزادہ عزیز رسول صدیقی	04	1425ھ	2004ء
22	معراج انسانیت	ختم نبوت نمبر	ڈاکٹر آریے امتیاز	224	1426ھ	2005ء
23	معارف ختم نبوت	معارف ختم نبوت	محمد احمد حسن قادری	32	1428ھ	2007ء
24	تغیر فکر	تحفظ ختم نبوت نمبر	محمد عرفان قادری	18	=====	2007ء
25	دین فطرت	ختم نبوت نمبر	محمد امجد جاوید سعیدی	32	1429ھ	2008ء
26	انوار رضا	=====	ملک محبوب الرسول قادری	560	=====	2008ء

نام رسالہ: ماہنامہ تائید الاسلام لاہور

ایڈیٹر: حضرت بابو پیر بخش لاہوری رحمۃ اللہ علیہ

حضرت بابو پیر بخش رحمۃ اللہ علیہ بھائی دروازہ لاہور کے رہنے والے تھے۔ گورنمنٹ کے محکمہ ڈاک میں ملازم تھے۔ فروری ۱۹۱۲ء میں پوسٹ ماسٹر کے عہدہ سے ریٹائرمنٹ پائی۔ آپ نے لاہور میں انجمن تائید الاسلام کی بنیاد رکھی اور تائید الاسلام کے نام سے ہی ایک ماہنامہ جاری کیا جو تاحیات شائع کرتے رہے۔ ماہنامہ تائید الاسلام کی تقریباً ہر اشاعت عقیدہ ختم نبوت کی حقانیت، عقیدہ حیات مسیح عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کی حمایت اور قادیانی عقیدہ وقات مسیح عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کی تردید اور فتنہ قادیانیت کے انکار ختم نبوت اور اجزائے نبوت جیسے عقائد باطلہ کا رد تحریر فرماتے تھے اکثر رسائل میں سے چند رسائل راقم الحروف کے پاس موجود ہیں۔ ان رسائل کا مختصر تعارف پیش خدمت ہے۔

رسائل ماہنامہ تائید الاسلام لاہور:

(۱) ماہنامہ تائید الاسلام	1918ء	بشارت محمدی فی ابطال غلام احمدی
(۲) = = =	1920ء	کرشن قادیانی
(۳) = = =	جولائی 1921ء	مباحثہ حقانی فی ابطال رسالت قادیانی
(۴) = = =	= =	کاشف مغالطہ قادیانی فی ردّ نشان آسمانی (مصنف چودھری محمد حسین ایم اے)
(۵) ماہنامہ تائید الاسلام	ستمبر 1922ء	تحقیق صحیح فی تبریح
(۶) = = =	= =	تردید نبوت قادیانی فی جواب النبوۃ فی خیر الامت
(۷) = = =	= =	گھٹی چٹھی مجدد کون ہو سکتا ہے؟

(ماہنامہ تائید الاسلام

(1918ء)

ماہنامہ تائید الاسلام کی اس اشاعت کا نام ”بشارت محمدی فی ابطال رسالت غلام احمدی“ ہے اس کے مصنف حضرت بابو پیر بخش لاہوری ہیں سن اشاعت 1918ء/ 1336ھ میں شائع ہوا مصنف نے کتاب کے ٹائٹل پر کتاب کا تعارف اس طرح کرایا ہے!

”بشارت محمدی فی ابطال رسالت غلام احمدی جسے خاکسار بابو پیر بخش (پنشنر پوسٹ ماسٹر) مصنف معیار عقائد قادیانی اور تردید نبوت قادیانی ویکٹر ٹری انجمن تائید الاسلام لاہور نے جماعت مرزا غلام احمد قادیانی کی غلط فہمیوں اور غلط بیانیوں کو منکشف

اور طشت از بام کرنے کے لیے (1918ء/1336ھ) میں انجمن تائید الاسلام لاہور کی طرف سے مطبع گلزار محمدی لاہور میں شیخ گلزار محمد کے اہتمام میں چھپوائی۔ ٹائٹل کے ایک طرف حضرت پیر سید مہر علی شاہ چشتی گولڑوی کی کتاب سیف چشتیائی کا تذکرہ بھی ہے۔

پیر صاحب گولڑہ شریف کی کتاب کا تعارف کچھ اس طرح ہے!

حجۃ اللہ الباقی المعروف سیف چشتیائی علامہ زماں قطب دوراں حضرت خواجہ پیر سید مہر علی شاہ صاحب گولڑوی ادام اللہ فیوضہم کی رومرزایت میں ہے نظیر مسلمہ عالمانہ کتاب ہے۔ (بشارت محمدی مطبوعہ 1918ء کا ٹائٹل)

(۲) کرشن قادیانی

(1920ء)

یہ کتاب ماہنامہ تائید الاسلام کی اشاعت خاص کرشن قادیانی سن 1920ء کو شائع ہوئی اس کے مصنف بھی حضرت بابو پیر بخش لاہوری رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ کتاب کے ٹائٹل پر قرآن مجید کی سورہ النساء کی آیت نمبر 151 اور اس کا اردو ترجمہ تحریر کیا ہے۔

ترجمہ: [اور چاہتے ہیں کہ کفر اور ایمان کے بیچ بیچ میں کوئی دوسرا راستہ اختیار کریں اور یہ لوگ کچھ کچھ کافر ہیں] کتاب کے ٹائٹل پر ہی عنوان کے نیچے کتاب کا خلاصہ اور نام مصنف سن اشاعت اور نام ناشر وغیرہ تحریر کیا ہوا ہے تعارف یوں لکھا ہے!

”کرشن قادیانی جسمیں ثابت کیا گیا ہے کہ اگر مرزا (قادیانی) صاحب کرشن جی کے اوتار تھے تو مسلمان نہ تھے۔“ (ٹائٹل کرشن قادیانی مطبوعہ 1920ء)

(۳) مباحثہ حقانی فی ابطال رسالت قادیانی

(1922ء)

اس کتاب کے مصنف حضرت بابو پیر بخش لاہوری ہیں۔ حضرت بابو پیر بخش اور مرزائی مری غلام رسول راجیکی قادیانی کے درمیان لاہور میں 26، 27، 28 جون 1921ء کو مناظرہ ہوا۔ مناظرہ کا موضوع تھا کہ مرزائی غلام رسول نے بعد حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کسی نبی کے پیدا ہونے کے امکان پر بحث کرنی تھی اور قرار پایا تھا کہ قرآن وحدیث کے سوا کچھ پیش نہ کیا جائے گا۔ اور حضرت بابو پیر بخش لاہوری نے عقیدہ ختم نبوت کی حقانیت پر دلائل دینے تھے کہ بعد حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کوئی نبی پیدا ہونے کا امکان نہیں۔ اس مناظرہ میں قادیانی مناظر ملعون راجیکی نے شکست کھائی تو یہ کہہ کر جان چھڑائی کہ میں اپنے دلائل کتابی شکل میں شائع کروں گا۔ بابو پیر بخش اپنے دلائل لکھیں میں ان کا جواب لکھوں گا۔ بعد میں قادیان

جا کر کہا کہ پہلے بابو پیر بخش اپنے دلائل لکھیں میں انکا جواب لکھوں گا۔ چنانچہ ستمبر 1921ء میں بابو پیر بخش نے اپنے رسالے ”تائید الاسلام“ میں اپنے دلائل تحریر کیے۔ قادیانی مربی نے ”مباحثہ لاہور“ نامی کتابچہ میں ان کا جواب الجواب لکھا۔ حضرت بابو پیر بخش نے مباحثہ لاہور کے جواب میں مباحثہ حقانی فی ابطال رسالت قادیانی تحریر کی اس میں مباحثہ لاہور کا جواب ہے۔ مصنف کتاب حضرت بابو پیر بخش اس کتاب کے ٹائٹل پر تعارف اس طرح تحریر کرتے ہیں!

”مباحثہ حقانی فی ابطال رسالت قادیانی یعنی مباحثہ لاہور کی چچی گچی کیفیت جو مابین غلام رسول قادیانی مرزائی آف راجپوتی اور سیکرٹری انجمن تائید الاسلام لاہور جون 1921ء میں ہوا تھا اور مولوی غلام رسول قادیانی نے غلط بیانی کر کے مسلمانوں کو مغالطہ میں ڈالا تھا اس کا جواب الجواب مع شہادت عہدہ داران مسلمہ فریقین انجمن تائید الاسلام لاہور کی طرف سے جولائی 1922ء کو شائع کیا گیا۔“ (ٹائٹل مباحثہ حقانی مطبوعہ 1922ء)

اس کتاب کے 164 صفحات ہیں۔

(۴) کاشف مغالطہ قادیانی فی رد نشان آسمانی

(جون 1921ء)

تالیف چودھری محمد حسین ایم اے

اس کتاب کے 48 صفحات ہیں۔ اس کی اشاعت ماہنامہ تائید الاسلام لاہور جولائی 1921ء کی ہے۔ اس کا تعارف درج ذیل ہے!

”جا الحق و ذوق الباطل بچ آیا اور جھوٹ رخصت ہوا۔ کذب رانہ و فروغ چوں ناپاید نور حق۔ مولفہ جناب چودھری محمد حسین صاحب ایم اے۔ جس میں فاضل مولف نے نہایت محققانہ طور پر قصیدہ شاہ نعمت اللہ ولی کرمانی کی تنقید و تحقیق کر کے ثابت کیا ہے کہ مرزا صاحب قادیانی نے قصیدہ مذکورہ کی ترتیب الٹ پلٹ کر کے بہت جگہ تحریف لفظی و معنوی کر کے مسلمانوں کو سخت دھوکہ دیا ہے لائق مؤلف نے پروفیسر براؤن صاحب جو کہ یورپ کے سربراہ و ردہ فاضل و محقق سیاح ہیں اُن کے حاصل کردہ قصیدہ سے مقابلہ کر کے مرزا صاحب (قادیانی) کی غلط بیانی ثابت کی ہے جس کے واسطے چودھری صاحب شکر یار و قدردانی کے مستحق ہیں۔“ (ٹائٹل کتاب کاشف مغالطہ قادیانی مطبوعہ 1921ء)

اس کتاب پر پروفیسر محمد اصغر علی رومی کی تقریظ ہے۔

(۵) تحقیق صحیح فی تردید قبر مسیح 1921ء:

اس کتاب کے مصنف حضرت بابو پیر بخش لاہوری رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ کتاب کے ٹائٹل پر تعارف تحریر کیا ہوا ہے۔ تحقیق صحیح فی تردید قبر مسیح جو کہ انجمن تائید الاسلام لاہور کے ماہواری رسالوں میں جولائی اگست ستمبر 1920ء میں شائع ہو

چکے ہیں۔ اب وہ کتاب کی شکل میں باہتمام خاکسار پیر بخش لاہوری سیکرٹری انجمن تائید الاسلام ماہ ستمبر 1922ء میں شائع کی گئی۔ تاکہ ان مسلمانوں کو جن کو مرزائیوں سے بحث کا موقع ملتا ہے کام آوے۔ اس رسالہ کے 54 صفحات ہیں۔ (ناٹل کتاب مطبوعہ ستمبر 1922ء)

(۶) تردید نبوت قادیانی فی جواب النبوۃ فی خیر الامت اشاعت دوم 1925ء:

صفحات 238:

اس کتاب کے مصنف حضرت بابو پیر بخش لاہوری رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ اس کتاب کا سن اشاعت اول معلوم نہ ہو سکا۔ ایک قادیانی نے ایک کتاب لکھی جس کا نام ”النبوۃ فی خیر الامت“ تھا۔ اس کتاب کے جواب میں حضرت بابو پیر بخش لاہوری نے یہ کتاب تحریر فرمائی یہ کتاب صحیح معنوں میں قادیانی کتاب کا جواب ہے۔ حضرت مصنف مرحوم نے ایک اعتراض کے کئی کئی دلائل کیساتھ جوابات تحریر فرمائے ہیں۔

کتاب کے شروع میں اطلاع ضروری کے عنوان سے لکھتے ہیں کہ! برادران اسلام! مرزا قادیانی اور ان کے مرید و اراکین مرزائیت ہمیشہ ہر ایک جلسہ و مجمع میں کہتے ہیں کہ مرزا قادیانی کا دعویٰ نبوت و رسالت کا ہرگز نہیں۔ اور خاتم النبیین ﷺ پر ایسا ہی اعتقاد رکھتے ہیں جیسا کہ اور مسلمان۔ صرف مرزا قادیانی کو بروزی و ظلی نبی مانتے ہیں بلکہ ہینڈ بل نمبر ۹ میں لکھا کہ جو خاتم النبیین ﷺ کے بعد کسی جدید نبی کا آنا جائز سمجھے ہم اس کو کافر جانتے ہیں۔ حکیم نور الدین اور خواجہ کمال الدین نے کئی ایک جلسوں اور مجمعوں میں بطور لیکچر اور وعظ کہا کہ ہم مرزا قادیانی کو خواجہ اجیری و پیران پیر عبدالقادر جیلانی، حضرت سنج بخش (داتا صاحب) وغیرہ اولیاء اللہ کی طرح مانتے ہیں اور ایک سلسلہ کے پیشوا جیسا کہ نقشبندی، قادری، سہروردی، چشتی ہیں ایسا ہی ایک مرزا قادیانی کو جانتے ہیں مگر اب میر قاسم علی مرزا بی بیٹری الحق دہلی (مصنف کتاب النبوۃ فی خیر الامت) نے جو یہ لکھا ہے کہ جو لوگ محمد رسول اللہ ﷺ کے بعد کسی نبی یا رسول کا آنا جائز نہیں رکھتے وہ کفار بنی اسرائیل یہودی ہیں اور ان سے بحث اللہ من بعدہ رسولاً جس طرح یہود حضرت یوسف کے بعد کسی نبی کا آنا جائز نہ رکھتے تھے اسی طرح تم کہتے ہو کہ محمد ﷺ کے بعد کوئی رسول نہ آئے گا۔ (کتاب النبوۃ فی خیر الامت ص ۱۰۵)

اس سے ثابت ہوا کہ یا تو مرزا قادیانی اور حکیم نور الدین اور خواجہ کمال الدین عوام کو مغالطہ میں ڈالتے رہیں ہیں یا میر قاسم علی مرزا نے مصنف کتاب النبوۃ فی خیر الامت غلطی پر ہے۔ اس بات کا فیصلہ حکیم صاحب و خلافت قادیانی مرزا یہ خود کرے گی ہم صرف مسلمانوں کو اس دھوکہ سے بچنے کے واسطے جواب لکھتے ہیں تاکہ ہر ایک مسلمان یاد رکھے اور بحث کے وقت اس آیت کا جواب دے کہ قرآن میں یہود کا قول نقل کیا گیا ہے وہ کہتے ہیں کہ یوسف علیہ السلام کے بعد کوئی نبی نہ آئے گا یہ بات نہ خدا کی ہے نہ یوسف کی یہ صرف دھوکہ ہے ایسا ہی یہود کہتے تھے لیکن وہ تو بلا سند شرعی کہتے تھے مگر مسلمان نص قرآنی سے

کہہ رہے ہیں اور حدیث رسول ﷺ سے کہتے ہیں یہ یہود کے کہنے کے موافق ہرگز نہیں۔ کیونکہ یہاں تو خدا تعالیٰ خاتم النبیین فرماتا ہے اور حضرت محمد ﷺ لانی بعدی فرماتے ہیں لیکن یہود کے پاس نہ تو خدا کا کلام ہے اور نہ حضرت یوسف علیہ السلام کی حدیث ہے کہ میرے بعد کوئی نبی نہ ہوگا پس اس دھوکہ سے مسلمانوں کو بچنا چاہیے۔

(۲) خدائے تعالیٰ فرماتا ہے اطيعوا اللہ واطيعوا الرسول یعنی اللہ کی فرمانبرداری کرو اور اُس کے رسول کی پیروی کرو۔ رسول کی فرمانبرداری فرض ہے مشیت ایزدی میں محمد رسول اللہ ﷺ کے بعد کسی نبی اور رسول کا آنا منظور ہوتا تو رسل جمع کا لفظ فرماتا چاہیے تھا نہ کہ واحد کا پس ثابت ہوا کہ چونکہ ایک ہی رسول واحد یعنی حضرت سیدنا محمد ﷺ کی فرمانبرداری فرض فرمائی ہے اور کسی رسول کی نہیں فرمائی۔ اس لیے مدعیان نبوت بعد حضرت سیدنا محمد ﷺ کے کاذب ہیں لہذا انھیں میں سے ایک مرزا قادیانی بھی تھے۔ (تردید نبوت قادیانی فی جواب النبوۃ خیر الامت مصنف بابو یحییٰ بن خثیم لاہوری رحمۃ اللہ علیہ صفحہ نمبر الف مطبوعہ سن 1925ء)

(۷) مجدد وقت کون ہو سکتا ہے؟

اس رسالہ کے مصنف بھی ایڈیٹر رسالہ ماہنامہ تائید الاسلام ہیں۔ اس رسالہ کے 32 صفحات ہیں سن اشاعت معلوم نہ ہو سکا کیونکہ اس کا ٹائٹل نہیں مل سکا۔ کتاب حد کے شروع میں بابو یحییٰ بن خثیم لاہوری لکھتے ہیں! برادران اسلام مرزائی لاہوری جماعت کی طرف سے محمد علی لاہوری ایم اے نے ایک چھوٹا سا رسالہ بنام ”بحث مجددین“ شائع کیا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ مرزا قادیانی صرف مجدد دین محمدی تھے اور رسالت و نبوت کا الزام ان پر چھوٹا ہے وہ ایک اُمّتی محمد رسول اللہ تھے۔ (نعوذ باللہ)

مجدد وقت کون ہو سکتا ہے؟ اس رسالے کے صفحہ 18 پر اعلیٰ حضرت مولینا شاہ احمد رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کو چودہویں صدی کا مجدد تحریر کیا ہے۔

قادیانی کتاب کا جواب یہ خاص اشاعت تائید الاسلام ہے۔ جس طرح اعلیٰ حضرت بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب کے نام کے اعداد تحریر کریں تو سن تالیف بنتا ہے۔ اسی طرح بابو یحییٰ بن خثیم رحمۃ اللہ علیہ کی انجمن تائید الاسلام کے ماہنامہ رسالہ تائید الاسلام کی اشاعت خاص کا صرف ٹائٹل پڑھ لیں تو کتاب کا تعارف و خلاصہ معلوم ہو جاتا ہے۔ حضرت بابو یحییٰ بن خثیم رحمۃ اللہ علیہ کے ان درج بالا رسائل کے علاوہ بھی رسائل موجود ہیں جن میں اردو رسائل کے علاوہ حافظ ایمان از فتنہ قادیان عربی اور فارسی میں موجود ہے کیونکہ ہمارا موضوع مضمون صرف ماہنامہ رسائل کا تعارف تھا اس لیے جو ماہنامہ رسائل کی اشاعت خاص ملی اُن کا تعارف تحریر کر دیا۔

اللہ تعالیٰ عزوجل کے حضور بوسیلہ نبی کریم سیدنا محمد ﷺ مصنف مرحوم کی قبر پر رحمتیں نازل فرمائے جنہوں نے فتنہ

قادیانیت کے مکروفریب کو طشت ازہام کر کے ملت اسلامیہ کو قادیانی دھوکوں سے بچایا۔ حضرت بابو پیر بخش رحمۃ اللہ علیہ کی قبر لاہور کے مشہور قبرستان میانی صاحب میں ہے۔

(۸) شمس الاسلام (برق آسمانی بر خرمن قادیانی 1932ء/1350ھ)

ایڈیٹر: حضرت مولانا ظہور احمد گوی رحمۃ اللہ علیہ

ضلع سرگودھا کے شہر بھیرہ میں ایک علمی خاندان گوی خاندان ہے۔ یہ خاندان علم و فضل میں ایک اعلیٰ خاندان تھا اس خاندان کے چشم و چراغ حضرت مولینا ظہور احمد گوی رحمۃ اللہ علیہ تھے۔ تحفظ ختم نبوت اور قادیانیت کے سلسلہ میں جن لوگوں نے اپنا تہ من دھن سب داؤ پر لگایا تھا ان میں سے ایک حضرت گوی بھی تھے۔ اپنے زمانے میں ایک اتھارٹی مانے جاتے تھے۔ آپ نے قتنہ قادیانیت کے خلاف دعوت و تبلیغ کیساتھ ساتھ تحریری میدان میں بھی نمایاں خدمات سر انجام دی ہیں آپ انجمن حزب الانصار بھیرہ کے روح رواں تھے۔ آپ نے انجمن کا نقیب ماہنامہ شمس الاسلام جاری کیا۔ اس ماہنامہ میں اسلامی عقائد و اعمال اور فرقہ ہائے باطلہ کا رد بڑی شد و مد سے کیا جاتا تھا۔ قتنہ قادیانیت کے رد میں آپ کی تصانیف متعدد ہیں جن میں سے ایک برق آسمانی بر خرمن قادیانی ہے اس کتاب کے 215 صفحات ہیں سن اشاعت 1932ء ہے۔ یہ کتاب ماہنامہ شمس الاسلام کا خاص اشاعت نمبر ہے اس کے ٹائٹل پر تعارف یوں تحریر ہے۔

برق آسمانی بر خرمن قادیانی اس میں اعمال نامہ مرزا، سوانح مرزا و خلفائے مرزا کے علاوہ ستمبر 1932ء کے اندر مرزائیوں کیساتھ بھیرہ سلاوالی چک نمبر 37 جنوبی میں مناظروں کی روئیداد اور ضلع شاہ پور میں مرزائیوں کے تعاقب کی مفصل کیفیت درج کی گئی ہے۔

(۹) ماہنامہ شمس الاسلام (قادیان نمبر 1351ھ/1933ء)

ایڈیٹر: حضرت مولانا ظہور احمد گوی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت مولانا ظہور احمد گوی تحریک ختم نبوت کے عظیم مبلغ ہونے کی حیثیت سے کچھ نہ کچھ شائع کرتے رہتے تھے۔ ماہنامہ شمس الاسلام میں مضامین تحریر کرتے۔ واعظ و تبلیغ کرتے۔ اور جہاں قادیانیت کی ارتدادی سرگرمیاں ہوتی وہیں آپ پہنچ کر تحفظ ختم نبوت کا فریضہ سر انجام دیتے۔ ماہنامہ شمس الاسلام کا قادیان نمبر بھی اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے۔ قتنہ قادیانیت کے بانی سے لیکر آپ کے زمانہ تک قادیانی حضرات کے کفریات، اہل قادیان کی تاریخ جیسے اہم موضوعات پر تحریر کردہ مضامین کا یہ مجموعہ ہے۔ قتنہ قادیان جیسا کہ نام سے ہی واضح ہے اہل اسلام کو قتنہ قادیانیت سے آگاہی حاصل کروانے اور قادیانی سازشوں سے باخبر کرنے کے لیے مختلف حضرات کے مقالات کا خاص نمبر شائع کیا گیا ہے۔ صفحات 56 ہیں۔

(۱۰) ہفت روزہ رضوان (ختم نبوت نمبر 1952ء/1372ھ)

ایڈیٹر: شارح بخاری قاضی محمد ختم نبوت حضرت علامہ سید محمود احمد رضوی رحمۃ اللہ علیہ

برصغیر پاک و ہند کی عظیم علمی و روحانی درس گاہ ادارہ حزب الاحناف لاہور سے ہفت روزہ رضوان حضرت سید ابوالبرکات قادری رحمۃ اللہ علیہ کے زیر سرپرستی اور حضرت سید محمود احمد رضوی رحمۃ اللہ علیہ کے زیر ادارت شائع ہوتا تھا حضرت سید محمود احمد رضوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے رسالہ کے ذریعہ سے اشاعت اسلام اور احیائے اسلام کے ساتھ ساتھ فرقہ ہائے باطلہ کا خوب خوب رد فرمایا۔ آپ نے ایک طرف عید میلاد النبی ﷺ نمبر، حضور داتا گنج بخش نمبر، غوث اعظم نمبر شائع کیے تو دوسری طرف فتنہ قادیان نمبر چکڑالویت نمبر، رد مرزا بیت نمبر وغیرہ شائع کیے۔

زیر تعارف خاص نمبر:

ہفت روزہ رضوان کا ختم نبوت نمبر ہے یہ شمارہ ۷ تا ۱۸ اگست ۱۹۵۲ء کی اشاعت خاص ہے حضرت سید محمود احمد رضوی اس کا تعارف کراتے ہوئے اس شمارہ کے صفحہ نمبر ۳۶ پر رقم طراز ہیں۔

(الفضل کے خاتم النبین نمبر کا جواب)

رضوان کا ختم نبوت نمبر کی کتابت جاری تھی کہ مرزائیوں کے آرگن الفضل یعنی الدجل یا الف ضل نے مورخہ ۲۷ جولائی ۱۹۵۲ء کو خاتم النبین نمبر شائع کیا۔ جس میں چند آیات و احادیث و اقوال بزرگان دین کی غلط تفسیر و تاویل کر کے مسلمانوں کو گمراہ اور دین سے بے خبر عوام کو دھوکہ و فریب دینے کی کوشش کی گئی۔ بفضلہ تعالیٰ ہم نے رضوان کے ختم نبوت نمبر میں الفضل کے استدلال و شبہات کا نہایت متانت سے مدلل و مکمل جواب دیا ہے اور اس کی مکاری و کیاوی کا پردہ چاک کیا ہے اور بوقت تردید احمدیہ پاکٹ نسخہ کو بھی سامنے رکھا ہے جن مسلمانوں نے الفضل کا یہ نمبر پڑھا ہے اگر وہ انصاف و دیانت سے اور مرزائی تعصب و ہٹ دھرمی سے علیحدہ ہو کر ہمارے مدلل و مسکت جوابات کو پڑھ لیں گے تو ہم یقین سے کہہ سکتے ہیں کہ وہ الفضل کے فریب سے بچ جائیں گے۔ اور حقیقت ان پر منکشف ہو جائے گی۔ الفضل کا یہ نمبر ۲۴ صفحات کا ہے۔ (رضوان ختم نبوت نمبر ۱۹۵۲ء صفحہ نمبر ۳۶)

رضوان ختم نبوت نمبر میں عقیدہ ختم نبوت کی حقانیت کے موضوع پر آیات قرآن کریم، احادیث رسول کریم مرتب دی گئیں ہیں۔ ایک عرف اسلامی تعلیمات نوٹ کی گئی تو دوسری طرف مرزا قادیانی کی سیرت و کردار اور کفریات کو نوٹ کیا گیا ہے۔ یہ خاص نمبر ۱۱۲ صفحات کا ہے اب یہ نمبر مسئلہ ختم نبوت کے عنوان سے جناب محمد نعیم اللہ قادری صاحب مدظلہ نے دوبارہ شائع کر دیا ہے۔

(۱۱ ماہ طیبہ کا ختم نبوت نمبر ۱۹۵۲ء/ ۱۳۷۲ھ) (تیسرا ایڈیشن)

ایڈیٹر: مجاہد اسلام سرمایہ اہل سنت حضرت علامہ مولانا ابوالنور محمد بشیر کوٹلوی رحمۃ اللہ علیہ

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری محدث بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ فقیر اعظم حضرت مولانا ابویوسف محمد شریف کوٹلوی رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادے حضرت مولانا ابوالنور محمد بشیر کوٹلوی رحمۃ اللہ علیہ محتاج تعارف نہیں آپ اشاعت دین کیلئے ماہنامہ ماہ طیبہ ضلع سیالکوٹ کے ایک گاؤں کوٹلی لوہاراں سے شائع کرتے رہے۔ اس رسالہ کا خاص نمبر ختم نبوت نمبر کا تعارف حضرت مصنف خود یوں تحریر کرتے ہیں۔

[[مرزائیوں کے رد کے لیے بہترین تھنیف حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پر ہر نبوت (حجی نبوت) ختم ہوگئی۔ قرآن و حدیث، اجماع امت اور ارشادات ائمہ سے اس کا ثبوت اور مرزائیوں نے اجرائے نبوت پر جس قدر بھی احمدیہ پاکٹ بک میں دلائل لکھے ہیں ان سب کے متعدد جوابات اس میں دیکھئے۔ علماء نے بھی اس کتاب کو پسند کیا ہے۔

(۱۱) ترجمان اہل سنت کا ختم نبوت نمبر 1972ء/1392ھ

ایڈیٹر: حضرت مولانا جمیل احمد نعیمی مدظلہ

سواد اعظم اہل سنت و جماعت کے عقائد و نظریات کا نقیب ماہنامہ ترجمان اہل سنت کراچی سے شائع ہوتا تھا۔ اس کے ایڈیٹر حضرت علامہ جمیل احمد نعیمی صاحب مدظلہ تھے مجلس ادارت میں حضرت علامہ مفتی سید سجاد علی قادری رحمۃ اللہ علیہ، حضرت علامہ مفتی منیب الرحمن صاحب مدظلہ اور سید طارق علی قادری صاحب تھے۔

ترجمان اہلسنت کا یہ شمار ختم نبوت نمبر کے عنوان سے خاص پرچہ ہے اس کے 120 صفحات ہیں اس میں عقیدہ ختم نبوت کی حقانیت پر حضرت علامہ مفتی سید شجاعت علی قادری اور حضرت علامہ عبدالمصطفیٰ الازہری کے مضامین ہیں جبکہ حیات مسیح پر حضرت مولینا محمد شفیع اوکاڑوی رحمۃ اللہ علیہ کا مضمون ترتیب دیا ہے۔ خاتم النبیین ﷺ کے معنی اور مسئلہ ختم نبوت کی اہمیت کے موضوع پر حضرت مولینا حاجی ابوداؤد صادق رضوی صاحب مدظلہ اور حضرت علامہ حافظ محمد ایوب دہلوی کے مضامین ہیں رد فتنہ قادیانیت کے سلسلہ میں ماہر رضویات حضرت علامہ پروفیسر ڈاکٹر مسعود احمد مجددی مظہری اور حضرت صوفی ایاز خان نیازی کے مضامین ہیں۔ اہل سنت کی قلمی جہاد کی روداد جناب مفتی سید مسعود علی قادری نے ترتیب دی ہے۔ انٹرویو بینٹل میں حاجی محمد حنیف طیب صاحب نے قائد اہل سنت حضرت علامہ مولینا شاہ احمد نورانی صدیقی رحمۃ اللہ علیہ، شبیر احمد نے حضرت مولینا سید خلیل احمد قادری رحمۃ اللہ علیہ جناب علامہ محمد اقبال اظہری صاحب نے حضرت مولینا عبدالستار خان نیازی رحمۃ اللہ علیہ، حافظ محمد فاروق سعیدی صاحب نے حضرت مولانا حامد علی خان اور محمد رحمت اللہ صاحب نے حضرت میاں جمیل احمد شرقپوری، جناب احمد عبداللہ کھور صاحب نے حضرت حاجی محمد حنیف طیب صاحب کا انٹرویو تحریر کیا ہے شاعری میں ڈاکٹر علامہ اقبال جناب سکندر لکھنوی اور جامی بی اے علیگ کی نظمیں شامل ہیں۔ تنظیم فدائیان ختم نبوت کا تعارف اور قادیانیت کے بانی مرزا غلام احمد قادیانی ڈاکٹر علامہ اقبال کی نظر میں جیسے تحقیقی علمی اور معلوماتی مضامین بھی شامل اشاعت ہیں۔ یہ خاص ختم نبوت

نمبر بڑا ہی اہم میگزین ہے اللہ تعالیٰ عزوجل کے فضل و کرم سے اس رسالہ ترجمان اہل سنت نے نظام مصطفیٰ نمبر اور جنگ آزادی ۱۸۵۷ء نمبر بھی شائع کیے ہیں اللہ تعالیٰ عزوجل اس ختم نبوت نمبر لکھنے والے شائع کرنے والے احباب اور اکابر کی سعی جمیل کو قبول کرتے ہوئے دامن مصطفیٰ ﷺ کی ٹھنڈی ہوا نصیب کرے جنہوں نے تحریک ختم نبوت ۱۹۷۴ء سے پہلے فتنہ قادیانیت کے ناپاک عزائم سے ملت اسلام کو آگاہ کیا اور تحفظ ختم نبوت کا اہم فریضہ سرانجام دیا۔

۱۲ ماہنامہ ضیائے حرم کا ختم نبوت نمبر ۱۹۷۴ء/ 1394ھ

ایڈیٹر: ضیاء الامت حضرت پیر محمد کرم شاہ الازہری رحمۃ اللہ علیہ

ابوزہاد حضرت خواجہ عابد نظامی صاحب

۲۹ مئی ۱۹۷۴ء کو ربوہ میں قادیانیوں نے نشر میڈیکل کالج ملتان کے مسلمان طلبہ پر غنڈہ گردی کا وہ مظاہرہ کیا جو ظلم و ستم، بربریت و طاغوتیت میں مرزائی روایات کا علمبردار تھا اس واقعہ کے خلاف تحریک ختم نبوت چلی۔ جس کے نتیجہ میں ۷ ستمبر ۱۹۷۴ء/ ۱۳۹۴ھ کو مرزائی آنکنی طور پر غیر مسلم اقلیت قرار پائے تحریک ختم نبوت کے خدوخال واضح کرنے کے لیے ماہنامہ ضیائے حرم کا یہ شاندار نمبر شائع کیا گیا جو گراں قدر قیمتی مضامین کا مجموعہ ہے۔ (قلمی جہاد ص ۳۶۶)

ماہنامہ ضیائے حرم کے موسس ضیاء الامت مفسر قرآن مصنف ضیاء النبی ﷺ حضرت پیر محمد کرم شاہ الازہری محتاج تعارف نہیں آپ نے خواجہ عابد نظامی صاحب کے تعاون سے تحریک ختم نبوت نمبر شائع کیا یہ نبردو بار شائع ہو کر پھر نایاب ہو چکا ہے۔ پہلی بار دسمبر ۱۹۷۴ء اور دوسری بار ۱۹۹۷ء میں شائع ہوا۔ اس تحریک ختم نبوت نمبر میں مشاہیر اہل سنت کے بلند پایہ مضامین شامل اشاعت ہیں۔ سردلبرائ کے عنوان سے پیر صاحب کا مقالہ عقیدہ ختم نبوت کی حقانیت پر دلایل کی اہم دستاویز ہے۔ فتنہ انکار ختم نبوت کے عنوان سے مقالہ میں ختم نبوت کے تحفظ میں متعدد احادیث مبارکہ نقل کی ہیں۔

تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء اور ۱۹۷۴ء کے عظیم رہنما حضرت مولینا شاہ احمد نورانی صدیقی رحمۃ اللہ علیہ کا انٹرویو قومی اسمبلی میں قادیانیت پر آخری ضرب کے عنوان سے مترجم قرآن حضرت علامہ پروفیسر شاہ فرید الحق صاحب مدظلہ کا معلوماتی مقالہ خواجہ عابد نظامی کا مضمون عہد صدیقی میں سیلہ کذاب کا استیصال۔ رد مرزائیت میں صوفیائے کرام کا حصہ از جناب محمد صادق قصوری، حضرت خواجہ غلام فرید اور مرزائیت از قاضی غوث محمد منصور، پیر سید مہر علی شاہ گولڑوی اور محرکہ قادیانیت از علامہ عبد اکیم شرف قادری رحمۃ اللہ علیہ، تحریک ختم نبوت اور پیران تونسہ شریف از شیخ غلام محمد نظامی، مشائخ کانفرنس رپورٹ از خواجہ عابد نظامی، رد مرزائیت میں علماء اہل سنت کا حصہ از حضرت علامہ محمد منشاء تابش قصوری مدظلہ تحریک رد مرزائیت کے تین مجاہد از علامہ مولانا محمد منشاء تابش قصوری، رد مرزائیت میں حضرت مولانا نواب الدین شکوہی کا حصہ از حافظ مظہر الدین رمداسی (حسان پاکستان) تحریک ختم نبوت کی کہانی میری زبانی (تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء) از مجاہد ملت علامہ عبدالستار خان

نیازی رحمۃ اللہ علیہ، قادیانیت علماء ازہر کی نظر میں از محمود احمد غازی، ختم نبوت اور علامہ اقبال از عابد نظامی، تحریک ختم نبوت اور مولانا ظفر علی خان از خالد بزمی، تحریک ختم نبوت میں جمعیت علماء پاکستان کا کردار از جناب علامہ محمد صادق قصوری (مورخ پاکستان)، تحریک ختم نبوت میں الفتح کا حصہ از پروفیسر حافظ احمد بخش مدظلہ اور قادیانیوں کو دعوت اسلام از مفسر قرآن شیخ الحدیث شارح صحیح مسلم حضرت علامہ غلام رسول سعیدی مدظلہ جیسے اہم مضامین کا یہ خاص نمبر آج پھر نایاب ہے۔ ہم ادارہ ضیاء القرآن سے اپیل کرتے ہیں کہ یہ خاص نمبر دوبارہ شائع کیا جائے۔ ضیاء حرم کے متعدد خاص نمبر حضرت سیدنا صدیق اکبر نمبر، حضرت سیدنا فاروق اعظم نمبر، میلاد النبی نمبر، ضیاء الامت نمبر ڈاکٹر عبدالقدیر خان نمبر شائع ہوتے ہیں اس کے علاوہ خاص نمبر تحریک ختم نبوت نمبر بھی شائع ہوا جس کے 160 صفحات ہیں اللہ تعالیٰ مصنفین و ناشرین کو اس کی بہتر جزا عطا فرمائے۔

(۱۳) ماہنامہ قومی ڈائجسٹ کا قادیانیت نمبر

ایڈیٹر: جناب مجیب الرحمن شامی (چیف ایڈیٹر روزنامہ پاکستان 1404ھ/ 1984ء)

تحریک ختم نبوت میں رسائل و تصانیف کا سب سے زیادہ تاریخی کام کرنے والے سنی عالم دین نعت گو شاعر پروفیسر محمد الیاس برنی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب قادیانی مذہب کا علمی محاسبہ جو ہزار صفحات سے زیادہ کی ضخامت پر مبنی ہے قادیانیت کے استحصال کیلئے ایک انسائیکلو پیڈیا کی حیثیت رکھتی ہے۔ سن اشاعت 1984ء میں حکومت نے جب امتناع قادیانیت آرڈیننس جاری کیا تو قادیانی سازشیں تیز تر ہو گئیں اس وقت جناب مجیب الرحمن شامی صاحب نے پروفیسر محمد الیاس برنی کی کتاب قادیانی مذہب کا علمی محاسبہ سے حوالہ لیکر ایک خاص نمبر اپنے ماہنامہ رسالہ قومی ڈائجسٹ کا شائع کیا۔ آئیے اس کا تعارف تحریر کرتے ہیں۔

[جناب مجیب الرحمن شامی ہمارے ملک عزیز کے نامور کہنہ مشق صحافی ہیں۔ جنہیں قدرت نے قلم کا دھنی بنا دیا ہے۔ ۲۶ اپریل ۱۹۸۴ء کو صدر مملکت جنرل ضیاء الحق نے امتناع قادیانیت آرڈیننس جاری کیا جس پر ملک میں ایک بار پھر مرزائیت کا موضوع بڑی شد و مد سے زیر بحث آیا۔ جناب شامی صاحب نے اپنے ماہنامہ جریدہ قومی ڈائجسٹ کی ایک اشاعت قادیانیت کے لیے خاص کردی جس میں مرزا قادیانی کا بچپن، بھولپن، جوانی دیوانی، بڑھاپا سپاہ کا عنوان قائم کر کے ۸۲ ذیلی عنوانات پر پروفیسر الیاس برنی کا مرتب شدہ مواد شائع کیا ہے۔ زمین کی حسرت، زر کی محبت، زن کی قیامت کا عنوان قائم کر کے ۶۳ ذیلی عنوانات پر مواد جمع کیا ہے جو ۳۳ صفحات پر مشتمل ہے۔ تعلقات کا عنوان قائم کر کے محبتیں، نفرتیں، متنیں، خوشامدیں، دھمکیاں، چٹکھونیاں کے عنوانات سے اٹھارہ صفحات کی بحث کی ہے۔ سیاست کے عنوان کے تحت انگریز سے وفاداری، ملت سے غداری، مسلمانوں سے بیزاری کے عنوانات پر ۵۲ صفحات کی بحث کی ہے۔ کفریات

مرزا کا عنوان قائم کر کے ۸۷ جلی عنوانات کے تحت مرزائیت کی کتب کے حوالہ جات ایسی خوبصورتی سے ۲۴ صفحات جمع کر دیئے ہیں جس سے مرزائیت کے صحیح ضد و خال آشکارا ہو گئے ہیں۔ ناپاک جسارت کے عنوان سے تحریف معنوی و لفظی پر متعدد مضامین شامل کر دیئے گئے ہیں۔ آخری ستر صفحات مرزائیت کے سیاسی امیج کو سمجھانے کے لیے وقف کر دیئے گئے ہیں۔

شامی صاحب نے لائبریری ایڈیشن کے مقدمہ میں لکھا ہے کہ یہ نمبر اتنا تقسیم ہوا کہ جس کی کوئی مثال کم از کم اس جریڈے کی تاریخ میں نہیں ملتی۔ کئی ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں۔ اس نمبر کی اشاعت کے بعد شامی صاحب کوچ کا بلاوا آ گیا۔ جو اپنے لیے وہ اس نمبر کی مقبولیت کا نشان قرار دیتے ہیں۔ اللہ رب العزت شامی صاحب کو جزائے خیر دیں کہ واقعی انہوں نے کمال کا نمبر ترتیب دیا ہے۔]] (حوالہ: قادیانیت کے خلاف قلمی جہاد کی سرگزشت صفحہ نمبر ۱۶۳)

(۱۳) منہاج القرآن کا ختم نبوت نمبر دسمبر 1988ء ربیع الاول 1408ھ

ایڈیٹر: جناب محمد جاوید القادری

قادیانی جماعت کے امیر مرزا طاہر احمد نے جون ۱۹۸۸ء میں عالم اسلام کو لاکھارتے ہوئے پوری اُمت مسلمہ کو مباہلے کا چیلنج دیا۔ جسے منہاج یونیورسٹی کے سرپرست پروفیسر ڈاکٹر محمد طاہر القادری نے قبول کیا اور ۱۲ ربیع الاول کی رات اُسے بینار پاکستان پر آکر مباہلہ کرنے کی دعوت دی اور ایک عظیم الشان ختم نبوت کانفرنس بینار پاکستان لاہور منعقد کی۔ تمام مکاتب فکر کے علماء کانفرنس میں شریک ہوئے۔ مجلہ منہاج القرآن کا یہ خاص اشاعت کا شمار ختم نبوت کانفرنس نمبر بڑے سائز کے ۱۰۴ صفحات پر مشتمل ہے۔

اس میں بانی تحریک منہاج القرآن کا مرزا طاہر قادیانی امیر فتنہ قادیانیت کے نام کھلا خط اردو میں شامل اشاعت ہے یہ مضمون مرزا طاہر کے نام کھلا خط کے عنوان سے کتابچے کی صورت میں اردو، عربی اور انگریزی میں ترجمہ ہو کر ہزاروں کی تعداد میں شائع ہو کر تقسیم ہو چکا ہے۔

ختم نبوت کانفرنس کی مکمل روداد بعنوان ”ختم نبوت کانفرنس حال اُس شب کا کہ ہر آنکھ تماشائی تھی“ تحریر ضیاء نعیم صاحب۔ اکابرین کے خطبات اور انکی تصاویر شامل ترتیب ہیں۔ اتحاد اُمت کے لیے طاہر القادری صاحب کا بارہ نکاتی فارمولا۔ کل پاکستان ختم نبوت کے بارے میں تاثرات پر مشتمل بعض اکابرین کے خطوط اور ملکی و غیر ملکی اخبارات میں چھپنے والی خبریں جو ختم نبوت سے متعلق ہیں شامل کی گئی ہیں۔ یہ خبریں اردو، انگریزی، عربی اور گجراتی زبان میں شائع ہوئی تھیں۔

(انہوں نے جناب طاہر القادری صاحب راہ حق سے ہلکے گئے ہیں اور اپنی سیاسی جماعت ”پاکستان امیجی تحریک“ میں قادیانوں کو بھی شامل کرنے کی کھلی آغز کر چکے ہیں۔ (ظفر سلطانی)

(۱۵) کنز الایمان کا ختم نبوت نمبر (ستمبر 1997ء/ 1418ھ)

ایڈیٹر: جناب محمد نعیم طاہر رضوی

امام اہل سنت اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے ترجمہ کنز الایمان فی ترجمۃ القرآن کے

نام پر لاہور سے شائع ہونے والا ماہنامہ کنز الایمان ایک علمی معلوماتی ماہنامہ ہے۔ اس کے چیف ایڈیٹر نام محمد نعیم طاہر رضوی ہیں۔ اور ایڈیٹر جناب طارق محمود عزیز ہیں۔ ماہنامہ کنز الایمان نے کئی ایک خاص اشاعتیں کی ہیں۔ مثلاً سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا نمبر، ختم نبوت نمبر، ناموس رسالت نمبر، تحریک پاکستان نمبر، تحریک خلافت و ترک مولات نمبر۔ قائد اعظم نمبر، امام نوارنی نمبر وغیرہ کل نمبر کی تعداد بارہ ہے۔ درج ذیل سطور میں ہم کنز الایمان کے ختم نبوت نمبر سے متعلق مختصر تعارف تحریر کریں گے۔

کنز الایمان کی اشاعت خاص ختم نبوت نمبر کی ضخامت ایک سو بارہ صفحات رنگین ٹائٹل ستمبر ۱۹۹۷ء جمادی الاول ۱۴۱۸ھ کو شائع ہوا۔ اس کے ٹائٹل پر سورت الاحزاب کی آیت نمبر ۴۰ اور ترجمہ تحریر ہے اور ٹائٹل کے ایک سائڈ پر گنبد خضرا کی تصویر اور برابر میں صحیح مسلم شریف کی حدیث انا خاتم النبیین لا نبی بعدی اور ترجمہ درج ہے۔

اداریہ میں ایک اہم مقالہ مسئلہ ختم نبوت اور علمائے اہل سنت جناب رضوی صاحب کا تحریر کردہ ہے ایک علمی تحقیقی معلوماتی مقالہ ہے۔ ماہنامہ کنز الایمان کا ختم نبوت نمبر اہل سنت کے لٹریچر میں اچھا اضافہ اور دینی مدارس کے طلباء و طالبات تحریک ختم نبوت کے کارکنوں کیلئے مفید معلومات مصنفین و مقالہ نگار حضرات کے لیے بہترین حوالہ جاتی دستاویز ہے۔

اللہ کریم عز وجل بوسیله نبی کریم ﷺ مرتبین اور دیگر کو بہترین جزا خیر عطا فرمائے۔

(۱۶ ماہنامہ جہان رضا ختم المرسلین ﷺ نمبر

(2001ء/1421ھ)

ایڈیٹر: حضرت علامہ پیر زادہ محمد اقبال فاروقی صاحب مدظلہ العالی

سواد اعظم اہل سنت و جماعت کا ایک اشاعتی ادارہ مرکزی مجلس رضا لاہور ہے اس ادارے کے بانی حکیم محمد موسیٰ امرتسری رحمۃ اللہ علیہ اور موجودہ سربراہ عظیم قلم کار بزرگ عالم دین اور معروف ادیب حضرت علامہ پیر زادہ اقبال احمد فاروقی صاحب ہیں۔ ماہنامہ جہان رضا حضرت پیر زادہ اقبال احمد فاروقی صاحب ہی ترتیب دے کر شائع کرواتے ہیں۔ اس ختم المرسلین نمبر کے شمارے میں حافظ مظہر الدین رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیقی تحریر خاتم المرسلین پر مشتمل ہے جو مرزائیت کے رد میں لکھی گئی تھی۔

اسکا ادارہ بڑا معلوماتی اور اہل تحقیق کے لیے اہم دستاویز ہے۔ ختم نبوت از قرآن، ختم نبوت از حدیث، اجماع اُمت، دلائل عقلیہ اور اجرائے نبوت پر مرزائی دلائل اور اُنکے جوابات مرزائی، اور میرے بعد کوئی نبی (اعلیٰ حضرت بریلوی کی کتاب سے اقتباس) جیسی اہم تحریریں عقیدہ ختم نبوت کی حقانیت اور فتنہ قادیانیت کی تردید میں شامل ہیں۔

(۱۷ ماہنامہ مجلہ الحقیقہ کا ختم نبوت نمبر

(ستمبر 2001ء/جمادی الثانی 1422ھ)

مدیر اعلیٰ: شجاعت علی مجاہد

آستانہ عالیہ علی پور سیداں شریف لاٹانی کے خلیفہ مجاز حضرت پروفیسر محمد حسین آسی نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ کی زیر سر پرستی ایک عظیم انجمن شیران اسلام شکر گڑھ ضلع ناروال میں اشاعت دین اور احیائے اسلام کیلئے متحرک ہے۔ اقامت دین کیساتھ ساتھ فرقہ ہائے باطلہ کا رد اس تحریک کے بنیادی مقاصد میں سے ایک اہم مقصد ہے۔ اس عظیم کے سرپرست پروفیسر محمد حسین آسی نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ ایک عظیم عالم دین بطریت اور مصنف تھے۔ آپ نے ۲۰۰۰ء کے آخری مہینوں میں مجلہ الحقیقہ کے نام سے ایک علمی، تحقیقی اور معلوماتی میگزین جاری کیا۔ مجلہ الحقیقہ ہر سال مذاہب عید میلاد النبی ﷺ کے موقع پر ایک خاص اشاعت میلاد نمبر شائع کرتا ہے۔ اس کے خاص نمبر میں میلاد شریف نمبر ۲۰۰۳ء، ۲۰۰۴ء، ۲۰۰۵ء اور مفکر اسلام نمبر ۲۰۰۶ء وغیرہ اہم دستاویز ہیں۔ اس خاص اشاعتوں کے علاوہ زیر تعارفی شمارہ مجلہ الحقیقہ کا ختم نبوت نمبر ۲۰۰۱ء ہے۔ اس کے بڑے سائز کے صفحات ۶۴ ہیں۔ اس کے ٹائٹل پر قرآن مجید، روضہ رسول ﷺ کی تصویریں ہیں۔ مضامین میں اعلان ختم نبوت، عرفان ختم نبوت، درس قرآن کے عنوان سے صاحب تصانیف کثیرہ علامہ غلام مصطفیٰ مجددی صاحب کی تحریریں ہیں۔ کلمۃ الحقیقہ اور کاش ہم بھی بیدار ہوں جیسی مایہ ناز تحریریں جناب پروفیسر محمد حسین آسی صاحب کی ہیں۔ اس کے علاوہ رد قادیانیت میں مختلف اہل قلم کے بڑے جاندار مضامین شامل ہیں۔ قائد اہل سنت علامہ شاہ احمد نورانی صدیقی سے باتیں کے عنوان سے اہم مقالہ ترتیب دیا گیا ہے جس میں امام نورانی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمات بسلسلہ تحفظ ختم نبوت شامل ہیں۔ (نوٹ ماہنامہ مجلہ الحقیقہ ایک مرتبہ پھر ایک عظیم تحفظ ختم نبوت شائع کر رہا ہے۔ جسکی ترتیب اور مواد کو اکٹھا کرنے کی خدمات اسکے مدیر اعلیٰ معروف مصنف جناب حضرت سید صابر حسین شاہ بخاری قادری مدظلہ سرانجام دے رہے ہیں۔ یہ مقالہ بھی اس عظیم نمبر کے لیے ترتیب دیا گیا ہے۔

(۱۸) ماہنامہ لائبریری بعدی کا عظیم الشان ختم نبوت نمبر

(2002ء/1423ھ)

مرتبین: محمد صادق علی زاہد، محمد افضل رشید نقشبندی

تحریک دایان ختم نبوت کا لقب ختم نبوت پر اہلسنت کا ترجمان ماہنامہ لائبریری بعدی لاہور سے شائع ہوتا ہے۔ اس کے منتظم جناب محترم محمد افضل رشید نقشبندی ہیں۔ ماہنامہ لائبریری بعدی کے سرپرست قائد اہل سنت حضرت علامہ الشاہ احمد نورانی رحمۃ اللہ علیہ تھے۔ چیف ایڈیٹر سردار محمد خان لغاری ہیں۔ اس ماہنامہ کا ہر شمارہ تحفظ ختم نبوت اور فتنہ قادیانیت کی تردید میں شائع ہوتا ہے۔

ماہنامہ لائبریری بعدی کا عظیم الشان ختم نبوت نمبر ۲۴ صفحات پر مشتمل ہے اور ۲۰۰۲ء میں شائع ہوا ہے۔ اس کا ٹائٹل رنگین اور خوبصورت ہے۔ اندرون ٹائٹل میں علامہ شریف برنگ سبز کلاہ منسوب بہ حضرت محمد ﷺ اور درود شریف بڑی

خوبصورتی سے شائع کیا گیا ہے۔ عقیدہ ختم نبوت کے حوالے سے ۲۶ مقالات شامل کیے گئے ہیں۔ جو عقیدہ ختم نبوت از نیس التحریر حضرت علامہ ارشد القادری رحمۃ اللہ علیہ آف انڈیا سے شروع ہو کر رائے محمد کمال ایڈوکیٹ کے مضمون غازی حاجی محمد مانک پر اختتام پذیر ہوتے ہیں۔ یہ دستاویز ایک کتاب کا مقام رکھتی ہے ایسی کتاب جس میں کئی مقالے اور رسالے شامل ہیں اگر میں یہ تحریر کروں کہ یہ اشاعت خاص ماہنامہ لائبریری بعدی کا ختم نبوت نمبر ماہنامہ ترجمان اہل سنت کے ختم نبوت نمبر اور ماہنامہ ضیائے حرم کے تحریک ختم نبوت نمبر کا نچوڑ ہے تو شاید غلط نہ ہوگا۔ اللہ تعالیٰ معاونین، مصنفین اور منتظمین کو جزائے خیر عطا فرمائے۔

(۱۹) ماہنامہ لائبریری بعدی کا تاریخ ساز مجاہدین ختم نبوت نمبر

(1424ھ/2003ء)

مرتبین: سید اجمل گیلانی، صلاح الدین سعیدی، افضل رشید نقشبندی

ماہنامہ لائبریری بعدی نے اپنی اشاعت خاص کا پہلا شمارہ اول الذکر ختم نبوت نمبر شائع کیا اور دوسرا خاص نمبر تاریخ ساز مجاہدین ختم نبوت ایک سال بعد شائع کیا۔ اس شمارے کا ناکسل بھی نگین خانہ کعبہ، روضہ رسول اور کلہ طیبہ سے مزین ہے۔ اس تاریخ ساز مجاہدین ختم نبوت نمبر میں درس قرآن قرآن از علامہ ابو الحسنات سید محمد احمد قادری (قائد تحریک ختم نبوت)، درس حدیث از سید محمود احمد رضوی (شارح بخاری) اور مشاہیر اہلسنت پیغامات کے علاوہ ۲۹ مقالات شامل اشاعت ہیں۔ اس کے صفحات بڑے سائز کے ۲۹۶ ہیں۔ شامل اشاعت مقالات میں سے ۲۲ شخصیات پر بیعت میں رحمۃ اللہ علیہ کے خاتم النبیین ہونے کا بیان، قادیانی دلائل کا قرآنی توڑ اور دیگر نہایت اہم مضامین شامل ہیں۔ یہ شمارہ بھی ایک اہم کتاب کی حیثیت رکھتا ہے۔ اکابرین اہل سنت کی مساعی جلیلہ کو محفوظ کرنے اور نئی نسل تک پہنچانے کیلئے بہترین کاوش ہے۔ اہل تحقیق کے لیے ایک نایاب تحفہ ہے۔

(۲۰) ہفت روزہ اسلامی فیضان کا ختم نبوت نمبر

(1425ھ/ستمبر 2004ء)

ایڈیٹر: صاحبزادہ عزیز رسول صدیقی

مدیر الاولیاء ملتان شریف میں قرآن و سنت کی تبلیغ کرنے والی عالمگیر تحریک دعوت اسلامی کا انٹرنیشنل سطح کا بین الاقوامی اجتماع ہر سال ہوتا ہے۔ سال ۲۰۰۴ء کے اجتماع میں ملتان کے نوجوان قلم کار مجاہد ختم نبوت صاحبزادہ عزیز رسول صدیقی صاحب نے ایک اخبار ہفت روزہ اسلامی فیضان کے عنوان سے شائع کیا۔ اس اخبار کے چیف ایڈیٹر راؤ امجد علی قادری اور ایڈیٹر صاحبزادہ عزیز رسول صدیقی تھے اس کا پہلا شمارہ اجتماع کے موقع پر شائع کیا گیا۔ یہ شمارہ ختم نبوت پر

اشاعت خاص تھی۔ اس کے بڑے سائز (اخبار سائز) کے چار صفحے تھے۔ پہلے اور آخری صفحہ پر ختم نبوت کے حوالے سے ہیڈ لائنز بنائی گئی تھیں۔ اور اندرونی صفحات میں سات مقالات شائع کیے گئے ہیں۔ یہ نمبر ختم نبوت کے لیے نسل نو کو تیار کرنے اور اکابرین کی خدمات سے آگاہ کرنے کے لیے ایک بہترین دستاویز ہے۔

(۲۱) ماہنامہ معراج انسانیت کا ختم نبوت نمبر

(1426ھ/2005ء)

چیف ایڈیٹر: ڈاکٹر آر۔ اے۔ امتیاز

ایڈیٹر: حکیم غلام سرور شباب

ڈاکٹر آر۔ اے۔ امتیاز صاحب شعبہ میڈیکل سے متعلقہ رسالہ بعنوان معراج انسانیت شائع کرتے ہیں۔ انہوں نے ایک ضخیم اور خوبصورت مجلہ ختم نبوت نمبر شائع کیا ہے۔ اس اشاعت خاص کے ۲۲۳ صفحات ہیں سن ۲۰۰۵ء ہے۔ اس نمبر کی ایڈیٹنگ جناب محترم محمد عرفان محمود برقی (سابق قادیانی، نو مسلم) نے کی ہے۔ مرزا قادیانی کی زندگی، رہن بہن اور دیگر اہم موضوعات اس اشاعت میں شامل ہیں۔ اس کے مطالعہ سے ایک عام شخص بھی مرزا انیت کو با آسانی سمجھ سکتا ہے۔

(۲۲) مجلہ معارف کا ختم نبوت نمبر

(1428ھ/2007ء)

ایڈیٹر: محمد احمد حسن قادری

راقم الحروف تحریک فدایان ختم نبوت کا ادنیٰ سا خادم ہونے کی حیثیت سے تحفظ ختم نبوت کے موضوع پر کچھ نہ کچھ لٹریچر شائع کرتا رہتا ہے۔ فیصل آباد میں الحمد للہ ہر سال ردّ قادیانیت کورس کے موقع پر لٹریچر شائع کر کے مفت تقسیم کرتا ہوں۔ چھوٹے بڑے پمفلٹ کے علاوہ تحفظ ختم نبوت، دفاع ختم نبوت، دشمنان اسلامی کا بائیکاٹ اور خاتم النبیین، مسئلہ ختم نبوت کی نزاکت، مرزا قادیانی کی انگریز دوستی، قادیانی سازشیں، اسلامی بم برقا قادیانی دم وغیرہ رسائل شائع کیے۔ قادیانی سازشوں کی روک تھام کیلئے مستقل طور پر ایک سلسلہ اشاعت جاری رکھنے کے لیے اشاعت نمبر ۴۱ سے مجلہ معارف ختم نبوت جاری کرنے کا پروگرام بنایا۔ اس میں مجلہ ختم نبوت کا یہ پہلا پرچہ ہے۔ اس کے ۳۲ صفحات اور رنگین ٹائٹل ہے۔ اس کی اشاعت کا اہتمام جناب انجینئر محمد اکبر قادری نے کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ معاونین، مؤلفین اور ناشرین کو بہتر جزاء عطا فرمائے۔ آمین!

(۲۳) مجلہ تعمیر فکر کا یوم تحفظ ختم نبوت نمبر

(1428ھ/2007ء)

ایڈیٹر: محمد عرفان قادری

تحریک فدایان ختم نبوت کے ممتاز رہنما شاہین ختم نبوت حضرت علامہ مفتی محمد امین عطاری القادری رحمۃ اللہ علیہ نے علمائے اسلام کی تصانیف کو عقیدہ ختم نبوت انسائیکلو پیڈیا شائع کرنا شروع کیا ابھی چھ جلدیں ہی شائع ہوئی تھیں کہ آپ کو داعی اجل کا بلاوا آگیا۔ آپ کے وصال کے بعد جناب محمد عرفان قادری نے مفتی صاحب کے بھائی علامہ محمد جاوید قادری صاحب کے تعاون سے مجلہ تعمیر فکر کا خاص شمارہ شائع کیا۔ اس میں جید علماء اہل سنت کے نہایت پُر مغز مقالات شائع کیے گئے ہیں۔

اللہ تعالیٰ ان تمام احباب کو جزائے خیر عطا فرمائے۔

(۲۴) مجلہ دین فطرت کا ختم نبوت نمبر

(1429ھ/2008ء)

ایڈیٹر: مجاہد ختم نبوت محمد امجد جاوید سعیدی

حضور محدث اعظم پاکستان حضرت علامہ شیخ الحدیث مفتی محمد سردار احمد قادری رحمۃ اللہ علیہ کے شہر فیصل آباد میں تحریک احیائے اسلام کا ایک عظیم ادارہ ”حزب الاسلام“ ہے اس ادارہ کے بانی و سرپرست حضرت پیر سید سعید الحسن شاہ صاحب مدظلہ ہیں۔ پیر صاحب حضور محدث اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادے پیر فضل رسول حیدر رضوی صاحب مدظلہ کے مرید و خلیفہ ہیں۔ اشاعت دین کے سلسلہ میں آپ کی خدمات بے شمار ہیں۔ آپ کے مریدوں میں ایک قابل فخر نام جناب محمد امجد جاوید سعیدی صاحب کا بھی ہے۔ جناب سعیدی صاحب مجلہ دین فطرت شائع کرتے ہیں۔ اور مختلف موضوعات پر مجلہ دین فطرت میں آپ کی کئی اشاعتیں منظر عام پر آچکی ہیں۔

۲۶ مئی ۲۰۰۸ء کو مرزا قادیانی کی موت کے سو سال ہو گئے تھے۔ لہذا قادیانیوں نے اپنے تبلیغی سازشی پروگراموں کی بھرمار شروع کی ہوئی تھی۔ دوسری طرف پنجاب میڈیکل کالج فیصل آباد میں قادیانی طالب علموں کی اردادی سرگرمیوں کی وجہ سے کالج میں تصادم ہو چکا تھا۔ ان پریشان کن حالات میں مجاہد ختم نبوت جناب محمد امجد جاوید سعیدی نے عقیدہ ختم نبوت کی حقانیت اور فتنہ قادیانیت کی تردید کے موضوع پر مئی لٹریچر شائع کر کے کالج کے شاف اور طلباء میں تقسیم کیا۔ کالج کے پروفیسرز اور ڈاکٹرز نے لٹریچر کا مطالعہ کر کے تحفظ ختم نبوت کیلئے اپنی خدمات سرانجام دیں۔ اسی موقع پر مجلہ دین فطرت کا خاص شمارہ تیسرا ختم نبوت نمبر ۲۰۰۸ء جناب سعیدی صاحب نے شائع کر کے مفت تقسیم کیا۔ اس کے صفحات ۱۳۲ اور یہ رنگین ٹائٹل پر مشتمل ہے۔ ختم نبوت پر ایسے دلنشین مضامین شامل اشاعت کیے گئے ہیں کہ جیسے سمندر کو کوزے میں بند کر دیا گیا ہو۔

(۲۵) مجلہ انوار رضا کا ختم نبوت نمبر

(1429ھ/2008ء)

ایڈیٹر: ملک محبوب الرسول قادری

سواد اعظم اہل سنت و جماعت کے عظیم صحافی قائد اہل سنت مولانا الشاہ احمد نورانی صدیقی اور جابد ملت حضرت مولانا عبدالستار خان نیازی کے تربیت یافتہ جناب ملک محبوب الرسول قادری محتاج تعارف نہیں۔ آپ کثیر تصانیف کے حامل، مجلہ انوار رضا کے چیف ایڈیٹر، ماہنامہ سوئے حجاز کے ایڈیٹر اور کئی سٹی رسائل کی مجلس ادارت کے ممبر ہیں اور کونسل آف جراند اہل سنت کے صدر بھی ہیں۔ اس مجلہ کی اشاعت خاص میں مجاہد ملت نمبر، قائد ملت اسلامیہ نمبر، اعلیٰ حضرت نمبر، ماہ میام نمبر اور ختم نبوت نمبر قابل ذکر ہیں۔ تحفظ ختم نبوت کے سلسلہ میں آپ کی ایک کتاب ”سیدنا محمد ﷺ خاتم النبیین“ ہے قائد اہل سنت کا تاریخی انٹرویو بسلسلہ تحفظ ختم نبوت بھی آپ نے ہی شائع کیا تھا۔ اس کے علاوہ آپ کی کتاب عقیدہ ختم نبوت اور تحریک ختم نبوت ۱۹۷۴ء بھی بڑی اہم دستاویز ہے۔ اب آپ نے مرزا غلام احمد قادیانی کی دردناک موت کے سوسال پورے ہونے پر سچے نبی حضور خاتم النبیین ﷺ کی عظمت و ناموس ختم نبوت کے لیے ایک عظیم الشان ضخیم اور شاندار ختم نبوت نمبر شائع کیا ہے۔ جس میں بڑے اہم مقالات اور تاریخی حقائق ترتیب دیئے گئے ہیں۔ یہ اشاعت خاص ۵۶۰ صفحات پر مشتمل ہے۔ حمد باری تعالیٰ، نعت رسول مقبول ﷺ کلام مولانا محمد حسن رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت سیدنا غوث الاعظم شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ ہے۔ اکابرین اہل سنت کے پیغامات اور بے شمار علمی رسائل مقالات اور مضامین ترتیب دیئے گئے ہیں۔ ان میں اکثر مضامین اور رسائل یا تو پہلی بار شائع ہو رہے ہیں یا بہت مدت بعد ان کی اشاعت ہوئی ہے۔ اس شمارے کے آخر میں علماء و مشائخ کے انٹرویو بھی شامل کیے گئے ہیں۔

اس عظیم الشان ختم نبوت نمبر ۲۰۰۸ء کی بروقت اشاعت پر انوار رضا کی انتظامیہ مبارکباد کی مستحق ہے۔ اللہ تعالیٰ عز و جل محترم ملک محبوب الرسول قادری صاحب کی اس خدمت کو شرف قبولیت بخشے۔ آمین۔

قارئین کرام! ”تعارف رسائل ختم نبوت“ اس مقالہ کو مختصر تحریر کرنے کا ارادہ تھا مگر یہ طوالت پکڑ گیا۔ راقم نے کئی تاریخی حقائق پیش کر دیئے ہیں۔ کوشش تو یہی تھی کہ بہتر سے بہتر ہو مگر ایک طالب علم کی یہ ادنیٰ کاوش ہے۔ اہل سنت و جماعت کے یہ خاص نمبرز ۱۹۱۸ء سے لیکر ۲۰۰۸ء تک جو راقم کے پاس موجود تھے اور راقم نے انہی رسائل کو شامل تحریر کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ بوسیہ نبی کریم ﷺ ان مجاہدین ختم نبوت پر اپنی رحمت خاص فرمائے اور ہمیں بھی تحفظ عقیدہ ختم نبوت کا فریضہ سرانجام دینے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین بجاہ خاتم النبیین والسرسلین ﷺ۔

☆☆☆☆

☆☆☆☆

☆☆☆☆

ایک مرحوم روزنامے کا نادر و نایاب قادیان نمبر

محمد عالم حق

جب سے قادیانیت کے بدبودار پودے نے انگریز کی ہلہ شیری سے برصغیر پاک و ہند میں پنپنا شروع کیا ہے تب ہی سے علماء و مشائخ (اہلسنت) نے اسے تنق و بن سے اکھاڑنے کا تہیہ کر لیا اور اس سلسلے میں مناظراتی اور جدلیاتی چیلنجز دیے جانے لگے اور ساتھ ہی ساتھ تحریری طور پر قادیانیت کا رد کیا جانے لگا۔ اس سلسلے میں اخبارات و رسائل میں مضامین لکھے جانے لگے۔ چنانچہ حضرت علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اس کا رخیہ میں تحریری طور پر اپنا حصہ ڈالا۔ اور وہ غالباً پہلے شخص ہیں جنہوں نے مدعی نبوت کو واجب القتل قرار دیا۔ (ملاحظہ ہو علامہ کی تحریر کا عکس بالمقابل ص ۴۴ انوار اقبال مرتبہ بشیر احمد ڈار مطبوعہ اقبال اکادمی پاکستان کراچی ۱۹۶۷ء)

معلوم ہوتا ہے کہ مرتب کتاب قادیانیت کے متعلق نرم گوشہ رکھتا ہے اس لیے وہ واجب القتل والے فقرے کو متن کتاب سے حذف کر گیا۔ انا اللہ۔ تاہم رد قادیانیت کا سلسلہ پھیلتے پھیلتے کتابی صورت اختیار کر گیا اور یہ سلسلہ تا حال قائم ہے۔ اس طویل عرصہ میں قادیانیت کے رد میں اتنا کچھ لکھا جا چکا ہے کہ اس موضوع کی کتابیں اگر یکجا کی جائیں تو بلا مبالغہ ایک اچھی خاصی لائبریری نقش پذیر ہو سکتی ہے۔ چنانچہ رد قادیانیت میں لکھی گئی کتابوں کی ایک فہرست سید محمد علی موگیلی نے بعنوان ”حفاظت ایمان کی کتابیں“ مرتب فرمائی جس میں اسی ۸۰ کتابوں کے کوائف درج تھے۔ کچھ عرصہ کے بعد مجلس تحفظ ختم نبوت ملتان نے ”قادیانیت کے خلاف قلمی جہاد کی سرگزشت“ میں اسکی تعداد ایک ہزار تک بتائی۔ مگر افسوس کہ کتابوں یا ان کے مصنفین کے اسماء ابجدی ترتیب سے نہیں دیئے گئے جس کی وجہ سے مطلوبہ کتاب یا مصنف کی تلاش میں وقت پیش آتی ہے۔ تلاش و طباعت کا یہ سفر مسلسل جاری ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ کوئی ادارہ ان مضامین اور ماہوار رسائل کے کوائف بھی جمع و ترتیب کا فریضہ اپنے ذمہ لے جو رد قادیانیت میں شائع کیے گئے ہیں۔ ان میں بعض خاص نمبر ایسے بھی ہیں جنہیں ری پرنٹ کے مرحلہ سے گزار کر محفوظ کیا جاسکتا ہے۔ چنانچہ اس سلسلہ میں ہم روزنامہ ”زمیندار لاہور“ کے ”قادیان نمبر“ بابت اگست ۱۹۳۷ء کا تعارف قارئین کرام کی خدمت میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کرتے ہیں جس سے ایسے مضامین کی افادیت از خود اظہار من القلمس ہو جائے گی۔ و ما توفیقی الا باللہ۔

روزنامہ زمیندار لاہور کے قادیان نمبر اگست ۱۹۳۷ء کا تعارف:

یہ نمبر اگست ۱۹۳۷ء میں چھپا تھا جس پر تاریخ کا اندراج نہیں ہے۔ یہ اخبار کا ہفت روزہ با تصویر ایڈیشن ہے۔ سائز ۲۲×۲۸ اور صفحات ۲۸ صفحات۔

سرورق آرٹ پیچہ مولانا ظفر علی خان کی تصویر سے مزین ہے جس کے اندرونی صفحہ پر آنجہانی غلام احمد قادیانی اور قادیانیت کے اقامتِ ثلاثیہ کیسٹ اور الدین آنجہانی، مرزا غلام احمد آنجہانی اور مرزا بشیر الدین محمود ایں جہانی کی تصاویر ہیں۔ ایک تصویر قادیانیت کے کشتہ ناز حضرت محمد حسین شہید رحمۃ اللہ علیہ کی بھی ہے جب کہ آخری صفحہ پر مسجد برلن کے مرزائی امام مسٹر عبداللہ ایک ایکٹریس کے ساتھ اپنے تبلیغی مشن میں مصروف ہیں۔ ایک تصویر چودھری شہاب الدین کی ہے جنہوں نے چند سو قادیان نمبر فروخت کرنے کا اعلان کیا ہے۔ ایک تصویر مولانا ظفر علی خان کی راولپنڈی ریلوے سٹیشن کی ہے جہاں وہ اتحاد ملت کے اراکین کے ساتھ کھڑے ہیں۔ اور آخری تصویر ایک درخت کی ہے جس کے نیچے مرزا غلام احمد قادیانی کا یہ قول درج ہے ”میں وہ شجر ہوں جسے ساری دنیا تاجہ نہیں کر سکتی“ اور اسکے بعد ”زمیندار“ کا تبصرہ بجا ارشاد ہوا۔ بیشک آپ وہی شجر معلومہ ہیں جس کی آیاری کی اجازت معلم الملوکات نے رب کعبہ سے الست والے دن الیٰ یوم التضاد لی تھی۔

ناظرین کرام اب آئیے اس نمبر کے مشمولات کی طرف

۱۔ تابوت قادیان میں آخری میخ:

یہ دیر سالہ مولانا ظفر علی خان کی بارہ اشعار پر مشتمل ایک نظم ہے جس کا مطلع و مقطع اس طرح ہے!

(مطلع) نبی کی شرم نہ ہو خوف۔ لا الہ نہ ہو ہوس نہ جس کی ہوا یا کوئی گناہ نہ ہو

(مقطع) جب اس میں حج ہیں یہ سب جنہی صفیں غضب ہے پھر بھی اگر قادیاں تباہ نہ ہو

(واضح ہو کہ یہ نظم مولانا کے کلام کے مجموعوں بہارستان، نگارستان، حسیات اور ارمغان قادیاں میں نظر نوا نہیں ہوئی)

۲۔ مرزائیوں کی تکفیر مرزا غلام احمد قادیانی کے اعتقادی معیار پر پوری اترتی ہے۔

ختم نبوت کے متعلق قادیانی اجتہادات از سر مرزا ظفر علی سابق جج ہائیکورٹ لاہور۔

اس مضمون میں آپ نے عقیدہ ختم نبوت کو اسلام کا مرکزی اصول ثابت کرنے کے بعد مرزائے قادیانی کی

تصفیقات کے حوالے سے بتایا ہے کہ وہ ختم نبوت کے منکر کو خارج از اسلام قرار دیتے ہیں۔ اس کے بعد مرزا صاحب کی ان

انقلاب انگیز اعتقادی لغزشوں پر تبصرہ کیا ہے جو انہیں رسالت کا ذبہ کی گہرائی میں گرانے کا موجب ہوئیں۔ اسکے بعد

مرزائیوں کے غیر اسلامی معتقدات کے پیش نظر انہیں غیر مسلم اقلیت قرار دینے کا مطالبہ کیا گیا ہے۔ (ٹھیک اس کے ۳۷ سال

بعد محمد اللہ پاکستان کی قومی اسمبلی نے ۷ ستمبر ۱۹۷۴ء کو ان کا ۱۹۳۷ء کا مطالبہ پورا کر دیا اور قادیانی غیر مسلم اقلیت قرار پائے۔ حج

ہے خدا کے ہاں دیر ہے اندھیر نہیں)

۳۔ (اداریہ) قادیانیت کی پاپ بھری ناؤ دریائے مکافات گرداب میں ازمو لانا ظفر علی خان:

وقت کے سب سے بڑے طہ مرزا غلام احمد کی اُٹل اور بے جوڑ خرافات کی بنا پر اسے دجال، جھٹنی اور مرقا کے القاب سے یاد کیا ہے اور اس کی کلام پاک میں تحریف اور علمائے وقت کو مغفلت سے نوازنے اور نصاریٰ کو ادولی الامر قرار دینے جیسی ناپاک جساتوں کو الم نشرح کیا ہے اور آخر میں دمشق (قادیانی) اور انڈس (لاہوری) گروہوں کی آپس میں چپقلش سے پردہ اٹھایا ہے۔

۴۔ فکاہات از قاضی شوستر:

فکاہات میں قاضی صاحب نے مرزا کی محمدی بیگم سے شادی کے سلسلے میں حکیم نور الدین سے مشاورت کے بارے میں لکھا ہے حکیم صاحب مرزا صاحب کی شادی خانہ آبادی کے متعلق ارتجالاً فارسی میں تین اشعار کہے۔ ان پر تبصرہ کرتے ہوئے قاضی صاحب نے کہا ہے کہ یہ اشعار فی الحقیقت نعمت خان عالی کے وقائع سے ماخوذ ہیں اور نتیجہ یہ نکالا ہے کہ حکیم نور الدین صرف مرزا صاحب کے خلیفہ اول ہونے کے لحاظ سے مارق اعظم ہی نہ تھے بلکہ دوسروں کی مطاع سخن پر نہایت دلیری سے ڈاکا ڈالنے کے اعتبار سے سارق اعظم بھی تھے۔ (وقائع نعمت خان عالی میں یہ اشعار راقم کی نظر سے نہیں گزرے)

۵۔ مرزا غلام احمد قادیانی کا تدریجی صعود و رؤہ نبوت کی طرف۔ بمقصد میرسد جو یائے کام آہستہ آہستہ از قاضی محمد احسان اللہ بی اے:

اس مقالہ میں مرزا قادیان کے اعتقادی انقلابات اور ان کے متغیر و متزلزل دعاوی پر دو اہل و معلومات کی روشنی میں تبصرہ کیا گیا ہے جس کے مطالعہ سے یہ حقیقت رموز اسرار کی خلوت سے جلوت عام میں آ جاتی ہے کہ مرزا صاحب نے منزل نبوت تک پہنچنے کے لیے جو راہ منتخب کی ہے وہ اس درجہ پُر پیچ اور راہر و فریب واقع ہوئی ہے کہ انھیں ہر مرحلہ پر ایک نئے تذبذب کا سامنا کرنا پڑا اور ہر قدم پر ایک ایسی لغزش کھانا پڑی جس کے اثر سے ان کے گزشتہ دعاوی کا شیشہ پاش پاش ہوتا رہا۔

۶۔ مرزا غلام احمد کی بے حقیقت پیش گوئیوں کے معیار پر انکے دعوائے نبوت کی جانچ پڑتال۔

کتاب مرزائیت کے چند عبرت انگیز اوراق از حکیم عزیز الرحمن امرتسری:

حکیم صاحب نے اس مضمون میں پہلے تو یہ ثابت کیا ہے کہ مرزا غلام احمد نے اپنی نبوت کی صداقت کا معیار پیش گوئیوں کو قرار دیا تھا۔ اس کے بعد مرزا صاحب کی پیشگوئیوں کی کاذبانہ رسوائی کو بے نقاب کیا گیا ہے۔ اور مرزا صاحب کی

۹ پیش گوئیوں کی تخلیق کی گئی ہے

۷۔ مسئلہ ختم نبوت اور مرزائی استدلال۔ مسٹر محمد علی اجیری قادیانی کے دعوائے اجرائے رسالت کی مدلل تردید دانشی محمد عبداللہ معمار امرتسری

محمد علی اجیری مبلغ مرزا ایت نے ایک رسالہ موسومہ ختم نبوت شائع کیا تھا جس میں اجرائے نبوت کے جواز پر آٹھ دلیلیں پیش کی گئی تھیں۔ یہ دلائل وہ ہیں جن پر مرزائی عقائد کا کاشانہ تعمیر ہو چکا ہے۔ یہ مضمون محمد علی کی غلط فہمیوں کا ازالہ ہے جس میں دلائل و اسناد سے اجرائے نبوت کی تردید و تکذیب کی گئی ہے اور ختم نبوت کو اسلام کا بنیادی عقیدہ ثابت کیا گیا ہے۔ یہ مضمون خاصا طویل تھا جس کا خلاصہ یہاں پیش کیا گیا ہے۔ یاد رہے کہ مضمون نگار ”مرقع قادیان“ کے نام سے ایک ماہوار رسالہ بھی نکالتے رہے۔

۸۔ ”قادیان کے اصطلاحی نبی“ کے دعویٰ نبوت کے پُر پیچ مرحلے اور انکی اعتقادی لغزشیں۔ لفظ نبی کی لغوی اصطلاحی اور حقیقی حیثیت پر عالمانہ تبصرہ از مولانا محمد بخش مسلم بی اے:

یہ ایک علمی اور تحقیقی مقالہ ہے جس میں لفظ ”نبی“ کی لغوی، اصطلاحی اور شرعی حیثیت سے مرزا صاحب کے دعوائے نبوت کے تدریجی تغیرات کا محاسبہ کیا گیا ہے۔ یہ مقالہ اپنی علمی و افادی بلند پایگی کے اعتبار سے ممتاز مقام کا حامل ہے۔ مقالہ نگار ایک کامیاب خطیب اور بہترین مبلغ اسلام ہونے کیساتھ جادو نگار ادیب بھی تھے۔ اس لیے انکے مقالہ میں ادب اور تحقیق ایک مرکز پر نظر آتے ہیں۔ انھیں تحریک پاکستان میں خدمات کے اعتراف میں گولڈ میڈل سے نوازا گیا۔ مولانا ۱۸ فروری ۱۸۸۷ء کو پیدا ہوئے تھے اور پورے سو سال کی عمر پا کر ۱۹۸۷ء کو راسی ملک بھاہوئے۔

۹۔ مرزا غلام احمد قادیانی اور انگریزی حکومت۔۔ متزلزل ارادے اور متضاد خیالات۔۔ منکرے بودن ہر نگہ مستان زمیستن۔ از ابو عبیدہ بی اے کوہاٹی۔

اس مضمون میں مرزا کے اقوال سے ثابت کیا گیا ہے کہ انگریز من حیث القوم دجال ہیں نیز یہ کہ مسیح موعود اس دجال کی سلطنت کی تباہی اور مقابلہ کے لیے مبعوث ہوں گے۔

۱۰۔ مولانا ظفر علی خان کی شان میں ایک قطعہ۔ از منیر مسلم کمال بی اے:

غم خانہ بیژن کا ہے میخوار ظفر ہشیاروں کا مستی میں نگہ دار ظفر
ناموس پیہر پہ جو کٹ مرتا ہے اس لشکر خوددار کا سردار ظفر

۱۱۔ مھوالباقی کے عنوان سے منیر مسلم کمال بی اے کی پانچ اشعار پر مشتمل ایک نظم جس کا ایک شعر نذر

قارئین ہے:

نبوت مرزا کی دوسری دن میں پار ہو جائے

مگر اس کی حمایت پر ابھی تک نام باقی ہے

۱۲۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی جسمانی زندگی قرآن کریم احادیث نبوی اور ائمہ اسلام کی شہادتیں۔ عقیدہ وفات مسیح کے متعلق قادیانی دلائل کی تردید۔ از مبلغ اسلام ابو عبیدہ مولوی نظام الدین بی اے کو ہائی:

مولوی نظام الدین صاحب نے فتنہ مرزائیت کی تخریب اپنا مقصد زندگی بنالیا ہے آپ نے عقائد مرزائیہ کے خلاف چند کتابیں بھی لکھی ہیں جو صحیح الخیال مسلمانوں سے معقولیت و مقبولیت کی قابل رشک سند حاصل کر چکی ہیں۔ ان میں سے ایک کتاب کا نام ”توضیح الکلام فی ثبات حیات عیسیٰ علیہ السلام“ ہے۔ اس مقالہ میں انھوں نے عقیدہ وفات مسیح کی تردید میں وہ دلائل وبراہین پیش کیے ہیں جن کی مدافعت سے اُمت مرزائیہ قاصر رہے گی۔ فاضل مضمون نگار نے ”مسئلہ تالیف“ کے متعلق قرآن شریف کی مشہور آیت پیش کی ہے۔ (سورۃ النساء آیت وقولہم انا قتلنا المسیح عیسیٰ ابن مریم) اسکے بعد آیت کے مختلف اجزاء پر قواعد لسان، اقوال ائمہ و مفسرین کی روشنی میں بحث کرنے کے بعد حیات مسیح کا عقدہ حل کیا ہے۔

۱۳۔ ہدیہ نیاز بخضر ختم المرسلین ورحمۃ للعالمین۔ از محمد احسان اللہ بی اے:

یہ سات اشعار پر مشتمل حضور ﷺ کی بارگاہ میں سلام نیاز ہے جس کے دو اشعار پیش خدمت ہیں!

تیری ختم المرسلینی کا جو منکر ہو گیا منحرف اس سے ہوا سارا جہاں تجھ پر سلام

تیرا دامان رسالت چھوڑنے کے جرم میں بے کفن ہے آج نعش قادیاں، تجھ پر سلام

۱۴۔ کیا مرزائے قادیاں رحمۃ للعالمین تھے؟ ایک مضحکہ خیز دعویٰ اور اسکی تردید۔ از سلطان الواعظین ابوالنور مولانا محمد بشیر کوٹلی لوہاراں ضلع سیالکوٹ:

یہ ایک علمی اور تحقیقی مقالہ ہے اکابرین اہل سنت کی تفاسیر کی روشنی میں مرزا صاحب کے دعوائے نبوت کا رد و تبلیغ کیا ہے اور ثابت کیا ہے کہ ہمارے رسول ﷺ ہر مومن و کافر کے لیے رحمت ہیں اس لیے اُمت عذاب سے محفوظ ہے۔ اور اختتام اس فقرہ پر کیا ہے کہ محمد رحمۃ للعالمین ہیں تو مرزا حمزہ للمؤمنین ہیں۔ مضمون نگار جو ایک جو شیے مقرر تھے۔ اگلے خطاب میں مزاح کی چاشنی تھی۔ وہ ماہ طیبہ میں حاجی حق حق کے تخلص سے مزاحیہ نظمیں لکھا کرتے تھے۔ انھوں نے طویل عمر پاکر ۱۳ اگست ۲۰۰۷ء

کو جان جان آفرین کے پردی۔

۱۵۔ مسئلہ ختم نبوت پر عقلی و تاریخی دلائل سے روشنی۔ عقیدہ ختم نبوت کے متعلق مرزا غلام احمد کے متضاد دعاوی۔ از عبد العزیز سیکرٹری محمد یاسوی اینٹن لاہور:

مضمون نگار ان صحیح الخیال نوجوانوں میں سے ہیں جو تردید مرزائیت کو اپنی زندگی کا نصب العین قرار دے چکے ہیں۔ مضمون ہذا انکے شغف و انتہاک کی نوعیت ظاہر کرتا ہے جس میں انھوں نے ختم نبوت کی تاریخی، اسلامی اور قومی اہمیت نہایت واضح انداز میں بتائی ہے اور آخر میں مرزا کے اقوال سے ثابت کیا ہے کہ اجرائے نبوت کے عقیدہ نے انکے دماغ و عقائد کی بنیادیں بھی متزلزل کر دی ہیں۔

۱۶۔ ایسے نبی کی کون نبوت قبول کرے۔ از سراط کشمیری:

یہ پانچ اشعار پر مشتمل ایک نظم ہے جس کا مقطع اس طرح ہے!

آتا نہیں سمجھ میں انھیں کیا کہے کوئی

مرزائے قادیان کو سمجھتے ہیں جو رسول

۱۷۔ آخری نبی اور آخری کتاب۔۔۔۔۔ مسئلہ ختم نبوت پر قرآنی آیات سے تبصرہ۔ از خواجہ احمد دین امرتسری:

اس مقالہ میں خواجہ صاحب نے نہایت سادہ انداز میں مسئلہ ختم نبوت پر بحث کی ہے۔ اس مضمون کی سب سے بڑی خصوصیت یہ ہے کہ تمام مسائل میں کلام ربانی سے استدلال کیا گیا ہے اور آیات قرآنی ہی سے اس حقیقت کی وضاحت کی گئی ہے کہ جس طرح قرآن کریم آخری کتاب ہے اسی طرح حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ بھی آخری نبی ہیں۔

۱۸۔ مسئلہ شرک فی النبوت اور مذاہب مساویہ۔۔۔۔۔ مرزائی عقائد کے ماخذ و منبع کی عالمانہ توضیح۔۔۔۔۔ فتنہ تحریف و تاویل کی تربیت گاہوں اور اس کے علمی و عملی مدارج پر سیر حاصل تبصرہ۔ از مولانا محمد نور الحق پروفیسر اور تحصیل کالج لاہور:

مضمون کے ابتدائی حصہ میں فتنہ تحریف عقائد کے محرکات اور اسکی مختلف تربیت گاہوں پر روشنی ڈالی گئی ہے اور دلائل و اسناد سے ثابت کیا گیا ہے کہ فتنہ تحریف کو جن آغوشوں میں پرورش پانے کا موقع ملا انکی بناء اعتقادی زوال اور تمدن نظریات پر تھی۔ اسکے بعد فرقہ معزولہ کی محرقانہ فلسفہ طرازیوں کا عکس انکے علم الکلام کی روشنی میں دکھایا گیا ہے۔ مقالہ کا وہ حصہ حد درجہ معلومات آموز ہے جس میں حضور سرور کائنات ﷺ کی شان خاتم النبیین پر بحث کی گئی ہے اور علماء و فقہاء کے ارشادات و اجتہادات سے ثابت کیا گیا ہے کہ حضور ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں آ سکتا۔ مضمون نگار نے لفظ ”خاتم النبیین“ پر لغوی

تاریخی، علمی اور تحقیقی دلائل و اسناد سے حکیمانہ بحث کی ہے۔ اس کے بعد معنی اور اس کے لائحہ تبلیغ پر بصیرت افروز تبصرہ کیا ہے۔

۱۹۔ زہر ہلاکت آفرین۔ از محمد حسین عرشی امرتسری:

۔ حذر اے طائرِ بامِ حرم اے کم نظر مسلم

ز شر و فتنہ کزدام گاؤ قادیاں خیرد

یہ نظم موصوف کے مجموعہ کلام ”قہنائے رنگ رنگ“ مرتبہ محمد حسین تبسبی میں شامل ہے اور سات اشعار پر مشتمل ہے۔

۲۰۔ اسلامی نبوت اور امتی۔۔۔ مرزا صاحب کے دعوائے نبوت کی عام فہم تکذیب۔ از مقصود احمد:

یہ مضمون مقصود صاحب کے علمی تجسس کا نتیجہ ہے جس میں انھوں نے اسلامی نبی اور قادیانی نبی کے امتیازات کو علم و حکمت کے معیار پر جانچنے کی کوشش کی ہے اور ختم نبوت کے متعلق مرزا صاحب کے بیانات پیش کر کے ثابت کیا ہے کہ وہ خود بھی اجرائے نبوت کے قائل نہیں تھے۔

۲۱۔ مرزائے قادیانی۔۔۔ اپنی زبان سے اپنی تکذیب۔ از ایم محمد یوسف نوشہروی:

یہ ایک طلبانہ مضمون ہے جو نصف کالم پر محیط ہے۔ اس میں صاحب مضمون نے ثابت کیا ہے کہ الہام ہمیشہ مخاطب کی مادری زبان میں ہوتا ہے جبکہ مرزا صاحب کا دعویٰ یہ ہے کہ بعض الہامات مجھے ان زبانوں میں ہوتے ہیں جن سے مجھے کچھ واقفیت نہیں جیسے انگریزی یا عبرانی یا سنسکرت وغیرہ۔

۲۲۔ سچے نبی کی سچی پیش گوئیاں۔۔۔ صداقت نبوت کے چند سبق آموز مظاہرے۔ از حکیم عزیز الرحمن امرتسری:

حکیم صاحب نے اس مضمون میں رسول اکرم ﷺ کی گیارہ پیش گوئیوں سے آپ کی صداقت نبوت کے نظائر پیش کیے ہیں۔ وہ کھل کر رسول اللہ ﷺ کے وسعت علم کا اظہار مضمون کے ابتدائی پیرا گراف میں یوں کرتے ہیں!

محشر المسلمین! آپ کو مبارک ہو کہ آپ ایسے نبی کریم ﷺ کی امت مرحومہ میں شامل ہیں جس کو علم اولین و آخرین دیا گیا تھا۔ جس پر حقائق اشیاء اور معارف کون و مکاں اور سرائے عالمین کھولے گئے تھے۔ جس کی چشم جہاں بین کے سامنے تمام حجاب اٹھا دیئے گئے تھے۔ جس کے سبب حقائق منزل سے علم و یقین نے وجود پکڑا ہے اور جس کے نور کی پیدائش کے بعد ہست و نیست کا فرمان حوادث پر جاری ہوا۔ اس ابتدائیہ سے نہ صرف نفس مضمون پر روشنی پڑتی ہے بلکہ موصوف کی خوش عقیدگی اور اپنے مسلک پر پختگی کا بھی اظہار ہوتا ہے۔

۲۳۔ تحریک حریت کشمیر اور قادیانیت: حمایت مظلوم کے پردہ میں قادیانیت کی تبلیغ ”زمیندار کے نامہ نگار مقیم

سرینگر کے قلم سے۔

قادیانیوں کی طرف سے کشمیریوں کو خود ساختہ نبی کا حلقہ بخش بنانے کے لیے تبلیغی لٹریچر کی اشاعت اور آل انڈیا کشمیر کے مذہب و مقاصد پر نامہ نگار کی مساعی جیلہ کا ذکر۔ اس سلسلے میں مجلس احرار نے مولانا ظفر علی خاں کی زیر قیادت حکومت سے مطالبات کی تفصیل بھی بیان کی ہے اور ساتھ ہی جہاد کشمیر میں عملی حصہ لینے کا ذکر کیا ہے اور بتایا ہے کہ مولانا ظفر علی خاں کے مرزائیت شکن قلم نے کشمیر میں مرزائیت کو موت کے گھاٹ اتار دیا ہے۔

۲۴۔ بحضور رحمۃ اللعالمین۔ از خاں اصغر حسین خاں نظیر لدھیانوی:

یہ ہدیہ عقیدت فارسی میں بیس اشعار پر مشتمل ہے جب کہ مصنف کے مجموعہ کلام ”صبح نشاط“ میں اس کے پائیس اشعار درج ہیں۔

۲۵۔ مرزائے قادیان کی منزل نبوت کے دلچسپ اور خندہ آفریں مرحلے متضاد دعاوی کی کشمکش۔۔۔ تدریجی نبوت کے کذب پر دلکش تبصرہ۔ ایک مبلغ اسلام کے قلم سے:

مرزا صاحب نے منزل نبوت تک پہنچنے کے لیے یہ عجیب و غریب رستہ منتخب کیا جس میں ہر قدم پر آپ کو جدید اعتقادی لغزشوں کا سامنا ہوا۔ مضمون کے مطالعہ سے قارئین کرام کو مرزائے قادیانی کے رنگارنگ دعاوی اور دلچسپ شطیحات سے پوری طرح آگاہی ہو جائے گی کہ مرزا صاحب کا دعویٰ نبوت جن آغوشوں میں پل کر جوان ہوا وہ کس درجہ بد اعتقادی کا گہوارہ تھے۔

۲۶۔ قادیانیت اور قرآن کریم: از مولانا محمد مصلح

یہ ایک مختصر مضمون ہے جس میں مصنف نے اس بات پر زور دیا ہے کہ ہر مسلمان پر دو فرض عائد ہوتے ہیں۔ ایک تو یہ کہ خدا کے اوامر کو پورا کریں اور نواہی سے باز رہیں اور دوم یہ کہ دوسروں کو بھی امر کریں اور نواہی سے روکیں۔ یوں اس تحریک سے قادیانیت خود بخود اپنی موت آپ مر جائے گی۔

۲۷۔ مرزائے قادیان کا صدق و کذب قرآن کریم کی روشنی میں: از مبلغ اسلام مولانا ابو عبیدہ بی اے کوہاٹی مضمون میں مرزا کی کذب بیانی قرآن کریم کی روشنی میں بیان کی گئی ہے۔ اس ضمن میں مرزا کے حلیہ بیان کو نقل کیا گیا ہے جس میں اس نے آئندہ دشنام آمیز فقرات وغیرہ کے استعمال سے پرہیز کرنے کا وعدہ کیا ہے۔ مصنف نے قرآن کریم کے سات معیار بیان کیے ہیں۔ جن کو پرکھنے سے مرزا صاحب اپنے قول کے مطابق سچے نبی ثابت نہیں ہوتے۔

۲۸۔ مرزائے قادیانی اور معجزات انبیاء: اقرار و تسلیم کے بعد انکار و تکذیب۔ از منشی محمد عبداللہ معمار امرتسری

مضمون نگار نے آنحضرت ﷺ کی اس حدیث مبارکہ ”قیامت قائم نہ ہوگی یہاں تک کے میں دجال و کذاب پیدا نہ ہوں لیں“ کو مضمون کے آغاز میں نقل کیا ہے اور پھر حدیث کے دعاوی کو ملحوظ رکھتے ہوئے ثابت کیا ہے کہ مرزا من الٹا لائین یعنی میں دجالوں میں سے ایک تھے۔

☆☆☆☆

☆☆☆☆

☆☆☆☆



رَدِ قادیانیت میں اہلسنت کا عظیم قلمی جہاد

صادق علی ذہب

اللہ رب العزت کی رحمت بے پایاں ﷺ کے ظہور کے ساتھ ہی انبیاء و رسل کی آمد کا سلسلہ اختتام پذیر ہو گیا اور دین حنیف کی تکمیل کا اعلان الیوم اکملت لکم دینکم ۵ کے دلنواز الفاظ سے کر دیا گیا۔ پھر بھی ہوس کے پجاری کفار و منافقین نے اس سلسلہ کو جاری رکھتے ہوئے اپنی کروہوس کی تقنکی مٹانے کی غرض سے تقریباً ہر زمانہ میں جھوٹی نبوت و رسالت کا ڈھونگ رچائے رکھا۔ خصوصاً برصغیر کے دور غلامی میں انگریزوں کی شہ پر مرزا غلام احمد قادیانی نے جھوٹی نبوت کا دعویٰ کر کے بہت اودھم مچایا جسکی سرکوبی کے لیے علمائے حق اہلسنت و جماعت (بریلوی) نے ہر محاذ پر نہ صرف اس کا مقابلہ کیا بلکہ علی طور پر اسے نیست و نابود کر دیا ورنہ انگریز کی مکمل پشت پناہی کی بدولت یہ فتنہ پورے برصغیر کو اپنی لپیٹ میں لے لیتا۔ زیر نظر مقالہ میں علمائے حق کی ان کوششوں کی ایک ہلکی سی جھلک دکھائی گئی ہے۔ جو انھوں نے اس گھناؤنے فتنے کی سرکوبی کے لیے قلمی طور پر کیں۔ ضرورت تو اس امر کی ہے کہ اس عنوان پر علمائے حق کی قلمی کاوشوں کو یکجا و مرتب کرنے کی غرض سے محققین کا ایک بورڈ تشکیل دیا جائے جو شانہ روز و محنت سے نہ صرف ان علمی خزانوں کا تعارف شائع کرے جو علمائے اہل سنت نے قادیانی ذریعہ الباغیہ کے رد میں تحریر کئے ہیں بلکہ ان اہم ترین کتب کی تدوین و ترتیب کر کے انکو دوبارہ شائع کرنے کا اہتمام بھی کرے۔ لیکن راقم الحروف نے کچھ نہ کرنے سے کچھ کرنا بہتر ہے کے اصول کے تحت انتہائی محدود وسائل کے ساتھ یہ مقالہ تیار کیا ہے جو بلاشبہ سورج کو چراغ دکھانے کے مترادف ہے لیکن قوی امید ہے کہ بارش کا پہلا قطرہ گرنے کے بعد موسلا دھار بارش بھی ہوئی جائے گی۔ مقالہ کے مطالعہ سے قبل چند اصطلاحات ذہن نشین رکھیے گا۔ اس سے راقم الحروف کا مافی الضمیر سمجھنے میں آپ کو آسانی رہے گی۔

(۱) مقالہ میں مرتب شدہ کتب بن عیسوی کے لحاظ سے مرتب کی گئی ہیں تاہم بن ہجری بھی ساتھ ہی لکھا گیا ہے۔ جن کتب کے سنین اشاعت میسر نہ آ سکے انکے سامنے جگہ خالی چھوڑ دی گئی ہے جب سنین اشاعت میسر آجائیں گے تحریر کر دیے جائیں گے۔

(۲) حوالہ کے ضمن میں جو کتب کے نام اختصار کے ساتھ لکھے گئے ہیں ان میں قادیانی فتنہ اور علمائے حق مراد ہے

جو کہ محمد سعید احمد نے مرتب فرما کر 1998ء میں نارتھ امریکہ ورجینیا سے شائع کی۔ قاموس سے مراد کتب کے تعارف پر مشتمل ضخیم ترین کتاب قاموس الکتاب ہے۔ ”قلبی جہاد“ مولانا اللہ وسایا کی مرتب فرمودہ کتاب ”رودادِ یانیت کے خلاف قلمی جہاد کی سرگزشت“ کی طرف اشارہ ہے۔ جو کہ مجلس تحفظ ختم نبوت نے اکتوبر 1990ء میں شائع کی۔ جبکہ حافظ عبدالستار سعیدی کی مرتب کردہ کتاب ”مراۃ التصانیف“ مراۃ کا اختصاری نام اختیار کیا گیا ہے۔ یہ کتاب مکتبہ قادریہ لاہور نے نومبر 1980ء میں شائع کی تھی۔ شاہین ختم نبوت مفتی محمد امین قادری علیہ الرحمہ نے علمائے حق کی نایاب تصنیفات شائع کرنے کی غرض سے جو فہرست مرتب کی تھی اسکا حوالہ ”فہرست مفتی امین“ کے نام سے دیا گیا ہے۔ اسی طرح حکیم اہل سنت حکیم محمد موسیٰ امرتسری نے جب اپنا ضخیم کتب خانہ جامعہ پنجاب لاہور کو عطیہ کر دیا تو یونیورسٹی نے اس کتب خانہ کی ایک فہرست مرتب کی جو کئی ضخیم جلدوں پر مشتمل ہے۔ اس فہرست کے حوالہ کے لیے ”فہرست حکیم موسیٰ“ کا نام استعمال کیا گیا ہے۔

(۳) کیفیت کے خانہ میں ابو بکر لاہوری سے مراد راقم کی لاہوری ہے جبکہ گوشہ محققین سے مراد لاہوری پروفیسر شبیر حسین زاہد ننگانہ صاحب اور احمد حسن سے مراد لاہوری احمد حسن قادری کھرڈیا نوالہ چک نمبر 72 ہے۔ اسی طرح احتساب سے مراد مجلس تحفظ ختم نبوت کی طرف سے شائع شدہ کتب ”احتساب قادیانیت“ سلسلہ ہے۔ امید ہے کہ راقم الحروف کی یہ کاوش محققین کے لیے چراغِ راہ ثابت ہوگی۔ اور کوئی صاحب علم اس طالب علم کی کاوش کو مزید بہتر بنانے کی جدوجہد کرے تو یہ امت مسلمہ پر عظیم احسان ہوگا۔

خوشخبری

مایہ ناز قلم کار حضرت علامہ مولانا حافظ فدا حسین رضوی مدظلہ العالی کے قلم کا خوبصورت شاہکار

نعرہ تحقیق (حق چار یار)

خوبصورت ٹائٹل اور مایہ ناز علماء اہل سنت کی تقاریر کے ساتھ مزین ہو کر مارکیٹ میں آچکی ہے

صفحات: 425

رابطہ کے لیے

0300-5050497

۱	سیف الہیاردقانی معروف بہ سیف الہی	سید محمد الہیاد	۱۳۰۱ھ	۱۸۸۳ء	قاسم اکبر ج ۱ ص ۹۷
۲	رحم علیا عین براطیحات البرائین	علامہ نظام بخش گیسو	۷۲	۱۳۰۲ھ	۱۸۸۵ء قادیانی تفسیر و مطالعے کے قصاب قادیانیت ج ۱۰ ص ۷۷
۳	الغلام لہری دین اکام الہدٰی انکس	امام احمد رضا بریلوی	۱۳۰۱ھ	۱۸۸۳ء	قادیانی تفسیر و مطالعے کے قصاب ج ۲ ص ۲۹
۴	تحقیقات بخشیرینی رد دعوات برہانہ	علامہ نظام بخش گیسو	=	شوال ۱۳۰۳ھ	جولائی ۱۸۸۶ء قصبی جہاد ص ۲۳۹
۵	الاسامی الخبیثۃ اثبات حیات کاس	علامہ قاسم رسول امرتسری		۱۳۱۱ھ	۱۸۹۳ء قصبی جہاد ص ۱۳
۶	فتح رحمانی بدیع کلاوی	علامہ نظام بخش گیسو	۲۸	۱۳۱۲ھ	۱۸۹۴ء قادیانی تفسیر ص ۷۷
۷	فتویٰ در رد دعوائی مرزا قادیانی	مولانا ارشد حسین رامپوری		۱۳۱۳ھ	۱۸۹۶ء قادیانی تفسیر ص ۷۷
۸	کفر نفس رحمانی بکتاب امام نظام قادیانی	قاضی نعلی احمد مدنی لاہوری	۱۶۵	۱۳۱۴ھ	۱۸۹۶ء قصبی جہاد ص ۲۱۳
۹	اصدار الہی علی اسراف القادیانی	علامہ احمد رضا خان بریلوی	۹۶	۱۳۱۵ھ	۱۸۹۷ء قصبی جہاد ص ۲۱۱ قادیانی تفسیر ص ۷۷
۱۰	جراۃ اللہ و دلائل ختم نبوت	امام احمد رضا خان بریلوی		رجب ۱۳۱۷ھ	نومبر ۱۸۹۹ء قادیانی تفسیر ص ۷۷
۱۱	قصیدہ مریدانہ کلاوی	مولانا محمد حسن فیضی		محرم ۱۳۱۷ھ	مئی ۱۸۹۹ء قادیانی تفسیر ص ۷۷
۱۲	غس الہدٰی اثبات حیات کاس	حضرت قیصر علی شاہ گزدری	۱۰۸	۱۳۱۷ھ	۱۹۰۰ء قادیانی تفسیر ص ۷۷
۱۳	چند الہیاد	سید محمد الہیاد	۱۳	۱۶ ربیع	۱۳ اگست ۱۹۰۰ء قصبی جہاد ص ۲۳۸ قاسم ج ۱ ص ۹۷
۱۴	درۃ الدرائی علی رد القادیانی	محمد حیدر اللہ خان دہلوی	۶۰	۱۳۱۸ھ	۱۹۰۰ء قصبی جہاد ص ۳۰۳
۱۵	سیف چشتیانی	حضرت سید محمد علی شاہ گزدری	۳۳۰	۱۳۱۸ھ	۱۹۰۰ء قصبی جہاد ص ۹۸
۱۶	راست چلانی برکات قادیانی	امام الدین گجراتی	۶۰	۱۳۱۹ھ	۱۹۰۱ء قصبی جہاد ص ۲۹
۱۷	السمیع ناخدا آباد	امام احمد رضا خان بریلوی		۱۳۲۰ھ	۱۹۰۲ء قادیانی تفسیر ص ۲۹
۱۸	اسود اللہ علی اسراف کذاب	امام احمد رضا خان بریلوی	۲۳	ربیع الاول ۱۳۲۰ھ	جولائی ۱۹۰۲ء قادیانی تفسیر ص ۲۹

مشہور محقق و مصنف جناب سید صابر حسین شاہ بخاری

مدظلہ

کی شہرہ آفاق کتاب

قائد اعظم کا مسلک (مع اضافات)

دوسرا ایڈیشن شائع ہو چکا ہے

صفحات: 680

تحریک پاکستان میں علماء اہل سنت کا کیا کردار تھا؟

مخالفین پاکستان کی نقاب کشائی: قائد اعظم کا کیا عقیدہ تھا؟

سوسالہ تاریخ کا خوبصورت نمونہ: کئی اہم رازوں سے پردہ اٹھتا ہے

آج ہی اپنے قریبی بک سال سے حاصل کریں۔

ختم نبوت کے موضوع پر علماء اہل سنت کی نایاب کتب و

رسائل کا مجموعہ

عقیدہ ختم النبوة

(مفتی محمد امین قادری عطاری رحمۃ اللہ علیہ)

گیارہ جلدیں شائع ہو چکی ہیں

علم دوست حضرات کے لیے نہایت ہی قیمتی دستاویز کی

حیثیت رکھتی ہیں

رابطہ:

حاجی عبدالغفار 0300-2108424

۱۹	تقدیر کسک	مولانا قلی محمد جمالی	۱۳۲۰ھ	۱۹۰۲ء	قادیانی قتل ۷۷
۲۰	انوار الحق	مولانا انوار اللہ خان کن	۱۳۲۲ھ	۱۹۰۴ء	قاموس ج ۱ ص ۹۱۱ قلمی
۲۱	تاریخ نہجرت	مولانا کریم الدین دہر	۱۳۲۲ھ	۱۹۰۴ء	قلمی ج ۱ ص ۳۲۵
۲۲	مرزا نیت کا پال	=	۱۳۲۲ھ	۱۹۰۴ء	فہرست کتب حکیم محمد موسیٰ نمبر ۷/۵۵۷۷۷۷۷۷ بہ خزانہ پنجاب پنجتونی لاہور
۲۳	حسام الرحمن علی مفرانگلہ دہلی	امام احمد رضا خان بریلوی	۱۳۲۳ھ	۱۹۰۶ء	قادیانی قتل ۷۷
۲۴	القول القائل بنبیائہ سابق و لاحق	محمد رفعت سعید	۱۳۲۳ھ	۱۹۰۶ء	قلمی ج ۱ ص ۲۳۰
۲۵	قرآن الہی علی مرتبہ ج ۱	مولانا حسن رضا خان بریلوی	۱۳۲۳ھ	۱۹۰۵ء	قادیانی قتل ۶۹
۲۶	کلی آسمانی سرور ج ۱ قادیانی	ابو الحسن محمد عبدالکریم	۱۳۲۳ھ	۱۹۰۶ء	قلمی ج ۱ ص ۲۰۶
۲۷	ایام ذوالفقار علی گردن خانی مرزا علی فرزند علی	قاضی فضل احمد صاحب دہلی	۱۳۲۵ھ	۱۹۰۷ء	مرزا القاضی قتل ۳۶۹
۲۸	انوار اللہ ج ۱ (حصہ اول)	مولانا انوار اللہ خان کن	۱۳۲۵ھ	۱۹۰۷ء	قاموس ج ۱ ص ۹۱۱
۲۹	انوار اللہ ج ۱ (حصہ دوم)	مولانا انوار اللہ خان کن	۱۳۲۵ھ	۱۹۰۷ء	قاموس ج ۱ ص ۹۱۱
۳۰	مناجیہ الامام علی مرتبہ انوار اللہ ج ۱	مولانا انوار اللہ خان کن	۱۳۲۶ھ	۱۹۰۸ء	قلمی ج ۱ ص ۲۳۵
۳۱	الکون خاتم الحسن	مولانا احمد رضا خان بریلوی	۱۳۲۶ھ	۱۹۰۸ء	قادیانی قتل ۷۷
۳۲	معارف کسک	خواجہ نسیا الدین ساہی	۱۳۲۶ھ	۱۹۱۱ء	قادیانی قتل ۸۱
۳۳	معارف کسک قادیانی	بابر بخش لاہوری	ربیع الاول ۱۳۲۸ھ	فروری ۱۹۱۲ء	قلمی ج ۱ ص ۲۱۲
۳۴	انجم الثاقب	محمد عبدالغفور	۱۳۳۰ھ	۱۹۱۲ء	قلمی ج ۱ ص ۲۱۰
۳۵	مناجیہ الامام علی مرتبہ ج ۱ (حصہ دوم)	مولانا انوار اللہ خان کن	۱۳۳۱ھ	۱۹۱۲ء	قاموس ج ۱ ص ۹۱۱
۳۶	مجموعہ الاطر	قاضی فضل احمد صاحب دہلی	۱۳۳۳ھ	۱۹۱۵ء	قلمی ج ۱ ص ۲۲۳
۳۷	رسالہ باب اللہ کسک	امام احمد رضا خان بریلوی	۱۳۳۵ھ	۱۹۱۷ء	قادیانی قتل ۷۷
۳۸	انوار علی الاسلام فی الذب عن نبی کریم الاسلام	علامہ محمد عالم علی اسمرقزی	۱۳۳۶ھ	۱۹۱۷ء	رازم کسک حکیم محمد موسیٰ اسمرقزی
۳۹	بشارت محمدی فی ابطال رسالت نظام احمدی	بابر بخش لاہوری	۱۳۳۷ھ	۱۹۱۸ء	قلمی ج ۱ ص ۲۱۰
۴۰	استکشاف المسلمین	حکیم محمد عالم علی اسمرقزی	۱۳۳۸ھ	۱۹۱۹ء	رازم کسک حکیم محمد موسیٰ شاہزادہ ۸/۶/۹
۴۱	اسلام کی حق اور مراد نبی کی تائید و ترمیم	بابر بخش لاہوری	ذی الحجہ ۱۳۳۷ھ	اکتوبر ۱۹۱۹ء	
۴۲	کوشش قادیانی	بابر بخش لاہوری	۱۳۳۹ھ	۱۹۲۰ء	قلمی ج ۱ ص ۱۶۸
۴۳	کتاب نظام کی تائید و ترمیم مرزا قادیانی	مولانا قاضی نظام کلائی	۱۳۳۹ھ	۱۹۲۰ء	قلمی ج ۱ ص ۱۶۹
۴۴	ترغیب معارف قادیانی	بابر بخش لاہور	مغربی ۱۳۳۹ھ	اکتوبر ۱۹۲۱ء	مرزا القاضی قتل ۳۶۷
۴۵	ترغیب قرآن در تفسیر	بابر بخش لاہور			قلمی ج ۱ ص ۹۵
۴۶	الجزء الدینی علی المرتبہ اللہ قادیانی	امام احمد رضا خان بریلوی	۳ محرم ۱۳۳۹ھ	۷ ستمبر ۱۹۲۱ء	قلمی ج ۱ ص ۱۰۷
۴۷	مرزا نور نبی	مولانا محمد صادق بہاؤ الدین	۱۳۴۰ھ	۱۹۲۱ء	قلمی ج ۱ ص ۱۰۱
۴۸	تائیدیہ الامام علی	بابر بخش لاہور	۱۹۲۲ء		قلمی ج ۱ ص ۱۰۰
۴۹	تحقیق حق فی تبرک	بابر بخش لاہور	مغربی ۱۳۴۱ھ	ستمبر ۱۹۲۲ء	مرزا القاضی قتل ۳۶۷

۵۰	تردید نہت قادیانی نے جہاں اب دینی غیر لازمہ	بازو محمد بخش لاہور	۲۲۳	۱۳۳۱ھ	۱۹۱۲ء	قلمی جہاں ۲۱۰	اقصاب قادیانیت ج ۱۴
۵۱	مباحثہ قادیانی فی ابطال رسالت قادیانی	بازو محمد بخش لاہور	۱۷۵	ذی الحجہ ۱۳۳۰ھ	جولائی ۱۹۲۲ء	قلمی جہاں ۱۷۷	اقصاب قادیانیت ج ۱۱
۵۲	قادیانی کذاب کی آمد پر ایک مختصر نظر	بازو محمد بخش لاہور	۱۰				اقصاب قادیانیت ج ۱۱
۵۳	مہر و دقت کون ہو سکتا ہے؟	بازو محمد بخش لاہور	۳۵				اقصاب قادیانیت ج ۱۱
۵۴	تردید قادیانی مولوی کا لفظ ازاد و محمد علی مرزا کی	قاضی فضل محمد مدھی لاہور		۱۳۳۲ھ	۱۹۲۳ء	قادیانی فقیر ۸۰	
۵۵	انظر ابرار قادیانی کی تصنیف اللہ قادیانی	مفتی نظام مرثیہ لاہور	۲۲۲	۱۳۳۳ھ	۱۹۲۴ء	قلمی جہاں ۳۰۰	
۵۶	در تحقیق مرضیہ لکھا	نیک محمد ماسرہ لاہور	۱۰۰	۱۳۳۳ھ	۱۹۲۵ء	قلمی جہاں ۲۳۸	
۵۷	حافظ ایمان کن تھنا لکھا ایمان (عربی)	بازو محمد بخش لاہور	۴۳	۱۳۳۳ھ	۱۹۲۵ء	قلمی جہاں ۱۸۳	لاہوری مجلس تحفظ ختم نبوت
۵۸	حافظ ایمان از تھنا ایمان (فارسی)	بازو محمد بخش لاہور	۴۸	رجب ۱۳۳۳ھ	دسمبر ۱۹۲۵ء	قلمی جہاں ۲۰۵	لاہوری مجلس تحفظ ختم نبوت
۵۹	تقریر در ایمان الایمان است اور کذاب ایمان نہت	بازو محمد بخش لاہور	۶۸	محرم ۱۳۳۵ھ	جولائی ۱۹۲۶ء	قلمی جہاں ۱۴۹	اقصاب قادیانیت ج ۱۱
۶۰	کلی چٹھی کا نام محمد علی خاں علیہ السلام الدین	بازو محمد بخش لاہور	۸			قلمی جہاں ۲۳۷	اقصاب قادیانیت ج ۱۱
۶۱	ایک مجموعہ چٹھی گوئی پر مرزا دین کا شور مچا	بازو محمد بخش لاہور	۱۸	۱۳۳۵ھ	۱۹۲۶ء	قلمی جہاں ۱۸۵	
۶۲	الکادیانی علی الخاں (عربی)	مولانا محمد عالم سی افسر لاہور	غیر مطبوعہ			راجم کے نام علیہ السلام	
۶۳	خون رست برد قادیانی حضرت	قاضی فضل محمد مدھی لاہور		۱۳۳۵ھ	۱۹۲۶ء	مرزا قاضی علیہ السلام	۲۲۹
۶۴	کیا مرزا قادیانی مسلمان تھا	قاضی فضل محمد مدھی لاہور	غیر مطبوعہ			قادیانی فقیر ۸۱	
۶۵	اتفاق وفاق بین المسلمین کا موجب کون؟	قاضی فضل محمد مدھی لاہور		۱۳۳۵ھ	۱۹۲۶ء	مرزا قاضی علیہ السلام	۲۲۷
۶۶	مراقب مرزا	مولانا حبیب اللہ لاہور		شوال ۱۳۳۷ھ	اپریل ۱۹۲۹ء	قلمی جہاں ۲۱۱	اقصاب قادیانیت ج ۳
۶۷	مرزا کی حقیقت کا انکشاف (۱۸۳۳ء)	مولانا محمد علیہ السلام مدھی لاہور	۹۰	ذی القعدہ ۱۳۳۷ھ	نیم سن ۱۹۲۹ء	قادیانی فقیر ۸۲	ایکبر لاہوری نگار خانہ
۶۸	THE MIRROR (انگریزی)	مولانا محمد علیہ السلام مدھی لاہور	۲۳			قلمی جہاں ۳۳۸	
۶۹	مرزا (عربی)	مولانا محمد علیہ السلام مدھی لاہور	-			قادیانی فقیر ۸۲	
۷۰	استدلال علی صحیحیہ حیات	بازو محمد بخش لاہور	۳۵۲	۱۳۵۰ھ	۱۹۳۱ء	قلمی جہاں ۱۰۶	اقصاب قادیانیت ج ۱۴
۷۱	قادیانی کی انتساب احمادیہ من انکشاف دارالافتاء دارالمرانیہ	مولانا عبد القادر احمد لاہور	۸۲	ذی الحجہ ۱۳۳۹ھ	اپریل ۱۹۳۱ء	قلمی جہاں ۲۸۸	
۷۲	بابا ستائیا اسلام	بازو محمد بخش لاہور	۲۳	۱۳۵۰ھ	۱۹۳۲ء	قلمی جہاں	
۷۳	برقی آسمانی مرقع قادیانی	مولانا عبد القادر احمد لاہور	۲۱۶	۱۳۵۱ھ	۱۹۳۲ء	قلمی جہاں ۳۱۳	ایکبر لاہوری نگار خانہ
۷۴	فتح نبوت از روئے آیات قرآنی امامیہ رسول	نور محمد گرجا لاہور	۵۸	۱۳۵۱ھ	۱۹۳۲ء	قلمی جہاں ۲۶	
۷۵	قادیانی و اقوال مرزا قادیانی	مولانا عبد القادر احمد لاہور	۱۰۸	شعبان ۱۳۵۱ھ	دسمبر ۱۹۳۲ء	قلمی جہاں ۹۴	اقصاب قادیانیت ج ۳
۷۶	ماہنامہ الفارغ	نور احمد لاہور	۶	شوال ۱۳۵۱ھ	دسمبر ۱۹۳۳ء	قلمی جہاں ۱۵۰	=====
۷۷	حضرت سید کی تحریروں میں	مولانا عبد القادر احمد لاہور	۶۳	ذی القعدہ ۱۳۵۱ھ	فروری ۱۹۳۳ء	قلمی جہاں ۹۴	=====
۷۸	تحریک قادیان (مواصلات)	سید حبیب اللہ (دریاست)	۲۲۵	محرم ۱۳۵۲ھ	اپریل ۱۹۳۳ء	قلمی جہاں ۳۳۵	
۷۹	اسلام اور قادیانیت (اردو)	ڈاکٹر محمد اقبال قادری	۵۰	۱۳۵۲ھ	۱۹۳۳ء	قلمی جہاں ۳۳۸	ایکبر لاہوری نگار خانہ
۸۰	اسلام اور قادیانیت (انگریزی)	ڈاکٹر محمد اقبال قادری	۵۰	۱۳۵۲ھ	۱۹۳۳ء	قادیانی فقیر ۸۲	
۸۱	بابا ستائیا اسلام مجبورہ کا قادیان غیر	مولانا عبد القادر احمد لاہور	۵۶	شعبان ۱۳۵۲ھ	دسمبر ۱۹۳۳ء	قلمی جہاں ۲۱۳	ایکبر لاہوری نگار خانہ
۸۲	نبوت قادیانی	بازو محمد بخش لاہور	۱۶	۱۳۵۲ھ	۱۹۳۳ء	قلمی جہاں ۱۸۵	
۸۳	قادیانی مذہب کا علمی مباحثہ	پروفیسر محمد الیاس لاہور	۱۰۰۰	رجب ۱۳۵۲ھ	اکتوبر ۱۹۳۳ء	قلمی جہاں ۱۶۲	ایکبر لاہوری نگار خانہ

۸۳	مرزا نیت کی حقیقت	مولانا عبد الرحیم گدی	مزمع ۱۳۵۲ھ	مئی ۱۹۳۳ء	برقی آئینی ص ۱۶۱	
۸۵	عمر مرزا	پروفیسر حبیب اللہ کرک	مزمع ۱۳۵۲ھ	جون ۱۹۳۳ء	قلمی جہاں ص ۲۰۸	اقساب قادری نیت ص ۳
۸۶	بشارت احمد	=====	۸۶	رجب الثانی ۱۳۵۲ھ	جولائی ۱۹۳۳ء	قلمی جہاں ص ۲۰۸
۸۷	الکادری علی الخاوری (اردو مولانا)	مولانا محمد عالم آسی امرتسری	۳۶	مزمع ۱۳۵۲ھ	مئی ۱۹۳۳ء	قلمی جہاں ص ۱۷۰
۸۸	الکادری علی الخاوری (عہد دم)	=====	۶۵۰	جنوری ۱۳۵۲ھ	ستمبر ۱۹۳۳ء	قلمی جہاں ص ۱۷۰
۸۹	الکادری علی الخاوری (غیر مولانا)	مولانا محمد عالم آسی امرتسری	غیر			نامتو لائبریری بھارتی
		مطبوعہ				نہایت نمبر ۳۰۰۳ ص ۱۱۱
۹۰	مرزا قادری کی نیت	مولانا پروفیسر حبیب اللہ کرک	۲۳	شوال ۱۳۵۱ھ	جولائی ۱۹۳۳ء	قلمی جہاں ص ۲۶۱
۹۱	زبدل کا	=====	۲۸	=====	فروری ۱۹۳۳ء	قلمی جہاں ص ۱۰۳
۹۲	مختصر اور مسرہ بنیاد	=====	۳۲	مزمع ۱۳۵۲ھ	اپریل ۱۹۳۳ء	قلمی جہاں ص ۱۷۲
۹۳	علی بن علی بن علی علیہ السلام	=====	=	=====	=====	قلمی جہاں
۹۴	حضرت علی علیہ السلام کا حج کرنا مرزا قادری کی	=====	۲۳	رجب الثانی ۱۳۵۲ھ	اگست ۱۹۳۳ء	قلمی جہاں ص ۹۲
	کالہجری کے مرنے					
۹۵	مسند کا طے کرنے اور وہاں تھانہ دارو	=====	۱۶	جنوری ۱۳۵۱ھ	ستمبر ۱۹۳۳ء	قلمی جہاں ص ۱۵۱
۹۶	مرزا قادری کی عقلیت پسندی ہے	=====	=	=====	=====	قلمی جہاں ص ۱۰۱
۹۷	مرزا قادری کی کہانی مرزا اور مرزا نیت کی زبانی	=====	۲۵	مزمع ۱۳۵۲ھ	اپریل ۱۹۳۳ء	اقساب قادری نیت ص ۳
						ص ۳۲۹
۹۸	انجیل الحکیم	مولانا محمد علی قاسم	۸۸	۱۳۵۲ھ	۱۹۳۵ء	قادری نیت ص ۸۰
۹۹	امری اسلام اور بعد ستان دونوں کے تھانہ دار	علامہ مہر علی	۱		۲۱ جون ۱۹۳۶ء	قلمی جہاں ص ۳۵۹
۱۰۰	مرزا اسلام احمد قادری کی اور ان کی قرآن دانی	مولانا پروفیسر حبیب اللہ کرک	۱۶	جنوری	اگست ۱۹۳۷ء	قلمی جہاں ص ۱۷۰
						الاول ۱۳۵۶ھ
۱۰۱	خانقاہ السکین	مولانا محمد تقی محمد بن علی	۶۳	۱۳۵۶ھ	۱۹۳۷ء	قادری نیت ص ۸۳
۱۰۲	مرزا کی نیت	مولانا محمد تقی محمد بن علی	۲۳۸	۱۳۵۷ھ	یکم جون ۱۹۳۸ء	قلمی جہاں ص ۳۶۷
۱۰۳	قادری قول و فعل (دوسرے)	پروفیسر محمد الیاس بنی	۳۲۲	۱۳۵۸ھ	۱۹۳۹ء	قلمی جہاں ص ۱۵۹
۱۰۴	ہمارے طبی دے	سید نور الحسن شاہ بخاری	۱۶	مزمع ۱۳۶۳ھ	دسمبر ۱۹۳۳ء	قلمی جہاں ص ۲۱۵
۱۰۵	حقائق حقیق	چند دینی و غیر دینی	=	۱۳۶۵ھ	۱۹۳۵ء	قلمی جہاں ص ۲۰۶
		حبیب اللہ				
۱۰۶	عظیم المصلحت کا مرزا کا اسلام محمد نبی	سید نور الحسن شاہ بخاری	۷۷	۱۳۶۸ھ	۱۹۳۸ء	قلمی جہاں ص ۱۳۰
۱۰۷	خانقاہ السکین	مولانا محمد اسلام قادری باندوی	۱۰	۱۳۶۹ھ	۱۹۳۹ء	نہایت حقیق لکھنوی
۱۰۸	مقدمہ قادری مذہب	پروفیسر محمد الیاس بنی	۲۷۲	شوال ۱۳۶۹ھ	جولائی ۱۹۵۰ء	قلمی جہاں ص ۲۲۰
۱۰۹	پاکستان میں مرزا نیت	مرقس محمد خان نیش	۸۰	۱۳۷۰ھ	۱۹۵۰ء	قلمی جہاں ص ۳۳۳
۱۱۰	خطبہ صدارت ختم نبوت کانفرنس	ساجد اویس سید فیض الحسن آلویہار	۸	۱۳۷۱ھ	۱۹۵۱ء	قلمی جہاں
۱۱۱	قادری کی سیاست	مولانا مرقس محمد خان نیش	۸	رجب الاول ۱۳۷۰ھ	ستوری ۱۹۵۱ء	قلمی جہاں ص ۳۶۰
۱۱۲	اکرام الہی کی بحراب الخاوری	مفتی عزت اللہ	۲۳	۱۳۷۲ھ	۱۹۵۲ء	قلمی جہاں ص ۲۱۵
۱۱۳	پشتہ دار رضوان لاہور کا ختم نبوت	سید محمود حمزہ	۶۳	ذی القعدہ ۱۳۷۱ھ	اگست ۱۹۵۲ء	قلمی جہاں ص ۲۳۱
۱۱۴	رجب الخاوری بن حبیب اللہ	مولانا شہاب الدین چوہدری	۱۳۸	ذی الحجہ ۱۳۷۱ھ	ستمبر ۱۹۵۲ء	قلمی جہاں ص ۱۳۰
۱۱۵	اقسام الخاوری بن حبیب اللہ	مولانا امجد علی دہری	غیر			
		مطبوعہ				مرزا احمد علی ص ۲۶۷
۱۱۶	قادری کی کتاب	مفتی رفعت حسین ریلوی	۹۶	۱۳۷۳ھ	۱۹۵۳ء	قلمی جہاں ص ۲۲۸

۱۱۷	اکرام الحق کی کلمی طبعی کا جواب	علامہ ابوالحسنات محمد امجد قاری	۳۲	۱۳۷۳ھ	۱۹۵۳ء	فہرست مفتی محمد امین قاری
						ص ۱
۱۱۸	کرتن قادیان کے بیان پر تبصرہ	صوفی نذیر احمد سیالکوٹ	۵۳	=====	=====	=====
۱۱۹	قادیانی مذہب اور اسلام کا قبول و قبول فیصل		۲۰	=====	=====	=====
۱۲۰	مسئلہ ختم نبوت	علامہ سید محمود احمد رضوی	۱۱۸	=====	=====	=====
						فہرست مفتی محمد امین قاری
						۲۱
۱۲۱	اقوال و تصحیح فی اثبات حیات المسیح	مفتی محمد امجد علی خان		=====	=====	=====
۱۲۲	حاشیہ	مرتبہ امجد علی بخش	۵۳	=====	=====	=====
۱۲۳	قادیانی پھر جان بس دیش دور	پروفیسر محمد الیاس برنی	۱۶	=====	=====	=====
						قادیانی مذہب کا علمی حاشیہ
						۸۱
۱۲۴	تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء (تقریر)	مولانا محمد انوار عثمان خان نازی	۵۶	=====	=====	=====
۱۲۵	حضرت مسیح علیہ السلام کا رفع اور آمد قادیانی	مولانا ابو حسیب اللہ ٹکڑک		=====	=====	=====
						قادیانی مذہب کا علمی حاشیہ
						۳۷
۱۲۶	قادیانی کی کہانی خوراک کے طریقہ کی زبانی	مولانا ابوالحسنات محمد امجد قاری		=====	=====	=====
						فہرست مفتی محمد امین قاری
						ص ۱
۱۲۷	ختم نبوت	ملک محمد اکبر رسانی	۱۶	=====	=====	=====
۱۲۸	مرزا طاهر کا سہلہ خلیفہ قبول ہے	محمد شمسین خاں دارالحادی عبدالعزیز رحمانی	۳	=====	=====	=====
۱۲۹	مرزا قادیانی اپنے شرمناک کردار کے تائید میں	محمد شمسین خاں دارالحادی	۳	=====	=====	=====
۱۳۰	قادیانیت ہماری نظر میں			=====	=====	=====
۱۳۱	قادیانیت سے اسلام ایک			=====	=====	=====
۱۳۲	غدار کا کستان			=====	=====	=====
۱۳۳	قادیانیت ایک بددھت کردہ تنظیم			=====	=====	=====
۱۳۴	قادیانی طغیہ مرزا طاهر کا ہر تاک انجام			=====	=====	=====
۱۳۵	قادیانی راستہ نیوں کے ہر تاک انجام			=====	=====	=====
۱۳۶	قادیانیوں سے فیصلہ کن مناظرے			=====	=====	=====
۱۳۷	قادیانیت پر تبصرے			=====	=====	=====
۱۳۸	قادیانیوں سے متعلق دعائی فیصلے			=====	=====	=====
۱۳۹	تحفظ ختم نبوت، فضیلت اور ایمانیت			=====	=====	=====
۱۴۰	الفاظ باحق مانگتے ہیں			=====	=====	=====
۱۴۱	امجدی و دسترخویں اسلام لانا ہے			=====	=====	=====

۱۳۲	مرزا کے اصل کا پل	علامہ محمد صادق قادری چشتی	۶۴	۱۳۸۸ھ	۱۹۶۸ء	نہرست مقلیٰ محمد امین قادری ص ۲
۱۳۳	انقول للشیخ فی قبرہ	علامہ رفیع احمد سیکی	۵۸	۱۳۸۹ھ	۱۹۶۹ء	=====
۱۳۴	کتاب کا دیان	مولانا مفتاح احمد چشتی	۶۵	۱۳۹۳ھ	۱۹۷۳ء	=====
۱۳۵	سوشل بائیبل کی شرعی حیثیت	مقلیٰ محمد امین	۳۲	۱۳۹۳ھ	۱۹۷۳ء	=====
۱۳۶	کیا حضرت خلیفۃ المسیح چاہے وہ مذہبی یا غیر مذہبی تھے	مولانا محمد امین چہان	۱۶	=====	=====	=====
۱۳۷	قادری کی کفریات	علامہ محمد اقبال اعظمی	۸	=====	=====	=====
۱۳۸	مرزا قادری کی کہانی	=====	۸	=====	=====	=====
۱۳۹	قادری کی مسئلہ	=====	۸	=====	=====	=====
۱۴۰	ماہنامہ ترجمان مسلمان کرچی کا ختم نبوت نمبر	مقلیٰ شہادت علی قادری	۱۴۰	ربیع الثانی ۱۳۹۲ھ	نمبر ۱۹۷۷ء	=====
۱۴۱	ماہنامہ سفیانہ حرم البیہرہ کا ختم نبوت نمبر	یوگرہ کریم شاہ الازہری	۱۳۳	۱۳۹۲ھ	۱۹۷۷ء	=====
۱۴۲	قادریہ پر آخری شرب کاری	شاہد علی	۳۲	=====	=====	=====
۱۴۳	توریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء اور مولانا یازدی	انور علی مولانا یازدی	۲۰	=====	=====	=====
۱۴۴	ماہنامہ شمس الاسلام بھکرہ کا ختم نبوت نمبر	صابر ذوالفقار احمد بھکرہ	۱۳۸	۱۳۹۵ھ	۱۹۷۵ء	=====
۱۴۵	مرزا قادیانی کی حقیقت	مولانا فیاض شاہ قادری	۳۲	=====	=====	=====
۱۴۶	خاتم النبیین	مصباح الدین	۵۸۰	۱۳۹۳ھ	۱۹۷۳ء	=====
۱۴۷	مہدی تک کی صدی	غازی نجم	۱۹۲	۱۴۰۱ھ	۱۹۸۰ء	=====
۱۴۸	فکر الازہر ختم نبوت	یوگرہ کریم شاہ الازہری	۶۳	۱۴۰۳ھ	۱۹۸۳ء	=====
۱۴۹	قادریانی دعویٰ مجدد مہدی اور مسکا کا جائزہ	مولانا مہدی اختر انساری چشتی	۶۶	=====	=====	=====
۱۵۰	قادریانی نبی اور غازی نجم (حصہ اول)	غازی نجم	۱۳۸	ربیع الثانی ۱۴۰۵ھ	مئی ۱۹۸۵ء	=====
۱۵۱	توجین رسالت کی سزا	حاجی نواب الدین گلزادی	۱۶	۱۴۰۵ھ	۱۹۸۵ء	=====
۱۵۲	ایک حقیقت جس سے انحراف ممکن نہیں	خواجہ شمس علی دہلوی	۱۲۹	۱۴۰۶ھ	۱۹۸۶ء	=====
۱۵۳	قادریانوں کو دعوت اسلام	علامہ سید محمد رسول سعیدی	۳۲	جمادی الاول ۱۴۰۷ھ	جنوری ۱۹۸۷ء	=====
۱۵۴	لامنی بعدی	مقلیٰ محمد امین نقوی	۸۰	یکم صفر ۱۴۰۹ھ	۵ اگست ۱۹۸۸ء	=====
۱۵۵	عقبت تاجدار ختم نبوت	راہا شید محمد	۲۳	۱۴۰۷ھ	۱۹۸۷ء	=====
۱۵۶	تاریخی حقائق فیصلہ	میاں تاج الملک قریشی	۸	یکم صفر ۱۴۰۹ھ	۱۵ اپریل ۱۹۸۸ء	=====
۱۵۷	حقیقت ختم نبوت اور مرزا قادیانی	ڈاکٹر طاہر القادری	۷۶	ربیع الاول ۱۴۰۹ھ	اکتوبر ۱۹۸۸ء	=====

۱۶۸	مرزا آئی لا ریب غیر مسلم ہیں	عظیم الرحمن قادری	۲۳	ربیع الثانی ۱۳۰۹ھ	۲۱ نومبر ۱۹۸۸ء	قلمی جہاد ۲۱۳
۱۶۹	گستاخ رسول کی سزا قتل	علامہ سید احمد سعید کاشمی	۳۲	۱۳۰۹ھ	۱۹۸۸ء	قلمی جہاد ۳۱۹
۱۷۰	محمد خاتم النبیین	ملک محبوب الرحمن	۳۳	==	==	ایک کراہی بری نکات
۱۷۱	مرزا طاهر کے نام کھلا خط	ڈاکٹر طاہر القادری	۸	==	==	قلمی جہاد ۳۱۰
۱۷۲	نبی الانبیاء	مصطفیٰ شہزاد	۱۸	ربیع الثانی ۱۳۰۹ھ	نومبر ۱۹۸۸ء	گوشہ محققین نکات
۱۷۳	عقیدہ ختم نبوت اور عقیدہ دینانیت	محمد عثمان الدوبی	۸۰	==	==	قلمی جہاد ۲۱۹
۱۷۴	مرزائے قادیان کی دوائی کینیت	ڈاکٹر طاہر القادری	۱۹	ذیقعدہ ۱۳۰۹ھ	جون ۱۹۸۸ء	قلمی جہاد ۲۳۳
۱۷۵	مرزائے قادیان کا تفریق نبوت کا دعویٰ	==	۳۹	==	==	قلمی جہاد ۲۲۷
۱۷۶	عقیدہ ختم نبوت پر مرزا قادیانی کے اعتقاد	==	۶۸	شوال ۱۳۰۹ھ	مئی ۱۹۸۹ء	قلمی جہاد ۲۲۷
	مؤقف					
۱۷۷	ماہنامہ ضیاء القرآن ختم نبوت کا نعرہ سبر	چاودا قادری	۱۰۳	جمادی الاولیٰ ۱۳۰۹ھ	جنوری ۱۹۸۹ء	==
۱۷۸	قادیانی امت اور پاکستان	راے محمد کمال	۸۰	رجب ۱۳۰۹ھ	فروری ۱۹۸۹ء	احمد حسن کمر ڈی نواز
۱۷۹	مقام نبوت	علامہ سید احمد سعید کاشمی	۱۶	جمادی الاولیٰ ۱۳۱۰ھ	دسمبر ۱۹۸۹ء	==
۱۸۰	قوانین	مہدی کیفی شاہ	۸۵	شعبان ۱۳۱۰ھ	فروری ۱۹۹۰ء	==
۱۸۱	پاکستان میں جوئے کی مرکز رپورٹ	امیر افضل خان	۳	۱۳۱۰ھ	۱۹۹۰ء	قلمی جہاد ۲۳۶
۱۸۲	تاریخی فیصلہ	جنس مہاں ذرا بختر	۲۷	==	۱۲ اگست ۱۹۹۳ء	قلمی جہاد ۳۱۰
۱۸۳	پنڈورا کس	امیر افضل خان	۱۳۰	۱۳۱۳ھ	۱۹۹۳ء	ایک کراہی بری نکات
۱۸۴	دعوت انصاف و صل	سید محمد سعید الحسن	۳۸	==	۱۹۹۳ء	==
۱۸۵	خاتم النبیین	مفتی محمد امین فیصل آباد	۱۶	==	==	==
۱۸۶	سازش	امیر افضل خان	۲۳	==	==	==
۱۸۷	تاریخ نبوت ختم نبوت	خانہ محمود قادری	۳۰	رمضان ۱۳۱۶ھ	فروری ۱۹۹۴ء	==
۱۸۸	شام رسول کی سزا	پروفیسر شایین کوہی	۳۲	۱۳۱۵ھ	۱۹۹۵ء	احمد حسن کمر ڈی نواز
۱۸۹	امام علیہ السلام کے منہ کا گام	سید محمد کیفی شاہ	۵۲	رمضان ۱۳۱۵ھ	فروری ۱۹۹۵ء	==
۱۹۰	سازشوں کا دیباچہ (قادیانیت)	راے محمد کمال	۳۰۳	۱۳۱۷ھ	۱۹۹۶ء	ایک کراہی بری نکات
۱۹۱	فاحش مرزائیت	محمد سلیم مست قادری	۳۳	==	==	گوشہ محققین نکات
۱۹۲	عقیدہ ختم نبوت اور عقیدہ دینانیت (سوال جواب)	سابقہ قلمی ڈاٹر	۱۷۶	==	==	ایک کراہی بری نکات
۱۹۳	انجام پاکستان	سید محمد سعید الحسن	۳۲	==	==	==
۱۹۴	قادیانی حرم	مفتی محمد امجد قادری	۱۸۸	صفر ۱۳۱۸ھ	جون ۱۹۹۷ء	قادیانی حرم کا طلسمی
						حاشیہ
195	ماہنامہ کفر ایمان کا ختم نبوت سبر	ضمیمہ طاہر رضوی	113	1318ھ	1997ء	==
196	عقیدہ ختم نبوت اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی	پروفیسر شریعہ حسین ذراہ	228	1321ھ	2000ء	==
197	مرزائیوں کے چیلنج کی غلط فہم	محمد ہمایوں ماس جس	23	1318ھ	==	==
198	قادیانی قتل اور مطالعہ حق	محمد سعید احمد	96	1319ھ	==	==

۱۹۹	اسلام اور ثقافت	نصیر احمد آزاد	۳۷	۱۳۱۹ھ	۱۹۹۸ء	ایکبر لاہوری کا نکاح
۲۰۰	علامہ قاسم علی حسرت اور حضرت امام مہدی	سید سعید الحسن شاہ	۳۱	==	==	=====
۲۰۱	مذہب صریح	الحکم علی بیکنی لاہور	۵۸	==	==	=====
۲۰۲	خاتم النبیین کا حق و مفہوم	مفتی محمد رفیع رحیم تاروسے	۷۶	ربیع الاول ۱۳۲۰ھ	جولائی ۱۹۹۹ء	امیر حسن کھرڈیا لاہور
۲۰۳	مرزا غلام احمد قادیانی کے حالات و دعائی	قادیانی محمد افضل باجوہ	۲۸	ذیقعدہ ۱۳۱۹ھ	فروری ۱۹۹۹ء	ایکبر لاہوری کا نکاح
۲۰۴	مفتیہ و فتح نبوت اور فتنہ قادیانیت	ڈاکٹر محمد طاہر القادری	۳۸۳	شوال ۱۳۱۹ھ	جولائی ۱۹۹۹ء	امیر حسن کھرڈیا لاہور
۲۰۵	شان خاتم النبیین	مفتی محمد رفیع رحیم تاروسے	۱۵۶	شوال ۱۳۲۰ھ	جولائی ۲۰۰۰ء	=====
۲۰۶	شراب خاتم	علامہ سید غلام رسول قاسمی	۲۳	ذیقعدہ ۱۳۲۰ھ	فروری ۲۰۰۰ء	=====
۲۰۷	جھوٹے امام مہدی کا حکم	علامہ مفتی جمال الدین احمد	۸	==	==	=====
		امہدی				
۲۰۸	علامہ اقبال اور مرزا غلام احمد قادیانی	ڈاکٹر محمد مسعود احمد	۱۶	محرم ۱۳۲۱ھ	اپریل ۲۰۰۰ء	ایکبر لاہوری کا نکاح
۲۰۹	حکومت ناموس و ضروری الیمیت	سید محمد سلطان شاہ	۷۲	رمضان ۱۳۲۱ھ	نومبر ۲۰۰۰ء	امیر حسن کھرڈیا لاہور
۲۱۰	قادیانیت یعنی شیطانیت	محمد شہزاد قادری تریانی	۲۳	==	==	=====
۲۱۱	مسئلہ فتح نبوت اور حضرت یحییٰ مرسل شاہ	علامہ حافظ خان محمد قادری	۲۳	جمادی الاولیٰ ۱۳۲۱ھ	اگست ۲۰۰۰ء	ایکبر لاہوری کا نکاح
۲۱۲	قادیانی کون؟	سید شہزاد احمد پاشی	۳۳	۱۳۲۱ھ	۲۰۰۰ء	=====
۲۱۳	مفتیہ و فتنہ فتح نبوت اور امام احمد رضا	سید طاہر نبوت رسول قادری	۲۳	==	۲۰۰۱ء	امیر حسن کھرڈیا لاہور
۲۱۴	علامہ حق اور درختہ قرآنیت	صادق علی زاہد	۳۹۰	۱۳۲۲ھ	==	ایکبر لاہوری کا نکاح
۲۱۵	جیانت کا حکم	شوکت علی ولداری	۸۰	==	==	=====
۲۱۶	امام احمد رضا خاں اور فتنہ قادیانیت	محمد انور قریشی	۵۰	۱۳۲۲ھ	۲۰۰۱ء	=====
۲۱۷	فتح نبوت زعم و ہمار	غلام مصطفیٰ مہدی	۲۲۳	==	==	=====
۲۱۸	نبوت و رسالت	علامہ سید احمد سعید کاشمی	۲۰	۱۳۲۳ھ	۲۰۰۲ء	=====
۲۱۹	ماہنامہ سلامی اہدی کا فتح نبوت نمبر	صادق علی زاہد افضل رشید	۲۳۶	==	==	=====
۲۲۰	تحریک فتح نبوت اور غرضالی زماں	مولانا محمد شفیق اختر	۱۶	ذی الحجہ ۱۳۲۲ھ	فروری ۲۰۰۲ء	=====
۲۲۱	علامہ امام مہدی	مولانا ظفر اقبال کٹیہار	۶۳	ذیقعدہ ۱۳۲۲ھ	جولائی ۲۰۰۲ء	امیر حسن کھرڈیا لاہور
۲۲۲	اقوال المستتر فی الامام المسکر	ڈاکٹر محمد طاہر القادری	۸۳	محرم ۱۳۲۳ھ	مارچ ۲۰۰۲ء	=====
۲۲۳	مرزا سے قادیان اسامی آباد سے میں شیطان	سید محمد سعید الحسن	۸	رمضان ۱۳۲۳ھ	اکتوبر ۲۰۰۳ء	ایکبر لاہوری کا نکاح
۲۲۴	ماہنامہ سلامی اہدی کا نمبر ۱۱ فتح نبوت نمبر	سید یحییٰ علیانی / افضل رشید	۲۹۶	۱۳۲۳ھ	۲۰۰۳ء	=====
۲۲۵	مفتیہ و فتح نبوت اور تحریک ۷۷	حکیم محبوب محمد رسول	۱۱۲	==	==	=====
۲۲۶	اقوال مرزا	مولانا محمد علی اعظمی	۱۵	==	==	=====
۲۲۷	حق الکلام سن آیات القرآن	محمد عبدالرحمن قادری	۱۸۶	==	==	=====
۲۲۸	فتنہ قادیانیت دہر قاتل	محمد شاہ حبیب سہو	۳۲	محرم ۱۳۲۳ھ	مارچ ۲۰۰۲ء	امیر حسن کھرڈیا لاہور
۲۲۹	رشتہ نامہ اسلام کا پانچواں	محمد امیر حسن قادری	۱۶	ربیع الاول ۱۳۲۳ھ	مئی ۲۰۰۳ء	ایکبر لاہوری کا نکاح

﴿چودہواں باب﴾
منظومات

www.nafseislam.com

قادیانیوں کا سربراہ جو ۲۰۰۳ء کے اوائل میں لندن میں رسوائی کی موت مرا اُسے پاکستان کی سرزمین میں دفن کرنے کی سازش کی گئی۔ جسے شمع ختم نبوت کے پردانوں نے بے مثال جرأت کا مظاہرہ کرتے ہوئے ناکام بنا دیا۔ درج ذیل اشعار روزنامہ ”انصاف“ لاہور کے دفتر میں دورانِ مذاکرہ بعنوان ”ختم نبوت“ پیش کیے گئے۔ مورخہ ۲۰۰۳-۲۴-۲۴

محمد عبدالقیوم طارق سلطانپوری

ہمارے دین کی بنیاد مستحکم تعالیٰ اللہ	خداے پاک کی توحید اور ختم نبوت ہے
رسول ہاشمی کے بعد پیغمبر نہیں کوئی	یہ وہ نکتہ ہے جس پر متفق آقا کی امت ہے
نبوت کا کیا آقا کے اک غدار نے دعویٰ	کھلا شاہِ مدینہ سے یہ اعلان بغاوت ہے
قبائے وحدتِ امت کو پارہ پارہ کرنے کو	ہمارے دشمنوں کی چال، یہ اُن کی شرارت ہے
کمل ختمِ قتنہ کب ہوا جعلی نبوت کا	ہمیں اپنی مساعی تیز کرنے کی ضرورت ہے
نہیں کمزور ہر گز قادیانی قتنہ انگیزی	ابھی تک اس کی پشتی بان ہر شیطانی قوت ہے
مرا رسوائی میں وہ جانشین میرزا آخر	محمد کے جو سرکش ہیں، مقدر ان کا ذلت ہے
اسے اس سرزمین میں دفن کرنے کے جو خواہاں ہیں	مذمت کی بلا شک مستحق اُن کی جسارت ہے
نہ ہونے دیں گے ایسا، غور سے سب سازشی سن لیں	غلامانِ نبی میں آج بھی موجود غیرت ہے

نہیں ایسے خبیثوں کے لیے اس میں جگہ کوئی

یہ ملک اس کا ہے طارق جو محبت جانِ رحمت ہے

☆☆☆☆ ☆☆☆☆ ☆☆☆☆

مسئلہ عصر حاضر مرزا قادیانی (۲۵/۲۶ ربیع الثانی ۱۳۲۶ھ، ۲۷/۲۸ مئی ۱۹۰۸ء) واصل جہنم ہوا

اس رئیس الکاذبین وراس الضالین کی عبرت ناک موت کا

قطعہ تاریخ

ہلاکت عدوئے پیغمبر حق

۸ ۰ ۹ ۱ ء

میرزا کو نبی بنا ڈالا ذہن افرنگ ہی کا ہے یہ کمال
عصر حاضر کا بدترین کذاب عہد موجود کا بڑا دجال
اُس کے اقوال قابل نفرت شرمناک اُس خبیث کے اعمال
قتلہ، پالا ہے جس کو مغرب نے ہے گراں جس پہ دین حق کا کمال
مصطفیٰ کے غلاموں نے جس کا دے کے جانیں کیا ہے استیصال
ایسی قربانیاں انہوں نے دیں جن کی تاریخ میں نہیں ہے مثال
مرحبا اُن کا جذبہ ایثار واہ واہ اُن کا عزم و استقلال
سر میں تھا قادیانیوں کے جو کبر حق پرستوں نے کر دیا پامال
ہو گیا، ذہن میں جو تھا اُن کے نقشہٴ اقتدار، خواب و خیال
اس وطن میں یہ قتلہ انگریز پھر ہو منہ زور، ہے یہ امر محال
مرا پیسے سے وہ رذیل آخر ہے مُرا دشمنِ نبی کا مال

نقشِ عبرتِ وفات کا اُس کی

”دوڑی، لعنتی الحق“ ہے سال

۶ ۲ ۳ ۱ ھ

☆☆☆☆

☆☆☆☆

☆☆☆☆

۷ ستمبر ۱۹۷۷ء پاکستان کی قومی اسمبلی نے قادیانیوں کو غیر مسلم (کافر) قرار دیا۔ اس تاریخ ساز فیصلے کا یادگار

﴿قطعہ تاریخ﴾

”اعلانِ حقیقت اُدبِ خاتم النبیین“ ”آوازِ انہدامِ قصرِ کذبِ قادیان“

۴ ۷ ۹ ۱ ۷ ۴ ۹ ۳ ۱ ۷

○

مقبولِ مدام ہے شہادتِ حق کی

مردودِ تمام دعوئی ہائے باطل

کافر ہے جو کہتا ہے نبی مرزا کو

وہ شخص تھا اک ہرزہ سرائے باطل

مرزائی کافر ہیں زروئے آئین

انجام ہے رسوائیِ برائے باطل

اک مصرع میں طارق نے کہی ہے تاریخ

”بروقتِ تدارکِ دہائے باطل“

۴ ۷ ۹ ۳ ۱ ۷

☆☆☆☆

☆☆☆☆

☆☆☆☆

شاہکار ختم رسالت صلی اللہ علیہ وسلم

پروفیسر محمد اکرم رضا

شہ دیں ، نور ایمان ، زینت ختم رسالت ہیں
 صیب دو جہاں ختم الرسل اعزاز فطرت ہیں
 ازل تا ابد ہیں آپ کے انوار کے چرچے
 شفیع دو جہاں ہیں شوکت بزم رسالت ہیں
 خدا نے تاج بخشا آپ کو ختم رسالت کا
 حضور پاک ہی تو کشور ملک نبوت ہیں
 دلوں کو آپ ہی کے نام سے تسکین ملتی ہے
 مسلمان کے لیے اک آپ ہی نور ہدایت ہیں
 خیب و زید و یاسر ہوں یا علم الدین غازی ہوں
 شہ کونین پر کٹ کر یہ اعزاز شہادت ہیں
 نبی پاک پر مٹا ہی اصل زندگانی ہے
 جنہوں نے پالیا یہ راز وہ جان صداقت ہیں
 خدا نے جان دی ختم رسل پر سر کٹانے کو
 رضا ہم تو اسی جذبے سے حقدار شفاعت ہیں
 سدا اسم محمد کے اجالوں سے ہوں دل روشن
 اسی اک نام کے صدقے میں ہم زندہ سلامت ہیں

☆☆☆☆ ☆☆☆☆ ☆☆☆☆

قطعہ تاریخ طباعت

خوب کردار ماہنامہ الحقیقہ

1429ھ

فکر باکمال سید صابر حسین شاہ بخاری

2008ء

سید عارف محمود مجبور رضوی

حفظ ناموس مقام مصطفیٰ
خاتم دور رسالت ، بالیقین
شک زرا اس میں نہیں کرنا روا
مگر ختم نبوت جو بھی ہو
قادیانی پر ہوں سب کی لعنتیں
یہ معاذ اللہ کہے خود کو نبی
کاشتہ پودا ہے یہ طاغوت کا
راندہ دارین مرزا ہو گیا
رد و تردید غلام قادیان
خوب یہ محبوب ان کا مشغلہ
کام ہے احقاق حق سے ان کو بس
جب بھی آیا وقت تو اسلاف نے
آج بھی ہے سلسلہ جاری یہی
حرم سرکار کی تقدیس کی
خاص نمبر ”الحقیقہ“ کا بجا
اک صدی میں جو ہوئی ہیں کاوشیں

باعث آبادی اعمال ہے
رب کا پیارا، آمنہ کا لال ہے
سوچ یہ ایماں کرے کنگال ہے
واقعی بد بخت ہے بد حال ہے
سرتاپا کذاب یہ دجال ہے
کفریہ ہر ایک اس کی چال ہے
انگشی سرکار کا دلال ہے
موت پائی اس نے حسب حال ہے
سُنّیوں کے شامل احوال ہے
دشمنانِ دین کا ابطال ہے
کیا مثالی ان کا استقلال ہے
حل کیا جرأت سے ہر احوال ہے
آج بھی ان کی پرانی چال ہے
ہر کوئی سُنّی بنا اک ڈھال ہے
خوب سہی صابر خوشحال ہے
اُن کی تفصیلات کا اجمال ہے

کس طرح مرزا ہوا رسوا و خوار؟ کس طرح مرزا ہوا پامال ہے؟
 کفر مرزا کس نے ثابت ہے کیا؟ کس نے توڑا سازشوں کا چال ہے؟
 کس نے کی مردود کی مٹی پلید؟ کس نے مرزا کو کیا بے حال ہے؟
 معرکے جو سر کیے اسلاف نے اُن کی تشریحات پر یہ دال ہے
 ”الحقیقہ“ کا خصوصی یہ شیوع شانِ ماضی آبروئے حال ہے
 الغرض یہ خاص نمبر ، مرجا کہہ اشاعت کا بجا مجبور تو
 ایک دستاویز یک صد سال ہے ”شہرہ ختم نبوت“ سال ہے

2008ء

☆☆☆☆

☆☆☆☆

☆☆☆☆



غازی ختم نبوت مولانا عبد الستار خان نیازی رحمۃ اللہ علیہ

سید عارف محمود مجبور رضوی

1

اللہ اللہ دین حق کی آبرو
غازی ختم نبوت، ضیغ اسلام تھا
مرد غازی، مرد حق، مرد خدا
بالیقین قدرت کا اک انعام تھا

2

عزم و ہمت کا بجا تھا تاجدار
استقامت کا تھا وہ کوہ وقار
اپنے قول و فعل سے ثابت کیا
خود کو محبوب خدا کا جان نثار

3

غازی ختم نبوت، مرد حق
جرات و مردانگی کی سلطنت
آج بھی تجھ پر جہاں کو فخر ہے
حق نے کی کیا واہ تیری نذر ہے

4

جان کو رکھ کر ہتھیلی پر چلا
حرمت سرکار کی شہراہ پر
کوئی بھی نہ چال باطل کی ہوئی
کارگر، اُس مرد حق آگاہ پر

5

دار کو چما بنام مصطفیٰ
عزت و توقیر بخشی جیل کو
غازی ختم نبوت کے سبب
مل گئی اکسیر دیں کی بیل کو

6

اہل سنت کی بڑھائی آبرو
لاج رکھ ہے رن اور دار کی
ظلمت تجھ سے شجاعت کو ملا
شان ہے تو جراتِ اظہار کی

7

زندگی بحر ہے رہا پیش نظر عظمٰی ختم نبوت کا فروغ
تیرا ہم پایہ نہیں کوئی کہیں کچھ نہیں اس میں ذرا سا بھی دروغ

8

قادیانی کا کیا بند ناظمہ کی سدا تردید ہے مردود کی
تیری تربت پر ہوں رب کی رحمتیں راہ تو نے کفر کی مسدود کی

☆☆☆☆ ☆☆☆☆ ☆☆☆☆



قطعہ تاریخ اشاعت

ماہنامہ الحقیقہ تحفظ ختم نبوت نمبر

صاحبزادہ پیر فیض الامین فاروقی سیالوی (ایم اے)

سب مضامین اسکے ہوتے ہیں نہایت پُر بصیرت
ہیکرِ اخلاص و الفت، ہاشعور و ذی فراست
ہے عیاں جس سے مقامِ صاحبِ ختم نبوت
کا حیفِ اسرار و حکمت، داعیِ حق و صداقت
منہ چھپائے گی لعینِ قادیانی کی ذریت
جو کرے انکار اسکا ہے سراپا وہ ضلالت
روزِ محشر وہ اٹھائے گا یقیناً با، ذلت
ایسے لڑ پیچ کی تھی اس دور میں بے حد ضرورت
آپ کو رکھے خدا تا دیر دنیا میں سلامت
فنِ تحقیق و رسا میں ہے میرا ان کو سبقت

اہل سنت کا موثر ہے جریدہ الحقیقت
سیدِ عالی نسب صابر حسین اس کے مدیر
لے کے ہیں اس مرتبہ آئے اسکا خاص نمبر
اس کی ہر نظم و نثر ہے لائقِ صد داد و تحسین
ہوں گے اسکو دیکھ کر شاداں و فرحاں اہل ایمان
مسئلہ ختم نبوت کا نصِ قطعی سے ثابت
عظمتِ خیر البشر کا جو نہیں ہے دل سے قائل
ایک کاوش ہے اچھوتی، الحقیقہ کا یہ نمبر
شاہِ جی کا ہے یہ احساں ملتِ اسلامیہ پر
دہر میں حاصل فروغ ان سے ہے افکارِ رضا کو

فکر جب سال اشاعت کی ہوئی فیض الامین کو

ہاتھ غیبی پکارا ”نقشِ رنگیں الحقیقت“

۱۴۲۹ھ

کوئی ان کے بعد نبی ہوا؟

محمد حنیف الاسعد

کوئی ان کے بعد نبی ہوا؟ نہیں! اُن کے بعد کوئی نہیں کہ خدا نے خود بھی تو کہہ دیا نہیں! اُن کے بعد کوئی نہیں کوئی ایسی ذات ہمہ صفت! کوئی ایسا نور ہمہ جہت؟ کوئی مصطفیٰ کوئی مجتبیٰ، نہیں! اُن کے بعد کوئی نہیں بجز اُن کے رحمت ہر زماں، کوئی اور ہو تو بتائیے نہیں اُن سے پہلے کوئی نہ تھا، نہیں! اُن کے بعد کوئی نہیں کسی ایسی ذات کا نام لو، جو امیں بھی ہو جو اماں بھی ہو ہے مرے یقین کا فیصلہ، نہیں! اُن کے بعد کوئی نہیں یہ نگار خانہ، روز و شب، اسی مبتدا کی خبر ہے سب مگر ایسا جلوہ حق نما نہیں! اُن کے بعد کوئی نہیں یہ سوال تھا کوئی اور بھی ہے گناہ گاروں کا آسرا تو رُواں رُواں یہ پکار اٹھا، نہیں! اُن کے بعد کوئی نہیں وہ قدم اُٹھے تو بیک قدم، ہمہ کائنات تھی زیرِ پا یہ بلندیاں کوئی چھو سکا؟ نہیں! اُن کے بعد کوئی نہیں کوئی ان کے بعد نبی ہوا؟ نہیں! اُن کے بعد کوئی نہیں کہ خدا نے خود بھی تو کہہ دیا نہیں! اُن کے بعد کوئی نہیں

☆☆☆☆ ☆☆☆☆ ☆☆☆☆

مقام ختم نبوت پہ جان بھی قربان

امیر البیان میر حسان الہی دہلوی

نظام ختم نبوت پہ جان بھی قربان وہ سب نبیوں کے اصل الاصول و خاتم ہیں
امام ختم نبوت پہ جان بھی قربان وہی ہیں خاتم ختم نبوت و صادق
نجات ختم نبوت پہ جان بھی قربان و ما محمد الا رسول له الخاتم
کلام ختم نبوت پہ جان بھی قربان نہیں ہے بعد میرے کوئی اور نبی!
پیام ختم نبوت پہ جان بھی قربان جہاد ختم نبوت جہاد ابدی ہے
حسام ختم نبوت پہ جان بھی قربان جہاد اول صدیق پر کسے ہے کلام؟
محاسن ختم نبوت پہ جان بھی قربان وہ علم دین ہو کہ غازی رشید اور قیوم
غلام ختم نبوت پہ جان بھی قربان یہ سلسلہ ہے ازل سے ابد تک جاری
زمانہ ختم نبوت پہ جان بھی قربان

بس اک دعا ہے اور ایک آرزو حسان

ہو نام ختم نبوت پہ جان بھی قربان

☆☆☆☆ ☆☆☆☆ ☆☆☆☆

ہر نبوت کا ہے اُن پر اختتام

امیرالبیان میرحسین الہی دہلوی

ہیں وہی خیر الرسل خیر الانام
آپکا رتبہ ہے ختمی مرتبت
وہ نبی اولیں نور ازل
قاطع برہان باطل آپ ہیں
خاتم ختم نبوت آپ ہیں
ہیں وہ فخر اولیں و آخرین
کاذب و دجال خاک قادیاں
ہو نہیں سکتا کوئی اسکا مثل
دشمن ختم نبوت مٹ گئے
کیا کہیں اب جھوٹے دجالوں سے ہم
آپ ہیں دیباچہ تخلیق کن
جامع ذات و صفات حق ہیں آپ
چشمہ صافی نبوت آپ کی
رشدی شیطان ہو یا مرزا لئیم
سید صابر بخاری زندہ باد
دی ہے ترتیب اک کتاب لاجواب
کام جو ختم نبوت پر کرے
ہے گدائے کوچہ ختم الرسل
خافہ خطہ مرہان شریف

ہر نبوت کا ہے ان پر اختتام
لکھ دیا ہے رب نے خود ختم تمام
لے کے آئے آخری جامع پیام
آپ ہیں تیغ نبوت کی نیام
قبلہ آخر ہے جوں بیٹا الحرام
سب نبی ان کے سلامی والسلام
شاتم ملت ہے اور بے ننگ و نام
جس کا سایہ تک نہیں بالالزام
مدی سارے ہیں بے نیل مرام
لا حدیث و لا دلیل ولا کلام
آپ پر وحی و رسالت ہے تمام
قلبک یقظان عینک لا ینام
کوئی بھی خالی گیا نئے نقشہ کام
ہیں خر دجال خنگ بے لگام
عاشق ختم نبوت خوش کلام
خوب ہے تدوین کا بھی اہتمام
تا قیامت وہ رہے گا شاد کام
حضرت حسان کا ادنیٰ غلام
اے خدا قائم رکھ اسکو تا قیام

تاریخی قطعہ

سید انتخاب علی کمال شاہ





خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم

علامہ مولانا محمد منشاء تابش قصوری

ہیں حبیب خدا خاتم الانبیاء سید الانبیاء خاتم الانبیاء
آفتاب دنی خاتم الانبیاء مصطفیٰ مجتبیٰ خاتم الانبیاء
اولیں، آخرین خاتم ہر نبی مالک دوسرا خاتم الانبیاء
سید المرسلین، رحمت عالمیں نور ذات خدا خاتم الانبیاء
آپ شمس الضحیٰ آپ بدر الدجی آپ خیر الوری خاتم الانبیاء
آپ پر عرش اعلیٰ سے دائم درود بھیجتا ہے خدا خاتم الانبیاء
بہیں تمام انبیاء اصفیاء التقیاء تیرے مدحت سرا خاتم الانبیاء
زائد و پارسا بے نواؤں کے ہیں آپ حاجت روا خاتم الانبیاء
ہیں ترے وصف انجیل و تورات میں مصحف حق نما خاتم الانبیاء
جھوٹے دعوے نبوت کے ہو گئے بہت میں ہوں خاتم، کہا خاتم الانبیاء
تیرے صدقے میں کون و مکاں ہیں بنے یا حبیب خدا خاتم الانبیاء
شب اسرئی ہیں پیش خدائے کریم سر عرش علی خاتم الانبیاء
ہیں رضائے جو رب دو جہاں رب مگر چاہے تیری رضا خاتم الانبیاء
تیرے در کے بھکاری ہیں شاہ و گدا کیجئے کچھ عطا خاتم الانبیاء
لہ چشم کرم مجھ پہ چشم کرم میرے مشکل کشا خاتم الانبیاء

تابش بے نوا کی ہے یہ التجا

لو مدینہ بلا خاتم الانبیاء

☆☆☆☆

☆☆☆☆

☆☆☆☆

نعت بخضر خاتم الانبیاء ﷺ

ڈاکٹر محمد شرف حسین انجم

آپ کی ہر ادا میں کرم بے بہا، خاتم الانبیاء خاتم الانبیاء
 کون ہے آپ جیسا کوئی خوش ادا، خاتم الانبیاء خاتم الانبیاء
 آپ آئے تو سب گستاخ کھل گئے، خلق کو نور کے راستے مل گئے
 آپ کی ذات میں خوشبوئے دلربا، خاتم الانبیاء خاتم الانبیاء
 آپ جیسا درخشاں جبیں کون ہے؟ آپ جیسا جہاں میں حسین کون ہے؟
 آپ کو دیکھ کر قدسیوں نے کہا! خاتم الانبیاء خاتم الانبیاء
 میں ہوں اپنے خدا کا حقیقی نبی، بعد میرے نہ ہوگا پیغمبر کوئی
 آپ کا نوری فرمان ہے یہ بجا، خاتم الانبیاء خاتم الانبیاء
 آپ کی ذات خالق کی محبوب ہے، آپ کو رنگِ سیرت ملا خوب ہے
 آپ کی ہر رضا میں ہے رب کی رضا، خاتم الانبیاء خاتم الانبیاء
 آپ سے پہلے جگ میں شب تاری تھی، ہر طرف کفر و ظلمت کی یلغار تھی
 آپ آئے تو جگ ہو گیا خوشنما، خاتم الانبیاء خاتم الانبیاء
 آپ کا ساری دنیا پہ احسان ہے، آپ پہ ہر گھڑی لطفِ یزدان ہے
 آپ کی ہر ضیا میں ہے رب کی ضیا، خاتم الانبیاء خاتم الانبیاء
 آپ کی مہر سے قلب انجم ڈھلا، آپ نے کر دیا زندگی کو ہرا
 آپ کی ہر عطا میں ہے رب کی عطا، خاتم الانبیاء خاتم الانبیاء

☆☆☆☆ ☆☆☆☆ ☆☆☆☆

ظفر علی خان کے شعر کی

﴿تضمین﴾

غلام مصطفیٰ مجددی (ایم۔ اے)

قادیانی دہر میں ناشاد ہو جانے لگے
دامن حق چھوڑ کر برپاد ہو جانے لگے

حال نامردی میں کام آیا کوئی مرد بروز
مرزا جی بھی صاحب اولاد ہو جانے لگے

ٹٹی چٹی چٹی نے نکالی ڈھینچوں ڈھینچوں کی صدا
جب اُسے شیطان کی امداد ہو جانے لگے

دیکھیے ختم نبوت کی غلامی کا صلہ
ہم سے مردہ باد زندہ باد ہو جانے لگے

جن کی آنکھوں میں حیا ہے سرور لولاک کی
وہ خدا کے فضل سے آباد ہو جانے لگے

مگر ختم نبوت ہو گئے اہل قادیان
اپنے وقتوں کے شہود و عاد ہو جانے لگے

☆☆☆☆ ☆☆☆☆ ☆☆☆☆

توحید ہے پھر ختم نبوت کا عقیدہ

علامہ حافظ پیر بخش چشتی تونسوی

اللہ نے جسے نور (۱) کے فیضان سے چنا تھا
آدم کی کھلی آنکھ تو ہر (۲) شے پہ پڑھا تھا
آدم وہی نام وسیلہ بھی رہا تھا
پھر اسکو براہیم نے اللہ سے (۵) مانگا
اللہ نے اسی نسل میں پھر اسکو ہے بھیجا
موسیٰ نے جو تورات میں اوصاف (۷) کو پایا
بولے مجھے یارب اسی اُمت میں ہی کر دے
داؤد و سلیمان بھی (۸) اسی ذوق میں رہتے

اول بھی وہی تھا وہی خاتم بھی بنا تھا
اللہ کے بعد اسم (۳) محمد ہی لکھا تھا
مقبول ہوتی توبہ حدیثوں (۴) میں پڑھا تھا
کبجے کو بنا کر جو دعا مانگ رہا تھا
جب پشت ذبح اللہ (۶) سے شجرہ وہ چلا تھا
الفت میں محمد کے گرفتار ہوا تھا
تو نے جسے یہ مرتبہ اعلیٰ دیا تھا
گیت اسکا بھی خود غزل غزلاں میں پڑھا تھا

عیسیٰ نے بشارت دی کہ (۹) من بعد اسمہ احمد

تورات میں انجیل میں ہر وصف لکھا تھا

قرآن نے گواہی (۱۰) دی کہ خاتم ہیں محمد
اُمت سے یہ فرمایا کہ (۱۱) لا نبی بعدی
اُمت پہ جب آجائے اک وقت (۱۲) بہت سخت
کبجے میں امام (۱۳) اُمت کا جو آجائے مہدی
ہر کلمہ توحید کے قائل کا ہے ایمان

بے مثل سے بے مثل کو تمنہ یہ ملا تھا
وحی کی جو زباں ترجمان تھی اس سے کہا تھا
اُمت کو عداوا کا بھی پہلے سے پتہ تھا
عیسیٰ کو بھی (۱۴) اللہ نے زندہ ہی رکھا تھا
اللہ کے نبیوں کا وہ خاتم ہی ہوا تھا

بعد انکے جو تجویز کرے کوئی نبوت

دجال ہے وہ بندہ ہوں اور ہوا کا

ویدوں (۱۵) میں کیا یاد انہیں کا لگی اوتار
ویدوں میں پرانوں میں ثبوت اسکا دکھا کر

آخری رمبر عالم کا یہی نام لیا تھا
اک ہندو (۱۶) محقق جو مسلمان بھی ہوا تھا

بدھ نے تو کہا نام اسکا محمد (۱۷) ہے کرو یاد الفاظ یہ فرما کے وہ دنیا سے اٹھا تھا
 نائک (۱۸) کے بھی اشلوک ذرا غور سے دیکھو ڈٹھا نور محمدی (۱۹) جو کہا اور لکھا تھا
 یہ آپکا فرمان بھی موجود ہے اب تک ”پیغام نجات“ (۲۰) آپ نے قرآن کو کہا تھا

برحق ہیں عقائد سبھی حافظ! مگر اوّل
 توحید ہے پھر ختم نبوت ہی پڑھا تھا

حواشی

حضور اقدس سمیت تمام انبیاء کی بارگاہ میں ہدیہ صلوٰۃ و سلام عرض ہے۔

(۱) اللہ نے آپ کو اپنے نور کے فیض سے پیدا فرمایا۔ نثر الطیب تھانوی۔ ہدیہ المہدی وحید الزماں الحمدیث

(۲،۳) نثر الطیب تھانوی، حوالہ بیہقی، مستدرک حاکم، طبرانی نیز نمبر ۴ بھی

(۵) ربنا وابعث فیہم رسولا منهم قرآن حکیم پارہ اول

(۶) انا ابن الذبیحین (الحمدیث)

(۷) چوں بشارت لگاہ موسیٰ کرد = شدن از آتش تننا (مولانا نے روم نے حدیث کا ترجمہ منظوم کیا)

(۸) غلام محمدیم زہودوی زہری۔ وہ محمد میرے محبوب میری جان ہیں (تبیحات سلیمان علیہ السلام)

(۹) سورۃ القف پ ۲۸

(۱۰) احزاب پ ۲۲

(۱۱) حدیث صحیح از صحاح

(۱۲) ظہور دجال (حدیث صحاح)

(۱۳) احادیث صحاح

(۱۴) قرآن کریم پ ۳، پ ۱۶ احادیث صحاح

(۱۵) ہندوؤں کی قدیم کتاب اتھرویدو وغیرہ میں کلکی اوتار یا کالکی اوتار آخری رہبر عالم کے معنوں میں ہے۔

(۱۶) ہندو محقق دوید پرکاش اودا دھائے ایک پنڈت تھا اب مسلمان ہو چکا۔ نام نور الہدی ہے۔ ہندوستان میں اسلام کی تبلیغ کر

رہا ہے۔ انکی تحقیق کی تصدیق الہ آباد کے آٹھ ہندو پروفیسروں نے بھی کی تھی یہ خود بھی اسی الہ آباد یونیورسٹی میں پروفیسر

تھے۔ یہ طویل مضمون ہے یہاں گنجائش نہیں۔

(۱۷) جناب بدھ (جسے بدھا بھی کہتے ہیں) کے خاص خدمتگار رندانا می چیلے نے عرض کیا کہ آپ بھی جا رہے ہیں اب ہم کس کو

ڈھونڈیں؟ آپ نے فرمایا! وہ آخری رہبر آئیگا اسکا انتظار کرو۔ مندا نے عرض کیا کہ ہم اسکو کیسے پہچانے گے؟ آپ نے فرمایا وہ میٹر یا لفظ میٹر یا ہے کے نام سے مشہور ہوگا۔ سنسکرت کے ماہر بدھ مت کے محققین نے میٹر یا کا اردو ترجمہ کیا ہے ”رحمت“ قرآن نے رحمۃ للعالمین بتایا۔ (بحوالہ انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا تحقیق سنسکرت وید)

بعض محققین نے دیدوں سے ثابت کیا ہے کہ بدھ نے فرمایا اس آخر رہبر (کلکی ادتار) کا نام مہمد ہے۔ نوٹ چونکہ ہندی زبان میں حاء کھلی ہے ہی نہیں اس لیے ہا ہوز لکھا ہوا ہے تب بھی بات واضح ہے۔

(۱۸) بابا گرو نانک صاحب کے اشلوک بہت مشہور ہیں اب یہ اشلوک اور گرنٹھ پاکستان میں بھی دیکھے جاسکتے ہیں آپ کا فرمان ہے!

ڈٹھا نور محمدی ڈٹھا نبی رسول نانک قدرت ویکھ کر خودی گئی سب بھول (جنم ساکھی بھائی والا)

پھر فرمایا! قرآن شریف کل جگ میں پروار۔ یعنی میں نے ساری کتابیں پڑھیں ہیں دنیا کی نجات کا ذریعہ قرآن پاک ہی ہے (جنم ساکھی بھائی والا)

☆☆☆☆ ☆☆☆☆ ☆☆☆☆



ترانہ ختم نبوت

محمد صلاح الدین سعیدی

ہے ہر اک اہلسنت پاساں ختم نبوت کا
وہ جس کے علم نے میدان سے دوڑایا مرزے کو
دعا جس کی گری تھی برق بن کر جان مرزا پر
ترپن میں چلی تحریک جب ختم نبوت کی
چوہتر میں چلی تحریک جب قومی اسمبلی میں
وہ پیکر جاہ و حشمت وہ نیازی مردِ میدان کا
مجاہد بے ریا جس نے بنا ڈالی فدا یان کی
مقامِ مصطفیٰ کی عظمتوں کے منکرو سن لو
فدائیِ مصطفیٰ کا اور نظامِ مصطفیٰ کا ہو
ہمارا واعظانِ خوش نوا کو مشورہ ہے کہ

مجاہد ہے ہر اک ہیرو جواں ختم نبوت کا
ہے شاہِ گولڑہ کوہِ گراں ختم نبوت کا
خدا کا شیر وہ برق تپاں ختم نبوت کا
تھا بوالحسنات میر کارواں ختم نبوت کا
مرا قائد تھا میر کارواں ختم نبوت کا
تھا اپنی ذات میں وہ کارواں ختم نبوت کا
وہ صوفی باصفا ایازِ خاں ختم نبوت کا
تمہارا کام سب ہے رائیگاں ختم نبوت کا
وہی سچا فدا کی ہو گا ہاں ختم نبوت کا
ہو کم سے کم ماہانہ اک بیاں ختم نبوت کا

الہی اپنی رحمت سے، شہیدوں کے ویلے سے
سعیدی کو بنا دے نغمہ خواں ختم نبوت کا

☆☆☆☆ ☆☆☆☆ ☆☆☆☆